4683
S1A

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ

الحمد للہ کہ اس زمان سعادت اقتران سنہ ۱۲۸۳ ہجری نبوی مین

خزینۃ الاسرار

ترجمہ

مجالس الابرار

حسب ارشاد ہدایت بنیاد مولانا مولوی محمد قطب الدین خان صاحب کی بکمال تصحیح

…مصطفائی مین محمد حسن خان کی اہتمام سی چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنیوالی مہربان کی

الحمد للہ الذی رفع اقدار العلماء بمقدار معرفۃ کتابہ المحکم ثم ھدی المحدثین بمصابیح

سب تعریف ہی اوس خدا کی لئی کہ بلند کین قدرین علماء کی موافق معرفت کتاب اپنی کی جو مضبوط ہی پہر ہدایت کیا محدثوں کو ساتھ چراغوں

المصابیح من شبہ الظلم وجعل علم الکتب کالعلم لمن تقدم من اصحاب الامم واسبغ

روشن کی اپنی حدیثوں کی تاریک شبہات سی اور گردانا علم کتاب کو مانند نشان کی اونکی لئی کہ آگی گذری امتوں مین اور پہنچائی

علیہم سوابغ النعم بعرفانہ بمصابیح السنۃ والعرفان المقدم واعزھم فی الدارین

پوری نعمتین اپنی معرفت کی سنت کی چراغوں اور عرفان پہلی گذری ہوئی سی اور اونکو دین ودنیا میں عزت دی

واکرم واحترم علی العلمین فی سابق القدم بالقران الاحکم فقال الذین یجتنبون

اکرام کیا اور حرمت بخشی تمام عالم پر ازل مین قرآن استوار سی اور ارشاد کیا جو لوگ بچتی ہین

کبٰئر الاثم والفواحش الا اللمم فسبحان من یعلم الحکم فیمن اخر وقدم احمدہ حمد عاجز

بڑی گناہوں اور بیحیائی کی کاموں سی مگر کچھہ صغیرہ سو پاک ذات ہی جو سکہاتا ہی حکمتین پہلوں اور پچھلوں کو مین اوسکی حمد کرتا ہوں عاجز کیسی

شکرہا اولاہ من عظیم النعم واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا

شکر سی اسکی کہ عنایت کین اوسکو بڑی نعمتین اور گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہین سوای اللہ کی وہ اکیلا ہی اوسکا کوئی شریک نہین اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد

عبدہ ورسولہ الاکرم المبعوث الی جمیع الامم نسئل اللہ ان یختم لی کتاب العمل بما اذ ختم صلی

اوسکا بندہ ہی اور اوسکا بزرگ رسول ہی بہیجا ہوا تمام امتوں کی طرف ہم اللہ سی مانگتی کہ پورا کری ہماری عمل کی کتاب ... ختم کرنی رحمت

اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم الذین ھم اولو الفضل والحکم ما عبد اللہ احمد احترم ھذا

نازل کری اللہ تعالی اوسپر اور اوسکی آل پر اور اوسکی یاروں پر اور سلام کہ اہل فضل اور صاحب حکمت ہین جب تک اللہ کی بندگی ہو ... محمود کی ادب کرتا ہی

المکتوب بالقلم شرح بعض احادیث الحدیث المعظم وبعض الحسان المفخم من

کتاب لکھی ہوئی قلم کی شرح چند صحیح حدیثوں بزرگ کی اور چند حسن حدیثوں بزرگ کی کتاب

الظلم دافع الھم والالم جمعتہ لبعض اخوان الاخرۃ مع ...

الظلم میں سی دور کرنیوالی ہم اور الم کی ہی جمع کی اسکو واسطی بعضی بہائیوں اخروی کی اور ... سی ملا کر جمع کیا

من التفسیر والحدیث والفقہ والکلام وتصوف الخیرۃ وابین ما فیہ من الاعتقادات

تفسیر اور حدیث اور فقہ اور عقائد اور نیک لوگوں کی تصوف کی اور بیان کرونگا اوسمین صحیح اعتقادات

الصحیحۃ ... الاخرۃ واحترز عما فیہ من استمداد القبور وغیرہ من فعل الکفرۃ واھل

... آخرت کی اور برائی بیان کرونگا اسمین قبروں سی مدد مانگنی کی اور سوا اوسکی افعال کفار اور اہل

الضلالة المضلة الفجرة لما رأيت كثيرا من الناس فی هذا الزمان جعلوا بعض القبور

جوگمراہ کرنیوالی بدکار ہین جب مین نی اس زمانہ کی اکثر لوگون کو یہہ دیکھا کہ اونہون نی بعضی قبرون کو

كالاوثان يصلون عندها ويذبحون القربان ويصدر منهم افعال واقوال لا تليق باهل

بت بنالیا ہی کہ وہان نماز پڑہتی ہین اور قربانیان ذبح کرتی ہین اور اونسی وہ افعال اور اقوال پیدا ہوتی ہین جو ایمان والون کو

الايمان فاردت ان ابين ما ورد به الشرع فی هذا الشان حتی يتميز الحق من الباطل عند

سزاوار نہین اسلیی مین نی یہہ ارادہ کیا کہ جو اس باب مین حکم شرعی ہی وہ بیان کردون تاکہ حق باطل سی جدا ہوجاوی

من يريد تصحيح الايمان والخلاص من كيد الشيطان والنجاة من عذاب النيران والدخول

اوسکو کہ ارادہ درستی ایمان کا اور شیطان کی مکر سی رستگاری کا اور آگ کی عذاب سی بچنی کا اور جنت مین

فی دار الجنان والله الهادی وعليه التكلان ولم ابال ما فيه من التكرار لما وقع فی

جانی کا ہو اور اللہ رستہ دکہانیوالا ہی اور اوسی پر بہروسا اور تکرر جو اسمین ہوگیا ہی اسکی کچہہ پرواہ نہین کی کیونکہ ایسا

نصيحة الابرار وانبه ما فيه من الاحوال الذی يسميه الناس الخير والشر والطيرة والفال

بزرگون کی نصیحت مین ہوتا ہی اور سب حالات بیان کردونگا جسکو لوگ خیر اور شر اور شگون اور فال کہا کرتی ہین

وسميته مجالس الابرار ومسالك الاخيار ومحائف البدع ومقامع الاشرار ورتبته

اور اسکا نام مین نی مجالس الابرار ومسالک الاخیار ومحائف البدع ومقامع الاشرار رکہا اور مین نی اسکو

علی مائة مجلس المجلس الاول فی تمثيل من يذكر ربه ومن لم يذكره بالحی والميت وفی بيان

سو مجلسون پر مرتب کیا پہلی مجلس مثال بیان کرنی مین اوس شخص کی کہ یاد کرتا ہی اپنی رب کو اور اوسکی کہ نہین یاد کرتا ساتہ زندہ اور مردی کی اور بیان مین

معرفة ذكر الله تعالی المجلس الثانی فی بيان فضيلة الذكر من كل اعمال البر وبيان اقسامه

معرفت ذکر خدا تعالی کی دوسری مجلس بیان مین افضلیت ذکر کی جملہ اعمال حسنہ سی اور اوسکی اقسام کی بیان مین

المجلس الثالث فی بيان فضيلة الايمان ومؤمن المجلس الرابع فی لزوم محبة النبی صلی

تیسری مجلس بیان مین فضیلت ایمان کی اور مؤمن کی چوتہی مجلس بیچ لازم کرنی محبت نبی صلی

الله عليه وسلم زيادة من والده وولده والناس اجمعين المجلس الخامس فی لزوم الايمان

اللہ علیہ وسلم کی زیادہ اپنی ماباپ اور فرزند اور سب لوگون سی پانچوین مجلس بیچ لازم ہونی ایمان کی

... النبی صلی الله عليه وسلم ولا يجوز المخالفة فيه المجلس السادس فی بيان من

رضی بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد صلی الله عليه وسلم نبيا ذاق طعم الايمان المجلس

کہ راضی ہوا اللہ کی رب ہونی پر اور اسلام کی دین ہونی پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبی ہونی پر اوسنی چکہا مزہ ایمان کا ساتوین مجلس

السابع فی بيان مؤمن به وبيان لزوم الايمان به اجمالا علی الاصح وتفصيلا عند البعض

بیچ بیان اون چیزون کی کہ ایمان لایا جاوی اونپر اور بیچ بیان لازم ہونی ایمان کی ساتہ اونکی بطریق اجمال کی بحسب صحیح روایت کی اور بطریق تفصیل کی نزدیک بعض کی

المجلس الثامن فی بيان من يدخل الجنة ومن لا يدخلها من المطيع للرسول عليه السلام والمخالف

مجلس آٹہوین بیچ بیان اوسکی کہ داخل ہوگا جنت مین اور اوسکی کہ نہین داخل ہوگا اوسمین یعنی فرمان بردار رسول علیہ السلام کا اور اونکا مخالف

المجلس التاسع فی لزوم الاتباع للنبی صلی الله عليه وسلم فيما جاء به وفيه تحقيق المجلس العاشر

نوین مجلس بیچ لازم ہونی اتباع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیچ اوس چیز کی کہ لای حضرت اور اسمین کچہہ تحقیق لکہی ہی مجلس دسوین

فی بیان الفرق بین المؤمن والمسلم وبین المجاهد والمهاجر المجلس الحادی عشر
بیچ بیان فرق کی درمیان مؤمن اور مسلم کی اور درمیان مجاہد اور مہاجر کی مجلس گیارہوین

فی بیان افضل الذکر وافضل الدعاء المجلس الثانی عشر فی بیان اسعد الناس بشفاعة
بیچ بیان افضل ذکر اور افضل دعا کی مجلس بارہوین بیچ بیان بڑے سعادتمند لوگون کی قیامت کی ان

النبی صلی الله علیه وسلم یوم القیمة المجلس الثالث عشر فی بیان اخلاص التوحید
نبی صلی الله علیه وسلم کی شفاعت سی بہا مجلس تیرہوین بیان مین اسکی کہ خالص توحید

سبب لحرمة النار المجلس الرابع عشر فی بیان ایمان المنجی لصاحبه یوم القیمة المجلس
سبب ہوتی ہی حرام ہونی آگ جہنم کی مجلس چودہوین بیچ بیان ایمان نجات دینی والی کی روز قیامت کی مجلس

الخامس عشر فی بیان ان کل مولود یولد علی فطرة الاسلام وفیه تفصیل المجلس السادس عشر
پندرہوین بیان مین اسکی کہ ہر بچہ پیدا کیا جاتا ہی لیاقت واستعداد ایمان پر اور اسمین تفصیل ہی مجلس سولہوین

فی تحقیق السعید والشقی وبیان اقسام الکفر وغیره المجلس السابع عشر فی بیان عدم جواز
بیچ تحقیق نیکبخت اور بدبخت کی اور بیان اقسام کفر وغیرہ کی مجلس سترہوین بیچ بیان نہ جایز ہونی

الصلوة عند القبور والاستمداد من اهلها واتخاذ السروج والشموع علیها المجلس الثامن عشر
نماز کی پاس قبرون کی اور نہ جایز ہونی مدد مانگنی کی مردون سی اور نہ جایز ہونی چراغ اور شمع روشن کرنی قبرون پر مجلس اٹھارہوین

فی اقسام البدع واحکامها وغیرها من الامور المهمة المجلس التاسع عشر فی بیان بدعیة
بیچ قسمون بدعتون کی اور احکام اونکیکی اور سوا اسکی امور ضروریہ سی مجلس انیسوین بیچ بیان بدعت ہونی

صلوة النوافل بالجماعة کالرغائب وغیرها المجلس العشرون فی بیان فضائل الحج المبرور وبیان
نماز نفل کی جماعت سی مانند صلوة رغائب عہ وغیرہ کی مجلس بیسویں بیچ بیان فضیلتون حج مقبول کی اور بیچ بیان

البدعة فیه المجلس الحادی والعشرون فی بیان فضائل الزکوة وغوائل ترکها المجلس الثانی والعشرون
بدعت کی بیچ مین مجلس اکیسوین بیچ بیان فضائل زکوة کی اور خرابیوں ترک اوسکیکی مجلس بائیسوین

فی بیان فضائل الصوم مطلقا المجلس الثالث والعشرون فی بیان فضیلة صوم شعبان المجلس
بیچ بیان فضائل مطلق روزی کی عہ مجلس تیئیسوین بیچ بیان فضیلت روزی شعبان کی مجلس

الرابع والعشرون فی بیان فضیلة احیاء لیلة البراة علی وجه السنة والاحتراز عن البدعة المکروهة
چوبیسوین بیچ بیان فضیلت جاگنے کی شب برات مین بطریق سنت کی اور پرہیز کرنی کی بدعت مکروہہ سی

المجلس الخامس والعشرون فی لزوم طلب رویة هلال رمضان وکراهة صوم یوم الشک
مجلس پچیسوین بیچ لازم ہونی تلاش رویت چاند رمضان کی اور کراہت روزی یوم شک کی

المجلس السادس والعشرون فی بیان فضیلة رمضان ورعایة حقه وتعظیم شانه المجلس
مجلس چھبیسوین بیچ بیان فضیلت رمضان کی اور اوسکی حق کی رعایت مین اور تعظیم شان مین مجلس

السابع والعشرون فی بیان کیفیة النیة ومایفسد الصوم ومالایفسد ومایلزم به الکفارة
ستائیسوین بیچ بیان کیفیت نیت روزیکی اور اوس چیز کی کہ توڑتی ہی روزی کو اور جو نہین توڑتی اوسکو اور جو مستلزم ہی کفارہ کو

ومالایلزم المجلس الثامن والعشرون فی بیان کیفیة التراویح وفضیلتها المجلس التاسع والعشرون
اور جو نہین مستلزم مجلس اٹھائیسوین بیچ بیان کیفیت تراویح کی اور فضیلت تراویح کی مجلس انتیسوین

عہ صلوة رغایب رجب کی پہلی تاریخ کی شب مین بعضی پڑھتی ہین جماعت سی وہ بدعت ہی ۱۲ منہ

عہ خواہ نفل ہو خواہ فرض ہو ۱۲ منہ

فی

في بيان فضيلة تاخير السحور وتعجيل الافطار وغيره المجلس الثلثون في بيان غائلة من

بیچ بیان فضیلت تاخیر سحری کی اورجلدی کرنی افطار کی اورغیر اوسکی مجلس تیسوین بیچ بیان گناه اوسکی

افطر يوما من رمضان فيما يجب فيه الكفارة المجلس الحادي والثلثون في بيان سنية

کرافطار کرنی ایکو رمضان مین اوس حال مین که واجب هو اوسمین کفاره سکا مجلس اکتیسوین بیچ بیان سنت هونی

الاعتكاف وطلب ليلة القدر فيه وفضيلتها المجلس الثاني والثلثون في بيان صدقة

اعتکاف کی اورطلب کرنی شب قدر کی اوسمین اورفضیلت اوسکی مجلس بتیسوین بیچ بیان صدقه

الفطر واحكام العيدين وبيان البدع فيه المجلس الثالث والثلثون في بيان فضيلة

فطرکی اوراحکام عیدین کی اوربیان بدعتون کی عیدمین مجلس تینتیسوین بیچ بیان فضیلت

صوم شوال وعدم جواز التشاءم به المجلس الرابع والثلثون في بيان فضيلة

روزے دن شوال کی اوریه که شوال کو منحوس سمجهنا جایز نهین هی مجلس چونتیسوین بیچ بیان فضیلت

ايام العشر الاول من ذي الحجة المجلس الخامس والثلثون في بيان فضيله هراقة

اول دهه بقره عیدکی مجلس پینتیسوین بیچ بیان فضیلت بهانی

دم القربان في ايام النحر ونوعه وكيفية ذبحه المجلس السادس والثلثون في بيان

خون قربانی کی ایام قربانی مین اوربیان اقسام قربانی کی اورکیفیت ذبح کی مجلس چهتیسوین بیچ بیان

فضيلة شهر الله المحرم وصوم يوم عاشوراء المجلس السابع والثلثون في بيان فضيلة

فضیلت مهینی خدائی که محرم هی اوربیان روزی روزعاشوراء کی مجلس سینتیسوین بیچ بیان فضیلت

يوم عاشوراء وبيان ما يفعل فيه من البدع المكروهة المجلس الثامن والثلثون

روز عاشوراء کی اوربیان اون بدعات مکروهات کا جو اوسمین کیجاتی هین مجلس اڑتیسوین

في بيان عدم سراية المرض وعدم جواز الطيرة وعدم وجود الغول المجلس التاسع والثلثون

بیچ بیان نه لگ جانی بیماری کسیکی کسیکو اورنه جایز هونی شگون بدکی اورنه هونی جنون کی مجلس انتالیسوین

في ذم الطيرة والفال المذموم واقسامهما ومدح فال المسنون واقسامه المجلس الاربعون

شگون اورفال بدکی بیان مین اوراوسکی اقسام مین اورفال مسنون کی مدح اوراوسکی اقسام مین چالیسوین مجلس

في بيان استحسان التاني في عمل الدنيا دون عمل الاخرة المجلس الحادي والاربعون في

بیان مین خوبی درنگ کرنی کی دنیاکی کاربار مین سوا عمل آخرت کی اکتالیسوین مجلس

بيان سبب نزول البليات وسبب دفعها من التوبة والدعوات المجلس الثاني والاربعون

بیان مین سبب بلاؤن کی اوترنی کا اوربیان مین سبب ایسکی دفع کی جو توبه اوردعا هی بیالیسوین مجلس

في بيان دفع الدعاء البلاء حين نزول البلاء وبعد النزول المجلس الثالث والاربعون

اس بیان مین که دعا روک دیتی هی بلاکو اوترنی وقت او بعد اوترنی کی تینتالیسوین مجلس

في بيان مسنونية الصلوة عند ظهور الاية المخوفة والاشتغال بالامور النافعة المجلس

اس بیان مین که مسنون هی نماز جب کوئی امر خوفناک ظاهر هو اورمشغول هونا ایسی باتون مین جو روک دی

الرابع والاربعون في بيان صلوة الكسوف والخسوف وظهور ... المجلس الخامس

چوالیسوین مجلس بیان مین نماز سورج گهن چاند گهن کی اورظهور ... خوف ... پینتالیسوین

والاربعون فی بیان مسنونیة صلوة الاستسقاء عند امساك المطر المجلس السادس

مجلس بیان مین مسنون ہونی نماز استسقاء کی جب مینہ نہ برسی چھیالیسوین مجلس

والاربعون فی بیان وجوب تعلیم الفرائض والقران وتجویده ولحن الجلی والخفی المجلس

اس بیان مین کہ واجب ہی سکہانا فرایض اور قرآن کا اور اوسکی تجوید یعنی ادای حروف مین اور بیان مین خطاء پوشیدہ و ظاہر کی

السابع والاربعون فی بیان جواز التغنی فی القران وما لا یجوز فیه وغیره المجلس الثامن

سینتالیسوین مجلس اس بیان مین کہ جائز ہی خوش آوازی قرآن مین اور جو کہ جائز نہین اور سوا اسکی اڑتالیسوین مجلس

والاربعون فی بیان فضیلة المؤذن وبیان سبب وضع الاذان المجلس التاسع والاربعون

بیان مین فضیلت مؤذن کی اور بیان مین سبب تقرر اذان کی انچاسوین مجلس

فی بیان فضیلة الجمعة وفی تفضیل یومها علی سائر الایام المجلس الخمسون فی بیان المصافحة

بیان مین فضیلت جمعہ کی اور افضلیت اوس دن کی تمام دنون پر پچاسوین مجلس مصافحہ کی بیان مین

وبیان کیفیتها وفوائدها وبدعیتها فی غیر محلها المجلس الحادی والخمسون فی بیان

اور بیان اوسکی کیفیت کا اور فوائد کا اور اوسکی بدعت ہونیکا بی محل اکیاونوین مجلس بیان مین

فرضیة الصلوة بالکتاب والسنة واجماع الامة وفی الوعید فی حق تارکها المجلس الثانی والخمسون

فرضیت نماز کی قرآن اور حدیث اور اجماع امت سی اور سزا مین اوسکی چھوڑنیوالی کی حق مین باونوین مجلس

فی بیان فرضیة الصلوة المفروضة وارکانها تفصیلا المجلس الثالث والخمسون

بیان مین فرضیت نماز فرض کی اور اوسکی ارکان کی تفصیل وار ترپنوین مجلس

فی بیان فضیلة الصلوات الخمس وکونها کفارة للذنوب المجلس الرابع والخمسون

بیان مین فضیلت پانچون نماز کی اور اونکی کفارہ ہوتی مین گناہون سی چون مجلس

فی بیان فضیلة الجماعة وذکر الوعید فی ترکها المجلس الخامس والخمسون فی بیان صلوة

جماعت کی فضیلت کی بیان مین اور اوسکی تارک کی باب مین جو وعید صادر ہوا پچپن مجلس نماز

الجنازة وکیفیتها المجلس السادس والخمسون فی بیان قوله علیه السلام من کان اخر کلام

جنازہ اور اوسکی کیفیت کی بیان مین چھپن مجلس بیان مین آنحضرت علیہ السلام کی قول کی کہ جسکی آخر کلام

لا اله الا الله دخل الجنة المجلس السابع والخمسون فی بیان جواز زیارة القبور وعدم

لااله الا الله ہو وہ جنت مین داخل ہوگا ستاونوین مجلس زیارت قبور کی جواز اور عدم

جوازها المجلس الثامن والخمسون فی بیان فوائد ذکر الموت ولزوم الاستعداد له

جواز مین اٹھاونوین مجلس موت یاد کرنی کی فائدون مین اور مستعد رہنا اوسکی لیی

المجلس التاسع والخمسون فی بیان ماهیة الطاعون وعدم التقدم علیه وعدم

اونسٹھوین مجلس طاعون کی حقیقت کی بیان مین اور جگہہ مین جاوی کہ نہ اور نہ

الفرار منه المجلس الستون فی بیان فضیلة الصبر فی موضع الطاعون وعدم جواز

وہانسی بہاگی ساٹھوین صبر کی فضیلت کی بیان مین جہان طاعون نازل ہوا ہو اور اوسکی

الدعاء لرفعه المجلس الحادی والستون فی بیان فضیلة الصبر عند البلایا والمصائب

رفع کی واسطی دعا نکرنی مین اکسٹھوین مجلس فضیلت صبر کی بیان مین بروقت بلا اور مصیبتون کی

دفعه

وفضيلة الاسترجاع عندها المجلس الثانى والستون فى بيان تحقيق قوله عليه السلام
اور فضیلت انا لله وانا الیه راجعون پڑھنی کی اوسوقت باسٹھویں مجلس بیان میں تحقیق اس حدیث کی
اغتنم خمسا قبل خمس الحديث وما يتفرع عليه المجلس الثالث والستون فى بيان محاسبة
غنیمت جانو پانچ کو پہلی پانچ سی آخر تک اور اسکی تفریعات ترسیٹھویں مجلس بیان میں حساب
العبد يوم القيمة والمناقشة فى الحساب المجلس الرابع والستون فى بيان محاسبة العبد
بندہ کی قیامت کی دن اور جو مناقشہ ہوگا حساب میں چوسٹھویں مجلس بیان میں حساب بندہ کی
نفسه قبل ان يحاسب ويناقش فيهلك المجلس الخامس والستون فى بيان حث الامة
اپنی ذات سی پہلی اس سی کہ اوسی حساب لیا جاوی اور مناقشہ ہوکر ہلاک ہو جاوی پینسٹھویں مجلس میں بیان رغبت دلاتی امت کا
على التوبة ووجوبها على الفور وتحقيقها بالمعانى الثلثة المجلس السادس والستون
توبہ پر اور فوراً واجب ہونا توبہ کا اور تحقیق توبہ کی تینوں معانی کا چھیاسٹھویں مجلس میں
فى بيان قوله عليه الصلوة والسلام ان الله يقبل توبة العبد ما لم يغرغر المجلس السابع و
بیان قول علیہ السلام کا کہ الله توبہ بندہ کی قبول کرتا ہی جبتک نزع کو نہ پہنچی سڑسٹھویں مجلس میں
الستون فى بيان حال الكيس وحال الاحمق المجلس الثامن والستون فى بيان فضيلة
بیان حال دانا اور احمق اڑسٹھویں مجلس میں بیان
التقوى وحسن الخلق وحقيقتهما المجلس التاسع والستون فى بيان لزوم طلب
تقوی اور حسن خلق کی فضیلت کا اور ان دونو کی حقیقت انہترویں مجلس میں بیان اسکا کہ تلاش
كسب الحلال واى اطيب من المكاسب واقبح منها المجلس السبعون
حلال پیشہ کی لازم ہی اور کونسا پیشہ اچھا ہی اور کونسا برا ہی سترویں مجلس
فى بيان حرمة الاحتكار وسائر ما يتعلق به من الاحكام الشرعية
میں بیان احتکار کی حرمت کا سو اور جو جو احکام شرعی اس سی متعلق ہیں
المجلس الحادى والسبعون فى بيان اى تاجر يحشر يوم
اکہترویں مجلس اس بیان میں کہ کونسا تاجر
القيمة فاجرا واى صادقا المجلس الثانى والسبعون
قیامت کو فجر محشور ہوگا اور کونسا صادق بہترویں مجلس
فى تحريض التاجر على ملازمة الصدق والامانة فى جميع اقواله
امادہ کرنی میں تاجر کی ملازمت صدق وامانت پہ اپنی جملہ اقوال
وافعاله المجلس الثالث والسبعون فى بيان حقيقة الربوا
وافعال میں مجلس تہترویں بیان میں سود کی حقیقت
واحكامه ثم اثله المجلس الرابع والسبعون فى بيان حقيقة السلم واحكامه
اور اسکی نقصانکی مجلس چوہترویں بیان میں حقیقت بیع سلم اور اوسکی احکام کی
وغيره من انواع العقود المجلس الخامس والسبعون فى بيان سوال الحرام والوعيد
اور سوا اسکی انواع عقود مجلس پچہترویں اس بیان میں کہ سوال حرام ہی اور اوسمیں سزا موعود ہی

فيه وفي اي موضع يجوز المجلس السادس والسبعون في بيان حقوق المماليك
اور کس مقام پر جائز ہی مجلس چہترواں بیان میں حقوق غلاموں کی

على المولى وغيره من الاحكام المجلس السابع والسبعون في بيان حرمة اللواطة
مالک پر اور سوا اسکی جو احکام ہیں مجلس ستترواں بیان میں حرام ہونی لواطت کی

وعقوبتها وغيرها المجلس الثامن والسبعون في بيان حرمة الخمر وبيان عقوبتها
اور اوسکی عذاب کی اور سوا اسکی مجلس اٹھترواں شراب کی حرمت اور اوسکی عذاب

وسائر المنكرات المجلس التاسع والسبعون في بيان حرمة الغلول ووجوب التقسيم
اور جملہ ممنوعات کی بیان میں مجلس اناسی غلول کی حرام ہونی کی بیان میں درپیہ کہ تقسیم کرنا

بين الغانمين المجلس الثمانون في بيان ظهور الفتن وما يخالف الشرع وكيف يعمل حينئذ
غنیمت کرنیوالوں میں ضرور ہی مجلس اسی فتنوں کی ظہور کی بیان میں اور جو مخالف شرع ہی اور کسطرح کیا جاوی اوسوقت

المجلس الحادي والثمانون في بيان احكام القضاء واخذه بالرشوة وحكومته
مجلس اکاسی بیان میں احکام قضا یعنی قاضی ہونی کی اور اوسکو لینا رشوت دیکر اور حکم کرنا

بشهادة الزور المجلس الثاني والثمانون في بيان من يجوز له الوعظ للناس ومن لا يجوز
جھوٹی گواہونسی مجلس بیاسی بیان میں اوس شخص کی جسکو وعظ کرنا جائز ہی اور جسکو نہیں جائز

وما يتفرع عليه المجلس الثالث والثمانون في بيان ان الله تعالى يبعث لهذه الامة
اور اوسکی تفریعات مجلس تراسی بیان میں اس بات کی کہ اللہ تعالی اوٹھاتا ہی اس امت کی لیے

على راس كل سنة من يجدد الدين المجلس الرابع والثمانون
ہر سو برس کی شروع پر اوس شخصکو کہ تازہ کری دینکو مجلس چوراسی

في بيان كيفية السلام وافضلية من بدا به المجلس الخامس والثمانون
بیان میں کیفیت سلام کی اور بڑائی پہلی سلام کرنیوالی کی مجلس پچاسی

في بيان هجران اخيه المسلم فوق ثلثة ايام المجلس السادس والثمانون
بیان میں ترک کرنی کسی مسلمان بہائی کی تین روز سی زیادہ مجلس چہیاسی

في بيان التحذير من سوء الظن وهي التجسس المجلس السابع والثمانون
ڈرانی کی بیان میں بدگمانی سی اور وہ غیر کی حال کی تلاش مجلس ستاسی

في بيان النهي عن المصاحبة والمواكلة مع الفاسق المجلس الثامن والثمانون
اس بیان میں کہ ممنوع ہی مصاحبت اور کہانا فاسق کی ساتہہ مجلس اٹہاسی

في بيان افضل الاعمال الحب في الله والبغض في الله
اس بیان میں کہ افضل اعمال ہی محبت خدا کی راہ میں اور بغض خدا کی راہ میں

المجلس التاسع والثمانون في بيان لزوم متابعة
مجلس نواسی اس بیان میں کہ لازم ہی متابعت

الرسول عليه السلام في الامر والنهي ولا يجوز المخالفة المجلس التسعون
رسول علیہ السلام کی امر ونہی میں اور نہیں جائز ہی مخالفت مجلس نوی

فی بیان سبق رحمة الله وغلبتها علی غضبه وماهیتهما المجلس الحادی والتسعون فی بیان
رحمت الٰہی کی سبقت اور غلبہ کی بیان میں غضب پر اور دونوں کی حقیقت مجلس اکانوین اس بیان مین

ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم المجلس الثانی والتسعون فی بیان عدم المواخذة
کہ شیطان پھرتا ہی انسان مین مجای خون کی مجلس بانوین اس بیان مین کہ وسوسے کا مواخذہ

بالوسوسة مالم تعمل بها او تتکلم المجلس الثالث والتسعون فی بیان ان للشیطان لمة
نہین جبتک اوسپر عمل نکری یا موہنسی نکہی مجلس ترانوین اس بیان مین کہ شیطان کو قرب ہوتا ہی

بابن ادم وللملك لمة له المجلس الرابع والتسعون فی بیان ظهر الاسلام غریبا وسیعود
بنی آدم کی ساتھ اور فرشتہ کو قرب ہوتا ہی مجلس چورانوین اس بیان مین کہ اسلام پیدا ہوا تہا غریب اور پہر ہوجایگا

غریبا کما ظهر المجلس الخامس والتسعون فی بیان نعمة الصحة والفراغ وبیان مغبونیة
غریب جیسا ظاہر ہوا تہا مجلس پچانوین بیان مین نعمت تندرستی اور فراغت کی اور بیان مین ہونی

صاحبهما المجلس السادس والتسعون فی بیان نهی من اکل ما فیه رائحة کریهة من دخول المسجد
صحیح وفارغ کی مجلس چہیانوین اس بیان مین کہ جو شخص کہاوی ایسی چیز جس مین بدبو ہووی تو مسجد مین نہ جاوی

المجلس السابع والتسعون فی بیان لزوم ترك ما لا یعنیه من القول والفعل المجلس الثامن
مجلس ستانوین اس بیان مین کہ لازم ہی ترک بیفائدہ قول اور فعل کا مجلس اٹھانوین

والتسعون فی بیان الوصیة فی حق النساء حال المعاشرة بهن المجلس التاسع والتسعون
بیچ بیان وصیت کی عورتوں کی حق مین اور اونکی ساتھ گذران کی حالت مجلس ننانوین

فی بیان تحقیق قوله علیه السلام استوصوا بالنساء خیرا الی اخره المجلس المائة فی بیان لزوم
حضرت صلی الله علیه وسلم کی قول کی تحقیق مین کہ استوصوا الخ مجلس سوین اس بیان مین کہ لازم ہی

رعایة حق الزوج علی زوجته وبیان الوعید عند عدمها المجلس الاول فی بیان تمثیل من
حق شناسی اپنی خاوند کی بی بی کو اور بیان سزا کا جب کہ یہہ نہووی پہلی مجلس بیچ مثال بیان کرنی اوس شخص کی

یذکر ربه ومن لم یذکره بالحی والمیت وفی بیان معرفة ذکر الله تعالی قال رسول
کہ اپنی رب کی یاد کرتا ہی اور جو اوسکی یاد نہین کرتا ساتھ زندہ اور مردہ کی اور بیان مین ذکر الله کی فرمایا رسول

الله صلی الله علیه وسلم مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر ربه کمثل الحی والمیت هذا الحدیث
خدا صلی الله علیه وسلم نی حال اوس شخص کا کہ رب کی یاد کرتا ہی اور اوس شخص کا جو اپنی رب کی یاد نہین کرتا جیسی زندہ اور مردہ یہہ حدیث

من صحاح المصابیح رواه ابو موسی الاشعری فانه علیه السلام جعل فیه الذاکر مثل الحی مع
مصابیح کی صحاح میں ہی ابو موسی اشعری کی روایت سی سو پیغمبر صلی الله علیه وسلم اسمین یاد کرنیوالی کو مانند زندہ کی ٹہرایا باوجودیکہ

کونه حیا لان المراد بالحی من له حیوة حقیقیة ابدیة وهی انما تحصل بذکر الله تعالی لان
وہ زندہ ہی ہوتا ہی اسلئی کہ زندہ سی وہ مراد ہی جسکو حقیقی اور دائمی زندگی حاصل ہی اور ایسی زندگی بجز یاد الٰہی کی حاصل نہین ہوتی کیونکہ

الذکر یحیی قلوب الذاکرین ویوجب لهم الاستعداد لمعرفة رب العالمین والوصول الی الحیوة الابدیة
ذکر ذاکرین کا دلوں کو زندہ کر دیتا ہی اور بالضرور اونکی لئی سامان رب العالمین کی معرفت کا تیار کرتا ہی اور بہشت کی حیات ابدی کی لائق بنا دیتا ہی

فی دار النعیم ومن کان خالیا عن الذکر فهو بمنزلة المیت لکونه خالیا عما یحیی قلبه وعما یوجب
اور جو شخص یاد الٰہی نہین کرتا وہ مردہ کی مانند ہی کیونکہ وہ اوس بات سی خالی ہی جس سی دل زندہ ہوتی اور خدا کی

له للمعرفة والحيوة الابدية لان شرف الانسان وفضيلته التي بها فاق جميع اصناف الخلق
معرفت اور دائمی زندگی پیدا ہو کیونکہ انسان کی شرافت اور فضیلت جسی تمام اقسام مخلوقات پر فائق ہوتا ہی

ليس الا باستعداده لمعرفة الله تعالى وانما يستعد لمعرفة الله تعالى بقلبه لا بجارحة من
بجز استعداد معرفت الہی کی نہیں ہی اور استعداد معرفت الہی کی دل ہی سی علاقہ رکہتی ہی اتہہ پانو وغیرہ

جوارحه بل الجوارح له اتباع وخدم يستخدمها استخدام الملك للرعايا ويستعملها استعمال
اعضا سی کچھ علاقہ نہیں بلکہ تمام اعضا دل کی تابع اور خدمت گذار ہیں اور ان اعضا سی اسطور کار لیتا ہی جیسی بادشاہ رعیت سی اور ایسی برتتا ہی

السيد للعبيد وهو انما يطمئن بذكر الله تعالى كما قال الله تعالى الا بذكر الله تطمئن
جیسی مولی غلاموں کو اور دل کو طمانینت صرف یاد الہی سی ہوتی ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی یاد رہی اللہ ہی کی یاد سی دل چین پاتی ہیں

القلوب وافضل الذكر على ما ورد في الحديث لا اله الا الله فلابد للعبد المكلف ان يشتغل
اور سب سی بہتر ذکر موافق مضمون حدیث کی لا الہ الا اللہ ہی اب بندہ عاقل بالغ کو ضروری کہ اس ذکر میں

بهذا الذكر حتى يطمئن قلبه ويستعد لمعرفة الله تعالى لكن قبل اشتغاله به يجب عليه
مشغول رہی تاکہ اوسکا دل اطمینان پکڑی اور معرفت الہی کی استعداد حاصل کری لیکن اس شغل سی پہلی اوسپر واجب ہی

ان يحصل من علم الكلام ما يصح به اعتقاده على مذهب اهل السنة والجماعة وما يحترز
کہ اتنا علم عقاید سیکہی جس سی اسکا اعتقاد موافق اہل سنت وجماعت کی ٹہیک ہو جاوی اور

به عن شبه المبتدعة لان القلب ما دام مكدرا بظلمة البدعة الاعتقادية لا يسع انوار
اہل بدعات کی شبہات سی بچ جاوی کیونکہ جبتک دل اعتقادی بدعت کی تاریکی میں مکدر رہتا ہی تو اوسمیں طاعت کی روشنی نہیں سما سکتی

الطاعات ويجب عليه ايضا ان يحصل من علم الفقه ما يصح به اعماله على وفق الشريعة المطهرة
اور اوسپر یہ بہی واجب ہی کہ اتنا علم فقہ بہی سیکہ لی جس سی اوسکی اعمال موافق شریعت پاک کی ٹہیک ہوں

والا فالتقدم لمعالي الامور قبل اتقان وصولها وضبط طرقها عجلة شيطانية وشهوة نفسانية
اور نہیں تو بڑی کام کر بیٹہنا بغیر محکم کرنی اصول کی اور ٹہیک دریافت کرنی طریقوں کی شیطانی جہپٹ اور نفسانی شہوت میں

توجب لصاحبها الفضيحة في الدنيا والاخرة اذ قد يغتر صاحبها بالتخيلات النفسانية
داخل ہی جو ایسی شخص کو دنیا اور آخرت دونوں میں ذلیل کر چہوڑتی ہی اس لئی کہ ایسا جاہل کبہی فریب میں آکر نادانی سی خیالات نفسانی

والتلبيسات الشيطانية ويظنها كرامات وهي في الحقيقة استدراج وزيادة له في انواع
اور شبہات شیطانی کو کرامت تصور کر لیتا ہی اور اصل میں وہ استدراج ہوتا ہی اور اوسکی حق میں طرح طرح کی

الضلالات لان من اشتغل بالذكر والرياضة قبل ان يحصل من علم الكلام ما يصح به الاعتقاد
گمراہی زیادہ ہوتی ہی کیونکہ جو شخص مشغول ذکر اور ریاضت کا اختیار کرتا ہی بدون سیکہی علم عقاید کی کہ جتنی میں اوسکا اعتقاد

على مذهب اهل السنة والجماعة وما يحترز به عن شبه المبتدعة ومن علم الفقه ما يصح
اہل سنت وجماعت کی مذہب پر صحیح ہو جاوی اور بد عتیوں کی شبہات سی بچ جاوی اور بدون سیکہی علم فقہ کی جتنی میں

به اعماله على وفق الشريعة المطهرة لا يبعد ان يقع له كشف حسي لبعض الاشياء او امر خارق
اوسکی اعمال مطابق شریعت پاک کی صحیح اور درست ہو جاویں تو کیا بعید ہی کہ اوسکو بعضی محسوسات کا کشف ہونی لگی یا کوئی بات کرامت کی سی

من خوارق العادات بمقتضى الرياضة او اراءة الشيطان كما حكي كثير من ذلك عن بعض الكفرة
خلاف عادات میں سی ریاضت کی موافق یا شیطانی دہوکی سی ہو جاوی چنانچہ ایسی بہت کہانیاں بعضی کفار

الرياضين فيظن انه ولاية وكرامة وهو في الحقيقة مكر واستدراج لا كرامة ولا ولاية
ریاضت شاقہ کی مشہور ہیں پھر یہہ نادان خیال کرتا ہے کہ یہہ ولایت اور کرامت ہی اور اصل میں وہ مکر اور استدراج ہوتا ہی نہ کرامت ہی اور نہ ولایت
اذ قد يحصل الكشف والامر الخارق لبعض الرهبان وغيرهم ممن يعتنون بزيادة الرياضات
اسلئے کہ کشف اور امر خارق کبھی کبھی بعضی ایسی راہب وغیرہ کی بھی ہو جاتا ہی جو بڑی ریاضت اختیار کرتی ہیں
مع فساد العمل والاعتقاد ولا اعتداد به لانه تعالى قد جعل الرياضة سببا لتصفية
باوجودیکہ اونکی عمل اور اعتقاد فاسد ہوتی ہیں پھر اسکا کیا اعتبار ہی اسلئے کہ اللہ تعالی نے بیشک ریاضت کو دلونکا ایسا صاف کردینا ہی
القلوب بحيث يوصل بها الى الكشف ونحوه من الخوارق ولا يدل ذلك على رضائه تعالى
کہ جس سی کشف اور کشف کی مانند اور خوارق ہوتی ہیں اور اس سی اللہ تعالی کی یقینی رضامندی
بذلك السبب البتة ومن المعلوم قطعا ان الخوارق ليست مختصة بالمعجزة والكرامة
اوس سبب پر معلوم نہیں ہوتی اور یہہ بات یقینی معلوم ہی کہ خوارق کو کچھ معجزہ اور کرامت ہی کی خصوصیت نہیں ہی
بل قد تكون استدراجا ايضا فمتى صدرت ممن فيه خلل عملي او اعتقادي يحكم بكونها
بلکہ بعضی وقت استدراج بھی ہوتا ہی پھر اگر یہہ امر خارق ایسی شخص کی پیدا ہووی جسکا عمل یا اعتقاد باطل ہی تو وہ
استدراجا لا كرامة لان الكرامة ظهور امر خارق للعادة على يد عبد صالح ظاهر الصلاح
استدراج ہی سمجھا جاویگا کرامت نہیں ہوگی کیونکہ کرامت تو وہ ہی کہ امر عادت کی خلاف ایسی صالح آدمی کی ہاتھہ سی ہو جسکی نیک کرداری ظاہر ہوتی ہو
وهذا القيد الاخير للاحتراز عن الاستدراج وهو ظهور امر خارق للعادة على يد الاشقياء
اور یہہ پچھلی قید استدراج سی احتراز کی لئی ہی کیونکہ استدراج وہ ہوتا ہی کہ امر خارق عادت اشقیا کی ہاتھہ پر پیدا ہو
كالدجال وفرعون والجهلة الضالين المضلين فان الخوارق كما تظهر على يد الاتقياء تظهر
جیسی دجال اور فرعون اور گمراہ جہال اور گمراہ کرنیوالی کیونکہ خوارق جیسی پرہیزگاروں کی ہاتھہ پر ہوتی ہیں
على يد الاشقياء ايضا فما يظهر من ذلك على يد من كان تحت سياسة الشرع يصير
اشقیا کی بھی ہاتھہ پر ہو جاتی ہیں سو جو امر خارق ایسی شخص کی ہاتھہ پر ظاہر ہو جو شرعی حکومت کا مطیع ہی تو
سببا لمزيد مجاهدته في عبادته وما يظهر من ذلك على يد من لم يكن تحت سياسة الشرع
اوسکی مجاہدہ عبادت کو زیادہ بڑھا دیگا اور جو امر خارق ایسی شخص کی ہاتھہ پر پیدا ہو جو شرعی حکومت کا مطیع نہیں
يصير سببا لمزيد بعده وغروره ولا يزال الشيطان يغويه حتى يخلع ربقة الاسلام
تو اوسکو اور بھی دوری اور غرور بڑھیگا اور شیطان ہمیشہ اوسکو بہکاتا رہیگا آخرکو اسلام کی رسی اوسکی گردن میں سی نکال کر
من عنقه بانكار الحدود والاحكام والحلال والحرام فعلى هذا يجب على العبد الذاكر
حدود اور احکام اور حلال اور حرام کا منکر بنا دیگا اسلئے بندہ ذاکر کو یہہ واجب ہی
ان يجعل جميع اعماله موافقا لاحكام الشرع ما دام حيا عاقلا ولا يجوز له ان يعمل عملا مخالفا
کہ اپنی تمام اعمال جبتک ہوش حواس میں ہی احکام شرعی کی موافق رکھی اور اوسکو یہہ جایز نہیں ہی کہ کبھی بھی کسی وقت کوئی عمل
للاحكام الشرع في وقت من الاوقات واحكام الشرع على قسمين قسم يتعلق بالظاهر وهو البدن
احکام شرعی کی مخالف عمل میں لاوی اور شرع کی احکام دو قسم پر ہیں ایک وہ قسم جو ظاہر یعنی بدن سی علاقہ رکھتی ہیں
وقسم يتعلق بالباطن وهو القلب وكل واحد من القسمين على نوعين احدهما يجب فيه الفعل
اور ایک قسم وہ جو باطن یعنی دل سی علاقہ رکھتی ہیں اور یہہ دونو قسمیں دو طرح کی ہیں ایک وہ جسکا کرنا واجب ہی

والآخر يجب فيه الترك فجملة احكام الشرع اربعة فمن النوع الذي يتعلق بالظاهر ويجب
دوسری وہ جسکا ترک واجب ہی پس تمام احکام شرعی چار طرح کی ہوئی پہروہ قسم جو بدن سی متعلق اور اوسکا عمل مین لانا واجب ہی

فيه الفعل التكلم بكلمتي الشهادة واقامة الصلوة وايتاء الزكوة وصوم رمضان وحج
دونو کلمی شہادت کی پڑہنی اور نماز قایم رکہنی اور زکوۃ اداکرنی اور رمضان کی روزی اور

البيت وجهاد الكفار والامر بالمعروف والنهي عن المنكر وغير ذلك من الفرائض والواجبات
کعبہ کا حج اور کفار پر جہاد اور نیک بات بیان کرنی اور بدی سی روکنا اور سوا اسکی اور فرائض اور واجبات

ومن النوع الذي يتعلق بالظاهر ويجب الترك القتل والزنا واللواطة والسرقة وشرب الخمر
اور وہ قسم جو بدن سی متعلق اور اوسکا ترک واجب ہی خون ریزی اور بدکاری اور اغلام اور چوری اور شراب خواری

والغيبة والنميمة والكذب والنظر الى ما حرم نظره واستماع ما حرم استماعه وغير ذلك من
اور غیبت اور سخن چینی اور جہوٹہ بولنا اور دیکہنا ایسی چیز کا جسکا دیکہنا حرام ہی اور ایسی آواز سنی جسکا سننا حرام ہی اور سوا اسکی

المحرمات والمكروهات ومن النوع الذي يتعلق بالباطن ويجب فيه الفعل التوبة والاخلاص
اور محرمات اور مکروہات اور وہ قسم جو دل سی متعلق اور عمل کرنا واجب ہی توبہ اور اخلاص

والتوكل والصبر والشكر والخوف والرجاء وغير ذلك من الاخلاق الحميدة والخصال الجميلة
اور توکل اور صبر اور شکر اور خوف اور امیدواری اور سوا اسکی اور نیک عادتین اور پسندیدہ خصلتین

ومن النوع الذي يتعلق بالباطن ويجب فيه الترك الكبر والعجب والرياء والحسد وغير ذلك
اور وہ قسم جو دل سی متعلق اور ترک واجب ہی تکبر اور خودپسندی اور ریا یعنی دکہلاوا اور حسد اور سوا اسکی

من الاخلاق الذميمة والخصال القبيحة فمن خالف حكما واحدا من هذه الاحكام الاربعة
اور بدخوئیان اور قبیح خصلتین سو جو شخص خلاف کری کسی ایک حکم کا ان چارون حکمون مین سی

عصى الله تعالى واستحق عذابه فلا يكون من اهل الولاية والكرامة وبعض الناس في هذا
وہ خدا کا نافرمان ہی اور اوسکی عذاب کا سزاوار وہ ولی اور کرامت والا کب ہوسکتا ہی اور بعضی لوگ اس

الزمان يدخلون الخلوة ثلثة ايام او اكثر ثم يخرجون منها واذا فعلوا ذلك مرة او مرتين
زمانی مین تین دن کا یا زیادہ کا چلہ کہینچ کر پہر فارغ ہوجاتی ہین اور جب ایک یا دو بار چلہ کرچکی

يدعون نيل الاحوال والوصول الى مقامات الرجال مع انهم يرتكبون ما يخالف الشرع الشريف
تو دعوی کرتی کہ ہمکو سب حالات کہل گئی اور عمدہ لوگون کا درجہ پالیا باوجودیکہ شرع شریف کی مخالفت کئی جاتی ہین

واذا انكر عليهم ما ارتكبوه يقولون حرمة ذلك في العلم الظاهر وانا اصحاب العلم الباطن وانه
اور جب اونسی اونکی اعمال کی برائی بیان کرو تو کہنی لگتی ہین میان یہہ علم ظاہر مین حرام ہی اور ہم تو باطنی علم والی ہین سو ہمار

حلال فيه وان الوصول الى الله تعالى لا يكون الا برفض العلم الظاهر وانكم تاخذون من
اوس علم مین حلال ہی اور قربت الہی بدون چہوڑنی علم ظاہری کی نہین ملتی تم

الكتاب والسنة وانا بالخلوة وهمة الشيخ نصل الى الله تعالى فينكشف لنا العلوم فلا نحتاج
قرآن اور حدیث سی فائدہ لیتی ہو اور ہم چلہ اور پیر کی مدد سی خدا کی درگاہ مین جاتی ہین پہر ہمپر سب علوم کہل جاتی ہین ہمکو

الى مطالعة الكتاب والقراءة على الاستاذ واذا صدر منا مكروه او حرام نُهي عنه في المنام
کتابون کی مطالعہ کی اور استاد سی پڑہنی کی کچہہ حاجت نہین ہی اور ہم سی جبکوئی مکروہ یا حرام عمل مین آجاتا ہی تو خواب مین ہمکو ممانعت ہوجاتی ہی

نعرف الحلال والحرام وما قلتم انه حرام لوننه عنه في المنام فعلمنا انه ليس بحرام
سو ہم حلال اور حرام کو سمجھ لیتی ہین اب جسکو تم حرام بتاتی ہو ہمکو اوس سی خواب مین منع نہین کیا سو ہمنی جان لیا کہ یہہ حرام نہین ہی
ونحو ذلك من الترهات التي كلها الحاد وضلال اذ فيه ازدراء للملة الحنيفية والشريعة
اور اسیطرح کی خرافات باتین جو سراسر الحاد اور گمراہی کی ہین کیونکہ اسمین ملت حنفی اور شریعت نبوی
النبوية وعدم الاعتماد على الكتاب والسنة واجماع الامة فالواجب على كل من سمع
کی حقارت ہی اور بی اعتمادی قرآن وحدیث اور اجماع امت کی سو واجب ہی اوسپر جو ایسی باطل گفتگو سنی
امثال تلك الاقاويل الباطلة الانكار على قائله والجزم ببطلان كلامه بلاشك ولا تردد
کہ بلا شک اور بی تردد اور بغیر توقف . قائل کی اس کلام کو بیہودہ واہیات سمجھی
ولا توقف والا فهو يكون من جملتهم ويحكم عليه بالزندقة فانهم لما كانوا في الاعتقاد
اور نہین تو وہ بھی اوسی گروہ مین داخل ہی اور اوسپر حکم کفر کا ہوگا کیونکہ ان لوگونکا اعتقاد جب
بهذه المرتبة كان بينهم وبين الشيطان مناسبة فيريهم في بعض الازمان اشياء
اس نوبت کو پہنچا تو انمین اور شیطان مین ایک رابطہ پیدا ہوگیا پھر وہ شیطان انکو بعضی دفعہ کچھہ تجلی وغیرہ دکھاتا ہی
من الانوار وغيرها فيغترون بها ويظنون انهم محسنون وعند الله مكرمون ولا يعلمون
پس یہہ قوم دہوکہا کہا کر یہہ خیال کرتی ہین کہ ہم کیا خوب عمل کرتی ہین اور خدا کی نزدیک ہم عزت والی ہین اور بیخبر ہین
ان الشيطان لا يزال يحسن لاهل الخلوة وارباب الرياضة ان يعملوا بخواجسهم ورؤياهم
کہ شیطان ہمیشہ اہل خلوت اور ریاضت کی نظرون مین یون پکا دیتا ہی کہ اپنی توہمات اور خوابون کی موافق
من غير تحكيم الشرع فيها فيقولون القلب اذا كان محفوظا مع الله تعالى يكون خواطره
بدون موافقت شرع کی عمل کیا کرین پھر یہہ کہتی ہین کہ دل جب اللہ کی طرف سی محفوظ ہوتا ہی تو اوسکی سب خطرات خطا سی
معصومة عن الخطاء وهذا من اعظم كيد العدو فيهم لان الخواطر ثلثة انواع رحمانية
بچی ہوئی ہوتی ہین اور یہہ اونکی حق مین دشمن کا بڑا ہی دہوکہا ہی کیونکہ خطرات تین طرح کی ہوتی ہین رحمانی
وشيطانية ونفسانية فلو بلغ الانسان ما بلغ من الرياضة والمجاهدة فمعه شيطانه
اور شیطانی اور نفسانی پھر انسان کیسی ہی ریاضت اور مجاہدہ کیا کری ہ شیطان
ونفسه لا يفارقانه الى الموت والشيطان يجري منه مجرى الدم والعصمة ليست
اور نفس اوسکی ساتھہ ہی رہتی ہین مرتی دم تک جدا نہین ہوتی اور شیطان اوسمین ایسی پہرتا ہی جیسی بدنین خون اور عصمت صرف
الا للرسل الذين هم وسائط بين الله تعالى وبين خلقه في تبليغ امره ونهيه ووعده
انبیا صلوات اللہ علیہم کا خاصہ ہی جو کہ درمیان پاک پروردگار اور اوسکی خلقت کی واسطی ہین واسطی پہنچا دینی امر اور نہی اور جزا
ووعيده ومن عداهم ليس بمعصوم ومن ظن انه يستغني عما جاء به الرسول بما يلقى
اور سزا اور سوا انبیا کی کوئی معصوم نہین ہی اب جو شخص یہہ خیال کری کہ مجھکو احکام نبوی کی کچھہ حاجت نہین مجھکو وہ ہی کافی ہی
في قلبه من الخواطر فهو من اعظم الناس كفرا لان ما يلقى في القلب يحتمل ان يكون من
جو دلمین خطرات آتی ہین سو وہ بڑا ہی کافر ہی اسلئی کہ دلمین جو خطرہ آتا ہی تو شاید کہ
القاء النفس او الشيطان فلا عبرة به ولا التفات اليه حتى يعرض على ما جاء به الرسول
وہ نفس یا شیطان کی طرف سی آیا ہو پھر اوسکا کیا اعتبار ہی اور نہ اوسپر توجہ کہ احکام نبوی کی مقابل ہو سکی

ويشهد له بالموافقة اذ ليس كل ما يراه الانسان فی النوم او اليقظة صحيحا بل قد تكون بعضه
اور اوسکی لئی موافقت کا شاہد چاہئی کیونکہ آدمی جو جو خواب یا بیداری میں معلوم کرتا ہی وہ سب درست نہیں ہو اکرتا بلکہ بعضی

من الخواطر النفسانية وبعضه من الوساوس الشيطانية وبعضه من الله تعالى بالهام
خطرات نفسانی وبعضی وسوسہ شیطانی ہوتی ہیں اور بعضی اللہ کی طرف سی بواسطہ

ملك الرؤيا فلا بد من التميز بين هذه الثلثة ليعلم ان ما يراه من اى نوع هو فاذا تعين
فرشتہ خواب کی بہی ہوتی ہیں پہر ان تینوں میں تمیز کرنی ضرور چاہئی جس سی معلوم ہو کہ یہہ خطرہ کس قسم کا ہی جب یہہ ثابت ہوجاوی کہ

انه من الله تعالى فلا بد من عالم يعلم المراد منه فان المراد منه ان كان ظاهرا لا يحتاج
کہ اللہ کی طرف سی ہی تب ایسا عالم چاہئی کہ اوسکی مراد کو سمجہی کیونکہ اوسکی مراد اگر ظاہر ہی تو

الى التاويل بل انما يحتاج الى التنبيه وان كان غير ظاهر يحتاج الى التاويل فيأول بتاويل
تاویل کی کچہہ حاجت نہیں بلکہ صرف تنبیہ کی حاجت ہی اور اگر مراد ظاہر نہیں ہی تو تاویل کی حاجت ہی پہر صحیح تاویل کرنی چاہئی

صحيح كما ان الكتاب والسنة لا شبهة فی كونهما من الله تعالى ورسوله لكن المراد منهما
چنانچہ قرآن اور حدیث بلا شبہہ اللہ اور رسول کی کلام ہیں پر اونکی مراد

قد يكون ظاهرا فلا يحتاج الى التاويل وقد يكون غير ظاهر فيحتاج الى التاويل وقد صرح
بعضی جگہہ ایسی ظاہر ہوتی ہی کہ تاویل کی کچہہ حاجت نہیں ہوتی اور بعضی جگہہ مراد ظاہر نہیں ہوتی تو وہاں تاویل کی حاجت پڑتی ہی اور

العلماء بان الهام وكذلك الرؤيا فی المنام ليس شئ منهما من اسباب المعرفة بالاحكام
علماء صاف کہہ چکی ہیں کہ الہام اور ایسی ہی نیند کی خواب ان دونو سی معرفت احکام کی حاصل نہیں ہوتی

خصوصا اذا خالف كل منهما كتاب الله وسنة رسوله عليه الصلوة والسلام فان عمر
علی الخصوص جبکہ یہہ دونو کتاب اللہ اور سنۃ رسول سی برخلاف ہوں حضرت عمر

بن الخطاب رضی الله عنه مع كونه سيد الملهمين والمحدثين كان اذا وقع فی قلبه الخواطر لا يلتفت
بن الخطاب رضی اللہ عنہ باوجودیکہ اہل الہام اور محدثین کی پیشوا تہی تو بہی جب اونکی دل پر کوئی خطرہ آتا تو اوسپر توجہ

اليها ولا يحكم بها ولا يعمل بها حتى يعرضها على الكتاب والسنة فهؤلاء الجهلة قد يرى
نکرتی اور نہ اوسپر یقین کرتی اور نہ اوسکی موافق عمل کرتی جب تک اوسکو کتاب اور سنت کی مطابق نکر لیتی اور یہہ جہال جب

احدهما ادنى شئ فيحكم فيه خواطره على الكتاب والسنة ولا يلتفت اليهما والمحققون من
کوئی ادنی بات معلوم کرتی ہیں تو اوسی پر اپنی خطرات کو پکا لیتی ہیں اور کتاب اور سنت کیطرف کچہہ توجہ نہیں کرتی اور طریقت کی محقق

علماء الطريقة قد تمسكوا بالكتاب والسنة ووزنوا بهما افعالهم ومجاهداتهم ومكاشفاتهم
علماء کتاب اور سنت پکا سی سند لیتی تہی اور اپنی افعال اور مجاہدہ اور مکاشفات کو انسی تول کر پورا کرتی تہی

فما وجدوه غير موزون بهذين الميزانين وغير ثابت بهذين الشاهدين لم يعتبروه ولم يلتفتوا
پہر جس عمل کو ان دونو ترازو یعنی کتاب وسنت میں کم وزن پایا اور ان دونو شاہد عدل کی گواہی سی ثابت نہوا تو اوسکا اعتبار نہیں

اليه قال ابو سليمان الدارانی ربما يقع فی قلبی نكتة من نكتة القوم فلا اقبلها الا بشاهدين عدلين
ابو سلیمان دارانی فرماتی ہیں ایک نکتہ اس قوم کی نکات میں سی اکثر میری دلمیں آتا ہی سو میں اوسکو بدون گواہی دو شاہد عدل

من الكتاب والسنة وقال ابو سعيد الخراز كل باطن يخالفه الظاهر فهو باطل وقال ابو حفص
کتاب اور سنت کی نہیں مانتا اور ابو سعید خراز کہتی ہیں جو الہام ظاہر شرع کی برخلاف ہو سو وہ باطل ہی اور ابو حفص کبیر فرماتی ہیں

الكبير

الکبیر من لم یزن افعاله واقواله واحواله بمیزان الکتاب والسنة ولم یتهم خواطره فلا تعدوه
جو شخص اپنی افعال اور اقوال اور احوال کو کتاب اور سنت کی ترازو میں نہ تولی اور اپنی دل کی خطروں کو بیجا نہ جانی تو اوسکو
فی دیوان الرجال وقال ابو یزید البسطامی لو نظرتم الی رجل اعطی انواعا من الکرامات حتی تربع
مردوں میں شمار مت کرو اور ابو یزید بسطامی فرماتی ہیں اگر تم ایک شخص کی طرح طرح کی کرامتیں دیکھو اتنا کہ وہ ہوا میں
فی الهواء او مشی علی الماء فلا تغتروا به حتی تنظروا کیف تجدونه عند الامر والنهی وحفظ
پالتی مارے بیٹھا ہو یا پانی پر پہرتا ہو تو بہی اوسکی فریب میں نہ آؤ جبتک یہہ نہ جانچ لو کہ امر اور نہی اور حفظ
الحدود واداء احکام الشریعة وقال الجنید البغدادی الطرق الی الله تعالی بعدد انفاس
حدود اور احکام شرعی میں کیسا ہی اور جنید بغدادی فرماتی ہیں اللہ کی ان کی رستی اتنی ہیں جتنی نفوس
الخلائق وکلها مسدودة علی الخلق الا علی من اقتفی اثر الرسول وحکی انه افتی بقتل الحلاج
خلقت کی اور وہ سب خلقت پر بند ہیں بجز اوسکی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کری اور کہتی ہیں کہ جنید نی حلاج کی قتل
لاجل ما صدر عنه من قوله انا الحق فانظر ایها العاقل الطالب للحق ان هؤلاء الکرام مع
فتوی انا الحق کی کہنی پر دیا تہا اب ای ہوشیار حق کی طالب دیکھہ تو کہ ان تمام بزرگوں نی با
کونهم عظماء مشائخ الطریقة وکبراء ارباب الحقیقة قد تمسکوا بالشریعة ولم یخالفوها
وجودیکہ طریقت کی بڑی بڑی مشایخ اور حقیقت کی بڑی بڑی بزرگ لوگ ہیں کیسا شریعت سی تمسک کیا اور کسی بات میں
فی شیء اصلا فعلی هذا یجب علی العبد المشتغل بالذکر ان یتمسک بالشریعة فی جمیع اقواله
اصلا مخالفت نہیں کی باین لحاظ شخص ذاکر شاغل پر واجب ہی کہ اپنی تمام اقوال اور افعال اور احوال میں شریعت سی تمسک
وافعاله واحواله ولا یخالفها فی شیء اصلا لکن ینبغی ان یعلم ان المؤثر النافع من الذکر هو الذکر
کیا کریں اور شریعت کی اصلا مخالفت نکیا کریں لیکن یہہ بہی سمجہہ لینا چاہی کہ ذکر موثر اور مفید وہی جو
علی الدوام مع حضور القلب فاما الذکر مع ذهول القلب فهو قلیل الجدوی لان للذکر
ہمیشہ اور دائمی دلکی توجہ سی ہو اور جو ذکر دلکی غفلت کی ساتہہ ہوتا ہی وہ فائدہ خوب نہیں دیتا کیونکہ ذکر کا
اولا واخرا اوله یوجب الانس والحب واخره یوجبه الانس والحب والمطلوب ذلك الانس
ایک ابتدا ہی اور ایک انتہا ابتدا میں ذکر سی محبت اور انس ہوتا ہی اور انتہا میں ذکر کو انس اور محبت پیدا ہوتی ہی اور مقصود یہہ ہی انس
والحب لان الذاکر فی ابتداء امره یکون متکلفا فی صرف قلبه عن الوساوس الی ذکر الله تعالی
اور محبت ہوتی ہی کیونکہ ذاکر اول حال میں تو اپنی دل کو بزور و تکلف وسوسوں سی ہٹاکر ذکر کی طرف لگاتا ہی
فان وفق للمداومة انس به وانغرس فی قلبه حب المذکور وصار مضطرا الی کثرة ذکره
پہر اگر اوسکو مداومت کی توفیق ہوئی تو اوسی مانوس ہوجاتا ہی اور اوسکی دل میں وہ محبت جڑ پکڑ لیتی ہی اور کثرت ذکر کی طرف بیقرار ہوجاتا ہی
بحیث لا یصبر عنه لان من احب شیئا اکثر ذکره ومن اکثر ذکر شیء ولو تکلفا یقع فی
ایسا کہ ذرہ صبر نہیں آتا کیونکہ جو شخص کسی شی کو محبوب رکہتا ہی تو اوسکا ذکر بہت کیا کرتا ہی اور جو شخص کسی شی کا ذکر بہت کرتا ہی اگرچہ تکلف سی ہو
قلبه حبه والحاصل ان اول الذکر یکون بالتکلف الی ان یثمر الانس بالمذکور والحب له ثم
اوسکی دلمیں محبوب ہوجاتی ہی حاصل یہہ ہی کہ ابتدا میں ذکر تکلیف سی ہوتا ہی آخر کو ایسا مانوس اور محبوب ہوجاتا ہی کہ
یمتنع الصبر عنه فیصیر الموجب موجبا والثمر مثمرا ثم اذا حصل للذاکر الانس بذکر الله تعالی
اوس ہی صبر دشوار ہوجاتا ہی پہر تو بالعکس یعنی عاشق معشوق ہوجاتا ہی اور طالب مطلوب پہر جب ذاکر کو یاد الٰہی سی محبت ہوجاتی ہی

ینقطع عن غیر الله ویجد کمال فائدته بعد الموت لانه یفارق ماسوی الله تعالی عند الموت

تو غیر الله سی الگ ہو جاتا ہی اور اوسکا کامل فائدہ موت کی بعد حاصل ہوتا ہی کیونکہ مرتی دم تمام ماسوی الله سی الگ ہو جاتا ہی

ولا یبقی معه فی القبر اهل ولا مال وانما یبقی معه فیه ذکر الله تعالی فان کان قد انس به

اور اوسکی ساتھ گور مین نہ اہل ہوتا ہی اور نہ مال وہان صرف وہ ذکر ہی باقی رہ جاتا ہی سو اگر یہہ ذکر اوسکا مانوس تہا

یتمتع به ویتلذذ بانقطاع العوائق الصارفة عنه لان ضرورات الحاجات کانت تصده

تو فائدہ دیکہیگا اور مزہ پاویگا کہ وہ تعلقات جو ذکر الله سی بازرکہتی تہی جاتی رہی کیونکہ ضروری کاروبار بیشک ذکر الله سی باز رکہتی تہی

عن ذکر الله تعالی ولا یبقی بعد الموت عائق فکانه خلی بینه وبین محبوبه وتخلص من

اور موت کی بعد کوئی روکنی والا باقی نہین رہتا اب گویا اوسکو محبوب کی ساتھ خلوت ملی اور ایسی

السجن الذی کان فیه ممنوعا عما به انسه وبهذا الانس یتلذذ العبد بعد الموت الی ان

قید سی چہوٹ گیا جسمین اپنی محبوب سی روکا جاتا تہا اور اس انس سی موت کی بعد آدمی مزا اوٹہاکر آخر

ینزل فی جوار الله تعالی ویترقی من الذکر الی اللقاء اذ لا مقصود له بقوله لا اله الا الله

جوار الٰہی مین جا پہنچتا ہی اور ذکر سی مرتبہ بڑہ کر نوبت دیدار کی ہجاتی ہی کیونکہ غرض تو اوسکو لا اله الا الله کی ذکر سی

سوی الله تعالی اذ کل مقصود معبود وکل معبود اله وبالملازمة علی ذکر لا اله الا الله

سوای الله تعالی کی اور کچہ نہین ہی کیونکہ جو مقصود ہوتا ہی وہ معبود ہی اور جو معبود ہی وہ اله ہی اور لا اله الا الله کی دائمی ذکر سی

ینتفی جمیع المعبودات الباطلة ولذلك فضل علی سائر الاذکار وذکر المطلق فی بعض

تمام باطل معبود جاتی رہتی ہین اسی واسطی اس ذکر کو تمام اذکار پر فضیلت ہی اور بعضی روایت مین مطلق ذکر مذکور ہی

المواضع وفی بعضها مقید بالصدق والاخلاص کما روی عن زید بن ارقم انه علیه الصلوة و

اور بعضی روایت مین صدق اور اخلاص کی قید ہی چنانچہ زید بن ارقم روایت کرتی ہین کہ نبی صلی الله علیه و

السلام قال من قال لا اله الا الله مخلصا دخل الجنة ومعنی الاخلاص مساعدة الحال

سلم نی فرمایا جسنی لا اله الا الله اخلاص سی کہا وہ بہشت مین داخل ہوا اور اخلاص کی معنی مطابق ہونا حال کا

للمقال فمن قال لا اله الا الله بلسانه ولم یساعد حاله لمقاله لا یکون فیه شیء من

قول سی پہر جسنی لا اله الا الله زبان سی تو کہا اور اوسکا حال مطابق قول کی نہوا تو اوسمین ذرہ بہی

الاخلاص فیکون امره فی مشیة الله تعالی ولا یؤمن فی حقه الخطر المجلس الثانی

اخلاص نہین ہی اور اوسکا معاملہ مشیت الٰہی مین ہی اندیشہ سی صاف نہین ہی دوسری مجلس

فی بیان فضیلة الذکر من کل اعمال البر وبیان اقسامه قال رسول

ذکر کی فضیلت مین تمام نیک اعمال سی اور اقسام کی بیان مین فرمایا رسول

الله صلی الله علیه وسلم الا انبئکم بخیر اعمالکم وازکاها عند ملیککم وارفعها فی درجاتکم

الله صلی الله علیه وسلم نی کہو تو بتادون تمکو ایک بڑا نیک عمل اور مالک کی حضور مین بہت پاکیزہ اور تمہاری درجات کا بلند کرنیوالا

وخیر لکم من انفاق الذهب والورق وخیر لکم من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقهم

اور تمہاری حق مین بہتر سونا چاندی الله کی راہ مین بانٹنی سی اور تمہاری حق مین بہتر جہاد سی کہ دشمن سی مقابلہ کرکی تم اونکی سر کاٹو

ویضربوا اعناقکم قالوا بلی یا رسول الله قال ذکر الله هذا الحدیث من حسان المصابیح

اور وہ تمہاری سر کاٹین عرض کیا ہان یا رسول الله فرمایا الله کا ذکر یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین ہی

رواہ ابو الدرداء وانما کان ذکر اللہ تعالیٰ من سائر العبادات ارفع وخیرا من انفاق الذہب
ابو الدرداء کی روایت سے اور ذکر اللہ تمام عبادات سے بہتر اور سونا

والفضۃ وملاقات العدو والمقاتلۃ معہم لان سائر العبادات وسیلۃ الی ذکر اللہ تعالیٰ
چاندی بانٹنی اور جہاد سے خوشتر اسلئے ہی کہ تمام عبادات ذکر اللہ کا وسیلہ ہیں اور اصل ہیں

وذکر اللہ تعالیٰ ہو المطلوب الاعلیٰ والمقصود الاقصیٰ الا انہ ینقسم الی قسمین احدہما
اعلی مطلوب اور عمدہ مقصود ذکر اللہ ہی ہے لیکن اسکی دو قسم ہیں ایک تو

ذکر باللسان والآخر ذکر بالجنان اما الذکر باللسان فہو ذکر ملفوظ باللسان مسموع بالاذن
ذکر زبانی سے اور دوسرا ذکر دل سے پہر زبانی ذکر تو صرف زبانی الفاظ ہوتی ہیں کانوں سے سنی جاتی ہیں

یحصل بالحروف والصوت واما الذکر بالجنان فہو غیر ملفوظ باللسان ولا مسموع بالاذان
حروف اور آواز سے مرکب ہوتی ہیں اور دلی ذکر نہ تو زبان پر الفاظ آتی ہیں اور نہ کانوں سے سنا جاتا ہے

بل ہو فکر وملاحظۃ القلب وہو اعلیٰ مراتب الذکر ولا یبعد ان یکون المراد بالذکر ہہنا ہذا
بلکہ وہ تفکر اور دل کی سوچ ہے اور یہی ذکر اعلی مرتبہ کا ہے اور کیا بعید ہے کہ مراد ذکر سے اس حدیث میں یہی ہے

الذکر القلبی الفکری لانہ ہو الذی لہ ہذہ الفضیلۃ الزائدۃ علی بذل المال والنفس لما
دل کا ذکر اور فکر ہو کیونکہ جان اور مال دینے پر یہی ذکر فایق ہے اسواسطے

جاء فی الخبر تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ سبعین سنۃ وہو لا یحصل الا بمداومۃ العبد
کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک ساعت کا تفکر ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے اور ذکر کا یہہ رتبہ جب حاصل ہوتا ہے

علی الذکر باللسان مع حضور القلب حتی یتمکن الذکر فی قلبہ ویستولی علیہ بحیث یحتاج
کہ ذاکر لسانی ذکر حضور دل سے بلا ناغہ کرتا رہے تاکہ ذکر اوسکی دل میں جگہ پکڑ جاوے اور اوسپر اتنا غالب ہو جاوے کہ دلکو ذکر سے دوسری

فی صرفہ عنہ الی غیرہ الی تکلف کما کان فی ابتدائہ یحتاج فی قرارہ فیہ الی تکلف لکن حصول
طرف پہیرنی میں تکلف کرنا پڑے جیسا کہ ابتدا حال میں ذکر کی طرف دل لگانی کیواسطے تکلف کرنا پڑتا تہا لیکن ذکر دل میں

فیہ بہذا الوجہ موقوف علی معرفۃ اللہ تعالیٰ لان من لا یعرف اللہ تعالیٰ کیف یمکن
ایسا قرار پکڑنا معرفت الٰہی پر موقوف ہے کیونکہ جو شخص اللہ ہی کو نہیں پہچانتا تو اوسکا ذکر

ذکرہ بقلبہ ولسانہ وطریق معرفۃ اللہ تعالیٰ من وجہین احدہما طریق اہل النظر
دل اور زبان سے کب کریگا اور طریق معرفت الٰہی کا دو وجہ پر ہے ایک طریق مناظرہ

والاستدلال وثانیہما طریق اہل الریاضۃ والمجاہدۃ فالسالکون طریق اہل النظر و
اور برہان کا اور دوسرا طریق اہل ریاضت اور مجاہدہ کا پہر وہ مناظرہ اور

الاستدلال ان التزموا ملۃ من ملل الانبیاء فہم المتکلمون والا فہم الحکماء المشاؤون
برہان والی اگر کسی دین کی سماوی دینوں میں سے معتقد ہیں تو وہ متکلم کہلاتی ہیں اور نہیں تو حکماء مشائی ہیں

وہم قوم من الفلاسفۃ اختاروا طریق ارسطو وما لہ من البحث والبرہان ولم یکونوا
یہہ مشائی فلاسفہ میں سے ایک قوم ہے جنہوں نے ارسطو کی وضع پر بحث و برہان اختیار کر رکہی تہا یہہ لوگ

من اہل الایمان والسالکون طریق اہل الریاضۃ والمجاہدۃ ان وافقوا فی ریاضتہم
صاحب ایمان نہیں ہیں اور ریاضت اور مجاہدہ والی اگر موافق احکام شریعت کی ریاضت

ومجاهدتهم احکام الشریعة فهم الصوفیة المتشرعون والا فهم الحکماء الاشراقیون وهم
اور مجاہدہ کرتی ہین تو وہ صوفی باشرع ہین نہین تو حکماء اشراقی ہین اشراقی ہی

قوم من الفلاسفة اختاروا طریق افلاطون وماله من الکشف والعیان ولم یکونوا من
ایک قوم فلاسفہ کی ہی جنہون نی طریق افلاطون کشف اور عیان کا اختیار کیا ہی یہہ لوگ ہی

اهل الایمان فعلی هذا یکون لکل طریق طائفتان فیکون المؤمنون العارفون بالله قسمین
صاحب ایمان نہین ہین اس بیان کی موافق ہر یک طریقہ مین دو طرح کی لوگ ہین سو مؤمن عارف باللہ دو قسم کی ہوئی

احدهما اهل الاستدلال والبرهان وثانیهما اهل المشاهدة والعیان لان عرفانهم به تعالی
ایک استدلال اور برہان والی اور دوسری مشاہدہ اور عیان والی اسلئی کہ معرفت الٰہی

ان کان بالاستدلال بالدلائل العقلیة والنقلیة فهم من اهل العلم الظاهر والبرهان
اگر دلائل عقلی اور نقلی کی واسطہ سی حاصل کی ہی تو وہ علم ظاہر اور برہان والی ہین

وان کان عرفانهم به تعالی بالمشاهدة بعین البصیرة فهم من اهل العلم الباطن والعیان
اور اگر معرفت الٰہی چشم بصیرت کی مشاہدہ سی حاصل کی ہی تو وہ علم باطنی اور عیان والی ہین

وحاصل الطریق الاول الاستکمال بالقوة النظریة والترقی فی مراتبها ومحصول الطریق الثانی الاستکمال بالقوة
اور طریق اول کا فائدہ تو قوت نظری کی امداد سی کمال حاصل کرنا اور اوسکی درجات مین ترقی کرنی اور خلاصہ دوسری طریق کا قوت عملی کی زور سی کامل ہونا

العملیة والترقی فی درجاتها فهذه هی الکرامة الحقیقیة التی تظهر من اولیاء الله تعالی اذ غایة الکرامة
اور اوسکی درجات مین ترقی کرنی اور کرامت حقیقی یہہ ہی ہوتی ہی جو اولیاء اللہ سی ظاہر ہوا کرتی ہی کیونکہ انجام کرامت کا تو

حصول الاستقامة والوصول الی کمالها والله تعالی لو یعط العبد من الکرامة مثل ان یعنیه
یہہ ہی راستی کا حاصل ہونا اور کمال پورا کرنا ہی اور اللہ تعالی نی کسی بندہ کو اس سی بہتر کرامت نہین دی کہ تقوی

علی ما یحبه ویرضاه من التقوی والاستقامة واما الکرامة بمعنی ظهور امر خارق للعادة فلا عبرة
اور استقامت پر اپنی مرضی اور خواہش کی موافق اعانت فرماوی اور رہی وہ کرامت کہ امور خلاف عادت ظاہر ہو جایا کرین سو

به عند المحققین من اولیاء الله تعالی لظهوره من الکفرة المرتاضین وغیرهم من اهل الریاضة
محقق اولیاء اللہ کی نزدیک اسکا کچہہ اعتبار نہین ہی کیونکہ ایسی امور تو کفار ریاضت کیش وغیرہ سی جو ریاضت کیا کرتی ہین ہو جاتی ہین جنکی نہ عمل ٹہیک

مع فساد العمل والاعتقاد وسبب ذلک علی ما ذکره بعض المدققین انه تعالی قد وضع اسبابا واناط بها
نہ اعتقاد درست ہوتا ہی اور اسکا سبب موافق بیان بعض مدققین کی یہہ ہی کہ اللہ تعالی اسباب پیدا کرکی اونکی ساتہہ

مسبباتها واجری عادته ان لا یتخلف مسبب عن سببه کالاحتراق عند النار ومن جملة
مسببات متعلق کر دیتی ہین اور عادت یون جاری رکہی ہی کہ کوئی مسبب اپنی سبب سی جدا نہو وی ساتہہ ہی رہی جیسی جلانا آگ کی ساتہہ ہی

الریاضة فانه تعالی جعلها سببا لتصفیة القلوب واناطها بها بحیث یوصل بها الی
منجملہ ریاضت ایک سبب ہی کہ اوسکو اللہ تعالی نی صفاء قلب کا سبب بنایا ہی اور اسی پہہ متعلق کر دیا ہی

الکشف ونحوه من الخوارق ولا یدل ذلک علی رضائه تعالی بذلک السبب الذی هو الریاضة
کشف وغیرہ خوارق پیدا ہو جایا کرین پر اس کشف وغیرہ سی رضامندی اللہ تعالی کی اس ریاضت پر ثابت نہین ہوتی

ومعلوم قطعا ان الخوارق لیست مقتصرة علی المعجزة والکرامة بل قد تکون استدراجا
معلوم ہی کہ خوارق کو معجزہ اور کرامت سی کچہہ خصوصیت نہین ہی بلکہ بعضی اوقات استدراج ہی ہوتا ہی

ایضا

ایضا فمتی صدرت ممن ادخل فی عمله واعتقاده یحکم بکونه استدراجا لان الکرامة ظهور امر خارق

پہر اگر ایسی شخص سی پیدا ہووی کہ جسکی عمل اور اعتقاد میں خلل ہی تو استدراج ہی کہلاویگا کیونکہ کرامت تو ایسی مرد صالح کی ہاتہہ پر

للعادة علی ید عبد صالح ظاهر صلاحه وبهذا القید الاخیر یخرج الاستدراج لانه ظهور امر خارق

پیدا ہوتی ہی جسکا تقوی ظاہر ہوگا اور اس پچہلی قید سی استدراج الگ ہوگیا کیونکہ استدراج وہ خارق

للعادة علی ید الاشقیاء کالدجال وفرعون والجهلة الضالین المضلین فان الخوارق کما تقع من الاتقیاء

عادت ہوتا ہی جو اشقیا کی ہاتہہ پر ہووے جیسی دجال اور فرعون اور گمراہ جہال اور گمراہ کرنیوالی بیشک خوارق جیسی اتقیاسی ہوتی ہین

تقع من الاشقیاء فما یظهر من ذلك علی ید من کان تحت سیاسة الشرع یعتبر سببا لمزید مجاهدته فی عبادته

ویسی اشقیا سی بہی ہوتی ہین پہر جو خوارق ایسی شخص سی ہون جو شرع کا مطیع ہی تو باعث زیادت عبادت اور مجاہدہ کا ہوگا

وما یظهر من ذلك علی ید من لم یکن تحت سیاسة الشرع یصیر سببا لمزید بعده

اور جو خوارق ایسی شخص سی ہون جو شرع کا مطیع نہین ہی تو شرع سی اور دور ہوتا جاویگا

ولا یزال الشیطان یغویه حتی یخلع ربقة الاسلام من عنقه بانکار الحدود والاحکام

اور شیطان اوسکو بہکاتا رہیگا آخر اسلام کی رسی اوسکی گردن میں سی نکال کر حدود اور احکام

والحلال والحرام ولهذا قال ابو یزید البسطامی لو ان رجلا مشی علی الماء او یتربع فی الهواء فلا

اور حلال اور حرام کا منکر کر چہوڑیگا اور اسیلئی ابو یزید بسطامی فرماتی ہین اگر کوئی شخص پانی پر رستہ چلی یا اوپر ہوا مین چارزانو بیٹہی تو

تغتروا به حتی تنظروا کیف تجدونه فی الامر والنهی ومراعات الشریعة وقیل له فلان

بہی اوسکی فریب مین نہ آؤ جبتک اوسکو امر و نہی اور رعایت شرعی مین نہ جانچ لو کسی نی اونسی عرض کیا فلانا

یمر فی لیلة الی مکة فقال الشیطان یمر فی لحظة من المشرق الی المغرب وهو فی لعنة الله تعالی

ایک رات مین مکہ چلا جاتا ہی آپ نی فرمایا شیطان لحظہ بہر مین مشرق سی مغرب تک چلا جاتا ہی پہر بہی وہ ملعون ہی

فعلی هذا کل من یظهر فیه شیء من الخوارق لا یجوز ان یظن انه من اولیاء الله تعالی لانه

اس بیان کی موافق جس شخص سی کچہہ خوارق ظاہر ہوا کرین تو اوسکو اولیاء الله مین سی تصور کرلینا نہین چاہئی کیونکہ

لما یجوز ان یکون من اولیاء الله تعالی یجوز ان یکون من اعداء الله تعالی لاحتمال کون ظهورها

خوارق تو جیسی اولیاسی ہوتی ہین ویسی ہی کفار دشمنان خداسی بہی ہوتی ہین شاید کہ یہہ

فیه بمقتضی الریاضة او اراءة الشیطان فان الشیطان یخیل للانسان الامور بخلاف ما هی

بباعث ریاضت اور شیطانی دہوکی کی ہوا ہو کیونکہ شیطان امور غیر واقعی انسان کو دکہا دیتا ہی

علیه ویریه الاشیاء الباطلة فی صورة الحق فمنهم من یاتیهم بعض الاشخاص فتخاطبهم

اور امر باطل کو حق کی صورت مین بنا دیتا ہی یعنی ایسی شخص ہین کہ اونکی پاس انسان کی صورت بن کر باتین کرتا ہی

ویتمثل لهم ویظنونها ملائکة وهی الجن والشیاطین وکان اول من ظهر له من هؤلاء

وہ اوسکو فرشتہ خیال کرتی ہین اور حقیقت میں وہ جن یا شیطان ہوتی ہین پہلی پہل اسلام مین ایسا شخص

فی الاسلام المختار ابن ابی عبد الله الثقفی الذی اخبر به النبی علیه الصلوة والسلام فی الحدیث

مختار ابن عبد الله ثقفی ہوا ہی جسکی خبر نبی صلی الله علیه وسلم سی صحیح حدیث مین

الصحیح وقال سیکون فی ثقیف کذاب وقیل لابن عمر وابن عباس ان المختار یزعم

ثابت ہوئی ہی آپ نی فرمایا ہی نزدیک ہی کہ ثقیف مین ایک جہوٹا پیدا ہوگا کسی نی ابن عمر اور ابن عباس سی عرض کیا کہ مختار یہہ کہتا ہی

انہ ینزل علیہ فقال لاصدق قال اللہ تعالی ان الشیطین لیوحون الی اولیئہم لیجادلوکم
کہ مجھ پر وحی آتی ہی جواب دیا جہوٹا ہی اللہ تعالی فرماتا ہی اور شیطان دلین ڈالتی ہین اپنی دوستون کی کہ تمسی جہگڑا کرین

وقال اللہ تعالی ھل انبئکم علی من تنزل الشیطین تنزل علی کل افاک اثیم وکثیر ممن ینسب
اور فرمایا اللہ تعالی نی مین بتاؤن تمکو کسپر اوترتی ہین شیاطین اوترتی ہین ہر جہوٹی گنہگار پر اور بہت لوگ

الی الاسلام فی الظاہر وھو بریٔ منہ فی الباطن یکون لہ نصیب من ھذہ الاحوال الشیطانیۃ
ظاہر کی مسلمان اور باطن مین اسلام سی بی بہرہ ہین کہ اونکو ایسی ایسی شیطانی حالات مین سی

بحسب مولاتہ للشیطان ومعاداتہ للرحمن ویصیر فتنۃ بین الانام وبعضھم وان کانوا
موافق اختلاط شیطانی اور عداوت رحمانی کی حصہ ملتا ہی اور خلقت کو فتنہ مین مبتلا کرتی ہین اور بعضی شخص اگرچہ

صدقین فی معاملتہم وکان لھم عبادۃ واجتہاد فی العمل لکنہم لقلۃ علمہم بحقائق الایمان
اپنی معاملہ مین سچی ہین اور عبادت اور مجاہدہ عمل ہیا کرتی ہین لیکن چونکہ حقائق ایمانی سی کم واقف ہین

وعدم تمیزہم ما ھو من احوال الشیطان وامور الرحمن یلتبس علیہم الامر ویقعون فی شبکۃ
اور حالات شیطانی اور امور رحمانی مین فرق نہین کرسکتی لاچار اونپر وہ لطیفہ پوشیدہ رہجاتا ہی اور شیطان کی جال مین پہسکر

الشیطان ویدعون کشفا یناقض العقل والشرع ویقولون قد ثبت عندنا فی الکشف
ایسی کشف کا دعوی کرنی لگتی ہین جو نہ عقل مین آوی اور شرع کی برخلاف ہو اور کہتی ہین کہ ہمکو کشف مین وہ امر ثابت ہوا ہی

ما یناقض صریح العقل والشرع وھم قوم لا یتعمدون الکذب لکن یخیل الیہم اشیاء یتفق
جو عقل اور شرع سی صاف مخالف ہی یہہ وہ لوگ ہین جو عمدا جہوٹہ نہین بولتی پر اونکی خیالات مین وہ چیزین آتی ہین

وجودھا فی الخارج ویظنونھا من کرامات الصالحین ولا یعرفون انھا من تلبیسات الشیاطین
جو خارج مین نادر الوجود ہین کاہی گاہی ہوتی ہین اونکو صلحا کی کرامات سمجہ لیتی ہین اور یہہ نہین سمجہتی کہ یہہ شیطانون کی دغابازیان ہین

فان کثیرا من الناس یظنون انہم من اولیاء اللہ تعالی وھم لیسوا من اولیاء اللہ تعالی بل ھم
بیشک اکثر لوگ یون گمان کرلیتی ہین کہ وہ اولیاء اللہ ہین اور وہ اولیاء اللہ نہین ہوتی بلکہ

من اولیاء الشیطن فان اولیاء اللہ تعالی ھم الذین وصفہم اللہ تعالی فی کتابہ وقال الا ان
شیطان کی دوست ہوتی کیونکہ اولیاء اللہ تو وہ لوگ ہوتی ہین جنکی اللہ تعالی نی اپنی کتاب مین یہہ تعریف کی ہی فرمایا ہی جو لوگ

اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون الذین امنوا وکانوا یتقون وقال فی ایۃ اخری ان
اللہ کی دوست ہوتی ہین نہ ڈرہی اونپر نہ وہ غم کہاوین جو لوگ ایمان لائی اور پرہیزگاری کرتی رہی اور ایک اور آیت مین فرمایا نہین ہین

اولیاءہ الا المتقون فبین سبحانہ وتعالی فی ھاتین الایتین ان اولیاءہ ھم المتقون ولیس
دوست اوسکی سوای پرہیزگارون کی سو اللہ سبحانہ تعالی نی ان دونو آیتون مین بیان فرمادیا کہ اوسکی اولیا پرہیزگار ہوتی ہین اور

لھم فی الظاھر من الامور المباحۃ شئ یتمیزون بہ عن الناس فلا یتمیزون بلباس دون لباس
ظاہر مین مباح چیزون مین سی کوئی ایسا نشان نہین ہی جس سی فرق کرکر اور لوگونسی الگ پہچان لین نہ کوئی ایسا خاص لباس ہی جب کہ سب لباس

اذا کان کل منہما مباحا بل یوجدون فی جمیع اصناف امۃ محمد اذا لم یکونوا من اھل البدعۃ
مباح ہووین بلکہ وہ لوگ یعنی اولیا امت محمد کی تمام اقسام مین ہوتی ہین اگر بدعتی

واھل الفجور ولیس من شرط الولی ان یکون معصوما بحیث لا یغلط ولا یخطأ وھذا لا یجوز
اور بدکار نہوں اور ولی کی شرط کچہ معصومیت نہین ہی کہ اوسکی کہین نہ غلطی ہو نہ خطا اور ایسی اوسکو یہہ جائز نہین

له ان یعتمد علی ما یلقی الیه فی قلبه ولا علی ما یقع له مما یراه الهاما او خطابا من الحق بل یجب
کہ جو اوسکی دل پر خطرہ گذری یا جو اوسکو بطور الہام کی معلوم ہو یا حق کی طرف سی خطاب ہو اوسپر اعتماد کر لیا کری بلکہ
علیه ان یعرض ذلک کله علی ما جاء به النبی علیه الصلوة والسلام فان وافقه یقبله
واجب ہی کہ اوس تمام کو احکام شرعی سی مطابق کرکی پہر جو موافق نکلی اوسکو تسلیم کری
وان خالفه لا یقبله وان لم یعلم انه موافق او مخالف یتوقف فیه والناس فی هذا الباب
اور جو مخالف ہو اوسکو رد کری اور اگر موافق اور مخالف کچہ معلوم نہو تو اوسمین توقف کری اکثر اہل اس باب مین اکثر لوگ غلطی کہا جاتی ہین
یغلطون کثیرا ویظنون فی شخص انه ولی ویعتقدون ان الولی یقبل منه کل ما یقول
بعضی شخصکو ولی قرار دیکر یہہ اعتقاد کرلیتی ہین کہ ولی کا کہا سنا سب مقبول ہی اور کیا کرایا سب
یسلم الیه فی کل ما یفعل وان خالف الکتاب والسنة ویوافقون ذلک الشخص ویخالفون من
مسلم ہی اگرچہ قرآن وحدیث سی مخالف ہو اگرچہ پہر اوس شخصکی تو مطیع ہوجاتی ہین اور
بعث الله به رسوله الذی فرض علی جمیع الخلق تصدیقه فیما اخبر وطاعته فیما امر فیجزهم
رسول کی ارشادات سی خلاف کرتی ہین جسکی خبر کی تصدیق اور حکم کی اطاعت تمام عالم پر فرض ہوچکی ہی پہر اوسکو
مخالفتهم للرسول وموافقتهم لذلک الشخص اولا الی البدعة والعصیان واخرا الی الکفر والطغیان
رسول کی مخالفت اور اوس ولی موہوم کی موافقت پہلی تو بدعت اور نافرمانی کی طرف کہینچ لیجاتی ہی اور آخر کو نوبت کفر اور سرکشی کی پہونچتی ہی
ویکونون من الذین قال الله تعالی فیهم ویوم یعض الظالم علی یدیه یقول یلیتنی اتخذت مع
پہر وہی لوگ ہوجاتی ہین جنکی حق مین اللہ تعالی یہہ ارشاد فرماتاہی اور جسدن کاٹ کاٹ کہاویگا گنہگار اپنی ہاتہہ کہیگا کسیطرح مین نی پکڑی ہوتی
الرسول سبیلا یویلتی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاءنی وکان
رسول کی ساتہہ راہ ای خرابی میری کہین نہ پکڑی ہوتی مین نی فلانی کی دوستی بہکادیا مجکو نصیحت سی جب کہ مجہ تک آچکی اور ہی
الشیطن للانسان خذولا بل یکونون مشابهین للنصاری الذین قال الله تعالی فیهم اتخذوا
شیطان آدمی کو دغا دینی والا بلکہ وہ لوگ نصاری کی مثال ہین جنکی حق مین اللہ تعالی فرماتاہی ٹہرایا
احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله قال عدی بن حاتم للنبی علیه الصلوة والسلام ما عبدوهم
اپنی عالموں اور درویشوں کو خدا سوای اللہ کی عدی بن حاتم نی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کیا نصاری عبادت تو نہین کرتی
فقال النبی علیه الصلوة والسلام اطاعوهم فمن اطاع احدا فیما لم یاذن به الله تعالی فقد عبده
سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی جواب مین فرمایا نصاری نی اونکی اطاعت کی اور جس شخص نی برخلاف حکم الہی کی کسیکی اطاعت کی اوسنی اوسکی عبادت کی
واتخذه ربا فاذن کل من خالف شیئا مما جاء به الرسول مقلدا فی ذلک لمن یظن انه ولی وان الولی
اور اوسکو اپنا رب بنایا سو اب جسنی شرع کی کا کچہہ بہی خلاف کیا کسیکی پیروی کی لحاظ سی ولی جان کر اس وہم سی کہ ولی کی کہی اور کی کا
لا یخالف فی شیء مما یصدر عنه من الاقوال والافعال فهو ضال وعمدة هؤلاء فی ذلک انهم یرون
خلاف نہین ہوسکتا سو وہ بڑا گمراہ ہی اور بڑا تعجب یہہ ہی کہ یہہ لوگ بعضی اوقات
قد یقع من شخص مکاشفة فی بعض الحالات او شیء من خوارق العادات مثل ان یطیر فی الهواء او یمشی
کسی شخص سی بعضی حالات مکاشفہ یا کوئی خارق عادت دیکہتی ہین جیسی ہوا مین اوڑنا یا
علی الماء ویخبرهم بحال غائبهم او بما سرق لهم او غیر ذلک ویستدلون بهذه الامور علی ولایته
پانی پر چلنا یا غیب کی خبر بتانی یا چور کا بتادینا اور اور سوا اسکی اور ایسی چیزوں سی اونکو ولی سمجہہ کر

ولا یجوزون مخالفته مع ان تلك الامور وامثالها قد توجد فی شخص لا یطهر الطهارة الشرعیة
اونکی مخالفت جایز نہین جانتی باوجودیکہ ایسی ایسی باتین کبھی ایسی شخص سی ہوجاتی ہین جسکو استنجا کرنیکا شعور نہین ہوتا

ولا ینظف النظافة الدینیة وقد روی انه علیه السلام قال ان الله نظیف یحب النظافة
اور نہ موافق دین مذہب کی پاک ہوتا ہی اورحال یہہ ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سی یہہ روایت ہی کہ اللہ پاکیزہ ہی دوست رکھتا ہی پاکیزگی کو

وفی حدیث اخر انه علیه الصلوة والسلام قال ان الله طیب لا یقبل الا طیبا وذلك الشخص
اور ایک روایت مین ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ نی فرمایا اللہ پاک ہی سوای پاکی کی قبول نہین کرتا اور وہ شخص ولی موہوم

لا یغتسل ولا یتوضأ ولا یصلی الصلوة المکتوبة بل یکون ملابسا للنجاسات ومعاشر الکلاب
نہ تو نہاتی اور نہ کبھی منہہ دہوتی اور نہ کبھی فرض نماز ادا کری بلکہ نجاست مین لتہڑا ہوا اور کتون مین ملاجلا

ویاوی المزابل والمواضع النجسة التی یحبها الجن والشیاطین فکیف یکون ولیا فان الولی علی ما
اور کوڑی وغیرہ نجس مکانات مین پڑا ہوا جسی سوای جن اور شیاطین کی کوئی پسند نہ کری بہلا وہ شخص کیونکر ولی ہوسکتا ہی ولی تو موافق

ذکر فی الکتب الکلامیة هو العارف بالله وصفاته المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی
مضمون کتب عقائد کی وہ ہی جو خدا کو اور اوسکی صفات کو جانی مدامی عبادت کری اور گناہون

والمحرمات المعرض عن الانهماك فی اللذات والشهوات لا الملابس للنجاسات ولا المعاشر للکلاب
اور محرمات سی بچتا رہی لذات اور شہوات سی نفرت کری ولی وہ نہین ہی جو نجاسات مین بہرا کتون مین ملاجلا رہی

ولا التارك للصلوة وسائر العبادات ولا المجنون المعدوم العقل المکشوف العورة العاری عن
نہ بی نماز اور بی عبادت اور نہ مرطی بیہوش بی ستر ننگ دہڑنگ بدن پر کپڑا

الثیاب وبسبب عدم التمیز بین اولیاء الله تعالی والمتشبهین بهم من اولیاء الشیطن وقع
نہ لتا اور چونکہ اولیاء اللہ اور اولیاء شیطان مین تمیز اور فرق نہین کرتی اسلئی ایک عالم

الناس فی البلاء فحسبوا کل خارق کرامة وولایة ولم یفرقوا بین کرامات الاولیاء وما یشبهها من
اس بلا مین مبتلا ہی کہ ہر خارق کو کرامت اور ولایت سمجھ لیا ہی اور اولیاء کی کرامت اور اوسکی مثل

الاحوال الشیطانیة ولا بد من فرق بینهما لئلا یقع الناس فی البلاء وهو ان کرامات الاولیاء
شیطانی احوال مین فرق نہین سمجہا اور ان دونو مین امتیاز اور فرق کرنا ضرور ہی تاکہ خلق بلا مین نہ آوی اور فرق یہہ ہی کہ اولیاء کی کرامت

سببها الایمان والتقوی علی ما فهم من قوله تعالی الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون
ایمان اور پرہیزگاری سی ظاہر ہوتی ہی چنانچہ اس آیت سی معلوم ہوتا ہی دیکہو جو لوگ اللہ کی دوست ہین نہ ڈر ہی اونپر اور نہ وہ غم کہاوین

الذین امنوا وکانوا یتقون واما الاحوال الشیطانیة فسببها ارتکاب ما نهی الله تعالی ورسوله
جو لوگ ایمان لائی اور پرہیزکرتی رہی اور شیطانی احوال بسبب اختیار کرنی خلاف خدا اور رسول کی ہوتی ہین

فان الخوارق اذا کانت لا تحصل الا بما یحبه الشیطان من امور التی فیها الشرك او الظلم او فعل
کیونکہ خوارق جب بدون عمل امور محبوبہ شیطانی کی جسمین شرک اور ظلم اور

الفواحش فهی من الاحوال الشیطانیة لا من الکرامات الرحمانیة فان اولیاء الله تعالی هم المؤمنون
فحش ہوتا ہی نہو سکی تو وہ بیشک حالات شیطانی ہین کرامات رحمانی نہین ہی اسلئی کہ اولیاء تو مؤمن

المتقون العارفون بالله المقتدون برسوله فیفعلون ما امر وینتهون عما زجر ولهم کرامات و
متقی عارف باللہ رسول مقبول کی امر کی تابع اور نہی سی بیزار ہوتی ہین انہین ہی کرامت ہوتی ہی اور

كراماتهم حجة في الدين حيث يكون حصولها ببركة اتباع رسول رب العلمين وهي في الحقيقة
یہہ ہی کرامت دین کی حجت ہی کیونکہ رسول رب العالمین کی اتباع کی برکت سی حاصل ہوتی ہی اور یہہ ہی کرامت حقیقت میں
يكون من معجزاته عليه الصلوة والسلام بخلاف احوال الشيطانية فانها انما تحصل باتباع
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہی برخلاف شیطانی حالات کی سو یہہ جن اور شیاطین کی اتباع سی
الجن والشياطين كما حصلت لكثير ممن حكيت عنهم هذه الاحوال منهم عبد الله بن صياد
ہوتی ہیں چنانچہ یہہ حالات بہت شخصوں سی ظاہر ہوچکی ہیں انہیں سی ایک عبد اللہ بن صیاد ہی
الذي ظهر في زمن النبي صلى الله عليه وسلم وظن بعض الصحابة انه الدجال وتوقف النبي
جو نبی صلی اللہ علیہ کی زمانہ میں تہا بعضی صحابہ نی اوسکو دجال خیال کیا تہا اور نبی
عليه الصلوة والسلام في امره حتى تبين له انه ليس الدجال وانما هو من جنس الكهان والكهان يكون
صلی اللہ علیہ وسلم نی اوسکی حال میں توقف فرمایا آخر معلوم ہوا کہ دجال نہیں ہی کاہن ہی اور کاہنوں میں سی
لاحدهم قرين من الجن يخبره بكثير من المغيبات مما يسترقه من السمع مع خلط الصدق بالكذب
کسیکا یار جن ہوتا ہی اکثر چہوری چوری سنکر کچہہ سچ کچہہ جہوٹ ملا کر غیب کی خبریں بتایا کرتا ہی
ومنهم الاسود بن العنسي الذي ادعى النبوة وكان له من الجن من يخبره ببعض الامور الغائبة فلما
اور ایک اسود بن العنسی جسنی نبوت کا دعوی کیا اوسکی پاس بہی ایک جن تہا بعضی خبرین غیب کی اوسکو بتا دیتا تہا جب
قابله المسلمون ليقتلوه خافوا من الشياطين ان يخبروه بما يقولون فيه حتى اعانت عليه امرأته
مسلمان اوسکی قتل کی لئی مقابلہ کو گئی تو شیاطین سی یہہ خوف ہوا کہ یہاں کی گفتگو سی اوسکو مطلع نہ کردیں آخر اوسکی جورو کو
حين تبين لها كفره فقتلوه ومنهم مسيلمة الكذاب الذي كان معه من الجن من يخبره من
جب معلوم ہوا کہ یہہ کافر ہی تو اوسنی مدت کی تب اوسکو قتل کیا اور ایک مسیلمة الکذاب ہی اسکی پاس بہی ایک جن تہا جو پوشیدہ باتیں اوسکو
المخفيات ويعينه على بعض الحاجات ومنهم الحارث الدمشقي الذي خرج بالشام في زمن عبد الملك
جتا دیتا تہا اور اوسکی بعضی حاجات روا کر دیتا تہا اور ایک حارث دمشقی جو شام کی ملک میں عبد الملک بن مروان کی عہد میں ظاہر ہوکر
بن مروان وادعى النبوة وكان شيطانه يخرج رجله من القيد ويمنع السلاح ان ينفذ فيه وكان
نبوت کا دعوی کیا اسکا یار شیطان پانوں میں سی زنجیر الگ کر دیتا تہا اور کوئی ہتیار اوسکی بدن پر اثر نکرتا تہا اور
يرى الناس اشخاصا ركبانا في الهواء ويقول هي الملئكة وانما هي الجن والشياطين فلما امسكه
ہوا میں سوار دکہا کر کہتا یہہ فرشتی ہیں اور حقیقت میں وہ جن اور شیاطین ہوتی تہی جب اوسکو
المسلمون ليقتلوه طعنه رجل بالرمح ولم ينفذ فيه الرمح فقال له عبد الملك انك لم تسم الله تعالى
مسلمانوں نی قتل کی لئی گرفتار کیا تو ایک شخص اوسکی برچہی ماری ذرہ بہی اثر نکیا تب عبد الملک نی کہا تو نی بسم اللہ پڑہ کر نہ ماری
فسمى الله تعالى فطعنه فقتله ومن غير هؤلاء المذكورين من يحمله شيطانه عشية عرفة الى
پہر اوسنی بسم اللہ پڑہ کر ماری تو ایک کوچہ میں مار ڈالا اور ان طائفہ مذکور کی سوا ایک اور شخص تہا کہ شیطان اوسکو شب عرفہ کو
عرفات ولا يحج الحج الشرعي الذي امر الله ورسوله به حيث لا يحرم عند الميقات ولا يلبي فيها
عرفات پہ پہنچا دیتا تہا پہر وہ شخص موافق شرع کی جسطور خدا اور رسول کا حکم ادا نہیں کرتا تہا کیونکہ نہ تو میقات پر سی احرام باندہتا اور نہ لبیک پکارتا
ولا يقف بمزدلفة ولا يطوف بالبيت ولا يسعى بين الصفا والمروة ولا يرمي الجمار بل يقف بثيابه ثم
اور نہ مزدلفہ پر وقوف کرتا نہ بیت اللہ کا طواف کرتا اور نہ صفا مروہ کی بیچ میں سعی کرتا اور نہ رمی جمار کرتا بلکہ تہوڑا سا توقف کرکر

یرجع من لیلتہ وھو یصیر کمن یحضر الجمعۃ ویصلی بلا وضوء ومنھم من یستغیث بالمخلوق
اوسیہ شب میں ہنکر چلا آتا اوسکا حال ایسا تہا جیسی کوئی جمعہ میں تو جاوی پر نماز بی وضو پڑھی اور بعضی وہ لوگ ہین جو مخلوق سی

سواء کان المخلوق حیا او میتا او مسلما او غیر مسلم ویتصور الشیطان بصورتہ ویقضی
زندہ ہو یا مردہ مسلمان ہو یا کافر مدد مانگتی ہین پہر شیطان اوسکی صورت بنکر مستغیث کا کام پورا کر دیتا ہی

حاجۃ من یستغیث بہ فیظن تلک المسلمین انہ من استغاثہ بہ ولیس کما ظن بل انما ھو
اب مسلمانونکو اس شبہ مین ڈالتا ہی کہ یہہ وہ شخص ہی جس سی مین نی حاجت چاہی تہی اوسکا یہہ خیال باطل ہوتا ہی بلکہ وہ

الشیطن اضل لما اشرک باللہ فان الشیطان یضل بنی ادم بحسب قدرتہ فانہ اذا عانھم
شیطان گمراہ کرنیوالا ہی جب اوسنی اللہ کا شریک پیدا کیا کیونکہ شیطان تو بنی آدم کو جہان تک بن آدی راہ سی بہکاتا ہی پہر شیطان جب اونکی

علی مقاصدھم فھو یضرھم اضعاف ما ینفعھم فان من کان منتسبا الی الاسلام اذا استغاث
مقصد پوری کرتا ہی تو اوسی زیادہ تر نقصان پہنچا دیتا ہی پہر جو شخص مسلمان ہوکر

بمن یحسن بہ الظن من شیوخ المسلمین یجیء الیہ الشیطان فی صورۃ ذلک الشیخ فان الشیطان
اپنی پیر مسلم معتقد فیہ سی فریاد کرتا ہی تو شیطان اوس پیر کی صورت بدل کر اوسکی پاس آتا ہی کیونکہ شیطان تو

کثیرا ما یجیء علی صورۃ الصالحین ولا یقدر ان یتمثل بصورۃ رسول رب العلمین ثم ان ذلک
اکثر صلحاء کی صورت بدل لیتا ہی ہان پر یہہ قدرت نہین ہی کہ رسول رب العالمین کی صورت بدل سکی پہر وہ

الشیخ المستغاث بہ ان کان ممن لہ علم لا یخبرہ الشیطان باقوال اصحابہ المستغیثین بہ
پیر جسکی فریاد کی تہی اگر صاحب علم ہوتا ہی تو شیطان اوسی مرید فریاد کرنیوالی کا حال بیان نہین کرتا

وان کان ممن لا علم لہ یخبرہ باقوالھم وینقل الیھم کلامہ فیظن اولئک الجھلۃ ان الشیخ سمع
اور اگر بی علم ہوتا ہی تو اوسی حال کہہ دیتا ہی اور بعینہ کلام نقل کر دیتا ہی وہ جہال مریدیون سمجہتی ہین کہ ہماری پیر نی اتنی دور سی

اصواتھم واجابھم مع بعد المسافۃ ولیس کذلک بل انما ھو بتوسط الشیطان وقد روی عن
ہماری بات سنکر جواب دیا اور حقیقت مین یہہ سب غلط ہی بلکہ یہہ بواسطہ شیطان کی ہی چنانچہ

بعض المشائخ الذین قد جری لھم مثل ذلک بصورۃ المکاشفۃ والمخاطبۃ انہ قال یری لی شیء براق
بعضی مشائخ سی کہ اونکو ایسا معاملہ مکاشفہ اور مخاطبہ کی صورت مین پیش آیا روایت ہی وہ کہتی ہین کہ مجکو کوئی چمکتی چیز

مثل الماء او الزجاج ویتمثل لی فیہ ما یطلب منی من الاخبار فاخبر الناس بہ وبھذا الوجہ
جیسی پانی یا شیشہ نظر آتا ہی اوسکی اندر جو چیز مجہی مطلوب ہوتی ہی منقش ہو جاتی ہی سو مین لوگون کو بتا دیتا ہون اور اسی طور

یصل الی کلام من یستغیث بی من اصحابی فاجیبہ فیصل الیہ جوابی وکثیر من ھذہ
مرید مستغیث کی بات مجہہ تک آجاتی ہی اور مین جو جواب دیتا ہون تو اوس مرید کو معلوم ہو جاتا ہی ایسی ایسی

الخوارق یحصل لکثیر من الشیوخ الذین لا یعلمون الکتاب والسنۃ ولا یعملون بھما فان
خوارق اکثر مشائخ کو ہوتی ہین جو کتاب سنت سی ناواقف اور نہ اون پر عمل کرتی ہین کیونکہ تو

الشیطان کثیرا ما یلعب بالناس ویریھم الاشیاء الباطلۃ فی صورۃ الحق فمن کان بصیر الحقائق
شیطان بنی آدم سی اکثر ایسی ہی کہلاڑیان کرتا ہی اور باطل کو حق کی صورت مین بنا کر دکہا دیتا ہی پہر جو شخص حقایق ایمان سی

الایمان وخبیرا بشرائع الاسلام یعلم انہ من مکر الشیطان ویستعیذ باللہ تعالی عنہ
واقف اور شرائع اسلامی احکام سی آگاہ ہوتا ہی وہ جانتا ہی کہ یہہ سب شیطان کا مکر ہی اور خدا سی پناہ مانگتا ہی

ومن لم يكن من أهل المعرفة واليقين يغتر به ويكون من الهالكين وأعظم ما يقوى به

اور جو شخص صاحب معرفت اور اہل یقین نہیں ہی تو بہک کر ہلاک ہوتا ہی اور جس بات سے یہ شیطانی حالات مضبوط اور

الأحوال الشيطانية سماع الغناء إذ هو سماع المشركين الذين قال الله تعالى في حقهم وما

راسخ ہو جاتی ہیں وہ غنا کا مشغلہ ہی کیونکہ سماع ان مشرکین کا کام ہی جنکی حق میں اللہ تعالی فرماتا ہی اور

كان صلاتهم عند البيت إلا مكاء وتصدية قال ابن عباس وغيره من السلف التصدية

انکی نماز کچھ نہ تھی کعبہ کی پاس مگر سیٹیاں اور تالی بجانی ابن عباس وغیرہ متقدمین فرماتی ہیں تصدیہ کی معنی

التصفيق باليد والمكاء الصفير وكان هذا مما اتخذه المشركون عبادة فمن يؤثر سماع

تالی بجانی ہاتھ سی اور مکاء کی معنی سیٹی مشرکون نی یہہ عبادت مقرر کر رکھی تھی بس جسنی راگ سننا اختیار کیا

الغناء فهذا من علامة كونه من أولياء الشيطان لا من أولياء الرحمن إذ لم يجتمع النبي

تو یہہ نشانی اولیاء شیطان کی ہی اولیاء رحمان کی نہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ

عليه السلام وأصحابه على استماع الغناء قط بل جميع الصحابة والتابعين وسائر أكابر أئمة

وسلم کو اور صحابہ کو کبھی غنا سننی کا اتفاق نہیں ہوا بلکہ تمام صحابہ اور تابعین اور تمام اکابر ائمہ

الدين لم يجعلوا هذا طريقا إلى الله تعالى ولم يعدوه من القرب والطاعات بل عدوه من

دین میں سی کسینی غنا کو طریق اللہ کا نہیں ٹہرایا اور اسکو تقرب اور عبادت میں شمار نہیں کیا بلکہ

البدعة والمنكرات حتى قال ابن مسعود الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء البقل فمن

بدعت اور گناہوں میں داخل کیا ہی چنانچہ ابن مسعود نی فرمایا ہی کہ غنا نفاق کو دلکی اندر ایسا اگاتا ہی جیسی پانی ترکاری کو پہر جو شخص

كان من أهل المعرفة التي هي كمال الولاية يعرف أن للشيطان فيه نصيبا وافرا ومن كان من

اہل معرفت کامل ولایت والا ہی وہ جانتا ہی کہ اسمین شیطان کا بڑا حصہ ہی اور جو شخص

المعرفة أبعد يكون فيه نصيب الشيطان أكثر فإنه بمنزلة الخمر يؤثر في النفوس أكثر من

معرفت سی دور ہی اسمین اور بہی بڑا حصہ ہی کیونکہ غنا بمنزلہ شراب کی ہی نفوس کی اندر شراب سی زیادہ

تأثير الخمر ولهذا إذا قوي سكر أهله ينزل إليهم الشيطان ويتكلم على ألسنة بعضهم ويحمل

تاثیر کرتا ہی اسیلئی غنا سکر جب شدت میں مست ہو جاتی ہیں تو اونپر شیطان اتر پڑتا ہی بعضی کی زبان سی بولنی لگتا ہی اور کسیکو

بعضهم في الهواء ويظن الجهال أن هذا من كرامات الأولياء وليس كذلك بل إنما هو من

ادہر میں اوٹہائی پہرتا ہی جاہل سمجھتی ہیں کہ یہہ اولیاء کی کرامت ہی یوں نہیں بلکہ شیطانی

الأحوال الشيطانية ولذلك إذا قرئ هناك ما يطرد الشيطان مثل آية الكرسي وغيرها

حالات ہیں اسیلئی اگر اوسوقت وہاں وہ پڑہو جسی شیطان بہاگ جاتا ہی جیسی آیۃ الکرسی وغیرہ

ينصرف عنه فيسقط كما جرى ذلك لغير واحد فإن التوحيد يطرد الشيطان حتى حكي أن بعضهم

تو شیطان بہاگ جاتا ہی اور وہ شخص گر پڑتا ہی چنانچہ بہت لوگوں کو ایسا اتفاق ہوا ہی کیونکہ توحید شیطان کو بہگا دیتی ہی کہتی ہیں کہ ایک شخص کو

حمل في الهواء فقال لا إله إلا الله فسقط فلما كان الخوارق كثيرا ما ينقص بها درجة الرجل كان

ادہر میں اوٹہا لیا اوسکی زبان سی لا اله الا الله نکلا وہ تڑت گر پڑا اور چونکہ ایسی خوارق سی اکثر درجہ آدمی کا پست ہو جاتا ہی

كثير من الصالحين يفر منها ويستغفر الله ويتوب إليه كما يستغفر من الذنوب ويتوب

تو اکثر صلحاء اس سی گریز اور اللہ سی ایسی استغفار اور توبہ کرتی ہیں جیسی کوئی گناہ سی توبہ اور استغفار کرتا ہی

عنها وقد كان تعرض على بعضهم فيسال زوالها والمشائخ كلهم كانوا ينفرون المريدين السالكين
اور بعضون کو جو ایسی حالت پیش آئی تو اوسنی دعا کی کہ یہہ امر موقوف ہوجاوی اور تمام مشایخ اپنی مریدون کو ان خوارق سی

غاية التنفير من الميل اليها فان السالك القاصد لروية الاشياء وحصول الخوارق واقع في
کمال نفرت دلاتی رہی ہین کیونکہ جو سالک ارادہ غیب دانی وغیرہ خوارق کا رکہتا ہی وہ

شبكة الشيطان فاللازم له ان يخلص نفسه من الميل اليها اذ لا طائل تحتها بل اذا وقعت
شیطان کی جال مین پہنستا ہی پس لازم ہی کہ اس آرزو سی اپنی دلکو بچاوی کیونکہ اسمین کوئی فائدہ نہین ہی بلکہ اوسکو اگر یہہ

له بلا طلب منه يخاف عليه الاستدراج ولهذا قال بعض الكبار اذا دخل سالك في بستان
بلا طلب پیش آوی تو استدراج کا اندیشہ ہی اور اسیلئی بعضی بزرگون نی فرمایا ہی جب کوئی سالک باغ مین جاوی

وقالت طيور ذلك البستان بالسنة فصيحة السلام عليك يا ولي الله فان لم يتفطن
اور اوس باغ کی درختون پرسی جانور صاف زبان سی یہہ کہین السلام علیک یا ولی اللہ پہر وہ اوسکو مکر نہ سمجہی

انه مكر به فقد مكر وهم لا يشعرون وهذا التنفير من المشائخ عند ظنهم انها كرامات فكيف اذا تعين كونها من
تو بی خبر فریب مین آگیا اور مشایخ کی یہہ روک ٹوک تب ہی کہ اسکو کرامات جانتی ہون اور اگر یہہ ثابت ہووی

الجن والشياطين وكثير من الناس لا يعرفون انها من الجن والشياطين بل يظنون انها من كرامات الصالحين فيفتنون بها ويكونون
کہ جن اور شیاطین کیطرف سی ہیں تو کیسی بچنا ہوگا اور بہت لوگ یہہ نہین جانتی کہ جن اور شیطان کی طرف سی ہی بلکہ اوسکو صلحاء کی کرامت جان کر فتنہ مین پہنستی ہین اور

من الخاسرين ولا يعلمون ان الكرامة الحقيقية انما هو حصول الاستقامة والوصول الى كمالها
وبال اوٹہاتی ہین اور حقیقی کرامت سی واقف نہین ہوتی کہ وہ استقامت کا حاصل کرنا اور کمال کا پیدا کرنا ہی

ومرجعها الى امرين صحة الايمان بالله تعالى واتباع ما جاء به من رسول ظاهرا وباطنا فالواجب
اور اوسکی بنا دو چیز پر ہی ایک تو صحت ایمان کی اللہ پر دوسری رسول کا اتباع ظاہر در باطن سی سو آدمی کو لازم ہی

على العبد ان لا يحرص الا عليهما ولا يكون له همة الا في الوصول اليهما واما الكرامة بمعنى ظهور امر
کہ سوای ان دو چیز کی اور کچہہ خواہش نکری اور اپنی ہمت صرف انہین کی پیدا کرنی مین صرف کری رہی کرامت جسی خرق عادت

خارق للعادة فلا عبرة لها بل هي حيض الرجال وليس من لا يحصل له شئ منها اقل مرتبة ممن يحصل له شئ
سو اوسکا کچہہ اعتبار نہین ہی بلکہ وہ مردون کا حیض ہی اور جسکو ذرہ بہر بہی امر خارق حاصل نہو وہ ہرگز مرتبہ مین کم نہین ہی اوس سی جسکو

بل هو افضل واولى اذ لا يحتاج اليها الا من كان ضعيف اليقين فانه اذا حصل له شئ منها يقوى يقينه واما من كان
بلکہ وہی شخص افضل و اولی ہوتا ہی اس لئی کہ امور خارق کا وہی شخص آرزو مند ہوتا ہی جسکو یقین کامل نہین ہوتا تا کہ اس وسیلہ سی اوسکا یقین قوی ہوجاوی اور جو شخص

كامل اليقين فلا يلتفت اليها لاستغنائه عنها ولذلك كانت الخوارق في التابعين اكثر مما كانت
کامل یقین والی ہین اونکو ادہر توجہ نہین ہوتی اونکو کیا حاجت ہی اسیلئی طبقہ تابعین مین بہ نسبت صحابہ کی خوارق اکثر ہوتی تہی

في الصحابة المجلس الثالث في فضيلة الايمان ومن امن مطلقا قال رسول الله
تیسری مجلس ایمان اور مطلق مؤمن کی فضیلت مین فرمایا رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم ان اهل الجنة يتراؤن اهل الغرف من فوقهم كما تتراؤن الكوكب الدري
صلی اللہ علیہ وسلم نی بیشک اہل جنت کو نظر آوینگی غرفہ والی اوپر سی جیسا چمکتا ستارہ

الغابر في الافق من المشرق او المغرب ليتفاضل ما بينهم قالوا يا رسول الله تلك منازل الانبياء لا يبلغها
انتہا کنارہ مشرق یا انتہا کنارہ مغرب مین تا کہ فضیلت معلوم ہو اونکا جو اونمین ہی عرض کیا یا رسول اللہ یہہ درجی سوای انبیا کی اور کون پا سکتا ہی

غيرهم

غیرہم قال بلی والذی نفسی بیدہ رجال امنوا باللہ وصدقوا المرسلین ہذا الحدیث من صحاح
فرمایا کیوں نہیں قسم ہے اوس ذات کی جسکی قبضہ میں میری جان ہے وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح
المصابیح رواہ ابوسعید ومعناہ ان اہل الجنۃ ینظرون الی اصحاب المنازل الرفیعۃ العالیۃ من
حدیثوں میں ہے ابوسعید کی روایت سے مراد یہہ ہے کہ اہل جنت دیکھیں گے بلند مرتبہ والوں کو
فوقہم کما تنظرون انتم الی الکواکب المضیئۃ الباقی فی الافق من جہۃ المشرق او المغرب بعد انتشار
اوپر سے جیسے تم دیکھتے ہو چمکتا ستارہ انتہا کنارہ مشرق یا مغرب میں جب صبح کھل جاتی ہے
الصبح لتزائد درجاتہم علی غیرہم فانہ علیہ الصلوۃ والسلام لما بین مراتبہم بہذا الوجہ قال
بسبب بلندی مرتبہ کی غیروں پر جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکا ایسا مرتبہ بیان فرمایا
الحاضرون من الصحابۃ یا رسول اللہ تلک الغرف منازل الانبیاء لا یبلغہا غیرہم فاجاب بان
تو صحابہ نے جو وہاں موجود تھے عرض کیا یا رسول اللہ یہہ مراتب انبیاؤں کی ہوں گی جنکو اور کوئی نہیں پا سکتا سو جواب دیا
تلک المنازل یبلغہا رجال امنوا باللہ وصدقوا المرسلین لان بلی لایجاب النفی وانما قرن
یہہ اون لوگوں کی مراتب ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی کیونکہ لفظ بلی نفی کو مثبت کر دیتا ہے اور قسم اسواسطے
بالقسم لاستبعاد السامعین وصول المؤمنین منازل الانبیاء وفیہ اشارۃ الی ان الواصلین
یاد فرمائی کہ وہ لوگ بہت بعید جانتے تھے کہ مؤمنوں کو انبیا کا مرتبہ میسر ہو اور اسمیں یہہ اشارہ ہے کہ
الی منازل الانبیاء ہم المؤمنون من ہذہ الامۃ لان تصدیق جمیع الرسل انما وقع منہم لا ممن
انبیا کا درجہ وہ لوگ پاوینگے جو اس امت کی مؤمن ہیں کیونکہ تمام انبیاء کی تصدیق اسی امت میں پائی جاتی ہے جو
مضی قبلہم وعلم من ہذا ان الایمان باللہ الذی اتصف بہ المؤمنون من ہذہ الامۃ مرکب من
پہلی گذر گئی اونسے نہیں ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ اللہ پر ایمان جو اس امت کی مؤمنین کی صفت ہے
جزئین الاول الایمان باللہ تعالی والثانی الایمان بجمیع الرسل والمراد من الایمان باللہ تعالی العلم
دو جزسے مرکب ہے اول ایمان اللہ پر دوسرے ایمان تمام انبیا پر اور اللہ پر ایمان لانے سے یہہ مراد ہے کہ یقین کرے
لوجودہ وقدمہ وکونہ واحدا متصفا بالقدرۃ والارادۃ والعلم والحیوۃ وسائر ما یلیق بہ من
اللہ موجود ہے اور قدیم اور واحد اور قدرت والا اور ارادہ والا اور علیم اور حی اور اور جو جو صفات اسکو
الصفات فان العلم بوجودہ تعالی وان کان ثابتا فی فطرۃ بنی آدم من مبدا خلقتہم بمقتضی قولہ تعالی
سزاوار ہیں اور علم وجود الٰہی کا گرچہ بنی آدم کی طبایع میں ابتداء پیدایش سے ثابت ہوتا ہے جیسے مضمون آیۃ کا
فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لکنہ تعالی قد ارشدہم الی وجودہ بآیات منہا قولہ تعالی ان فی خلق
یہہ تراش اللہ کی جسپر تراشا لوگوں کو پر تو بھی اللہ تعالی نے اپنی وجود کی طرف کئی آیتوں میں راہ بتائی ہے ایک یہہ تحقیق
السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیت وقولہ تعالی افرایتم ما تمنون ءانتم تخلقونہ ام نحن
آسمانوں اور زمین کا بنانا اور رات اور دن کا بدلتے آنا البتہ نشانیاں ہیں اور ایک یہہ بھلا دیکھو جو پانی ٹپکاتی ہو اب تم اوسکو بناتی ہو یا ہم
الخالقون وقولہ تعالی افرءیتم ما تحرثون ءانتم تزرعونہ ام نحن الزارعون وقولہ تعالی افرءیتم
بنانیوالے ہیں اور یہہ بھلا دیکھو جو بوتی ہو کیا تم اوسکو کرتی ہو کھیتی یا ہم ہیں کھیتی کرنیوالے اور یہہ بھلا دیکھو تو
الماء الذی تشربون ءانتم انزلتموہ من المزن ام نحن المنزلون وقولہ تعالی افرءیتم النار التی تورون ءانتم انشاتم
پانی جو پیتی ہو کیا تمنے اوتارا اوسکو بادل سے یا ہم ہیں اوتارنیوالے اور یہہ بھلا دیکھو تو جو آگ سلگاتی ہو کیا تمنے اوٹھایا

شجرتها ام نحن المنشئون وغيرها من الايات التي تدل على وجوده تعالى فان من يتأمل
اوسکا درخت یا ہم اوسکے اٹھانیوالے اور سواء انکی اور بہت آیتیں ہیں جو وجود الٰہی پر دلالت کرتی ہیں بیشک جو شخص ان آیات کی

مضمون هذه الايات ويدبر فكره فيما ذكر فيها من خلق السموت والارض وما فيهما من عجائب المخلوقات
مضمون میں یعنی آسمان اور زمین کی پیدایش اور جو جو اوسکی اندر عجیب عجیب مخلوقات ہیں غور اور تامل کرے وہ خود بخود یقین کریگا

يضطر الى الحكم بان هذه الامور لا يستغنى شئ منها عن صانع يوجده ويدبره وعلى هذا الاعتقاد
کہ یہہ تمام اشیا صانع پیدا کرنیوالے اور مدبر سے بے پرواہ نہیں ہیں بلکہ محتاج ہیں کہ پیدا کرکے اسکی اور تمام بنی آدم کیا مسلم کیا

جميع الناس كما يدل عليه قوله تعالى ولئن سالتهم من خلق السموت والارض ليقولن الله وانما كفر
یہہ ہی اعتقاد رکھتے ہیں چنانچہ اس آیت سے ثابت ہے اور جو تو پوچھے انسے کسنے بنائے آسمان اور زمین تو کہینگے اللہ نے پھر

من كفر بالاشراك ولذلك كان شان الانبياء دعوة الخلق الى التوحيد ليقولوا لا اله الا الله لا
جو لوگ کافر ہوگئے ہیں وہ شرک کی شامت سے ہیں اسیلئے تمام انبیا علیہم السلام توحید کی طرف دعوت کرتے تھے تاکہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہوں

الى ان يقول للعالم اله فاذن في فطرة الانسان ودلالة ايات القران ما يغني عن اقامة البرهان
یہہ نہیں سکھاتے تھے کہ یہہ کہا کرو عالم کا معبود ہے اب طبیعت انسانی اور دلالت آیات قرآنی نے وجود الٰہی پر برہان قایم کرنے کی کچھہ ضرورت نہیں رکھی

على وجوده تعالى لكن العلماء بينوا لاثبات وجوده تعالى دليلا عقليا وقالوا الدليل على وجوده تعالى
لیکن علماء نے تو بھی واسطے اثبات وجود الٰہی کی عقلی دلیل بیان کی ہے کہتے ہیں کہ دلیل وجود الٰہی کی یہہ ہے

حدوث العالم فبيان حدوثه انه اعيان واعراض والمراد بالاعيان الاجرام القائمة بذواتها
حدوث عالم کا ہے پھر حدوث یوں معلوم ہوا کہ عالم یا اعیان ہیں یا اعراض اعیان سے مراد اجسام ہیں جو بذات خود قایم ہیں

والمراد بالاعراض الصفات التي لا تقوم بذواتها بل تقوم بالاجرام وتلزمها ولا تنفك عنها وكل منهما
اور اعراض سے مراد صفات ہیں جو اپنی ذات میں آپ قایم نہیں رہ سکتیں بلکہ اجسام کی سہارہ سے اور اجسام کو لازم ہیں کبھی الگ نہیں ہوتی اور یہہ سب

حادث اما الاعراض فحدوث بعضها يعلم بالمشاهدة كالحركة بعد السكون والضوء بعد الظلمة
حادث ہیں اعراض میں سے بعضی کا حدوث تو مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے جیسی حرکت بعد سکون کی اور اوجالا بعد اندھیری کی

والسواد بعد البياض وحدوث بعضها يعلم بالدليل وهو طريان العدم كما في اضداد ما ذكروا اما الاجرام
اور سیاہی بعد سفیدی کی اور بعضی کا حدوث دلیل سے معلوم ہوتا ہے یعنی عدم کا آجانا جیسے ان مذکورات کی ضدوں پر اور اجسام کی

فدليل حدوثها انها لا تخلو عن الحوادث وكل ما لا يخلو عن الحوادث فهو حادث اما عدم خلوها عن
حدوث کی یہہ دلیل ہے کہ اجسام حوادث سے کبھی خالی نہیں ہوتی اور جو شے حوادث سے خالی نہو وہ بھی حادث ہوتی ہے اور اجسام کا حوادث سے خالی ہونا

الحوادث فلانها لا تخلو عن الحركة والسكون وهو ظاهر مدرك بالبديهة والاضطرار فلا يحتاج فيه
یوں ثابت ہے کہ اجسام حرکت اور سکون سے خالی نہیں ہوتی اتنا تو ظاہر ہے خود بخود معلوم ہوتا ہے اسمیں کچھہ تکرار اور تامل کی حاجت نہیں

الى تامل وافتكار فان من عقل جسما لا ساكنا ولا متحركا كان عن نهج العقل ناكبا ولمتن الجهل راكبا
کیونکہ جو شخص ایسا جسم خیال کرے کہ نہ متحرک ہو نہ ساکن تو وہ شخص عقل کی رستہ سے گمراہ ہے اور جہالت کی پشت پر سوار

والحركة والسكون حادثان يدل على حدوثهما تعاقبهما وانقضاء كل منهما عند وجود الاخر وذلك
اور حرکت اور سکون دونو حادث ہیں انکی حدوث پر انکا آگے پیچھے پیدا ہونا دلالت کرتا ہے اور جب ایک پیدا ہوتا ہے تو دوسرا فنا ہوجاتا ہے

مشاهد في بعض الاجرام وما لم يشاهد فيه ذلك فما من ساكن الا والعقل يقتضي بجواز حركته وما من
یعنی حرکت سے سکون اور سکون سے حرکت فنا ہوتی ہے یہہ حال بعضی اجسام میں تو مشاہدہ ہوتا ہے اور جہاں نہیں ہے تو یہہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر ساکن باعتبار تجویز عقل کے متحرک ہو

متحرك الا والعقل يقتضي بجواز سكونه فالطاري منهما حادث بطريانه والسابق حادث اذ لو كان
اور ہر متحرک باعتبار تجویز عقل کی ساکن ہوسکتا ہی اب نو پیدا ہوا تو حادث ہی کیونکہ اب پیدا ہوا اور موجود سابق بھی حادث ہی کیونکہ اگر
قديما لاستحال عدمه واما كون ما لا يخلو عن الحوادث حادثا فلانه لو لم يكن حادثا لكان قديما
قدیم ہوتا تو اوسپر عدم ہرگز نہ آتا اور جو شی حوادث سی خالی نہو اوسکی حدوث کی یہ دلیل ہی کہ اگر وہ حادث نہوگا تو بیشک قدیم
ثابتا في الازل فيلزم ثبوت الحادث في الازل وهو محال اذ يلزم ان يكون قبل كل حادث حوادث مرتبة
اور ازل میں ثابت ہوگا اس سی لازم آتا ہی کہ حادث یعنی حرکت اور سکون ازل میں ثابت ہو اور یہ امر محال ہی کیونکہ اس سی یہ لازم آتا ہی کہ ہر حادث سی پہلی بی انتہا حوادث
لا اول لها كما يقول الفلاسفة في حركات الافلاك واشخاص الحيوانات وغيرها فانهم ومن تبعهم
جنکا ابتدا نہ پایا جاوی موجود ہوں جیسی فلاسفہ حرکات فلک اور اشخاص حیوانات وغیرہ میں قائل ہوئی ہیں تو فلاسفہ اور جو نام کی مسلمان
ممن ينسب نفسه الى الاسلام وليس له منه نصيب قالوا ان العالم العلوي قديم بذاته وصفاته
اونکی تابع ہیں اور اسلام سی بی نصیب وہ کہتی ہیں کہ عالم سماوی اپنی ذات اور صفات میں
الا الحركات فانها حادثة باشخاصها قديمة بانواعها فلا حركة الا وقبلها حركة لا الى اول واما العالم
سواء حرکات کی قدیم ہی حرکات جزئی البتہ حادث ہیں اور کلی قدیم ہیں یعنی ہر حرکت سی پہلی حرکت ہی بی انتہا اور عالم
السفلي الذي هو عالم الكون والفساد وهو ما تحت فلك القمر فقالوا ان هيولاه قديمة وكل ما فيه من
سفلی کہ عالم کون اور فساد کہلاتا ہی اور فلک قمر کی نیچی ہی سواء ہیں یہ کہتی ہیں کہ اسکا مادہ اور اصل قدیم ہی اور اسکی
الصور والاعراض حادثة باشخاصها قديمة بانواعها فلا ولد الا من والد ولا بيضة الا من دجاجة
صور اور اعراض جزئی سب حادث ہیں اور کلی نوعی قدیم ہیں پس جو بیٹا ہی سو باپ سی ہی اور جو انڈا ہی سو مرغی سی ہی
ولا دجاجة الا من بيضة ولا زرع الا من بزر وهكذا الى غير النهاية فيلزم على قولهم ان يوجد حوادث
اور جو مرغی ہی سو انڈی سی ہی اور جو نبات ہی سو بیج سی ہی ایسی ہی غیر نہایت تک اب اونکی قول کی موافق یہہ لازم آتا ہی کہ ایسی حوادث موجود
لا اول لها اذ ما من حادث على قولهم الا وقبله حادث لا الى اول وعلى تقدير وجود حوادث لا اول لها
جنکا ابتدا نہو کیونکہ اسکی موافق ہر حادث سی پہلی حادث ہوگا جسکا ابتدا نہ ملی اور جب حوادث غیر متناہی ہوئی
يلزم ان يكون قبل كل حادث من حركات الافلاك واشخاص الحيوانات وغيرها حوادث مرتبة
تو ہر ہر حرکت فلکی سی اور ہر ہر حیوان وغیرہ سی پہلی حوادث غیر متناہی مرتب موجود ہونگی جنکا
لا اول لها فما لم ينقض تلك الحوادث بجملتها لا تنتهي النوبة الى وجود الحادث الحاضر لان الحركة
ابتدا نہیں پھر جب وہ تمام حوادث بالکل نگذر چکین گی نوبت حادث حاضر حال کی وجود کی نہیں آویگی سو اسلیے کہ حرکت
اليومية وجودها مشروط بانقضاء ما قبلها وكذلك الحركة التي قبلها وجودها مشروط بمثل ذلك
یومیہ مثلاً آج کی جب ہوسکتی ہی کہ اوس سی پہلی کی تمام حرکتین گذر لین اور ایسی وہ حرکت جو اوس سی پہلی کی ہی یعنی کل کی جب ہوسکتی ہی کہ اوس سی پہلی کی سب گذر لین
وهلم جرا وانقضاء ما لا اول له محال بيانه انك اذا لاحظت الحادث الحاضر ثم انتقلت الى ما قبله
اور اسیطرح ہر ہر حرکت اور تمام ہوچکنا غیر متناہی کا محال ہی تفصیل یہہ ہی جب تو حادث حاضر کو غور کری پھر اوسکی ما قبل کو
ولاحظته وهلم جرا على الترتيب لا يفضي الى نهاية حتى تجد طريقا الى وجود الحادث الحاضر فيلزم ان
لحاظ کری اور اسیطرح اوس سی پہلی کو ترتیب وار تو ایسی نہایت نہ ملیگی کہ کوئی طور حادث حاضر کی وجود کا ہووی اس سی لازم آتا ہی
يكون وجود الحادث الحاضر محالا لكن وجود الحادث الحاضر ثابت فيبطل وجود حوادث لا اول لها
کہ حادث حاضر کا وجود محال ہی لیکن حادث حاضر کا وجود تو ثابت ہی پس وجود حوادث غیر متناہی کا باطل ہی

فاذا بطل وجود حوادث لا اول لها یبطل کون ما لا یخلو عن الحوادث قدیما ثابتا فی الازل فاذا بطل کونه

پھر جب وجود حوادث غیر متناہی کا باطل ہوا تو اون اشیاء کا جو حوادث سے خالی نہیں ہیں قدیم اور ازلی ہونا بھی باطل ہے پھر جب اون اشیاء کا

قدیما ثابتا فی الازل یثبت کونه حادثا فاذا ثبت کونه حادثا ثبت کون العالم بجمیع اجزائه من

قدیم اور ازلی ہونا باطل ہوا تو حادث ہونا ثابت ہوا پھر جب وہ حادث ہوئی تو یہہ ثابت ہوا کہ عالم کی تمام اجزاء

السموٰت وما فیها ومن الارض وما علیها حادثا محتاجا الی محدث یخرجه من العدم الی الوجود وذلك

آسمان اور جو چیز اوسکی اندر ہی اور زمین اور جو چیز اوسکی اوپر ہی سب حادث اور پیدا کرنیوالی کی محتاج ہیں کہ نیست سی موجود کری اور وہ

المحدث یلزم ان یکون قدیما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة لانه لو لم یکن قدیما

پیدا کرنیوالا ضرور ہی کہ قدیم واحد قدیر صاحب ارادہ علم والا حی ہو اس لئے کہ اگر قدیم نہو دیگا

بل کان حادثا لکان محتاجا الی محدث فیلزم الدور او التسلسل الذی هو وجود حوادث لا اول لها

بلکہ حادث ہو تو وہ اپنی محدث کا محتاج ہوگا پھر دور لازم آویگا یا تسلسل کہ وہ وجود حوادث غیر متناہی کا ہی

وکلاهما محالان ولو لم یکن واحدا بل کان اکثر من واحد لوقع بینهما التمانع المقتضی لعدم وجود العالم

اور یہہ دونو محال ہیں اور اگر واحد نہودی بلکہ ایک سی زیادہ کئی ہوں تو اونمین جھگڑا اور روک ٹوک واقع ہوگی جسی وجود عالم کا معدوم ہی

ولو لم یکن متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة لکان عاجزا عن ایجاد شیء من العالم لان

اور اگر قدیر اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی نہو تو بیشک عالم کی پیدا کرنی میں عاجز ہوویگا کیونکہ

الایجاد اثر القدرة وتاثیر القدرة فی شیء من الاشیاء یقتضی ارادة ذلك الشیء وارادة ذلك الشیء یقتضی

ایجاد قدرت کا اثر ہوتا ہی اور قدرت کا اثر کسی شی مین جب ہوتا ہی تب اوسکا ارادہ کری اور ارادہ اوس شی کا

العلم به لان القصد الی ایجاد شیء مع عدم العلم به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلثة یقتضی

اوسکی علم پر موقوف ہی کیونکہ ایجاد کرنا کسی شی کا بغیر جانی بوجھی محال ہی اور یہہ تینوں صفات بدون حیات کی نہین ہوسکتین تعالی

الحیوة لکونها شرطا فیها فعلی هذا یکون وجود العالم بل وجود کل ذرة من ذراته دلیلا قاطعا علی وجوده

اسلئی کہ حیات انمیں شرط ہی اب اس بیان کی موافق عالم کا وجود بلکہ ہر ہر ذرہ کا وجود یقینی دلیل ہی وجود الٰہی

وکونه قدیما واحدا متصفا بهذه الصفات الاربع ولهذا کان بعض اهل النظر یقولون استدلالا

اور قدم اور وحدت پر کہ ان چاروں صفات سی موصوف ہی اسیلئی بعضی اہل نظر اثر سی موثر پر استدلال جانکر

بالاثر علی المؤثر ما راینا شیئا الا ورأینا الله بعده فان کل ذرة من ذرات الکائنات من حیث حدوثها

یہہ کہتی ہیں کہ ہمنی جب کسی چیز کو دیکھا فورًا اوسکی بعد اللہ کو دیکھا کیونکہ ہر ہر ذرہ کائنات کا باعتبار حدوث کی

وافتقارها الی من یوجدها لا تزال تتکلم بکلام لا حرف فیه ولا صوت ان لها موجدا قدیما واحدا

موجد کا محتاج ہوکر ہمیشہ زبان حال سی جسمیں نہ حرف ہی اور نہ آواز یہہ کہتا ہی کہ میرا موجد ہی قدیم واحد

متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة وسائر ما یلیق به من الصفات یسمع کلامها السامعون

قدرت والا ارادہ والا علیم حی تمام سزاوار صفات والا یہہ کلام سب سماعت والی سمجھتی ہیں

ولا یسمعه الذین هم عن السمع لمعزولون والمراد من السمع السمع الباطن الذی یسمع به کلام لیس بحرف ولا

اور وہ نہیں سنتی جو سمجھ سی بیکار ہیں اور سماعت سی مراد باطنی سماعت ہی جسی وہ کلام سنی جاتی ہی جسمیں نہ حرف ہو اور نہ

صوت ولا عربی ولا عجمی لا السمع الظاهر الذی لا یسمع غیر الاصوات وتتشارك فیه البهائم الانسان

آواز عربی ہو نہ عجمی ظاہری سماعت مراد نہیں ہی جسی سواء آواز کی کچھہ نہیں معلوم ہوتا اور اسمیں بہایم بھی انسان کی شریک ہیں

اذ لا قدر شیء تشارکه فیه البهائم الانسان والحاصل ان المکلف لا یعرف من صفاته تعالی بالعقل الا
اسلئی کہ اوس چیز کی کیا قدر ہی جسمین بہایم اور انسان یکسان ہون حاصل یہہ ہی کہ انسان بزور عقل صفات الٰہی مین سی وہی دریافت کرسکتا ہی
ما دل علیه افعاله فما لم یدل علیه افعاله کالسمع والبصر والکلام فقد یستدل علی ثبوتها له تعالی
جسپر الله کی افعال دلالت کرتی ہین اور جن صفات پر افعال دلالت نہین کرتی جیسی سمع اور بصر اور کلام ایسی صفات
تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه الاستدلال علی ثبوتها له تعالی بالعقل فهو انها صفات کمال واضدادها
کبہی دلیل عقلی سی ثابت کرتی ہین اور کبہی دلیل نقلی سی دلیل عقلی اول صفات کی ثبوت کی تو یہہ ہی کہ یہہ یعنی سمع اور بصر اور کلام کمال کی صفتین ہین اور انکی
صفات نقصان واتصافه تعالی بصفات الکمال وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب
نقصان کی صفتین ہین اور الله تعالی کا صفات کمال سی موصوف ہونا اور صفات نقصان سی بری ہونا واجب ہی پس
اتصافه تعالی بتلک الصفات واما وجه الاستدلال علی ثبوتها له تعالی بالنقل فهو ان الشرع قد
اب موصوف ہونا الله تعالی کا ان صفات سی واجب ہوا اور استدلال نقلی انکی ثبوت پر یہہ ہی کہ شرع یعنی کتاب وسنت
ورد بثبوتها له تعالی فوجب القطع بثبوتها له تعالی ودلیل النقل فی هذه المسئلة اولی من دلیل العقل
انکی ثبوت پر ناطق ہی سو اب انکا ثابت ماننا واجب ہوا اور اس باب مین نقلی دلیل عقلی دلیل سی بہتر ہی
لان تلک الصفات لا تتوقف علیها افعاله تعالی حتی یستدل بها علی ثبوتها له تعالی وذاته تعالی
کیونکہ ان صفات پر افعال الٰہی موقوف نہین ہین۔ تاکہ افعال سی ان صفات کی ثبوت پر استدلال کیا جاوی اور الله کی ذات
لم یکن معلوما لاحد حتی یعلم انها فی حقه تعالی کمال یجب اتصافه بها بحیث لو لم یتصف بها یلزم
کسیکو معلوم نہین ہی تاکہ یہہ معلوم ہووی کہ یہہ صفات اوسکی حق مین صفات کمال ہین انکا ثبوت ضروری ہی نہین تو
ان یتصف باضدادها وما ذکر من کونها کمالا انما هو بالنسبة الینا ولا یلزم من کون الشیء بالنسبة
انکی ضدین لازم آوینگی اور یہہ جو کہتی ہین کہ یہہ صفات کمال ہین تو کمال البتہ ہماری حق مین ہی اور ہماری حق مین کمال ہونی سی کیا ضروری ہی کہ نسبت
الینا کمالا ان یکون کمالا فی حقه تعالی الا تری ان اللذة والالم مع کونهما کمالا بالنسبة الینا ممتنعان
ذات الٰہی کی بہی کمال ہو کیا تجکو معلوم نہین کہ لذت اور الم ہماری حق مین کمال ہین اور الله تعالی کی نسبت ممتنع ہین
علی الله تعالی لکونهما من عوارض الاجسام فعلی هذا یلزم فی اثبات تلک الصفات له تعالی التمسک
کیونکہ یہہ اجسام کی اوصاف ہین اس بیان کی موافق لازم ہی کہ ان صفات کی اثبات کی لئی دستاویز
بالنقل عن الانبیاء الذین تثبت نبوة کل واحد منهم بالمعجزة القائمة مقام قوله تعالی صدق عبدی
انبیاء علیهم السلام سی نقل کیجاوی جنکی نبوت ایسی معجزہ سی ثابت ہی جو قایم مقام اس ارشاد الٰہی کی ہو کہ میرا بندہ
فی کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغه بقوله او فعله او سکوته لان المعجزة تصدیق فعلی من الله تعالی
جو میری طرف سی احکام پہنچاتا ہی سب سچ مین برابر ہی کہ وہ تبلیغ قولی ہو یا فعلی ہو یا سکوت سی ہو کیونکہ معجزہ الله تعالی کی طرف سی
لرسوله لکونها فعلا من افعاله خارقا للعادة منزلا منزلة صریح القول فی تصدیق رسوله فی دعوی
رسول کی حق مین فعلی تصدیق ہی اسلئی کہ معجزہ کوئی فعل عادت کی خلاف ہوتا ہی گویا صاف اور صریح رسالت کی دعوی مین رسول کی
الرسالة فانه تعالی لما خلق امرا خارقا للعادة علی یدیه عند ادعائه الرسالة صار کانه قال صدق
تصدیق کرتا ہی کیونکہ الله تعالی نی جب کوئی امر خارق رسول کی ہاتھ پر بر وقت دعوی رسالت کی پیدا کیا تو یہہ ایسا ہی کہ فرمادیا
رسولی فی کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغه بقوله او فعله او سکوته قال العلماء مثال ذلک ان رجلا
میرا رسول سچا ہی میری طرف سی جو بیان کری برابر ہی کہ وہ تبلیغ قول سی ہو یا فعل سی ہو یا سکوت سی ہو علماء نی اسکی یہہ مثال بیان کی ہی جیسی کوئی شخص

اذا قام فی مجلس ملك بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثنی الیکم بکذا وکذا من التکالیف
بادشاہ کی دربار میں ایک جماعت کی سامنی یوں کہی کہ میں اس بادشاہ کا ایلچی ہوں تمہاری حق میں فلانی فلانی حکم جاری کرنیکو بھیجا ہی
فطلبوا منه الحجة تدل علی صدقه فقال اٰیة صدقی انی اطلب من الملك ان یخالف عادته ویقوم
پھر اس جماعت نی تصدیق کی لئی اوسی حجت طلب کی اوس شخص نی جواب دیا میری صدق کی یہہ نشانی کہ میں بادشاہ سی کہتا ہوں کہ اپنی خلاف عادت
من مقامه ویقعد ثلث مرات ففعل الملك ذلك بطلبه فلا ریب ان ذلك الفعل من الملك
اپنی جگہہ سی تین بار کھڑا ہوجا اور بیٹھ جا پھر بادشاہ نی اوسکی کہنی سی وہی کیا تو بیشک بادشاہ کی یہہ حرکت ایسی ہی
قائم مقام قوله صدق هذا الرجل فی کل ما یبلغه عنی ومفید للعلم الضروری بصدقه لمن شاهد
جیسی زبان سی کہدیا کہ یہہ شخص سچ کہتا ہی میری طرف سی جو جو حکم بیان کری اور بادشاہ سی جسنی یہہ کام مشاہدہ کیا تو اوسکو ایسا یقینی علم
ذلك الفعل من الملك ولمن لم یشاهده بل وصل الیه خبره بالتواتر ولا شك ان هذا المثال مطابق
حاصل ہو اکہ جسمیں دلیل کی کچھہ حاجت نہیں ہی جسکو دیکھنی کا اتفاق نہیں ہوا بلکہ اوسنی بہت آدمیوں سی بالتواتر یہہ حال سنا اوسکو بھی اور بیشک یہہ مثال
لحال الرسل علیهم الصلوة والسلام فی افادة معجزتهم العلم الضروری بصدقهم لمن شاهدها ولمن
انبیاء علیهم الصلوة والسلام کی حال سی مطابق ہی کہ اونکی معجزہ سی بھی دیکھنی والوں کو اور
لم یشاهدها بل وصل الیه خبرها بالتواتر اذا عرفت هذا فاعلم ان کل من اٰمن بالله وصدق المرسلین
تواتر سی سنی والوں کو علم بدیہی یقینی حاصل ہوتا ہی جب تو یہہ سمجھہ چکا تو یاد رکہہ کہ جو شخص اللہ پر ایمان لاکر اور نبیوں کی تصدیق کرکر
اذا اراد ان یکون من اهل الغرف لا بد له ان یشتغل بالطاعات ویحترز عن السیئات لان الایمان وحده
یہہ آرزو کری کہ اہل غرف میں داخل ہو تو اوسکو ضرور ہی کہ عبادات میں مشغول اور ممنوعات سی بچتا رہی اسلئی کہ نرا ایمان
وان کان ینجیه من العذاب المؤبد لکن لا یکفیه فی الفوز بالدرجات بل لا بد له من ضم العمل
اگرچہ دائمی عذاب سی نجات دیگا پر حصول درجات کی لئی کافی نہیں ہی بلکہ اوسکی ساتھہ نیک اعمال بھی چاہییں
الصالح الیه کما یدل علیه اٰیات القراٰن من جملتها قوله تعالی وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم
چنانچہ کئی آیات قرآنی سی معلوم ہوتا ہی منجملہ اونکی ایک یہہ آیت ہی اور تمہاری مال اور تمہاری اولاد ایسی نہیں کہ نزدیک کردی
عندنا زلفی الا من اٰمن وعمل صالحا فاولئك لهم جزاء الضعف بما عملوا وهم فی الغرفات اٰمنون فدلت الاٰیة
ہماری پاس تمہارا درجہ پر جو کوئی یقین لایا اور بہلا کام کیا سو اونکو بدلہ ہی دونا اونکی کئی پر اور وہ جھروکوں میں بیٹھی ہیں خاطر جمع سی اس آیت سی معلوم ہوا
علی ان العمل الصالح لکونه اقبالا علی الله تعالی واشتغالا بطاعته یقرب العبد الی الله تعالی واما الاموال
کہ عمل صالح کہ اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اوسکی طاعت کا شغل ہی بندہ کو اللہ تعالی سی نزدیک کردیتا ہی رہی مال
والاولاد فلکون کل منهما یشغل الانسان عن الله تعالی لا یقرب احدا الی الله تعالی الا المؤمنین
اور اولاد کہ انسان کو اللہ تعالی سی غافل کرتی ہیں کسیکو خدا سی نزدیک نہیں کرتی بجز صلحاء مؤمنین کی
الصالحین الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله ویعلمون اولادهم الخیر ویربونهم علی الصلاح فانهم
جو اپنا مال خدا کی رستہ میں خرچ کرتی ہیں اور اپنی اولاد کو نیک عمل سکہاتی ہیں اور نیک اطواری پر پرورش کرتی ہیں ایسی لوگوں کی لئی
باتصافهم بما ذکر یکون لهم جزاء الضعف بان یضاعف حسناتهم ویکون الواحدة عشرا فما فوقها وهم فی غرفات
جو ان اوصاف سی موصوف ہیں دونا ثواب ہی اسطور کہ اونکی حسنات بڑھتی ہیں ایک سی دس گونہ ہوتی ہیں اوس سی بھی زیادہ وہی لوگ
الجنة اٰمنون من جمیع المکاره بما عملوا من الصالحات یسرنا الله تعالی بلطفه وکرمه

المجلس الرابع

اعمال صالح کی سبب غرفات میں تمام مکروہات سی بچی رہینگی الہی اپنی لطف وکرم سی ہمپر آسان کر
چوتھی مجلس

فی لزوم محبة النبی صلی الله علیه وسلم زیادة من والده وولده

نبی صلی الله علیہ وسلم کی محبت زیادہ تر لازم کرنیمیں باپ اور اولاد

والناس اجمعین قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه

اور تمام لوگون سی فرمایا رسول الله صلی الله علیہ وسلم نی مؤمن نہین ہوویگا کوئی تم مین سی جبتک کہ ہوجاؤن مین اوسکو محبوب تر

من والده وولده والناس اجمعین هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه انس ولیس المراد بالحب ههنا

اوسکی باپ اور اولاد اور تمام لوگونسی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی انس کی روایت سی اور محبت سی مراد اسجگہہ

الحب الطبیعی التابع للشهوات النفسانیة لانه خارج عن حد الاختیار فلا یواخذ به الانسان

محبت طبعی نہین ہی جو شہوت نفسا کی تابع ہوا کرتی ہی کیونکہ یہہ محبت اختیاری نہین ہوتی سو بی اختیاری مین انسان کی کچہہ پکڑ نہین ہی

لقوله تعالی لا یکلف الله نفسا الا وسعها بل المراد به الحب العقلی الاختیاری الذی هو ایثار ما یقتضی

خدا فرماتا ہی تکلیف نہین دیتا الله کسیکو مگر جتنا اوس سی ہوسکی بلکہ عقلی اختیاری محبت مراد ہی یعنی اختیار کرنا اوس امر کا جسکو

العقل رجحانه ویستدعی اختیاره وان کان علی خلاف الطبع الا تری ان المریض یکره الدواء المر وینفر

عقل غالب سمجہی اور اوسکی اختیار کو پسند کری اگرچہ طبیعت کی برخلاف ہو تو جانتا نہین کہ بیمار کو کڑوی دوا سی نفرت ہوتی ہی

عنه طبعه ومع ذلک یمیل الیه باختیاره ویقصد تناوله بمقتضی عقله لعلمه وظنه ان صحته

اور اوسکی طبیعت کو بری لگتی ہی پہر بہی باختیار خود اپنی عقل سی یہہ سمجہہ کر کہ میری صحت اسیمین ہی خواہش کر لیتا ہی

فیه وکذلک المؤمن اذا علم ان الرسول لا یامر ولا ینهی الا بما فیه صلاحه فی الدنیا والاخرة

ایسی ہی مؤمن مسلمان جب یہہ جان لیتا ہی کہ رسول وہ ہی فرماتا ہی جسمین دین دنیا کی بہلائی ہی

یرجح جانب الرسول علی جمیع الناس فیمتثل امره ویجتنب نهیه وهذا مما لا یحصل الایمان الا به

پہر خواہ مخواہ تمام لوگون پر رسول کی جانب غالب رکہہ کر اوسکی امر کی اطاعت اور نہی سی نفرت کرتا ہی اور یہہ تو اتنا امر ہی کہ جس بغیر ایمان ثابت نہین ہوتا

لان الایمان وان کان فی اللغة بمعنی التصدیق مطلقا لکنه فی الشریعة بمعنی التصدیق مقیدا

اس لئی کہ ایمان اگرچہ لغت مین مطلق تصدیق کو کہتی ہین پر شریعت مین مطلق تصدیق نہین ہی

بامر مخصوص وهو تصدیق الرسول فی جمیع ما علم ضرورة انه من دینه علیه الصلوة والسلام

بلکہ خاص تصدیق ہی یعنی رسول کی تصدیق تمام دینی ضروریات مین

والمعتبر فی التصدیق الیقین والیقین لفظ مشترک یطلق علی المعنیین احدهما عدم الشک فکل علم

اور تصدیق مین یقین معتبر ہی اور یقین مشترک لفظ ہی اسکی دو معنی ہین ایک تو شک نہونا سو جو علم

یکن فیه شک فهو یقین وعلی هذا المعنی لا یوصف الیقین بالقوة والضعف لعدم التفاوت

مشکوک نہو وہ یقینی ہوتا ہی اس اعتبار سی یقین قوی اور ضعیف نہین ہوتا کیونکہ شک کی نفی مین کچہہ تفاوت نہین

فی نفی الشک فمن کان فی قلبه مثقال ذرة من الشک فی شیء مما علم ضرورة انه من دینه علیه السلام

ہی پہر جس شخص کی دلمین ذرہ بہر بہی شک ہووی بہ نسبت دینی ضروریات کی

لا یکون مؤمنا البتة بل لا بد فیه من یقین هذا المعنی لیحصل له المحبة للنبی صلی الله علیه وسلم

وہ ہرگز مؤمن نہین بلکہ ان ضروریات کا یقین ہونا ضرور ہی تاکہ اوسکو نبی کی محبت حاصل ہووی

ویمتثل امره ویجتنب نهیه لکن قد یجعل الظن الغالب الذی لا یخطر معه احتمال النقیض

اور اوسکی امر کی اطاعت اور نہی سی نفرت کری لیکن بعضی وقت ایسی ظن غالب کو بہی جسکی ساتہہ احتمال نقیض کا دلمین نہ آوی

بالبال فی حکم الیقین فی کونه ایمانا حقیقیا فان ایمان اکثر العوام من هذا القبیل وتحقیقه علی
قایم مقام یقین کا ہوکر حقیقی ایمان کا حکم دیتی ہیں کیونکہ اکثر عوام کا ایمان ایسا ہی ہوتا ہی اور اس مقام کی تحقیق
ماذکره الامام الغزالی فی الاحیاء ان میل النفس الی التصدیق له اربع مقامات الاول استواء
موافق بیان امام غزالی کی احیاء میں یہہ ہی کہ نفس کا میلان تصدیق میں چار درجہ پر ہوتا ہی اول یہہ کہ
الطرفین عندک کما اذا سألت عن شخص مجهول الحال عندک هل یعاقب فی الاخرة اولا
تیری رای میں دونو جانب برابر ہوں جیسے کسی شخص کا حال جسکو تو نہیں جانتا تجہسی پوچہیں بتا اوسکو آخرت میں عذاب ہوگا یا نہیں
فانک لا تمیل الی الحکم علیه بشیء من نفی او اثبات بل یستوی عندک امکان الامرین ویعبر
اب تو تجہے کچہ نہیں کہہ سکتا نہ انکار نہ اثبات بلکہ تیرے عندیہ میں دونو امر ممکن ہیں ایسی حالت کو
عنه بالشک والثانی رجحان احد الامرین عندک مع الشعور بامکان نقیضه امکانا لا یمنع
شک کہتی ہیں دوسرا درجہ یہہ ہی کہ تیری رای میں ایک جانب کا غلبہ ہو پر اوسکی ساتہہ دوسری جانب بہی ایسی ممکن معلوم ہوں کہ جانب
ترجیح الاول کما اذا سئلت عن شخص تعرفه بالصلاح انه ان مات علی هذا الحال هل یعاقب
اول کا غلبہ فوت ہوجاوی جیسے تجہسے ایسی شخص کا حال پوچہیں جسکو تو پرہیزگار جانتا ہی کہ اگر یہہ شخص اسی حال پر موا تو بتا اسکو آخرت میں عذاب ہوگا
فی الاخرة اولا فانک تمیل الی انه لا یعاقب اکثر من میلک الی عقابه لظهور علامات صلاحه
یا نہیں اب تیری رای ثواب کی طرف زیادہ ہوگی بہ نسبت عذاب کی کیونکہ تیری عندیہ میں صلاح کی نشانیاں ظاہر ہیں
عندک ومع هذا یجوز اختفاء امر موجب للعقاب فی باطنه وهذا التجویز غیر دافع لرجحانه و
تو بہی یہہ شبہ ہوتا ہی کہ کوئی بات اسکی دل میں ایسی پوشیدہ نہو جس سے عذاب ہوجاوی لیکن یہہ شبہ اوسکی غلبہ کو نہیں اوٹہاتا
یسمی جانب الراجح ظنا وجانب المرجوح وهما والثالث میلک الی الحکم بشیء بحیث یغلب علیک
ایسی وقت جانب غالب کو ظن کہتی ہیں اور جانب مغلوب کو وہم تیسرا یہہ درجہ ہی کہ تجکو کسی شی کا ایسا یقین حاصل ہو کہ اوسکی نقیض
ذلک الحکم ولا یخطر ببالک نقیضه ولو خطر لتابیت عن قبوله لکن لیس ذلک الحکم عن معرفة
تیری دلمیں ہرگز نہ آوی اور اگر نقیض کا خیال آوی بہی تو اوسکو تو نہ مانی لیکن یہہ یقین معرفت حقیقی سی نہو
محققة بل عن مجرد السماع ویسمی هذا اعتقادا مقارنا للیقین وهو اعتقاد العوام فی الشرعیات
بلکہ صرف سنی سنای سی پیدا ہوا ہو اس طرح کی حالت اعتقاد مقارن للیقین کہلاتی ہی یعنی یقین سی ملا ہوا عوام کا اعتقاد تمام شرعیات میں
کلها اذ رسخ فی نفوسهم بمجرد السماع حتی ان کل احد یثق بصحة مذهبه واصابة امامه ولو
ایسا ہی ہوتا ہی جب کہ سکی سنتی اوکی دلمیں بیٹہہ جاتا ہی چنانچہ ہر ایک شخص اپنی مذہب کی صحت اور اپنی امام کا صواب پر ہونا یقینی جانتا ہی اگر
ذکر له امکان خطأ امامه ینفر عن قبوله لکنه لو احسن التامل لاتسعت نفسه الی قبوله والرابع
کوئی کہی کہ امام سی بہی غلطی ہوسکتی ہی تو الٹا بہاگ جاوی کبہی نہ مانی لیکن اگر وہ خوب سوچ بچار کرے تو البتہ انکا دل قبول کرسکتا ہی چوتہا درجہ یہہ ہی
میلک الی الحکم بشیء علی طریق الجزم الذی لا یوجد معه الشک ولا یتصور فیه التشکیک فکل
کہ تو کسی شی کا ایسا یقین بالجزم کری کہ اصلا اوسکی ساتہہ شک باقی اور کسیکی شک دلانی کا بہی تصور نہ ہو پس جو
علم کان علی هذا الوجه یسمی یقینا لان شرط اطلاق اسم الیقین علی العلم عدم الشک فکل علم
علم اس درجہ کا ہوتا ہی اوسکو یقین کہتی ہیں کیونکہ یقینی کہنی کی یہی شرط ہی کہ شک اصلا باقی نہو پس ہر علم میں
انتفی عنه الشک فهو یقین سواء حصل بالحس کالعلم بوجود الاشیاء المحسوسة او بغریزة العقل
شک نہو گا وہی یقین ہی برابر ہی کہ بواسطہ حس کی حاصل ہوا ہو جیسی علم اشیاء محسوسہ کی وجود کا یا بواسطہ طبیعت عقلی کی

كالعلم باستحالة حدوث حادث بلا سبب او بالتواتر كالعلم بوجود مكة او بالتجربة كالعلم بكون
جیسے علم محال ہونا وجود حادث کا بدون محدث کی یا تواتر سے جیسے علم وجود مکہ شریف کا یا بار بار آزمایش سے جیسے علم

المطبوخ مسهلا او بالدليل كالعلم بوجود شئ قديم كما اذا قيل لك هل في الوجود شئ قديم لا يمكنك
مطبوخ کی دست آور ہونیکا یا دلیل سے جیسے علم ایک ذات قدیم کی موجود ہونیکا چنانچہ اگر تجھسے پوچھیں کیا کوئی ذات قدیم موجود ہے تو تجھسے فوراً حکم کرنا

الحكم به بداهة لان القديم ليس محسوسا كالشمس والقمر حتى يمكن الحكم بوجوده بالحس ولا ضروريا مثل
کیونکہ قدیم آفتاب مہتاب کی طرح تو محسوس نہیں کہ اوسکو دیکھکر کہدے اور ضروری بھی ایسا نہیں ہی جیسے

كون الواحد نصف الاثنين حتى يمكن الحكم بوجوده بالضرورة بل حق غريزة العقل ان يتوقف عن
ایک کو دو کا آدھا جانتے ہیں تاکہ اس بداہت سے اوسکی وجود کا حکم کیا جاتا بلکہ حق طبیعت عقل کا یہ ہی ہے کہ

الحكم بوجوده بالبداهة ثم من الناس من يحكم بوجوده بالسماع حكما جزما ويستمر عليه وهذا
از روی بداہت کی حکم کرنے میں توقف کرے پھر بعضے شخص تو صرف سنکر یقین بالجزم کر لیتے ہیں اور اوسی پر قایم رہتے ہیں اور یہ

هو الاعتقاد وهو حال جميع العوام ومن الناس من يحكم بوجوده بالبرهان مثل ان يقول لو لم يكن
اعتقاد کہتے ہیں اور تمام عوام کا تو حال اعتقاد میں ایسا ہی ہوتا ہے اور بعضے شخص برہان سے اوسکی وجود کا یقین کرتے ہیں اسطور پر کہ اگر

في الوجود قديم بل كانت الموجودات كلها حادثة لكان حدوثها بلا سبب وهو محال والمؤدى الى
موجودات میں کوئی ذات قدیم نہوی بلکہ تمام موجودات حادث ہوں تو وہ حادث بے سبب پیدا ہونگی یہ امر محال ہے اور جس بات سے محال

المحال محال بيانه ان الحادث لا يتصور وجوده بنفسه بل يحتاج في وجوده الى غيره وهو ظاهر
لازم آتا ہی وہ بھی محال ہے تو تباہی اسکی تفصیل یہ ہے کہ حادث خیال میں نہیں آتا کہ خود بخود پیدا ہو جاوی بلکہ غیر کا محتاج ہوتا ہے اتنی بات تو ظاہر ہے

وكذا لا يتصور ايجاده لغيره لانه فرع وجوده فلو انحصر الوجود في الحادث يلزم ان لا يوجد شئ من
اور ایسی ہی ایک حادث کا دوسری حادث کو پیدا کرنا متصور نہیں کیونکہ پیدا جب وہ آپ پیدا ہولی پس موجودات اگر سب حادث ہی ہوں تو لازم آتا ہے کہ اصلا موجودات پیدا نہوں

الموجودات اصلا فبالضرورة يلزم ان يحكم العقل بوجود شئ قديم موصوف بالقدرة والارادة و
اب عقل صاف یقین کرتی ہے کہ ایک ذات قدیم ہے جو صاحب قدرت اور صاحب ارادہ اور

العلم والحيوة حتى يتأتى منه احداث المحدثات كلها لانه لو لم يكن فيه تلك الصفات لكان
علیم اور حی ہے تاکہ اوسی تمام محدثات کا پیدا کرنا ہو سکی کیونکہ اوسمیں اگر یہ صفات نہونگی تو

عاجزا عن ايجاد شئ من الكائنات لان الايجاد اثر القدرة وتاثير القدرة في شئ من الاشياء يتوقف
کائنات میں سی ایک شی بھی پیدا نہ کرسکیگا کیونکہ ایجاد تو قدرت کا اثر ہوتا ہے اور قدرت کا اثر کسی شی میں

على ارادة ذلك الشئ وارادة ذلك الشئ يتوقف على العلم به لان القصد الى ايجاد شئ من غير العلم به
بدون ارادہ اوس شی کی نہیں ہوتا اور ارادہ کسی شی کا بدون علم اوس شی کی نہیں ہوتا کیونکہ قصد کسی شی کی پیدا کرنیکا بے جانی بوجھی

محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث يتوقف على الحيوة لكونها شرطا فيها فعلى هذا يكون وجود العالم
محال ہے اور یہ تینوں صفتیں بدون حیات کی نہیں ہو سکتیں کیونکہ حیات انمیں شرط ہے اب اس بیان کی موافق وجود عالم کا

من السموات وما فيها ومن الارض ومن عليها دليلا قطعيا على وجود شئ قديم موصوف بهذه الصفات
ساری آسمان اور جو اونمیں ہے اور زمین اور جو اوسپر ہے یقینی دلیل ہے ایک ایسی ذات قدیم کی وجود پر جس میں یہ

الاربع وهو الله سبحانه تعالى ولهذا كان بعض اهل اليقين يقولون استدلالا بالاثر على المؤثر ما رأينا
چاروں صفات پائی جاویں وہ ہی الله سبحانه تعالی اسیلئے بعضے اہل یقین اثر سے مؤثر پر استدلال جاری کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمنی

شيئا الا رأينا الله بعده فان كل ذرة من ذرات العالم لكونها حادثة مفتقرة الى من يحدثها لا تزال
جب کسی چیز کو دیکھا تو فوراً اوسکے بعد اللہ کو دیکھا کیونکہ عالم کا ہر ذرہ باعتبار حدوث کی اپنی موجد کا محتاج ہی ہمیشہ زبان حال سی

تنطق بكلام لا حرف فيه ولا صوت ان لها موجدا قديما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم
یہہ کلام جسمیں نہ حرف ہی نہ آواز بولتاہی کہ ہمارا موجد ہی قدیم یگانہ قدرت والا صاحب ارادہ علیم

والحيوة وسائر ما يليق به من الصفات يسمع كلامها السامعون ولا يسمعه الذين هم عن السمع لمعزولون
حی اور تمام سزاوار صفات والا اور اوسکی یہہ کلام سمجھنی والی سب سنتی ہیں اور وہ لوگ نہیں سنتی جو سمجھہ سی بیکار ہیں

والمراد من السمع الباطن الذي يسمع به كلام ليس بحرف ولا صوت ولا عربي ولا عجمي لا السمع الظاهر
اور سماعت سی مراد باطنی سماعت ہی جس سی وہ کلام سنی جاتی ہی کہ نہ حرف ہو اور نہ آواز اور نہ عربی ہو نہ عجمی سماعت ظاہری مراد نہیں ہی

الذي لا يسمع به الا الاصوات وتشارك فيه البهائم الانسان اذ لا قدر لشيء تشارك فيه البهائم
جسی سوای آواز کی کچھہ نہیں معلوم ہوتا اور اوسمیں بہایم بہی شریک ہیں انسان کی کیونکہ اوس چیز کی کیا عزت ہی جسمیں بہایم اور انسان برابر ہوں

الانسان والحاصل ان العقل لا يعرف من صفاته تعالى الا ما يدل عليه افعاله واما ما لا يدل
حاصل یہہ ہی کہ عقل صفات الہی میں سی وہ ہی دریافت کر سکتی ہی جسپر اوسکی افعال دلالت کرتی ہیں اور جس صفت پر

عليه افعاله كالسمع والبصر والكلام فيستدل على ثبوتها له تعالى تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه
اوسکی افعال دلالت نہیں کرتی جیسی سمع اور بصر اور کلام ایسی صفات کبہی تو عقلی دلیل سی ثابت کرتی ہیں اور کبہی نقلی دلیل سی

الاستدلال على ثبوتها له تعالى بالعقل فهو انها صفات كمال واضدادها صفات نقصان
عقلی دلیل اوسکی ثبوت پر تو یہہ ہی کہ سمع اور بصر اور کلام کمال کی صفتیں ہیں اور اونکی ضدیں نقصان کی صفتیں ہیں

واتصافه تعالى بصفات الكمال وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالى
اور اللہ تعالی کا صفات کمال سی موصوف ہونا اور صفات نقصان سی بری ہونا واجب ہی اب اللہ تعالی کا

بتلك الصفات واما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى بالنقل فهو ان الشرع قد صرح بثبوتها
ان صفات سی موصوف ہونا واجب ہوا اور نقلی دلیل انکی ثبوت پر یہہ ہی کہ شرع یعنی کتاب و سنت سی یہہ صفات صاف ثابت ہیں

له تعالى فوجب القطع بثبوتها له تعالى ودليل النقل في هذه المسئلة اولى من دليل العقل لان تلك
اب انکو ثابت ماننا واجب ہی اور اس باب میں نقلی دلیل عقلی دلیل سی بہتر ہی کیونکہ ان

الصفات لا تتوقف عليها افعاله تعالى حتى يستدل بها على ثبوتها له تعالى وذاته لم يكن معلوما
صفات پر افعال تو موقوف نہیں ہیں تاکہ افعال سی ان صفات کی ثبوت پر استدلال کیا جاوی اور ذات الہی کسیکو معلوم نہیں ہی

للبشر حتى يعلم انها في حقه تعالى كمال يجب اتصافه بها بحيث لو لم يتصف بها يلزم ان يتصف
تاکہ یہہ معلوم ہووی کہ یہہ صفات اوسکی حق میں صفات کمال ہیں انکا ثبوت واجب ہی نہیں تو انکی ضدیں لازم آوینگی

باضدادها وما ذكر من كونها كمالا انما هو بالاضافة الينا ولا يلزم من كون الشيء بالاضافة الينا
اور یہہ صفات ہماری حق میں البتہ کمال کی ہیں اور ہماری حق میں کمال ہونی سی لازم نہیں آتا

كمالا ان يكون في حقه تعالى كمالا الا ترى ان اللذة والالم مع كونهما بالاضافة الينا كمالا ممتنعان
کہ اللہ کی واسطی بہی کمال کی ہوں کیا تجکو معلوم نہیں کہ لذت اور الم باوجودیکہ ہماری حق میں کمال ہیں

على الله تعالى لكونهما من عوارض الاجسام فعلى هذا يلزم في اثبات تلك الصفات له تعالى
اللہ تعالی کی نسبت ممتنع ہیں کیونکہ اجسام کی صفات ہیں اس بیان کی موافق ضرور ہی کہ ان صفات کی ثبوت کی لئی

التمسك بقول الرسول الذی ثبت رسالته بالمعجزة القائمة مقام قوله تعالی صدق عبدی
دست آویز ایسی رسول کی قول سی لیجاوی جسکی رسالت معجزہ سی ثابت ہوئی ہو جو قایم مقام اس ارشاد الٰہی کی ہو میرا بندہ

فی کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغه بقوله او فعله او سکوته لان المعجزة تصدیق فعلی من الله تعالی
جو میری طرف سی احکام بتاتا ہی سب سچ ہین برابر ہی کروہ بتانا قول سی ہو یا فعل سی یا چپ رہنی سی کیونکہ معجزہ اللہ کی طرف سی رسول کی حق مین فعلی تصدیق

لرسوله لکونها فعلا من افعاله تعالی خارقا للعادة منزلا منزلة صریح القول فی تصدیق رسوله
ہوتی ہی اسلئی کہ معجزہ خدا کی طرف سی ایک فعل عادت کی خلاف ہوتا ہی گویا صاف و صریح رسالت کی دعوی مین رسول کی تصدیق کرتا ہی

فی دعوی الرسالة فانه تعالی لما خلق امرا خارقا للعادة علی ید رسوله عند ادعائه الرسالة
کیونکہ اللہ تعالی نی جب ایک امر خارق رسول کی ہاتھ پر بروقت دعوی رسالت کی پیدا کیا

صار کانه قال صدق رسولی فی کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغه بقوله او فعله او سکوته
تو یہہ ایسا ہی کہ فرما دیا میرا رسول سچا ہی میری طرف سی جو بیان کری برابر ہی کہ وہ تبلیغ قول سی ہو یا فعل سی یا سکوت سی

قال العلماء مثال ذلك ان رجلا اذا قام فی مجلس الملك بحضر جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثنی
علماء نی اسکی مثال یہہ بیان کی ہی کہ کوئی شخص بادشاہ کی دربار مین ایک جماعت کی سامنی یہہ بیان کری کہ مین اس بادشاہ کا ایلچی ہون مجکو

الیکم بکذا وکذا من التکالیف فطلبوا منه حجة تدل علی صدقه فقال آیة صدقی انی اطلب
تمہاری حق مین فلانی فلانی حکم جاری کرنیکو بھیجا ہی اوس جماعت نی تصدیق کی لئی اوس سی حجت طلب کی اوسنی جواب دیا میری صدق کی یہہ نشانی ہی کہ مین

من الملك ان یخالف عادته ویقوم من مقامه ویقعد ثلث مرات ففعل الملك ذلك بطلبه
بادشاہ کو کہتا ہون کہ اپنی عادت کی برخلاف اپنی مقام سی تین بار کھڑا ہو جا اور بیٹھ جا پھر بادشاہ اوسکی کہنی سی اوٹھا بیٹھا

فلا ریب ان ذلك الفعل من الملك قائم مقام قوله صدق هذا الرجل فی کل ما یبلغ عنی ومفید
اب بیشک بادشاہ کی یہہ حرکت ایسی ہی جیسی زبان سی کہدیا کہ یہہ شخص سچ کہتا ہی میری طرف سی جو جو حکم بیان کری تو وہ بات یقینی

للعلم الضروری بصدقه لمن شاهد ذلك الفعل من الملك ولمن لم یشاهده بل وصل الیه خبره
جسنی یہہ حال مشاہدہ کیا اوسکو ایسا علم یقینی حاصل ہو کہ جسمین حاجت دلیل کی نہین اور جسکو دیکھنی کا اتفاق نہین ہوا بلکہ اوسنی متواتر بہت آدمیون سی

بالتواتر ولا شك ان هذا المثال موافق لحال الرسول فی افادة معجزته العلم الضروری بصدقه لمن
سنا اوسکو بھی اور بیشک یہہ مثال رسول علیہ السلام کی حال سی مطابق ہی کہ اوسکی معجزہ سی دیکھنی والون کو

شاهدها ولمن لم یشاهدها بل وصل الیه خبرها بالتواتر والمعنی الثانی للیقین ان لا یلتفت
اور تواتر سی سننی والون کو علم بدیہی یقینی حاصل ہوتا ہی اور یقین کی دوسری معنی یہہ ہین کہ شک کی ہونی کا کچھ دھیان نہو

الی عدم الشك بل الی استیلائه وغلبته علی القلب بحیث یصیر هو المتصرف فیه بالتحریض والمنع
بلکہ یقین کا غلبہ اور تصرف دل پر اتنا ہو کہ تمام دل کی لگاؤ اور ممانعت مین اوسی کا تصرف ہو

علی هذا المعنی یوصف الیقین بالقوة والضعف حتی یقال لمن لا یستعد الموت فلان ضعیف
ان معنون کی لحاظ سی یقین قوی اور ضعیف ہو سکتا ہی ایسا کہ جو شخص موت کی سامان مین غفلت کری تو اوسکو موت کا ضعیف

الیقین بالموت مع عدم شکه فیه اذ لا ریب فی کون الناس سواء فی القطع بالموت وعدم الشك
الیقین کہتی ہین باوجودیکہ موت مین اصلا شک نہین ہی کیونکہ موت کی یقینی اور بیشک ہونی مین تمام بنی آدم برابر ہین

فیه لکن فیهم من لا یلتفت الیه ولا یستعد له کانه لا یؤمن به ومنهم من یستولی خوفه
پر بعضی اوسکی طرف کچھہ توجہ نہین کرتی اور نہ اوسکا کچھہ سامان کرتی ہین گویا وہ لوگ موت کا یقین نہین کرتی اور بعضی ایسی ہین جنکی دل پر موت کا خوف

على قلبه ويستغرق همه بالاستعداد له ولا يغادر فيه متسعا لغيره كما هو شان من يخاف عن
ایسا غالب ہوتا ہی اور اوسکی ہمت موت کی تیاری مین ایسی لگتی ہی کہ اوسکی دل مین کسی چیز کی اصلا گنجایش نہین رہتی یہہ حال اون لوگون کا ہی جو دوزخ سی
النار ويرجو الدخول في دار القرار فعلى هذا يلزم للعاقل ان يصرف العناية الى تحصيل اليقين بالمعنيين جميعا
ڈرتی ہین اور بہشت مین جانی کی آرزو کرتی ہین اس بیان کی موافق ہر عاقل کو لازم ہی کہ ہمت اودہر لگاوی کہ یقین بعتبار دونو معنون کی حاصل ہو
وهما نفي الشك عن النفس اولا ثم تسليط اليقين عليها ثانيا لكن ينبغي ان يعلم ان نفي الشك
یعنی پہلی نفس مین سی شک جاتا رہی پہر آخر کو یقین غالب آجاوی لیکن سمجہنا چاہئی کہ شک کا رفع ہونا
وتسليط اليقين لا يحصل الا بعد معرفة متعلقاته ومجاريه وهي المعلومات التي جاء بها النبي
اور یقین کا غالب آنا بدون معرفت متعلقات اور مجگاوون کی نہین ہوتا یعنی وہ معلومات جو نبی صلی الله
عليه الصلوة والسلام من عند الله تعالى فمن صدق بها فهو مؤمن ومع هذا الايمان ان انتفى
علیہ وسلم خدا کی طرف سی لائی ہین پہر جسنی اونکی تصدیق کی وہ مؤمن ہی اور باوجود اس ایمان کی اگر
عن قلبه امكان الشك فهو موقن بالمعنى الاول وان غلب على قلبه فهو موقن بالمعنى الثاني وبه
اوسکی دل مین سی احتمال شک بہی جاتا ہی تو وہ موقن ہی یعنی پہلی معنی یقین کی حاصل ہوئی اور اگر اوسکی دل پر غلبہ ہوگیا تو موقن باعتبار دوسری معنون کی ہوا
يحصل الامتثال بالاوامر والاجتناب عن النواهي فان من غلب على قلبه ان من يعمل مثقال
اطاعت اوامر کی اور منہیات سی اجتناب اسیہی سی ہوتا ہی کیونکہ جسکی دل پر یہ پرتو اس آیت کا چہاتا ہی سو جسنی ذرہ بہر
ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره ويتيقن ان نسبة الطاعات الى الثواب كنسبة الطعام
بہلائی کی وہ دیکہ لیگا اور جسنی ذرہ بہر برائی کی وہ دیکہ لیگا اور اوسکو یہہ مرتبہ یقین کا ملا کہ طاعات بہ نسبت ثواب کی ایسی ہین جیسی کہانا
الى الشبع لا شك انه كما يحرص على تحصيل الطعام للشبع ويحفظ قليله وكثيره كذلك يحرص على
واسطی شکم سیری کی تو بیشک وہ جیسی طعام کی حرص کرتا ہی پیٹ بہرنی کی واسطی اور اوسکا قلیل اور کثیر محفوظ رکہتا ہی ایسی ہی
تحصيل الطاعات للثواب ويحفظ قليلها وكثيرها ومن تحقق له ان نسبة المعاصي الى العقاب
طاعات کو واسطی ثواب کی حاصل کریگا اور قلیل اور کثیر کو نگاہ رکہیگا اور جسکو یہہ ثابت ہوا کہ نافرمانی بہ نسبت عذاب کی ایسی ہی
كنسبة السموم الى الهلاك لا شك انه كما يجتنب عن قليل السم وكثيره خوفا عن الهلاك كذلك
جیسی زہر واسطی ہلاک کی تو بیشک وہ جیسی زہر کی قلیل اور کثیر سی موت کی ڈر کا مارا بچتا ہی ایسی ہی
يجتنب عن قليل الذنوب وكثيرها وكبيرها وصغيرها خوفا من العقاب فان سبب ارتكاب المعاصي
نافرمانی کی قلیل اور کثیر سی اور صغیرہ اور کبیرہ سی عذاب کی ڈر کا مارا بچیگا کیونکہ باعث معاصی
والفجور ليس الا بسبب فساد العلم فان من علم ما في المعاصي من المضرة حقيقة العلم لا يؤثرها الا ترى
اور فجور کی اختیار کرنی پر سوای فساد علم کی اور کچہہ نہین ہی اسلئی کہ معاصی کی مضرت جسکو حق الیقین کی مرتبہ مین ثابت ہی وہ معاصی کو کبہی نہین اختیار
ان من علم من طعام لذيذ انه مسموم لا يقدم على تناوله فيعلم من هذا ان الايمان الحقيقي هو
کہانا کیسا ہی مزہ دار لذیذ ہو جب معلوم ہو کہ اسمین زہر ملا ہی تو کبہی نہین کہائیگا اب معلوم ہوا کہ حقیقی ایمان وہ
الايمان الذي يحمل صاحبه على فعل ما ينفعه في الاخرة وعلى ترك ما يضر فيها فاذا لم يفعل ما ينفعه
ہوتا ہی جو مؤمن کو اوس کام کی رغبت دی جسنی آخرت مین نفع ہو اور اوس کام سی روکی جو آخرت مین ضرر دی پہر اگر ایسی نافع کو عمل مین نہ لاوی
فيها ولم يترك ما يضره فيها لا يكون ايمانه حقيقيا بل لسانيا لا قلبيا فان المؤمن بالنار حقيقة الايمان
اور ایسی مضر کو نہ چہوڑی تو وہ حقیقی مؤمن نہین ہی بلکہ صرف زبانی ہی دلی نہین ہی کیونکہ دوزخ کا ایسا حقیقی مؤمن

حتی کانہ یریہا لا یسلک طریقہا الموصل الیہا فضلا عن السعی فی تحصیل دخولہا و ان المؤمن یری جنۃ حقیقۃ الایمان
گویا دوزخ سامنی نظر آتا ہی اوسکی رستہ کہ جو دوزخ میں گرا دی کبہی نہیں چلیگا چہ جائی کہ اوسکی وصول میں کوشش کری ایسی ہی ایسا حقیقی مومن جنت کا

حتی کانہ یریہا لا یترک طلبہا بل یسعی فی تحصیل دخولہا وھذا امر یجدہ الانسان فی نفسہ عند سعیہ
گویا جنت سامنی نظر آتا ہی اوسکی طلب میں کبہی قصور نکریگا بلکہ اوسکی دخول کی کوشش کریگا اور یہہ بات ہر شخص اپنی دلمیں جانتا ہی

فی امور الدنیا فی دفع ما یضرہ وجلب ما ینفعہ یسرنا اللہ من الاعمال ما یوافق رضاہ المجلس الخامس
جب امور دنیاوی میں مضرباتونسی کیسا اجتناب اور مفید باتوں میں کیسی کوشش کرتا ہی اللہ تعالی ہمپر وہ کام آسان کرے جو اوسکی رضا کی موافق ہیں پانچویں مجلس

فی لزوم الایمان بما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا یجوز
ایمان کی لازم ہونی میں اون احکام پر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائی ہیں اور اونکی مخالفت

المخالفۃ فیہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ لا یسمع بی
جایز نہیں فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نی قسم ہی اوس ذات کی جسکی قبضہ میں محمد کی جان ہی جو سنیگا میری

احد من ھذہ الامۃ یہودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یؤمن بما ارسلت بہ الا کان من اصحاب
نبوت کو اس امت میں سی کوئی یہودی ہو یا نصرانی پہر وہ مری اس حال پر کہ ایمان نہ لایا ہو میری شریعت پر وہ دوزخی ہوگا

النار ھذا الحدیث من صحاح المصابیح رواہ ابو ہریرۃ ولیس المراد بالامۃ ھھنا امۃ الاجابۃ بدلیل
یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اور امت سی مراد اسجگہ امت اجابت یعنی اہل اسلام نہیں ہی اس لئی

کون الیہودی والنصاری مذکورا فیہ بل المراد بہا امۃ الدعوۃ فعلی ھذا یدخل فیہ جمیع اہل الملل
کہ اس حدیث میں یہودی اور نصرانی کا بہی ذکر ہی بلکہ مراد تمام امت دعوت ہی اس تقریر پر اس امت میں تمام اہل مذاہب والی بہی داخل ہیں

الباطلۃ وتخصیص الیہود والنصاری بالذکر لیعلم انہما مع کونہما اہلی کتاب وصاحبی شریعۃ
اور یہود اور نصاری کا خاص جو نام لیا تو اسلئی کہ یہہ دونو اہل کتاب اور صاحب شریعت ہوکر

اذا کانا من اہل النار بترک الایمان بما جاء بہ النبی علیہ الصلوۃ والسلام فغیرہما ممن لم یکن لہ کتاب
جب شریعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانی سی دوزخی ہوی تو پہر جن کی پاس نہ کتاب ہی

ولا شریعۃ اولی بذلک فکانہ علیہ الصلوۃ والسلام قال اقسم باللہ الذی نفسی بقدرتہ
اور نہ شریعت بطریق اولی دوزخی ہوں گی تو گویا نبی علیہ السلام نی یہہ فرمایا کہ قسم ہی اوسکی جسکی قبضہ میں میری جان ہی

ان کل من یسمع بنبوتی ولا یؤمن بما جئت بہ من عند اللہ تعالی حتی یموت یکون من اہل النار
کہ بیشک جو جو میری نبوت کو سنیگا اور میری شریعت پر مرتی دم تک ایمان نہ لاویگا تو وہ دوزخی ہوگا

ویعلم منہ ان الایمان وان کان فی اللغۃ بمعنی التصدیق مطلقا لکنہ فی الشریعۃ تصدیق الرسول
اور اس سی معلوم ہوتا ہی کہ ایمان اگرچہ لغت میں مطلق تصدیق کو کہتی ہیں پر شرع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کو

فی کل ما علم ضرورۃ انہ جاء بہ من عند اللہ واشتہر کونہ من دینہ علیہ الصلوۃ والسلام بحیث
کہتی ہیں ہر ایک احکام میں جو صاف معلوم ہوتی ہیں کہ یہہ احکام خدا کی طرف سی لائی ہیں اور دین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شہرہ چکی ہیں ایسا کہ

یعلم کل احد من غیر افتقار فی معرفتہ الی الاستدلال اصلا لا بدلیل العقل ولا بدلیل النقل وان کان
ہر شخص بدون استدلال کی سمجہ لی غایت ظہور سی نہ عقلی دلیل کی حاجت ہو نہ نقلی دلیل کی اگرچہ

فی نفسہ یتوقف معرفتہ علی الاستدلال علیہ بدلیل من دلیلی العقل والنقل کوجود الصانع
نفس الامر میں اوسکی معرفت عقلی یا نقلی دلیل پر موقوف ہو جیسی صانع کا وجود

ووجوب الصلوٰة وحرمة الخمر واحوال الاخرة فان کل واحد منها وان کان فی نفسه یتوقف

اور نماز کا وجوب اور شراب کی حرمت اور آخرت کی احوال ... مطالب کی معرفت اگرچہ نفس الامر میں

معرفته علی الاستدلال علیه اما بدلیل العقل کوجود الباری تعالی وصفاته او بدلیل النقل

استدلال پر موقوف ہی یا تو عقلی دلیل پر جیسی باری تعالی کا وجود اور اوسکی صفات یا نقلی دلیل پر

کوجوب الصلوٰة وحرمة الخمر واحوال الاخرة لکن کونه من دینه علیه الصلوٰة والسلام

جیسی نماز کا وجوب اور شراب کی حرمت اور آخرت کی احوال لیکن ہر ایک کو صاف معلوم ہی کہ یہہ دینی احکام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہین

معلوم بالضرورة لکل احد من غیر احتیاج فی معرفته الی الاستدلال علیه بدلیل ویکفی

اسکی معرفت مین اصلا کسی دلیل کی حاجت نہین ہی اور جو احکام

الاجمال فیما یلاحظ اجمالا ویشترط التفصیل فیما یلاحظ تفصیلا حتی ان من لم یصدق بوجوب

مجمل لحاظ کی سجاتی ہین وہان اجمال کفایت کرتا ہی اور جہان ملاحظہ تفصیلی چاہئی وہان تفصیل شرط ہی اتنا کہ سوال کی وقت جو شخص وجوب

الصلوٰة عند السوال عنها وبحرمة الخمر عند السوال عنها لا یکون مؤمنا بل یکون کافرا لکون

نماز اور حرمت شراب کی تصدیق نکری وہ مؤمن نہین ہی بلکہ کافر ہو ویگا کیونکہ

کل منهما مما علم بالتواتر انه من دینه علیه الصلوٰة والسلام والحاصل ان من اراد ان

یہہ دونو حکم تواتر سی معلوم ہو چکی ہین کہ دین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سی ہین اور حاصل یہہ ہی کہ جو شخص ایمان لایا چاہی

یکون مؤمنا وقال بلسانه لا اله الا الله محمد رسول الله وصدق معناه بقلبه یکون مؤمنا

اور اپنی زبان سی لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ کہی اور دلسی اسکی معنون کی تصدیق کری وہ مؤمن ہو جاتا ہی

وان لم یعرف الفرائض والمحرمات ثم اذا قیل له الصلوٰت الخمس فی کل یوم ولیلة فرض علیك فان

اگرچہ اوسکو فرایض اور محرمات معلوم نہون پھر اگر اوسی کہا جاوی کہ ہر رات دن مین پانچ نمازین تجھہ پر فرض ہین پھر اگر

صدقها وقبلها یکون ثابتا علی ایمانه وان انکرها ولم یقبلها یکون خارجا عن الایمان وکذلك

اوسنی اوسکی تصدیق کی اور مان لیا تو وہ اپنی ایمان پر ثابت رہا اور اگر انکار کیا اور نہ مانا تو ایمان سی خارج ہوا اور ایسی ہی

سائر الفرائض والمحرمات الثابتة بدلیل قطعی من الکتاب والسنة واجماع الامة وان اشکل

اور تمام فرایض اور محرمات جو دلیل قطعی کتاب اور سنت اور اجماع امت سی ثابت ہو چکی ہین اور اگر

علیه مسئلة من مسائل الایمان یجب علیه فی الحال ان یعتقد علی الاجمال ما هو الصواب عند

کوئی مسئلہ ایمان کی مسائل مین سی اوسپر مشتبہ ہو جاوی تو اوسپر بالفعل تو یہہ واجب ہی کہ مجمل یہہ اعتقاد کری کہ جو اللہ کی نزدیک

بان یقول اعتقدت ما هو الصواب عند الله تعالی وهذا القدر یکفی الی ان یجد عالما یعلم مسائل

حق ہی مین نی قبول کیا اور زبانسی کہی کہ جو اللہ کی نزدیک حق ہی وہ مین نی مانا بہلا اتنا اعتقاد جبتک کفایت کرتا ہی کہ کوئی عالم دینی مسائل کا اسی آگری

الایمان فیساله عما اشکل علیه ولا یجوز له تاخیر الطلب لقوله تعالی فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

اور سکہا دوی پہر اوس سی وہ مسئلہ مشتبہ پوچھہ لی اور جایز نہین کہ اوسکی تلاش مین تاخیر کری کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی پوچھہ لو یاد رکہنی والون سی اگر تم نہین جانتی ہو

ولا یکون معذورا بالتوقف فیما اشکل علیه بل یکون کافرا بالتوقف ان کان ما اشکل علیه من ضروریات

اور اوس مسئلہ مشتبہ مین توقف کی باب مین معذور نہین ہوگا بلکہ اگر وہ مسئلہ ضروریات دینی سی ہی تو عمدا توقف کرنی سی کافر ہو جاویگا

الدین لان التوقف فی المؤمن به یمنع التصدیق فیکون کفرا مثلا من اشکل علیه وحدانیة الله تعالی

کیونکہ توقف کرنا ایمان کی بات مین تصدیق مین خلل پیدا کرتا ہی سو یہہ کفر ہوگا مثلا کسی شخصکو اللہ کی وحدانیت مین

اوقف

اوقدرته علی شئ او علمه بکل شئ من الکلیات والجزئیات او حشر الاجساد او حدوث العالم
یا اوسکی قدرت میں کسی شی پر یا اوسکے علم میں تمام کلیات اور جزئیات پر یا ابدان کی پیدایش میں بعد مرنے کی یا عالم کے حادث ہونے میں

او نحو ذلك فقال اعتقدت ما هو الحق عند الله تعالی یثبت ایمانه الاجمالی لوجود التسلیم والقبول
یا ایسی ہی کسی اور بات میں شبہ واقع ہوا پھر یہہ قائل ہوا جو خدا کے نزدیک حق ہے میں نے مانا تو اوسکا اجمالی ایمان ثابت رہیگا کیونکہ اجمالی قبولیت اور تسلیم موجود ہے

اجمالا لکن ان لم یسل عما اشکل علیه من هذه المذکورات بل انه اخر الطلب او لم یطلب اصلا
لیکن اگر اوسنے اوس مشتبہ مسئلہ کو ان مذکورات میں سے ٹال رکھا دیر میں پوچھا یا کبھی بھی نہ پوچھا تو اتنی تسلیم

لا یبقی مؤمنا بقوله اعتقدت ما هو الحق عند الله تعالی بل یکون کافرا بترك السوال و
اجمالی سے کہ جو خدا کے نزدیک حق ہے وہ میں نے مانا مؤمن نہیں رہیگا بلکہ بسبب ترک سوال اور

الطلب لان هذه المذکورات من ضروریات الدین یعلمها کل عاقل نشا بین المؤمنین والحاصل
تلاش کے کافر ہو جاویگا کیونکہ یہہ تمام مذکورات ضروریات دین سے ہیں انکو ہر یک عاقل جو مسلمانوں میں پیدا ہوا ہے جانتا ہے خلاصہ یہہ ہے

ان من اشکل علیه کون اله العالم واحدا او متعددا ولم یمل قلبه الی واحد منهما یجب علیه
کہ جس شخص پر یہہ مسئلہ مشتبہ ہو جاوے کہ پروردگار عالم کا ایک ہے یا کئی ہیں اور اوسکے دل میں کوئی ایک جانب راسخ نہو تو اوسپر واجب ہے

ان یقول فی الحال اعتقدت ما هو الحق عند الله تعالی ثم یجب علیه الطلب والسوال بلا توقف
کہ فورا یہہ کہے میں نے مانا جو اللہ کے نزدیک حق ہے پھر اوسپر ترت بلا توقف تلاش اور دریافت کرنا واجب ہے

ولا تاخیر حتی لو اخر الطلب او ترکه ولو یعتقد کون اله العالم واحدا لا یکون مؤمنا بل یکون
اتنا کہ اگر اوسنے اس تلاش کو ٹال رکھا یا چھوڑ دیا اور پروردگار عالم کو واحد نہ جانا تو مؤمن نہو گا بلکہ کافر ہو گا

کافرا وکذا من توقف فی یوم القیمة او فی الجنة او فی النار او فی المیزان او فی الحساب او فی الصراط
ایسے ہی جو شخص قیامت کے دن یا بہشت یا دوزخ یا میزان یا حساب یا پل صراط

او فی الصحائف التی کتب فیها اعمال العباد او فی شفاعة الشافعین لا یکون مؤمنا بل یکون کافرا
یا نامۂ اعمال جسمیں بندوں کے اعمال لکھے جاتے ہیں یا شفاعت شافعین میں توقف کرے مؤمن نہیں ہوتا بلکہ کافر ہوتا ہے

لان التوقف والتردد ینافی التصدیق المفسر به الایمان وتحقیقه ان الایمان فی اللغة التصدیق وهو
اسلئے کہ توقف اور سوچ بچار اوس تصدیق کے برخلاف ہے جسکو ایمان کہتے ہیں اسکی تحقیق یہہ ہے کہ ایمان لغت میں تصدیق کو کہتے ہیں اور وہ

اذعان حکم المخبر وقبوله وجعله صادقا بعد العلم بصدقه ولم ینقل فی الشرع الی معنی اخر بدلیل
یقین کر کر مان لینا مخبر کے حکم کا اور اوس مخبر کو سچا جان کر سچا ٹھہرانا اور شرع میں تصدیق کو اوس معنی سے اور معنی کی طرف نقل نہیں کیا دلیل یہہ ہے

انه علیه الصلوة والسلام خاطب العرب به وامتثل منهم من امتثل من غیر استفسار ولا
اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب سے گفتگو میں تصدیق طلب کی اور جو اونمیں سے مطیع ہوا تو اوسنے تصدیق کے نہ معنی پوچھے نہ

انتقار الی بیان الا بحسب المتعلق وهو ما یجب الایمان به فبینه علیه الصلوة والسلام وفصله
بیان طلب کیا ہاں متعلق کا فرق ہوتا ہے یعنی جسپر ایمان لانا چاہیے سو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو بیان فرمایا اور کچھہ تفصیل کی

بعض التفصیل حین جاءه جبرئیل علیه السلام علی صورة رجل غریب وسأله عن الایمان فقال یا محمد اخبرنی
جب کہ جبرئیل علیہ السلام نے ایک مرد مسافر کی صورت بنکر ایمان کو دریافت کیا عرض کیا یا محمد بتاؤ

عن الایمان فقال علیه الصلوة والسلام الایمان ان تؤمن بالله وملئکته وکتبه ورسله الی اخر الحدیث
بیان کیا ہے آپ نے فرمایا ایمان یہہ ہے کہ تو یقین کرے اللہ کا اور اوسکے فرشتوں کا اور کتابوں کا اور رسولوں کا آخر حدیث تک

فانه عليه الصلوة والسلام بيّن فيه معنى الايمان بهذا اللفظ تعويلا على ظهور معناه عندهم
سو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو انہ الفاظ سے بیان فرمایا اس بہروسہ پر کہ اسکی معنوں کو وہ خوب جانتے ہیں

ثم قال هذا جبرئيل اتاكم يعلمكم دينكم فلو كان الايمان نقل الى معنى غير التصديق تبين نقله
پہر آپ نے فرمایا یہہ جبرئیل تہا تمکو دین سکہانے آیا تہا پس اگر ایمان کی معنی سوای تصدیق کی اور کچہہ منقول ہوتی تو وہ مشہور ہوتی

كما تبين نقل الصلوة والزكوة ونحوهما والا لكان هذا خطابا لهم بما لم يفهموه ولما صح ان يكون تعليما لهم
جیسے منقول معنی صلوۃ اور زکوۃ وغیرہ کی مشہور ہیں اور نہیں تو یہہ ارشاد اس امر کا ہوتا جسکو وہ نہیں سمجہتے اور یہہ تعلیم کب ہوتی

ولما صح امتثالهم من غير استفسار فظهر ان الايمان لم يعتبر فيه شرعا الا الخصوص باعتبار
اور وہ لوگ بغیر پوچہے کیونکر مان لیتے اب ظاہر ہوگیا کہ ایمان میں باعتبار شرع کی لغوی معنوں میں یعنی تصدیق میں صرف خصوصیات

متعلقه بعد ما اريد به التصديق بالمعنى اللغوى وهو ما يعبر عنه فى الفارسية بگرويدن وفى التركية
متعلقات کی ہی معتبر ہے جسکو فارسی میں گرویدن اور ترکی میں

بانانمق ثم التصديق من ضرورته المعرفة واليقين فعلى هذا لا يتحقق تصديق الرسول الا بعد
بانانمق کہتے ہیں پہر تصدیق میں معرفت اور یقین ضرور چاہیے اسکی موافق رسول کی تصدیق ثابت نہوگی

اثبات رسالته بالمعجزة الدالة على صدقه ودلالة المعجزة على صدقه تتوقف على العلم بكون المعجزة
جبتک اوسکی رسالت معجزہ سے جو اوسکی صداقت پر دلالت کرتا ہو ثابت نہولے اور معجزہ کی دلالت رسول کی صداقت پر اس علم پر موقوف ہے کہ معجزہ

فعلا من افعاله تعالى خارق للعادة اظهره على يد رسوله عند ادعائه الرسالة تصديقا له فانه تعالى
ایک فعل ہے افعال الٰہی سے عادت کی برخلاف کہ اوسکو اللہ تعالی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہاتہہ پر وقت دعوی رسالت کی تصدیق کی واسطے ظاہر کرتا ہے اللہ تعالی

باظهار المعجزة على يده صار كانه قال صدق رسولى فى كل ما يبلغ عنى سواء كان تبليغه بقوله او فعله
یہہ معجزہ رسول کی ہاتہہ پر ظاہر کرکر گویا یہہ فرماتا ہے میرا رسول سچا ہے تمام احکام میں جو میری طرف سے پہنچاوے برابر ہے کہ وہ تبلیغ قول سے ہو یا فعل سے

او سكوته وقد مثّل العلماء ذلك بشخص قام فى مجلس ملك بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثنى
یا سکوت سے علماء نے اسکی یہہ مثال بیان کی ہے مثلاً ایک شخص بادشاہ کی دربار میں ایک جماعت کی سامنے کہڑا ہوکر کہے کہ میں اس بادشاہ کا ایلچی ہوں مجکو

اليكم بكذا وكذا من التكاليف فطلبوا منه حجة تدل على صدقه فقال اية صدقى انى اطلب من
تمہارے حق میں فلانا فلانا حکم دیا ہے پہر اوس جماعت نے اوسے صداقت کی سند طلب کی اوسنے کہا میری صداقت کی یہہ نشانی ہے کہ میں بادشاہ سے کہتا ہوں

الملك ان يخالف عادته يقوم من مقامه ويقعد ثلث مرات ففعل الملك ذلك بطلبه فلا شك ان
کہ برخلاف اپنی عادت کی میری کہنے سے تین بار اوٹہے اور بیٹہے پہر بادشاہ نے اوسکی کہنے کا وہ ہی کیا تو بیشک

ذلك الفعل من الملك قائم مقام قوله صدق هذا الشخص فى كل ما يبلغ عنى ومفيد للعلم الضرورى
بادشاہ کی یہہ حرکت ایسی ہے جیسے اوسنے یہہ کہا کہ یہہ شخص جو میری طرف سے بیان کرتا ہے سب سچ ہے اسکے اوسکی صداقت کا بدیہی علم حاصل ہوگا

بصدقه لمن شاهد ذلك الفعل من الملك ولمن لم يشاهده بل وصل اليه خبره بالتواتر ولا ريب ان
اونکو جنہوں نے بادشاہ سے یہہ حرکت اپنی آنکہہ سے دیکہی اور جس شخص نے نہیں دیکہا اوسکو اور لوگوں سے سنتے سنتے حاصل ہوگا اور بیشک

هذا المثال مطابق لحال الرسول عليه الصلوة والسلام فى افادة معجزته العلم الضرورى بصدقه
یہہ مثال رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی حال سے مطابق ہے کہ معجزہ دیکہنے والونکو صداقت کا یقینی علم حاصل ہوتا ہے

لمن شاهدها ولمن لم يشاهدها بل وصل اليه خبرها بالتواتر وقد وصل الينا بالتواتر
اور جو نہ دیکہے گا اوسکو تواتر سے سنکر حاصل ہوگا اور ہمکو تواتر سے یہہ خبر آچکی ہے

انه علیه الصلوۃ والسلام ادعی النبوۃ واظهر المعجزۃ حتی جری ذلك مجری الشمس فی الظهور فوجب
کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا اور معجزہ ایسا ظاہر کیا کہ آفتاب کی مانند روشن ہے سو
علینا تصدیقه فی جمیع ما جاء به من عند الله تعالی من الاحکام التکلیفیة التی هی وجوب الواجبات
ہم پر اونکی تصدیق تمام احکام تکلیفی میں جو جو خدا کی طرف سے لائے ہیں واجب ہے اور وہ احکام یہ ہیں واجبات کا واجب ہونا
وندب المندوبات واباحة المباحات وحرمة المحرمات وکراهة المکروهات ومنه امور الاخرة التی اول
اور مندوبات کا ندب اور مباحات کی اباحت اور محرمات کی حرمت اور مکروہات کی کراہیت اور بعضی انہیں امور آخرت کے ہیں جنکی
منزل من منازلها القبر واحیاء المیت فیه وسوال منکر ونکیر ثم کونه اما روضة من ریاض الجنة
منزلوں میں سے پہلی منزل قبر ہے اور اوسمیں مردہ کا جینا اور منکر نکیر کا سوال پھر وہ قبر یا جسمیں ہے جنت کے باغ کا
او حفرة من حفر النار ثم البعث منه یوم القیمة الی العرصات ثم اعطاء الکتب التی کتب فیها اعمال
یا گڑھا ہے دوزخ میں کا پھر وہاں سے قیامت کے دن محشر کے میدان میں جانا پھر نامۂ اعمال کا دینا جسمیں تمام عمل بندوں کے لکھے ہیں
العباد فیؤتی کتاب بعضهم بیمینه وکتاب بعضهم بشماله او من وراء ظهره ثم الحساب ثم نصب
ہونگے پھر کسیکو دہنے ہاتھ میں دیا جاویگا اور کسیکو بائیں ہاتھ میں یا پیچھے پشت سے پھر حساب کا ہونا پھر
المیزان لوزن الاعمال فمن ثقلت حسناته وخفت سیاته فهو فی عیشة راضیة ومن خفت
ترازو کھڑی کرنی اعمال تولنے کے لئے پھر جسکی نیکیاں بھاری یعنی زیادہ اور گناہ ہلکے یعنی کمتر ہونگے وہ تو اچھے چین میں رہا اور جسکی نیکیاں کمتر
حسناته وثقلت سیاته فامه هاویة ثم وضع الصراط علی متن جهنم لمرور الناس علیه فیمر بعضهم
اور گناہ زیادہ ہونگے تو اوسکا ٹھکانا گڑھا ہے پھر دوزخ کی اوپر صراط کا تان دینا آدمیوں کی چلنے کی لئے پھر کوئی تو
کالبرق الخاطف وبعضهم کالریح العاصف وبعضهم کالفرس الجواد وبعضهم یعدو عدوا وبعضهم یمشی
مثال چمکتی بجلی کی اور کوئی مانند تند ہوا کی اور کوئی مثل دوڑتی گھوڑے کی اور کوئی دوڑتا ہوا اور کوئی لپکتا ہوا
مشیا وبعضهم یجر جرا وبعضهم یسقط الی النار ویتلقونه الزبانیة بالسلاسل والاغلال نسال الله تعالی
اور کوئی گھسٹتا ہوا جاویگا اور کوئی دوزخ میں گر پڑیگا اور دوزخ کی موکل اوسکو ترت زنجیروں اور طوق میں قید کرینگے التجا ہے کہ
ان یحفظنا من جمیع هذه الاهوال وقد تبین بجمیع ما ذکر ان تصدیق الرسول علیه الصلوۃ والسلام لم یتحقق
ان تمام ہولوں سے محفوظ رکھیو اس تمام تقریر سے ظاہر ہوا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق
الا بعد اثبات رسالته بالمعجزة الدالة علی صدقه ودلالة المعجزة علی صدقه تتوقف علی العلم بکون تلك المعجزة
بدون ثبوت رسالت کی معجزہ سے جو اوسکی صدق پر دلالت کرتا ہو متحقق نہیں ہوتی اور معجزہ کی دلالت اوسکی صدق پر اس علم پر موقوف ہے کہ یہ معجزہ
فعلا من افعاله تعالی والعلم بکونها فعلا من افعاله تتوقف علی العلم بوجوده تعالی وکونه قدیما واحدا
ایک فعل ہے افعال الہی سے اور معجزہ کا فعل ہونا افعال الہی سے اس علم پر موقوف ہے کہ اللہ تعالی موجود قدیم واحد
متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة لانها لکونها فعلا من افعاله تعالی یتوقف وجودها علی وجوده
قدرت والا ارادہ والا علیم حی ہے کیونکہ معجزہ جب فعل ٹھیرا افعال الہی سے تو بیشک اوسکا عمل میں آنا وجود الہی
وکونه موصوفا بهذه الصفات والعلم بوجوده تعالی لا یمکن ان یحصل بالحس لانه تعالی لیس محسوسا کالشمس
اور ان تمام صفات پر موقوف ہوگا اور علم وجود باری تعالی کا حواس کے وسیلہ سے حاصل ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی آفتاب اور مہتاب کی طرح
والقمر حتی یعلم وجوده بالحس ولیس العلم بوجوده ضروریا کالعلم بکون الاثنین اکثر من الواحد حتی یعلم
تو محسوس نہیں ہے جو حواس کے وسیلہ سے معلوم ہو جاوے اور نہ علم وجود الہی کا ایسا بدیہی ہے کہ جیسا ہم دو کو ایک سے بڑھتی جانتے ہیں تاکہ بداہت سے

وجوده بالبداهة بل انما يعلم وجوده بالاستدلال من المصنوع الى الصانع ومن الاثر الى المؤثر كما روي ان
معلوم ہو جاوی پاسا بجز استدلال کی مصنوع سی صانع پر اور اثر سی مؤثر پر کوئی طریق نہیں ہی چنانچہ روایت ہی
اعرابيا سئل عن الدليل الدال على وجوده تعالى فقال البعرة تدل على البعير والروث على الحمير واثار الاقدام
کہ ایک اعرابی سی ایسی دلیل پوچھی جس سی وجود الٰہی ثابت ہو جاوی اوسنی جواب دیا کہ مینگنی اونٹ پر اور لید گدہی پر اور پاؤں کا نشان
على المسير افلا تدل سماء ذات ابراج وارض ذات فجاج وبحار ذات امواج على الصانع القدير وروي ان ابا
چلنی والی پر دلالت کرتا ہی پہر کیا برجوں والا آسمان اور رستوں والی زمین اور موج مارتا دریا صانع قدیر پر دلالت نہیں کرتی اور روایت ہی کہ
حنيفة كان سيفا حادا على الدهرية وكانوا ينتهضون الفرصة ليقتلوه فبينما هو قاعد في المسجد يوما
امام ابو حنیفہ دہریوں کی حق میں مثل تیز تلوار کی تہی اور دہریہ اونکی قتل کی لئی فرصت کی تاک میں رہتی تہی ایک روز امام صاحب تنہا مسجد میں بیٹہی تہی
وحده اذ هجم عليه جماعة منهم بسيوف مسلولة فهموا بقتله فقال لهم اجيبوني عن مسئلة ثم افعلوا
ناگاہ دہریوں کا غول ننگی تلواریں کہینچکر قتل کی لئی چڑہ آیا امام صاحب نی کہا میری ایک بات کا جواب دیدو پہر جو چاہو
ما شئتم فقالوا اما مسئلتك فقال لهم ما تقولون في رجل يقول اني رايت سفينة مشحونة بالاحمال
سو کرنا بولی وہ کیا بات ہی امام نی کہا کیا کہتی ہو ایسی شخص کو جو یہہ کہتا ہی میں نی ایک کشتی مال اسباب کی بہری ہوئی دیکہی ہی
مملوءة بالاثقال قد احتوشتها في لجة البحر امواج متلاطمة ورياح مختلفة وهي من بينها تجري مستوية
کہ دریا کی اندر موجوں کا طماچہ اور مختلف ہواؤں کا صدمہ اوسپر پڑتا ہی پر وہ کشتی
من غير ملاح يجريها ولا مدبر يدبر امرها هل يجوز هذا في العقل قالوا لا هذا شيء لا يقبله العقل فقال
بدون ملاح کی جو تدبیر سی اوسکی خبرداری کری برابر ایک ڈہنگ چلی جاتی تہی آیا یہہ بات عقل کی نزدیک ہو سکتی ہی وہ بولی اس بات کو عقل قبول نہیں کرتی پہر
الامام ابو حنيفة يا سبحان الله اذا لم يجز في العقل ان تجري سفينة مستوية من غير ملاح
امام صاحب نی کہا سبحان اللہ جب ایک کشتی عقل کی نزدیک بدون ملاح کی
يدبر امرها في جريانها فكيف يجوز في العقل قيام هذه الدنيا على اختلاف احوالها وتقدير اعمالها
جو تدبیر سی لی چلی برابر سیدہی درست نہیں چل سکتی تو کیونکر عقل یہہ قبول کرتی ہی کہ دنیا جسکی احوال مختلف اور اعمال متفرق
وسعة اطرافها وتباين اكنافها من غير صانع يدبر امرها وحافظ يحفظ حالها فلما سمعوا كلامه
اطراف وسیع کنارے الگ الگ بغیر صانع کی جو اوسکی حال کو سنبہالی اور حفاظت کری قایم رہی یہہ کلام سنتی ہی
بكوا جميعا فقالوا صدقت واغمدوا سيوفهم وتابوا واسلموا بين يديه وروي ان بعض الزنادقة انكر الصانع
سب کی سب رو دئی اور بولی آپ سچ فرماتی ہیں اور اپنی تلواریں میان کر لیں اور توبہ کر کر اونکی سامنی مسلمان ہو گئی اور روایت ہی کہ کسی زندیق نی
عند جعفر الصادق فقال له جعفر هل ركبت البحر قال نعم قال هل رايت اهواله قال نعم قال هاجت
حضرت جعفر صادق کی آگی خدا کا انکار کیا حضرت جعفر نی فرمایا تو نی دریا کا سفر بہی کیا ہی بولا ہاں پہر فرمایا اوس سفر کی سختیاں بہی دیکہی ہیں بولا ہاں
يوما ريح هائلة فكسرت السفينة واغرقت الملاحين فتعلقت بلوح ثم ذهب عني ذلك
ایکروز ایسی تند آندہی چلی کہ کشتی ٹوٹ گئی اور ملاح ڈوب گئی میں ایک تختہ پر چمٹا رہ گیا پہر وہ تختہ بہی چہوٹ گیا
اللوح وانا مدفوع في تلاطم الامواج حتى وقعت الى الساحل فقال جعفر كان اعتمادك اولا على السفينة
اور میں موجوں میں غوطہ کہاتا ہوا کنارہ جا لگا حضرت جعفر نی فرمایا تجہکو پہلی تو کشتی
مع الملاح ثم على اللوح بانه ينجيك فلما ذهبت عنك تلك الاشياء هل اسلمت نفسك الى الهلاك
اور ملاح پر بہروسا تہا پہر اوس تختہ پر بہروسا کیا کہ یہہ بچا لیگا پہر جب تیری ہاتہ سی یہہ سب چیزیں چہوٹ گئیں تو بول کیا تو نی اپنی جان موت کی حوالہ کی تہی

ام کنت ترجو سلامة بعدُ قال بل رجوتُ السلامة قال ممن کنت ترجوها فسکت الرجل فقال جعفرؓ

یا پہر بہی نجات کی امید باقی تہی بولا نجات کی امید باقی تہی فرمایا پہر امید کس سے تہی اب وہ زندیق چپ ہو رہا پہر امام جعفرؓ نے فرمایا

ان الصانع هو الذی ترجوه فی ذلك الوقت من غیر شعور لك به وهو الذی انجاك من الغرق فلما

وہ ہی ہی خدا جس سے تو اوسوقت بہی نجات کی امید رکہتا تہا گو تجکو معلوم نہ تہا اور اوسیہی نے تجکو ڈوبنی سی بچایا جب

سمع ذلك الرجل هذا الکلام منه قبل قوله فاسلم بین یدیه فقد علم من هذا ان طریق معرفة

اوس شخص نے یہہ بات سنی دل سی مان لی اور اونکی سامہنے مسلمان ہوگیا اس سی معلوم ہوا کہ معرفت الہی کا طریق

الله تعالی بالاستدلال الذی هو النظر فی الدلیل فیکون النظر واجبا لانه تعالی امر به فقال

استدلال ہی ہی یعنی دلیل میں غور کرنا سو نظر کرنا واجب ہی کیونکہ اللہ تعالی کا یہہ حکم ہی

قل انظروا ماذا فی السموات والارض فمن ترکه یکون آثما لانه تعالی اعطی الانسان نعمة العقل

تو کہہ نظر کرو کیا ہی آسمانوں میں اور زمین میں پہر جو شخص استدلال نکری وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اللہ تعالی نے انسان کو عقل کی نعمت اسیلئے دی ہی

لیستدل به علی وجوده تعالی وقدمه ووحدته وسائر صفاته التی تدل علیها افعاله وهی القدرة و

کہ وجود الہی پر اور اوسکی قدم اور وحدت اور تمام اوصاف پر جو افعال الہی سی ثابت ہوتی ہیں یعنی قدرت اور

الارادة والعلم والحیوة فاذا لم یستدل به لا یکون مؤدیا شکر نعمة العقل فیکون آثما فان لم یغفر

ارادہ اور علم اور حیات استدلال کیا کری پہر جب استدلال نہ کیا تو اوسنی عقل کی نعمت کا شکر ادا نکیا سو یہہ شخص گنہگار ہوگا اگر اوسکو اللہ نہ بخشی

الله له فانه وان کان عاقبته الجنة لکن بعد ان یعذب بقدر ذنبه فعلی هذا یجب علی کل مؤمن

تو اختیار ہی یہہ شخص اگرچہ اوسکا انجام بہشت ہی پر گناہ کی موافق عذاب بہگت کر اب اس تقریر کی موافق ہر مؤمن پر واجب ہی

ان یعتنی فی معرفة الله تعالی ومعرفة ما یجب علیه اعتقاده بالنظر والاستدلال حتی یخرج

کہ معرفت الہی اور تمام اعتقادی امور میں نظر اور استدلال کیا کری تاکہ اہل تقلید سی

من التقلید ویکون من اهل الیقین لان المقلد لا یقین له اصلا لانه هو الذی لم یتفکر فی خلق

نکل کر اہل یقین میں داخل ہو جاوی کیونکہ مقلد کو یقین کا مرتبہ کبہی حاصل نہیں ہوتا کیونکہ مقلد تو وہ ہوتا ہی جو

السموات والارض واختلاف اللیل والنهار حتی یعرف خالقه وسائر ما یجب علیه اعتقاده بل اخبره

آسمانوں اور زمین کی پیدایش اور رات دن کی اختلاف میں سوچ اور فکر نہیں کرتا تاکہ اپنی خالق کو اور تمام اعتقادی امور کو دریافت کری بلکہ اوسکو

احدٌ بها وصدقه فیها ففی صحة ایمانه اختلاف بین العلماء واما الذین نشأوا فی دار الاسلام وسمعوا

کسینی کچہہ بتا دیا اوسنی تسلیم کر لیا سو ایسی شخص کی ایمان میں علماء اختلاف کرتی ہیں کہ صحیح ہی یا نہیں اور جو لوگ دار اسلام میں پیدا ہوی ہیں اور

معجزات النبی علیه الصلوة والسلام وتفکروا فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنهار فلا اختلاف

معجزات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتی ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدایش اور رات دن کی اختلاف میں فکر کرتی ہیں سو

فی صحة ایمانهم لکونهم من اهل النظر والاستدلال ولا یشترط الاقتدار علی التقریر والتحریر ومجادلة

اونکی ایمان میں اصلا اختلاف نہیں ہی کیونکہ وہ لوگ نظر اور استدلال والی ہیں اور تقریر اور تحریر اور

الخصوم ودفع شبهاتهم

بی دینوں کی ساتہہ مناظرہ کرنا اور اونکا شبہہ رفع کرنا کچہہ شرط نہیں ہی

المجلس السادس فی بیان من رضی بالله ربا وبالاسلام

چہٹی مجلس اس بیان میں کہ جو خوش ہو اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو

دینا وبمحمد صلی الله علیه وسلم نبیا ذاق طعم الایمان قال رسول

دین جان کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی سمجہہ کر اوسنی ایمان کا مزہ چکہا فرمایا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذاق طعم الایمان من رضی باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسولا ھذا

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کا مزہ اوس شخص نے چکھا جسنے خوشی سے مان لیا اللہ کو پروردگار اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول یہہ

الحدیث من صحاح المصابیح رواہ العباس بن عبد المطلب ومعناہ ان من اطمئن قلبہ بکون

حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے عباس بن عبد المطلب کی روایت سے اسکی معنی یہہ ہیں کہ جسکی دل میں طمانیت ہوئی خدا کی

اللہ تعالی ربہ ولم یطلب ربا غیرہ واکتفی بکون الاسلام دینہ ولم یطلب دینا غیرہ وقنع بکون محمد

ربوبیت پر اور سوا اوسکی دوسرا رب تلاش نکری اور اسلام کو دین کافی جان کر دوسرا دین تلاش نکری اور رسالت محمدی

صلی اللہ علیہ وسلم رسولہ ولم یطلب رسولا غیرہ یتحقق فیہ الایمان ومن لم یرض بواحد منہا لا

صلی اللہ علیہ وسلم پر قناعت کرکر دوسرا رسول تلاش نکری ایسی شخص میں ایمان متحقق ہوتا ہی اور جو شخص ان امور میں سی کسیایک پر بہی

یوجد فیہ الایمان لان الایمان فی الشریعۃ ھو التصدیق بالمعنی اللغوی وھو اذعان حکم المخبر وقبولہ

راضی نہوگا اوسمیں ایمان کا پتا نہیں کیونکہ شریعت میں ایمانسے مراد تصدیق باعتبار معنی لغت کی ہی یعنی مخبر کی حکم کا یقین کرنا اور مان لینا

وجعلہ صادقا بعد العلم بصدقہ لا مجرد العلم بصدقہ اذ یلزم ان یکون کل عالم بصدق النبی علیہ

اور اوسکو سچا جان کر صادق ٹہرانا نرا علم صداقت کا مراد نہیں ہے نہیں تو جسکو علم صداقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا کری

الصلوۃ والسلام مؤمنا ولیس کذلک لان کثیرا من الکفار لم یؤمنوا بہ مع کونہم عالمین بصدقہ

وہ مؤمن ہوا کری اور یہہ امر غلط ہی اسلئے کہ اکثر کفار جیسی یہود ایمان نہیں لائی اور نبی کو سچا جانتی تہی

کما یدل علیہ قولہ تعالی فی حق بعض الکفرۃ والذین اتینہم الکتب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم فدل

چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد جو بعضی کفار کی حق میں نازل ہوا ہی اس دعوی پر دلالت کرتا ہی جنکو دی ہمنی کتاب وہ جانتے ہیں اوسکو جیسے پہچانتی ہیں اپنی بیٹوں کو

النص علی ان التصدیق لیس مجرد العلم بل ھو اذعان لما علم وقبولہ لہ بترک الجحود والعناد وبناء الاعمال

اس آیت سی صاف معلوم ہوتا ہی کہ تصدیق صرف علم نہیں ہی بلکہ تصدیق کیا ہی یقین کرنا احکام معلومہ کا اور مان لینا انکار اور مخالفت چہوڑکر اور اوسی پر اعمال

علیہ وھذا امر زائد علی العلم لا یحصل فی الغالب الا بعد العلم والعلم ھو الجزم المطابق لما فی نفس الامر

کی بنا ہی اور یہہ امر علم سی جدا ہی اکثر اوقات یہہ امر بعد حصول علم کی ہوتا ہی اور علم کیا ہی یقین کرنا نفس الامر کی مطابق

بشرط ان یحصل ذلک الجزم بسبب واما الجزم الحاصل بغیر سبب فلیس بعلم بل ھو اعتقاد وتحقیق

بشرطیکہ وہ یقین کسی دلیل سی حاصل ہوا ہو اور جو یقین کہ بی دلیل حاصل ہوتا ہی اوسکو علم نہیں کہتی بلکہ وہ اعتقاد کہلاتا ہی اسکی تحقیق

ذلک علی ما ذکرہ الامام السنوسی ان الحکم الحادث ینشأ عن امور خمسۃ علم واعتقاد وظن ووھم

موافق تقریر امام سنوسی کی یہہ ہی کہ حکم یعنی کوئی چیز مبتدا کو ثابت کرنی یا خبر مبتدا اوسی نفی کرنی پانچ طرح پر ہوتا ہی علم اور اعتقاد اور ظن اور وہم

وشک لان الحاکم بامر علی امر ثبوتا ونفیا اما ان یجد فی نفسہ جزما بذلک الحکم اولا والاول الذی

اور شک کیونکہ حکم کرنیوالا کسی خبر کا مبتدا پر باعتبار ثبوت کی ہو یا نفی کی یا تو اوسکی دل میں اوس حکم کا یقین جزمی ہی یا نہیں ہی پہلی صورت میں

ھو وجود الجزم ان کان بسبب من ضرورۃ او برھان فھو علم ویسمی معرفۃ ویقینا ایضا وان کان بغیر

یعنی اگر یقین کامل ہو اگر وہ ازقسام بداہت سی حاصل ہوا ہی جیسی محسوسات کا یا دلیل سی حاصل ہوا تو ان دونوں صورت میں یہہ حکم علم ہی اور اوسکو معرفت اور یقین بہی کہتی

سبب بل بتقلید محض فھو اعتقاد والثانی الذی ھو عدم وجود الجزم ان کان راجحا علی مقابلہ فھو ظن

دلیل سی حاصل نہیں ہوا بلکہ صرف تقلید سی تو وہ اعتقاد کہلاتا ہی اور دوسری صورت میں یعنی اوسکی دل میں یقین کامل نہیں تو وہ حکم ثبوت کا یا نفی کا اگر اپنی مقابل پر غالب ہی تو ظن

وان کان مرجوحا فھو وھم وان کان مساویا فھو شک فالایمان ان حصل من الاقسام الثلثۃ الاخیرۃ

اور اگر مغلوب ہی تو وہم ہی اور اگر برابر ہی تو شک ہی اب ایمان اگر ان تین پچھلی قسم سی حاصل ہوا ہی جو سوا یقین کامل کی ہیں

لغیر الجزم وهی الظن والوهم والشك فالاجماع علی بطلانه وان حصل من القسم الاول من قسمی الجزم وهو

یعنی ظن اور وہم اور شک تو یہہ بالاتفاق باطل ہی اور اگر پہلی قسم جزم کی دونو قسم سی یعنی بداہت یا بدلیل حاصل ہو

العلم والمعرفة فالاجماع علی صحته فاما القسم الثانی من القسم الجزم وهو الاعتقاد فینقسم الی قسمین احدهما مطابق لما فی نفس الامر ویسمی اعتقادا صحیحا کاعتقاد

علم اور معرفت ہی تو بالاتفاق صحیح ہی اور جزم کی دوسری قسم جو اعتقاد ہی اوسکی دو قسم ہین ایک تو نفس الامر کی مطابق یہہ تو اعتقاد صحیح کہلاتا ہی جیسی

عامة المؤمنین المقلدین لائمة الدین والثانی غیر مطابق لما فی نفس الامر ویسمی اعتقادا فاسدا وجهلا مرکبا

عام مسلمانون کا اعتقاد جو ائمہ دین کی مقلد ہین اور دوسرا نفس الامر کی برخلاف اسکو اعتقاد فاسد اور جہل مرکب کہتی ہین

کاعتقاد کافة الکفرة المقلدین لائمة الکفر فالفاسد اجمعوا علی کفر صاحبه وکونه مخلدا فی النار

جیسی تمام کفار کا اعتقاد جو کفر کی پیشواؤن کی مقلد ہین پس فاسد اعتقاد والا بالاتفاق کافر اور قدیم کو دوزخی ہی

واختلفوا فی الاعتقاد الصحیح الذی یحصل بمحض التقلید والصحیح ان صاحبه یکون مؤمنا لکنه یکون

اور اختلاف ہی صحیح اعتقاد مین جو نری تقلید ہی اور صحیح مذہب یہہ ہی کہ ایسی اعتقاد والا مؤمن ہوتا ہی پر وہ

عاصیا بترك النظر والاستدلال فیبقی فی مشیة الله تعالی ان شاء یعفو عنه ویدخله الجنة بلا عذاب

نظر اور استدلال کی ترک کرنی سی گنہگار ہوتا ہی پس یہہ الله تعالی کی مشیت مین ہی چاہی معاف کرکر بلا عذاب جنت مین داخل کری

وان شاء یعذبه بقدر ذنبه ثم یدخله الجنة فعلی هذا یجب علی کل مؤمن ان یتعلم کل مسئلة من

اور چاہی گناہ کی موافق عذاب دیکر پہر جنت مین داخل کریگا اس بیان کی موافق ہر مؤمن پر واجب ہی کہ اعتقادی ہر ہر مسئلہ ایمان کا

مسائل عقائد الایمان بدلیل واحد حتی یکون فی دینه علی بصیرة لان العقائد الحاصلة بالتقلید

ایک ہی دلیل سی سیکہی تاکہ اپنی دین مین صاحب بصیرت ہو کیونکہ جو عقاید تقلید سی حاصل ہوتی ہین

یخشی علی صاحبها الشك عند عروض الشبهات فان التصمیم علی العقائد من غیر تحصیلها بالدلائل

اونمین یہہ خوف ہی کہ اگر کچہہ شبہات پیش آوین تو مقلد کو شک پیدا نہ ہو جاوی کیونکہ تصمیم عقائد کی بدون دلایل کی جب ذرہ بہر شبہ پیش آوی

لا یامن صاحبها من زوالها عند عروض ادنی شبهة وعلی تقدیر ان یقابل ذلك الشك والزوال

تو یقین نہین ہی کہ زوال سی بچی اور یہہ مانا کہ شک اور زوال کی مقابلہ مین

بالتصمیم اللسانی فانی ینفعه والقلب الذی هو محل الایمان متحیر یقول لا ادری فیدخل فی زمرة

تصمیم زبانی عمل مین آوی پر کیا فائدہ جس حالین کہ دل جو ایمان کا گہر ہی حیران ہو کر یہہ کہی مین کیا جانو پہر تو منافقین کی زمرہ مین داخل

المنافقین الذین یقولون بافواههم مالیس فی قلوبهم ولذلك قیل النفاق نوعان احدهما نفاق یعرفه

جو منہہ سی ایسی باتین بنایا کرتی ہین جو اونکی دلین نہین ہوتی اسہی لئی کہتی ہین کہ نفاق کی دو قسم ہین ایک تو وہ نفاق جو منافق

صاحبه من نفسه وهو نفاق الذین یظهرون الاسلام بین الناس ویضمرون الکفر فی قلوبهم کنفاق الذین

بہی دلین سمجہتا ہی یہہ نفاق اون شخصون کا ہی جو ظاہر مین اوگون کی سامنی اسلام ظاہر کرتی ہین اور دلین کفر چہپا رکہتی ہین جیسی نفاق اونکا

کانوا فی عهد النبی علیه الصلوة والسلام ومن فی معناهم من الزنادقة والملاحدة والثانی نفاق لا یعرفه

جو نبی صلی الله علیه وسلم کی عہد مین تہی اور اور زندیق اور ملحد اونکی مثل دوسرا وہ نفاق ہی کہ اوسکو

صاحبه من نفسه وهو نفاق الذین یولدون بین المؤمنین فیسمعون منهم کلمات الایمان فیقولون

منافق دلین تمیز نہین کرتا یہہ اونکا نفاق ہی جو مسلمانون مین پیدا ہوتی ہین پہر اونسی ایمان کی باتین سن سنا کر جیسی سنا

مثل ما سمعوا اتباعا وتقلیدا حتی انهم لو ولدوا بین الیهود والنصری لقالوا مثل قولهم ولفعلوا مثل

ویسی ہی تقلیداً بولنی لگی اتنا کہ اگر اتفاقا یہود یا نصاری مین پیدا ہوتی تو اونکی سی کہا کرتی اور ویسا ہی کیا کرتی

فعلهم اتباعا وتقليدا من غير ان يلاحظوا من اي شيء خلقوا ولاي شيء خلقوا ليعرفوا خالقهم وما امرهم به

یہہ لحاظ نہیں ہوتا کہ ہم کہاں سے پیدا ہوئے اور کس لئے پیدا ہوئے تاکہ اپنے خالق کو جانے اور اوسکے امر

وما نهاهم عنه بانزال الكتب وارسال الرسل فيكونون من الذين يقولون اذا ماتوا ووضعوا في القبر

اور نہی کو جو بواسطہ انزال کتب اور ارسال رسل بہیجے ہیں پہچانے پہر وہ اون لوگوں میں ہیں کہ جب مرکر قبر میں جاوینگے

وسالهم منكر ونكير لا ندري سمعنا الناس يقولون قولا فقلناه فانهم اذا اتاهم الملكان في القبر ينطقون

اور منکر نکیر اونسے سوال کرینگے تو جواب دینگے ہم کچہہ نہیں جانتے ہم تو جو لوگوں سے سنتے تہے وہی ہم بہی کہتے تہے کیونکہ انکے پاس گور میں جب دو فرشتے آوینگے

بما عندهم من غير زيادة ولا نقصان لان الانسان في ذلك المحل لا يترك كما في الدنيا ان يتكلم بما ليس في

تو بے کم وکاست وہی بول اوٹہینگے جو دل میں تہا اسلئے کہ انسان گور میں ایسا مختار نہوگا جیسا دنیا میں تہا کہ زبان پر کچہہ اور دل میں کچہہ

قلبه بل ان كان عالما بالحق ينطق به وان كان شاكا فيه غير عالم به يقول لا ادري كما كان يقول بقلبه

بلکہ اگر حق جانتا تہا تو ویسا ہی کہیگا اور اگر اوسکو شک تہا تو کہیگا میں نہیں جانتا جیسے کہ جیتے جی دل میں کہتا تہا

في حال حيوته لا ادري وقد روي انه عليه السلام قال اذا كان يوم القيمة ينادي مناد من كان يعبد

میں نہیں جانتا اور روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن منادی پکاریگا جو شخص جسکو پوجتا تہا

شيئا فليتبعه فمن عبد الشمس اتبعها ومن عبد القمر اتبعه ومن عبد الطواغيت اتبعها فيبقى هذه الامة

اب اوسکے ساتہہ رہے پہر جو آفتاب کی پوجا کرتا تہا اوسکے ساتہہ ہوگا اور جو چاند کو پوجتا تہا چاند کے ساتہہ ہوگا اور جو بتوں کی پوجا کرتا تہا اونکے ساتہہ ہوگا پہر یہہ امت

وفيهم منافقوهم والمراد بالمنافقين في هذا الحديث ليس الذين عبدوا الاصنام في منازلهم سرا واظهروا للناس

معہ اپنے منافقوں کی باقی رہجاویگی منافق سے مراد اس حدیث میں وہ لوگ نہیں ہیں جو اپنے گہروں کے اندر پوشیدہ بت پرستی کرتے تہے اور مسلمانوں کے

الاسلام فانهم يتبعون الطواغيت بمن اتبعها لانهم كانوا يعبدونها فيذهبون في جهنم معها بل المراد بهم

سامنے اسلام ظاہر کرتے تہے یہہ لوگ تو بتوں کے ساتہہ ہونگے کیونکہ یہہ تو بتوں کو پوجتے تہے سو اونکے ساتہہ دوزخ میں جاوینگے بلکہ منافق سے مراد

الذين كان الريب في قلوبهم وهم لا يعرفون ذلك لغلبة التقليد عليهم فان اكثر العوام بل كثير ممن كان

وہ لوگ ہیں جنکے دلمیں تردد تہا اور تقلید کی غلبہ سے اوسکو نہ سمجہیں بیشک اکثر عوام بلکہ اس زمانہ میں اکثر ایسے شخص

في شكل العلماء في هذا الزمان لا يعرف حال نفسه فيظن انه في درجة المعرفة واليقين مع انه لم يتيقن ايمانه

جو علماء کی صورت میں ہیں اپنی حال سے خبردار نہیں ہیں وہ یہہ سمجہتے ہیں کہ ہمکو مرتبہ معرفت اور یقین کا حاصل ہوا ہے اور اصل میں انکا ایمان

ولو بدرجة التقليد بل بعض المقلدين ينطق بكلمتي الايمان من غير ان يعرف معناهما ولا ان يميز بين

اگرچہ تقلید کی درجہ کا ہو بلکہ بعضے مقلد دونوں کلمے ایمان کی زبان سے تو پڑہتے ہیں پر اونکے معنوں سے واقف نہیں ہیں اور خدا اور

الله ورسوله لان اكثر الناس في هذا الزمان ليسوا في درجة الاعتقاد التقليدي الصحيح المطابق بل هم

اوسکے رسول میں تمیز کرتے ہیں کیونکہ اس زمانہ کے اکثر لوگوں کو درجہ تقلیدی اعتقاد کا جو صحیح اور مطابق ہوتا ہے حاصل نہیں ہے بلکہ اونکو

في درجة الاعتقاد التقليدي الفاسد الغير المطابق لما في نفس الامر وما ذلك الا لاندراس العلماء الراسخين

تقلیدی فاسد اعتقاد کا درجہ برخلاف نفس الامر کے حاصل ہے اور یہہ تمام خرابی اسکی ہے کہ علماء جنکا علم راسخ تہا

في العلم وكثرة الضالين المضلين من الدجاجلة الذين ينتمون الى التصوف لقطع طريق الدين على المسلمين

ہو چکے اور خود گمراہ اور گمراہ کرنیوالے دجال صفت متصوف بنکر بہت پہیل گئے شیطانی جال بچہا کر دین کی مسلمانوں پر

بنصب حبائل الشياطين لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال يكون في اخر الزمان دجالون كذابون

رہزنی کرتے ہیں چنانچہ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں دجال کی مانند جہوٹے پیدا ہونگے

یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباءکم فایاکم وایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم فانہ
ایسی حدیثیں روایت کرینگی کہ نہ تمنی سنی اور نہ تمہاری باپ دادانی سو تم دور رہو انسی اور دور کرو انکو اپنی سی ایسا نہو کہ تمکو گمراہ اور فتنہ میں
علیہ السلام بین فی ھذا الحدیث ان جماعۃ من اھل المکر والتلبیس یخرجون فی اخر الزمان
اس حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نی یہہ بیان فرمایا کہ آخر زمانہ میں جماعت مکار اور فریب باز
بزیّ العلماء والمشائخ ویقولون للناس نحن علماء ومشایخ نعلمکم دینکم ونرشدکم الی
علماء اور مشایخ کی وضع پہ پیدا ہونگی کہینگی کہ ہم عالم اور شیخ وقت ہیں ہم تمکو دین سکہاتی ہیں اور راہ حق بتاتی ہیں
الحق وھم کذابون یحدثونکم بالاحادیث الکاذبۃ یعلمونکم اعتقادات فاسدۃ ویبتدعون
اور اصل میں جہوٹی ہونگی اور وضعی حدیثیں روایت کرینگی اور فاسد عقیدہ تمکو سکہاوینگی اور نئی باطل
لکم احکاما باطلۃ فاحذروا عنہم ولا تقربوا منہم کیلا یضلونکم ولا یوقعونکم فی الفتنۃ فعلی
احکام تمہاری لئی گڑہ دینگی سو انسی بچو اونکی پاس نہ جاؤ مبادا تمکو گمراہ کردیں اور فتنہ میں نہ پہنسادیں اس
ھذا کل من لم یجاھد نفسہ فی ھذا الزمان لتعلم علم الایمان یموت علی انواع البدع والکفریات
مضمون کی موافق جو شخص اس زمانہ میں علم دین کیواسطی جان سی کوشش نہ کریگا تو وہ بیخبر طریق بدعت اور کفریات پہ مریگا
وھو لا یشعر بھا ویکون من الذین یقولون یوم القیمۃ ما حکی اللہ تعالی عنہم بقولہ یوم یقول
اور اوس زمرہ میں داخل ہوگا جنکی قول کی قیامت کی دن اللہ جل شانہ حکایت کرتا ہی جسدن کہینگی
المنفقون والمنفقت للذین امنوا انظرونا نقتبس من نورکم فانہم یقولون ذلک لکونہم
منافق مرد اور عورتیں ایمان والوں کو ٹہرو ہم بہی بلیں تمہاری روشنی سی سو یہہ لوگ یہہ بات کہینگی کیونکہ یہہ
مشاۃ ویکون المؤمنین علی رکاب تسرع بہم الی الجنۃ ونورہم بین ایدیہم وبایمانہم کما قال اللہ تعالی
پیادہ پا ہونگی اور مؤمنین گہوڑوں پر سوار کہ دوڑی جنت میں لئی جاتی ہونگی اور اونکی سامنی اور داہنی روشنی ہوگی چنانچہ اللہ
یوم تری المؤمنین والمؤمنت یسعی نورہم بین ایدیہم وبایمانہم واختلف فی ذلک النور فقیل
جسدن تو دیکہی ایمان والی مرد اور عورتوں کو دوڑی چلتی ہی اونکی روشنی اونکی آگی اور اونکی داہنی اور اختلاف ہی اوس نور میں کوئی کہتا ہی
المراد بہ الضیاء الذی یستضیئون بہ علی الصراط علی ما روی عن ابن مسعود رض انہ قال یؤتون
نور سی مراد روشنی ہی جسّی صراط پہ روشنی ہوجاویگی ابن مسعود سی یہہ روایت ہی یہہ کہتی ہیں کہ اونکو
نورھم علی قدر اعمالھم فمنہم من یؤتی نورھم کالنخلۃ ومنہم من یؤتی نورہ کالرجل القائم وادناہم
اعمال کی موافق روشنی ملی گی بعضوں کو بمقدار کہجور کی درخت کی اور بعضوں کو بمقدار قد آدم اور کم سی کم
نورا من یکون نورہ علی ابھام رجلہ ینطفی تارۃ ویلمع اخری وقیل المراد بہ معرفۃ اللہ تعالی
نور میں وہ ہوگا کہ اوسکی پاؤں کی انگوٹہی پہ روشنی ہوگی کبہی چمکتی کبہی بجہی ہوتی اور کوئی کہتا ہی نور سی مراد اللہ تعالی کی معرفت ہی
فمقادیر الانوار یوم القیمۃ علی حسب مقادیر المعارف الالھیۃ المکتسبۃ فی الدنیا فلا نور
پہر قیامت کی دن کی روشنی باندازہ معارف الٰہی کی ہوگی جسقدر دنیا میں حاصل کی ہوگی سو
فی عرصۃ القیمۃ الا نور الایمان والطاعات التی اکتسب فی الدنیا باستعمال الالات البدنیۃ والقوی
قیامت کی میدان میں سوا نور ایمان اور عبادت کی جو دنیا میں بوسیلہ اعضاء بدنی اور قوای
الجسمانیۃ من الحواس الظاھرۃ والباطنۃ لتحصیل المعارف الربانیۃ فکل احد یعطی من النور یوم
جسمانی یعنی حواس ظاہر و باطن کی معارف ربانی حاصل کی ہوں گی کوئی اور نور نہیں ہوگا پہر ہر ایک کو قیامت کی دن اتنا نور دیا جاویگا

القيمة مقدار ما اكتسبه في الدنيا من المعارف اليقينية ومن لم يكتسب في الدنيا شيئا من المعارف

جتنی اوسنی دنیا مین یقینی معارف حاصل کی ہونگی اور جسنی دینی معارف مین سی کچھ حاصل نکیا ہوگا

الدينية يبقى يوم القيمة في ظلمة بلا نور على ما روى عن ابي امامة انه قال يغشى الناس يوم القيمة

تو وہ قیامت کی دن اندھیری مین بی نور رہ جاویگا چنانچہ ابو امامہ سی روایت ہی وہ کہتی ہین قیامت کی روز لوگون کو

ظلمة شديدة ثم يقسم النور بينهم فيعطى كل مؤمن نوره بقدر علمه بالله تعالى وعلمه له ويترك

تاریک اندھیرا ڈھانپ لیگا پھر ان مین نور تقسیم ہوگا سو ہر مؤمن کو بقدر معارف الٰہیہ کی نور ملیگا اوسکو جو اللہ کی علم مین ہوگا اور

الكافر والمنافق في ظلمة لا يعطيان شيئا من النور بل يحال بينهما وبين المؤمنين بان يضرب بينهم

کافر اور منافق تاریک اندھیری مین رہ جاوینگی کچھ نور نہ ملیگا بلکہ اونکی اور مؤمنین کی بیچ مین

سور دون جسر جهنم وفي الاية السابقة اشارة الى ان المراد بالمنفقين المذكورين فيها هم الشاكون

ایک دیوار جسر جہنم سی ورے فاصل ہوجاویگی اور پہلی آیت مین یہہ اشارہ ہی کہ منافقین سی مراد وہ لوگ ہین جو شک اور تردد مین گرفتار

المرتابون الذين يصلون في المساجد ويدخلون مع اهل الايمان في مداخل الاسلام ولذلك قال الله تعالى

اور مسجدون مین نماز ادا کرتی تہی اور ایمان والون کی ساتھ اسلامی مکانات مین آ جاتی تہی اسیلئی اللہ تعالی فرماتا ہی

ينادونهم الم نكن معكم قالوا بلى ولكنكم فتنتم انفسكم وتربصتم وارتبتم وغرتكم الاماني حتى جاء

پہر اونکو پکارینگی کیا ہم نہ تہی تمہاری ساتہہ وہ کہینگی البتہ پر تمنی بہکا دیا آپکو اور راہ دیکہتی رہی اور دہوکی مین پڑی اور بہکی امیدون پر آخر آگیا

امر الله وغركم بالله الغرور فدلت الاية على انهم لم يعبدوا اصنما بل كانوا مع المؤمنين لكن لم يكونوا

حکم اللہ کا اور تمکو بہکا دیا اللہ کی نام سی دغاباز نی سو یہہ آیت دلالت کرتی ہی کہ وہ لوگ بت پرست نہین تہی بلکہ مؤمنین کی ہمراہ رہتی تہی پر انہون نی

عارفين بما وجب عليهم معرفته حتى جاءهم امر الله الذي هو الموت فقال لهم يوم القيمة فاليوم

جو اونپر واجب تہا وہ معرفت الٰہی حاصل نکی آخر حکم الٰہی یعنی موت آگئی اونکو قیامت کی دن یہہ حکم ہوگا سو آج

لا يؤخذ منكم فدية ولا من الذين كفروا ماويكم النار هي موليكم وبئس المصير فاذا كان كذلك ينبغي

تمسی نہین قبول فدیہ اور نہ کافرونسی تمہارا ٹہکانا دوزخ ہی وہی تمہارا رفیق ہی اور بری بازگشت پس جب مراد یہہ ہوئی تو

للمؤمن المقلد ان لا يغتر ويستدل بقوة تصميمه وكثرة عبادته انه على الحق لتوجه النقض عليه

مقلد مؤمن کو لائق ہی کہ ہرگز مستی نکری اور نہ اپنی تصمیم کی قوت اور کثرت عبادت سی یہہ استدلال کری کہ مین حق پر ہون کیونکہ اسپر یہہ اعتراض ہوگا

بتصميم اليهود والنصارى على اباطيلهم تقليدا لابائهم الضالين المضلين فان تصميم المقلد على كون

کہ یہود اور نصاری بہی جہوٹہی باتون پر اپنی باپ دادا ضالین مضلین کی تقلید سی جم رہی ہین اس لئی کہ مقلد کی تصمیم کسی

شيء حقا وعدم رجوعه عنه ولو نشر بالمناشير لا يدل على كونه في دينه على بصيرة لان جزمه

شی کی حقیقت پر اور اوسسی نہ ٹلنا اگرچہ اوسی آری سی چیرا جاوی یہہ دلالت نہین کرتی کہ وہ اپنی دین مین بصیرت پر ہی کیونکہ اوسکا جزم

وتصميمه على كون شيء حقا ليس من حيث معرفته بكونه حقا بل من حيث نشاته بين قوم يدينون

اور تصمیم کسی شی کی حقیت کا باعتبار معرفت یقینی حقیت کی نہین ہی بلکہ اس سبب سی ہی کہ وہ ایسی قوم مین پیدا ہوا ہی کہ وہ اوس شی کو

به وللنشاة والمخالطة اثر عظيم في تصميم كون شيء حقا سواء كان حقا او لم يكن الا ترى ان مثل هذا

اور پیدائش اور ملاپ کو اشیا کی حقیت مین بڑا اثر ہوتا ہی برابر ہی کہ وہ حق ہو یا ناحق دیکہو ایسی ایسی

التصميم يوجد عامة من ذوي الجهل المركب كاليهود والنصارى ولهذا قال بعض العلماء من جزم في

تصمیم تمام جہل مرکبون مین ہوتی ہی جیسی یہود اور نصاری اسیلئی بعضی علماء کہتی ہین جو شخص

قلبه

به يكون شيء حقا ولم يدر لذلك الجزم سببا خاصا يرجع اليه فليس له في دينه بصيرة
یقین کسی شی کو حق یقین کرلے اور اوس یقین کی ایسی خاص دلیل معلوم نہو جسکی طرف رجوع کرے تو اوسکو دین کی اندر بصیرت نہیں ہی

لا ملازمة بين الجزم الاعتقادي وكون ما جزم به حقا اذ لم يكن بينهما ملازمة يجب عليه ان
کیونکہ اس اعتقادی یقین میں اور اوس شی کی حقیقت میں کوئی علاقہ نہیں ہے جب اون دونوں میں علاقہ نہو تو پھر اوسپر واجب ہے کہ

ياتي بما يكون به بينهما ملازمة ليتميز ما كان عليه من الدين اهو حق ام لا حتى يكون في دينه على
اون دونوں میں علاقہ پیدا کرے تاکہ اوسکو یہہ تمیز ہو کہ آیا میرا دین حق ہے یا نہیں تاکہ اوسکو دین کی

بصيرة وانما يحصل ذلك بالنظر الصحيح بالبراهين لا بالضرورة اذ قد جرت عادة الله تعالى
بصیرت پیدا ہو اور یہہ تمیز بجز نظر صحیح اور برہان کی بداہت سی نہیں ہوتی کیونکہ عادت الٰہی یوں جاری ہی

ان يحصل بالبرهان لا بالضرورة اذ لو كان حصوله بالضرورة لادركه جميع العقلاء ويكفي في
کہ دلایل سی ہو بداہت سی نہو اگر یہہ تمیز بداہت سی حاصل ہوا کرتی تو تمام عقلا حاصل کر لیا کرتی اور مکلف کو

خروج المكلف من التقليد الدليل الجملي الذي يحصل له به في الجملة العلم والطمانينة بعقائد
تقلید سی پاک ہونی میں مجمل دلیل بھی کافی ہی جس سی کچھہ علم اور طمانیت عقاید ایمان میں حاصل ہوجاوی

الايمان بحيث لا يقول بقلبه لا ادري سمعت الناس يقولون قولا فقلته ولا يشترط القدرة على
اتنا کہ اپنی دل میں یوں نہ کہی کہ میں نہیں جانتا لوگوں سی جو بات سنتا ہوں وہی میں بھی کہتا ہوں اور یہہ شرط نہیں ہی کہ اوس دلیل کو

ترتيبه على الوجه الذي يرتبه العلماء ولا القدرة على دفع الشبهة الواردة عليه من جهة المبتدع
علماء کی طور پر موافق قواعد منطق کی مرتب کری اور نہ یہہ شرط ہی کہ بدعتیوں کی شبہات دفع کرنیکی استعداد ہو

ولا القدرة على التعبير عنه بل اذا فهمه بحيث يخرج به عن التقليد فهو عارف وان لم يقدر ان
اور نہ یہہ شرط ہی کہ اوسکو صاف بیان کری بلکہ اوسکو اتنا سمجھہ لیا کہ تقلید سی پاک ہوجاوی تو پھر وہ عارف ہی اگرچہ اوس مجمل دلیل کو

يعبر عما في ضميره من ذلك الدليل الجملي ولا ان يرد شبهة يوردها مبتدع عليه لان كثيرا من
دل سی زبان پر نہ لاسکی اور نہ یہہ شرط ہی کہ بدعتی جو شبہات وارد کریں رد کیا کری کیونکہ اکثر

العلماء يعجزون عن التعبير عما في ضمائرهم من العلوم المحققة عندهم فكيف بالعامة والحاصل
علماء اپنی حقیقی علوم کو بیان کرنی سی عاجز ہوا کرتی ہیں پھر عوام کی تو کیا اصل ہی حاصل یہہ ہی

ان من اراد ان يعلم قدر نفسه من عقائد الايمان هل هو في مرتبة المعرفة ام في مرتبة التقليد
کہ جو شخص اپنا حال معلوم کیا چاہی کہ عقاید ایمانی میں آیا مجھکو مرتبہ معرفت کا ہی یا ابھی مرتبہ تقلید میں ہوں اور آیا میں اپنی عقاید میں

وهل هو مصيب في عقائده ام غير مصيب فيها يلزمه ان يسئل عن حقيقة المعرفة وعن حقيقة
صواب پر ہوں یا خطا پر تو اوسکو لازم ہی کہ معرفت کی حقیقت اور تقلید کی حقیقت

التقليد ليميز احدهما عن الاخر ويعلم ايهما حاصل له فالمعرفة هي الجزم الموافق لما عند الله تعالى
دریافت کری تاکہ ایک کو دوسری سی تمیز کری اور جان لی کہ مجھکو دونوں میں سی کیا حاصل ہی سو معرفت تو یقین کرنا موافق حکم الٰہی کی

بشرط ان يحصل ذلك الجزم بدليل واما الجزم الحاصل بغير دليل فلا يسمى معرفة بل يسمى اعتقادا
بشرطیکہ وہ یقین دلیل سی حاصل ہوا ہو اور جو یقین بی دلیل حاصل ہوا ہو تو اوسکو معرفت نہیں کہتی بلکہ وہ اعتقاد کہتا ہی

سواء كان موافقا لما عند الله تعالى او لم يكن والتقليد هو الجزم بقول الغير من غير دليل سواء كان
برابر ہی کہ موافق علم الٰہی کی ہو یا نہو اور تقلید یقین کرنا غیر کی کہنی سی بلا دلیل برابر ہی کہ

حقا او باطلا فالمقلد لا معرفة عنده وانما عنده الجزم بقول الغير خاصة سواء كان حقا او باطلا
کہ حق ہو یا باطل سو مقلد کو معرفت کبھی نہیں ہوتی اوسکو صرف یقین غیر کی کہنی کا ہوتا ہی برابر ہی کہ حق ہو یا باطل

فمن علم هاتين الحقيقتين ثم نظر الى ضميره ايهما حاصل له فيه فانه يعرف ما هو الحاصل له منهما
اب جو شخص ان دونو حقیقت کو سمجھی پھر اپنی دلین سوچی تو جان لیگا کہ اوسکو دونون مین کا کونسا مرتبہ حاصل ہی

فان كان الحاصل له منهما هو التقليد لا المعرفة يجب عليه اولا اقامة البرهان لتحصيل المعرفة
پس اگر اوسکو مرتبہ تقلید کا ہی معرفت کا مرتبہ نہین ہی تو اوسپر واجب ہی کہ پہلی دلیل قایم کری تاکہ معرفت ایمانی

فی عقائد الايمان وثانيا البحث عن العقائد الصحيحة حتى يعلم هل كان مصيبا فی عقائده ام
عقائد کی حاصل ہو پھر صحیح صحیح عقاید کی بحث کری تاکہ معلوم ہو کہ اپنی عقاید مین حق پر تہا یا نہین

لم يكن فان وجد نفسه على الصواب فيها يشكر الله تعالى على هذه النعمة العظيمة التى لا يكافيها
پھر اگر وہ اپنی آپ کو صواب پر پاوی تو اس نعمت عظیمہ پر جسکی برابر کوئی دنیا کی متاع نہین ہی شکر اللہ تعالی کا ادا کری

من متاع الدنيا وان لم يجدها على الصواب فيها يفترض عليه ان يسعى فی تصحيح اعتقاده بالبرهان
اور اگر صواب پر نہ پاوی تو اوسپر فرض ہی کہ واسطی صحت عقاید کی دلایل مین کوشش کری

حتى يحصل له النجاة من عذاب النار والدخول فی دار القرار يسرنا الله تعالى بفضله المجلس السابع
تاکہ اوسکو دوزخ کی عذاب سی نجات ملی اور بہشت مین جانا میسر ہو الہی اپنی فضل سی ہمیر آسان کر ساتوین مجلس

فی بيان مؤمن به وبيان لزوم الايمان به اجمالا على الاصح وتفصيلا

اون چیزون کی بیان مین جن پر ایمان لانا چاہئی اور اون پر ایمان مجملا لازم ہی موافق مذہب اصح کی اور تفصیلا

عند البعض قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لجبرءيل عليه السلام حين جاءه على
بعض کی نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی جبرئیل سی فرمایا جب اونکی پاس

صورة رجل غريب وسئله عن الايمان الايمان ان تؤمن بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم
ایک مرد مسافر کی صورت مین آئی اور پوچھا ایمان کیا ہی ایمان یہہ ہی کہ تو ایمان لاوی اللہ پر اور اوسکی فرشتون اور کتابون اور رسولون پر اور قیامت کی

الاخر وتؤمن بالقدر خيره وشره هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه عمر بن الخطاب وهو
دن پر اور تو یقین کری نیک و بد کی تقدیر کا یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی عمر بن الخطاب کی روایت سی اور حدیث مین

جامع لاصول الدين وما يصح الاعتقاد عليه فان الاصل فی الاعتقاد معرفة المبدأ والمعاد وانما
تمام اصول دین کی اور جس جس پر اعتقاد کرنا چاہئی سب مذکور ہین الغرض اصل تمام اعتقادیات مین مبدا اور معاد کی معرفت ہی اور

ذكرت الملئكة وما عطف عليه ليتوصل الى معرفة المعاد لان معرفة المبدأ تقتضيها العقول
ملائکہ کا جو سب معطوفات کی ذکر کی تو واسطی معرفت معاد کی ہی اسلئی کہ مبداء کی معرفت کو تو سلیم عقلین چاہتی ہین

السليمة لكونها ثابتة فی فطرة بنی ادم من مبدأ خلقتهم بمقتضى قوله تعالى فطرة الله التى
اسلئی کہ بنی آدم کی اصل فطرت میں ابتداء پیدایش سی ثبت ہی موافق قول اللہ تعالی کی تراش اللہ کی جسپر

فطر الناس عليها واما معرفة المعاد فلا استعداد له فلا سبيل اليها الا بتوفيق من الله تعالى
کہ تراشا آدمیون کو اور یہہ معرفت معاد کی اور اوسکا سامان سو اوسکا کوئی راہ نہین ہی بجز توفیق الہی کی

بواسطة الانبياء الذين وصل اليهم علم ذلك بارسال الرسل من الملئكة بانزال الكتب فلذلك
بوسیلہ انبیا علیہم السلام کی جنکو اوسکا علم بواسطہ فرشتون کی اور بوسیلہ کتب منزلہ کی حاصل ہوا ہی اسیلئی یہہ

دخل

دخل جميع ذلك في مفهوم الايمان وذكر كله في هذه الحديث فلا بد لطالب معناه من الاستكشاف
یہہ سب ایمان کی مفہوم مین داخل ہین اوراس حدیث مین سب مذکور ہین سوجواسکی معنی کا طالب ہو اوسکو ضرور ہی کہ حقیقت

عن حقيقة معنى الايمان بهذه الاشياء الستة المذكورة فيه ليكون في دينه على بصيرة
ایمان کی تہہ کو ان چہوں اشیاء مذکورہ کی تفصیل سی دریافت کری تاکہ دین مین بصیرت ہو

الاول مما يجب الايمان به الايمان بالله تعالى والمراد من الايمان به تعالى العلم بوجوده وقدمه وكونه
اول ایمان اللہ پر واجب ہی اوراللہ پر ایمان لانی سی یہہ مراد ہی کہ اللہ کو موجود اور قدیم اور

واحدا ومتصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة وسائر ما يليق به من الصفات لكن العلم
واحد اورصاحب قدرت اورصاحب ارادہ اورعلیم اورحی اورتمام صفات لائقہ سی موصوف جانی لیکن اوسکی

بوجوده لا يمكن ان يحصل بالحس لانه تعالى ليس محسوسا كالشمس والقمر حتى يمكن العلم بوجوده
وجود کا علم حواس سی حاصل ہونا ممکن نہین کیونکہ اللہ تعالی مانند آفتاب اور مہتاب کی نظر نہین آتا تاکہ اوسکا وجود حواس کی دسیلہ سی

بالحس وليس العلم بوجوده ضروريا كالعلم بكون الاثنين اكثر من الواحد حتى يعلم وجوده بالضرورة
معلوم ہوجاوی اورنہ علم اوسکی وجود کا ایسا بدیہی ہی جیسا دو کا عدد ایک سی زیادہ ہی تاکہ اوسکا علم بالبداہتہ خود بخود آجاوی

بل انما يعلم وجوده تعالى بالدليل وذلك الدليل وجود العالم فانه لكونه حادثا يحتاج الى محدث
بلکہ علم اوسکی وجود کا دلیل سی حاصل ہوتا ہی اوروہ دلیل عالم کا وجود ہی کیونکہ عالم حادث ہونی کی سبب پیدا کرنیوالیکا محتاج ہوکر

يدل على ان له محدثا وذلك المحدث لا بد ان يكون قديما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم
دلالت کرتا ہی کہ اوسکا کوئی پیدا کرنیوالا ہی اوروہ پیدا کرنیوالا بالضرور قدیم واحد قدرت والا ارادہ والا علیم

والحيوة لانه لو لم يكن قديما بل كان حادثا لكان محتاجا الى محدث فيلزم الدور او التسلسل وكلاهما
اورحی ہونا چاہئی اسواسطی کہ اگر قدیم نہو بلکہ حادث ہو تو پہر وہ خود محدث کا محتاج ہوویگا آخر یا دور لازم آویگا یا تسلسل اورپہہ دونو

محال ولو لم يكن واحدا بل كان اكثر من واحد لوقع بينهما التمانع المقتضي لعدم وجود العالم
محال ہین اوراگر واحد نہووی بلکہ کئی ہوں تو آپسمین روک ٹوک واقع ہوکی جس سی عالم کا وجود نہو سکی

ولو لم يكن متصفا بالقدرة والارادة والحيوة والعلم لكان عاجزا عن ايجاد شئ من العالم لان
اوراگر قدیر اورصاحب ارادہ اورحی اورعلیم نہووی تو ایسا عاجز ہوگا کہ عالم مین سی کوئی شی بہی پیدا نہ کرسکی اسلئی

الايجاد اثر القدرة وتاثير القدرة في شئ من الاشياء يقتضي ارادة ذلك الشئ وارادة ذلك الشئ
کہ ایجاد قدرت کا اثر ہوتا ہی اورقدرت کی تاثیر کسی شی مین بدون ارادہ اوس شی کی نہین ہوسکتی اورارادہ اوس شی کا

يقتضي العلم به لان القصد الى ايجاد شئ مع عدم العلم به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث
بدون علم کی نہین ہوسکتا اسلئی کہ پیدا کرنا کسی شی کا بی جانی بوجہی محال ہی اوریہہ تینون صفتین بدون

يقتضي الحيوة لكونها شرطا فيها فعلى هذا يكون وجود العالم بل وجود كل ذرة من ذراته دليلا قطعيا
حیات کی نہین ہوسکتین اسلئی کہ حیات انمین شرط ہی اس بیان کی موافق عالم کا وجود بلکہ ہر ہر ذرہ کا وجود یقینی دلیل ہی

على وجوده تعالى وقدمه وكونه واحدا ومتصفا بهذه الصفات الاربع اذ لا يعرف من صفاته تعالى
اوسکی وجود اورقدم اوروحدت پر اوران چاروں صفات سی موصوف ہونی پر اس لئی کہ اوسکی صفات

بالعقل الا ما يتوقف عليه افعاله واما ما لا يتوقف عليه افعاله كالسمع والبصر والكلام فيجوزان
عقل سی وہ ہی معلوم ہوسکتی ہین جن پر اللہ کی افعال موقوف ہین اورجن پر افعال موقوف نہین جیسی سمع اوربصر اورکلام سوجایز ہی

يستدل على ثبوتها له تعالى تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى

کہ انکی ثبوت پر کبھی عقلی دلیل قایم کرین اور کبھی نقلی دلیل عقلی انکی ثبوت کی تو یہہ ہی

بالعقل فهو انها صفات كمال واضدادها صفات النقصان واتصافه تعالى بصفات الكمال

کہ یہہ صفتین کمال کی ہین اور انکی ضدین صفتین نقصان کی ہین اور اسد تعالی کا موصوف ہونا صفات کمال سی

وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالى بتلك الصفات واما وجه

اور بری ہونا صفات نقصان سی واجب ہی اس سی لازم آیا کہ اسد تعالی ان صفات سی موصوف ہو اور

الاستدلال على ثبوتها له تعالى بالنقل فهو ان الشرع قد ورد بثبوتها له تعالى فوجب القطع بثبوتها

نقلی دلیل انکی ثبوت کی یہہ ہی کہ شرع سی ان صفات کا ثبوت ثابت ہی سو انکی ثبوت کا یقین کرنا واجب ہی

له تعالى ودليل النقل في هذه المسئلة اولى من دليل العقل لان تلك الصفات لا يتوقف عليها

اور اس مسئلہ مین نقلی دلیل عقلی دلیل سی بہتر ہی اس لئی کہ ان صفات پر افعال الہی موقوف نہین ہین

افعاله تعالى حتى يستدل بها على ثبوتها له تعالى وذاته تعالى لم يكن معلوما لاحد حتى يعلم

تاکہ اون افعال سی ان صفات کو ثابت کرین اور ذات الہی کسیکو معلوم نہین ہی جس سی یہہ معلوم ہو

انها في حقه تعالى كمال يجب اتصافه بها بحيث لو لم يتصف بها يلزم ان يتصف باضدادها

کہ یہہ صفات بہ نسبت ذات الہی کی کمال کی ہین اسد کا موصوف ہونا ضروری ہی ایسا کہ اگر ان صفات سی موصوف نہوگا تو انکی اضداد پیدا ہونگی

وما ذكر من كونها كمالا انما هو بالنسبة الينا ولا يلزم من كون الشئ بالنسبة الينا كمالا ان يكون

اور ان صفات کو کمال جو کہتی ہو تو یہہ ہماری حق مین ہین اور ہماری حق مین کمال ہونی سی لازم نہین آتا کہ

في حقه تعالى كمالا والثاني مما يجب الايمان به الايمان بالملئكة والمراد من الايمان بها العلم

اسد کی ذات مین کمال ہون دوسری جسپر ایمان لانا چاہئی ملائکہ ہین اور ملائکہ پر ایمان لانی سی یہہ مراد ہی

بوجودها لكن لا سبيل الى اثبات وجودها بدليل العقل بل هو مما انعقد عليه الاجماع ونطق به

کہ ملائکہ کو موجود جانی پر انکا وجود عقلی دلیل سی کسیطرح ثابت نہین ہوتا بلکہ انکی وجود پر اجماع ہو چکا ہی اور

الكتاب والسنة فان ظاهر الكتاب والسنة يدل على وجودهم وكونهم اجساما لطيفة نورانية

کتاب اور سنت سی ثابت ہی بیشک ظاہر معنی کتاب اور سنت کی یہہ ہی دلالت کرتی ہین کہ فرشتی موجود ہین لطیف اور نورانی جسم

كاملة في العلم قادرة على الافعال الشاقة وعلى التشكل باشكال مختلفة ولا يوصفون بالذكورة

علم مین کامل دشوار سی دشوار کار کر سکتی ہین اور مختلف صورتین بدل سکتی ہین اور نہ نر ہین

والانوثة شانهم الطاعات ومسكنهم السموات وهم رسل الله على انبيائه وامناؤه على وحيه

اور نہ مادہ شغل اونکا عبادت اور مکان اونکا آسمان اور وہ ہی اسد کی طرف سی انبیاء کی پاس بہیجی ہوئی آتی ہین اور وحی پر امین ہین

فمن ثبت تعيينه باسمه كجبرئيل وميكائيل واسرافيل وعزرائيل يجب الايمان به تفصيلا ومن

اور جن فرشتون کی تعیین نام سی ثابت ہی جیسی جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل اون پر تفصیلی ایمان واجب ہی اور

لم يعرف اسمه يجب الايمان به اجمالا والثالث مما يجب الايمان به الايمان بالكتب والمراد من الايمان

جنکا نام معلوم نہین اون پر اجمالی ایمان واجب ہی اور تیسری شی جسپر ایمان واجب ہی کتابین ہین اور کتابون پر ایمان لانی سی یہہ مراد ہی

بها العلم بكونها كلام الله تعالى انزل على انبيائه وجملتها مائة واربعة كتب انزل منها على آدم عليه السلام

کہ یقین کری کہ خدا کا کلام ہی اپنی انبیاء پر نازل کیا ہی اور تمام کتابین ایک سو چار ہین انہین سی حضرت آدم پر

عشر صحائف وعلی شیث علیہ السلام خمسون صحیفۃ وعلی ادریس ثلثون صحیفۃ وعلی ابرٰھیم

دس صحیفہ نازل ہوئی اور حضرت شیث پر پچاس اور حضرت ادریس پر تیس اور حضرت ابراہیم پر

علیہ السلام عشر صحائف وعلی موسی علیہ السلام التورٰیۃ وعلی داود علیہ السلام الزبور وعلی

علیہ السلام پر دس اور حضرت موسی علیہ السلام پر توریت اور حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور اور

عیسی علیہ السلام الانجیل وعلی محمد علیہ الصلوۃ والسلام القران فما ثبت تعیینہ باسمہ یجب

حضرت عیسی علیہ السلام پر انجیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اور جس کتاب کی تعیین نام سے ثابت ہے

الایمان بہ تفصیلا وما لم یعرف اسمہ یجب الایمان بہ اجمالا والرابع مما یجب الایمان بہ الایمان

تو اوسپر تفصیلی ایمان واجب ہے اور جسکی تعیین نام سے نہیں ہے اوسپر اجمالی ایمان واجب ہے اور چوتھی جسپر ایمان لانا واجب ہے

بالرسل والمراد من الایمان بہم العلم بکونہم صادقین فیما اخبروا بہ عن اللہ فانہ تعالی بعثہم

رسول ہیں اور مراد رسولوں پر ایمان لانی سے یہہ ہے کہ یقین کرے کہ وہ اپنی اپنی خبروں میں جو خدا کی طرف سے لائی ہیں سچے ہیں بیشک اونکو اللہ تعالی نے

الی عبادہ لیبلغوھم امرہ ونھیہ ووعدہ ووعیدہ وایدہم بالمعجزات الدالۃ علی صدقہم اولھم

اپنی بندوں کی پاس بھیجا تاکہ اوسکا امر اور نہی اور وعدہ اور وعید پہنچادیں اور معجزات سے اونکی مدد کی جو اونکی صداقت پر دلالت کرتی ہیں سب سے پہلی

آدم علیہ السلام واٰخرھم محمد علیہ الصلوۃ والسلام ولم یبین فی القران عددھم کلہم بل المذکور

آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن میں اونکی گنتی نہیں ہے کتنی ہیں بلکہ قرآن میں

فیہ منہم باسمہ العلم علی ما ذکرہ بعض المفسرین ثمانیۃ وعشرون وھم اٰدم وادریس ونوح وھود

نام معین لیکر بعض مفسرین کی قول کی موافق اٹھائیس کا ذکر ہے وہ یہہ ہیں آدم اور ادریس اور نوح اور ہود

وصالح وابرٰھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب ویوسف ولوط وموسی وھرون وشعیب وزکریا

اور صالح اور ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور یوسف اور لوط اور موسی اور ہرون اور شعیب اور زکریا

ویحیی وعیسی وداود وسلیمٰن والیاس والیسع وذا الکفل وایوب ویونس ومحمد وذو القرنین وعزیر

اور یحیی اور عیسی اور داود اور سلیمان اور الیاس اور الیسع اور ذالکفل اور ایوب اور یونس اور محمد اور ذو القرنین اور عزیر

ولقمٰن علی القول بنبوۃ ھذہ الثلثۃ الاخیرۃ صلوٰت اللہ وسلامہ علیہم اجمعین قال بعض

اور لقمان بموجب قول ان تینوں کی نبوت کی جو آخر میں ہیں رحمت اللہ کی اور سلام ان سب پر ہے بعضی

العلماء یجب علی المؤمن ان یعلم صبیانہ ونسائہ وخدمہ اسماء الانبیاء الذین ذکرہم اللہ تعالی فی

علماء کہتے ہیں کہ ہر مؤمن پر واجب ہے کہ اپنی بچوں اور عورتوں اور غلاموں کو ان انبیا کا نام جنکا ذکر اللہ تعالی نے

کتبہ حتی یؤمنوا بہم ویصدقوا بجمیعہم ولا یظنوا ان الواجب علیہم الایمان بمحمد علیہ الصلوۃ والسلام

اپنی کتاب میں کیا ہے سکھادی تاکہ وہ ان سب پر ایمان لاویں اور سب کی تصدیق کریں اور یہہ خیال نہ کریں کہ ایمان صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واجب ہے

فقط لا غیر فان الایمان بجمیع الانبیاء سواء ذکر اسمہ فی القران او لم یذکر واجب علی المکلف فمن

اور کا نہیں کیونکہ ایمان تمام انبیا پر لانا قرآن میں اونکا نام مذکور ہو یا نہو مکلف پر واجب ہے پھر جسکی

ثبت تعیینہ باسمہ یجب الایمان بہ تفصیلا ومن لم یعرف اسمہ یجب الایمان بہ اجمالا والخامس

تعیین نام سے ہوگئی ہے اوسپر تفصیلی ایمان لانا چاہیے اور جسکا نام معلوم نہیں اوسپر اجمالی ایمان لانا چاہیے اور پانچوین شی

مما یجب الایمان بہ الایمان بالیوم الاخر والمراد من الایمان بہ العلم بما یکون فیہ من احوال

جسپر ایمان لانا واجب ہے قیامت کا دن ہے اور قیامت کی دن پر ایمان لانی سے مراد ہے یقین کرنا اون حالات

الاخرة التی اول منزل من منازلها القبر واحیاء المیت فیه وسوال منکر ونکیر وهما ملکان
اخروی کا جو اوس روز گذریگی جسکی منزلون مین سی پہلی منزل قبر ہی اور اوسمین زندہ کرنا مردہ کا اور سوال منکر نکیر کا اور یہ دو فرشتی ہین

مهیبان یُقعدان العبد فی قبره ویسألانه عن ربه وعن دینه وعن نبیه ویقولان له من
ہیبت ناک صورت قبر مین مردہ کو بٹھا کر اوس سی پوچھتی ہین پروردگار کو اور دین کو اور نبی کو اور اوس سی کہینگی کون ہی

ربك وما دینك ومن نبیك وسوالهما اول فتنة بعد الموت فمن وُفّق الی الجواب یکون قبره
تیرا رب اور کیا ہی تیرا دین اور کون ہی تیرا نبی اور اونکا یہ سوال مرنے کی بعد پہلا فتنہ ہی سو جسکو جواب کی توفیق ہوئی تو اوسکی گور

روضة من ریاض الجنة ومن لم یوفق الی الجواب یکون قبره حفرة من حفر
ایک چمن ہی بہشت مین کا اور جسکو جواب کی توفیق نہوئی تو اوسکی گور ایک گڑہا ہوگا دوزخ مین کا

النار ثم اذا بعث الناس من قبورهم الی الموقف قاموا فیه
پہر جب بنی آدم کو قبروں مین سی اوٹھا کر موقف مین لیجاوینگی اور وہ اوسمین کہڑی رہینگی

ماشاء الله حفاة عراة واذا جاء وقت الحساب یؤمر بالکتب التی کتبها الکرام الکاتبون لان
جسقدر مرضی اللہ کی ہوگی ننگی پانو ننگی بدن اور جب وقت حساب کا ہوگا تو حکم ہوگا اعمال ناموں کا جو کراماً کاتبین نی لکہہ رکہی ہین اسلئی

الناس اذا بعثوا من قبورهم لا یکونون ذاکرین لاعمالهم فیؤتون کتبهم لیقفوا علی اعمالهم فمنهم من
کہ بنی آدم جب اپنی اپنی قبروں مین سی اوٹھائی جاوینگی تو اونکو اپنی اعمال کچہہ یاد نہونگی اسواسطی اونکو نامۂ اعمال دئی جاوینگی تاکہ اپنی اعمال سی خبردار ہوجاوین

یؤتی کتابه بیمینه وهو من السعداء لان اخذ الکتاب بالیمین علامة دخول الجنة وعدم الخلود
سو بعضی کو نامۂ اعمال داہنی ہاتہہ مین ملیگی وہ تو سعید ہونگی کیونکہ نامۂ اعمال کا داہنی ہاتہہ مین لینا بہشت مین جانی کی اور دوزخ مین ہمیشہ کو

فی النار ومنهم من یؤتی کتابه بشماله او من وراء ظهره وهو من الاشقیاء فاذا وقف الناس
نرہنی کی نشانی ہی اور بعضوں کو نامۂ اعمال بائین ہاتہہ مین ملیگی یا پیٹہہ کی طرف سی اور وہ شقی ہونگی جب بنی آدم اپنی احوال سی خبردار

علی اعمالهم یحاسبون بها فاذا انقضی الحساب ینصب المیزان لوزن الاعمال اذ بالحساب
ہوجاوینگی تو پہر اوسی حساب ہوگا پہر جب حساب ہوچکیگا تو اعمال تولنی کیواسطی ترازو قایم کی جاویگی اسلئی کہ حساب سی

یعلم العبد ما هو المقبول من الاعمال الصالحة وما هو المردود منها وما هو المغفور من الاعمال
معلوم ہوگا بنی آدم کو کہ نیک عملوں مین سی کونسا مقبول ہی اور کونسا مردود ہی اور کونسا اعمال بد مین سی معاف ہوا

السیئة وما هو المواخذ بها وبالوزن یطلع علی ما یتوجه الیه من الثواب والعقاب ویعلم مقدار
اور کونسی پر سزا ہوگی اور تولنی سی معلوم ہوگا کس عمل پر ثواب ملیگا اور کس پر عذاب ہوگا اور معلوم ہوگا اندازہ

ثواب المقبول من الاعمال الصالحة ومقدار عقاب المواخذ من الاعمال السیئة ولذلك یکون
ثواب کا اعمال نیک مین سی مقبول کا اور اندازہ عذاب کا اعمال بد مین سی قابل دارگیر کا اسی لئی

بعد الحساب نصب المیزان وقد ورد فی الخبر ان احدی کفتیه من نور والاخری من ظلمة فالکفة
میزان بعد حساب کی قایم ہوگی اور حدیث مین مذکور ہی کہ ترازو کا ایک پلڑا نور کا ہوگا اور دوسرا اندہیر کا یعنی سیاہ پس وہ

النیرة للحسنات والکفة المظلمة للسیئات والناس فی الاخرة علی ما قال علماءنا ثلثة اصناف
روشن پلڑا واسطی نیکیوں کی ہی اور سیاہ پلڑا واسطی برائیوں کی اور بنی آدم آخرت مین موافق قول ہماری علماء کی تین قسم ہونگی

کفار ومتقون ومخلطون اما الکفار فیوضع کفرهم فی الکفة المظلمة فلا یوجد لهم حسنة حتی
نری کفار بد اور نری متقی پرہیزگار۔ اور ملی جلی پہر کفار کا کفر سیاہ پلڑی مین رکہا جاویگا اور کوئی عمل نیک اونکا نہوگا

توضع

توضع فی الکفۃ الاخری فتبقی فارغۃ فترتفع لفراغہا وخلوہا عن الخیر فیامر اللہ تعالی بہم الی

پلڑی میں رکہا جاوی تا چاردہ خالی رہ جاویگا پہر اوپر کہڑا ہوگا ہلکا اور عمل نیک سی خالی ہوکر تب حکم ہوگا اللہ تعالی کا

النار واما المتقون فہم الذین لا کبائر لہم فتوضع حسناتہم فی الکفۃ النیرۃ وصغائرہم ان کانت

اونکی حق میں دوزخ کا اور پرہیزگار شخص جس سی گناہ کبیرہ نہیں ہوئی اونکی حسنات روشن پلڑہ میں رکہی جائینگی اور اونکی گناہ صغیرہ اگر

لہم الصغائر فی الکفۃ الاخری فلا یجعل اللہ تعالی لتلک الصغائر وزنا وتثقل الکفۃ النیرۃ حتی

بالفرض ہونگی تو دوسری پلڑہ میں سو اللہ تعالی اون صغائر کو ہلکایی وزن کردیگا اور وہ روشن پلڑہ ایسا بہاری ہوجاویگا

لا تبرح من مکانہ وترفع الکفۃ المظلمۃ ارتفاع الفارغ الخالی واما المخلطون وہم الذین ارتکبوا

کہ اپنی جگہ سی نہیں اوٹہیگا اور سیاہ پلڑہ ایسا بلند ہوجاویگا جیسی ہلکا خالی ہو اور مؤمن گنہگار شخص جوکہ کبیرہ گناہ کرتی ہی

الکبائر ولم یتوبوا عنہا فتوضع حسناتہم فی الکفۃ النیرۃ وسیاتہم فی الکفۃ المظلمۃ فیکون

اور توبہ نکی سو اونکی حسنات تو روشن پلڑہ میں رکہی جاویگی اور اونکی اعمال بد سیاہ پلڑی میں اور

لکبائرہم ثقل فمن کانت حسناتہ اثقل ولو بصوابۃ یدخل الجنۃ ومن کانت سیاتہ اثقل ولو

اونکی کبائر میں بوجہ ہوویگا سو جسکی حسنات بوجہل ہونگی اگرچہ لیکہ کی برابر وہ بہشت میں جاویگی اور جسکی بدیان بوجہل ہونگی

بصوابۃ یدخل النار الا ان یعفو اللہ تعالی لان مذہب اہل الحق ان العبد اذا اتی بطاعات

اگرچہ لیکہ کی برابر وہ دوزخ میں جاویگا یا اللہ معاف فرماوی کیونکہ مذہب اہل حق کا یہہ ہی کہ بندہ اگر عبادات

کامثال الجبال ثم کانت لہ مخالفۃ واحدۃ فہو فی مشیۃ اللہ تعالی ان شاء یعاقبہ علیہا ثم

پہاڑ کی برابر اداکری پہر اوسکی اعمال میں کوئی گناہ بہی ہو تو وہ مشیت الہی میں ہی اگر چاہی اوس گناہ پر عذاب دیکر پہر

یعطیہ ثواب طاعاتہ وان شاء یغفرہا لہ ولا یعاقبہ علیہا ہذا اذا کانت الکبائر فیما بینہ وبین

اوسکو ثواب عبادات کا عطا کری اور اگر چاہی معاف کردی اور کچہہ عذاب نکری یہہ کیفیت جب ہی کہ وہ کبایر حقوق الہی ہوں

اللہ تعالی واما اذا کانت علیہ تبعات وکانت لہ حسنات کثیرۃ فبقدر جزاء التبعات ینقص

اور اگر اوسکی ذمہ پر حقوق العباد ہوں اور اوسکی حسنات کثرت سی ہوں تو بقدر موافق مقدار بدلہ حقوق عباد کی

من ثواب حسناتہ فاذا لم یبق لہ حسنۃ لکثرۃ ما علیہ من التبعات یحمل علیہ من اوزار من ظلمہ

ثواب حسنات کا کہٹایا جاویگا پہر جب اوسکی پاس کوئی حسنہ نبچیگا بسبب کثرت حقوق عباد کی تو اوسپر مظلوموں کا بوجہ ڈالا جاویگا

ثم یعذب علی الجمیع اذ قیل لو کان لرجل ثواب سبعین نبیا ولہ خصم واحد بنصف دانق لا یدخل

پہر سب کی بدلہ عذاب کہینچیگا اسلئی کہ کہتی ہیں اگر ایک شخص کی پاس سترنبیوں کاسا ثواب ہو اور اوسکا ایک مدعی ہو آدہی دانق کا تو وہ بہشت میں

الجنۃ حتی یرضی خصمہ وقیل یوخذ بدانق قسط سبعمائۃ صلوۃ مقبولۃ فتعطی للخصم ذکر القشیری

نہیں جاسکتا بدون راضی کئی مدعی کی اور کہتی ہیں لیا جاویگا بعوض ایک دانق کی ثواب ستر مقبول نمازوں کا پہر اوس مدعی کو دیوینگی قشیری نی

فی التحبیر اذا تقرر ہذا فالصنفان الاولان ہما المذکوران فی القران لانہ تعالی لم یذکر فی ایات الوزن

تحبیر میں ذکر کیا جب یہہ بات ثابت ہوچکی تو دونو پہلی قسمیں وہ ہی قرآن میں مذکور ہیں اسلئی کہ اللہ تعالی نی نہیں ذکر کیا وزن کی آیتوں میں

الا من ثقلت موازینہ ومن خفت موازینہ وقطع لمن ثقلت موازینہ بکونہ من المفلحین

سوا اوسکی جو بوجہل ہوں وزن اوسکی اور جو ہلکی ہوں وزن اوسکی اور ٹہرادیا جسکی وزن بوجہل ہوں کہ سعادت مند وہی ہی

وفی العیشۃ الراضیۃ ولمن خفت موازینہ بخلودہ فی النار بعد ان وصفہ بالکفر وبقی الذین

اور آرام پسندیدہ میں ہی اور جسکی وزن ہلکی ہوں کہ ہمیشہ کو دوزخی ہی بعد اسکی کہ بیان کیا اوسکا کفر اور باقی رہی وہ لوگ

یوخذ بدانق قسط سبعمائۃ صلوۃ مقبولۃ

خلطوا عملا صالحا وآخر سيئا فبينهم النبي عليه السلام حيثما ذكرانفا ثم ينصب الصراط على جهنم
جنہوں نی اعمال نیک اور بد کو ملایا سو اونکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی بیان کیا ابہی ذکر آچکا پہر صراط کو دوزخ کی اوپر تان دینگی
قال بعض العلماء يكون طرفه الاول فی ارض القيمة وطرفه الاخر فی ارض الجنة وارض القيمة تكون
بعضی علماء یہہ کہتی ہیں کہ اوسکا پہلا سرا قیامت کی میدان میں ہوگا اور دوسرا سرا بہشت کی زمین میں ہوگا اور قیامت کا میدان
على النار ويكون اجتماع الخلائق باسرهم عليها وتفور النار حتى تعلو من جوانبها وتحيط باهل المحشر
دوزخ کی اوپر ہوگا اور انبوہ تمام خلقت کا اوسی جگہہ ہوگا اور جوش میں آویگی آگ اتنا کہ اوپر جاویگی ہرطرف سی اور گہیر لیگی اہل محشر کو
حتى لا يبقى للجنة طريق الا الصراط فلا يكون الذهاب الى الجنة الا على الصراط وقد ورد فی الحديث
اتنا کہ جنت میں جانیکا کوئی راستہ نہ بچیگا سوای صراط کی سو کوئی صورت جنت میں جانیکی نہوگی سوای صراط پر کو اور حدیث میں آیا ہی
انه ادق من الشعر واحدّ من السيف ويجوزه الناس بقدر اعمالهم يجوز بعضهم كالبرق الخاطف وبعضهم
کہ صراط بال سی زیادہ باریک ہی اور تلوار سی زیادہ تیز اوسپر کو لوگ گذرینگی اپنی اپنی اعمال کی موافق بعضی ایسی گذر جاوینگی جیسی چمک بجلی کی اور بعضی
كالريح العاصف وبعضهم كالفرس الجواد وبعضهم يعدو عدوا وبعضهم يمشی مشيا حتى يكون اخر
مانند آندہی تند کی اور بعضی مانند تیز رو گہوڑی کی اور بعضی خوب دوڑتی ہوئی جاوینگی اور بعضی چلتی ہوئی جاتی ہوں گی ایسا کہ سب سی پچہلا
من يجوزه يحبو حبوا فيقول يا رب ابطأت بی فيقول الرب تعالى لم ابطئ بك انما ابطأ بك عملك وبعضهم
جاویگا گہسٹتا ہوا یہہ عرض کریگا یارب تونی مجکو دیر لگادی پہر اللہ تعالی فرماویگا میں نی تجہکو دیر نہیں لگائی تجہکو تیری اعمال نی دیر لگائی اور بعضی
يجر رجلاه ويتعلق يداه وبعضهم يسقط على وجهه الى جهة النار ويتلقونه الزبانية بالسلاسل
اپنی پانو کہینچتی ہوں گی دونوں ہاتہوں سی پکڑی ہوی اور بعضی منہہ کی بل دوزخ کی اندر گرپڑیں گی اور دوزخ کی موکل اوسکو زنجیر
والاغلال ويقولون له اما نهيت عن كسب الاوزار اما حذرت من عذاب النار فتفكر يا مسكين اذا
اور طوق میں جکڑینگی اور اوسی کہینگی کیا تجکو کسینی منع نہیں کیا تہا اعمال بد سی کیا تجہکو ڈرایا نہیں تہا دوزخ کی عذاب سی اب تصور کرلی او مسکین جب
نظرت الى جهنم وانت على الصراط مع ضعف حالك وثقل اوزارك على ظهرك والخلائق بين يديك
تو نظر کریگا دوزخ کی طرف اور تو صراط کی اوپر ہوگا حالت تیری ناتوان اور بوجہہ گناہوں کا تیری کمر پہ اور تمام خلق تیری سامنی
كيف ينزلون وينكبون فتعلو بجلهم وتسفل رؤسهم الى جهة النار ومما يكون فی اليوم الاخر من احوال الاخرة
کیونکر اوتریں گی اور گرینگی پہر پانو اوپر کو ہوجاوینگی اور سر نیچی کو دوزخ کی طرف اور منجملہ حالات اخرت کی جو قیامت کی دن پیش آویگا
الشرب من الحوض فان لكل نبی حوضا يشرب منه مع امته وحوض نبينا عليه الصلوة والسلام اكبر
حوض میں سی پانی پینا ہی ہر ہر نبی کا ایک ایک حوض ہوگا اوسمیں سی پانی پیویگا اپنی امت کی ساتہہ اور ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض سب سی بڑا
من غيره متسع الجوانب والزوايا مقدار مسيرة شهر كما روی عن عبد الله عمرو بن العاص انه عليه
ہوگا کہلی ہوی کناری اور کونی بمقدار سفر ایک مہینی کی چنانچہ روایت ہی عبد اللہ بن عمرو بن عاص سی کہ فرمایا
الصلوة والسلام قال حوضی مسيرة شهر وزواياه سواء وماءه ابيض من اللبن واحلى من العسل و
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی میرا حوض برابر سفر ایک مہینہ کی ہی کونی اوسکی برابر یعنی قائم ہیں اور اوسکا پانی دودہ سی زیادہ سفید اور شہد سی زیادہ شیرین
ريحه اطيب من المسك وكيزانه كنجوم السماء من يشرب منه فلا يظمأ ابدا فقد دل هذا الحديث
اور اوسکی خوشبو مشک سی زیادہ پاکیزہ اور اوسکی آبخورہ برابر گنتی آسمان کی ستاروں کی جسنی اوسمیں سی پیا کبہی پیاسا نہوگا یہہ حدیث دلالت کرتی ہی
على ان من شرب منه لا يعذب بالعطش ابدا لكن يزاد عنه من بدّل وغيّر لما روی عن سهل بن
کہ جسنی اوسمیں سی پانی پیا اوسکو عذاب پیاس کا کبہی نہو دیگا لیکن ہٹادئی جاوینگی حوض پر سی وہ لوگ جنہوں نی دین کو بدلا اور بدعت پیدا کی اسی کہ روایت ہی سہل

سعد

سعد انه علیه الصلوة والسلام قال انا فرطکم علی الحوض من مر علیّ یشرب ومن شرب لا یظمأ ابدا
سعد سی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی میں تمہارا میر منزل ہوں حوض پر جو شخص میری تک آویگا سو پیویگا اور جو شخص پیویگا کبھی پیاسا نہوگا

لیردن علیّ اقوام اعرفهم ویعرفوننی ثم یحال بینی وبینهم فاقول انهم منی فیقال لا تدری ما احدثوا
البتہ آوینگی مجھ تک وہ قوم کہ میں اونکو پہچانونگا وہ مجھی پہچانینگی پہر میری اور اونکی بیچ میں آڑ ہو جائیگا میں کہونگا یہہ تو میری ہی ہیں جواب آویگا آپ کو خبر نہیں انہوں نے

بعدك فاقول سحقا سحقا لمن غیّر بعدی فانه علیه السلام انما یعرف امته فی ذلك الیوم لورودهم
بعد آپ کی پہر میں کہونگا دور دور جسنے دین کو بدلا میری بعد پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی پہچانینگی اپنی امت کو اوس روز کہ وہ آوینگی آپکی پاس

علیه غرا محجلین من اثر الوضوء کما روی عن حذیفة انه علیه السلام قال حوضی لهو اشد بیاضا
اتہہ منہہ چمکتی ہوئی وضوء کی اثر سی چنانچہ روایت ہی حذیفہ سی کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی میرا حوض البتہ بہت سفید ہی۔

من الثلج واحلی من العسل وانیته اکثر من عدد النجوم وانی لاصد الناس عنه کما یصد الرجل ابل
برف سی اور بہت شیرین ہی شہد سی اور اوسکی برتن یعنی کوزہ بہت زیادہ ہیں ستاروں کی گنتی سی اور میں البتہ روکونگا غیر لوگوں کو جیسی روکتا ہی کوئی شخص

الناس عن حوضه قالوا یا رسول الله اتعرفنا یومئذ قال نعم لکم سیماء لیست لاحد من الامم
غیر کی اونٹ کو اپنی حوض پر سی پوچھا یا رسول اللہ کیا تم پہچانوگی ہمکو اوس روز فرمایا ہاں تمہاری چہرہ ایسی ہونگی جو کسیکی تمام امتوں میں سی نہونگی

تردون علیّ غرا محجلین من اثر الوضوء فهذه الاحادیث قد دلت علی کون الحوض یوم القیمة حقا لکن
تم میری پاس آوگی اتہہ منہہ چمکتی ہوئی وضو کی اثر سی ان حدیثوں سی معلوم یہہ ہوا کہ قیامت کی دن حوض حق ہی لیکن

اختلف فیه هل هو قبل الصراط او بعده وهل هو قبل المیزان او بعده فقال بعضهم انه یکون بعد الصراط
اختلاف اسمیں ہی کہ آیا وہ صراط سی پہلی ہی یا صراط کی بعد اور آیا وہ میزان سی پہلی ہی یا پیچھی سو بعضی کہتی ہیں کہ حوض صراط کی بعد ہوگی

اذ لو کان فی الموقف لما دخل النار من شرب منه لانه علیه السلام قال من شرب منه لا یظمأ ابدا وقد
کیونکہ اگر وہ موقف میں ہوتی تو دوزخ میں کبہی نہ جاتا جو اوس سی پی لیتا اسواسطی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ہی جو اوسمیں سی پیویگا کبھی پیاسا نہوگا اور

ثبت ان بعضا من عصاة المؤمنین یدخلون النار ثم یخرجون منها بسبب الایمان فمتی یکون
بیشک یہہ ثابت ہی کہ بعضی گنہگار مؤمن دوزخ میں ڈالی جاوینگی پہر اوسمیں سی نکلینگی بسبب ایمان کی پہر اونکو پینا کب میسر ہوگا

شربهم منه وهذا القول لیس بصحیح بل الصحیح انه یکون فی الموقف قبل الصراط وقبل المیزان لان
اور یہہ قول صحیح نہیں ہی بلکہ صحیح یہہ ہی کہ حوض موقف میں ہوگا صراط سی پہلی اور میزان سی پہلی اسلئی

الناس یخرجون من قبورهم عطاشا فذلك یقتضی ان یکون الحوض قبلهما وقد روی البخاری عن
کہ بنی آدم قبروں میں سی پیاسی نکلینگی اسی معلوم ہوتا ہی کہ حوض ان دونو سی پہلی ہوگا اور بخاری نی روایت کی ہی

ابی هریرة انه علیه الصلوة والسلام قال بینا انا قائم علی الحوض اذا زمرة حتی اذا عرفتهم خرج رجل
ابو ہریرہ سی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی ایک وقت میں حوض پر کہڑا ہونگا یکایک ایک گروہ پیدا ہوگا ایسا کہ جب میں اونکو پہچانونگا نو

من بینی وبینهم فقال لهم هلم فقلت الی این قال الی النار والله قلت ما شانهم قال انهم ارتدوا بعدك
میری اور اونکی بیچ میں ایک شخص آجاویگا وہ شخص کہیگا اونسی چلو میں پوچھونگا کدہر کو کہیگا دوزخ میں قسم خدا کی میں کہونگا انکا کیا حال ہی کہیگا یہہ لوگ پہر گئی تہی بعد آپ کی

علی ادبارهم قهقری ثم اذا زمرة حتی اذا عرفتهم خرج رجل من بینی وبینهم فقال لهم هلم فقلت
پیٹہہ پہیر الٹی پاؤوں پہر ناگہاں ایک گروہ ہوگا ایسا کہ جب میں اونکو پہچانونگا پیدا ہویگا ایک شخص بیچ میں میری اور اونکی وہ اونسی کہیگا چلو میں پوچھونگا

الی این قال الی النار والله قلت ما شانهم قال انهم ارتدوا علی ادبارهم فلا اری یخلص منهم الا مثل
کدہر کو وہ جواب دیگا دوزخ میں قسم اللہ کی میں کہونگا کیا حال ہی انکا وہ کہیگا یہہ پہر گئی تہی پس پشت اپنی سو معلوم نہیں ہوتا مجھی کہ بچی اونمیں سی مگر مانند

همل النعم یعنی ان من ینجو منهم قلیل قلة النعم الضالة علی ان الهمل بفتحتین جمع هامل وهو الضال
گم گشتہ اونٹوں کی مراد یہہ ہی کہ جو بچیں گی اونمین سی تہوڑی ہونگی جیسی اونٹ گم گشتہ کیونکہ ہمل ساتہہ زبر ہا اور میم کی ہامل کی جمع ہی اور اوسکی معنی کہوئی ہوا

من الابل قال القرطبی فی تذکرته نقلا عن شیخه هذا الحدیث مع صحته ادل دلیل علی کون
اونٹ قرطبی اپنی تذکرہ میں اپنی اوستاد سی نقل کرکر کہتا ہی کہ یہہ حدیث صحیح ہی اور بڑی قوی دلیل ہی اسکی

الحوض فی الموقف قبل الصراط لان الصراط ممدود علی جهنم یجاز علیه فمن جازه یسلم من النار فلا یکون
کہ حوض موقف میں صراط سی پہلی ہوگی اسلئی کہ صراط دوزخ کی اوپر بچہایا ہوا ہوگا اوسپر کو گذر کر جاوینگی پہر جو شخص اوسپر سی گذر گیا تو دوزخ سی بچ گیا

له رجوع الیها ابدا فکیف یصح ان یدعی الیها وکذا حیاض الانبیاء تکون فی الموقف لما روی عن ابن عباس
پہر وہ کب ہٹ کر آویگا حوض پہ پہر کیونکر ہو سکتا ہی کہ اوسکو حوض پہ بلاویں اور ایسی ہی حوضیں اور نبیوں کی موقف ہی میں ہونگی اسلئی کہ ابن عباس

انه علیه الصلوة والسلام سئل عن الوقوف بین یدی الله تعالی هل فیه ماء قال والذی نفسی بیده
روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی پوچہا حال وقوف کا سامنی اللہ تعالی کی آیا اوسجگہ پانی ہی فرمایا قسم اوس ذات کی جسکی قبضہ میں

ان فیه الماء وان اولیاء الله لیردون حیاض الانبیاء ویبعث الله تعالی سبعین الف ملک بایدیهم
بیشک وہان پانی ہی اور بیشک دوست خدا کی نبیوں کی حوضوں پہ پانی پیوینگی اور اللہ تعالی ستر ہزار فرشتی بہیجیگا اونکی ہاتہوں میں

عصیّ من النار یذودون الکفار عن حیاض الانبیاء وهذا الحدیث یدل علی کون حیاض الانبیاء فی
آگ کی لاٹہیاں ہونگی کفار کو نبیوں کی حوضوں پہ سی ہٹاوینگی اس حدیث سی معلوم ہوتا ہی کہ حوض تمام نبیوں کی

الموقف فیلزم منه ان یکون حوض نبینا فی الموقف ایضا وما ذکر من انه لو کان فی الموقف لما دخل
موقف میں ہونگی اسی لازم آتا ہی کہ حوض ہماری صلی اللہ علیہ وسلم کا بہی موقف میں ہو اور یہہ جو کہتی ہیں کہ اگر حوض موقف میں ہوتا تو ہرگز

النار من شرب منه فالجواب عنه ان من شرب منه من اهل الکبائر ان دخل النار بمشیة الله تعالی
دوزخ میں نجاتا جو شخص اوسمیں سی پانی پی چکتا تو اسکا جواب یہہ ہی بیشک جو شخص اوس حوض میں سی پیویگا اہل کبیرہ میں سی اگر وہ دوزخ میں داخل ہوگا مشیت الٰہی سی

لا یعذب بالعطش ولا یحرق النار جوفه واما الذین بدلوا وغیروا واحدثوا ما لیس فی شریعته علیه السلام
تو اوسکو پیاس کا عذاب نہیں ہوگا اور آگ اندر سی پیٹ کو نہ جلاویگی اور وہ لوگ جنہوں نی دین کو بدلا اور پلٹ ڈالا اور بدعتیں پیدا کیں جو شریعت نبوی میں نہیں ہیں

فان کان تبدیلهم فی الاعمال ولم یکن فی الاعتقاد فانهم قد یبعدون عن الحوض فی حال ثم یشربون منه
پس اگر وہ تبدیل صرف اعمال ہی میں ہی اور اعتقاد میں نہیں ہی تو ایسی لوگ روکی جاوینگی حوض سی ایک وقت پہر پیوینگی اوس حوض سی

بعد المغفرة وان کان تبدیلهم فی الاعتقاد اختلف فی خلودهم فی النار ومن المعلوم قطعا ان المخلد فی
بعد بخشش کی اور اگر وہ تبدیل اونکی اعتقاد میں ہی تو اختلاف ہی اونکی دائمی دوزخی ہونیمیں اور یقینی معلوم ہی کہ دائمی دوزخی

النار لیس الا الکافر وقد ثبت ان المطرودین عن الحوض اصناف المنافقون الذین یظهرون الایمان ویضمرون
سوا کافر کی کوئی نہیں ہی اور بیشک یہہ ثابت ہو چکا ہی کہ حوض پر سی نکالی ہوئی کئی قسم کی لوگ ہونگی ایک تو منافق جو ظاہر میں ایمان جتلاتی تہی اور دلمین

الکفر واهل الکفر والبدع والاهواء والمعلنون بالکبائر والمستخفون بالمعاصی والظلمة واعوانهم علی
کفر چہپاتی تہی اور ظاہر کافر اور بدعتی اور ہوا ہوس پرست اور گناہ کبیرہ ظاہر کر نیوالی اور گناہ کو ہلکا جاننی والی اور ظلم پیشہ اور اونکی مددگار اسلئی

روی عن کعب بن عجرة انه علیه الصلوة والسلام قال له یا کعب بن عجرة اعیذک بالله من امراء
کہ روایت ہی کعب بن عجرہ سی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نی اوسکو فرمایا ای کعب بن عجرہ تجکو خدا کی پناہ اون امیروں سی

یکون من بعدی فمن غشی ابوابهم فصدقهم فی کذبهم واعانهم علی ظلمهم فلیس منی ولست منه
جو میری بعد ہونگی پس جو شخص اونکی دروازہ پر گیا اور اونکی جہوٹی باتوں کو تصدیق کیا اور ظلم میں شامل ہو کر مددگار بنا نہ وہ میرا اور نہ میں اوسکا

ولا یرد علی الحوض ومن لم یغش ابوابهم ولم یصدقهم فی کذبهم ولم یعنهم علی ظلمهم فهو منی وانا منه
اور نہ وہ حوض پر آسکیگا اور جو شخص اونکی دروازہ پر نگیا اور نہ اونکی جھوٹی باتون کی تصدیق کی اونکے ظلم پر اونکی مدد کی پس وہ شخص میرا اور مین اوسکا
ویرد علی الحوض یسرنا الله تعالی الورود علیه والنجاة من النار والسادس مما یجب الایمان به الایمان
وہی حوض پر آویگا الٰہی آسان کر ہمپر حوض پر جانا اور نجات دی آگ سی اور چھٹی شی جسپر ایمان لانا واجب ہی ایمان تقدیر کا ہی
بالقدر والمراد من الایمان به العلم بکون کل ما یجری فی العالم من الخیر والشر والنفع والضر والاسلام
اور تقدیر پر ایمان لانی سی مراد یہہ ہی کہ یقین کرنا تمام حالات کا جو عالم مین گذرتی ہین نیک اور بد اور فائدہ اور نقصان اور اسلام
والکفر والطاعة والعصیان والربح والخسران والارادات والخطرات والحرکات والسکنات بقضاء
اور کفر اور عبادات اور گناہ اور نفع اور ٹوٹا اور ارادہ اور خطرہ دل اور حرکت اور سکون یہہ سب حکم
الله تعالی وقدره فعلی هذا کان الظاهر ان یذکر الایمان بالقضاء ایضا وانما لم یذکر لکون الایمان
الٰہی سی اور اوسکی اندازہ سی ہین اس تقریر کی موافق ایمان قضا پر بھی ذکر کرنا مناسب تھا پھر جو ذکر نہین کیا تو اس لئی کہ ایمان
بالقدر مستلزما للایمان بالقضاء اذ القضاء وجود الموجودات فی اللوح المحفوظ اجمالا والقدر
تقدیر پر بعینہٖ ایمان قضا پر ہی اسلئی کہ قضا تو وجود ہی تمام موجودات کا لوح محفوظ مین مجملًا اور قدر
تفصیل القضاء السابق بایجاد تلك الموجودات فی المواد الخارجیة واحدا بعد واحد وقیل القضاء
تفصیل اسی پہلی قضا کی ہی باعتبار پیدایش اوسی موجودات کی مادہ خارجی مین ایک کی بعد ایک آگی پیچھی اور بعضی کہتی ہین قضا نام
هو الارادة الازلیة والعنایة الالهیة المقتضیة لنظام الموجودات علی ترتیب خاص والقدر تعلق
ارادہ قدیم کا اور خواہش الٰہی کا جسسی سلسلہ موجودات کا خاص ترتیب سی بنا ہوا ہی اور تقدیر متعلق ہونا
تلك الارادة بالاشیاء فی اوقاتها الخاصة بها قال الامام فخر الدین الرازی فی تفسیر سورة یوسف اعلم
اوسی ارادہ کا تمام اشیا سی اونکی وقتون پر جو اونکی لئی مقرر ہوچکی ہین امام فخر الدین رازی سورۂ یوسف کی تفسیر مین کہتی ہین سمجھ لی
ان الانسان مامور بان یراعی الاسباب فی هذا العالم فانه مامور غالبا بان یحذر من الاشیاء المهلکة
کہ انسان کو حکم ہی کہ اسباب ظاہری کو اس عالم مین رعایت یعنی استعمال کیا کری کیونکہ اوسکو حکم ہی اکثر جا کہ بچتا رہی مہلک چیزون سی
والاغذیة المضرة بان یسعی فی تحصیل المنافع ودفع المضار بقدر الامکان ثم انه مع ذلك ینبغی له
اور ایسی غذاؤن سی جو ضرر کرین اسطرح کہ اپنی مقدور کی موافق کوشش کرکر منفعت کی اشیا حاصل اور مضر چیزون کو دفع کری پھر تو بھی انسان کو لایق یہہ ہی
ان یکون جازما بانه لا یصل الیه الا ما قدر الله له ولا یحصل له الا ما اراده الله له فقول یعقوب
کہ یہہ یقین کری کہ مجھکو وہی ملیگا جو اللہ نی میری واسطی اندازہ کیا ہی اور مجھکو کبھی نہین حاصل ہوگا سوا اوسکی جو اللہ نی ارادہ کیا ہی اب قول حضرت یعقوب
النبی علیه السلام لبنیه لا تدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقة اشارة الی رعایة
علیہ السلام کا جو اپنی بیٹون سی فرمایا تھا تم سب ایک دروازہ مین سی نہ جانا اور الگ الگ دروازون سی جانا اشارہ ہی واسطی
الاسباب المعتبرة فی هذا العالم وقوله وما اغنی عنکم من الله من شیء اشارة الی التوحید المحض
استعمال اسباب ظاہری کی جو اس عالم مین معتبر ہین اور قول اونکا اور مین نہین بچا سکتا تمکو اللہ کی کسی چیز سی اشارہ ہی طرف خالص توحید کی
وعدم الالتفات الی الاسباب وقد ذکر الامام الغزالی فی کتاب الشکر من الاحیاء سؤالا وهو ان الله تعالی
اور توجہ نکرنا اسباب پر اور امام غزالی نی احیا کی کتاب الشکر مین یہہ اعتراض ذکر کیا ہی کہ اللہ تعالی نی
قد امرنا ان نعمل له والا فنحن مذمومون ومعاقبون علی العصیان مع کون الکل من الله تعالی
بیشک ہمکو امر فرمایا کہ اوسکی اطاعت کرین اور نہین تو ہم قابل سرزنش اور عذاب کی ہین نافرمانی سی باوجودیکہ یہہ تمام اللہ کی حکم سی ہوسکتا ہی

وليس الينا شئ فكيف نذم وكيف نعاقب ثم اجاب بان هذا الوعيد من الله تعالى سبب لحصول
ہماری اختیار میں کچھہ بھی نہیں ہی بہلا کہو ہمکو کیوں سرزنش ہی اور کیوں عذاب ہوتا ہی پہر اونہی یہہ جواب دیا کہ اللہ تعالی کی اس دہمکی سی ہمکو اعتقاد حاصل ہوتا ہی
الاعتقاد فينا وحصول الاعتقاد سبب لهيجان الخوف وهيجان الخوف سبب لترك الشهوات وترك
اور اعتقاد حاصل ہونی سی دل پہ خوف الہی خوب طاری ہوتا ہی اور خوف کی جوش سی شہوات نفسانی چھوٹتی ہی اور
الشهوات سبب للوصول الى جوار الله تعالى والله سبحانه وتعالى مسبب الاسباب ومرتبها
شہوات نفسانی کی چھوٹنی سی قرب الہی حاصل ہوگا اور اللہ تعالی ہی تمام اسباب کا بنانیوالا اور آراستہ کرنیوالا ہی
فمن سبق له السعادة في الازل يتيسر له هذه الاسباب حتى يقوده سلسلتها الى الخير ومن لم يسبق
پہر جسکو ازل میں سعادت نی جالیا اوسکو یہہ تمام اسباب میسر ہوجاتی ہیں آخرکو وہ یہی سلسلہ اوسکو خیر کی طرف کہینچ لیجاتا ہی اور جسکو
له السعادة يكون بعيدا عن سماع كلام الله تعالى وكلام رسوله وكلام العلماء واذا لم يسمع لا يعلم
سعادت حاصل نہوئی تو وہ کلام الہی سنتی اور نہ کلام اوسکی رسول کی مانی اور نہ کلام علماء کی قبول کری اور جب سنتا نہیں تو کچھہ نہیں جانتا
واذا لم يعلم لا يخاف واذا لم يخف لا يترك الركون الى الدنيا وشهواتها واذا لم يترك الركون الى الدنيا
اور جب بی علم ہوا تو پہر کیا خوف ہوگا اور جب کچھہ خوف ہی نہوا تو دنیا کی رغبت اور اوسکی ہوا ہوس کب چھوڑیگا اور جب دنیا کی رغبت
وشهواتها يكون من حزب الشيطان وان جهنم لموعدهم اجمعين المجلس الثامن في بيان
اور اوسکی ہوا ہوس دلہی سی نہ گئیں تو شیطان کی گروہ میں داخل ہوا اور بیشک دوزخ ان سبکا ٹہکانا ہی مجلس آٹہوین بیان مین

من يدخل الجنة ومن لا يدخلها من المطيع للرسول عليه السلام

اون لوگون کی جو بہشت میں جاوینگی اور جو شخص بہشت میں نہیں جاوینگی رسول علیہ السلام کی فرمان بردارون
والمخالفة له قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل امتي يدخلون الجنة الا من ابى قالوا
اور مخالفون میں سی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی سوای اوس شخص کی جو منکر ہوا
ومن ابى يا رسول الله قال من اطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد ابى هذا الحديث من صحاح
منکر کون ہی یا رسول اللہ فرمایا جسنی میرا کہا مانا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جسنی میرا کہا نا مانا وہ بیشک منکر ہوا یہہ حدیث مصابیح کی
المصابيح رواه ابو هريرة والمراد بالامة فيه يحتمل ان تكون امة الدعوة فعلى هذا فالابى هو الكافر
صحیح حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اور مراد امت سی اس حدیث میں شاید کہ امت دعوت ہو اس تقدیر پر منکر کافر ہی ہیں
فيكون المعنى ان كل من امن بما جئت به من عند الله تعالى يدخل الجنة اما قبل دخول النار
پہر معنی حدیث کی یہہ ہیں کہ جو شخص یقین کری گا احکام کا جو میں اوسکی طرف سی لایا ہوں وہ جنت میں داخل ہوگا یا تو بیدون داخل ہونی دوزخ کی
او بعد الخروج منها ومن ابى وامتنع عن الايمان بما جئت به من عند الله تعالى لا يدخل الجنة
یا دوزخ سی نکل کر اور جو شخص منکر ہوا اور باز رہا ایمان سی اون احکام پر جو میں لایا ہوں اللہ کی طرف سی تو وہ جنت میں ہرگز نہیں جاویگا
اصلا بل يبقى في النار ابد الاباد ويحتمل ان يكون المراد بالامة امة الاجابة فعلى هذا فالابى هو
بلکہ ہمیشہ کو دوزخ ہی میں پڑا رہی گا اور شاید مراد اس امت سی امت اجابت یعنی اہل اسلام ہوں اس تقدیر پر منکر وہ ہیں جو
العاصي من امته عليه الصلوة والسلام فيكون المعنى من اطاعني بعد ما آمن بي وتمسك بسنتي
گناہ میں مبتلا ہیں امت نبوی سی صلی اللہ علیہ وسلم اب معنی حدیث کی یہہ ہیں جسنی میرا کہا مانا بعد ایمان لاکر اور میری طریق مسنون پر عمل کیا
وعمل بشريعتي يدخل الجنة ولا يدخل النار اصلا ومن ابى بعد ما آمن بي وامتنع عن تمسك بسنتي
اور میری شریعت کو برتا وہ جنت میں داخل ہوگا اور دوزخ میں ہرگز نہیں جاویگا اور جو منکر ہوا ایمان لاکر اور باز رہا میری سنت کی عمل سی

والعمل

والعمل بشریعتی واتبع هواه وضل عن سواء السبیل بقی فی مشیة الله تعالی ان شاء یعفو عنه
اور میری شریعت کی برتنی سی اور پیچہی لگا اپنی ہوا ہوس کی اور بہکا سیدہی راہ سی تو وہ خدا کی مشیت مین ہی چاہی اوسکو معاف کرکی
ویدخل الجنة بلا عذاب وان شاء یدخله النار ویعذبه فیها بقدر ذنبه ثم یخرجه منها ویدخله
بلا عذاب جنت مین داخل کری اور چاہی اوسکو دوزخ مین داخل کری اور موافق گناہون کی اوسین عذاب دیکر پہر اوسمین سی نکال کر جنت مین داخل کری
الجنة والحاصل ان من اطاع مولاه وجاهد نفسه وهواه وخالف شیطانه ودنیاه یکون
اور حاصل یہہ ہی کہ جسنی اپنی مولی کی اطاعت کی اور مجاہدہ کیا اپنی جان کا اور ہوس سی اور مخالفت کی شیطان اور دنیا سی تو
الجنة منزله ومأواه ومن تمادی فی غیه وعصیانه وارخی فی الدنیا زمام طغیانه ووافق
جنت اوسی کا گہر اور ٹہکانا ہی اور جو شخص کہہارہا اپنی کجی اور نافرمانی مین اور ڈہیلی ڈالدی دنیا مین باگ سرکشی کی اور پیروی کرتا رہا
هواه فی لذاته وشهواته یکون النار اولی به اذ قال الله تعالی فاما من طغی واثر الحیوة الدنیا فان
اپنی خواہش کی لذت اور شہوات مین تو دوزخ اسیکی لئی سزاوار ہی اسلئی کہ اللہ تعالی نی فرمایا ہی سو جسنی شرارت کی اور بہتر سمجہا دنیا کا جینا سو
الجحیم هی الماوی واما من خاف مقام ربه ونهی النفس عن الهوی فان الجنة هی الماوی وروی عن
دوزخ ہی ہی ٹہکانا اور جو کوئی ڈرا اپنی رب کی پاس کہڑی ہونی سی اور روکا جی کو چاؤ سی سو بہشت ہی ٹہکانا اور روایت ہی
ابی هریرة انه علیه السلام قال لا یدخل النار الا شقی قیل ومن الشقی یا رسول الله قال من لم یعمل
ابو ہریرہ سی کہ رسول علیہ السلام نی فرمایا دوزخ مین کوئی داخل نہوگا سوای شقی کی کسینی پوچہا شقی کون ہوتا ہی یا رسول اللہ فرمایا جسنی
الله بطاعة الله ومن لم یترک له معصیته فهو شقی وروی عن شداد بن اوس انه علیه السلام
خدا کی واسطی طاعت نکی اور جسنی اوسکی خوف سی گناہ کو نچہوڑا وہ شقی ہی اور روایت ہی شداد بن اوس سی کہ رسول علیہ السلام نی فرمایا عاقل
قال الکیس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنی علی الله فانه
وہ ہی جسنی خدا کی واسطی اپنی جان ذلیل کی اور آخرت کی واسطی عمل کیا اور عاجز نادان وہ ہی جو اپنی جان سی ہوا ہوس کی پیچہی پڑا رہا اور اللہ سی بیجا آرزو کی
علیه الصلوة والسلام بین فی هذا الحدیث ان العاقل من بذل نفسه ویجعلها مطیعة لامر
رسول علیہ الصلوة والسلام نی اس حدیث مین بیان فرمایا کہ ہوشیار وہ شخص ہی جو خوار کری اپنی جان کو اور اپنی جان کو امر الہی کی تابع بنادی
الله تعالی ویحاسبها فی الدنیا قبل ان یحاسب فی الاخرة فان وجدها عملت خیرا یشکر الله تعالی
اور اوسکا حساب دنیا مین سمجہ لی آخرت مین حساب ہونی سی پہلی پہر اگر معلوم ہو کہ اوسی اعمال خیر کئی ہین تو اللہ کا شکر بجا لادی
وان وجدها عملت شرا یستغفر الله تعالی ویتوب الیه ویتاسف علی ما ضیع من عمره ویستعد
اور اگر یہہ معلوم ہو کہ اعمال بد کئی ہین تو اللہ سی بخشش طلب کری اور اوسکی طرف رجوع کری اور اپنی عمر کی بربادی پر افسوس کری اور اپنی آخرت کی لئی سامان کری
لعاقبة امره بالتوجه الی صالح عمله والتنصل من سالف زلله والاشتغال بعبادة ربه فی جمیع احواله
نیک عمل کی طرف متوجہ ہو اور گذری ہوئی لغزشون سی بیزار ہو اور اپنی پروردگار کی عبادت کا ہر وقت شغل رکہی
فهذا هو الزاد لیوم المعاد والاحمق من یقصر فی امر مولاه ویسعی فی تحصیل هواه وهو مع تقصیره
یہہ ہی توشہ معاد کی دن کا اور احمق وہ ہی جو اپنی مولی کی کہا ماننی مین قصور اور ہی خواہش حاصل کرنیمین کوشش کری اور وہ تقصیر بہی کہ
فی طاعة ربه واتباع شهوات نفسه یتمنی علی الله تعالی فهذا هو الغرور لانه تعالی امر ونهی ثم
اپنی رب کی طاعت مین قاصر ہی اور اپنی نفس کی خواہش مین لگا چلا جاتا ہی اللہ سی آرزوئین مانگتا ہی بس غرور یہہ ہی ہی کیونکہ اللہ تعالی نی امر بہی کیا اور نہی بہی کی پہر
قال وان لیس للانسان الا ما سعی وروی عن ابی هریرة انه علیه الصلوة والسلام قال ما من احد یموت
فرمایا اور یہہ کہ آدمی کو وہ ہی ملتا ہی جو اوسنی کمایا اور روایت ہی ابو ہریرہ سی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ایسا کوئی نہین جو مرکر

الا ندم قالوا وما ندامته یا رسول الله قال ان کان محسنا ندم ان لا یکون ازداد وان کان
پچھتاوے نہیں عرض کیا پچھتاوا کیا ہوگا یا رسول الله فرمایا اگر وہ شخص نیکوکار ہے تو پچھتاویگا کہ میں کیوں نہیں زیادہ عمل کیا اور اگر
مسیئا ندم ان لا یکون نزع فیا ایها العاقل لا تضیع عمرك فی الغفلة فاجتهد فی تحصیل امتعة
بدکار ہے تو پچھتاویگا کیوں نہیں باز رہا پس ای شخص ہوشیار غفلت میں اپنی عمر برباد مت کر سامان آخرت کے پیدا کرنے میں کوشش کر
الاخرة قبل ان یجیء یوم لا تقدر علی تحصیلها فی ذلك الیوم فانك عن قریب تعاین ذلك الیوم فتندم
اس سے پہلے کہ وہ دن آ پہنچے کہ پھر تجھکو اوس روز حاصل کرنے کی کچھ طاقت نرہیگی تو ابھی نزدیک اوس دن کو دیکھ لیگا پھر
علی ما فات من عمرك ولا ینفعك الندم قال الامام الغزالی فی رسالته المسماة بایها الولد انی رایت
غفلت میں عمر برباد کئی ہوئی پر پچھتاویگا اور اس ندامت سے کچھ فائدہ نہوگا امام غزالی اپنی رسالہ میں ایها الولد جسکا نام ہے کہتے ہیں میں نے
فی الانجیل ان المیت من ساعة ان یوضع علی الجنازة الی ان یوضع الی شفیر القبر یسئله تعالی
انجیل میں دیکھا ہے کہ مردہ سے اتنی عرصہ میں کہ اوسکو جنازہ پر رکھکر قبر کی کنارہ پر لیجا کر رکھیں الله تعالی اپنی عظمت سے
بعظمته اربعین سوالا اوله یقول عبدی طهرت منظر الخلق سنین وما طهرت منظری
چالیس سوال پوچھتا ہے پہلی یہہ ہے فرماتا ہے ای میری بندی پاکیزہ کیا تو نے اپنی تن بدن کو برسوں تک الله میری نظرگاہ کو
ساعة فانه ینظر فی قلبك کل یوم ویقول ما تصنع بغیری وانت محفوف بخیری اما انت اصم
ایک دم پاک کیا کیونکہ الله تعالی ہر روز تیری دلکی طرف دیکھتا ہے اور فرماتا ہے تو کیا کیا کرتا ہے اوروں کی واسطے اور تو گھرا ہوا ہے میری انعام سے کیا تو بہرا ہے
لا تسمع وقد قال ابو سلیمان الدارانی لو لو یبك العاقل فیما بقی من عمره علی فوت ما مضی منه
سنتا نہیں ابو سلیمان دارانی کہتے ہیں اگر عاقل افسوس سے نہ روئے اپنی بقیہ عمر میں بے عبادت غفلت میں گذری ہوئی عمر پر
فی غیر الطاعة لکان خلیقا ان یحزنه ذلك الی الممات قال الامام الغزالی انما قال هذا لان
تو اوسکو لایق ہے کہ مرتے دم تک اسیطرح غم میں رہے امام غزالی کہتے ہیں ابو سلیمان نے یہہ بات اسلئے کہی ہے کہ
العاقل اذا ملك جوهرة نفیسة وضاعت منه فی غیر فائدة یبکی علیها لا محالة فاذا ضاعت
عاقل کو اگر کوئی نفیس جوہر ہاتھ آجاتا ہے اور پھر وہ اوسکی ہاتھ سے بے فائدہ جاتا ہے تو بیشک اوسکی غم میں روتا ہے پھر اگر وہ جوہر
منه وصار ضیاعها سببا لهلاکه یکون بکاؤه اشد فکل ساعة من العمر بل کل نفس منه
بے فائدہ گم ہو کر باعث ہو اوس شخص کی تباہی کا تو اور بھی زیادہ تر روتا رہیگا پس ہر ساعت عمر کی بلکہ ہر دم عمر کا
جوهرة نفیسة لا خلف لها ولا بدل لها لانها صالحة لان یوصلك الی سعادة الابد وینقذك
ایک نفیس جوہر ہے جسکا نہ کچھ عوض ہے اور نہ بدلہ کیونکہ وہ عمر اس قابل ہے کہ تجھکو سعادت ابدی میں پہنچادے اور
من شقاوة السرمد وای جوهر انفس من هذه الجوهرة فاذا ضیعتها فی الغفلة فقد خسرت خسرانا
شقاوت دائمی سے بچادے اور کونسا جوہر اس جوہر سے زیادہ نفیس ہوگا جب تو نے اسکو غفلت میں برباد کیا تو تو صاف بڑے ہی ٹوٹے میں
مبینا فاذا صرفتها الی المعصیة فقد هلکت هلاکا مبینا فان کنت لا تبکی علی هذه المعصیة
مبتلا ہوا پھر اگر تو نے اوسکو گناہوں میں صرف کیا پھر تو بلا شک تو خوب تباہ ہوا پھر اگر تو اس خطا پر افسوس کر کے نہیں روتا
فذلك لجهلك فمصیبتك لجهلك اعظم من کل مصیبة لکن الجهل مصیبة لا یعرف صاحبه
تو یہہ تیری جہالت ہے تیری جہالت کی مصیبت تمام مصیبتوں سے بدتر ہے لیکن جہالت ایسی مصیبت ہوتی ہے کہ جاہل اوسکو
کونه مصیبة لان نوم الغفلة یحول بینه وبین معرفته والناس نیام فاذا ماتوا انتبهوا
مصیبت نہیں سمجھتا کیونکہ خواب غفلت حایل ہو کر نہیں سمجھنے دیتی اور آدمی اب تو سوتے ہیں جب مرینگے تو جاگینگے

نعم

فعند ذلك ینکشف لكل مفلس افلاسه ولكل مصاب مصيبته فان الناس فی الاخرة ینقسمون الی عدة
اوسوقت ہرمفلس کو اوسکا افلاس کہل جاویگا اور ہرمبتلا کو اوسکی مصیبت معلوم ہوجاویگی بیشک بنی آدم آخرت مین کئی قسم پر ہونگی

اقسام القسم الاول قسم الفائزين وهم الذين قال الله تعالى فيهم فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم
پہلی قسم وہ جوا پنی مراد کو پہنچی وی وہ لوگ ہین جنکی حق مین اللہ تعالی فرماتا ہی سوکسی جیکو معلوم نہین جو چہپا دہرا ہی اونکی واسطی

مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ قال النبی علیه السلام حكاية عن الله تعالى انی اعددت لعبادی
ٹہنڈک آنکہون کی بدلہ اوسکا جو عمل کرتی تہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی طرف سی بطور حکایت کی فرماتی ہین مین نی اپنی نیک کار بندون کی واسطی

الصالحين ما لا عين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر والقسم الثانی قسم الهالكين وهم
وہ سامان تیار کیا ہی جو نہ کسی آنکہہ نی دیکہا اور نہ کانون نی سنا اور نہ کسی دل پر خطرہ مین گذرا اور دوسری قسم ہالکین کی ہی وی وہ لوگ ہین

الذين كذبوا بالحق ولم يصدقوا به فان سعادة الاخرة لا تكون الا فی القرب من الله تعالى والنظر اليه
جنہون نی حق کو جہٹلایا اور اوسکی تصدیق نکی بیشک سعادت آخرت کی بجز قرب الٰہی اور خدا کی دیدار کی نہین ہی

وذلك لا يحصل الا بالمعرفة التی يعبر عنها بالايمان والتصديق وهم لما كذبوا بالحق ولم يصدقوا به
اور یہہ مرتبہ بدون معرفت کی جسکو ایمان اور تصدیق کہتی ہین حاصل نہین ہوسکتا ان لوگون نی ازبسکہ حق کو جہٹلایا اور تصدیق نکی

كانوا بعيدا عنه وهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون وكل محجوب عن ربه يكون هالكا معذبا بنار الفراق
تو اس سعادت سی دور ہونگی اور وہ اپنی رب سی اوس روز البتہ اوٹ مین ہونگی اور جو شخص اپنی رب سی اوٹ مین رہا ہلاک ہوویگا جدائی کی آگ مین

ونار جهنم ابد الاباد والقسم الثالث فيه قسم المعذبين وهم الذين تحلوا باصل الايمان لكنهم قصروا فی العمل
اور دوزخ کی آگ مین ہمیشہ کو جلتا رہیگا اور تیسری قسم اسمین وہ جو عذاب دئی جاوینگی وہ لوگ ہین جنہون نی اصل ایمان تو حاصل کیا پر عمل مین جو سزاوار تہا

بمقتضاه فان رأس الايمان التوحيد وهو نفی الشرك وهو اعتقاد العبد ان الله تعالى واحد فی ذاته وصفاته
ایمان کی تہا کوتاہی کی کیونکہ جزو اعظم ایمان کا توحید ہی یعنی نفی شرک کی اور وہ یہہ ہی کہ آدمی یہہ اعتقاد کری کہ اللہ تعالی ایک ہی اپنی ذات اور صفات

وافعاله وكل ما يظهر فی العالم لا يظهر الا بعلمه وارادته وخلقه ولا يستحق العبادة الا هو فعلی هذا
اور افعال مین اور عالم مین جو گذرتا ہی ہرگز نہین پیدا ہوسکتا بدون اوسکی علم اور ارادہ اور پیدا کرنی کی اور پرستش کی سوا اوسکی اور کوئی نہین ہی اس تقریر کی موافق

كل من يقول لا اله الا الله يصير كانه يقول انی اعتقدت انه تعالى واحد فی ذاته وصفاته وافعاله
جو شخص زبان سی کہتا ہی لا الہ الا اللہ گویا وہ کہتا ہی مین نی یقین کیا کہ اللہ تعالی ایک ہی اپنی ذات اور صفات اور افعال مین

ولا يظهر فی العالم شئ الا بعلمه وارادته وخلقه ولا يستحق العبادة الا هو وانی التزمت عبادته
اور عالم مین کوئی امر پیدا نہین ہوسکتا بدون اوسکی علم اور ارادہ اور پیدا کرنی کی اور کوئی نہین سزاوار پرستش کا سوا اوسکی اور میری ذمہ ہی اوسکی عبادت

ولا اعبد الا اياه وبعد هذا الاعتراف كل من اتبع هواه فقد اتخذ الهه هواه وهو موحد بلسانه
اور مین کسیکی عبادت نکرونگا سوای اوسکی اور یہہ اقرار کرکر جو شخص اپنی ہوا ہوس کی پیچہی پڑی تو اوسنی بیشک اپنا معبود ہوا ہوس کو ٹہرایا اب وہ شخص فقط زبان سی

فقط والتوحيد لا يكمل الا بالاستقامة عليه ومن لم يستقم عليه ولو فی امر يسير بل اتبع هواه
توحید کا قائل ہی اور توحید بدون استقامت کی پوری نہین ہوتی اور جو شخص توحید پر قایم نرہی اگرچہ ادنی کام مین بلکہ وہ اپنی ہوا ہوس کی پیچہی

ولو فی فعل قليل يكون خارجا عن سواء السبيل وذلك قادح فی كمال التوحيد ولعدم خلو بشر عن
اگرچہ چہوٹی سی کام مین وہ سیدہی رستہ سی بیراہ ہی اور اسی کمال توحید کو بٹا لگتا ہی اور اسلیئی کہ اکثر آدمی اکثر اوقات کمال توحید پر

ذلك فی غالب الامر قال الله تعالى وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا فيكون ورود كل احد على النار متيقنا وانما
قایم نہین رہتی اللہ تعالی فرماتا ہی ایسا کوئی نہین جو اوسپر گذرنہ کریگا پس یقینا آگ سب کی گذرگاہ ہی

الشك فيمن ينجو منها وقد جاء في بعض الاخبار ما يدل على ان اخر من يخرج منها يخرج بعد سبعة الاف

شک اسمین ہی کہ کون کون نجات پاویگا بعضی حدیثوں مین ایسا آیا ہی جسمین یہہ معلوم ہوتا ہی کہ سب سی پیچہی دوزخ سی نکلنی والا سات ہزار برس کی بعد نکلیگا

سنة وبعضهم يجوز منها كبرق خاطف فلا يكون له فيها لبث وبعضهم يمكث فيها لحظة وبين اللحظة

اور بعضی اوسمین سی ایسی گذر جاویگی جیسی چمکتی بجلی ایسی شخصکو دوزخ مین ذرہ بہر درنگ نہوگی اور بعضی دوزخ مین لحظہ بہر ٹہریگی ایک لحظہ سی

وسبعة الاف سنة درجات متفاوتة من اليوم والاسبوع والشهر والسنة والسنتين وسائر العدد

سات ہزار برس کی اندر اندر بہت سی درجہ متفاوت ہین جیسی ایک دن یا ایک ہفتہ یا ایک مہینہ ایک برس دو برس اور باقی تمام گنتی

واما الاختلاف بالشدة فلا نهاية لاعلاه وادناه التعذيب بالمناقشة في الحساب فان اختلاف عذاب

اور یہ حال سختی کا اوسکی اعلی درجہ کا تو کچہہ ٹہکانا نہین اور کم سی کم عذاب حساب کی گرفت ہی سختی سی کیونکہ اختلاف آخرت کی عذاب کا

الاخرة وثوابها بحسب قوة الايمان وضعفه وكثرة الطاعات وقلتها وكثرة الذنوب وقلتها وشواهد

اور ثواب کا موافق ایمان کی قوت اور سستی کی ہی اور باعتبار زیادتی اور کوتاہی عبادت کی اور بلحاظ کثرت اور قلت گناہونکی اور گواہ

هذا في القرآن قوله تعالى اليوم تجزى كل نفس بما كسبت لا ظلم اليوم وقوله تعالى وان ليس للانسان الا

اسکی قرآن میں ہین قول اللہ تعالی کا آج بدلا دی جاویگی ہر جان جو جو اوسنی کیا تہا آج ظلم نہین ہی اور قول اللہ تعالی کا اور یہہ کہ آدمی کو وہ ہی ملتا ہی

ما سعى وقوله تعالى فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره وغير ذلك مما ورد في كتاب

جو کما یا اور قول اللہ تعالی کا جسنی ذرہ بہر بہلائی کی وہ دیکہہ لیگا اور جسنی ذرہ بہر برائی کی وہ دیکہہ لیگا اور سوا اسکی جو اور کتاب مجید مین

الله تعالى وسنة رسوله من كون الثواب والعقاب جزاء الاعمال فعلى هذا كل من احكم اصل الايمان

اور سنت رسول یعنی حدیث مین وارد ہی کہ ثواب اور عذاب دونو بدلا کئی کا ہی بس اس بیان کی موافق جسنی اصل ایمان کو درست اور محکم کیا

واحسن جميع الفرائض التي هي الاركان الخمسة للاسلام باتيان كلمتي الشهادة واقامة الصلوة وايتاء الزكوة

اور تمام فرایض اچہی طرح ادا کئی یعنی پانچوں رکن اسلام دونو کلمی شہادت کی پڑہی اور نماز کو قایم رکہی اور زکوۃ ادا کرتا رہا

وصوم رمضان وحج البيت واجتناب الكبائر ولم يصدر منه الا الصغائر متفرقة من غير ان يصر عليها

اور روزی رمضان کی رکہی گیا اور حج بیت اللہ کا کیا اور کبیرہ گناہونسی بچتا رہا اور اوسی سوا متفرق صغیرہ بدون اصرار کی یعنی دہٹہ جانی کی کوئی عمل مین

وادنى معنى ارتكاب الكبائر والاصرار على الصغائر بمعنى الاكثار فيها سواء كانت من نوع واحد ومن

اور کم سی کم کبیرہ عمل کرنی سی اور صغیرہ پر اصرار کرنیسی مراد یہہ ہی کہ اکثر اوقات اوسمین مبتلا رہی برابر ہی کہ وہ گناہ ایک ہی طرح کا ہو یا

انواع مختلفة يشبه ان يكون عذابه بالمناقشة في الحساب فاذا حوسب يرجح حسناته على سيئاته

کئی طرح کی ہوں تو قریب بہ یقین ہی کہ ایسی شخصکا عذاب حساب مین سخت گیری کا ہو پہر جب حساب ہو چکیگا تو اوسکی حسنات کو برائیوں پر غلبہ ہو جاویگا

اذ قد جاء في الحديث ان الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة ورمضان الى رمضان مكفرات لما بينهن

اسواسطی کہ حدیث مین آیا ہی کہ پانچون نمازین اور جمعہ اگلی جمعہ تک اور رمضان اگلی رمضان تک اوتار ڈالتی ہین بیچ کی صغیرہ گناہونکو

سوى الكبائر وكذا اجتناب الكبائر مكفر للصغائر بحكم نص القرآن وهو قوله تعالى ان تجتنبوا كبائر

سوای کبیرہ گناہون کی اور ایسی ہی کبیرہ گناہ سی بچتی رہنا اوتار ڈالتا ہی صغیروں کو قرآن کی صاف حکم سی وہ یہہ قول اللہ تعالی کا ہی اگر تم بچتی رہوگی بڑی عملوں سی

ما تنهون عنه نكفر عنكم سيئاتكم واقل درجات التكفير ان يدفع العذاب اذا لم يدفع الحساب

جو تمکو منع ہوئی ہین تو ہم اوتار دینگی تمسی گناہ تمہاری اور کم سی کم درجہ معافی کا یہہ ہی کہ عذاب موقوف ہو اگر حساب موقوف نہو

وكل هذا حاله يكون ممن ثقلت موازينه فهو في عيشة راضية هذا حال من اجتنب جميع الكبائر

اور ایسی ہی لوگ ہونگی جنکی تولیں بہاری ہونگی سو وہ نہایت پسندیدہ ارام میں ہین یہہ حال تو اوسکا ہی جو تمام کبایر سی بچتا رہا

وادی جمیع الفرائض واما من ارتکب بعضا من الکبائر او ترک بعضا من الفرائض فانه ان تاب توبة
اور اوسنی تمام فرایض ادا کئی اور جسنی کچہ کچہ کبیرہ گناہ بہی کئی اور کوئی کوئی فرض بہی ادا نکیا تو ایسی شخص نی اگر کامل توبہ کی
نصوحا قبل قرب الاجل یلتحق بمن لم یرتکب ذنبا لان التائب من الذنب کمن لا ذنب له والثوب المغسول
حالت نزع سی پہلی تو یہہ اونہیں شامل ہی جسنی کوئی گناہ نہیں کیا اسلئی کہ گناہ سی توبہ کرنیوالا ایسا ہی جیسی بی گناہ اور دہویا ہوا کپڑا ایسا ہوتا ہی
کالثوب الذی لم یتوسخ وان لم یتب بل مات قبل التوبة فامره مخطر عند الموت اذ ربما یکون موته علی
جیسی میلا نہیں ہوا اور اگر اوسنی توبہ نہیں کی بلکہ توبہ سی پہلی مرگیا تو اوسکی حق میں مرتی وقت کا اندیشہ ہی اسواسطی اکثر اوقات ایسی موت
الاصرار بسبب الزوال ایمانه فیختم له بسوء الخاتمة ویبقی فی جهنم ابد الاباد وان لم یختم له سوء الخاتمة
اصرار پر باعث ایمان کی زوال کی ہوجاتی ہی پہر اوسکا خاتمہ بد ہوگا اور ہمیشہ دوزخ میں پڑا رہیگا اور اگر اوسکا خاتمہ بد نہوا
بل مات علی الایمان فان لم یعف الله تعالی یعذب عذابا یزید علی عذاب المناقشة فی الحساب ویکون
بلکہ ایمان سی موا پہر اگر اللہ تعالی نی معاف نکیا تو اوسکو ایسا عذاب ہوگا جو حساب میں سخت گیری کی عذاب سی زیادہ ہو اور
کثرة العقاب من حیث المدة بحسب کثرة الاصرار ومن حیث الشدة بحسب شدة قبح الکبائر ومن حیث
افزایش عذاب کی درازی مدت سی باعتبار زیادتی اصرار کی ہوگی اور افزایش سختی میں باعتبار سختی گناہ کی ہوگی اور
اختلاف النوع بحسب اختلاف انواع المعاصی وعند انقضاء مدة العقاب ینزل فی درجات اصحاب
تبدیل عذاب کی باعتبار تبدیل گناہ کی یعنی جیسا گناہ ویسا ہی عذاب ہوگا اور بعد گذرجانی مدت عذاب کی وہ شخص اونکی مرتبہ میں شامل ہوویگا جنکو
الیمین وفی الخبر ان اخر من یخرج من النار یعطی مثل الدنیا کلها عشرة اضعاف ولا یخرج من النار الا موحد
اعمال نامہ داہنی ہاتہ میں ملینگی اور حدیث میں ہی کہ سب سی پیچہی جو دوزخ سی باہر آویگا اوسکو تمام دنیا سی دس گونہ زیادہ عنایت ہوگا اور دوزخ میں سی سوا موحد کی
ولیس المراد من الموحد من یقول بلسانه لا اله الا الله فقط لان اللسان من هذا العالم الذی یعبر عنه
کوئی خلاص نہوویگا اور موحد سی مراد وہ شخص نہیں ہی جو صرف زبان سی لا الہ الا اللہ کہا کری اسلئی کہ زبان آلہ اس عالم کا ہی جسکو
بعالم الملک والشهادة فلا ینفع النطق به الا فی هذا العالم حیث یدفع سیف المسلمین عن رقبته وایدی
عالم ملک اور شہادت کہتی ہیں سو زبانی کلمہ پڑہنی سی صرف اسی عالم میں فائدہ ہوگا اسواسطی کہ تلوار مسلمانوں کی اوسکی گردن سی دور رہیگی اور ہاتہ
الغانمین عن ماله ومدة الرقبة والمال مدة الحیوة واذا لم یبق الرقبة والمال لا ینفع النطق به وانما ینفع الصدق
غنیمت کرنیوالوں کا اسکی مال سی الگ رہیگا اور گردن اور مال تو زندگی بہر ہی پہر جب گردن اور مال نرہیگا یعنی بعد موت کی وہ کلمہ پڑہنا کچہ کام نہ آویگا
فی التوحید وکمال التوحید الاستقامة علی فعل المامورات وترک المنهیات ولا یاتی ذلک الا بغلبة الیقین
توحید میں صرف تصدیق کام آویگی اور کمال توحید کا مامورات کی عمل کرنی پر اور منہیات کی ترک کرنی پر قایم رہنی سی ہی اور یہہ بات حاصل نہیں ہوتی
علی القلب بعد نفی الشک عنه فان من غلب علی ظنه ان من یعمل مثقال ذرة خیرا یره ومن یعمل مثقال ذرة
جبتک دل پر یقین غالب نہو اور شک دل میں سی نجاتا رہی کیونکہ جسکی گمان میں یہہ بات جم گئی کہ جو ذرہ بہر بہلائی کو عمل میں لاویگا وہ دیکہیگا اور جو ذرہ بہر برائی کریگا
شرا یره لا شک ان یحرص علی تحصیل الطاعات ویحفظ قلیلها وکثیرها ویترک الذنوب والسیات
سو دیکہیگا تو بیشک وہ شخص جہاں تک بنی عبادت کو حاصل کریگا اور عبادت میں سی تمام چہوٹی اور بڑی کی حفاظت کریگی اور تمام گناہ اور برائیوں کو چہوڑیگا
ویجتنب صغیرها وکبیرها وقلیلها وکثیرها وهذا هو الایمان الحقیقی والتوحید الیقینی والناس فی هذا
اور تمام صغیرہ اور کبیرہ سی اور تہوڑی اور بہت سی بچیگا اور یہہ ہی حقیقی ایمان اور یقینی توحید ہی اور آدمی اس توحید کی اندر
التوحید متفاوتون فمنهم من له توحید مثل الجبال ومنهم من له توحید مثل دینار ومنهم من له توحید
مختلف درجہ کی ہیں بعضی وہ ہیں جنکی توحید برابر پہاڑ کی ہی اور بعضی ایسی ہیں جنکی توحید برابر دینار کی ہی اور بعضی ایسی کہ جنکی توحید

مقدار خردلة وذرة فمن فی قلبه مثقال دینار من الایمان فهو اول من یخرج من النار وآخر من یخرج
برابر دانہ رائی اور ذرہ کی ہی پہر جسکی دل میں ایمان برابر دینار کی ہی وہ سب سی پہلی دوزخ کی اندر سی باہر آویگا اور سب سی پیچھی دوزخ کی
منها من فی قلبه مقدار ذرة من الایمان واکثر ما یدخل الموحدین النار مظالم العباد وقد جاء فی الاثر
اندر سی وہ نکلیگا جسکی دل میں ایمان برابر ذرہ کی ہی اور موحد آدمی اکثر دوزخ میں بسبب حق العباد کی جاوینگی اور حدیث اثر میں آیا ہی
ان العبد لیوقف بین یدی الله تعالی وله حسنات امثال الجبال لو سلمت له لکان من اهل الجنة فیقوم
کہ ایک شخص سامنی اللہ تعالی کی کہڑا ہوگا اور اوسکی حسنات پہاڑ کی برابر ہونگی اگر وہ سب اوسکی لئی بچی رہتیں تو بیشک جنتی ہوتا پہر اوسکی
اصحاب المظالم فکان قد سب هذا وضرب هذا واستخدم هذا واخذ مال هذا فیقتص من حسناته
مدعی کہڑی ہونگی اوسنی اوسکو گالی دی تہی اور اوسکو مارا تہا ایک سی خدمت لی تہی کسیکا مال چہین لیا تہا اب ان سبکا بدلا اوسکی حسنات میں سی
حتی لا یبقی له حسنة فیقول الملئکة یا ربنا قد فنیت حسناته وبقی الطالبون کثیر فیقول الله تعالی
آخر اوسکی پاس کچہ بہی نہیں بچیگا پہر فرشتی کہینگی یا الٰہی اوسکی حسنات تو ہو لیئں اور مدعی بہت موجود ہیں اللہ تعالی فرماویگا
القوا من سیاتهم علی سیاته وصکوا له صکا الی النار وکما یهلک الظالم بسیئة غیره بطریق القصاص
اونکی گناہ اسکی ذمہ پر رکہدو اور اوسکی لئی دروازہ دوزخ کا کہول دو اور جیسی ظالم غیروں کی گناہ سی یعنی بدلہ میں مارا جاتا ہی
فکذلک ینجو المظلوم بحسنة الظالم اذ تنقل حسنته الیه عوضا عما ظلمه به واذا تقرر هذا فالواجب
ایسی ہی مظلوم ظالم کی حسنات سی بچ جاتا ہی جب ظالم کی حسنات ظالم کی بدلہ میں مظلوم کو ملجاتی ہیں جب یہہ بات ٹہری تو ہر مسلمان پر واجب ہی
علی کل مسلم البدار الی محاسبة نفسه کما روی عن عمر بن الخطاب انه قال حاسبوا انفسکم قبل ان
کہ جلد اپنی ذات کا حساب سمجہ لی چنانچہ روایت ہی عمر بن الخطاب سی کہ فرماتی ہیں اپنا حساب سمجہ رکہو پہلی
تحاسبوا وزنوا انفسکم قبل ان توزنوا فانکم ان کنتم تحاسبون انفسکم الیوم وتزنونها للعرض الاکبر
حساب دینی سی اور اپنا کیا تول رکہو پہلی تول دینی سی کیونکہ اگر تم آج اپنا حساب سمجہ لوگی اور بڑی وقت کی واسطی تول رکہوگی
یکون الحساب علیکم غدا هونا ولتعرضون یومئذ ولا تخفی علیکم خافیة وطریق المحاسبة ان
تو کل کو حساب تم پر بہت آسان ہوجاویگا اوسدن سب سامنی ہوگا کوئی بات چہپی نہ رہیگی اور حساب سمجہنی کا ڈہب یہہ ہی
ینظر المرء فی احواله هل علیه شیء من حقوق الله تعالی وحقوق الناس ام لا فیقضی ما فاته من فرائض
کہ آدمی اپنی حال میں غور کری آیا مجہپر کوئی حق اللہ یا حق العباد باقی ہی یا نہیں پہر چاہئی کہ ادا کری اگر کوئی فرض
الله تعالی ویرد المظالم حبة حبة ویستحل کل من تعرض له بیده ولسانه وقلبه بان اساء له الظن
الٰہی رہ گیا ہو اور حق العباد کا دانہ دانہ پہیر دیگا اور معاف کرالی ہر ایک سی جسکو ستایا ہوا ہتہ سی اور زبان سی اور دل سی اسطور کہ اوسکی حق میں بدگمانی کی
ویطیب قلوبهم حتی یموت ولم یبق شیء علیه من حقوق الله تعالی وحقوق العباد ویدخل الجنة بغیر
اور اونکا دل خوش کر دی آخر ایسی حال میں مری کہ اوسکی ذمہ پہ کوئی حق اللہ اور حق العباد باقی نہو اور بہشت میں بی
حساب یسرنا الله بفضله

المجلس التاسع فی لزوم الاتباع للنبی صلی الله علیه وسلم فیما جاء به وفیه تحقیق

حساب چلا جاے الٰہی اپنی فضل سی ہمپر آسان کردی نویں مجلس ضروری ہونی میں اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احکام میں جو لای ہیں اور اسمیں تحقیق ہی
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یؤمن احدکم
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی مؤمن نہیں ہوگا کوئی تم میں سی
حتی یکون هواه تبعا لما جئت به هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه عبدالله بن عمرو بن العاص
جبتک ہووی خواہش اوسکی مطابق میری لائی ہوئی کی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت سی

معناه ان احدکم لا یبلغ درجة کمال الایمان حتی یخالف هواه ویتبع الحق ولا یسلط هواه علی الحق
اسکی معنی یہہ ہیں کہ البتہ کوئی تم میں سی نہیں پاویگا درجہ کمال ایمان کا یہاں تک کہ اپنی ہوا وہوس کی خلاف کری اور تابع حق کا ہو اور اپنی ہوا وہوس کو حق پر غالب نکری
بل یکون الحق الذی جئت به مسلطا علی الهوی فان من یعمل بهوی نفسه لا یرید نفسه شیئا الا
بلکہ حق ہی جو میں لایا ہوں خواہش پر غالب رہی کیونکہ جو شخص مطابق اپنی خواہش نفسانی کی عمل کیا کری تو پہر اسکا نفس جو خواہش کریگا
یرتکبه ویخالف مولاه ویجعل هواه الها لنفسه کانه یعبده ولهذا قال النبی علیه السلام ما عبد تحت
سو عمل کریگا اور اپنی مولی کا مخالف ہوکر اپنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود بنا دیگا گویا یہہ اوسکی پرستش کرتا ہی اسیلئی فرمایا ہی نبی صلی الله علیہ نی نہیں پوجا گیا آسمان
السماء اله ابغض الی الله تعالی من الهوی وفی روایة ان ابغض اله عبد فی الارض عند الله تعالی
تلی کوئی معبود جو بدتر ہو نزدیک الله تعالی کی ہوا سی اور ایک روایت میں یہہ ہی بیشک بدتر معبود جو پوجا جاتا ہی زمین پر نزدیک الله کی
هو الهوی وفی الحقیقة ان من تامل یعلم ان من یعبد الصنم لا یعبد الصنم وانما یعبد هواه لکون
ہوا ہی اور حقیقت میں جو شخص غور کرکر دیکہی تو جان لی کہ جو آدمی بت کو پوجتا ہی وہ بت کو نہیں پوجتا اپنی ہوا کی پرستش کرتا ہی کیونکہ اوسکا
نفسه مائلة الی دین آبائه فیتبع ذلک المیل الذی یعبر عنه بالهوی اذ من عادة اهل الهوی ان یستحسنوا
دل باپ دادون کی دین پر جہکا ہوا ہی سو یہہ شخص اوسی توجہ دل کی پیچہی لگا ہوا ہی اسی کو ہوا کہتی ہیں اسلئی کہ اہل ہوا کی یہہ عادت ہی کہ جو بات اونکی خوشی کی
کلما یوافق هواهم وان کان اقبح الکل شرا ووبالا وان یستقبحوا کل ما یخالف هواهم وان کان جالبا لکل خیر
موافق ہو اوسکو اچہا سمجہیں اگرچہ اوسی تمام برائی اور وبال آپڑی اور جو بات اونکی خوشی کی خلاف ہو اوسکو برا سمجہیں اگرچہ اوسمیں تمام بہلائی
ونوال فالسعید من یخالف هواه ویطیع مولاه والشقی من یتبع هواه ویخالف مولاه ویکون هالکا
اور خوبی ہو لیس نیکبخت وہ ہی جو اپنی خواہش نفسانی کی خلاف اور مولی کی اطاعت کری اور بدبخت وہ ہی جو اپنی خواہش نفسانی کی پیچہی مولی کا خلاف کر کر
لان من یتبع هواه یفعل ما یضره ویهلک حالا ومآلا وهو لا یشعر او یشعر لکن لخفة عقله یرجح
اسواسطی جو اپنی ہوای نفسانی کا تابع ہوگا تو وہ ہی عمل کریگا جو اوسکی حق میں مضر دردنیا اور آخرت میں ہلاک کردی اور وہ خیال نہیں کرتا یا خیال کرتا ہی بیوقوفی
اللذة الحاضرة التی لا بقاء لها علی العقوبات العظیمة التی لا نهایة لها ویظن لعمی بصیرته وغایة حمقه
حال کی لذت کو جسکو اصلا قیام نہیں ہی اون بڑی بڑی عذابونسی جنکی کچہہ انتہا نہیں ہی بہتر جانتا ہی اور یہہ کا اندہا اپنی حماقت سی یہہ گمان کرتا
انه ظفر بشیء من اللذائذ ولا یعلم ذلک الاحمق انه یخرج من الدنیا ویری انه لم یظفر بشیء من اللذائذ
کہ میں نی خوب عیش اڑائی اور احمق یہہ نہیں سمجہتا کہ دنیا سی نکلتی ہی یعنی مرتی ہی دیکہہ لیگا کہ اوسکو کچہہ بہی مزہ حاصل نہوا
اصلا لا من لذائذ الدنیا ولا من لذائذ الآخرة بل اتبع هواه فیما لیس بشیء لان لذائذ الدنیا عنه تزول
نہ تو دنیا ہی میں مزا اوٹہایا اور نہ آخرت میں کچہہ عیش پایا بلکہ بیہودہ نفسانی باتون میں لگا رہا کیونکہ دنیا کا عیش تو جاتا رہیگا
ولذائذ الآخرة لیس له الیه الوصول فیبقی فی حسرة وندامة حین لا ینفعه الندم وقد قال ابن عباس
اور آخرت کا عیش کبہی میسر نہوگا اب صرف حسرت اور ندامت میں مبتلا رہیگا سو اب ندامت سی کیا ہوتا ہی ابن عباس کہتی ہیں
ما ذکر الله الهوی فی القرآن الا ذمه فانه تعالی قال بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَهْوَآءَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ وقال وَاِنَّ
کہ الله تعالی نی قرآن میں جہاں ہوا وہوس کا ذکر کیا ہی سب برائی سی کیا ہی الله تعالی نی فرمایا ہی بلکہ چلی ہیں یہہ بی انصاف اپنی چاؤ پر بن سمجہی اور کہا اور بہت لوگ
کَثِیْرًا لَّیُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ وقال وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ فعلم من
بہکاتی ہیں اپنی خیال پر بغیر تحقیق اور کہا اور اوس سی زیادہ بہکا کون جو چلی اپنی چاؤ پر بن راہ بتائی الله کی
هذه الآیات ان اتباع الهوی لا یکون فی الاکثر الا بغیر علم بالحق فلا بد للمؤمن ان یعرف الحق ویمیزه عن
ان آیات سی معلوم ہوا کہ ہوا وہوس میں مبتلا ہونا اکثر اوقات بسبب ناشناسی امر حق کی ہوتا ہی سو مرد مؤمن کو لازم ہی کہ امر حق کو دریافت کرکر باطل سی

ما ذکر الله الهوی فی القرآن الا ذمه

الباطل ويعمل بالحق ويختاره على الباطل لان من لم يعرف الحق فهو ضال ومن عرفه واختار عليه
اوسکی تمیز حاصل کری پھر حق پر عمل کری اور باطل پر اوسکو پسند کری کیونکہ جو شخص حق کو نہیں پہچانتا وہ گمراہ ہوتا ہی اور جو شخص حق کو تو پہچانی پھر غیر حق کو
غيره فهو مغضوب عليه ومن عرفه واتبعه فهو منعم عليه وقد امرنا الله تعالى ان نسئله في كل يوم
پسند کری تو اوسپر خدا کا غضب ہوتا ہی اور جو حق کو پہچان کر اوسکی اطاعت کری اوسپر خدا کی رحمت ہی اور ہمکو اللہ کا حکم ہی کہ ہم اوس سی یہہ دعا مانگا کریں
وليلة مرات عديدة ان يهدينا صراط الذين انعم عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين وبين في
رات میں کئی کئی بار کہ دکہا ہمکو رستہ اون لوگوں کا جن پر تو نی نعمت کی نہ رستہ اون لوگوں کا جن پر تو نی غضب فرمایا اور نہ گمراہونکا اور
ضمنه ان اهل السعادة هم الذين عرفوا الحق واتبعوه وكانوا مهتدين وان اهل الشقاوة هم الذين
اسی کی ضمن میں بیان کیا کہ سعادتمند وہ لوگ ہوتی ہیں جنہوں نی حق کو پہچان کر اطاعت کی اور راہ پایا اور بدبخت وہ لوگ ہیں جنہوں نی
لم يعرفوا الحق بل جهلوه وخرجوا منه وكانوا ضالين او عرفوه وخالفوه ولم يتبعوه بل اتبعوا غيره و
حق کو نہ پہچانا اور جہالت کی مارے حق ہی سی خارج ہوکر گمراہ ہوگئی یا حق کو پہچان کر اوسکا خلاف کیا اور اطاعت نکی بلکہ غیر حق کی اطاعت کی اور
كانوا مغضوبا عليهم وقد ثبت في الحديث ان المغضوب عليهم اليهود وان الضالين النصرى وانما
اونپر غضب نازل ہوا اور حدیث سی ثابت ہی کہ مغضوب علیہم سی مراد یہود ہیں اور ضالین کا مراد نصاری ہیں اور کہا جو
سمى اليهود بالمغضوب والنصرى بالضالين مع كون كل واحد منهما ضالا ومغضوبا عليهم لكون
کہ یہود مغضوب علیہم ٹہری اور نصاری ضالین ٹہری باوجودیکہ یہہ دونو گمراہ اور سزاوار غضب کی ہیں اسلیے کہ
كل واحد منهما مختصا بما غلب عليه من الجهل والعناد فان اليهود كانوا امة عناد فخصوا بالغضب
کہ دونو فرقوں کو خصوصیت ہی غلبۂ جہل اور عناد سی سو یہودیوں میں تو عناد زیادہ تہا وہ تو سزاوار غضب کی ٹہری
والنصرى كانوا امة جهل فخصوا بالضلال ولهذا قال سفيان بن عيينة من فسد من علمائنا
اور نصاری میں جہالت زیادہ تہی وہ گمراہی سی مخصوص ہوئی اسیلیے سفیان بن عیینہ کہتی ہیں کہ ہم میں سی جو عالم ہوکر بگڑ جاوی
ففيه شبه من اليهود لان اليهود عرفوا الحق ولم يتبعوه بل عدلوا عنه وكانوا مغضوبا عليهم
تو وہ یہودیوں سی ملتا ہی کیونکہ یہودیوں نی حق کو پہچان کر اطاعت نکی بلکہ حق سی الگ ہوگئی پہر قابل غضب الہی کی ہوگئی
ومن فسد من عبادنا ففيه شبه من النصارى لان النصارى لم يعرفوا الحق بل جهلوه وكانوا
اور ہم میں سی جو عابد بگڑ جاوی تو وہ نصرانیوں سی ملتا ہی کیونکہ نصرانیوں نی حق کو نہیں پہچانا بلکہ نادانستہ رہی
ضالين فانه تعالى جعل العبادة سببا للثواب والمعصية سببا للعقاب فمن يرجو الثواب ويخاف
آخر گمراہ ہوئی بیشک اللہ نی عبادۃ کو واسطہ ثواب کا بنایا ہی اور گناہ کو واسطہ عذاب کا بنایا پہر جو شخص آرزو ثواب کی کری اور
العذاب لا بد له ان يعرف العبادة والمعصية ليشتغل بالاولى ويصل الى الثواب ويحترز عن الثانية
عذاب سی ڈری تو اوسکو لازم ہی کہ عبادت اور معصیت کی حقیقت دریافت کری تاکہ عبادۃ کی شغل سی ثواب پاوی اور گناہ سی پرہیز کرکر
وينجو من العذاب لان من لم يعرفهما ولم يفرق بينهما يضع احدهما مقام الاخرى فيكون من الخسرين
عذاب سی بچی کیونکہ جو شخص ان دونوں سی خوب واقف نہوگا اور دونوں میں فرق نہ کریگا ایک کو دوسری کی جگہہ برت لیگا پہر اوسکو بڑا ہی خسارہ ہوگا
وذلك لان في قلب الانسان قوتين قوة العلم وقوة الارادة وهما لا يتعطلان ابدا ولا يحصل
اور یہہ بات اسلیے کہ انسان کی دل میں دو قوتیں ہیں قوت علم کی اور قوت ارادہ کی اور یہہ دونو کبہی بیکار نہیں ہوتی اور ان بدون
عمل الا بهما سواء كان خيرا او شرا لان من يفعل شيئا سواء كان خيرا او شرا لا يفعله ما لم يرد
کوئی عمل نہیں ہوسکتا برابر ہی کہ نیک ہو یا بد ہو اسلیے کہ جو شخص کچہہ کام کرتا ہی برابر ہی کہ بہلا ہو یا برا ہو تو بدون ارادہ کی نہیں کرسکتا

ولا یریده ما لو یعلمه فکمال الانسان وصلاحه باستعمال هاتین قوتین فیما ینفعه فی الدارین
اور ارادہ اوسکا بدون علم کی نہین ہوسکتا سو تمام خوبی اور بھلائی آدمی کی ان دونو قوتون کو دارین کی منفعت مین استعمال کرنیسی ہی
ویعینه فی نیل الدولتین فلابدله من استعمال قوة العلم فی ادراک الحق وتمیزه عن الباطل
اور ان دونو دولتون کی حصول مین مددگار ہتی ہی سو آدمی کو چاہی کہ قوت علمی کو حق امر کی دریافت کرنی مین استعمال کرکر حق کو باطل سی جدا کری
واستعمال قوة الارادة فی طلب الحق وایثاره علی الباطل لانه اذا لم یستعمل قوته العلمیة فی معرفة
اور قوت ارادہ کو حق کی تلاش مین استعمال کرکر حق کو باطل پر اختیار کری کیونکہ جب یہہ شخص اپنی قوت علمی کو حق کی پہچان مین استعمال نکریگا
الحق وادراکه فلا جرم انه یستعملها فی معرفة الباطل وما یلیق به واذا لم یستعمل قوته الارادیة
تو بیشک اوسہی قوت کو باطل کی پہچان مین اور جو جو اسکا متعلق ہین استعمال کریگا اور اگر اپنی قوت ارادہ کو
فی طلب الحق والعمل به فلا شک انه یستعملها فی طلب الباطل والعمل به ثم ان الانسان مجبول
طلب حق مین اور حق کی عمل مین نہین صرف کریگا تو بیشک اوسکو باطل کی طلب اور اوسکی عمل مین صرف کریگا پہر آدمی کی خلقی عادت ہی
علی معرفة صانعه ویقتضی طبعه عبادة خالقه والتقرب الیه بحکم الفطرة التی فطر الناس
کہ اپنی پیدا کرنیوالی کو پہچانی اور اوسکی طبیعت کی خواہش ہی کہ اپنی خالق کی عبادت اور نزدیکی حاصل کری باعتبار اصل پیدایش کی جسپر آدمیون کی پیدایش ہی
علیها لکن لا عبرة بالمعرفة الجبلیة والعبادة الطبیعیة لانها تکون علی مقتضی النفس متابعة
پہ عادت کی موافق پہچان کا کچہ اعتبار نہین ہی اور طبیعی عبادت کی کچہ اصل نہین کیونکہ ایسی عبادت بطور خواہش نفس اور متابعت
هواها فلا یخلو عن شوب الشرک وانما المعتبر المعرفة والعبادة علی وفق الشرع لا علی وفق الطبع
ہوا و ہوس کی ہوتی ہی سو اسمین ملونی شرک کی ضرور ہوتی ہی معرفت اور عبادۃ وہی ہی معتبر ہی جو شرع کی موافق ہو نہ جو کہ مطابق طبع کی ہوا کری
الا تری ان ابلیس کان فی طبعه السجود لربه حتی عبد الله تعالی فیما یروی ثمانین الف سنة
کیا تجکو معلوم نہین ہی کہ ابلیس بخواہش طبع رب کو سجدہ کرتا تہا ایسا کہ موافق ایک روایت کی اسی ہزار برس خدا کی عبادت کی
وانتظم بکثرة عبادته فی سلک الملئکة المقربین ثم لما امر بالسجود علی خلاف طبعه ابی واستکبر وکان
اور اس عبادت کی برکت سی مقرب فرشتون کی جماعت مین شامل ہوگیا تہا پہر جب اوسکو سجدہ کا حکم اوسکی خلاف طبع ہوا تو انکار کیا اور تکبر کرنی لگا اور
من الکفرین فان من یتبع طبعه وهواه فانه لا یفعل شیئا من المعروفات الا ما یوافق هواه ولا یترک
کافر ہوگیا پس جو شخص اپنی طبیعت اور ہوا نفسانی کا تابع ہوتا ہی تو وہ حسنات مین سی بہی وہ عمل کرتا ہی جو اوسکی خواہش کی موافق ہو اور
شیئا من المنکرات الا ما یخالف هواه وقد قال بعض السلف من لم یعمل من الحق الا ما یوافق هواه
منکرات مین سی بہی وہ ہی ترک کرتا ہی جو اوسکی خواہش کی خلاف ہو اور بعضی متقدمین کا قول ہی کہ جو شخص حق الامر مین سی وہ ہی عمل کری جو اوسکی مرضی کی مطابق
ولم یترک من الباطل الا ما یخالف هواه لا یصل اجر ما عمل من الحق ولا ینجو من وزر ما ترک من الباطل
اور باطل مین سی وہ ہی کام چہوڑی جو اوسکی مرضی کی مخالف ہو تو نہ اوسکو حق پر عمل کرنیکا ثواب ملی اور نہ باطل کی ترک کرنی پر گناہ سی بچی
بل یکون هذا سببا لسوء خاتمته وشوم عاقبته فان لسوء الخاتمة اسباب یجب علی المؤمن
بلکہ اوسکی یہہ عادت باعث ہوگی خاتمہ بد کا اور انجام بد کا کیونکہ خاتمہ بد کی بہت اسباب ہوتی ہین مومن آدمی پہ واجب ہی
ان یحترز عنها منها الفساد فی الاعتقاد وان کان مع کمال الزهد والصلاح فان من کان له فساد
کہ اونسی بچتا رہی اونمین سی ایک اعتقاد کا فساد ہی اگرچہ اوسکی ساتہہ زہد اور صلاح بہی کامل ہوا کری کیونکہ جسکا اعتقاد فاسد ہوتا ہی
فی اعتقاده مع کونه قاطعا متیقنا به لم یخطر بباله انه اخطأ فیه قد ینکشف له فی حال سکرات
باوجودیکہ وہ قطعی اور اوسکو یقینی جانتا ہی اوسکو یہہ گمان نہین ہی کہ مین اسباب مین خطا پہ ہون پہر جب نزع کی وقت یہہ ظاہر ہوگا

بطلان ما اعتقده فيظن ان سائر ما اعتقده من الاعتقادات الحقة مثل هذا الاعتقاد باطل
کہ اوسکا یہہ اعتقاد باطل تہا تو اوسکو یہہ خیال ہوگا کہ اوسکی تمام اعتقادات حق ہی مانند اسیہی اعتقاد کی باطل ہین تہ
لا اصل له ان لو يكن عنده فرق بين اعتقاد واعتقاد فيكون انكشاف بطلان بعض اعتقاده
انکی کچہہ اصل بنیاد نہین ہی اگر اوسکو ہر ہر اعتقاد مین فرق حاصل نہتہا سو اوسکو بعض اعتقاد باطل ظاہر ہوتی ہی
سبباً لزوال بقية اعتقاداته فان خرج روحه فى هذه الحالة قبل ان يتداركه ويعود الى اصل
سب اعتقاد زایل ہوجاینگی پہر اگر ایسی حالت مین اوسکی جان نکل گئی پہلی اسکی کہ اوسکا تدارک اور تلافی کرکر اصل
الايمان يختم له بالسوء ويخرج من الدنيا بغير ايمان فيكون من الذين قال الله تعالى فيهم
ایمان حاصل کری تو اوسکا خاتمہ بد ہوگا اور دنیا سی بی ایمان جاویگا پہر اون لوگون مین داخل ہوگا جنکی حق مین اللہ یہہ فرماتا ہی
وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ وقال فى اية اخرى قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا
اور نظر آیا اونکو اللہ کی طرف سی جو خیال نہین رکہتی تہی اور فرمایا ایک اور آیت مین کہہ ہم بتادین تمکو کن کی گئی بہت اکارت کام
اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا فان كل من اعتقد
جنکی دوڑ بہٹک رہی ہی دنیا کی زندگی مین اور وہ سمجہتی ہین کہ خوب بناتی ہین کام بیشک جو شخص کسی شی کو برخلاف واقع
شيئا على خلاف ما هو عليه اما نظرا برايه وعقله او اخذا ممن هذا حاله فهو واقع فى هذا الخطر ولا
یعنی غلط اعتقاد کری یا تو صرف اپنی سمجہہ بوجہہ سی یا کسی ایسی ہی شخص سی اوس سنکر تو اوسکی حق مین یہہ ہی اندیشہ ہی اور
يدفعه الزهد والصلاح وانما يدفعه الاعتقاد الصحيح المطابق لكتاب الله تعالى وسنة رسوله
زہد اور صلاح سی یہہ اندیشہ دفع نہین ہوسکتا اس اندیشہ کو وہ ہی اعتقاد دفع کرتا ہی جو صحیح اللہ کتاب اللہ اور سنت رسول کی مطابق ہو
لان العقائد الدينية لا يعتد بها الا ما اخذت منهما ومنها الاصرار على المعاصى فان له اصرار
اسواسطی کہ عقاید دینی وہ ہی معتبر ہین جو کتاب اور سنت کی مطابق ہوتی ہین اور انہین اسباب مین سی ایک سبب ہی گناہون پر اڑجانا بیشک جو شخص
على المعاصى يحصل فى قلبه الفها وجميع ما الفه الانسان فى عمره يعود ذكره عند موته فان كان
اڑجاتا ہی تو اوسکی دلمین گناہ کی محبت پیدا ہوجاتی ہی اور انسان کی تمام محبوب چیزین زندگی بہر کی موت کی وقت یاد آتی ہین پس اگر اسکو
ميله الى الطاعات اكثر يكون اكثر ما يحضره عند الموت ذكر الطاعات وان كان ميله الى المعاصى
رغبت عبادات کی زیادہ ہوگی تو موت کی وقت عبادات بہت یاد آوینگی اور اگر اسکو رغبت گناہون کی
اكثر يكون اكثر ما يحضره عند الموت ذكر المعاصى فربما يغلب عليه حين نزول الموت به قبل التوبة
بہت ہوگی تو مرتی وقت وہ ہی گناہ بہت یاد آوینگی سو اکثر اوقات مرتی وقت توبہ سی پہلی
شهوة من الشهوات ومعصية من المعاصى فيتقيد قلبه بها ويصير حجابا بينه وبين ربه وسببا
کوئی شہوت شہوات مین سی اور کوئی گناہ گناہون مین سی اوسپر غالب ہوجاتا ہی پہر اوسکا دل اوسہی مین لگا رہ جاتا ہی وہ ہی اوسمین اور اوسکی رب مین پردہ ہو جاتا ہی
لشقاوته فى اخر حيوته لقوله عليه السلام المعاصى بريد الكفر والذى لم يرتكب ذنبا اصلا
آخر دم وہ ہی اوسکی شقاوت کا سبب ہوجاتا ہی واسطی ارشاد نبی علیہ السلام کی کہ گناہ کفر کی ایلچی ہوتی ہین اور جسنی کبہی کوئی گناہ نہین کیا یا
او ارتكب وتاب فهو بعيد عن هذا الخطر واما الذى ارتكب ذنوبا كثيرة حتى كانت اكثر من طاعاته
گناہ تو کیا پہر توبہ کی سو ایسا شخص اس اندیشہ سی الگ ہی اور جو شخص اکثر گناہ کرتا رہا ایسا کہ اوسکی عبادات سی زیادہ ہوگئی
ولو يتب عنها بل كان مصرا عليها فهذا الخطر فى حقه عظيم جدا اذ قد يكون غلبة الالف بها
اور انسی توبہ بہی نکی بلکہ گناہ ہی مین مبتلا رہا تو اوسکی حق مین اس خطرہ کا اندیشہ بہت ہی اسلیئی کہ بعضی وقت بسبب غلبہ محبت کی

سببا الا ان یتمثل فی قلبه صورتها ویقع منه میل الیها ویقبض روحه علیها فیکون سببا لسوء
اوسکی دلمین گناہ کی صورت مجسم ہوجاتی ہی اور اس شخصکو اوسکی طرف رغبت آتی ہی اور اسیحالت مین اوسکی جان نکل جاتی ہی یہہ سبب ہوتا ہی اوسکی
خاتمته ویعرف ذلک بمثال وهو ان الانسان لاشک انه یری فی منامه من الاحوال التی الفها طول
خاتمہ بد کا یہہ بات مثال سی خوب سمجہہ مین آتی ہی مثال یہہ ہی کہ آدمی بیشک سوکر خواب مین وہ حالات دیکہا کرتا ہی جو عمر بہر محبوب ہوتی ہین
عمره حتی ان الذی قضی عمره فی العلم یری من الاحوال المتعلقة بالعلم والعلماء والذی قضی عمره
اتنا کہ جسنی اپنی عمر پڑہنی لکہنی مین صرف کی ہی تو وہ وہی حالات دیکہتا ہی جو علم اور علما سی متعلق ہین یعنی دوات قلم کتاب اور جسنی اپنی عمر
فی الخیاطة یری من الاحوال المتعلقة بالخیاطة والخیاط اذ لا یظهر فی حال النوم الا ما حصل له
درزی گری مین کہوئی تو وہ وہی حالات دیکہتا ہی جو درزی گری سی متعلق ہین یعنی گز قینچی اسلئی کہ نیند مین وہ سوجتا ہی جو بسبب کثرت الفت کی
مناسبة مع قلبه بطول الالف والموت وان کان فوق النوم لکن سکراته وما یتقدمه من
اوسکی دلسی مناسبت رکہتا ہی اور موت اگرچہ نیند سی بہت برتر ہی پر اوسکی سکرات اور حال جو موت سی پہلی گذرتا ہی
الغشیة قریب من النوم فطول الالف بالمعاصی یقتضی تذکرها عند الموت وعودها فی القلب
جیسی غشی یہہ نیند ہی کی مثال ہوتی ہین اور کثرت الفت کی معاصی سی یہہ ہی چاہتی ہی کہ معاصی موت کی وقت دلمین ہٹ کر یاد آئین
وتمثلها فیه ومیل النفس الیها وان قبض روحه فی تلک الحالة یختم له بالسوء ومنها العدول عن
اور دلمین صورت پکڑین اور نفس کو ادہر رغبت ہو ایسی حالت مین اگر اوسکی جان قبض ہوگئی تو اوسکا خاتمہ بد ہوگا اور اون اسباب مین سی ایک سبب یہہ ہی
الاستقامة فان من کان مستقیما فی ابتدائه ثم تغیر عن حاله وخرج مما کان علیه فی ابتدائه یکون
کہ استقامت سی تجاوز کری البتہ جو شخص پہلی تو سیدہا راہ پر تہا حال پلٹ کر وہ سیدہا راہ چہوڑ دیا جو ابتدا مین تہا یہہ ہی خاتمہ بد کا
سببا لسوء خاتمته کابلیس الذی کان فی ابتدائه رئیس الملئکة ومعلمهم واشدهم اجتهادا فی العبادة
سبب ہوتا ہی جیسی شیطان کہ پہلی تو تمام فرشتون کا سردار اور اونکا استاد تہا اور عبادت پر بہت کوشش کیا کرتا
حتی قیل لم یبق فی سبع سموات وسبع ارضین موضع شبر الا وهو قد سجد فیه ثم لما امر بالسجود
اتنا کہ کہتی ہین کہ ساتون آسمان اور ساتون زمین مین ایک بالشت بہر جگہہ اسکی سجدہ سی خالی نہین تہی پہر جب اسکو حکم ہوا آدم علیہ السلام کی
لادم ابی واستکبر وکان من الکافرین وکبلعام بن باعوراء الذی اتاه الله ایاته فانسلخ منها بخلوده
سجدہ کا تو انکار کیا اور تکبر کرنی لگا اور کافر ہوگیا اور جیسی بلعام بن باعورا جسکو اللہ تعالی نی اپنی نشانیان دین پر اوسنی الگ ہوکر ہمیشگی
الی الدنیا واتبع هویه وکان من الغاوین وکبرصیصا العابد الذی قال له الشیطان اکفر فلما کفر
دنیا اور ہوا پرستی کی آرزو کی اور گمراہ ہوگیا اور جیسی برصیصا عابد جب اوسی شیطان نی کہا انکار کر پہر جب وہ منکر ہوا
قال انی بریء منک انی اخاف الله رب العلمین فان الشیطان اغراه علی الکفر فلما کفر تبرأ منه مخافة ان یشارکه فی العذاب
تو کہا مین الگ ہون تجہسی مین ڈرتا ہون اللہ سی جو رب ہی سارے جہان کا البتہ شیطان نی اوسکو کفر کی رغبت دلائی جب اوسنی کفر کیا تو اوسی الگ ہوا اس خوف سی کہ ایسا نہو کہ مین بہی اوسکی ساتھ عذاب مین
ولم ینفعه ذلک کما قال الله تعالی فکان عاقبتهما انهما فی النار خالدین فیها وذلک جزؤا الظلمین ومنها ضعف الایمان فان من کان
اگرچہ اسکی کچہہ اوسکو فائدہ نہوا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی پہر آخر اون دونو کا یہہ ہی کہ وہ دونون آگ مین سدا رہین اور یہہ ہی سزا گنہگارون کی اور منجملہ اسباب مین سی ایمان کی سستی ہی جو کوئی
فی ایمانه ضعیف یضعف حب الله تعالی فیه ویقوی حب الدنیا فی قلبه ویستولی علیه بحیث لا یبقی فیه موضع لحب الله
ایمان مین سستی ہوگی اوسکو محبت الہی مین سستی ہوگی اور دنیا کی محبت اوسکی دل مین قوی اور ایسی غالب ہوجائیگی کہ محبت الہی کی لئی ذرہ بہر جگہہ باقی نہ رہیگی
الا من حیث حدیث النفس بحیث لا یظهر له اثر فی مخالفة النفس ولا یؤثر فی الکف عن المعاصی
ہان اگر ہووی تو مثل خیالات نفسانی کی جسکا اثر نفس کی مقابلہ مین کچہہ بہی ظاہر نہو اور نہ گناہون سی باز رہنی مین اثر کری

ولا فی الحث علی الطاعات فینهمك فی الشهوات وارتکاب السیأت فیتراکم ظلمات الذنوب
اورنہ طاعات کی رغبت ہے پس صرف شہوات مین کہپا رہیگا اور معاصی کرتا رہیگا پہر دل پر تیرگی سیاہی گناہونکی
علی القلب فلا تزال تطفیٔ ما فیه من نور الایمان مع ضعفه فاذا جاءت سکرات الموت
چڑہتی جاویگی پہر جسقدر اوسمین نور ایمان کا ہوگا ضعیف ہوکر بجہتا چلا جاویگا پہر نزع کی وقت
یزداد حب الله تعالی ضعفا فی قلبه لما یری انه یفارق الدنیا وهی محبوبة له وحبها غالب علیه
حب الٰہی مین اور بہی زیادہ دل مین سستی پیدا ہوگی کیونکہ یہہ شخص آپ جانتا ہی کہ دنیا مجہسی چہٹی اور دنیا چونکہ اوسکی پیاری اور اوسکی محبت اوسپر غالب ہی
لا یرید ترکها ویتألم من فراقها ویری ذلك من الله تعالی فیخشی ان یحصل فی باطنه بغضه تعالی
تو چہوڑنی نہین چاہتا اوسکی فراق سی رنجیدہ ہوتا ہی اور اس فراق کو خدا کیطرف سی جانتا ہی اب یہہ ڈر ہی کہ اوسکی دل مین بجای حب الٰہی کی بغض نہ پیدا ہوجاوی
بدل الحب وینقلب ذلك الحب الضعیف بغضا فان خرج روحه فی اللحظة التی خطرت فیها هذه
اور وہ تہوڑی سی محبت جو ہی بغض نہو جاوی اگر اوسکی جان ایسی حالت مین کہ جب یہہ خیالات پیش تہی نکل گئی
الخطرة یختم له بالسوء ویهلك هلاکا مؤبدا والسبب المفضی الی هذه الخاتمة حب الدنیا والرکون
تو اوسکا خاتمہ برا ہوگا اور ہمیشہ کو جاتا رہا اور باعث اسکا جسی یہہ خاتمہ ہوا دنیا کی محبت اور دنیا کی رغبت
الیها والفرح بها مع ضعف الایمان الموجب لضعف حب الله تعالی وهو الداء العضال قد عم
اور دنیا کی خوشی ہی تسپر سستی ایمان کی جسی محبت الٰہی مین سستی آگئی اور یہہ ہی بیماری سخت ہی جو
اکثر الخلق فان من یغلب علی قلبه عند الموت امر من امور الدنیا ویتمثل ذلك الامر فی قلبه ویستغرقه
تمام خلق کو لگ رہی ہی کیونکہ جسکی دل پر مرتی دم کوئی بات دنیا کی چہا جاوی اور وہی بات اوسکی دل مین تصویر کیطرح صورت پکڑکر اوسکو ایسا
حتی لا یبقی لغیره متسع فان خرج روحه فی تلك الحالة یکون راس قلبه منکوسا الی الدنیا ووجهه
گہیر لی کہ کچہہ گنجایش نرہی پہر اگر ایسی حالت مین اوسکی جان نکل گئی تو اوسکا دل دنیا ہی کی طرف جہکا ہوا اور اوسکا منہہ دنیا ہی
مصروفا الیها ویحصل بینه وبین ربه حجاب فلا یمکنه ان یکتسب بعد الموت صفة اخری
کیطرف متوجہ رہیگا اور اوسمین اور اوسکی رب مین پردہ حایل ہوگا اب یہہ طاقت نہین کہ موت کی بعد ایسی صفت حاصل کری
تضاد صفة الغالبة علیه اذ لا تصرف فی القلوب الا باعمال الجوارح وبالموت تبطل الجوارح واعمالها
جسی وہ صفت جاتی رہی جو اوسپر غالب تہی اسواسطی کہ دل پر تصرف بدون اعضاء جسمانی کی نہین ہوسکتا اور مرنی سی اعضاء جسمانی سب باطل اور اونکی اعمال
ولا مطمع فی الرجوع الی الدنیا حتی یمکن التدارك ویبقی فی حسرة وندامة فمن اراد النجاة من هذه
اور اب یہہ بہی توقع نہین کہ دنیا مین ہٹ کر آویگا تاکہ اوسکا عوض ہوسکی اب سواء حسرت اور ندامت کی کچہہ نہین ہی پس جو شخص اس ہلاکت سی بچا چاہی
الورطة فعلیه بعد اخراج حب الدنیا من قلبه وحفظ جوارحه عن المعاصی وقلبه عن الفکر
تو اوسکو لازم ہی کہ پہلی دنیا کی محبت دلمین سی دور کری اور اپنی اعضا کو گنا ہونسی اور اپنی دل کو دنیا کی فکرسی بچاوی
فیها والاحتراز عن مشاهدتها ومشاهدة اهلها لان ذلك ایضا یؤثر فی قلبه ویصرفه فکره الیه
اور دنیا اور اہل دنیا کی دیکہنی سی پرہیز کری کیونکہ یہہ بہی دلمین اثر کرکر اوسکی فکر کو دنیا کیطرف لگا دیتا ہی
ان یواظب علی الطاعات لکونها ثمرة محبة الله تعالی ولا یتصور محبة الله تعالی الا بعد معرفته تعالی
پہر عباوات پر مداومت کری کیونکہ محبت الٰہی کا یہہ ہی ثمرہ ہی اور محبت الٰہی بدون معرفت الٰہی کی نہین ہوسکتی
اذ لا یحب الانسان ما لا یعرفه وانما یحب ما یعرفه فمن عرف الله تعالی وعرف ان جمیع النعم الواصلة
اس لئی کہ آدمی نامعلوم چیز کو محبوب نہین رکہتا محبوب وہ ہی ہوتی ہی جو معلوم ہو پہر جسنی اللہ کو پہچانا اور یقین کیا کہ تمام نعمتین جو مجہکو ملین

الیه

اليه والى غيره ليس الا منه تعالى لاجرم يحبه فاذا احبه يسعى فى تحصيل مرضاته بالاحتراز
یا اور دل کو ہیں سب اللہ ہی کی عنایت ہی تو خواہ مخواہ اوسکو دوست رکھیگا پھر جب اوسکو اپنا محبوب بنایا

عن الافعال القبيحة والاشتغال بالاعمال الحسنة فعلم من هذا ان المقصود من العلوم والاعمال
تو افعال بد سی پرہیز کرکر اور نیک اعمال میں مشغول ہوکر اوسکی رضامندی حاصل کریگا اسی معلوم ہوا کہ مقصود اصلی علوم اور اعمال سی

معرفة الله تعالى حتى يثمر المعرفة المحبة اذ لا ينبغي لاحد ان يفارق الدنيا الا محبا الله تعالى و
اللہ تعالی کے معرفت ہی تاکہ معرفت سی محبت حاصل ہو کیونکہ بہتر یہہ ہی کہ جو کوئی دنیا سی جدا ہو تو خدا کی محبت میں اور

محبا للقائه فان من احب لقاء الله تعالى احب الله لقاءه ومن قدم على محبوبه يعظم سروره
اوسکی ملاقات کی شوق میں جدا ہو اسلئی کہ جو شخص خدا کی ملاقات کا مشتاق ہوگا تو خدا اوسکی ملاقات کا مشتاق ہوگا اور جو شخص اپنی محبوب پاس جاتا ہی

بقدر محبته لا محبا للدنيا لانه يفارقها ومن يفارق محبوبه يشتد المه وعذابه فمهما كان
تو اوسکی بقدر محبت کی عشرت ہوتی ہی دنیا کی محبت میں جان نہدی اسلئی کہ دنیا سی تو جدا ہوتا ہی اور جو شخص اپنی محبوب سی جدا ہوتا ہی تو اوسکو بڑا ہی رنج ہوتا ہی جبتک

الغالب على القلب حب الولد والمال والمسكن والعقار فهذا رجل جميع محابه فى الدنيا والدنيا
دلپر محبت اولاد اور مال اور گہر باہر کی غالب ہوتی ہی تو یہہ ایسا شخص ہی کہ اسکی تمام محبوب دنیا میں ہیں اور دنیا ہی

جنته فموته خروج من الجنة وحيلولة بينه وبين محبوبه ولا يخفى الم من يحال بينه وبين
اسکی لئی بہشت ہی پس موت اسکو جنت سی نکالتی ہی اور اسکو اسکی محبوبوں سی دور کرتی ہی اور ظاہر ہی جسکا محبوب چہوٹتا ہی اسکو کیسا رنج والم ہوتا ہی

محبوبه واما اذا لم يكن له محبوب سوى الله تعالى فالدنيا سجنه فموته خروج من السجن ولقى
اور وہ شخص جسکا محبوب سوای ذات الٰہی کی کوئی نہو تو دنیا اسکی حق میں دوزخ ہی سو اسکی موت گو یا دوزخ سی نکل کر اپنی محبوب سی

محبوبه فهذا اول ما يلقاه كل من يفارق الدنيا عقيب موته من الفرح والالم فضلا عما اعده
ملتا ہی پس یہہ پہلی خوشی اور الم ہی جو دنیا سی مرکر جانی والوں کو حاصل ہونیوالا ہی پھر آگی کیا کہنا ہی جو

الله تعالى من النعيم المقيم لعباده الصالحين ومن العذاب الاليم للذين استحبوا الحيوة الدنيا و
اللہ تعالی نی صلحا، کی واسطی عیش دائمی اور دنیا کی زندگی اور تازگی پسند کرنیوالوں کی واسطی جو

رضوا بها ولم يستعدوا للقاء الله تعالى وحكى ان سليمن بن عبد الملك لما دخل
اللہ تعالی کی ملاقات کا سامان نکرتی تہی عذاب دردناک تیار کر رکہا ہی بیان کرتی ہیں کہ سلیمان بن عبد الملک حج کی ارادہ

المدينة حاجا قال هل بها رجل ادرك عدة من الصحابة قالوا نعم ابو حازم فارسل اليه فلما اتاه
مدینہ شریف میں آیا تو پوچھا یہاں کوئی ایسا مرد ہی جسنی کئی صحابہ کو پایا ہو جواب دیا ہاں ابو حازم ہی آدمی بہیجکر اسکو بلایا جب وہ آئی

قال يا ابا حازم ما لنا نكره الموت قال انكم عمرتم الدنيا وخربتم الاخرة فتكرهون الخروج من
تو کہا ای ابو حازم ہمکو موت کیوں بری لگتی ہی جواب دیا تمنی دنیا کو آباد کیا ہی اور آخرت کو اوجاڑا ہی سو تم آبادیسی اوجاڑ میں

العمران الى الخراب قال صدقت ثم قال ليت شعري ما لنا عند الله تعالى غدا قال اعرض عملك
جانا برا سمجہتی ہو کہا تو نی سچ کہا پہر پوچھا کاشکی ہمکو معلوم ہوتا کہ کل خدا کی ہاں ہمارا کیا حال ہونیوالا ہی جواب دیا اپنی اعمال کو

على كتاب الله تعالى قال فاين اجده قال فى قوله تعالى اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ قال
قرآن کی مطابق کرکی معلوم کرلی پوچھا کس جا مقابلہ ہوسکتا ہی جواب دیا اس آیت میں بیشک نیک لوگ عیش میں ہیں اور بیشک گنہگار دوزخ میں ہیں پوچھا

فاين رحمة الله قال ان رحمت الله قريب من المحسنين قال ليت شعري كيف العرض على الله تعالى
پہر رحمت اللہ کی کہاں ہوگی جواب دیا بیشک اللہ کی رحمت قریب ہی نیکی والوں سی پوچھا کاشکی معلوم ہوتا کہ کل کو کسطور اللہ کی سامنی جانا ہوگا

غدا قال اما المحسن فكالغائب الذي يقدم على اهله واما المسيء فكالابق يقدم على مولاه فبكى
جواب دیا نیکی والا تو جیسے بچھڑا ہوا اپنے اہل کے پاس آتا ہے اور بدکار جیسے غلام بھاگا ہوا اپنے مولیٰ کے پاس آتا ہے پھر سلیمان
سليمان حتى علا صوته واشتد بكاؤه ثم قال اوصني قال اياك ان يراك الله حيث نهاك
رو پڑا اور آواز بلند ہوئی اور بہت ہی رویا پھر کہا مجھکو وصیت کر جواب دیا بچارہ کہ تجھکو اللہ دیکھے ایسی جگہ جہاں سے منع کیا ہے
ويفقدك حيث امرك

المجلس العاشر في بيان الفرق بين المؤمن والمسلم وبين المجاهد والمهاجر

اور نہ دیکھے جس جگہ امر فرمایا ہے دسویں مجلس فرق کے بیان میں مؤمن اور مسلم میں اور مجاہد اور مہاجر میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المؤمن من امنه الناس
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن وہ ہے جسکی ہاتھ سے لوگ
على دمائهم واموالهم والمسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمجاهد من جاهد نفسه
اپنی جانیں اور مال بچالیں اور مسلم وہ ہے کہ مسلمان جسکی زبان اور ہاتھ سے سلامت رہیں اور مجاہد وہ ہے جسنے اپنی جان کو
في طاعة الله تعالى والمهاجر من ترك الخطايا والذنوب هذا الحديث من حسان المصابيح رواه
اللہ تعالیٰ کی فرمان برداری میں لگایا اور مہاجر وہ ہے جو خطا اور گناہوں کو ترک کرے یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے
فضالة بن عبيد ومعناه ان المؤمن ليس من يدعي الايمان فقط بل المؤمن الكامل في ايمانه
فضالہ بن عبید کی روایت سے اسکے معنی یہہ ہیں کہ مؤمن وہ نہیں ہے جو ایمان کا صرف دعوی کیا کرے بلکہ کامل مؤمن اپنے ایمان میں وہ ہے
هو الذي ظهر امانته واستقامته بحيث يكون الناس منه امينا لا يخافونه على سفك دمائهم
جسکی امانت اور استقامت ایسی ظاہر ہووے کہ خلق اللہ اوسکو امین جان کر یہہ خوف نکریں کہ ہمکو ناحق مار ڈالیگا
واخذ اموالهم ظلما والمسلم ليس من يتكلم بكلمتي الشهادة فقط بل المسلم الكامل في اسلامه
یا لوٹ لیگا اور مسلم وہ نہیں ہے کہ صرف دونو کلمہ شہادت کے پڑھا کرے بلکہ کامل مسلمان اپنے اسلام میں
هو الذي لا يؤذي احدا من المسلمين لا بلسانه بالشتم والغيبة والنميمة والبهتان ولا بيده بالضرب
وہ ہے جو کسیکو مسلمانوں میں سے ایذا نہ دے نہ تو اپنی زبان سے گالی گلوج دے کر اور غیبت کر کر اور سخن چینی کر کر اور تہمت لینے سے اور نہ اپنے ہاتھ سے مار کر
والقتل واخذ ماله بغير حق وانما خص اليد واللسان بالذكر من بين سائر الاعضاء مع الايذاء
یا قتل سے اور ناحق مال چھین کر اور تمام اعضا میں سے صرف ہاتھ اور زبان کو کس لیے خاص کر ذکر کیا ہے باوجودیکہ ایذا
كما يكون بهما يكون بغيرهما من الاعضاء كالعين والاذن والرجل اذا نظر الى بيت الغير او استمع
جیسے زبان اور ہاتھ سے ہوتی ہے ایسی ہی اور اعضا سے بھی ہوتی ہے علاوہ زبان اور ہاتھ کے جیسے آنکھ اور کان اور پاؤں جب جھانکے بیگانہ گھر میں یا کان لگا
قولهما لا يرضاه او دخل ملكه بغير اذنه لان اكثر الايذاء يحصل بهما واما الجمع بينهما فلان
کسی بات پر اوسکی بے مرضی یا جا گھسے اوسکی ملک میں بے اجازت اسلیے ذکر کیا کہ اکثر ایذا انہیں دونو سے ہوتی ہے اور دونو کو جمع اسلیے کیا ہے
كف اليد يحتمل ان يكون بسبب الضعف وعدم القدرة واذا ضم اليه كف اللسان يتعين
کہ ہاتھ کا روکنا شاید کہ بسبب ناتوانی کے ہو کہ اتنی طاقت نہیں ہے اور جب زبان کو اوسکے ساتھ روکا تو یہہ مقرر ہو گیا
ان كف اليد كان للاسلام والمجاهد ليس من يقاتل الكفار فقط بل المجاهد الكامل من يقاتل
کہ ہاتھ کا روکنا اسلام ہی کی جہت سے ہے اور مجاہد وہ نہیں ہے کہ صرف کفار سے جنگ کیا کرے بلکہ مجاہد کامل وہ ہے جو اپنے نفس سے جنگ کرے اور
نفسه ويحملها على طاعة الله تعالى ويمنعها عن معصيته تعالى لان نفس الانسان اشد عدو
اللہ تعالیٰ کی فرمان برداری پر لگا دے اور اللہ کی نافرمانی سے اوسکو روک دے اس لیے کہ نفس انسانی انسان کا کفار کی نسبت زیادہ تر

معه من الكفار لكون الكفار فى ابعد مكان منه لا يتفق تلاحقهم به وتقاتلهم معه الاحيانا

دشمن ہوتا ہی اسلئی کہ کفار تو اوس سی دور مسافت پر ہوتی ہین اوسسی اتفاقا کبھی کبھو مقابلہ اور مقاتلہ پیش آجاتا ہی

بعد حين واما نفسه فانها ابدا تلازمه وتقاتله وتمنعه عن الخيرات والطاعات وتحمله على

اور یہہ نفس پس یہہ تو ہر وقت اسکی ساتھہ لگا ہوا لڑتا رہتا ہی اور خیرات اور طاعات سی روکی جاتا ہی اور

المعاصى وانواع الفسادات ولا شك ان القتال مع العدو الملازم اهم من القتال مع العدو

گناہ اور طرح طرح کی فساد پر رغبت دیجاتا ہی اور بیشک جنگ پاس کی دشمن کی دشوار ہوتی ہی جنگ دور کی دشمن سی

البعيد يشهد لهذا قوله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ فانه تعالى امر المؤمنين

یہہ قول اسکا شاہد ہی ای ایمان والو لڑتی جاؤ اپنی نزدیک کی کافروں سی کیونکہ اللہ تعالی مؤمنوں کو

ان يبتدؤا بقتال الكفار الذين كانوا اقرب منهم فاذا فرغوا من الاقرب فليقاتلوا الابعد والمهاجر

یہہ امر فرماتا ہی کہ پہلی قتال اون کفار سی کرین جو اونسی پاس ہین جب پاس کی کفار سی فارغ ہوجاوین تو دور کی کفار سی لڑین اور مہاجر

ليس من هاجر من مكة الى المدينة قبل فتح مكة فقط حتى تنقطع الهجرة بعد فتح مكة بل الهجرة

وہ ہی نہین ہی جو گھر چھوڑ کر مکہ سی مدینہ کو چلا گیا فتح مکہ سی پہلی پہلی کہ بعد فتح مکہ کی ہجرت ہو چکی بلکہ ہجرت

باقية الى يوم القيمة لانها انتقال من الكفر الى الايمان ومن دار الحرب الى دار الاسلام ومن

قیامت تک ہوتی رہی گی اسواسطی کہ ہجرت تو یہہ ہی کفر کو چھوڑ کر ایمان حاصل کرنا اور کافروں کی ملک سی مسلمانوں کی ملک مین جانا اور

السيئات الى الحسنات وهذه الاشياء باقية مادام التكليف باقيا فالمهاجر الكامل هو الذى

گناہوں کو چھوڑ کر حسنات پر عمل کرنا اور یہہ امور تو باقی رہینگی جبتک خطاب الہی باقی ہی پس کامل مہاجر وہ ہی جو

يترك جميع ما نهى الله تعالى من المعاصى ويشتغل بما امر الله تعالى من محاسن الاعمال كما جاء

تمام ممنوعات شرعی کو ترک کری کوئی ہی گناہ ہو اور اللہ تعالی کی امر بجالانی مین مشغول رہی کیسا ہی نیک عمل ہو چنانچہ

فى حديث اخر انه عليه الصلوة والسلام قال المهاجر من هجر ما نهى الله تعالى عنه فانه عليه الصلوة

ایک اور حدیث مین آیا ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا مہاجر وہ ہی جو ترک کری وہ کار جو منع کیا ہی اللہ تعالی نی پس پیغمبر صلی اللہ علیہ

والسلام بين فى هذا الحديث ان الهجرة الكاملة التامة هى هجران الفواحش والمنكرات والجد فى

وسلم نی اسحدیث مین بیان فرمایا کہ پوری اور کامل ہجرت فواحش اور منکرات کی چھوڑنی اور

الطاعات والعبادات لكن ينبغى ان يعلم صحة الطاعات والعبادات موقوفة على صحة الاعتقاد

طاعت اور عبادت مین کوشش کرنیسی ہوتی ہی لیکن یہہ سمجھنا ضرور چاہیی کہ طاعات اور عبادات کبھی صحیح اور درست نہین ہوتی جبتک اعتقاد درست نہو

لان الايمان اصل والعمل فرع والعبد اذا لم يعرف ما الايمان والهداية لا يعرف ما الكفر والضلالة

اسواسطی کہ ایمان جڑ ہی اور عمل شاخ اور آدمی کو جب یہہ ہی خبر نہین کہ ایمان اور ہدایت کیا ہوتا ہی تو وہ کیا جانی کہ کفر کیا اور گمراہی کیا ہی

فتارة تجرى على لسانه كلمة التوحيد على طريق الاعتياد لا بالعلم ولا الاعتقاد وتارة يتلفظ

پہر تو کبھی اوسکی زبان پر کلمہ توحید کا آجاویگا عادت کی موافق بدون علم اور اعتقاد کی اور کبھی کلمہ

بالفاظ الكفر ويدخل فى حيز الارتداد ومن كان فى الاعتقاد بهذه المرتبة لو بقى الف سنة

کفر کا بک دیگا جسسی مرتد ہو جاوی اور جسکا اعتقاد اس درجہ کا ہو تو اگر ہزار برس تک

فى الصوم والصلوة لن ينفعه ذلك الاعتقاد يوم العرض الاكبر ومصيره الى النار ومن زعم انه مسلم

روزہ نماز کیا کریگا تو ہرگز ہرگز یہہ اعتقاد پیشی کی دن کچھ فائدہ نہ دیگا آخر ایسیکا انجام آگ ہی اور جو یہہ گمان کری کہ وہ مسلم ہی

وتقاعد من تعلم قدر ما هو فرض عين عليه من عقائد الايمان لا يوجد فيه من الايمان الا
پھر سستی کرے سیکھنے میں عقائد ایمان کی جسقدر اوسپر فرض عین ہی تو اوسمیں ایمان کا صرف دعوی ہی دعوی پایا جاتا ہی
مجرد الدعوى وهذا النوع من الايمان انما يظهر فائدته في الدنيا حيث لا يوخذ منه الجزية كما
ایسی ایمان کا فائدہ صرف دنیا ہی میں ہوجاتا ہی اسلئی کہ اوس سے خراج نہیں لیا جاویگا جیسی
توخذ من الكفار لكن يتعذر له الوصول في العقبى الى درجة الابرار فان العبد بمجرد الاتيان بكلمتي
اور کفار سی لیا جاتا ہی لیکن اسکو درجہ صلحاء کا آخرت میں ملنا بہت دشوار ہی کیونکہ آدمی صرف کلمہ شہادت کا پڑھ کر
الشهادة وتقرير الفاظ الايمان على طريق العادة وعد نفسه من المؤمنين من غير فهم معناها
اور عادت کی موافق الفاظ ایمان کی بول کر اور اپنی آپ کو مؤمنین میں شمار کرکر بدون سمجھی معنوں کی
لا يصير مؤمنا بينه وبين الله تعالى حتى يصدق بقلبه جميع شرائعه وينقاد في جميع احكامه
خدا کی علم میں مؤمن نہیں ہوسکتا یہان تک کہ اپنی دل سی تمام احکام شرعی کی تصدیق کری اور تمام احکام کا مطیع ہووی
ولا يتشكك ولا يتردد في شيء منها ولوجود هذا التصديق والانقياد في القلب علامات منها ان
اور کسی بات میں اصلا شک اور تردد نہ لاوی اور بہت نشانیان ہیں کہ جسی یہہ تصدیق اور انقیاد دل میں موجود معلوم ہو ایک یہہ ہی
لا يفرغ عن امر دينه بل يسعى في اصلاحه بتعلمه من اهله والعمل به ومنها ان لا يشق على قلبه
کہ دین کی معاملہ سی لگا ہو کر نہ ہو بیٹھی بلکہ دین کی درستی میں کوشش کرتا رہی اپنی اہل کو سکھاوی اور عمل کرتا رہی اور ایک علامت یہہ ہی کہ اوسکی دلپر دشوار نگذری
اذا اخبر عن شيء من امر دينه ولا يتهاون به ولا يتكبر عنه بل يقبله ويطيعه وان كان ذلك الامر
جب امور دینی میں سی کوئی سا حکم سنی اور اوسکو حقیر نہ سمجھی اور اوسی گردن کشی نکری بلکہ اوسکو مان لی اور اطاعت کری اگرچہ وہ حکم کیا ہی
في غاية الصعوبة والمخبر في غاية الحقارة ومنها ان لا يكون له هواه اميرا والشرع تابعا له بان
سخت دشوار ہو اور وہ حکم سنانیوالا کیسا ہی ذلیل و خوار ہو اور ایک یہہ نشانی ہی کہ اوسکی ہوا و نفسانی حاکم نہو جاوی اور شرع اوسکی تابع نہ بنی اسطور
لا ياخذ من الشرع شيئا الا ما يوافق هواه بل يجب ان يكون له الشرع اميرا وهواه اسيرا له فلا ياخذ
کہ شرعی احکام میں سی وہ ہی اختیار کیا کری جو اوسکی مرضی کی موافق ہو بلکہ واجب ہی کہ شرع ہی اوسکی حاکم اور اوسکی ہوا و ہوس مقید ہو پھر
من هواه ومراده شيئا الا باذن الشرع وان كان فيه نقصان المال والجاه والعرض كما اخبر به النبي
اپنی خواہش میں سی بدون اجازت شرع کی کچھ اختیار نہ کرسکی اگرچہ اسمین مال اور مرتبہ کا نقصان ہوجا اور عزت بگڑ جاوی چنانچہ نبی صلی اللہ
عليه السلام وقال لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به فاذا وجد في العبد تلك العلامات
علیہ وسلم نی خبر دی ہی فرمایا کہ کوئی تم میں سی مؤمن نہوگا جبتک کہ اوسکی مرضی تابع میری احکام کی نہو جاوی جب آدمی میں یہہ علامات موجود ہو جاوین
كان مؤمنا حقا وهذا هو الايمان المنجي من العذاب الابدي لكن بشرط التحفظ من جميع ما يهدم هذا
تو وہ بیشک مؤمن حقیقی ہی اور یہہ ہی ایمان ہی جو عذاب ابدی سی نجات دیتا ہی لیکن بشرطیکہ بچا رکھی تمام ایسی حالات سی جو اس تصدیق کو
التصديق وينافيه مما يجري على قلبه ولسانه وسائر جوارحه مما يوجب الكفر فان الايمان لا يزول الا
بگاڑ دیں اور کھو دیں وہ خطرات دلی اور زبانی اور تمام اعضا کی ہیں جن جن سی کفر لازم آجاوی کیونکہ ایمان بدون کفر کی نہیں گم ہوتا
بالكفر والكفر ثلثة انواع النوع الاول كفر جهلي وسببه عدم الاصغاء وعدم الالتفات وعدم التامل
اور کفر تین قسم کا ہوتا ہی پہلی قسم کفر جہلی ہوتا ہی اوسکا سبب یہہ ہی نہ سننا اور توجہ نکرنی اور غور اور فکر نہ کرنا
في الآيات والدلائل مثل كفر العوام فان اكثرهم لا يعرفون ما وجب عليهم معرفته من عقائد الايمان
آیات میں اور دلائل میں جیسی کفر عام لوگون کا کیونکہ اکثر عوام یہہ بھی نہیں جانتی کہ اونپر کون کون سی عقائد ایمانی کا سمجھنا واجب ہی

بل بعضهم ینطق بکلمتی الشهادة لکن لا یعرف معناهما ولا یمیز بین الله تعالی ورسوله والنوع الثانی
بلکہ بعضی لوگ شہادت کی دونو کلمی تو پڑہتی ہین پر اونکی معنی نہین جانتی اور اللہ مین اور اوسکی رسول مین تمیز نہین کرتی دوسری قسم کفر
کفر جحودی وسببه اما الاستکبار مثل کفر فرعون وملائه او خوف زوال الریاسة وعدم الوصول
انکاری ہوتا ہی اسکا سبب یا تو خود بینی اور تکبر جیسی کفر فرعون اور اوسکی امراکا یا خوف ریاست کی جاتی رہنی کا اور سرداری میسر نہونی کا
الیها مثل کفر هرقل او خوف الذم والتعییر مثل کفر ابی طالب والنوع الثالث کفر حکمی وهو الذی
جیسی کفر ہرقل کا یا خوف بدنامی کا اور شرم جیسی کفر ابو طالب کا اور تیسری قسم کفر حکمی ہوتا ہی یہہ وہ کفر ہی
جعله الشرع من علامات التکذیب کشد الزنار وسجود الصنم او کان عن استخفاف ما یجب تعظیمه
جسکو شرع نی نشانی تکذیب کی مقرر کی ہی جیسی جنیئو کا گل مین ڈالنا اور بت کو سجدہ کرنا اور حقارت کرنی اون چیزون کی جنکی شرع مین تعظیم ہی
کالقاء المصحف فی المزبلة واستهزاء العلم والعلماء وما هو من امور الدین او عن استحلال ما حرم
نعوذ باللہ جیسی مصحف کو کوڑی مین ڈالدینا اور علم اور علماء اور اور امور دینی کا ٹھٹھا کرنا یا حرام لعینہ کو جسکی
لعینه وثبت حرمته بدلیل قطعی کالزنا وشرب الخمر ومن فعل شیئا من ذلك یحبط جمیع اعماله من
حرمت دلیل یقینی سی ثابت ہوچکی ہو حلال سمجہنا جیسی زنا اور شراب کا پینا اور جسنی اس مذکورات مین سی کوی سا کیا اوسکی تمام عمل سوخت ہوجاتی
الدینیة فیلزم تجدید النکاح وتکرار الحج ان کان قادرا بعد التوبة واما غیر تلك الذنوب صغیرة
پہر نئی سرسی نکاح کرنا چاہئی اور حج پہر ادا کرنا چاہی اگر بعد توبہ کی مقدور رکہتا ہو اور سوای ان مذکورات کی باقی گناہ ہونسی
کانت او کبیرة فلا یخرج المؤمن بفعلها من الایمان بل یکون فاسقا لکن یخاف علیه امر عظیم
صغیرہ ہون یا کبیرہ تو مرد مؤمن کسی گناہ کی شامت سی ایمان سی خارج نہین ہوتا بلکہ فاسق ہوجاتا ہی لیکن اوسپر مرتی دم بڑا اندیشہ ہی
عند النزع ان کان مصرا علیها ولم یتب عنها لما روی انه علیه السلام قال المعاصی برید الکفر
اگر وہ شخص گناہ پر جم رہا تہا اور توبہ نہین کی ہی اسلئی کہ روایت ہی کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نی گناہ کفر کی ایلچی ہوتی ہین
فعلی هذا یجب علی کل مؤمن ان یتوب عن الذنوب کلها فی الحال لان التوبة عن الذنوب صغیرة کانت
اس حدیث کی موافق ہر مؤمن پر واجب ہی کہ تمام گناہونسی ابہی فی الحال توبہ کری کیونکہ توبہ کرنا گناہونسی صغیرہ ہون
او کبیرة واجبة علی الفور اما وجوبها فلقوله تعالی وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ ولقوله تعالی
یا کبیرہ فی الفور نرت واجب ہی وجوب توبہ کا اس آیت سی ثابت ہی توبہ کرو اللہ کی آگی سب ملکر ہی ایمان والو اور اس آیت سی
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا فانه تعالی قد امر فی هاتین الآیتین بالتوبة والامر للوجوب
ای ایمان والو توبہ کرو اللہ کی طرف صاف دلکی توبہ بیشک اللہ تعالی نی ان دونو آیتون مین توبہ کا حکم فرمایا اور امر واسطی وجوب کی ہی
فیکون التوبة واجبة واما وجوبها علی الفور فلئلا یلزم بالتاخیر الاصرار المحرم الذی یؤدی الی الهلاك
سو توبہ واجب ہوگئی اور توبہ کا ترت واجب ہونا اسلئی ہی تاکہ تاخیر کرنیسی اصرار حرام نہوجاوی جسکا انجام ہلاکت ہوتا ہی
لما روی عن ابن عباس انه علیه السلام قال هلك المسوفون والمسوف من یقول سوف اتوب وفی حدیث
اسلئی کہ روایت ہی ابن عباس رض سی کہ فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی ہلاک ہوئی دیر اور تاخیر کرنیوالی اور مسوف اوسکو کہتی ہین جو یہہ کہا کری ابہی بسکر توبہ کرونگا اور
اخر انه علیه الصلوة والسلام قال کل بنی ادم خطاء وخیر الخطائین التوابون فلابد للمؤمن
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا تمام بنی آدم بڑی ہی خطاوار ہین اور خطاواروں مین سی اچہی وہ ہین جو بہت توبہ کرتی ہین پس مؤمن کو
ان یداوم علی التوبة لیکون من التوابین فانه تعالی دعا عباده المؤمنین بعد ما اذنبوا الی التوبة
لازم ہی کہ ہمیشہ توبہ کرتا رہی تاکہ تواب مین داخل ہووی کیونکہ اللہ تعالی نی اپنی مؤمن بندون کو بعد گناہ کرنی کی توبہ کی ہدایت کی ہی

وامرهم بها وسماهم المؤمنين ثم بين ما لهم من الكرامة والمغفرة فقال عسى ربكم ان يكفر عنكم
اور توبہ کا حکم کیا ہی اور اونکو مؤمن کہکر پکارا ہی پہر بیان فرمایا جو اونکی ہی عزت اور بخشش ہوگی سو فرمایا شاید تمہارا رب اوتارے تمسی تمہاری
سيئاتكم ويدخلكم جنت تجري من تحتها الانهر وقال في اية اخرى والذين اذا فعلوا فاحشة
برائیاں اور داخل کری تمکو باغوں میں جنکی نیچی بہتی نہریں اور فرمایا ایک اور آیت میں اور وہ لوگ جب کر بیٹھیں کچہہ کہلا گناہ
او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوب الا الله ولم يصروا على ما
یا برا کریں اپنی حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگی اپنی گناہوں کی اور کون ہی گناہ بخشتا سوای اللہ کی اور نہ اڑجاویں اپنی
فعلوا وهم يعلمون اولئك جزاؤهم مغفرة من ربهم وجنت تجري من تحتها الانهر خلدين
کئی پر جانتی ہوکر اونکی جزا ہی بخشش اونکی رب کی اور باغ جنکی نیچی بہتی نہریں رہ پڑی اونمیں
فيها ونعم اجر العملين ثم اخبر انه يحبهم لتطهرهم بالتوبة عن انجاس الذنوب فقال ان الله يحب
اور خوب مزدوری ہی کام کرنیوالوں کی پہر یہہ خبر دی کہ اوسکو پسند ہی کہ اونکو پاک کری توبہ کرا کر گناہوں کی نجاست سی سو فرمایا بیشک اللہ کو خوش آتی ہیں
التوابين ويحب المتطهرين فاذا كان كذلك فكيف لا يشتغل المؤمن بالتوبة وكيف يغفل عنها لكن
توبہ کرنیوالی اور خوش آتی ہیں ستہرائی والی جب یہہ ٹہرا تو مؤمن ہوکر توبہ کیونکر نکریگا اور توبہ سی کیسی جدا ہوگا لیکن
لها اربعة شروط ان اختل شرط منها لا يتحقق التوبة الاول الندم بالقلب على فعل من الذنوب في
توبہ کی چار شرطیں ہیں اگر ایک بہی شرط جاتی رہیگی تو توبہ کا پتا نہیں پہلی دل سی شرمندہ ہونا گناہوں کی کرنی پر
الماضي والثاني ترك المعصية في الحال والثالث العزم على ان لا يعود الى مثلها في الاستقبال والرابع
زمانہ گذشتہ میں دوسری فورًا گناہ کو ترک کرنا تیسری عزم کرنا کہ آیندہ کو پہر کبہی ایسی حرکت نکرونگا چوتہی
ان يكون ذلك خوفا من الله تعالى لا لامر اخر فان من ندم على شرب الخمر وتركه لما فيه من الصداع
یہہ کہ تینوں امر اللہ تعالی کی خوف سی ہوں کسی اور سبب سی نہوں کیونکہ اگر کوئی شخص شراب پی کر نادم ہوا اور اوسکو ترک کیا اسلئی کہ اوسی سر درد ہوتا ہی
وزوال العقل والخلل بالمال والعرض لا يكون تائبا شرعا ولا ينال الثواب الموعود للتائبين وكذلك
اور بہکتا ہی اور مال تلف ہوتا ہی اور عزت جاتی ہی تو شرعًا یہہ شخص تائب نہیں ہی اور جو ثواب تائب کی واسطی مقرر ہی یہہ نہیں پاویگا اور ایسی ہی
من قال بلسانه استغفر الله وقلبه مصر على المعصية فاستغفاره ذلك يحتاج الى استغفار مع
جسنی زبان سی کہا استغفر اللہ اور دل اوسکا گناہ پر اڑا رہا تو ایسی توبہ سی شرمندہ ہوکر توبہ کرنی چاہئی
الندم لما روي ان عليا راى رجلا قد فرغ من صلاته وقال سريعا اللهم اني استغفرك واتوب اليك
کیونکہ روایت ہی کہ حضرت علی نی ایک کو دیکہا کہ اوسنی نماز سی فارغ ہوتی جلدی سی یہہ کہا الٰہی میں تجہسی بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں
فقال علي يا هذا ان سرعة اللسان بالاستغفار توبة الكذابين وتوبتك تحتاج الى توبة وعن الحسن
پس حضرت علی نی کہا ای شخص جلدی ہی زبان توبہ پر چلانی جہوٹہوں کی توبہ ہوتی ہی تیری یہہ توبہ قابل توبہ کی ہی اور حسن
البصري انه قال استغفارنا يحتاج الى استغفار قال القرطبي هذا قوله في زمانه فكيف في هذا الزمان
بصری سی روایت ہی کہ کہتی تہی ہماری توبہ قابل توبہ کرنی کی ہی قرطبی کہتی ہیں یہہ قول حسن بصری کا اونکی زمانہ میں ہی لیس اس زمانہ کا تو کیا حال کہیں
الذي يرى الانسان فيه مكبا على الظلم حريصا عليه ولا يقلع عنه والسبحة في يده يزعم انه يستغفر
کہ ہم دیکہتی ہیں انسان کو کہ حرص کا مارا ظلم پر دہکا چلا جاتا ہی اور ہرگز باز نہیں آتا اور تسبیح ہاتہ میں لی ہوئی ہی اس خیال پر کہ توبہ کریگا
منه وذلك استهزاء منه واستخفاف لما روي انه عليه السلام قال المستغفر باللسان المصر على
اب یہہ ٹہٹہا چہل اور حقارت ہی چنانچہ روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا کہ زبانی توبہ کرنیوالا گناہ پر لگا ہوا

الذنب

الذنب کالمستهزی بربه وانما التوبة ان یستغفر بلسانه وینوی بقلبه ان لا یعود الی الذنب اصلا
گویا اپنی رب سی ٹھٹھا کرتا ہی اور توبہ یہہ ہوتی ہی کہ زبان سی بخشش مانگی اور دل سی یہہ نیت کری کہ پہر کبہی نافرمانی نکرونگا

فاذا فعل ذلک یغفر الله ذنبه وان کان ذنبه عظیما اذ لیس ذنبا اعظم من الکفر وقد قال الله تعالی
جب ایسی توبہ کرتا ہی تو اسد تعالی اوسکی خطا معاف کردیتا ہی کیسا ہی گناہ ہو کیونکہ کفر سی بڑا کوئی گناہ نہیں ہی اور اسد کافروں کی حق مین

فی حق اهل الکفر قُل لِّلَّذِینَ کَفَرُوا إِن یَنتَهُوا یُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ فما ظنک فیما دونه من المعاصی
یہہ فرماتا ہی تو کہدی کافروں کو اگر باز آویں تو معاف ہو اونکو جو ہو چکا پہر تو کیا سمجہتا ہی کفر سی کمتر گناہوں کو

وقد روی انه علیه السلام قال لو اخطأ احدکم حتی یملأ ما بین السماء والارض ثم تاب تاب الله علیه
اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا اگر تم مین سی کوئی شخص اتنی گناہ کری کہ بہر جاوی میدان آسمان اور زمین کا پہر وہ توبہ کری تو اسد اوسپر رحمت کرتا ہی

وفی حدیث اٰخر انه علیه الصلوة والسلام قال ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب الله علیه یعنی انه اذا
اور ایک اور حدیث مین ہی کہ نبی صلی اسد علیہ وسلم نی فرمایا کہ بندہ جب خطا کا اقرار کرتا ہی پہر توبہ کرتا ہی تو اوسپر اسد تعالی رحمت کرتا ہی مراد یہہ ہی

اقر بکونه مذنبا ثم ندم علی ما فعل من الذنوب وعلی ما اکتسب من السیات وعزم ان لا یعود الی مثله
کہ اپنی تئین خطاوار کہہ کر پہر گناہ کئی ہوئی پر اور برائی کمائی ہوئی پر شرمندہ ہووی اور آگی کو یہہ عزم کری کہ پہر ایسی حرکت نکرونگا

یقبل الله تعالی توبته ویتجاوز عن سیاته لکن ینبغی ان یعلم ان الذنب علی نوعین ذنب بینه و
تو اسد تعالی اوسکی توبہ قبول کرتا ہی اور اوسکی خطاسی درگذر فرماتا ہی لیکن یہہ سمجہنا چاہی کہ گناہ دو قسم کی ہوتی ہین ایک تو صرف حقوق الٰہی

بین الله تعالی وذنب بینه وبین العباد فالذنب الذی بینه وبین الله تعالی یکفی فیه الاستغفار
دوسری حقوق العباد پہر گناہ صرف حقوق اسد کی ہین تو اوسمین کفایت کرتی ہی توبہ

باللسان والندم بالقلب والعزم علی ان لا یعود فاذا فعل ذلک لا یبرح من مکانه حتی یغفر له ذنبه
زبان سی اور ندامت دل سی اور یہہ عزم کرنا کہ پہر کبہی نکرونگا جب ایسی توبہ کرچکا تو فورًا اوسی جگہہ اوسکی خطا معاف ہوجاتی ہی

الا ان یکون علیه شئ من فرائض الله تعالی فان الشرع لا یکتفی فیه بمجرد التوبة بل اضاف الی ذلک
مگر اگر اوسکی ذمہ کچہہ فرائض الٰہی مین سی بہی ہو تو اس صورت مین شرع نی صرف توبہ پر اکتفا نہین کیا بلکہ اوس توبہ کی ساتہہ

فی البعض قضاء کالصلوة والصوم وغیرهما وفی البعض کفارة واما حقوق الاٰدمیین فلا بد من ایصالها
بعضی فرائض کا قضا چاہی جیسی نماز اور روزہ اور بعضی مین کفارہ چاہی رہی حق العباد اسمین ضرور ہی کہ وہ حق مستحق کی پاس

الی مستحقها فان لم یوجدوا یلزم تصدقها عنهم بنیة ان یکون ودیعة عند الله تعالی یوصلها
پہنچادی اور اگر وہ مستحق نملین تو لازم ہی کہ اونکو اونکی طرف سی خیرات کردی اس نیت سی کہ اسد تعالی یہہ امانت قیامت کی دن

الی اصحابها یوم القیمة فمن لم یجد سبیلا لخروجه عما علیه من التبعات لاعساره فعلیه ان یکثر
انکی مستحق کو پہنچادیگا اور جو شخص ماری تنگدستی کی کوئی راہ نپاوی حقوق العباد کی ادا کا تو اوسکو یہہ لازم ہی

من الاعمال الصالحات ویستغفر لمن ظلمه من المؤمنین والمؤمنات فی اکثر الاوقات فانه اذا فعل
کہ اعمال صالح بہت کری اور اپنی مظلوموں مؤمن مرد اور مؤمن عورتوں کی لئی اکثر اوقات بخشش کی دعا کیا کری جب یہہ عمل کریگا

کذلک یرجی من فضل الله تعالی ان یرضی خصماءه یوم القیمة بلطفه وکرمه المجلس الحادی عشر
تو اسد تعالی کی فضل سی امید ہی کہ قیامت کی دن اسکی مدعیوں کو اپنی لطف اور کرم سی راضی کردی گیارہوین مجلس

فی بیان افضل الذکر وافضل الدعاء قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
افضل ذکر اور افضل دعا کی بیان مین فرمایا رسول اسد صلی اسد علیہ وسلم نی

افضل الذكر لا اله الا الله وافضل الدعاء الحمد لله هذا الحديث من حسان المصابيح رواه جابر

سب ذکروں میں سے بہتر ہے لا الہ الا اللہ اور سب دعاؤں میں بہتر ہے الحمد للہ یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے جابر کی روایت سے

وانما جعل فيه الحمد لله من افضل الدعاء لان الدعاء عبارة عن ذكر العبد ربه وسواله عنه فضله

اور الحمد للہ سب دعاؤں سے افضل اسلئے ٹھہری کہ دعا اسکو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے رب کو یاد کرکر اوس سے فضل کا سوال کرے

ففي الحمد لله هذا المعنى موجود فهو ذكر الرب وطلب المزيد لانه راس الشكر والعمدة فيه لقوله عليه السلام الحمد لله راس الشكر ما شكر الله عبد لم يحمده

سو الحمد للہ میں یہہ معنی موجود ہیں اسواسطے کہ اسمیں رب کی یاد ہے اور ترقی کی طلب اسلئے کہ الحمد اصل ہے شکر میں اور عمدہ ہے واسطے فرمانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

والشكر يستلزم المزيد لقوله تعالى لئن شكرتم لازيدنكم فمن قال الحمد لله يصير كانه سئله عنه

اور شکر سے ترقی ہوا کرتی ہے واسطے فرمود اللہ تعالیٰ کی اگر حق مانوگے تو اور دونگا تمکو پھر جسنے الحمد للہ کہا گویا اوسنے اللہ تعالیٰ سے

تعالى زيادة فضله بعد الثناء عليه واما كون لا اله الا الله من افضل الاذكار فلان فيه معنى لا يوجد

ثنا کرکر فضل کی ترقی طلب کی اور لا الہ الا اللہ جو تمام ذکروں میں افضل ہے تو اسلئے کہ اسمیں وہ معنی ہیں

في ذكر غيره وبمعرفة ذلك المعنى يحصل للمكلف جميع ما يجب عليه معرفته في حقه تعالى وذلك المعنى

جو اور ذکر میں نہیں پائی جاتی اور ان معنوں کی دریافت کرنے سے مکلف کو حاصل ہوجاتی ہیں جو جو واجب ہے دریافت کرنا بہ نسبت ذات باری تعالیٰ کی اور وہ معنی

اثبات الالوهية له تعالى ونفيها عما عداه ويندرج في معنى الالوهية جميع ما يجب على المكلف معرفته

الوہیت کا ثابت کرنا واسطے اللہ تعالیٰ کی اور الوہیت کا سلب کرنا ما سوا اللہ سے اور الوہیت کی معنوں میں تمام باتیں آگئیں جنکا جاننا مکلف کو ضرور ہے

مما يجب في حقه تعالى وما يستحيل عليه وما يجوز له لان الالوهية تشتمل على معنيين احدهما

اوصاف الٰہی سے جو واجب ہیں اور جو محال ہیں اور جو جائز ہیں اللہ تعالیٰ کی حق میں اسلئے کہ الوہیت میں دو معنی ہیں ایک تو

استغناؤه تعالى عن جميع ما سواه والثاني افتقار جميع ما عداه اليه تعالى فعلى هذا يكون معنى كلمة

اللہ کا بے نیاز ہونا تمام اپنے ماسوا سے اور دوسرا تمام ماسوا کا محتاج ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف اس تقریر کی موافق معنی کلمہ

التوحيد لا مستغني عن جميع ما سواه ولا مفتقر اليه جميع ما عداه الا الله تعالى اما استغناؤه تعالى

توحید کی یہہ ہیں کہ نہیں ہے کوئی بے نیاز تمام ماسوا اپنے سے اور نہیں ہے کوئی محتاج الیہ تمام ماسوا اپنے کا سواء اللہ تعالیٰ کی اللہ تعالیٰ کی بے نیازی

عن جميع ما سواه فيوجب له تعالى الوجود والقدم والبقاء اذ لو لم تجب له تعالى هذه الصفات

تمام ماسوا سے جو ہے اسی واجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ موجود اور قدیم اور باقی ہے اسلئے کہ یہہ صفتیں اگر اللہ تعالیٰ کو بضرورت ثابت نہو جاویں

لكان محتاجا الى محدث لان انتفاء شئ عن هذه الصفات يستلزم الحدوث وكل حادث مفتقر

تو بیشبہ وہ محدث کا محتاج ہوگا اسواسطے کہ ان صفتوں میں سے جونسی نہوگی تب ہی حدوث لازم آویگا اور ہر حادث محدث کا محتاج

الى محدث وكذا يوجب له تعالى التنزه عن النقائص ويدخل في التنزه عن النقصان وجوب السمع و

ہوتا ہے اور ایسی ہی واجب ہوا اللہ تعالیٰ کا بری ہونا نقصان سے اور نقصان سے بری ہونے میں آگئی واجب ہونا سمع اور

البصر والكلام اذ لو لم يجب له تعالى هذه الصفات لكان متصفا بالنقائص ومحتاجا الى من يدفع

بصر اور کلام کا اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کو اگر یہہ صفتیں واجب نہونگی تو البتہ اوسمیں نقصان کی باتیں پائی جاوینگی اور محتاج ہوگا ایسے کا جو اوس

عنه تلك النقائص وكذا يوجب له تعالى التنزه عن الاغراض في افعاله واحكامه اذ لو لم يجب

نقصان کو دور کرے اور ایسے ہی واجب ہوا پاک ہونا اللہ تعالیٰ کا غرض سے افعال اور احکام میں اسلئے کہ اگر واجب نہو

له تعالى التنزه عن الاغراض لكان محتاجا الى ما يحصل به غرضه وكذا يوجب له تعالى ان لا يجب

اللہ کا پاک ہونا غرض سے تو بیشک محتاج ہوگا ایسی شئ کا جس سے اوسکی غرض حاصل ہو ایسے ہی ضرور ہوا اللہ تعالیٰ ذمہ پر کچھ واجب نہونا

عليه

عليه فعل شيء من الممكنات ولا تركه اذ لو وجب عليه شيء منهما لكان محتاجا الى ذلك الشيء

کسی فعل کا ممکنات میں سی کرنا اور نہ کرنا اسلئی کہ اگر واجب ہو اوسکی ذمہ پر کچھہ ان دونوں میں سی تو البتہ محتاج ہوگا اوس شئی کا

ليكمل به اذ لا يجب له تعالى الا ما هو كمال واما افتقار جميع ما عداه اليه تعالى فيجب له تعالى

تاکہ اوس شئی کامل بن جاوی اسواسطی کہ اللہ تعالی کو صفات کمال ہی واجب ہوتی ہیں اور تمام ممکنات ماسوی اللہ کی محتاج ہونی سی اللہ کی طرف واجب ہوا

القدرة والارادة والعلم والحيوة اذ لو لم يجب له تعالى هذه الصفات لكان عاجزا عن ايجاد شيء

اللہ تعالی کا قدیر اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی ہونا اس لئی کہ یہہ چاروں صفت اگر اللہ تعالی کو واجب نہوں تو وہ تمام ممکنات کی پیدا کرنی سی

من الممكنات وكذا يوجب له الوحدانية اذ لو لم يجب له تعالى الوحدانية بل كان معه غيره في

عاجز ہوگا اور ایسی ہی وحدانیت بھی واجب ہوتی ہی اسلئی کہ اگر وحدانیت نہو بلکہ اوسکی ساتھ ایک اور اللہ سوای اوسکی ہو

الالوهية لم يفتقر اليه شيء من الممكنات للزوم عجزهما ويوخذ من افتقار جميع ما عداه اليه تعالى

تو پہر کوئی شئی ممکنات میں سی اوسکی محتاج نہوگی کیونکہ بسبب ٹوک کی دونو عاجز ہوجاینگی اور جب تمام ممکنات ماسوی اللہ کی

حدوث العالم باسره اذ لو كان شيء منه قديما لكان مستغنيا عنه تعالى غير مفتقر اليه ويوخذ منه

اوسکی محتاج ہوئیں تو اوسی معلوم ہوا کہ عالم تمام حادث ہی اسلئی کہ عالم میں سی کچھہ بھی اگر قدیم ہو تو وہ اللہ تعالی سی بی پرواہ ہوگا اوسکی طرف محتاج نہوگا اور یہہ بھی

ايضا ان لا يؤثر شيء من المخلوقات في اثر ما اذ لو كان في شيء من المخلوقات تاثير في اثر ما لكان ذلك الاثر مستغنيا عنه تعالى غير مفتقر

معلوم ہوا کہ کسی چیز کو مخلوقات میں سی کسی امر میں کچھہ اثر نہو اسلئی کہ اگر مخلوقات میں سی کسی شئی کو کچھہ اثر مستقل ہوتا تو البتہ وہ اثر اللہ تعالی کا محتاج نہو

اليه فعلى هذا كل من يقول لا اله الا الله يصير كانه يقول لا واجب الوجود الا الله تعالى ولا واجب

بلکہ بی نیاز ہوتا اس تقریر کی موافق جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھتا ہی گویا کہ وہ یہہ کہتا ہی کوئی واجب الوجود نہیں سوای اللہ تعالی کی اور نہ کوئی واجب

القدم والبقاء الا الله ولا قادر على ايجاد الممكنات كلها الا الله ولا عالم بما لا يتناهى من المعلومات

القدم اور باقی سوای اللہ تعالی کی اور نہ کوئی قدرت والا تمام ممکنات کی پیدایش پر سوای اللہ تعالی کی اور نہ کوئی دانندہ معلومات بی انتہا کا

الا الله ولا منزه عن جميع النقائص ولا عن الاغراض في افعاله واحكامه الا الله ولا مؤثر في شيء من

سوای اللہ تعالی کی اور نہ کوئی بری تمام نقصانوں سی اور نہ غرض سی اپنی افعال اور احکام میں سوا اللہ تعالی کی اور نہ کوئی اثر کرنیوالا کسی شئی میں

المخلوقات الا الله وعلى هذا القياس كل ما وجب في حقه تعالى واستحال عليه وجاز له فقد

مخلوقات میں سی سوای اللہ تعالی کی اسیطرح جو جو صفات اللہ تعالی کو واجب ہیں اور جو جو اوسکی حق میں محال ہیں اور جو جو جایز ہیں

ظهر من هذا ان فهم معنى كلمة التوحيد يتوقف على معرفة الله تعالى ومعرفة الله تعالى

اس سی ظاہر ہوا کہ کلمہ توحید کی معنوں کو سمجھنا معرفت الہی پر موقوف ہی اور معرفت الہی

ليست ضرورية حتى يحصل بالبداهة كمعرفة كون الواحد نصف الاثنين بل انما تحصل

بدیہی یعنی ظاہر نہیں ہی تاکہ خود بخود معلوم ہوجاوی جیسی ایک کو دو کا آدہا جانتی ہیں بلکہ استدلال سی

بالاستدلال الذي هو النظر في الدليل فيكون النظر واجبا لانه تعالى امر به وقال انظروا ماذا

معلوم ہوسکتا ہی جسکو نظر فی الدلیل کہتی ہیں پس استدلال کرنا واجب ہوا چنانچہ اللہ تعالی نی یہی ارشاد کیا ہی فرمایا دیکہو کیا کیا

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فمن تركه يكون اثما لانه اعطى الانسان نعمة العقل فيستدل به على وجوده

موجود ہی آسمانوں اور زمین میں پہر جسنی استدلال کو ترک کیا وہ گنہگار ہوگا اسلئی کہ اللہ تعالی نی آدمی کو عقل کی نعمت اسیواسطی عطا کی ہی کہ اوسکی ذریعی ثابت کری

وقدمه ووحدته وسائر صفاته التي تدل عليها افعاله وهي القدرة والارادة والعلم والحيوة

اللہ کا وجود اور قدم اور وحدانیت اور تمام وہ صفات جن پر اوسکی افعال دلالت کرتی ہیں اور وہ صفات قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات ہی

فاذا لم یستدل به لایکون مؤدیا شکر نعمة العقل فیکون اثما فیبقی فی مشیة الله تعالی
پہر اگر اسنی اوس عقل سی استدلال نکیا تو اوسنی عقل کی نعمت کا شکر ادا نکیا پس یہہ گنہگار ہوگا پہر مشیت الٰہی مین رہیگا
ان شاء یغفر عنه ویدخله الجنة بلا عذاب وان شاء یعذبه بقدر ذنبه ثم یدخله الجنة
چاہی اسکو معاف کرکر جنت مین بلا عذاب داخل کری اور اگر چاہی اوسکی خطا کی موافق اوسکو عذاب دیکر جنت مین داخل کری
فعلی هذا یجب علی کل مؤمن ان یعتنی فی معرفة الله تعالی حتی تیسر له فهم معنی کلمة التوحید
اب ہر مؤمن پر واجب ہی کہ معرفت الٰہی مین کوشش کیا کری تاکہ اوسکو سمجہنا کلمہ توحید کی معنون کا سہل ہوجاوی
التی هی ثمن الجنة وسبب الخلاص من العذاب المؤبد وقد نص العلماء علی لزوم فهم معناها
جوکہ جنت کی قیمت اور دائمی عذاب سی رستگاری کا باعث ہی اور علماء صاف کہہ گذری ہین کہ سمجہنا معنون کا لازم ہی
والا لاینتفع بها متلفظها فی الانقاذ من الخلود فی النار اذ لیست فضیلتها بازاء تحریک اللسان
اور نہین تو زبانی پڑہنی سی اصلا فائدہ نہین ہی کہ دائمی آگ کی عذاب سی بچی اسواسطی کہ اوسکی فضیلت زبان ہلانی سی نہین ہوتی ہی
بها من غیر حصول معناها فی القلب بل فضیلتها بازاء حصول معناها فی القلب بسبب
جبتک کہ اوسکی معنی دلمین نہ حاصل ہون بلکہ اوسکی فضیلت یہہ ہی کہ اوسکی معنی بسبب معرفت الٰہی کی دلمین متیقن ہون
معرفة الله تعالی ولیس المراد من معرفة الله تعالی معرفة ذاته لان ذاته تعالی لیست معلومة
اور معرفت الٰہی سی مراد یہہ نہین ہی کہ اوسکی ذات کو دریافت کری اسلئی کہ اوسکی ذات تو بشر کو معلوم نہین ہوسکتی
للبشر بل المراد بها معرفة ما یجب فی حقه تعالی وما یستحیل علیه وما یجوز له لیعلم من
بلکہ معرفت سی یہہ مراد ہی کہ یہہ دریافت کری کہ اللہ تعالی کی حق مین کیا تو واجب ہی اور کیا محال ہی اور کیا جایز ہی تاکہ دریافت کرلی
ینطق بها ما نفی عن غیره تعالی وما اثبت له فانها مرکبة من نفی واثبات فالمنفی کل فرد من
کلمہ پڑہنی والا کیا صفت نفی کیا چاہی غیر اللہ سی اور کیا ثابت کیا چاہی اللہ تعالی کو کیونکہ کلمہ مرکب ہی نفی اور اثبات سی پس نفی کرتا ہو ہر ہر فرد
افراد حقیقة الاله سوی الله تعالی والمثبت فرد واحد من تلک الحقیقة وهو الله تعالی ومعنی
معبود حقیقی کا ہی سوای ذات الٰہی کی اور مثبت ایک فرد واحد ہی معبود حقیقی مین سی کہ وہ ذات الٰہی ہی اور معنی
الاله هو الواجب الوجود المستحق للعبادة وهذا المعنی کلی یقبل بحسب مجرد ادراکه ان یصدق
اللہ کی یہہ ہی ہین کہ واجب الوجود ہو سزاوار عبادت کا اور یہہ معنی کلی ہین کہ صرف باعتبار ادراک کی ہوسکتا ہی کہ بہت افراد پر صادق
علی کثیرین لکن الدلیل القطعی یدل علی استحالة التعدد فیه وکونه خاصا بذات الله تعالی وذلک
آوی پر دلیل قطعی سی معلوم ہوا کہ تعدد اسمین محال ہی اور یہہ صفت خاص ہی ذات الٰہی کو اور وہ
الدلیل وجود العالم فانه لکونه حادثا محتاجا الی محدث یدل علی ان له موجدا قدیما واحدا
دلیل عالم کا وجود ہی بیشک یہہ عالم حادث محدث کا محتاج ہوکر دلالت کرتا ہی کہ اوسکا ایک موجد ہی قدیم واحد
متصفا بالقدرة والارادة والحیوة والعلم لانه لو لم یکن قدیما بل کان حادثا لکان محتاجا الی
اور قدیر اور صاحب ارادہ اور حی اور علیم اسلئی کہ اگر قدیم نہو بلکہ حادث ہو تو البتہ محدث کا محتاج ہوگا
محدث فیلزم الدور او التسلسل وکلاهما محال ولو لم یکن واحدا بل کان اکثر من واحد لوقع بینهما
پہر دور یا تسلسل لازم آویگا اور یہہ دو محال ہین اور اگر واحد نہو بلکہ ایک سی زیادہ کئی ہون تو بیشک اونکی آپسمین
التمانع المقتضی لعدم وجود العالم ولو لم یکن متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة لکان
روک ٹوک واقع ہوگی جسی عالم موجود نہوسکی اور اگر قدرت والا اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی نہو تو بیشک

عاجزاً عن ایجاد شئ من العالم لان الایجاد اثر القدرة وتاثیر القدرة فی شئ من الاشیاء
عالم میں سے ہر ہر ذرہ کی ایجاد سے عاجز ہوگا اسلئے کہ ایجاد کرنا قدرت کا اثر ہوتا ہے اور تاثیر قدرت کی کسیطرح شئ میں اوس شئ کی ارادہ کرنے پر
یتوقف علی ارادة ذلک الشئ وارادة ذلک الشئ یتوقف علی العلم به لان القصد الی ایجاد شئ
موقوف ہے اور ارادہ اوس شئ کا بدون علم اوس شئ کی نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ارادہ کسی شئ کی ایجاد کا
مع عدم العلم به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلثة یتوقف علی الحیوة لکونها شرطاً فیها
بدون علم اوس شئ کی محال ہے اور یہ تینوں صفتیں کب ہوسکتی ہیں بدون حیات کی کیونکہ حیات شرط ہے
فعلی هذا یکون وجود العالم بل وجود کل جزء من اجزائه دلیلاً قطعیاً علی وجوده تعالی وکونه
اس بیان کی مطابق وجود تمام عالم کا بلکہ وجود ہر ہر ذرہ کا اوسکی اجزاء میں سے یقینی دلیل ہے اللہ تعالی کی وجود پر کہ وہ
قدیماً واحداً متصفاً بهذه الصفات الاربع المذکورة وعلی استحالة اضدادها ولهذا کان
قدیم اور واحد ہے اور موصوف ہے ان چاروں صفات مذکورہ سے اور دلیل ہے اسکی کہ ان صفات کا خلاف محال ہے اسیلئے
بعض اهل التوحید یقولون استدلالاً بالاثر علی المؤثر ما رایناً شیئاً الا رأینا الله تعالی بعده فان
بعضی اہل توحید اثر سے مؤثر پر استدلال کرکر یہ کہتے ہیں کہ ہمنے جب کسی شئ کو دیکھا تو اوسکی ساتھ ہی اللہ تعالی کو دیکھا بیشک
کل جزء من اجزاء العالم لکونه حادثاً محتاج الی من یوجده ومربیه لا یزال یتکلم بکلام لا حرف فیه
ہر ہر ذرہ عالم کی اجزاء کا چونکہ حادث اور محتاج ہے اپنی پیدا اور پرورش کرنیوالی کا ہمیشہ ایسی کلام سے جسمیں نہ حرف ہیں
ولا صوت ان له موجداً قدیماً واحداً متصفاً بالقدرة والارادة والعلم والحیوة یسمع کلامه
اور نہ آواز یہ کہتا ہے کہ میرا پیدا کرنیوالا قدیم ہے واحد صاحب قدرت صاحب ارادہ صاحب علم صاحب حیات تمیز والی
السامعون ولا یسمعه الذین هم عن السمع لمعزولون والمراد من السمع السمع الباطن الذی یسمع
اوسکی کلام سنتی ہیں اور بے تمیز جنکی سمجھ بیکار ہے نہیں سنتی اور سماعت سے مراد سماعت باطنی ہے جسسے وہ کلام سنی جاتی ہے
به کلام لیس بحرف ولا صوت ولا عربی ولا عجمی لا السمع الظاهر الذی لا یسمع غیر الاصوات وتشارک
جسمیں حرف اور آواز نہو اور نہ عربی ہو اور نہ عجمی یہ سماعت ظاہری مراد نہیں ہے جسسے سوا آواز کی کچھ معلوم ہو اور چوپایہ
فیه البهائم الانسان اذ لا قدر لشئ تشارک فیه البهائم الانسان والحاصل ان المکلف لا یعرف من
اور انسان اوسمیں شریک ہیں کیونکہ اوس شئ میں کیا خوبی ہے جسمیں چوپایہ اور انسان یکساں ہوں حاصل یہ ہے کہ آدمی مکلف
صفاته تعالی بالعقل الا ما یتوقف علیه افعاله وما لا یتوقف علیه افعاله تعالی کالسمع والبصر
صفات الہی میں سے بزور عقل وہ ہی جان سکتا ہے جن صفات پر افعال موقوف ہیں اور جن صفات پر افعال موقوف نہیں ہیں جیسے سمع اور بصر
والکلام فقد یستدل علی ثبوتها له تعالی تارة بالعقل وتارة بالنقل اما الاستدلال بالعقل فهو
اور کلام ان صفات کی ثبوت پر کبھی تو استدلال عقلی کرتی ہیں اور کبھی استدلال نقلی استدلال عقلی تو یہ ہے
انها صفات کمال واضدادها صفات نقصان واتصافه تعالی بصفات الکمال وعدم اتصافه
کہ یہ صفتیں کمال کی ہیں اور اونکی ضدیں صفتیں نقصان کی ہیں اور اللہ تعالی کا صفات کمالیہ سے موصوف ہونا اور صفات نقصان سے
بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه بتلک الصفات واما الاستدلال بالنقل فهو ان
بری ہونا واجب ہے اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالی ان صفات سے موصوف ہو اور استدلال نقلی یہ ہے کہ
الشرع قد صرح بثبوتها له تعالی فوجب الجزم بثبوتها له تعالی ودلیل النقل فی هذه المسئلة
شرع سے ان صفات کا ثبوت صاف ظاہر ہے پس یقین کرنا انکی ثبوت کا واجب ہوا اور اس مسئلہ میں دلیل نقلی

اولی من دلیل العقل لان تلك الصفات لا یتوقف علیها افعاله تعالی حتی یستدل بها علی ثبوتها
بہتر ہی عقلی دلیل سی اسلئی کہ ان صفات پر افعال الٰہی تو موقوف ہیں نہیں تاکہ اون افعال سی ان صفات کی ثبوت پہ استدلال کیا جا

له تعالی وذاته لم یکن معلوما لاحد حتی یعلم انها فی حقه تعالی کمال یجب اتصافه بها بحیث
اور اوسکی ذات کسیکو معلوم نہیں تاکہ یہہ معلوم ہو کہ یہہ صفات بہ نسبت ذات الٰہی کی ہی کمالیہ ہیں انکا ثبوت ہی چاہئی ہونا ایسا

لو لم یتصف بها یلزم ان یتصف باضدادها وما ذکر من کونها کمالا انما هو بالنسبة الینا ولا یلزم
کہ اگر یہہ صفتیں موجود نہوں گی تو انکی ضداد موجود ہونگی اور ان صفات کا کمالیہ ہونا جو مذکور ہوا تو وہ ہماری حق میں ہی اور یہہ ضرور لازم نہیں

من کون الشیء بالنسبة الینا کمالا ان یکون فی حقه تعالی کمالا الا تری ان اللذة والالم مع کونهما
کہ جو صفت ہماری حق میں باعث کمال کا ہو تو بہ نسبت ذات الٰہی کی بہی کمالیہ ہو کیا تجھکو معلوم نہیں ہی کہ لذت اور الم باوجودیکہ

بالنسبة الینا کمالا یمتنعان علی الله تعالی لکونهما من عوارض الاجسام فعلی هذا یلزم فی اثبات
ہماری حق میں کمال ہیں اللہ تعالی پر ممتنع ہیں اسواسطی کہ جسموں کی عوارض سی ہیں اس بیان کی موافق لازم یہہ ہی کہ

تلك الصفات له تعالی التمسك بالنقل عن الانبیاء الذین ثبت صدق کل واحد منهم و
ان صفات کی باب میں دست آویز نقلی بیان کی جاوی انبیاء علیہم السلام سی کہ صدق ہر ہر کا اور

امانته ونبوته بالمعجزة القائمة مقام قوله تعالی صدق رسولی فی کل ما یبلغ عنی سواء
امانت اور نبوت ایسی معجزہ سی ثابت ہوچکی ہی جو قایم مقام ارشاد الٰہی کی ہی میرا رسول سچا ہی جو حکم میری طرف سی بیان کری برابر ہی

کان تبلیغه بقوله او فعله او سکوته لان المعجزة تصدیق فعلی من الله تعالی لرسوله لکونها
کہ تبلیغ بواسطہ قول کی ہو یا فعل کی یا چپ رہنی سی اسلئی کہ معجزہ اللہ تعالی کی طرف سی تصدیق فعلی ہی واسطی رسول کی کیونکہ معجزہ

فعلا من افعاله تعالی خارقا للعادة قائما مقام صریح القول فی تصدیق رسوله فی دعواه الرسالة
ایک فعل ہی افعال الٰہی سی خلاف عادت کی قایم مقام صاف ارشاد کی ہی رسول کی تصدیق کی اوس رسالت کی دعوی میں

فانه تعالی لما خلق امرا خارقا للعادة علی یده عند ادعائه الرسالة صار کانه قال صدق رسولی
کیونکہ اللہ تعالی نی جب ایک امر خلاف عادت رسول کی ہاتہہ پر رسالت کی دعوی کرنی کی وقت پیدا کیا تو گویا یہہ ارشاد کیا میرا رسول سچا ہی

فی کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغه بقوله او فعله او سکوته قال العلماء مثال ذلك ان
تمام احکام میں جو میری طرف سی ادا کری برابر ہی کہ وہ تبلیغ رسول کی قولی ہو یا فعلی ہو یا چپ رہنی سی ہو علما نی اسکی یہہ مثال بیان کی ہی

رجلا اذا قام فی مجلس ملك بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثنی الیکم بکذا وکذا
ایک شخص بادشاہ کی مجلس میں ایک جماعت کی روبرو کہڑا ہوکر کہی میں اس بادشاہ کا ایلچی ہوں مجھکو تمہاری پاس فلانا فلانا حکم دیکر بہیجا ہی

من التکالیف وطلبوا منه حجة تدل علی صدقه وقال آیة صدقی ان اطلب من الملك ان
اور وہ جماعت اوسی صداقت کی دلیل طلب کری تب وہ شخص کہی نشان میری صداقت کا یہہ ہی کہ میں بادشاہ سی کہتا ہوں کہ

یخالف عادته ویقوم من مقامه ویقعد ثلث مرات وفعل الملك ذلك بطلبه فلا شك
اپنی خلاف عادت اپنی جگہہ سی تین دفعہ کہڑا ہو اور بیٹہہ جاوی پہر وہ بادشاہ اوسکی طلب پر کر بیٹہی تو بیشک

ان ذلك الفعل من الملك قائم مقام قوله صدق هذا الرجل فی کل ما یبلغ عنی ومفید للعلم
یہہ کار بادشاہ کا قایم مقام اس قول کی ہی یہہ شخص سچا ہی جو جو حکم میری طرف سی بیان کری اور اسی علم

الضروری بصدقه لمن شاهد ذلك الفعل من الملك ولمن لم یشاهده بل وصل الیه خبره
بدیہی اوسکی صداقت کا حاصل ہوگا جو کوئی یہہ حرکت بادشاہ کی دیکہیگا اور جو شخص نہ دیکہیگا بلکہ اوسکو تواتر سی یہہ خبر پہنچیگی

بالتواتر

بالتواتر ولا ريب ان هذا المثال مطابق لحال الرسل عليهم الصلوة والسلام فى افادة معجزتهم العلم
اور بیشک یہہ مثال رسل علیہم السلام کی حال سی خوب مطابق ہی کہ اونکی معجزہ کا اونکی

الضرورى بصدقهم لمن شاهدها ولمن لم يشاهدها بل وصل اليه خبرها بالتواتر فاذا ثبت
صداقت کا علم بدیہی حاصل ہوتا ہی دیکھنے والوں کو اور جنہوں نی نہیں دیکھا تواتر سی سنکر جب اونکا صدق ثابت ہوچکا

صدقهم بدلالة المعجزة وجب تصديقهم فى كل ما جاءوا به من عند الله تعالى وافضلهم
معجزہ کی دلالت سی تو واجب ہوئی اونکی تصدیق تمام احکام میں جو اللہ تعالی کی طرف سی لای ہیں اور تمام انبیا میں افضل

نبينا ومولانا محمد صلى الله عليه وسلم فانه تعالى قد بعثه الى اهل الارض كلهم ليبلغهم امره ونهيه ووعده
اور برتر نبی اور صاحب ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بیشک اللہ تعالی نی اونکو تمام اہل روی زمین کی طرف بھیجا تاکہ اونکو اسکا حکم اور ممانعت اور جزا

ووعيده وايده بمعجزات كثيرة لا حصر لها ليصدقوه فوجب عليهم تصديقه فى كل ما اخبر
اور سزا پہنچاویں اور اونکی تائید کی بہت معجزات سی جنکا انتہا نہیں تاکہ اونکی تصدیق کریں سو واجب ہی اون سب پر تصدیق اونکی تمام خبروں میں

وطاعته فى كل ما امر والانتهاء عن كل ما زجر فمن لم يصدقه فيما اخبر ولم يطعه فيما امر ولم ينته
اور واجب ہی اطاعت اونکی تمام حکموں میں اور باز رہنا جس چیز سی ممانعت کی ہی پھر جو شخص تصدیق نکری اونکی خبروں میں اور اطاعت نکری اونکی حکم کی اور باز نہ آوی

عما زجر يكون من الذين قال الله تعالى فيهم فى القرآن العظيم الذى هو افضل معجزاته اولئك كالانعام
منع کی ہوئی سی تو وہ اون لوگوں میں ہی جنکی حق میں اللہ تعالی قرآن شریف میں جو اونکا سب سی بڑا معجزہ ہی فرماتا ہی وہ جیسے چوپایہ

بل هم اضل فانه تعالى شبههم بالبهائم فى كون مشاعرهم متوجهة الى اسباب الدنيا ومقصورة
بلکہ اونسی زیادہ بیراہ اللہ تعالی نی انسان کو چوپایوں سی مشابہت دی اسباب میں کہ اونکی عقلیں دنیا کی مال اسباب کی طرف متوجہ ہیں اور دنیا ہی پر

عليها وعدم التفكر فيما يقرع اذانهم من الايات القرآنية والاحاديث النبوية وعدم الالتفات بها
ہر کنیں اور ہرگز تامل نہیں ہی اوسمیں جو سنتی ہیں آیات قرآنی اور احادیث نبوی سی اور اصلا اودھر توجہ نہیں ہی

بل جعلهم اضل منها لانها تدرك ما من شانها ان تدرك من المنافع والمضار وتجهد غاية جهدها
بلکہ اللہ تعالی نی انسان کو چوپایوں سی بیراہ زیادہ کہا کیونکہ چوپایہ تو اپنی حیثیت کی موافق نفع اور ضرر کو پہچان لیتی ہیں اور خوب کوشش کرتی ہیں

فى جلب ما ينفعها وسلب ما يضرها وتنقاد لصاحبها وتميز من يحسن اليها ممن يسئ اليها وهؤلاء
اپنی منفعت کی پیدا کرنی میں اور ضرر کی دفع کرنی میں اور اپنی مالک کی اطاعت کرتی ہیں اور تمیز کرتی ہیں درمیان اونکی جو اونکی ساتھ احسان کری اور ضرر پہنچاوی

ليسوا كذلك حيث لا يميزون بين المنافع والمضار ويجتهدون غاية جهدهم فى جلب ما يضرهم
ایسی نہیں ہیں اسلئے کہ اصلا نفع اور ضرر میں فرق نہیں کرتی اور ضرر رساں چیز میں مرکھپ کر کوشش کرتی ہیں اور منفعت سی الگ بچتی ہیں

وسلب ما ينفعهم ولا ينقادون لربهم وخالقهم ورازقهم ولا يعرفون احسانه اليهم ويقدمون على
اور اطاعت نہیں کرتی اپنی پروردگار اور پیدا کرنیوالی اور روزی دینی والی کی اور نہیں سمجھتی کہ اوس نی کیا کیا احسان کیا اور عذاب

العذاب الاليم ولا يقدمون على النعيم المقيم ويكونون من الذين قال تعالى فيهم يعلمون ظاهرا
درد ناک کی طرف دوڑ کر جاتی ہیں اور دائمی عیش کی طرف نہیں جاتی پھر وہ اون لوگوں میں ہیں جنکی حق میں اللہ تعالی فرماتا ہی جانتی ہیں اوپر اوپر

من الحيوة الدنيا وهم عن الاخرة هم غفلون يعنى انهم يعلمون ظاهرا حقيرا خسيسا من الدنيا
دنیا کا جینا اور وہ لوگ آخرت سی خبر نہیں رکھتی یعنی یہہ لوگ بیہودہ ظاہر کی نکمی اور بیکار دنیا کو خوب جانتی ہیں

وهو ما يشاهدونه من زخارفها وملاذها وسائر احوالها الموافقة لشهواتهم الملائمة لاهوائهم
اور یہہ جو کہ اونکو نظر آتا ہی دنیا کی رونق اور لذات اور تمام احوال جو اونکی شہوات کی موافق اور اونکی ہواہوس کی مطابق ہیں

وهم غافلون عن الاخرة التی هی المطلب الاعلی والمقصد الاقصی ولا یخطرون ببالهم ولا یتفکرون
اور وه آخرت سی جو کہ بڑا مطلب ہی اور عین مدعا ہی بالکل غافل ہین اور اونکی دلین خطرہ نہین آتا اور نہین سوچتی

من احوال الدنیا ما یؤدی الی معرفتها فان العلم بامور الاخرة موقوف علی العلم بوجود الباری تعالی
دنیا کی حالات کو اسطور کہ اوس سی آخرت کی معرفت حاصل ہو کیونکہ علم امورات اخروی کا علم وجود باری تعالی

وقدرته وارادته وعلمه وحیوته وذلک العلم لا یحصل الا بالنظر الی المصنوعات والتفکر فیها
اور اوسکی قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات کی علم پر موقوف ہی اور یہہ علم نہین حاصل ہوتا بدون غور اور تامل کی مصنوعات مین

والاستدلال بتغیراتها علی حدوثها واحتیاجها الی موجد قدیم واحد متصف بالقدرة و
اور بدون استدلال کی کہ حالات دنیا متغیر ہونی سی حادث ہین اور محتاج ہین طرف پیدا کرنیوالی کی جو قدیم اور واحد صاحب قدرت اور

الارادة والعلم والحیوة وهم قصروا النظر علی الظواهر الحسیة کالبهائم ولم یتفکروا فی عجائب
صاحب ارادہ اور علم اور حیات والا ہی اور بنی آدم نی اپنی نگاہ ظاہر دیکھنی پر چوپایہ کی طرح کوتاہ کی اور اوسکی عجیب صنعت کو

صنعه لیستدلوا بها علی وجوده وقدمه وقدرته وارادته وعلمه وحیوته فیعلموا ان ما اخبر به
خیال نہ کیا تاکہ اوسی استدلال ہو اوسکی وجود اور قدم اور قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات پر پہر یہہ جانتی کہ جو حدیث مین ہی

من امور الاخرة امور ممکنة یلزم وقوعها وعند وقوعها یکون المکلف فیها بحکم صلاح الاعمال
امورات آخرت مین سی سب ممکن ہین اونکا واقع ہونا ضرور ہی اور جبکہ وہ امور واقع ہونگی تو مکلف باعتبار اعمال نیک

وفسادها فریقین فریق فی الجنة وفریق فی السعیر نسال الله تعالی ان یجعلنا من اهل الجنة مع
اور اعمال بد کی دو قسم ہونگی ایک قسم بہشت مین اور ایک قسم دوزخ مین ہم اللہ سی دعا مانگتی ہین کہ ہمکو جنتی کری ہمراہ

الابرار لا من اهل النار مع الاشرار

المجلس الثانی عشر فی بیان اسعد الناس بشفاعة
صلحاء کی دوزخی نہ کری ہمراہ بد کارون کی بارہوین مجلس اس بیان مین کہ بڑا اسعادتمند آدمی

النبی صلی الله علیه وسلم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اسعد الناس بشفاعتی
قیامت کی دن بسبب شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی بڑا اسعادتمند آدمی میری شفاعت سی

یوم القیمة من قال لا اله الا الله خالصا من قلبه هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابو هریرة
قیامت کی روز وہ ہی جسنی کہا لا الہ الا اللہ صاف دلسی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی ابوہریرہ کی روایت سی

وقریب منه ما روی عن زید بن ارقم انه علیه الصلوة والسلام قال من قال لا اله الا الله مخلصا دخل الجنة فانه علیه
اور ایسا ہی مضمون ہی جو زید بن ارقم نی روایت کی ہی کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی جسنی کہا لا الہ الا اللہ صاف دلسی وہ داخل ہوا جنت مین بیشک

الصلوة والسلام قد شرط لنیل ما وعد فی هذین الحدیثین ان یکون فیمن قال لا اله الا الله الخلوص
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی شرط کیا ہی واسطی حصول جنت کی جو ان دونو حدیثون مین وعدہ کیا ہی کہ لا الہ الا اللہ کہنی والی مین خلوص

والاخلاص ومعنی الخلوص والاخلاص مساعدة الحال للمقال فمن قال لا اله الا الله ولم یساعده
اور اخلاص ہو اور معنی خلوص اور اخلاص کی یہہ ہین کہ اوسکا حال مقال کی مطابق ہو پہر جسنی لا الہ الا اللہ تو کہا اور اوسکا حال مطابق

حاله لمقاله لا یکون فیه شیء من الخلوص والاخلاص وانما یکون فیه من الخلوص والاخلاص
مقال سی نہوا تو اوسمین اخلاص اور خلوص کچہہ نہین ہی اور خلوص اور اخلاص جب ہی ہوتا ہی

اذا منعه هذا القول عن الذنوب وحمله علی الطاعات وان لم یمنعه من الذنوب ولم یحمله علی
کہ اوسکو یہہ قول گناہون سی باز رکہی اور طاعات کی رغبت دلاوی اور اگر اوسکو گناہون سی نہ روکا اور نہ طاعات پر رغبت دلاوی

الطاعات لا یکون فیہ الخلوص والاخلاص ویخاف ان یکون ھذا القول فیہ عاریۃ یسترد منہ
تو اوسمین خلوص واخلاص کہان ہی اور اندیشہ یہہ ہی کہ یہہ قول اوسمین بطور عاریت کی ہو پہر چہین نجاوی

لان من لم یکن فیہ الا اصل الایمان وھو مقصر فی الاعمال ومصر علی الذنوب قریب من ان
کیونکہ جس شخص مین سوای اصل ایمان کی کچہہ نہین ہی اور وہ نیک اعمال مین قصور کرتا رہا اور گناہون پر اڑا رہا کیا بعید ہی کہ

ینقلع شجرۃ ایمانہ اذا صادمتہ الریاح العاصفۃ التی ھی الوساوس الشیطانیۃ المحرکۃ لھا لان
درخت ایمان کا جڑسی اوکہڑ جاوی جب اوسکو تند ہوائین صدمہ پہنچائین کہ وہ وسوسی شیطانی ہین جو اوسکو حرکت دیتی رہتی ہین کیونکہ

کل ایمان لم یثبت فی القلب اصلہ ولم ینتشر فی الاعضاء فروعہ ولم یظھر فیھا ثمرۃ لا تثبت
جسکی ایمان کی جڑ دلین خوب نہین بیٹہی اور اوسکی ٹہنیان تمام اعضا مین نہین پہیلین اور نہ اوسکو ابہی کچہہ پہل لگا ہی

عند ظھور ملک الموت ویخاف علیہ الزوال وانما یثبت فی القلب اصل الایمان وانما ینتشر فروعہ
تو وہ جب ملک الموت آویگا قایم نہین رہیگا اور اندیشہ زوال کا ہی ایمان کی جڑ جب خوب بیٹہتی ہی دل کی اندر اور اوسکی ٹہنیان

فی الاعضاء وانما یظھر ثمرۃ فیھا اذا سقی بماء الطاعات علی توالی الایام والساعات حتی یرسخ
اعضا کی اندر جب پہیلتی ہین اور پہل ایمان کا جب ہی لگتا ہی کہ طاعات کی پانی سی ہمیشہ ہر وقت رات دن سیراب کرتا ہی تاکہ اوسکی جڑ محکم

ویثبت وینتشر فروعہ ویظھر ثمرۃ فھذا امر لا یظھر الا عند الخاتمۃ واصل ذلک علی ما ثبت
اور ثابت ہوکر اوسکی شاخین پہیلین اور اوسکو پہل لگی یہہ حال دری خاتمہ سی معلوم نہین ہوسکتا اور اصل اسکی جیسی کہ

فی العلوم العقلیۃ ان تکرار الافعال سبب لحصول الملکۃ الراسخۃ فی النفس فمن اصر علی
علوم عقلی مین ثابت ہی یہہ ہی کہ ہر فعل بار بار کرنی کرتی نفس مین خوب کامل ہوجاتا ہی پہر جو شخص گناہون پر

الذنوب یحصل فی قلبہ الفھا وجمیع ما الفہ الانسان فی عمرہ یعود ذکرہ عند موتہ فان کان
اصرار کرتا ہی اوسکی دلین محبت گناہون کی پیدا ہوجاتی ہی اور انسان کی تمام محبوب چیزین عمر بہر کی موت کی وقت یاد آتی ہین پہر اگر اس شخصکو

میلہ الی الطاعات اکثر یکون اکثر ما یحضرہ عند الموت ذکر الطاعات وان کان میلہ الی المعاصی
رغبت طاعات کی زیادہ تہی تو اکثر اسکو موت کی وقت طاعات یاد آوینگی اور اگر اسکو رغبت گناہون کی

اکثر یکون اکثر ما یحضرہ عند الموت ذکر المعاصی فربما یقبض روحہ عند غلبۃ شھوۃ من الشھوات
زیادہ تہی تو پہر موت کی وقت اکثر وہ ہی گناہ یاد آوینگی پس بعضی وقت نزدیک غلبہ کسی شہوت کی شہوتون مین سی

او معصیۃ من المعاصی فیتقید قلبہ بھا وتصیر سببا لسوء خاتمتہ فاما الذی غلبت ذنوبہ
یا کسی گناہ کی گناہون مین سی اوسکی جان نکل جاتی ہی اور اوسکا دل اسمین گرفتار رہتا ہی یہہ ہی سبب اوسکی خاتمہ بد کا ہوجاتا ہی اور جس شخصکی گناہ بہت

وکانت اکثر من طاعاتہ ولم یتب عنھا بل کان مصرا علیھا وقلبہ فرحا بھا فھذا الخطر فی حقہ
اور طاعات سی زیادہ ہون اور توبہ کی نہو بلکہ گناہون پر اڑا رہا اور اوسکا دل اسہی مین خوش رہا تو ایسی شخص کی حق مین اسکا

عظیم اذ قد یکون غلبۃ الالف سببا لان یتمثل صورۃ معصیۃ فی قلبہ وتمیل الیھا نفسہ
بڑا اندیشہ ہی اسواسطی کہ بعضی وقت ماری غلبۂ محبت کی صورت گناہ کی اوسکی دلین پیدا ہوجاتی ہی اور اوسکا دل اودہر کو مایل ہوتا ہی

ویقبض علیھا روحہ فذلک ھو سوء الخاتمۃ واما الذی لم یرتکب ذنبا اصلا او ارتکب لکن
اور وہین جان نکل جاتی ہی سو خاتمہ بد یہہ ہی اور جس شخص کوئی ہرگز گناہ نہین کیا یا گناہ تو کیا پہر

تاب فھو بعید عن ھذا الخطر فعلی ھذا یجب علی کل مسلم بعد ما قال لا الہ الا اللہ اداء واجب
توبہ کرلی سو وہ اس اندیشہ سی محفوظ ہی اس بیان کی موافق ہر ہر مسلم پر جو لا الہ الا اللہ کہتی ہین واجب ہی کہ جو طاعات

عليه من الطاعات وحفظ لسانه وسائر اعضائه من السيئات لان كثيرا من الناس يقولون
اونکی ذمہ پر واجب ہی ادا کیا کریں اور اپنی زبان کو اور تمام اعضا کو گناہونسی بچاویں اسواسطی کہ اکثر لوگ یہہ قول زبانسی کہتی ہیں

هذا القول ثم ينزع عنهم في اخر اعمارهم بسبب اعمالهم الخبيثة ويخرجون من الدنيا بغير ايمان
پہر اونسی آخر عمر میں بسبب خبیث عملوں کی چہوٹ جاتا ہی اور دنیاسی بے ایمان مرتی ہیں

واي مصيبة اعظم من هذا ان يكون اسم الرجل في جميع عمره في الدنيا من المؤمنين ثم يموت
اب کونسی مصیبت اس سی بڑی ہوگی کہ ایک شخص کا نام دنیا میں تو عمر بہر مسلمانوں میں درج رہا پہر جب مرا

ويكون اسمه في الاخرة من الكفرين ليس الحسرة على الذي يخرج من الكنيسة ويدخل في جهنم وانما
تو آخرت میں اوسکا نام کافروں میں درج ہوا افسوس کچہہ اوسکی حال پر نہیں ہی جو گرجا سی نکل کر دوزخ میں گری

الحسرة على الذي يخرج من المسجد ويطرح في جهنم بسبب اعماله الخبيثة فان الناس في الايمان
افسوس تو بڑا اوسکی حال پر ہی جو مسجد میں سی نکل کر بسبب خبیث اعمال کی جہنم میں جا وی بنی آدم باعتبار ایمان کی

على ضربين منهم من يكون له الايمان عارية يسترد منه ومنهم من يكون له الايمان عطاء
دو قسم کی ہیں بعضی ایسی ہیں کہ اونکا ایمان عاریت کا ہی پہر چہن جاویگا اور بعضی ایسی ہیں کہ ایمان اونکو بخشا ہوا ہی

لا يسترد منه والعلامة في ذلك ان الذي يمنعه الايمان من الذنوب ويحمله على الطاعات
پہر ہرگز نہیں چہنیگا اور نشان اسمیں یہہ ہی کہ جسکو پاس ایمان کا گناہونسی روکتا ہی اور طاعت کی رغبت دیتا ہی

فالايمان له عطاء لا يسترد منه والذي لا يمنعه الايمان من الذنوب ولا يحمله على الطاعات
تو اوسکا ایمان بخشا ہوا ہی اوس پہر نہیں چہینا جاویگا اور جسکو پاس ایمان کا گناہونسی نہیں روکتا اور نہ طاعات پر رغبت دیتا ہی

فالايمان له عارية يسترد منه لان ايمانه لو كان صحيحا خالصا لمنعه من الذنوب ولحمله على
تو اوسکا ایمان عاریت کا ہی وہ چہن جاویگا کیونکہ اگر اوسکا ایمان صحیح اور خالص ہوتا تو بیشک اوسکو گناہونسی روکتا اور طاعت کی رغبت

الطاعات فلما لم يمنعه من الذنوب ولم يحمله على الطاعات علم ان قلبه الذي هو محل الايمان
دیتا پس جب اوسکو گناہونسی روکا اور نہ طاعت پر رغبت دی تو معلوم ہوا کہ اسکا دل جو ایمان کا گہر ہی

مريض فان القلب قد يمرض ويشتد مرضه لكن لا يعرف صاحبه لغلبة الهوى عليه بل قد
بیمار ہی بیشک دل کبہی بیماری میں سخت مبتلا ہو جاتا ہی لیکن اوس شخص کو بسبب غلبہ ہوا ہوس کی معلوم نہیں ہوتا بلکہ بعضی وقت

يموت قلبه وهو لا يشعر بموته وعلامة ذلك ان لا يؤلمه جراحات الذنوب فان القلب اذا كان
اوسکا دل مرجاتا ہی اور اوسکو موت کی خبر نہیں ہوتی اسکا نشان یہہ ہی کہ دلمیں گناہ کی زخم سی الم نہیں ہوتا کیونکہ دل جبتک

فيه حيوة يتالم بقدر حيوته من جراحات الذنوب وقد يشعر بمرضه صاحبه لكن لا يتحمل
زندہ رہتا ہی تو اوسکو جتنی اسمیں حیات ہوتی ہی گناہوں کی زخموں سے الم پیدا ہوتا ہی اور کبہی اوس شخص کو دل کی بیماری کی خبر ہوتی ہی پر

مرارة الدواء ولا يصبر عليها فيؤثر بقاء الالم على مشقة الدواء فان دواءه في مخالفة هواه وذلك
پرہیز کی دوا کی برداشت نہیں کرتا اور نہ اسپر صبر کرتا ہی پہر وہ الم رہنی دینی دوا کی مشقت میں شکر کرتا ہی کیونکہ اوسکا علاج تو ہوا ہوس کی مخالفت ہی وہ بہت

اصعب شيء على النفس وليس لها شيء انفع من ذلك قال سهل بن عبد الله هواك داؤك فان خالفته
نفس پر بڑا ہی دشوار ہی اور اوسکی حق میں اس سی زیادہ کچہہ مفید نہیں ہی سہل بن عبد اللہ کہتی ہیں تمہری خواہش تیرا مرض ہی اگر تونی اوسکا خلاف کیا

فذلك دواءك وقال ايضا ترك الهوى مفتاح الجنة لقوله تعالى وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ
تو یہہ ہی تیرا علاج ہی اور یہہ بہی کہا ہی ہوا ہوس کا ترک کرنا جنت کی کنجی ہی واسطی ارشاد الٰہی کی اور جو کوئی ڈرا اپنی رب کی پاس کہڑی ہونی سی

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى فالسعيد من يخالف هوٰيه ويطيع مولاه والشقى
اور روکا جی کو چاؤ سے سو بہشت ہی ہے ٹھکانا پس نیک بخت وہ ہی ہے جو اپنی ہوا ہوس کی مخالفت کر کر اپنی صاحب کی اطاعت کرے اور بدبخت
من يتبع هوٰيه ويخالف مولاه فان اتباع الهوى سم قاتل من سموم الدين يفضى الى الهلاك
وہ ہے کہ اپنی ہوا ہوس کی پیچھے لگا ہے اور اپنے صاحب کی مخالفت کرے بیشک اطاعت نفس کی زہر قاتل ہے دین کی زہروں میں سے ہمیشہ کی واسطے مار ڈالتا ہے
الابدى يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ فالخائف من الهلاك فى هذه
جس دن نہ کام آوے کوئی مال نہ بیٹے مگر جو کوئی آیا اللہ پاس لیکر دل چنگا پس جو شخص ڈرتا ہے موت سے اس
الدنيا الفانية اذا كان يجب عليه فى كل حال الاحتراز عن السموم وما يضره من المهلكات فالخائف
دنیا فانی میں او سپر واجب ہے کہ ہر وقت ہمیشہ زہروں سے اور تمام مہلکات سے بچتا رہے سو جسکو ہلاک
من الهلاك الابدى اولى ان يجب عليه فى كل حال الاحتراز عن المعاصى التى هى سموم الدين فان
ابدی کا خوف ہو تو اوسکو تو ضرور تر واجب ہے کہ ہر وقت گناہوں سے بچتا رہے کہ وہ دین کی حق میں زہر ہیں کیونکہ زہر دین سے
المخوف من هذه السموم فوات الاخرة الباقية التى ليس اضعاف اعمار الدنيا عشر عشير مدتها
یہ ہی اندیشہ ہے کہ آخرت فوت نہو جاوے جو ہمیشہ کو باقی ہے اور کئی کئی بار دنیا کی عمریں اوسکی سوویں حصہ کو نہیں ملتی
اذ ليس لمدتها اخر وغاية وفيها النعيم المقيم والملك العظيم وفى فواتها نار الجحيم والعذاب الاليم
کیونکہ آخرت کی مدت کا انتہا اور آخر نہیں ہے اور اوسمیں نعمتیں دائمی اور ملک بڑا اور اوسکی فوت ہونے میں دوزخ کی آگ ہے اور عذاب دردناک ہے
فالبدار البدار الى التوبة والاستغفار قبل ان يعمل سموم الذنوب فى روح الايمان ولا ينفع بعده
پس بدار کرو جلدی طرف توبہ اور استغفار کی پہلے اس سے کہ گناہوں کا زہر ایمان کی روح میں اثر کرے پھر نہ تو پرہیز فائدہ کریگا
الاحتماء ولا تدابير الاطباء ولا نصح الناصحين ولا وعظ الواعظين ويحق عليه القول انه من
بعد اوسکی اور نہ تدبیر طبیبوں کا اور نہ نصیحت ناصحوں کی اور نہ وعظ واعظوں کا اور اوسپر یہ ہی قول ثابت ہو جائیگا کہ یہ
الكافرين ويدخل تحت عموم قوله تعالى اِنَّا جَعَلْنَا فِىْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِىَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ
کافر ہے اور اس قول عام کے بیچ داخل ہوجائیگا ہم نے ڈالی ہیں اونکی گردنوں میں طوق سو وہ ہیں ٹھوڑیوں تک پھر اونکے سر الل رہے ہیں
ولا يغرنك لفظ الايمان وتقول المراد به الكفرون اذ قد جاء فى الحديث ان الزانى لا يزنى وهو مؤمن
اور ایمان کی لفظ سے کہیں دھوکے میں نہ آنا کہ تو کہنے لگے آیت میں مراد کافر ہیں اسواسطے کہ حدیث میں یہ آیا ہے نہیں زنا کرتا زانی اور مؤمن بھی ہو
فانه عليه الصلوة والسلام ما اراد به نفى الايمان الذى هو العلم بالله وملئكته وكتبه ورسله
کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ایمان سلب ہو جاتا ہے یعنی اللہ تعالی کا اور اوسکی فرشتوں کا اور اوسکی کتابوں کا اور اوسکی رسولوں کا
فان هذا الايمان لا ينافيه الزنا وسائر الذنوب بل اراد نفى الايمان الذى هو العلم بكون الزنا و
کیونکہ یہ ایمان تو نہ منافی زنا کا ہے اور نہ منافی تمام اور گناہوں کا بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ ایمان کہ جس سے جانتا تھا کہ زنا اور
سائر الذنوب مبعدا عن الله تعالى وموجبا للمقته فالمحجوب عن هذا الايمان الذى هو فرع
تمام گناہ اللہ تعالی کی درگاہ سے دور کرتی ہیں اور باعث ہلاکی کا ہیں وہ جاتا رہتا ہے سو جو شخص اس فرعی ایمان سے محجوب ہوا
سيحجب فى الخاتمة عن الايمان الذى هو اصل حتى قال بعض العلماء قول العاصى للمطيع انا
تو کیا بعید ہے کہ خاتمہ کی وقت اصل ایمان سے بھی محجوب ہو جاوے بعضی علماء نے کہا ہے کہ عاصی کا یہ کہنا مطیع سے کہ میں بھی
مؤمن كما انت مؤمن يشبه قول شجرة القرع لشجرة الصنوبر انا شجرة كما انت شجرة وما احسن
ویسا ہی مؤمن ہوں جیسا تو مؤمن ہے ایسا ہے کہ کدو کی درخت نے صنوبر سے کہا میں بھی ویسا ہی درخت ہوں جیسا تو درخت ہے پھر صنوبر نے

ما قالت شجرة الصنوبر لها في الجواب انك ستعرفين حالك اذا عصفت رياح الخريف و
کیا ہی خوب جواب دیا تو آپ ہی اپنا حال دیکھ لیگا جب آندھیاں خزاں کی چلیں گی اور

انقلعت اصولك وانتشرت اوراقك فعند ذلك ينكشف غرورك بمجرد مشاركتك اياي في
تیری جڑ اوکھڑ جاوے گی اور تیری پتی جھڑکر بکھر جاویگی تب تیرا یہہ گھمنڈ کھل جاویگا کہ نام میں تو بھی میرا شریک ہے

اسم الشجر مع الغفلة عن اسباب ثبات الاشجار فكذا العاصي سيعرف حاله اذا عصفت
درخت کہلاتا ہی یہہ تجھکو خبر ہی نہیں کہ درخت کیونکر قایم رہتے ہیں سو ایسے ہی عاصی گنہگار جلد اپنی حال سی واقف ہوجاوگا جب موت کی

رياح الاجل وظهرت سكرات الموت فعند ذلك ينكشف غروره بمجرد مشاركته للمطيع في
آندھی چلیگی اور موت کی سکرات پیدا ہونگی تب کھل جاویگا تمام غرور کہ نام کو مطیع کی طرح

اسم المؤمن مع الغفلة من اسباب ثبات الايمان وهذا امر يظهر عند الخاتمة حتى قال بعض
مؤمن کہلاتا تہا بے خبری میں کہ ایمان کس بات سی قایم اور ثابت رہتا ہی اور یہہ حال خاتمہ کی وقت کھل جاتا ہی اتنا کہ بعضی

العارفين اذا ظهر ملك الموت للعبد يعلم ذلك العبد انه لم يبق من عمره شئ فيبدو له حينئذ
عارف کہتی ہیں جب موت کا فرشتہ آدمی کی پاس آتا ہی تو جب وہ آدمی خبردار ہوتا ہی کہ میری عمر کچھ باقی نہیں رہی اب اوسکو اسقدر

من الحسرة والندامة ما لو كانت له من الدنيا بجملتها لكان يبذلها ليضم الى عمره ساعة حتى
حسرت اور ندامت پیدا ہوتی ہی کہ اگر اوسکی قبضہ میں تمام دنیا ہوتی تو بیشک خرچ کر دیتا تاکہ اوسکی عمر میں ایک گھڑی زیادہ ہوجاوے

يتدارك تفريطه ولا يجد الى ذلك سبيلا فيتجرع غصة الياس عن التدارك وحسرة الندامة
کہ اپنی افراط تفریط کا عوض کرلے سو اوسکا کوئی سبیل نہ ہوسکیگا سو خوف کی گہونٹ گلہ کرتی ہوئی تدارک سی لاچار ہوکر پیتا رہیگا

على تضييع العمر في ما يضره ولا ينفعه فيحمل روحه يتغرغر فيغلق عنه باب التوبة فيبقى في
عمر بیکار کہوکر ایسی کاموں میں جو ضرر پہنچاویں اور کچھ فائدہ نہ دیں پہر اوسکی جان نکلتی گلی میں آواز کریگی اور دروازہ توبہ کا بند ہوجاویگا پہر رہ

الحسرة والندامة ولذلك قيل وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ
حسرت اور ندامت ہی رہ جاوی گی اسیلئی کہا گیا ہی اور اونکی توبہ نہیں جو کرتی جاتی ہیں بری کام جبتک سامنی آئی ایسی کیسکو

الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَإِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن
موت کہنی لگا میں نی اب توبہ کی توبہ قبول کرنی اللہ کو ضرور سو اونکی جو عمل کرتی ہیں برا نادانی سی پہر توبہ کرتی ہیں

قَرِيبٍ والمراد بالقرب قرب العهد بالمعصية بان يندم عليها ويمحو اثرها بحسنة يردفها قبل
شتاب سی اور مراد قرب سی نزدیک زمانہ گناہ کا ہی یعنی گناہ کرتی ہی اوسپر شرمندہ ہوکر اوسکا نشان مٹاوی نیکی سی کہ اوسکی ساتہہ ہی عمل کری

ان يتراكم ظلمتها على القلب فلا يقبل المحو ولذلك قال النبي عليه الصلوة والسلام اتبع السيئة
اس سی پہلی کہ اوسکی تاریکی دل پر پہیل جاوی کہ پہر وہ تاریکی ہرگز نہ جاتی اسیلئی فرمایا ہی نبی علیہ الصلوة والسلام نی برائی کی ساتہہ

الحسنة تمحها وقال لقمان لابنه يا بني لا تؤخر التوبة فان الموت تاتي بغتة فمن ترك المبادرة
نیکوئی کر کہ وہ نیکوئی اوسکو مٹاویگی اور لقمان نی اپنی بیٹی سی کہا ای بچہ توبہ میں دیر نکرنا کیونکہ موت ناگہاں آجاتی ہی سو جسنی جلدی سی توبہ کی

الى التوبة بالتسويف قد يعاجله الموت فلا يجد مهلة للاشتغال بالمحو ولذلك ورد في الخبر
اور دیر کرتا رہا کبہی جلدی سی موت اوسکو آلیتی ہی پہر اوسکو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ توبہ کری اسیلئی حدیث میں آیا ہی

عن ابن عباس انه عليه الصلوة والسلام قال هلك المسوفون والمسوف من يقول سوف اتوب
ابن عباس کی روایت سی کہ فرمایا ہی علیہ الصلوة والسلام نی ہلاک ہوئی مسوف یعنی دیر کرنیوالی اور مسوف وہ ہوتا ہی جو یہہ کہا کری کہ اب توبہ کرونگا

وهو هالك لانه بنى الامر على البقاء الذى لم يفوض اليه ولعله لا يبقى وان بقى فانه كما لا يقدر على ترك
اور وہ شخص ہلاک ہوتا ہے کیونکہ اس نے کام کی بنیاد بقا پر رکھی ہے جو کہ اس کی سپرد نہیں ہے اور شاید کہ وہ باقی نہ رہے اور باقی بھی رہا تو جیسا کہ گناہ اب نہیں چھوڑ سکتا

الذنب اليوم لا يقدر على تركه غدا لان عجزه عن الترك فى الحال ليس الا لغلبة الشهوة عليه والشهوة لا تفارق
یعنی توبہ نہیں کرتا کل بھی نہ چھوڑ سکے گا کیونکہ اب غلبہ شہوت کا مارا توبہ نہیں کرتا تو شہوت تو اوس سے جدا نہیں ہوگی

بل تتضاعف وتتاكد بالاعتياد فليست الشهوة التى اكدها الانسان بالاعتياد كالشهوة التى لم يؤكدها
بلکہ بڑھتی جاوے گی اور زیادہ عادت ہوتی جاوے گی سو وہ شہوت جس کی آدمی نے خوب عادت کر لی ہے ایسی نہیں ہوتی جس کی عادت نہیں کی

وعن هذا قيل هلك المسوفون فانهم يظنون ان بين المتماثلين فرقا ولا يدرون ان الايام متشابهة فى
اسی لئے کہتے ہیں کہ دیر کرنے والے جاتے رہے کیونکہ یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ دو نظیروں میں فرق ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ دن تمام ایک سے ہیں

كون ترك الشهوات شاقا فيها ابدا فعلى العاقل ان يبادر بالتوبة اذا صدر منه شئ من المنهيات
شہوات کا ترک کرنا ہمیشہ دشوار ہے سو عاقل کو لازم ہے کہ جلد توبہ کرے جب اوس سے کوئی گناہ صادر ہو

لان من عصى الله تعالى فى شئ منها ولم يتب عنه على الفور يكون من الظلمين لقوله تعالى ومن
کیونکہ جو شخص نافرمانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی کسی بات میں اور فورًا توبہ نہیں کرتا تو وہ ظالم ہے واسطے ارشاد الٰہی کے اور جو

لم يتب فاولئك هم الظلمون والتوبة عبارة عن معنى يحصل من امور ثلثة علم وحال وقصد
توبہ نہیں کرتا وہ ہی لوگ ہیں ظالم اور توبہ ایک کیفیت ہے جو پیدا ہوتی ہے تین چیزوں سے علم اور حال اور قصد

اما العلم فهو معرفة عظم ضرر الذنوب وكونه حجابا بينه وبين محبوبه واما الحال فهو الندم ومعنى
علم تو یہ یقین کرنا کہ معصیت میں بڑا ہی ضرر ہے اور محبوب سے پردہ میں روک دیتا ہے اور حال سے مراد شرمندگی ہے اور معنی

الندم تالم القلب وتحزنه عند شعوره بفوات محبوبه واما القصد فهو ارادة التدارك وله تعلق
شرمندگی کا یہ ہے کہ دل کو نہایت الم اور حزن پیدا ہو جب یہ سمجھے کہ میرا محبوب اب فوت ہوا اور قصد ارادہ کرنا عوض کا ہے اور توبہ متعلق

بالحال والاستقبال والماضى اما تعلقه بالحال فهو ترك كل محظور هو ملابس به واداء كل فرض
زمانہ حال اور استقبال اور ماضی سے پھر توبہ کا حال سے تو یہ لگاؤ ہے کہ ترک کرے ہر گناہ کو جس میں مبتلا ہے اور ادا کرے ہر فرض کو

هو متوجه عليه واما تعلقه بالاستقبال فهو دوام فعل الطاعات وترك المنهيات الى آخر
جو اس کے ذمہ پر ہے اور زمانہ استقبال سے یہ علاقہ ہے کہ آئندہ کو ہمیشہ تمام عمر طاعات میں مصروف رہے اور منہیات سے بچتا رہے

العمر واما تعلقه بالماضى فهو تداركه ما فرط فيه وطريق التدارك ان ينظر الى الطاعات ما ترك
اور زمانہ ماضی سے یہ علاقہ ہے کہ تمام قصوروں کا عوض کرے جو زمانہ ماضی میں گذر چکے ہیں اور طریقہ تدارک کا یہ ہے کہ طاعات میں غور کر کے دیکھے کیا کیا

منها والى المعاصى ما فعل منها فان كان ترك شيئا من الطاعات يتداركه بالقضاء فاذا قضى عليه
ہوئیں ہیں اور معاصی میں تامل کرے کہ کیا کیا عمل کئے ہیں پھر اگر اوس نے کوئی طاعت ترک کی ہے تو اوس کا تدارک قضا کر کر دے پھر جب تمام فرائض

من الفرائض والواجبات ينظر فى معاصيه فما كان منها بينه وبين الله تعالى يكفى فيه الندم بالقلب
اور واجبات اپنے ذمہ کی ادا کر چکے تو اپنی معاصی میں غور کرے معاصی میں جو جو صرف حق اللہ ہیں تو اون میں فقط دل سے ہی شرمندہ ہونا

والاستغفار باللسان والعزم على ان لا يعود اليه ابدا واما حقوق الخلق فما علم صاحبه يرده اليه
اور زبان سے استغفار کرنی کافی ہے اس عزم سے کہ پھر کبھی ایسی حرکت ہرگز نہ کروں گا اور حقوق العباد میں سے جس کا مالک معلوم ہو تو اوس کا حق اس کو ادا کر دے

ان كان من الحقوق المالية وان كان من الحقوق الغير المالية يستحل منه وان لم يجعل فى حل يبقى
اگر حق مالی ہو اور اگر وہ حق مالی نہ ہو تو اوس سے معاف کرا دے اور اگر وہ معاف نہ کریگا تو اوس کے ذمہ باقی رہیگا

عليه مظلمته فعليه ان يحسن اليه ويسعى في مهماته حتى يستميل قلبه اليه ويجعله في
اب اسکو یہہ لازم ہی کہ اوسکی ساتھہ بھلائی سی پیش آوی اور اوسکی کاروبار میں کوشش کری تاکہ اوسکا دل اوسپر نرم ہوجاوی اور معاف

حل فان الانسان عبيد الاحسان وقد روى عن ابن مسعود رضي الله عنه انه عليه الصلوة والسلام قال
کردی کیونکہ انسان احسان کا بندہ ہوتا ہی اور ابن مسعود سی روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نی فرمایا ہی

جبلت القلوب على حب من احسن اليها وعلى بغض من اساء اليها فكل من نفر قلبه بسيئة
عادت ہی دلوں کی کہ اپنی محسن کی دوست خیر خواہ ہوتی ہیں اور اپنی آزار رسان کی بدخواہ ہوتی ہیں پہر جسکا دل اوسکی بدی کی سبب سی بیزار ہوگیا ہی

يطيب قلبه بحسنة فاذا طاب قلبه بكثرة الاحسان اليه والسعي في مهماته يؤمل ان يجعله
تو بہلائی سی خوش ہوجاویگا پہر جب اوسکا دل بسبب کثرت احسان کی اور اوسکی کاروبار میں ساعی ہونیکی خوش ہوگا تو امید ہی کہ اوسکو

في حل وان ابى الا الاصرار يكون احسانه اليه وسعيه في مهماته من جملة حسناته التي يمكن
معاف کردی اور اگر وہ تا ہی سوای بدلا لینی کی تو اوسکی بہلائیاں اوسکی ساتھہ اور اسکی کوشش اوسکی کاروبار میں یہہ بھی ایسی حسنات ہیں کہ ممکن ہی

ان يجبرها جنايته يوم القيمة فينبغي ان يكون قدر سعيه في فرحه وسرور قلبه بالاحسان اليه
کہ قیامت کی دن اوسکی خطا کا بدلہ ہوجاویں اب لایق یہہ ہی کہ اوسکی خوشی اور دل راضی کرنی میں احسان سی

والسعي في مهماته كقدر سعيه في ايذائه حتى اذا قاوم احدهما الاخر او زاد عليه ياخذ ذلك منه
اوسکی کاروبار میں سعی کرنی سی اتنی محنت اوٹھاوی کہ جتنی اوسی تکلیف دی تہی یہاں تک کہ اگر دونو برابر ہوجاویں تو اوسکی محنت برابر نکلی یا زیادہ ہوجاوی کہ وہ اپنا اوس سی

عوضا يوم القيمة وان غاب صاحب الحق او مات وعجز الظالم عن الاستحلال منه في الحقوق الغير
قیامت کی دن بدلہ لیلی اور اگر وہ حق والا غایب ہوا یا مرگیا ہو اور ظالم اوسی معاف نہیں کراسکتا حقوق غیر مالیہ کو

المالية او كان فقيرا غير قادر على التصدق بمقدار ما عليه من الحقوق المالية يجب عليه ان
یا ظالم مفلس ہو قدرت نہیں ہی کہ جتنا اوسکی ذمہ پر اسکا حق مالی ہی اوسکی بدلہ خیرات کرسکی تو اب اسپر یہہ واجب ہی

يكثر ما قدر عليه من الاعمال الصالحات ويستغفر لمن ظلمه من المؤمنين والمؤمنات في اكثر
کہ نیک اعمال بہت کیا کری اور ہر وقت مظلوم کی حق میں دعا مغفرت کی کیا کری مؤمن مرد ہو خواہ مظلوم یا مؤمن عورت

الاوقات فانه اذا فعل كذلك يرجى من فضل الله تعالى وكرمه ان يرضى خصمه يوم القيمة لما روى
جب اس ظالم نی یہہ عمل کیا تو خدا تعالی کی فضل اور کرم سی امید ہی کہ اوسکی مدعی کو قیامت کی دن راضی کردی کیونکہ روایت ہی

عن ابي هريرة انه قال بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس اذ ضحك حتى بدت ثناياه
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سی کہ ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھی ہوی تھی ناگہاں اتنا ہنسی کہ دندان مبارک نظر آنی لگی

فقيل له مم تضحك يا رسول الله قال رجلان من امتي جثيا بين يدي رب العزة فقال احدهما
کسینی پوچہا کیوں ہنستی ہو یا رسول اللہ فرمایا دو شخص میری امت کی سامنی رب العزت کی دو زانو بیٹھی ایک نی کہا

يا رب خذ لي مظلمتي من هذا فقال الله تعالى اعط اخاك مظلمته فقال يا رب لم يبق من
یا الٰہی میرا بدلہ اس سی لی دی اللہ تعالی نی فرمایا کہ اپنی بہائی کا حق ادا کردی اوسنی عرض کیا یا الٰہی میری حسنات میں سی

حسناتي شئ فقال الله تعالى ما تصنع باخيك لم يبق من حسناته شئ فقال يا رب فليحمل
تو کچہہ نہیں بچا پہر اللہ تعالی نی فرمایا اب تو کیا کریگا اپنی بہائی کی ساتھہ کہ اوسکی حسنات میں سی کچہہ باقی نہیں رہا پہر عرض کیا یا الٰہی تو میری گناہ

عني من اوزاري ففاضت عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال ان ذلك اليوم ليوم
اوسپر رکہہ دی پہر بہہ پڑیں دونو آنکہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہر فرمایا بیشک یہہ وہ دن ہی کہ دن

يحتاج الناس فيه الى ان يحمل عنهم اوزارهم ثم قال فيقول الله تعالى للطالب حقه ارفع بصرك فانظر
یہہ حاجت ہوگی آدمیونکو کہ اونکی گناہ اوپر اوٹھاوین پھر فرمایا کہ پھر اللہ تعالی یہہ فرماویگا اوسکو جو حق مانگتا تہا اپنی آنکھ اوٹھاکر
الى الجنان فيرفع بصره فيرى من الخير والنعمة ما يعجبه فيقول لمن هذا يا رب فيقول لمن يعطي ثمنه
بہشت کی طرف تو دیکھ پھر وہ اپنی آنکھ اوٹھاکر ایسی خیر اور نعمتین دیکھیگا کہ اوسکو بہت پسند آوینگی پوچہیگا یارب یہہ کسکی ہین اللہ فرماویگا جو شخص اسکی قیمت دے
فيقول من يملك ثمنه فيقول انت فيقول بماذا يا رب فيقول بعفوك عن اخيك فيقول قد عفوت عنه يا رب
وہ عرض کریگا اسکی قیمت کون دے سکتا ہے فرماویگا تو عرض کریگا کسطرح یارب اللہ تعالی فرماویگا بعوض معاف کرنی کی اپنی بہائی کی پھر وہ عرض کریگا الٰہی مین نی اوسکو معاف کیا
فيقول الله تعالى خذ بيد اخيك فادخله الجنة هذا اذا لم يكن صاحب الحق كافرا واما اذا
پھر اللہ تعالی فرماویگا اپنی بہائی کا ہاتہہ پکڑکر جنت مین لیجا یہہ کیفیت جب ہے کہ مدعی کافر نہو اور اگر
كان كافرا يكون الامر مشكلا جدا لانه لعدم استحقاقه لدخول الجنة لا يوجد طريق
مدعی کافر ہوگا تو پھر بڑی مشکل کی بات ہے کیونکہ نہ تو وہ کافر قابل دخول جنت کی ہے اوسکی راضی کرنیکا کوئی طریقہ نہین ہے
لارضائه ولا لاعطاء ثواب المؤمن اليه ولا لتحميل اثم الكفر على المؤمن ولا يرجى منه العفو
اور نہ مؤمن کا ثواب اوسکو دیا جا سکتا ہے اور نہ اوسکا کفر کا گناہ مؤمن پر ڈالا جا سکتا ہے اور معافی کی بہی کافر سی امید نہین ہے
فيكون خصومته اشد وكذا اذا كان الحق للبهائم بان ضربها بغير ذنب او ضرب وجهها
سو کافر کی خصومت بڑی سخت ہے اور ایسی ہی جب بہایم کا حق ہوگا کہ اوسکو بیخطا مارا ہو یا خطا ہی پر اوسکی چہرہ پر مارا ہو
بذنب او حملها فوق طاقتها او لم يتعاهد علفها وماءها تكون خصومتها يوم القيمة اشد
یا اوسکی طاقت سی زیادہ لادا ہو یا اوسکی چارہ پانی کی خبر نلی ہو تو اوسکی بہی خصومت قیامت کی دن بڑی سخت ہوگی
اذ لا ذنب لها فيحمل عنها ذنبها وليست اهلا لاخذ الحسنات فتعين العقاب المجلس
اسلئی نہ بہایم خطادار ہوتی ہین کہ اونکی گناہ اسکی ذمہ پر ڈالین اور نہ وہ اس لایق ہی کہ حسنات اوسکو دیدین پھر عذاب ہی قایم رہا
الثالث عشر في بيان اخلاص التوحيد سبب لحرمة النار قال رسول الله
تیرہوین مجلس اس بیان مین کہ توحید اخلاص دل سی دوزخ کی آگ حرام کر دیتی ہی فرمایا رسول اللہ
صلى الله عليه وسلم ما من احد يشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله صدقا من قلبه
صلی اللہ علیہ وسلم نی جو کوئی یہہ گواہی دی کہ نہین کوئی معبود سواء اللہ کی اور بیشک محمد اللہ کی رسول ہین سچی دل سی
الا حرمه الله على النار هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه معاذ بن جبل وظاهره يقتضي
حرام کردیگا اللہ تعالی اوسکو آگ پر یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں مین سی ہی معاذ بن جبل کی روایت سی ظاہر معنی اسکی یہہ ہین
ان لا يدخل النار كل من يأتي بكلمتي الشهادة وان لم يمتثل بالاوامر ولم ينته عن النواهي وليس
کہ دوزخ مین نہ جاویگا جو شخص کلمہ شہادت کا پڑہتا ہی اگرچہ اوامر کو بجا نہ لاوے اور مناہی سی باز نرہے اور حقیقت مین
كذلك لان معناه ان كل من يشهد بوحدانية الله تعالى وبرسالة رسوله ويجري على موجب
یہہ نہین کیونکہ اسکی معنی یہہ ہین کہ جو شخص اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کی گواہی دیتا ہی اور اپنی
شهادته بامتثال الاوامر واجتناب النواهي حرمه الله تعالى على النار يشير الى هذا المعنى
شہادت کی رستہ پر چلا جاتا ہی اوامر پر عمل کرکر اور منہیات سی اجتناب کرکر اوسکو اللہ تعالی آگ پر حرام کردیگا ان معنون کا اشارہ ہی
قوله عليه الصلوة والسلام صدقا من قلبه لان الشهادة اذا كانت عن صميم القلب
اسحدیث مین اس لفظ سی کہ سچی دل سی کیونکہ گواہی جب سچی ارادہ دل سی ہوتی ہی

يتوجه العبد الى طلب رضى مولاه بامتثال الاوامر واجتناب النواهى واذا لم يتمثل بالاوامر ولم
تو آدمی اپنی مولی کی رضامندی تلاش کرتا ہی اوسکی حکم کو بجا لاکر اور منع سی باز رہکر اور اگر اوسکی نے حکم پر عمل کیا اور نہ

ينته عن النواهى يكون شهادته بمجرد اللسان لا عن قلب واعتقاد لان اللسان ترجمان القلب
روکنی سی رکا تو اوسکی وہ گواہی صرف زبانی ہے دل اور اعتقادسی نہیں ہی اسلئی کہ زبان دل کا اظہار کرنیوالی ہی

والاعضاء شهود على ما يدعيه الانسان باللسان فمن ادعى بلسانه الايمان اذا استعمل
اور ہاتہ پانو وغیرہ اعضا گواہ ہین انسان کی زبانی دعوی پر پس جو شخص اپنی زبان سی ایمان کا دعوی کرکا اور وہ اپنی ارکان کو

اركانه على ما يقتضيه الايمان يكون صادقا فى دعواه ويثبت ما ادعاه واذا لم يستعمل اركانه
ایمان کی مطابق برتتا ہی تو وہ شخص اپنی دعوی مین سچا ہی اور اوسکا دعوی ثابت ہی اور اگر آدمی اپنی ارکان ایمان کی

على ما يقتضيه الايمان لا يكون صادقا فى دعواه ولا يثبت ما ادعاه وظهر من هذا ان ما يجرى
مطابق استعمال نکی تو وہ اپنی دعوی مین سچا نہین ہی اور نہ اوسکا دعوی ثابت ہی اس سی معلوم ہوا کہ جو زبان سی کہا کرتی ہین

على اللسان قد لا يكون عن قلب واعتقاد وان كان صادقا فى الواقع كقول المنافقين لرسول الله
بعضی وقت وہ بات دل اور اعتقاد سی نہین ہوتی اگرچہ واقع مین سچی ہو جیسے قول منافقون کا رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم نشهد انك لرسول الله فان قولهم هذا كان صدقا فى الواقع بدليل قوله تعالى
صلی اللہ علیہ وسلم سی ہم گواہی دیتی ہین کہ بیشک تم اللہ کی رسول ہو تو یہہ قول اونکا واقع مین سچا ہی اس دلیل سی کہ اللہ تعالی فرماتا

والله يعلم انك لرسوله لكن لما لم يكن عن قلب واعتقاد كذبهم الله تعالى بقوله والله يشهد ان
اللہ جانتا ہی کہ تو بیشک اللہ کا رسول ہی لیکن چونکہ وہ منافق اپنی دل اور اعتقاد سی نہین کہتی تہی تو اللہ تعالی نے اونکو جہٹلایا اور اللہ گواہی دیتا ہی

المنفقين لكذبون وسبب ذلك ان الشهادة على ما ذكر فى الصحاح خبر قاطع وهذا شرط فى
کہ منافق بیشک جہوٹہی ہین اور اسکا سبب یہہ ہی کہ شہادت موافق قول صاحب صحاح لغت کی خبر یقینی کو کہتی ہین اسیلئی گواہوں مین

الشاهد ان يشهد بشئ ثابت عنده بيقين كما قال النبى عليه الصلوة والسلام اذا علمت مثل
یہہ شرط ہی کہ گواہی تب دیا کرین جب وہ شئ اونکی نزدیک یقینی ثابت ہو چنانچہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نی فرمایا ہی جب تجہکو آفتاب کی مثال

الشمس فاشهد فمن شهد بشئ غير ثابت عنده بيقين يكون كذبا وان كان صدقا فى الواقع
ظاہر معلوم ہو تو گواہی دے پہر جو شخص ایسی مقدمہ کی جو اوسکی نزدیک یقینا ثابت نہین ہی گواہی دی تو وہ جہوٹہ ہوگی اگرچہ واقع مین سچی ہو

ولذلك اعتبر فى الحديث كونه صدقا ناشيا عن مركزه ومنبعه الذى هو القلب ليظهر
اسیواسطی حدیث مین یہہ اعتبار کیا ہی کہ وہ خبر سچی اپنی مرکز اور منبع سی پیدا ہوئی ہو کہ وہ دل ہی تاکہ اوسکا اثر

اثره فى الاعضاء فعلى هذا كل من ينطق بكلمتى الشهادة يدعى حصول علم اليقين عنده
اعضا مین آوی اس تقریر کی موافق جو شخص کلمہ شہادت کی پڑہتا ہی تو وہ دعوی کرتا ہی کہ مجہکو انکی معنی یقینا معلوم ہین

بمعناهما واذا لم يكن عنده العلم بمعناهما لا يكون صادقا فى دعواه ولا يتحقق ما ادعاه فكيف
اور اگر اوسکو اونکی معنی معلوم نہوں تو وہ اپنی دعوی مین سچا نہین ہی اور نہ اوسکا دعوی ثابت ہی پہر

يكون مؤمنا فان النطق بهما من غير فهم معناهما لا يكفى فى حصول حقيقة الايمان
وہ مؤمن کیونکر ہوگا اسلئی کہ زبانی پڑہنی سی بدون معلوم کرنی معنون کی حقیقت ایمان کی کبہی حاصل نہین ہوتی

بل لا بد فى حصول حقيقة الايمان ان يكون النطق بهما مع فهم معناهما لان جميع ما يجب
بلکہ ضرور ہی واسطی حاصل کرنی حقیقت ایمان کی کہ دونو کلمی اونکی معنی سمجہکر زبان سی پڑہی اسلئی کہ مکلف پر جو جو عقاید

على المكلف معرفته من عقائد الايمان و في حقه تعالى وحق رسله متدرج فيهما لان الكلمة الاولى

کہ مکلف پر جو جو عقائد ایمانی ہیں اسی بہ نسبت ذات الہی اور بہ نسبت رسولوں کی یقین کرنا واجب ہی تمام ان کلموں میں داخل ہی اسلئے

منهما مركبة من نفي واثبات والذي نفي عن غيره تعالى واثبت له تعالى على طريق الحصر انما هو

کہ پہلا کلمہ مرکب ہی نفی اور اثبات سی اور جو چیز کہ غیر اللہ سی سلب اور واسطی اللہ تعالی کی ثابت کی گئی ہی حصر کرکر وہ الوہیت ہی

الالوهية وهي تشتمل على معنيين احدهما استغناؤه تعالى عن جميع ماسواه والثاني افتقار جميع ما عداه

اور الوہیت کی دو معنی ہیں ایک تو اسکی بی نیازی تمام ماسوی سی دوسرا حاجتمند ہونا تمام ماسوا کا

اليه تعالى فعلى هذا يكون معنى قولنا لا اله الا الله لا مستغني عن جميع ماسواه ولا مفتقر اليه جميع

اللہ تعالی کی طرف اس بیان کی موافق معنی کلمہ کی یہہ ہیں نہیں ہی کوئی بی نیاز تمام ماسوا سی اور نکوئی محتاج الیہ تمام

ما عداه الا الله تعالى اما استغناؤه تعالى عن جميع ماسواه فيوجب له تعالى الوجود والقدم و

ماسوا کا سوا اللہ تعالی کی بی نیازی اللہ تعالی کی تمام ماسوا سی واجب کردیتی ہی واسطی اللہ تعالی کی وجود اور قدم اور

البقاء اذ لو لم يجب له تعالى هذه الصفات لكان محتاجا الى محدث لان انتفاء شئ من هذه

بقاکو اسلئے کہ اگر نہ واجب ہوں واسطی اللہ تعالی کی یہہ صفتیں تو پھر وہ محتاج ہوگا کسی محدث کا اسواسطی کہ گم ہونا کسی ایک صفت کا ان

الصفات يستلزم الحدوث وكل حادث يحتاج الى المحدث وكذا يوجب له تعالى التنزه عن النقائص

صفات میں سی لازم کردیتا ہی حدوث اور حادث تمام محدث کی محتاج ہوتی ہیں اور ایسی ہی واجب ہوجاتا ہی پاک ہونا اللہ تعالی کا تمام نقصانوں سی

ويدخل في التنزه عن النقائص وجوب السمع والبصر والكلام اذ لو لم يجب له تعالى هذه الصفات لكان متصفا بالنقائص

اور نقصانوں سی پاک ہوتی میں یہہ بہی داخل ہی کہ بالضرور سمیع اور بصیر اور صاحب کلام ہو اسواسطی کہ اگر یہہ صفات نہونگی تو پہر اوسمیں نقصان پایا جاویگا

ومحتاجا الى من يدفع عنه تلك النقائص وكذا يوجب له تعالى التنزه عن الاغراض في افعاله واحكامه

اور حاجت مند ہوگا ایسی امر کا کہ جسی وہ نقایص منع ہوں اور ایسی ہی واجب ہوتا ہی واسطی اللہ تعالی کی بری ہونا اللہ تعالی کا غرض سی افعال اور احکام میں

اذ لو لم يجب له تعالى التنزه عن الاغراض لكان محتاجا الى ما يحصل به غرضه وكذا يوجب له تعالى

اسواسطی کہ اگر نہ واجب ہو واسطی اللہ تعالی کی بری ہونا غرضوں سی تو وہ حاجت مند ہوگا ایسی امر کا جسی وہ غرض حاصل ہو اور ایسی ہی واجب ہی واسطی اللہ تعالی کی

ان لا يجب عليه فعل شئ من الممكنات ولا تركه اذ لو وجب عليه شئ منهما لكان محتاجا الى ذلك

کہ اوسکی ذمہ کوئی امر واجب نہو کرنا کسی امر ممکن کا یا نکرنا اوسکا اسواسطی کہ اگر واجب ہووی اللہ تعالی پہ کوئی کار تو وہ حاجتمند ہوگا اوس کار کا

الشئ ليستكمل به اذ لا يجب له تعالى الا ما هو كمال واما افتقار جميع ما عداه اليه تعالى فيوجب له تعالى

تاکہ کامل ہوجاوی اسلئے کہ اللہ تعالی کو وہ صفات واجب ہوتی ہیں جو کمال کی ہیں اور جمیع ماسوا کی محتاج الیہ ہونی سی واجب ہوجاتی ہی واسطی اللہ تعالی کی

القدرة والارادة والعلم والحيوة اذ لو لم يجب له تعالى هذه الصفات لكان عاجزا عن ايجاد شئ

قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات اسواسطی کہ اگر واجب نہوں واسطی اسکی یہہ صفتیں تو عاجز ہوگا کائنات میں سی ہر شئ کی

من الكائنات وكذا يوجب له تعالى الوحدانية اذ لو لم يجب له تعالى الوحدانية بل كان معه ثان

پیدا کرنی سی اور ایسی ہی واجب ہی واسطی اللہ تعالی کی وحدانیت اسلئے کہ اگر اللہ تعالی واحد نہو بلکہ اوسکی ساتھ ایک اور دوسرا

في الالوهية لم يفتقر اليه شئ من الكائنات للزوم عجزهما ويوخذ من افتقار جميع ما عداه اليه تعالى

الوہیت میں شریک ہو تو پہر تمام کائنات میں سی کوئی شئ اوسکی محتاج نہوگی اسلئے کہ دونو عاجز ہوجاینگی اور ظاہر ہوتا ہی تمام ماسوا کی احتیاج سی طرف اللہ تعالی کی

حدوث العالم باسره اذ لو كان شئ منه قديما لكان مستغنيا عنه تعالى غير محتاج اليه تعالى

کہ تمام عالم حادث ہی کیونکہ اگر کوئی شئ عالم میں سی قدیم ہوتی تو وہ اللہ تعالی سی بی نیاز ہوتی حاجت مند اللہ کی نہوتی

ويؤخذ منه ايضا ان لا يؤثر شئ من المخلوقات في اثر ما اذ لو كان في شئ من المخلوقات تاثير
اسی سی ظاہر ہوتا ہی کہ مخلوقات میں سی کسی چیز کو کسیطرح کا کچھ اثر نہیں ہی کیونکہ مخلوقات میں سی اگر کسی چیز میں اثر ہوتا
في اثر ما لكان ذلك الاثر مستغنيا عنه تعالى غير مفتقر اليه تعالى فعلى هذا كل من يقول لا اله
تو البتہ وہ اثر اللہ تعالی سی بی نیاز ہوتا اللہ تعالی کا حاجت مند نہوتا اس بیان کی موافق جو شخص لا الہ الا اللہ
الا الله يصير كانه يقول لا واجب الوجود الا الله ولا واجب القدم والبقاء الا الله ولا قادر على
کہتا ہی وہ شخص گویا یہ کہتا ہی کوی نہیں واجب الوجود سواء اللہ کی اور نہ کوئی قدم اور بقا والا سواء اللہ کی اور نہ کوئی تمام
ايجاد الممكنات كلها الا الله ولا عالم بما لا يتناهى من المعلومات الا الله ولا متنزه عن جميع النقائص
ممکنات کا پیدا کرنیوالا سوائی اللہ کی اور نہ کوئی دانندہ معلومات غیر متناہیکا سوای اللہ کی اور نہ کوئی پاک تمام نقصانوں سی
ولا عن الاغراض في افعاله واحكامه الا الله ولا مؤثر في شئ من المخلوقات الا الله وعلى هذا القياس
اور نہ پاک غرضوں سی افعال اور احکام میں سواء اللہ کی اور نہ کوئی مخلوقات میں اثر کرنیوالا سوای اللہ کی اور اسی قیاس پر
كل ما وجب في حقه تعالى واستحال عليه وجاز له فقد ظهر من هذا ان فهم معنى كلمة
جو جو صفات اللہ تعالی کی لئی واجب ہیں یا اوسکی نسبت محال ہیں اور جایز ہیں اس سی خوب ظاہر ہوا کہ سمجھنا کلمہ توحید کی معنوں کا
التوحيد يتوقف على معرفة الله تعالى وليس المراد من معرفة الله تعالى معرفة ذاته لان ذاته تعالى
معرفت الہی پر موقوف ہی اور معرفت الہی سی مطلب یہ نہیں ہی کہ ذات الہی کا ادراک کری اسلئی کہ ذات الہی
ليست معلومة للبشر بل المراد بها معرفة ما يجب في حقه تعالى وما يستحيل عليه وما يجوز له
کسی بشر کو معلوم نہیں ہی بلکہ مراد معرفت اون صفات کا جو خدا کی لئی واجب ہیں اور جو اوسپر محال ہیں اور جو جایز ہیں
ليعلم الموحد عند التكلم بها ما ينفي عن غيره تعالى وما يثبت له تعالى فالمنفي فيها كل فرد من
تاکہ موحد کو کلمہ پڑھتی ہوئی معلوم ہووی کہ کونسی صفت کو غیر اللہ سی سلب کری اور کیا کیا اللہ تعالی کو ثابت کری سو مسلوب اس کلمہ میں ہر فرد ہی
افراد حقيقة الاله سوى الله تعالى والمثبت فرد واحد من تلك الحقيقة وهو الله تعالى ومعنى
افراد حقیقۃ الہ کی سی سوی اللہ تعالی کی اور مثبت ایک فرد ہی اوس حقیقت میں سی یعنی اللہ تعالی اور معنی
الاله هو الواجب الوجود المستحق للعبادة وهذا المعنى كلي يقبل بحسب مجرد ادراكه ان يصدق
الہ کی واجب الوجود سزاوار پرستش کا اور یہ معنی کلی ہیں باعتبار صرف تصور کی بہت افراد پر صادق آسکتی ہیں
على كثيرين لكن الدليل العقلي القطعي يدل على استحالة التعدد فيه وعلى كونه خاصا بذات الله تعالى
پر دلیل عقلی یقینی دلالت کرتی ہی کہ زیادہ ایک سی محال ہی اور خاص ہی ذات پاک الہی سی
وذلك الدليل وجود العالم فانه لكونه حادثا محتاجا الى محدث يدل على ان له محدثا وذلك المحدث
اور وہ دلیل یہہ ہی عالم کا وجود ہی یہہ عالم حادث ہونی سی محدث کا محتاج ہوکر یہہ دلالت کرتا ہی کہ اس عالم کا کوئی محدث ہی اور وہ محدث
لابد ان يكون قديما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والحيوة والعلم لانه لو لم يكن قديما بل كان
ضرور ہی کہ قدیم اور واحد اور صاحب قدرۃ اور صاحب ارادہ اور حي اور علیم ہو اسلئی کہ اگر قدیم نہو بلکہ
حادثا لكان محتاجا الى محدث فيلزم الدور او التسلسل وكلاهما محال ولو لم يكن واحدا بل كان
حادث ہو تو خود محتاج محدث کا ہوگا پہر دور لازم آویگا یا تسلسل اور یہہ دونو محال ہیں اور اگر واحد نہو بلکہ
اكثر من واحد لوقع بينهما التمانع المقتضي لعدم وجود العالم ولو لم يكن متصفا بالقدرة والارادة
ایک سی زیادہ ہوں تو اونمیں آپسمیں روک ٹوک واقع ہوگی جسکی وجہ عالم کا پیدا نہو سکی اور اگر صاحب قدرت اور ارادہ

والعلم والحیوة لکان عاجزا عن ایجاد شیٔ من العالم لان لا یجاد اثر القدرة وتاثیر القدرة فی شیٔ
اور علیم اور حی نہو تو سراسر عاجز ہوگا عالم میں سی کچھ بہی پیدا کر سکیگا اسلئے کہ ایجاد قدرت کا اثر ہوتا ہی اور اثر قدرت کا کسی شئی میں

من الاشیاء یتوقف علی ارادة ذلك الشیٔ وارادة ذلك الشیٔ تتوقف علی العلم به لان القصد الی
اشیاء سی بدون ارادہ اوس شئی کی نہیں ہوسکتا اور ارادہ شئی کا بدون علم کی نہیں ہوسکتا اسلئے کہ ارادہ کسی شئی کی

ایجاد شیٔ مع عدم العلم به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث یتوقف علی الحیوة لکونها
پیدا کرنیکا بے جانے بوجہی محال ہی اور یہہ تینوں صفتیں بغیر حیات کی نہیں ہوسکتیں کیونکہ حیات انہیں شرط ہی

شرطا فیها فعلی هذا یکون وجود العالم بل وجود کل ذرة من ذراته دلیلا قطعیا علی وجوده تعالی
اس بیان کی موافق وجود عالم کا بلکہ وجود ہر ذرہ کا عالم کی ذرات میں سی یقینی دلیل ہی وجود الٰہی

وقدمه وکونه واحدا متصفا بهذه الصفات الاربع المذکورة وعلی استحالة اضدادها ولهذا
اور قدم پہ کہ وہ واحد ہی موصوف ہی ان چاروں صفات مذکورہ سی اور ان صفات کی ضدیں محال ہیں اسی لئے

کان بعض اهل التوحید یقولون استدلالا بالاثر علی المؤثر ما رأینا شیئا الا رأینا الله بعده فان
بعضی اہل توحید اثر سی مؤثر پر استدلال کرکر یہہ کہتی ہیں یعنی جب کسی شئی کو دیکہا تو بعد اوسکی اللہ کو دیکہا بیشک

کل ذرة من ذرات العالم من حیث حدوثها واحتیاجها الی من یوجدها لا تزال تتکلم بکلام لا حرف
ہر ذرہ عالم کی ذرات کا اس سبب سی کہ وہ حادث ہیں اور اپنی موجد کی محتاج ہمیشہ زبان حال سی یہہ کلام کرتی ہیں جسمیں نہ کوئی حرف

فیه ولا صوت ان لها موجدا قدیما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة یسمع
اور نہ کچہہ آواز کہ ہمارا موجد قدیم واحد صاحب قدرت صاحب ارادہ علیم حی ہی

کلامها السامعون ولا یسمعه الذین هم عن السمع لمعزولون والمراد من السمع السمع الباطن الذی
اونکی کلام کو سمجہ والی سب سنتی ہیں اور وہ لوگ نہیں سنتی جنکی سماعت بیکار ہی اور سماعت سی مراد وہ سماعت باطنی ہی جسمی

یسمع به کلام لیس بحرف ولا صوت ولا عربی ولا عجمی لا السمع الظاهر الذی لا یسمع به غیر الاصوات
وہ کلام سنی جاتی جسمیں نہ کوئی حرف ہو نہ کچہہ آواز اور نہ عربی ہو نہ عجمی ہو سماعت ظاہری کا مراد نہیں ہی جس سی صرف آواز سنی جاتی

وتشارك فیه البهائم الانسان اذ لا قدر لشیٔ تشارك فیه البهائم الانسان والحاصل ان الانسان
اور اوسمیں بہائم بہی انسان کی شریک ہوں کیونکہ اوس چیز میں کیا خوبی ہی جسمیں آدمی اور چوپایہ یکساں ہوں حاصل یہہ ہی کہ انسان

لا یعرف من صفاته تعالی بالعقل الا ما دل علیه افعاله تعالی فما لم یدل علیه افعاله تعالی
صفات الٰہی میں سی عقل کی زور سی وہ ہی جان سکتا ہی جن پر اوسکی افعال دلالت کرتی ہیں اور جن صفات پر افعال دلالت نہیں کرتی

کالسمع والبصر والکلام فقد یستدل علی ثبوتها له تعالی تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه
جیسی سمع اور بصر اور کلام تو ان صفات کی ثبوت پر واسطی اللہ تعالی کی کبہی استدلال عقلی کیا جاتا ہی اور کبہی نقلی

الاستدلال علی ثبوتها له تعالی بالعقل فهو انها صفات کمال واضدادها صفات نقصان
استدلال عقلی ان صفات کی ثبوت پر واسطی اللہ تعالی کی یہہ ہی کہ یہہ صفتیں کمال کی ہیں اور انکی ضدیں صفتیں نقصان کی

واتصافه تعالی بصفات الکمال وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالی
اور اللہ تعالی کا موصوف ہونا صفات کمالیہ سی اور بری ہونا صفات نقصان سی واجب ہی پس واجب ہوا موصوف ہونا اللہ تعالی کا

بتلك الصفات واما وجه الاستدلال علی ثبوتها له تعالی بالنقل فهو ان الشرع قد صرح بثبوتها
ان صفات سی اور استدلال نقلی ان صفات کی ثبوت پر واسطی اللہ تعالی کی یہہ ہی کہ شرع کا ثبوت ان صفات کا صاف ظاہر کیا

لہ تعالی فوجب العلم بثبوتہا لہ تعالی ودلیل النقل فی ہذہ المسئلۃ اولی من دلیل العقل لان تلک

واسطی اللہ کی پس واجب ہوا یقین کرنا انکی ثبوت کا واسطی اللہ تعالی کی اور اس مسئلہ میں دلیل نقلی بہتر ہی دلیل عقلی سی اسلئی

الصفات لا یتوقف علیہا افعالہ تعالی حتی یستدل بہا علی ثبوتہا لہ تعالی وذاتہ تعالی لم یکن

کہ افعال الہی ان صفات پر موقوف نہیں ہین تاکہ ان افعال سی استدلال کیا جاوی اوپر ثبوت ان صفات کی اللہ تعالی کو اور ذات اللہ تعالی کی کسیکو

معلوما لاحد حتی یعلم انہا فی حقہ تعالی کمال یجب اتصافہ بہا بحیث لو لم یتصف بہا یلزم

معلوم نہین تاکہ یہہ معلوم ہو کہ یہہ صفات اللہ تعالی کی حق میں صفات کمالیہ ہین ان صفات سی موصوف ہونا ہی ضرور ہی ایسا کہ اگر ان صفات سی نہو

ان یتصف باضدادہا بل کونہا کمالا انما ہو بالنسبۃ الینا ولا یلزم من کون الشیٔ بالنسبۃ

تو انکی ضدین پائی جاوینگی بلکہ یہہ صفات ہمارے حق میں کمالیہ ہین اور ہمارے حق میں کمالیہ ہونی سی یہہ لازم نہیں آتا

الینا کمالا ان یکون فی حقہ تعالی کمالا الا تری ان اللذۃ والالم مع کونہما کمالا بالنسبۃ الینا

کہ اللہ تعالی کی واسطی بہی کمالیہ ہون کیا تجہکو معلوم نہیں کہ لذت اور الم باوجودیکہ ہمارے حق میں کمال ہین اللہ تعالی کی نسبت کرکر محال ہین

فی حقہ تعالی لکونہما من عوارض الاجسام فقد ظہر من ہذا ان الکلمۃ الاولی من کلمتی الشہادۃ

کیونکہ یہہ دونو صفات جسمانی ہین اس سی معلوم ہوا کہ پہلی کلمہ مین دونو شہادت کی کلموں مین سی

تضمنت الاقسام الثلثۃ التی یجب علی المکلف معرفتہا فی حقہ تعالی وہی ما یجب فی حقہ تعالی

تینون قسمیں مندرج ہین جنکی معرفت واسطی اللہ تعالی کی مکلف پر واجب ہی یعنی جو واجب ہی واسطی اللہ تعالی کی

وما یستحیل علیہ وما یجوز لہ والمراد بما یجب فی حقہ تعالی صفاتہ الثبوتیۃ وبما یستحیل

اور جو اوسپر محال ہی اور جو جایز ہی اور صفات واجبہ سی مراد صفات ثبوتیہ ہین اور محال سی مراد

علیہ صفاتہ السلبیۃ وبما یجوز لہ صفاتہ الفعلیۃ واما الکلمۃ الثانیۃ فقد حکم فیہا بکون

صفات سلبیہ ہین اور جایز سی مراد صفات فعلیہ ہین اور دوسری کلمہ مین یہہ حکم ہی کہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسولا من عند اللہ ولابد فی معرفۃ ذلک من دلیل وذلک الدلیل ظہور

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی بہیجی ہوئی ہین اور اسکی معرفت کی واسطی کوئی دلیل ضرور چاہیے اور وہ دلیل ظاہر ہونا

المعجزۃ علی یدہ عند ادعائہ الرسالۃ فان المعجزۃ تصدیق فعلی من اللہ تعالی لرسولہ لانہا فعل

معجزہ کا رسول کی ہاتھہ پر بروقت دعوی رسالت کی کیونکہ معجزہ اللہ کی طرف سی فعلی تصدیق ہی واسطی اپنی رسول کی اسلئی کہ وہ معجزہ ایک فعل

من افعالہ تعالی خارق للعادۃ قائم مقام صریح القول فی تصدیق رسولہ فی دعواہ الرسالۃ فانہ

ہی اللہ تعالی کی افعال مین سی خلاف عادت کی گویا صاف ارشاد ہی واسطی تصدیق اپنی رسول کی رسالت کی دعوی مین کیونکہ اللہ تعالی نی

لما خلق امرا خارقا للعادۃ علی ید رسولہ حین ادعائہ الرسالۃ صار کانہ قال صدق رسولی فی کل

جب ایک امر خلاف عادت اپنی رسول کی ہاتھہ پر رسالت کا دعوی کرتی وقت پیدا کیا تو گویا یہہ فرمایا کہ میرا رسول سچا ہی

ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغہ بقولہ او فعلہ او سکوتہ قال العلماء مثال ذلک ان رجلا اذا قام

جو جو حکم میری طرف سی بیان کری برابر ہی کہ وہ بیان قولی ہو یا فعلی ہو یا باعتبار خاموشی کی ہو علماء کہتی ہین اسکی مثال یہہ ہی کہ ایک شخص

فی مجلس ملک بحضور جماعۃ وقال انا رسول ہذا الملک بعثنی الیکم بکذا وکذا من التکالیف فطلبوا

بادشاہ کی دربار مین ایک جماعت کی سامنی کہڑا ہوکر کہی کہ مین اس بادشاہ کا ایلچی ہون مجہکو تمہاری پاس فلانی فلانی حکم دیکر بہیجا ہی اون جماعت نی

منہ حجۃ تدل علی صدقہ فقال آیۃ صدقی انی اطلب من الملک ان یخالف عادتہ ویقوم من

اوس سی ایسی حجت طلب کی جس سی اوسکا صدق معلوم ہو اوس شخص نی کہا نشان میری صدق کا یہہ ہی کہ بادشاہ سی مین کہتا ہون کہ اپنی عادت کی خلاف تین دفعہ کہڑا ہووی

مقامه ويقعد ثلث مرات ففعل الملك ذلك بطلبه فان ذلك الفعل من الملك قائم مقام قوله
اور بیٹھ جاوی پھر بادشاہ نی اوسکی کہنی سی یہہ ہی کیا پس تو بادشاہ کی یہہ حرکت قایم مقام اس قول کی ہی

صدق هذا الرجل في كل ما يبلغ عني ويفيد العلم الضروري بصدقه لمن شاهد ذلك الفعل من
یہہ شخص سچ کہتا ہی جو جو میری طرف سی بیان کرتا ہی اور اس سی علم ضروری اوسکی صداقت کا حاصل ہوگا جوکوئی بادشاہ کی یہہ حرکت دیکھیگا

الملك ولمن لم يشاهده بل وصل اليه خبره بالتواتر ولا شك ان هذا المثال مطابق لحال الرسول
اور اوسکو جو نہیں دیکھیگا بلکہ اوسکو بطریق تواتر کی خبر پہنچیگی اور بیشک یہہ مثال مطابق ہی رسول علیہ السلام کی حال سی

عليه السلام في افادة معجزته العلم الضروري بصدقه لمن شاهدها ولمن لم يشاهدها بل وصل
کہ معجزہ سی بدیہی علم صداقت کا حاصل ہوا کرتا ہی دیکھنی والی کو اور اوسکو جو نہیں دیکھتا بلکہ

اليه خبرها بالتواتر ثم ان المعجزة لما كانت تصديقا فعليا من الله تعالى لرسولنا محمد صلى الله عليه
اوسکو بطور تواتر کی خبر ملتی ہی پھر جب معجزہ تصدیق فعلی ثابت ہوا اللہ تعالی کی طرف سی واسطی ہماری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

وسلم لزم ان يكون تصديقا فعليا منه تعالى لغيره من الانبياء لانهم في معناه فيجب في حق جميعهم
تو لازم ہی کہ تصدیق فعلی ہو اللہ کی طرف سی واسطی اور انبیاء کی بھی کیونکہ وہ بھی نبوت میں یکسان ہیں پس سبکی حق میں

الصدق والامانة وتبليغ ما امروا بتبليغه للخلق ويستحيل في حقهم اضداد هذه الصفات وهي الكذب
صدق اور امانت اور تبلیغ تمام احکام کی واسطی خلق کی واجب ہی اور اونکی حق میں خلاف ان صفات کا محال ہی یعنی جھوٹھ

والخيانة وكتمان شئ مما امروا بتبليغه للخلق ويجوز في حقهم من الاعراض البشرية ما لا يؤدي الى نقص في مراتبهم
اور خیانت اور چھپا لینا کسی حکم تبلیغی کا واسطی خلق کی اور جایز ہی اونکی نسبت حالات بشری جس سی مرتبہ میں کچھ عیب نہ لگتا ہو

كالمرض ونحوه اما وجوب الصدق لهم واستحالة الكذب عليهم فلانه تعالى يصدقهم بالمعجزة القائمة
جیسی بیماری وغیرہ لیکن واجب ہونا صداقت کا اونکی لئی اور محال ہونا دروغ کا اونپر اسلئی ہی کہ اللہ تعالی اونکی تصدیق معجزہ سی کرتا ہی جو قایم

مقام صريح القول فلو لم يجب لهم الصدق بل جاز عليهم الكذب لجاز على الله تعالى لان تصديق
مقام صاف ارشاد کی ہی پھر اگر صدق واجب نہو بلکہ اونپر کذب جایز ہو تو پھر اللہ تعالی پر جایز ہوگا اسلئی کہ

الكاذب كذب والكذب على الله تعالى محال واما وجوب الامانة لهم واستحالة الخيانة عليهم فلانهم
جھوٹی کی تصدیق بھی جھوٹھ ہی ہوتی ہی اور کذب اللہ تعالی پر محال ہی اور امانت کا واجب ہونا اونکی لئی اور خیانت کا محال ہونا اونپر اسواسطی ہی

لو خانوا بفعل شئ مما هو محرم او مكروه لانقلب ذلك الفعل طاعة لانه تعالى امر الخلق بالاقتداء
کہ اگر وہ خیانت کریں کسی کام میں کہ وہ حرام ہو یا مکروہ تو البتہ وہ کام پلٹ کر طاعت ہو جاوی اسواسطی کہ اللہ تعالی نی خلقت کو یہہ حکم فرمایا ہی

بهم في افعالهم واقوالهم وسكوتهم والله تعالى لا يأمر بما هو محرم او مكروه فلو علم منهم خيانة لما امر
کہ انبیاء کی افعال اور اقوال اور سکوت میں پیروی کریں اور اللہ تعالی حرام یا مکروہ کا حکم نہیں فرماتا سو اگر علم الہی میں انبیاء سی خیانت سرزد ہو سکتی تو

الخلق بالاقتداء بهم فثبت بذلك انه تعالى عصمهم عن فعل شئ مما هو محرم او مكروه فلا يقع منهم
خلقت کو کبھی اونکی اقتدا کا حکم نہوتا اس سی ثابت ہوا کہ اللہ تعالی نی اونکو تمام محرمات اور مکروہات سی معصوم پیدا کیا ہی پس اونسی وہ ہی

الا ما هو واجب او مندوب او مباح هذا بالنظر الى نفس الفعل واما بالنظر اليهم فالحق ان افعالهم دائرة
کار عمل میں آتا ہی جو واجب ہی یا مستحب ہی یا مباح ہی یہہ حال ہی بلحاظ کیفیت نفس کار معمول کی اور اگر خیال کیجئی انبیاء کی طرف تو حق یہہ ہی کہ اونکی افعال محصور ہیں

بين الوجوب والندب لا غير لان المباح لا يقع منهم كما يقع من غيرهم بمقتضى الشهوات بل انما يقع منهم
درمیان فقط وجوب اور مستحب کی مباح بھی اونسی عمل میں نہیں آتا جیسی اور عوام سی موافق شہوت کی عمل میں آتا ہی بلکہ اونسی سوای

بنية صالحة يصير بها طاعة واقل ذلك قصد التعليم لغيرهم اذا ثبت هذا يجب على كل مؤمن

نیت نیک کی عمل مین نہین آتا کہ جس سی وہ مباح طاعت ہوجاتا ہی ادنی کم سی کم ارادہ تعلیم غیر کا کی جب یہہ ثابت ہوچکا تو ہر مؤمن پر واجب اور لازم ہی

ان يكون على حذر عظيم ووجل شديد على ايمانه ان يسلب منه بان يصغى باذنه او يلتفت

کہ بہت پرہیز کرتا رہی اور خوب ڈرتا رہی اپنی ایمان پر مبادا ایمان اوسکا سلب ہوجاوی اس سی کہ سنی اپنی کانونسی اور توجہ کری

بعقله الى خرائف ينقلها فى حقهم خذلة المورخين ويتبعهم فى بعضها بعض الجهلة من المفسرين

اپنی عقل سی طرف بیہودہ نقلون کی جو بعضی مورخ نابکار اونکی حال مین بیان کرتی ہین اور اونکی ساتہہ بعضی جاہل مفسر بہی ہوگئی ہین

فانهم لقلة تحصيلهم وعدم تحقيقهم ربما يفترون فى ذلك بظواهر من الكتاب والسنة ولهذا

یہہ لوگ بسبب بی علمی کی بی تحقیق بعضی وقت اس بات مین مطابق ظاہر کتاب اور سنت کی افترا کر بیٹہتی ہین اسیلئی

قيل التمسك فى معرفة الله تعالى ومعرفة رسوله بمجرد ظواهر الكتاب والسنة اصل من اصول

کہتی ہین کہ حجت کرنی معرفت الٰہی اور معرفت رسول مین صرف ظاہر کتاب اور سنت سی اصل کفر کی جڑ ہی

الكفر قال الامام السنوسى وكذلك تلقى هذا العلم من مجرد الكتب والمشائخ المصحفين والمتفقهين

امام سنوسی کہتی ہین اور ایسی ہی اس علم کا حاصل کرنا صرف کتابون اور مشایخ تصحیف کار اور فقہاء

بلا تحقيق واما وجوب التبليغ لهم واستحالة الكتمان عليهم فلانهم لو كتموا شيئا مما امروا بتبليغه لكان الناس

بی تحقیق سی کفر کی جڑ ہی اور واجب ہونا تبلیغ کا انبیاء پر اور محال ہونا چہپانا کسی امر کا اسلئی ہی کہ اگر انبیاء کوئی مسئلہ تبلیغی چہپالیں تو عوام بہی مامور ہونگی

مامورين بالاقتداء بهم فى كتمان بعض ما امروا بتبليغه من العلم النافع لمن اضطر اليه وكيف يتصور

اونکی پیروی کی صاف چہپالینی بعضی مسائل تبلیغی کی جیسی بہلی بات حاجتمند کی اور کب خیال میں آسکتا ہی

ذلك فان الكتمان حرام ملعون فاعله بشهادة قوله تعالى اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ

کیونکہ چہپانا حرام ہی اور چہپانیوالا مردود موافق مضمون اس آیت کی جو لوگ چہپاتی ہین جو کچہہ ہمنی اوتارا

الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ

صاف حکم اور راہ کی نشان بعد اسکی کہ ہم اونکو کہول چکی لوگون کی واسطی کتاب مین اونکو لعنت دیتا ہی اللہ اور لعنت دیتی ہین سب لعنت دینی والی

واما جواز الاعراض البشرية فى حقهم فلانها لا تضر فى رسالتهم وعلو منزلتهم بل هى مما تزيد فى

اور جایز ہونا حالات بشری کا انبیاء کی حق مین اسلئی ہی کہ اسمین کچہہ رسالت کا ضرر اور بلند منزلت مین کچہہ خلل نہین ہی بلکہ اسمین اور بہی مرتبہ زیادہ ہوتا ہی

مراتبهم باعتبار تعظيم اجرهم من جهة ما يقاربها من طاعة صبرهم فانه تعالى كان قادرا على

باعتبار عظمت ثواب کی کہ اونکو حاصل ہوتا ہی طاعت صبر پر البتہ اللہ تعالی کو قدرت ہی

ايصاله اليهم ذلك الثواب العظيم بلا مشقة تلحقهم لكن بعظيم حكمته اختار ان يوصل اليهم

کہ وہ تمام ثواب عظیم اونکو بدون مشقت مرض کی عنایت کری پر اپنی حکمت کاملہ سی یہہ ہی پسند کیا کہ اونکو

ذلك الثواب مع تلك الاعراض رفقا بضعفاء العقول لئلا يعتقدوا فيهم الالوهية وفيها ايضا اعظم

وہ ثواب بعد عارض ہونی اون عوارض کی عنایت کری واسطی رحمت کی ضعیف عقلون پر تاکہ ضعیف الاعتقاد انبیاء مین اعتقاد خدائیکا نکرلیں اور اسمین بہی بڑی

دليل على صدقهم وكونهم مبعوثين من عند الله تعالى وكون ما ظهرت على ايديهم من الخوارق مخلوقة

اونکی صداقت پر اور مبعوث ہونی پر خدا کی طرف سی بڑی دلیل ہی اور اسپر کہ جو خوارق یعنی امور خلاف عادت معجزات اونکی ہاتہہ پر پیدا ہوتی ہین

لله تعالى من غير ان يكون لهم قدرة على اختراعها اذ لو كان لهم قدرة على اختراعها لدفعوا عن انفسهم

وہ سب خدا کی پیدا کی ہوتی ہین انبیاء کو کچہہ اوسمین دخل نہین ہی کہ پیدا کرلیں اسلئی کہ اگر اونکو قدرت ہوتی معجزہ پیدا کرنی کی تو بیشک اپنی اوپر سی

ماهو

ما هو ایسر منها من المرض والجوع والعطش والم الحر والبرد واذیة الخلق ونحو ذلك وفیها ایضا فائدة
آسان کا سبہل دفع کردیتی بیماری بہوکہ پیاس تکلیف گرمی سردی کی ایذاء خلق کی اورمانند اسکی اورا سمین بہہ بڑا فائدہ ہی

عظیمة وهی تشریع الاحکام للخلق المتعلقة بها کما عرف احکام السهو فی الصلوة من سهوه علیه السلام
کہ خلقت کی واسطی وہ احکام جو عوارض سی متعلق ہین جایز ہوجاتی ہین جیسی نماز مین سہو کرنی کی مسائل پیغمبر خدا کی سہو کرنی سی معلوم ہوگئی

وکیفیة اداء الصلوة فی حال المرض والخوف من فعله علیه الصلوة والسلام وهیئة اکل الطعام و
اور کیفیت نماز پڑہنی کی بیماری اور خوف مین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ادا کرنی سی معلوم ہوئی اور طریق کہانا کہانیکا اور

شرب الماء ونحوه من اکله وشربه علیه الصلوة والسلام فقد ظهر من هذا ان کلمتی الشهادة
پانی پینی کا اور مانند اسکی آپ کی کہانی پینی سی معلوم ہوا اس سی معلوم ہوا کہ دونو کلمی شہادت مین

مع اختصارهما متضمنتان لجمیع ما یجب علی المکلف معرفته فی حقه تعالی وحق رسله من عقائد
باوجود اختصار کی جو جو مکلف پر درباب معرفت الٰہی اور معرفت رُسل کی عقاید

الایمان ولذلك جعلهما الشرع دلیلا علی ما فی القلب من عقائد الایمان حتی لا یقبل من احد
ایمانی مین سی واجب ہی سب داخل ہی اسی واسطی شرع نی انکو دلیل ٹہرائی ہی عقاید ایمانی پر جو دلمین ہوتی ہین یہان تک کہ ایمان کسیکا مقبول نہین ہی

الایمان الا بهما فعلی هذا ینبغی للعاقل ان یستحضر معناهما ثم یشتغل بذکرهما صباحا ومساء حتی
بدون ان کلمون کی اسکی مرانق عاقل کو لازم ہی کہ انکی معنی یاد رکہی پہر انکو رات دن پڑہا کری یہان تک

یمتزج معناهما بلحمه ودمه یسر نا الله المداومة علی ذکرهما مع فهم معناهما ولا حول ولا قوة
کہ وہ دونو معنی اسکی گوشت اور خون مین ملجاوین الٰہی ہمپر آسان کر مداومت ذکر کی معہ فہم معانی کی اور نہ پہرنا گناہ سی اور نہ طاقت عبادت کی

الا بالله العلی العظیم

المجلس الرابع عشر فی بیان ایمان المنجی لصاحبه یوم القیمة

سوا اللہ تعالی برتر اور بزرگ کی چودہوین مجلس بیان مین اوس ایمان کی جو قیامت کی دن نجات دیگا ایماندار کو

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات علی ذلك
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی جو بندہ لا الہ الا اللہ کہی اوسی اعتقاد پہ پہر مرجاوی

الا دخل الجنة هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابو ذر وظاهره یقتضی ان یدخل الجنة
داخل ہوگا جنت مین یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی ابو ذر کی روایت سی اسکی ظاہر معنی یہہ کہتی ہین کہ

کل من یاتی بکلمة الاولی من کلمتی الایمان وان لم یات بالکلمة الثانیة منهما ولیس کذلك لانه
جو شخص پہلا کلمہ دونو کلمون ایمان مین کا پڑہی وہ جنت مین داخل ہو اگرچہ دوسرا کلمہ نہ پڑہی اور حقیقت مین یون نہین ہی کیونکہ رسول

علیه السلام وان لم یذکر فیه احدی کلمتی الایمان لکنها مراده لان قول من یقول لا اله الا الله لا یستلزم
صلی اللہ علیہ وسلم نی اگرچہ اس حدیث مین دوسری کلمہ ایمان کا ذکر نہین فرمایا پر وہ مراد ہی اسواسطی کہ جو شخص صرف لا الہ الا اللہ کہتا ہی کچہ لازم نہین ہی

دخول الجنة ما لم یضم الیه قوله محمد رسول الله لانه لا یتم الایمان الا بهما ثم انه علیه الصلوة والسلام
کہ جنت مین داخل ہو جبتک اوسکی ساتہہ محمد رسول اللہ نہ ملاوی اسواسطی کہ ایمان بدون دونو کلمون کی پورا نہین ہوتا پہر رسول علیہ السلام نی

اشار بقوله ثم مات علی ذلك الی لزوم الثبات علی الایمان الی الموت لان من لم یثبت علی الایمان بل
اشارۃً اس لفظ سی پہر اوسی پر مری یہہ ارشاد فرمایا کہ مرتی دم تک بدستور ایمان پر قایم رہی اسواسطی کہ جو شخص ایمان پر ثابت نرہیگا بلکہ

مات علی الکفر لا ینفعه ایمانه الذی کان قبل ذلك وانما ینفعه الایمان الذی یکون ثابتا الی الموت
وہ کفر پر مری تو اوسکی حق مین پہلا ایمان کچہہ فائدہ نہ کریگا ایمان وہ ہی فائدہ کرتا ہی جو دم مرگ تک قایم رہی

حيث يكون سببا لدخول الجنة وان كان له ذنوب كثيرة لم يتب عنها فان من مات على الايمان
وہ یہہ سبب ہوتا ہی واسطی دخول جنت کی اگرچہ وہ بڑا ہی گنہگار ہو اور توبہ بھی نکی ہو کیونکہ جو شخص ایمان سی اوٹھتا ہی

مع كونه مصرا على الذنوب غير تائب عنها يكون في مشية الله تعالى ان شاء يعفو عنه ويدخله
اگرچہ وہ شخص گناہوں پر جما رہا اور گناہوں سی توبہ بھی نکی وہ خدا کی مرضی میں ہی اگر چاہی اللہ تعالی اوسکو معاف کرکر

الجنة بلا عذاب وان شاء يعذبه بقدر ذنوبه ثم يدخل الجنة ولو بعد حين لكن ينبغي ان يعلم
بلا عذاب جنت میں داخل کریگا اور چاہی گناہوں کی برابر سزا دیکر پھر جنت میں داخل کریگا گو دم بھر کی بعد اب لایق ہی یہہ سمجھنا

ان كلمتي الايمان لتضمنهما اثبات ذات الله وصفاته وافعاله واثبات رسالة الرسول لابد ان
کہ دونو کلمہ ایمان میں چونکہ اثبات ذات الہی کا ہی اور اوسکی صفات کا اور افعال کا اور اثبات رسول کی رسالت کا اسلئی ضرور ہوا

يكون النطق بهما مع معرفة معناهما لان النطق بهما من غير معرفة معناهما لا يكفي في حصول
کہ ان کلمون کا پڑہنا انکی معانی سمجھکر ہونا چاہیئی کیونکہ انکی پڑہنی سی بدون سمجھنی معانی کی واسطی حصول ایمان حقیقی کی کافی نہیں ہی

حقيقة الايمان لان الايمان مبناه على هذه الاركان الاربعة فاذا لم يتحقق العلم بما تضمنتاه
سو اسلئی کہ اصل ایمان کی ان چارون رکن پر قایم ہی پہر اگر اوسکو علم ہی نہوا اونکی مضمون کا

لا يكون لهما طائل ولا محصول اذ ليست فضيلة هاتين الكلمتين بازاء تحريك اللسان من
پہر زبانی پڑہنی سی کچھ فائدہ نہ حصول اسلئی کہ ان کلمون میں کچھ زبان ہلانی کی بزرگی نہیں ہی جبتک دل میں

غير حصول معناهما في القلب بل فضيلتهما بازاء هذه المعرفة التي هي حقيقة الايمان فعلى هذا
انکی معنی نہ آوین بلکہ انکی بزرگی اسی معرفت سی ہوتی ہی کہ وہ ایمان کی حقیقت ہی اس بیان کی موافق

يجب على كل مؤمن ان يعتني بشانهما في معرفة معناهما اذ هما ثمن الجنة وسبب الخلاص من المهالك
ہر ہر مؤمن پر واجب ہی کہ جہان تک بن آوی انکی معنی دریافت کرلی اسواسطی کہ قیمت جنت کی اور سبب رستگاری کا

في الدنيا والاخرة وقد نص العلماء على لزوم معرفة معناهما والا لا ينتفع بهما متلفظهما في الانقاذ
دنیا اور آخرت کی آفات سی یہہ ہی ہیں اور علما صاف کہہ چکی ہیں کہ سمجھنا انکی معنون کا پر ضرور ہی نہیں تو انکا زبانی پڑھنا دائمی آگ سی

من الخلود في النار فان كثيرا من الائمة قد سئلوا عن شخص ينطق بكلمتي الايمان ويصلي ويصوم
نجات دینی میں کچھ فائدہ نہ دیگا کیونکہ اکثر پیشوا دین سی پوچھا گیا ایسی شخص کی حال سی جو دونو کلمہ ایمان کی پڑھتا ہی اور نماز و روزہ ادا کرتا ہی

ويفعل انواعا من العبادات لكن نطقه وعبادته ليس الا على الاتيان بمجرد صور الاقوال والافعال
اور اور عبادتیں کرتا ہی پر اوسکا پڑہنا اور عبادت کرنی یہہ ہی بحسب ظاہر ہی تمام قول اور فعل

على حسب ما يرى الناس يفعلون ويقولون حتى انه ينطق بكلمتي الايمان لكن لا يفهم منهما معنى ولا
ویسی ہی عمل میں لاتا ہی جیسی اور لوگوں کو کرتی اور بولتی دیکھتا ہی اتنا کہ دونو کلمہ ایمان کی پڑھتا ہی پر اونکی معنی نہیں سمجھتا اور نہ

يدري معنى الاله ولا معنى الرسول ولا ما نفي ولا ما اثبت وربما يتوهم ان الرسول نظير الاله وهل
معنی اللہ کی جانتا ہی اور نہ معنی رسول کی سمجھتا ہی اور نہ یہہ جانی کیا نفی کیا ہی اور کیا ثابت کیا کبھی اوسکو یہہ وہم ہوتا ہی کہ رسول مثل اللہ کی ہی آیا

ينتفع هذا الشخص بما صدر عنه من صور الاقوال والافعال وهل يصدق عليه حقيقة الايمان
فائدہ دیگا اس شخصکو جو جو اوسی ظاہر میں اقوال اور افعال عمل میں آئی ہیں اور آیا اوسپر حقیقت ایمان کی صادق ہی

فيما بينه وبين الله تعالى ام لا فاجابوا جميعا بان مثل هذا الشخص ليس له من الاسلام نصيب
خدا کی نزدیک یا نہیں سو سب نی یہہ ہی جواب دیا کہ ایسی شخصکو اسلام میں سی کچھ نصیب نہیں ہی

وان صدر عنه من صور اقوال الايمان وافعاله ما ذكر قال الامام السنوسي هذا الذي ذكره
اگرچہ اوس سے ظاہری قول اور فعل مذکور ایمان کی سی عمل میں آئی ہیں امام سنوسی کہتے ہیں یہہ جو اس شخص کی
في حق ذلك الشخص ظاهر اي ظاهر جلي غاية الجلاء لا يمكن ان يختلف فيه احد من العلماء فعلى
حق میں ذکر کیا ہے سب ظاہر ہے نہایت روشن ہے کوئی عالم اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کر سکتا
هذا يجب على كل من يريد النجاة من العذاب المؤبد والدخول في الجنة ان يسعى في معرفة معناهما ثم ينطق
اس جواب کی موافق جو شخص عذاب دائمی سے بچا چاہتا ہے اور جنت میں داخل ہونا چاہتا ہے اوسپر واجب ہے کہ پہلی کوشش کرکر انکی معنی دریافت کرکے پہر معنی سمجھکے
بهما مع فهم معناهما ليوجد فيه اقرار باللسان وتصديق بالجنان ويحصل له حقيقة الايمان
زبان سے پڑہے تاکہ اوسمیں زبانی اقرار اور دلی تصدیق پائے جاوے اور حقیقت ایمان کی اوسکو حاصل ہو
فالكلمة الاولى من هاتين الكلمتين مركبة من نفي واثبات فالمنفي كل فرد من افراد حقيقة الاله
لیس پہلا کلمہ ان دو نوں میں سے نفی اور اثبات سے مرکب ہے سو منفی تو ہر ہر فرد معبود حقیقی کا ہے
سوى الله تعالى والمثبت فرد واحد من تلك الحقيقة وهو الله تعالى ومعنى الاله هو الواجب الوجود
سوا ذات الہی سے اور مثبت ایک فرد واحد ہے اس حقیقت میں سے یعنی اللہ تعالی اور معنی اسکی واجب الوجود
المستحق للعبادة وهذا المعنى كلي يقبل بحسب مجرد ادراكه ان يصدق على كثيرين لكن الدليل العقلي القطعي
سزاوار عبادت کا اور یہہ معنی کلی ہیں باعتبار صرف تصور کی بہت افراد پر صادق آسکتے ہیں پر دلیل عقلی یقینی
يدل على استحالة التعدد فيه وكونه خاصا بذات الله تعالى وذلك الدليل وجود العالم فانه لكونه
دلالت کرتی ہے کہ کئی اللہ محال ہیں اور صرف ذات الہی سے خاص ہے اور وہ دلیل عالم کا وجود ہے کیونکہ یہہ عالم
حادثا محتاجا الى محدث يدل على ان له محدثا وذلك المحدث لا بد ان يكون واحدا قديما متصفا
حادث اور موجد کا محتاج ہوکر دلالت کرتا ہے کہ اسکا ایک پیدا کرنیوالا ہے اور وہ محدث ضرور ہے کہ واحد قدیم صاحب قدرت
بالقدرة والارادة والعلم والحيوة لانه لو لم يكن واحدا بل كان اكثر من واحد لوقع بينهما التمانع المقتضي
اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی ہو اسلئے کہ اگر واحد نہو بلکہ ایک سے زیادہ ہوں تو بیشک اونکی آپسمیں روک ٹوک ایسی واقع ہوگی
لعدم وجود العالم ولو لم يكن قديما بل كان حادثا لكان مفتقرا الى محدث فيلزم الدور او التسلسل وكلاهما
جس سے وجود عالم کا پیدا نہو سکے اور اگر قدیم نہو بلکہ حادث ہو تو بیشک محدث کا محتاج ہوگا پہر دور لازم آویگا یا تسلسل اور یہہ دونو
محال ولو لم يكن متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة لكان عاجزا عن ايجاد شيء من العالم لان
محال ہیں اور اگر صاحب قدرت اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی نہو تو یہہ ایسا عاجز ہوگا کہ عالم میں سے کوئی شی نہ پیدا کرسکی اسلئے
الايجاد اثر القدرة وتاثير القدرة في شيء من الاشياء يقتضي ارادة ذلك وارادة ذلك الشيء تقتضي
کہ پیدا کرنا قدرت کا اثر ہوتا ہے اور اثر قدرت کا کسی چیز میں جب ہوتا ہے کہ اوسکا ارادہ کیا جاوے اور ارادہ اوس شی کا پائی جانی بوجہ
العلم به لان القصد الى ايجاد شيء مع عدم العلم به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث يقتضي
نہیں ہوسکتا کیونکہ قصد ایسی شی کی ایجاد کا کہ اوسکو جانتا نہو محال ہے اور موصوف ہونا ان تینوں صفات سے بدون
الحيوة لكونها شرطا فيها فعلى هذا يكون وجود العالم بل وجود كل ذرة من ذراته دليلا قاطعا على وجوده تعالى
حیات کی نہیں ہوتا کیونکہ حیات انمیں شرط ہے اس بیان کی موافق وجود عالم کا بلکہ وجود ہر ہر ذرہ کا یقینی دلیل ہے اللہ تعالی کی وجود پر
وكونه واحدا قديما متصفا بهذه الصفات الاربع المذكورة ولهذا كان بعض اهل التوحيد يقولون
اور اوسکی وحدت اور قدم پر اور موصوف ہونے پر ان چاروں صفات مذکورہ سے اسی لئے بعض اہل توحید

استدلالاً بالاثر على المؤثر ما رأينا شيئاً الا رأينا الله بعده فان كل ذرة من ذرات العالم من حيث
اثر سے موثر پر استدلال کر کر یہہ کہتے ہیں ہمنے جو کسی شئے کو دیکھا تو دیکھا ہمنے اللہ کو بعد اسکے بیشک ہر ہر ذرہ عالم کی ذرات میں سے
حدوثها وافتقارها الى من يوجدها لا تزال تنطق بكلام لا حرف فيه ولا صوت ان لها موجداً واحداً
حدوث اور بوجہ کہ محتاج ہو کر ہمیشہ زبان حال سے یہہ کلام کرتی ہیں جسمیں نہ کوئی حرف ہی اور نہ آواز کہ ہمارا موجد ہی واحد
قديماً متصفاً بالقدرة والارادة والعلم والحيوة وساير ما يليق به من الصفات يسمع كلامها السامعون
قدیم قدرت والا ارادہ والا علم والا حیات والا اور تمام سزاوار صفتوں والا اور انکی یہہ کلام سمجھنے والے سب سنتے ہیں
ولا يسمعه الذين هم عن السمع لمعزولون والمراد من السمع السمع الباطن الذي يسمع به كلام ليس بحرف
وہ لوگ نہیں سنتے جنکی سمجھ بیکار ہی اور مراد سماعت سے سماعت باطنی ہی جسے وہ کلام سنتے ہیں جسمیں نہ حرف ہوں
ولا صوت ولا عربي ولا عجمي لا السمع الظاهر الذي لا يجاوز الاصوات وتشارك فيه البهائم الانسان والحاصل
اور نہ آواز اور نہ عربی ہو اور نہ عجمی سماعت ظاہری مراد نہیں ہی جو سوا آواز کی رس سکی اور اسمیں چوپایہ اور انسان یکساں ہوں خلاصہ یہہ ہی
ان المكلف لا يعرف من صفاته تعالى بالعقل الا ما دل عليه افعاله فما لم يدل عليه افعاله كالسمع والبصر
کہ مرد مکلف عقل سے صفات الٰہی کی وہی جان سکتا ہی جسپر اسکی افعال دلالت کرتی ہیں اور جن صفات پر افعال نہیں دلالت کرتی جیسے سمع اور بصر
والكلام فقد يستدل على ثبوتها له تعالى تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى
اور کلام انکی ثبوت پر کبھی عقلاً استدلال کرتی ہیں اور کبھی نقلاً پہر استدلال عقلی ان صفات پر واسطے اللہ تعالیٰ کی
بالعقل فهو انها صفات كمال واضدادها صفات نقصان واتصافه بصفات الكمال وعدم اتصافه
یہہ ہی کہ یہہ صفات کمالیہ ہیں اور انکی ضدیں صفات نقصان کی اور اللہ تعالیٰ کا موصوف ہونا صفات کمالیہ سے اور بری ہونا
بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالى بتلك الصفات واما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى
صفات نقصان سے واجب ہی سو موصوف ہونا اللہ تعالیٰ کا ان صفات سے واجب ہی اور استدلال نقلی ان [illegible]
بالنقل فهو ان الشرع قد ورد بثبوتها له تعالى فوجب القطع بثبوتها له تعالى ودليل النقل في هذه المسئلة
کہ شرع سے ثبوت ان صفات کا واسطے اللہ تعالیٰ کی ثابت ہی سو یقین کرنا انکی ثبوت کا واسطے اللہ تعالیٰ کی واجب ہوا اور نقلی دلیل اس مسئلہ میں
اولى من دليل العقل لان تلك الصفات لا يتوقف عليها افعاله تعالى حتى يستدل بها على ثبوتها له تعالى
عقلی دلیل سے بہتر ہی اسلئے کہ افعال الٰہیہ ان صفات پر موقوف نہیں ہیں تا کہ ان افعال سے انکی ثبوت پر استدلال کیا جاوے
وذاته تعالى لم يكن معلوماً للبشر حتى يعلم انها في حقه تعالى كمال يجب اتصافه بها بحيث لو لم يتصف
اور ذات اللہ تعالیٰ کی کسی بشر کو معلوم نہیں ہی جس سے معلوم ہو کہ یہہ صفات بہ نسبت ذات باری کی کمالیہ ہیں ضرور موصوف ہو نا چاہیے ایسا کہ اگر یہہ صفات نہ ہونگی
بها يلزم ان يتصف باضدادها بل كونها كمالا انما هو بالنسبة الينا ولا يلزم من كون الشئ بالنسبة
تو انکی ضدیں موجود ہونگی بلکہ یہہ صفات ہماری حق میں کمالیہ ہیں اور یہہ کچھ لازم نہیں ہی کہ جو صفت
الينا كمالا ان يكون كمالا في حقه تعالى الا ترى ان اللذة والالم مع كونهما بالنسبة الينا كمالا ممتنعان في
ہماری حق میں کمالیہ ہو وہ بہ نسبت ذات باری تعالیٰ کی بھی کمالیہ ہو کیوں نہیں سمجھتا کہ لذت اور الم باوجودیکہ ہماری حق میں کمال ہیں بہ نسبت باری تعالیٰ کی محال ہیں
حقه تعالى لكونهما من عوارض الاجسام هذا تحقيق الكلمة الاولى من كلمتي الايمان واما الكلمة الثانية
کیونکہ یہہ دونو کیفیات جسمانیہ سے ہیں یہہ تحقیق ایمان کی پہلی کلمہ کی ہی اور دوسرا کلمہ
من هاتين الكلمتين فقد حكم فيها بكون محمد رسولا من عند الله تعالى ولا بد في اثبات ذلك من دليل
ان دو نو کلموں میں سے اوسمیں یہہ حکم ہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اسکی بہی ثبوت کی کوئی دلیل چاہیے

وذلك الدليل ظهور المعجزة على يده عند ادعائه الرسالة فان المعجزة تصديق فعلي من الله تعالى لرسوله
اور وہ دلیل معجزہ کا ظاہر ہونا رسول کی ہاتھ پر بوقت دعوی رسالت کی ہی کیونکہ معجزہ تصدیق فعلی ہوتی ہی اللہ تعالی کی طرف سی اوسکی رسول کی

لانها فعل من افعاله تعالى خارقاً للعادة نازل منزلة صريح القول في تصديق رسوله في دعواه
کیونکہ وہ معجزہ ایک فعل ہی افعال الہی سی برخلاف عادت قایم مقام صاف ارشاد کی دربارہ تصدیق رسول کی رسالت کی دعوی میں

الرسالة فانه تعالى لما خلق امراً خارقاً للعادة على يده حين ادعائه الرسالة صار كانه قال صدق
کیونکہ اللہ تعالی نی جب ایک امر عادت کی خلاف رسول کی ہاتھ پر بوقت دعوی رسالت کی پیدا کیا تو گویا یہہ فرمایا میرا رسول سچا ہی

رسولي في كل ما يبلغ عني سواء كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته مثال ذلك على ما ذكره العلماء ان
جو جو میری طرف سی بیان کری برابر ہی کہ اوسکی تبلیغ قولی ہو یا فعلی ہو یا باعتبار سکوت کی ہو اسکی مثال موافق بیان علماء کی یہہ ہی

رجلا اذا قام في مجلس ملك بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثني اليكم بكذا وكذا من التكاليف
کہ ایک شخص بادشاہ کی دربار میں کھڑا ہو کر ایک جماعت کی سامنی کہی کہ میں اس بادشاہ کا سفیر ہوں مجھکو تمہارے پاس فلانی فلانی حکم دیکر بھیجا ہی

فطلبوا منه حجة تدل على صدقه فقال اية صدقي اني اطلب من الملك ان يخالف عادته ويقوم
اس جماعت نی اوسی سند طلب کی جسکی صداقت معلوم ہو اوس شخص نی جواب دیا کہ نشان میری صداقت کا یہہ ہی کہ میں بادشاہ سی عرض کرتا ہوں کہ اپنی عادت کی

من سريره ويقعد ثلث مرات ففعل الملك ذلك بطلبه فلا شك ان ذلك الفعل من الملك قائم مقام
تین بار اپنی تخت پر سی کھڑا ہو جا اور بیٹھ جا اور پھر بادشاہ نی اوسکی کہنی کی موافق کیا تو بیشک بادشاہ کی یہہ حرکت قایم مقام اس حکم کی ہی

قوله صدق هذا الرجل في كل ما يبلغ عني ومفيد للعلم الضروري بصدقه بلا فرق بين من شاهد ذلك
کہ یہہ شخص سچ کہتا ہی جو جو حکم میری طرف سی کہتا ہی اور اس سی علم بدیہی اسکی صداقت کا حاصل ہوگا اسمیں کچھہ فرق نہیں کہ کسی نی بادشاہ کی اس حرکت کو

الفعل من الملك ولم يشاهده بل بلغه خبره بالتواتر ولا ريب ان هذا المثال مطابق لحال رسول الله
بچشم خود دیکھا اور کسی نی نہ دیکھا مگر خبر متواتر سی سنا اور بیشک یہہ مثال مطابق ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حال سی اس باب میں

عليه السلام في افادة معجزته العلم الضروري بصدقه بلا فرق بين من شاهدها ومن لم يشاهدها
کہ معجزہ سی علم بدیہی صداقت کا حاصل ہوتا ہی اسمیں کچھہ فرق نہیں ہی کہ کسی نی اوس معجزہ کو بچشم خود دیکھا اور کسی نی نہ دیکھا

بل بلغه خبرها بالتواتر فعلى هذا كل من يتكلم بكلمتي الايمان بعد معرفة معناهما بما ذكر من الدلائل يحصل
مگر خبر متواتر سی سنا اس بیان کی موافق جو شخص دونوں کلمہ ایمان کی دلائل مذکورہ سی معنی سمجھ کر پڑھتا ہی اوسکو حقیقت ایمان کی

له حقيقة الايمان ويجب عليه ان يحفظه مما يضره بامتثال الاوامر واجتناب النواهي لان الايمان
حاصل ہوئی اور اوسپر واجب ہی کہ ایمان کو مضرات سی بچا دی اوامر کو عمل میں لاکر اور نواہی سی پرہیز کرکر اسواسطی کہ ایمان

يشبه السراج وامتثال الاوامر واجتناب النواهي يشبه المحافظة عليه بجعله في فانوس ووساوس
چراغ کی مانند ہی اور اوامر کی اطاعت کرنی اور نواہی سی بچنا یہہ اوسکی محافظت ہی جیسی چراغ کا فانوس میں رکھدینا اور شیطانی

الشيطان تشبه الرياح العاصفة فمن اوقد سراج الايمان في قلبه ولم يحفظه ولم يجعله في فانوس
وسوسی اور توہمات ایسی ہیں جیسی تند آندھیاں پھر جسنی ایمان کا چراغ اپنی دل میں روشن کرکر اوسکی حفاظت نکی اور اوسکو طاعات کی فانوس میں نرکھا

الطاعات باتيان المامورات وترك المنهيات يخاف عليه انطفاء سراج ايمانه عند هبوب الرياح العاصفة
مامورات پر عمل کرکر اور منہیات سی بچکر تو اسپر اندیشہ یہہ ہی کہ اوسکی ایمان کا چراغ بروقت چلنی آندھی

التي هي الوساوس الشيطانية ولذلك قال بعض العلماء اياك والذنب فان الذنب كجمر يوضع على المجنيق
وسوسہ شیطانی کی بجھہ جاوی اسیلیئی بعضی علماء کہتی ہیں یاد رکھیے رہنا گناہ سی بیشک گناہ ایسا ہی جیسی بستر جو کوپہہ میں رکھکر

فیضرب به حائط الطاعات ویحصل فیه ثلمة ویدخل منه ریح الهوی وتطفی سراج الایمان فان
طاعات کی دیوار میں مارتا ہے اور اوسی دیوار میں سوراخ پیدا ہوجاتا اوس راستہ سے ہوا ہوس کی باد تند چلکر ایمان کا چراغ بجھاتی ہے بیشک

زوال الایمان لایکون الا لمن کان له فساد فی قلبه واصرار علی المعاصی یدل علی ذلك قوله علیه السلام
ایمان ایسی ہی شخص کا جاتا رہتا ہے جسکے دل میں کچھ فساد ہوتا ہے اور گناہوں پر جما رہتا ہے اس مدعا پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے

المعاصی برید الکفر فان الاصرار علی الصغائر یفضی الی الکبائر والاستمرار علیها یؤدی الی الکفر یشیر الی هذا
کہ گناہ کفر کی ایلچی ہوتی ہیں کیونکہ گناہ صغیرہ پر ڈٹجانا کبیرہ ہوتا ہے اور کبیرہ گناہ پر اڑی رہنا کفر تک پہنچا دیتا ہے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے

قوله تعالی فی حق الیهود وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ
جو یہود کی حق میں وارد ہے اور ڈالی اونپر ذلت اور محتاجی اور کمائی غصہ اسکا یہہ اوس پر کرے

كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ فانه
تھے نہ مانتے حکم اللہ کی اور خون کرتی نبیوں کا ناحق یہہ اس سے کہ بی حکم تھے اور حد پر نہ رہتی تھی اللہ تعالی نے

تعالی بیّن فی هذه الایة ان العصیان والعدوان جرهم الی الکفر وقتل الانبیاء وحکایة مثل ذلك فی
اس آیت میں یہہ بیان فرمایا کہ گناہ اور سرکشی اونکو کفر کی طرف اور قتل انبیاء کی طرف کھینچ لائی اور ایسی حکایت بیان کرنی

کتابه لطف منه بنبیه وامته لیسمعوه ویحترزوا عنه فانه علیه السلام لما کان خیر الخلق وافضلهم
اپنی کتاب میں اللہ کی مہربانی ہے اپنی نبی پر اور اوسکی امت پر تاکہ سنکر ایسی چال سی بچتی رہیں کیونکہ نبی علیہ السلام جو تمام بنی آدم سے بہتر اور افضل ہیں

کان امته خیر الامم وافضلهم فلا ینبغی لمن کان من خیر الامم وانتسب الی خیر الخلق ان یرضی لنفسه
تو اونکی امت بھی تمام امتوں سے بہتر اور افضل ہے ہرگز لائق نہیں ہے کہ کوئی شخص افضل امت میں ہوکر اور بہترین خلق کی طرف منسوب ہوکر پھر وہ پسند کری

ان یکون من شر الناس بارتکاب المعاصی بل ینبغی له ان یسعی فی اصلاح نفسه بالایمان والعمل
کہ تمام لوگوں میں بدتر ہوجاوی گناہ اختیار کرکر بلکہ اوسکو یہہ لائق ہے کہ کوشش کرکر اپنی حال کو ایمان اور نیک عمل سے درست کری

الصالح حتی یکون من خیر الناس کما قال الله تعالی اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ
تاکہ اچھی لوگوں میں داخل رہوی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وہ لوگ جو یقین لائی اور کئی بھلی کام وہ ہی لوگ

خَيْرُ الْبَرِيَّةِ وقال النبی علیه السلام خیر الناس من طال عمره وحسن عمله وشر الناس من طال عمره
بہتر سب خلق کی اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب آدمیوں سے اچھا وہ شخص جسکی عمر دراز ہو اور اعمال اوسکی نیک ہوں اور بدتر آدمی وہ ہے جسکی عمر بڑی ہو

وساء عمله وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال خیرکم من یرجی خیره ویؤمن شره وشرکم من لا یرجی
اور اعمال بد ہوں اور ایک اور حدیث میں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جس سے بھلائی کی امید ہو اور برائی کا اندیشہ نہو اور تم میں سے بدتر وہ ہے

خیره ولا یؤمن شره وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال شر الناس عند الله منزلة من ترکه الناس
جس سے بھلائی کی امید نہو اور برائی کا اندیشہ ہو اور ایک اور حدیث میں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا بدتر آدمیوں میں اللہ کی نزدیک مرتبہ میں وہ ہے جسکو چھوڑدیں لوگ

اتقاء شره وفی روایة اتقاء فحشه وروی ان اعمال الامة تعرض علی نبیها فی البرزخ فلیستحی العبد ان
بدی سے بچنے کو اور ایک روایت میں بدزبانی سے بچنے کو اور روایت ہے کہ ہر امت کی عمل اوسکی نبی پر عالم برزخ میں پیش ہوتی ہیں سو شرم کرنی چاہیے آدمی کو

یعرض علی نبیه من عمله ما نهاه عنه وقیل من اذنب ذنبا فجمیع الخلائق من الانس والدواب والوحش
کہ اوسکی نبی کی سامنی اوسکا وہ عمل پیش ہو جس سے اوسکو منع کیا ہو اور کہتی ہیں جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو تمام خلقت انسان اور چوپایہ اور جنگل کی جانور

والطیور والذر خصماؤه یوم القیمة لانه تعالی یمنع المطر بشؤم المعصیة فیتضرر بذلك اهل البر
اور پرندہ اور چیونٹیاں قیامت کی روز اوسکی دشمن ہونگی اسلئے کہ اللہ تعالی مینہہ بند کر دیتا ہے گناہ کی نحوست سے اس لئے تمام خشکی اور

الى جميعاً فعلى المؤمن ان يحترز عن جميع المعاصي يسرنا الله الاحتراز عنها المجلس الخامس
اور دوالوں کو نقصان ہوتا ہے پس مؤمن کو لازم ہے کہ تمام گناہوں سے پرہیز کرتا رہے الٰہی ہم پر آسان کر بچنا گناہوں سے پندرھویں مجلس

عشر في بيان ان كل مولود يولد على فطرة الاسلام قال رسول الله صلى الله عليه
اس بیان میں کہ ہر بچہ پیدا ہوتا ہے اسلام کی طریقہ پر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ما من مولود الا يولد على الفطرة فابواه يهودانه وينصرانه ويمجسانه كما تنتج البهيمة
وسلم نے جو بچہ ہے سو پیدا ہوتا ہے اوپر طریقہ اسلام کی پھر ماں باپ اسکو یہودی کر دیتے ہیں اور نصرانی کرتے ہیں اور مجوسی کر دیتے ہیں جیسے چوپایہ پورا بچہ

بهيمة جمعاء هل تجدون فيها من جدعاء حتى تكونوا انتم تجدعونها ثم قال فطرة الله التي فطر
جنتا ہے کیا اسمیں کوئی کان ناک کٹا بھی ہوتا ہے آخر تم اوسکی کان ناک کاٹ دیتے ہو پھر فرمایا وہ ہی تراش اللہ کی

الناس عليها هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابوهريرة ومعناه ان كل مولود من البشر لا يولد الا
جسپر تراشا لوگوں کو یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ابوہریرہ کی روایت سے اسکے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک بچہ آدمی کا سرشت نیک اور اسی ہیئت پر

على الجبلة السليمة والهيئة المستعدة لمعرفة الله تعالى والتميز بين الحق والباطل بما ركب فيه من
پیدا ہوتا ہے کہ استعداد معرفت الٰہی کی اور فرق کرنیکی حق اور باطل میں رکھتا ہو بزور اوس عقل

العقل القويم والوضع المستقيم ولو لم يعترضه من الخارج آفة من فساد التربية وتقليد الابوين و
درست اور وضع راست کی جو اوسمیں پیدا کی ہے اگر اوسکو نہ پیش آتا اوپر سے پرورش کا فساد اور اطاعت ماں باپ کی اور

الانهماك في الشهوات ونحو ذلك من الآفات لصرف فطرته الى ما نصب لمعرفة الله تعالى من الدلائل
کھپ جانا ہوا و ہوس میں اور مانند اسکی اور آفتیں تو البتہ وہ اپنی اصلی طبیعت کو دلائل قایم کرنی میں واسطے معرفت الٰہی کی صرف کرتا

واستدل بها على وجوده تعالى وقدمه وكونه واحداً متصفاً بالقدرة والارادة والعلم والحيوة وسائر ما
اور استدلال کرتا اللہ تعالی کی وجود اور قدم پر اور وحدت پر کہ موصوف ہے قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات سے اور تمام اور صفات سے

يليق به من الصفات لكن يصده عما ذكر من الآفات كما ان البهيمة تولد سوية الاطراف سليمة من
جو اوسکو سزاوار ہیں پر اوسکو روک دیتی ہیں یہ آفات مذکورہ جیسے چوپایہ کا بچہ اعضا برابر سالم پیدا ہوتا ہے

الجدع الذي هو قطع الانف والاذن والشفة فلو لم يتعرض الناس لها بالكي وقطع شيء مما ذكر لبقيت سليمة
اور بچا ہوا جدع سے کہ اوسکی معنی کترنا ناک اور کان اور لب کا پس اگر آدمی اوس بچہ کو داغ نہ دیتے اور کچھ ناک کان لب نہ کاٹتے تو اچھا بھلا چنگا

كما كانت فانه عليه السلام شبه ولادة الطفل على الفطرة السليمة بولادة البهيمة سليمة غير ان المراد
رہتا جیسا پیدا ہوا تھا پھر علیہ السلام نے آدمی کی بچہ کی پیدائش کو اوپر طبیعت درست کے مشابہ فرمایا ہے ساتھ پیدائش پوری بچہ چوپایہ کی اتنا ہی فرق ہے کہ مراد

بالسلامة في البهيمة سلامتها عن العيوب الظاهرة وفي الطفل سلامته عن العيوب المعنوية المانعة عن
سلامتی سے چوپایہ کی بچہ میں سلامتی ظاہر کی عیبوں سی ہی اور آدمی کی بچہ میں مراد سلامتی معنوی عیبوں سی ہی جو معرفت الٰہی سی روک دیں

معرفة الله تعالى وقبول امره ونهيه ثم انه عليه السلام بعد ما بين ان الناس كلهم يولدون على الفطرة
اور امر اور نہی قبول کرنی سی باز رکھیں پھر پیغمبر خدا نے بعد اس بیان کی کہ آدمی تمام ساری درست طبیعت پر پیدا ہوتی ہیں

التي هي الاستعداد القابل لمعرفة الله تعالى والتميز بين الحق والباطل بما ركب فيهم من العقول حثهم
کہ وہ استعداد قابل معرفت الٰہی کی اور تمیز کرنا درمیان حق اور باطل کی ہی عقل کی زور سی جو انکی اندر رکھی گئی ہی انکو رغبت دی

عليها فقال على طريق الاقتباس فطرة الله التي فطر الناس عليها فانه في قوة ان يقال الزموا فطرة الله
سو فرمایا بطور صنعت اقتباس کی تراش اللہ کی جسپر تراشا آدمیوں کو پس یہ قول بمنزلہ اس قول کی ہی اپنی ذمہ پر لازم پکڑو

التی هی الاستعداد القابل لمعرفة الله تعالی والتمیز بین الحق والباطل فعلی هذا کان الواجب علی کل
فطرت اللہ کی استعداد ہی قابل معرفت الٰہی کی اور تمیز کی درمیان حق اور باطل کی اس تقریر کی موافق ہر

مکلف ان لا یضیع تلک الفطرة بل ینبغی له ان یستعملها فی تحصیل معرفة الله تعالی والتمیز بین الحق
مکلف پر واجب ہی کہ اس فطرت کو ضایع نہ کری بلکہ اوسکو لایق ہی کہ اوس فطرت کو معرفت الٰہی میں اور تمیز کرنیمین درمیان حق

والباطل ولیس المراد بمعرفة الله تعالی معرفة ذاته تعالی لان ذاته تعالی لیست معلومة للبشر بل المراد
اور باطل کی استعمال کری اور معرفت الٰہی سی مراد معرفت ذات الٰہی کی نہیں ہی اسلیے کہ ذات الٰہی کسی بشر کو معلوم نہیں ہی بلکہ مراد

بها معرفة صفاته وصفاته نوعان سلبیة وثبوتیة اما السلبیة فتنزیهه تعالی عن جمیع ما لا یلیق
معرفت صفات الٰہی کی ہی اور صفات الٰہی دو قسم پر ہیں سلبی یعنی نفی کرنی کی اور ثبوتی صفت سلبی تو اللہ تعالی کا بری ہونا تمام ایسی صفات سی جو اوسکو لایق

به مما یشعر بالاحتیاج والنقصان واما الثبوتیة فهی قسمان القسم الاول الصفات التی یتوقف علیها افعا
نہیں ہیں جن صفات سی نیاز مندی اور نقصان لازم آوی اور ثبوتی کی دو قسم ہیں پہلی قسم وہ صفات جن پر افعال الٰہی موقوف ہیں یعنی قدرت

وهی القدرة والارادة والعلم والحیوة والقسم الثانی الصفات التی لا یتوقف علیها افعاله وهی السمع والبصر
اور ارادہ اور علم اور حیات اور دوسری قسم وہ صفات ہیں جن پر افعال الٰہی موقوف نہیں ہیں یعنی سمع اور بصر

والکلام وتحقیق ذلک انه تعالی لیس محسوسا کالشمس والقمر حتی یعلم وجوده بالحس ولیس العلم بوجوده
اور کلام اور تحقیق اسکی یہہ ہی کہ اللہ تعالی کی ذات محسوس نہیں ہی جیسی آفتاب اور مہتاب تاکہ اوسکا وجود دیکھ کر معلوم کرلیں اور نہ اوسکا وجود بدیہی کہ

ضروریا کالعلم بکون الواحد نصف الاثنین حتی یعلم وجوده بالضرورة بل انما یعلم وجوده بالدلیل
جیسی ہم ایک عدد کو دو کا آدھا جانتی ہیں تاکہ اوسکا وجود بداہت سی معلوم ہو بلکہ اوسکی وجود کا علم دلیل سی حاصل ہوتا ہی

وذلک الدلیل حدوث العالم وبیان حدوثه انه اعیان واعراض والمراد بالاعیان الاجرام القائمة
اور وہ دلیل عالم کا حادث ہونا ہی عالم کی حدوث کی دلیل یہہ ہی کہ عالم یا تو اعیان ہیں یا اعراض ہیں اعیان سی مراد اجسام ہیں جو اپنی آپ

بذواتها والمراد بالاعراض الصفات التی لا تقوم بذواتها بل تقوم بالاجرام وتلزمها ولا ینفک عنها وکل
بی سہارا قایم ہیں اور اعراض سی مراد وہ صفات ہیں جو اپنی ذات میں بی سہاری قایم نہیں ہوتی بلکہ اجسام کی ساتھ قایم ہوتی ہیں اجسام کی ساتھ رہتی ہیں

منهما حادث اما الاعراض فحدوث بعضها یعلم بالمشاهدة کالحرکة بعد السکون والضوء بعد الظلمة
یہہ دونو حادث ہیں اعراض میں سی بعضوں کا حدوث تو مشاہدہ سی معلوم ہوتا ہی جیسی حرکت بعد سکون کی اور روشنی بعد اندھیری کی

والسواد بعد البیاض وحدوث بعضها یعلم بالدلیل وهو طریان العدم کما فی اضدادها ذکرنا واما
اور سیاہی بعد سفیدی کی اور بعضوں کا حدوث دلیل سی معلوم ہوتا ہی اور وہ آجانا عدم کا جیسی اونکی ضدوں میں اور

الاجرام فدلیل حدوثها انها لا تخلو عن الحوادث وکل ما لا یخلو عن الحوادث فهو حادث اما عدم
اجسام کی حدوث کی دلیل یہہ ہی کہ اجسام حوادث سی کبھی خالی نہیں ہوتی اور جو چیز حوادث سی خالی نہو سو وہ حادث ہوتی ہی

خلوها عن الحوادث فلانها لا تخلو عن الحرکة والسکون وهو ظاهر مدرک بالبدیهة والاضطرار
اجسام کا حوادث سی خالی نہونا تو اسلیے ہی کہ حرکت اور سکون سی خالی نہیں ہوتی اور یہہ ظاہر بدیہی بضرورت نظر آتا ہی

فلا یحتاج فیه الی تامل وافتکار والحرکة والسکون حادثان یدل علی حدوثهما تعاقبهما وانقضاء
اسمین کچھ تامل اور فکر کی حاجت نہیں کا اور حرکت اور سکون دونو حادث ہیں انکا حدوث انکی آگی پیچھی پیدا ہونی سی ثابت ہی اور

کل منهما عند وجود الاخر وذلک مشاهد فی بعض الاجرام وما لم یشاهد فیه ذلک فما من ساکن الا
ایک گذر جاتا ہی جب دوسرا پیدا ہوتا ہی اور یہہ حال بعض اجسام میں تو نظر آتا ہی اور جن اجسام میں یہہ مشاہدہ نہیں ہوتا تو یہہ دلیل ہی کہ جو ساکن ہی

والعقل یقضی بجواز حرکته وما من متحرک الا والعقل یقضی بجواز سکونه فالطاری منهما حادث
عقل اوسکو متحرک تجویز کرتی ہی اور جو متحرک ہی اوسکو عقل ساکن تجویز کرتی ہی پس جو حرکت اور سکون میں سی اب پیدا ہوگا وہ حادث ہی

بطریانه والسابق حادث اذ لو کان قدیما لاستحال عدمه واما کون ما لا یخلو عن الحوادث حادثا
کاب پیدا ہوا اور پہلا بھی حادث ہوگا اسواسطی کہ اگر قدیم ہوتا تو اوسکا عدم محال ہوتا کبھی نہو سکتا اور جو چیز حوادث سی خالی نہو تو وہ اسلئی حادث ہوتی ہی

فلانه لو لم یکن حادثا لکان قدیما ثابتا فی الازل فیلزم ثبوت الحادث فی الازل وهو محال اذ یلزم
کہ اگر وہ حادث نہو تو پھر بیشک قدیم اور ازل میں ثابت ہوگی اس سی لازم آتا ہی ثبوت حوادث کا ازل میں اور یہہ محال ہی کیونکہ لازم آتا ہی

ان یکون قبل کل حادث حوادث مرتبة لا اول لها کما یقول الفلاسفة فی حرکات الافلاک واشخاص
کہ ہر حادث سی پہلی حوادث مرتب موجود ہوں جنکا ابتدا نہ نکلی جیسی فلاسفہ یونان حرکات افلاک اور اشخاص

الحیوانات وغیرها فانهم ومن تبعهم ممن ینسب نفسه الی الاسلام ولیس له منه نصیب قالوا ان العالم
حیوانات وغیرہ میں قائل ہیں تمام فلاسفہ اور جو اونکی تابع ہی کہ اپنی تئیں اسلام کی طرف نسبت کرتا ہی اور اوسکو اسلام سی کچھ نصیب نہیں کہتی ہیں کہ عالم

العلوی قدیم بذاته وصفاته الا الحرکات فانها حادثة باشخاصها قدیمة بانواعها فلا حرکة الا
علوی یعنی افلاک اپنی ذات اور صفات میں قدیم ہی مگر حرکات فلکی جزئیات البتہ حادث ہیں اور انواع کلیہ قدیم ہیں پس جو حرکت ہی

وقبلها حرکة لا الی اول واما العالم السفلی الذی هو عالم الکون والفساد وهو ما تحت فلک القمر فقالوا
اوس سی پہلی حرکت ہی بی انتہا اور عالم سفلی یعنی ارضی جسکو عالم کون وفساد کہتی ہیں یعنی فلک قمر کی نیچی اسمیں یہہ قول ہی

ان هیولاه قدیمة وکل ما فیه من الصور والاعراض حادثة باشخاصها قدیمة بانواعها فلا ولد الا
کہ اسکا مادہ تو قدیم ہی اور تمام صورتیں اور اعراض جو جو اوسمیں موجود ہیں جزی جزی حادث ہیں اور باعتبار اپنی نوع کی قدیم ہیں یعنی جو بچہ ہی

من والد ولا بیضة الا من دجاجة ولا دجاجة الا من بیضة ولا زرع الا من بزر وهکذا الی غیر النهایة
سو باپ سی اور جو انڈا ہی سو مرغی سی اور جو مرغی ہی سو انڈی سی اور جو کھیتی ہی سو بیج سی اسیطور غیر نہایت تک

فیلزم علی قولهم ان یوجد حوادث لا اول لها اذ ما من حادث علی قولهم الا وقبله حادث لا الی اول و
پس اونکی قول پر لازم آتا ہی کہ اتنی حوادث موجود ہوں جنکا ابتدا نہ نکلی اسلئی کہ اونکی قول پر جو حادث ہی اوسکی پہلی حادث ہی بی انتہا اور

علی تقدیر وجود الحادث لا اول لها یلزم ان یکون قبل کل حادث من حرکات الافلاک واشخاص الحیوانات
اوپر تقدیر حوادث غیر متناہی کی لازم آتا ہی کہ پہلی ہر ہر حادث حرکات فلکی اور اشخاص حیوانات وغیرہ کی

وغیرها حوادث مرتبة لا اول لها فما لم ینقض تلک الحوادث بجملتها لا تنتهی النوبة الی وجود الحادث
حوادث غیر متناہی مرتب موجود ہوں اور جبتک وہ سب کی سب حوادث نگذر چکین گی تو نوبت پیدا ہونی اس حادث کی جو حال میں موجود ہی نہیں

الحاضر لان الحرکة الیومیة وجودها مشروط بانقضاء ما قبلها وکذلک الحرکة التی قبلها وجودها
آویگی اسلئی کہ حرکت آج کی بدون گذر چکنی تمام پہلی حرکات کی نہیں ہو سکتی اور ایسی ہی وہ حرکت جو اس سی پہلی ہی وہ بھی بدون گذر چکنی پہلی

مشروطة بمثل ذلک وهلم جرا وانقضاء ما لا اول لها محال بیانه انک اذا لاحظت الحادث الحاضر
حرکات کی نہیں ہو سکتی اسیطور کھینچی جا اور تمام ہو چکنا غیر متناہی کا محال ہی اسکا بیان یہہ ہی کہ جب تو خیال کری حادث حاضر یعنی موجود کو

ثم انتقلت منه الی ما قبله ولاحظته وهلم جرا علی الترتیب لا تقضی الی نهایة حتی تجد طریقا
پھر تو خیال کری اوس سی پہلی کو اور اسیطرح ترتیب سی تو کبھی تو انتہا کو نہیں پہنچیگا تا کہ طریقہ پیدائش

الی وجود الحادث الحاضر فیلزم ان یکون وجود الحادث الحاضر محالا لکن وجود الحادث الحاضر ثابت
اس حادث موجود کا ہاتھ آوی اس سی لازم آتا ہی کہ پیدائش اس حادث موجود کی محال ہو لیکن وجود حادث موجود کا تو ظاہر ثابت ہی

یبطل وجود حوادث لا اول لها فاذا ابطل وجود حوادث لا اول لها یبطل کون ما لا یخلو عن الحوادث

پس باطل ہوا وجود حوادث غیر متناہی کا پھر جب وجود حوادث غیر متناہی کا باطل ہوا تو اون اجسام کا جو حوادث سے خالی نہیں ہیں

قدیما ثابتا فی الازل فاذا ابطل کونه قدیما ثابتا فی الازل یثبت کونه حادثا فاذا اثبت کونه حادثا

قدیم اور ازل میں ثابت ہونا باطل ہوا پھر جب اوسکا قدیم اور ازل میں ثابت ہونا باطل ہوا تو اوسکا حادث ہونا ثابت ہوا جب اوسکا حادث ہونا ثابت ہوا

لثبت کون العالم بجمیع اجزائه من السموات وما فیها ومن الارض وما علیها حادثا محتاجا الی

تو یہہ بھی ثابت ہوا کہ عالم مع تمام اجزا کے آسمان اور جو اوسکے اندر ہی اور زمین اور جو اوسکے اوپر ہی سب حادث اور محدث ہیں پیدا کرنیوالے کا

محدث یخرجه من العدم الی الوجود وذلك المحدث یلزم ان یکون قدیما واحدا متصفا بالقدرة

کہ اوسکو عدم سے پیدا کرے اور وہ محدث ضرور ہی کہ قدیم اور واحد اور صاحب قدرت

والارادة والعلم والحیوة لانه لو لم یکن قدیما بل کان حادثا لکان محتاجا الی محدث فیلزم الدور

اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی ہو اسلئے کہ اگر قدیم نہیں ہوگا بلکہ حادث ہو تو بیشک محدث کا محتاج ہوگا پھر یا تو دور لازم آویگا

او التسلسل الذی هو وجود حوادث لا اول لها وکلاهما محال ولو لم یکن واحدا بل کان اکثر من واحد

یا تسلسل جسمیں وجود حوادث غیر متناہی کا ہی اور یہہ دونو محال ہیں اور اگر واحد نہو بلکہ ایک سے زیادہ ہو

لوقع بینهما التمانع الموجب لعدم وجود العالم ولو لم یکن متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة

تو بیشک اون دونوں میں روک ٹوک واقع ہوگی جس سے وجود عالم کا پیدا نہوسکے اور اگر اوسمیں قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات نہو

لکان عاجزا عن ایجاد شیء من العالم لان الایجاد اثر القدرة وتاثیر القدرة فی شیء من الاشیاء

تو ایسا عاجز ہوگا کہ عالم میں سے کچھ پیدا نکرسکے اسلئے کہ ایجاد قدرت کا اثر ہوتا ہی اور قدرت کا اثر کسی شی میں

یقتضی ارادة ذلك الشیء وارادة ذلك الشیء یقتضی العلم به لان القصد الی ایجاد شیء مع عدم العلم

بدون ارادہ اوس شی کی نہیں ہوسکتا اور ارادہ اوس شی کا بدون علم اوس شی کی نہیں ہوسکتا اسلئے کہ قصد کسی شی کی ایجاد کا بے سمجھی بوجھی

به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث یقتضی الحیوة لکونها شرطا فیها فعلی هذا یکون وجود

نہیں ہوسکتا اور یہہ تینوں صفتیں بدون حیات کی نہیں ہوسکتیں کیونکہ حیات انمیں شرط ہی اس بیان کی موافق وجود

العالم بل وجود کل ذرة من ذراته دلیلا قطعیا علی وجوده تعالی وکونه قدیما واحدا متصفا

عالم کا بلکہ وجود ہر ہر ذرہ کا یقینی دلیل ہی باری تعالی کی وجود پر اور اوسکی قدامت اور وحدت

بهذه الصفات الاربع ولهذا کان بعض اهل النظر یقولون استدلالا بالاثر علی المؤثر ما رأینا شیئا

اور چاروں صفتوں کی اتصاف پر اسی لئے بعضی صاحب نظر اثر سے مؤثر پر استدلال کرکر یہہ کہتے ہیں کہ ہمنے جو کوئی شی دیکھی

الا رأینا الله بعده فان کل ذرة من ذرات العالم من حیث حدوثها وافتقارها الی من یوجدها

اوسکی ساتھ ہی اللہ کو دیکھا بیشک ہر ہر ذرہ عالم میں کا باعتبار حدوث کی اپنے موجد کا محتاج ہوکر ہمیشہ زبان حال سے

لا تزال تتکلم بکلام لا حرف فیه ولا صوت ان لها موجدا قدیما واحدا متصفا بالقدرة والارادة

یہہ کلام کرتا ہی جسمیں نہ کوئی حرف ہی اور نہ آواز کہ ہمارا موجد قدیم واحد صاحب قدرت اور صاحب ارادہ ہی

والعلم والحیوة وسائر ما یلیق به من الصفات یسمع کلامها السامعون ولا یسمعها الذین هم عن السمع

اور علم اور حیات والا اور تمام صفات والا جو اوسکی لایق ہیں اونکی کلام سننے والے سب سنتے ہیں وہ نہیں سنتے جنکی سماعت بیکار ہی

لمعزولون والمراد من السمع السمع الباطن الذی یسمع به کلام لیس بحرف ولا صوت ولا عربی ولا عجمی

اور مراد سماعت سے سماعت باطنی ہی جس سے وہ کلام سنی جاتی ہی جسمیں نہ حرف ہو نہ آواز نہ عربی ہو نہ عجمی

لا السمع الظاهر الذی لا یسمع غیر الاصوات وتشارک فیه البهائم الانسان اذ لا قدر لشیء تشارک فیه البهائم

ظاہری مراد نہیں ہی جس سی سوا آواز کی کچھ نہیں معلوم ہوتا اور اسمین جانور اور انسان برابر ہیں اس لئی کہ اوس شئی میں کیا خوبی ہی جسمیں جانور

الانسان والحاصل ان المکلف لا یعرف من صفاته تعالی بالعقل الا ما دل علیه افعاله تعالی فالتی

اور انسان یکسان ہوں حاصل یہہ ہی کہ آدمی صفات الٰہی میں سی بزور عقل وہ ہی معلوم کرسکتا ہی جسپر اوسکی افعال دلالت کرتی ہیں اور جن صفات پر

علیه افعاله کالسمع والبصر والکلام فقد یستدل علی ثبوتها له تعالی تارة بالعقل وتارة بالنقل

اوسکی افعال دلالت نہیں کرتی جیسی سمع اور بصر اور کلام تو انکی ثبوت پر کبھی استدلال عقلی کیا جاتا ہی اور کبھی نقلی

اما وجه الاستدلال علی ثبوتها له تعالی بالعقل فهو انها صفات کمال واضدادها صفات نقصان

استدلال عقلی ان صفات کی ثبوت پر واسطی اللہ تعالی کی یہہ ہی کہ یہہ صفات کمالیہ ہیں اور انکی ضد ہیں صفات نقصان ہیں

واتصافه تعالی بصفات الکمال وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالی

اور موصوف ہونا اللہ تعالی کا صفات کمالیہ سی اور بری ہونا صفات نقصان کا واجب ہی اس سی واجب ہوا موصوف ہونا اوسکا

بتلک الصفات واما وجه الاستدلال علی ثبوتها له بالنقل فهو ان الشرع قد ورد بثبوتها له تعالی

ان صفات سی اور استدلال نقلی ان صفات کی ثبوت پر واسطی اللہ تعالی کی یہہ ہی کہ شرع کا آنا وجود واسطی اللہ تعالی کی ثابت ہی

فوجب القطع بثبوتها له تعالی ودلیل النقل فی هذه المسئلة اقوی من دلیل العقل لان تلک الصفات

سو واجب ہوا یقین کرنا انکی ثبوت کا واسطی اللہ تعالی کی اور نقلی دلیل اس مسئلہ میں دلیل عقلی سی بہت بہتر ہی اسلئی کہ ان صفات پر

لا یتوقف علیها افعاله تعالی حتی یستدل بها علی ثبوتها له تعالی وذاته تعالی لم یکن معلوما لاحد

افعال الٰہی موقوف نہیں ہیں تا کہ افعال سی انکی ثبوت پر استدلال کیا جاوی اور اوسکی ذات کسیکو معلوم نہیں ہی

حتی یعلم انها فی حقه تعالی کمال یجب اتصافه بها حتی لو لم یتصف بها یلزم ان یتصف باضدادها

تا کہ معلوم ہو کہ یہہ صفات اللہ تعالی کی واسطی کمالیہ ہیں موصوف ہونا ضرور چاہیئی اگر ان صفات سی موصوف نہ ہوگا تو انکی اضداد سی موصوف ہوگا

وما ذکر من کونها کمالا انما هو بالنسبة الینا ولا یلزم من کون الشیء بالنسبة الینا کمالا ان یکون

اور کمالیہ ہونا ان صفات کا البتہ ہماری حق میں ہی اور یہہ کچھ لازم نہیں ہی کہ جو شئی ہماری حق میں کمالیہ ہو

فی حقه تعالی کمالا الا تری ان اللذة والالم مع کونهما کمالا بالنسبة الینا ممتنعان علی الله تعالی

وہ بہ نسبت ذات باریتعالی کی بھی کمالیہ ہو کیا تجھی نظر نہیں آتا کہ لذت اور الم ہماری حق میں کمال ہیں بہ نسبت اللہ تعالی کی محال ہیں

لکونهما من عوارض الاجسام فعلی هذا یلزم فی اثبات تلک الصفات له تعالی التمسک بالنقل

اسواسطی کہ یہہ کیفیت جسمانیہ ہیں اس بیان کی موافق ان صفات کی ثبوت کیواسطی تمسک نقلی دلیل کا چاہی

عن الانبیاء الذین ثبتت نبوة کل واحد منهم بالمعجزة القائمة مقام قوله تعالی صدق عبدی فی

انبیا سی جنکی نبوت معجزہ سی ثابت ہی جو قایم مقام ارشاد الٰہی کی ہو کہ میرا بندہ سچ کہتا ہی

کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغه بقوله او فعله او سکوته لان المعجزة تصدیق فعلی من الله تعالی

جو جو میری طرف سی حکم بیان کرتا ہی برابر ہی کہ وہ تبلیغ قول سی ہو یا فعل سی ہو یا خاموشی سی کا ہو اسلئی کہ معجزہ اللہ تعالی کیطرف سی فعلی تصدیق ہی

لرسوله لکونها فعلا من افعاله تعالی خارقا للعادة منزلا منزلة صریح القول فی تصدیق رسوله

اپنی رسول کی کیونکہ معجزہ ایک فعل ہی افعال الٰہی سی برخلاف عادت قایم مقام صاف ارشاد کی اپنی رسول کی تصدیق کی

فی دعوی الرسالة فانه تعالی لما خلق امرا خارقا للعادة علی یدیه عند ادعائه الرسالة صار کانه

واسطی رسالت کی دعوی میں بیشک اللہ تعالی نی جب ایک امر خلاف عادت اسی رسول کی ہاتھ پر رسالت کی دعوی کی وقت پیدا کیا تو گویا

قال صدق رسولی فی کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغه بقوله او فعله او سکوته مثال ذلک کما
یہہ ارشاد کیا میرا رسول سچ کہتا ہی جو جو حکم میری طرف سی پہونچاتا ہی برابر ہی کہ وہ تبلیغ قولی ہو یا فعلی ہو یا خاموشی سی ہو اسکی مثال موافق

ذکر العلماء ان رجلا اذا قام فی مجلس ملک بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملک بعثنی الیکم
بیان علماء کی یہہ ہی کہ جب ایک شخص بادشاہ کی دربار میں روبرو ایک جماعت کی کہڑا ہوکر یہہ کہی کہ میں اس بادشاہ کا سفیر ہوں مجھکو تمہاری پاس

بکذا وکذا من التکالیف فطلبوا منه حجة یدل علی صدقه فقال ایة صدقی انی اطلب من
فلانا فلانا حکم دیکر بہیجا ہی اس جماعت نی اوس سی سند طلب کی جس سی اوسکی صداقت معلوم ہو اوس شخص نی کہا میری صداقت کا نشان یہہ ہی کہ میں بادشاہ سی

الملک ان یخالف عادته ویقوم من مقامه ویقعد ثلث مرات ففعل الملک ذلک بطلبه فلا ریب
کہتا ہوں کہ میری کہنی سی اپنی عادت کی خلاف تین بار کہڑا ہو اور بیٹھ جاوی پہر بادشاہ اسکی کہنی سی وہ ہی کری تو بیشک

ان ذلک الفعل من الملک قائم مقام قوله صدق هذا الرجل فی کل ما یبلغ عنی ومفید للعلم الضروری
یہہ حرکت بادشاہ کی قایم مقام اس بات کی ہی کہ یہہ شخص سچ کہتا ہی جو جو حکم میری طرف سی بیان کرتا ہی اس سی علم بدیہی

بصدقه لمن شاهد ذلک الفعل من الملک ولمن لم یشاهده بل وصل الیه خبره بالتواتر ولاشک
اوسکی صداقت کا حاصل ہوگا جو جو یہہ حرکت بادشاہ کی دیکہیگا اور جسکو دیکہنا میسر نہیں ہوگا بلکہ اوسکو متواتر خبر اسکی پہنچی گی اور اسمیں کچہ شک نہیں

ان هذا المثال مطابق لحال الرسل علیهم الصلوة والسلام فی افادة معجزتهم العلم الضروری
کہ یہہ مثال رسل علیہم السلام کی حال سی خوب مطابق ہی اس باب میں کہ اونکی معجزہ سی علم بدیہی اونکی صداقت کا حاصل ہوتا ہی جو جو کہ اونکا معجزہ

بصدقهم لمن شاهدها ولمن لم یشاهدها بل وصل الیه خبرها بالتواتر فاذا ثبت صدقهم
دیکہتی ہیں اور جو نہیں دیکہتی بلکہ اونکو متواتر خبر ملتی ہی جب انبیا کا صدق ثابت ہوا

یجب الایمان بهم ولا یحصل الایمان بهم الا بمعرفة ما یجب فی حقهم وما یستحیل علیهم وما یجوز
تو اونپر ایمان لانا واجب ہوا اور اونپر ایمان لانا معتبر نہیں ہوتا بدون دریافت کرنی اون احوال کی جو اونکی حق میں واجب ہیں اور اونپر محال ہی اور جو اونپر

لهم فما یجب فی حقهم الصدق والامانة وتبلیغ ما امروا بتبلیغه وما یستحیل علیهم اضداد هذه
جایز ہی سو جو اوصاف اونکی حق میں واجب ہیں صدق اور امانت اور تبلیغ امر معروف کی اور جو اونپر محال ہی ضدیں ان صفتوں کی

الصفات وهی الکذب والخیانة وکتمان ما امروا بتبلیغه وما یجوز لهم الاعراض البشریة التی لا تؤدی
یعنی جہوٹہ اور خیانت اور چہپانا امر معروف کا اور جو اونکی حق میں جایز ہی حالات بشری جس سی اونکی بلند مرتبہ میں

الی نقص فی مراتبهم کالمرض ونحوه اما وجوب الصدق فی حقهم واستحالة الکذب علیهم فلان معجزتهم
نقصان عاید نہو جیسی بیماری اور مانند اسکی اور واجب ہونا صدق کا اونکی حق میں اور محال ہونا جہوٹہ کا اسلئی ہی کہ انکا معجزہ

قد دلت علی صدقهم فلو جاز لهم الکذب لادی الی ابطال دلالة المعجزة علی الصدق وهو محال واما
انکی صداقت کی دلیل ہی پس اگر اونکو جہوٹہ بولنا بہی جایز رہی تو اس سی دلالت معجزہ کی جو صدق پر تہی باطل ہو جاویگی اور یہہ محال ہی اور

وجوب الامانة فی حقهم واستحالة الخیانة علیهم فلانهم لو خانوا بفعل شیء مما هو حرام او مکروه
اور واجب ہونا امانت کا اونکی حق میں اور محال ہونا خیانت کا اونپر اسواسطی کہ انبیاء اگر خیانت کریں بکوئی امر حرام یا مکروہ عمل میں لاکر

لکنا مامورین باتباعهم فیه لانه تعالی امر الخلق باتباعهم فی افعالهم واقوالهم وسکوتهم فلو علم الله
تو ہمکو بہی اونکی اطاعت کا اوس باب میں حکم ہوتا اسلئی کہ اللہ تعالی نی تمام امت کو اونکی اتباع کا حکم دیا افعال اور اقوال اور سکوت میں پس اگر اللہ تعالی کی علم میں

منهم خیانة لما امر الخلق باتباعهم فثبت بذلک انه تعالی عصمهم من فعل شیء مما هو حرام او مکروه
اونسی خیانت ہو سکتی تو ہرگز خلق کو اونکی اتباع کا حکم نفرماتا اس سی ثابت ہوا کہ اللہ تعالی نی اونکو معصوم بنایا ہی تمام فعل حرام اور مکروہ سی

فلا يقع منهم الا ما هو واجب او مندوب او مباح هذا بالنظر الى نفس الفعل واما بالنظر اليهم فالحق
سو اونسى وہ عمل ہوتا ہی جو واجب ہی یا مستحب ہی یا مباح ہی یہہ حال باعتبار ذات فعل کی ہی ورنہ بلحاظ ذات علیہم السلام کی حق یہہ ہی کہ
ان افعالهم دائرة بين الوجوب والندب لا غير لان المباح لا يقع منهم كما يقع من غيرهم بمقتضى الشهوة
کہ افعال اونکی صرف واجب ہیں یا مستحب اور کچھہ نہیں اسلئی کہ انبیا اسی مباح بہی نہیں واقع ہوتا جیسی اور عوام سی باعتبار شہوت نفس کی
بل انما يقع منهم بنية صالحة يصير بها عبادة واقل ذلك قصد التعليم لغيرهم اذا ثبت هذا
ہوتا ہی بلکہ اونسی اگر ہوتا ہی تو نیک نیت سی ہوتا ہی تاکہ وہ عبادت ہو جاوی اور کم سی کم بارادۂ تعلیم غیر کی واقع ہو جب یہہ بات ثابت ہوئی
فالواجب على كل مؤمن ان يكون على حذر عظيم ووجل شديد على ايمانه ان يسلب منه بان
تو ہر ہر مؤمن پر واجب ہی کہ نہایت پرہیز کرتا رہی اور بہت خوف کرتا رہی اپنی ایمان پر مبادا اسلب ہو جا اس سبب سی
يصغى باذنه ويلتفت بذهنه الى خرافات ينقلها فى حقهم كذبة المورخين ويتبعهم فى بعضها بعض
کہ سنی کان لگا کر اور متوجہ ہو اپنی فکر سی اون خرافات کی طرف جو اونکی حق میں جھوٹی مورخ بیان کرتی ہیں اور بعضی بات میں جاہل مفسر
الجهلة من المفسرين فانه لقلة تحصيلهم وعدم تحقيقهم ربما يفترون فى ذلك بظواهر من الكتاب
بہی اونکی تابع ہو گئی ہیں یہہ لوگ بسبب کم علمی کی بی تحقیق اکثر اوقات اسباب میں کتاب اور سنت کی ظاہر معنی کی اعتبار سی افترا کر بیٹھتی ہیں
والسنة ولهذا قيل التمسك فى عقائد الايمان بمجرد ظواهر الكتب والسنة من غير تفصيل
اسی لئی کہتی ہیں کہ سند کرنی عقاید ایمان میں صرف ظاہر معنی کتاب اور سنت کی سی بدون تفصیل کی
بين ما يستحيل ظاهره منهما وبين ما لا يستحيل فلا خفاء فى كونه اصلا من اصول الكفر
درمیان اون امور کی جو حقیقت میں وہ ظاہر معنی دونو کی محال ہیں یا محال نہیں ہیں سو بیشک صاف کفر اور بدعت کی جڑ ہی
والبدعة قال الامام السنوسى وكذا تلقى هذا العلم من مجرد الكتب والمشائخ المصحفين والمتفقهين
امام سنوسی کہتی ہیں اور ایسی ہی جان لینا اس علم کا صرف مشائخ غلط کاروں کی کتابوں سی اور فقہا سی بی تحقیق
بلا تحقيق واما وجوب التبليغ فى حقهم واستحالة الكتمان عليهم فلانهم لو كتموا شيئا مما امروا بتبليغه
اور امر معروف کی تبلیغ اسلئی واجب ہی کہ اگر انبیا علیہم السلام چھپا لیتی کچھہ امر معروف میں سی اور محال ہونا چھپانی کا
لكان الناس مامورين باتباعهم فى كتمان بعض ما امروا بتبليغه من العلم النافع لمن اضطر اليه وكيف يتصور
تو امت کو بہی اونکی اتباع کی لئی حکم ہوتا واسطی چھپا لینی کی بعضی امر معروف کی یعنی جو علم مفید ہو حاجت مندکو اور کب تصور میں آسکتا ہی
ذلك والكتمان حرام ملعون فاعله بشهادة قوله تعالى اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ
حال یہہ کہ چھپانا حرام ہی چھپانیوالا ملعون ہی اس آیت کی گواہی سی جو لوگ چھپاتی ہیں جو کچھہ ہمنی اوتارا صاف حکم
وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ واما جواز
اور راہ کی نشان بعد اسکی کہ ہم اونکو کہول چکی لوگوں کی واسطی کتاب میں اونکو لعنت دیتا ہی اللہ اور لعنت دیتی ہیں سب لعنت دینی والی اور
الاعراض البشرية لهم فلانها لا تضر فى رسالتهم وعلو منزلتهم بل هى مما يزيد فى مراتبهم باعتبار تعظيم
حالات بشری اونکی لئی اسواسطی جایز ہیں کہ اونکی رسالت اور علو مرتبہ میں اصلا مضر نہیں ہیں بلکہ وہ حالات اونکا مرتبہ اور بڑہاتی ہیں باعتبار عظمت
اجرهم من جهة ما يقارنها من طاعة صبرهم فانه تعالى كان قادرا على ايصاله اليهم ذلك الثواب
ثواب کی جو اونکو صبر کی عبادت پر ملتا ہی بیشک اللہ تعالی قادر ہی کہ اونکو یہہ ثواب
العظيم بلا مشقة يلحقهم لكن تعظيم حكمته اختار ان يصل اليهم ذلك الثواب مع تلك الاعراض
عظیم بی مشقت پہنچائی عنایت کرتا پر اپنی حکمت عظیمہ سی یہہ ہی پسند کیا کہ اونکو یہہ ثواب بعد اوس مشقت کی عنایت ہو

رفقاً بضعفاء العقول کیلا یعتقدوا فیهم الالوهیة وفیها ایضاً اعظم دلیل علی صدقهم وکونهم
واسطی نرمی کی ضعیف عقلون پر تاکہ انبیا کو معبود نہ سمجھ لین اوراسمین بھی اونکی صداقت کی بڑی دلیل ہی اوراسکی کہ وہ اللہ کی طرف سی بھیجی ہوئی
مبعوثین من عند الله تعالی وکون ما ظهرت علی ایدیهم من الخوارق مخلوقة لله تعالی من غیر
آئی ہین اور جو جو معجزہ اون کی ہاتھ پر ظاہر ہوئی ہین وہ اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی ہین
ان یکون لهم قدرة علی اختراعها اذ لو کان لهم قدرة علی اختراعها لدفعوا عن انفسهم ما هو یسیر
اونکو اون معجزات کی جاری کرنی مین کچھ دخل نہین ہی اسواسطی کہ اگر اونکو ان معجزات پر قدرت ہوتی تو وہ اپنی جان پرسی اوس سی آسان کو دور کردیتی
منها من المرض والجوع والعطش والم الحر والبرد واذیة الخلق ونحو ذلك وفیها ایضاً فائدة عظیمة
یعنی بیماری بھوک پیاس تکلیف گرمی جاڑی کی تکلیف دہی خلق کی اورمانند اسکی اوراسمین بھی بڑا فائدہ ہی
وهی تشریع الاحکام للخلق المتعلقة بها کما عرف فی شریعتنا احکام السهو فی الصلوة من سهو
وہ جایز ہونا احکام کا واسطی عوام کی جو ایسی حالات سی متعلق ہین چنانچہ ہماری شریعت مین احکام سہو کی نماز مین معلوم ہوگئی
نبینا علیه السلام فی الصلوة وکیفیة اداء الصلوة فی حال المرض والخوف من فعله علیه السلام
ہماری نبی کی سہو کرنی سی نماز مین اور کیفیت نماز اداکرنی کی بیماری اور خوف مین نبی علیہ السلام کی فعل سی معلوم ہوئی
وهیئة اکل الطعام وشرب الماء ونحو ذلك من اکله وشربه المجلس السادس عشر فی
اور وضع کہانا کہانی اور پانی پینی کی اور مانند اسکی آپ کی کہانی اور پینی سی سولوین مجلس
تحقیق السعید والشقی وبیان اقسام الکفر وغیره قال رسول الله صلی الله علیه
نیکبخت اور بدبخت کی تحقیق مین اور کفر وغیرہ کی قسمین بیان کرنی مین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان العبد یعمل عمل اهل النار وانه من اهل الجنة ویعمل عمل اهل الجنة وانه من اهل النار
وسلم نی بیشک بعضا بندہ عمل کرتا ہی دوزخیون کی سی اور وہ ہوتا ہی اہل جنت سی اور عمل کرتا ہی بہشتیون کی سی اور وہ ہوتا ہی دوزخی
وانما الاعمال بالخواتیم هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه سهل بن سعد ولیس فیه دلالة
اعمال خاتمہ ہی پر معتبر ہوتی ہین یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سی ہی سہل بن سعد کی روایت سی اسحدیث مین عمل
علی ترك العمل بل فیه حث للعبد علی مواظبة الطاعات واجتناب السیئات فی کل وقت من
ترک کرنیکی دلیل نہین ہی بلکہ اس حدیث مین بندہ کو واسطی دائمی طاعات کی اور گناہون سی اجتناب پر رغبت ہی ہر وقت
اوقات العمر خوفاً من ان یکون ذلك الوقت اخر عمره وفیه ایضاً زجر له عن العجب والفرح بالاعمال
تمام عمر اس خوف سی کہ مبادا عمر کا یہہ ہی آخری وقت ہو اوراسمین زجر بھی ہی اعمال پر تکبر اور خوش ہونی سی
لانه لا یدری ماذا یصیبه فی العاقبة اذ رب شخص یعمل عمل اهل الجنة من الایمان والطاعات وفی
اسلئی کہ اسی کیا خبر ہی کہ عاقبت کو کیا حال ہوگا اسواسطی کہ بعضی شخص عمل بہشتیون کی سی کرتی ہین ایمان اور عبادات اور
تقدیر الله تعالی انه من اهل النار فیتحول فی اخر عمره من الایمان والطاعات الی الکفر والمعاصی فیموت
تقدیر الہی مین وہ دوزخی ہی سو آخر عمر مین وہ ایمان اور طاعات سی کفر اور معاصی کی طرف متوجہ ہوجاویگا پھر
علی الکفر والمعاصی فیدخل النار ورب شخص یعمل عمل اهل النار من الکفر والمعاصی وفی تقدیر الله تعالی
کفر اور معاصی پر مر کر دوزخ مین داخل ہوگا اور بعضی شخص عمل کرتی ہین دوزخیون کی سی کفر اور معاصی اور تقدیر الہی مین
انه من اهل الجنة فیتحول فی اخر عمره من الکفر والمعاصی الی الایمان والطاعات فیموت علی الایمان والطاعات
وہ جنتی ہی سو وہ آخر عمر مین کفر اور معاصی سی بچکر ایمان اور طاعات کی طرف متوجہ ہو جاویگا پس ایمان اور طاعات پر مر کر

فيدخل الجنة فلذلك قال النبي عليه السلام انما الاعمال بالخواتيم يعني ان اعمال العبد
جنت میں داخل ہوگا اسی لئی فرمایا نبی علیہ السلام نی کہ اعمال خاتمہ پر معتبر ہیں مراد یہہ ہی کہ اعمال آدمی کی

متعلقة في السعادة والشقاوة باخر العمر وفي حديث اخر انه عليه السلام قال اعملوا فكل
سعادت اور شقاوت میں آخر عمر سی متعلق ہیں اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا عمل کیا کرو ہر ایک کو وہی عمل

ميسّر لما خلق له اما من كان من اهل السعادة فسييسّر لعمل اهل السعادة واما من كان من اهل
آسان ہوگا جسکی واسطی وہ شخص پیدا ہوا ہی یعنی جو شخص سعادتمند ہی اوسکو اعمال سعادتمندوں کی میسر ہونگی اور جو شخص

الشقاوة فسييسر لعمل اهل الشقاوة فانه عليه الصلوة والسلام بيّن في هذا الحديث ان كل احد
بدبخت ہی اوسکو بدبختوں کی سی عمل آسان ہونگی پس نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں یہہ بیان فرمایا کہ ہر ایک کا

مهيأ وموقف للذي خلق لاجله من الخير والشر فمن خلق وقدر انه من اهل الجنة يجري الله تعالى
سامان اور ٹھکانا تیار ہی جسکی واسطی وہ پیدا کیا گیا ہی نیک اور بد پس جو پیدا ہوا ہی اس تقدیر پر کہ جنتی ہو تو اللہ تعالی

على يديه اعمال اهل الجنة وييسرها عليه حتى يموت ويدخل الجنة ومن خلق وقدر انه من اهل النار
اوسکی ہاتھ پر اعمال جنتیوں کی جاری کرکر اوسپر آسان کردیتا ہی آخر مرکر جنت میں چلا جاتا ہی اور جو شخص پیدا ہوا ہی اس تقدیر پر کہ وہ دوزخی ہی

يجري الله على يديه اعمال اهل النار وييسرها عليه حتى يموت ويدخل النار فالعمل دليل يغلب الظن
تو اللہ اوسکی ہاتھ پر دوزخیوں کی سی عمل پیدا کرکر آسان کردیتا ہی آخر مرکر دوزخ میں چلا جاتا ہی پس عمل باعتبار ظن غالب کی اسکی دلیل ہی

ان الشخص من اي الصنفين يكون ومن هذا كان الواجب على ان لا يكون خاليا عن العمل الصالح
کہ آدمی دونو قسم میں سی کونسا ہی اس بیان سی واجب ہی کہ آدمی کبھی کسی وقت تمام عمر میں سی نیک عمل سی خالی نہ کری

في وقت من الاوقات لانه لا يدري متى ياتيه الموت اذ ليس له سن ولا وقت معلوم ولا مرض معلوم طوبى
کیونکہ کیا معلوم ہی کہ اوسکو موت کب آجاویگی اسلئی کہ موت کا کوئی سال اور وقت معلوم نہیں ہی اور نہ کوئی بیماری مقرر ہی خوشخبری

لمن رزقه الله تعالى الفهم واليقظة من نوم الغفلة والتفكر في امر الخاتمة واسال الله ان يجعلنا
شخص ہیں جنکو اللہ تعالی نی فہم اور بیداری عنایت کی ہی خواب غفلت سی اور سوچ دی ہی خاتمہ کی حال کی اور دعا مانگتا ہوں اللہ تعالی سی کہ موت

في خير مع البشارة فان المؤمن له بشارة من الله تعالى عند الموت كما قال الله تعالى ان الذين
اچھی وقت بشارت کی ساتھ دی بیشک مؤمن کو اللہ کی طرف سی موت کی وقت بشارت ہوتی ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی تحقیق جنہوں نی

قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ
کہا رب ہمارا اللہ ہی پھر اسی پر ٹھہری رہی اون پر اوترتی ہیں فرشتی کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشی سنو اوس بہشت کی جسکا تمکو

تُوْعَدُوْنَ فانه تعالى بيّن في هذه الاية ان الذين اقروا بربوبيته واعترفوا بوحدانيته ثم استقاموا
وعدہ تھا اللہ تعالی نی اس آیت میں بیان فرمایا ہی کہ جس نی اوسکی ربوبیت کا اقرار کیا اور وحدانیت کو مان لیا پھر وہ اوسی اقرار

على ذلك الاقرار والاعتراف الى الموت باتيان جميع المامورات واجتناب جميع المنهيات اذ لا يتحقق
اور قبولیت پر موت تک قایم رہا اسطور کہ تمام احکام بجالاتا رہا اور تمام منہیات سی پرہیز کرتا رہا کیونکہ پوری

الاستقامة بدون ذلك بل يحصل الاعوجاج بترك شئ من المامورات وارتكاب شئ من المنهيات
استقامت بدون اسکی نہیں ہوتی بلکہ استقامت میں جنبش آجاتی ہی مامورات کی ترک اور منہیات کی عمل سی

تتنزل عليهم الملئكة من جهته تعالى عند الموت بالبشارات التي هي قولهم ان لا تخافوا ولا تحزنوا
تو ایسی لوگوں پر اللہ کی طرف سی موت کی وقت فرشتی یہہ بشارت لیکر آتی ہیں کہ اب مت ڈرو اور نہ غم کرو

وابشروا بالجنة التي وعدكم الله تعالى بها على لسان نبيكم وقال لاعدائه فتمنوا الموت ان كنتم صادقين
اور خوشی سنو بہشت کی جو اللہ تعالی نی تمسی وعدہ کیا ہی تمہاری نبی کی زبان پہ اور اوسکی دشمنوں کی حق میں یہہ فرمایا تو تمنا کرو مرنی کو اگر تم سچی ہو

ولا يتمنونه ابدا بما قدمت ايديهم والله عليم بالظالمين فبين سبحانه وتعالى في هذه الاية
اور کبھی نہ تمنا کرینگی مرنا اوسواسطی کہ آگی بہیج چکی ہیں اونکی ہاتھ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں گنہگار اللہ تعالی نی اس آیت میں یہہ بیان فرمایا

ان الصادقين في اقرارهم لكونهم مستعدين للموت يتمنونه ولا يفرون منه لكون عملهم حسنا واما
کہ جو سچا اقرار کرنیوالی ہیں موت کی سامان جو کرتی رہی ہیں تو موت کو مناتی ہیں اور اوس سی بہاگتی نہیں اسلئی کہ اونکی عمل نیک ہیں اور

الظالمون فلعدم كونهم مستعدين للموت لا يتمنونه بل يفرون منه لكون عملهم سوءا فان العمل السوء
ظالم چونکہ سامان موت کا نہیں کرتی رہی تو موت کو نہیں مناتی بلکہ اوس سی بہاگتی ہیں کیونکہ اونکی عمل برے ہیں کیونکہ عمل بد

وان لم يخرج المؤمن عن الايمان الا انه سبب لسوء خاتمته وشوم عاقبته فان سوء الخاتمة لا يكون
اگرچہ مومن کو بی ایمان تو بالفعل نہیں کردیتا پر سبب ہوتا ہی خاتمہ بد کا اور عاقبت منحوس کا اسواسطی کہ بدخاتمہ اوسی کا ہوتا ہی

الا لمن كان له فساد في الاعتقاد او اصرار على المعاصي او عدول عن الاستقامة او ضعف في الايمان
جسکی اعتقاد میں فساد ہوتا ہی اور گناہوں پہ اصرار رہتا ہی یا استقامت سی ٹل جاتا ہی یا اوسکا ایمان سست ہوتا ہی

اما الفساد في الاعتقاد فبان يكون في قلبه شيء من انواع الشرك فان انواع الشرك ستة احدها
پہر فساد اعتقاد کا یہہ ہی کہ اوسکی دلمیں کسی قسم کا شرک ہو کیونکہ شرک کی قسمیں چہہ ہیں ایک شرک

استقلال وهو اثبات الهين مستقلين كشرك الثنوية فانهم قالوا نجد في العالم خيرا كثيرا وشرا
باستقلال یعنی سخت وہ یہہ ہی کہ دو اللہ مستقل ثابت کری جیسی ثنویہ کرتی ہیں وہ یہہ کہتی ہیں کہ ہم عالم میں بھلائی بہت دیکھتی ہیں اور برائی بہی

كثيرا والواحد لا يكون خيرا وشريرا بالضرورة فلابد ان يكون لكل منهما فاعل على حدة ثم انهم
بہت دیکھتی ہیں اور ظاہر ہی کہ ذات واحدہی خیر اور شر نہیں ہوسکتا پس بالضرور دونو کا فاعل الگ الگ ہوگا پہر اس فرقہ کی

انقسموا قسمين القسم الاول المانوية والديصانية فانهم قالوا فاعل الخير النور وفاعل الشر الظلمة والقسم
دو قسم ہوگئیں پہلی قسم تو مانویہ ہی اور دیصانیہ کا یہہ قول ہی کہ خیر کا فاعل تو نور ہی اور شر کا فاعل تاریکی ہی دوسری

الثاني المجوس فانهم قالوا فاعل الخير يزدان وفاعل الشر اهرمن يعنون به الشيطان ثم اختلفوا في ان
قسم مجوس ہیں یہہ بہی کہتی ہیں فاعل خیر کا یزدان ہی اور شر کا فاعل آہرمن ہی یعنی شیطان پہر اہرمن کی حق میں اختلاف کیا ہی

اهرمن قديم كيزدان او حادث منه والثاني من انواع الشرك شرك تبعيض وهو جعل الاله مركبا
آیا وہ یزدان کی مانند قدیم ہی یا اوسکا پیدا کیا ہوا حادث ہی اور دوسری قسم شرک کی شرک تبعیض ہی اور وہ مرکب کرنا اللہ کا

من الهة كشرك النصارى فانهم اثبتوا الاقانيم الثلثة التي هي الوجود والعلم والحيوة وحكموا
کئی اللہ سی جیسی شرک نصاری کا نصاری نی تین اصول ثابت کئی ہیں وجود اور علم اور حیات پہر ان تینوں پہ

عليها بانها الهة ثلثة واعتقدوا ان الاله جوهر فرد مركبة من هذه الثلثة وقالوا مجموع هذه الثلثة
یہہ حکم کیا ہی کہ تینوں خدا ہیں اور یہہ اعتقاد کرتی ہیں کہ اللہ جوہر فرد ان تینوں سی مرکب ہی اور کہتی ہیں کہ مجموعہ ان تینوں کا ملکر

اله واحد وجعلوا الذات الواحدة ثلث صفات وذلك غير معقول العاقل والثالث من انواع
اللہ واحد ہی ایک ذات واحد کو تین صفات ٹہرائیں اور یہہ عاقل کی نزدیک معقول نہیں ہی تیسری قسم شرک کی

الشرك شرك تقريب وهو عبادة غير الله تعالى ليقرب الى الله تعالى كشرك متقدمي عبدة الاصنام
شرک تقریب ہی اور وہ پوجنا غیر کا سوای اللہ تعالی کی تاکہ اللہ سی نزدیک کردی جیسی شرک متقدمین بت پرستوں کا

فانهم

فانہم لما رأوا ان عبادتہم للمولی العظیم علی ما ہم علیہ من غایة الدناءة ونہایة الحقارة سوء
انکی خیال میں جب یہہ آیا کہ ہمارا عبادت کرنا مولی بزرگ کو اس حال میں کہ ہمکو دناءت حاصل ہی اور ہم بڑی حقیر ہیں بری
ادب عظیم یقربوا الیہ بعبادة من ہو اعلی منہم عندہ کالملئکة والشمس والقمر والنجوم و
بی ادبی ہی اسلیے قرب الٰہی کی واسطی پوجنا اون چیزونکا شروع کیا جو اوسکی اونکی خیال میں بہتر تہی جیسی فرشتی اور سورج اور چاند اور ستارہ اور
النار ونحوہا ثم انہم لما رأوا غیبة من اختاروا عبادتہ عنہم صنعوا الاصنام امثلة لما غاب
آگ اور مانند اسکی پہر انہوں نی جب دیکہا کہ جنکی ہم عبادت کرتی ہیں وہ ہماری سامنی سی غائب ہوجاتی ہیں تو اونکی صورت کی بت بنائی جب کوئی اونکا معبود اونکی
عنہم من معبودہم واشتغلوا بعبادتہا ونیتہم فی ذلک ان یتقربوا الی ما جعلوہ مثالا لہ
غائب ہوجاتا تو اون بتوں کو پوجنی لگتی اور غرض اونکی اس سی یہہ تہی کہ نزدیک ہوجاوین اوس سی جسکا بت بنایا ہی
وقصدہم من جمیع ذلک ان یتقربوا الی المولی العظیم لکن تلاعب الشیطان بعقولہم واوقعہم
اور اس سب سی یہہ مراد تہی کہ مولی بزرگ سی قریب ہوجاوین پر شیطان نی اونکی عقلوں کو کہلونا بناکر
فی الضلال والرابع من انواع الشرک شرک تقلید وہو عبادة غیر اللہ تعالی تقلیدا للغیر کشرک
گمراہ کردیا اور چوتہی قسم شرک کی شرک تقلید ہی اور وہ پوجنا غیر اللہ کا اوروں کو دیکہکر جیسی شرک
متاخری عبدة الاصنام فانہم لما وجدوا آباءہم واجدادہم مشتغلین بعبادتہا قلدوہم فیہا
پچہلی بت پرستوں کا انہوں نی اپنی باپ دادوں کو جو بت پوجتی دیکہا بت پرستی میں اونکی تابع ہوگئی
وقالوا انا وجدنا آباءنا علی امة وانا علی آثارہم مقتدون وہم کآبائہم فی ضلال مبین والخامس
اور کہنی لگی ہمنی پائی اپنی باپ دادی ایک راہ پر اور ہم اونہی کی قدموں پہ چلتی ہیں اور وہ اپنی باپ دادا کی مانند صریح گمراہی میں ہیں یعنی
من انواع الشرک شرک الاسباب وہو اسناد التاثیر للاسباب العادیة کشرک الفلاسفة الطبا
پانچوین قسم شرک کی شرک اسباب ہی اور وہ نسبت کرنا تاثیرات کا اسباب موافق عادت کی جیسی شرک حکماء یونان اور طبیبوں کا
ومن تبعہم علی ذلک من جہة المؤمنین فانہم لما رأوا ارتباط الشبع باکل الطعام وارتباط الری
اور جو اونکی ساتہ ہیں اس باب میں اسلامیوں میں سی انہوں نی جب دیکہا کہ ربط شکم سیری کا کہانا کہانی سی اور ربط تازگی کا
بشرب الماء وارتباط ستر العورة بلبس الثیاب وارتباط الضوء بالشمس ونحو ذلک مما لا ینحصر فہموا
پانی پینی سی اور ربط ستر پوشی کا کپڑا پہننی سی اور ربط روشنی کا سورج سی ہی اور مانند اسکی بی قیاس تو
بجہلہم ان تلک الاشیاء ہی المؤثرة فیما ارتبط وجودہ معہا اما بطبعہا او بقوة وضعہا اللہ فیہا وہو
اپنی جہالت سی ایسا سمجہی کہ یہہ ہی چیزیں مستقل تاثیر رکہتی ہیں اپنی اپنی مسببات میں یا تو اپنی طبع کی تاثیر سی یا بزور قوت کی کہ اللہ تعالی نی اونمیں پیدا کی ہی
غلط وسبب غلطہم قیاسہم ادراک الحس بادراک العقل فان الذی شاہدوہ انما ہو تاثر شئ
سب غلط ہی اور سبب غلطی کا یہہ ہوا کہ محسوسات پر معقولات کو قیاس کرلیا ہی کیونکہ جو یہہ دیکہتی ہیں تو یہہ ہی اثر لینا ایک چیز کا
عند شئ وہذا ہو حظ الحس واما تاثیرہ فیہ فلا یدرک بالحس بل انما یدرک بالعقل والسادس من
پاس کی چیز میں سی یہہ ہی محسوس ہوتا ہی اور تاثیر اوسکی جو اسمیں ہوتی ہی سو وہ صرف عقل سی دریافت ہوسکتی ہی چہٹی قسم
انواع الشرک شرک الاغراض وہو العمل لغیر اللہ تعالی کشرک المرائین فانہم عند عملہم المامور بہ
شرک کی وہ شرک اغراض ہی اور وہ عمل کرنا واسطی غیر اللہ کی جیسی شرک ریاکاروں کا جب یہہ ریاکار کوئی مامور بہ
من واجب ومندوب وعند ترکہم المنہی عنہ من محرم او مکروہ لیس مقصودہم طلب رضاء اللہ تعالی
واجب یا مستحب ادا کرتی ہیں یا جب کبہی منہی عنہ حرام یا مکروہ سی احتراز کرتی ہیں تو اونکو مقصود رضامندی اللہ تعالی کی نہیں ہوتی

بل مقصودهم مجرد نیل مدح من بعض عبیده او حب منه له او ریاسة من جهته او ظفر بماله
بلکہ انکی مراد صرف تعریف کرانی بعض بندگان الٰہی سی ہوتی ہی یا محبت اپنی اونکی دلمین یا بڑائی اونکی نزدیک یا اونسی کچھہ مال حاصل کرنا
من قبله او صرف مذمة یخافها منه ومثله العمل لمجرد الظفر بالحور والقصور ونعیم الجنان
یا دور کرنا بدنامی کا جو اونکی طرف سی خوف ہو اور ایسا ہی ہی عمل کرنا صرف واسطی حاصل کرنی حوروں اور محلوں اور نعمتوں بہشت کی
والسلامة من النیران والسبب الحامل لهم علی ذلك نسیانهم توحیده تعالی حتی توهموا امکان
اور واسطی بچنی کی آگ سی اور یہہ سبب فساد نیت اسلئی ہی کہ خدا کی توحید کو بہول جاتی ہین یہان تک کہ اونکو یہہ وہم ہوا کہ
حصول نفع او ضر من غیره تعالی وتوهموا کون الخلق قادرین علی النفع والضر حتی راعوهم
نفع اور ضرر سوا اللہ تعالی کی اوروں سی بہی ہو سکتا ہی اور یہہ وہم ہوا کہ خلقت کو نفع اور ضرر کی قدرت ہی کیونکہ
فی طاعتهم وتوهموا کون طاعتهم مؤثرة فی استجلاب نفع او دفع ضر فی الدنیا والآخرة
اپنی طاعت مین اونکی رعایت کرنی لگی اور یہہ وہم ہوا کہ ہماری عبادت کو اثر ہی نفع پیدا کرنی مین اور ضرر دفع کرنی مین دنیا اور آخرت کی
ولیس کذلك بل لو انهم احضروا فی ذهنهم انفراده تعالی بخلق جمیع الکائنات بلا واسطة
اور حقیقت مین یہہ نہین ہی بلکہ اگر یہہ لوگ وحدانیت اللہ تعالی کی اپنی ذہن مین قایم رکہتی کہ پیدا کرنیوالا تمام موجودات کا بلا واسطہ وہی ہی
وعدم تاثیر لکل ما سواه فی اثر ما ومن جملة ذلك طاعتهم لکانوا لا یقصدون بطاعتهم
اور کسی امر مین کسیکو اصلا کچہہ تاثیر نہین ہی اور اسی مین اونکی طاعت بہی داخل ہی تو کبہی اپنی طاعت سی جسکی اونکو توفیق ہوئی ہی
التی وفقوا لها الا مجرد الامتثال لامر الله تعالی ثم لطمعوا عندها فیما وعد به الله تعالی من
سوا طاعت امر الٰہی کی کچہہ غرض نرکہتی پہر بعد طاعت کی خواہش کرتی جو اللہ تعالی نی وعدہ فرمایا ہی
الخیر معها بمحض فضله من غیر وجوب ولا استحقاق وحکم الاربعة الاولی التی هی شرك
نعمت کا اوسکی محض فضل سی کہ نہ اوسپر واجب ہی نہ اسکا کچہہ حق ہی اور حکم شرک کی پہلی چارون قسم کا کہ وہ شرک
استقلال وشرك تبعیض وشرك تقریب وشرك تقلید الکفر بالاجماع وحکم السادس الذی هو
استقلال ہی اور شرک تبعیض ہی اور شرک تقریب ہی اور شرک تقلید ہی بالاتفاق کفر ہی اور حکم چہٹی قسم کا
شرك الاغراض المعصیة بالاجماع وحکم الخامس الذی هو شرك الاسباب التفصیل
جو شرک اغراض ہی بالاتفاق معصیت کا ہی اور حکم پانچوین قسم کا جو شرک اسباب کا اس تفصیل پر ہی
وهو ان اهل الشرك هذا فی اعتقادهم التاثیر لتلك الاسباب مختلفون فمنهم من یعتقد ان تلك
کہ ایسی مشرک اپنی اعتقاد مین تاثیر اسباب کی اسباب مین کئی طرح پر جانتی ہین بعضی یہہ اعتقاد رکہتی ہین کہ
الاسباب تؤثر بطبعها وحقیقتها فی الاشیاء التی تقارنها ولا خلاف فی کفر من یعتقد هذا ومنهم
تاثیر ان اسباب کی جن اشیا سی یہہ ملتی ہین طبعی اور حقیقی ہی ایسی اعتقاد والون کی کفر مین کسیکو خلاف نہین ہی اور بعضی
من یعتقد ان تلك الاسباب لا تؤثر بطبعها وحقیقتها بل بقوة اودعها الله فیها ولو نزعها منها
یہہ اعتقاد کرتی ہین کہ یہہ اسباب باعتبار طبیعت اور حقیقت کی اثر نہین کرتی بلکہ بزور ایک قوت کی کہ اللہ تعالی نی ان اسباب مین پیدا کی ہی اور اگر اس قوت کو
لا تؤثر وقد تبعهم فی هذا الاعتقاد کثیر من عامة المؤمنین ولا خلاف فی بدعة من یعتقد هذا
تو اثر نہ کرتی ہی اس اعتقاد مین اکثر عوام مسلمان بہی اونکی شامل ہین ایسی اعتقاد والون کی بدعتی ہونی مین خلاف نہین ہی
وانما الخلاف فی کفره فمن کان فیه شیء من هذه المذکورات ولم یسع فی ازالته عن نفسه واصلاح
خلاف ہی تو کفر مین ہی پس جس شخص مین کوئی سا اعتقاد ہوان مذکورات مین سی اور وہ اوسکی دور کرنی مین سعی نہ کری اور اپنا اعتقاد درست نکری

عش

شانه يختم له بالسوء وان كان مع كمال الزهد والصلاح لان زهده وصلاحه انما ينفعه
تو اوسکا خاتمہ بد ہوگا اگرچہ کمال زہد اور صلاح رکھتا ہو اسواسطے کہ زہد اور صلاح اوسکو جب فایدہ دیگا
اذا كان مع الاعتقاد الصحيح الموافق لكتاب الله وسنة رسوله واما اذا لم يكن مع الاعتقاد
کہ جب ساتھہ اعتقاد صحیح کی موافق کتاب اللہ اور سنت رسول کی ہو اور اگر ساتھہ اعتقاد
الصحيح الموافق لهما بل كان مع الاعتقاد الفاسد المخالف لهما فلا ينفعه واما الاصرار على المعاصي
صحیح کی نہو کہ جو موافق کتاب اور سنت کی ہی بلکہ ساتھہ اعتقاد فاسد کی کتاب اور سنت سی مخالف ہو کچھ فایدہ نہ دیگا اور معاصی پر ایسی اڑ کرنی
فبان يحصل في قلبه الفها فان جميع ما الفه الانسان في عمره يعود ذكره عند موته فان كان
کہ اوسکا دل میں معاصی کی محبت پیدا ہو جاوی تو انسان اپنی زندگی بہر میں جو جو محبوب رکہتا ہی مرتی وقت وہ یاد آتی ہیں پہر اگر
ميله الى الطاعات اكثر يكون اكثر ما يحضره عند موته ذكر الطاعات وان كان ميله الى
اسکی رغبت طاعات کی طرف زیادہ ہوگی تو مرتی وقت اکثر طاعات یاد آوینگی اور اگر اسکی رغبت
المعاصي اكثر يكون اكثر ما يحضره عند موته ذكر المعاصي فربما يغلب عليه حين نزول الموت به
معاصی کی طرف زیادہ ہوگی تو مرتی وقت معاصی یاد آوینگی پس بعضی وقت نزع کی حال میں
قبل التوبة شهوة من الشهوات او معصية من المعاصي فيتقيد قلبه بها وتصير حجابا بينه وبين
توبہ سی پہلی کوئی شہوت تمام شہوتین میں سی یا کوئی گناہ گناہوں میں سی دل پر غالب آجاتا ہی پہر اوسکا دل اوسی میں الجہا رہتا ہی اور وہ اوسمین اور اوسکی
ربه وسبب الشقاوته في اخر حياته لقوله عليه السلام المعاصي بريد الكفر واما الذي لم يرتكب
رب میں پردہ ہوکر آخر وقت میں شقی بنا دیتا ہی واسطی قول علیہ السلام کی کہ گناہ کفر کی ایلچی ہوتی ہیں اور جسنی اصلا کوئی گناہ
ذنبا اصلا او ارتكب لكن تاب فهو بعيد عن هذ الخطر واما العدول عن الاستقامة
نہیں کیا یا گناہ تو کیا پر توبہ کر لی سو وہ شخص ایسی اندیشہ سی پاک ہی اور استقامت سی ٹل جانا
فبان يظهر فيه الاعوجاج فان من كان مستقيما في ابتدائه ثم تغير عن حاله وخرج عما كان
اسطور پر کہ اوسمیں کجی پیدا ہو جاوی اگر یہہ شخص ابتدا میں مستقیم تہا پہر اپنی حال سی بدل گیا اور جس اوصاف پر
عليه في ابتدائه يكون سبب السوء خاتمته وشوم عاقبته كابليس الذي كان في ابتدائه رئيس
ابتدا میں تہا اوس سی الگ ہوگیا تو یہہ سبب خاتمہ بد اور عاقبت منحوس کا ہی جیسی ابلیس کہ ابتدا میں فرشتوں کا سردار
الملئكة ومعلمهم واشدهم اجتهادا في العبادة حتى قيل لم يبق في سبع سموت وسبع ارضين
اور اونکا استاد اور عبادت میں بڑا ساعی تہا یہاں تک کہ کہتی ہیں کہ ساتوں آسمان اور زمین میں
موضع شبر الا وهو قد سجد فيه ثم لما امر بالسجود لادم النبي عليه السلام ابى واستكبر وكان من
کہیں بالشت بہر جگہ اسکی سجدہ سی خالی نہیں رہی تہی پہر جب اوسکو آدم کی لئی سجدہ کا حکم ہوا تو نہ مانا اور تکبر کیا اور وہ تہا
الكفرين وكبلعام بن باعور الذي اتاه الله تعالى اياته فانسلخ منها بخلوده الى الدنيا واتباع هواه و
منکروں میں کا اور جیسی بلعام باعور کا بیٹا جسکو اللہ تعالی نی اپنی نشانیاں عنایت کیں پہر وہ اونسی الگ ہوگیا دنیا کی طرف متوجہ ہوا اور اپنی خواہش کی
كان من الغوين وكبرصيصا العابد الذي قال له الشيطن اكفر فلما كفر قال اني برئ منك اني اخاف
گمراہ ہوگیا اور جیسی برصیصا عابد جسکو شیطان نی کہا منکر ہو جا جب وہ منکر ہوا تو کہا میں تجہسی الگ ہوں مجکو اندیشہ ہی
الله رب العلمين فان الشيطان اغراه على الكفر فلما كفر تبرأ منه مخافة ان يشاركه في العذاب
اللہ کا جو پروردگار ہی عالم کا بیشک شیطان نی اوسکو کفر پر برانگیختہ کیا جب وہ کافر ہوا تو اوس سی الگ ہوگیا اس خوف کا مارا کہ اوسکی عذاب میں شریک ہو جاوں

ولم ينفعه ذلك كما قال الله تعالى فكان عاقبتهما انهما في النار خالدين فيها وذلك جزاء
اور اس سے شیطان کو کچھ فائدہ نہوا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے پھر آخر ان دونوں کا یہہ ہی کہ وہ دونوں ہیں آگ میں سدا رہیں اوسمیں اور یہی سزا

الظالمين واما الضعف في الايمان فبان يكون حب الله تعالى في قلبه ضعيفا فان من كان في
گنہگاروں کی اور ایمان کی سستی اسطور پہ کہ اللہ تعالی کی محبت اسکی دل میں ضعیف ہو جب اسکی

ايمانه ضعف يستولي على قلبه حب الدنيا بحيث لا يبقى فيه لحب الله تعالى شئ الا من حيث
ایمان میں سستی ہوتی ہے تو اوسکی دل پر دنیا کی محبت ایسی چھا جاتی ہے کہ اوسمیں محبت الٰہی کی کچھ گنجایش نہیں رہتی مگر یہہ ہی کچھ

حديث النفس على وجه لا يظهر له اثر في مخالفة الهوى ولا يؤثر في الكف عن المعاصي ولا في الحث
جیسے جی ہی بات ہو ایسی کہ ہوا کی مخالفت میں اوسکا کچھ اثر ظاہر نہیں ہوتا اور نہ کچھ اثر معاصی سے رکنے میں ہو اور نہ کچھ اثر

على الطاعات فينهمك في الشهوات وارتكاب السيآت فيتراكم ظلمات الذنوب على قلبه ولا تزال
عبادت کی رغبت میں ہو سو شہوات اور بدیوں کی کرنیں ڈوبا رہتا ہے اور تاریکی گناہوں کی تہ بر تہ اوسکی دل پر جم جاتی ہے اور ہمیشہ

تطفي ما فيه من نور الايمان مع ضعفه فاذا جاء اليه سكرات الموت وعلم انه يفارق الدنيا وهي
نور ایمان کا جو اوسمیں ہوتا ہے بجھتا چلا جاتا ہے باوجودیکہ ضعیف ہے جب اوسکو نزع کی حالت آتی ہے اور جانتا ہے کہ اب دنیا سے چلا اور دنیا

محبوبة له وحبها غالب عليه حتى لا يريد تركها ويتألم من فراقها يرى ذلك من الله تعالى فيخشى
اوسکی محبوبہ تھی اور اوسکی محبت اوسپر ایسی غالب تھی کہ اوسکا چھوڑنا نہیں چاہتا اور اوسکی فراق سے رنج اوٹھاتا ہے سمجھتا ہے کہ یہہ فراق اللہ تعالی کی طرف سے ہے اندیشہ

عليه ان يحصل في قلبه بغضه تعالى بدل حبه فان اتفق خروج روحه في تلك اللحظة
یہہ ہے کہ اسکی دل میں خدا کی طرف سے محبت کی جگہہ کینہ پیدا ہو جاوے اگر اتفاقاً اوسی حالت میں جان نکل گئی

يختم له بالسوء ويهلك هلاكا ابديا والسبب المفضي الى هذه الورطة حب الدنيا والركون
تو اوسکا خاتمہ بد ہوگا اور ہمیشہ کو گیا گذرا ہوا اور سبب اس بلا کا یہہ ہی دنیا کی محبت اور دنیا کی طرف توجہ

اليها والفرح بها مع ضعف الايمان الموجب لضعف حب الله تعالى وهو الداء العضال الذي
اور دنیا کی خوشی باوجود سستی ایمان کی جس سے محبت الٰہی سست ہو جاوے اور یہہ بڑی سخت بیماری ہے کہ جسمیں

عم اكثر الخلق فمن اراد النجاة من هذه الورطة فعليه بعد اخراج حب الدنيا من قلبه وتصحيح
اکثر خلقت مبتلا ہے سو جو شخص اس بلا سے بچا چاہے اوسکو لازم ہے کہ اول دنیا کی محبت دل سے دور کرے پھر اپنا عقیدہ

اعتقاده ان يحترز عن المعاصي عن مشاهدتها ومشاهدة اهلها وان يواظب على الطاعات
درست کرکر گناہوں سے پرہیز کرے کہ نہ گناہوں کی طرف خیال کرے اور نہ گنہگاروں کی طرف اور طاعات دائمی اختیار کرے

التي هي ثمرة محبة الله تعالى ولا يتصور محبة الله تعالى الا بعد معرفته اذ لا يحب الانسان ما لا يعرفه
کہ وہ محبت الٰہی کا پھل ہے اور محبت الٰہی نہیں ہو سکتی بدون معرفت الٰہی کی اسواسطے کہ آدمی نادانستہ چیز کو محبوب نہیں رکھتا

وانما يحب ما يعرفه فمن عرف الله بما يجب عليه معرفته وعرف ان جميع النعم الواصلة اليه والى
محبوب اوسی کو رکھتا ہے جسکو جانتا ہے پس جو شخص خدا کو پہچانیگا اون اوصاف سے جو اوسکو واجب ہیں اور یہہ سمجھے کہ جتنی نعمتیں مجکو اور اوروں کو حاصل ہیں

غيره ليس الا منه تعالى لا جرم يحبه فاذا احبه يسعى في تحصيل رضائه ويحترز عن موجبات
سب اللہ ہی کی طرف سے ہیں تو بیشک اللہ کو دوست رکھیگا پھر جب اوسکو اپنا محبوب کیا تو اوسکی رضا مندی میں کوشش کریگا اور اوسکی غصہ سے بچتا رہیگا

سخطه فيكون لائقا لوصول احسانه ودخول جنانه بمقتضى وعده يسرنا الله تعالى
پھر تو یہہ اوسکی احسان کی قابل اور جنت میں جانے کی لایق اوسکی وعدہ کی موافق ہو ویگا خدا ہمکو آسان کیجو

المجلس السابع عشر في بيان عدم جواز الصلوة عند القبور والاستمداد

سترھوین مجلس اس بیان مین کہ قبرون مین نماز ادا کرنی جائز نہین اور اہل قبور سی مدد مانگنی

من اهلها واتخاذ السروج والشموع عليها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اور قبرون پر روشنی کرنی دیرچراغ جلانی جائز نہین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی

لعنة الله على اليهود والنصرى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد هذا الحديث من صحاح المصابيح

لعنت خدا کی یہود اور نصاری پر کہ بنایا انہون نی اپنی نبیون کی قبرون کو سجدہ گاہ بنالین یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سی ہی

روته ام المؤمنين عائشة وسبب دعائه عليه الصلوة والسلام على اليهود والنصرى باللعنة انهم كانوا

ام المؤمنین عائشہ کی روایت سی اور سبب پیغمبر خدا کی لعنت کرنیکا یہود اور نصاریکا یہہ ہی کہ وہ سب

يصلون في المواضع التي دفن فيها انبياءهم اما لظنهم بان السجود لقبورهم تعظيم لهم وهذا شرك

نماز پڑھتی تہی ایسی مکانون مین جہان انکی انبیا مدفون تہی یا تو اس لحاظ سی کہ قبرون کو سجدہ کرنا انبیا کی تعظیم ہی اور یہہ تو ظاہر شرک ہی

جلي ولهذا قال النبي عليه السلام اللهم لا تجعل قبري وثنا يعبد او ظنا منهم بان التوجه الى قبورهم

اسیلیئی نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ الٰہی میری قبر کو بت نہ بنائیو کہ اسکی پرستش ہوا کری اس خیال سی کہ وہ سمجہتی تہی کہ قبرون کی طرف

حالة الصلوة اعظم وقعا عند الله تعالى لاشتماله على امرين عبادة له تعالى وتعظيم انبيائه

متوجہ ہونا وقت ادار نماز کی بہت بڑا ثواب ہی کیونکہ اسمین دو بات ہین خدا کی بندگی اور انبیاء کی تعظیم اور

هذا شرك خفي ولهذا نهى النبي عليه السلام امته عن الصلوة في المقابر احترازا عن مشابهتهم

یہہ شرک خفی یعنی پوشیدہ ہی اور اسی لیئی پیغمبر خدا نی اپنی امت کو قبرون مین نماز پڑہنی سی منع کیا تاکہ یہود اور نصاریٰ کی مشابہت سی بچی رہین

بهم وان كان القصدان مختلفين وقال من كان قبلكم كانوا يتخذون القبور مساجد ولا تتخذوا

اگرچہ نیت دونونکی الگ الگ ہی اور فرمایا جو تم سی پہلی تہین وہ اپنی انبیا کی قبرون کو سجدہ گاہ بناتی تہین تم قبرون کو

القبور مساجد اني انهكم عن ذلك قال بعض المحققين والصلوة في المواضع المتبركة من مقابر

مسجد نہ بنا لینا تمکو اس حرکت سی منع کرتا ہون بعض محقق کہتی ہین کہ نماز پڑہنی متبرک مکان مین جہان صلحا کی

الصالحين داخلة في هذا النهي لا سيما اذا كان الباعث عليها تعظيم هؤلاء لما في ذلك من الشرك

قبرین ہون اسی نہی کی بیچ داخل ہی خاصکر ایسی وقت کہ ادا صلحا کی تعظیم کی واسطی پڑہی اسلئی کہ اس نماز مین شرک

الخفي فان مبدأ عبادة الاصنام كان في قوم نوح النبي عليه السلام من جهة عكوفهم على القبور

خفی ہوتا ہی کیونکہ ابتدا بت پرستی کا حضرت نوح کی امت مین سی تہا کہ وہ لوگ قبرون پر بیٹہی رہتی تہی

كما اخبر الله تعالى في كتابه بقوله قَالَ نُوحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ

چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مین خبر دیتا ہی کہا نوح نی ای رب میری انہون نی میرا کہا نہ مانا اور ہولیی ایسی کا جسکو دیا مال اور اولاد نی

اِلَّا خَسَارًا وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ

اور بڑا ٹوٹا اور داؤ کیا ہی بڑا داؤ اور بولی نہ چھوڑیو اپنی ٹھاکرون کو اور نہ چھوڑیو ودّ کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق کو

وَنَسْرًا قال ابن عباس وغيره من السلف كان هؤلاء قوما صالحين في قوم نوح النبي عليه السلام

اور نہ نسر کو ابن عباس وغیرہ متقدمین کہتی ہین کہ یہہ یعنی ود وغیرہ نیک لوگ تہی حضرت نوح علیہ السلام کی امت مین

فلما ماتوا عكف الناس على قبورهم ثم صوروا تماثيلهم ثم طال عليهم الامد فعبدوهم وهذا هو ابتداء

جب یہہ مرگئی تو لوگ انکی قبرون پر بیٹہی پہر رفتہ رفتہ تصویرون کی بت بنالئی پہر مدت گذر گئی تو انکو پوجنی لگی اور یہی ہی ابتدا

عبادة الاصنام وقال ابن القيم فى اغاثته نقلا عن شيخه ان هذه العلة التى لاجلها نهى الشارع

بت پرستی کی جاری ہوئیکا اور ابن قیم اپنی کتاب اغاثہ میں اپنی استاد سی نقل کرتا ہی کہ جس علت کی سبب سی شارع نی قبروں کو مسجد بنانی سی منع فرمایا ہی

اتخاذ القبور مساجد هى التى اوقعت كثيرا من الناس اما فى الشرك الاكبر او فيما دونه من الشرك فان الشرك

اسیکی بہت لوگوں کو یا تو بڑی شرک میں یا کچھ کمتر شرک میں مبتلا کیا بیشک شرک

بقبر الرجل الذى يعتقد صلاحه اقرب الى النفوس من الشرك بشجر او حجر ولهذا تجد كثيرا

صالح مرد کی قبر کا دلوں میں بہت جلد آتا ہی بہ نسبت شرک کسی درخت یا پتھر کی اسی واسطی ہم بہت

من الناس عند القبور يتضرعون ويخشعون ويخضعون ويعبدون بقلوبهم عبادة لا يفعلون

لوگوں کو دیکھتی ہیں کہ قبروں پر جاکر روتی ہیں اور گڑگڑاتی ہیں اور سر جھکاتی ہیں اور دلوں سی ایسی عبادت کرتی ہیں

مثلها فى بيوت الله تعالى ولا فى وقت السحر ويرجون من بركة الصلوة عندها والدعاء لديها ما

کہ ویسی مسجدوں میں کبھی نہیں کرتی اور نہ صبح کی وقت کرتی ہیں اور قبروں کی پاس نماز پڑھ کر اور دعا مانگکر اتنی

لا يرجون فى المساجد فلحسم مادة هذه المفسدة نهى النبى عليه الصلوة والسلام عن الصلوة فى

امید رکھتی ہیں کہ نہیں رکھتی مسجدوں میں پس اس مادہ فساد کا قطع کرنیکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی مطلقا قبروں میں نماز پڑھنی سی منع فرمایا

المقبرة مطلقا وان لم يقصد المصلى بصلوته فيها بركة البقعة كما نهى عن الصلوة وقت طلوع

اگرچہ مصلی کو قبروں میں نماز پڑھنی سی برکت اوس جگہ کی مقصود نہو جیسی منع فرمایا نماز سی عین طلوع

الشمس ووقت غروبها ووقت استوائها لانها اوقات يقصد المشركون الصلوة للشمس فيها فنهى

آفتاب پر اور عین غروب اور برابر دوپہر کو کیونکہ یہہ وہ وقت ہیں کہ مشرک اسمیں آفتاب کو پوجتی ہیں سو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی

امته عن الصلوة فيها وان لم يقصدوا ما قصده المشركون واذا قصد الرجل الصلوة عند المقبرة

اپنی امت کو ان وقتوں میں نماز سی منع کیا اگرچہ انکی غرض وہ نہیں ہوتی جو مشرکوں کی نیت ہوتی ہی اور جب آدمی مقبرہ میں نماز پڑھنی سی

تبركا بالصلوة فى تلك البقعة فهذا عين المحادة لله تعالى ولرسوله والمخالفة لدينه وابتداع

برکت اوس جگہہ کی حاصل کیا چاہی تو اللہ اور اوسکی رسول کی عین مخالفت ہی اور اوسکی دین کی برخلاف نیا دین

دين لم يأذن به الله تعالى فان العبادات مبناها على الاستنان والاتباع لا على الهواء والابتداع

احداث کرنا ہی جسکا اللہ نی حکم نہیں فرمایا بیشک عبادات کی بنیاد طریق سنت اور اتباع پر ہی ہوا وہوس اور بدعت پر نہیں

فان المسلمين اجمعوا على ما علموه من دين نبيهم ان الصلوة عند المقبرة منهى عنها لان فتنة

بیشک مسلمانوں نی بالاتفاق اپنی دین نبوی کی علم کی موافق یہہ اجماع کیا ہی کہ نماز قبروں کی پاس ممنوع ہی اسواسطی کہ فساد

الشرك بالصلوة فيها ومشابهة عبادة الاصنام اعظم كثيرا من مفسدة الصلوة حين طلوع

شرک کا بسبب نماز کی قبروں میں اور مشابہت کا بت پرستوں سی بہت زیادہ ہی فساد نماز کی سی جو وقت طلوع

الشمس وحين غروبها وحين استوائها فانه عليه السلام لما نهى عن تلك المفسدة سدا للذريعة

آفتاب کی اور وقت غروب کی اور وقت برابری کی یعنی زوال پر ہی کیونکہ نبی علیہ السلام نی جب اس فساد کی بند کرنیکی واسطی مشابہت کی وسیلہ سی منع فرمایا ہی

التشبه التى لا تكاد تخطر ببال المصلى فكيف بهذه الذريعة التى كثيرا ما تدعو صاحبها الى الشرك

کہ جسکا خطرہ بھی مصلی کی دلمیں نہیں آتا تو اس وسیلہ سی کیونکر ممانعت نہوگی جو اکثر اوقات اس عمل والیکو شرک کی طرف پہنچادیتا ہی

بدعاء الموتى وطلب الحوائج منهم واعتقاد ان الصلوة عند قبورهم افضل من الصلوة فى المساجد

کیا دعا مانگنا مردوں سی اور ان سی حاجتیں طلب کری اور یہہ اعتقاد کری کہ نماز انکی قبروں کی پاس مسجدوں کی نماز سی بہتر ہی

وغير ذلك مما هو محادة ظاهرة لله تعالى ولرسوله قال ابن القيم في اغاثته من جمع بين سنة

اور سوا اسکی اور عقاید کہ صاف مخالفت ہی اللہ کی اور اوسکی رسول کی ابن قیم اپنی اغاثہ میں کہتا ہی جو شخص جمع کرکر دیکھی درمیان طریق

رسول الله عليه السلام في القبور وما امر به وما نهى عنه وما كان عليه الصحابة والتابعون

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبروں کی باب میں اور جو امر فرمایا اور جو منع فرمایا اور جو طریق صحابہ اور تابعین کا تہا

وبين ما كان عليه اكثر الناس اليوم راى احدهما مضادا للاخر ومناقضا له بحيث لا يجتمعان ابدا فانه

اور درمیان اوس طریق کی جسپر اکثر لوگ آج کل چلتی ہیں تو ایک کو دوسری کا برخلاف اور اولٹا پاویگا ایسا کہ ہرگز کبہی جمع نہیں ہو سکتی کیونکہ پیغمبر

عليه السلام نهى عن الصلوة عندها وهم يخالفون ويصلون عندها ونهى عن اتخاذ المساجد

علیہ السلام نی قبروں کی پاس نماز سی منع فرمایا اور یہہ لوگ خلاف کرکر قبروں کی پاس نماز پڑہتی ہیں اور قبروں پر مسجدیں بنانی سی منع فرمایا

عليها وهم يخالفونه ويبنون عليها مساجد ويسمونها مشاهد ونهى عن ايقاد السرج عليها وهم

اور یہہ خلاف کرکر اون پر مسجدیں بناتی ہیں اور اونکا نام مشاہد رکہتی ہیں اور منع فرمایا قبر پر روشنی کرنی سی اور یہہ

يخالفون ويوقدون عليها القناديل والشموع بل يقفون لذلك اوقافا ونهى عن تجصيصها والبناء

خلاف اوسکی روشنی کی واسطی قندیلیں اور شمعیں جلاتی ہیں بلکہ اوسکی واسطی وقف خرچ مقرر کردیتی ہیں اور منع فرمایا گچ گیری سی اور عمارت بنانی

عليها وهم يخالفونه ويجصصونها ويعقدون عليها القباب ونهى عن الكتابة عليها وهم

اور یہہ خلاف کرکر قبروں پر چونہ کی عمارت بناکر برج بناتی ہیں اور منع فرمایا قبروں کی اوپر لکہنی سی اور یہہ

يخالفونه ويتخذون عليها الالواح ويكتبون عليها القران وغيره ونهى عن الزيادة عليها غير ترابها

اوسکی برخلاف اونپر تختی لگاکر اوسپر قرآن وغیرہ دعائیں شعر لکہتی ہیں اور منع فرمایا کہ قبروں میں زیادہ اوپری مٹی مت ڈالو

وهم يخالفونه ويزيدونه عليها سوى التراب الاجر والاحجار والجص ونهى عن اتخاذها عيدا و

اور یہہ مخالفت کرکر سوای اصلی مٹی کی پکی اینٹیں اور پہتر اور چونہ زیادہ کرتی ہیں اور منع فرمایا کہ قبروں کو عید مت بناؤ

هم يخالفونه ويتخذونها عيدا ويجتمعون لها كما يجتمعون للعيد واكثر والحاصل انهم مناقضون

اور یہہ مخالفت کرکر اونکو عید بناکر اسپر انبوہ عرس کرتی ہیں جیسی عید میں جمع ہوتی ہیں یا اوس سی بہی زیادہ اور حاصل یہہ ہی کہ یہہ لوگ بالکل

لما امر به النبي عليه السلام ونهى عنه ومحادون لما جاء به وقد آل الامر بهؤلاء الضالين المضلين

نبی علیہ السلام کی حکم سی اور ممانعت سی خلاف ہیں اور خلاف کرتی ہیں اونکی احکام سی اب یہہ حال ہوگیا ہی اس طائفہ گمراہ اور گمراہ کرنیوالی کا

الى ان شرعوا للقبور حجا ووضعوا له مناسك حتى صنف بعض غلاتهم في ذلك كتابا وسماه مناسك

کہ قبروں کا حج کرنا شروع کیا ہی اور اوسکی آداب اور طریقی مقرر کئی ہیں یہاں تک کہ بعضی کٹروں نی اس باب میں کتاب تصنیف کرکر اوسکا نام مناسک

حج المشاهد تشبيها منه للقبور بالبيت الحرام ولا يخفى ان هذا مفارقة لدين الاسلام ودخول

حج المشاہد رکہا ہی اونی قبور کو بیت الحرام کی مشابہہ ٹہرایا ہی اور ظاہر ہی کہ یہہ اعتقاد گویا دین اسلام سی الگ ہوکر بت پرستوں کی

في دين عباد الاصنام فانظر الى ما بين ما شرعه النبي عليه السلام في القبور من النهي عما تقدم ذكره

دین میں داخل ہونا ہی اب دیکہہ تو سہی کہ درمیان طریقہ نبی علیہ السلام کی قبور کی باب میں کہ منع فرمایا ہی مذکورات بالا سی

وبين ما شرعه هؤلاء وما قصدوه من التباين العظيم ولا ريب ان في ذلك من المفاسد ما يعجز

اور درمیان طریقہ اس گروہ کی اور جو یہہ ارادہ کرتی ہیں کتنا بڑا فرق ہی اور بیشک اسمیں اتنی فساد ہیں

الانسان عن حصره منها تعظيمها الموقع في الافتتان بها ومنها تفضيلها على المساجد التي هي

کہ انسان گنتا ہوا ہہک جاتا ہی ایک یہہ کہ قبروں کی اتنی تعظیم کرنی جس سی لوگ فتنہ میں پڑیں ایک یہہ کہ قبروں کی فضیلت مسجدوں پر دینی جو

خير البقاع واحبها الى الله فانهم اذا قصدوا القبور يقصدونها مع التعظيم والاحترام والخضوع والخشوع
تمام مکانوں سے بہتر اور اللہ تعالی کی محبوب ہیں کیونکہ یہ لوگ جب قبروں پر جاتی ہیں تو نہایت تعظیم اور حرمت اور انکسار اور خوف
ورقة القلب وغير ذلك مما لا يفعلونه في المساجد ولا يحصل لهم فيها نظيره ولا مثله ومنها اتخاذ
اور نرمی دل کی کرتی ہیں اتنی کہ مسجدوں میں نہیں کرتی اور نہیں پیدا ہوتا انکو مساجد میں نظیر اور نہ مثل اور ایک یہ کہ قبروں پر
المساجد والسرج عليها ومنها العكوف عندها وتعليق الستور عليها واتخاذ السدنة لها حتى
مسجدیں بناتی ہیں اور روشنی کرتی ہیں اور ایک یہ کہ قبروں پر چلہ کشی کرتی ہیں اور قبروں پر غلاف چڑھاتی ہیں اور مجاور بٹھاتی ہیں یہاں تک
ان عبادها يرجحون المجاورة عندها على المجاورة عند المسجد الحرام ويرون سدانتها افضل من
کہ گور پرست قبروں کی مجاورت کو مسجد الحرام کی مجاورت سے بہتر سمجھتی ہیں وہ جانتی ہیں کہ قبروں پر بیٹھے رہنا مسجد کی
خدمة المساجد ومنها النذر لها ولسدنتها ومنها زيارتها لاجل الصلوة عندها والطواف بها
خدمت کرنی سے بہتر ہے اور ایک یہ کہ قبروں کی اور اونکی مجاوروں کی منتیں مانتی ہیں اور ایک یہ کہ قبروں پر جانا واسطے نماز کے اور اونکی گرد پھر کر طواف کرنا اور
وتقبيلها واستلامها وتعفير الخدود عليها واخذ ترابها ودعاء اصحابها والاستغاثة بهم
اور بوسہ دینا اور چومنا اور قبروں کی مٹی اوٹھا کر منہ پر ملنی اور اون مردوں کو پکارنا اور انسی مدد مانگنی
وسوالهم النصر والرزق والعافية والولد وقضاء الديون وتفريج الكربات وغير ذلك من
اور اونسی نصرت اور روزی اور صحت اور اولاد اور قرضہ کا ادا کرنا اور مصیبتوں کی کشادگی اور سوا اسکے
الحاجات التي كان عباد الاوثان يسئلونها من اوثانهم وليس شيء منها مشروعا باتفاق ائمة
اور حاجتیں طلب کرنی جو جو کہ بت پرست اپنی بتوں سے مانگتے تھے اور اسمیں سے کوئی بات جائز نہیں نزدیک کسی امام
المسلمين اذ لم يفعل شيئا رسول رب العالمين ولا احد من الصحابة والتابعين وسائر ائمة الدين
اہل اسلام کی اسلئے کہ اسمیں سے رسول رب العالمین نے کچھہ نہیں کیا اور نہ کسی نے صحابہ اور تابعین میں سے اور نہ کسی امام دین نے
ومن المحال ان يكون شيء منها مشروعا وعملا صالحا ويصرف عنه القرون الثلثة التي شهد
اور محال ہے کہ ان تمام مذکورات میں سے کوئی امر جائز اور عمل صالح ہو اور تینوں عہد اوس سے خالی گذر جاویں جن عہدوں کی صدق
فيهم النبي عليه السلام بالصدق والعدل ويظفر به الخلوف الذين شهد فيهم النبي عليه السلام
اور عدالت پر نبی علیہ السلام نے گواہی دی ہے اور اوس امر کو متاخر لوگ عمل میں لاویں جنکی لئے نبی علیہ السلام نے
بالكذب والفسق فمن كان في شك من هذا فلينظر هل يمكن بشرا على وجه الارض ان ياتي
کذب اور فسق کی گواہی دی ہے جسکو اسمیں کچھہ شک ہو تو وہ دیکھہ لے آیا ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی روی زمین پر سے
عن احد منهم بنقل صحيح او ضعيف انهم كانوا اذا بدا لهم حاجة قصدوا القبور فدعوا عندها ويمسحوا
کسی ایک کی اونمیں سے نقل صحیح یا ضعیف لا سکتا ہے کہ وہ لوگ ایسے تھے کہ جب انکو کوئی کام پیش آتا تو وہ قبروں پر جاکر دعائیں مانگتے اور قبروں کو چھوتے تھے
بها فضلا ان يصلوا عندها او يسئلوا حوائجهم منها كلا لا يمكنهم ذلك بل انما يمكنهم ان ياتوا بكثير
چہ جائے کہ قبروں پر وہ نماز پڑھیں یا ان سے اپنی حاجتیں مانگیں ہرگز یہہ نہیں ہو سکتا بلکہ یہہ ہو سکتا ہے کہ اکثر
من ذلك عن الخلوف التي خلفت من بعدهم ثم كلما تاخر الزمان وطال العهد كان ذلك اكثر حتى
ان امورات کی سند متاخرین سے لا سکیں جو انکی پیچھے پیدا ہوئی ہیں پھر جتنا زمانہ ٹہرتا گیا اور مدت دراز ہوتی گئی وہ امور بہی بڑہتی گئی یہاں تک
وجدت من ذلك عدة مصنفات ليس فيها عن النبي عليه السلام ولا عن خلفائه الراشدين ولا عن
کہ چند کتابیں ایسی ہیں کہ جنمیں نہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ اونکی خلفاء راشدین سے اور نہ

الله

الصحابة والتابعين حرف واحد بل فيها من خلاف ذلك كثير من الاحاديث المرفوعة التي من جملتها
اورنہ اور صحابہ سے اور تابعین سے ایک بھی حرف نہیں بلکہ اوس میں اسکے برخلاف بہت حدیثیں مرفوع ہیں جنمیں کی

قوله عليه السلام كنت نهيتكم عن زيارة القبور فمن اراد ان يزور فليزر فلا تقولوا هجرا اي فحشا
ایک یہہ حدیث ہی کہ میں نے تمکو منع کیا تہا قبروں کی زیارت سے اب جسکا دل زیارت کو چاہے تو زیارت کرے پر فحش زبان پر مت لاؤ

واي فحش اعظم من الشرك عندها قولا وفعلا واما الاثار من الصحابة فاكثر من ان يحاط بها فمن جملتها
اور کونسا فحش بڑا ہوگا شرک کرنے سے قبروں کے پاس باعتبار قول اور فعل کے اور آثار صحابہ کے تو شمار سے زیادہ ہیں منجملہ اونکے

ما في صحيح البخاري ان عمر بن الخطاب راى انس بن مالك يصلي عند قبر فقال القبر القبر قال ابن
ایک وہ جو صحیح البخاری میں ہے کہ عمر بن الخطاب نے انس بن مالک کو دیکھا کہ قبر کے پاس نماز پڑھتے ہیں عمر نے کہا دیکھ قبر ہے قبر ہے ابن

القيم في اغاثته هذا يدل على انه كان من المستقر عندهم ما نهاهم عنه نبيهم من الصلوة عند
قیم کہتا ہے اپنی کتاب اغاثہ میں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اونکے نزدیک یہ ہی مقرر تہا جوکہ اونکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا تہا

القبور وفعل الانس لا يدل على اعتقاده جوازه اذ يحتمل ان لم يره او لم يعلمه انه قبر او ذهل عنه
اور انس کی نماز پڑھنے سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ اونکے نزدیک جایز تہا اسواسطے شاید کہ انس نے قبر نہیں دیکھی ہو یا اونکو نہ معلوم ہو کہ یہاں قبر ہے یا خیال نہ رہا ہو

فلما نبهه عمر تنبه ومنها اتخاذها عيدا كما اتخذ المشركون من اهل الكتاب قبور انبيائهم
جب عمر نے اونکو جتلایا تو خبردار ہوئے اور ایک یہہ کہ قبروں کو عید بناتے ہیں جیسے اہل کتاب کے مشرکوں نے اپنے انبیاء

وصلحائهم عيدا فانهم كانوا يجتمعون لزيارتها ويشتغلون باللهو والطرب فيها فنهى النبي عليه
اور صلحاء کی قبروں کو عید بنایا تہا بیشک وہ مشرک زیارت کے واسطے جمع ہوکر لہو اور خوشی میں مشغول رہتے تہے سو نبی علیہ

السلام امته عن ذلك كما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال لا تجعلوا قبري عيدا فصلوا
السلام نے اپنی امت کو اس سے منع کیا چنانچہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے میری قبر کو عید مت بنا لینا میرے واسطے درود

علي فان صلوتكم تبلغني حيث كنتم فان قبره عليه السلام مع كونه سيد القبور وافضل قبر
پڑہو بیشک تمہارے درود میرے پاس پہنچیگی جہاں سے پڑہوگے بیشک قبر علیہ السلام کو باوجودیکہ تمام روی زمین کی قبروں سے بہتر اور افضل ہے

على وجه الارض اذا وقع النهي عن اتخاذه عيدا فقبر غيره كائنا من كان اولى بالنهي ثم انه عليه
جب ممانعت واقع ہوئی عید بنانے سے تو اور قبریں چاہے کسی کی ہوا کریں واسطے ممانعت کے لایق تر ہیں پھر پیغمبر علیہ

السلام اشار بقوله فصلوا علي فان صلوتكم تبلغني حيث كنتم الى ان ما يناله من امته من
السلام نے بطور اشارہ کے اس قول سے درود پڑہو میرے اوپر پس درود تمہارا مجھکو پہنچتی ہے جہاں سے پڑہوگے یہ فرمایا کہ امت کی طرف سے

الصلوة والسلام عليه يحصل له مع قربهم من قبره وبعدهم عنه فلا حاجة لهم الى اتخاذه
درود اور سلام آپ کو حاصل ہوتا ہے قبر سے نزدیک ہوں یا دور ہوں پھر کیا حاجت ہے کہ آپکی قبر کو

عيدا لان في اتخاذ القبور عيدا من المفاسد ما لم يعلمه الا الله تعالى فان غلاة متخذيها
عید بناویں اسواسطے کہ قبروں کو عید بنانے میں وہ فساد ہیں جنکو خدا کے سواء کوئی نہیں جانتا بیشک کئی گور پرست جو قبروں کو

عيدا اذا راوها من مكان بعيد ينزلون عن دوابهم ويكشفون رءوسهم ويضعون جباههم على الارض
عید بناتے ہیں جب اوس قبر کو دور سے دیکھتے ہیں تو سواری پر سے پیادہ ہوجاتے ہیں اور ننگے سر ہوکر سجدہ میں گر پڑتے ہیں

ويقبلون الارض ثم انهم اذا وصلوا اليها يصلون عندها ركعتين ثم يتشرفون حول القبر
اور زمین چومتے ہیں پھر جب پاس جاتے ہیں تو دو رکعت نفل ادا کرتے ہیں پھر قبر کے گرد قربان ہوتے ہیں

طائفين به تشبيها له بالبيت الحرام الذي جعله تعالى مباركا وهدى للانام ثم يأخذون
قبر کو بیت اللہ کی مانند سمجھ کر جسکو اللہ تعالی نی برکت والا اور خلقت کی لئی ہدایت بنایا ہی پہر

في التقبيل والاستلام كما يفعل الحجاج في المسجد الحرام ثم يعفرون جباههم وخدودهم
بوسہ دینا اور چومنا شروع کرتی ہیں جیسی حاجی مسجد الحرام میں کرتی ہیں پہر ملواتی مٹی اپنی چہروں اور گالوں کو لگاتی ہیں

ثم يكملون مناسك حج القبر بالحلق والتقصير ثم يقربون لذلك الوثن القرابين فلا يكون
پہر تمام کرتی ہیں ارکان حج قبر کی سر منڈا کر اور لٹ کتروا کر پوری کرتی ہیں پہر اوس بت پر قربانیاں ذبح کرتی ہیں پس

صلاتهم ونسكهم وقربانهم وما يراق هناك من العبرات ويرفع من الاصوات ويطلبه من
اونکی نمازیں اور ارکان حج اور قربانیاں اور اونکا آنسو بہانا اور چیخ کر رونا اور پکارنا اور حاجتیں

الحاجات ويسئل من تفريج الكربات واغناء ذوي الفاقات ومعافات اولي العاهات والبليات
مانگنی اور سوالات کشائش سختیوں کی اور غنی کرنا فاقہ کشوں کا اور درگذر کرنی صاحب مصیبت اور بلیات سی

لله تعالى بل للشيطان فان الشيطان لبني آدم عدو مبين يصدهم بانواع مكائده عن
واسطی اللہ تعالی کی نہیں ہیں بلکہ واسطی شیطان کی ہیں بیشک شیطان بنی آدم کا کہلا دشمن ہی طرح طرح کی مکروں سی بنی آدم کو

الطريق المستقيم ومن اعظم مكائده ما نصبه للناس من الانصاب التي هي رجس من عمل
سیدہی راہ سی روکتا ہی اور اوسکا بڑا مکر یہہ ہی کہ واسطی بنی آدم کی بت مقرر کیا ہی جو نجس ہی کام

الشيطان وقد امر الله المؤمنين باجتنابها وعلق فلاحهم بذلك الاجتناب فقال يا ايها
شیطان کا اور اللہ تعالی نی حکم کیا ہی مؤمنین کو اوس سی بچنی کا اور مراد ملنی اونکی بچنی پر متعلق کی ہی فرمایا ای

الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ
ایمان والو یہہ جو ہی شراب اور جوا اور بت اور پانسی گندی کام ہیں شیطان کی سو اونسی بچتی رہو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ فالانصاب جمع نصب بضمتين او جمع نصب بالفتح والسكون وهو كل ما نصب
شاید تمہارا بھلا ہو انصاب نصب کی جمع ہی ساتھہ پیش اول اور صاد کی یا جمع نصب کی ساتھہ زبر نون اور سکون صاد کی اوسکی معنی جو چیز کہ

وعبد من دون الله تعالى من شجر او حجر او قبر او غير ذلك والواجب هدم ذلك كله ومحو اثره
واسطی عبادت کی سوا اللہ تعالی کی مقرر کیا ہو درخت ہو یا پتہر یا قبر یا سوا اسکی اور ان سبکا مسمار کر دینا واجب ہی اور اوسکا نشان مٹا دینا

كما ان عمر لما بلغه ان الناس يتناولون الشجرة التي بويع تحتها بالنبي عليه السلام ارسل اليها
جیسی حضرت عمر نی جب سنا کہ لوگ ہر وقت آتی جاتی ہیں اوس درخت پر جسکی نیچی نبی صلی اللہ علیہ سلم کی بیعت کی تہی تو آدمی بہیجکر

فقطعها فاذا كان عمر فعل هذا بالشجرة التي بايع الصحابة رسول الله عليه السلام تحتها و
کٹوا ڈالا پس جب حضرت عمر نی یہہ حال کیا اوس درخت کا جسکی نیچی صحابہ نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی بیعت کی تہی اور

ذكر الله تعالى في القرآن حيث قال لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ
اللہ تعالی اوسکو قرآن میں یاد کرتا ہی بیشک اللہ خوش ہوا ایمان والونسی جب ہاتھہ ملانی لگی تجہسی اوس درخت کی نیچی

فما ذا يكون حكمه فيما عداها من هذه الانصاب التي قد عظمت الفتنة بها واشتدت البلية
پہر کیا حکم ہونا چاہئی سواء اوس درخت کی ان انصاب کا جنکی سبب سی کتنا بڑا فتنہ اور کیسی سخت بلا ہی

بسببها وابلغ من ذلك انه عليه السلام هدم مسجد الضرار ففي هذا دليل على هدم ما هو اعظم
اور ابلغ اس سی بہی یہہ ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی مسجد ضرار کو گروا دیا اسمین دلیل ہی واسطی گرا دینی اوسکی جسکا بڑا فساد ہو

فسادا منه كالمساجد المبنية على القبور فان حكم الاسلام فيها ان ينهدم كلها حتى يساوى بالارض
اوسکی جیسکا بڑا فساد ہو جیسی مسجدیں جو قبروں پر بنائی گئی ہیں بیشک حکم اسلام کا اس باب میں یہہ ہی کہ سبکو ڈھا کر زمین سے برابر کردیں

وكذا القباب التى بنيت على القبور يجب هدمها لانها اسست على معصية الرسول ومخالفته وكل
اور ایسی ہی گنبد اور برج کہ قبروں پر بنائی گئی ہیں سبکا ڈھا دینا واجب ہی اسواسطے کہ سبکی بنیاد رسول کی نافرمانی اور مخالفت پر ہی اور جو

بناء اسس على معصية الرسول ومخالفته فهو بالهدم اولى من مسجد الضرار لانه عليه السلام نهى البناء
عمارت کہ بنیاد اسکی جاوی رسول کی نافرمانی اور مخالفت پر اوسکا گرا دینا بہتر ہی مسجد ضرار کی گرانے سے اسواسطے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر عمارت

على القبور ولعن المتخذين عليها مساجد فيجب المبادرة والمسارعة الى هدم ما نهى عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم
منع فرمایا ہی اور لعنت کی ہی جو قبروں پر مسجدیں بناویں پس واجب ہوا جلدی شتاب گرا دینا عمارت کا جس سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہی

ولعن فاعله وكذلك يجب ازالة كل قنديل وسراج وشمع اوقدت على القبور لان فاعل ذلك ملعون بلعنة رسول
اور اوسکی بنانیوالی کو لعنت کی ہی اور ایسی ہی واجب ہی دور کرنا قندیل اور چراغ اور شمع کا جو قبروں پر روشن کئے جاویں اسواسطے کہ روشنی کرنیوالا ملعون ہی رسول اللہ

الله عليه السلام فكل ما لعن فيه رسول الله عليه السلام فهو من الكبائر ولهذا قال العلماء لا يجوز ان ينذر
علیہ السلام کی لعنت سے اور جس امر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہی وہ گناہ کبیرہ ہی اسیواسطے علما کہتی ہیں کہ منت ماننی

للقبور شمع ولا زيت ولا غير ذلك فانه نذر معصية لا يجوز الوفاء به بل يلزم الكفارة مثل كفارة اليمين
قبروں پر روشنی کی اور تیل بتی کی اور مانند اسکی جائز نہیں ہی کیونکہ یہہ منت گناہ کی ہی اسکا پورا کرنا جائز نہیں بلکہ کفارہ مثل کفارہ قسم کی لازم ہی

ولا ان يوقف عليها شئ من ذلك فان هذا الوقف لا يصح ولا يحل اثباته وتنفيذه وقال الامام ابو بكر الطرطوسى
اور نہ وقف کیجاوی قبروں کی واسطے کچھ انہیں سے بیشک یہہ وقف صحیح نہیں اور نہ ثابت رکھنا حلال اور نہ جاری کرنا اور امام ابوبکر طرطوسی کہتی ہیں

انظروا رحمكم الله تعالى اينما وجدتم شجرة يقصدها الناس ويعظمونها ويرجون البرء والشفاء من
جہاں کرو تمپر خدا کی رحمت ہو جسجگہ تمکو ایسا درخت معلوم ہو کہ لوگ اوسپر تعظیم کرکی آتی ہیں اور صحت اور شفاء اوسکی وسیلہ سے امید رکھتی ہیں

قبلها ويضربون بها المسامير والخرق فهى ذات انواط فاقطعوها وذات انواط شجرة للمشركين كانوا
اور اوسمیں میخیں گاڑتی ہیں اور چیتھڑا باندھتی ہیں پس وہ ذات انواط ہی اوسکو کاٹ ڈالو اور ذات انواط مشرکوں کا درخت تھا

يعلقون عليها اسلحتهم وامتعتهم ويعكفون حولها كما روى البخارى فى صحيحه عن ابى واقد الليثى
اوسپر اپنی ہتیار اور اسباب لٹکا کر اوسکی گرد چلہ کشی کرتی تہی چنانچہ بخاری اپنی صحیح میں ابو واقد لیثی سے روایت کرتا ہی

انه قال خرجنا مع رسول الله صلى الله وسلم قبل حنين ونحن حديث عهد بالاسلام وللمشركين سدرة
کہ وہ کہتا ہی کہ ہم ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حنین کی طرف چلی اور ہم نئی نئی مسلمان تہی اور مشرکوں کا ایک درخت بیری کا تہا

يعكفون حولها وينوطون بها اسلحتهم وامتعتهم يقال لها ذات انواط فمررنا بسدرة فقلنا يا رسول الله
اوسکی گرد چلہ کیا کرتی تہی اور اوسپر اپنی ہتیار اور اسباب لٹکا دیتی تہی اوسکا نام ذات انواط تہا جب ہم اوس درخت پر گذری تو عرض کیا یا رسول اللہ

اجعل لنا ذات انواط كما لهم ذات انواط فقال النبى صلى الله عليه وسلم الله اكبر هذا كما قال بنو اسرائيل اجعل لنا الها كما لهم
ہماری واسطی بہی ذات انواط مقرر کرو جیسی ونکا ذات انواط ہی پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر یہہ ایسا قول ہی جیسے بنی اسرائیل نے کہا تہا ہماری واسطی معبود کردی جیسی

آلهة ثم قال انكم قوم تجهلون لتركبن سنن من كان قبلكم فاذا كان اتخاذ هذه الشجرة لتعليق الاسلحة
ونکی معبود ہیں پہر یہہ کہا تم جاہل قوم ہو البتہ اختیار کروگی تم دستور اگلی لوگوں کا پس جب مقرر کرنا درخت کا ہتیار لٹکانی کیواسطی اور گرد چلہ کشی کرنی کی برابر معبود مقرر کرنی

والعكوف حولها اتخاذ اله مع الله تعالى مع انهم لا يعبدونها ولا يسئلونها شيئا فما الظن بما يقصده الناس
کی ساتھ اللہ تعالی کی باوجودیکہ نہ وہ اوس درخت کو پوجتی تہی اور نہ کچھ حاجت مانگتی تہی پہر تو اور کیا خیال کرنا جسکا قصد لوگ کرتی ہیں

من شجر او حجر او قبر ويعظمونه ويرجون منه الشفاء ويقولون ان هذا الشجر او هذا الحجر او هذا القبر
درخت ہو یا پتھر یا قبر اور اوسکی تعظیم کرتے ہیں اور امید شفا کی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہہ درخت یا یہہ پتھر یا یہہ قبر

يقبل النذر الذي هو عبادة وقربة ويتمسحون بذلك النصب ويستلمونه ولقد انكر السلف التمسح بحجر المقام الذي
منتیں قبول کرتی ہیں کہ جو عبادت اور قربت ہیں اور اوس بت پر ہاتھ ملتے ہیں اور اوسکو ہاتھ لگاتے ہیں اور سلف نے انکار کیا ہے ہاتھ ملنے سے مقام ابراہیم کے

امر الله تعالى ان يتخذ منه مصلى كما ذكره الازرقي عن قتادة في قوله تعالى واتخذوا من مقام ابراهيم
پتھر پر جسکا اللہ تعالی نے حکم کیا ہے کہ اوسکو نماز کی جگہ بنائی جاوے چنانچہ ازرقی قتادہ سے روایت کرتا ہے تفسیر میں اس آیت کی اور پکڑو مقام ابراہیم سے

مصلى قال انما امروا ان يصلوا عنده ولم يؤمروا ان يمسحوه بل اتفق العلماء على انه لا يستلم ولا يقبل الا
نماز کی جگہ کہتا ہے کہ لوگوں کو یہہ حکم ہے کہ اوسکے پاس نماز پڑھیں یہہ حکم نہیں ہے کہ اوسپر ہاتھ ملیں بلکہ علما کا اسپر اتفاق ہے کہ نہ ہاتھ سے چوما جاوے اور نہ بوسہ دیا جاوے مگر

الحجر الاسود واما الركن اليماني فالصحيح انه يستلم ولا يقبل وهذا الشيطان في كل حين وزمان ينصب لهم قبر رجل
حجر اسود کو اور رکن یمانی میں صحیح یہہ ہے کہ ہاتھ سے چوما جاوے اور بوسہ نہ دیا جاوے اور یہہ شیطان ہر دم اونکے لیے کسی بزرگ شخص کی قبر جسکی لوگ

معظم يعظمه الناس ثم يجعله وثنا يعبد من دون الله تعالى ثم يوحي الى اوليائه ان من نهى عن عبادته
تعظیم کرتے ہیں نصب کر دیتا ہے پھر اوسکو بت بنا کر پرستش کراتا ہے سوای اللہ تعالی کی پھر گور پرستوں کی دلمیں یہہ ڈالتا ہے کہ جو شخص گور پرستی سے

وعن اتخاذه عيدا وعن جعله وثنا فقد تنقصه وهضم حقه فيسعى الجاهلون في قتله وعقوبته ويكفرونه
اور گور کو عید بنانے سے اور بت بنانے سے منع کرے وہ بیحرمتی کرتا ہے اور حق تلفی کرتا ہے پھر جاہل لوگ اوسکی قتل اور ایذا میں کوشش کرتے ہیں اور اوسکو کافر کہتے ہیں

وما ذنبه الا انه امر بما امر به الله تعالى ورسوله ونهى عما نهى الله تعالى ورسوله عنه والذي اوقع عباد القبور في
اور سوا اسکے اوسکی کیا خطا ہے کہ اوسنے وہی حکم کیا جو اللہ اور اوسکے رسول نے فرمایا اور اوسی سے منع کیا جو اللہ اور اوسکے رسول نے منع فرمایا اور گور پرستوں کی فتنہ میں

الافتتان بها امور منها الجهل بحقيقة ما بعث الله تعالى به رسوله من تحقيق التوحيد وقطع اسباب
پڑنے کی کئی سبب ہیں ایک تو جہالت حقیقت بعثت کی کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول کو واسطے تحقیق توحید کے اور واسطے قطع کرنے اسباب

الشرك فالذين قل نصيبهم من ذلك اذا دعاهم الشيطان الى الفتنة بها ولم يكن لهم ما يبطل دعوته
شرک کے بھیجا ہے پھر جو لوگ کم نصیب ہیں جب انکو شیطان پکارتا ہے گوروں کی فتنہ کی طرف اور اونکو اتنا علم نہیں جس سے شیطانی وسوسہ کو باطل کریں

استجابوا له بحسب ما عندهم من الجهل وعصموا منه بقدر ما معهم من العلم ومنها احاديث مكذوبة
تو اوسکو مان لیتے ہیں اپنی اپنی جہالت کی موافق اور بچ جاتے ہیں اپنی اپنی علم کی موافق اور ایک یہہ سبب ہے کہ جھوٹی بہت حدیثیں

وضعها على رسول الله صلى الله عليه وسلم اشباه عباد الاصنام من المقابرية وهي تناقض ما جاء به
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بت پرستوں کی مانند گور پرستوں نے وضع کی ہیں اونکا مضمون سراسر دین سے

من دينه كحديث اذا تحيرتم في الامور فاستعينوا من اهل القبور وحديث اذا اعيتكم الامور فعليكم
خلاف ہے جیسی یہہ حدیث جب تم حیران ہو جاؤ کسی امر میں تو مدد چاہو اہل قبور سے اور یہہ حدیث جب تھک جاؤ تم کسی امر میں تو لازم پکڑو

باصحاب القبور وحديث لو حسن احدكم ظنه بحجر نفعه وامثال هذه الاحاديث التي هي مناقضة
اصحاب قبور کو اور یہہ حدیث جو کوئی تم میں سے نیک اعتقاد کرے پتھر کے ساتھ تو فائدہ دیوے اور ایسی ہی اور حدیثیں جو دین اسلام سے سراسر خلاف ہیں

لدين الاسلام وضعها اشباه عباد الاسلام من المقابرية وراجت على الجهال والضلال والله تعالى
یہہ سب گور پرستوں بت پرستوں کی مانند نے وضع کیں ہیں اور جہال اہل ضلال کو بہت اچھا لگیں اور حال یہہ ہے کہ اللہ تعالی نے

انما بعث رسوله لقتل من حسن ظنه بالاحجار والاشجار فانه عليه السلام جنب امته من الفتنة بالقبور
بھیجی رسول کو واسطے قتل ایسی لوگوں کی بھیجا ہے جو پتھروں اور درختوں کو پوجا کریں کیونکہ علیہ السلام نے اپنی امت کو قبروں کی فتنہ سے ہر طرح سے بچایا ہے

بال

بكل طريق ومنها حكايات حكيت عن اهل تلك القبور ان فلانا استغاث بالقبر الفلاني في شدة فخلص
اور يہ سبب ہی کہ کہانياں گور پرستوں کی مشہور ہيں کہ فلانی نی فلانی کی گور سی مدد مانگی سختی کی وقت سو اوس سختی سی نجات پائی
منها وفلانا نزل به ضرر فاستدعى صاحب ذلك القبر فكشف ضره وفلان دعاه في حاجة فقضيت حاجته
اور فلانی کو مصيبت پيش آئی تو اوس مصيبت نے اوس نی فلانی قبر والی سی استدعا کی سو اوسنی مصيبت دفع کردی اور فلانی کو حاجت کی وقت پکارا سو اوسکی حاجت پوری کی
وعند السدنة والمقابرية بشيء من ذلك يطول ذكره وهم من اكذب خلق الله على الاحياء والاموات و
اور مجاوروں اور گور پرستوں کی پاس ايسی بہت سی باتيں ہيں جنکا ذکر دراز ہی اور تمام خلقت سی يہ بڑی جھوٹی ہيں زندوں پر بہی اور مردوں پر بہی اور
النفوس مولعة بقضاء حوائجها وازالة ضروراتها لاسيما من كان مضطرا يتشبث بكل سبب وان كان
طبايع انسانی واسطی اداۓ حاجتوں کی اور دفع مضرت کی حريص ہوتی ہيں خاص کر گھبراہٹ ميں تو ہر چيز کا سہارا چاہتا ہی اگرچہ
فيه كراهة ما فاذا سمع احد ان قبر فلان ترياق مجرب يميل اليه فيذهب فيه ويدعو عنده بحرقة وذلة و
کيسا ہی مکروہ ہو جب کوئی سنتا ہی کہ فلانی کی قبر آزمودہ ترياق ہی تو اوسکی طرف متوجہ ہوگا پہر وہاں جاويگا اور اوسکو ذلت اور خواری اور
انكسار فيجيب الله تعالى دعوته لما قام بقلبه من الذلة والانكسار لا لاجل القبر فانه لو دعا كذلك في الحانة
انکسار سی پس اللہ تعالی اوسکی دعا قبول کر ليتا ہی کيونکہ اوسکی دل ميں خواری اور انکسار پہنچتا ہی کچھ قبر کی جہت سی نہيں قبول کرتا کيونکہ اگر يہ شخص اسی طور دکان
والحمام والسوق لاجابه فيظن الجاهل ان للقبر تاثيرا في اجابة تلك الدعوة ولا يعلم ان الله تعالى يجيب دعوة
يا حمام يا بازار ميں دعا کرتا تو بہی قبول کر ليتا پس جاہل آدمی خيال کرتا ہی کہ قبر ميں تاثير ہی واسطی قبوليت اس دعا کی اور يہ نہيں سمجھتا کہ اللہ تعالی بيقرار کی دعا
المضطر ولو كان كافرا فليس كل من اجاب الله تعالى دعاءه يكون راضيا عنه ولا محبا له ولا راضيا بفعله
قبول ہی کرتا ہی اگرچہ وہ کافر ہو يہ بات نہيں ہی کہ اللہ تعالی جسکی دعا قبول کرتا ہی اوس سی راضی ہی ہوتا ہی بلکہ نہ اوسکا دوست ہوتا ہی اور نہ اوسکی کام سی راضی ہوتا ہی
فانه يجيب دعاء البر والفاجر والمؤمن والكافر يسر الله تعالى من الدعاء والعمل ما يكون موافقا لرضاه
بيشک اللہ تعالی دعا قبول کرتا ہی نيک اور بدکار کی اور مؤمن اور کافر کی خدا تعالی ہمکو آسان کری ايسی دعا اور عمل جو اوسکی رضا کی موافق ہو
بلطفه وكرمه

المجلس الثامن عشر في اقسام البدع واحكامها

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اپنی لطف اور کرم سی — اٹھارويں مجلس — بدعتوں کی اقسام — اور اونکی احکام ميں — فرمايا رسول اللہ صلی اللہ عليہ وسلم نی
اما بعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد وشر الامور محدثاتها وكل محدث بدعة
پہر بعد حمد کی تحقيق تمام باتوں ميں اچھی کتاب اللہ کی ہی اور اچھی ہدايت ہدايت محمد کی اور کاموں ميں بدتر نو پيدا نکالی ہوئی يعنی بدعتيں اور ہر محدث بدعت ہی
وكل بدعة ضلالة هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه جابر وفي حديث آخر رواه عرباض بن سارية
اور ہر بدعت گمراہی ہی يہ حديث مصابيح کی صحيح حديثوں ميں ہی جابر کی روايت سی اور ايک اور حديث ميں عرباض بن ساريہ کی روايت سی ہی
انه عليه السلام قال من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء
کہ فرمايا پيغمبر صلی اللہ عليہ وسلم نی جو شخص جيتا رہيگا ميری بعد سو قريب ہی کہ ديکھيگا بہت اختلاف سو لازم پکڑو اپنی اوپر ميری سنت اور سنت خلفاء
الراشدين المهديين من بعدي تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات الامور فان كل محدثة
راشدين مہديين کی بعد ميری اوسکی سند کرو اور دانتوں سی مضبوط پکڑو اور بچاؤ اپنی تئيں نئی باتوں سی کيونکہ ہر محدثہ
بدعة وكل بدعة ضلالة والمراد بالبدعة المذكورة في هذين الحديثين البدعة السيئة التي ليس لها من
بدعت ہی اور ہر بدعت گمراہی ہی اور مراد بدعت سی جو ان دونو حديثوں ميں مذکور ہی بدعت سيئہ ہی جسکی اصل
الكتاب والسنة اصل وسند ظاهر او خفي ملفوظ او مستنبط لا البدعة الغير السيئة التي يكون على
اور سند کتاب اور سنت سی نہيں نکلتی نہ ظاہر نہ خفی نہ لفظوں سی يا مضمون سی سمجھی جاوی بدعت حسنہ مراد نہيں ہی جسکی

اصل وسند ظاهر او خفي فانها لا يكون ضلالة بل هي قد تكون مباحة كاستعمال المنخل والمواظبة
اصل اور سند ظاہر یا خفی نکلتی ہی کیونکہ ایسی بدعت گمراہی نہیں ہوتی بلکہ ایسی بدعت کبھی مباح ہوتی ہی جیسی استعمال چھلنی آٹی کا اور ہمیشہ پیٹ بھر کر
على اكل لب الحنطة والشبع منه وقد تكون مستحبة كبناء المنارة وتصنيف الكتب وقد تكون
روٹی گیہوں کی ہمیشہ کھانی اور کبھی مستحب ہوتی ہی جیسی منارہ کا تعمیر کرنا اور کتابیں تصنیف کرنی اور کبھی واجب ہوتی ہی
واجبة كنظم الدلائل لرد شبه الملاحدة والفرق الضالة لان البدعة لها معنيان احدهما لغوي
جیسی آراستہ کرنا دلایل کا واسطے دفع کرنی شبہات ملحدوں اور گمراہ فرقوں کی اسلئی کہ بدعت کی دو معنی ہیں ایک تو معنی لغوی عام ہیں
عام وهو المحدث مطلقا سواء كان من العادات او من العبادات والثاني شرعي خاص وهو الزيادة في
یعنی محدث مطلقا برابر ہی کہ عادات میں ہو یا عبادات میں ہو اور دوسری معنی شرعی خاص ہیں یعنی دین میں کچھ بڑھانا
الدين او النقصان منه بعد الصحابة بغير اذن من الشارع لا قولا ولا فعلا لا صريحا ولا اشارة
یا دین میں سی کچھ گھٹانا بعد عہد صحابہ کی بدون اجازت شرعی کی کہ نہ تو قولی ہو اور نہ فعلی اور نہ صریح اور نہ اشارہ
فانها في الحديثين وان كانت عامة تشتمل جميع المحدثات لكن عمومها ليس بحسب معناها اللغوي العام
پس بدعت دونو حدیثوں میں اگرچہ عام ہی اور شامل تمام محدثات کو پر عموم اور شمول باعتبار لغوی معنوں کی مقصود نہیں ہی
بل عمومها بحسب معناها الشرعي الخاص فلا تتناول العادات اصلا بل تقتصر على بعض الاعتقادات
بلکہ عموم باعتبار معنوں شرعی خاص کی مراد ہی پھر یہ عادات کو بالکل شامل نہیں ہی بلکہ اسمیں بعضی اعتقادات
وبعض صور العبادات لانه عليه السلام لم يبعث لتعليم امر الدنيا وانما بعث لتعليم امر الدين يدل عليه
اور بعضی صورتیں عبادات کی داخل ہیں کیونکہ نبی علیہ السلام واسطی تعلیم امر دنیا کی نہیں آئی وہ صرف واسطی تعلیم امر دین کی آئی ہیں اس حدیث سی
قوله عليه السلام انتم اعلم بامور دنياكم اذا امرتكم بشيء من امر دينكم فخذوا به ثم البدعة في الاعتقاد
سمجھا جاتا ہی کہ تم خوب جانتی ہو اپنی دنیا کی کاروبار جب میں تمکو دین کی بات بتایا کروں تو لیلیا کرو پھر بدعتیں اعتقاد کی
بعضها كفر وبعضها ليس بكفر لكنها اكبر من كل كبيرة حتى القتل والزنا وليس فوقها الا الكفر والبدعة في
بعضی کفر ہیں اور بعضی کفر نہیں ہیں مگر تمام کبایر سی سخت ہیں یہاں تک کہ قتل اور زنا سی بھی اور اوس سی زیادہ درجہ کفر کا ہی اور بدعت
العبادة وان كانت دونها لكن فعلها عصيان وضلال لا سيما اذا صادمت سنة موكدة واما البدع
عبادات میں اگرچہ اوس سی کمتر ہی پر اوسکا عمل کرنا نافرمانی اور گمراہی ہی خاص کر جب کہ سنت موکدہ کی مقابل ہو اور بدعت
في العادة فليس في فعلها عصيان وضلال بل ترك الاولى فتركها اولى اذا تقرر هذا فالمنارة عون
عادات کی اسکی کرنی میں کچھ نافرمانی اور گمراہی نہیں ہی بلکہ ترک اولی ہی سو اسکا بھی ترک اولی ہی جب یہ ٹھہر چکا تو منارہ سی مدد ہوتی ہی
لاعلام وقت الصلوة وتصنيف الكتب عون للتعليم والتبليغ ونظم الدلائل لرد شبهة الملاحدة
واسطی خبر دینی وقت نماز کی اور کتابوں کا تصنیف کرنا مددگار ہی واسطی تعلیم اور تبلیغ امر معروف کی اور آراستہ کرنا دلائل کا واسطی دفع شبہات ملحدوں
والفرق الضالة نهي عن المنكر وذب عن الدين فكل منها ماذون فيه بل مامور به لان البدعة الغير السيئة
اور گمراہ فرقوں کی باز رکھنا ہی منکر سی اور دفع کرنا ہی شبہات کا دین سی سو ہر ایک انمیں سی رخصت ہی بلکہ تعمیل کا حکم ہی اسلئی کہ بدعت حسنہ
ما لم يحتج اليه الاوائل ثم احتاج اليه الاواخر فراوه حسنا على سبيل الاجماع بلا خلاف ولا نزاع
وہ ہی کہ متقدمین کو اوسکی حاجت نہوی پھر متاخرین کی حاجت ہوئی اور سبکو بلا خلاف و نزاع پسند آ ی
وعند الاستقراء لا توجد تلك البدعة الغير السيئة في العبادات البدنية المحضة كالصوم والصلوة
و بعد تلاش کی بدعت حسنہ عبادات خالص بدنیہ میں نہیں پائی جاتی جیسی روزہ اور نماز

وقراءة القرآن واوظائف کل منها بل لا تکون البدعة فیها الا سیئة لان عدم وقوع الفعل فی الصدر الاول
اور تلاوت قرآن کی اور وظیفوں کی تمام عبادتوں بدنیہ سی بلکہ انہیں ہمیشہ بدعت سیئہ ہی ہوتی ہی اسلئی کہ نہونا کسی کام کا قرن اول مین
لیس الا لعدم الحاجة الیه او لوجود مانع منه او لعدم التنبه له او للتکاسل عنه او لکراهة وعدم مشروعیة
یا تو بسبب نہونی حاجت کی یا بسبب موجود ہونی مانع کی یا بسبب بی خبری کی یا ماری کاہلی کی یا بسبب کروہ اور ناجایز ہونی کی ہی
والاولان منتفیان فی العبادات البدنیة المحضة لان الحاجة الی التقرب الی الله تعالی بالعبادة لا تنقطع
دونو پہلی سبب تو عبادات خالص بدنیہ مین نہین ہوسکتی اسلئی کہ حاجت قربت الہی کی عبادت سی منقطع نہین ہوتی
وبعد ظهور الاسلام وغلبة اهله لم یکن منها مانع وکذا عدم التنبه لها والتکاسل عنها منتف ایضا
اور بعد ظاہر ہونی اسلام او غلبہ اہل اسلام کی اوس سی کوئی مانع نہین تہا اور ایسی ہی بی خبری اور کاہلی بہی نہین ہوسکتی
اذ لا یجوز ان یظن ذلک للنبی علیه السلام وجمیع اصحابه فلم یبق الا کونها بدعة مکروهة غیر مشروعة
اسواسطی کہ کہان جایز ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اونکی تمام اصحاب پر ایسا خیال کیا جاوی بہر سوا بدعت مکروہ اور ناجایز ہونی کی کوئی سبب
وهذا المعنی اراد عبد الله بن مسعود لما اخبر بالجماعة الذین کانوا یجلسون بعد المغرب وفیهم رجل
اور یہہ ہی غرض ہی عبد اللہ بن مسعود رض کی جب اونکو خبر ہوئی ایک جماعت کی جو بعد مغرب کی بیٹہا کرتی تہی اور انمین ایک شخص
یقول کبروا الله کذا وکذا وسبحوا الله کذا وکذا واحمدوا الله کذا وکذا فیفعلون فحضرهم فلما سمع
کہتا جاتا اللہ اکبر کہو اتنی اتنی بار اور سبحان اللہ کہو اتنی اتنی بار اور الحمد للہ کہو اتنی اتنی بار پس وہ لوگ کہتی جاتی سو عبد اللہ ابن مسعود اونکی پاس آئی سو
ما یقولون قام فقال انا عبد الله بن مسعود فوالله الذی لا اله غیره لقد جئتم ببدعة ظلماء او لقد
جو کہتی تہی کہڑی ہو کر کہا مین عبد اللہ بن مسعود ہون پس قسم ہی اللہ کی جو نہین معبود سوا اوسکی بیشک تم بدعت کرتی ہو نہایت سیاہ یا
فقتم علی اصحاب محمد علیه السلام علما یعنی ان ما جئتم به اما ان یکون بدعة ظلماء او انکم تدارکتم
تم فائق ہوگئی ہو محمد علیہ السلام کی اصحاب پر علم مین مراد اونکی یہہ ہی تم جو یہہ کرتی ہو یا تو یہہ بدعت تاریک ہی یا تمنی ایسی بات پیدا کی
علی الصحابة ما فاتهم لعدم تنبههم له او لتکاسلهم عنه فغلبتموهم من حیث العلم بطریق العبادة
جو صحابہ کی ہاتہہ نہ آئی اونکی بی خبری سی یا سستی سی طریق عبادت کی علم مین تم اونسی غالب ہوگئی
والثانی منتف فتعین الاول وهو کونه بدعة ظلماء وهکذا یقال بکل من اتی فی العبادة البدنیة المحضة
اور دوسری بات نہین ہوسکتی تو پہلی ہی بات یعنی بدعت سیاہ ہی مقرر رہی یہہ ہی جاری ہوسکتی ہی ہر ایک کی حق مین درباب عبادت خالص بدنیہ کی
بصفة لم تکن فی زمن الصحابة اذ لو کان وصف العبادة فی الفعل المبتدع یقتضی کونه بدعة حسنة
ایسی طور پر جو صحابہ کی وقت مین نہین تہا اسوسطی کہ اگر عبادت کا وصف افعال محدثہ کو بدعت حسنہ بنادیا کری
لما وجد فی العبادات ما هو بدعة مکروهة وقد وجد فیها البدعة المکروهة علی ما صرح العلماء
تو عبادات مین بدعت مکروہہ کبہی نہوا کرتی اور حال یہہ ہی کہ عبادات مین بدعت مکروہہ ہوتی ہی چنانچہ علماء نی
فی تصانیفهم مثل صلوة الرغائب والجماعة فیها ومثل التصلیة والترضیة والتامین فی اثناء الخطبة
اپنی تصانیف مین صاف کہا ہی جیسی نماز رغائب کی اور اوسمین جماعت اور جیسی صلی اللہ کہنا اور رضی اللہ کہنا اور آمین کہنا خطبہ پڑہنی مین
وانواع النغمات الواقعة فیها وفی الاذان وقراءة القرآن ومثل الجهر بالذکر امام الجنازة وقدام العروس
اور اقسام ترنم جو خطبہ مین اور آذان مین اور تلاوت قرآن مین کرتی ہین اور ذکر پکار کر جنازی کی آگی اور دلہن کی آگی
فی الطرقات وغیر ذلک من البدع المنکرة الواقعة فی العبادات ولیس لاحد ان یقول انها لیست من قبل
راستہ مین اور سوا اسکی اور کئی بدعتین جو عبادات مین ہوتی ہین اور کیا طاقت ہی کسیکی کہ کہی یہہ امور بدعات سیئہ

البدعة السیئة المکروهة بل هی من قبیل البدعة الحسنة المشروعة بدلیل کون بعض الاشیاء المحدثة

اور مکروہ نہیں ہیں بلکہ قسم بدعت حسنہ مشروع سی ہی اس دلیل سی کہ بعضی چیزین نواحداث

بعد الصحابة حسنا کبناء المدارس والربط والخانات ونحوها من انواع الخیرات التی لم تعهد فی عهد الصحابة

بعد قرن صحابہ کی حسن ہین جیسی مدرسی بنانی اور خانقاہ اور سرای اور مانند اسکی انواع خیرات کی جو صحابہ کی وقت مین اونکی رسم نہ تہی

اذ یقال له ما ثبت حسنه بالادلة الشرعیة الصحیحة فهو اما ان لا یکون بدعة فیبقی عموم العام فی

اسواسطی کہ جواب یہہ ہی جس کا حُسن دلائل شرعیہ صحیحہ سی ثابت ہو پس وہ یا تو اصلا بدعت نہیں ہی اب عام کا عموم

الحدیثین علی حاله او یکون مخصوصا من هذا العام والعام الذی خص منه البعض دلیل فیما عدا المخصوص

دونو حدیثون مین اپنی حال پر باقی ہی یا مخصوص ہوگا اس عام مین سی اور جو عام کہ اوس سی بعض فرد خاص ہو جاوی وہ دلیل ہوتا ہی بجز فرد مخصوص کی

فمن ادعی ثبوت حسن العبادة المحدثة وکونها مخصصة من هذا العام یحتاج الی دلیل یصلح ان یکون

اب جو شخص عبادات نواحداث کی حُسن کا دعوی کری اور اوسکو مخصوص بتادی اس عام مین سی تو حاجت ہوگی ایسی دلیل کی جو قابل

مخصصا لان عادة اکثر البلاد وقول کثیر من الزهاد والعباد لیس مما یصلح ان یکون معارضا

تخصیص کی ہووی اسواسطی کہ چلن اکثر شہرون کا اور اقوال زاہدون اور عابدون کی اس قابل نہین ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام سی معارض

لکلام الرسول علیه الصلوة والسلام وکذلك الدلیل المخصص هو الدلیل الشرعی من الکتاب و

ہوسکین اور ایسی ہی دلیل مخصص وہ دلیل ہوتی ہی جو موافق شرع کی اور ماخوذ کتاب اور

السنة والاجماع الذی هو مختص باهل الاجتهاد ومن لیس من اهل الاجتهاد من الزهاد والعباد فهو فی حکم

سنت اور اجماع سی ہو جو خاص اجتہاد والون سی ہو اور جو زاہد اور عابد کہ صاحب اجتہاد نہیں ہین وہ عوام لوگ ہین

العوام لا یعتد بکلامه الا ان یکون موافقا للاصول والکتب المعتبرة وهذه قاعدة دلت علیه السنة

داخل ہین اونکی بات کا اس باب مین اعتبار نہین ہاں اگر اونکی کلام اصول اور کتابوں معتبرہ سی مطابق ہو تو معتبر ہی اور یہہ وہ قاعدہ ہی کہ سنت

والاجماع مع ان فی کتب الله تعالی ما یدل علیها ایضا وهو انه تعالی قال ام لهم شرکاء شرعوا لهم من

اور اجماع سی ثابت ہی باوجودیکہ کتاب اللہ مین بہی اسطرف اشارہ ہی وہ یہہ آیت ہی فرمایا کیا اونکی اور شریک ہین جو راہ ڈالی تہی اونہون نی

الدین ما لم یاذن به الله فمن احدث شیئا یتقرب به الی الله تعالی من قول او فعل من غیر ان یشرع

اونکی واسطی دین کی جسکا حکم نہین دیا اللہ نی پہر جو کوئی نئی بات عبادت کی واسطی تقرب الہی کی پیدا کری قولی ہو یا فعلی بدون مقرر کرنی

الله تعالی فقد شرع فی الدین ما لم یاذن به الله تعالی فمن تبعه فقد اتخذه شریکا ومعبودا کما قال

اللہ تعالی کی تو اوسنی دین مین ایسا نیا طریق نکالا کہ جسکا اللہ تعالی نی حکم نہین دیا پہر جو اوسکا تابع ہوا اوسنی گویا شریک اور معبود بنا لیا چنانچہ

الله تعالی فی حق اهل الکتاب اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله فقال عدی بن حاتم

اللہ تعالی نی اہل کتاب کی حق مین کہا ہی ٹہرائی ہین اپنی عالم اور درویش خدا اللہ کو چہوڑکر پس عدی بن حاتم نی

للنبی علیه السلام ما عبدوهم فقال علیه السلام اطاعوهم فمن اطاع احدا فی دین لم یاذن به الله تعالی

نبی علیہ السلام سی عرض کیا اونہون نی عبادت تو نہین کی آپ نی فرمایا اونکی اطاعت کی اور جو شخص کسیکی اطاعت کری دینی امر مین بدون حکم اللہ تعالی کی

فقد عبده واتخذه ربا فعلم من هذا ان کل بدعة فی العبادات البدنیة المحضة لا تکون الا سیئة و

تو اوسنی گویا عبادت کی اور اوسکو اپنا رب مقرر کر لیا اس سی معلوم ہوا کل بدعتین عبادات بدنیہ خالص مین سیئہ ہی ہوتی ہی اور

ربما لا یفرق کثیر من الناس بین الحسنة والسیئة فیظنون ان کل ما استحسنه نفوسهم ومال الیه

بعضی وقت اکثر لوگ بدعت حسنہ اور سیئہ مین تمیز نہین کرتی وہ یہہ سمجہ لیتی ہین کہ جو بات دلکو پسند آوی اور طبیعت اوسکی طرف متوجہ ہو

طبعه

لطباعہم یکون حسنا فیعدون السیئة من الحسنة فقد خبطوا خبط الخبط عشواء لا یفرق بین الواضح

وہ ہی حسن ہی پھر وہ سیئہ کو بہی حسن تصور کرتی ہیں سو وہ رستہ بھلی جیسا کہ اونٹنی کہ اپنی چلنی میں مہلک رستہ

المہلکة والجادة المنجیة فی مشیہا والضابط فی ہذا ان یقال الناس لا یحدثون شیئا الا انہم یرونہ

اور صاف رستہ بچانی والا نہیں پہچانتی اور قاعدہ اسکا یہہ ہی کہ یوں کہیں کہ بنی آدم نئی بات نہیں کرتی جب تک اوسمین کچھ مصلحت

مصلحة اذ لو اعتقدوا فیہ مفسدة لم یحدثوہ فما راہ الناس مصلحة ینظر فی السبب فان کان

نہیں دیکھتی کیونکہ اگر اوسمین کچھ برائی سمجہیں تو کیوں پیدا کرتی پہر جس امر میں وہ لوگ مصلحت دیکھتی ہیں اوسکی باعث میں تامل کرنا چاہئی پس اگر وہ

السبب امر قد حدث بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فہ یجوز احداث ما تدعو الحاجة الیہ لنظم

سبب ایسا امر ہی کہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدا ہوا ہی تو اب حاجت کی موافق اوسکی اصلاح کی واسطی جو کری جایز ہی جیسی قایم کرنا

الدلائل فان السبب الداعی الیہ ظہور الفرق الضالة فانہم لما لم یظہروا فی عہدہ علیہ السلام

دلائل کا بیشک سبب باعث ان دلائل کا ظاہر ہونا گمراہ فرقوں کا ہی وہ گمراہ فرقی چونکہ نبی علیہ السلام کی زمانہ میں نہیں تہی

لم یحتج الیہ وان کان المقتضی لفعلہ موجودا فی عصرہ علیہ السلام لکن ترک لعارض زال بموتہ

تو دلائل کی بہی حاجت نہیں تہی اور اگر سبب مقتضی اوس امر کی احداث کا نبی علیہ السلام کی عہد میں موجود تہا مگر کسی عارضہ کی باعث متروک تہا کہ بعد عارضہ ...

فکذلک یجوز احداثہ کجمع القران فان المانع منہ فی حیاتہ علیہ السلام کون الوحی لا یزال ینزل

تو بہی ایسی امر کا احداث کرنا جایز ہی جیسی قران کا جمع کرنا کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ایام حیات میں بلا ناغہ وحی آتی تہی پہر اللہ تعالی

فیغیر اللہ تعالی ما یشاء فزال ذلک المانع بموتہ علیہ السلام واما ما کان المقتضی لفعلہ فی عہدہ علیہ السلام

جو چاہی تہا سو بدل دیتا تہا پہر بسبب موت حضرت کی یہہ مانع جاتا رہا اور جس امر کا مقتضی یعنی باعث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سامنی

موجودا من غیر وجود المانع منہ ومع ذلک لم یفعلہ علیہ السلام فاحداثہ تغییر لدین اللہ تعالی

موجود تہا اور مانع اوسکا نہیں تہا اور تو بہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی اوس امر کو نہیں کیا تو ایسی امر کا کرنا اللہ کی دین کو تغیر کرنا ہی

اذ لو کان فیہ مصلحة لفعلہ علیہ السلام او حث علیہ ولما لم یفعلہ علیہ السلام ولم یحث علیہ

اوسواسطی کہ اگر ایسی امر میں کچھ خوبی ہوتی تو بیشک اوسکو نبی علیہ السلام کرتی یا اوسپر رغبت دیتی اور چونکہ نہ تو اوسکو کیا اور نہ اوسپر رغبت دی

علم انہ لیس فیہ مصلحة بل ہو بدعة قبیحة سیئة مثالہ الاذان فی العیدین فانہ لما احدثہ

تو معلوم ہوا کہ اسمین کچھ خوبی نہیں ہی بلکہ وہ سراسر بدعت قبیحہ ہی جیسی عیدین میں اذان کا پڑہنا اس اذان کو جب

بعض السلاطین انکرہ العلماء وحکموا بکراہتہ فلو لم یکن کونہ بدعة دلیلا علی کراہتہ لقیل

بعضی سلاطین نی مقرر کی تو اوسپر علماء نی انکار کر کر اعتراض کیا اور مکروہ ٹہرا دیا پہر اگر وہ ہی اذان بدعت ہو کر کراہیت کی دلیل نہوتی تو البتہ کوئی جواب میں

ہذا ذکر اللہ تعالی ودعاء الخلق الی عبادة اللہ تعالی فیقاس علی اذان الجمعة او یدخل فی العمومات

کہتا کہ صاحب یہہ تو خدا کا ذکر ہی اور اوسکی خلقت کو عبادت کی واسطی بلاتی ہیں یہہ ایسی ہی جیسی جمعہ کی اذان یا داخل ہی تحت عام قاعدہ کی

التی من جملتہا قولہ تعالی وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وقولہ تعالی وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ

کہ انہیں میں سی یہہ آیت ہی اور یاد کرو اللہ کی یاد بہت اور اوس سی بہتر کسکی بات جسنی بلایا اللہ کی طرف

لکن لم یقولوا ذلک بل قالوا کما ان فعل ما فعلہ علیہ السلام کان سنة کذلک ترک ما ترکہ علیہ السلام

لیکن یہہ جواب کسینی نہیں دیا بلکہ یہی قایل ہوئی کہ جیسی عمل کرنا اوس کام کا جسکو پیغمبر علیہ السلام نی کیا سنت ہی ایسی ہی ترک کرنا بہی اوس کام کا جسکو پیغمبر صلی

مع وجود المقتضی وعدم المانع منہ کان سنة ایضا فانہ علیہ السلام لما امر بالاذان فی الجمعة

اللہ علیہ وسلم نی با وجود ہونی مقتضی اور نہونی کسی مانع کی ترک کیا سنت ہی بیشک پیغمبر علیہ السلام نی جب جمعہ کو اذان کا امر فرمایا

دون العيدين كان ترك الاذان فيهما سنة وليس لاحد ان يزيده ويقول هذا زيادة العمل الصالح
اور عيدين میں آنحضرت نے فرمایا تو عیدین میں اذان کا ترک کرنا سنت ہوا اور کسیکو طاقت نہیں کہ اسکو زیادہ کا قائل ہوکر یہہ کہوی یہہ عمل صالح کی افزائش ہی

لايضر زيادته اذ يقال له هكذا تغيرت اديان الرسل وتبدلت شرايعهم فان الزيادة في الدين
ایسی زیادتی کا کیا ڈر ہی اسواسطے کہ اسکا یہہ جواب ہی کہ اسیطرح رسولوں کی دین متغیر ہوگئی اور اونکی شریعتیں متبدل ہوگئیں بیشک دین میں اگر بڑہانا جایز ہوتا

لو جازت لجاز ان يصلي الفجر اربع ركعات والظهر ست ركعات ويقال هذا زيادة عمل صالح
تو البتہ جایز ہوتا کہ صبح کی فرض نماز میں چار رکعتیں ادا کیا کریں اور ظہر کی فرض میں چھہ رکعتیں پڑہا کریں اور کہا کریں یہہ عمل صالح کی زیادتی ہی

زيادته لكن ليس لاحد ان يقول ذلك لان ما يبديه المبتدع من المصلحة والفضيلة ان كان ثابتا
اسمیں کیا نقصان ہی لیکن یہہ بات کوئی نہیں کہہ سکتا اسواسطے کہ جس امر کو بدعتی نیک اور افضل جانتا ہی اگر وہ امر

في عصره عليه السلام ومع هذا لو يفعله عليه السلام فيكون تركه مثل هذا الفعل سنة مقدمة
پیغمبر علیہ السلام کی وقت میں ثابت تہا اور پہر بہی اوسکو نہیں کیا تو ایسی کام کا چہوڑنا ہی سنت ہی ہر عموم

على كل عموم وقياس فمن عمل به مع اعتقاده انه غير مشروع في الدين يكون فاسقا غير مبتدع وان
او قیاس سی سابق ہی پس جو شخص ایسی امر کو عمل میں لاوی دین کی اندر ناجایز اعتقاد کرکر تو وہ فاسق غیر مبتدع ہی اور اگر

عمل به مع اعتقاده انه مشروع في الدين يكون فاسقا ومبتدعا لان الفسق اعم من البدعة فكل
اوسکو عمل میں لاوی دین کی اندر جایز جان کر تو وہ فاسق اور بدعتی ہوگا اسواسطے کہ فسق بدعت سی عام ہی پس جو

بدعة فسق من غير عكس وكذلك قيل البدعة شر من الفسق فان من يفعل البدعة فهو ينقض
بدعت ہی وہ فسق بہی ہی بدون عکس کی یعنی بعضی فسق بدعت نہیں ہیں اور ایسی ہی کہتی ہیں کہ بدعت فسق سی بدتر ہی کیونکہ جو شخص بدعت کو عمل میں لاتا ہی تو وہ رسول

الرسول وان كان في زعمه انه يعظمه بالبدعة حيث يزعم انها خير من السنة واولى بالصواب
صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو نقص کرتا ہی اگرچہ اپنی گمان میں اوس بدعت سی تعظیم سمجہتا ہی کیونکہ اونکا قول ہی کہ یہہ امر سنت سی بہتر ہی اور صواب میں اولی ہی

فيكون منافيا لله ولرسوله لاستحسانه ما كرهه الشرع ونهى عنه وهو الاحداث في الدين وانه تعالى
پس وہ مقابلہ کرتا ہی اللہ اور اوسکی رسول کا اسواسطے کہ نیک جانتا ہی جسکو شرع نی مکروہ ٹہرایا اور اوس سی منع فرمایا اور یہہ ہی دین میں بدعت نکالنا اور بیشک اللہ تعالی

قد شرع لعباده من العبادات ما فيه كفاية لهم واكمل دينهم واتم عليهم نعمته كما اخبر به في كتابه الكريم
اپنی بندوں کی واسطی ایسی عبادات مقرر کرچکا ہی جسمیں اونکی لئی کفایت ہی اور دین کامل کرچکا اور اپنی نعمت پوری دی چکا چنانچہ اسکی خبر اپنی کتاب کریم میں

وقال اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي فالزيادة على الكمال نقصان واختلال
دی ہی فرمایا آج میں پورا دی چکا تمکو دین تمہارا اور پورا کیا میں تمپر احسان اپنا پس کامل کی اوپر اور بڑہانا ایسا نقصان اور خلل ہوتا ہی

بمنزلة الاصبع الزائدة وقد تقرر في الاصول ان حسن الافعال وقبحها عند اهل الحق انما يعرفا بالشرع
جیسی چہٹی اونگلی اور اصول میں ثابت ہو چکا ہی کہ اہل حق کی نزدیک بہلائی اور برائی صرف شرع سی معلوم ہوتی ہی

لا بالعقل فكل فعل امر به في الشرع فهو حسن وكل فعل نهى عنه في الشرع فهو قبيح وقال الامام الغزالي في
عقل سی نہیں معلوم ہوتی پس جس کام کا شرع نی حکم فرمایا ہی وہ ہی نیک ہی اور جس کام سی شرع میں منع کیا ہی وہ ہی برا ہی امام غزالی

كتاب الاربعين في اصول الدين اياك ان تتصرف بعقلك وتقول كل ما كان خيرا ونافعا فهو افضل
کتاب اربعین فی اصول الدین میں کہتی ہیں اس سی بچتی رہنا کہ تو عقل کی پیروی کرکر کہنی لگی جو امر خیر اور نفع رسان ہی وہ ہی افضل ہی

وكل ما كان اكثر كان انفع فان عقلك لا يهتدي الى اسرار الامور الالهية وانما يتعقلها قوة النبي عليه السلام
اور جو امر اکثر ہوتا ہی وہ نفع رسان ہوتا ہی کیونکہ تیری عقل نہیں جاسکتی ہی طرف بہید امور الہی کی اوس بہید کو صرف قوت نبی علیہ السلام کی دریافت کرسکتی ہی

فعليك

فعلیك بالاتباع فان خواص الامور لا تدرك بالقیاس او ما تری کیف ندبت الی الصلوة ونهیت عنها
تجھکو اتباع ہی لازم ہی بیشک خواص امور قیاس سی نہیں معلوم ہوتی دیکھتا نہیں کہ نماز کی باب میں کیسی ترغیب ہی باین ہمہ
فی جمیع النهار وامرت بترکها بعد الصبح والعصر وعند الطلوع والغروب والزوال وذلك ینتهی الی قدر
تمام ایام نہار میں ممانعت ہی اور تجھکو حکم ہی کہ نماز نہ پڑہنی کا بعد صبح اور عصر کی اور وقت طلوع اور غروب اور زوال آفتاب کی اور یہ سب ملکر تخمیناً
ثلث النهار وقال فی الاحیاء فکما ان العقول تقصر عن ادراك منافع الادویة مع ان التجربة سبیل
تہائی دن ہوتا ہی اور احیاء میں کہا ہی جیسی عقل قاصر ہی منفعت دواؤں کی دریافت کرنی سی باوجودیکہ اسمین تجربہکو دخل ہی
الیها کذلك تقصر عن ادراك ما ینفع فی الاخرة مع ان التجربة غیر متطرق الیها وانما یکون ذلك لو رجع
ایسی ہی عقل قاصر ہی دریافت کرنی اون امور کی سی جو آخرت میں نافع ہوں باوجودیکہ تجربہ کو ادہر کوئی راہ نہیں ہی یہ حال جب معلوم ہوسکتا ہی اگر
الینا بعض الاموات واخبرونا عن الاعمال المقربة الی الله تعالی والمبعدة عنه وذلك مما لا مطمع فیه
ہماری پاس کوئی مردہ چلا آوی اور ہمکو بتاوی کونسا عمل الله تعالی سی نزدیک کرتا ہی اور کونسا دور کرتا ہی سو یہ ہرگز نہیں ہوسکتا
وقال صاحب مجمع البحرین فی شرحه ان رجلا یوم العید فی الجبانة اراد ان یصلی قبل صلوة العید
صاحب مجمع البحرین نی اپنی شرح میں بیان کیا ہی ایک شخص نی عید کی دن مصلی میں ارادہ کیا کہ عید کی دوگانہ سی پہلی نماز پڑہی
فنهاه علی فقال الرجل یا امیر المؤمنین انی اعلم ان الله تعالی لا یعذب علی الصلوة فقال علی وانی اعلم ان
سو علی نی اسکو منع کیا اوس شخص نی کہا یا امیر المؤمنین میں خوب جانتا ہوں کہ الله تعالی نماز پڑہنی پر عذاب نہیں کریگا پہر علی نی فرمایا میں جانتا ہوں کہ
الله تعالی لا یثیب علی فعل حتی یفعله رسول الله علیه السلام او یحث علیه فیکون صلاتك عبثا
الله تعالی کسی عمل پر ثواب نہیں دیتا جبتک اوسکو رسول صلی الله علیه وسلم کرلیں یا اوسکا امر فرماویں اب تیری یہ نماز عبث ہی
والعبث حرام فلعله تعالی یعذبك به بمخالفتك لنبیه وقال صاحب الهدایة یکره ان یتنفل بعد
اور عبث حرام ہی پس شاید کہ اسکی بدلہ الله تعالی تجھکو عذاب دی بسبب مخالفت نبی علیه السلام کی اور صاحب ہدایہ کہتی ہیں مکروہ ہی نفلیں پڑہنی بعد
الفجر اکثر من رکعتی الفجر لانه علیه السلام لم یزد علیهما مع حرصه علی الصلوة فانظر کیف جعل عدم
طلوع صبح صادق کی سوا دو رکعت سنت فجر کی اسواسطی کہ نبی علیه السلام نی ان دو سی زیادہ نہیں پڑہیں باوجود محبوب ہونی نماز کی اب دیکھ نبی علیه السلام کی
فعله علیه السلام فی باب العبادات دلیلا علی الکراهة وقال ابن الهمام ما تردد من العبادات بین الواجب
نماز نہ پڑہنی کو باب عبادات میں کیسی دلیل کراہت کی ٹہرائی ہی ابن ہمام کہتا ہی جو عبادت کہ واجب
والبدعة یاتی به احتیاطا وما تردد بین البدعة والسنة یترکه لان ترك البدعة لازم واداء السنة
و بدعت کی بیچ میں مشکوک ہو تو اسکو احتیاطاً عمل میں لاوی اور جو عبادت بدعت اور سنت کی بیچ میں مشکوک ہو تو ترک کری اسواسطی کہ بدعت کا چہوڑنا
غیر لازم وفی الخلاصة مسئلة تدل علی ان البدعة اشد ضررا من ترك الواجب حیث قال اذا
لازم ہی اور سنت کا ادا کرنا ضروری نہیں اور خلاصہ میں ایک مسئلہ ہی جس سی معلوم ہوتا ہی کہ بدعت کا ترک واجب سی بہت ضرر ہی جس جگہ کہا ہی اگر
شك فی صلاته هل صلاها ام لا ان کان فی الوقت فعلیه ان یعیدها وان خرج الوقت ثم شك
شک واقع ہو نماز میں ایا ادا کی ہی یا نہیں اگر ابہی وقت باقی ہی تو اوسپر اعادہ ہی اور اگر وقت جاتا رہ پہر شک ہوا
لا شیء فیه ولو کان الشك فی صلوة العصر یقرأ فی الرکعة الاولی والثالثة ولا یقرأ فی الثانیة
تو اوسمیں کچھ نہیں اور اگر عصر کی نماز میں شک ہو تو اعادہ میں پہلی رکعت اور تیسری رکعت میں قرات ادا کری اور دوسری رکعت اور
الرابعة فتعین الاولیین للقراءة فی الفرض واجب وندائه بترکه حذرا عن احتمال وقوع النفل بعد العصر
چوتہی میں قرات نہ پڑہی پس پہلی دو رکعتوں کا معین کرنا واسطی قرات کی فرضوں میں واجب ہی سو حکم ہوا اوسکی ترک کا اس احتیاط کی لئی مبادا بعد عصر کی نفلین

وهو بدعة مكروهة وروي عن سفيان الثوري انه كان يقول البدعة احب الى ابليس من كل
کہ یہہ بدعت مکروہہ ہی اور سفیان ثوری سی روایت ہی کہ کہتی تہی کہ ابلیس کو بدعت تمام معاصی سی زیادہ تر محبوب ہی

المعاصي لان المعاصي يتاب عنها والبدعة لا يتاب عنها وسبب ذلك ان صاحب المعاصي يعلم
اسواسطی کہ معاصی سی تو توبہ ہو سکتی ہی اور بدعت سی توبہ نہیں ہوتی اسکا سبب یہہ ہی کہ معاصی کرنیوالا تو جانتا ہی

بكونه مرتكب المعاصي فيرجى له التوبة والاستغفار واما صاحب البدعة فيعتقد انه في طاعة وعبادة
کہ میں بڑا خطادار ہوں تو اوسی توبہ اور استغفار کی امید ہی اور بدعتی تو یہہ جانتا ہی کہ میں عبادت کرتا ہوں اور طاعت میں ہوں

فلا يتوب ولا يستغفر وهذا ما حكي عن ابليس انه قال قصمت ظهر بني ادم بالمعاصي والاوزار وقصموا
تو یہہ شخص نہ تو توبہ کریگا نہ استغفار اور ابلیس سی حکایت ہی کہ کہتا ہی میں پشت بنی آدم کی معاصی اور گنا ہوں سی توڑدی اور بنی آدم نی

ظهري بالتوبة والاستغفار فاحدثت لهم ذنوبا لا يستغفرون منها ولا يتوبون عنها وهي البدع
میری پشت توبہ اور استغفار سی توڑدی سو میں اونکی لئی ایسی گناہ نکالی ہیں کہ اوس سی نہ استغفار کریں اور نہ توبہ کریں اور وہ بدعتیں ہیں

في صورة العبادة فان قيل قد اعتاد كثير من الناس ان يستدلوا على عدم كراهة ما اعتادوه
عبادت کی لباس میں اگر کوئی کہی عادت ہی اکثر لوگوں کی کہ استدلال کرتی ہیں بدعات کی جواز پر جنکی عادت کرلی ہی

من البدعة بحديث شايع بينهم وهو ما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وما راه المسلمون
اس حدیث سی جو اونمیں مشہور ہی یہہ کہ جسکو مسلمان نیک جانیں تو وہ اللہ کی نزدیک بھی نیک ہی اور جسکو مسلمان

قبيحا فهو عند الله قبيح وهل يصح هذا الاستدلال منهم ام لا يصح فالجواب على ما ذكره بعض الفضلاء
برا جانیں سو وہ اللہ کی نزدیک بھی قبیح ہی آیا یہہ استدلال اونکا صحیح ہی یا صحیح نہیں پس اسکا جواب موافق بیان بعض فضلاء کی

ان هذا الاستدلال لا يصح والحديث حجة عليهم لا لهم لانه بعض حديث موقوف على ابن مسعود
یہہ ہی کہ یہہ استدلال صحیح نہیں ہی اور یہہ حدیث اونکی حق میں مضر ہی مفید نہیں کیونکہ یہہ ٹکڑا ایسی حدیث کا ہی جو موقوف ہی ابن مسعود پر

رواه احمد والبزار والطبراني والطيالسي وابو نعيم هكذا ان الله تعالى نظر في قلوب العباد فاختار
روایت کیا اسکو احمد اور بزار اور طبرانی اور طیالسی اور ابو نعیم نی اسطور پر کہ اللہ تعالی نی دیکھا اپنی بندوں کی دلوں کو پہر پسند کیا

محمدا فبعثه برسالته ثم نظر في قلوب العباد فاختار له اصحابا فجعلهم انصار دينه ووزراء نبيه
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سو بہیجا اوسکو اپنی رسالت پر پہر نظر کیا بندوں کی دلوں کو پہر پسند کی اونکی لئی اصحاب پہر اونکو مقرر کیا دین کی مددگار اور اپنی نبی کی وزیر

فما راه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن وما راه المسلمون قبيحا فهو عند الله قبيح ولا شك ان
پس جس چیز کو دیکہیں مومن اچھی حسن پس وہ اللہ کی نزدیک حسن ہی اور جو چیز دیکہیں اوسکو مسلمان قبیح پس وہ اللہ کی نزدیک قبیح ہی اور بیشک

اللام في المسلمين ليس لمطلق الجنس لان الحديث حينئذ يكون مخالفا لقوله عليه السلام ستفترق امتي
لام مسلمین کی لفظ میں مطلق جنس کی لئی نہیں ہی اسلئی کہ یہہ حدیث اب اس حدیث سی مخالف ہوجاوی گی قریب ہی کہ میری امت میں

على ثلث وسبعين فرقة كلهم في النار الا واحدة لان كلا من فرق الامة مسلم يرى مذهبه حسنا فيجب
تہتر فرقی ہوجاوینگی وہ سب دوزخی ہیں سوای ایک کی اسواسطی کہ تمام فرقی امت کی مسلم ہیں اور اپنی اپنی مذہب کو نیک جانتی ہیں اس سی یہہ لازم آتی

ان لا يكون فرقة منها في النار وكذا بعض المسلمين يرى شيئا حسنا وبعضهم يراه قبيحا فيلزم ان لا يتميز
کہ کوئی فرقہ بہی دوزخی نہو اور ایسی ہی بعضی مسلمان ایک بات کو نیک جانتی ہیں اور بعضی اوسکو قبیح جانتی ہیں اب یہہ لازم آتا ہی کہ

الحسن والقبيح بل هو لام العهد والمعهود ما ذكر في قوله فاختار له اصحابا فيكون المراد بالمسلمين
مستحسن اور قبیح میں تمیز نرہی بلکہ وہ لام یا تو واسطی عہد کی ہی اور معہود وہ لوگ ہیں جو اس قول میں مذکور ہیں پسند کئی واسطی اوسکی اصحاب اب مراد مسلمین سی

وروي عن سفيان الثوري انه كان يقول البدعة احب الى ابليس من كل المعاصي لان المعاصي يتاب عنها والبدعة لا يتاب عنها وسبب ذلك ان

الصحابة فقط او للاستغراق خصائص الجنس فیراد بالمسلمین اهل الاجتهاد الذین هم الکاملون فی صفة
صحابہ ہیں فقط یا لام واسطے استغراق خصائص جنس کی ہی پھر مراد مسلمین کی اجتہاد والی علماء ہیں جو صفت اسلام بیچ کامل ہیں
الاسلام صرفا للمطلق الی الکامل لان المطلق عند عدم القرینة ینصرف الی الفرد الکامل وهو المجتهد
واسطے صرف مطلق کی طرف کامل کی اسلئے کہ جب مطلق قرینہ سے خالی ہوتا ہی تو اوسکو فرد کامل کی طرف لیجاتی ہیں اور فرد کامل مجتہد ہی
فیکون المعنی ما راٰه الصحابة او اهل الاجتهاد حسنا فهو عند الله حسن وما راٰه الصحابة او اهل الاجتهاد
اب یہہ معنی ہوئی جسبات کو صحابہ یا علماء مجتہد حسن جانی سو وہ اللہ کی نزدیک حسن ہی اور جس بات کو صحابہ یا علماء مجتہد
قبیحا فهو عند الله قبیح ویجوز ان یکون للاستغراق الحقیقی فیکون المعنی ما راٰه جمیع المسلمین حسنا
قبیح سمجہیں سو وہ اللہ کی نزدیک قبیح ہی اور وہ لام استغراق حقیقی کا بہی ہوسکتا ہی اب یہہ معنی ہونگی جس بات کو تمام مسلمان حسن جانی
فهو عند الله حسن وما راٰه جمیع المسلمین قبیحا فهو عند الله قبیح وما اختلف فیه فالعبرة للقرون
سو وہ اللہ کی نزدیک حسن ہی اور جس بات کو تمام مسلمان قبیح جانی سو وہ اللہ کی نزدیک قبیح ہی اور جس بات میں اختلاف پڑی پہر اعتبار قرون ثلثہ کا
المشهود لهم بالخیر لا للقرون المشهود لهم بالکذب وعدم الاعتماد فی قوله علیه السلام خیر القرون قرنی
جسکی حق میں شہادت خیر کی ہی باقی قرنوں کا اعتبار نہوگا جنکی حق میں شہادت کذب اور بی اعتباری کی ہی اس حدیث میں سب قرنوں میں بہتر میرا قرن ہی
الذی بعثت فیهم ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم یفشو الکذب فلا تعتمدوا اقوالهم وافعالهم ولا ریب
جسمیں میں مبعوث ہوا ہوں پہر جو اسی متصل ہیں پہر جو اس سی متصل ہیں پہر ان کی بعد کذب پہیل جاویگا پہر تم اونکی اقوال کا اعتماد نہ کرنا افعال کا اور بی شک
ان الصحابة والتابعین والائمة المجتهدین کانوا یرون ما جاوز قدر الضرورة من البدع قبیحا فهو عند الله
صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین جانتی تہی کہ جو بدعت قدر ضرورت سی بڑہ جاوی وہ قبیح ہی پس وہ اسکی نزدیک بہی
قبیح ومثل قوله علیه السلام لا تجتمع امتی علی الضلالة فان المراد بالامة فی هذا الحدیث اهل الاجماع
قبیح ہی اور جیسی یہہ حدیث نہیں متفق ہوگی میری امت گمراہی پر بیشک مراد امت سی اس حدیث میں وہ اہل اجماع ہیں
الذی هو بکل مجتهد لیس فیه فسق ولا بدعة اصلا لان الفسق یورث التهمة ویسقط العدالة وصاحب
جنمیں ہر ایک ایسا مجتہد ملا ہو کہ اصلا اوسمیں نہ فسق ہو نہ بدعت اسواسطی کہ فسق سی تہمت پیدا ہوتی ہی اور عدالت جاتی رہتی ہی اور
البدعة یدعو الناس الی البدعة ولا یکون من الامة علی الاطلاق لان المراد بالامة المطلقة اهل
بدعتی لوگوں کو بدعت کی طرف بلاتا ہی اور مطلق امت مراد نہیں ہی اسواسطی کہ امت مطلقہ سی مراد اہل
السنة والجماعة وهم الذین طریقتهم طریق النبی علیه السلام واصحابه دون اهل البدع والضلال
سنت والجماعت ہیں وہ وہ لوگ ہیں جنکا طریقہ بعینہ طریقہ نبی علیہ السلام اور صحابہ کا ہی اہل بدعت اور اہل ضلال لا نہیں ہیں
کما قال النبی علیه السلام امتی من استن بسنتی ویصح ان یراد بامتی جمیع الامة بناء علی ان الاضافة
چنانچہ نبی علیہ السلام فرماتی ہیں میری امت وہ ہی جو طریقہ پکڑی میری سنت کو اور ہوسکتا ہی کہ امت سی تمام امت مراد ہو اسواسطی کہ اضافت
کاللام قد تکون للاستغراق فیکون المعنی لا یجتمع جمیع امتی فی زمان من الازمنة علی الضلالة کما
مانند لام کی کبہی واسطی استغراق کی ہوتی ہی اب یہہ معنی ہوجاوینگی نہیں متفق ہوگی میری تمام امت کبہی کسی زمانہ میں گمراہی پر جیسی
اذا اجتمع الیهود والنصاری بعد نبیهم علی الضلالة فیکون هذا الحدیث موافقا لقوله علیه السلام
یہود اور نصاری اپنی اپنی نبی کی بعد گمراہی پر متفق ہوگئی ہیں پس یہہ حدیث موافق ہوگی اس حدیث سی
لا یزال طائفة من امتی قائمین بامر الله لا یضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتی یاتی امر الله اذا تقرر
ہمیشہ رہیگی ایک گروہ میری امت کی قایم اوپر امر الہی کی نہ ضرر دیگا اونکو جو قطع کری اونکو اور نہ جو اونسی مخالف ہو یہاں تک کہ آجاوی گی قیامت جب یہہ ٹہر چکا

هذا فالواجب على كل مسلم في هذا الزمان ان يحذر من الاغترار والميل الى شئ من البدع والمحدثات
تو اس زمانہ مین ہر ہر مسلمان پر واجب ہی کہ پرہیز کرتا رہی فریب مین آنی اور توجہ سی طرف کسی بدعت اور محدثات کی

ويصون دينه عن العوايد التي استانس بها وتربى عليها فانها سم قاتل قل من سلم من آفاتها و
اور عواید سی اپنی دین کو بچاوی جن سی انس رکہتا ہی اور اونمین پرورش پائی ہی کیونکہ یہہ زہر قاتل ہی اسکی آفت سی آدمی کم بچتا ہی اور

ظهر له الحق معها الا ترى ان قريشا لاجل العوايد التي الفتها نفوسهم انكروا على النبي صلى الله عليه وسلم
اسمین اوسکو حق کم ظاہر ہوتا ہی کیا معلوم نہین کہ قریش نی فواید ہی کی مار جسمین اونکی دل لگی ہوئی تہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احکام سی انکار کیا

ما جاء به من الهدى والبيان وكان ذلك سببا لكفرهم وطغيانهم حتى قالوا في حقه عليه السلام
کہ جو سراسر ہدایت اور بیان تہی اسیی سبب سی وہ کافر ہوی اور طاغی ٹہری یہان تک کہ نبی علیہ السلام کی حق مین کہا سو کہا

ما قالوا بسبب ما تربوا عليه وتنشؤا فيه ولذلك كان ابن مسعود يقول اياكم وما يحدث من البدع
واسطی اوس امر کی جسمین پرورش پائی تہی اور جوان ہوئی تہی اسی لئی ابن مسعود کہا کرتی تہی بچو تو احداث مبدعات سی

فان الدين لا يذهب من القلوب بمرة ولكن الشيطان يحدث لكم بدعا حتى يذهب الايمان
کیونکہ دین دلون کی اندر سی ایک ہی دفعہ نہین جاتا رہیگا لیکن شیطان تمہاری لئی بدعتین پیدا کریگا یہان تک کہ ایمان

من قلوبكم فعلى هذا ينبغي للمؤمن ان لا يغتر ويستدل بقوة تصميمه على شئ وكثرة عبادته به انه
تمہاری دلونسی نکال دیگا اس بیان کی موافق مومن کو لازم ہی کہ [illegible] نہ ہو کہ استدلال کرنی لگی قوت تصمیم سی کسی چیز پر اور کثرت عبادت سی کہ

على الحق فان تصميمه عليه وعدم رجوعه عنه ولو نشر بالمناشير لا يدل على كونه على الحق في دينه
مین حق پر ہون کیونکہ اوسکی تصمیم اور [illegible] اوس چیز سی اگرچہ دفتر ونجیح لکب جاوی بر دین کی حقیت پر دلالت نہین کرتا

لان جزمه وتصميمه عليه ليس من حيث كونه حقا بل من حيث نشأته بين قوم يدينون به و
اسواسطی کہ اسکا جزم اور تصمیم اوس چیز پر حقیقت کی جہت سی نہین ہی بلکہ اس جہت سی کہ وہ ایسی قوم مین پیدا ہوا ہی کہ اوسکو دین سی جانتی ہین اور

للنشأة والمخالطة اثر عظيم في تصميم شئ حقا كان او باطلا الا ترى ان مثل هذا التصميم يوجد
[illegible] اوسکو اشیاء کی حقیقت اور ابطال مین بڑا اثر ہوتا ہی کیا معلوم نہین کہ ایسی تصمیم ہم

عامة من ذوي الجهل المركب كاليهود والنصارى ومن في معناهم فالحذر الحذر من هذا السم القاتل
جہل مرکب [illegible] جیسی یہود اور نصاری اور جو لوگ انکی معنی کی ہین بس بچو بچو اور زہر قاتل سی

وكن ماثلا الى الحق مستيقظا لخدعة مجتنبا للابتداع وترك الاتباع فان الاتباع افضل عمل يعمله
اور [illegible] حق کی [illegible] واسطی خلاصی اپنی جان کی اتباع کی فیض اور بدعت کی چہوڑنی سی بیشک اتباع سنت آدمی کی واسطی

المرء في شدة [illegible] شيوع العمل على خلاف السنة منذ زمان طويل فلا بد لك ان تكون شديد التوقي
[illegible] اسواسطی کہ مدت دراز سی عمل بدعت برخلاف سنت پہیل رہا ہی سو تجہکو ضرور ہی کہ بدعات اور محدثات امور سی بہت ہی

من [illegible] وان اتفق عليه الجمهور فلا يغرنك اتفاقهم على ما احدث بعد الصحابة بل ينبغي
بچتا رہی اگرچہ اوس بدعت پر بہت خلقت نی اتفاق کیا سو سوادِ کی اتفاق سی بدعات پر جو بعد صحابہ کی نکلی ہین فریب نہ کہانا بلکہ تجہکو

[illegible] التفتيش عن احوالهم واعمالهم فان اعلم الناس واقربهم الى الله تعالى اشبههم بهم
[illegible] کیونکہ سب سی بڑا اعلم اور مقرب الہی وہ سی ہی جو انسی بہلیہ مشابہت رکہتا ہی

[illegible] الاصول في نقل التشريع عن صاحب الشرع وقد جاء في الحديث
[illegible] شریعت کی نقل مین صاحب شرع سی اور حدیث مین آیا ہی

اذا اختلف الناس فعليكم بالسواد الاعظم والمراد به لزوم الحق واتباعه وان كان المتمسك به قليلا والمخا
کہ جب آدمیوں میں اختلاف پڑے تو لازم پکڑو انبوہ کثیر کو اوراس سی مراد لازم کر لینا حق کا اور اتباع اوسکا ہی اگرچہ متمسک بہ قلیل ہو اور مخالف

لف له كثيرا لان الحق ما كان عليه الجماعة الاولى وهم الصحابة ولا عبرة الى كثرة الباطل بعدهم وقد قال فضيل بن
کثیر ہوں اسواسطی کہ حق وہ ہی جسپر پہلی جماعت یعنی صحابہ ہوں اور بعد صحابہ کی انبوہ باطل کا کچھ اعتبار نہیں ہی اور فضیل ابن عیاض نی

عياض ما معناه الزم طرق الهدى ولا يضرك قلة السالكين واياك وطرق الضلالة ولا تغتر بكثرة الهالكين وقال
یہہ مضمون بیان کیا ہی اختیار کر طریقہ ہدایت کا اور تجھکو کچھ نقصان نہیں ہی کم ہونا سالکین کی اور بچتا رہ گمراہی کی رستی سی اور فریب میں مت آنا ہلاک ہونیوالوں کی کثرت سی اور

بعض السلف اذا وافقت الشريعة ولاحظت الحقيقة فلا تبال وان خالف رايك جميع الخليقة وقال ابن
بعض متقدمین نی کہا ہی اگر تو شریعت کی موافق ہی اور حقیقت کو دیکھ چکا تو پھر کچھ پرواہ نہیں ہی اگرچہ تیری رائی کا تمام عالم مخالف ہو اور ابن مسعود نی

مسعود انتم في زمان خيركم المسارع في الامور وسياتي زمان بعدكم خيرهم فيه المثبت المتوقف لكثرة
کہا ہی تم ایسی زمانہ میں ہو کہ تم میں بہتر وہ ہی جو جلدی کری کاموں میں اور تمہاری بعد زمانہ آتا ہی اوس زمانہ میں بہتر سب سی ثابت رہنی والا توقف کرنیوالا ہی بسبب کثرت

الشبهات قال الامام الغزالي ولقد صدق لان من لو بقي في هذا الزمان ووافق الجماهير فيما هم فيه وخاض
شبہات کی امام غزالی کہتی ہیں البتہ سچ کہا ہی اسواسطی کہ جو اس زمانہ میں قایم رہا اور انبوہ کی ساتھ ہوگیا جسمیں وہ لگی ہوئی تہی اور انکی ہی

فيما خاضوا فيه يهلك كما هلكوا فان اصل الدين وعمدته وقوامه ليس بكثرة العبادة والتلاوة و
باتوں میں بنائی لگا تو ہلاک ہوگا جیسی وہ ہلاک ہوئی کیونکہ دین کا اصل اور خوبی اور درستی عبادت اور تلاوت کی کثرت سی اور

المجاهدة بالجوع وغيره وانما هو باحترازه من الآفات والعاهات التي تاتي عليه من البدع والمحدثات
بہوک کی مشقت اور علاوہ اوسکی سی نہیں ہی مگر دین کی خوبی آفات اور صدمات سی بچانی میں ہی جو اوسپر بدعتین اور نئی نئی مقدمات گذرتی ہی

فانها لكثرتها وشيوعها صارت كانها من شعائر الدين ومن الامور المفروضة علينا فياليتنا
البتہ یہہ بدعتیں اس کثرت سی پھیلی ہیں کہ گویا دین کا نشانہ اور نشان ہوگئیں بالیسی کہ گویا ہمارے اوپر فرض ہیں کاشکی ہم

كنا نباشرها على انها بدعة اذ لو كان كذلك لرجي من التوبة والاستغفار ولكنا اخذناها طاعة
یہہ بدعات بدعت ہی جان کر عمل میں لاتی اگر ایسا ہوتا تو البتہ کبھی توبہ اور استغفار کی امید ہوتی پر ہمنی تو بدعات کو طاعت

وعبادة وجعلناها دينا لنا مقتفين في ذلك آثار من سهى او غلط او غفل من بعض من تقدمنا
اور عبادت اور اپنا دین بنا لیا ہی اسی میں ہمنی پیروی متقدمین میں سی اون لوگوں کی کی ہی جنہوں نی سہو کیا یا غلطی کہائی یا غفلت کی

وجعلناه قدوة في ديننا فاذا جاء احد وانكر علينا ما ارتكبناه من تلك الامور فان كان ممن له توقير
اور ہمنی اونکو اپنی دین کا پیشوا ٹہرالیا اب اگر کوئی آکر ہمپر ان بدعات کی کرنی پر اعتراض کری یا برا بتاوی پہر اگر وہ معترض ایسا ہی کہ جسکی ہمارے دلمیں

في قلوبنا نقول له هذا جائز ذهب الى جوازه فلان وتذكر له بعض من تقدمنا ممن سهى او غلط
عزت ہی تو اوسکو یہہ جواب دینگی صاحب یہہ تو جایز ہی فلانا شخص اسکی جواز کا قائل ہوا ہی اور اوسی کا نام لیہ دینگی جو ہم سی پہلی سہو کر چکا ہی یا غلطی کہا چکا ہی

او غفل وان كان ممن لا توقير له في قلوبنا نسمعه ما لا يظنه ولا يخطر بباله كل ذلك بسبب الجهل
یا غفلت کی ہی اور اگر وہ معترض ایسا ہی کہ ہمارے دلمیں اوسکی عزت نہیں تو ہم سی وہ دہتکار سنیگا کہ نہ اوسکی گمان میں تہی نہ دلمیں خیال تہا یہہ سب بسبب ہماری جہل

المركب فينا لانا لو رأينا على انفسنا على ما هي عليه من الجهل لقبلنا جواب من ارشدنا الى الحق وما قلنا
مرکب ہونی کی ہی اسواسطی کہ ہم اگر اپنی جہل مرکب ہونی کو جانتی سو البتہ ہم جواب اوس شخص کا جسنی ہمکو راہ حق بتلایا مان لیتی اور اوس شخص کی بات کو

من سهى او غلط او غفل حجة في ديننا اذ لا يجوز ان يقلد الانسان في دينه الا من هو معصوم وهو صاحب الشريعة
جسنی سہو کیا یا غلطی کہائی یا غفلت کی اپنی دین میں حجت نہ لیتی اسواسطی کہ جایز نہیں کہ آدمی اپنی دین میں مقلد ہو سوای معصوم کی کہ وہ صاحب شریعت کا ہی

اومن شهد له صاحب الشريعة بالخير وهم القرون الثلثة الذين اقتضت حكمة الشارع ان
یا جسکی حق مین صاحب شریعت نی شہادت خیر کی دی ہو اور وہ تینون قرن ہین جنہین سی موافق اقتضا حکمت شارع کی
يختص كل قرن منهم بفضيلة فالقرن الاول خصهم الله بمزية لا سبيل لاحد ان يلحقهم فيها فانه
ہر ہر قرن ایک ایک فضیلت سی مخصوص ہی پس قرن اول کو اللہ تعالی نی خاص کیا ہی ایسی فضیلت سی کہ اونمین کوئی اونکی برابری نہین کرسکتا کیونکہ اللہ
تعالى خصهم لرؤية نبيه وبمشاهدة نزول القران عليه والهمهم حفظه حتى لا يكون حرف واحد منه
تعالی نی انکو خاص کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سی اور نزول قرآن کی مشاہدہ سی اور انکو الہام کیا قرآن کی حفاظت کا یہان تک کہ اوسمین سی ایک حرف
ضايعا فجمعوه ويسروه لمن بعده فحفظوا احاديث نبيهم في صدورهم واثبتوها على ما ينبغي فحصل لهم
ضایع نہین ہوا اور اوسکو جمع کرکر پچھلون پر آسان کیا پہر یاد کیا فرمودہ اپنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی دلون مین اور ثابت رکہا جیسا کہ باید وشاید سو اونکی واسطی
في اقامة هذا الدين حظ كثير لا يمكن الاحاطة به ولا يصل احد اليه فجزاهم الله تعالى عن امة نبيهم
اس دین کی قایم رکہنی مین بڑا ہی ثواب حاصل ہوا کہ احاطہ سی باہر ہی اور کوئی اونکی مرتبہ کو نہین پا سکتا اونکو اللہ تعالی امت نبی علیہ السلام کی طرف سی
خير جزاء ثم عقبهم التابعون فجمعوا ما كان من الاحاديث ومسائل الدين متفرقا ونقلوا الاحكام
اچھی جزا عنایت کری پہر اونکی بعد تابعین پیدا ہوئی اونہون نی تمام حدیثین اور دینی مسائل متفرقہ جمع کی اور احکام دین
والتفسير من الصحابة حتى كان احدهم يرتحل في طلب الحديث الواحد والمسئلة الواحدة مسيرة
اور تفسیر صحابہ سی روایت کی یہان تک کہ بعضا واسطی تلاش ایک حدیث اور ایک مسئلہ کی
شهر او شهرين وضبطوا امر الشريعة اتم ضبط فحصل لهم في اقامة هذا الدين ايضا فضل كثير ثم عقبهم
ایک ایک دو دو مہینی کا سفر کرتا تہا اور احکام شریعت کو خوب ہی ضبط کیا انکو بہی دین کی قایم کرنی مین بڑی فضیلت حاصل ہوئی پہر اونکی بعد
تابعو التابعين الذين ظهر فيهم الفقهاء المرجوع اليهم في النوازل فوجدوا القران مجموعا ميسرا و
تابعیون کی تابع پیدا ہوئی جنمین فقہاء ظاہر ہوئی جنکی سامنی حوادثات پیش کی جاوین انکو قرآن جمع کیا ہوا آسانی سی ہاتہ آیا اور
وجدوا الاحاديث قد احرزت وضبطت فتفقهوا في القران والاحاديث على مقتضى قواعد
احادیث جمع اور ضبط کی ہوئی پائین سو اونہون نی احکام موافق اقتضاء قواعد شریعت کی قرآن اور احادیث سی
الشريعة واستنبطوا منهما احكاما على مقتضى الاصول وعينوا وجوه الدلالات ويسروها على الناس
استنباط کئی اور اصول کی موافق بہت احکام نکالی اور دلالت کی طریقی مقرر کئی اور اوسکو اور لوگون پر آسان کردیا
وانتظم الحال واستقر دين الامة المحمدية بسببهم فحصل لهم في اقامة هذا الدين خصوصية
اور انکی سبب سی حال منتظم اور دین امت محمدی کا درست ہوگیا ان صاحبون کو بہی اس دین کی قامت سی ایک خصوصیت حاصل ہوئی
ايضا فلما مضوا لسبيلهم اتى من بعدهم فلم يجدوا وظيفة يقوم بها بل وجد الامر على اكمل الحالات
جب یہہ لوگ بہی گذر چکی تو اونکی بعد کی خلقت پیدا ہوئی تو اونکو ایسا کوئی وظیفہ نہ ملا جسکی درستی مین لگین بلکہ انکو دین کامل تر حالات پر ملا
فلم يبق له الا ان يحفظ ما استنبطوه ويبينوه ولا يحصل له خير الا باتباعهم وتقليدهم وبقائه في
اونکا اتنا ہی کار رہی کہ جو پہلی لوگ جو احکام وغیرہ نکال گئی ہین وسکو یاد اور محفوظ رکہین انکی حق مین بہتر یہی ہی کہ اونکی رستہ پر چلین اور انکی مقلد اور اونکی
ميزانهم فان ظهر لهم فقه غير فقههم فهو مردود عليه الا ان يكون مما لم يقع بيانه في زمانهم لا بالفعل و
وضع پر قایم رہین اگر کوئی حکم اونکی احکام کی مخالف ظاہر کرین تو سب مردود ہی ہان اگر ایسی حادثہ کا ہو کہ جسکا بیان اونکی زمانہ مین نہین ہوا نہ فعل سی اور
لا بالقول فينبغي له ان ينظر فيه على مقتضى قواعدهم في الاحكام الثابت عنهم فاذا كان على مقتضى
نہ قول سی اب یہ چاہئی کہ اوس حکم مین اونکی قواعد کی موافق جو احکام مین ثابت کرگئی ہین غور اور تامل کرین پہر اگر وہ حکم اونکی

اصولهم

اصولهم يقبل عنه والا فلا لان كل من اتى بعدهم يقول فى بدعة انها مستحبة ثم ياتى على ذلك بدليل

قاعدہ اور اصل کی موافق ہو تو مقبول اور معتبر ہی اور نہیں تو نہیں اسواسطی جو اونکی بعد پیدا ہوتا گیا ہی بدعت کو مستحسن کہتا رہا ہی پہر اوسپر ایک دلیل لاوینگی

خارج عن اصولهم فذلك غير مقبول منه لان التقليد والاقتداء بالغير بمجرد حسن الظن انما يجوز

اصولوں سی مخالف قایم کر دیتا ہی سو یہ دلیل اونکی مقبول نہیں ہی اسواسطی کہ تقلید اور پیروی غیر کی صرف نیک گمان سی

لمن كان مجتهدا عدلا لا لمن كان مقلدا لكن لما انقطع الاجتهاد منذ زمان طويل انحصر طريق

مجتہد عادل ہی کی جایز ہی مقلد کی جایز نہیں ہی لیکن چونکہ اجتہاد ایک مدت درازسی نہیں ہی تو طریقہ

معرفة مذهب المجتهد فى نقل كتاب معتبر متداول بين العلماء لمن كان قادرا على استخراجه

مجتہد کی مذہب دریافت کرنیکا بواسطہ نقل معتبر کتاب کی ہی جو علماء مین مستعمل ہوتی رہی ہو ایسی کی نئی جو اوسکی استخراج پر قادر ہو

او اخبار عدل موثوق به فى علمه وعمله لمن لم يكن قادرا على استخراجه فلا يجوز العمل بكل كتاب

یا بواسطہ بیان عادل کی ہی جسکی علم اور عمل پر اعتماد ہو یہ ایسی کی واسطی جو قدرت استخراج کی نرکہتا ہو سو ہر کتاب پر عمل جایز نہیں ہی

اذ ظهر فى هذا الزمان كتب جمعها ضعفاء الرجال من غير معرفة بحقيقة الحال ولا بقول كل عالم

اسلئی کہ اس زمانہ مین بہت کتابین ایسی ہین کہ جو ضعیف لوگون نی بدون دریافت حقیقت حال کی جمع کین ہین اور نہ ہر عالم کی کہنی پر عمل جایز ہی

اذ غلب الفسق فى الناس بعد القرون الثلثة فالمستور فى حكم الفاسق فلابد من العدالة المرجحة

اسواسطی کہ بعد قرون ثلثہ کی لوگون مین فسق غالب ہوگیا ہی پس مرد مستور الحال بہی فاسق کی مثال ہی پس ضروری ہی کہ عدالت صدق کو غالب کرنیوالی

لجانب الصدق ثم ههنا قاعدة مقررة لابد من معرفتها وهى ان المسئلة الفقهية اذا نقلت

موجود ہو پہر یہان ایک قاعدہ ٹہرا ہوا ہی اوسکا دریافت کرنا ضروری ہی وہ یہ ہی کہ کوئی مسئلہ فقہی اگر نقل کیا جاوی

ينبغى ان ينظر فيها فان كان ماخذها معلوما مشهورا من الكتاب والسنة والاجماع فلا نزاع

تو اوسمین نظر کرنی چاہئی پہر اگر ہو اوسکا اصل اور ماخذ معلوم اور مشہور ہو کتاب اور سنت اور اجماع سی تو اوسمین کسیکو

فيها لاحد وان لم يكن ماخذها معلوما بل كانت اجتهادية فان كان ناقلها مجتهدا يلزم على من

کچہ خلاف نہیں ہی اور اگر اوسکا ماخذ معلوم نہیں ہی مگر وہ مسئلہ اجتہادی ہو پہر اگر اوسکا ناقل مجتہد ہی تو مقلد پر لازم ہی

كان مقلدا ان يتبعه ولا يلزم عليه ان يطلب منه دليلا لان كلام المجتهد دليل له وان لم يكن

کہ اوسکا اتباع کری اور دلیل طلب کرنی لازم نہیں ہی اسلئی کہ مجتہد کا قول ہی اوسکی دلیل ہی اور اگر

ناقلها مجتهدا بل كان مقلدا فان نقلها من المجتهد فاثبت نقله منه يلزم الاتباع فيها ايضا

اوسکا ناقل مجتہد نہین بلکہ مقلد ہی پہر اگر اوسنی کسی مجتہد سی نقل کیا ہی اور نقل بہی ثابت کردی تو اوسمین بہی اتباع لازم ہی

وان لم ينقلها من المجتهد بل نقلها من قبل نفسه او من مقلد اخر او اطلق فان بين فيها دليلا شرعيا

اور اگر مجتہد سی نقل نہیں کیا بلکہ اپنی طرف سی نقل کیا ہی یا اور مقلد سی نقل کیا ہی یا نام کسیکا نہیں لیا پہر اگر اوسمین کوئی دلیل شرعی

فلا كلام فيها حينئذ وان لم يبين ينظر ان كان كلامه موافقا للاصول والكتب المعتبرة ولم يكن فيها خلاف

بیان کی ہی تو اوسمین اب بہی کچہ کلام نہیں ہی اور اگر دلیل نہیں بیان کی تو اوسمین تامل کیا چاہئی اگر اوسکی کلام اصول اور کتب معتبرہ سی مطابق ہی اور اوسمین خلاف بہی نہیں ہی

يجوز العمل بها لكن ينبغى للعامل بها ان لا يقف فى مقام تقليده بل يطلب منه دليلا على ما نقل وان كان

تو اوسپر بہی عمل جایز ہی لیکن عمل کرنیوالی کو چاہئی کہ صرف تقلید پر نہ رہ جاوی بلکہ اوس منقول پر اوس سی دلیل طلب کری اور اگر

كلامه مخالفا للاصول والكتب المعتبرة فلا يلتفت اليه اصلا اذ قد صرح العلماء بان ما لا يعلم

اوسکی کلام اصول اور کتب معتبرہ سی مخالف ہو تو اوس طرف کچہ توجہ نہیں کی اسواسطی کہ علماء صاف کہہ چکی ہین جس مسئلہ کی صحت معلوم نہ

صحته لا يصح اتباعه وان لم يعلم بطلانه فضلا عما علم بطلانه المجلس التاسع عشر في
اوسکا اتباع صحیح نہیں ہی اگرچہ بطلان بھی نہ معلوم ہو چہ جائیکہ اوسکا بطلان معلوم ہو انیسویں مجلس
بيان بدعية صلوة النوافل بالجماعة كالرغائب وغيرها قال رسول الله صلى
اس بیان میں کہ نفلیں جماعت سی ادا کرنی بدعت ہی جیسی صلوۃ رغائب وغیرہ فرمایا رسول اللہ صلی
الله عليه وسلم في خطبة يوم النحر في حجة الوداع ان الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق الله السموت
اللہ علیہ وسلم نی یوم النحر کو حجۃ الوداع کی خطبہ میں بیشک زمانہ اوس ہیئت پر پھر گیا کہ جس دن پیدا کیا اللہ نی آسمانوں
والارض السنة اثنا عشر شهرا منها اربعة حرم ثلث متواليات ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب
اور زمین کو سال بارہ مہینہ کا ہی اونمیں سی چار مہینی حرام یعنی عزت کی ہیں تین تو پے در پے ہیں ذیقعد اور ذوالحجہ اور محرم اور رجب
مضر فرد الذي بين جمادى وشعبان هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو بكرة ومعناه ان الزمان
مضر والا اکیلا ہی جو درمیان جمادی الثانی اور شعبان کی ہی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو بکرہ کی روایت سی اوسکی معنی یہہ ہیں کہ زمانہ
الذي انقسم الى الشهور والاعوام عاد الى ما كان عليه ورجعت السنة الى اصل الحساب الذي اختاره
جسکی مہینی اور برس مقرر کی ہیں جیسی کہ اصل میں تہا پہیر ہوگیا اور سال بہی اوسہی اصلی حساب پر ہوگیا جو اللہ تعالی نی اختیار کیا ہی
الله تعالى يوم خلق السموت والارض وعاد الحج الى ذي الحجة بعد ما كان اهل الجاهلية ازالوه من محله
جس دن کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تہا اور حج بہی ماہ ذی الحجہ میں ہوگیا بعد ازان کہ کفار جاہلیت نی اوسکی محل سی بیکار دیا تہا
بالنسيء الذي احدثوه وهو النسيء الذي ذكره الله تعالى في كتابه وقال انما النسيء زيادة في الكفر
نسی کا نیا طریقہ نکال کر یہہ وہی نسی ہی جسکو اللہ تعالی اپنی کتاب میں ذکر کرتا ہی اور فرمایا یہہ جو مہینہ ہٹا دینا ہی سو بڑہتا ہی کفر میں
ومعناه تاخير تحريم شهر الى شهر اخر فانهم في الجاهلية كانوا يعظمون الاشهر الحرم وراثة من ابرهيم
اسکی معنی ہٹا دینا ایک مہینی کی تحریم کا دوسری مہینی پر یہہ کفار جاہلیت میں اشہر حرام کی تعظیم ابراہیم اور اسمعیل علیہما السلام کی عہد سی
واسمعيل عليهما السلام وكانوا يحرمون فيها القتال حتى احدثوا النسيء فغيروا التحريم لانهم بسبب كون
کرتی چلی آتی تہی پشت در پشت اور ان مہینوں میں جنگ وجدال کو حرام جانتی تہی یہاں تک کہ اون کفار نی نسی کا طریقہ نکالا اور تحریم کو بدل ڈالا کیونکہ اکثر گذران
عامة معاشهم من الغارة كانوا اصحاب حروب وغارات فاذا جاء شهر حرام وهم في حرب كان يشق عليهم
اور معاش اونکی لوٹ پر تہی اس لئی بڑی لڑنی والی اور لٹیری تہی جب مہینہ حرام آجاتا اور وہ لڑائی پر ہوتی تو انکو وہیں لڑائی کا ترک کرنا دشوار ہوتا
ترك الحرب فيحلونه ويحرمون مكانه شهرا اخر حتى رفضوا خصوص الاشهر واعتبروا مجرد العدد وربما
پہر اوس مہینہ کو حلال کر لیتی تہی اور اوسکی جگہ اور مہینہ کو حرام ٹہرا دیتی تہی یہاں تک کہ خصوصیت ان مہینوں کی ترک کردی صرف گنتی کا اعتبار کیا اور بعضی وقت
زادوا في عدد شهور السنة وجعلوها ثلثة عشر او اربعة عشر ليتسع لهم الوقت ولذلك ورد التنصيص
گنتی برس دن کی مہینوں کی بڑہا کر ایک برس کو تیرہ مہینہ کا اور چودہ مہینہ کا ٹہرا دیتی تاکہ وقت میں گنجایش ہوجا اسی واسطی حدیث میں کہول کر
على العدد في الحديث فانه عليه السلام بين فيه ان السنة اثنا عشر شهرا وانها في شرعه مقدرة
گنتی کو بیان کیا پس حضرت علیہ السلام نی فرمایا کہ برس دن بارہ مہینہ کا ہوتا ہی اور ہمارے شرع میں اندازہ
بسير القمر لا بسير الشمس كما يفعله اهل الكتاب ومن هذه الاشهر القمرية اربعة حرم ثلث منها متوالية
چاند کی رفتار کا ہی آفتاب کی رفتار کا نہیں جیسی اہل کتاب کرتی ہیں اور انہیں قمری مہینوں میں سی چار مہینہ حرام ہیں تین اونمیں سی پے در پے ہیں
وهي ذو القعدة وذو الحجة والمحرم وواحد فرد وهو رجب وانما اضيف الى مضر في الحديث لان قبيلة
یعنی خالی ذیقعدہ عید اور (?) اور ایک اکیلا ہی یعنی مرحم روزہ اور حدیث میں اس مہینہ کو مضر کی طرف اس لئی نسبت کیا ہی کہ قبیلہ مضر

كانت

كانت تزيد في تعظيمه واحترامه ولذلك نسب اليهم وقد كان فيه لاهل الجاهلية احكام منها
اسکی تعظیم اور حرمت بہت کرتا تہا وسیطی اونکی طرف منسوب ہوگیا اس مہینہ میں اہل جاہلیت کی بہت احکام تہی ایک یہہ حکم تہا

انهم كانوا يحرمون فيه القتال على ما سبق وكان تحريمه جاريا في ابتداء الاسلام واختلف
کہ اسمیں جنگ وجدال کو حرام جانتی تہی چنانچہ اوپر گزرا اور یہہ تحریم ابتداء اسلام میں بہی جاری تہی اور اسکی قایم رہنی میں علماء کو

العلماء في بقائه فذهب الجمهور الى نسخه واستدلوا عليه بان الصحابة اشتغلوا بعد النبي عليه السلام
اختلاف ہی جمہور کی نزدیک منسوخ ہی اس دلیل سی کہ صحابہ رضی اللہ عنہ بعد نبی علیہ السلام کی فتح بلاد میں مشغول رہی

بفتح البلاد ومواصلة القتال والجهاد فلم ينقل عن احد منهم انه توقف على القتال في شيء من الاشهر
اور قتال اور جدال برابر کرتی رہی کسی سی یہہ منقول نہیں ہوا کہ اشہر حرام میں سی کسی مہینی میں جنگ میں توقف کیا ہو

الحرام وهذا يدل على اجماعهم على نسخه ومنها انهم كانوا في الجاهلية يذبحون فيه ذبيحة يسمونها
یہہ دلالت کرتا ہی کہ بالاجماع تحریم منسوخ ہوئی اور ایک یہہ حکم تہا کہ کفار جاہلیت میں اسمیں قربانی ذبح کرتی تہی اسکا نام عتیرہ رکہہ چہوڑا تہا

عتيرة واختلف العلماء في حكمها بعد الاسلام فالاكثرون على ان الاسلام ابطلها لما ثبت في
اوسکی حکم میں بہی بعد اسلام کی علماء نی اختلاف کیا ہی اکثر علماء کا یہہ قول ہی کہ اسلام نی اسکو باطل کردیا چنانچہ

الصحيحين عن ابي هريرة انه عليه السلام قال لا فرع ولا عتيرة والفرع بفتحتين اول ولد تلده الناقة
صحیحین میں ابوہریرہ کی روایت سی ثابت ہی کہ آپ نی فرمایا نہ فرع ہی اور نہ عتیرہ اور فرع ساتہہ زبر فا اور را کی پہلا بچہ جو اونٹنی جنی

وكان اهل الجاهلية يذبحونه لالهتهم في الجاهلية ويتبركون به والعتيرة ذبيحة كانت تذبح
اور اہل جاہلیت اوسکو اپنی بتوں کی نام پر برکت کی واسطی جاہلیت میں ذبح کیا کرتی تہی اور عتیرہ ایک قربانی تہی

في العشر الاول من رجب وتسمى رجبية وكان يتقرب بها اهل الجاهلية في الجاهلية واهل الاسلام
جو رجب کی پہلی دہی میں ذبح کرتی تہی کا نام رجبیہ تہا اہل جاہلیہ جاہلیت میں اسکو ثواب جانتی تہی اور اہل اسلام بہی

في صدر الاسلام ثم نسخت بحديث لا فرع ولا عتيرة وقد روي عن الحسن انه قال ليس في الاسلام
ابتداء اسلام میں پہر یہہ اس حدیث سی لا فرع ولا عتیرہ منسوخ ہوگیا اور حسن سی روایت ہی کہ آپ نی فرمایا اسلام میں عتیرہ نہیں ہی

عتيرة وانما كانت العتيرة في الجاهلية كان احدهم يصوم رجب ويعتر فيه وشبه الذبح فيه
عتیرہ جاہلیت ہی میں تہا بعضا اونمیں سی رجب میں روزہ رکہتا اور عتیرہ ذبح کرتا اور رجب میں ذبح کرنیکو تشبیہ دی ہی

باتخاذه موسما وعيدا وروي عن طاوس انه قال لا تتخذوا شهرا عيدا ولا يوما عيدا واصل هذا
کہ گویا موسم اور عید بنایا ہی اور طاؤس سی روایت ہی کہ آپ نی فرمایا مت بناؤ کسی مہینہ کو عید اور نہ کسی دن کو عید اور اسکی اصل یہہ ہی کہ

ان المسلمين لا يجوز لهم ان يتخذوا وقتا من الاوقات عيدا الا ما جاءت الشريعة باتخاذه عيدا
کہ مسلمانوں کو جایز نہیں ہی کہ کسی وقت کو وقتوں میں سی عید ٹہرالیں سوا اوسکی جو شریعت میں عید ٹہر چکا ہی یعنی ہر ہفتہ میں

وهو في الاسبوع يوم الجمعة وفي العام يوم الفطر ويوم الاضحى وايام التشريق واما ما عدا ذلك
جمعہ کا دن اور ہر سال میں دن عید الفطر کا اور دن بقرہ عید کا اور ایام تشریق کی اور جو ان دنوں کی سوا ہیں

فاتخاذه عيدا او موسما بدعة لا اصل له في الشريعة المحمدية بل من اعياد المشركين وقد كانت لهم
سو اونکا عید اور موسم ٹہرانا بدعت ہی شریعت محمدی میں اوسکی کچھہ اصل نہیں ہی بلکہ مشرکوں کی عید ہی اور مشرکوں کی

اعياد زمانية واعياد مكانية فلما جاء الاسلام ابطلها الله تعالى وعوض عن اعيادهم الزمانية
بہت عیدیں تہیں زمانی بہی اور عیدیں مکانی بہی پہر جب اسلام آیا تو اللہ تعالی نی سب باطل کردی اور عوض میں اونکی زمانی عید کی

عيد الفطر وعيد النحر وايام التشريق ومن اعيادهم المكانية الكعبة وعرفات والمنى والمزدلفة
عيد الفطر اور بقر عيد اور ايام تشريق مقرر كردی اور اونكی مكانی عيد كی بدل كعبه اور عرفات اور منى اور مزدلفه ٹهرا ديا

وليس من هذه المواسم موسم ولا من هذه الاماكن مكان الا وفيه لله تعالى وظيفة من وظائف
اور ان موسموں میں سی كوئی موسم اور نہ ان مكانوں میں كوئی ايسا مكان كہ جسمیں وظيفه الہی اور وظيفه طاعت مقرر نہو

طاعاته يتقرب بها اليه ولطيفة من لطائف نفحاته يصيب بها من يشاء من عباده بفضله و
كہ سبب ہو تقرب كا طرف الله تعالى كی اور لطيفه نہو لطائف خوشبو سی ديوی جسكو چاہی اپنی بندوں میں سی اپنی فضل اور

رحمته فالسعيد من اغتنم هذه المواسم والاماكن وتقرب فيها الى مولاه بما شرع فيها من وظائف
رحمت سی پس نيك بخت وه شخص ہی جو غنيمت جانی ان موسموں اور مكانوں كو اور تقرب حاصل كری اپنی مولا سی بوسيله اون وظيفوں

الطاعات حتى يصيبه نفحة من تلك النفحات ويامن بها من عذاب النار وما فيها من النفحات و
طاعات كی جو اون موسم اور مكانوں میں مشروع ہوئی ہیں يہاں تك كہ ايك لپٹ اوس خوشبو كی حاصل ہو اوسكی سبب سی آگ كی عذاب سی اور جو اوسكی اندر صدمات ہیں بچی اور

اما الصوم فيه فقد ورد فيه احاديث من جملتها ما رواه البيهقي في شعب الايمان عن انس انه عليه السلام
رجب میں روزه كی بہت حديثیں آئی ہیں اونمیں سی ايك حديث ہی جو بيهقی نی شعب الايمان میں انس سی روايت كی ہی كہ آپ نی فرمايا

قال في الجنة نهر يقال لها رجب اشد بياضا من اللبن واحلى من العسل من صام يوما من رجب
جنت كی اندر ايك نہر ہی اوسكا نام رجب ہی دودھ كی زياده سپيد اور شہد سی زياده شيرين جو شخص ماه رجب میں كسی دن روزه ركهيگا

سقاه الله تعالى من ذلك النهر هذا في صيام بعضه واما صيام كله فلم يصح فيه بخصوصه شيء
اوسكو الله تعالى اوس نہر میں سی پانی پلاويگا يہ سند ہی رجب كی تهوڑی روزوں كی اور روزه تمام كامل مہينی كی سو خاص رجب كی باب میں كوئی سند

عن النبي عليه السلام ولا عن اصحابه وانما ورد في صيام الاشهر الحرم كلها ورجب احدها فيلزم ان ينهى
نبی عليه السلام سی اور اصحاب سی ثابت نہیں ہی اور سند ہی تو تمام اشہر الحرام كی اس میں ہی اونمیں كا ايك رجب بهی ہی اب لازم يہ ہی كہ رجب كی

روزه سی منع وقد روى عن ابي قلابة انه قال في الجنة قصر لصوام رجب قال البيهقي ابو قلابة من
روزه سی منع كيا جاوی اور ابی قلابه سی روايت ہی كہ كہتی تهی جنت میں ايك محل ہی رجب كی روزه داروں كی لئی بيهقی كہتا ہی ابو قلابه

كبار التابعين لا يقول مثله الا عن بلاغ عمن فوقه ممن سمع عن النبي عليه السلام ثم قد روى عن
كبار تابعين میں سی ايسا شخص ايسی بات بدون سنی اپنی سی مقدم كی جو سنی ہو پيغمبر خدا صلی الله عليه وسلم سی ايسا نہیں كہہ سكتا ہی پهر ابن عباس سی روايت ہی

ابن عباس انه كره ان يصام رجب كله وكرهه امام احمد ايضا وقال يفطر منه يوما او يومين وحكى
كہ وه مكروه جانتی تهی كہ تمام رجب كی روزه ركهی جاويں اور مكروه جانتی امام احمد بهی امام احمد كہتی ہیں كہ ايك يا دو دن افطار كر دی اور حكايت ہی

عن ابن عباس لكن تزول كراهة صومه بان يصوم معه شهرا آخر وقد قال الماوردي في الاقناع
ابن عباس سی ليكن جاتی رہتی ہی كراہت تمام رجب كی روزوں كی اس طور كہ اسكی ساتهہ ايك اور مہينی كی روزی ركهی اور ماوردی اقناع میں كہتا ہی

يستحب صوم رجب وشعبان واما الصلوة فيه فلم يثبت فيه صلوة مخصوصة يختص به نعم هذا
كہ مستحب ہی روزه ركهنا رجب اور شعبان كی اور تمام ماه رجب كی اندر سو كوئی نماز خاص رجب ہی كی ثابت نہیں ہوئی ہی جو رجب ہی خصوصيت ركهتی ہو اس بيان كی بعد

ينبغي لمن كان له ديانة وادعان ان لا يلتفت الى ما اكب عليه الناس في هذا الزمان ولا يغتر بشيوعه
سزاوار ہی ہر كہ اوسكو دين اور يقين ہی كہ متوجہ ہووی اوس نماز پر كہ اوس پر گری پڑی ہیں اكثر تمام لوگ اس زمانه میں اور دهوكی میں نہ آجاوی

في دار الاسلام وكثرة وقوعه في البلاد العظام من صلوة الرغائب في ليلة الجمعة الاولى منه
دار الاسلام میں مشہور ہونی سی اور بڑی بڑی شہروں كی اندر عمل كرنی سی يعنی صلوة الرغائب جو رجب میں پہلی جمعه كی شب میں پڑهتی ہیں

لما دری

المروي انه عليه الصلوة والسلام قال وإياكم ومحدثات الامور فان كل محدث بدعة وكل بدعة ضلالة
اسواسطی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ہی　بچتی رہو　نئی نئی باتوں سی　کیونکہ ہر محدث یعنی نوایجاد بدعت ہی اور ہر بدعت گمراہی ہی
وفي حديث آخر انه عليه السلام قال شر الامور محدثاتها وكل محدث بدعة وكل بدعة ضلالة فكل
اور ایک اور حدیث میں ہی کہ آپ نی فرمایا　سب کاموں میں بدتر نوایجاد ہیں　اور ہر محدث بدعت ہی اور ہر بدعت گمراہی ہی اب
من هذين الحديثين يدل على كون تلك الصلوة في هذه الليلة بدعة وضلالة لكونها من محدثات
یہہ دونو حدیثیں　دلالت کرتی ہیں کہ یہہ نماز　اس رات میں　بدعت اور گمراہی ہی　اسواسطی کہ نوایجاد ہی
الامور لعدم وقوعها في عصر الصحابة والتابعين ولا في عهد الائمة المجتهدين بل حدثت بعد
نہ صحابہ کی عہد میں تھی　اور نہ تابعین کی زمانہ میں　اور نہ ائمہ مجتہدین کی وقت میں　بلکہ ہجرت نبوی سی
المائة الرابعة من الهجرة النبوية ولذلك لم يعرفها المتقدمون ولم يتكلموا فيها وقد ذمها العلماء من اعيان
چوتھی صدی کی بعد　پیدا ہوئی ہی　اسی لئی متقدمین اسکو نہیں جانتی تھی　اور نہ اسمیں کچھ کلام کی ہی اور عمدہ علماء
المتأخرين وصرحوا بانه بدعة قبيحة مشتملة على منكرات وقالوا الاحاديث الواردة فيها موضوعة
متاخرین نی　اسکی برائی بیان کی اور صاف کہا ہی کہ یہہ نماز بدعت قبیحہ ہی　اسمیں کئی منکرات ہیں اور کہا ہی کہ تمام حدیثیں اس باب کی وضعی ہیں
والمتهم بوضعها ابن جهضم وبعد هذا التصريح لا اعتداد بكونها مذكورة في بعض الكتب والرسائل لانا نعرف
اور انکا واضع ابن جہضم کو کہتی ہیں اور جب علماء یہہ تصریح کر چکی　تو پھر اسکا کیا اعتبار ہی کہ بعضی کتابوں اور رسالوں میں مذکور ہی اسواسطی کہ ہمکو
الدين وحصول الثواب والعقاب من الشارع لعدم استقلال العقل فيه فتلك الصلوة في هذه الليلة
دین　اور حصول ثواب اور عقاب کا　شارع سی معلوم ہوا ہی کیونکہ عقل اسباب میں مستقل نہیں ہی پس یہہ نماز　اس رات میں
لم يصلها النبي عليه السلام ولا احد من الصحابة ولم يحث عليها فلا يحصل فيها الثواب بل يكون فعلها
نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی پڑھی　اور نہ کسی نی　اصحاب میں سی　اور نہ کسی اور کو تعلیم کی پس اسمیں ثواب نہیں حاصل ہوگا　بلکہ اسکا پڑھنا
عبثا يخشى منه العقاب كما قال صاحب مجمع البحرين في شرحه ان رجلا يوم العيد في الجبانة اراد
عبث ہوگا　اسمیں اندیشہ عقاب کا ہی چنانچہ صاحب مجمع البحرین اپنی شرح میں کہتا ہی کہ ایک شخص نی عید کی دن　عید گاہ میں
ان يصلي قبل صلوة العيد فنهاه علي فقال الرجل يا امير المؤمنين اني اعلم ان الله تعالى لا يعذب على الصلوة
دوگانہ عید الفطر سی پہلی نماز پڑھنی کا ارادہ کیا اسواسطی حضرت علی نی منع کیا اس شخص نی کہا یا امیر المؤمنین میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالی نماز پڑھنی پر عذاب
فقال علي واني اعلم ان الله تعالى لا يثيب على فعل حتى يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم او يحث عليه
پس علی نی کہا میں یہہ خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالی کسی کام پر ثواب نہیں دیتا جبتک کہ اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل میں نہ لاویں　یا اور کو تعلیم کریں
فيكون صلاتك عبثا والعبث حرام فلعله تعالى يعذبك به وبمخالفتك لرسوله وقال ابن الهمام ما
اب تیری نماز عبث ہی　اور عبث حرام ہی　اور شاید کہ اللہ تعالی اس نماز پر تجھکو عذاب دی اور تیری اس مخالفت پر اپنی رسول سی ابن الہمام کہتا ہی جو عبادت
تردد من العبادات بين الواجب والبدعة يأتي به احتياطا وما تردد بين السنة والبدعة يتركه لان ترك
مشکوک ہو　درمیان واجب اور بدعت کی تو اسکو واسطی　احتیاط کی ادا کری اور جو عبادت مشکوک ہو درمیان سنت اور بدعت کی تو اسکو ترک کری اسلئی کہ
البدعة لازم واداء السنة غير لازم فتلك الصلوة مما تردد بين ما دون السنة والبدعة فتعين تركها ولا
بدعت کا ترک ضروری ہی　اور ادا سنت کا ضروری نہیں ہی　اب یہہ نماز یعنی صلوة الرغائب ایسی ہی جو مشکوک ہی درمیان سنت سی کمتر کی اور بدعت کی تو اسکو چھوڑنا
يحل لاحد فعلها لا منفردا ولا جماعة لان الجماعة فيها بدعة ايضا اذ ادنى مرتبتها ان يكون نفلا وقد جاء
چاہئی کسیکو اسکا پڑھنا حلال نہیں ہی نہ اکیلی اور نہ جماعت سی اسواسطی کہ اسمیں جماعت بھی بدعت ہی اسلئی کہ انکا ادنی مرتبہ یہہ ہی کہ نفل ہو　اور کتب معتبرہ میں

فی الکتب المعتبرة کالکافی وغیره ان الفقهاء اتفقوا علی کراهة الجماعة فی النوافل ما عدا التراویح والکسوف والخسوف
جیسی کافی وغیره صاف مذکور ہی کہ فقہاء بالاتفاق قائل ہیں کہ سوای تراویح اور صلوٰۃ کسوف اور خسوف
والاستسقاء اذا کان سوی الامام اربعة وقالوا ان التطوع بالجماعة انما یکره اذا کان علی سبیل التداعی بان
اور استسقاء کی نفلوں کی جماعت مکروہ ہی اگر سوای امام کی چار آدمی ہوجاویں اور کہتی ہیں کہ نوافل جماعت سی جب مکروہ ہیں کہ وہ جماعت بطور اجتماع کی ہو ایسا
یجتمع جماعة فوق الثلثة ویقتدوا بواحد واما لو اقتدی واحد او اثنان بواحد لا یکره وفی الثلثة اختلاف
کہ تین سی زیادہ جمع ہو کر ایک کو امام کرلیں اور اگر ایک مقتدی ایک امام ہو یا دو مقتدی ایک امام ہو تو مکروہ نہیں ہی اور تین مقتدی ہوں تو اسمیں اختلاف ہی
وفی الاربعة یکره اتفاقا وقد ثبت فی الاصول ان الاداء بالجماعة فیما شرعت فیه الجماعة کالمکتوبات والجمعة و
اور چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق مکروہ ہی اور اصول میں ثابت ہوچکا ہی کہ ادا کرنا نماز کا جماعت سی جن نمازوں میں جماعت جائز ہی جیسی فرائض پنجگانہ اور نماز جمعہ
العیدین والتراویح والوتر فی رمضان اداء کامل و فی غیرها عیب و نقصان بمنزلة الاصبع الزائدة وتلک الصلوٰة
اور عیدین اور تراویح اور رمضان میں وتر یہہ ادا کامل ہی اور انکی سوا اور نمازیں جماعت سی عیب دار اور ناقص ہیں جیسی چھٹی انگلی اور یہہ نماز
لیست منها فتکون الجماعة فیها عیبا ونقصانا ولو بعد النذر لان التنفل بالجماعة مکروه ومعصیة والنذر
ان نمازوں میں داخل نہیں ہی پس جماعت اس نماز کی عیب اور نقصان ہی اگرچہ منت مانی ہو اسلئی کہ نفلیں جماعت سی مکروہ اور گناہ ہی اور منت کرنی
بالمعصیة لا یجوز ولا یلزم الوفاء به لما ثبت فی صحیح البخاری عن عائشة انه علیه السلام قال من نذر
گناہ کی جایز نہیں ہی اور اوسکا پورا کرنا بھی لازم نہیں ہی اسواسطی کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جسنی اطاعت
ان یطیع الله فلیطعه ومن نذر ان یعصی الله فلا یعصه فهذا الحدیث یدل علی ان النذر انما یجب الوفاء به اذا
الٰہی کی منت مانی تو لازم ہی کہ پوری کری اور جسنی معصیت کی منت مانی معصیت ہرگز پوری نکری تو یہہ حدیث اسپر دلالت کرتی ہی کہ نذر جب ہی پوری کرنی واجب ہوتی ہی کہ
کان فی طاعة الله تعالی والمراد بطاعة الله ههنا ما لیس بواجب ولا معصیة لان النذر مفهوم الشرعی ایجاب
طاعت الٰہی کی ہو اور مراد طاعت سی اسباب میں وہ ہی جو واجب نہو اور نہ معصیت ہو اسواسطی کہ شرع میں نذر کی معنی واجب کرلینا
المباح فلا ینعقد فی الواجب ولا فی المعصیة بل ان وقع فی المعصیة یحرم الوفاء به ویلزم الکفارة کما فی الیمین
مباح کا پس امر واجب اور گناہ میں نذر ذمہ پر نہیں آتی بلکہ اگر معصیت کی نذر مانی تو اوسکا پورا کرنا حرام ہی اور کفارہ لازم ہوجاتا ہی جیسی قسم میں
لان حکمه حکم الیمین عند کثیر من العلماء منهم ابو حنیفة واصحابه وحجتهم ما روی عن عائشة انه
اسواسطی کہ نذر اور قسم کا اکثر علماء کی نزدیک ایک حکم ہی امام ابو حنیفہ اور انکی یاروں کا یہی مذہب ہی اور دلیل انکی وہ ہی حدیث ہی عائشہ کی روایت سی
علیه السلام قال لا نذر فی معصیة وکفارته کفارة یمین وفی حدیث اخر رواه ابن عباس انه علیه السلام
کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا نہیں ہی نذر معصیت میں اور اوسکا کفارہ مانند کفارہ قسم کی ہی اور ایک اور حدیث میں ابن عباس کی روایت سی ہی کہ آپ نی فرمایا
قال من نذر نذرا فی معصیة فکفارته کفارة یمین فان قیل صلوٰة التسبیح اصلها ثابت عن النبی علیه
جسنی کہ کوئی منت گناہ کی مانی تو اوسکا کفارہ کفارہ قسم کا سا ہی اگر کوئی پوچھی صلوٰۃ التسبیح کی اصل تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سی ثابت ہی
فهل یجوز اداؤها بالجماعة بعد النذر فی هذه اللیلة فالجواب ان الجماعة فی النوافل لما کانت مکروهة کراهة تحریم
پس اسکا بھی جماعت سی ادا کرنا منت کی بعد اسی رات میں جایز ہی یا نہیں اسکا جواب یہہ ہی جب نفلوں میں جماعت مکروہ تحریمی ٹھہری
لکونها بدعة کان النذر بها مکروها ایضا فلا یجوز ارتکابه لا سیما مع وجود تخصیص الوقت بل تجب علی الخلق
بسبب بدعت ہونی کی تو اسکی نذر بھی مکروہ ہی تو اب اسطور پر ادا کرنا جایز نہیں ہی خاص ایسی حال میں کہ وقت بھی خاص کر رکھا ہو بلکہ خلق کی ذمہ
اتباع الحق وان لم یدرکوا ما فیه من المصالح والاحتراز عن البدع والمحدثات وان لم یفهموا ما فیها من المفاسد
اتباع حق کا واجب ہی اگرچہ اوسکی خوبیوں سی واقف نہوں اور بدعت اور محدثات سی احتراز کرنا واجب ہی اگرچہ اوسکی مفاسد کو نہ سمجھتی ہوں

فان مفاسدها کثیرۃ من جملتها ان کل ما احدث من الاعمال فی یوم من الایام او فی لیلۃ من اللیالی
کیونکہ اسکی مفاسد بہت ہیں چنانچہ انہیں سی ایک یہہ ہی کہ ہر بدعت عمل خصوص کسی دن میں تمام ایام میں سی یا کسی رات میں تمام راتوں میں سی

لابد ان یکون من یعمل بہ معتقدا ان ذلک الیوم افضل من سائر الایام والعمل فیہ افضل من العمل فی سائر
ضرور اوسکی عمل کرنیوالیکا یہہ عقیدہ ہوگا کہ یہہ دن تمام دنوں میں افضل ہی اور اسدن میں عمل تمام اعمال سی جو اور دنوں میں ہو افضل ہی

الایام وان تلک اللیلۃ افضل من سائر اللیالی والعمل فیہا افضل من العمل فی سائر اللیالی اذ لولا ھذا الاعتقاد فی قلبہ لما اقدم علی تخصیص
اور یہہ رات تمام راتوں میں افضل ہی اور اس رات میں عمل اور راتوں کی اعمال سی افضل ہی اسواسطی کہ اگر یہہ عقیدہ اوسکی دلمیں ہوتا تو کبھی روزہ اور نماز کا خاص

ذلک الیوم بصیام و تلک اللیلۃ بقیام لان النبی علیہ السلام نھی عن تخصیص بعض الاوقات بصلوۃ او صیام و رخص فی ذلک اذا لم یکن علی وجہ التخصیص
کرتا اور کیوں اس رات کا جاگنا خاص کرتا اسلئی کہ منع کیا ہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی خاص کر لینا بعض وقت کا واسطی نماز کی یا روزہ کی اور اگر روزہ اور نماز کی خصوصیت کی ساتھہ

کما روی عن ابی ہریرۃ انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال لا تخصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تخصوا
اسواسطی کہ روایت ہی ابو ہریرہ سی کہ فرمایا نبی علیہ السلام نی کہ جمعہ کی رات کو واسطی جاگنی کی تمام راتوں میں سی مت خاص کرو

یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم فعلم من ھذا ان الفساد انما نشأ من تخصیص
روز جمعہ کو واسطی روزہ کی تمام دنوں میں سی مت خاص کرو مگر یہہ کہ آجاوی دن جمعہ کی وہ روزہ جسکو رکہا کرتا ہو اس سی معلوم ہوا کہ یہہ فساد اسی سی پیدا ہو کہ خاص کیا

ما لا اختصاص لہ فی الشرع وھذا المعنی موجود فیما نحن فیہ لان الناس انما یخصون تلک اللیلۃ بما
ایسی وقت کو جسکی شرع میں کچھہ خصوصیت نہیں ہی اور یہہ ہی خصوصیت جس نماز میں ہم بحث کرتی ہیں موجود ہی یعنی رغائب اسواسطی کہ اوس شب کو اس نماز کی واسطی

یفعلونہ فیہا لاعتقادھم ان فیما یفعل فضیلۃ زائدۃ علی ما یفعلہ فی غیرھا فلما لم یکن فیہ فضیلۃ منعوا
اسی اعتقاد کی خاص کرتی ہیں کہ جو عبادت یا نماز اس رات میں ادا ہو گی اوسکو بڑی فضیلت ہی اوس عبادت پر جو اور راتوں میں ادا ہو اور اوس سب میں جو کہ بڑی فضیلت

عن التخصیص اذ لا ینبعث التخصیص الا عن اعتقاد الاختصاص فمن قال اعتقادی ان الصلوۃ فی تلک
تو خصوصیت سی منع کر دیا اسلئی کہ خصوصیت خصوصیت کی اعتقاد سی پیدا ہوتی ہی اب جو شخص کہی کہ میری اعتقاد میں اس رات میں نماز

اللیلۃ والصوم فی ذلک الیوم کما فی غیرھما و مع ذلک انی اخصہما بالصوم والصلوۃ فلا بد ان یکون باعثہ
اور اس دن میں روزہ ایسا ہی ہی جیسی اور رات دنوں میں پھر بہی میں اون دونو رات اور دن کو واسطی روزہ اور نماز کی خاص کرو کہا ہی پس ضرور ہی کہ اسکا باعث

اما موافقۃ اھل الدنیا لحاجتہ عندھم او خوف اللوم او اتباع العادۃ او نحو ذلک وفساد الکل ظاھر لان کل
یا اہل دنیا کی موافقت ہو گی اونسی کام برائی کی لئی یا اندیشہ طعنہ زنی کا یا پیروی عادت کی یا ایسا ہی کوئی اور امر ہوگا اور ان سب باتوں کا فساد ظاہر ہی

ریاء والریاء بالعبادۃ حرام مع ان من یعمل ما ھو بدعۃ مع اعتقادہ انہ غیر مشروع فی الدین یکون فاسقا
ریاء کی باتیں ہیں اور عبادت میں ریا کرنی حرام ہی اور یہہ ہی کہ بدعت کا عمل کرنیوالا اس اعتقاد سی کہ یہہ عبادت دین کی اندر جائز نہیں ہی فاسق

غیر مبتدع وان عمل بہ مع اعتقادہ انہ مشروع فی الدین یکون فاسقا و مبتدعا فکثیر من اھل الزمان یصلون
غیر بدعتی ہوتا ہی اور اگر عمل کری اس اعتقاد سی کہ یہہ دین کی اندر جائز ہی تو فاسق اور بدعتی ہوتا ہی پس اس زمانہ کی اکثر آدمی یہہ نماز

تلک الصلوۃ فی ھذہ اللیلۃ بجمع کثیر مع اعتقادھم انہا مشروعۃ فی الدین فیلزم ان یکونوا بفعلہم ھذا فساقا
اس شب میں بڑی بڑی جماعت سی ادا کرتی ہیں اس اعتقاد سی کہ دین کی اندر جائز ہی اب لازم آتا ہی کہ وہ لوگ اس نماز پڑہنی سی فاسق

مبتدعین لعملہم البدعۃ مع اعتقادھم انہا عبادۃ مشروعۃ فی الدین وقد کان من عادتہم اذا انکر علیہم
اور بدعتی ہوں اس بدعت کی عمل کرنی پر اس اعتقاد سی کہ یہہ عبادت دین کی اندر جائز ہی اور اونکی یہہ عادت ٹہری ہوئی ہی کہ جب اونکو منع کریں

ان یقولوا ھذا خیر من الاشتغال بالمعاصی فی مثل ھذہ اللیلۃ فان ھؤلاء المساکین لو تاملوا تامل الانصاف
تو کہنی لگتی ہیں یہہ عبادت ایسی رات میں گناہ کرنی سی تو بہتر ہی بیشک یہہ مساکین اگر تامل کر کر انصاف کرتی

لو جدوا هذا العمل اشد ضررا من فعل المعاصي لان من يفعل المعاصي يعلم حرمة ما فعل فربما يستغفر عنه
تو جانتی کہ یہہ عمل معاصی سی ضرر مین سخت تر ہی اسواسطی کہ جو شخص گناہ کرتا ہی تو جانتا ہی کہ جیسی گناہ واقع ہوا تو اکثر اس سی توبہ کرکر مغفرت مانگتا ہی
ويندم عليه ويحصل له الذلة والانكسار بخلاف هؤلاء فانهم باعتقادهم انها قربة وعبادة مشروعة
اور اوسپر شرمندہ ہوتا ہی اور اوسکو ذلت اور انکسار حاصل ہوتا ہی برخلاف اس گروہ کی یہہ گروہ اس اعتقاد کی کسبب کہ یہہ ثواب اور عبادت مشروعہ ہی
في الدين لا يستغفرون منها ولا يندمون عليها بل يحصل لهم المباهاة والافتخار وهذا ما يذكر عن ابليس
دین مین نہ تو استغفار کرتی ہین اور نہ اوسپر شرمندہ ہوتی ہین بلکہ اونکو اوسپر ناز اور افتخار حاصل ہوتا ہی یہہ ہی ہی جو ابلیس سی حکایت کرتی ہین
انه قال قصمت ظهور بني ادم بالمعاصي والاوزار وقصموا ظهري بالتوبة والاستغفار فاحدثت لهم
کہ کہتا ہی مینی بنی آدم کی پیٹھ معاصی اور گناہ کی بوجہہ سی توڑدی اور بنی آدم نی میرا پشت توبہ اور استغفار سی توڑدی مینی اونکی لئی
ذنوبا لا يستغفرون منها ولا يتوبون عنها وهي البدع في صورة العبادة ولذلك قيل البدعة شر من الفسق
ایسی گناہ تجویز کئی ہین کہ نہ تو اونسی استغفار کرین اور نہ اونسی توبہ کرین یعنی بدعتین ظاہر مین عبادت اسی لئی کہتی ہین کہ بدعت فسق سی بدتر ہی
فان من يفعل البدعة يزعم انه في طاعة وعبادة فيكون مشاقا لله تعالى ولرسوله لاستحسانه ما كرهه
کیونکہ بدعتی اپنی تئیں طاعت اور عبادت مین مصروف جانتا ہی سو یہہ اللہ تعالی پر اور اوسکی رسول پر دشوار گذرتا ہی کیونکہ یہہ نیک سمجھتا ہی جسکو
الشرع ونهى عنه وهو الاحداث في الدين فانه تعالى قد شرع لعباده من العبادات ما فيه كفاية لهم واكمل
شرع نی برا جانا اور منع کیا یعنی بدعت دین کی باب مین بیشک اللہ تعالی مقرر کرچکا ہی اپنی بندون کی لئی اتنی عبادات جنمین انکو کفایت ہی اور کامل کرچکا ہی
دينهم واتم عليهم نعمته كما اخبر به في كتابه اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ فالزيادة
اونکا دین اور پوری کرچکا ہی اونپر اپنی نعمت چنانچہ اپنی کتاب مین اسکی خبر دی ہی آج کامل کیا مینی واسطی تمہاری دین تمہارا اور پوری کی تمپر اپنی نعمت پس کامل پر
على الكمال نقصان واختلال وليس لاحد ان يقول تلك الصلوة وان كانت بدعة الا ان فيها الاذكار وقراءة
کچھہ زیادہ کرنا نقصان ہوتا ہی اور عیب اور نہین ہوسکتا کہ کوئی یہہ کہی یہہ نماز اگرچہ بدعت ہی پر اس نماز مین اللہ کا ذکر ہی اور قرآن کی
القرآن فيرجى الثواب في مقابلة تلك الاذكار والقراءة اذ يقال له ان تلك الصلوة لما كانت بدعة وضلالة كان الاذكار والقراءة
تلاوت ہی پس امید ہی کہ اس ذکر اور تلاوت قرآن کا تو ثواب ہو اسواسطی کہ جواب یہہ ہی یہہ نماز جب بدعت اور گمراہی ٹھہری تو تمام ذکر اور تلاوت جو
الواقعة فيها امر بين خلط الطاعات بالمعصية فهو معصية اخرى اشد لستقبلها فالاولى فيجب الاحتراز عنها ولكن ليس لاحد ان يقول لا منع من تلك
اوس نماز مین ہیں ایسی ہی کہ گویا طاعات مین معصیت ملا دی اب یہہ ایک اور معصیت ہی پہلی سی بہی بدتر سو اس سی بھی احتراز ہی کرنا چاہئی ایسی ہی نہیں ہوسکتا جو کوئی یہہ کہی
الصلوة لقوله تعالى اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ولا ان يستدل على خيريتها بما روى انه عليه السلام
اس نماز سی منع کرنا بنا پر اس آیت کی ممانعت ہیہن تو نی دیکھا وہ جو منع کرتا ہی بندی کو جب نماز پڑھی اور نہ یہہ مجال کہ کوئی استدلال کری اسکی خوبی پر اسی حدیث سی کہ آپ نی
قال الصلوة خير موضوع اذ يقال له ما قلت انما هو في صلوة لا يخالف الشرع بوجه من الوجوه وتلك
فرمایا نماز خوب ہی وضع کی ہوئی اسواسطی کہ یہہ جواب ہی کہ یہہ حدیث ایسی نماز کی حق مین ہی جو کسی وجہہ سی شرع کی خلاف نہو اور یہہ
الصلوة مخالفة للشرع من وجوه على ما ذكره العلماء في تصانيفهم منها الاعتماد على الحديث الموضوع
نماز شرع کی خلاف کئی وجہ سی ہی چنانچہ علماء نی اپنی اپنی تصانیف مین ذکر کیا ہی ایک یہہ کہ وضعی حدیث پر اعتماد کیا
فانه اذا ثبت كونه موضوعا يخرج من المشروعية ويكون مستعملة من خدام الشيطان ومنها فعلها
کیونکہ جب اوسکا وضعی ہونا ثابت ہوا تو مشروعیت سی خارج ہوئی اب اوسپر عمل کرنیوالا شیطان کا خادم ہی اور ایک یہہ کہ
بالجماعة ... ان الجماعة في النوافل مكروهة فكيف فيها ومنها تخصيصها بليلة الجمعة وقد ورد النهي عن تخصيص
بجماعت ... ادا کرنا ... جماعت مطلق نفلون مین مکروہ ہی اسمین کیون نہو اور ایک یہہ کہ خصوصیت شب جمعہ کی اور حال یہہ کہ نہی آئی خاص کرنی

ليلة الجمعة بقيام ويومها بصيام ومنها اسراج السرج الكثيرة لاجلها وذلك لا يجوز لكونه تبذيرا
شب جمعہ سے واسطے جاگنے کی اور خاص کرنے دن جمعہ کی سے واسطے روزہ کے اور ایک یہہ کہ اسکی لئے روشنی خوب کرتے ہیں اور یہہ جایز نہیں ہے کہ اسراف ہے

والتبذير حرام بنص القران ومنها اعتقاد العامة انها سنة بل كثير من العوام يعتقدونها فرضا
اور اسراف حرام ہے نص قرآن سے ثابت اور ایک یہہ کہ عوام اسکو مسنون سمجھتے ہیں بلکہ اکثر عوام فرض جانتے ہیں

حتى انهم يتركون الفرائض ولا يتركونها بل يعدونها راس جميع الصلوة المفروضة بسبب فعلها وحضورها
یہاں تک کہ وہ لوگ فرض کو تو ترک کردیں اور اس نماز کو نہ چھوڑیں بلکہ اسکو تمام فرض نماز و نسے افضل شمار کرتے ہیں کیونکہ اسکو پڑھتے ہیں اور اسمیں

بعض من الاكابر ممن لا يحضر الجماعة في المكتوبات ومنها اتخاذها وظيفة من وظائف الدين وشعيرة من
وہ عمدہ لوگ حاضر ہوتے ہیں جو فرائض کی جماعت میں حاضر نہیں ہوتے اور ایک یہہ کہ اسکو ایک وظیفہ دین کی وظیفوں میں سے اور ایک نشان

شعائر المسلمين حتى ان الحكام ينبهون الائمة والمؤذنين ان لا يغفلوا عنها في هذه الليلة بل يظهرون الندا
مسلمانی کی نشانیوں میں سے مقرر کیا ہے یہاں تک کہ حاکم وقت امام اور مؤذن کو خبردار کردیتے ہیں کہ ایسا نہو غفلت سے اس رات میں قضا ہوجاے بلکہ منادی کرتے ہیں

بان من لا يصليها يضرب ضربا شديدا ويعزلون الامام الذين يتخلف عنها كما جرى كل ذلك في بعض
کہ جو شخص اس نماز کو نہیں پڑھیگا تو خوب پٹیگا اور امام کو موقوف کردیتے ہیں جو اتفاقا نہ پڑھے چنانچہ یہہ تمام حال بعضے وقتوں میں

الاوقات في بعض البلاد فيا ليتهم فعلوا مثل ذلك في الفرائض والواجبات وهذه هي الفتنة التي قال فيها
بعضے شہروں میں گذرا ہے پس کاشکے ایسی تاکید فرائض اور واجبات میں کرتے اور یہہ وہ ہی فتنہ ہے جسکی باب میں

ابن مسعود كيف انتم اذا لبستكم فتنة يهرم فيها الكبير وينشأ فيها الصغير يجري على الناس يتخذونها سنة
ابن مسعود نے کہا ہے تمہارا کیا حال ہوگا جب تمکو فتنہ گھیرلے کہ بڑا ہو جاوے اوسمیں کبیر اور جوان ہوجاوے اوسمیں صغیر عادت ہے لوگوں کی کہ اوسکو سنت ٹھہرالیتے ہیں

اذا غيرت قيل غيرت السنة او هذا منكر وكان يقول ايضا اياكم وما يحدث من البدع فان الدين لا يذهب
جب کوئی بدلا تو کہیں کوئی سنت کو تبدیل کیا یا یہہ بیجا ہے اور ابن مسعود یہہ بھی کہتے تھے بچیو ہونیوالی بدعتوں سے کیونکہ دین ایک بار ہی

من القلوب بمرة ولكن الشيطان يحدث لكم بدعا حتى يذهب الايمان من قلوبكم فعلى هذا يجب على
دلوں میں سے نہیں نکلجاویگا لیکن شیطان تمہاری لئے بدعتیں پیدا کریگا یہاں تک کہ ایمان تمہاری دلوں میں سے نکل جاویگا اس بنا پر ان کی موافق ہر مسلمان پر

كل مسلم ان يحترز من الاغترار والميل الى شيء من البدع والمحدثات ويصون دينه عن العوائد التي استأنس
واجب ہے کہ بچتا رہے فریفتگی اور غفلت اور توجہ سے طرف تمام بدعات اور محدثات کی اور اپنے دین کو عادات سے بچاوے جس میں الفت پکڑی

بها وتربى عليها فانها سم قاتل قل من سلم من افاته وظهر له الحق معها لان لها حلاوة في قلوب اهلها
اور پرورش پائی بیشک یہہ زہر قاتل ہے اسکی آفات سے کم بچتے ہیں اور اسکی ساتھہ حق کبھی نہیں ظاہر ہوتا اسلئے کہ اسکا مزہ بدعتیوں کی دل میں ایسا آیا ہے

يستحسنها طباعهم فلا يتركونها ولذلك كان هشام بن عروة يقول لا تسئل الناس عما احدثوه فانهم قد
کہ اونکی دل اسکو پسند کرتے ہیں سو کبھی نہ چھوڑینگے اسی لئے ہشام بن عروہ کہتے تھے کہ لوگوں سے کیا پوچھتے ہو بدعات کو اسکا تو اونہوں نے

اعدوا له جوابا لكن اسئلوهم عن السنة فانهم لا يعرفونها يسرنا الله اليوم العمل بالسنة والاحتراز عن بدعة
جواب تیار کررکھا ہے لیکن اونسے یہہ پوچھو سنت کیا ہے یہہ سنت کو نہیں جانتے اللہ تعالی ہمکو آج سنت پر عمل آسان کرے اور بدعت سے بچاوے

المجلس العشرون في بيان فضائل حج المبرور وبيان البدعة فيه قال رسول الله صلى الله عليه
بیسویں مجلس بیانمیں فضایل حج مبرور کی اور بیان حج کی بدعتوں کا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة
وسلم نے جسنے حج کیا واسطے اسکی پھر نہ فحش کہا سامنے عورتوں کی اور نہ بدکاری کی الیسا پاک ہوجاویگا جیسا جنا ساں اوسکی [illegible] یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے

ومعناه ان من حج واجتنب جميع ما فيه اثم من القول والفعل غفرت ذنوبه والمراد من الذنوب الصغائر

اسکی معنی یہہ ہین کہ جسنی حج کیا اور بچا تمام گناہون قولی اور فعلی سی اوسکی گناہ معاف ہوجاوینگی اور گناہونسی مراد صغیرہ گناہ ہین

لان الكبيرة لا يكفرها الا التوبة واما الصغيرة فلها مكفرات كثيرة ورد بها السنة كالصلوات الخمس

اسلئی کہ کبیرہ گناہ کا کفارہ سوای توبہ کی کچہہ نہین ہی اور گناہ صغیرہ کی چہوڑانیوالی بہت چیزین ہین یہہ حدیث مین آیا ہی جیسی نماز پنجگانہ

والجمعة وصوم رمضان وغيرها فان كل واحد من مباني الاسلام يكفر الذنوب والخطايا فيهدمها

اور نماز جمعہ اور روزی رمضان کی اور سوا اسکی بیشک ہر ہر اصول اسلام مین سی گناہ اور خطا کا کفارہ ہی کہ سب برابر کردیتا ہی

فكلمة لا اله الا الله لا تبقي ذنبا ولا يسبقها عمل والصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة ورمضان الى

پس کلمہ لا الہ الا اللہ کوئی گناہ باقی نہین چہوڑتا اور نہ اس سی کوئی عمل فایق ہی اور نمازین پنجگانہ اور روز جمعہ سی جمعہ تک اور رمضان سی

رمضان مكفرات لما بينهن ما اجتنب الكبائر والصدقة تطفئ الخطيئة كما يطفئ الماء النار والحج

رمضان تک کفارہ ہین درمیان کی گناہونسی جبتک کہ کبیرہ سی بچتا رہی اور صدقہ خیرات خطاؤن کو بجہادیتا ہی جیسی پانی آگ کو بجہادیتا ہی اور حج

الذي لا رفث فيه ولا فسق يخرج صاحبه من ذنوبه كيوم ولدته امه لما روي انه عليه السلام قال

جسمین نہ فحش ہو ساتہہ عورتون کی اور نہ بدکاری تو حاجی گناہونسی ایسا پاک ہوجاتا ہی جیسی اوسکی ماں جنا تہا کیونکہ روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا

من قضى نسكه وسلم المسلمون من يده ولسانه غفر ما تقدم من ذنبه وما تاخر وفي الصحيحين انه عليه السلام

کہ جسنی تمام لوازم حج کی ادا کئی اور تمام مسلمان اوسکی ہاتہہ اور زبانسی سلامت رہی تو اوسکی تمام گناہ پہلی اور پچہلی معاف ہوئی اور صحیح مسلم اور بخاری مین ہی کہ آپ نی

قال الحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة واختلف العلماء في كون الحج المبرور مكفر الكبائر والصحيح انه لا يكفرها

فرمایا کہ جزا حج مبرور کی سوا جنت کی اور نہین اور علماء نی اختلاف کیا ہی آیا حج مبرور کبیرہ گناہون کا کفارہ ہوتا ہی یا نہین صحیح یہہ ہی کہ کفارہ نہین ہوتا

ومن قال انه يكفرها ليس مراده انه يسقط عن مرتكبها قضاء ما لزمه من العبادات والديون والمظالم

اور جو قایل ہی کہ کبیرہ کا کفارہ ہوتا ہی تو اوسکی مراد یہہ نہین ہی کہ مرتکب کبیرہ کی ذمہ سی قضا عبادات اور قرضون اور حقوق کی جو اوسپر لازم ہین ساقط ہوجاتی ہی

وانما مراده انه يكفر عنه تاخير قضاء ما لزمه فانه اذا فرغ منه يطالب بفعل ما لزمه فان لم يفعل

اوسکی مراد یہہ ہی کہ جو اوسکی ذمہ ہی اوسکی تاخیر قضا کا کفارہ ہوتا ہی بیشک جب وہ اس سی فارغ ہوچکیگا تو جو اوسکی ذمہ ہی اوسکی ادا کا مطالبہ ہوگا اگر اسنی

مع قدرته عليه يكون مرتكبا الكبيرة لان والحج المبرور هو الذي لا يخالطه اثم وقيل هو المقبول وهذا

باوجود قدرت کی ادا نکیا تو مرتکب کبیرہ کا اب ہوگا اور حج مبرور وہ ہوتا ہی جسمین کوئی گناہ نملی اور کہتی ہین وہ حج مقبول ہوتا ہی اور یہہ

المعنى قريب من الاول وعلامة كون الحج مبرورا ان يترك صاحبه سيئ ما كان عليه من عمله ويتوجه الى

معنی پہلی ہی سی معنی ہین اور حج مبرور ہونی کی نشانی یہہ ہی کہ حاجی تمام اعمال بد جو کرتا تہا سب ترک کردی اور اپنی رب کی طاعت مین

طاعة ربه ويسعى في اصلاح نفسه وقيل علامة كون حج الانسان مقبولا ان يزداد بعد الحج خيرا ولا يعاود

معروف ہورہی اور اپنی اصلاح نفس مین سعی کرتا رہی اور کہتی ہین کہ حج کی مقبول ہونی کی علامت ہی کہ حج کی بعد نیکوکاری زیادہ ہوجاوی اور گناہ کو چہوڑکر

المعاصي بعد الرجوع ويترك قرباء السوء فان من استلم الحجر فقد بايع الله تعالى ان يجتنب معاصيه

پہر کبہی عمل مین نہلاوی اور بدہمنشینون کو ترک کردی بیشک جسنی حجر اسود کو بوسہ دیا اوسنی اللہ تعالی سی بیعت کی کہ اوسکی نافرمانی نہ کریگا

ويقوم بحقوقه فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا

اور اوسکی تمام حقوق ادا کریگا پہر جو کوئی قول توڑی سو توڑتا ہی اپنی برے کو اور جو کوئی پورا کری جسپر قرار کیا اللہ سی وہ دیگا اوسکو عوض بڑا

يشير الى هذا ما روي عن ابن عباس انه قال الحجر الاسود يمين الله تعالى في الارض فمن استلمه وصافحه فكانما

سی کی طرف اشارہ کرتی ہی روایت ابن عباس کی کہ فرمایا حجر اسود اللہ تعالی کا زمین مین داہنا ہاتہہ ہی جسنی اوسپر بوسہ دیا اور مصافحہ کیا گویا

صافح الله تعالى وقبّل يمينه وقال عكرمة الحجر الاسود يمين الله تعالى في الارض فمن لم يدرك بيعة
اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کیا اور اوسکا ہاتھ چوما اور عکرمہ کہتا ہے حجر اسود داہنا ہاتھ ہے اللہ تعالیٰ کا زمین میں جسکو بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
رسول الله فمسح الركن فقد بايع الله ورسوله وورد في الحديث ان الله تعالى لما استخرج من ظهر آدم
میسر نہیں ہوئی پھر اوسنے رکن کو ہاتھ سے چھوا تو اوسنے بیشک خدا اور اوسکے رسول سے بیعت کی اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم کی پشت میں سے
ذريته واخذ عليهم الميثاق كتب ذلك في رق ثم استودعه هذا الحجر الاسود وقيل فمن حج اذا استلم الحجر فانه
اوسکی اولاد کو نکالا اور اونسے عہد لیا الست بربکم کا اوسکو پوست آہو پر لکھ کر اس حجر اسود میں امانت رکھدیا اور کہتے ہیں کہ حاجی جب حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے تو گویا
يجدد البيعة ويلتزم الوفاء بالعهد المتقدم فينبغي له اذا رجع من الحج ان يحافظ ما عاهد الله عليه
از سر نو بیعت کرتا ہے اور اگلی عہد کا پورا کرنا اپنی ذمہ پر لیتا ہے اب یہہ ہی لائق ہے کہ جب حج اسود کے پاس سے جدا ہو تو اللہ سے جو عہد کیا ہے
عند استلام الحجر اذ يقبح هذا لمن كمل مباني الاسلام ان يشرع في نقض ما بني بالمعاصي فان علامة
بوقت بوسہ دینے حجر اسود کے اوسکی حفاظت کرے کتنا برا ہے کہ مبانی اسلام کی پورا کر کر اون مبانی کا نقض معصیت سے شروع کرے کیونکہ نشانی
قبول الطاعة ان توصله بطاعة اخرى بعدها وعلامة ردها ان توصل بمعصية بعدها وما احسن
اعمال مقبول ہونیکا یہہ ہے کہ اوس طاعت کے بعد اور طاعت کر کر ملاتا جاوے اور نشانی مردود ہونیکا یہہ ہے کہ بعد اوسکے معصیت ہونے لگی اور کیا خوب ہے
الحسنة بعد الحسنة وما اقبح السيئة بعد الحسنة فقد قيل ذنب بعد التوبة اقبح من سبعين ذنبا
طاعت بعد طاعت کی اور کیا برا ہے بدی بعد طاعت کی کیونکہ کہتے ہیں ایک گناہ توبہ کے بعد بدتر ہے ستر گناہ سے
قبلها فان النكث صعب من المرض الاول فالحاج اذا كان حجه مبرورا يغفر له ولمن استغفر له
توبہ کی پہلی کیونکہ دوبارہ مرض کا عود کرنا اول مرض سے سخت ہوتا ہے پس حاجی کہ اوسکا حج مبرور ہوتا ہے تو وہ بخشا جاتا ہے اور جسکی واسطے مغفرت مانگی
واذا رجع يرجع وذنبه مغفور ودعائه مستجاب ولذلك يستحب تلقيه والسلام عليه وطلب الاستغفار
اور جب وہ پھرتا ہے تو اس حال میں کہ اوسکی گناہ معاف اور اوسکی دعا مقبول ہے اسیلیے مستحب ہے اوس سے ملنا اور سلام علیک کرنی اور اوس سے مغفرت کی دعا کرانی
منه لما روي عن ابن عمر انه عليه السلام قال اذا لقيت الحاج سلم عليه وصافحه ومره ان يستغفر
موافق روایت ابن عمر کی کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جب تو کسی حاجی سے ملے تو سلام علیک کر اور مصافحہ کر اور عرض کر کہ تیری لیے اپنے گھر میں جانے سے پہلے
لك قبل ان يدخل بيته فانه مغفور له وروي عن الحسن انه قال اذا خرج الحاج فشيعوهم وزودوهم الدعاء
مغفرت مانگے کیونکہ وہ بخشا ہوا ہوتا ہے اور حسن سے روایت ہے کہ کہتے تھے جب حاجی حج کی لیے روانہ ہوں تو اونکے ساتھ جاکر رخصت کرو اور دعا
فاذا فعلوا فالقوهم وصافحوهم قبل ان يخالطوا الذنوب فان البركة في ايديهم لكن من قليل يكون حجه مبرورا
توشہ دو پھر جب حج کر کر آویں تو اونسے ملو اور مصافحہ کرو پہلے اس سے کہ وہ گناہوں میں مبتلا ہوں کیونکہ اونکے ہاتھوں میں برکت ہے پر بہت کم شخص ہیں جنکا حج مبرور ہوتا ہے
قيل لابن عمر ما اكثر الحاج فقال وما اقلهم وقال ايضا الركب كثير والحاج قليل وانما قال ذلك لظهور البدع
کسی نے ابن عمر سے کہا حاجی کتنے بہت ہیں اونہی جواب دیا کہ حاجی بہت تھوڑے ہیں اور یہہ بھی کہا سوار تو بہت ہیں پر حاجی تھوڑے ہیں یہ اسی لیے کہا کہ حجاج میں بدعات
والمنكرات الكثيرة بين الحجاج فاعظمها فتنة واكبرها مصيبة واكثرها وقوعا وبلية ترك اكثرهم الصلوة
اور منکرات بہت ہوتی ہیں پس بڑا فتنہ اور بڑی مصیبت اور بڑی بلا جو اکثر واقع ہوتی ہے یہہ ہے کہ اکثر حاجیوں کی نماز چھوٹتی ہے
ومن لم يتركها يضيع وقتها ويجمعها على غير الوجه الشرعي وذلك حرام بالاجماع ومن علم انه اذا خرج
اور جو نماز نہیں ترک کرتا تو وقت کو کہو دیتا ہے اور برخلاف وجہ شرعی کی جمع کر کر ادا کرتا ہے اور یہہ بالاتفاق حرام ہے اور جو جانتا ہے کہ جب وہ حج کی لیے جاویگا
الى الحج تفوته صلوة واحدة يحرم عليه الحج رجلا كان او امرأة لان من يترك صلوة واحدة لا يكفرها اقل
تو اوسکی ایک نماز فوت ہوگی تو اوسکو حج کو جانا حرام ہے مرد ہو یا عورت اسواسطے کہ جسکی ایک نماز قضا ہوتی ہے تو اوسکا عوض ستر حج سے کم نہیں

من سبعين حجة فيكون كمن ضيّع الف دينار فى طلب درهم واحد فاذا كان كذلك فعلى الحاج ان يلازم
نہیں ہوتا پھر یہہ شخص ایسا ہی کہ ایک درہم کی واسطی ہزار دینار خراب کئی جب حال یہہ ہی تو حاجیوں کو ضرور ہی کہ نمازیں

الصلوة فى وقتها بالجماعة عند التيسر وبالانفراد عند التعسر مع الاحتياط عن التيمم حال كفاية
وقت پہ آسانی میں جماعت سی اور تنگی کی وقت تنہا ادا کیا کریں پر تیمم سی احتیاط کریں اگر پانی غلبۂ ظن میں

الماء للوضوء والشرب له ولرفيقه باعتبار غلبة الظن وعن الوضوء بماء نجس وعن الصلوة قبل وقتها
واسطی وضو اور پینی اسکی اور اسکی رفیق کی کافی ہو اور احتیاط وضو کی ناپاک پانی سی اور احتیاط نماز کی وقت کی پہلی سی

ومع الاجتهاد فى امر القبلة فى موضع الاشتباه ومن منكرات الحاج تزيين الجمل بالحلى من الذهب و
اور کوشش کریں سمت قبلہ میں اشتباہ کی مقام میں اور حاجیوں کی بدعات میں سی ہی اونٹ کا سونی اور چاندی کی گہنی سی

الفضة والقلائد والاساور والباس الحرير وتزيين المشاعل بذلك ايضا يفعلون ذلك عند خروجهم
اور قلادہ اور کنگن سی اور حریر پہناکر سنگار کرنا اور ایسی ہی زیب و زینتوں سی مشعلیں روشن کرنی ہی اور یہہ سانگ جب اپنی شہر سی رخصت

من بلدهم ورجوعهم اليه وعند دخولهم مكة والمدينة وهم اثمون فى جميع ذلك ويشاركهم فى الاثم
ہوتی ہیں اور جب پہر کر پہر اپنی شہر میں داخل ہوتی ہیں اور جب مکہ اور مدینہ میں داخل ہوتی ہیں تو کیا کرتی ہیں اور وہ سب ان بدعات کی کرنی پر گنہگار ہوتی ہیں

من يتطاول لروية ذلك ويستحسنه اويسكت عنه ومن منكراتهم ايضا خروج النساء عند ذهابهم
جو دیکہنی کو جاتی ہیں اور اسکو نیک سمجہتی ہیں یا چپ ہوکر منع نہیں کرتی اور حاجیوں کی بدعات میں سی یہہ بہی ہی کہ عورتیں اونکی جاتی وقت

وعند مجيئهم فان الواجب على المراة قعودها فى بيتها وعدم خروجها من منزلها وعلى الزوج منعها عن
اور آتی وقت ساتہہ نکلتی ہیں کیونکہ عورتوں پر اپنی گہر میں بیٹہی رہنا اور اپنی رہنی کی مقام سی باہر نجانا واجب ہی اور شوہر پر اونکا روکنا نکلنی سی

الخروج ولو اذن لها وخرجت كانا عاصيين والاذن قد يكون بالسكوت فهو كالقول لان النهى عن
واجب ہی اور خاوند نی اگر اسکو اجازت دی اور وہ نکلی تو دونو گنہگار ہونگی اور اجازت کبہی چپ رہنی سی بہی ہوتی ہی وہ ایسی ہی جیسی زبانسی کہنا اسواسطی کہ بازرکہنا

المنكر فرض وان خرجت بغير اذن زوجها يلعنها كل ملك فى السماء وكل شئ يمر عليه الا الانس والجن وقد
بدی سی فرض ہی اور اگر وہ بغیر اجازت خاوند کی نکلی تو اوسپر تمام فرشتی آسمان کی اور جس جس چیز پر گذرتی ہی بجز انسان اور جن کی سب لعنت کرتی ہیں اور

جاء فى الحديث انه عليه السلام قال ما تركت بعدى فتنة اضر من النساء فخروج النساء فى هذا الزمان
حدیث میں آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ میں نی کوئی فتنہ اپنی بعد بدتر عورتوں سی نہیں چہوڑا سو نکلنا عورتوں کا اپنی گہروں میں سی

من بيوتهن من اكثر الفتن لاسيما الخروج المحرم كخروجهن خلف الجنازة ولزيارة القبور وعند خروج الحجاج
اس زمانہ میں بڑا ہی فتنہ ہی جسپہ حرام وجہ سی نکلنا بدتر ہی جیسا جانا عورتوں کا جنازہ کی پیچہی اور قبروں کی زیارت کو اور حاجیوں کی رخصت کی وقت

ومجيئهم والخير لهن قعودهن فى بيوتهن وعدم خروجهن عن منزلهن الا ترى انه تعالى امر خير نساء الدنيا و
اور اونکی آتی وقت اونکی حق میں گہروں کی اندر بیٹہی رہنا ہی اور اپنی منزل سی باہر نہونا ہی بہتر ہی کیا نہیں جانتا کہ اللہ تعالی دنیا میں سی بہترین عورتوں کو

هن ازواج النبى عليه السلام بعدم الخروج من بيوتهن فقال وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وهذا النظم الكريم وان نزل فيهن
کہ وہ ازواج مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں گہروں میں سی نکلنی سی منع کرتا ہی فرمایا اور قرار پکڑو اپنی گہروں میں اور یہہ آیت بزرگ اگرچہ ازواج مطہرات کی حق

الا ان حكمه يعم الجميع لما تقرران خطابات القران تعم الموجودين وقت نزوله ومن سيوجد الى يوم القيمة
پر اسکا حکم سب کی حق میں عام ہی کیونکہ اصول میں ٹہر چکا ہی کہ احکام خطابی قرآن شریف کی تمام موجودین کو وقت نزول کی اور اونکو جو قیامت تک پیدا ہونگی

ومن منكراتهم ايضا ان بعض من لا يجب عليهم الحج من الفقراء يخرجون معهم بلا زاد ويقولون نحن متوكلون
اور حاجیوں کی منکرات میں سی یہہ بہی ہی کہ جن پر مقدور دن پر حج فرض نہیں ہی وہ بہی اونکی ساتہہ ہو جاتی ہیں بی توشہ خالی ہاتہہ اور کہتی ہیں کہ ہم توکل پر ہیں

جنکی

فيكونون كلاً على الناس وثقلاً عليهم غير منفكين عن ابرامهم بالسؤال والسؤال وهم يرتكبون
پہر وہ لوگون پر بہاری پڑتی ہین اور دستور ہوتی ہین اونکی بسبب مانگنی ہمین جہوٹ تی اور حال یہہ ہی کہ مانگنا حرام ہی اور وہ اس حرام کو اوس ادا کی

ذلك الحرام لاداء ما يجب عليهم بل يتركون كثيرا من الصلوات الخمس ويقعون في انواع المعاصي فيكون
اداکی لئی اختیار کرتی ہین بلکہ اکثر اوقات نمازین پنجگانہ مین سی ترک کرتی ہین اور قسم قسم کی معاصی مین گرفتار ہوتی ہین پہر وہ ہی

سبب كمالهم وزيادتهم سببا لنقصانهم وخسرانهم وقد قال بعض المفسرين ياتي على الناس زمان يحج اغنياءهم
سبب جو اونکی خوبیہ اور زیادت کا ہی باعث اونکی نقصان اور خسارہ کا ہوجاتا ہی اور بعض مفسرون نی کہا ہی لوگون پر ایسا زمانہ آویگا جسمین دولتمند تو

للترفه واوساطهم للتجارة وقراءهم للرياء والسمعة وفقراءهم للمسئلة ولا يبعد ان يقال وسراقهم للسرقة
حج کرینگی واسطی عیش تن آسانی کی اور درمیانہ لوگ تجارت کی واسطی اور قاری واسطی لوگون کو دکہلانی کی اور فقرا واسطی مانگ کہانی کی اور بعید نہین کہ یہہ بہی کہین اور چور واسطی

والحاصل ان الحج قد صار في هذا الزمان فتنة ومحنة لكثير من الناس حيث لا ينظرون فيما اوجب الله تعالى
اور حاصل یہہ ہی کہ حج اس زمانہ مین بہت لوگون کی حق مین فتنہ اور محنت ہوگیا ہی اسواسطی کہ وہ ہی نگاہ نہین کرتی کہ اللہ تعالی نی اونپر کیا کیا

عليهم فيه من حقوقه وحقوق عباده فانه تعالى اوجب عليهم الحج بشرط الاستطاعة وهي تقتضي
اپنی حق اور اپنی بندون کی حق واجب کئی ہین بیشک اللہ تعالی نی اونپر حج اس شرط سی فرض کیا ہی کہ استطاعت ہو یعنی اتنی

القدرة على ما يكفي الانسان مما يحتاج اليه مدة ذهابه ومجيئه من ماكول ومشروب ومركوب
قدرت ہو کہ انسان کو حاجات کی لئی جانی اور آنی کی مدت مین کفایت کر جاوی کہانی کو اور پینی کو اور سواری کو

فمن الناس من يخرج الى الحج بلا زاد وراحلة لفقره فربما يهلك في الطريق عند حاجته الى الاكل والشرب
پہر بعضی لوگ جو حج کی واسطی نادار ہیکی خالی ہاتہ بلا توشہ اور سواری روانہ ہوجاتی ہین تو اکثر راستہ کی اندر کہانی اور پینی

والركوب فيموت عاصيا لان الله تعالى نهاه عن السفر على تلك الحالة ومن خرج الى الحج من غير ان
اور سواری کی محتاج ہو کر تباہ ہوتی ہین پہر گنہگار ہو کر مرتی ہین اسواسطی کہ اللہ تعالی نی ایسی حالت مین سفر سی منع کیا ہی اور جو شخص حج کو جاوی بدون

يملك ما يكفيه وقصد في خروجه ان يسئل الناس ما يحتاج اليه في وقت ضرورته من اكل وشرب وركوب
اتنی مقدور کی کہ اوسکی واسطی کافی ہو اور ارادہ کری کہ بیچ انسی نکلتی ہی لوگونسی حاجت کی چیز کہانا پینا سواری ضرورت کی وقت مانگ لینگی

فقد اساء اكبر اساءة لان الغالب من حال الحجاج ان يتزود كل واحد منهم قدر كفايته لمشقة الحمل وبعد
تو اوسنی بہت ہی برا کیا اسواسطی کہ اکثر حاجیون کا حال یہہ ہی کہ توشہ موافق کفایت اپنی باربرداری اور درازی راہ کی لیکر جاتی ہین

الطريق فمن سافر معهم بلا زاد فانه يضايقهم في زادهم فيكون سفره هذا اذى لنفسه ولغيره واكثر من
پہر جو خالی ہاتہ اونکی ساتہہ ہوجاوی تو اوسنی اونکی توشہ مین مہانی ماتگی کا پہر اوسکا یہہ سفر وبال ہوگا اوسکو بہی اور اوروںکو بہی اور اکثر ایسا کام

يفعل هذا هم الذين لا يعرفون شرائط الدين واحكام الاسلام ولا يقصدون طاعة الله تعالى وطاعة
وہ ہی کرتی ہین جو شرائط دین کی اور احکام اسلام کی نہین جانتی اور نہ اونکو طاعت الٰہی اور اتباع رسول سی کچہہ غرض ہوتی ہی

رسوله بل يقصدون قضاء ما تشتهيه نفوسهم من روية الاماكن البعيدة الغريبة ورؤية مكة
بلکہ اپنی دل کی ارمان نکالتی ہین دیکہنا عجیب و غریب دور کی شہرون کا اور دیکہنا مکہ

والمدينة والتفرج على الناس في مجامعهم اذ ياتون من كل فج عميق وان يقال له الحاج لا همة له الا
اور مدینہ کا اور سیر کرنا لوگون کی مجلسون کا اسواسطی کہ وہان دور دور کی لوگ آتی ہین اور حاجی کہلائین اسکی اتنی ہی ہمت تہی

ذلك ومنهم من يزين له الشيطان صحبة الركب ولا مقصود له الا اخذ اموال الناس من سرقة
اور بعضون کی دلمین شیطان ڈالدیتا ہی اونکا مقصود صرف یہہ ہی ہوتا ہی کہ لوگون کا مال چورا کر

او غصب او کیف یمکن فان الشیطان یجتهد دائما فی ایقاع بنی ادم فی الشر فیفتح له بابا من الخیر لیوقعه
یا چہین کر یا جسطرح بنی بیچی کیونکہ شیطان ہمیشہ یہہ کوشش کرتا رہتا ہی کہ بنی آدم کو برائی میں مبتلا کری پہر اونکی لئی ظاہر میں دروازہ خیر کا کہول کر

فی انواع المعاصی والمحرمات فی السر ومن منکراتهم ایضا انهم فی اکثر الاحوال یضیعون حقوق میتهم اذ قد
در پردہ قسم قسم کی معاصی اور حرام اور برائی میں مبتلا کر دیتا ہی اور حاجیوں کی منکرات میں سی یہہ بہی ہی کہ وہ اکثر حال میں اپنی مردہ کا حق تلف کر دیتی ہیں

یموت واحد من رفقائهم حین کونهم نازلین فلا یغسلونه ولا یکفنونه ولا یصلون علیه بل یرتحلون
جب کوئی اونکا رفیق منزل میں اوترتی ہوئی مرجاتا ہی پہر اوسکو نہ تو نہلا دیں اور نہ کفن دیں اور نہ اوسپر نماز جنازہ کی پڑہیں بلکہ وہاں سی کوچ کرتی ہیں

ویترکونه هناک ضایعا بلا دفن ویقعون فی الاثام لان کل واحد من هذه الامور من فروض الکفایة التی
اور مردہ کو اوسی جگہہ بی دفن ڈال جاتی ہیں اور گناہ میں پہنستی ہیں کیونکہ یہہ سب باتیں فرض کفایہ ہیں اگر کوئی ایک بہی

اذا ترک واحد منها یاثم الکل وقد یموت حین کونهم ذاهبین فی الطریق فیرمونه فی مکان قفر بلا دفن فیاکله
متروک ہو تو سب گنہگار ہوں اور بعضے وقت رستہ میں چلتی ہوئی مرجاتا ہی تو پہر اوسکو یونہیں جنگل بیابان میں بی دفن کئی پہینک جاتی ہیں اوسکو گیدڑ

السباع وسبب ارتکابهم امثال هذه الجرائم خوفهم ان یاخذ البیت المال ماله ویختارون متاع
بہیڑئی کہا جاتی ہیں اور ایسی ایسی یہہ تمام گناہ صرف اس خوف کی ماری کرتی ہیں کہ مبادا اوسکا مال بیت المال میں داخل ہوجا سو یہہ لوگ دنیا کی پونجی کو

الدنیا علی الاخرة ویضیعون امثال هذه الفروض ویقعون فی الاثام فکیف یکون حجتهم مبرورا والحاصل
آخرت کی مقابلہ میں پسند کرتی ہیں اور ایسی ایسی فرض باتوں کو ضایع کرکر گنہہ میں مبتلا ہوتی ہیں اب کیونکر اونکا حج مبرور ہوگا حاصل یہہ ہی

ان من یرید ان یکون حجه مبرورا یلزمه ان یحج باقامة ارکانه وواجباته وسننه ویحترز فی الاحرام
جو شخص چاہی کہ اوسکا حج مبرور ہووی تو اوسکو لازم ہی کہ حج میں تمام ارکان اور واجبات اور سنن ادا کری اور احرام کی مدت میں تمام

عن محظورات الاحرام وعن سائر المعاصی کلها کبائرها او صغائرها ویتوب قبل الاحرام عن الذنوب کلها
منہیات سی جو احرام میں ہیں اور تمام اور معاصی کبایر اور صغایر سی احتراز کری اور احرام سی پہلی تمام گناہوں سی توبہ کرکر

باداء الفروض والواجبات وارضاء الخصوم فی حقوق العباد ویکون طعامه وشرابه ولباسه ومرکبه من
فرض اور واجبات ادا کری اور حقوق العباد میں مدعیوں کو راضی کری اور اوسکا کہانا اور پینا اور پہننا اور سواری

الحلال لا من الحرام اذ قد اختلف الفقهاء فیمن یحج بمال حرام هل یصح حجه ام لا فعند الامام احمد لا یصح ویجب
حلال مال میں سی ہو حرام میں سی نہو اسواسطی کہ فقہا میں اختلاف کیا ہی کہ جو شخص حرام مال سی حج کری تو آیا اوسکا حج ادا ہوجاتا ہی یا نہیں امام احمد کی نزدیک

علیه ان یحج ثانیا بمال حلال وعند الثلثة یصح حجه ویسقط عنه الفرض ولا یجب علیه الاعادة لکن
اوسکا حج صحیح نہیں ہوتا اوسپر واجب ہی کہ حج دوبارہ مال حلال سی کری اور تینوں اماموں کی نزدیک اوسکا حج تو صحیح ہی اور اوسکی ذمہ سی فرض ادا ہوگیا اور اوسپر حج دوبارہ بہی واجب نہیں

لا یکون حجه مبرورا لان الشرط فی کون الحج مبرورا الاجتناب عن کل ما نهی الله عنه مع اداء الحج بشروطه
اوسکا حج مبرور نہیں اسواسطی کہ حج مبرور کی لئی یہہ شرط ہی کہ اللہ کی تمام منہیات سی اجتناب کری اور حج کو تمام شرائط

وارکانه وواجباته وسننه وآدابه فشرائطه نوعان شرائط الاداء وشرائط الوجوب اما شرائط الاداء
اور ارکان اور واجبات اور سنن اور آداب کی ساتہہ ادا کری پس اوسکی شرطیں دو قسم کی ہیں ایک شرط ادا کی ہی اور ایک شرط واجب ہونی کی ہی شرط ادا کی

فهی الزمان والمکان والاحرام وشرائط الوجوب فهی العقل والبلوغ والحریة والاستطاعة وسلامة
تو وقت ہی اور مکان ہی اور احرام ہی اور شرط وجوب کی عقل اور جوانی اور آزادگی اور مقدرت مالی اور صحت

البدن وامن الطریق فیکون امن الطریق من شرائط الوجوب اختلف العلماء فی وجوب الحج فی هذا الزمان
بدنی اور امن رستہ کا پس امن رستہ کا جو شرط وجوب کی ہی اسلئی علماء کو اختلاف پیدا ہوا کہ اس زمانہ میں حج فرض ہی یا نہیں

لانقطاع الامن بظهور القرامطة وغيرهم من الفساق والسراق فقال ابو القاسم الصفاري لا اشك
کیونکہ امن رستہ کا جاتا رہا بسبب غلبہ قرامطہ وغیرہ فساق اور چوروں کی ابو القاسم صفاری کہتی ہیں عورتوں کی ذمہ سی
فی سقوط الحج على النساء فی هذا الزمان وانما اشك فی سقوطه عن الرجال وقال ایضا لا اری الحج فرضا منذ عشرين
حج کی ساقط ہونی میں اس زمانہ کی اندر کچھ شک نہیں ہی شک اسمیں ہی کہ مردوں کی ذمہ سی بہی ساقط ہی یا نہیں اور یہہ بہی کہا ہی کہ میں حج کو فرض نہیں جانتا
سنة منذ خرجت القرامطة والبادية عندي دار الحرب وقال ابو بكر الاسكاف ولا اقول الحج فريضة
بیس برس کی مدت سی جب سی قرامطہ پیدا ہوئی ہیں اور بادیہ میری نزدیک دار الحرب ہی اور ابو بکر اسکاف کہتی ہیں میں نہیں قایل ہوں کہ
فی زماننا قاله فی سنة ست وعشرين وثلثمائة وافتى ابو بكر الرازي ان الحج قد سقط عن اهل بغداد
اب ہماری وقت میں حج فرض ہی یہہ گفتگو سنہ تین سو چھبیس کی ہی اور ابو بکر رازی نی یہہ فتوی دیا ہی کہ حج اس زمانہ میں اہل بغداد کی ذمہ سی
فی هذا الزمان وبه قال جماعة من المتاخرين قيل وانما قالوا ذلك لان الحاج لا يتوصل الى الحج الا بالرشوة
بیشک ساقط ہو گیا اور ایسی ہی اور متاخرین کہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ عدم فرضیت کی اسواسطی قائل ہوئی ہیں کہ حاجی قرامطہ وغیرہ کو رشوت دئی بغیر
الى القرامطة وغيرهم فيكون الطاعة سببا للمعصية فمتى صارت الطاعة سببا للمعصية يرتفع
ہرگز حج نہیں کر سکتی اب طاعت سی معصیت ذمہ آئی جب طاعت معصیت کا سبب بنی تو پہر طاعت نہیں رہتی
الطاعة لكن ذكر فی القنية ان من قدر على الحج يجب عليه الحج وان علم انه يؤخذ منه المكس اذ لو سقط
لیکن قنیہ میں یہہ مذکور ہی کہ جسکو حج کی طاقت ہو تو اوسپر حج فرض ہی اگرچہ یہہ جانتا ہو کہ اوس سی خراج لیا جاویگا اسواسطی کہ اگر اتنی خوف سی
الحج به فمتى يعمل بقوله تعالى وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ وسئل ابو الحسن الكرخي عمن لا يخرج الى الحج خوفا
حج ساقط ہو جاوی تو پہر اس آیت پر کب عمل ہوویگا اور واسطی اسکی ہی لوگوں پر حج بیت اوسکا ابو الحسن کرخی سی پوچھا حال اوسکا جو ماری خوف
من القرامطة فقال ماسلمت البادية عن الافات يعني ان البادية لا تخلو عن الافات لقلة الماء وشدة
قرامطہ کی حج کو نہیں جاتا اونی جواب دیا بادیہ آفات سی سالم نہیں ہی یعنی بادیہ آفات سی کبہی خالی نہیں ہی بسبب کوتاہی پانی اور شدت
الحر وهيجان الريح السموم وقال الفقيه ابو الليث ان كان الغالب فی الطريق السلامة يجب وان كان
گرمی اور تیزی ہوا لوں کی اور فقیہ ابو اللیث کہتی ہیں اگر راستہ میں احتمال غالب سلامتی کا ہی تو حج فرض ہی اور اگر احتمال
الغالب خلاف ذلك لا يجب وعليه الاعتماد وفرائضه الاحرام والوقوف بعرفة وطواف الزيارة فان فات
غالب تلف کا ہی تو واجب نہیں ہی اسی قول پر اعتماد ہی اور فرائض حج کی یہہ ہیں احرام اور عرفات پر ٹھہرنا اور طواف الزیارة اگر ان تینوں میں سی
واحد منها يبطل حجه ويجب قضائه فی العام القابل وواجباته السعي بين الصفا والمروة والوقوف
ایک بہی فوت ہوگا تو حج باطل ہو جاویگا پہر سال آیندہ میں اوسکی قضا واجب ہو گی اور واجبات حج کی یہہ ہیں صفا اور مروہ کی بیچ میں دوڑنا اور
بالمزدلفة ورمي الجمار والحلق او التقصير وطواف الصدر للافاقي فان ترك شيئا منها يجوز حجه و
مزدلفہ میں ٹھہرنا اور جمرات میں کنکر مارنی اور سر منڈانا یا بال کتروانی اور طواف الصدر سواو مکہ والوں کی پس اگر کوئی واجبات واجبات میں سی ترک کیا تو حج تو جایز
عليه الدم وما عدا ذلك سنن واداب ووقته شوال وذو القعدة وعشر ذي الحجة ويكره الاحرام للحج
ہوگا پر اوسپر ذبح لازم ہی اور سوا ان فرایض اور واجبات کی سنن اور اداب ہیں اور حج کا وقت ماہ شوال اور ماہ ذیقعدہ دس دن ذی الحجہ کی ہیں اس مدت سی پہلی احرام حج کا باندہنا
قبل ذلك لان الاحرام يطول فربما يقع فی الحرام ولا يكون حجه مبرورا فان من احرم للحج والعمرة وارتكب
مکروہ ہی اسلئی کہ مدت احرام کی دراز ہو جاوی گی سو اکثر حرام میں واقع ہو جاتا ہی پہر اوسکا حج مبرور نہوگا کیونکہ جسنی احرام حج کا یا عمرہ کا باندہا پہر کوئی قسم کی
شيئا من محظورات الاحرام بلا عذر يخرج حجه عن ان يكون مبرورا وان تاب الى الفور لان التوبة ترفع
ممنوعات میں سی بی عذر عمل کیا تو اوسکا حج مبرور نہیں رہتا اگرچہ فی الفور توبہ کری اسواسطی کہ توبہ سی گناہ معاف ہو جاتا ہی

لاثم ولا ترفع ما وقع من نقصان ثواب الحج لان الشرط في كون الحج مبرورا ان لا يقع في حال الاحرام ذنب

اور جو نقصان حج کی ثواب مین ہوگیا وہ نہین موقوف ہوتا اسواسطی کہ شرط حج کی مبرور ہونی کی یہہ ہی کہ احرام کی اندر

من الذنوب بلا عذر والاحرام النية والتلبية وهما ركنان في الاحرام لا يصح الاحرام باحدهما دون الاخر

بلا عذر کوئی گناہ کسی طرح کا نہونی پاوی اور احرام کی دو جز ہین نیت اور تلبیہ یہہ دونو احرام کی رکن ہین احرام ایک سی بدون دوسرے کی

فمن اراد الاحرام يتوضأ او يغتسل والغسل افضل وينزع المخيط ويلبس ثوبين ازارا او رداء جديدين

صحیح نہین ہوتا جو شخص احرام باندہی پہلی وضو کری یا نہاوی اور نہانا افضل ہی سیئی کپڑی اوتار ڈالی صرف دو کپڑی پہن لی تہمد اور چادر نئی ہون

او غسيلين والجديد افضل ويقص شاربه ويقلم اظفاره ويحلق عانته ثم يصلي ركعتين و

یا دہوئی ہوئی نئی ہون تو بہتر ہی موچہین کتروا دی اور ناخون ترشوالوی اور موئی زہار مونڈہی پہر دو رکعت نماز ادا کری

يقول بعد السلام اللهم اني اريد الحج فيسره لي وتقبله مني ثم يلبي ويقول برفع الصوت لبيك اللهم

پہر بعد سلام کی یہہ پڑہی الٰہی مین حج کیا چاہتا ہون سو تو مجہپر آسان کردی اور مجہسی قبول کرلی پہر یہہ تلبیہ پکار کر بلند آواز سی کہی حاضر ہوتا ہون الٰہی

لبيك لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك ولا ينقص منها وان زاد

حاضر ہوتا ہون حاضر ہوتا ہون تیرا کوئی شریک نہین بیشک حمد اور نعمت تیری ہی اور ملک تیرا تیرا کوئی شریک نہین اس عبارت مین سی کچہہ کم نکری اگر کچہہ بڑہاوی

يجوز فاذا اتى بالنية والتلبية فقد احرم ويتقي محظورات احرامه وهي الرفث والفسوق والجدال

تو جائز ہی پہر نیت کرکر تلبیہ کہا تو احرام ثابت ہوگیا اب احرام کی ممنوعات سی پرہیز کری اور وہ باتین بیحیائی کی عورتونکی سامنی اور بدکاری اور لڑائی

وتعرض الصيد بالاخذ والاشارة والدلالة والاعانة ولا يلبس المخيط قباء او قميصا او سراويل او

اور شکار کو چہیڑنا پکڑنا یا اشارہ سی بتانا یا ظاہر بتانا یا مدد کرنی اور سیا ہوا کپڑا نہ پہنی قبا یا کرتا یا پائجامہ اور

عمامة او قلنسوة او خفا الا ان يقطع الخف اسفل من الكعبين ولا ياخذ شعرا ولا ظفرا ولا يقتل القمل

پگڑی نہ باندہی ٹوپی نہ پہنی اور موزہ ہان اگر موزہ ٹخنی کی نیچی تک کتر ڈالی تو ڈر نہین پہر نہ بال کتری نہ ناخن کتری نہ جون ماری

ولا يغطي راسه ولا وجهه ولا باس بالاستظلال بالبيت والمحمل ولا يحك راسه الا برفق حتى روي

اور نہ سر ڈہکی اور نہ مونہہ ڈہکی اور اسکا ڈر نہین کہ سایہ مین بیٹہی بیت کی یا کجاوہ کی اور سر کو نہ کہجاوی مگر نرمی سی یہان تک

عن ابي حنيفة انه يحكه ببطون الاصابع كيلا يوذي شيئا من هوام راسه ويكثر التلبية برفع

ابو حنیفہ سی روایت ہی کہ انگلیون کی پیٹ سی کہجاوی تاکہ کوئی جانور سر مین کا جوں وغیرہ ایذا نہ پاوی اور تلبیہ بار بار جب نماز پڑہی

الصوت متى صلى او علا شرفا او هبط واديا او لقي ركبا او اسحر واذا دخل مكة يبدأ بالمسجد وحين

یا اونچی پر چڑہی یا نیچی کو اوترا کسی نالہ مین یا سوار ملین یا صبح ہو پکار کر پڑہا اور جب مکہ مین داخل ہو تو پہلی مسجد الحرام مین جاوی

راى البيت يكبر ويهلل ثم يستقبل الحجر مكبرا مهللا رافعا يديه كما في الصلوة ويستلمه والاستلام

اور جب بیت کو دیکہی تو اللہ اکبر کہی اور لا الہ الا اللہ پڑہی پہر حجر اسود کی سامنی تکبیر اور لا الہ الا اللہ کہتا ہوا ہاتہہ اوٹہاتی ہوئی جاوی جیسی نماز مین اور اوسکو چوم لی اور

عند الفقهاء ان يضع كفيه على الحجر ويقبله بفمه ان قدر بلا ايذاء احد لان الاستلام سنة وترك

فقہاء کی نزدیک استلام کی یہہ وضع ہی کہ دونو ہاتہہ حجر اسود پر رکہہ کر منہہ سی چوم لی اگر کسیکو تکلیف دی بغیر میسر ہو سکی اسواسطی کہ استلام تو سنت ہی اور

الايذاء واجب فالاتيان بالواجب اولى وان لم يقدر على ذلك يمسه شيئا في يده ويقبله وان عجز

ایذا نہ دینی واجب ہی اور واجب کا ادا کرنا اولی ہی اور اگر اسپر قابو نہو تو حجر اسود کو کسی چیز سی چہوئی پہر اوسکو چوم لی اور اگر یہہ دونو

عنهما يستقبله رافعا يديه حذاء منكبيه جاعلا ظاهرهما نحو وجهه وباطنهما نحو الحجر مشيرا

نہو سکین تو حجر اسود کی سامنی کہڑا ہو کر دونو ہاتہہ برابر مونڈہون کی اوٹہاتی ہوئی پشت ہاتہون کی اپنی مونہہ کی طرف اور اندر اونکی حجر اسود کی طرف اشارہ کرتا ہوا

بهما الیه مکبرا مهللا حامدالله تعالی ومصلیا علی النبی علیه السلام ویطوف القدوم وراء الحطیم
طرف حجر کی الله اکبر کہتا ہوا لا اله الا الله پڑھتا ہوا اسکی حمد کرتا ہوا نبی علیہ السلام پر درود پڑھتا ہوا پھر طواف القدوم کری حطیم کو طواف کی اندر لیکر
اخذا عن یمینه مما یلی الباب جاعلا رداءه تحت ابطه الیمنی ملقیا طرفه علی کتفه الیسری
داہنی طرف سی شروع کرکر جسطرف باب سی متصل ہی چادر کو دہنی بغل تلی لیکر اوسکی کونی بائیں مونڈہی پر ڈال کر
سبعة اشواط یرمل فی الثلثة الاول فقط من الحجر الی الحجر وکلما مر بالحجر یفعل به ما ذکر من الاستلام
سات گردشیں اکڑکر صرف پہلی تین گردشوں میں حجر سی حجر تک اور جب حجر کی پاس پہنچی وہی استلام کری موافق مذکور بالا کی
ویستلم الرکن الیمانی وهو حسن ولا یستلم غیرهما ویختم الطواف باستلام الحجر ثم یصلی رکعتین
اور استلام کری رکن یمانی کو یہہ بہتر ہی اور سوا ان دونوں کی اوروں کو استلام نہ کری اور طواف کو حجر کی استلام پر ختم کردی پہر مقام کی پاس دو رکعت نفل
عند المقام او غیره من المسجد ان منعه الزحام وهذه الصلوة واجبة بعد کل اسبوع ثم
ادا کری یا مسجد میں اور جگہ اگر انبوہ کی سبب مقام میں میسر نہ آوی اور یہہ نماز واجب ہی بعد ہر یک پوری طواف یعنی سات گردش کی پہر
یعود ویستلم الحجر ویخرج من المسجد ویصعد الصفا ویستقبل البیت ویکبر ویهلل ویصلی
ہٹ کر حجر کا استلام کری اور مسجد سی باہر آکر صفا پر چڑہ جاوی اور بیت کی طرف منہہ کرکر الله اکبر کہی اور لا اله الا الله پڑہی اور نبی علیہ السلام پر
علی النبی علیه السلام ویرفع یدیه ویدعو ما شاء ثم یمشی نحو المروة علی هیئته حتی یصل بطن الوادی
درود پڑہی اور ہاتہہ اوٹہاکر جو چاہی دعا مانگی پہر مروہ کی طرف چلی اپنی چال میں یعنی بی تکلف یہاں تک کہ بطن وادی پر پہنچی
ثم یسعی بین المیلین الاخضرین فاذا جاوز بطن الوادی یمشی علی هیئته حتی یاتی المروة فاذا انتهی
پہر درمیان میلین اخضرین کی دوڑ کر چلی جب بطن وادی سی نکل جاوی تو اپنی چال سی چلی یہاں تک کہ مروہ پر جا پہنچی وہاں جاکر
یصعد علیها و[illegible] ما فعل علی الصفا ثم ینزل عنها ویتوجه الی الصفا یفعل هکذا سبعا یبدء
اوسکی پر چڑہی وہاں جاکر وہی عمل کری جو صفا پر کیا تہا پہر مروہ سی اوترکر صفا کی طرف جاوی اسی طرح سات دفعہ کری صفا سی شروع کر
بالصفا ویختم بالمروة ثم یسکن بمکة محرما ویطوف بالبیت نفلا ما شاء فاذا صلی بمکة فجر ثامن
مروہ پر ختم کری پہر مکہ میں احرام باندہی ہوی رہی لگی اور بیت کا طواف نفل کیا کری جسقدر چاہی جب مکہ میں یوم ترویہ یعنی اٹہویں تاریخ
الشهر یخرج الی منی ویمکث بها الی فجر عرفة ثم یروح الی عرفات وکلها موقف الا بطن عرنة فبعد
ذالحجہ کو صبح کی نماز پڑہ چکی منی کو جاوی وہاں جاکر نویں تاریخ کی فجر تک ٹہراری پہر عرفات میں جاوی وہ تمام ٹہرنیکی جگہ ہی سوا بطن عرنہ کی جب
ما صلی الظهر والعصر فی وقت الظهر یذهب الی الموقف بغسل سن وبعد الغروب یاتی الی المزدلفة
نماز ظہر اور عصر کی جمع کرکر ظہر کی وقت میں پڑہ چکی تو غسل مسنون کرکر موقف کو جاوی اور دن چہپی مزدلفہ کو چلا جاوی
وکلها موقف الا وادی محسر وینزل عند جبل قزح ویصلی العشائین ههنا باذان واقامة فاذا طلع
وہ تمام ٹہرنی کی جگہ ہی سوا وادی محسر کی اور جبل قزح کی پاس اوتری یہاں مغرب اور عشا ملاکر ایک اذان اور تکبیر سی ادا کری جب صبح صادق
الفجر یصلی الفجر بغلس وهو ظلمة فی اخر اللیل ثم یقف ویکبر ویهلل ویلبی ویصلی علی النبی علیه السلام
کہل جاوی تو فجر کی نماز اندہیری میں پڑہی غلس اندہیرا ہوتا ہی آخر لیل میں پہر ٹہر کر الله اکبر کہی اور لا اله الا الله پڑہی اور تلبیہ پڑہی اور نبی علیہ السلام پر درود پڑہی
ویدعو واذا اسفر یاتی منی ویرمی جمرة العقبة من بطن الوادی من اسفله الی اعلاه سبع حصیات
اور دعا مانگی جب خوب روشنی ہو جاوی تو منی میں آکر جمرة العقبہ کو رمی کری بطن وادی کی جانب اسفل سی اعلی کی طرف سات کنکریں انگلی اوپر کو چٹکی
خذفا ویکبر بکل منها فیقول بسم الله والله اکبر رجما للشیطان وحزبه اللهم اجعل حجی مبرورا وسعیی
اور ہر کنکر پر الله اکبر کہتا جاوی اسطور بسم الله والله اکبر واسطی سنگسار کی شیطان اور اسکی گروہ کی الہی تو حج میرا مبرور اور کوشش میری

مشكورا وذنبي مغفورا ويقطع التلبية باولها ثم يذبح ان شاء ثم يقصر والحلق افضل ويحل له كل شئ
مشکور اور گناہ میری معاف کر اور اول رمی پر تلبیہ موقوف کری پھر قربانی کری اگر چاہی پھر بال کتروا دی اور سر منڈانا افضل ہی اور اوسکو ممنوعات احرام سی
من محظورات الاحرام الا النساء ثم يطوف للزيارة يوما من ايام النحر سبعة اشواط بلا رمل ولا سعي
سوای جماع کی سب شی حلال ہو جاتی ہین پھر طواف زیارت کسی دن ایام نحر مین سی سات گردشین بدون اکڑ اور سعی کی کری
ان فعل الرمل والسعي قبل والا فيهما وان اخره عن ايام النحر يكره ويجب الدم ثم ياتي منى ويرمي الجمار
اگر رمل اور سعی پہلی کر چکا ہی اور نہین تو اب کری اور اگر طواف زیارت کو ایام نحر سی ٹلا دی تو مکروہ ہی اور ذبح کرنا واجب ہو جاتا ہی پھر منی مین آوی اور
الثلث بعد زوال ثاني النحر يبدا بما يلي مسجد الخيف ثم بما يليه ثم بالعقبة سبعا سبعا ويكبر بكل
تینون جمرون کو بعد دن ڈھلنی دوسری دن نحر کی کنکر ماری شروع اوس جمری کری جو مسجد خیف سی نزدیک ہی پھر جو اوس سی پاس ہی پھر جمرۃ العقبہ کو سات سات کنکر
حصاة ويقف بعد رمي بعده رمي ويدعو ولا يقف بعد الثالثة ولا بعد رمي يوم النحر ثم غدا كذلك
کی ساتھ تکبیر کہتا جاوی اور ٹہری بعد اوس رمی کی کہ پیچھی اوسکی رمی ہو اور دعا مانگی اور بعد تیسری کی نہ ٹہری اور نہ بعد رمی یوم نحر کی پھر اگلی دن اسیطور
وبعد غد كذلك ان مكث ويكره ان لا يبيت بمنى ليالي الرمي واذا اراد الرجوع الى وطنه يطوف للصدر
اور بعد اوسکی اگلی دن بھی ایسی ہی اگر ٹہرا اور اگر رمی کی شبون مین منی مین شب کو نہ رہی تو مکروہ ہی اور اگر ارادہ مراجعت کا اپنی وطن کو کری تو طواف الصدر
سبعة اشواط بلا رمل ولا سعي ثم يصلي ركعتين ثم يشرب من زمزم ثم ياتي البيت ويقبل العتبة
سات گردشین بدون رمل اور سعی کی کری پھر دو رکعت نماز ادا کری پھر آب زمزم نوش کری پھر بیت کی پاس آوی اور آستانہ بوسی کری
ويضع صدره ووجهه على الملتزم وهو ما بين الحجر والباب ويتشبث بالاستار ساعة ويدعو مجتهدا
اور اپنا سینہ اور چہرہ ملتزم پر رکھی اور ملتزم حجر اور باب کی بیچ بیچ مین ہی اور ایک ساعت پھر پردہ کعبہ کا پکڑی رہی اور خوب تضرع سی دعا مانگی
ويبكي على فراق الكعبة ويرجع قهقرى حتى يخرج من المسجد والمراة كالرجل الا انها تلبس المخيط ولا
اور کعبہ کی جدائی پر روئی اور پس پشت ہٹی یہان تک کہ مسجد مین سی نکل آوی اور عورت کا حال بھی مرد کا سا ہی اتنا فرق ہی کہ عورت سلا کپڑا پہنی
تكشف راسها بل تكشف وجهها ولو اسدلت عليه شيأ وجافته عنه يصح ولا ترفع صوتها بالتلبية
اور اپنا سر نہ کھولی بلکہ منہہ کھولی رکہی اور اگر کسی کپڑا لیسی کہو نکٹہہ رکہی اور منہہ سی کپڑی کو الگ رکہی تو بہی صحیح ہی اور تلبیہ مین پکار کر آواز نہ کری
ولا تقرب الحجر الا عند كونه خاليا ولا ترمل في الطواف ولا تسعى بين الميلين بل تمشي على هيئتها ولا
اور حجر کی پاس انبوہ مین نہ جاوی اگر جای خالی ہو تو جاوی اور طواف مین رمل نہ کری اور میلین کی بیچ مین نہ دوڑی بلکہ اپنی طرح پر چلی جاوی اور سر
تحلق بل تقصر وان حاضت عند الاحرام تغتسل ويكون هذا الغسل للاحرام لا للصلوة ويفيد النظافة
نہ مونڈاوی بلکہ لٹ کتروا ڈالی اور اگر احرام باندہتی وقت حائض ہو جاوی تو نہا دی اور یہہ غسل احرام کی لئی ہی نماز کی واسطی نہین اس سی سوای طواف کی طہارت
لغير الطواف وهو بعد الركنين اللذين هما الوقوف بعرفة وطواف الزيارة يسقط طواف الصدر ولا يجب عليها شئ
کا فائدہ ہوگا اور حیض بعد دونو رکن کی کہ وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ ہی طواف الصدر کو ساقط کر دیتا ہی اور اوسکی ترک سی اوسپر کچہہ لازم
بتركه ولا بتاخير طواف الزيارة عن ايام النحر بسبب الحيض ثم ينبغي ان يعلم ان المراة شابة كانت او عجوزا
نہین آتا اور نہ طواف الزیارت کی تاخیر سی جو ایام نحر سی بسبب حیض کی ہو جا کچہہ لازم آوی پھر جاننی بات ہی کہ عورت جوان ہو یا بوڑہی
اذا كان بينها وبين مكة مسيرة سفر لا يثبت لها الاستطاعة الا بمحرم وهو الزوج ومن لا يجوز نكاحها
جب اوسمین اور مکہ مین مسافت سفر کی ہو تو اس عورت کو استطاعت حاصل نہین جسی حج فرض ہوتا ہی بدون محرم کی اور وہ خاوند ہوتا ہی یا وہ جس سی
على التابيد بنسب او رضاع او صهرية وان لم يكن لها محرم لا يجب عليها ان تتزوج ليحج بها وذكر في التجنيس
کبہی کسی حال مین نکاح جائز نہین ہی بسبب نسب کی یا دودہ کی یا سمدہانی کی اور اگر اوس عورت کی ساتھہ محرم نہین تو اوسپر یہہ واجب نہین کہ حج کی واسطی خاوند کری اور تجنیس مین مذکور ہی

ان محرمها ان کان فاسقا او مجنونا او صبیا لا یجب علیها الحج ویحرم علیها السفر معه ویشترط لها
کہ اگر اوسکا محرم فاسق ہو یا دیوانہ ہو یا بچہ نابالغ ہو تو اوسپر حج واجب نہیں ہی اور ایسی محرم کی ساتھہ سفر حرام ہی اور عورت کی واسطی

ان تکون خالیا عن العدة عند خروجها الی الحج حتی لو کانت فی العدة لا تخرج الی الحج وکذا لو وجب
یہہ بہی شرط ہی کہ جسوقت حج کو چلی تو عدت سی پاک ہو یہانتک کہ اگر عدت میں ہو تو حج کو نہ جاوی اور ایسی ہی اگر اوسپر

لها العدة فی الطریق فی مصر من الامصار وبینها وبین مکة مسیرة سفر لا تخرج عن ذلک المصر مالم تنقض
عدت رستہ میں کسی شہر میں واجب ہوجاوی کہ اوسمیں اور مکہ کی بیچمیں مسافت سفر کی ہو تو اوس شہر میں سی عدت کی گذری بغیر نجاوی

عدتها یسر نا الله تعالی اعمالا مطابقا لرضاه بمنه وفضله المجلس الحادی والعشرون
الٰہی ہمپر آسان کر وہ اعمال جو تیری رضا کی مطابق ہیں اپنی احسان اور فضل سی اکیسوین مجلس

فی بیان فضائل الزکوة وغوائل ترکها قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من
زکوٰة دینی کی فضائل اور ندینی کی سختیوں میں فرمایا رسول الله صلی الله علیه وسلم نی نہیں کوئی

صاحب ذهب ولا فضة لا یؤدی منها حقها الا اذا کان یوم القیمة صفحت له صفائح من نار
سونی چاندی والا کہ اوسمیں سی اوسکا حق یعنی زکوٰة نہ ادا کرتا ہو مگر جب دن قیامت کا ہوگا تو اوسکی لئی تختی آگ کی بنائی جاویگی

فاحمی علیها فی نار جهنم فتکوی بها جنبیه وجبینه وظهره وکلما بردت اعیدت له فی یوم
پہر اونکو دوزخ کی آگ میں گرم کر کر اوسکی دونو کروٹیں اور پیشانی اور پشت داغ دی جاویگی اور جب ٹھنڈی ہونگی پہر گرم کی جاوینگی اوس روز

کان مقداره خمسین الف سنة حتی یقضی بین العباد فیری سبیله اما الی الجنة واما الی النار
کہ برابر پچاس ہزار برس کی ہوگا یہانتک کہ تمام خلق کا فیصلہ ہوچکی پہر دیکہی اوسکا راہ یا جنت کی طرف ہو اور یا دوزخ کی طرف

هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابو هریرة فانه علیه السلام ذکر فیه جنسین من المال وهما
یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اسمیں نبی علیہ السلام نی مال کی دو جنس بیان فرمائین

الذهب والفضة ثم افرد الضمیر الراجع الیهما فقال لا یؤدی منها حقها نظرا الی المعنی دون اللفظ
سونا اور چاندی پہر ضمیر جو اونکی طرف پہرتی ہی وہ مفرد بیان کی فرمایا کہ نہ ادا کری اوسمیں سی حق اوسکا تو بلحاظ معنی کی لفظ کا لحاظ نہیں کیا

لان المراد بهما دنانیر ودراهم وقیل یحتمل ان یراد بهما الاموال لان الحکم عام وتخصیصهما بالذکر لفضلهما
اسواسطی کہ مراد اون دونوں سی دنانیر اور دراہم ہیں اور کوئی کہتا ہی کہ شاید سونی چاندی سی مراد ہر قسم کی مال ہوں اسواسطی کہ حکم تو عام ہی اور خصوصیت چاندی سونی کی

علی سائر الاموال من حیث انهما اصل التمول وثمن الاشیاء وبمثله ورد قوله تعالی وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ
ذکر میں واسطی فضیلت کی تمام مالوں پر ہی اسلئی کہ اصل مالیت اور قیمت تمام اشیاء کی یہہ ہی دونو ہیں اور ایسی ہی قرآن میں وارد ہوا ہی اور جو لوگ گاڑ رکہتی ہیں

الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ
سونا اور روپا اور خرچ نہیں کرتی اللہ کی راہ میں سو اونکو خوشخبری سنا دکہ والی مار کی جسدن آگ دہکاوینگی اوسپر دوزخ کی

فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ
پس داغین گی اوس سی اونکی ماتہی اور کروٹیں اور پیٹہیں یہہ ہی جو تم گاڑتی تہی اپنی واسطی اب چکہو مزہ اپنی گاڑنیکا

والمراد بعدم اداء حقها وبعدم انفاقها فی سبیل الله عدم اداء زکوتها فان الذین یجمعون الاموال
اور حق نہ دینی سی اور راہ الٰہی میں خرچ نہ کرنی سی نہ دینا زکوٰة کا مراد ہی پس جو لوگ مال جمع کرتی ہیں

ویدخرونها ولا یعطون زکوتها یعذبون یوم القیمة بانواع من العذاب فمن جملتها ما ذکر فی هذه الایة
اور اوسکو ذخیرہ کر رکہتی ہیں اور اوسکی زکوٰة ادا نہیں کرتی قیامت کی دن طرح طرح کی عذاب دئی جاوینگی ایک تو یہہ جو اس آیت میں

وهذا الحديث وجه تخصيص هذه الاعضاء بذلك العذاب ان صاحب المال اذا لم يعود نفسه
اور اس حدیث میں مذکور ہی اور وجہ خصوصیت ان اعضا کی ساتھ اس عذاب کی یہہ ہی کہ مال والی آدمی کو جب زکوۃ دینی کی عادت نہیں ہوتی

اعطاء الزكوة بعد وجوبها بمجئ وقتها فهو اذا راى الفقير الطالب للزكوة يعبس وجهه واذا سأله صغر
اگرچہ زکوۃ واجب ہو اور وقت بھی آپہنچی پس وہ شخص جب فقیر زکوۃ کی طالب کو دیکھتا ہی تو تیوری چڑہاتا ہی اور وہ اگر مانگتا ہی تو اوس سی منہ

عنه ويولى اليه جنبه واذا الح فى السوال يقوم من مقامه ويولى اليه ظهره ويذهب ولا يعطيه
پہیر کر کروٹ موڑ لیتا ہی پہر اگر فقیر نی سوال میں زیادتی کی تو اپنی جگہ سی اوٹہ کر اوسکی طرف پشت کر کر چلا جاتا ہی اور زکوۃ میں سی جو

شيئا من حقه الذى هو الزكوة فتاذى الفقير بكل واحد من هذه الافعال فيعذبه الله تعالى
اوسکا حق ہی کچہہ نہیں دیتا پس فقیر کو اوسکی اس ہر ہر حرکت سی ایذا ہوتی ہی سو اللہ تعالی اوسکو

بجعل امواله التى هى الدنانير والدراهم الواحا من نار تكوى بها تلك الاعضاء التى اذى بها الفقير
یہہ عذاب دیتا ہی کہ اوسکی تمام مال کو جو دنانیر اور درہم ہیں آگ کی تختی بنا کر ان اعضا کو داغ دیگا جن سی اسنی فقیر کو ایذا دی تہی

وروى عن ابن مسعود انه قال لا يوضع دينار على دينار ولا درهم على درهم ولكن يوسع جلده حتى
اور ابن مسعود سی روایت ہی کہ وہ کہتی ہیں کہ دینار پہ دینار اور درہم پر درہم نہیں رکہا جاویگا ولیکن اوسکی کہال کو فراخ کر کر

يوضع كل دينار ودرهم موضعا على حدة كلما تم ووصل كيها من اولها الى اخرها اعيد ذلك الكى الى
ہر ہر دینار اور درہم الگ الگ جگہہ رکہی جاویگی جب پوری ہو کر داغ اول کا آخر سی ملجاویگا پہر وہ ہی داغ اول سی آخر تک دوہرا کرینگی

اولها حتى يصل الى اخرها هكذا يستمر هذا النوع من العذاب يوم القيمة حتى يحكم بين العباد
اسیطرح اس قسم کا عذاب قیامت کی روز ہوئی چلا جاگا یہان تک کہ تمام خلق کا فیصلہ ہوچکی

فيرى سبيله اما الى الجنة ان لم يكن له ذنب سواه او كان لكن الله تعالى عفى عنه واما الى النار ان كان
پہر دیکہا چاہیئی کہ اوسکا راہ جنت کی طرف ہی اگر اوسکا کوئی اور گناہ نہیں ہی یا گناہ تو ہی پر اللہ تعالی نی معاف کر دیا یا دوزخ کی طرف ہی اگر اوسکا حال

على خلاف ذلك وفى حديث اخر انه عليه السلام قال من اتاه الله مالا فلم يؤد زكوته مثل له ماله
کی خلاف ہو اور ایک اور حدیث میں ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا جسکو اللہ تعالی نی مال دیا اور اوسنی زکوۃ نہ ادا کی تو قیامت کی دن

يوم القيمة شجاعا اقرع له زبيبتان يطوقه ثم ياخذ بلهزمتيه فيقول انا مالك انا كنزك ثم تلا
اوسکا مال گنجا سانپ جسکی دو داغ ہون بن کر اوسکی گلی میں طوق پڑیگا پہر اوسکی دونو جبڑی پکڑ کر کہیگا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پہر آپ نی یہہ آیت

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا
پڑہی اور نہ سمجہیں جو لوگ بخل کرتی ایک چیز پر کہ اللہ نی اونکو دی ہی اپنی فضل سی کہ یہہ بہتر ہی اونکی حق میں بلکہ یہہ برا ہی اونکی واسطی آگی طوق پڑیگا اونکی جسمیں بخل کیا تہا

بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فانه عليه السلام بين فى هذا الحديث ان من اعطاه الله تعالى مالا ولم يؤد زكوة ماله
دن قیامت کی سو پیغمبر علیہ السلام نی اس حدیث میں یہہ بیان فرمایا کہ جسکو اللہ تعالی نی مال عنایت کیا اور اوسنی اپنی مال کی زکوۃ نہ ادا کی تو اللہ تعالی

يجعل ماله يوم القيمة فى صورة الحية التى انحسر شعر راسها من كثرة سمها وطول عمرها ولها فوق
قیامت کی دن ایسی سانپ کی صورت بنادیگا جسکی سر کی بال مارے زہر کی بسبب درازی عمر کی جہڑ گئی ہوں اور اوسکی

عينيها نكتتان سوداوان وهى اوحش ما يكون من الحيات وتجعل فى عنقه كالطوق ثم ياخذ بشدقيه
دونوں آنکہوں کی اوپر دو داغ سیاہ ہوں یہہ قسم تمام سانپوں میں بدتر ہوتی ہی اور اوسکی گردن میں طوق کی مثال ڈالا جاویگا پہر وہ اوسکی دونوں کلی پکڑ کر

وتلدغه وتقول له انا مالك الذى جمعته ولم تؤد زكوته فلما كان فى منع الزكوة مثل هذا التشديد
کاٹیگا اور کہیگا میں تیرا وہی مال ہوں کہ جمع کر کر زکوۃ نہیں دی تہی چونکہ زکوۃ کی نہ دینی میں اتنی بڑی سختی ہی

بد

الشديد لزم بيان وجه الحكمة في ايجابها وهو الامتحان لان التلفظ بكلمة الشهادة التزام التوحيد
تو لازم ہوا بیان کرنا کہ اسکی فرض کرنے میں کیا حکمت ہے اور وہ امتحان ہے اسواسطے کہ کلمہ شہادت کا زبان سے پڑھنا توحید کا ذمہ پر لینا ہے

وشهادة بانفراد المعبود وادعاء المحبة فان من يقول اشهد ان لا اله الا الله يصير كانه قال انى
اور گواہی ہے معبود کی یگانگت ہونے کی اور محبت کا دعویٰ ہے اسلئے کہ جو شخص کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے گویا یہ کہتا ہے

رايت بقلبي وعلمت بعقلي ان لا معبود ولا محبوب الا الله فالتزمت عبادته ومحبته ولا اعبد ولا
میں نے دل سے دریافت کیا اور عقل سے جانا کہ نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی محبوب سوائے اللہ کے سو میں نے اوسکی عبادت اور اوسکی محبت اپنی ذمہ لی نہیں پرستش کرتا

احب الا اياه فيلزم الوفاء بما ادعاه من التوحيد في المحبة وتمام الوفاء ان لا يبقى للموحد محبوب
اور نہ دوست رکھوں سوائے اوسکے اب اس دعوی توحید کا پورا کرنا چاہئے یعنی محبت ایک کی اور انجام وفا کا یہہ ہے کہ موحد کی واسطے کوئی محبوب

سوى الفرد الواحد لان المحبة لا تقبل الشركة والتوحيد باللسان قليل النفع وانما يظهر درجة
سوائے ایک ذات کی باقی نہ رہے اسواسطے کہ محبت میں شرکت نہیں ہوتی اور زبانی توحید بے فائدہ ہوتی ہے اور درجہ محبت کا جب ہی کھلتا ہے

المحبة بمفارقة المحبوبات والاموال محبوبة للخلق لكونها آلة لتنعمهم وقضاء حاجاتهم في الدنيا
تب تمام محبوبات چھوٹ جاویں اور مال و دولت خلق کو اسلئے محبوب ہے کہ اوس سے دنیا میں اونکی عیش عشرت اور کار روائی ہوتی ہے

وبسببها يانسون بهذا العالم وينفرون من الموت مع ان فيه لقاء المحبوب فامتحنوا في صدق
اور اوسی کے سبب سے اس عالم کی الفت پکڑ کر موت سے نفرت کرتے ہیں باوجودیکہ موت سے محبوب کی ملاقات ہوگی سو اس مال کی خرچ کرنے سے کہ

دعواهم في المحبة ببذل المال الذي هو معشوقهم وهم في بذله ثلثة اقسام القسم الاول هم الذين
اونکا معشوق ہے یہہ امتحان لیا گیا کہ محبت کا دعوی راست ہے یا نہیں اور وہ لوگ مال خرچ کرنے میں تین قسم پر ہیں پہلی قسم وہ لوگ ہیں

صدقوا في التوحيد وادعاء المحبة وبذلوا جميع اموالهم ولم يدخروا لانفسهم شيئا كما فعله ابو بكر الصديق
جو توحید میں اور محبت کے دعوی میں خوب سچے ہیں اور اپنا تمام مال خرچ کر ڈالا اور اپنے واسطے کچھ نہ بچایا چنانچہ ابو بکر صدیق نے یہہ ہی کیا

حيث جاء بماله كله الى رسول الله عليه السلام لينفقه في سبيل الله تعالى وقال له رسول الله صلى
اسلئے کہ اپنا تمام مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے تاکہ خدا کے رستہ میں خرچ کر دیں اور جب اونسے رسول اللہ صلی

الله عليه وسلم فماذا ابقيت لنفسك فقال الله ورسوله فانه وفى بتمام الصدق فلم يبق عنده سوى
اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اپنے واسطے کتنا رکھا تو یہہ عرض کیا اللہ اور اوسکا رسول سو بیشک نے اپنا صدق پورا کیا سو اونکے پاس سوائے

محبوبه الذي هو الله تعالى ورسوله وهذا جائز لمن كان توكله على الله تعالى تاما كاملا ولهذا لما
محبوب کے جو اللہ ہے اور اوسکا رسول کچھہ نہیں تہا یہہ بذل اوسکی لئے جائز ہے جسکا توکل اللہ تعالی پر پورا اور کامل ہو اور اسیلئے جب

سئل رسول الله عليه السلام عن افضل الصدقة قال جهد المقل فانه عليه السلام بين في هذا
کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بہتر صدقہ کونسا ہے تو آپ نے فرمایا کوشش مفلس کا بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث

الحديث ان افضل الصدقة ما يتصدقه الفقير مع احتياجه اليه واما من لم يكن توكله تاما كاملا
میں بیان فرمایا کہ بہتر صدقہ وہ ہے جو فقیر اپنی حاجت روک کر دیتا ہے اور البتہ جسکا توکل پورا اور کامل نہو

فلا بد له ان يترك قوت نفسه وعياله ثم يتصدق ما فضل من ذلك لما روى عن ابي هريرة انه عليه السلام
تو ضرور ہے کہ اپنا اور اپنی عیال کا کہانا رکھہ لیا کرے پھر جو اس سے بچتا رہے وہ خیرات کر دے کیونکہ روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ نبی علیہ السلام نے

قال خير الصدقة ما كان عن ظهر غنى ولا مخالفة بين هذا الحديث والحديث السابق لان الغنى قسمان
فرمایا اچھا صدقہ وہ ہے جو توانگری کے ساتھہ ہووے اور اس حدیث میں اور اوپر کی حدیث میں کچھہ مخالفت نہیں ہے اسلئے کہ توانگری دو طرح کی ہوتی ہے

غنى المال وغنى النفس وخير الصدقة ما كان عن احد الغنيين اما عن غنى النفس وعن غنى المال اذ
توانگری مال کی اور توانگری دل کی اور اچھا صدقہ وہ ہی جو کسی ایک توانگری سے ہو یا دل کی توانگری سے یا مال کی توانگری سے اسواسطے

لابد للمتصدق فيما يبذله ان يستغني عنه اما بسخاوة نفسه وقوة عزيمته ثقة بالله تعالى كما
کہ ضرور ہی کہ خیرات کرنیوالا جو دیتا ہی اوسی بی نیاز ہو یا تو اپنی دل کی سخاوت اور قوت عزیمت سی خدا تعالی پر بہروسا کرکر جیسا

فعله ابوبكر الصديق او بماله الذي بقي في يده بعد البذل اذ لا يجوز لاحد ان يصرف قوت عياله
ابوبکر صدیق نی کیا یا اپنی مال کی سبب جو خرچ کرکر اسکی پاس بچا ہی اسواسطی کہ کسیکو جایز نہین ہی کہ اپنی عیال کا کہانا بہی فقرا کو

الى الفقراء ويتركهم جياعا الا اذا رضوا به واذنوا له فيه بل لا يجوز له ان يعطي احد الاهم ايفضل
بانٹ دی اور اونکو بہوکا ماری ہان اگر وہ راضی ہوں اور اسکو اجازت دیدین بلکہ اسکو یہہ جایز نہین کہ سوا بچتی ہوئی کی

عن نفسه وعياله كما جاء في حديث اخر انه عليه السلام قال خير الصدقة ما ابقت غنى يعني ان
اپنی اور اپنی عیال کی خرچ سی کسیکو دیوی چنانچہ ایک اور حدیث مین آیا ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا بہتر صدقہ وہ ہی جو دینی پر بہی غنا باقی رہی یعنی

المتصدق لابد له فيما يبذله عن احد الامرين اما ان يستغني عنه بماله او يستغني عنه بحاله وهذا
خیرات کرنیوالی کو چاہیی کہ جو خرچ کرتا ہی دو امرون سی ایک پر ہو یا تو اپنی مال کی باعث سی صدقہ دیکر بی نیاز رہی یا اپنی دل سی مستغنی ہو ان دونو

افضل اليسارين لما روي في الحديث الصحيح انه عم قال ليس الغنى عن كثرة المال انما الغنى عن النفس فان الفقير اذا
استغنا مین سی یہہ افضل ہی اسواسطی کہ حدیث صحیح مین روایت ہی کہ نبی صلی الله علیہ وسلم نی فرمایا کہ توانگری مال کی بہتایت سی نہین ہوتی توانگری وہ ہی کہ جو دل سی ہو بیشک

تصدق ما قدر عليه من قوت يومه وصبر على الجوع يكون صدقته افضل اذ لا شك في كون
خیرات کردی جو اوسکو قوت ایک روز کا میسر آتا ہی اور آپ بہوک پر صبر کری تو اوسکا صدقہ بہت اچھا ہی اسواسطی کہ بیشک

الصدقة بالشيء مع الحاجة اليه افضل اذا لم يضر ذلك بدينه من ضعفه عن القيام في الصلوة و
صدقہ ایسی چیز کا جسکی حاجت رکہتا ہو افضل ہی اگر یہہ صدقہ اوسکی دین مین نقصان نکری جیسی نماز پڑہنی سی ضعیف ہوجاوی

كشف العورة وقد مدح الله تعالى الانصار على ذلك وقال وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ
یا ننگا رہجاوی اور الله تعالی نی اسپر انصار کی تعریف کی ہی اور فرمایا اور اول رکہتی ہین اونکو اپنی جان سی اور اگرچہ ہو اپنی اوپر بہوک

القسم الثاني هم الذين لا يقدرون على هذه المرتبة بل يمسكون اموالهم لمواقيت الحاجة ومواسم الخيرات
دوسری قسم وہ لوگ ہین جو اس مرتبہ تک نہین پہنچتی بلکہ اپنی مالون کو واسطی اوقات حاجت اور مواقع خیرات کی روک رکہتی ہین

وليس قصدهم في الامساك التنعم والتلذذ بل قصدهم فيه الانفاق بقدر الحاجة ثم صرف الفاضل الى
اور اس روکنی سی اونکی غرض عیش وعشرت اور حظ لذت نہین ہوتی اونکی یہہ مراد ہوتی ہی کہ بقدر حاجت خرچ کرکر پہر بچتی کو اقسام

وجوه الخيرات مهما ظهرت القسم الثالث هم الذين يقتصرون على اداء ما وجب عليهم فلا يزيدون عليه
خیرات مین جب پیش آوین تو لگادین تیسری قسم وہ لوگ ہین کہ جو اونپر واجب ہوتا ہی سو ادا کردیتی ہین نہ اوس سی بڑہتی دین

ولا ينقصون عنه وهذه المرتبة اقل المراتب وعلى هذه المرتبة اقتصر اكثر الناس لبخلهم بالمال وميلهم
نہ اوس سی کچہہ کم دین اور یہہ مرتبہ سب سی کم بخل ہی اور اسی مرتبہ پر اکثر لوگ مارے بخل اور مال کی محبت کی

اليه وضعف حبهم للاخرة وليس بعد هذه المرتبة شيء من المحبة بل من ينزل من هذه المرتبة ينزل في
اور مکتر ہونی محبت آخرت کی اکتفا کرتی ہین اور اس مرتبہ کی بعد اصلا کوئی محبت نہین ہی بلکہ جو شخص اس مرتبہ سی اوتر کر ہوتا ہی

الكذب في ادعاء المحبة ويظهر من نفسه ان ادعاه من المحبة كان من لقلقة اللسان فعلى هذا يجب
تو اوسکا دعوی محبت کا جہوٹا ہی گویا وہ یہہ ظاہر کئی دیتا ہی کہ میرا دعوی محبت کا صرف تیز زبانی سی ہی اس بیان کی موافق واجب ہی

على من لا يقدر على المرتبة الاولى والثانية ان لا ينزل من المرتبة الثالثة بل ينبغي له ان يسعى في اداء
اور جو اول یا ثانی مرتبہ پر قدرت نہیں رکھتی تو تیسری مرتبہ سی تو نہ گر جاوین بلکہ اسکو لائق ہی کہ کوشش کرکر
ما وجب عليه على الفور اظهارا للرغبة في امتثال الامر وايصالا للسرور الى قلوب الفقراء واحترازا
واجب کو فورا ادا کرین تاکہ رغبت فرمان بجا لانے کی ظاہر ہووی اور فقیرون کی دلون کو خوشی پہنچی اور مخالفت کی
عن شبهة الخلاف اذ عند بعض العلماء وجوبها فوري حتى ياثم بالتاخير وترد شهادته وهي انما تجب اذا
شبہہ سی بچ جاوین اسواسطی کہ بعض علماء کی نزدیک وجوب زکوة کا فوری ہی یہانتک کہ دیر کرنی سی گنہگار ہوتا ہی اور اوسکی شہادت مردود ہی اور زکوة جب
تم الحول على النصاب فلكل احد حول يخصه بحسب وقت كونه مالكا للنصاب فاذا تم حوله يجب عليه اخراج
واجب ہوتی ہی کہ نصاب پر برس تمام گذر جاوی پھر ہر کسی کا سال جدا جدا ہوتا ہی جس وقت سی وہ نصاب کا مالک ہوتا ہی جب سال پورا ہوجاوی تو اوسپر زکوة نکالنی واجب ہوجاتی ہی
زكوته في اي شهر كان وان عجل زكوته قبل حولان الحول يجوز عند جمهور العلماء سواء كان تعجيله لدخول
کوئی سا مہینہ ہو اور اگر جلدی کرکر اپنی زکوة برس تمام گذرنی سی پہلی ادا کردی تو سب علماء کی نزدیک جائز ہی برابر ہی کہ ادا کی جلدی واسطی آجانی
الاشرف من الاوقات التي لا يوجد مثلها عند تمام الحول كشهر رمضان وما قبله من شهر رجب وشعبان
اچھی وقت کی ہو اور وقتون سی کہ ایسا وقت برس کی تمامی پر نہ ملیگا جیسی رمضان کا مہینہ اور اوس سی پہلا محرم روزہ کا اور شب برات کا مہینہ
او لوجود الافضل من المصارف بان يكون من الاتقياء المتجردين لتجارة الآخرة فانهم يستعينون بما اعطي لهم
یا ادا کی جلدی واسطی موجود ہونی اچھی مصرف کی ہو کہ کوئی مستحق پرہیزگار دنیا سی الگ تاجر آخرت کا موجود ہو کیونکہ ایسی مرد جو انکو اپنا آتا ہی اوس سی امداد
على الطاعة فيكون المعطي شريكا لهم في طاعتهم باعانته اياهم فيها او بان يكون من العلماء لان اعطاءهم
طاعت کی حاصل کرتی ہیں پس دینی والا بھی اونکی عبادت مین شریک ہوجاتا ہی کیونکہ عبادت مین اونکا مددگار ہی یا کوئی عالم موجود ہو کیونکہ علماء کی خدمت
معاونة لهم على العلم والعلم اشرف العبادات حتى ان بعض السلف لا يصرف زكوته الا الى اهل العلم ويقول لا اعرف
کرنی علم کی مدد ہوتی ہی اور علم سب عبادات مین اشرف ہی یہانتک بعضی اگلی بزرگ اپنی زکوة صرف علماء ہی کو دیتی تھی اور کہتی تھی کہ
بعد مقام النبوة افضل من مقام العلماء والمراد من اهل العلم هم الذين يطلبون العلم لاجل الآخرة لا لاجل الدنيا فان الذين
مین بعد مرتبہ نبوت کی کوئی مرتبہ علماء کی مرتبہ سی بہتر نہیں جانتا اور علماء سی مراد وہ عالم ہین کہ علم آخرت کی واسطی پڑھتی ہین دنیا کی واسطی نہین پڑھتی اور جو لوگ
يطلبون العلم لاجل الدنيا لا ينبغي للمتصدق ان يعاونهم بصدقته على عصيانهم حتى لا يكون شريكا
علم کو دنیا کی واسطی پڑھتی ہین تو زکوة دینی والی کو نہیں چاہئی کہ اپنی زکوة سی ان کی گناہ کا مددگار بنی تاکہ استحقاق عذاب مین
لهم في استحقاق العقاب ومن افضل المصارف من يكون ذا عيال ومديونا او مريضا او قريبا فان الاعطاء
انکا شریک نہو جاوی اور بہترین مصارف وہ ہی جو کنبہ والا ہو یا قرضدار ہو یا بیمار ہو یا ناتی دار ہو کیونکہ ناتی دار کو
الى القريب يكون صدقة وصلة ولا يخفى على احد ما في صلة الرحم من الثواب والاصدقاء والاخوان
دینا صدقہ اور صلہ دونو ہوتی ہین اور سب کو معلوم ہی کہ صلہ رحم کا کتنا بڑا ثواب ہی اور دوست اور دینی بھائی
في الدين يقدمون على المصارف كما يقدم الاقارب على الاجانب لكن ينبغي ان يعلم ان المتصدق
اور مصارف پر مقدم ہوتی ہین جیسی ناتی دار غیرون پر مقدم ہوتی ہین لیکن یہ بھی سمجھنا چاہئی کہ زکوة دینی والی کو
لا بد له ان يحترز عن ابطال صدقته بالمن والاذى اذ قال الله تعالى لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ
لازم ہی کہ اپنی صدقہ کو احسان جتا کر اور تکلیف دیکر باطل نہ کردی اسواسطی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی مت ضایع کرو اپنی خیرات احسان رکھ
وَالْاَذٰى وحقيقة المن ان يرى نفسه محسنا الى الفقير فمهما راى نفسه محسنا اليه تفرع عنه
اور ستا کر اور حقیقت مین احسان کرنا یون ہوتا ہی کہ اپنی تئین فقیر کا محسن سمجھی پھر جب اوسنی اپنی تئین محسن جانا تو پھر اس سی بظاہرہ یہ حرکات

الی ظاھرہ افعال ماحیۃ للثواب مثل التحدث بہ واظھارہ وطلب المکافاۃ منہ بالدعاء والثناء
صادر ہونگی جس سی ثواب جاتا رہی جیسی کہتی پہرنا اور ظاہر کرنا اور فقیر سی عوض کا طالب ہونا دعا سی اور تعریف سی

والخدمۃ والتوقیر والتعظیم وکان من حقہ ان یری الفقیر محسنا الیہ اذجعل کفہ نائبا عن
اور خدمت سی اور توقیر اور تعظیم سی اور حق یہہ تہا کہ فقیر کو اپنا محسن جانتا اسواسطی کہ اوسنی اپنا ہاتہ واسطی قبض حق اسکی

اللہ فی قبضہ حقہ الذی بہ نجاتہ من النار اذروی عن ابن عباس انہ علیہ السلام قال الصدقۃ
اللہ کا نایب بنانا جسمین اوسکی دوزخ سی نجات ہوتی ہی اسواسطی کہ ابن عباس سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا کہ خیرات

تقع بید اللہ تعالی قبل ان تقع بید السائل فلیتحقق انہ مسلم الی اللہ تعالی حقہ والفقیر اخذ من
اللہ کی ہاتہ میں اس سی پہلی پہنچتی ہی کہ سائل کی ہاتہ میں پہنچی سو حقیقت میں خیرات اللہ کا حق ہی اوسکی حوالہ ہوا ہی اور فقیر نی اللہ تعالی سی اپنا رزق لیا ہی

اللہ تعالی رزقہ واما الاذی فظاھرہ التوبیخ والتعییر والتخشین فی الکلام وتقطیب الوجہ وھتک الستر
اور ستانا سو ظاہر میں بدمزاجی اور شرمانا اور بدزبانی گفتگو میں اور تیوری چڑہانی اور چہپا کر اوسکی آبرو کرنی

بالاظھار وفنون الاستخفاف وباطنہ الذی ھو منبعہ امران احدھما کراھیۃ اخراج المال عن یدہ و
اور طرح طرح کی استخفاف اور باطن میں جس سی یہہ حالت پیدا ہوتی ہی دو باتیں ہیں ایک تو اپنی قبضہ میں سی مال نکالنی کا کہلا اور دل پر

شدۃ ذلک علی نفسہ والثانی رویتہ انہ خیر من الفقیر وان الفقیر بسبب حاجتہ اخس منہ رتبۃ
اسکی دشواری دوسری یہہ سمجہنا کہ میں فقیر سی بہتر ہوں اور فقیر ازبسکہ حاجتمند ہی مجہسی رتبہ میں بہت کمتر ہی

ومنشأ کل منھما الجھل اما کون کراھیۃ تسلیم المال جھلا فلان من کرہ بذل درھم فی مقابلۃ ما یساوی
اور اصل منشا دونوں کا جہالت ہی یہہ جو مال دینی کی اسلئی جہالت کی بات ہی کہ جس شخص کو ایک روپیہ خرچ کرنا ہزار روپیہ کی واسطی دشوار گذری

الفا فھو شدید الحماقۃ لانہ یبذل المال بطلب رضاء اللہ تعالی والثواب فی الدار الاخرۃ وھو خیر من الدنیا
اس سی زیادہ احمق جاہل کون ہی اسواسطی کہ زکوٰۃ واسطی رضامندی اللہ تعالی کی دی جاتی ہی اور آخرت میں جو اوسکا ثواب حاصل ہوگا وہ تمام دنیا سی

وما فیھا واما کون رویۃ نفسہ خیرا منہ جھلا فلانہ لو عرف فضل الفقر علی الغنی وعرف خطر الاغنیاء
اور جو دنیا میں ہی سب سی بہتر ہی اور اپنی تئیں فقیر سی بہتر سمجہنا اسواسطی جہالت کی بات ہی کہ اگر یہہ شخص جانتا کہ فقیر کو غنی پر کتنی فضیلت ہی اور جانتا کہ غنی لوگوں کو

فی الاخرۃ لما استحقرہ بل یتبرک بہ ویتمنی درجتہ لان صلحاء الاغنیاء یدخلون الجنۃ بعد الفقراء بخمسمائۃ
آخرت میں کیا کیا خوف وخطر ہی تو فقیر کو ہرگز حقیر نہ جانتا بلکہ اوس سی برکت لیتا اور اوسکی درجہ کی آرزو کرتا اسلئی کہ تونگر صلحا فقیروں سی پانسو برس پیچہی جنت میں

عام وکیف یستحقرہ وقد جعل اللہ تعالی خادما لہ اذ یکتسب المال بجھدہ ویستکثرہ منہ ویجتھد فی حفظہ
داخل ہونگی اور کیونکر فقیر کی حقارت کرتا ہی اور حال یہہ ہی کہ اللہ تعالی نی اسکو فقیر کا خادم بنایا ہی اسواسطی کہ محنت اور کوشش کرکر مال پیدا کرتا ہی اور اوسکو بڑہاتا ہی اور اوسکی محنت سی

وقد کلف ان یسلم الی الفقیر قدر حاجتہ ویکف عنہ الفاضل التی یضرہ لو سلم الیہ فالغنی مستخدم
پہر اوسکو بزور حکم ہی کہ فقیر کو اوسکی حاجت کی موافق حوالہ کردی اور باقی بچتی کو جسکی دینی سی فقیر کا ضرر ہوتا اپنی پاس محفوظ رکہی پس غنی خدمت گذار ہی

للسعی فی رزق الفقیر ومتمیز عنہ بالتزام مشاق الاسفار فی البراری والبحار وحراسۃ الفضلات من الدرھم
کیونکہ فقیر کی رزق کی واسطی سعی کرتا ہی اور فقیر سی ممتاز ہی اسمیں کہ جنگلوں اور دریاؤں میں سفر کی مشقت اوٹہاتا ہی اور بچتی درہم

والدینار الی ان یموت ویاکلھا الاغیار مع بقاء ما اکتسبہ فی تحصیلھا علیہ من الاوزار یسر لنا اللہ تعالی
اور دینار کی عمر بہر نگاہبانی کرتا رہتا ہی ہہر اوسکو اور لوگ کہا لیتی ہیں اور اوسکی حاصل کرنیمیں جو جو گناہ کئی وہ اپنی سر پر اوٹہا لیجاتا ہی الہی ہمکو آسان کر

اعمالا موافقا لرضائہ بلطفہ وکرمہ ومنتہ المجلس الثانی والعشرون فی بیان فضائل الصوم مطلقا
وہ اعمال جو تیری مرضی کی موافق ہیں اپنی لطف اور کرم اور احسان سی بائیسویں مجلس مطلق روزہ کی فضیلت میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احصوا هلال شعبان لرمضان هذا الحديث من حسان المصابيح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گنتی رہو شعبان کی مہینہ کو رمضان کی واسطے یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی
رواه ابو هريرة فان صوم رمضان لما كان ركنا من اركان الدين وفرضا لازما على المسلمين ولم يعلم مجيئه
ابوہریرہ کی روایت سے کیونکہ روزہ رمضان کا چونکہ دین کی رکنوں میں سے ایک رکن اور مسلمانوں پر فرض لازم ہی اور اوسکا آنا بغیر ضبط کرنے
الا بضبط هلال شعبان امر النبي عليه السلام بضبطه فصار كانه قال اطلبوا هلال شعبان وعدوا ايامه
مہینہ شعبان کی معلوم نہیں ہوتا نبی علیہ السلام نے واسطے ضبط شعبان کی امر فرمایا انجام یہہ ہوا گویا فرمایا تلاش کرو شعبان کی چاند کو اور اوسکی دن گنتی رہو
لتعلموا دخول رمضان ثم ان شعبان لما كان كالمقدمة لرمضان استحب التاهب له فيه بالصوم وقراءة
تاکہ رمضان کا آنا معلوم ہو پہر ماہ شعبان جب رمضان کا مقدمہ ٹہرا تو شعبان میں رمضان کی تیاری مستحب ہی روزی رکہنی اور قرآن پڑہنی
القرآن حتى ترتاض النفس بذلك على طاعة الله تعالى قبل دخول رمضان فانه عليه السلام كان يصوم
تاکہ نفس کو طاعت الٰہی کی عادت رمضان کی آنی سی پہلی ہوجاوی کیونکہ نبی علیہ السلام شعبان میں اتنی روزی رکہتی تہی
في شعبان ما لا يصومه في غيره من الشهور على ما روي عن عائشة انها قالت ما رايت رسول الله عليه
کہ وہ نہ اور کسی مہینہ میں نہیں رکہتی تہی موافق روایت عائشہ کی کہ وہ کہتی ہیں نہیں دیکہا میںنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
السلام استكمل صيام شهر قط الا رمضان وما رايته في شهر اكثر منه صياما الا في شعبان وفي رواية
وسلم کو کہ کبہی پوری کئی ہوں روزی کسی مہینہ کی سوا رمضان کی اور نہیں دیکہا میں نی اونکو کسی مہینہ میں زیادہ روزی رکہتی ہوئی سوا شعبان کی اور ایک روایت
كان يصوم شعبان كله وهذه الرواية موافقة لما روي عن ام سلمة انها قالت ما رايت النبي عليه السلام
میں یہہ ہی کہ روزی رکہتی تہی تمام شعبان کی اور یہہ روایت ام سلمہ کی روایت سی موافق ہی کہ وہ کہتی ہیں نہیں دیکہا میں نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
يصوم شهرين متتابعين الا شعبان ورمضان وبهذه الرواية اخذ الفقهاء حتى قال قاضيخان في
کہ روزہ رکہتی ہوں دو مہینی کی پے درپے مگر شعبان اور رمضان کی اور فقہا نے اسی روایت کو اخذ کیا ہی یہاں تک کہ قاضیخان نے
فتاواه من صام شعبان ووصله برمضان فهو حسن وذلك لان الصوم قد يتاكد استحبابه
اپنی فتاوی میں کہا ہی جو شخص شعبان کی روزی رکہے اور اوسکو رمضان سی ملاوی تو یہہ بہتر ہی اور یہہ اسلئے کہ روزہ کہی استحباب میں
في بعض الاوقات الفاضلة من الشهور والايام ويكون باب العبادة كما روي عن ابي الدرداء انه عليه السلام
بعضی نیک اوقات میں باعتبار مہینوں اور دنوں کی زیادہ تر ہوتی ہی اور دروازہ عبادت کا ہوجاتا ہی چنانچہ ابودرداء سے روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی
قال لكل شيء باب وباب العبادة الصوم ثم انه ربع الايمان بمقتضى ما جاء في الحديثين اللذين روى احدهما
فرمایا ہر شی کا دروازہ ہوتا ہی اور دروازہ عبادت کا روزہ ہی پہر روزہ ایمان کی چوتہائی ہوتا ہی موافق مضمون اون دو حدیثوں کی جو ایک
عن ابي هريرة وهو قوله عليه السلام الصوم نصف الصبر وروى الاخر عن ابن مسعود وهو قوله عليه السلام
ابوہریرہ سی روایت ہی یعنی قول علیہ السلام کا روزہ آدہا صبر ہی اور دوسری ابن مسعود سی روایت ہی یعنی قول علیہ السلام کا
الصبر نصف الايمان فلما كان الصوم نصف الصبر كان ثوابه متجاوزا عن قانون التقدير والحساب
صبر آدہا ایمان ہی پہر جب روزہ آدہا صبر ہوا تو اوسکا ثواب بہی اندازہ اور حساب کی قاعدہ سی زیادہ ہوگا
لقوله تعالى انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب ثم انه متميز من سائر العبادات بخاصية نسبته
واسطے ارشاد الٰہی کی پورا دیوی جاتی ہی صبر والوں کو ثواب اونکا بغیر گنتی پہر روزہ کو تمام عبادات پر بسبب خصوصیت نسبت کی
الى الله تعالى اذ قال الله تعالى فيما اخبر عنه نبيه بقوله كل حسنة بعشر امثالها الى سبعمائة ضعف الا الصوم
طرف اللہ تعالی کی ایک طرح کی شرافت ہی اسواسطی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی جیسا اوسکا نبی اوسکی خبر دیتا ہی اس قول میں ہر نیکی دس گونہ ہوتی ہی سات سو گونہ تک مگر روزہ

فانه لي وانا اجزي به والكريم اذا اخبر انه يتولى الجزاء بنفسه ولا يكله الى غيره يكون ذلك الجزاء

سو یہ روزہ میرا ہی ہی اور میں ہی اسکی جزا دونگا اور اللہ کریم جب یہ خبر دی کہ میں آپ اوسکی جزا کا ذمہ دار ہوں اور کی حوالہ نہو گا تو اس جزا کا

في غاية العظمة ونهاية الكثرة بحيث لا يكون له حد ولا عد وقد روي عن ابي سعيد الخدري

کیا انتہا ہی نہایت عظیم اور بہت کثیر ہوگی ایسا کہ شمار اوسکی کچھ حد ہی اور نہ کچھ گنتی اور روایت ہی ابو سعید خدری سی

انه عليه السلام قال من صام يوما في سبيل الله بعد الله وجهه عن النار سبعين خريفا

کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی ایک دن واسطی اسکی روزہ رکہا تو اللہ تعالیٰ اوسکی منہکو آگ سی ستر برس دور رکھیگا اور ایک

وفي حديث آخر رواه ابو امامة الباهلي انه عليه السلام قال من صام يوما في سبيل الله جعل

اور حدیث میں ہی ابو امامہ باہلی کی روایت سی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی ایکدن روزہ واسطی اللہ تعالیٰ کی رکہا تو

الله بينه وبين النار خندقا كما بين السماء والارض يعني ان من صام يوما لوجه الله ورضائه

اللہ اوسکی اور دوزخ کی بیچ میں ایسی خندق بنادیگا جیسی فرق درمیان آسمان اور زمین کی ہی یعنی بیشک جسنی ایک دن کا روزہ واسطی وجہ اللہ کی اور واسطی اوسکی

نجاه الله من النار عبر عن النجاة بطريق التمثيل ليكون ابلغ لان من كان بعيدا عن شيء بهذا

رضامندی کی رکہا تو اللہ تعالیٰ اوسکو آگ سی نجات دیگا اس نجات کو بطور تمثیل کی بیان فرمایا تا کہ مبالغہ زیادہ تر ہو واسطی کہ جو شخص ایک شی سی

المقدار لا يصل اليه البتة وروي عن ابي هريرة انه قال عليه السلام للصائم فرحتان فرحة

اتنی دور پر ہو تو وہ شی بیشک اوس تک نہیں پہنچی گی اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا روزہ دار کو دو خوشیاں ہوتی ہیں ایک خوشی

عند فطره وفرحة عند لقاء ربه فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان للصائم سرورا مرتين

جب روزہ کہولتا ہی اور ایک خوشی جب اپنی رب سی ملیگا بیشک نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں بیان فرمایا کہ روزہ دار کو خوشی دو مرتبہ ہوتی ہی

احدهما عند افطاره والاخرى عند موته ولقاء ربه اما سروره عند فطاره فبما بينا وله من

ایک تو روزہ کہولتی ہوئی اور دوسری موت کی وقت اپنی رب کی ملاقات پر پہر روزہ دار کا سرور روزہ افطار کرتی وقت تو یہ ہی کہ اوسکو کہانا

الطعام والشراب والجماع لان النفس مجبولة على الميل الى ما يلائمها من المطعم والمشرب والمنكح فاذا

پینا جماع میسر آیا کیونکہ طبیعت انسان کی عادت ہی کہ اپنی مرغوب چیز پر جھکتی ہی کہانا ہو یا پینا ہو یا جماع ہو اور جب

منعت من ذلك في وقت ثم اذن لها في وقت آخر تفرح بذلك طبعا خصوصا عند اشتداد الحاجة

اوسکو ان امور سی ایک وقت ممانعت ہوئی ہو پہر اوسکو دوسری وقت اجازت ملی تو اس سی خود بخود خوش ہوتا ہی خاص کر ایسی وقت کہ باری ہو کہ

اليه لتاثير الجوع والعطش فيها وتقاضيها باحد حاجتها يبين هذا المعنى ما روي عن ابن عمر انه ع م

وبیاس سی نہایت حاجتمند ہو کر اپنی خواہش کا طلبگار ہو یہ مضمون ابن عمر کی روایت سی معلوم ہوتا ہی کہ نبی علیہ السلام

كان اذا افطر قال ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء الله تعالى مع ان له عند افطاره

جب روزہ افطار کرتی تو فرماتی پیاس جاتی رہی اور رگیں تر و تازہ ہوگئیں اور اجر ثابت ہو چکا ان شاء اللہ تعالیٰ باوجودیکہ روزہ دار کی افطار کی وقت

دعوة مستجابة كما جاء في الحديث ان للصائم عند فطاره دعوة مستجابة بل يكون نومه عبادة

دعا مقبول ہوتی ہی چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ روزہ دار کی افطار کی وقت دعا مقبول ہوتی ہی بلکہ روزہ دار کا سونا بہی عبادت ہی

كما جاء في الحديث نوم الصائم عبادة قال ابو العالية الصائم في العبادة ما لم يغتب وان كان

چنانچہ حدیث میں آیا ہی نیند روزہ دار کی عبادت ہی ابو العالیہ کہتی ہی روزہ دار ہر وقت عبادت میں ہوتا ہی جبتک غیبت نکری اگرچہ

نائما على فراشه فعلى هذا يكون في ليله ونهاره على عبادة واما سروره وفرحه عند موته ولقاء ربه

اپنی بستر پر سوتا ہی اسکی موافق تمام رات اور دن عبادت ہی میں رہتا ہی اور روزہ دار کا سرور اور خوشدلی مرتی وقت اپنی رب کی ملاقات پر

فیما یجده مدخرا عند الله تعالی من ثواب صومه فان من ترك لله طعامه وشرابه وشهوته یعوضه
یہہ ہی کہ اللہ کی یہاں اپنی روزہ کا ثواب جمع کیا ہوا ایکبارہ پاویگا کیونکہ جس نے واسطے خدا کی اپنا کہانا اور پینا اور شہوت موقوف کی تو اللہ اوسکو
الله تعالی خیرا من ذلك کما قال الله تعالی وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا
عوض اوسکا اوس سی بہت اچہا عنایت کریگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور جو آگی بہیجو گی اپنی واسطی کوئی نیکی اوسکو پاؤگی اللہ کی پاس بہتر
وَأَعْظَمَ أَجْرًا وجاء فی الخبر انه علیه السلام قال لرجل انك لن تدع شیئا اتقاء الله تعالی الا اتاك الله
اور ثواب میں زیادہ اور حدیث میں آیا ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخصکو فرمایا بیشک تو کبہی نہیں ترک کریگا کوئی چیز اللہ تعالی کی خوف سی مگر تجہکو اللہ تعالی
خیرا منه وروی ان الصائمین یوضع لهم یوم القیمة مائدة تحت العرش یاکلون علیها والناس فی الحساب
بہتر اوس سی دیگا اور روایت ہی کہ روزہ داروں کی واسطے قیامت کی دن عرش کی تلی دسترخوان چنا جاویگا اوسپر تناول کرینگی اور اور خلقت ابہی حساب میں مبتلا ہوگی
فیقول الناس ما لهؤلاء یاکلون ونحن فی الحساب فیقال لهم انهم کانوا یصومون وانتم تفطرون وفی الصحیحین
پہر کہینگی یہہ کیسی لوگ ہیں کہ بیٹہی کہاتی ہیں اور ہم حساب میں مبتلا ہیں کوئی انکو جواب دیگا یہہ لوگ روزہ رکہتی تہی اور تم روزہ خور تہی اور صحیح بخاری اور مسلم
انه علیه السلام قال ان فی الجنة بابا یقال له ریان لا یدخل منه الا الصائمون والمراد بالصائمین
ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی ایک دروازہ کا نام ریان ہی اور دروازہ میں سی صرف روزہ دار داخل ہونگی اور روزہ داروں سی مراد یہہ ہی
هم الذین یکثرون الصوم فانهم لما تحملوا تعب العطش خصوا بباب فیه الری والامان من العطش قبل تمکنهم
کہ جو لوگ اکثر روزہ رکہتی تہی کیونکہ ان لوگوں نے جو بہوک اور پیاس کی برداشت کی تو ایسی دروازہ سی مخصوص ہوئی جسمیں تازگی اور پیاس کا بچاو
من الجنة هذا کله اذا کان صومهم مع الاحتراز عن کل ما یحرم علیهم والا فهم یکونون من الذین
جنت کی اندر جانی سی پہلی ہی یہہ تمام باتیں جب ہیں کہ انکا روزہ تمام ایسی اعمال سی جو انپر حرام ہیں محفوظ ہو اور نہیں تو وہ روزہ دار ایسی ہیں جنکی حق میں
قال فیهم رسول الله علیه السلام فی حدیث رواه ابو هریرة کم من صائم لیس له من صیامه الا الجوع
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث میں جو ابو ہریرہ سی روایت ہی فرماتی ہیں بہت روزہ دار ایسی ہیں کہ اونکی لئی روزہ میں سی سوای بہوک
والعطش وفی حدیث اخر رواه ابو هریرة کم من صائم لیس له من صیامه الا الظمأ وکم من قائم لیس
اور پیاس کی کچہہ نہیں ہی اور ایک اور حدیث میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی بہت روزہ دار ایسی ہیں کہ اونکی لئی روزہ میں سوا پیاس کی کچہہ نہیں بہت رات کی عابد ایسی ہیں
من قیامه الا السهر فان التقرب الی الله تعالی بترك المباحات لا یتم الا بعد التقرب الیه بترك المحرمات
کہ اونکی لئی رات کی عبادت میں سی سوا بیدار رہنی کی کچہہ نہیں کیونکہ قرب الہی مباح چیزوں کی چہوڑنی سی پورا نہیں ہوتا جبتک محرمات کو چہوڑ کر قرب الہی نہ پیدا کری
کما روی عن ابی هریرة انه قال من لم یترك الکذب والعمل بمقتضاه فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه
چنانچہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جو شخص کہ جہوٹہ کو اور جہوٹہ کی مناسب کاروبار کو نہیں ترک کرتا تو اللہ کو اوسکی کچہہ پروا نہیں ہی کہ اپنا کہانا
وشرابه فانه علیه السلام بین فی هذا الحدیث ان من لا یترك الکذب والعمل بمقتضاه لا یقبل الله صومه
پینا بند کری بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں یہہ بیان فرمایا کہ جو شخص جہوٹہ کو اور جہوٹہ کی لائق اعمال کو نہیں چہوڑتا تو اللہ تعالی اوسکا روزہ
ولا ینظر الیه لانه امسك عما ابیح له ولم یمسك عما حرم علیه والمقصود من الصوم لیس بنفس الجوع و
قبول نہیں کریگا اور نہ اوسپر شفقت کریگا اسواسطی کہ وہ شخص مباحات سی تو بچا اور محرمات سی نہ بچا اور روزہ سی غرض صرف بہوک اور پیاس کا مارنا نہیں ہی
العطش فقط بل المقصود منه کسرة الشهوة وقهر النفس الامارة بالسوء فاذا لم یحصل شیء من ذلك
بلکہ روزہ سی غرض شہوت کا توڑنا اور نفس امارہ کا جو برائی کی طرف لیجاتا ہی مغلوب کرنا ہی جب یہہ غرض کچہہ نہ حاصل ہوئی
فای فائدة فی ترك الطعام والشراب فعلی هذا اذا اراد العبد ان ینال الثواب والفضائل التی ذکرها
تو پہر کہانا پینا بند کرنی سی کیا فائدہ اسکی موافق جب کوئی شخص یہہ چاہی کہ مجہکو وہ ثواب اور فضیلت حاصل ہو جسکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

النبی علیه السلام ینبغی له ان یعرف حرمة الوقت وشرفه ویحفظ فیه بطنه عن الحرام ولسانه عن
ذکر فرمایا ہی تو اوسکو لازم ہی کہ وقت کی حرمت کو پہچانی اور وقت کی خوبی کو دریافت کری اور اوسمین اپنی پیٹ کو حرام کہانی سی اور اپنی زبان کو
الکذب والغیبة وقبیح الکلام وجوارحه عن الخطایا والآثام وقلبه عن العجب والکبر وعداوة
جہوٹھ اور غیبت اور بیہودہ کلام سی اور اپنی باقی اعضا کو خطا اور گناہوں سی اور اپنی دل کو خود بینی اور تکبر اور خلقت کی دشمنی سی
الانام ثم انه اذا فعل ذلك ینبغی له ان یکون خائفا من الله تعالی هل یقبل منه ام لا یقبل ویدعو
بچاوی پہر وہ شخص جب یہہ سب کر چکا تو اب اوسکو لائق ہی کہ اللہ تعالی سی یہہ خوف کرتا رہی کہ آیا میرا یہہ روزہ قبول کرتا ہی یا نہیں قبول کرتا اور دعا کری
ان یقبل المجلس الثالث والعشرون فی بیان فضیلة صوم شعبان کان رسول الله
کہ قبول کری تیئیسوین مجلس فضیلت روزہ ماہ شعبان کی بیان مین تہی رسول اللہ
صلی الله علیه وسلم یصوم شعبان کله الا قلیلا وفی روایة بل کان یصوم شعبان کله هذا الحدیث
صلی اللہ علیہ وسلم کہ تمام شعبان کی روزی رکہا کرتی تہی مگر کچہہ تہوڑا سا افطار کرتی اور ایک روایت مین ہی بلکہ تمام شعبان کی روزی رکہتی تہی
من صحاح المصابیح رویته ام المؤمنین عائشة وهذه الروایة الاخیرة موافقة لما روی عن ام سلمة
یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں مین ہی حضرت عائشہ ام المؤمنین کی روایت سی یہہ پچہلی روایت اوس روایت کی موافق ہی جو ام سلمہ سی روایت ہی
انها قالت ما رایت النبی علیه السلام یصوم شهرین متتابعین الا شعبان ورمضان فان قیل یلزم
کہ وہ کہتی تہین نہین دیکہا مینی نبی علیہ السلام کو کہ دو مہینی پوری پی در پی روزی رکہی ہوں سوای شعبان اور رمضان کی اگر کوئی کہی
علی هذه الروایة ان یکون افضل الصیام بعد صوم رمضان صوم شعبان مع انه علیه السلام
کہ اس روایت سی لازم آتا ہی کہ بعد روزہ رمضان کی شعبان کی روزی افضل ہوں اور حال یہہ ہی کہ نبی علیہ السلام نی
قال افضل الصیام بعد شهر رمضان شهر الله المحرم فالجواب ان جماعة من الناس وان اعتقدوا ان
فرمایا ہی اچہی روزی بعد ماہ رمضان کی ماہ الہی محرم کی ہین سو جواب یہہ ہی کہ بیشک ایک جماعت کا اگرچہ یہہ ہی اعتقاد ہی
صیام المحرم والاشهر الحرم افضل من صیام شعبان لکن الاظهر خلاف ذلك فان صیام شعبان
کہ محرم اور اشہر الحرم کی روزی شعبان کی روزوں سی بہتر ہین لیکن اسکی خلاف ظاہر تر ہی بیشک شعبان کی روزی
افضل من صیام الاشهر الحرم یدل علی ذلك ما روی عن انس انه علیه السلام سئل ای الصیام افضل
اشہر الحرم کی روزوں سی بہتر ہین دلیل اسکی وہ ہی جو انس سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سی کسی نی پوچہا رمضان کی بعد کونسی
بعد رمضان فقال شعبان تعظیما لرمضان وروی عن اسامة انه کان یصوم اشهر الحرم فقال
روزی افضل ہین آپ نی فرمایا شعبان کی رمضان کی تعظیم کی لئی اور اسامہ سی روایت ہی کہ اسامہ اشہر الحرم کی روزی رکہا کرتی تہی سو
له رسول الله علیه السلام صم شوالا فترك صوم اشهر الحرم فکان یصوم شوالا حتی مات فهذا نص
انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا شوال مین روزی رکہا کر پہر اسامہ نی اشہر الحرم کی روزی چہوڑ دئی پہر شوال مین روزی رکہا کئی آخر مرگئی سو یہہ روایت
فی تفضیل صیام شوال علی صیام اشهر الحرم فاذا کان صوم شوال افضل من صوم الاشهر الحرم
شوال کی روزوں کی فضیلت پر نص ہی اشہر الحرم کی روزوں سی پہر جب شوال کی روزی اشہر الحرم کی روزوں سی بہتر ہوئی
فکون صوم شعبان افضل من صیام الاشهر الحرم [illegible] الصیام النبی علیه السلام له دون شوال
تو شعبان کی روزی اشہر الحرم کی روزوں سی زیادہ تر افضل ہوگی [illegible] کہ نبی علیہ السلام روزی شعبان مین رکہتی تہی شوال مین نہین [illegible]
وانما کان کذلك لانهما یلیان من بعده ومن قبله [illegible] من هذا ان افضل التطوع من الصیام [illegible]
[illegible] اس لئی ہی کہ یہہ دونو مہینی یعنی شعبان اور شوال متصل ہین رمضان کی بعد اور رمضان سی پہلی اس سی معلوم ہوا کہ نفل روزوں مین وہی افضل ہین [illegible]

قريبا من رمضان قبله وبعده فيكون منزلته من الصيام بمنزلة السنن الرواتب مع الفرائض
رمضان سے قریب ہوں پہلے اور پیچھے پھر ایسے روزوں کا درجہ ایسا ہے جیسے مرتبہ سنتوں رواتب یعنی مؤکدہ کا فریضہ نماز سے
قبلها وبعدها فان السنن الرواتب كما يلحق بالفرائض فى الفضل وتكون تكملة لنقص الفرائض فكذلك
فریضہ سے پہلے اور پیچھے بیشک سنن رواتب یعنی مؤکدہ جیسے فضیلت میں فرائض کی ساتھ ہیں اور فرائض کی نقصان کو پورا کرتی ہیں ایسی ہی
صيام ماقبل رمضان ومابعده فانه ملتحق فى الفضل بصيام رمضان لقربه منه ويكون قوله عم
نفل روزے رمضان سے پہلے اور پیچھے یہہ بھی فضیلت میں رمضان کی روزوں کی ساتھ شامل ہیں کیونکہ رمضان سے متصل ہیں اب حدیث اس حضرت کی
افضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم محمولا على التطوع المطلق واما ماكان قبل رمضان وبعده
کہ اچھے روزے بعد رمضان کی ماہ الٰہی محرم کی ہیں مطلق نوافل پر محمول ہوگی اور جو روزے کہ رمضان سے پہلے اور پیچھے ہیں
فانه ملتحق به فى الفضل كما ان قوله عليه السلام فى تمام الحديث وافضل الصلوة بعد المكتوبة
وہ تو فضیلت میں رمضان کی شامل ہیں جیسے یہہ قول علیہ السلام کا تتمہ حدیث میں اور بہتر نماز بعد فرائض کی
قيام الليل انما اريد به تفضيل قيام الليل على التطوع المطلق دون السنن الرواتب عند جمهور العلماء
رات کی نماز ہے اس سے یہی تمام علماء کی نزدیک فضیلت قیام لیل کی مطلق نوافل پر مراد ہے سنن مؤکدات پر نہیں ہے
وقد ذكر فى صيام النبى عليه السلام لشعبان دون غيره من الشهور معنى حسنا وهو ماروى عن اسامة
اور در باب روزہ رکھنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شعبان میں سوا اور مہینوں کی خوب معنی ذکر کئے ہیں اور وہ یہہ ہیں کہ اسامہ سے روایت ہے
انه عليه السلام قال ذلك شهر يغفل الناس عنه بين رجب ورمضان فانه عليه السلام اشار الى
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہہ ایسا مہینہ ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں رجب اور رمضان کی بیچ میں پس نبی علیہ السلام نے یہہ اشارہ کیا
انه لما اكتنفه شهران عظيمان الشهر الحرام وشهر الصيام اعرض الناس عنه بالاشتغال بهما فصا
کہ شعبان کو دو بڑی عظمت کی مہینوں نے گھیر رکھا ہے ماہ محرم اور ماہ صیام نے تو شعبان سے لوگ پھر گئے دونوں میں مشغول ہوگئے ہیں سو یہہ مہینہ
مغفولا عنه حتى ظن كثير من الناس ان صيام رجب افضل من صيام شعبان لانه شهر حرام وليس
بھولا بسرا ہوگیا یہاں تک کہ اکثر لوگ یہہ گمان کرتے ہیں کہ رجب کی روزے شعبان کی روزوں سے افضل ہیں اسلئے کہ رجب ماہ حرام ہے اور
كذلك لما روى عن عائشة انها قالت ذكر لرسول الله عليه السلام قوم يصومون رجبا فقال واين هم
یہہ بات نہیں ہے اسواسطے کہ عائشہ سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سامنے ایک قوم کا ذکر آیا کہ وہ رجب میں روزے رکھتی تھی آپ نے فرمایا
عن شعبان وفيه اشارة الى ان بعض مااشتهر فضله من الازمان والاماكن والاشخاص قد يكون غيره
وہ لوگ شعبان کو چھوڑ کر کدھر گئے اور اسمیں یہہ اشارہ ہے کہ بعضی دفعہ جو کوئی وقت یا بعضا مکان یا بعضا شخص فضیلت میں مشہور ہوجاتا ہے کبھی اوسکا غیر اوس سے
افضل منه اما مطلقا او لخصوصية فيه لا يتفطن بها كثير من الناس فيشتغلون عنه بالمشهور
افضل ہوتا ہے یا تو مطلقا یا کسی خصوصیت سے جو اوسمیں ہوتی ہے کہ اکثر لوگوں کی خیال میں نہیں آتی تو وہ اوسکو چھوڑ کر مشہور کی طرف مشغول ہوجاتے ہیں
ويفوتون تحصيل فضيلة ماليس بمشهور عندهم وفيه دليل على استحباب عمارة ازمان غفلة الناس
اور اوسکی فضیلت سے جو انکی نزدیک مشہور نہیں ہے محروم رہجاتے ہیں اور اسمیں دلیل اس مطلب کی ہے کہ عبادت سے معمور کرنا ایسے وقت کا جسمیں تمام لوگ غافل ہوں
بالطاعة وان ذلك محبوب عند الله تعالى ولذلك كان طائفة من السلف يستحبون احياء مابين
مستحب ہے اور یہہ کہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اسی واسطے ایک جماعت متقدمین سے نماز پڑھنی درمیان
العشائين بالصلوة ويقولون هى ساعة الغفلة فانه عليه السلام لما خرج على اصحابه وهم ينتظرون
مغرب اور عشا کی بہت پسند کرتی تھی اور کہتی تھی کہ یہہ غفلت کا وقت ہے پس نبی علیہ السلام جب صحابہ کی پاس آئے اور صحابہ عشا کی نماز کی منتظر بیٹھے تھے

صلوة العشاء قال ما ینتظرها احد من اهل الارض غیرکم وفی هذا اشارة الی فضیلة التفرد بذکر الله
تو فرمایا اس نماز کا سواء تمہاری روی زمین پر کوئی منتظر نہین ہی اسمین اشارہ ہی کہ تنہا ذکر الٰہی مین مشغول رہنا
فی وقت من الاوقات لا یوجد فیها ذاکر ولذلك فضل القیام فی وسط اللیل لشمول الغفلة عن الذکر فیه
تمام وقتون مین سی ایسی وقت کہ کوئی اوسوقت ذکر نہ کرتا ہو بہت افضل ہی اسیلئی آدہی رات کی وقت جاگنا بہت افضل ہی اسواسطی کہ اوسوقت اکثر لوگ ذکر الٰہی
لاکثر الناس وفی احیاء الوقت المغفول عنه بالطاعة فوائد منها انه یکون اخفی واخفاء النوافل و
غافل ہوتی ہین اور غفلت کی وقت عبادت کرنی مین بہت فائدی ہین ایک یہہ کہ یہہ وقت پوشیدہ ہی اور نوافل چہپانا اور
اسرارها افضل لاسیما الصیام فانه سر بین العبد وربه لا یطلع علیه غیره تعالی ولهذا قیل لا یکون
پوشیدہ رکہنا افضل ہوتا ہی خاص نفل روزی کیونکہ روزہ درمیان بندہ اور پروردگار کی راز ہوتا ہی اسپر سوای اللہ تعالی کی کسیکو اطلاع نہین ہوتی اسی واسطی
فیه ریاء ومنها انه یکون اشق علی النفوس وافضل الاعمال اشقها علی النفوس وسبب ذلك ان النفوس
کہتی ہین کہ روزہ مین ریا نہین ہوتی اور ایک یہہ کہ روزہ طبیعتون پر دشوار ہوتا ہی اور اعمال مین افضل وہ ہی ہوتا ہی جو طبیعتون پر دشوار ہو اور سبب اسکا یہہ ہی طبیعتین
تتاسی بما شاهدت من احوال ابناء الجنس فاذا کثرت یقظة الناس وطاعتهم یکثر اهل الطاعة لکثرة
ہمجنس کی حالات مین سی جو دیکہتی ہین وہ ہی عادت اختیار کر لیتی ہین پس اگر لوگون کی بیداری اور اونکی عبادت کثرت سی ہونی لگی تو اہل طاعت بہی زیادہ ہونگی
المقتدین بهم فتسهل الطاعات علیهم واذا کثرت الغفلة واهلها یتاسی بهم عموم الناس فیشق علی
کیونکہ دیکہا دیکہی بہت پیرو ہونگی پہر اونپر عبادت آسان ہو جاوگی اور اگر غفلت اور غفلت والی زیادہ ہونگی تو عام لوگونکی ویسی ہی عادت ہو جاویگی اب جاگنی والونکو
نفوس المتیقظین طاعاتهم لقلة من یقتدون بهم فیها ولهذا قال النبی علیه السلام للعامل منهم اجر
عبادت کرنی دشوار ہوگی اسواسطی کہ اسوقت مین ہمراہی کمتر ہین اسیلئی نبی علیه السلام نی فرمایا کہ اونمین سی ایک عمل کرنیوالی کو اجر
خمسین منکم انکم تجدون علی الخیر اعوانا ولا یجدون وقال علیه السلام العبادة فی الهرج کالهجرة
پچاس آدمیون کا تم مین سی ہی کیونکہ تمکو خیر پر بہت مددگار میسر آتی ہین اور اونکو نہین ملتی اور فرمایا علیه السلام نی فساد کی وقت عبادت کرنی ایسی ہی جیسی
الیّ فانه علیه السلام بین فی هذا الحدیث ان ثواب العبادة فی وقت الفتنة واختلاف امور الناس
میری طرف ہجرت کی بیشک پیغمبر علیه السلام نی اس حدیث مین یہہ بیان فرمایا کہ ثواب عبادت کا بروقت آشوب اور ابتری چلن آدمیون کی اتنا ہی
کثواب الهجرة من مکة الی المدینة فی زمانه علیه السلام قبل فتح مکة وسبب ذلك ان الناس فی وقت الفتنة
گویا مکہ سی مدینہ کی طرف پیغمبر علیه السلام کی عہد مین فتح مکہ سی پہلی ہجرت کی اور اسکا سبب یہہ ہی کہ آدمی فتنہ اور آشوب کی وقت
یتبعون اهواءهم ولا یتقیدون بدینهم فیکون حالهم شبیها بحال اهل الجاهلیة فاذا انفرد من بینهم من
اپنی ہوا وہوس کی تابع ہو جاتی ہین اور اپنی دین کی قید مین نہین رہتی پہر اونکا حال اہل جاہلیت کا سا ہو جاتا ہی پہر اگر اونمین سی ایک شخص الگ ہو جاوی
یتمسك بدینه ویعبد ربه ویتبع امره ویجتنب نهیه یکون کمن هاجر من بین اهل الجاهلیة الی رسول الله صلعم
کہ اپنی دین کو ہاتہہ سی نہ دی اور اپنی رب کی عبادت کری اور اوسکی امر کا تابع اور اوسکی نہی سی بچتا ہی تو وہ ایسا ہی کہ اہل جاہلیت مین سی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کی طرف
مؤمنا متبعا للاوامر مجتنبا للنواهی وقال علیه السلام بدأ الاسلام غریبا وسیعود غریبا کما بدأ
مؤمن اور اوامر کا تابع اور منہیات سی مجتنب ہو کر ہجرت کر گیا اور فرمایا علیه السلام نی شروع ہوا ہی اسلام غریب ہو کر اور پہر غریب ہو جاویگا جیسی شروع ہوا تہا
فطوبی للغرباء یعنی ان الاسلام فی ابتداء ظهوره کان غریبا لم یوجد الا فی احاد من الناس وقلة منهم
سو خوشی ہی غریبون کو مراد یہہ ہی کہ اسلام ابتداء ظہور مین غربت تہا نہین پایا جاتا تہا مگر کسی کسی آدمی مین بہت کمتر
ثم انتشر وشاع قویا وبعد ذلك سیلحقه نقص واختلال حتی لا یبقی الا فی احاد من الناس وقلة منهم وهم
پہر پہیل گیا اور بہت قوی ہو کر منتشر ہو گیا اور بعد اسکی قریب ہی کہ اوسمین نقصان اور خلل آجاوی یہانتک کہ باقی نہین رہیگا مگر کسی کسی آدمی مین بہت کمتر یعنی

الغرباء فطوبى لهم وقد جاء تفسيرهم فی حديث اخر انهم النزاع من القبائل يعنى انهم الذين كانوا قليلة
غربا مین سوا اونکو خوشی ہی اور غربا کی تفسیر ایک اور حدیث مین آئی ہے کہ وہ قبائل مین کوئی کوئی ہین یعنی غربا وہ ہین جو تہوڑی ہون

فلا يوجد فی كل قبيلة منهم الا الواحد والاثنان بل لا يوجد واحد منهم فی القبائل والبلدان كما كان كذلك فی
ہر ہر قبیلہ مین ایک ایک دو دو سپاہی ہونگی بلکہ قبیلون اور شہرون مین کوئی نہ ملیگا جیسے کہ ابتدا ظہور اسلام مین

ابتداء ظهور الاسلام وفی حديث اخر انهم الذين يصلحون اذا افسد الناس يعنى انهم قوم صالحون عاملون
یہی حال تہا اور ایک اور حدیث مین ہی کہ غربا وہ ہین جو اصلاح پر عمل کرتی ہین اگر آدمیون مین فساد ہو مراد یہہ ہی کہ غربا قوم صالح ہی

بالسنة فی زمان فساد الناس ومنها ان المنفرد بالطاعة بين اهل الغفلة والمعاصی يدفع به البلاء
فساد کی زمانہ مین سنت پر عمل کرنیوالی اور ایک فائدہ یہہ ہی کہ جو تنہا عبادت کرنیوالا ہی غفلت اور معاصی والون مین اوسکی سبب سی لوگون کی بلا دفع ہوتی ہی

عن الناس فكانه يحميهم ويدافع عنهم والاثار فی هذا المعنى كثيرة جدا وقد ذكر لصومه عليه السلام لشعبان
گویا وہ شخص اونکا حامی ہی اونکی بلا کو دفع کرتا ہی اس باب مین آثار بہت آئی ہین اور واسطی روزہ رکہنی پیغمبر علیہ السلام کی ماہ شعبان مین

معنى اخر وهو انه عليه السلام كان يصوم من كل شهر ثلثة ايام وربما اخر ذلك ليقضيه بصوم شعبان
ایک اور وجہ بہی بیان کرتی ہین وہ یہہ ہی کہ پیغمبر علیہ السلام ہر مہینی مین تین تین روزی رکہتی تہی اور بعض وقت تاخیر فرما دیتی تاکہ اوسکا عوض شعبان کی روزہ

يعنى ان صومه عليه السلام ربما كان لا يبلغ ثلثة ايام فی بعض الشهور فيكمل ما فاته من ذلك فی شعبان اذ
کردین مراد یہہ ہی کہ روزی پیغمبر علیہ السلام کی بعضی دفعہ بعضی مہینون مین تین تک پوری نہین ہوتی تہی سو جسقدر روزی فوت ہو جاتی تہی وہ سب شعبان مین پوری کرتی

كان اعماله عليه السلام دائمة فكان اذا دخل عليه شعبان وكان عليه بقية من صيام تطوع لم يصمه
تہی جن روزون کا رکہنا دایمی ہوتا تہا سو آپکا طریقہ یون تہا جب اونکو ماہ شعبان شروع ہوتا اور اونپر کچہ نوافل روزی باقی ہوتی کہ نہ رکہی ہون

يقضيه فی شعبان حتى يكمل نوافله بالصوم قبل دخول رمضان كما كان يقضى ما فاته من سنن الصلوة
تو وہ روزی شعبان مین قضا کر دیتی تہی تاکہ تمام نوافل روزی رمضان کی آنی سی پہلی پوری ہو جائین جیسا کہ نماز سنتیں کو جو رہ جاتی تہی قضا کر دیتی تہی

وكما كان يقضى بالنهار ما فاته من قيام الليل وقالت عائشة ربما اردت ان اصوم فلم اطق حتى
اور جیسا کہ قیام لیل مین سی جو رہ جاتا تہا وہ دن مین پورا کر دیتی تہی اور عایشہ کہتی ہین بعضی وقت مین روزہ رکہنی کا ارادہ کرتی سو نہو سکتا

اذا صام النبی عليه السلام فی شعبان صمت معه فانها كانت تغتنم تقضى ما عليها من
یہان تک جب نبی علیہ السلام ماہ شعبان مین روزی رکہتی تو مین بہی اونکی ساتہہ روزی رکہتی پس عایشہ اسوقت کو غنیمت جان کر جو اونکی ذمہ پر

صوم رمضان لفطرها فيه بالحيض وكان فی غيره من الشهور مشتغلة بالنبی عليه السلام
رمضان کی روزی ہوتی تہی بسبب عارضہ حیض کی سب ادا کر دیتی تہین اور اور باقی کی مہینون مین نبی علیہ السلام کی خدمت مین مشغول رہتی تہین

فان المراة لا تصوم وبعلها شاهد الا باذنه فمن دخل عليها شعبان وقد بقى عليه شیء من
کیونکہ عورت اپنی خاوند کی سامنی بی اجازت روزہ نہین رکہہ سکتی پس جس شخصکو ماہ شعبان آجاوی اور اوسپر کچہ نوافل روزی باقی ہون

نوافل صيامه يستحب له قضاءه فيه حتى يكمل نوافل صيامه بين رمضان ومن كان عليه شیء
تو اوسکو مستحب ہی کہ شعبان مین ادا کر دی تاکہ اوسکی نوافل روزی دونو رمضان کی بیچ مین ادا ہو جاوین اور جسپر کچہ

من قضاء رمضان يجب عليه قضاءه قبل رمضان اخر مع القدرة عليه ولا يجوز له تاخيره
قضاء رمضان کی باقی ہو تو اوسپر واجب ہی کہ دوسری رمضان سی پہلی اگر قدرت رکہتا ہو تو قضا کر دی اور اوسکو یہہ جایز نہین ہی

الى ما بعد رمضان اخر لغير ضرورة وان كان تاخيره لعذر مستمر بين الرمضانين كان عليه قضاء
کہ بی ضرورت دوسری رمضان کی بعد تاخیر کری اور اگر یہہ تاخیر بسبب ایسی عذر کی جو دونو رمضان کی بیچ برابر چلا آیا ہی ہوئی ہو تو اوسپر

بعد رمضان الثاني ولا شيء عليه مع القضاء وان كان ذلك لغير عذر قيل يقضي ويطعم مع قضاء
بعد دوسرے رمضان کی قضا لازم ہوگی اور اوسپر سوا قضا کی اور کچھہ نہین ہی اور اگر یہہ تاخیر بلا عذر ہوئی ہی تو کہتی ہین کہ قضا کرے اور ہر ہر روزے کے بدلے
كل يوم ستين مسكينا وهو قول الشافعي ومالك واحمد اتباعا للآثار وردت بذلك وقيل يقضي ولا اطعام
ساٹھ مسکین کو کھانا دے یہہ قول شافعی اور مالک اور احمد کا ہی موافق اون آثار کی جو اس باب مین آئی ہین اور بعضی کہتی ہین قضا کرے اور اوسپر
عليه وهو قول ابي حنيفة وقيل يطعم ولا يقضي وهو ضعيف وقيل في صوم شعبان معنى آخر وهو
کھانا نہین ہی یہہ قول ابو حنیفہ کا ہی اور بعضی کہتی ہین کھانا کھلاوے اور قضا نہین ہی یہہ قول ضعیف ہی اور کہتی ہین کہ شعبان کی روزون کی ایک اور وجہ دوسری وہ یہہ
ان صيامه كالتمرين على صيام رمضان لئلا يدخل في صيام رمضان على مشقة وكلفة بل يكون
ہی کہ شعبان کی روزے واسطی مشاق ہونے رمضان کی روزون کی واسطی تاکہ رمضان کی روزون مین کچھہ مشقت اور کلفت نہ معلوم ہو بلکہ یہہ حال ہو
قد تمرن على الصيام واعتاده ووجد بصيام شعبان حلاوة الصيام ولذته فيدخل في صيام رمضان
کہ روزے کی عادت اور خو پکڑ چکا ہو اور شعبان کی روزون سے روزون کی حلاوت اور لذت اوٹھا چکا ہو پھر رمضان کی روزے
برغبة ونشاط يسر الله تعالى عمله بلطفه وتوفيقه المجلس الرابع والعشرون في بيان فضيلة
اچھی رغبت اور خوشی سے رکھی آسان کرے یہہ عمل اپنی لطف اور توفیق سے چوبیسوین مجلس مین بیان
احياء ليلة البراءة على وجه السنة والاحتراز عن البدعة المكروهة قال رسول الله
شب برات کی جاگنی کی فضیلت کا بطور مسنون کی اور احتراز بدعت مکروہہ سے رسول اللہ
صلى الله عليه وسلم ان الله ينزل ليلة النصف من شعبان الى السماء الدنيا فيغفر لاكثر من عدد شعر
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالی ماہ شعبان کی پندرہوین شب کو طرف دنیا کی آسمان کی نزول فرماتا ہی پھر قبیلہ کلب کی بکریون کی بالون سے گنتی مین
غنم كلب هذا الحديث من حسان المصابيح روته ام المؤمنين عائشة رض والمراد بليلة النصف من شعبان
بہت زیادہ بخشتا ہی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین سے ہی ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے اور مراد شعبان کی آدھی رات سے
ليلة البراءة وانما خص قبيلة كلب بالذكر لانهم اكثر نفرا وغنما من سائر القبائل والمعنى انه تعالى ينتقل في
شب برات ہی اور خاص قبیلہ کلب کو اسواسطی ذکر کیا ہی کہ وہ بہ نسبت اور قبیلون کی باعتبار آدمیون اور بکریون کی زیادہ ہی اور معنی یہہ ہین کہ اللہ تعالی
تلك الليلة من صفة الجلال المقتضية لقهر العداوة والانتقام من العصاة الى صفة الجمال المقتضية
اوس رات مین صفت جلالی سے جو سبب ہی گنہگارون کی انتقام اور عداوت کا طرف صفت جمال کی جو باعث ہی
للرحمة والمغفرة وانما حمل لفظ الحديث على هذا المعنى لان النزول والصعود والحركة والسكون لما كانت
رحمت اور بخشش کا نقل فرماتا ہی اور حدیث کی الفاظ کو ان معنون پر اسواسطی حمل کیا ہی کہ اوترنا اور چڑھنا اور حرکت اور سکون چونکہ
من صفات الاجسام المتحيزة وقد ثبت بالقواطع العقلية والنقلية انه تعالى منزه عن الجسمية والتحيز
یہہ سب صفات اجسام متحیزہ کی ہین اور برہان قطعی عقلی اور نقلی سے ثابت ہو چکا ہی کہ اللہ تعالی جسمیت اور تحیز وغیرہ صفات اجسام سے
امتنع عليه النزول بمعنى الانتقال من موضع اعلى الى ما هو اخفض منه فيكون المعنى ما ذكره اهل الحق وهو
پاک ہی تو اوسپر نزول بمعنی انتقال مکان بلندی سے طرف مکان پست کی محال ہی پھر معنی حدیث کی وہ ہی ہین جو اہل حق نے ذکر کئی ہین یعنی
نزول رحمته ومزيد لطفه ومغفرته على عباده واجابة دعوتهم وقبول توبتهم كما هو ديدن الملوك الكرماء
رحمت کا اوترنا اور زیادت لطف اور مغفرت اپنی بندون پر فرمانا اور قبول کرنا اونکی دعا کا اور قبول کرنا اونکی توبہ کا جیسا کہ عادت اور رسم کریم بادشاہون
والسادة الرحماء اذا نزلوا بقرب قوم فقراء محتاجين يحسنون اليهم وهذا المعنى وان كان قد وعد في سائر
اور رحیم سردارون کی ہوتی ہی کہ جب وہ فقیر محتاجون کی پاس گذرتی ہین تو اونکی ساتھ احسان کرتی ہین اور اس رات کا اگرچہ سو ر تمام راتون مین

یعنی ماہ شعبان کی پندرہوین اور چودہوین کی رات سے شب برات سے

الليالي ايضا لما روي انه عليه السلام قال ينزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة الى السماء الدنيا حين يبقى ثلث
بہی وعدہ ہی موافق اس روایت کی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا کہ ظہور فرماتا ہی ہمارا رب تبارک وتعالی ہر شب میں طرف دنیا کی آسمان کی جب پچھلی
الليل الاخير يقول من يدعوني فاستجيب له من يستغفرني فاغفر له من يسئلني فاعطيه الا ان
تہائی رات باقی رہتی ہی فرماتا ہی کوئی ہی دعا کرنیوالا کہ میں اوسکی دعا قبول کروں کوئی ہی مغفرت مانگنی والا کہ میں اوسکو بخشدوں کوئی ہی سائل کہ میں اوسکو عطا کروں لیکن
النزول في سائر الليالي مقيد بوقوعه حين يبقى من كل ليلة ثلثها الاخير وفي ليلة البراءة ليس هذا
اتنا فرق ہی کہ ظہور اور تمام راتوں میں اس قید سی ہی کہ جب پچھلی تہائی رات باقی رہی اور شب برات میں یہہ قید نہیں ہی
التقييد بل المقصود تخصيص هذه الليلة بمزيد الشرف والفضل لكونها ليلة شريفة عظيمة
بلکہ مقصود یہہ ہی کہ اس رات میں خصوصیت شرافت اور فضیلت کی زیادہ ہی   کیونکہ یہہ شب بہت ہی شریف ہی
كما روي عن عطاء بن يسار انه قال ما من ليلة بعد ليلة القدر افضل من ليلة نصف شعبان
چنانچہ روایت ہی عطاء بن یسار سی   کہ کہتی تھی بعد شب قدر کی کوئی رات شب برات سی بہتر نہیں ہی
وقد ورد في فضلها احاديث اخر متعددة وكان التابعون من اهل الشام كخالد بن معدان ومكحول
اور اس شب کی فضیلت میں اور بہی چند حدیثیں آئی ہیں   اور اہل شام میں سی تابعی   جیسی خالد بن معدان اور مکحول
ولقمان بن عامر وغيرهم يعظمونها ويجتهدون بالعبادة فيها فلما اشتهر ذلك عنهم في البلدان
اور لقمان بن عامر وغیرہ اس شب کی بہت تعظیم کرتی تہی اور اس شب میں عبادت میں مبالغہ کرتی تہی جب اونکا یہہ حال ملکوں میں مشہور ہوا
اختلف الناس في ذلك فمنهم من قبله منهم ووافقهم على تعظيمها لكن اكثر العلماء من اهل الحجاز
تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہو   بعضوں نی اس امر کو مان لیا اور اونکی موافق ہوکر تعظیم کرنی لگی لیکن اکثر علماء اہل حجاز
انكروا ذلك وقالوا كل ذلك بدعة والحق ان المؤمن اذا اشتغل في تلك الليلة الخاصة نفسه بانواع
اسکا انکار کرتی ہیں اور کہتی ہیں یہہ سب بدعت ہی اور حق یہہ ہی کہ مومن تنہا اگر اس شب میں عبادت میں مشغول ہوکر نماز پڑہی
العبادات من الصلوة والتلاوة والذكر والدعاء يجوز ولا يكره واما الاجتماع فيها في المساجد والجوامع
یا تلاوت کری   اور اللہ کا نام لی اور دعا مانگی تو جایز ہی مکروہ نہیں اور اس شب میں مسجد محلہ یا مسجد جامع میں
للصلوة النافلة بالجماعة الكثيرة كما هو المعتاد في زماننا فيكره وهذا قول الاوزاعي امام اهل الشام و
جمع ہونا اور نفلیں پڑہنی جماعت سی ادا کرنی جیسی ہماری زمانہ میں عادت ہوگئی ہی سو سب مکروہ ہی یہہ قول اوزاعی کا ہی جو اہل شام کا پیشوا   اور
عالمهم وفقيههم وكذا اسراج السرج الكثيرة في المساجد وايقاد القناديل الكثيرة في الجوامع في تلك
عالم   اور فقیہ ہی   اور ایسی ہی مسجدوں میں روشنی کرنی   اور قندیلیں متعدد جامع مسجد میں روشن کرنی اس شب میں
الليلة لا يجوز لما ذكر في القنية ان اسراج السرج الكثيرة ليلة البراءة في السكك والاسواق بدعة وكذا
جایز نہیں ہی اسواسطی کہ قنیہ میں یہہ مذکور ہی کہ بہت سی چراغ روشن کرنی   شب برات کو   کوچوں   اور بازاروں میں بدعت ہی اور ایسی ہی
في المساجد ويضمن القيم بل لو ذكره الواقف وشرطه لا يعتبر ذلك الشرط شرعا وان لم يكن من مال الوقف
مسجدوں میں   اور مہتمم ضامن ہوتا ہی بلکہ وقف کرنیوالا اگر صریح کرکر شرط کردی تو بہی شرعا وہ شرط معتبر نہیں ہی اور اگر مال وقفی نہیں ہی
بل تبرع به يكون ذلك تبذيرا واضاعة المال والتبذير حرام بنص القران وقد نهى النبي عليه السلام عن
بلکہ تبرع ہی تو یہہ خرچ اسراف میں داخل ہی اور مال کا ضایع کرنا ہی اور اسراف حرام ہی نص قرآن سی اور بیشک نبی علیہ السلام نی مال تلف کرنی سی
اضاعة المال واعتقاد ان ذلك قربة من اعظم البدع واقبح السيئات وكذا التنفل في تلك الليلة بالجماعة
منع فرمایا ہی   اور یہہ اعتقاد کرنا کہ یہہ ثواب ہی بہت بڑی ہی بدعت   اور سخت برائی ہی   اور ایسی ہی اس رات کو بڑی جماعت سی نفلیں پڑہنی

الكثيرة بدعة قبيحة يجب الاجتناب عنها لان الفقهاء قد اتفقوا على كراهة الجماعة في النوافل ما عدا التراويح
بڑی بدعت ہی اس بدعت سی بچنا چاہیئی اسواسطی کہ فقہا اسپر سب متفق ہین کہ نفلون کی جماعت سوای تراویح
والاستسقاء والكسوف اذا كان سوى الامام اربعة والصلوة التي تصلي في تلك الليلة بالجماعة الكثيرة و
اور صلوۃ استسقار اور صلوۃ کسوف کی اگر سوا امام کی چار آدمی جمع ہون تو مکروہ ہی اور وہ نماز جو اوس رات کو بڑی جماعت سے پڑھتی ہین اور
تسمى صلوة البراءة بدعة ايضا لعدم وقوعها في عصر الصحابة والتابعين بل انما ظهرت بعد المائة
صلوۃ البرات اوسکا نام رکہہ چہوڑا ہی وہ بہی بدعت ہی اسواسطی کہ صحابہ اور تابعین کی عہد مین نہین تہی بلکہ ہجرت نبوی سی چارسو برس کی بعد
الرابعة من الهجرة النبوية فانها حدثت في المسجد الاقصى سنة ثمان واربعين واربعمائة واصلها على ما
پیدا ہوئی ہی کیونکہ یہہ نماز مسجد اقصا مین سنہ چارسو اڑتالیس مین شروع ہوئی ہی اور اسکی اصل موافق بیان
ذكره الامام الطرطوسي ان رجلا نابلسيا قدم بيت المقدس فقام يصلي ليلة النصف من شعبان في المسجد الاقصى
امام طرطوسی کی یہہ ہی کہ ایک شخص نابلسیا بیت المقدس مین آیا اور مسجد اقصا کی اندر شب برات کو نماز نفل پڑہنی شروع کی
فاحرم خلفه واحد ثم ثان ثم ثالث ثم رابع فما ختمها الا وهم جمع كثير ثم جاء في العام الثاني فصلى معه خلق
پہر اوسکی پیچہی ایک مقتدی ہوگیا پہر دوسرا ہوا پہر تیسرا پہر چوتہا ابہی نماز پوری نہ کرنی پایا تہا کہ بڑی جماعت ہوگئی پہر وہ شخص اگلی برس مین آیا تب اوسکی ساتہ
كثير ثم شاعت في المساجد وانتشرت في البلاد واستقرت سنة بين العباد وقد ذمها العلماء من
بہت خلق نی نماز پڑہی پہر اور مسجدون مین مشہور ہوگئی اور ملکون مین پہیل گئی اور خلقت نی طریق سنون ٹہرالیا اور اسکی برائی عمدہ علما متاخرین نی
اعيان المتاخرين وصرحوا بانها بدعة قبيحة مشتملة على منكرات فعلى هذا ينبغي للعاجز عن تغيير تلك
بیان کی ہی اور صاف کہا ہی کہ یہہ نماز بڑی بدعت ہی اسمین بہت منکرات ہین اس بیان کی موافق لایق ہی کہ جو شخص ان منکرات کو دور
المنكرات ان لا يحضر الجماعة في تلك الليلة بل يصلي في بيته ان لم يجد مسجدا سالما من هذه البدع
نہین کرسکتا تو اوس شب مین اس نماز مین شامل بہی نہو بلکہ تنہا اپنی گہر مین نماز پڑہ لی اگر کوئی مسجد ان بدعات سی خالی نہ میسر آوی
لان الصلوة في المسجد بالجماعة سنة وتكثير سواد اهل البدع منهي عنه وترك المنهي واجب وفعل الواجب متعين
اسلئی کہ مسجد مین جماعت کی نماز تو سنت ہی اور بدعتیون کا انبوہ بڑہانا ممنوع ہی اور امر ممنوع کا ترک کرنا واجب ہی اور واجب پر عمل کرنا متعین ہی
لا سيما لمن كان مشهورا بين الناس بالعلم والزهد فان الواجب عليه ان لا يحضر في مسجد يشاهد فيه
خاص ایسی شخصکو جسکی علم اور زہد کی دنیا مین شہرت ہو ایسی شخص پر یہہ ہی واجب ہی کہ جس مسجد مین یہہ بدعات منکر دیکہی تو وہان نجاوی
هذه المنكرات لان حضوره مع عدم الانكار يوهم للعامة ان هذه الافعال مباحة او مندوب
اسواسطی کہ اوسکا جانا بخوشی خاطر عام لوگون کو اس وہم مین مبتلا کریگا کہ یہہ افعال مباح ہین یا مستحب ہین
اليها فيكون حضوره شبهة عظيمة في ظن العوام ان تلك الافعال مستحسنة شرعا فاذا ترك
اوسکا جانا ہی ایسی مقام مین عام لوگون کی گمان مین بڑا شبہ ڈالیگا کہ یہہ افعال ازروی شرع مستحسن ہین جب وہ شخص
عادته ولم يجئ في المسجد تلك الليلة وانكر بقلبه لعجزه عن تغييره بيده ولسانه يسلم من الاثم
اپنی یہہ عادت چہوڑدیگا اور اوس شب کو مسجد مین نہین آویگا اور اپنی دلسی انکار کریگا اگرچہ ہاتہہ اور زبان سی نہین روک سکتا تو آپ گناہ سی بچیگا
ولا يغتر به غيره بل يتشعر بعض الناس من عدم حضوره ان هذه الافعال غير مرضية عند الله تع
اور دوسری کو وہم نہین ہوگا بلکہ اوسکی شامل نہونی سی بعض لوگ یہہ سمجہین گی کہ یہہ افعال خدا تعالی کو پسند نہین ہین
بل هي بدعة لا يسوغها الشرع ولا يرضاها اهل الدين فربما يمتنع بعض الناس عن ذلك فيحصل له الثواب
بلکہ بدعت ہین نہ شرع انکو جایز رکہتی ہی اور نہ اہل دین پسند کرتی ہین پس کیا عجب ہی کہ بعضی لوگ اس سی باز آوین پہر اسکو ثواب حاصل ہو

بفعل ما يقدر عليه من الانكار بالقلب والامتناع عن الحضور والحاصل ان تلك الليلة وان ورد في

کہ جو اوس سے ہوسکتا تہا یعنی انکار قلبی اور شامل نہونا سو کر چکا خلاصہ یہہ ہے کہ اس رات کی فضیلت مین اگرچہ کئی حدیثین

فضلها احاديث متعددة لكن ليس لاحد ان يعظمها بما ذمه الشرع ونهى عنه مع ان بعض العلماء

آئی ہین ہر کسیکو اختیار نہین کہ اوسکی تعظیم ایسے امورسے کرے جسکو شرع برا کہتی ہے اور اوس سے ممانعت کرتی ہے باوجود یکہ بعض علماء

قالوا لم يثبت في قيامها شيء عن النبي عليه السلام ولا عن اصحابه فعلى هذا يجب على كل مسلم في هذا

یہہ کہتے ہین کہ اس رات کی نماز کے باب مین کچہ ثابت نہین ہے نہ تو پیغمبر علیہ السلام سے اور نہ اونکے اصحاب سے اس بیان کی موافق اس زمانہ مین ہر مسلم پر واجب ہے

الزمان ان يحذر من الاغترار والميل الى شيء من البدع والمحدثات ويصون دينه من العوائد التي استأ

کہ بدعات کی رغبت سے اور محدثات کی توجہ سے پرہیز کرے اور اپنے دین کو ان اشغال سے جسمین انس پکڑ گیا ہے

نسوا بها وتربى عليها فانها سم قاتل قل من سلم من آفاتها وظهر له الحق معها لان البدعة لها حلاوة في

اور پرورش پائی ہے سالم بچاوے بیشک یہہ اشغال زہر قاتل ہین اسکی آفات سے آدمی کم بچتا ہے اور اوسکی ساتہ حق کم ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ بدعت کا مزہ

قلوب اهلها يستحسنها طباعهم فلا يتركونها وقد روى عن عكرمة وغيره من المفسرين ان الليلة

بدعتیون کی دلمین ایسا رچتا ہے کہ طبیعت اوسکو نیک جانتی ہے سو ہرگز نہین چہوڑتی اور عکرمہ وغیرہ مفسرین سے روایت ہے کہ وہ مبارک رات

المباركة الواقعة في سورة الدخان قد فسرت بليلة نصف شعبان كما ذهب اليه الاكثرون فانها ليلة

جسکا ذکر سورۂ دخان مین ہے وہ شب برات ہے چنانچہ اکثر مفسرین یہہ ہی کہتے ہین کیونکہ یہہ ایسی رات ہے

يقدر فيها كل امر يكون في تلك السنة لقوله تعالى فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ قال عطاء بن يسار

کہ جو اوس سال مین ہونیوالا ہے سب اوس رات کو اندازہ کیا جاتا ہے اس آیت کی دلیل سے اوسمین جدا ہوتا ہے ہر کام جانچا ہوا عطاء بن یسار کہتا ہے

اذا كان ليلة النصف من شعبان يدفع الى ملك صحيفة فيقال له اقبض روح من في هذه الصحيفة

کہ جب شب برات ہوتی ہے فرشتہ کو نامہ دیکر کہدیتے ہین کہ جن جن کا نام اس کاغذ مین ہے انکی روح قبض کرلینا

فكم من شخص يبني الدور ويشيد القصور ويغرس الاشجار ويحفر الانهار ويتزوج النسوان ويتوغل في

سو بہتیرے شخص گہر بناتے ہین اور محلون کی گچ گیری کرتے ہین اور باغ لگاتے ہین اور نہرین کہودتے ہین اور عورتونسے نکاح کرتے ہین اور عمارت مین کہپتے

البنيان وقد كتب عليه الموت ودفعت نسخته الى ملك الموت وهو في هواه ولا يعلم منتهاه فيا مغرور

ہین اور انکی موت لکہی ہوئی ہوتی ہے اور وہ کاغذ ملک الموت کو مل چکتا ہے اور وہ اپنی ہوا ہوس مین بہول رہا ہے اور انجام کی خبر نہین سو اے

بطول الامل ويا مسرورا بسوء العمل كن من الموت على الوجل فلا تدري متى ما يهجم عليك الاجل فكم

امیدون کی دیوانہ اور اے اعمال بد کی متوالے موت سے ڈرتا رہ تو کیا جانے کہ موت تجہکو کسوقت آگہیرے گی سو بہتیرے

من مستقبل يوما لا يستكمله وكم من مؤمل غدا لا يدركه يسرنا الله تعالى التدارك للموت قبل هجومه

اوس کے سمجہنے والے ایکدن کی اوسکو پورا نہین کرتے اور بہت امید وار اگلے دن کی کہ اوسکو نہین پاتے الٰہی ہمکو موت کا تدارک اوسکی آنے سے پہلے آسان کر

المجلس الخامس والعشرون في لزوم طلب رؤية هلال رمضان

پچیسوین مجلس مین تلاش رمضان کی چاند کی ضرورت

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروا الهلال فان غم عليكم فاقدروا له

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ مت رکہو بدون دیکہنے ہلال کی اور مت افطار کرو بدون دیکہنے ہلال کی اور اگر کہنا ہو جاوے تو اوسکو اندازہ کرو

وفي رواية فاكملوا العدة ثلثين هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابن عمر معناه ان السماء

اور ایک روایت مین ہے تو گنتی تیس کی پوری کرو یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہے ابن عمر کی روایت سے اسکی معنی یہہ ہین

اذا كانت مصحية ولم يكن فيها علة فلا تصوموا صوم رمضان حتى تروا هلال رمضان ولا تفطروا

کہ آسمان اگر صاف ہو اور اوسمین کچھہ ابر یا غبار نہو تو روزہ رمضان کا بدون دیکھنے ہلال رمضان کی مت رکھو اور نہ عید الفطر کی دن

يوم الفطر حتى تروا هلال الفطر فان غم عليكم الهلال ولم تروه فقدروا عدد الشهر الذي كنتم فيه

بدون دیکھنے ہلال شوال کی افطار کرو پس اگر ہلال ابر مین آجاوی اور تمہاری نظر نہ آوی تو مہینہ حال کی گنتی جسمین تم موجود ہو

ثلثين يوما ثم صوموا ان كان الشهر المقدر شعبان وافطروا ان كان الشهر المقدر رمضان وذلك

تیس دن کرلو پھر روزہ رکھو اگر وہ ماہ حال جسکا اندازہ کیا ہی شعبان ہو اور افطار کرو اگر وہ ماہ حال جسکو اندازہ کیا ہی ماہ رمضان ہو اور یہہ

لان الاصل في كل ثابت بقاءه الى ان يوجد دليل على عدم بقائه والشهر كان ثابتا بيقين فوقع الشك

اسلیئی کہ قاعدہ یوں ہی کہ ہر شئی ثابت باقی ہی رہتی ہی جبتک کوئی دلیل اوسکی عدم کی نملی اور ماہ حال تو یقینی ثابت ہی پس شک اسمین ہی

في خروجه فلا يخرج الا برؤية الهلال او اكمال العدة ولم يوجد واحد منهما فيكون باقيا نظرا

کہ تمام ہوچکا یا نہین تو اوسکا تمام ہونا بدون دیکھنے چاند یا پوری کرنی گنتی کی نہین ہوسکتا اور دونون مین سی کچھہ نہو تو وہی مہینا باقی رہی گا موافق

الى ما روي انه عليه السلام اشار باصابع يديه مكشوفة وقال الشهر هكذا وهكذا وعقد ابهاما

اس روایت کی کہ پیغمبر علیہ السلام نی اپنی دونوں ہاتہہ کی اونگلیان کہول کر اشارہ کیا فرمایا کہ مہینا اتنا اور اتنا اور اتنا تین بار اور تیسری دفعہ

في الثالث ثم قال الشهر هكذا وهكذا وهكذا من غير عقد ابهامه فعلم منه ان الشهر قد يكون

انگوٹھا موڑلیا یعنی انتیس دن پھر فرمایا مہینا اتنا اور اتنا اور اتنا ایکی بار انگوٹھا بند نکیا یعنی تیس دن اس سی معلوم ہوا کہ مہینا کبھی

تسعة وعشرين يوما وقد يكون ثلثين فيقع الشك في دخول رمضان وخروجه وعلى تقدير عدم

انتیس دن کا ہوتا ہی اور کبھی تیس دن کا اب شبہ رہتا ہی رمضان کی آنی مین اور تمام ہونی مین اور جس صورت مین کہ رمضان

خروجه يحرم الفطر وعلى تقدير عدم دخوله يكره الصوم على قصد انه صوم رمضان اذ يلزم

تمام نہوا ہو تو افطار کرنا حرام ہی اور جس صورت مین کہ رمضان نہ آیا ہو تو روزہ رمضان کی نیت سی مکروہ ہی کیونکہ لازم آتا ہی

ان يؤدى قبل اوانه فهو حرام ولهذا قال عمار بن ياسر من صام يوم الشك فقد عصى ابا القاسم و

کہ وقت سی پہلی ادا ہو جا سو یہہ حرام ہی اسی واسطی عمار بن یاسر کہتی ہین جو شخص شک کی دن روزہ رکہی وہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہی اور

الشك فيه ان يسوى طرفا العلم والجهل بان يقع الغيم في التاسع والعشرين من شعبان ولا يدرى

شک اسمین یہہ ہوتا ہی کہ دونو جانب علم اور جہل کی برابر ہون اسطور کہ شعبان کی انتیسوین تاریخ مین ابر ہو جاوی اور یہہ نہ معلوم ہو

ان الغد من شعبان او من رمضان فعلى هذا ينبغي للناس ان يطلبوا هلال رمضان في التاسع

کہ کل کا دن شعبان ہی کا ہی یا رمضان کا ہی اس صورت مین لایق یہہ ہی کہ لوگ رمضان کا ہلال انتیسوین شعبان کو تلاش کرین

والعشرين من شعبان فان راوه صاموا وان لم يروه اكملوا عدد شعبان ثلثين يوما ثم صاموا

پھر اگر دیکہین تو صبح کو روزہ رکہین اور نہ دیکہین تو گنتی مین شعبان کی تیس دن پورا کردین پھر روزہ رکہین

لقوله عليه السلام صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته فان غم عليكم الهلال فاكملوا عدة شعبان ثلثين

موافق قول علیہ السلام کی روزہ رکھو چاند دیکھہ کر اور افطار کرو چاند دیکھہ کر پس اگر تمہاری نظر سی ہلال ابر مین ہو تو گنتی مین شعبان کی تیس دن پوری کرو

واما اليوم الذي يشك فيه انه من شعبان او من رمضان فالصحيح ان الصوم فيه غير مكروه

اور وہ دن جسمین یہہ شک ہی کہ شعبان کا ہی یا رمضان کا ہی صحیح روایت یہہ ہی کہ اوس دن کا روزہ مکروہ نہین

اذا كان تطوعا لكونه مستثنى من النهي بقوله عليه السلام لا يصام اليوم الذي يشك فيه انه

اگر نفل ہو اسلیئی کہ نہی مین سی اسکو جدا کر دیا ہی اس حدیث مین کہ شک کی دن مین جسمین یہہ شک ہو

من

من رمضان لا تطوعا والمراد بالنهی عن الصوم فیه الصوم بنیه صوم رمضان لانه یلزم ان یؤدی
کہ رمضان کا ہی یا نہیں یعنی انتیسوین شعبان کی کوئی روزہ نرکہی مگر نفل اور مراد روزہ کی ممانعت سی وہ روزہ ہی جو رمضان کی نیت سی رکہین اسواسطی کہ یہہ لازم آتا ہی
قبل مجیئ وقته وقد مر انه حرام لحدیث عمار بن یاسر مع ما فیه من التشبه باهل الکتاب فی زیادتهم
کہ اپنی وقت سی پہلی ادا ہو جاوی اور گذر چکا ہی کہ موافق حدیث عمار بن یاسر کی حرام ہی باوجودیکہ اسمین اہل کتاب سی تشبیہ لازم آتی ہی کہ وہ مدت اپنی روزونکی زیادہ کر لیا کرتی تہی
فی مدة صومهم فعلی هذا ینبغی للمؤمن ان یصبح فی ذلک الیوم منتظرا غیر مفطر ولا عازم علی الصوم
اسکی موافق مؤمن کو یون چاہیی کہ اوسدن کی صبح کو منتظر رہی نہ تو کچہہ کہاوی اور نہ روزہ کی نیت کری
فان ثبت قبل الضحوة الکبری انه من رمضان یعزم علی الصوم لان النیة الی الضحوة الکبری جائزة
پہر اگر پہر بہر دن چڑہی سی پہلی ثابت ہو کہ یہہ دن رمضان کا ہی تو اب نیت روزہ کی کر لی اسلئی کہ نیت پہر بہر دن چڑہی تک رمضان کی روزونمین
فی صیام رمضان وفی صیام النفل ایضا وان لم یثبت ان شاء صام تطوعا وان شاء افطر ولکن ان
اور نوافل روزون مین بہی جایز ہی اور اگر نہ ثابت ہو تو پہر اختیار ہی چاہی نفل روزہ رکہی اور چاہی افطار کری لیکن اگر
وافق یوما کان یصومه بان کان یصوم یوم الاثنین والخمیس والجمعة فوافق یوم الشک فالصوم افضل
وہ دن شک کا وہ ہی دن ہو جسمین یہہ شخص روزہ رکہا کرتا تہا اسطور کہ ہمیشہ روزہ پیر کا اور جمعرات اور جمعہ کا رکہا کرتا تہا سو انہین سی ایکدن وہ شک کا دن پڑا تو اس
لقوله علیه السلام لا یتقدمن احدکم رمضان بصوم یوم ولا بصوم یومین الا ان یوافق صوما کان
اس حدیث کی موافق رمضان سی پہلی کوئی ہرگز روزہ نہ رکہی نہ ایک دن نہ دو دن مگر اس صورت مین کہ موافق ہو جاوی یوم شک اوس
یصومه وکذا ان کان یصوم شعبان کله او نصفه الاخیر او ثلثة ایام من اخر کل شهر وان لم یوافق
دن سی کہ روزہ رکہا کرتا تہا اور ایسا ہی جایز ہی اگر یہہ شخص تمام شعبان کی روزی رکہا کرتا ہی یا اخیر کی آدہی شعبان کی یا ہر مہینہ کی آخر مین تین دن کی اور اگر موافق نہو
یوما کان یصومه فقد قیل الفطر افضل احترازا عن ظاهر النهی وقیل الصوم افضل اقتداء بعائشة
اوس دن سی جو یہہ روزہ رکہا کرتا تہا تو بعضی کہتی ہین افطار افضل ہی واسطی احتراز کی ظاہر نہی سی اور بعضی کہتی ہین روزہ افضل ہی واسطی متابعت عائشہ
وعلی فانهما کانا یصومانه ویقولان لان نصوم یوما من شعبان احب الینا من ان یفطر یوما من رمضان
اور علی کی یہہ دونو اوسدن روزہ رکہا کرتی تہی اور یہہ کہتی تہی شعبان کی ایکدن کا روزہ ہمکو بہت محبوب ہی رمضان مین ایکدن افطار کرنی سی
والمختار ان یصوم الخواص کالمفتی والقاضی تطوعا لانهم یعرفون کیفیة النیة ولا یخلطون الکراهة فکان
اور بات پسندیدہ یہہ ہی کہ خاص لوگ جیسی مفتی اور قاضی نفل روزہ رکہا کرین کیونکہ ان لوگون کو نیت کی کیفیت معلوم ہی یہہ لوگ کراہت کو نہ ملنی دینگی
اللایق بهم ان یصوموا بانفسهم ویأمر العامة بالانتظار الی وقت الزوال ثم بالافطار ان لم یثبت الهلال
ان لوگون کو لایق ہی کہ آپ تو روزہ رکہا کرین اور عوام کو حکم زوال تک انتظار کا دیا کرین پہر زوال کی بعد اگر ہلال ثابت نہو تو افطار کا حکم دیا کرین
وکل من یعرف کیفیة النیة فهو من الخواص وکیفیتها ان ینوی التطوع ولا یخطر بباله صوم رمضان او
اور جو جو شخص نیت کی کیفیت سی واقف ہوں وہ خواص ہین اور نیت کی کیفیت یہہ ہی کہ نفل کی نیت کری اور اوسکی دلمین رمضان کی روزہ کا یا
صوم واجب اخر ولا یتردد فیها فان النیة معرفته بقلبه انه یصوم وهی فی ذلک الیوم علی وجوه احدها
کسی اور واجب کا خطرہ نہ آوی اور اوسمین کچہہ تردد نہ واقع ہو کیونکہ نیت یہہ ہی کہ دل سی جانی کہ مین روزہ رکہتا ہون اور نیت اس دن کی اندکئی طرح پر ہی ایک یہہ
ان ینوی صوم رمضان وهو مکروه لما مر من حدیث عمار بن یاسر مع ما فیه من التشبه باهل الکتاب ثم
کہ رمضان کی روزہ کی نیت کری یہہ تو مکروہ ہی چنانچہ عمار بن یاسر کی حدیث مین گذرا ہی باوجودیکہ اسمین اہل کتاب کی تشبیہ سی ہی پہر
ان ظهر انه من رمضان یجزئه لانه نوی ان یکون صومه عن رمضان وکان ذلک الیوم من رمضان
اگر معلوم ہو جاوی کہ وہ دن رمضان ہی کا ہی تو یہہ ہی روزہ کافی ہی اسواسطی کہ نیت کر چکا تہا کہ میرا روزہ رمضان کا ہی اور وہ دن بہی رمضان ہی کا تہا

فیقع عن المستحق واصل الکراهة لا یمنع الجواز بل یستلزم عدم الاستحباب بلا عکس لان المباحات
سو حق دار ہی کا ہوگا اور اصل کی کراہت جواز کو نہیں منع کرتی بلکہ استحباب کو رفع کرتی ہی بدون عکس کی اسواسطی کہ مباحات

لا یتصف بهما وان ظهر انه من شعبان یکون تطوعا ولو افطر لا قضاء علیه لانه فی معنی المظنون حیث
ان دونوں سی خالی ہوتی ہیں اور اگر یہہ ظاہر ہو کہ وہ دن شعبان کا ہی تو نفل ہو ویگا اور اگر افطار کر دیگا تو اوسپر قضا نہیں ہی اسواسطی کہ حقیقت میں مظنون

ظن ان علیه صوما وتبین ان لیس علیه صوم والمظنون لا یقضی لان القضاء منوط بالالتزام او بالالزام
اسنی یہہ گمان کیا کہ میری ذمہ پر روزہ ہی پھر ظاہر ہوا کہ اوسپر روزہ نہیں تہا اور مظنون کی قضا نہیں آتی اسلئی کہ قضا یا تو اپنی ذمہ پر لیلینی سی آتی ہی یا شرع کی لازم کر دینی

والثانی ان ینوی عن واجب اخر وهو مکروه ایضا للحدیث السابق الا انه ادون فی الکراهة لعدم التشبه
دوسری یہہ کہ ایک اور واجب کی نیت کری اور یہہ بہی مکروہ ہی اوسہی حدیث سابق کی مضمون سی اتنا فرق ہی کہ اسکی کراہت کمتر ہی اسواسطی کہ اسمین

باهل الکتاب لان التشبه بهم انما یکون اذا صام فیه بنیة صوم رمضان ثم ان ظهر انه من رمضان
اہل کتاب کی تشبیہ نہیں ہی اسلئی کہ اہل کتاب سی تشبیہ تو جب ہو کہ اوسدن رمضان کی نیت سی روزہ رکہی پہر اگر معلوم ہو کہ رمضان کا دن ہی تو وہ روزہ رمضان

یقع عنه لان صوم رمضان یصح من الصحیح المقیم بمطلق النیة وبنیة النفل وبنیة واجب اخر لکون الوقت
ہی کا ہوگا اسواسطی کہ رمضان کا روزہ صحیح اور مقیم سی مطلق روزہ کی نیت سی درست ہوجاتا ہی اور نفل کی نیت سی بہی اور اور واجب کی نیت سی بہی درست ہو تا ہی

متعینا لهذا الصوم فینتفی شرعیة غیره فیه والاطلاق فی المتعین تعیین وبنیة النفل وواجب اخر لغو لان
اسی روزہ کا مقرر ہی سوا اس دن میں اور کوئی روزہ جایز نہیں ہی اور متعین میں مطلق نیت بہی متعین کی ہوتی ہی اور نیت نفل کی اور اور واجب کی تمام لغو ہی اسواسطی

الوقت لا یحتملهما لعدم مشروعیتهما فیه فاذا بطل الوصف یبقی نیة اصل الصوم فیکون فی حکم المطلق
کہ یہہ وقت اون روزوں کا نہیں ہی کیونکہ وہ روزی اسدن میں جایز نہیں ہیں جب وصف باطل ہو تو اصل روزہ کی نیت باقی رہی اب وہ نیت مطلق کی حکم میں ہی

فینصرف الی المشروع فی الوقت ونظیره من کان متوحدا فی الدار فانه اذا نودی بیا رجل او باسم غیر اسمه یراد به
سو اوس روزہ سی متعلق ہوگی جو اوس وقت میں جایز ہی اسکی نظیر یہہ ہی جو کوئی شخص اکیلا گہر میں ہو جب اوسکو کوئی یوں پکار اے شخص یا کسی اور کا نام لیکر پکاری

ذلك وان ظهر انه من شعبان یکون تطوعا ولا یکون عما نوی لان الصوم فیه منهی کیوم العید فلا یتادی
تو وہی شخص مراد ہوگا اور اگر یہہ معلوم ہو کہ دن شعبان کا ہی تو نفل ہوجاویگا اور جسکی نیت کی تہی وہ نہوگا اسواسطی کہ اوس دن روزہ ممنوع ہی جیسی عید کی دن بس کیونکر

به ما وجب کاملا والصحیح انه یکون عما نوی لانه ادی فی یوم یصح فیه النفل بخلاف یوم العید وان لم یستبن
اوا ہو ویگا جو کامل واجب ہوا ہی اور روایت صحیح یہہ ہی کہ جو نیت کی ہی وہی ہو تا ہی اسلئی کہ اسنی ایسی دن روزہ رکہا ہی کہ جسمین نفل جایز ہی عید کی دن کا اور حال ہی اور

لا یسقط الواجب عن ذمته لاحتمال کونه من رمضان والثالث ان یتردد فی وصف النیة بان ینوی
تو واجب اوسکی ذمہ سی ساقط نہیں ہوگا کیونکہ احتمال ہی کہ رمضان کا ہو تیسرا یہہ کہ نیت کی وصف میں تردد کری یعنی سطور نیت کری

ان کان الغد من رمضان فانا صائم عنه وان کان من شعبان فمن واجب اخر او عن النفل وهو
اگر کل کا دن رمضان کا ہی تو میرا روزہ بہی رمضان کا ہی اور اگر کل کا دن شعبان کا ہی تو روزہ فلانی واجب کا ہی یا نفل ہی یہہ بہت

مکروه ایضا اما الاول فللتردد بین الامرین المکروهین نیة صوم رمضان ونیة صوم واجب اخر واما
ہی مکروہ ہی پہلی صورت اسلئی کہ اسکو تردد ہی درمیان دو امر مکروہ کی نیت رمضان کی روزہ کی اور نیت دوسری واجب روزہ کی اور

الثانی فلکونه ناویا للفرض من وجه ثم ان ظهر انه من رمضان یقع عنه لعدم التردد فی اصل النیة
دوسری صورت اسلئی کہ ایک وجہ سی فرض کی نیت کی ہی پہر اگر وہ دن رمضان کا ہو تو روزہ رمضان ہی کا ہوگا اسواسطی کہ اصل نیت میں تردد نہیں تہا

وهو کاف وان ظهر انه من شعبان لا یکون عن واجب اخر بل یکون تطوعا فی کلا الوجهین ولو افطر لا قضاء
اور وہی ہی کافی ہی اور اگر معلوم ہو کہ وہ دن شعبان کا ہی تو اوس واجب سی نہیں ہوگا بلکہ دونو صورت میں نفل ہوجاگا اور اگر افطار کر دیگا تو اوسپر قضا

علیه اما فی الاول فلانه کالمظنون واما فی الثانی فلعدم وجود الالتزام من کل وجه والرابع ان ینوی التطوع
نہیں ہی پہلی صورت میں تو اسلئی کہ مظنون سا ہی اور دوسری صورت میں اسلئی کہ ہر طرح سی التزام نہیں ہی اور چوتھی یہ کہ نفل کی نیت کری

وقد مرانه یصح بنیة النفل من غیر کراهة فی الصحیح ثم ان ظهر انه من رمضان یقع عنه لما مرانه یصح
اور گذر چکا ہی کہ نفل کی نیت موافق صحیح روایت کی بی کراہت صحیح ہی پہر اگر معلوم ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہی تو روزہ رمضان ہی کا ہوگا کیونکہ گذر چکا ہی

بنیة النفل وان ظهر انه من شعبان یکون تطوعا وان افطر یلزمه القضاء لانه شرع ملتزما بخلاف
نفل کی نیت سی بہی درست ہوجاتا ہی اور اگر معلوم ہوا کہ وہ دن شعبان کا ہی تو نفل ہوجاگا اور اگر افطار کریگا تو قضا لازم آویگی اسوسطی کہ اپنی ذمہ پر لیکر شروع کیا تہا

مسئلة المظنون ثم ینبغی ان یعلم ان رویة الهلال وان کان سببا لوجوب الصوم والفطر لقوله علیه السلام
بخلاف مسئلہ مظنون کی پہر سمجہنا چاہئی کہ ہلال کا دیکہنا اگرچہ روزہ کی وجوب اور افطار دونو کا سبب ہی موافق اس حدیث کی

صوموا لرویته وافطروا لرویته لکن العمل به لا یلزم الا بقضاء القاضی ولهذا یلزم المراجعة الیه ثم انه اذا
کہ روزہ رکہو ہلال دیکہہ کر اور افطار کرو ہلال دیکہہ کر پر اس حدیث پر بدون حکم قاضی کی عمل نہیں ہوسکتا اسی واسطی قاضی کی سامنی پیش کرنا چاہئی پہر اگر

کان فی السماء علة سواء کانت غیما او دخانا او غبارا او بخارا او نحو ذلك یقبل فی هلال رمضان خبر عدل
آسمان میں کچہہ علت ہو برابر ہی کہ گہٹا ہو یا دہوان ہو یا غبار ہو یا بخار ہو یا ایسا ہی کچہہ اور ہو تو رمضان کی چاند میں خبر ایک عادل

مسلم عاقل بالغ حرا کان او عبدا ذکرا کان او انثی لانه مخبر بامر دینی وهو وجوب الصوم علی الناس فیقبل
مسلمان کی کہ عاقل اور جوان ہو آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مقبول ہی اسواسطی کہ امر دینی کی خبر دیتا ہی یعنی لوگون پر روزہ واجب ہی سو اوسکی خبر مقبول ہوگی

خبره لکن بشرط ان یفسر ویقول رایته خارج البلد او بین خلال السحاب واما بدون التفسیر فلا یقبل لمکان
لیکن بشرطیکہ تفصیل بیان کری کہ مینی چاند شہر سی باہر ابر کی اندر دیکہا ہی اور بدون تفصیل کی معتبر نہوگی کیونکہ

التهمة والفاسق اذا ابصر هلال رمضان ینبغی له ان یشهد عند القاضی لاحتمال قبول شهادته لکن
شبہ کی جگہہ ہی اور اگر فاسق ہلال رمضان کا دیکہہ لی تو اوسکو چاہئی کہ قاضی کی روبرو جاکر گواہی دی شاید کہ اوسکی گواہی مقبول ہوجاوی لیکن

القاضی یرد شهادته لان خبر الفاسق فی الدیانات مردود غیر مقبول ویشترط العدالة وقال الطحاوی ولا یشترط
قاضی اوسکی شہادت کو رد کردی کیونکہ فاسق کی خبر دیانات میں مردود ہوتی ہی مقبول نہیں ہوتی عدالت شرط ہی اور طحاوی کہا ہی کہ عدالت

العدالة ومن المشائخ من قال راد به المستور ولا یشترط الدعوی ولا لفظ الشهادة ویقبل فی هلال رمضان شهادة
شرط نہیں ہی اور بعضی مشائخ کہتی ہیں کہ اس سی مراد مستور الحال ہی اور دعوی بہی شرط نہیں ہی اور نہ لفظ شہادت کچہہ ضرور ہی اور رمضان کی ہلال میں

الواحد علی شهادة الواحد ومن رای هلال رمضان فی الرستاق ولم یکن هناك وال ولا قاض فان کان
ایک شخص کی گواہی ایک شخص کی گواہی پر مقبول ہی اور جسنی رمضان کا ہلال ایسی گانو گون میں دیکہا جہان نہ امیر ہو اور نہ قاضی تو اگر وہ

الرائی ثقة یصوم الناس بقوله ثم اذا قبل القاضی شهادة الواحد فی هلال رمضان وصام الناس ثلثین
دیکہنی والا ثقہ ہی تو سب لوگ اوسکی کہنی سی روزہ رکہیں پہر اگر قاضی نی ایک آدمی کی گواہی رمضان کی ہلال کی قبول کرلی اور اوسکی موافق تیس روزی

یوما ولم یروا هلال الفطر لا یفطرون فیما روی عن ابی حنیفة وابی یوسف لان الفطر لا یثبت بشهادة الواحد
پوری ہوگئی تو بہی عید کا چاند نظر نہیں آیا تو بہی افطار نکریں موافق روایت ابو حنیفہ اور ابو یوسف کی اسواسطی کہ افطار ایک آدمی کی گواہی سی ثابت نہیں ہوتا

وعن محمد انهم یفطرون ویثبت الفطر فی ضمن ثبوت الرمضانیة بشهادة الواحد وان کان لا یثبت ابتداء
اور محمد سی روایت ہی کہ افطار کریں کیونکہ افطار ثبوت رمضان کی ضمن میں ایک ہی آدمی کی گواہی سی ثابت ہوجاتا ہی اگرچہ ابتداءً ثابت نہیں ہوتا

فان فی هلال الفطر اذا کان فی السماء علة لا یقبل الا بشهادة حرین او حر وحرتین لتعلق حق العباد به لانهم
بیشک شوال کی چاند دیکہنی میں اگر آسمان میں ابر یا گرد غبار ہو تو مقبول نہیں بدون گواہی دو آزاد مردون یا ایک مرد آزاد اور دو آزاد عورتوں کی اسواسطی کہ اسمین حق عباد

ينتفعون به فيثبت بما يثبت به سائر حقوقهم بخلاف هلال رمضان فان المتعلق به حق الشرع
اس سے فائدہ مند ہوتے ہیں سو اوسیطرح ثابت ہوگا جسطرح اونکے تمام حقوق ثابت ہوتے ہیں بخلاف ہلال رمضان کی کیونکہ اوس سے صرف حق شرع کا تعلق ہے
وهو الصوم فيكتفي بخبر الواحد واما اذا لم يكن في السماء علة فلا يقبل شهادة الواحد في هلال رمضان
یعنی روزہ سو ایک آدمی کی گواہی کفایت کرتی ہے اور اگر آسمان صاف ہو تو پھر ایک آدمی کی گواہی رمضان کی ہلال میں مقبول نہیں ہوگی
ولا شهادة الاثنين في هلال الفطر وانما يقبل شهادة جمع كثير يقع العلم بخبرهم واختلفوا في مقدار
اور نہ دو کی گواہی عید الفطر کی ہلال میں پھر تو اتنی بڑی جماعت چاہیے جسکی خبر سے یقین حاصل ہو جاوے اور اوس جماعت کی مقدار میں اختلاف ہے
ذلك فقيل لا بد من اهل محلة وقيل لا بد من خمسين رجلا وعن محمد لا بد ان يتواتر الخبر من كل جانب
بعضے کہتے ہیں ایک محلہ کی آدمی چاہییں اور بعضے کہتے ہیں پچاس آدمی ہوں ۔ اور امام محمد سے روایت ہے ہر طرف سے پے درپے خبر کا آنا چاہیے
والصحيح انه مفوض الى راى الحاكم لان المراد بالعلم الحاصل بخبرهم هو العلم الشرعي الموجب للعمل وهو غلبة
اور صحیح یہہ ہے کہ حاکم کی رائے پر حوالہ ہے اسواسطے کہ مراد علم سے جو اونکی خبر سے حاصل ہو وہ علم شرعی ہے جس سے عمل کرنا واجب ہو جا یعنی ظن غالب
الظن لا العلم بمعنى التيقن وان جاء واحد من خارج المصر فشهد برؤية الهلال ثمه ففي ظاهر الرواية
علم بمعنی یقین نہیں ہے اور اگر ایک شخص شہر کی باہر سے آکر گواہی دے کہ وہاں چاند دیکھا ہے ظاہر روایت میں اوسکی گواہی مقبول نہیں ہوگی
لا يقبل شهادته لقيام التهمة وذكر الطحاوي ان شهادته مقبولة لقلة المانع في خارج المصر وكذا لو شهد
کیونکہ شبہ کا مقام ہے اور طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ اوسکی شہادت مقبول ہے اسواسطے کہ شہر سے باہر رکاوٹ کم ہوتی ہے اور ایسی ہی اگر چاند
برؤية الهلال في المصر على مكان مرتفع ومن راى هلال رمضان وحده وشهد ولم يقبل شهادته كان عليه
دیکھنے کی شہر کی اندر اونچے مقام پر سے گواہی دے اور جسنے رمضان کا چاند تن تنہا دیکھا اور گواہی دی تو مقبول نہوئی تو بھی اوسکو لازم ہے
ان يصوم لقوله عليه السلام صوموا لرؤيته فانه قد راه فيلزمه الصوم وان افطر كان عليه القضاء دون
کہ روزہ رکھے اسحدیث کے موافق روزہ رکھو چاند دیکھ کر کیونکہ اسنے چاند دیکھا ہے سو اسکو روزہ رکھنا لازم ہے اور اگر افطار کریگا تو اوسپر قضا لازم ہوگی
الكفارة وان افطر قبل ان ترد شهادته اختلفوا فيه والصحيح ان لا يجب عليه الكفارة والحاكم اذا راى هلال
کفارہ نہیں آویگا اور اگر شہادت رد ہونے سے پہلے افطار کر ڈالا تو اس صورت میں اختلاف ہے صحیح یہہ ہے کہ کفارہ واجب نہیں اور اگر حاکم تن تنہا رمضان کا
رمضان وحده يصوم ولا يامر الناس بالصوم ولو ان الناس غم عليهم هلال رمضان واكملوا شعبان
چاند دیکھے تو وہ آپ روزہ رکھے اور لوگوں کو روزہ کا حکم نہ دے اور اگر لوگوں کو رمضان کا چاند بسبب ابر کے نظر نہ آیا اور اونہوں نے شعبان کے
ثلثين يوما ثم صاموا رمضان ثمانية وعشرين يوما ثم راوا هلال شوال فانهم ان كانوا عدوا شعبان
تیس دن پورے کرکے رمضان کے روزے اٹھائیس دن رکھے تھے پھر شوال کا چاند نظر آگیا اب اگر انہوں نے گنتی شعبان کی
عن غير رؤية قضوا يومين وان كان عدوه عن رؤية قضوا يوما واحدا فيكون شهر رمضان في تلك
بے چاند دیکھے پوری کی تھی تو دو روزے قضا کریں اور اگر چاند دیکھ کر گنتی پوری کی تھی تو ایک روزہ قضا کریں اب ماہ رمضان اوس سال میں ۔
السنة تسعة وعشرين يوما حتى انهم لو كانوا راوا هلال شوال بعد ما صاموا رمضان تسعة وعشرين
انتیس دن کا ہوا یہاں تک کہ انہوں نے اگر عید کا چاند رمضان کے انتیس روزے رکھ کر دیکھا
يوما لا يلزمهم شيء ولو ان اهل بلدة راوا هلال رمضان فصاموا تسعة وعشرين يوما فشهد جماعة
تو اونپر کچھ لازم نہیں آتا اور اگر ایک شہر والوں نے رمضان کا چاند دیکھ کر انتیس روزے رکھے پھر ایک جماعت نے قاضی کے پاس
عند القاضي في اليوم التاسع والعشرين ان اهل بلدة كذا راوا هلال رمضان في ليلة كذا قبلكم بيوم
انتیسویں تاریخ میں یہہ گواہی دی کہ فلانے شہر والوں نے رمضان کا چاند فلانی رات میں تم سے ایک دن پہلے دیکھ کر روزے

رمضان

فصاموا وهذا الیوم یوم الثلثین من رمضان واهل هذه البلدة لم یروا الهلال فی تلک اللیلة
رکہی ہیں اور یہہ آج رمضان کی تیسویں تاریخ ہی اور اس شہروالوں نی اوس رات کو چاند نہیں دیکہا
والسماء مصحیة لا یباح لهم الفطر غدا ولا یترک التراویح فی تلک اللیلة لان هذه الجماعة لم یشهدوا
اور آسمان صاف تہا تو اونکو اگلی دن افطار کرنا جایز نہیں ہی اور نہ اوس رات میں تراویح ترک کرنی جایز اسواسطی کہ اس جماعت نی چاند دیکہنی کی گواہی
بالرویة ولا علی شهادة غیرهم وانما حکوا رویة غیرهم واما لو کانوا شهدوا عند القاضی ان قاضی بلدة
نہیں دی اور نہ غیر کی گواہی پر گواہی دی ہی انہوں نی صرف انکی دیکہنی کی خبر بیان کی ہی اور اگر وہ جماعت قاضی کی سامنی یہہ گواہی دیتی کہ فلانی شہر کی قاضی کی
کذا شهد عنده شاهدان برویة الهلال فی لیلة کذا وقضی ذلک القاضی بشهادتهما جاز لهذا القاضی
سامنی دو گواہوں نی فلانی رات میں چاند دیکہنی کی گواہی دی تہی اور اوس قاضی نی اونکی گواہی کی موافق حکم دیا ہی تو اب اس قاضی کو جایز ہوتا
ان یقضی بشهادتهما لان قضاء القاضی الاول حجة وهذا علی قول من قال لا عبرة باختلاف المطالع
کہ انکی گواہی کی موافق حکم دیتا اسواسطی کہ حکم پہلی قاضی کا حجت ہی اور یہہ حکم اوسکی قول کی موافق ہی جو اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتا
حتی اذا صام اهل بلدة ثلثین یوما للرویة واهل بلدة اخری تسعة وعشرین یوما للرویة ایضا
یہاں تک کہ اگر ایک شہر والوں نی چاند دیکہہ کر تیس روزی رکہی اور ایک اور شہر والوں نی چاند ہی دیکہہ انتیس روزی رکہی
فعلی هذا علی من صام تسعة وعشرین یوما قضاء یوم والاشبه علی ما ذکره الزیلعی ان یعتبر لان
تو اس صورت میں جنہوں نی انتیس روزی رکہی ان پر ایک روزی کی قضا ہی اور موافق بیان زیلعی کی بہتر یہہ ہی کہ اختلاف مطالع معتبر ہو اسلئی
کل قوم یخاطبون بما عندهم والدلیل علی اعتباره ما روی عن کریب انه قال قدمت الشام واستهل
کہ ہر قوم کو وہ ہی حکم ہی جو اونکی پاس ہی اور یہہ دلیل اختلاف مطالع کی اعتبار کی کریب کی روایت ہی کہ وہ کہتا ہی کہ میں شام میں وارد ہوا اور مجہپر
علی شهر رمضان فرایت الهلال لیلة الجمعة ثم قدمت المدینة فی اخر الشهر فسئلنی عبد الله بن عباس
ماہ رمضان کا چاند آگیا سو میں نی شب جمعہ کو چاند دیکہا پہر میں مدینہ شریف میں آخر مہینی میں آیا تو مجہسی عبد اللہ بن عباس نی پوچہا
فقال متی رایتم الهلال فقلت رایناه لیلة الجمعة فقال نحن رایناه لیلة السبت فلا نزال نصوم حتی
تمنی رمضان کا چاند کب دیکہا تہا میں نی کہا ہمنی چاند شب جمعہ کو دیکہا تہا عبد اللہ بن عباس نی کہا ہمنی ہفتہ کی شب کو دیکہا سو ہم روزی رکہا ہی کرینگی یہاں تک
نکمل ثلثین او نراه فقلت له افلا تکتفی برویة معاویة وصیامه فقال لا هکذا امرنا رسول الله علیه السلام
کہ تیس دن پوری ہوجاویں یا چاند نظر آجاوی پہر میں نی کہا معاویہ کی دیکہنی اور روزہ رکہنی پر کیوں نہیں اکتفا کرتی پہر کہا نہیں ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی یہہ حکم دیا ہی
وذلک لان انفصال الهلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار کما ان دخول الوقت وخروجه
اور یہہ اسلئی ہی کہ الگ ہونا ہلال کا آفتاب کی شعاع سی بسبب اختلاف مسافت کی مختلف ہوجاتا ہی جیسی ایک وقت کا آنا اور نکلنا
یختلف باختلاف الاقطار فان الشمس اذا زالت فی المشرق لا یلزم منه ان تزول فی المغرب بل کلما تحرکت
اختلاف مسافت سی مختلف ہوجاتا ہی کیونکہ آفتاب کو اگر مشرق میں زوال ہووی تو لازم نہیں آتا کہ مغرب میں بہی زوال ہوجاوی بلکہ آفتاب جب کوئی درجہ
درجة فذلک طلوع لقوم وغروب لاخرین ونصف لیل لبعض وطلوع فجر لغیرهم وروی ان ابا موسی
قطع کریگا تو وہ ایک کی لئی طلوع ہی اور دوسری کی واسطی غروب ہی اور کسیکو آدہی رات ہی اور کسیکو طلوع فجر ہی اور روایت ہی کہ ابو موسی
الضریر الفقیه قدم الاسکندریة فسئل عمن صعد المنارة فرای الشمس بعد غروبها فی البلدة بزمان طویل
نابینا فقیہ اسکندریہ میں آئی اونسی کسی نی حال ایسی شخص کا پوچہا کہ اونچی مینار پر چڑہ کر آفتاب کو دیکہا اور شہر میں بہت دیر پہلی غروب ہوچکا ہی
ایحل له الافطار فقال لا یحل له الافطار ویحل لاهل البلدة لان کل احد مخاطب بما عنده ومن رای هلال
یا اسکو افطار کرنا درست ہی فقیہ نی جواب دیا اوسکو افطار حلال نہیں ہی اور شہر والوں کو درست ہی اسلئی کہ ہر ایک کو وہ ہی حکم ہی جو اوسکی پاس ہی اور جسنی ہلال

الفطر وقت العصر فظن انقضاء مدۃ الصوم والفطر قال فی المحیط اختلفوا فی وجوب الکفارۃ والاکثر
فطر کا عصر کی وقت دیکہا پہر اس خیال سی کہ مدت روزہ کی گذر گئی افطار کر ڈالا محیط مین کہا ہی کہ علماء کو درباب وجوب کفارہ کی اختلاف ہی اکثرون کا مذ
علی الوجوب وقد ظن بعض الناس ان النہی عن الصوم قبل رمضان بیوم او یومین یراد بہ اغتنام
ہب ہی کہ کفارہ واجب ہی اور بعضی لوگون کو یہہ گمان ہی کہ روزہ کی ممانعت رمضان سی ایک یا دو دن پہلی اس لئی ہی کہ
الاکل والشرب واخذ النفوس شہواتہا قبل ان تمنع منہا بالصیام وہذا کلہ خطاء وجہل اذ قد ذکر
کہانا پینا اور نفوس کو اپنی شہوات سی متلذذ ہونا اس سی پہلی کہ روزون کی سبب ممانعت ہو جاوی غنیمت ہی یہہ تمام خیالات خطا اور جہالت ہی اسلئی کہ ذکر
اصل ذلک متلقی من النصاری فانہم عند قرب صومہم یفعلون کذلک فیلزم التشبیہ بہم وقد کان
کرتی ہین کہ یہہ اصل مین نصاری سی لیا ہی کیونکہ نصاری کی جب روزی نزدیک آتی تہی تو ایسا ہی کیا کرتی تہی پہر نصاری سی تشبیہ لازم آتی ہی اور
النہی عن الصوم فی ذلک الوقت لمنع التشبیہ بالکافر فیما انا منہ بد وہو مذموم شرعا لقولہ علیہ السلام
نہی روزہ کی اوسوقت مین صرف کفار کی مشابہت کی سبب سی تہی جس جگہ کہ جسی مشابہت رفع ہو سکتی ہی اور تشبہ شرعا مذموم ہی واسطی ارشاد رسول علیہ السلام
من تشبہ قوما فہو منہم وربما لا یقتصر بعضہم علی الشہوات المباحۃ بل یتعدی الی المحرمات فمن
جو شخص مشابہ ہوا کسی قوم سی پس وہ انہین مین سی ہی اور کبہی کبہی بعضا شخص شہوات مباح پر حصر نہین کرتا بلکہ محرمات مین داخل ہو جاتا ہی جسکا
کان ہذا حالہ فالبہائم اعقل منہ ولہ نصیب وافر من قولہ تعالی وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ
ایسا حال ہو تو اوس سی ڈنگر ہوشیار ہین اور اوسکا اس آیت مین بڑا حصہ ہی اور ہمنی پیدا کئی ہین دوزخ کی واسطی بہت
الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ
جن اور آدمی جنکو دل ہین اوس سی سمجہتی نہین اور آنکہین ہین اونسی دیکہتی نہین اور کان ہین اونسی سنتی نہین وہ لوگ
كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ وبعضہم لا یجتنب کبائر الذنوب الا فی رمضان فیطول علیہ ویکرہ صیامہ ویشق
جیسی چوپائی بلکہ اونسی زیادہ بیراہ ہین اور بعضی شخص گناہ کبیرہ سی سوا رمضان کی کبہی نہین باز آتی سو اونکو رمضان دوبہر ہو جاتا ہی اور روزہ بہی مکروہ معلوم
علی نفسہ مفارقتہا کالوفاتہا فیعد الایام واللیالی لیعود الی المعاصی وبعضہم لا یصلی الا فی رمضان فیستثقل
اور اوسکی دل پر مفارقت کبایر کی دشوار ہوتی ہی جیسی موت ہوگئی پہر وہ دن رات گنتا ہی تاکہ معاصی پہر حاصل کری اور بعضی سوا رمضان کی نماز نہین پڑہتی پہر
رمضان لاستثقال العبادات المشروعۃ فیہ من الصلوۃ والصیام وبعضہم لا یصبر علی المعاصی فیواقعہا
رمضان اون پر بہاری پڑ جاتا ہی بسبب گرانی عبادات کی جو رمضان مین ہوتی ہین نماز روزی اور بعضون کو گناہ ہونسی صبر نہین سو پہر وہ رمضان مین
فی رمضان وہذا ہو الخسران المبین

المجلس السادس والعشرون فی بیان فضیلۃ رمضان

بہی مبتلا رہتا ہی اور یہہ ظاہر ٹوٹا اوٹہانا ہی چہبیسوین مجلس رمضان کی فضیلت مین
ورعایۃ حقہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وفی
اور اوسکی حق کی رعایت مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جب رمضان آتا ہی تو آسمان کی دروازی کہل جاتی ہین اور ایک
روایۃ ابواب الجنۃ وغلقت ابواب جہنم وصفدت الشیاطین ہذا الحدیث من صحاح المصابیح رواہ
روایت مین جنت کی دروازی اور دوزخ کی دروازی بند کئی جاتی ہین اور سب شیاطین قید ہو جاتی ہین یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سی ہی
ابو ہریرۃ وہو ان حمل علی معناہ الظاہر لا یفید زیادۃ فائدۃ لان الانسان مادام فی الدنیا لا یتیسر لہ الصعود
ابو ہریرہ کی روایت سی اس حدیث کی اگر ظاہر معنی مراد لیوین تو کچہہ خوب بڑا فائدہ نہین ہی اس لئی کہ انسان جبتک دنیا مین ہی تو اوسکو آسمان پر چڑہنا نہین
الی السماء ولا الدخول فی احدی الدارین فای فائدۃ فی فتح الابواب واغلاقہا الا ان یقال من مات من
ہو سکتا اور نہ بہشت اور دوزخ مین داخل ہو سکتا ہی پہر دروازون کی کہلنی اور بند ہونی کیا فائدہ ہوا مگر یون کہین کہ جو شخص صلحاء ایمان والون مین

صلحاء اهل الایمان اذا فتحت ابواب الجنة یاتیهم من روحها ونسیمها فوق ما کان یاتیهم قبل الفتح و
مرجاتا ہی تو جب دروازی جنت کی کہلجاتی ہین تو انکو جنت کی ہوا اور خوشبو زیادہ تر آتی ہی بہ نسبت اوسکی کہ دروازی کہلنی سی پہلی آتی تہی اور
من مات من عصاتهم اذا غلقت ابواب جهنم لا یصیبهم من حرها وسمومها کما کان یصیبهم من حرها
جو گنہگار مرجاتا ہی تو اگر دروازی دوزخ کی بند ہوتی ہین تو اونکو اوسکی گرمی اور لپٹ اوتنی نہین آتی جتنی گرمی
وسمومها قبل التغلیق وهو بعید لانه انما ذکر لترغیب الناس فیما امروا به من صوم شهر رمضان وتحریصهم
اور لپٹ بند ہونی سی پہلی آتی تہی اور یہہ معنی بعید ہین اسواسطی کہ یہہ مضمون صرف واسطی آدمیون کی ترغیب کا ہی جو اونکو حکم ہوا ہی ماہ رمضان کی روزون کا
علیه حتی یستعدوا له وتصیر ابواب الجنان کانها فتحت لهم وابواب النیران کانها اغلقت علیهم فیلزم
تاکہ روزون کی واسطی تیار ہو جاوین اور گویا جنت کی دروازی اونکی لئی کہل گئی اور دوزخ کی دروازی گویا اونکی اوپر بند ہو گئی اب کوئی تاویل
الرجوع الی التاویل بان یقال فتح ابواب السماء کنایة عن تواتر نزول الرحمة وتوالی صعود الطاعات لان الباب اذا
کرنی لازم ہی کہ یون کہین کہ کہلنا آسمان کی دروازون کا اشارہ ہی پی درپی رحمت کی آنیکا اور پی درپی عبادت کی چڑہنی کا اسواسطی کہ جب دروازہ
فتح یخرج ما فی داخله متتابعا ویدخل ما فی خارجه متوالیا ویؤید هذا التاویل ما جاء فی روایة اخری فتحت
کہلجاتا ہی تو جو اوسکی اندر ہی فوراً نکل آتا ہی اور جو باہر ہوتا ہی وہ فوراً داخل ہوجاتا ہی اور اس تاویل کی تائید وہ ہی جو ایک اور روایت مین آیا ہی کہلجاتی ہین
ابواب الرحمة وفتح ابواب الجنة کنایة عن حصول ما یؤدی الی دخولها من انواع العبادات وتغلیق
دروازی رحمت کی اور جنت کی دروازون کا کہلنا اشارہ ہی اون امور کی حاصل ہونیکا جو جنت کی اندر پہنچاوین یعنی ہر قسم کی عبادتین اور بند ہونا
ابواب جهنم کنایة عن انتفاء ما یؤدی الی دخولها من انواع السیئات لان الصائم یتنزه عن الکبائر
دوزخ کی دروازون کا اشارہ ہی دور ہونی اون امور کا جو دوزخ مین داخل کردیتی ہین یعنی ہر قسم کی گناہ اسواسطی کہ روزہ دار ایسی کبایر گناہون سی بچتا ہی
التی من جملتها الاصرار علی الصغائر فیغفر له ببرکة الصوم سائر الذنوب کما جاء فی الحدیث الصلوات الخمس
جنکی اندر اڑ کرنی صغیرہ گناہون کی بہی داخل ہی سو روزہ کی برکت سی اوسکی تمام گناہ معاف ہوجاتی ہین چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ پانچون نمازین
والجمعة الی الجمعة ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینهن ان اجتنبت الکبائر وتصفید الشیاطین
اور جمعہ اگلی جمعہ تک اور رمضان اگلی رمضان تک بیچ کی گناہون کو مٹادیتی ہین اگر کبیرہ گناہونسی پرہیز کیجا اور قید ہونا شیاطین کا
یحتمل ان یکون المراد به ما هو الظاهر من کون الشیاطین مقیدة تعظیما للشهر وعلامة ذلک ان اکثر المنهمکین
احتمال یہہ ہی کہ اس سی مراد وہ ہی معنی ظاہری ہون کہ شیاطین واسطی تعظیم اس مہینی کی قید ہوجاتی ہین اسکی نشانی یہہ ہی کہ اکثر لوگ گناہون مین کہپی ہوی
فی الطغیان یجتنبون المعاصی ویزدادون بعد حرصهم علیها ویشرعون فی اقامة الصلوة بعد ما کانوا
گناہون اور بدی سی بچنی لگتی ہین باوجودیکہ گناہون کی بڑی حریص ہوتی ہین اور نماز پڑہنی شروع کردیتی ہین باوجودیکہ نماز مین
یتهاونون بها ویقبلون علی استماع النصیحة وتلاوة القران واما ما یری من بعض الفسقة انهم لا یمتنعون
کاہلی سستی کرتی تہی اور وعظ نصیحت سنی پر اور قرآن کی تلاوت پر متوجہ ہوجاتی ہین اور یہہ جو فاسق معلوم ہوتی ہین کہ اپنی فسق سی ذرہ باز
عن فسقهم بل ان ترکوا نوعا منه یاتون نوعا اخر فذلک من اثر ما بقی فی نفوسهم الخبیثة من تسویلات
نہین آتی بلکہ اگر ایک قسم ترک کرتی ہین تو دوسری قسم کرنی شروع کردیتی ہین سو یہہ اثر اوس خباثت کا ہی جو اونکی دلونمین وسوسہ شیطانی باقی ہین
الشیاطین وقال بعض العلماء لفظ الشیاطین وان کان عاما الا ان المراد به رؤساؤهم یؤیده ما جاء فی بعض
اور بعضی علماء کہتی ہین لفظ شیاطین کا اگرچہ عام ہی پر مراد اس سی شیطانون کی گروکہنٹال ہین اسکی تائید ہی جو اس حدیث کی بعضی
طرق هذا الحدیث وسلسلت مردة الشیاطین فیقع الفساد بتسویلات غیرهم من شیاطین الانس والجن
روایت مین واقع ہوا ہی کہ اور قید ہوجاتی ہین سرکش شیطان پہر فساد اوروں کی وسوسی سی جو شیاطین جن اور انسان کی ہین واقع ہوتا ہی

وقيل هو مجاز عن امتناع نفوس الصائمين عن قبول وساوسهم وذلك لان رمضان اذا دخل يشتغل الناس بالصوم
اور کہتی ہیں کہ یہہ مجاز ہی اصل روزہ داروں کی دل شیطانی وسوسہ قبول کرنی سی باز رہتی ہیں اسواسطی کہ جب رمضان آتا ہی تو آدمی روزہ میں مشغول ہو جاتا ہی
فتنكسر قوتهم الحيوانية التي هي مبدأ الشهوة والغضب المتداعيين الى انواع الفسق والفجور وتنبعث قوتهم
سو اونکی قوت حیوانی ضعیف ہو جاتی ہی جو باعث شہوت اور غصہ کی ہو کر ہر قسم کی فسق اور فجور کی طرف لیجاتی تہی اور اونکی قوت عقلی
العقلية داعية الى الطاعات ناهية عن المنكرات فتجعلهم مقبلين على وظائف العبادات معرضين عن
پیدا ہو کر طاعات کی طرف بلاتی ہی اور منکرات سی منع کرتی ہی پہر اونکو روز مرہ کی مقرری عبادات پر متوجہ اور ہر قسم کی منکرات سی
اصناف المنكرات فيصيرون كانهم فتحت لهم ابواب الجنان وغلقت عليهم ابواب النيران ولم يبق
بیزار کر دیتی ہی پہر وہ ایسی ہو جاتی ہیں کہ اونکی لئی بہشت کی دروازی کہل گئی اور دوزخ کی دروازی اونپر بند ہو گئی اور
عليهم للشيطان سلطان وروى عن ابي هريرة انه عليه السلام قال اذا كان اول ليلة من شهر رمضان
اون پر شیطانون کا اصلا تسلط غلبہ باقی نرہا اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہی
صفدت الشياطين ومردة الجن وغلقت ابواب جهنم فلم يفتح منها باب وفتحت ابواب الجنة فلم
تو شیاطین اور سرکش جن قید ہو جاتی ہیں اور دوزخ کی دروازی بند ہو کر کوئی دروازہ کہلا نہیں رہتا اور دروازی بہشت کی کہل جاتی ہیں سو
يغلق منها باب فينادي مناد يا باغي الخير اقبل ويا باغي الشر اقصر ولله فيه عتقاء من النار وذلك
اونمیں سی کوئی دروازہ بند نہیں رہتا پہر منادی پکارتا ہی ای طالب خیر کی ادہر آو اور ای حد سی بڑہنی والی شر کی بس کر اور رمضان میں اسکی ازاد کئی آگ سی ہیں اور یہہ
في كل ليلة ومعنى هذا الحديث علم من تاويل الحديث السابق لكن هنا زيادة لابد من بيان معنى تلك
ہر ہر شب میں ہوتی ہی اور اس حدیث کی معنی پہلی حدیث کی تاویل سی معلوم ہو گئی لیکن اسمیں کچہ لفظ زیادہ ہیں اونکی معنوں کا بیان کرنا بہی ضرور ہی
الزيادة وهو ان مناديا ينادي في ليالي رمضان ويقول يا طالب الخير تعال اطلب الثواب فانك تعطى
وہ یہہ ہیں کہ منادی رمضان کی راتوں میں پکارتا ہی یہہ کہتا ہی ای خیر کی طالب یہاں آو ثواب لی یہہ ایسا وقت شریف ہی
ثوابا كثيرا بعمل قليل لشرف الوقت ويا طالب الشر اترك الشر فان عذاب المعصية فيه اكثر وتب الى الله تعالى
کہ تہوڑی سی کار پر بہت ہی بڑا ثواب عطا ہوگا اور ای شر کی طالب بدی سی باز آ کیونکہ رمضان میں معصیت کا عذاب بڑا سخت ہی اور اللہ تعالی کی طرف
فانه تعالى يعتق كثيرا من عباده الصائمين من النار ويغفر ذنوبهم الماضية لحرمة الشهر كما جاء في
رجوع کر کیونکہ اللہ تعالی اپنی بہت بندی روزہ دار آگ سی ازاد کرتا ہی اور اونکی پچہلی گناہ اس مہینی کی برکت سی معاف کرتا ہی چنانچہ ایک اور حدیث میں آیا کہ
حديث آخر من صام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه يعني ان من صامه مصدقا
جسنی رمضان کی روزہ واسطی ایمان اور ثواب کی رکہی تو اوسکی تمام پچہلی گناہ معاف ہوئی مراد یہہ ہی کہ جسنی رمضان کی روزہ اوسکی حقیقت
بحقيته وفرضيته وطالبا رضاء الله تعالى وثوابه لا خوفا من الناس واستحياء منهم يغفر له ذنوبه
اور فرضیت تصدیق کر کر اللہ کی مرضی اور ثواب حاصل کرنیکو رکہی نہ کسی شخص کی خوف سی اور نہ کسیکی حیا لاج سی تو اوسکی تمام پچہلی گناہ
المتقدمة وذلك النداء يكون في كل ليلة من ليالي رمضان وروى عن ابي امامة الباهلي انه عليه السلام
معاف ہونگی اور یہہ ندا رمضان کی راتوں میں سی ہر ہر رات کو ہوتی ہی اور ابو امامہ باہلی سی روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا
قال من صام يوما في سبيل الله جعل الله بينه وبين النار خندقا كما بين السماء والارض وفي حديث آخر
جسنی ایک روز واسطی خدا کی روزہ رکہا تو اللہ تعالی دوزخ اور اوس شخص کی بیچ میں ایسی چوڑی خندق کر دیگا جیسی بیچ آسمان اور زمین کا اور ایک اور حدیث میں
رواه ابو سعيد الخدري انه عليه السلام قال من صام يوما في سبيل الله بعد الله تعالى وجهه من النار
ابو سعید خدری سی روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جسنی روزہ ایک دن کا واسطی اللہ کی رکہا تو اللہ اوسکی چہرہ کو آگ سی ستر برس کی راہ پر دور کریگا

سبعین خریفا یعنی ان من صام یوما فی سبیل الله ورضائه ینجیه الله تعالی من النار عبر عن التنجیة

مراد یہ ہی کہ جسنی ایک دن کا روزہ واسطی اللہ کی اوسکی رضامندی کی لئی رکہا اوسکو اللہ تعالی آگ سی نجات بخشیگا دوری کو بطور تمثیل کی

بطریق التمثیل لیکون ابلغ لان من کان بعیدا عن شیٔ بهذا المقدار لا یصل الیه البتة والمراد بالخریف

بیان فرمایا تاکہ ابلغ ہووی اسواسطی کہ جو شخص ایک چیز سی اسقدر دور مسافت پہ ہو تو وہ چیز اوس تک ہرگز نہیں پہونچیگی اور خریف سی مراد

السنة ذکر الجزء واریدبه الکل وانما عبر عنها به دون غیره من الفصول لکونه وقت بلوغ الثمار وحصول

سال ہی جزو کو ذکر کیا اور کل مراد لیا اور فصول وغیرہ کو چہوڑ کر خریف کی ساتہ اسواسطی بیان کیا کہ اس وقت مین پہل پکتی ہین اور عیش

سعة العیش وروی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال کل ابن ادم یضاعف الحسنة بعشر امثالها الی

فراخ ہوتا ہی اور ابوہریرہ سی روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا تمام بنی آدم کی حسنات دس گونہ بڑہتی ہین اور دس سی

سبعمائة ضعف قال الله تعالی الا الصوم فانه لی وانا اجزی به یدع شهوته وطعامه وشرابه من اجلی

سات سو گونہ تک اللہ تعالی فرماتا ہی روزہ کی سوا کیونکہ روزہ میری واسطی ہی مین ہی اوسکا بدلہ ہون کیونکہ اپنی شہوت کہانا پینا میری لئی ترک کرتا ہی

یعنی ان کل طاعة وخیر اذا لم یکن ریاء ونفاقا فاقل ما یعطی لصاحبه من الاجر عشرة لقوله تعالی مَنْ

مراد یہ ہی کہ ہریک عبادت اور خیر اگر بدون ریا اور نفاق کی ہو تو کم سی کم اوسکا اجر عابد کو دس گونہ عطا ہوگا اس آیت کی سند سی جو

جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وقد یزاد الی سبعمائة واکثر لقوله تعالی مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ

لاوی بہلائی اوسکی واسطی ہی اوس سی دس گونہ اور کبہی سات سو تک یا زیادہ تک نوبت بڑہ جاتی ہی اس سند سی مثال اونکی جو خرچ کرتی ہین اپنی مال

فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ

اللہ کی راہ مین جیسی ایک دانہ اوس سی اوگین سات خوشہ ہر خوشہ مین سو سو دانی اور اللہ بڑہاتا ہی جسکی واسطی چاہی

واما الصوم فثوابه بغیر حساب لانه لا یتادی الا بالصبر وقد قال الله تعالی إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ

اور روزہ کی ثواب کا تو کچہ حساب ہی نہین کیونکہ روزہ بدون صبر کی پورا نہین ہوتا اور اللہ تعالی فرماتا ہی صبر کرنیوالون کو ملتا ہی اونکا اجر

بِغَيْرِ حِسَابٍ ثم الصبر وان کان یوجد فی غیر الصوم من العبادات لکن وجوده فیه لیس کوجوده فی غیره

بلا گنت پہر صبر اگرچہ سوا روزہ کی اور عبادات مین بہی ہوتا ہی لیکن صبر روزہ کا ایسا نہین ہی جو اور عبادات مین ہوتا ہی

لانه ثلثة انواع صبر علی طاعة الله تعالی وصبر علی محارم الله تعالی وصبر علی الالام والشدائد وکلها

کیونکہ صبر تین طرح پر ہی ایک تو صبر اللہ تعالی کی طاعت پر دوسرا صبر اللہ تعالی کی محارم پر تیسرا صبر تکالیف اور سختیون پر اور روزہ مین

یوجد فی الصوم اذ فیه صبر علی ما وجب علی الصائم من الطاعات وصبر عما حرم علیه من الشهوات

تینون قسم کا صبر موجود ہی اسواسطی کہ روزی مین صبر ہی اون طاعات پر جو روزہ دار پر واجب ہین اور اون شہوات پر صبر ہی جو اوسپر حرام ہین

وصبر علی ما یصیبه من الم الجوع وحرارة العطش وضعف البدن لان الصائم تعرض بدنه النحول والنقصان

اور اوس الم پر صبر ہی جو بہوک لگتی ہی اور پیاس کی گرمی ہوتی ہی اور بدن ناتوان ہوتا ہی کیونکہ روزہ دار کا بدن دبلا اور کمزور ہو جاتا ہی

والمفضی الی الهلاك طلبا لرضاء الله تعالی اشیر الیه حیث قیل یدع شهوته وطعامه وشرابه من اجلی

اور واسطی طلبگاری مرضی الٰہی کی ہلاکت مین پڑتا ہی اسی کی طرف اشارہ ہی جو مذکور ہی کہ اپنی شہوت اور کہانا پینا میری خاطر چہوڑ دیتا ہی

وایضا ان الصائم بسبب منع نفسه عن الاکل والشرب والجماع یصیر متخلقا باخلاق الله تعالی لکونه تعالی

اور سبب یہ بہی ہی کہ روزہ دار اپنی جان کو کہانی اور پینی اور جماع سی روک کر خوگیر صفات الٰہی کا ہو جاتا ہی کیونکہ اللہ تعالی

منزها عن هذه الاشیاء فلما کان فی الصوم هذه المعانی خصه الله تعالی بذاته وتولی جزاؤه بنفسه

ان سب امور سی پاک وصاف ہی اور چونکہ روزہ میں یہ خوبیان ہوتی ہین تو اللہ تعالی نی روزہ کو اپنی ذات پاک سی خاص کیا اور روزہ کی ثواب کا اپنا ذات

ولم يكله الى غيره فاعطى الصائم من عنده اجرا ليس له حد ولا عد وقيل ان الصوم سر بينه وبين العبد
ذمہ دار ہوا کسی اور پر حوالہ نکیا پہر روزہ دار کو اپنی درگاہ سی اتنا اجر عطا کیا کہ جسکی کچہہ انتہا اور شمار نہیں اور بعضی یہہ کہتی ہیں کہ روزہ ایک راز ہی اللہ اور بندہ کی

يفعله خالصا لوجهه وطالبا لرضائه لا يطلع عليه غيره لكونه نية وامساكا حتى قيل ان الحفظة
بیچ میں کہ اوسکو خالص واسطی اللہ کی اور واسطی اوسکی رضامندی کی ادا کرتا ہی اور اوسکی سوا کسیکو معلوم نہیں ہوتا کیونکہ روزہ نام نیت اور امساک کا ہی یہانتک کہ کہتی ہیں کہ

لا تطلع عليه ولا تكتبه بخلاف سائر الطاعات فانها مما يطلع عليه غيره تعالى فلما كان هو العالم به دون
کرام کاتبین کو بہی معلوم نہیں ہوتا اور نہ وہ اوسکو لکہتی ہیں بخلاف اور عبادات کی کیونکہ اور عبادات کو اور بہی سوا اللہ تعالی کی جان جاتی ہیں اور جونکہ روزہ کی خبر

غيره خصه بذاته وتولى جزاءه بنفسه ولم يوكله الى غيره كانه تعالى قال الصوم لي ولا يطلع عليه
سوای اللہ تعالی کی اورکو نہیں ہوتی تو اوسکو اللہ تعالی نی اپنی ذات سی خاص کر کر آپ ہی اوسکی ثواب کا ذمہ دار ہوا اور پر حوالہ نکیا گویا اللہ تعالی نی یہہ ارشاد فرمایا روزہ

غيري وانا اتولى الجزاء عليه ولا اكله الى غيري والكريم اذا اخبر انه يتولى الجزاء بنفسه يقتضي ان يكون
خوب میں ہی اوسکی ثواب کا ذمہ دار ہوں اور پر حوالہ نہیں کرتا اور سخی جب یہہ کہی کہ میں آپ اوسکی عوض کا ذمہ دار ہوں تو لازم ہی کہ وہ

ذلك الجزاء في غاية العظمة ونهاية الكثرة بحيث لا يكون له احصاء ولا حساب وروي عن ابي هريرة انه
عوض نہایت عظیم اور نہایت کثیر ہو ایسا کہ نہ گنتی میں آوی اور نہ حساب میں اور ابوہریرہ سی روایت ہی

قال الصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه يعني ان الصائم له سرور مرتين على الفرحة
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا روزہ دار کو دو خوشیاں ہوتی ہیں ایک خوشی روزہ کہولتی ہوئی اور ایک خوشی خدا کی دیدار کی وقت مراد یہہ ہی کہ روزہ دار کو دو دفعہ

مرة من الفرح وهو السرور واما سروره عند لقاء ربه فيما يجده من ثواب الصوم مدخرا عند الله تعالى
فرح سی مشتق ہوئی ہی اور سرور کو کہتی ہیں اور سرور پروردگار کی ملاقات پر اسبات کا ہی کہ ثواب روزہ کا دفعۃً جمع کیا ہوا اللہ تعالی کی پاس پاویگا

فان من ترك طعامه وشرابه وشهوته لله تعالى يعوضه الله تعالى خيرا من ذلك كما قال الله تعالى
اس لئی کہ جسنی اپنا کہانا پینا اور شہوت خدا کی واسطی چہوڑی تو خدا تعالی اوسکا عوض اوس سی بہتر عطا کریگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی

وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا وقال النبي عليه السلام لرجل
اور جو آگی بہیجو گی اپنی واسطی کوئی نیکی اوسکو پاؤگی اللہ کی پاس بہتر اور ثواب میں زیادہ اور فرمایا نبی علیہ السلام نی ایک شخص کو

انك لن تدع شيئا اتقاء الله الا آتاك الله خيرا منه وروي ان الصائمين يوضع لهم يوم القيمة مائدة
تو ہرگز نہیں ترک کریگا کوئی گناہ خدا کی خوف سی مگر عطا کریگا تجکو اللہ تعالی بہتر اوس سی اور روایت ہی کہ روزہ داروں کی واسطی قیامت کی دن دسترخوان

تحت العرش يأكلون عليها والناس في الحساب فيقول الناس ما لهؤلاء يأكلون ونحن في الحساب فيقال انهم كانوا
عرش کی تلی چنا جاویگا اوسپر بیٹہی کہاوینگی اور اور لوگ ابہی حساب میں مبتلا ہونگی وہ لوگ دیکہکر یہہ کہینگی یہہ کون لوگ ہیں کہ کہانا کہاتی ہیں اور ہم حساب میں ہیں

يصومون وانتم تفطرون وفي الصحيحين انه عليه السلام قال ان في الجنة بابا يقال له الريان لا يدخل منه
روزہ رکہتی تہی اور تم روزہ خور تہی اور صحیح بخاری اور مسلم میں ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جنت کی ایک دروازہ کا نام ریان ہی اوس دروازہ سی

الا الصائمون والمراد بالصائمين هم الذين يكثرون الصوم فانهم تحملوا تعب العطش خصوا بباب فيه الري والامان
صرف روزہ دار ہی داخل ہونگی اور روزہ داروں سی مراد وہ لوگ ہیں جو روزی بہت رکہتی ہیں کیونکہ انہوں نی جو بہوک پیاس کی شدت اوٹہائی تو ایسی دروازہ سی خاص ہوئی

من العطش قبل تمكنهم من الجنة واما سروره عند افطاره فيما يتناوله من الطعام والشراب والجماع لان النفس
کہ جسمیں تازگی اور پیاس کا بچاؤ جنت میں داخل ہونی سی پہلی ہی اور افطار کی وقت سرور اسلئی ہوتا ہی کہ کہانا پینا جماع سب حاصل ہوتا ہی کیونکہ آدمی کا جی

مجبولة على الميل الى ما يلائمها من المطعم والمشرب والمنكح فاذا منعت من ذلك في وقت من الاوقات ثم اذن
بطور عادت کی اپنی مناسبات کہانی پینی جماع وغیرہ کی طرف متوجہ رہتا ہی جب اوسکو ان باتوں کی کسی وقت میں روک ہو کر پہر دوسری وقت میں

لها فی وقت اخر یفرح بذلك طبعا خصوصا عند اشتداد الحاجة الیها لتاثیر الجوع والعطش فیها وتقاضی
تو بھوت خود بخود خوش ہوتا ہی خاص کر جب اوسکو اوسکی بہت حاجت ہووی کیونکہ بھوک لگی ہوتی ہی پیاس کا زور ہوتا ہی دل کو

بلغت حاجتها یشعر بهذا ما روی عن ابن عمر انه علیه السلام کان اذا افطر یقول ذهب الظمأ وابتلت
اپنی حاجت کا تقاضا ہوتا ہی ابن عمر کی روایت سی یہہ معلوم ہوتا ہی کہ نبی علیہ السلام افطار کی وقت فرمایا کرتی تھی پیاس جگئی اور رگین تازہ ہوئین

العروق وثبت الاجر ان شاء الله تعالی فان الله تعالی وان حرم علی الصائم فی نهار صیامه ان یتناول هذه
اور ثواب ثابت ہوگیا ان شاء اللہ تعالی کیونکہ اللہ تعالی نی اگرچہ روزہ دار پر روزہ کی دن مین یہہ حرام کر دیا ہی کہ ان شہوت کو عمل مین لاوی

الشهوات لکن اذن له ان یتناولها فی اللیل بل احب منه تعجیل الفطر فی اول اللیل وتاخیر السحور الی اخر اللیل
لیکن اوسکو اجازت دی کہ رات کی وقت عمل مین لاوی بلکہ رات کی آتی ہی جلد ہی افطار کرنا اور سحر تاخیر کر کر آخر شب مین کہانی مستحب کی

لما روی عن ابی ذر انه علیه السلام قال لا تزال امتی بخیر ما اخروا السحور وعجلوا الفطر وروی ان الله تعالی
ابوذر کی روایت سی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا میری امت ہمیشہ بھلائی پر رہی گی جبتک سحر کہانی مین تاخیر اور افطار کرنی مین جلدی کرین اور روایت ہی کہ اللہ تعالی

وملئکته یصلون علی المتسحرین وان احب عباده الیه اعجلهم فطرا والحاصل ان الصائم یترك شهواته
اور اوسکی فرشتی سحر کہانی والون پر رحمت بھیجتی ہین اور بڑی محبوب بندی اسکو وہ ہین جو جلدی افطار کرتی ہین حاصل یہہ ہی کہ روزہ دار اپنی شہوات

بالنهار تقربا الی الله تعالی وطاعة له ویتناولها فی اللیل تقربا الی الله تعالی وطاعة له فلا یترکها الا بامره ولا یعود الیها
دن کی وقت اللہ تعالی کی طاعت اور قربت کی لئی ترک کرتا ہی اور رات کی وقت اپنی شہوات کو واسطی قربت اور طاعت الہی کی عمل مین لاتا ہی سو اللہ تعالی کی حکم ہی سی

الا بامره فهو مطیع فی الحالین فان المؤمن الصائم لما علم ان تعنی مولاه فی ترك شهواته قدم رضی مولاه علی هواه فصار لذته فی ترك شهوته لله تعالی
ترک کرتا ہی اور اوسی کی حکم سی اختیار کرتا ہی پس وہ دونو حال مین اللہ تعالی کا فرمانبردار ہی کیونکہ مؤمن روزہ دار نی جب دیکھا کہ خوشنودی میری صاحب کی شہوات کی

اعظم من لذته فی تناولها بل یکون کراهة تناولها عنده فی خلوته اشد من کراهته لالم الضرب لعلمه
ترک کرنی مین ہی تو خوشنودی اپنی صاحب کی اپنی ہوا ہوس پر مقدم رکہی تو اوسکو واسطی خدا کی شہوت ترک کرنی مین زیادہ لذت ہی بہ نسبت لذت شہوت برتنی کی بلکہ اوسکو شہوت

بکراهة مولاه لفطره فیکون لذته فیما یرضی مولاه وان کان مخالفا لهواه ویکون المه فیما یکرهه مولاه وان کان
کہ روزہ کہانا میری صاحب کو ناپسند ہی پہر اوسکو لذت اسی بات مین ہوگی جسمین اوسکا صاحب خوش ہو اگرچہ وہ بات اوسکی خواہش کی برخلاف ہو اور اوسکو رنج و تکلیف اوسی

موافقا لهواه فاذا کان هذا فیما حرم لعارض الصوم من الطعام والشراب والجماع ینبغی ان یتاکد ذلك فیما
بات مین ہوگی جسکو اوسکا مولی ناپسند کری اگرچہ وہ بات اوسکی مطلب کی ہو جب مؤمن کا یہہ حال ان محرمات مین ہی جو روزہ کی سبب سی ممنوع ہین جیسی کہانا پینا اور جماع

حرم علی الاطلاق کالزنا وشرب الخمر واخذ اموال الناس بغیر حق وکسر اعراضهم فان کل ذلك مما یسخط
تو لایق ہی کہ یہہ حالت زیادہ تر ہووی ان امور مین جو مطلقاً حرام ہین جیسی زنا اور شراب خوری اور کسی کا مال ناحق لینا اوسکی کی بی آبروئی کرنی کیونکہ یہہ تمام اعمال ایسی ہین کہ

الله تعالی فی کل حین ومکان فاذا کان ایمان المرء کاملا یکره ذلك کله اشد من کراهته لالم الضرب ثم ان
اللہ تعالی انسی ہر وقت اور ہر جگہ بیزار ہوتا ہی جب آدمی کا ایمان کامل ہوتا ہی تو ان سبکو چوٹ کہانی کی تکلیف سی بدتر جانتا ہی پہر

المؤمن فی حال صومه لما علم ان له ربا یطلع علیه فی خلوته وقد حرم علیه ان یتناول شهواته التی جبل
مؤمن روزہ دار جب روزہ مین چونکہ یہہ حال جانتا ہی کہ میرا رب میری حال سی خلوت مین بہی خبردار ہی اور میری اوپر تمام شہوات کا عمل کرنا جنکی طرف دل کو رغبت ہی

علی المیل الیها اطاع ربه وامتثل امره واجتنب نهیه خوفا من عقابه ومیلا الی ثوابه ولهذا کان نومه
حرام کر دیا ہی تو یہہ اپنی رب کی فرمان بردار کا کرتا ہی اور اوسکی عذاب کی خوف سی اور ثواب کی رغبت سی حکم پہ عمل کرتا ہی [illegible] اسی لئی روزہ دار کا سونا بہی

عبادة کما جاء فی الحدیث نوم الصائم عبادة قال ابو العالیة الصائم فی العبادة ما لم یغتب وان کان نائما
عبادت ہوتی ہی چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ روزہ دار کا سونا بہی عبادت ہی ابو العالیہ کہتا ہی روزہ دار جب تک کسیکی غیبت نکری عبادت مین ہی اگرچہ اپنی بچھونی پر

على فراشه فعلى هذا يكون في ليله ونهاره على عبادة وروى عن ابي هريرة انه عليه السلام قال لخلوف
سوتا ہو اس قول کی موافق روزہ دار رات دن عبادت ہی مین ہوتا ہی اور ابوہریرہ سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا البتہ
فم الصائم اطيب عند الله تعالى من ريح المسك يعني ان الخلوف وهو بضم الخاء رائحة حاصلة في
روزہ دار کی منہہ کی بو اللہ تعالی کی نزدیک مشک کی خوشبو سی پسندیدہ تر ہی مراد یہ ہی کہ خلوف خا کی پیش سی اوس بو کو کہتی ہین جو
فم الصائم من تصاعد الابخرة لخلو المعدة من الطعام والشراب وان كانت عند الناس مستكرهة
روزہ دار کی منہہ مین معدہ مین سی بخارات چڑہکر پیدا ہو جاتی ہی جب معدہ کہانی پینی سی خالی ہوتا ہی اگرچہ وہ بو آدمیوں کو ناپسند ہو
لكنها عند الله احب من ريح المسك حيث كانت ناشئة عن طاعة الله تعالى فلذلك ذهب الشافعي الى
پر اللہ تعالی کو مشک کی خوشبو سی زیادہ تر پسند ہی کیونکہ اللہ تعالی کی عبادت سی پیدا ہوئی ہی اسیواسطی امام شافعی کی مذہب مین
استحباب استدامتها وكراهة ازالتها بالسواك بخلاف الخلوف الذي يحدث من غير الصوم حيث يلزم
اوس بو کا باقی رکہنا مستحب ہی اور مسواک سی اوسکا دور کرنا مکروہ ہی برخلاف اوس بو کی جو فاقہ مین بدون روزہ کی پیدا ہو جاوی اسواسطی کہ اوسکا
ازالته بالسواك فان من عبد الله تعالى واطاعه وطلب رضاه فنشأ من ذلك العمل اثار مستكرهة للنفوس
دور کرنا مسواک سی لازم ہوتا ہی بیشک جو شخص اللہ تعالی کی عبادت کری اور اطاعت بجالاوی اور اوسکی رضامندی طلب کری اسمین اگرچہ آثار آدمیون کی خلاف طبع
فتلك الاثار غير مستكرهة عند الله تعالى بل هي محبوبة طيبة عنده ويجعلها في الاخرة اطيب من
ناپسند پیدا ہو جاوین تو وہ آثار اللہ تعالی کو ناپسند نہین ہین بلکہ وہ اللہ تعالی کی ہان محبوب اور پاکیزہ ہین اور اللہ تعالی اون آثار کو آخرت مین مشک کی زیادہ تر
ريح المسك فان الصوم لكونه سرا بين العبد وربه في الدنيا يظهره الله تعالى في الاخرة ويكون علانية
پاکیزہ کر دیگا کیونکہ روزہ جو درمیان بندہ اور پروردگار کی دنیا مین بہید تہا تو اللہ تعالی آخرت مین ظاہر کریگا پہر سب پر ظاہر ہو جاویگا اور
ويشتهر اهل الصيام بذلك بين الناس لما روي مرفوعا عن انس ان الصائمين يخرجون من قبورهم يعرفون بريح
روزہ دار اس سی تمام خلقت مین مشہور ہو جاوینگی چنانچہ انس سی مرفوعا روایت ہی کہ روزہ دار جب اپنی قبرون مین سی اوٹہینگی تو منہہ کی خوشبو سی پہچانی جاوینگی
افواههم فان ريح افواههم اطيب من ريح المسك والحاصل انه عليه السلام لما اراد ان يبين فضل الصيام
کیونکہ اونکی منہہ کی بو مشک سی زیادہ تر خوشبو ہوگی خلاصہ یہ ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی جو ارادہ کیا کہ روزہ کی فضیلت
ودرجة الصائم شبه ما يستكره منه في الطباع البشرية من الرائحة بالطيب ما يرام ويطلب ويستنشق من
اور روزہ دار کا مرتبہ بیان فرماوین تو جو چیز آدمیون کی طبیعت کو ناپسند ہی یعنی منہہ کی بدبو اوسکو اوس پاکیزہ تر خوشبو سی تشبیہ دی جو مقصود اور مطلوب ہوتی ہی اور
الروائح والمقصود من هذا التشبيه الثناء على الصائم وتطييب قلبه لئلا يمتنع عن المواظبة على الصوم
سونگہی جاتی ہی اور غرض اس تشبیہ سی روزہ دار کی ثنا اور اوسکا دل خوش کرنا ہی تاکہ روزہ کی مداومت سی جس سی منہہ مین بو پیدا ہوتی ہی بیٹہ نرہی
الجالب للخلوف وحيث فضل ما يستكره منه على الطيب ما يستلذ من جنس الطيب ليقاس عليه ما فوقه من الاثار
اور جب ایک ناپسند چیز کو پاکیزہ تر خوشبو پر فضیلت ہوئی جس سی لذت حاصل ہوتی ہی تو اب عمدہ آثار کو اوس پر قیاس کرلین باوجودیکہ افطار کی وقت
مع ان له عند الافطار دعوة مستجابة كما جاء في الحديث ان للصائم عند افطاره دعوة مستجابة
روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہی چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ افطار کی وقت روزہ دار کی دعا مقبول ہی
لكن بشرط ان يكون افطاره على حلال فان من صام عما احله الله تعالى وافطر على ما حرمه الله تعالى لا يستجاب
پر اس شرط سی کہ افطار حلال چیز سی ہو کیونکہ جو شخص حلال چیزونسی بند ہو کر روزہ رکہی اور حرام چیز سی افطار کری تو اوسکی دعا قبول نہین ہوتی
دعاءه ولا يقبل صومه لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله
اور نہ روزہ قبول ہوتا ہی اسواسطی کہ ابوہریرہ سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جو شخص جہوٹہ بولنا اور اوسپر عمل کرنا ترک نہ کری تو اللہ تعالی

حاجة

حاجة في ان يدع طعامه وشرابه يعني ان من لم يترك الكذب والعمل بمقتضاه لا يقبل الله تعالى
کیا پرواہ ہی اسکی کہ وہ اپنا کہانا اور پینا ترک کرے مراد یہہ ہی جو شخص جھوٹ بولنا اور باطل اعمال کو نہ چھوڑے تو اللہ تعالی اوسکا روزہ مقبول نہیں کرتا
صومه ولا ينظر اليه لانه امسك عما يباح له في غير حال الصوم ولم يمسك عما لا يحل له في جميع الاحوال
اور نہ اوسکی طرف توجہ کرے اسلئے کہ جو چیزیں اوسکو بدون روزہ کی مباح تہیں اونسی تو باز رہا اور جو چیزیں اوسکو ہمیشہ کو حرام تہیں اونسی باز نہ آیا
لان المقصود من الصوم ليس نفس الجوع والعطش فقط بل المقصود منه ما يتبعه من كسرة الشهوة
کیونکہ روزہ سی مقصود صرف بہوک پیاس نہیں ہی بلکہ روزہ سی مقصود وہ ہی جو اوسکی بعد حاصل ہوتی ہی یعنی شہوت کا توڑنا نفس امارہ کا مغلوب
وقهر النفس الامارة بالسوء فاذا لم يحصل شيء من ذلك فاي فائدة في ترك الطعام والشراب فعلى هذا
کرنا جب انمیں سی کچہہ بہی حاصل نہوا تو پہر کہانا پینا ترک کرنی سی کیا فائدہ ہی اس تقریر کی موافق
يكون نفي الحاجة عبارة عن عدم القبول من قبيل نفي السبب وارادة المسبب وفي حديث اخر انه عم
حاجت کی نفی سی مقبول نہونا روزہ کا مراد ہی جیسی سبب کی نفی کرکر مسبب کی نفی مراد لیتی ہیں اور ایک اور حدیث میں ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی
قال الصيام جنة فاذا كان يوم صوم احدكم فلا يرفث ولا يصخب فان سابه احد او قاتله فليقل
فرمایا روزہ ڈہال ہی جب کوئی تم میں سی کسی روز روزہ دار ہو تو فحش نہ بکی اور نہ چلاوی پہر اگر اوسکو کوئی گالی دی یا لڑائی کری تو لازم ہی کہ کہدیگا
اني امرء صائم يعني ان الصوم جنة وهي بضم الجيم الترس وانما جعل الصوم ترسا لان الصائم يستتر به
میں تو روزہ دار ہوں مراد یہہ ہی کہ روزہ جنۃ ہی اور جنۃ جیم کی پیش سی ڈہال کو کہتی ہیں اور روزہ کو اسلئے ڈہال ٹہرایا ہی کہ روزہ دار کو بسبب کثرت ثواب کی
عن النار لكثرة ثوابه ويتحفظ به عن المعاصي ووسوسة الشيطان لانه يطبق مجاري الدم التي هي
آگ سی بچا لیتا ہی اور روزہ دار روزہ کی سبب گناہوں اور شیطانی وسوسی سی بچ جاتا ہی اسواسطی کہ مسامات خون کی جو شیطان کا رستہ ہوتا ہی
مجاري الشيطان فان الشيطان يجري من ابن ادم مجرى الدم فتنكسر الشهوة ويسكن الغضب لكن ينبغي
بند ہو جاتی ہیں کیونکہ شیطان ابن آدم کی اندر خون کی مثال پہرتا ہی اسواسطی شہوت ضعیف ہو جاتی ہی اور غصہ بجہہ جاتا ہی لیکن
ان يعلم ان الجنة كما لا يكمل الانتفاع بها الا اذا كانت محكمة من غير اختلال كذا الصوم لا يتحقق به
سمجہنی کی بات ہی کہ ڈہال سی جیسی کچہہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا جبتک وہ پوری اور مضبوط اور بی خلل نہو ایسی ہی روزہ سی اوٹ حاصل نہیں ہو سکتی
التستر الا على حسب كونه محفوظا عن الخطاء والخلل فان وجد فيه شيء من الخلل ينتقص بمقداره
جبتک کہ وہ خطا اور خلل سی صاف محفوظ نہو اگر اوسمیں کچہہ خلل ہوگا تو اوتنا ہی ثواب عمل کا کم ہو جاویگا
ثواب العمل ولهذا قال النبي عليه السلام في هذا الحديث فاذا كان يوم صوم احدكم فلا يرفث ولا يصخب
اسیلئی نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں یہہ فرمایا ہی اگر تم میں کوئی کسی روزہ دار ہو تو فحش نہ بکی اور نہ چلاوی
والرفث الفحش من القول وما يضاهيه من التصريح بما يجب ان يكنى عنه عن الفاظ الجماع والصخب بالخاء
اور رفث کی معنی بیہودہ باتیں گالی گلوز وغیرہ اور جو اوسکی مانند ہو یعنی جماع کی لفظوں میں سی صاف کہنا اوس لفظ کا جو اشارہ سی کہا جاوی اور صخب خاء
المعجمة الصياح والخصومة والمعنى ان الصائم عند الخصومة يجب عليه ان لا يتكلم بالفحش ولا يرفع
نقطہ دار سی چیخنا چلانا اور جہگڑا کرنا اور مراد یہہ ہی کہ روزہ دار کو لازم ہی کہ تکرار کی وقت کلام بیہودہ فحش نہ کہی اور نہ بیہودہ پکار کر بولی
صوته بالهذيان بل يلزمه ان يكون ممسكا عن جميع المناهي لا عن الطعام والشراب فقط فان شتمه
بلکہ اوسکو لازم ہی کہ تمام مناہی سی بند رہی نہ صرف کہانی اور پینی سی پہر اگر کوئی اوسکو گالی دی
احد فليقل بلسانه صيانة لصيامه ويسمع شاتمه اني صائم وليجعل هذا القول جوابا له وقيل يقول
تو چاہیی کہ واسطی حفاظت روزہ کی اپنی زبان سی گالی دینی والی کو سنادی کہ میں روزہ دار ہوں اور اوسکی گالی کا یہی جواب سمجہی اور بعضی کہتی ہیں

ذلك الى يغلبه بان يتفكر في كونه صائماً اليرتدع نفسه عن سئ القول ويقوى على كظم الغيظ ولا يكافيه
کہ اپنی دلپر غلبہ کری اسطور کہ خیال کری کہ مین روزہ دار ہوں تاکہ اوسکا نفس سخن بیہودہ سی باز رہی اور غصہ کو پی جاوی اور گالی کی بدلی گالی نہ دی

على شتمه ايلا يحبط ثواب صومه ويكون من الذين قال النبي عليه السلام فيهم كم من صائم ليس من صيامه
تاکہ روزہ کا ثواب سوخت نہو جاوی پھر اون لوگون مین ہو جاویگا جنکی حق مین نبی علیہ السلام نی فرمایا ہی بہت لوگ ایسی روزہ دار ہین کہ اونکو روزہ مین سی

الا الظمأ وكم من قائم ليس من قيامه الا السهر فان التقرب الى الله تعالى بترك المباحات لا يتم الا بعد التقرب
صرف پیاس ہی ہی بہت رات کی ایسی نمازی ہین کہ اونکو رات کی نماز مین صرف بیداری ہی ہی کیونکہ خدا کی قربت مباحات کی ترک سی پوری نہین ہوتی

اليه بترك المحرمات فان من امتثل امره تعالى في ترك الطعام والشراب في نهار صيامه فليمتثل امره فيما
جبتک محرمات کو چھوڑکر قربت نہ حاصل کری کیونکہ جو شخص روزہ کی دن کہانا پینا چھوڑکر خدا کا حکم بجالایا تو اوسکو چاہئی کہ محرمات مین بھی

يحرم عليه في كل وقت ولا يحل له بحال من الاحوال فمن تعجل فيما حرم عليه قبل وفاته يعاقب في الاخرة
جو اوسپر دایمی حرام ہین اور کسی حالت مین حلال نہین ہین اوسکا حکم مانی سو جو کوئی جلدی کرکر محرمات کو نہ کری مین برتیگا تو آخرت مین بہہ عقاب ہوگا کہ اوس شی سی

بحرمانه وفواته وشاهد هذا قوله عليه السلام من شرب الخمر في الدنيا لم يشربها في الاخرة ومن لبس
محروم رہیگا اس دعوی کا شاہد یہہ حدیث ہی جس نی دنیا مین شراب پی آخرت مین نہین پیویگا اور جس نی دنیا مین

الحرير في الدنيا لم يلبسه في الاخرة فاتقوا الله يا عباد الله في اقامة حدود الله اذ كثير من الناس في هذا
حریر پہنا آخرت مین نہین پہنیگا سو آئی بندگان الہی اللہ سی ڈرو اوسکی حدود کو قایم رکھو کیونکہ اکثر بنی آدم اس زمانہ مین

الزمان يمشي على العوائد الشايعة بين الانام لا على ما يقتضيه الايمان
اوس راہ و رسم پہ چلتی ہین جو خلقت مین مشہور اور مستعمل ہین اوسپر نہین چلتی جو ایمان کی لایق ہی

المجلس السابع والعشرون
ستائیسوین مجلس مین

في بيان كيفية النية يستدعيه الاسلام
بیان نیت کی کیفیت کا مطابق اسلام کی

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جسنی

صام رمضان ايماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه ومن قام رمضان ايماناً واحتساباً غفر له ما
رمضان کی روزی واسطی ایمان اور ثواب کی رکہی اوسکی خطائین معاف ہونگی گذری ہوئین اور جسنی رمضان مین واسطی ایمان اور ثواب کی شب بیداری کی اوسکی خطا

تقدم من ذنبه هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة وقد ذكر فيه نوعان من العبادة اختص
گذری ہوئین معاف ہونگی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اس حدیث مین دو قسم کی عبادت کا ذکر ہی کہ

كل منهما بشهر رمضان احدهما صيام النهار والاخر قيام الليالي فلا بد من معرفتهما اما الصوم فهو في
دونو کو ماہ رمضان سی خصوصیت ہی ایک دن کی روزی اور دوسری راتون کا جاگنا اب ان دونو کی معرفت ضرور ہی پس صوم لغت مین

اللغة الامساك مطلقاً وفي الشرع الامساك عن المفطرات المعهودة التي هي الاكل والشرب والجماع من
مطلق امساک یعنی روک کو کہتی ہین اور شرع مین کہتی ہین امساک کو مفطرات مقرری سی یعنی کہانی اور پینی اور جماع سی

الصبح الى غروب الشمس مع النية وهو ثلثة اقسام فرض وواجب ونفل اما الفرض فصوم رمضان اداء وقضاء
فجر سی لیکر آفتاب کی ڈوبنی تک نیت کی ساتہہ اور روزہ کی تین قسم ہین فرض و واجب اور نفل سو فرض تو رمضان کی روزی ہین ادا ہون یا قضا

وصوم الكفارة واما الواجب فالنذر معيناً كان او مطلقاً واما النفل فما عداها ومن شرع فيه قصداً
اور روزہ کفارہ کی اور واجب نذر کی ہوتی ہین نذر معین ہو یا مطلق نذر ہو اور نفل ان دونو کی سوا اور جسنی قصداً روزہ رکہا

يلزمه اتمامه وان افسده فعليه قضاؤه ولا يجوز افطاره بلا عذر لانه ابطال العمل وقد قال الله تعالى
تو اوسکا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہی اگر توڑیگا تو اوسپر قضا لازم آویگی اور اوسکا افطار کرنا بلا عذر جائز نہین ہی اسواسطی کہ یہہ عمل کا باطل کرنا ہی اور اللہ تعالی فرماتا ہی

ولا تبطلوا

ولا تبطلوا اعمالكم والضيافة عذر في حق الضيف والمضيف ومن ظن انه عليه صوم [illegible]

اور نہ باطل کرو تم اپنی اعمال کو اور مہمانی بھی مہمان اور میزبان کے حق میں ایک عذر ہے اور جس شخص نے یہ خیال کیا کہ میرے ذمہ پر روزہ ہے پھر اس نے [illegible]

ثم علم عدمه فاكل لا يلزمه شيء لانه ظان والمظنون لا يقضى لان القضاء منوط بالالتزام او بالالزام

روزہ رکھا پھر معلوم ہوا کہ نہیں ہے پس کھا لیا تو اوسپر کچھ نہیں آتا اس واسطے کہ اسکو یقین نہیں تھا اور شبہ کی بدلی قضا نہیں آتی اس واسطے کہ قضا یا تو لازم کر لینے سے آتی ہے یا لازم

ولم يوجد واحد منهما واشترط لفرضية صوم رمضان الاسلام والعقل والبلوغ ولفرضية ادائه

سو ان دونوں میں سے کچھ نہیں ہے اور رمضان کی روزوں کی فرض ہونے کی شرط اسلام ہے یعنی کافر پر نہیں اور عقل یعنی دیوانہ پر نہیں اور بلوغ یعنی بچہ پر نہیں اور ادا کی

الصحة والاقامة فان المريض والمسافر يجوز لهما الافطار ثم القضاء لكن صوم المسافر افضل والصحة

شرط صحت ہے یعنی بیمار نہو اور اقامت یعنی مسافر نہو کیونکہ بیمار اور مسافر کی لئے جائز ہے کہ افطار کریں پھر قضا کریں لیکن مسافر کو روزہ رکھنا افضل ہے اور اس واسطے صحت

اداته الطهارة عن الحيض والنفاس لا الطهارة عن الجنابة اذ يجوز صوم من اصبح جنبا او نام واحتلم

ادا کی شرط ہے پاک ہونا حیض اور نفاس سے فقط جنابت سے پاک ہونا شرط نہیں ہے اس واسطے کہ اگر جنابت میں صبح ہو جاوے یا دن کو سو گیا اور احتلام ہو گیا

واما الحائض والنفساء فلا يجوز صومهما بل يلزمهما الافطار ثم القضاء لكن الحائض تفطر سرا لا جهرا وكذا كل

تو روزہ جائز ہے اور حیض اور نفاس والی عورت کا روزہ جائز نہیں ہے بلکہ انکو چاہیے کہ افطار کر کر قضا کریں لیکن حیض والی عورت چھپے ہوئی افطار کرے ظاہر نکرے اسی طرح

من ابيح له الافطار لانه اذا اكل ولم يكن العذر ظاهرا يكون متهما عند الناس بالفسق الذي هو اكل رمضان

جس جس کو افطار کرنا مباح ہے اس واسطے کہ اگر کوئی شخص کھاوے اور اوسکا عذر ظاہر نہو تو اور لوگوں کی عندیہ میں فسق میں بدنام ہوگا یعنی رمضان میں دن کو کھانا

والاحتراز عن موضع التهم واجب لما روي انه عليه السلام قال من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقفن

اور تہمت کی جگہ سے پرہیز کرنا واجب ہے اس واسطے کہ روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور قیامت کی دن پر ایمان لاوے تو تہمت کی

مواقف التهم وقد ذكر في البزازية ان من اكل في شهر رمضان شهرة عيانا متعمدا يؤمر بقتله لان صنعه

مقام پر ہرگز نہ کھڑا ہو اور بزازیہ میں مذکور ہے کہ جو شخص ماہ رمضان میں تمام مہینے برملا قصدا کھایا کرے تو اوسکو قتل کریں اس واسطے کہ اوسکا یہ عمل

دليلا لاستحلاله ويصح اداءه بنية من الليل الى الضحوة الكبرى وبنية مطلقة وبنية النفل وبنية واجب آخر

دلیل حلال سمجھنے کی ہے اور رمضان کی روزہ کا رات سے چاشت کی وقت تک نیت کر کر ادا کرنا صحیح ہے اور مطلق نیت سے اور نفل کی نیت سے اور دوسری واجب کی

ثم عندنا لا بد من النية لكل يوم والافضل التبييت وهو النية من الليل ليقع اول جزء من الصوم مع النية

نیت سے بھی صحیح ہے پھر ہمارے نزدیک ہر دن کی لئے علیحدہ نیت ضرور ہے اور تبییت افضل ہے یعنی رات سے نیت کرنی تا کہ پہلا جزو روزہ کا بھی نیت سے واقع ہو

والنية ان يعرف بقلبه انه يصوم ولا عبرة بالنية المتقدمة على الغروب وانما الاعتبار للنية المتأخرة

اور نیت یہ ہے کہ دل میں قصد کرے کہ میں روزہ رکھونگا اور اوس نیت کا اعتبار نہیں ہے جو غروب آفتاب کے پہلی ہو اعتبار اوسی نیت کا ہے جو آفتاب کی ڈوبنے کی

عن الغروب حتى لو نوى قبل ان تغيب الشمس ان يكون صائما غدا ثم غفل الى الزوال من الغد لا يجوز صومه

پیچھے ہو یہاں تک کہ اگر آفتاب کی ڈوبنے سے پہلی یہ نیت کی کہ میں کل روزہ رکھونگا پھر اگلی دن دوپہر تک بھول گیا تو اوسکا روزہ جائز نہیں ہے

ولو نوى بعد غروب الشمس يجوز والنذر المطلق لا يصح الا بالنية من الليل واما النذر المعين والنفل فكل

اور اگر آفتاب کی ڈوبنے کی بعد یہ نیت کی تو روزہ جائز ہے اور نذر مطلق رات سے نیت کی بغیر جائز نہیں ہے اور نذر معین اور نفل دونو

منهما كاداء صوم رمضان يجوز بالنية من الليل الى الضحوة الكبرى لكن النية من الليل افضل كما مر

مانند ادا روزہ رمضان کی رات سے لیکر دوپہر سے پہلی پہلی نیت کرنی سے جائز ہو جاتی ہیں پر رات سے نیت کرنی افضل ہے چنانچہ گذر چکا ہے

فكل صوم لا يتأدى الا بالنية من الليل اذا نواه مع طلوع الفجر يجوز لان الواجب قران النية بالصوم لا تقدمها

پھر جو روزہ بدون رات کی نیت کی ادا نہیں ہوتا اگر صبح صادق کی ساتھ ہی نیت کرے تو بھی جائز ہو جاتا ہے اس واسطے کہ نیت کا روزہ کی ساتھ ہونا واجب ہے نیت کا روزہ کی

عليه ولو نوى بعد طلوع الفجر عن القضاء لا يقع عن القضاء بل يكون تطوعا حتى لو افطر يلزمه القضاء
پہلی ہوا ضرور نہیں ہی اور اگر بعد طلوع صبح صادق کی قضا کی نیت کری تو قضا کا روزہ نہیں ہوتا بلکہ نفل ہو جاتا ہی اگر اب افطار کریگا تو اسکی قضا آویگی
واذا وجب على احد قضاء يومين من رمضان واحد واراد ان يقضيهما ينبغي له ان ينوي اول يوم
اور اگر کسی شخص پر ایک رمضان کی دو روزی کی ذمہ پر ہوں اور وہ شخص اونکو قضا کرنا چاہی تو اوسکو چاہی کہ یہی نیت پہلی دن کی کری جو اوسپر اس رمضان میں سی
وجب عليه من هذا الرمضان وان لم يعين الاول يجوز وكذا لو كانا من رمضانين ينبغي له ان ينوي
واجب ہوا ہی اور اگر اول روزی کو نہیں معین کریگا تو بہی جایز ہی اور اگر دو روزی دو رمضان کی ہوں تو اوسکو چاہی کہ اول نیت
قضاء يوم الرمضان الاول وان لم يعين اختلفوا فيه والمختار انه يجوز ومن افطر عمدا في يوم من رمضان
قضا پہلی رمضان کی روزہ کی کری اور اگر یوں معین نکری تو اسمیں اختلاف ہی اس اختلاف میں سی مختار یہہ ہی کہ جایز ہی اور جسنی عمدا رمضان کا ایک روزہ
حتى يجب عليه الكفارة وهو فقير وصام احدى وستين يوما عن القضاء والكفارة ولم يعين
کہا لیا یہاں تک کہ اوسپر کفارہ واجب ہو گیا اور مفلس تہا اور اوسنی اکسٹہ روزی کابت قضا اور کفارہ کی رکہی اور قضا کا روزہ کوئی سا معین نکیا
يوم القضاء يجوز ويصير كانه نوى القضاء في اليوم الاول وستين يوما بعده عن الكفارة وتقديم
تو جایز ہو جاتی ہیں اور یوں ہو جاتا ہی گویا اوسنی پہلی دن قضا کا روزہ رکہا اور پہر بعد اوسکی ساٹہہ روزی کفارہ کی رکہی اور کفارہ کا مقدم کرنا
الكفارة على القضاء هل يجوز ام لا قال القاضي الامام يجوز والكفارة انما يجب بافساد اداء رمضان
قضا پر آیا جایز ہی یا نہیں قاضی امام کہتی ہیں جایز ہی اور کفارہ ادا رمضان کی فاسد کرنی سی واجب ہوتا ہی
لا بافساد قضائه ولا بافساد اداء غيره او قضائه وهي اعتاق رقبة وان عجز عنه فصيام شهرين
قضا کی فاسد کرنی سی ... کفارہ یہہ ہی اول غلام ازاد کرنا اگر یہہ نہو سکی تو روزی دو مہینی کی
متتابعين وان عجز عنه فاطعام ستين مسكينا بان يعطي لكل واحد منهم نصف صاع من
پی درپی بی تخلل اور اگر یہہ بہی نہو سکی تو ساٹہہ مسکینوں کو کہانا دینا اسطور کہ ہر ہر کو اونمیں سی آدہا آدہا صاع
بر او صاعا من شعير اذا تقرر هذا فلا بد من معرفة ما يفسد الصوم وما لا يفسده وما يوجب الكفارة
گیہوں کا یا پورا پورا صاع جو کا دیوی جب یہہ بیان ہو چکا تو جان لینا چاہی کہ روزہ کیونکر فاسد ہو جاتا ہی اور کیونکر فاسد نہیں ہوتا اور کس صورت میں کفارہ واجب
وما لا يوجبها فاعلم ان من جامع او جومع في احد السبيلين في نهار رمضان عمدا يلزمه القضاء والكفارة
ہو جاتا ہی اور کس صورت میں واجب نہیں ہوتا واضح ہو کہ جسنی جماع کیا یا جماع کیا گیا دونوں میں سی کسی رستہ میں رمضان میں دن کو قصدا تو اوسپر قضا اور کفارہ دونو لازم ہیں
ولا يشترط الانزال في الجانبين اذا توارت الحشفة وكذا لو اكل او شرب غذاء او دواء عمدا يلزمه القضاء
دونوں کی حقمیں انزال کا ہونا شرط نہیں ہی اگر سر ذکر غائب ہو جاوی اور ایسی ہی اگر کہاوی یا پیوی غذا یا دوا قصدا تو قضا اور کفارہ دونو لازم ہیں
والكفارة اما لو اكل او شرب او جامع ناسيا لا يفسد صومه سواء كان فرضا او نفلا ولو ظن ان صومه
ہاں اگر کہاوی یا پیوی یا جماع کری بہول کر تو روزہ فاسد نہیں ہوتا برابر ہی کہ روزہ فرض ہو یا نفل اور اگر اپنی یہہ گمان کیا کہ روزہ
فسد فاكل عمدا في رمضان يلزمه القضاء دون الكفارة وكذا لو افطر مخطئا بان كان ذاكر الصوم
جاتا رہا پہر اسنی قصدا رمضان میں کہا لیا تو اب قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں آتا اور ایسی ہی اگر خطا سی بی اختیار افطار ہو گیا اسطور کہ روزہ تو یاد تہا
وتمضمض فوصل الماء في جوفه يفسد صومه ويلزمه القضاء دون الكفارة ولو ابتلع البزاق الذي
پر غرارہ کرتی ہوئی پانی حلق میں اوتر گیا تو روزہ جاتا رہیگا اور قضا لازم آویگی کفارہ نہیں آتا اور اگر تہوک جو اوسکی منہہ میں
اجتمع في فيه لا يفسد صومه بل يكره وكذا لو ابتلع المخاط الذي ينزل من راسه الى الفم لا يفسد صومه
جمع ہو رہا تہا نگل گیا تو روزہ نہیں جاتا پر مکروہ ہی اور ایسی ہی اگر بلغم کو جو سر کی طرف سی منہہ میں آتا ہی نگل جاوی تو روزہ نہیں جاتا

وكذا

وكذا لو بقي في فيه بعد المضمضة بلل وابتلعه بالبزاق لا يفسد صومه لتعذر الاحتراز عنه وكذا اذا خرج

اور ایسے ہی اگر منہہ کے اندر کلی کے بعد تراوٹ پانی کی باقی رہی اور اوسکو ہمراہ تہوک کے نگل گیا تو روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ اس سے بچا نہیں جاتا اور ایسے ہی اگر

الدم من بين اسنانه ودخل في حلقه وابتلعه ان كانت الغلبة للبزاق ولم يجد طعمه لا يفسد صومه

اوسکی دانتوں میں سے خون نکل کر حلق میں چلا گیا اور وہ شخص اوسکو نگل گیا اگر تہوک زیادہ تہا کہ مزہ خون کا نہ معلوم ہوا تو روزہ فاسد نہیں ہی

وان كانت الغلبة للدم يفسد صومه ويلزمه القضاء دون الكفارة وكذا لو استويا يفسد صومه

اور اگر خون زیادہ ہی تو روزہ جاتا رہتا ہی اور قضا لازم آتی ہی کفارہ نہیں آتا اور ایسے ہی اگر تہوک اور خون دونو برابر ہوں تو

احتياطا ولو كان بين اسنانه شئ فابتلعه لا يفسد صومه ان كان قليلا لانه تبع للريق وان كان

احتیاط کی لئے روزہ جاتا رہتا ہی اور اگر اوسکی دانتوں میں کوئی چیز رہ گئی تہی اوسکو نگل گیا تو روزہ نہیں جاتا اگر وہ چیز تہوڑی ہی اسلئے کہ تہوک میں شامل ہی اور اگر کچھہ

كثيرا يفسد صومه ويلزمه القضاء دون الكفارة وقدر الحمصة فما فوقها كثير وما دونها قليل و

زیادہ ہی تو روزہ جاتا رہتا ہی اور قضا لازم آتی ہی کفارہ نہیں آتا اور چنی کی برابر اور اس سی زیادہ بہت میں داخل ہی اور اس سی کم تہوڑا کہلاتا ہی اور آنسو شامل ہی

الدمع وعرق الوجه اذا دخل فمه وابتلعه ان كان قليلا كالقطرة والقطرتين لا يفسد صومه وان كا

اور آنسو اور چہرہ کا پسینہ اگر منہہ میں چلا جاوی اور یہہ نگل جاوی اگر وہ تہوڑا ہی ایک یا دو قطرہ تو روزہ نہیں جاتا اور اگر بہت ہو

كثيرا حتى وجد ملوحته في جميع فمه يفسد صومه ويلزمه القضاء دون الكفارة وكذا لو دخل الابريسم

یہاں تک کہ اوسکی نمکینی تمام منہہ میں ہوگئی تو روزہ جاتا رہتا ہی اور قضا لازم ہوتی ہی کفارہ نہیں آتا اور ایسے ہی اگر ابریشم رنگین منہہ میں چلا گیا

المصبوغ في فيه فخرج لون الصبغ واختلط بالريق وابتلعه يفسد صومه ويلزمه القضاء دون الكفارة

اور اوسکا رنگ اوتر کر تہوک میں مل گیا اور اوسکو نگل گیا تو روزہ جاتا رہتا ہی اور قضا لازم آتی ہی کفارہ نہیں آتا

وكذا لو ابتلع شيئا مما لا يتغذى به ولا يتداوى به عادة كالتراب والحجر ونحوهما يفسد صومه ويلزمه

اور ایسے ہی اگر ایسی چیز نگل گیا جو عادت کی موافق نہ غذا ہوتی ہی اور نہ دوا جیسی مٹی اور کنکر اور مانند انکی تو روزہ جاتا رہتا ہی اور قضا لازم

القضاء دون الكفارة وذكر في القنية نقلا عن الفقيه ابي جعفر ان من افطر في رمضان مرة بعد

آتی ہی کفارہ نہیں آتا اور قنیہ میں فقیہ ابو جعفر سی نقل کرکر ذکر کرتا ہی کہ جو شخص رمضان میں بار بار

اخرى بتراب او مدر لاجل المعصية فعليه الكفارة زجرا له وكتب غيره نعم والفتوى على ذلك وبه اخذ

مٹی یا کنکر سی روزہ توڑ ڈالی گناہ کی راہ سی تو اوسپر دہمکی کی راہ سی کفارہ ہی اور اوروں نی لکہا ہی کہ ہاں اور اسیپر فتوی ہی اور تمام ملک کی

ائمة الامصار وذكر فيها ايضا ان المحترف المحتاج اذا علم انه لو اشتغل بحرفته يلحقه ضرر مبيح للفطر

علماء کا یہہ ہی مذہب ہی اور اسیمیں یہہ بہی مذکور ہی کہ کار بگر محتاج اگر یہہ جانی کہ اپنا پیشہ عمل کرنی سی ایسی ماندگی ہوجاوی گی جس سی افطار کرنا مباح ہی

يحرم عليه الفطر قبل ان يمرض وذكر فيها ايضا ان الخباز لا يجوز له ان يخبز خبزا يوصله الى ضعف

تو اوسپر ماندگی سی پہلی افطار کرنا حرام ہی اور یہہ بہی مذکور ہی کہ بہٹیارہ کو جایز نہیں کہ اتنی روٹیاں پکاوی جس سی ضعف ہوکر

مبيح للفطر بل يخبز نصف النهار ويستريح في النصف وذكر فيها ايضا ان من اتعب نفسه في عمل حتى

افطار مباح ہوجاوی بلکہ آدہی دن روٹی پکاوی اور آدہی دن آرام کری اور اسیمیں یہہ بہی مذکور ہی جسنی اپنی جان پر کام کرنی میں اتنی محنت لی

اجتهده العطش وافطر يلزمه الكفارة لانه ليس بمسافر ولا مريض بخلاف الامة فانها اذا اصابها ضعف

کہ اوسکو شدت کی پیاس لگ آئی اور افطار کر ڈالا تو اوسپر کفارہ لازم ہی کیونکہ یہہ شخص نہ مسافر ہی اور نہ بیمار ہی بخلاف لونڈی کی کیونکہ لونڈی اگر مولی کا

من عمل السيد من الطبخ والخبز وغسل الثياب وغيرها وخافت على نفسها وافطرت كان عليها القضاء دون

کاروبار کرتی کرتی تہک جاوی سالن روٹی پکاکر اور کپڑی دہوکر اور اور کاروبار میں اور اپنی جان پر خوف کر کی روزہ افطار کردی تو اوسپر قضا آویگی

الكفارة وكذا الزوجة اذا افطرت لذلك كان عليها القضاء دون الكفارة اذ يجب عليها ديانة ان تفعل
کفارہ نہیں آتا اور ایسی ہی بی بی روزہ افطار کردے ایسی ہی کام کی بابت تو اوسپر قضا لازم ہی کفارہ نہیں آتا اسواسطی کہ ازروی دیانت بی بی پر واجب ہی
كل خدمة في داخل البيت من الطبخ والخبز وغسل الثياب وغيرها حتى لو لم تفعل شيئا منها تكون اثمة
کہ کل کام گہر کی اندر ہوتی ہین پکانا ریندھنا روٹی پکانی اور دہونا کپڑوں کا اور سوا اوسکی جہاڑو وغیرہ کیا کری یہانتک کہ اگر بی بی کچھہ بہی کام نکریگی تو گنہگار ہوگی
وان لم يجبر عليها وكذا الرقيق او الخادم الذي ذهب بسكر النهر او لكريه او لاصلاح الربض وعليه
اگرچہ اوسپر جبر نہین ہوسکتا ایسی ہی غلام یا خادم جو واسطی بند کرنی پانی نہر کی یا واسطی کہودنی نہر کی یا واسطی درستی فصیل شہر کی جاوی اور
موكل من جانب السلطان واشتد الحر وخاف على نفسه الهلاك فانه لو افطر كان عليه القضاء دون
سلطان کی طرف سی اوسپر تعینات ہو اور حرارت کی شدت سی جان پر ہلاکت کا خوف ہو تو اگر یہہ شخص افطار کریگا تو اوسپر قضا لازم ہی
الكفارة ومن اكل عمدا حتى لزمته الكفارة ثم مرض تسقط عنه الكفارة وكذا المرأة اذا افطرت عمدا
کفارہ نہیں ہی اور جسنی قصدا روزہ توڑ دیا ایسا کہ اوسپر کفارہ لازم آیا پہر اوسی روز بیمار ہوگیا تو اوسپر سی کفارہ ساقط ہوجاتا ہی ایسی ہی اگر عورت قصدا
حتى لزمتها الكفارة ثم حاضت يسقط عنها الكفارة لان الكفارة تسقط لعروض الحيض او المرض ومن
روزہ توڑ ڈالی ایسا کہ اوسپر کفارہ لازم ہوجاوی پہر اوسی دن حائضہ ہوگئی تو اوسکی ذمہ سی کفارہ جاتا رہتا ہی اسلئی کہ کفارہ حیض یا بیماری کی عارضہ سی ساقط
افطر في اول النهار عمدا حتى لزمته الكفارة ثم سافر باختياره لا تسقط عنه الكفارة وكذا لو اكرهه السلطان
ہوجاتا ہی اور جس شخص نی اول روز روزہ افطار کیا ایسا کہ اوسپر کفارہ لازم ہوا پہر اوسنی اپنی اختیار سی سفر کیا تو اوسپر سی کفارہ ساقط نہیں ہوگا اور ایسی ہی اگر
على السفر لا تسقط عنه الكفارة في ظاهر الرواية ومن سافر في نهار رمضان لا يحل له ان يفطر في ذلك
بادشاہ نی زبردستی سفر پر روانہ کیا تو ظاہر روایت میں کفارہ ساقط نہوگا اور جس نی رمضان میں دن کو سفر کیا تو اوس روز اوسکو افطار کرنا حلال نہیں ہی
اليوم لان الوجوب قد ثبت عليه فلا يسقط بفعل باشره باختياره ولو افطر كان عليه القضاء لا الكفارة
اسواسطی کہ وجوب اوسپر ثابت ہوچکا ہی تو اب وہ وجوب ایسی کام سی جو اپنی اختیار سی کرتا ہی ساقط نہیں ہوگا اور اگر افطار کردیگا تو اوسپر قضا لازم آویگی
ولو لم يفطر حتى تذكر شيئا نسيه في منزله فرجع الى منزله فاكل شيئا ثم خرج من منزله كان عليه القضاء
کفارہ نہیں ہوگا اور اگر ابہی افطار نہیں کیا تہا جو اوسکو کوئی چیز گہر مین بہولی ہوئی یاد آئی یہہ ہنگام گہر مین آیا اب کچہہ کہا لیا پہر گہر سی روانہ ہوا تو اوسپر قضا
والكفارة لكونه مقيما عند الاكل حيث رفض سفره بالعود الى منزله واذا علم المسافر انه يدخل في
اور کفارہ دونو لازم ہین کیونکہ کہاتی وقت مقیم تہا اسواسطی کہ سفر گہر مین آنی سی قطع ہوگیا تہا اور اگر مسافر کو معلوم ہو کہ آج اپنی شہر میں جا پہنچونگا
يومه مصره يكره له الفطر لاجتماع حكم الاقامة والسفر في هذا اليوم فيترجح جهة الاقامة ومن
تو اوسکو افطار کرنا مکروہ ہی اسواسطی کہ اوس روز حکم سفر اور اقامت کا جمع ہوگیا ہی تو اب اقامت کی جانب غالب ہوگی اور جسکو
غلبه القيء وقاء سواء كان ملأ الفم او دونه لا يفسد صومه سواء كان فرضا او نفلا لقوله عليه السلام
خود بخود قی ہوگئی برابر ہی کہ پر دہن ہو یا کمتر ہو تو روزہ نہیں جاتا برابر ہی کہ فرض ہو یا نفل ہو واسطی ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
من قاء لا قضاء عليه وان تقيأ فان كان ملأ الفم يفسد صومه لقوله عليه السلام من تقيأ فعليه القضاء
جسنی قی کی تو قضا نہیں ہی اور اگر آپ سی قی کی تو اگر پر دہن ہوگی تو روزہ جاتا رہیگا واسطی فرمود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جس نی آپسی قی کی تو اوسپر قضا ہی
وان لم يكن ملأ الفم يفسد صومه ايضا عند محمد لظاهر الحديث ولا يفسد عند ابي يوسف وينبغي للصائم
اور اگر قی پر دہن نہو تو امام محمد کی نزدیک روزہ جاتا رہیگا واسطی ظاہر معنی حدیث کی اور امام ابو یوسف کی نزدیک روزہ نہیں جاتا اور روزہ دار کو چاہی
ان لا يبالغ في الاستنجاء ولا يتنفس ولا يقوم من مقامه حتى ينشف ذلك الموضع بخرقة لئلا يصل
کہ استنجا کرتی ہوئی مبالغہ نکری کہل کر نہ بیٹہی سانس کو دم بہری اور اپنی جگہ سی جبتک موضع استنجا کو کپڑی سی نہ پونچہی کہڑا نہ ہوجا تا کہ پانی اندر

الماء الی باطنه فیفسد صومه فان من بالغ فی الاستنجاء حتی یبلغ موضع الحقنة یفسد صومه
نہ چلا جاوے پھر روزہ جاتا رہیگا کیونکہ جو استنجا میں مبالغہ کرے یہانتک کہ حقنہ کی جگہ پہنچ جاوے تو روزہ جاتا رہیگا
لکن لا یلزم الکفارة هذا حکم الصوم المجلس الثامن والعشرون فی بیان کیفیة التراویح
پر کفارہ نہیں آتا یہہ ہیں روزہ کی احکام اٹھائیسویں مجلس تراویح کی کیفیت
وفضیلتها واما القیام فی لیالی رمضان فالمراد به احیاء لیالیه واحیاء بعض من کل لیلة
اور فضیلت کی بیان میں اور قیام رہنا رمضان کی راتوں میں اس سے تمام تمام راتوں کو جاگنا یا ہر ایک رات میں سے تھوڑا تھوڑا جاگنا
باداء التراویح فانه علیه السلام کان یرغب الناس فی قیام رمضان من غیر ان یامرهم فیه بعزیمة
واسطے ادا تراویح کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو واسطے قیام رمضان کی رغبت دلاتی تھی لیکن حکم عزیمت کا نہیں فرماتی تھی
فیقول من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه یعنی ان من قام الی الصلوة فی
یوں ارشاد کرتی جو شخص رمضان میں واسطے ایمان اور ثواب کی جاگتا رہے تو اوسکی تمام گناہ گذری ہوئی معاف ہونگی مراد یہہ ہے جو شخص رمضان کی راتوں میں
لیالی رمضان تصدیقا بحقیته وسنیته وطلبا لرضاء الله تعالی وثوابه لا خوفا من مذمة الناس
اوسکو حق اور مسنون سمجھ کر واسطے رضامندی اللہ تعالی کی اور ثواب کی نماز پڑھتا ہے کچھ خوف لوگوں کی برا کہنے کا
واستحیاء منه یغفر له ذنوبه المتقدمة وهذان الشرطان لا ینفک عنهما عمل سواء کان فرضا او
اور لوگوں کی شرم نہو تو اوسکی تمام پہلے گناہ معاف ہونگی اور یہہ دونو شرطیں تمام اعمال میں معتبر ہیں کوئی عمل خالی نہیں برابر ہے کہ فرض ہو یا
نفلا اذهما شرطان لقبول کل عمل والله تعالی لا یقبل عملا الا بهما وبعدهما شرط اخر لابد منه وهو ان
نفل ہو اسواسطے کہ ہر عمل کی مقبول ہونے کی یہہ ہی شرطیں ہیں اور اللہ تعالی کوئی عمل بدون ان شرطوں کی قبول نہیں کرتا اور بعد انکی ایک اور یہہ شرط ضروری ہے یعنی
یکون العمل موافقا للسنة لان العمل متی کان علی خلاف السنة لا یقبله الله تعالی والسنة فیها الجماعة
عمل سنت کی مطابق ہو اسواسطے کہ عمل اگر سنت کی برخلاف ہوگا تو اوسکو اللہ تعالی قبول نہیں فرماتا اور تراویح مسجد میں جماعت سے
فی المسجد لکن علی طریق الکفایة حتی لو ترکها اهل مسجد اساءوا وکانوا تارکین للسنة ولو اقامها
ادا کرنی مسنون ہے لیکن بطور فرض کفایہ کی ہے یہانتک کہ اگر کسی مسجد والی تمام جماعت ترک کریں تو سب گنہگار اور تارک سنت ہونگی اور اگر بعضوں نے
البعض فی المسجد بالجماعة وتخلف البعض وصلاها فی بیته فالمتخلف یکون تارکا للفضیلة ولا یکون
مسجد میں جماعت سے ادا کی اور بعض جو نہ شامل ہوئی اپنی گھر میں پڑھلیں سو جو جماعت میں شامل نہوا وہ فضیلت سے محروم رہا گنہگار
مسیئا ولا تارکا للسنة لان بعض الصحابة قد روی عنهم التخلف وعن ابی یوسف ان من قدر
اور سنت کا تارک نہیں ہوگا اسلئے کہ بعضی اصحاب سے روایت ہے کہ جماعت میں شریک نہیں ہوتی تھی اور ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ جو شخص
علی ادائها بالجماعة فی بیته مع مراعاة السنة فالصلوة فی بیته افضل والصحیح ان للجماعة
تراویح کو جماعت سے اپنی گھر میں ادا کرسکتا ہے سنت کی رعایت کرکر تو اوسکو گھر میں پڑھنا افضل ہے اور صحیح یہہ ہے کہ گھر کی اندر
فی بیته فضیلة وللجماعة فی المسجد فضیلة اخری فهو حاز احدی الفضیلتین وترک الفضیلة
جماعت کرنی میں ایک فضیلت ہے اور مسجد میں جماعت کرنی میں اور ہی فضیلت ہے سو اوسنے دونو فضیلت میں سے ایک حاصل کی اور فضیلت زائدہ
الزائدة لترک الجماعة فی المسجد وقال صاحب الخلاصة وهکذا الجواب فی المکتوبات واما نفس التراویح
اسلئے نہ ملی کہ مسجد کی جماعت ترک کی اور خلاصہ والا کہتا ہے یہہ ہی جواب فرائض میں ہے اور لیکن صرف تراویح
فهو سنة مؤکدة علی الاعیان للرجال والنساء توارثها الخلف عن السلف من لدن تاریخ رسول الله عم
ہر ہر مرد اور عورت پر سنت موکدہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد سے آج تک پچھلی پہلوں سے سنتی چلی آئی ہیں

الى يومنا هذا فلا ينبغي تركها والدليل على هذا ما روى ان النبي عليه السلام اتخذ في المسجد حجرة

سو تراویح کا ترک کرنا سزاوار نہیں اور دلیل اسکی یہہ روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی مسجد مین حصیر یعنی بوریہ کا حجرہ بنایا تہا

من حصير ليصلي فيها السنن وكان يخرج من الحجرة ويصلي التراويح للناس بالجماعة فعل هكذا ثلث

تاکہ اوسکی اندر سنتین پڑہا کرین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مین سی باہر آکر تراویح لوگون کی ساتہہ جماعت سی پڑہا کرتی تہی تین رات تک ایسا ہی

ليال فلما كانت الليلة الرابعة اجتمع ناس كثير حتى عجز المسجد من اهله فلما راى رغبة الناس دخل الحجرة

اتفاق ہوا جب چوتہی رات آئی تو خلقت بہت جمع ہو گئی کہ مسجد مین تنگی سی جگہہ نملی جب آپنی یہہ انبوہ دیکہا تو فرض پڑہتی ہی حجرہ مین تشریف لیگئی

بعد ما صلى الفريضة ولم يخرج اليهم فما زالوا ينتظرون خروجه وظنوا انه نام فجعل بعضهم يتنحنح ليخرج اليهم

پہر باہر نہ آئی اور یہہ لوگ تشریف لانی کی منتظر بیٹہی رہی آخر یہہ خیال کیا کہ آپ سو گئی پہر کسینی تو کہانسنا شروع کیا تاکہ جاگ کر باہر تشریف لاوین

وبعضهم يقول الصلوة فخرج اليهم فقال ما زال بكم الذي رايت من صنيعكم حتى خشيت ان يكتب

اور کوئی کہتا تہا نماز تیار ہی پہر آپ باہر تشریف لائی فرمانی لگی کہ مین تمہارا یہہ شوق ہمیشہ دیکہی جاتا ہون یہان تک کہ مجکو یہہ خوف ہوا کہ تمپر فرض ہوجاوین

عليكم ولو كتب عليكم ما قمتم به فصلوا ايها الناس في بيوتكم فان افضل صلوة المرء في بيته الا

اور اگر تمپر فرض ہوجاوینگی تو ادا نہ کروگی سو تم ای صاحبو اپنی اپنی گہر مین پڑہا کرو کیونکہ آدمی کی نماز سوا فرائض کی گہر مین افضل ہوتی ہی

الصلوة المكتوبة فتوفي رسول الله عليه السلام والامر على ذلك ثم كان الامر على ذلك في خلافة

پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی وفات کی اور حال یہہ ہی رہا پہر حضرت ابو بکر کی خلافت مین بہی حال یون ہی رہا

ابي بكر وصدرا من خلافة عمر ثم ان عمر في ايام خلافته راى الناس يصلون التراويح في المسجد

اور ابتدا خلافت مین حضرت عمر کی بہی پہر حضرت عمر نی اپنی ایام خلافت مین لوگون کو دیکہا کہ تراویح مسجد مین الگ الگ پڑہتی ہین

منفردين فامرهم ان يصلوها جماعة وامر ابي بن كعب وتميم الداري ليصليا بالناس امامة فصليا بها

تو اونکو یہہ حکم کیا کہ جماعت سی پڑہا کرو اور ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم کیا کہ امام ہوکر اور لوگون کو نماز پڑہاوین سو اون دونون

بالجماعة والصحابة متوافرون منهم عثمان وعلي وابن مسعود والعباس وابنه وطلحة والزبير ومعاذ

جماعت کرائی اور اصحاب اوسوقت بہت موجود تہی یعنی عثمان اور علی اور ابن مسعود اور عباس اور عبد اللہ بن عباس اور طلحہ اور زبیر اور معاذ

وغيرهم من المهاجرين والانصار وما رد عليه واحد منهم بل ساعدوه ووافقوه وامروه بذلك

اور سوا انکی اور بہت مہاجر اور انصار موجود تہی سو انمین سی کسینی کچہہ اعتراض نکیا بلکہ اونکی مددگار اور شریک ہوئی اور اسکی صلاح دی

وواظبوا عليها حتى ان عليا اثنى عليه ودعا له بالخير وقال نور الله مضجع عمر كما نور مساجدنا

اور آپ پڑہتی رہی یہان تک کہ حضرت علی نی عمر کی تعریف کی اور نیک دعا دی اور دعا مین فرمایا اللہ عمر کی گور روشن کری جیسی اونہی ہماری مسجدین روشن کرین

وقد قال النبي عليه السلام عليكم بسنتي وسنة خلفاء الراشدين من بعدي وهي عشرون ركعة

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا میری سنت اپنی ذمہ پر لازم کر لو اور میری بعد خلفاء راشدین کی سنت اور تراویح بیس رکعت ہین

يسمى كل اربع ركعات منها ترويحة مجازا لما في اخرها من الترويحة التي هي اسم للجلسة وانما سمي بها

ہر چار رکعت کا نام مجازا ترویحہ ہی کیونکہ اوسکی آخر مین ترویحہ ہوتا ہی یعنی آرام کی لئی ٹہر جاتی ہین ترویحہ نام جلسہ کا ہی اور جلسہ کو ترویحہ

لان الصحابة كانوا يستريحون بين كل اربع ركعات من اجل طول قيامهم في الصلوة ولكل ترويحة تسليمتان

اسوسطی کہتی ہین کہ صحابہ ہر چار رکعت کی بعد بیٹہہ کر آرام کیا کرتی تہی کیونکہ نماز مین قیام بہت طویل دراز کرتی تہی اور ہر ہر ترویحہ مین دو دو سلام ہین

فتكون التسليمات عشرا والترويحات خمسا والامام والجماعة ياتون بالثناء في كل تكبيرة الافتتاح ويجلسون

اس لئی سلام دس ہوئی اور ترویحہ پانچ ہوئی اور امام اور مقتدی تکبیر تحریمہ کی بعد سبحانک اللہم آخر تک پڑہا کرین اور ہر دو ترویحہ کی

بیچ

بین کل الترویحتین قدر ترویحة واحدة وکذا بین الخامسة والوتر لانه المتوارث من زمن الصحابة
بیچمین　بقدر ایک ترویحہ کی بیٹھنی رہا کرین　اور ایسی ہی　پانچوین ترویحہ اور وترون کی بیچمین کیونکہ صحابہ کی وقت سی آج تک یہہی چلا آتا ہی
الی یومنا هذا وهم فی الانتظار مخیرون ان شاءوا سبحوا وان شاءوا هللوا وان شاءوا سکتوا ای
اور مصلیون کو استراحت کی وقت مین اختیار ہی چاہین سبحان اللہ پڑہین اور چاہین لا الہ الا اللہ پڑہین اور چاہین چپکی بیٹھی رہین
ذلک فعلوا فهو حسن لقوله علیه السلام المنتظر للصلوة کانه فی الصلوة واهل مکة کانوا یطوفون
جو کرین سو ہی بہتر ہی　واسطی قول علیہ السلام کی نماز کا منتظر　گویا نماز مین ہی　اور مکہ والی ہر دو ترویحہ کی
بالبیت بین کل ترویحتین اسبوعا ویصلون رکعتین للطواف واهل المدینة کانوا یصلون
بیچمین بیت اللہ کا طواف سات سات بار کرتی تہی اور دو رکعت طواف کی پڑہتی تہی　اور مدینہ والی تو سو وقت مین
فی ذلک اربع رکعات ثم الافضل فیها استیعاب اکثر اللیل بالصلوة والاستراحة ویستحب
چار رکعت پڑہا کرتی تہی　پہر افضل تراویح مین یہہ ہی کہ آدہی سی زیادہ رات استراحت اور نماز مین صرف کری　اور نماز کی تاخیر
تاخیرها الی انتهاء ثلث اللیل ثم الاصح ان وقتها بعد العشاء الی اخر اللیل قبل الوتر وبعده لانها
تہائی رات کی تمامی تک مستحب ہی　پہر صحیح یہہ ہی کہ وقت تراویح کا عشاء کی بعد ہی آخر رات تک وتر سی پہلی　اور پیچہی بہی　کیونکہ تراویح
نوافل سنة بعد العشاء وهل یحتاج فی کل شفع ان ینوی التراویح قال بعضهم یحتاج لان کل شفع
نوافل بعد عشا کی سنت ہین　اور آیا یہہ حاجت ہی کہ تراویح کی ہر ہر شفع مین جدا جدا نیت کری　بعضی کہتی ہین ہان حاجت ہی کیونکہ ہر ہر شفع
صلوة علیحدة والاصح انه لا یحتاج لان الکل بمنزلة صلوة واحدة فان فاتت لا تقضی اصلا
جداگانہ نماز ہی اور صحیح یہہ ہی کہ حاجت نہین ہی اسواسطی کہ سب کی سب گویا ایک نماز ہی　اگر فوت ہو جاوین تو اصلا قضا نہین ہی
لا بالجماعة ولا بدونها لان القضاء من خواص الفرض ومن صلی العشاء وحده فله ان یصلی
نہ جماعت سی اور نہ بدون جماعت کی اسواسطی کہ قضا کرنا خاصہ فرض ہی کا ہی　اور جسنی عشا کی نماز علیحدہ پڑہی تو اوسکو جایز ہی کہ تراویح
التراویح بالامام ولو ترکوا الجماعة فی الفرض لم یصلوا التراویح بالجماعة ومن لم یصل التراویح بالامام
جماعت سی پڑہ لی اور اگر سب نی فرض کی جماعت ترک کی تو پہر تراویح کی لئی جماعت نکرین　اور جس نی تراویح جماعت سی نہین پڑہین
یجوز له ان یصلی الوتر به ولو اقاموا التراویح بامامین فصلی کل امام تسلیمة قال بعضهم یجوز
تو اوسکو جایز ہی کہ وتر جماعت سی پڑہی　اور اگر تراویح مین باری باری دو امام کئی پہر ہر امام نی ایک ایک شفعہ پڑہایا تو بعضی کہتی ہین کہ جایز ہی
والصحیح انه لا یستحب والمستحب ان یصلی کل امام ترویحة فاذا جاز اقامة التراویح بامامین
اور صحیح یہہ ہی کہ مستحب نہین　مستحب یہہ ہی کہ ہر ہر امام ایک ایک ترویحہ پڑہی　اور جب کہ تراویح کا پڑہنا دو اماموں کی ساتہ
علی هذا الوجه یجوز ان یصلی احدهما الفرض والاخر التراویح ویکره للامام فی هذا الزمان التطویل
اسطور پر　جایز ہوا　تو جایز ہی کہ ایک امام فرض پڑہا دی　اور دوسرا امام تراویح اور امام کو اس زمانہ مین قرارت کو
الزائد عن حد اقل السنة فی القراءة والاذکار علی وجه یحصل للجماعة ملل لان ذلک سبب للتنفیر
ادنی حد سنت سی زیادہ دراز کرنا　اور ذکر اس طور پر کرنا جس سی جماعت کو ملال پیدا ہو مکروہ ہی کیونکہ اسمین لوگ جماعت سی بہاگین گی
عن الجماعة والتنفیر عن الجماعة مکروه ولکن لا ینبغی له ان ینقص عن قدر اقل السنة فی القراءة و
اور جماعت سی بہگانا مکروہ ہی　لیکن یہہ بہی نچاہی کہ سنت کی ادنی مقدار سی قرارت اور
التسبیحات لملالهم لانهم غیر معذورین فیه وادنی ما یحصل به السنة فی تسبیحات الرکوع والسجود
تسبیحات مین اونکی ملالت کی خوف سی کوتاہی کری کیونکہ اونکو اسمین کچہہ عذر نہین ہی اور کم سی کم　جسمین سنت تسبیحات رکوع　اور سجود کی حاصل ہو جاوی

ثلث لقوله عليه السلام اذا ركع احدكم فليقل ثلث مرات سبحان ربي العظيم وذلك ادناه و

تین بار ہین واسطی ارشاد علیہ السلام کی جسوقت رکوع کری کوئی تمہارا تو چاہیی کہ سبحان ربی العظیم تین بار کہی اور یہہ ادنی عدد ہی اور

اذا سجد فليقل سبحان ربي الاعلى ثلث مرات وذلك ادناه والمراد به ادنى ما يحصل به السنة

جب سجدہ کری تو چاہیی کہ سبحان ربی الاعلی تین بار کہی اور یہہ ادنی عدد ہی اور مراد اس سی ادنی مرتبہ ہی جسمین سنت حاصل ہوجاوی

ولذلك يكره النقص عن الثلث وكذا يكره للامام التعجيل على وجه يعجز الجماعة عن اكمال اقل

اسہی لئی تین بار سی کم کہنا مکروہ ہی اور ایسی ہی امام کو اتنی جلدی کا کردہ ہی کہ جماعت کی لوگ کم سی کم عدد مسنون کی پورا کرنی سی رکوع

السنة في تسبيحات الركوع والسجود وعن اكمال قراءة التشهد بل يزيد الامام على التشهد وياتي

اور سجود کی تسبیحاتمین اور قرارت تشہد کی پورا کرنی سی عاجز ہوجاوین بلکہ امام تشہد پر کچھ زیادہ کری اور

بالصلوة على النبي عليه السلام ان علم انها لا تثقل على الجماعة وان علم انها تثقل عليهم لا ياتي بها

نبی علیہ السلام پر درود پڑہی اگر جانی کہ جماعت کی لوگون پر اتنی دیر دشوار نہین ہی اور اگر یہہ جانی کہ یہہ اونپر دشوار ہی تو نہ پڑہی

بل يتركها لكن لا جميعها بل يقتصر فيها على قوله اللهم صل على محمد وعلى ال محمد لانها وان كانت

ترک کردی لیکن بتمامہ ترک نکری بلکہ اسمین اختصار کرکر اتنا پڑہی اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد اسواسطی کہ درود اگرچہ

سنة عندنا الا انها فرض عند الشافعي وبهذا القدر يتاتى القولان ويكره للمقتدي ان يقعد

ہماری مذہب مین سنت ہی پر شافعی کی نزدیک فرض ہی اور اتنی کلمات مین دونو قول ادا ہوجاتی ہین اور مقتدی کو مکروہ ہی کہ تراویح کی وقت بیٹہا

في التراويح حتى اذا اراد الامام ان يركع يقوم ويقتدي لان فيه اظهار التكاسل في الصلوة والتشبه

یہان تک کہ جب امام رکوع مین جاوی تو کہڑا ہوکر نیت کرلی کیونکہ اسمین نماز کی سستی ظاہر ہوتی ہی اور منافقون سی

بالمنافقين الذين قال الله تعالى فيهم وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وكذا اذا

مشابہت آتی ہی جنکی حق مین اللہ تعالی فرماتا ہی اور جب کہڑی ہون نماز کو تو کہڑی ہون جی ہاری دکہانی کو لوگون کی ایسی ہی اگر

غلب النوم يكره له ان يصلي بالنوم بل ينبغي له ان ينصرف وينام ولا يصلي حتى يستيقظ لان

نیند غالب ہوجاوی تو مکروہ ہی کہ اونگہتا ہوا نماز پڑہی بلکہ اوسکو لوٹنا چاہیی کہ جاکر سورہی اور نماز نہ پڑہی جبتک ہوشیار ہو کیونکہ

في الصلوة مع النوم تهاونا وغفلة وترك التدبر ثم انه ان نام في القعدة كلها فانه اذا انتبه يفترض

اونگہتی ہوئی نماز پڑہنی مین اہانت اور غفلت اور ترک تدبیر ہی پہر اگر مصلی تمام قعدہ مین سوتا رہا تو جب ہوشیار ہوا اوسپر فرض ہی

عليه ان يقعد قدر التشهد وان لم يقعد تفسد صلوته لان ما حصل من افعال الصلوة حالة

کہ تشہد کی مقدار بیٹہا رہی اور اگر اتنی قدر قعود نہین کریگا تو اوسکی نماز فاسد ہوجائیگی اسواسطی کہ جتنی ارکان نماز کی نیند کی حالت مین

النوم لا تعتبر لصدورها بلا اختيار فيكون وجودها كعدمها وهذه المسئلة يكثر وقوعها لا سيما

ہوئی ہین اونکا کچہہ اعتبار نہین ہی کیونکہ بی اختیار عمل مین آئی ہین تو اونکا ہونا نہونا برابر ہی اور یہہ مسئلہ اکثر واقع ہوتا ہی خاص کر

في ليالي الصيف والناس عنها غافلون ثم اختلف المشائخ في مقدار القراءة فقال بعضهم يقرا

گرمی کی راتو نمین اور لوگ اس مسئلہ سی غافل ہین پہر مشائخ مین اختلاف ہی مقدار قرارت مین سو بعضی یہہ کہتی ہین

في كل شفع مقدار ما يقرا في المغرب يعني انه يقرا من قصار المفصل وهي من سورة لم يكن الذين كفروا

کہ ہر شفع مین اتنا پڑہی جتنا مغرب کی نماز مین پڑہتی ہین مراد یہہ ہی کہ قصار مفصل مینسی اور وہ سورہ لم یکن سی

الى اخر القران لان التطوع اخف من المكتوبة فيعتبر باخف المكتوبات وهي المغرب وهذا القول

آخر قرآن تک ہی اسواسطی کہ نفل فرایض کی نسبت خفیف ہوتی ہین سو اب فرایض مین سی خفیف کا اعتبار ہوگا سوئی مغرب ہی اور یہہ قول

لیس بصحیح لان بهذا القدر لا یحصل الختم والختم فیها مرة واحدة سنة ولا یترك لكسل الجماعة
صحیح نہیں ہی اس لئی کہ اتنی قراءت سی ختم قرآن نہیں ہوسکتا اور ایک دفعہ ختم کرنا مسنون ہی جماعت والون کی کسالت کی مارا ترک نہ کرین
حتی لو قرء الامام بعض القران فی سائر الصلوٰت لئلا یمل الجماعة من طول القراءة فی التراویح یکون
یہان تک کہ اگر امام نی کچھہ کچھہ قرآن تمام نمازون مین اسلئی پڑھا کہ جماعت والی تراویح کی اندر طول قراءت سی ملول نہون
له ثواب الصلوٰة ولا یکون لهم ثواب الختم وقیل الافضل فی زماننا ان یقرء الامام علی حسب
تو اونکو نماز کا ثواب ہوگا ختم کا ثواب نہیں ہوگا اور کہتی ہین کہ ہماری زمانہ مین یہہ افضل ہی کہ امام جماعت کی
حال الجماعة من الرغبة والنفرة فیقرء قدر ما لا یوجب التنفیر عن الجماعة لان تکثیر الجماعة
حال کی موافق رغبت اور نفرت کی لحاظ سی پڑھا کری سو اسقدر پڑھی جسمین جماعت سی نفرت نکرین اسواسطی کہ جماعت کا زیادہ ہونا
افضل من تطویل القراءة لکن لا یقتصر بعد الفاتحة علی اٰیة قصیرة او اٰیتین قصیرتین
تطویل قراءت سی بہتر ہی پہر بہی بعد فاتحہ کی ایک یا دو آیتون چہوٹی چہوٹی پر اقتصار نکری
لان قراءة ثلث اٰیات او اٰیة طویلة مع الفاتحة واجبة وذکر فی التجنیس ان بعض الناس اعتادوا
اسواسطی کہ تین آیت چہوٹی یا ایک آیت دراز ہمراہ فاتحہ کی پڑہنی واجب ہی اور تجنیس مین مذکور ہی کہ بعضی لوگونکی عادت ہی
قراءة سورة الفیل الی اٰخر القران مرتین وهو حسن فی هذا الزمان اذ روی عن بعض المشائخ
کہ سورۂ فیل سی آخر قرآن تک دو بار پڑہتی ہین اس زمانہ مین یہہ بہت خوب ہی اسواسطی کہ بعضی مشایخ سی روایت ہی
علی ما ذکر فی فتاوی قاضیخان ان لم یکن عارفا باهل زمانه فهو جاهل لان اکثر الناس فی هذا الزمان
چنانچہ فتاوی قاضیخان مین مذکور ہی کہ جو شخص اپنی عہد کی لوگون کا حال نہ پہچانی تو وہ جاہل ہی اسلئی کہ اس زمانہ کی اکثر لوگون کی
طبایعهم جامدة صعبة الانقیاد ان یروا سبیل الرشد لا یتخذوه سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوه
طبیعتین ایسی بستہ ہین کہ مطیع ہونا دشوار ہی اگر دیکہین راہ ہدایت کی تو وہ نہ ٹہراوین راہ اور اگر دیکہین راہ الٹی ٹہراوین اوسکو
سبیلا فانهم قد جعلوا التراویح عادة لا عبادة یتقرب بها الی الله تعالی علی ما شرطه رسول الله عم
راہ سو ان لوگون نی تراویح کو عادت کرلی ہی عبادت نہین جانتی جسمین قرب الٰہی ہو جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی
فیها من القراءة وغیرها فیتخذون صلوتها خلف امام لا یتم الرکوع والسجود والقومة والجلسة
تراویح مین قراءت وغیرہ کی شرطین کی ہی سو ایسی امام کی پیچہی نماز شروع کرتی ہین جو نہ رکوع پورا کری اور نہ سجدہ پورا کری اور نہ قومہ اور نہ جلسہ
ولا یرتل القران کما امر الله به بل هو من غایة السرعة یقع فی اللحن الجلی بترك بعض حروف الکلمة او
اور نہ جیسی حکم الٰہی ہی قرآن ترتیل کی ساتہہ پڑہی بلکہ وہ جلدی کا مارا صاف راگنی مین پڑہنی لگتا ہی بعضی کلمات کی حرف یا حرکات رہ جاتی ہین
حرکاتها وقد ذکر فی البزازیة ان اللحن حرام بلا خلاف وذکر فی الفتاوی ان الامام اذا کان لحانا لا باس
اور بزازیہ مین مذکور ہی کہ راگنی مین قرآن کا پڑہنا بالاتفاق حرام ہی اور فتاوی مین مذکور ہی کہ امام اگر راگنی مین پڑہتا ہو تو اگر کوئی شخص
للرجل ان یترك مسجده ویتحول الی مسجد اٰخر فانه لا یاثم بذلك لانه قصد الصلوٰة خلف تقی
اوس مسجد کو چہوڑکر اور مسجد مین جانی لگی تو کچہہ مضائقہ نہین اس سی گنہگار نہین ہوتا اسواسطی کہ یہہ شخص پرہیزگار کی پیچہی نماز پڑہنا چاہتا ہی
وقد قال النبی علیه السلام من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی من الانبیاء وفیه اشارة
اور نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ جسنی نماز عالم پرہیزگار کی پیچہی پڑہی تو گویا نبیون مین سی کسی نبی کی پیچہی پڑہی اسمین یہہ اشارہ ہی
الی انه لو ترك مسجده بلا عذر یکون اٰثما فکیف یکون حال الذین یترکون مسجدهم بلا عذر ویسرعون
کہ اگر کوئی بلا عذر اپنی مسجد مین جانا چہوڑدی تو گنہگار رہوتا ہی اب ادنکا کیا حال ہوگا جو اپنی مسجد کو بلا عذر چہوڑدیتی ہین اور جلدی سی

الى مسجد يكون فيه انواع من الانغام والالحان ويطلبون اماما لا يتم الركوع والسجود ولا يرتل القران
ایسی مسجد میں جاتی ہیں جہاں طرح طرح کی راگ ہوتی ہیں اور ایسا امام تلاش کرتی ہیں جو نہ رکوع تمام کرتا اور نہ سجدہ پورا کرتا اور نہ قرآن کو ترتیل سے پڑھتا ہو

بل ربما ينكرون على من يتم الركوع والسجود ويرتل القران وينفرون عنه ويكونون من الذين اتخذوا
بلکہ بعضی وقت ایسی امام پر اعتراض کرتی ہیں جو رکوع اور سجدہ پورا کرتا اور قرآن کو اچھی طرح پڑھتا اور اوس سی نفرت کرتی ہیں پھر وہ اون لوگوں میں ہیں جنہوں نی اپنی

دينهم لعبا ولهوا وغرتهم الحيوة الدنيا وهم عن الاخرة غفلون فان من صلى التراويح بترك القومة
دین کو ہنسی کھیل ٹھہرایا اور فریب کہایا دنیا کی زندگی کا اور وہ آخرت سی غافل ہیں بیشک جسنی تراویح ایسی طور پر پڑھیں کہ نہ قومہ پورا کیا

والجلسة والطمانية المقدرة بمقدار تسبيحة فيهما يكون عاصيا مستحقا للعذاب بالنار لان هذه
اور نہ جلسہ کیا اور نہ اون میں ایک تسبیح کی برابر طمانیت کی تو گنہگار ہوتا ہی اور مستحق آگ کی عذاب کا کیونکہ یہہ

الاشياء فرض عند ابي يوسف والشافعي حتى تبطل الصلوة بتركها وواجب عند ابي حنيفة ومحمد في
سب چیزیں امام ابو یوسف اور شافعی کی نزدیک فرض ہیں انکی ترک سی نماز باطل ہو جاتی ہی اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی نزدیک ایک روایت میں

رواية حتى يجب اعادة الصلوة بتركها وفي رواية اخرى سنة وعلى هذه الرواية يكون تاركها مستحقا
واجب ہیں یہاں تک کہ انکی ترک سی اعادہ نماز کا واجب ہی اور ایک اور روایت میں سنت ہیں اور اس روایت کی موافق انکا تارک عتاب کا مستحق ہوتا ہی

للعتاب وحرمان الشفاعة فيكون من الذين ضل سعيهم في الحيوة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون
اور شفاعت سی محروم پھر اون لوگوں میں ہی جنکی دوڑ بہتک رہی ہی دنیا کی زندگانی میں اور وہ سمجھتی ہیں کہ خوب بناتی ہیں

صنعا ومن الذين بدا لهم من الله ما لم يكونوا يحتسبون وهذا هو الخسران المبين والغبن العظيم ثم
کام اور اون لوگوں میں سی کہ نظر آیا اونکو اللہ کی طرف سی جو خیال نہ رکھتی تھی اور یہہ صاف ٹوٹا اور بڑا ہی خسارہ کا ہی پہر

ان ههنا نكتة لا بد من التنبيه عليها حتى يتنبه من كان فيه انصاف وميل الى الحق وهي ان التراويح عشرون
یہاں ایک نکتہ ہی اوسکا بیان بہی ضروری ہی تاکہ جسمیں انصاف اور حق کی طرف رغبت ہی پند پذیر ہو وہ نکتہ یہہ ہی کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں

ركعة وفي كل ركعة قومة وجلسة وطمانيتهما وفي ترك كل منهما ذنب فلو تركت طمانية احدهما يكون
اور ہر ہر رکعت میں ایک قومہ اور ایک جلسہ ہی اور دو نوں میں اطمینان اور دونوں میں سی ہر ایک کا ترک کرنا گناہ ہی پس اگر ایک کی طمانیت ترک ہوئی

عدد الذنوب عشرين ولو تركت طمانيتهما يصير عدد الذنوب اربعين ولو تركت انفسهما ايضا يصير
تو گنتی میں بیس گناہ ہوئی اور اگر دونوں کی طمانینت ترک ہوئی تو گنتی میں چالیس گناہ ہوئی اور اگر وہ دونو خود بہی ترک ہوئی تو

مجموع الذنوب ثمانين واذا ضم اليه معصية الاظهار يصير مجموعها مائة وستين ذنبا واذا ضم
تمام گناہ اسی ہو جاوینگی اور اگر اسکی ساتھ معصیت ظاہر کرنی کی ملائیں تو تمام گناہ ایک سو ساٹھ ہو جاوینگی اور اگر اسکی ساتھ

اليه عدم الاعادة الواجبة يصير المجموع مائة وثمانين ذنبا مع ان ترك هذه المذكورات يكون سببا
اعادہ نکرنا جو واجب تھا ملایا جاوی تو سب ملکر ایک سو اسی گناہ ہو جاوینگی باوجودیکہ ان مذکورات کی ترک کرنی سی جو ذکر انتقالات کی اندر

لاتيان الاذكار المشروعة في الانتقالات بعد تمام الانتقال وفي اتيان الاذكار المشروعة في الانتقالات
مشروع ہیں وہ سب ذکر بعد تمامی انتقالات کی ہو جاتی ہیں اور جو ذکر انتقالات کی اندر مشروع ہیں اونکو

بعد تمام الانتقال كراهتان تركها عن موضعها وتحصيلها في غير موضعها فيقع في كل ركعة اربع مكروهات
بعد تمامی انتقال کی لانی میں دو کراہتیں ہیں ایک تو اپنی مقام سی ٹلا دینا اور غیر جگہ رکہدینا اب ہر ہر رکعت میں چار چار مکروہ ہونگی

فيلزم منه ترك اربع سنن فان من ترك القومة او الطمانينة فيها يقع سمع الله لمن حمده والتكبير حين الانخفاض
اور اس سی ترک کرنا چار سنتوں کا لازم آتا ہی کیونکہ جسنی قومہ یا قومہ کی اندر طمانینت کو ترک کیا تو سمع اللہ لمن حمدہ اور اللہ اکبر جہکتی ہوئی کہنی میں آویگی

بل یقع التکبیر بعد السجدة والسنة ان یقع سمع الله لمن حمده حین رفع الراس من الرکوع والتکبیر حین الانخفاض وکذا
بلکہ الله اکبر بعد سجدہ کی کہنی میں آویگا اور طریق مسنون یہہ ہی کہ سمع الله لمن حمدہ رکوع سی سر اوٹھاتی ہوئی کہی اور الله اکبر سجدہ کی طرف جھکتی ہوئی کہی اور ایسی ہی
اذا ترک الجلسة او الطمانینة فیها یقع بعض التکبیر الاول حین الانخفاض بل یقع بعض التکبیر الثانی بعد السجود والسنة ان یاتی
اگر جلسہ کو ترک کریگا یا جلسہ میں طمانیت کو ترک کریگا تو کچھہ لفظ پہلی تکبیر کا جھکتی ہوئی کہنی میں آویگا بلکہ کچھہ لفظ دوسری تکبیر کی سجدہ کی جگہ کہنی میں آوینگی اور طریق مسنون یہہ ہی کہ
التکبیر الاول حین الرفع والثانی حین الانخفاض فیصیر عدد المکروهات فی جمیع الرکعات ثمانین فیلزم منه ترک ثمانین سنة فاذا ضم
کہ پہلی تکبیر سجدہ سی اوٹھتی ہوئی کہی اور دوسری تکبیر جھکتی ہوئی سو اب مکروہات کی گنتی تمام رکعتوں میں اسی ہوجاویگی اور اس سی اسی سنتیں چھوٹ جاتی ہیں اور جب ان کو ملا دیں
الی ذلک اظهار کل منهما فان اظهار المکروه مکروه ایضا یصیر المجموع مائة وستین مکروها وماتة وستین ترک سنة وهو بعد من العقلاء
اظہار میں شامل کریں کیونکہ مکروہات کا ظاہر کرنا بھی مکروہ ہی تو تمام مکروہات بھی ایک سو ساٹھہ ہوجاویگی اور ایک سو ساٹھہ سنتیں ترک ہونگی پھر کیا شخص عاقل گنا جاویگا
یفعل فی کل لیلة من لیالی رمضان فی اداء التراویح ماتة وثمانین فقط نعم لو فعل ماتة وستین مکروها ومائة وستین ترک سنة فان فی ترک کل
جو رمضان کی راتوں میں سی ہر رات کو صرف تراویح کی ادا کرتی ہوئی ایک سو اسی تو گناہ کری اور ایک سو ساٹھہ مکروہ کری اور ایک سو ساٹھہ سنت ترک کری کیونکہ ہر سنت کی ترک
سنة عتابا وحرمان الشفاعة فهل یرضی العاقل ان یجعل نفسه محروما من شفاعة رسول رب
کرنیمیں عتاب ہوتا ہی اور شفاعت سی محرومی پھر مرد عاقل کب پسند کرتا ہی کہ اپنی تئیں رسول رب العالمین کی شفاعت سی محروم کری
العالمین التی یرجوها ویطلبها کل الخلائق حتی الانبیاء والاولیاء والصالحین نسال الله تعالی ان لا
جسکی تمام خلق الله امید اور تلاش رکھتی ہی یہاں تک کہ انبیا اور اولیا اور صلحاء ہم الله سی چاہتی ہیں کہ ہمکو
یجعلنا من المحرومین

المجلس التاسع والعشرون فی بیان فضیلة تاخیر السحور وتعجیل الافطار

محروم نکری
اونتیسویں مجلس میں بیان سحر کہانی میں تاخیر اور فطر میں تعجیل کی فضیلت کا

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تسحروا فان فی السحور برکة هذا الحدیث من صحاح
رسول الله صلی الله علیه وسلم نی فرمایا سحر کہایا کرو کیونکہ سحر میں برکت ہی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح
المصابیح رواه انس والمحفوظ فیه عند اصحاب الحدیث فتح السین فی السحور وهو اسم لما یوکل فی وقت
حدیثوں میں ہی انس کی روایت کی اور اس حدیث میں محدثین کی نزدیک سحور کی لفظ میں سین کا زبر محفوظ ہی اور یہہ طعام کا نام ہی جو سحر کی وقت کہاتی ہیں
السحر الذی هو آخر اللیل ای سدسه الاخیر فیحتاج الی مضاف محذوف تقدیره ان فی اکل السحور برکة
اور سحر آخر شب یعنی چہٹا حصہ پچھلا سو اس کلام میں ایک مضاف محذوف ہی واقع میں یوں ہی کہ سحور کہانی میں برکت ہی
لان البرکة لیست فیما یوکل من الطعام بل فی استعمال السنة ویجوز فیه ضم السین فعلی هذا یکون مصدرا
کیونکہ برکت طعام میں جو کہایا جاتا ہی نہیں ہی بلکہ سنت کی استعمال میں ہی اور اس لفظ میں سین کا پیش بھی جایز ہی اسکی موافق سحور صیغہ مصدر کا ہی
فلا یحتاج الی تقدیر المضاف والمعنی ان فی الاکل وقت السحر برکة والمراد بالبرکة ههنا زیادة القوة علی
اب مضاف پیدا کرنی کی کچھہ حاجت نہیں اور معنی یہہ ہیں کہ سحر کی وقت کہانا کہانی میں برکت ہی اور یہاں برکت سی مراد زیادتی قوت روزہ رکہنی کی
اداء الصوم بدلیل قوله علیه السلام استعینوا بقائلة النهار علی قیام اللیل وباکل السحور علی صیام
اس دلیل سی کہ حدیث میں آیا ہی دن کی سونی سی نماز کی لئی رات کی جاگنی پر مدد لیلو اور سحر کہانی سی دن کی روزہ پر
النهار ویجوز ان یراد بها زیادة الثواب فی الآخرة وقوله علیه السلام تسحروا امر واقل مرتبة الاستحباب
اور یہہ بھی جایز ہی کہ برکت سی مراد آخرت میں زیادتی ثواب کی ہو اور حدیث کا لفظ تسحروا امر کا صیغہ ہی اور کم سی کم مرتبہ اسمیں استحباب کا ہی
فیکون السحر وهو الاکل فی وقت السحر مستحبا وقد روی عن عمرو بن العاص انه علیه السلام قال فصل ما بین
اب سحر یعنی سحر کی وقت طعام کہانا مستحب ہوگا اور روایت ہی عمرو بن عاص سی کہ پیغمبر صلی الله علیه وسلم نی فرمایا کہ ہماری روزہ میں

صيامنا وصيام اهل الكتاب اكلة السحر الاكلة بالضمة اللقمة والمعنى ان اللقمة التي تؤكل في وقت
اور اہل کتاب کی روزہ مین فرق سحر کہانی کا ہی اور اکلہ ہمزہ کی پیش سی لقمہ کو کہتی ہین اور معنی حدیث کی یہہ ہین وہ لقمہ جو سحر کی وقت کہایا جاتا ہی
السحر هو الفارق بين صيامنا وصيام اهل الكتاب لان الله تعالى اباح لنا في ليلة الصيام ما حرم عليهم
یہہ ہی فرق ہی ہماری روزی مین اور اہل کتاب کی روزہ مین کیونکہ اللہ تعالی نی ہماری لئی رمضان کی راتون مین مباح کر دیا ہی جو جو اونپر حرام کر دیا تہا
فان بني اسرائيل قبل تغير دينهم وتبدل شريعتهم كانوا ليلة صيامهم اذا ناموا كان الطعام والشراب
کیونکہ بنی اسرائیل اپنی دین کی تغیر اور اپنی شریعت کی تبدیل سی پہلی اگر روزون کی راتون مین سو جاتی تو اونپر کہانا پینا
والجماع حراما عليهم كما كان الحكم كذلك في ابتداء الاسلام ثم نسخ ذلك الحكم ورخص لنا في هذه الاشياء
جماع سبہ حرام ہو جاتا تہا چنانچہ ابتداء اسلام مین بہی یہہ ہی حکم تہا پہر یہہ حکم منسوخ ہوگیا اور جب تک صبح صادق نہو ان اشیا کی ہمکو اجازت ہوگئی
ما لم يطلع الفجر وكان سبب ذلك امران احدهما ما روي عن عمر رض انه جامع امراته بعد النوم ثم ندم على
اور اسکا سبب دو چیز ہوئین ایک تو یہہ جو عمر رضی اللہ عنہ سی روایت ہی کہ انہون نی اپنی بی بی سی سونی کی بعد جماع کیا پہر اس حرکت سی نادم ہوکر
ما فعل واتى النبي عليه السلام واعتذر اليه فنزل قوله أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ وصارت
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئی اور عذر کیا پہر یہہ آیت نازل ہوئی حلال ہوا تمکو روزی کی رات مین بی پردہ ہونا اپنی عورتون سی اور اونکی لغزش
زلته رحمة في حق جميع الامة والثاني ما روي عن قيس بن صرمة انه صام ولم يجد وقت الافطار شيئا
تمام امت کی حق مین رحمت ہوگئی اور دوسری وہ جو قیس بن صرمہ سی روایت ہی کہ اونہی روزہ رکہا پہر افطار کی وقت کچہہ ایسا نہ ملا جس سی روزہ افطار
يفطر به فذهبت امراته في طلب شيء فغلب عليه النوم فنام وجاءت امراته بطعام بعد ما كان الطعام
کرتا پہر اونکی بی بی کچہہ کہانی کی تلاش مین گئی اس عرصہ مین انپر نیند کا غلبہ جو ہوا تو سوگئی اور اونکی بی بی کہانا اوس وقت لائی کہ
عليه حراما فانتبه بعد ما مضى وقت الاكل ولم ياكل شيئا فلما كان نصف النهار من الغد غشي عليه
اونپر حرام ہو چکا تہا پہر ایسی وقت جاگی کہ کہانی کا وقت گذر چکا تہا سو اسنی کچہہ نہ کہایا جب اگلی دن کا دو پہر ہوا تو اونکو غش آگیا
فقال النبي عليه السلام ما لك فقص عليه القصة فنزل قوله تعالى وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ
نبی علیہ السلام نی پوچہا تیرا کیا حال ہی اونی تمام قصہ بیان کیا پہر یہہ آیت اوتری اور کہاؤ اور پیؤ جبتک کہ صاف نظر آوی تمکو دہاری
الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ فانه تعالى لما احل لنا في ليلة الصيام هذه الاشياء بعد النوم رغب النبي عم
سفید جدی دہاری سیاہ سی فجر کی پس اللہ تعالی نی جب یہہ چیزین رمضان کی راتون مین سونی کی بعد حلال کر دین تو نبی علیہ السلام کو
في اكل السحور قال تسحروا فان في السحور بركة وبين انه فصل بين صيامنا وصيام اهل الكتاب وهذا
سحور کی کہانی مین رغبت ہوئی فرمایا سحر کہایا کرو کیونکہ سحور مین برکت ہی اور بیان کیا کہ ہماری روزہ مین اور اہل کتاب کی روزہ مین سحر کا فرق ہی اور اسہی لئی
كان مستحبا ومن كان غير محتاج اليه يستحب له ان ياكل شيئا يسيرا ولو تمرة او تينة او شربة ماء
مستحب ہوگئی اور جسکو سحر کہانی کی حاجت نہو تو اوسکو بہی مستحب ہی کہ کچہہ تہوڑا سا کہا لیا کری اگر چہ ایک چہوارہ ہو یا ایک انجیر یا ایک گہونٹ پانی
عملا بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم واغتناما لبركة السحور ويستحب تاخيره ايضا لما روي انه عم
تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل ہو اور سحور کی برکت غنیمت ہو اور تاخیر سحور کی مستحب ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی
قال ثلث من اخلاق المرسلين تعجيل الافطار وتاخير السحور والسواك فان قيل كيف يكون تاخير السحور
فرمایا کہ تین امر مرسلین کی عادات مین سی ہین افطار مین تعجیل اور سحور مین تاخیر اور مسواک اگر کوئی کہی تاخیر سحور مرسلین کی
من اخلاق المرسلين وهو مخصوص باهل ملتنا فالجواب ان المراد به الاكلة الثانية فانها كانت تجري
اخلاق مین سی کیونکر ہوسکتی ہی حال یہہ ہی کہ سحور صرف اسہی امت کی واسطی ہی تو جواب یہہ ہی کہ سحور سی مراد دوبارہ کہانا ہی کیونکہ یہہ اونکی حق مین قایم

بجری السحور فی حقہم وفی حدیث اٰخر انہ علیہ السلام قال لا یزال امتی بخیر ما اخروا السحور وعجلوا
مقام سحور کی تہا اور ایک اور حدیث میں ہی کہ آپ نی فرمایا کہ میری امت ہمیشہ بہلائی پر رہیگی جبتک سحر میں تاخیر اور افطار میں
الفطر لکن ینبغی ان لا یؤخر علی وجہ یقع الشک فی طلوع الفجر فان من شک فی طلوع الفجر فالافضل لہ
جلدی کرتی رہیگی لیکن لائق یہہ ہی کہ اتنی تاخیر نکری کہ صبح صادق کی کہلنی میں شک پیدا ہوجاوی کیونکہ جسکو صبح صادق میں شک ہو تو اوسکو یہہ ہی افضل ہی
ان یترک الاکل تحرزا عن الوقوع فی المحرم ولو اکل فصومہ تام لان الاصل بقاء اللیل ولا یخرج بالشک وروی
کہ نہ کہاوی ایسا نہو کہ حرام میں واقع ہو جاوی اور اگر اس حال میں کہا لیا تو روزہ پورا ہی اسواسطی کہ اصل تو رات کا باقی رہنا ہی شک سی خارج نہیں ہو
عن ابی حنیفة انہ لو کان فی موضع یتبین لہ الفجر لا یلتفت الی الشک ولو کان فی موضع لا یتبین فیہ
اور ابو حنیفہ سی روایت ہی کہ سحر کہانیوالا اگر ایسی مقام میں ہی جہان فجر منکشف ہوجاتی ہی تو شک کا کچہہ اعتبار نہیں اور اگر ایسی مقام میں ہی جہان فجر ظاہر
الفجر او کانت اللیلة مقمرة او متغیمة او کان ببصرہ علة تکون مسیئا فی الاکل مع الشک لقولہ علیہ السلام
نہیں ہوتی یا وہ رات چاندنی ہو یا کہنا ہو یا یہہ شخص کم سوجہہ ہو تو اب حالت شک میں کہانا اچہا نہیں واسطی ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
دع ما یریبک الی ما لا یریبک وان کان اکبر رأیہ انہ اکل والفجر طالع فالاحتیاط فیہ ان یقضی ذلک
چہوڑ اوسکو جسمیں شک ہی طرف اوسکی جسمیں تجہکو شک نہیں اور اگر اسکی رای میں احتمال غالب یہہ ہو کہ کہانا کہاتی ہوئی صبح صادق ہوگئی تو احتیاط اسمین یہہ ہی
الیوم عملا بغالب الرای لان اکبر الرای کالیقین فیما یبنی علی الاحتیاط وعلی ظاہر الروایة لا قضاء علیہ
غالب احتمال پر عمل کرنی کو اسواسطی کہ احتمال غالب یقین کی مانند ہوتا ہی جہان احتیاط کرنی ہوتی ہی اور ظاہر روایت پر اوسپر قضا نہیں ہی
لان الیقین لا یزول الا بمثلہ والاصل بقاء اللیل ولو ظہر ان الفجر قد کان طالعا یلزمہ القضاء
اسواسطی کہ یقین بدون یقین کی نہیں جاتا اور اصل یہہ ہی کہ رات باقی ہو اور اگر یہہ معلوم ہو جاوی کہ فجر بیشک ہوگئی تہی تو اوسپر قضا لازم ہی
ولا کفارة علیہ لانہ بنی الامر علی الاصل الذی ہو بقاء اللیل ہذا کلہ حکم التسحر واما الافطار
اور کفارہ نہیں ہی اسواسطی کہ بناء اوسی اصل پر ہی کہ رات باقی تہی یہہ سب احکام سحر کی تہی اور رہا افطار
فلیستحب تعجیلہ قبل طلوع النجوم لما روی عن سہل بن سعد انہ علیہ السلام قال لا یزال الناس
سو اوسکی تعجیل مستحب ہی ایسا کہ ستاری نکلنی نہ پاوین اسواسطی کہ سہل بن سعد سی روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ہمیشہ خلقت
بخیر ما عجلوا الفطر یعنی ان الناس ما داموا یحفظون ہذہ الخصلة یکونون علی خیر واذا ترکوہا
بہلائی پر رہیگی جبتک افطار میں تعجیل کرینگی مراد یہہ ہی کہ خلقت جبتک اس طریقہ کو نگاہ رکہینگی تو بہلائی پر رہینگی اور جب اسکو چہوڑینگی
ینقص خیرہم فان السنة ان یعجل الصائم الافطار قبل الصلوٰة اذا تحقق غروب الشمس لان اہل الکتاب
تو اونکی بہلائی میں نقصان آویگا کیونکہ طریق مسنون یہہ ہی کہ روزہ دار افطار میں جلدی کری نماز سی پہلی جبکہ آفتاب کا ڈوبنا معلوم ہوجاوی اسواسطی کہ اہل کتاب
کانوا یؤخرون الافطار الی اشتباک النجوم ثم صار فی ملتنا شعارا لاہل البدعة وسمة لہم وندب
افطار میں اتنی دیر کیا کرتی تہی کہ ستاری خوب روشن ہوجاوین پہر یہہ ہی ہماری امت میں بدعتیوں کی عادت ہوگئی اور طریق ٹہر گیا اور افطار میں تعجیل
تعجیلہ مخالفة لہم وقد روی عن ابی ہریرة انہ علیہ السلام قال قال اللہ تعالیٰ احب عبادی الی اعجلہم
اونکی مخالفت کی لئی مستحب ہی اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی مجہکو محبوب تر وہ بندی ہین جو افطار میں
فطرا فان من کان اکثر تعجیلا فی الافطار فہو احب الی اللہ تعالیٰ لکونہ متمسکا بشریعة نبیہ ومعرضا
جلدی کرتی ہیں سو جو شخص افطار میں جلدی کریگا وہ ہی اللہ تعالیٰ کا زیادہ محبوب ہوگا کیونکہ اوسکی نبی کی شریعت کو خوب پکڑا اور شریعت کی مخالفت
عما یخالفہا مع انہ اذا فطر قبل الصلوٰة یؤدی الصلوٰة عن حضور القلب وطمانینة النفس فمن کان
سی بچنی والا ہی اور یہہ بہی ہی کہ اگر نماز سی پہلی افطار کریگا تو پہر نماز خوب دلکی حضور اور طبیعت کی قرار سی ادا ہوگی پہر ایسا شخص

بهذه الصفة فهو احب الى الله تعالى ممن لم يكن كذلك ويستحب ان يفطر على تمر او ما يقوم مقامه
الله تعالى کا محبوب کیوں نہیں ہوگا بہ نسبت ایسی شخص کی جو ایسا نہو اور لایق ہی کہ چھوہارسی افطار کری یا جو شیرینی مین اوسکی قایم

في الحلاوة كالتين والزبيب وان لم يجده فعلى ماء لما روى عن انس انه عليه السلام كان يفطر قبل
مقام ہو جیسی انجیر یا مویز اور اگر نہ میسر آوی تو پانی اسواسطی کہ انس سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی الله علیه وسلم نماز سی پہلی

الصلوة على رطبات وان لم يكن فتميرات فان لم يكن حسا حسوات من الماء وقال عليه السلام اذا
تازہ چھوہاری سی افطار کرتی اگر نہوتا تو خشک چھوہاری اگر یہہ بھی نہوتا تو کئی گھونٹ پانی اور فرمایا صلی الله علیه وسلم نی جب

افطر احدكم فليفطر على تمر فانه بركة فان لم يجد فليفطر على ماء فانه طهور ويدعوا عند الافطار
کوئی افطار کری تو تمر سی افطار کری کیونکہ یہہ برکت ہی اگر نہ پاوی تو پانی سی افطار کری کیونکہ نہایت پاک ہی اور افطار کی وقت

باهم مهماته فانه من مظان الاجابة كما جاء في الحديث ان للصائم عند افطاره دعوة مستجابة
اپنی بڑی سی بڑی مطلب کی دعا مانگی کیونکہ اوسوقت ظن قبولیت کا ہی چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ روزہ دار کی لئی افطار کی وقت دعا مقبول ہی

وروى عن ابن عباس انه عليه السلام كان اذا افطر قال اللهم لك صمت وبك امنت وعلى رزقك
اور عبد الله بن عباس سی روایت ہی کہ نبی صلی الله علیه وسلم افطار کرتی ہوئی یہہ فرماتی اللهم لک صمت الی آخرہ الٰہی تیری واسطی مین نی روزہ رکہا اور تیری اوپر ایمان لایا

افطرت ووقت الافطار ما روى عن عمر بن الخطاب انه عليه السلام قال اذا اقبل الليل من ههنا
تیری روزی سی کہولا اور وقت افطار کا وہ ہی وقت ہی جو عمر بن الخطاب سی روایت ہی کہ نبی صلی الله علیه وسلم نی فرمایا جب یہاں سی رات سامنی آوی

وادبر النهار من ههنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم فانه عليه السلام اتى باسم الاشارة ههنا في
اور یہاں سی دن چلا جاوی اور آفتاب ڈوب جاوی تو روزہ دار تو افطار کری اس حدیث مین دونو جگہہ لفظ ہہنا اسم اشارہ کا بیان فرمایا ہی

الموضعين واشار بالاول الى جانب المشرق لان ظلمة الليل تظهر اولا من ذلك الجانب والليل عبارة
اول مقام مین اشارہ مشرق کی طرف ہی اسواسطی کہ رات کی تاریکی پہلی اودہی طرف سی ظاہر ہوتی ہی اور رات اوسی

عن ظهور ظلمة الليل من جانب المشرق واشار بالثاني الى جانب المغرب لان ضوء النهار الحاصل
تاریکی کا نام ہی جو مشرق کی طرف سی پیدا ہوتی ہی اور دوسری مقام مین مغرب کی طرف اشارہ فرمایا اسلئی کہ دن کی روشنی جو

من الشمس يذهب الى ذلك الجانب والنهار عبارة عن بقاء الشمس واذا غربت يذهب النهار وعلى
آفتاب سی ہوتی ہی اودہی طرف کو جاتی ہی اور آفتاب کی باقی رہنی کو دن کہتی ہین جب آفتاب ڈوب جاتا ہی تو دن جاتا رہتا ہی

هذا يكون غروب الشمس معلوما من قوله وادبر النهار لان الادبار بمعنى الذهاب ولا حاجة الى قوله
اس حال کی موافق آفتاب کا چہپ جانا تو لفظ ادبر النهار سی معلوم ہوچکا تہا اسواسطی کہ ادبار چلی جانی کو کہتی ہین اب اس لفظ کی

وغربت الشمس لكن اتى به لبيان كمال الغروب حتى لا يظن ان بغروب بعض الشمس يجوز الافطار
وغربت الشمس کیا حاجت تہی لیکن پہر بھی یہہ لفظ واسطی بیان کمال غروب کی فرمایا کوئی یہہ خیال نکری کہ آفتاب کی آدہی تہائی ڈوبنی پر بھی افطار جایز ہی

والمعنى ان غروب الشمس اذا تم وكمل فقد دخل الصائم في وقت الافطار فيجوز له الافطار بل يستحب
مراد یہہ ہی کہ آفتاب کا غروب جب خوب پورا ہوچکی تو روزہ دار کو وقت افطار کا آگیا پہر اوسکو افطار جایز ہی بلکہ تعجیل مستحب ہی

تعجيله لكن في يوم الغيم لا يستحب تعجيله ولا يفطر حتى يغلب على ظنه غروب الشمس وان اذن
لیکن ابر کی دن تعجیل مستحب نہین ہی اور افطار ہرگز نہ کری جبتک کہ اسکی گمان غالب مین آفتاب غروب نہولی اگرچہ مغرب کی

للمغرب وان شك في غروب الشمس لا يحل له الافطار لان الاصل بقاء النهار ولو افطر فعليه القضاء
اذان ہوچکی اور اگر آفتاب کی غروب مین شک ہو تو افطار حلال نہین ہی اسواسطی کہ اصل دن کا باقی رہنا ہی اور اگر افطار کریگا تو اوسپر قضا ہی

مابيها

لاسیما اذا افطر واکبر رایه انه افطر قبل الغروب یجب علیه القضاء عملا بالاصل الذی هو بقاء
خاص ایسی وقت کہ افطار کری اور اوسکی رای مین احتمال غالب ہو کہ غروب سی پہلی افطار کیا تو اوسپر قضا واجب ہی تاکہ اصل پر ہوجاوی کردہ دن کا
النهار بخلاف ما تقدم فی اکل السحور لان الاصل فیه بقاء اللیل ولو تبین ان الشمس لم تغرب ینبغی ان
باقی رہنا ہی بخلاف گذشتہ کی جو سحور کی حال مین گذرا کیونکہ وہان اصل رات کا باقی رہنا ہی اور اگر ظاہر ہوجاوی کہ آفتاب نہین چھپا تو لایق ہی کہ
یجب الکفارة نظرا الی الاصل الذی هو بقاء النهار وکل من افطر خطأ او بنی علی ظن یفسد صومه
بلحاظ اوس اصل کی جو دنکا باقی رہنا ہی کفارہ واجب ہوجاوی اور جسنی روزہ چوک کر یا گمان سی افطار کیا تو روزہ فاسد ہوجاتا ہی
ویلزمه امساك بقیة یومه ویجب علیه القضاء ولا یجب علیه الکفارة ولا یاثم اما فساد صومه
اور باقی دن بھر امساک لازم ہوتا ہی اور قضا اوسپر واجب ہی اور اوسپر کفارہ نہین آتا اور نہ گنہگار ہوتا ہی روزہ تو اسلئی فاسد
فلانتفاء رکنه بغلط یمکن الاحتراز عنه واما لزوم امساك بقیة یومه فلقضاء حق الوقت بالقدر
کہ غلطی سی اوسکا رکن فوت ہوا جس سی احتراز ہوسکتا تہا اور امساک باقی دن کا اسلئی لازم ہی کہ وقت کا حق جتنا ہوسکی ادا کرنا چاہی
الممکن ولنفی التهمة عن نفسه لانه اذا اکل ولا عذر به یصیر متهما عند الناس بالفسق والتحرز
اور تاکہ ذمہ پر تہمت نرہی اسلئی کہ اگر بی عذر کہاوی پیویگا تو خلقت کی نزدیک فسق کی تہمت لگی گی اور تہمت کی جگہ سی
عن مواضع التهم واجب لقوله علیه السلام من کان یؤمن بالله والیوم الاخر فلا یقفن مواقف التهم
بچتی رہنا واجب ہی واسطی ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو شخص اللہ پر اور قیامت کی دن پر ایمان لایا ہو تو تہمت کی جگہ ہرگز نہ کہڑا ہو
واما وجوب القضاء فلانه حق مضمون بالمثل شرعا فاذا فات یجب قضاءه واما عدم وجوب الکفارة
اور قضا اسواسطی واجب ہی کہ روزہ ایک حق ہی شرع مین اوسکا بدلہ لیا ہی جاتا ہی اگر وہ فوت ہوا تو قضا واجب ہی اور کفارہ اسواسطی واجب نہین ہی
فلکون الجنایة قاصرة غیر کاملة لعدم القصد واذا لم یوجد القصد ینتفی الاثم ایضا لما روی عن
کہ خطا کمتر ہی پوری نہین کیونکہ بلا قصد صادر ہوگئی ہی اور جب قصد نہین ہوتا تو گناہ بہی نہین ہوتا اسواسطی کہ روایت ہی
عمر انه کان جالسا مع اصحابه فی رحبة مسجد الکوفة عند غروب الشمس فی رمضان فاتی کاس
عمر سی کہ وہ اپنی یارون کی ہمراہ مسجد کوفہ کی صحن مین رمضان مین شام کی وقت بیٹھی تہی سو کوئی شخص
من اللبن فشرب هو واصحابه فامر المؤذن ان یؤذن فلما صعد المؤذن المئذنة رای الشمس فقال
پیالہ دودہ کا لایا پہر عمر نی اور اونکی اصحاب نی پیا پہر مؤذن کو اذان کا حکم دیا جب مؤذن مینذنہ پر چڑہا تو دیکہتا کیا ہی کہ آفتاب موجود ہی بولا
الشمس یا امیر المؤمنین فقال له عمر بعثناك داعیا لا راعیا ما تجانفنا لاثم نقضی یوما مکانه
یا امیر المؤمنین آفتاب ہی عمر نی جواب دیا تجہکو اذان پڑہنی کو بہیجا ہی یا آفتاب دیکہنی کو ہمنی گناہ کی طرف رغبت نہین کی ایکدن اسکی بدلی
فقضاء یوم علینا یسیر فان هذا الحدیث یدل علی لزوم القضاء وعدم لزوم الکفارة والاثم
قضا کردینگی چہر ایکدن کی قضا آسان ہی بیشک اس حدیث سی معلوم ہوتا ہی کہ قضا لازم ہی کفارہ اور گناہ کچہ نہین ہی
لان قوله ما تجانفنا لاثم معناه لم نمل الی الاثم وما تعمدنا فی ذلك ارتکاب المعصیة وکذا کل من
اسواسطی کہ اونکا قول ما تجانفنا لاثم اسکی معنی یہہ ہین کہ ہمنی گناہ کی رغبت نہین کی اور ہمنی اس افطار مین عزم معصیت کا نہین کیا اور ایسی ہی جو شخص
کان اهلا للصوم فی اثناء النهار ولم یکن فی اوله کذلك یلزم امساك بقیة یومه کما اذا اسلم الکافر
آخر روز مین روزہ کا اہل ہو اور اول روز مین روزہ کا اہل نہو تو اوسکو امساک باقی دن کا لازم ہی جیسی کہ آخر روز مین کافر مسلمان
وبلغ الصبی وافاق المجنون وقدم المسافر وبرئ المریض وطهرت الحائض والنفساء فان کل واحد منهم
یا بچہ بالغ یا دیوانہ ہوشیار یا مسافر مقیم یا بیمار چنگا یا حیض نفاس والی عورت پاک ہوجاوی تو ہر یک کو اون مین سی

يلزمه امساك بقية يومه تشبها بالصائمين والاصل في هذا ان من كان في اثناء النهار على صفة

باقی روز کا امساک روزہ داروں کی طرح لازم ہی اور قاعدہ اسمین یہہ ہی کہ جو شخص درمیانہ روز ایسے حال پر ہو

لو كان عليها في اوله يلزمه الصوم فعليه الامساك ومن لم يكن كذلك لا يجب عليه الامساك

کہ اگر اول روز مین ایسا ہوتا تو اوسپر روزہ واجب ہوتا تو ایسی شخص پر امساک لازم ہی اور جو ایسا نہو تو اوسپر امساک واجب نہین ہی

كمن كان مريضا او مسافرا او حائضا او نفساء فان الامساك لا يجب عليهم لتحقق المانع عنه وهو قيام

جیسی کوئی بیمار ہو یا مسافر ہو یا عورت حیض یا نفاس والی ہو ان لوگون پر امساک واجب نہین ہی اسواسطی کہ روزہ کا مانع موجود ہی یعنی

هذه الاعذار فيهم فانها كما تمنع عن الصوم تمنع عن التشبه اما في الحائض والنفساء فلان الصوم عليهما

اونمین یہہ عذرات باقی ہین ان لوگون پر جیسی روزہ نہین ہی ایسا ہی روزہ دارونکی مشابہت بہی نہین حایضہ اور نفاس والی عورت کو تو اسلئی کہ اوسپر روزہ

حرام والتشبه بالحرام حرام واما المريض والمسافر فلان الرخصة في حقهما باعتبار الحرج ولو الزمناهما

حرام ہی اور حرام کی ساتہہ مشابہت بہی حرام ہی اور مریض اور مسافر کو اسلئی کہ انکی حق مین باعتبار حرج کی اجازت ہی اور اگر ان پر مشابہت لازم کرین

التشبه عاد الحرج ثم الحائض تاكل سرا لا جهرا وكذا كل من ابيح له الافطار ياكل سرا لا جهرا الا ان يكون

تو وہی حرج کا حرج موجود ہی پہر حایضہ عورت پوشیدہ کہاوی ظاہر نکہاوی اور ایسی ہی جس جس کو افطار کرنا مباح ہی پوشیدہ کہاوی ظاہر نکہاوی مگر جسکا

العذر ظاهرا كالمرض والسفر والنفاس لانه اذا اكل ولم يكن العذر ظاهرا يصير عند الناس متهما بالفسق

عذر ظاہر معلوم ہو وہ ظاہر کہاوی جیسی بیماری اور سفر اور نفاس اسواسطی کہ اگر یہہ کہاویگا اور عذر ظاہر نہین ہوگا تو خلقت کی نزدیک فسق کی تہمت

الذي هو اكل رمضان والاحتراز عن مواضع التهم واجب كما مر ثم ينبغي ان يعلم ان المريض نوعان نوع

لگی کی یعنی رمضان مین دن کو کہاتا ہی اور تہمت کی جگہ سی احتراز کرنا واجب ہی چنانچہ گذر چکا پہر جاننی کی بات ہی کہ بیمار دو طرحکا ہوتا ہی ایک تو ایسا

لا يضره الصوم بل ينفعه ونوع يضره الصوم وهذا هو الذي يبيح الافطار لان الرخصة لا تتعلق بنفس

جسکو روزہ ضرر نہین کرتا بلکہ فائدہ کرتا ہی اور ایک ایسا کہ روزہ ضرر کرتا ہی ایسی بیمار کو روزہ افطار کرنا مباح ہی اسواسطی کہ اجازت افطار کی مطلق نفس

المرض بل بوجود المشقة فلا بد من معرفته وطريق معرفته قد يكون باجتهاد المريض بان يعلم بنفسه

مرض سی نہین ہی بلکہ مشقت کا ہونا چاہئی اب مشقت کو سمجہنا چاہئی اور طریقہ اوسکی پہچان کا بعضی دفعہ بیمار کی سمجہہ پر ہی کہ وہ اپنی آپ تجربہ سی

بالتجربة انه ان صام يزداد المه ووجعه بالصوم وقد يكون باخبار طبيب حاذق مسلم عدل

جان لی کہ اگر مین روزہ رکہونگا تو روزہ رکہنی سی میرا دکہہ اور مرض بڑہ جاویگا اور بعضی دفعہ طبیب کی کہنی پر موقوف ہی لیکن طبیب دانا مسلمان عادل ہو

لا فاسق لان خبر الفاسق في الديانات مردود غير مقبول بخلاف السفر فان الرخصة يتعلق بنفسه

فاسق نہو اسواسطی کہ فاسق کی خبر دیانات مین مقبول نہین ہی مردود ہی بخلاف سفر کی کیونکہ سفر مین اجازت صرف سفر ہی سی متعلق ہی

لانه لا يخلو عن المشقة فاقيم مقامها وادير الحكم عليه المجلس الثلثون في بيان غائلة من افطر

کیونکہ سفر مشقت سی کبہی خالی نہین ہوتا سو سفر کو قایم مقام مشقت کی ٹہرا کر حکم لگادیا تیسوین مجلس سزا کی بیان مین اوس شخص کی جو ایکدن رمضان کا بی

يوما من رمضان فيما يجب فيه الكفارة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من افطر

روزہ توڑ دی جسمین کفارہ واجب ہوتا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جسنی رمضان کا ایک روزہ

يوما من رمضان من غير رخصة ولا مرض لم يقض عنه صوم الدهر كله هذا الحديث من حسان

بی اجازت شرعی اور بیدون بیماری کی توڑ ڈالا تو اوسکا عوض تمام عمر کی روزی نہین ہو سکتی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین

المصابيح رواه ابو هريرة وهو وارد على طريق الانذار والتخويف بما يلحقه من الاثم ويفوته من الاجر

ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اور یہہ حدیث برسبیل ڈرانی اور خوف دلانی کی وارد ہوئی ہی کہ روزہ توڑنی مین کتنا گناہ ہی اور کتنا ثواب جاتا رہتا ہی

فانه لا يجد فضيلة الصوم المفروض بصوم الدهر كله نافلة وليس معناه انه لو صام الدهر كله بنية قضاء
کیونکہ فضیلت فرض روزہ کی ساری عمر کی نفل روزوں سی نہیں حاصل ہوتی اور یہہ مراد نہیں ہی کہ اگر تمام عمر رمضان کی ایک روزہ کی بدلہ
يوم من رمضان لا يسقط قضاء ذلك فان الاجماع على انه يجزيه قضاء يوم مكانه لما مع الكفارة
قضاء کی نیت سی روزے رکہا کری تو اوسکی ذمہ سی قضاء اوس دن کی ساقط نہیں ہوتی کیونکہ سبکا اتفاق ہوچکاہی کہ اوسکی بدلہ ایک دن کی قضا کافی ہی یا تو ہمراہ
ان كان افطاره بما يوجب الكفارة بما هو غذاء او دواء او بغير الكفارة ان كان افطاره بما لا يوجب الكفارة
کفارہ کی اگر اوسنی افطار ایسی چیز سی کیا جسمین کفارہ واجب ہوتا ہی جیسی غذا و دواء یا بغیر کفارہ کی اگر ایسی چیز سی افطار کیا جسمین کفارہ واجب نہین ہوتا
مما ليس غذاء ولا دواء من المفسدات للصوم فعلى هذا فالدخان الذي ظهر في هذا الزمان من قبل الكفرة
جیسی نہ غذا ہو اور نہ دوا روزہ فاسد کرنیوالی چیزوں مین سی اس بیان پر دہوان یعنی حقہ جو اس زمانہ مین کفار کی طرف سی
العدوة لاهل الايمان وابتلى به كافة الانام من الخواص والعوام هل يفسد الصوم ام لا فالجواب فيه ان قول
جو اہل ایمان کی دشمن ہین پیدا ہوا ہی اور اسمین تمام خلقت خاص وعام مبتلا ہورہی ہین آیا روزہ فاسد کرتا ہی یا نہیں سو اسکا جواب یہہ ہی کہ
الفقهاء في عامة الكتب وان كان نصا على ان مطلق الدخان اذا دخل الحلق لا يفسد الصوم لكنهم قالوا في تعليله
فقہاء کا صریح قول عام کتابوں مین اگرچہ یہہ ہی کہ مطلق دہوان اگر حلق مین داخل ہوجاوی تو روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن اوسکی علت یہہ بیان کی ہی
لانه لا يمكن الاحتراز عنه فان الصائم لا يجد بدا من فتح فمه عند التكلم فيدخل الدخان حلقه والقياس
کہ روزہ اسواسطی فاسد نہیں ہوتا کہ دہوئین سی بچاؤ نہیں ہوسکتا کیونکہ روزہ دار کو اسکا کیا علاج کہ بات کرنی مین منہہ کہولی اور دہوان حلق مین پہنچ جاوی اور قیاس
ان يفسد صومه لوصول المفطر الى جوفه بفعله وكونه مما لا يتغذى لا ينافي الفساد كالتراب والحصاة وهذا
مین یہہ آتا ہی کہ روزہ جاتا رہی اسواسطی کہ مفطر پیٹ مین اوسکی اختیار سی گیا اور غذا نہونا فساد کی منافی نہیں ہی جیسی مٹی اور کنکر سی روزہ فاسد ہوجاتا ہی اور یہہ
التعليل يقتضي ان يكون ذلك الدخان مفسدا للصوم لانه يصل الى جوفه بفعله ويدل عليه ما في قاضيخان
تعلیل چاہتی ہی کہ حقہ کا دہوان روزہ توڑنیوالا ہو کیونکہ یہہ دہوان اختیار سی پیٹ مین جاتا ہی اور قول قاضیخان کا فتوی مین اسپر دلالت کرتا ہی
في فتاواه وان صب الماء في اذنه اختلفوا فيه والصحيح انه هو الفساد لانه وصل الى جوفه بفعله فانظر
اور اگر اوسکی کان مین پانی ڈالیں تو اسمین اختلاف ہی صحیح یہہ ہی کہ روزہ جاتا رہتا ہی اسواسطی کہ اسکی اختیار سی اندر جاتا ہی اب دیکہو تو
كيف اعتبر الوصول الى جوفه بفعله في فساد صومه فانه لو اغتسل فدخل الماء في اذنه لا يفسد صومه فعلم
اختیار سی اندر جانی کا روزہ ٹوٹنی مین کیسی اعتبار کیا ہی کیونکہ اگر نہاتی ہوئی پانی کان مین چلا جاوی تو روزہ نہیں ٹوٹتا اس سی معلوم ہوا
من هذا ان لفعله دخلا في فساد صومه بل لو نظر الى ما ادعاه مستعملوه من انه دواء يلزم ان يجب الكفارة
کہ روزہ ٹوٹنی مین اختیار کو دخل ہی بلکہ اگر حقہ نوشونکی دعوی کو خیال کرو کہ حقہ دوا ہی تو لازم آتا ہی کہ کفارہ ہی واجب ہو
لان الاصل في وجوبها وصول الغذاء او الدواء الى الجوف من المسلك المعتاد في نهار رمضان على وجه التعمد
اسواسطی کہ قاعدہ کفارہ واجب ہونیکا یہہ ہی کہ غذا یا دوا اندر کیطرف عادت کی راہ سی رمضان مین دن کو قصدا داخل ہو
وهذا المعنى على تقدير صدق دعواهم يكون موجودا فيه ثم انه في غير حال الصوم حل استعماله ام لا قد كثر
اور یہہ امر اگر اونکا دعوی سچا ہی تو حقہ مین موجود ہی پہر یہہ بات کہ حقہ خالی دنوں مین بی روزہ کیا پینا حلال ہی یا نہیں تو
فيه الاقاويل والحق الذي عليه التعويل ان الفعل الاختياري الصادر عن المكلف ان لم يترتب عليه فائدة
اسمین بہت گفتگو ہی اور حق بات جسپر اعتماد ہی یہہ ہی کہ اختیاری کام جو مکلف کی قصد سی صادر ہو تو اگر اوسمین کوئی فائدہ دین کا
دينية او دنيويه فهو داير بين العبث واللعب واللهو ولم يفرق بين هذه الثلثة في كتب اللغة ولا بد من الفرق
یا دنیا کا نہو تو وہ کام یا عبث یا لعب اور لہو ہوتا ہی اور لغت کی کتابوں کی اندر اسمین کچہہ فرق نہیں لکہا اور فرق ضرور چاہیئی

للعطف بعضها علی بعض فی القرآن وهو علی ما ذکره بعض الفحول وکان حقیقا بالقبول ان العبث الفعل الذی
اسواسطے کہ قرآن میں ایک کو ایک پر عطف کیا ہے اور وہ فرق موافق بیان بعض علماء کی جو لائق قبول کرنے کی ہے یہ ہے کہ عبث وہ کام ہوتا ہے

لیس فیه لذة ولا فائدة واما الذی فیه لذة بلا فائدة فهو لعب ومثله اللهو الا ان فیه زیادة حظ النفس
جسمیں نہ کچھ لذت اور نہ کوئی فائدہ اور جس کام میں لذت ہو پر بیفائدہ وہ لعب ہوتا ہے اور ایسی ہی لہو ہے پر لہو میں حظ نفس زیادہ ہوتا ہے

بحیث یشتغل به عما یهمها والکل حرام لانها لم تذکر فی القرآن الا علی طریق الذم فلما علم حرمة اللعب واللهو
اسقدر کہ اوسکی شغل میں اوسکی ضرورت کو بھول جاتا ہے اور یہ سب حرام ہیں اسواسطے کہ قرآن میں جہاں انکا ذکر ہے سو ہجو کی طور پر ہے جب لعب اور لہو

والعبث علم حرمة استعمال ذلك الدخان لدخوله اما فی اللعب واللهو او فی العبث بل هو بالعبث انسب
اور عبث کی حرمت معلوم ہوئی تو حرمت حقہ پینے کی بھی معلوم ہوئی کیونکہ حقہ یا تو لعب ہوگا یا لہو ہوگا یا عبث ہوگا بلکہ حقہ کو عبث سی زیادہ مناسبت ہی

لخلوه عن اللذة التی فی اللعب واللهو اللهم الا ان یستلذه نفوس بعض المستعملین له بتسویل شیطانی فیدخل
کیونکہ لذت سے خالی ہے جو لعب اور لہو میں معتبر ہے ہاں شاید بعضی حقہ نوشوں کو شیطانی آراستگی سی لذت حاصل ہوگی سوئی اب

فی اللعب او اللهو لکن لا یکون فیه شیء من الفائدة اصلا لا من الفائدة الدینیة وهو ظاهر ولا من الفائدة
لعب اور لہو میں داخل ہوگا لیکن حقہ میں کوئی فائدہ ہرگز نہیں ہے نہ تو دین کا یہ تو ظاہر ہے اور نہ کوئی فائدہ

الدنیویة لانه لا یصلح لشیء من الغذاء او الدواء اصلا بل هو مضر لاطباق الاطباء علی ان مطلق الدخان
دنیا کا کیونکہ نہ اسمیں ہرگز امکان غذا کا ہے نہ دوا کا بلکہ وہ ضرر رساں ہے کیونکہ تمام طبیب اسپر متفق ہیں کہ مطلق دہواں

مضر قال ابن سینا لولا الدخان والقتام لعاش ابن آدم الف عام وقال جالینوس اجتنبوا ثلثة وعلیکم باربعة
ضرر کرتا ہے شیخ ابن سینا کہتا ہے اگر دہواں اور غبار نہوتا تو ابن آدم ہزار برس جیا کرتا اور جالینوس کہتا ہے تین چیزسی بچا چاہئے اور چار چیز کا استعمال چاہئے

ولا حاجة لکم الی الطبیب اجتنبوا الدخان والغبار والنتن وعلیکم بالدسم والحلوی والطیب والحمام
پھر طبیب کی کچھ حاجت نہیں بچتی رہو دہوئیں اور غبار اور بدبو سی اور استعمال کیا کرو چکنائی اور مٹھائی اور خوشبو اور حمام

وذکر فی القانون ان جمیع اصناف الدخان مجفف بجوهره الارضی وفیه ناریة یسیرة قال بعض الفضلاء
اور قانون میں مذکور ہے کہ دہوئیں کی تمام قسمیں باعتبار اپنی جوہر ارضی کی مجفف ہیں اور اسمیں کچھ ناریت ہوتی ہے بعضی فاضل کہتی ہیں

فاذا کان مجففا یکون مجففا للرطوبات البدنیة فیؤدی الی حصول امراض کثیرة فلا یجوز استعماله لوجوب
جب دہواں مجفف ہوا تو بدن کی رطوبت کو خشک کریگا پھر اس سی بہت سی بیماریاں پیدا ہونگی تو اسکا برتنا جایز نہیں ہے اسلیے کہ

صیانة النفس عن لحوق الضرر وقد ذکر فی نصاب الاحتساب ان استعمال المضر حرام فان قیل بعض الاطباء
ضرر سی جان کا بچانا واجب ہے اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہے کہ مضر کا استعمال کرنا حرام ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ بعضے اطباء

قد یعالجون بعض الامراض ببعض اصناف الدخان ویشاهد نفعه فکیف یصح المنع عن استعمال جمیع اصنافه
طبیب بعضی بیماریوں کا علاج بعضی قسم کی دہوئیں سی کرتی ہیں پھر اوسکا فائدہ ظاہر معلوم ہوتا ہے تمام قسم کی دہوئیں سی ممانعت کرنی کیونکر صحیح ہے

فالجواب انهم یعالجون به لحظة یسیرة لا علی الدوام حتی یحصل ما ذکر من التجفیف فان قیل ما ذکر من التجفیف
تو جواب یہ ہے کہ طبیب دہوئیں سی تہوڑی دیر کی واسطے علاج کرتی ہیں ہمیشہ کی واسطے نہیں کرتی تاکہ خشکی پیدا ہو پھر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ خشکی جو

لا یضر فی البلغمی لکثرة رطوباته وانتفاعه بتجفیفها فما وجه المنع فالجواب ان حد الانتفاع به مجهول لا بد
کبھی موسو بلغمی مزاج کو ضرر نہیں کرتی کیونکہ بلغمی میں رطوبت بہت ہوتی ہے اور خشکی سی بلغمی کو فائدہ ہوتا ہے پھر منع کیونکر ہے تو جواب یہ ہے کہ حد جس تک فائدہ ہو نامعلوم ہے

فی معرفة ذلك من طبیب حاذق [illegible] لعدد الذی [illegible] فلا [illegible]
اسکے دریافت کی واسطے حاذق طبیب چاہیئے جو آدمی کی مزاجوں سی واقف ہو اور اوس مقدار کو جانے جسمیں نفع ہوتا ہو [illegible] تو عمل کرنا ہرگز جایز نہیں ہے

اصلا لوقوع التردد بین السلامة وعدمها فان العدول ممن کانوا استعملوه قد اختلفوا فیه فمنهم
اسواسطی کہ سلامتی اور عدم سلامتی میں شک ہی کیونکہ منصف عاقل حقہ نوشوں کو اسمیں اختلاف ہی بعضی تو نہیں سی
من یقول بضرره ومنهم من یقول بعدم ضرره ومنهم من یشك فیه لکن الفریق الاغلب الذی جانب الحق
ضرر کی قائل ہیں اور بعضی کہتی ہیں ضرر نہیں ہی اور بعضوں کو ضرر میں شک ہی لیکن اکثر اشخاص کہ حق بات اونکی طرف
الیه اقرب یقول انه فی ابتدائه یجد شدة قوة فی الجسم وحدة فی البصر وهضما فی الطعام ونشاطا فی الاعضاء
قریبتر معلوم ہوتی تھا یہہ کہتی ہیں کہ حقہ پہلی تو جسم میں قوت پیدا کرتا ہی اور نگاہ میں تیزی اور کہانی کا ہضم اور اعضا میں سرور
فاذا حصلت المداومة یورث غشاوة فی البصر وثقلا فی الاعضاء وامساکا فی الهاضمة وضعفا فی البدن
پہر جب مداومت ہوجاتی ہی تو بینائی پر پردہ ڈالتا ہی اور اعضاء میں گرانی اور ہاضمہ میں امساک اور بدن میں سستی
وذلك لانه کما قال الاطباء مجفف مع نوع حرارة فیفعل فی ابتدائه ما ذکره اولا وفی انتهائه ما ذکره ثانیا علی انه
اور یہہ اسلئی کہ جیسا طبیب کہتی ہیں کہ وہ ہوا خشکی کرتا ہی کچہہ حرارت سی سو ئی پہلی پہلی وہ ہی اثر کرتا ہی جو پہلی بیان کیا اور آخر کو وہ کرتا ہی جو پہر بیان کیا علاوہ یہہ ہی
لو تحقق نفعه فبعد النفع یمنع من استعماله لانه حم یکون دواء ولا یجوز استعمال الدواء بعد زوال المرض لانه اذا
اگر فائدہ ثابت بہی ہو تو بعد فائدہ کی استعمال کی ممانعت اسلئی ہی کہ حقہ اب دوا ہوا اور دوا کا استعمال بیاری جاتی کی بعد جائز نہیں ہی کیونکہ دوا
لم یجد مرضا یزیله یاخذ من البدن فیؤدی الی الضرر وما یؤدی الی الضرر یمنع من استعماله وان کان فیه
اگر بیماری کو نہیں پاتی کہ جسکو دفع کری تو پہر بدن میں اثر کرتی ہی پہر اوس سی ضرر ہوتا ہی اور جس چیز میں ضرر ہوتا ہو اوسکا استعمال کرنا منع ہی اگرچہ اوسمیں
نفع الا تری ان الخمر المحرمة بالنص قد اخبر القران بنفعها کما قال الله تعالی یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ
فائدہ بہی ہو کیا معلوم نہیں کہ شراب جو صریح آیت سی حرام ہی قرآن میں اوسکی فائدہ کی خبر مذکور ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی تجہسی پوچہتی ہیں حکم شراب اور جوئی کا
قُلْ فِیْهِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ لکن جانب النفع اذا قابله جانب الضرر یحمی جانب الضرر حتی قال الفقهاء
تو کہہ انمیں گناہ بڑا ہی اور فائدی بہی ہیں لوگوں کو لیکن نفع کی جانب سی اگر ضرر کی جانب مقابل ہوجاتی ہی تو ضرر کی جانب ملحوظ ہوتی ہی یہاں تک کہ فقہا کہتی ہیں
لو کان فی شیء وجوه شتی توجب الحل والجواز ووجه واحد یوجب الحرمة وعدم الجواز یرجح جانب الحرمة
اگر ایک چیز میں کئی وجوہ ہوں جس سی حلت اور جواز لازم آتا ہو اور ایک وجہ ایسی ہو جس سی حرمت اور عدم جواز لازم آتا ہو تو اب واسطی احتیاط کی
احتیاطا فان قیل ان المستعملین له یدعون انهم یجدون عقیب استعماله خفة فی البدن فکیف یصح القول
حرمت کی جانب کو غالب کہینگی اگر کوئی اعتراض کری کہ حقہ نوش دعوی کرتی ہیں کہ حقہ پینی کی بعد بدن میں خفت پیدا ہوتی ہی پہر کیونکر کہتی ہو
بعدم النفع فیه فالجواب علی ما ذکره بعض المتناولین لتجربة نفعه وضرره ان المستعملین له یحصل لهم
اسمیں فائدہ نہیں ہی پس جواب موافق بیان بعضی حقہ نوشوں کی جنہوں نی اوسکی نفع ضرر کا تجربہ کیا تہا یہہ ہی کہ حقہ نوشوں کو حقہ پینی ہوئی
حال استعماله الم شدید فعند فراغهم عنه ینجون من ذلك الالم ویحصل لهم راحة فیظن هؤلاء المساکین
میں سخت الم ہوتا ہی جب وہ پی چکتی ہیں تو تب اوس الم سی نجات ہوتی ہی اور ایک طرح کی راحت ملتی ہی سو یہہ بیچاری یہہ جانتی ہیں
ان تلك الراحة حصلت من استعماله ولا یدرون انها انما حصلت من خلاصهم عن استعماله ثم ان
کہ یہہ راحت حقہ پینی سی حاصل ہوئی ہی یہہ نہیں سمجہتی کہ یہہ راحت حقہ موقوف کرنی سی ہوئی ہی پہر
ثانی معرفة حرمة الاشیاء واباحتها وجها حسنا یرجع الی الاصول وهو ان الحق فی الاشیاء قبل البعثة
دوسری بات واسطی دریافت اشیاء کی حرمت اور اباحت کی ایک خوب وجہ ہی اصول سی متعلق ہی وہ یہہ ہی کہ حق یوں ہی کہ بعثت سی پہلی
ان لا یکون فیها حکم وبعد البعثة اختلف العلماء فیها علی ثلثة اقوال الاول انها متصفة بالحرمة الا
اشیاء میں کوئی حکم حلت اور حرمت کا نہیں تہا اور بعثت کی بعد علماء کی تین قول اختلافی ہیں اول یہہ کہ تمام اشیاء حرام مگر

مادل دلیل الشرع علی اباحته والثانی انها متصفة بالاباحة الامادل دلیل الشرع علی حرمته والثالث
جسکو دلیل شرعی نی مباح کردیا اور دوسرا قول تمام اشیاء مباح مگر جسکو دلیل شرعی نی حرام کردیا اور تیسرا قول
وهو الصحیح ان یکون فیها تفصیل وهو ان المضار متصفة بالحرمة بمعنی ان الاصل فیها الحرمة وان المنافع
جو صحیح ہی کہ اشیاء مین تفصیل ہی کہ تمام اشیاء ضرر رسان تو حرام یعنی اصل اونمین حرمت ہی اور اشیاء نفع مند
متصفة بالاباحة لقوله تعالی هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا فانه تعالی ذکره فی معرض الامتنان
مباح ہین واسطی اس آیت کی وہی ہی جسنی بنایا تمہاری واسطی جو کچھ زمین میں ہی سب کیونکہ اللہ تعالی نی یہہ آیت منت دہی کی جگہ پر نازل فرمائی کہ
ولا یکون الامتنان الا بالمنافع المباح فکانه قیل هو الذی خلق لاجل نفعکم جمیع ما فی الارض من المنافع لتنتفعوا
اور منت دہی بدون منفعت مباح کی نہین ہوسکتی گویا یہہ مطلب ہوا کہ اللہ تعالی وہ ہی جسنی تمہاری فائدہ کی واسطی تمام منفعت کی چیزین جو زمین میں ہین پیدا کین
بها وعلی هذا القول الثالث الصحیح یخرج حکم هذا الدخان ایضا فانه لو کان نافعا لکان الاصل فیه الاباحة
تاکہ اوس سی منفعت لو اسی تیسری قول سی جو صحیح ہی حقہ کا حکم بہی نکلتا ہی بیشک حقہ اگر مفید ہوتا تو البتہ اصل مین مباح ہوتا
لکن قد ثبت باخبار الحذاق من الاطباء انه مضر ولو فی الاجل فیکون الاصل فیه الحرمة بل لو وقع فیه الشك
لیکن حاذق طبیبوں کی خبر دینی سی ثابت ہوچکا ہی کہ حقہ مضر ہوتا ہی اگرچہ انجام مین پہر اصل حقہ مین حرمت ہی بلکہ اگر ضرر کرنی مین شک ہوتا
لغلب جانب الحرمة کما هو القاعدة الشرعیة فانه علیه السلام قال الحلال بیّن والحرام بیّن وبینهما مشتبهات
تو بہی حرمت کی جانب غالب ہوتی چنانچہ یہی قاعدہ شرعی ہی کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا حلال ظاہر ہی اور حرام ظاہر ہی ان دونوں کی بیچ مین مشتبہات ہین
لا یعلمهن کثیر من الناس فمن اتقی الشبهات فقد استبرأ لدینه وعرضه ومن وقع فی الشبهات وقع
جنکو اکثر آدمی نہین جانتی پہر جو شخص شبہات سی بچتا رہا تو اوسنی اپنا دین اور آبرو بچالی اور جو شبہات مین کہس گیا تو حرام مین واقع ہوا
فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشك ان یقع فیه واختلف العلماء فی حکم هذه الشبهات فذهب بعضهم
جیسی چوپایہ بیڑ کی گرد چرتا چرتا بیڑ کی اندر کہس جاتا ہی اور علماء نی اختلاف کیا ہی ان مشتبہات کی حکم مین بعضی تو
الی حرمتها لانه علیه السلام قد اخبر فی هذا الحدیث بان من ترك ما اشتبه علیه حکمه ولم ینکشف
اوسکی حرمت کی قائل ہوئی ہین اسواسطی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی اس حدیث مین فرمایا ہی جس شخص نی ترک کیا ایسی چیز کو جسکا حکم اوسکو معلوم نہوا اور اوسکا حال
امره یکون دینه سالما مما یفسده او ینقصه ونفسه ناجیا مما یعیبه ویلام علیه ومن لم یترکه بل فعل یقع
نکہلا ہو تو اوسکا دین مفسدات اور نقصان سی بچا اور اوسکی جان عیب سی اور ملامت سی بچی اور جس نی ترک نکیا بلکہ عمل مین لایا
فی الحرام وهذا الدخان مما اشتبه علیه حکمه ولم ینکشف حقیقة امره فمن ترکه ولم یستعمله یکون دینه
تو حرام مین پہنسا اور حقہ کا بہی حکم صاف معلوم نہین ہے اور اوسکا حال کہلا ہوا نہین ہی پہر جسنی اوسکو ترک کیا نہ پیا تو اوسکا دین
سالما من الفساد والنقصان ناجیا من العیب واللوم بین الانام ومن لم یترکه بل استعمله یقع فی الحرام وذهب
فساد اور نقصان سی بچا ہوا ہی خلقت کی طرف سی نہ اوسکو کچہ عیب ہی نہ ملامت اور جسنی ترک نکیا بلکہ پیا حرام مین پہنسا اور
بعضهم الی کراهتها لما جاء فی حدیث اخر انه علیه السلام قال الامور ثلثة امر تبین لك رشده فاتبعه وامر تبین
بعضی علماء مشتبہات کی کراہت کی قائل ہوئی ہین اسواسطی کہ اور حدیث مین آیا ہی کہ آپ نی فرمایا تین چیزین ہین ایک وہ جسکی خوبی تجہکو معلوم ہوگئی اوسکی پیروی کر
لك غیه فاجتنبه وامر اختلف فیه فدع ما یریبك الی ما لا یریبك ولا شك ان امر الدخان مما ارتاب واوقع فی الاضطراب
عیب جسکو معلوم ہوگیا تو اوس سی پرہیز کر ایک وہ ہی جسمین اختلاف ہی سو اب چہوڑ مشکوک کو طرف غیر مشکوک کی اور شک نہین کہ حقہ کا حال ایسا ہی جسمین شک اور اضطراب واقع
واقل مراتبه الکراهة ولا یظن انه ینتهی الی درجة الاباحة بتعلل کثیر ممن یتعاطاه انه نافع لکل داء واهم
اوسکا مرتبہ کم سی کم کراہت کا ہی یہہ خیال میں نہین آتا کہ اباحت کی درجہ کو پہنچ جاوی اکثر حقہ نوشوں کی علت بیان کرنی سی کہ حقہ ہر مرض کی دوا ہی

وجدوا في استعماله دواء لامراضهم لان ذلك من تلبيس ابليس عليهم وتزيينه لهم حتى يتولد من تكاثفه في
يعنی اوسکو پی کر اپنی بیماریونسی شفا پانی اسواسطی کہ اونپر یہہ شیطانی دہوکہا اورابلیس کی آراستگی رہی ہوئی ہی تاکہ دہوان جمتی جمتی آخر کو
عاقبة امره داء لادواء فان تكراره يسود ما يقابله فيتولد منه الحرارة فيكون في عاقبة امره داء لا دواء ثم يلزم
ایسی بیماری پیدا ہو جسکی کچہہ دوا نہین ہی کیونکہ حقہ کا بار بار پینا سامنی کی جگہہ کو سیاہ کر دیتا ہی پہر اوس سی گرمی پیدا ہوتی ہی پہر آخر کو ایسا مرض ہو جاتا ہی
على دعواهم ان يكون الناس كلهم مرضى وان يكون مرضهم في جميع الفصول الاربعة من نوع واحد وان يكون
جسکی دوا نہین ہی پہر انکی دعوی کی موافق یہہ لازم آتا ہی کہ تمام آدمی بیمار ہون اور اونکی بیماری تمام سال چارون فصلون مین ایک ہی قسم کی ہو اور
معالجتهم فيها بشئ واحد على كيفية واحدة وبطلانه غير خفي على احد من العقلاء ثم فيه اضاعة المال
اونکا علاج بہی ایک ہی دوا سی ایک ہی طریقہ پر ہو اور اسکا بطلان ہر ایک عاقل پر ظاہر ہی پہر اسمین مال کا تلف کرنا ہی
لانه يشترى بثمن غال فيدخل في الاسراف المحرم مع نتن ريحه واذيته بشامة الذين لا يستعملونه وقد
کیونکہ مہنگی دام سی خریدتا ہی اب اسراف مین جو حرام ہی داخل ہوا اور اوسمین بدبو کہ اون لوگون کی دماغ کو جو نہین پیتی ہین بہت تکلیف دیتی ہی اور
روي انه عليه السلام قال كل موذ في النار وقال الكناسي الرائحة المنتنة تحرق الخياشيم وتصل الى الدماغ
روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ایذا دینی والی سب دوزخی ہین اور کناسی کہتا ہی بدبو ناک کی نتہنون کو جلا دیتی ہی اور دماغ مین جاکر
وتؤذي الانسان ولذلك قال النبي صلى الله عليه وسلم من اكل من هذه الشجرة فلا يقرب مسجدنا يؤذينا بريحه والمراد من هذه
آدمی کو ایذا دیتی ہی اسی واسطی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جس نی اس درخت مین سی کہایا ہو تو ہماری مسجد کی پاس نہ آوی کہ ہمکو اوسکی بو ایذا دیوی اور حضور کی
الشجرة كل ماله رائحة كريهة يتاذى منها الانسان بدليل تعليله عليه السلام والمعنى ان من اكل شيئا ماله
علت بیان فرمانی سی ثابت ہی کہ مراد اس درخت سی وہ ہی جسمین ایسی بدبو موجود ہو کہ اوس سی انسانکو تکلیف ہو اور مراد یہہ ہی کہ جو شخص ایسی چیز کہاوی
رائحة كريهة يتاذى منها الانسان فلا يقربن مسجدنا لانه يؤذينا برائحة الكريهة وقد ثبت في صحيح مسلم
جسمین بدبو ہو کہ انسان کو اوس سی ایذا ہوتی ہو تو ہماری مسجد کی پاس ہرگز نہ آوی اسلئی کہ ہمکو بدبو سی ایذا دیگا اور صحیح مسلم مین ثابت ہو چکا ہی
انه عليه السلام كان اذا وجد من رجل في المسجد ريح البصل والثوم امر به فاخرج الى البقيع ولهذا قال الفقهاء
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی شخص مین مسجد کی اندر بوی پیاز یا لہسن کی پاتی تو بقیع کی طرف نکلوا دیتی اسی واسطی فقہا کہتی ہین
كل من وجد فيه رائحة كريهة يتاذى بها الانسان يلزم اخراجه من المسجد ولو بجره من يده ورجله دون
جسمین ایسی بدبو آتی ہو کہ اوس سی انسان کو تکلیف ہووی تو اوسکا مسجد سی نکالدینا لازم ہی اگرچہ ہاتہہ سی اور پانوسی کہینچکر
لحيته وشعر راسه فعلى هذا يلزم اخراج كثير من الائمة والمؤذنين من المسجد في هذا الزمان لوجود رائحة
ڈاڑہی اور سر کی بال پکڑکر نہین اس روایت کی موافق اس زمانہ مین اکثر اماموں اور موذنون کا مسجد مین سی نکالدینا لازم آتا ہی کیونکہ اونمین یہہ ہی
الكريهة فيهم بسبب مداومتهم على استعمال الدخان الكريهة الرائحة بل هم قد يستعملونه في داخل المسجد الجامع
بدبو موجود ہوتی ہی کیونکہ ہمیشہ حقہ پودا سی جاتی ہین بلکہ بعضی دفعہ جامع مسجد کی اندر پیتی ہین
فيكون الكراهة في حقهم اشد واكثر وقد كتب بعض المالكية في الديار الحجازية جوابا عن سوال يتعلق بالدخان
انکی حق مین کراہت بہت سخت اور بد تر ہی اور بعضی علما مالکی مذہب نی ملک حجاز مین ایک سوال کا جو حقہ کی باب مین تہا یہہ جواب لکہا ہی
وهو ان استعمال الدخان حرام كاصله لان اصله الخشبة والنار لكونه اجزاء من الخشب ممزوجة باجزاء
کہ دہوئین کو استعمال کرنا حرام ہی جیسی اوسکی اصل اسواسطی کہ اوسکی اصل لکڑی ہی اور آگ کیونکہ دہوان لکڑی کا جز ہوتا ہی کچہہ آگ ملی ہوئی سو دہوان
من النار فهو من حيث اجزائه النارية التي فيه يحرم استعماله لقوله تعالى اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى
اسلئی کہ اوسمین کچہہ آگ ہوتی ہی استعمال کرنا حرام ہی واسطی قول اللہ تعالی کی جو لوگ کہاتی ہین مال یتیمون کی

مما ابتلي به عامة اهل زماننا ما يشربون في بطونهم نارا فدل النص على حرمة النار فيحرم الدخان الحاصل منها وايضا انه تعالى جعله
ناحق دھوپی کہاتی ہین اپنی پیٹ مین آگ پس یہہ آیت آگ کی حرمت پر دلالت کرتی ہی سو دہوان بہی جو اس سی پیدا ہوتا ہی حرام ہی اور یہہ بہی ہی کہ اللہ تعالی نی
مما يعذب به حيث قال في حق قوم يونس النبي عليه السلام لما امنوا كشفنا عنهم عذاب الخزي في الحيوة الدنيا
دہوین کو عذاب کی چیزون مین مقرر کیا ہی چنانچہ قوم یونس کی حق مین فرماتا ہی جبہ یقین لائی کہول دیا ہمنی اونپر سی ذلت کا عذاب دنیا کی جیتی
فالعذاب الذي كشف عنهم كان دخانا وقال في اية اخرى فارتقب يوم تاتي السماء بدخان مبين يغشى الناس
سو عذاب جو اونسی موقوف ہوا تہا دہوان ہی تہا اور ایک اور آیت مین فرماتا ہی سو تو راہ دیکہ جسدن کہ لاوی آسمان دہوان صریح جو گہیر لی لوگون کو
هذا عذاب اليم والمراد بالدخان المذكور في هذه الاية معناه الحقيقي على قول وعلى هذا القول يكون النظم
یہہ ہی دکہہ کی مار اور مراد دخان سی اس آیت مین ایک قول کی موافق حقیقی معنی ہین اور اس قول کی موافق آیت کی عبارت سی
الكريم صريحا في كون الدخان عذابا اليما وما به التعذيب يحرم استعماله فان الفقهاء قد اتفقوا على وجوب
صاف معلوم ہوتا ہی کہ دہوان دردناک عذاب ہی اور جس چیز سی عذاب واقع ہوتا ہو اوسکا استعمال حرام ہی کیونکہ تمام فقہاء کا اتفاق ہی کہ
الفرار من محل العذاب كبطن محسر فانه على لفظه اسم الفاعل من التحسير اسم واد اهلك الله تعالى فيه
جس جگہ کسی امت کو عذاب ہوا ہو اوس جگہ سی بہاگنا واجب ہی جیسی بطن محسر کیونکہ اسم فاعل کی وزن پر تحسیر سی ہی نام ایک وادی کا ہی جہان اللہ تعالی نی
اصحاب الفيل فاذا وجب الفرار من محل العذاب فوجوب الفرار مما به العذاب اولى ثم ان المستعملين له ترى انهم
اصحاب فیل کو ہلاک کیا تہا پہر جب عذاب کی جگہ سی بہاگنا واجب ہوا تو عذاب کی چیز سی بہاگنا بہت ضرور ہی پہر حقہ پینی والون کو تو دیکہتا ہی
انه يخرج من حلوقهم وانوفهم وفيه تشبيه باهل النار وبالذين يهلكون في اخر الزمان من الاشرار كما جاء في الحديث
کہ دہوان اونکی حلق مین سی اور ناک مین سی نکلتا ہی اور اس حال مین دوزخیون کی موافق اور انکی برابر ہین جو آخر زمانہ مین شریر لوگ ہلاک ہونگی چنانچہ حدیث مین آیا ہی
انه يكون في اخر الزمان دخان يملا الارض يقيم على الناس اربعين يوما اما المؤمن فيصيبه كهيئة الزكام واما
کہ آخر زمانہ مین ایسا دہوان پیدا ہوگا کہ تمام روی زمین کو ڈہانپ لیگا اور چالیس دن تک قایم رہیگا پہر مومن شخص انکو تو ایسا ہوگا جیسی زکام ہوتا ہی اور
الكافر فيخرج من منخريه واذنيه وعينيه حتى يصير راس احدهم كالراس الحنيذ اي المشوي فلا ينبغي للمؤمن
کافر کی دونو نتہنون مین سی اور دونو کانون مین سی اور دونو آنکہون مین سی دہوان نکلیگا ایسا کہ ہر ایک کا سر ایسا ہو جاویگا جیسی سر بہنا ہوا یعنی سخت بریان والا سو مومن کو
ان يتشبه باهل العذاب ولا ان يستعمل ما هو من نوع العذاب ولا هو من ملابسات اهل العذاب وقد كره جميع
نہین چاہیئی کہ عذاب والون کا سا حال بنا لین اور نہ یہہ چاہی کہ عذاب کی چیزون کو استعمال کرین اور نہ عذاب والون کی سی صورت بنا دین اور تمام علماء نی
من العلماء التختم بالحديد والنحاس لما ثبت في الحديث انهما حلية اهل النار وصح على ما ذكره الهلالي في مختصر الاحياء
لوہی اور تانبی کی انگوٹھی برتنی کو مکروہ کیا ہی کیونکہ حدیث سی ثابت ہوچکا ہی کہ لوہا اور تانبا زیور دوزخیون کا ہی اور یہہ موافق بیان ہلالی کی مختصر الاحیاء مین صحیح ہی
انه عليه السلام كان يكره الطعام السخن ويقول ان الله تعالى لم يطعمنا نارا فهذا الدخان اولى بالكراهة لانه مختلط
صحیح ہوا ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گرم کہانی کو مکروہ جانتی اور فرماتی کہ اللہ تعالی نی ہمکو آگ کہانی کو نہین دی سو اب یہہ دہوان کراہت مین زیادہ تر ہی اسواسطی کہ اسمین
باجزاء نارية كما مر فلو لم يكن في استعماله الا تسويد الثياب والابدان وكراهة الرائحة والانتان يكفي زاجرا للعاقل عن
اجزاء ناری ملی ہوئی ہین چنانچہ گذر چکا ہی پہر اگر حقہ پینی مین سوای سیاہی کپڑون اور جسم اور بدبو اور تعفن کی کچہ نہوتا تو بہی عاقل کی واسطی اسی سی روکنی کو کافی تہا
استعماله بل لو لم يكن في استعماله الا احياء سنة الكفار الذين اخرجوه واظهروه في بلاد الاسلام توصلا الى اضرار اهل
بلکہ اگر اسکی پینی مین کچہ نہوتا سوای رواج دینی طریق کفار کی جنہون نی اسکو نکال کر بلاد اسلام مین پہیلایا ہی اہل اسلام کی ضرر رسانی کی لئی
الاسلام لكان باعثا للعاقل على اجتنابه ومانعا عن ارتكابه لكن اكثر اهل الزمان طبايعهم خامدة صعبة
تو بہی عاقل کی لئی باعث اجتناب کا تہا اور اسکی اختیار کرنی سی مانع آتا لیکن اس زمانہ کی لوگون کی طبیعتین ایسی بجہی ہوئی ہین کہ مطیع نہین ہوتین

الانقیاد مائلة دائما الی ما لا یعنیهم ان نصحوا لم یقبلوا وان علموا لم یتعلموا وان فهموا لم یتفهموا

ہمیشہ بیفائدہ امور کی طرف جھکی رہتی ہیں اگر نصیحت کرو تو نہیں مانتی اگر سکھاؤ تو نہیں سیکھتی اگر سمجھاؤ نہیں سمجھتی

وان فهموا اترکوا ما فهموا وهم من الذین ان یروا سبیل الرشد لا یتخذوه سبیلا وان یروا سبیل الغی

اور اگر سمجھیں تو سمجھ کر ترک کریں اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر دیکھیں راہ سنوارنے کی تو نہ ٹھہراویں راہ اور اگر دیکھیں راہ اولٹی

یتخذوه سبیلا نسئل الله تعالی ان یوفقنا بسبیل الرشد ویبعدنا عن سبیل الغی المجلس الحادی والثلثون

اوسکو ٹھہراویں راہ ہم اللہ تعالی سے سوال کرتے ہیں کہ ہمکو نیک رستہ کی توفیق دے اور ہمکو کجی کی راہ سے دور رکھے اکتیسویں مجلس

فی بیان سنة الاعتکاف وطلب لیلة القدر فیه وفضیلته قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

بیان میں سنت ہونے اعتکاف کی اور لیلۃ القدر کی تلاش اور اوسکی فضیلت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انی اعتکفت العشر الاول بطلب هذه اللیلة ثم اعتکفت العشر الاوسط ثم اتیت فقیل لی التمسها فی العشر

میں نے رمضان کی پہلی دہے میں لیلۃ القدر کی تلاش میں اعتکاف کیا پھر بیچ کی دہے میں اعتکاف کیا پھر میں تیار ہوا تو مجھسے کہا کہ لیلۃ القدر کو پچھلی عشرہ

الاواخر فمن کان اعتکف معی فلیعتکف فی العشر الاواخر فقد اریت هذه اللیلة ثم انسیتها هذا الحدیث من صحاح

میں تلاش کرو جنے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو تو وہ پچھلی عشرہ میں پھر اعتکاف کرے میں نے لیلۃ القدر کو بیشک دیکھا پھر مجھے بھلا دی یہ حدیث مصابیح کی

المصابیح رواه ابو سعید الخدری واصله علی ما فی الصحیحین انه علیه السلام اعتکف العشر الاول من

صحیح حدیثوں میں ہے ابو سعید خدری کی روایت سے اور اصل اس حدیث کی جیسے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ہے یوں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی پہلی عشرہ میں

رمضان ثم اعتکف العشر الاوسط فی قبة ترکیة ثم اطلع راسه فقال انی اعتکفت العشر الاول لطلب

اعتکاف کیا پھر بیچ کی دہے میں ترکی خیمہ کی اندر اعتکاف کیا پھر سر مبارک باہر نکال کر فرمایا کہ میں نے پہلی دہے میں اس شب کی تلاش میں اعتکاف کیا

هذه اللیلة الی اخر الحدیث وفیه دلیل علی ان المقصود من شرعیة الاعتکاف طلب لیلة القدر فانها

آخر حدیث تک اور اسمیں یہ دلیل ہے کہ مقصود اعتکاف کی مشروع ہونے سے شب قدر کی تلاش ہے کیونکہ یہ شب موافق مضمون نص

لکونها خیرا من الف شهر بالنص یلزم احیاءها باشرف الاعمال اذ فیه تفریغ القلب عن امور الدنیا وتسلیم

کی ہزار مہینوں سے بہتر ہے تو اوس سب میں نیک اعمال کی شغل میں جاگتے رہنا لازم ہے کیونکہ اسمیں امور دنیا سے دل کا خالی رکھنا

النفس الی المولی والتحصن بحصن حصین وملازمة بیت رب العالمین فیکون کمن احتاج الی عظیم

مولی کو جان کا حوالہ کرنا اور پناہ لینی قلعہ مضبوط سے اور ملازمت پروردگار عالم کی گھر کی ہے پھر یہ ایسا ہے جیسے کوئی ایک تو انگر کا محتاج ہو کر اوسکی

فلازمه حتی قضی مآربه فان قیل اذا کان شرعیة الاعتکاف لطلب لیلة القدر فلم لم یختص باللیل قلنا

دروازے پر بیٹھا تک پڑا رہے کہ اوسکا مطلب روا کردے اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب مشروعیت اعتکاف کی واسطے تلاش لیلۃ القدر کی ہے تو پھر اعتکاف رات سے کیوں خاص نہیں

ان الشافعی قد نص علی کون الاجتهاد فی یومها کالاجتهاد فی لیلتها فی الاستحباب ذکره النووی فی الاذکار

کہ امام شافعی نے صاف کہا ہے کہ سعی دن کی اندر ایسی ہی مستحب ہے جیسی رات کو مستحب ہے یہ نووی نے اذکار میں بیان کیا ہے

وهذا الحدیث یقتضیه ایضا لانه علیه السلام اعتکف العشر الاول من رمضان لطلب تلک اللیلة

اور اس حدیث سے بھی یہی لازم آتا ہے اسواسطے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی پہلی عشرہ میں لیلۃ القدر کی تلاش کی لئے اعتکاف کیا

ثم اعتکف العشر الاوسط فلما اتاه آت من الملئکة فقال انها فی العشر الاواخر لا فی العشر الاول ولا فی

پھر بیچ کی عشرہ میں اعتکاف کیا پھر جب اوسکو پورا کر چکے تو ایک فرشتے نے آکر کہا کہ لیلۃ القدر پچھلی عشرہ میں ہے نہ تو پہلی عشرہ میں ہے اور نہ

العشر الاوسط فعزم علیه السلام علی الاعتکاف فی العشر الاواخر وحث علی اعتکافها فانه صلی الله علیه وسلم کان

بیچ کی عشرہ میں تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھلی عشرہ میں اعتکاف کا عزم کیا اور اور لوگوں کو رغبت دی سو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

يعتكف العشر الاواخر من رمضان حتى يتوفاه الله تعالى ثم اعتكف ازواجه من بعده قال الزهري
رمضان کی پچھلی عشرہ میں ہمیشہ اعتکاف کرتی رہی یہان تک کہ اللہ تعالی نی اونکو وفات دی پہر اونکی بعد ازواج مطہرات کرتی رہیں زہری کہتا ہی
عجبا من الناس كيف يتركون الاعتكاف ورسول الله صلى الله عليه السلام كان يفعل الشيء ويتركه ولم يترك الاعتكاف
لوگونسی تعجب آتا ہی کہ اعتکاف کیسا چھوڑ رکھا ہی اور حال یہہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام کرتی ہی اور چھوڑ بھی دیتی اور اعتکاف کبھی
حتى قبض ثم الاعتكاف في اللغة الاقامة على الشيء وحبس النفس عليه وفي الشريعة الاقامة في المسجد واللبث
اخیر دم تک نہیں چھوڑا پہر اعتکاف کی معنی لغت میں ایک شی پر قایم رہنا اور اوس شی پر نفس کو روکنا اور شریعت میں نیت کی ساتھ مسجد میں دیر تک ٹہری
فيه مع النية اما اللبث فركنه واما المسجد والنية فشرطه والمعنى اللغوي موجود فيه مع زيادة وصف
رہنا درنگ کرنی یعنی ٹہری رہنا تو اعتکاف کا رکن ہی اور مسجد اور نیت اعتکاف کی شرط ہیں اور لغوی معنی بہی شرعی معنون میں زیادتی وصف کی ساتھ
وهو سنة مؤكدة في العشر الاخير من رمضان لانه عليه السلام واظب عليه بعد ما قدم المدينة الى
پائی جاتی ہیں اور اعتکاف سنت مؤکدہ ہی رمضان کی پچھلی عشرہ میں اسواسطی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جبسی مدینہ میں تشریف لائی تو اعتکاف ہمیشہ کرتی رہی
ان توفاه الله تعالى فان قيل المواظبة من غير ترك دليل الوجوب فلم لم يجب الاعتكاف فالجواب انه عليه السلام
یہان تک کہ اللہ نی اونکو وفات دی اگر کوئی اعتراض کری ہمیشگی ایک عمل کی بدون ترک کی وجوب کی دلیل ہوتی ہی پہر اعتکاف واجب کیون نہیں ہوا تو جواب یہہ ہی
كان في حق الواجب بعد المواظبة عليه ينكر على تاركه ولم ينكر على من ترك الاعتكاف فعلم انه ليس بواجب
کہ نبی علیہ السلام عمل واجب کی باب میں بعد مواظبت کی اوس عمل کی تارک کو برا جانتی تہی اور اعتکاف کی تارک پر کبھی انکار نہیں کیا اس سی معلوم ہوا کہ اعتکاف
بل هو سنة مؤكدة على طريق الكفاية في العشر الاخير من رمضان وفي غيره من الازمنة نفل وانما يجب
واجب نہیں ہی بلکہ سنت مؤکدہ رمضان کی پچھلی عشرہ میں بطور کفایہ کی ہی اور رمضان کی پچھلی عشرہ کی سوا اور وقتون میں نفل ہی اور واجب تب ہوتا ہی
بالنذر والتعليق بالشرط واما ما كان بالشروع فهو تطوع ثم ان اقل الواجب يوم حتى لو نذر اعتكاف يوم
کہ نذر مانو یا کسی شرط سی متعلق کرو لیکن جو اعتکاف شروع کرنی سی لازم ہوتا ہی سو وہ تطوع ہی پہر کم سی کم مدت اعتکاف واجب کی ایکدن ہی یہان تک کہ اگر اعتکاف
يدخل المسجد قبل طلوع الفجر ولا يخرج الا بعد غروب الشمس فان قطعه قبل ذلك او افسده يقضيه
ایکدن کا نذر مانا تو مسجد میں صبح صادق سی پہلی داخل ہو اور بعد غروب آفتاب کی مسجد سی نکلی سو اگر غروب آفتاب سی پہلی اعتکاف کو قطع کیا یا فاسد کردیا تو اوسکو
ولو نذر اعتكاف يومين او اكثر يدخل المسجد في ابتداء شروعه قبل غروب الشمس
اور اگر دو دن یا کئی دن کی اعتکاف کی نذر کری تو اعتکاف شروع کرنیکو مسجد میں غروب آفتاب سی پہلی داخل ہو
ولا يخرج عند تمامه الا بعد غروبها ولو مات قبل ان يعتكف يلزمه ان يوصي بان يطعم
اور پورا ہونی کی بعد مسجد سی بعد غروب آفتاب کی نکلی اور اگر اعتکاف کرنی سی پہلی مرجاوی تو لازم ہی کہ وصیت کردی
عنه لكل يوم نصف صاع من الحنطة ولا يصح ما وجب من الاعتكاف الا بالصوم
کہ ہر ہر دن کی بدلہ آدہ آدہا صاع گیہون کا مساکین کو دیدیں اور اعتکاف واجب بدون روزہ کی ادا نہیں ہوتا
حتى لو نذر اعتكاف يوم قد اكل فيه لا يصح نذره ولا يلزمه شيء وكذا
یہان تک کہ اگر کسی نی ایکدن کا اعتکاف نذر مانا کہ اوسمین کہا چکا تہا تو اوسکی نذر صحیح نہیں ہی اور اوسکی ذمہ کچھ لازم نہیں ہی اور ایسی ہی
لو نذر اعتكاف ليلة لا يصح لان الليل ليس محلا للصوم واما النفل فالصوم
اگر رات کی اعتکاف کی نذر کی تو صحیح نہیں ہی اسلئی کہ رات کو روزہ نہیں ہوتا اور اعتکاف نفلی میں ظاہر روایت کی موافق روزہ
ليس شرطا فيه في ظاهر الرواية وهو قولهما ايضا فعلى هذه الرواية ليس لاقله تقدير حتى ان من
شرط نہیں ہی اور صاحبین کا بہی یہی قول ہی اب اس روایت کی موافق کم سی کم مدت اعتکاف کی مقرر نہیں ہی یہان تک کہ جو شخص

دخل

دخل المسجد ونوی الاعتکاف الی ان یخرج یکون معتکفا مادام فیه ویحصل له ثواب المعتکفین فاذا خرج
مسجد میں آوی اور نکلنی تک کی وقت میں اعتکاف کی نیت کری تو معتکف ہوجاویگا جبتک مسجد میں رہیگا اور اوسکو اعتکاف والوں کاسا ثواب ملیگا اور جب
منه ینتهی اعتکافه وروی الحسن عن ابیحنیفة ان الصوم شرط الصحة فعلی هذه الروایة اقله یوم ثم الاعتکاف
مسجد سی نکلیگا تو اوسکا اعتکاف پورا ہوجاویگا اور حسن امام ابوحنیفہ سی روایت کرتا ہی کہ روزہ صحت اعتکاف کی شرط ہی اس روایت کی موافق کم سی کم مدت ایک دن
لا یصح الا فی مسجد الجماعة له امام ومؤذن یصلی فیه الصلوات الخمس بالجماعة لانه عبادة انتظار الصلوة
سوا مسجد جماعت کی جسکا امام اور مؤذن معین ہو اور اوس میں پانچوں نمازیں جماعت سی ہوتی ہوں درست نہیں ہوتا اسواسطی کہ نماز کی انتظاری ہی
فیختص بمکان یصلی فیه ذلک والمرأة تعتکف فی مسجد بیتها ای فی موضع صلوتها فی بیتها ولا یخرج منه
سوا ویسی جگہ ہونا چاہئی جہاں وہ نمازیں ہوتی ہوں اور عورت اپنی گہر کی مسجد میں اعتکاف کری یعنی جس جگہ اپنی گہر میں نماز پڑہتی ہی پہر اوس جگہ سی
اذا اعتکفت فیه ولیس لها ان تعتکف فی غیر موضع صلوتها فی بیتها وان لم یکن فی بیتها موضع الصلوة
اگر اعتکاف کیا تو نہ ٹلی اور عورت کو جایز نہیں ہی کہ اپنی گہر میں سوا نماز کی جگہ کی اور کہیں اعتکاف کری اور اگر اوسکی گہر میں نماز کی جگہ کوئی معین نہو
لا یجوز لها الاعتکاف فیه ولا یخرج المعتکف من المسجد الا لحاجة شرعیة کالجمعة او طبیعیة کالبول و
تو اوسکو گہر میں اعتکاف کرنا جایز نہیں ہی اور معتکف مسجد سی بدون حاجت شرعی کی باہر نہ نکلی جیسی نماز جمعہ یا بدون حاجت طبیعی کی جیسی پیشاب اور
الغائط واذا خرج لبول او غائط لا یمکث فی منزله بعد الفراغ من الطهور ویخرج الی الجمعة حین زوال الشمس
پاخانہ اور اگر واسطی پیشاب یا پاخانہ کی مسجد سی باہر آیا تو طہارت سی فارغ ہو کر گہر میں دیر نہ لگاویگا اور نماز جمعہ کی واسطی آفتاب ڈہلنی کی وقت نکلے
ان کان معتکفا قریبا من الجامع بحیث لو انتظر زوال الشمس لا یفوته الخطبة وان کان تفوته الخطبة
اگر مسجد جامع سی نزدیک معتکف ہوا ایسا کہ اگر آفتاب ڈہلنی کا انتظار کری تو خطبہ نہ فوت ہوجاوی اور اگر جانی کہ خطبہ ہوچکیگا
لا ینتظر زوال الشمس بل یخرج فی وقت یمکنه ان یاتی الجامع ویصلی اربع رکعات قبل الاذان الذی بین یدی
تو آفتاب ڈہلنی کا انتظار نکری بلکہ ایسی وقت روانہ ہو کی مسجد جامع میں جاکر چار رکعتیں نماز کی اوس اذان سی پہلی پڑہ لی جو منبر کی سامنی ہوتی ہی
المنبر وفی روایة ست رکعات رکعتان تحیة المسجد واربع سنة وبعد الجمعة یمکث بقدر ما یصلی اربع
اور ایک روایت یہ ہی کہ چہ رکعتیں پڑہ لی دو رکعت تحیة المسجد کی اور چار سنتیں اور بعد نماز جمعہ کی اتنا ٹہری کہ چار رکعتیں
رکعات او ست رکعات علی حسب اختلاف الاخبار الواردة فی النافلة بعد الجمعة ولا یمکث اکثر من ذلک
یا چہ رکعتیں پڑہ لی موافق اختلاف حدیثوں کی کہ جمعہ کی بعد کی نفلوں میں وارد ہوئی ہیں اور اسقدر سی زیادہ دیر نہ لگاوی
وان مکث لا یضره ولو یوما ولیلة لکن لا یستحب له ذلک ولا یخرج لعیادة المریض ولا لصلوة الجنازة ولا
اور اگر دیر لگاویگا تو کچہ نقصان نہیں ہی اگرچہ ایک دن رات تک لیکن یہ خلاف مستحب ہی اور بیمار پرسی کی واسطی نہ جاوی اور نہ واسطی نماز جنازہ کی جاوی اور نہ
لاداء الشهادة وهذا کله قول ابی حنیفة لان الخروج من المسجد بلا عذر ولو ساعة یفسد الاعتکاف عنده
گواہی دینی جاوی یہ تمام قول امام ابوحنیفہ کا ہی اسواسطی کہ مسجد میں سی بلا عذر نکلنا اگرچہ ایک ساعت کی لئی ہو اونکی نزدیک اعتکاف کو فاسد کردیتا ہی
وهو القیاس لان الخروج ینافی اللبث وما ینافی الشئ یستوی فیه القلیل والکثیر کالاکل فی الصوم والحدث
اور یہی قابل قیاس کی ہی اسواسطی کہ باہر نکلنا اندر ٹہرنی کی خلاف ہی اور جو شی کسی شی کی خلاف ہوتی ہی اسمیں تہوڑا اور بہت سب برابر ہی جیسی روزہ میں کہانا
فی الطهارة وکذا اذا خرج ساعة بعذر المرض یبطل لان الخروج بعذر المرض من حیث انه لا یغلب وقوعه لم یکن
اور وضو میں حدث اور ایسی ہی اگر ایک ساعت کی واسطی بیماری کی عذر سی نکلا تو اعتکاف باطل ہوجاتا ہی اسواسطی کہ بیماری کی عذر سی نکلنا باین اعتبار کہ اکثر وقوع ہی
مستثنی عن الایجاب فصار کانه خرج من غیر عذر الا انه لا یاثم بالخروج بعذر المرض وکذا اذا خرج بغیر عذر
کبہی کبہی ہوتی ہی ایجاب سی مستثنی نہیں ہوا ہی سو ایسا ہوگیا گویا بلا عذر باہر نکل آیا ہاں اتنا ہی کہ بیماری کی عذر سی نکلنی میں گنہگار نہیں ہوتا اور ایسی ہی اگر بلا عذر

ناسيا يبطل اعتكافه وكذا اذا انهدم المسجد وانتقل الى مسجد آخر او اخرجه السلطان كرها او اخرجه
بھولکر نکل آوے تو اعتکاف باطل ہوجاتا ہے اور ایسے ہی اگر مسجد ڈھ جاوی اور معتکف دوسری مسجد میں چلا جاوی یا اوسکو حاکم زبردستی نکال دے یا قرض خواہ نکال دے
الغريم او خرج هو وحبسه الغريم ساعة يبطل اعتكافه وقالا لا يفسد ما لم يخرج اكثر من نصف يوم وهو
یا وہ آپ نکلے اور قرض خواہ ایک ساعت باہر پکڑ رکھے اعتکاف باطل ہوجاتا ہے اور صاحبین کہتے ہیں اعتکاف باطل نہیں ہوتا جبتک آدھے دن سے زیادہ نکلا
اوسع للناس اذ لا بد لهم من الخروج لاقامة حوائجهم فلو لم يبح القليل منه لوقعوا في الحرج ولا حرج في الكثير
اس قول میں لوگوں کو بہت گنجایش ہے کیونکہ واسطے اپنی کاروبار ضروری کے نکلنا پڑتا ہے پس اگر تھوڑی مدت مباح نہووی تو البتہ حرج ہووےگا اور اس زیادہ سے یعنی آدھے
الذي هو اكثر من نصف يوم ويجوز للمعتكف ان ياكل ويشرب وينام ويبيع ويشتري في المسجد من غير
دن سے زیادہ میں کچھ حرج نہیں ہے اور معتکف کو جائز ہے کہ مسجد کے اندر کہاوے اور پیوے اور سووے اور بیچے اور خریدے بغیر لائے اسباب مسجد میں
احضار السلعة فيه قال بعض العلماء المراد به ما لا بد منه كالطعام ونحوه واما اذا اراد ان يتخذه متجرا
نہ لا رکھے بعضے علما کہتے ہیں کہ اس سے مراد ضروری کام ہیں جیسے کہانا وغیرہ اور اگر معتکف چاہے کہ مسجد کو دکان تجارت کی بنالے
يكره له ذلك قال الزيلعي وهذا صحيح لانه منقطع الى الله تعالى فلا ينبغي له ان يشتغل فيه بامور
تو یہ مکروہ ہے زیلعی کہتا ہے کہ یہ قول صحیح ہے کیونکہ خدا کی واسطے الگ ہو بیٹھا ہے تو اب اچھا نہیں ہے کہ مسجد میں امور دنیا میں مشغول ہو
الدنيا ويكره له الصمت والمراد صمت يعتقده عبادة وهو منهي عنه لكونه شريعة منسوخة ويلازم
اور معتکف کو مکروہ ہے چپکی رہنا اور مراد چپکی رہنا عبادت سمجھکر اور یہ ممنوع ہے اس واسطے کہ یہ طریق منسوخ ہے قرآن کی تلاوت
قراءة القران والحديث وعلم الدين وسير النبي وقصص الانبياء وحكايات الصالحين وكتابة امور الدين و
کیا کرے اور حدیث اور علم دین فقہ وغیرہ اور تاریخ نبی اور احوال انبیا کی اور حکایات صالحین کی پڑہا کرے امور دینی لکہا کرے اور بیہودہ
اما التكلم بما ليس بخير فانه مكروه لغير المعتكف في غير المسجد فما ظنك للمعتكف في المسجد ويحرم عليه
گفتگو بیہودہ تو بدون اعتکاف کی مسجد کی باہر بہی مکروہ ہے پہر معتکف کی واسطے مسجد کی اندر تجکو کیا خیال ہے اور معتکف پر
الوطي بقوله تعالى ولا تباشروهن وانتم عاكفون في المساجد وكذا دواعيه كاللمس والقبلة ويبطل الاعتكاف
وطی حرام ہے موافق اس آیت کی اور نہ لگو اونسے جب اعتکاف بیٹھے ہو مسجدوں میں اور ایسے ہی وطی کی سامان جیسے چہونا اور بوسہ لینا اور وطی سے مطلقا اعتکاف
بالوطي مطلقا وبالدواعي ان انزل والا فلا ولو اراد ايجاب الاعتكاف على نفسه ينبغي ان يذكر بلسانه ولا
باطل ہوجاتا ہے اور وطی کی سامان سے اگر انزال ہوگیا تو باطل ہوجاتا ہے اور نہیں تو نہیں باطل ہوتا اور اگر کسی نے اپنی اوپر اعتکاف واجب کرنیکا ارادہ کیا تو چاہیے کہ زبان سے کہے
يكتفي بنية القلب لان النذر عمل اللسان فلا يكون الا به بخلاف النية فانها عمل القلب ولو اعتكف رجل
صرف دل کی نیت پر اکتفا نہ کرے اس واسطے کہ نذر کرنا زبان کا کام ہے سو زبان ہی سے پورا ہوتا ہے بخلاف نیت کی کیونکہ یہ دل ہی کا کام ہے اور اگر کسی شخص نے
من غير ان يوجبه على نفسه ثم خرج لا شيء عليه في ظاهر الرواية المجلس الثاني والثلثون في بيان
بلا وجوب اعتکاف شروع کیا پہر اعتکاف سے خارج ہوا تو ظاہر روایت میں اوسپر کچہہ نہیں آتا بتیسویں مجلس
صدقة الفطر واحكام العيدين وبيان البدع فيه فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم
صدقة الفطر کی بیان اور دو عیدکی احکام میں اور بیان عیدکی بدعتوں کا رسول الله صلی الله علیه وسلم نے زکوة فطر کو
زكوة الفطر طهرة للصائم من اللهو واللغو ايضا فعلى طعمة للمساكين هذا الحديث من حسان المصابيح
فرض کردی روزہ دار کی طہارت کی واسطے لہو اور لغو اور رفث سے اور مسکینوں کی خوراک کی واسطے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے
رواه ابن عباس وهو يدل على وجوب صدقة الفطر لان الفرض في اللغة بمعنى التقدير وفي الشرع بمعنى
ابن عباس کی روایت سے اس حدیث سے صدقہ فطر کا واجب معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ لغت میں معنی فرض کی اندازہ کرنیکی ہیں اور شرع میں ایجاب کی

لا یجاب ولفظ الشارع اذا دار بین المعنی الشرعی والمعنی اللغوی یتعین حملہ علی المعنی الشرعی ما امکن لان
معنی ہیں اور شارع کی کلام اگر درمیان معنون شرعی اور معنون لغوی کی دایر ہوتی ہی تو وہ معنی جہاں تک ہوسکی شرعی معنوں پر حمل کی جاتی ہیں اسواسطی
الغالب من حال النبی علیہ السلام تعریف الاحکام دون اللغات فعلی ھذا یکون للمعنی ان وجوب صدقة الفطر
کہ اکثر اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم احکام شرعی کو بیان فرماتی تھی لغات نہیں بیان کرتی تھی اس تقریر کی موافق معنی حدیث کی یہ ہوئی کہ صدقہ فطر کا
علی الانسان لفائدتین احدھما کونہا کفارة لخطایاہ وتطھیرا لہ مما صدر عنہ فی حال الصوم من اللھو واللغو
انسان پر دو فائدہ کی واسطی واجب ہوا ہی ایک تو کفارہ ہی اوسکی خطاؤں کا اور اوسکی پاکیزگی ہی اوس چیز سے جو روزہ کی حالت میں ہوا ہو لہو اور لغو
الذین لیس فی واحد منھما فائدة دینیة او دنیویة ومن الرفث الذی ھو الکلام القبیح وما یضاھیہ من الفاظ الجماع
جنمیں کوئی فائدہ نہیں ہی نہ تو فائدہ دین کا اور نہ فائدہ دنیا کا اور طہارت ہی رفث سی یعنی کلام بد اور جو اوسکی مانند ہی الفاظ جماع کی
لان الحسنات یذھبن السیئات والثانیة کونہا قوتا للمساکین حتی یکون الفقیر فی ھذا الیوم کالغنی فی
البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو اور دوسرا فائدہ مساکین کی روزی ہی یہاں تک کہ فقیر اوس روز قوت حاصل کر کر غنی کی مانند ہو جاتا ہی
وجدان القوة وعدم الاحتیاج الی السوال لانہ علیہ السلام قال اغنوھم عن المسئلة فی مثل ھذا الیوم واشار
اور حاجت سوال کی نہیں رہتی اسواسطی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا انکو سوال کرنی سی آج کی روز غنی کردو اور یہہ اشارہ ہو
الی ان ھذا الیوم انما یکون عید الفقراء اذا استغنوا فیہ عن السوال بوصول صدقة الاغنیاء الیھم
کہ یہہ دن فقیروں کی حق میں عید جب ہی ہی کہ تو انگروں سی صدقہ لیکر سوال کرنی کی حاجت نرہی
لان الاغنیاء مکلفون بانفاق المال فی سبیل الخیر وسر ذلک التکلیف ان المال محبوب الخلق وھم مامورون
اسواسطی کہ توانگروں کو حکم ہی کہ راہ خیر میں مال خرچ کریں اس حکم میں بھید یہ ہی کہ مال تمام خلقت کو محبوب ہوتا ہی اور انکو محبت الہی کا حکم ہی
بحب اللہ تعالی وقد ادعوا ذلک بنفس الایمان لان قولھم لا الہ الا اللہ معناہ انا قد علمنا واعتقدنا ان
اور وہ بہی صرف ایمان کی رو سی محبت کا دعوی کرتی ہیں اسلیئے کہ اونکا قول لا الہ الا اللہ اسکی یہہ معنی ہیں ہمنی جان لیا اور اعتقاد کیا کہ
لا معبود ولا محبوب الا اللہ فالتزمنا عبادتہ ومحبتہ ولا نعبد ولا نحب الا ایاہ فجعل بذل المال معیارا
اللہ کوئی معبود ہی اور نہ کوئی محبوب ہی سوا اللہ کی سو ہمنی اوسکی عبادت اور محبت اپنی ذمہ پر لی نہ ہم اوسکی سوا کسیکی عبادت کریں نہ کسیکو محبوب رکہیں سو مال کا خرچ کرنا
لحبھم ومصداقا لصدقھم من حیث ان جمیع المحبوبات تبذل فی سبیل المحبوب الذی غلب حبہ فی قلبہم
اونکی محبت کا نشان مقرر ہوا اور اونکی سچی دعوی کی تصدیق ہی اس لحاظ سی کہ تمام محبوب چیزیں ایسی محبوب کی واسطی کہ اوسکی محبت دل میں زیادہ تر ہو خرچ کی جاتی ہیں
فمن بذل فھو من الذین صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ ومن لم یبذل یکون من الذین یقولون بافواھم
سو جسنی مال خرچ کیا وہ اون لوگوں میں ہی کہ اللہ سی جو عہد کیا تھا وہ سچ کر دیکھایا اور جسنی مال نہ خرچ کیا وہ اون لوگوں میں ہی جو زبانی وہ باتیں بناتی ہیں
ما لیس فی قلوبھم بل ممن اتبع ھواہ وجعلہ الھا لنفسہ حتی کانہ یعبدہ فان من یعمل بھوی نفسہ لا
جو اونکی دلمیں نہیں ہیں بلکہ یہ وہ ہیں جو اپنی ہوا کی تابع ہیں اور ہوا کو اپنا معبود بنایا ہی گویا وہی کی عبادت کرتا ہی کیونکہ جو ہوای نفسانی پر عمل کرتا ہی
یھوی نفسہ شیئا الا یرتکبہ ویخالف مولاہ ولھذا قال النبی علیہ السلام ابغض الہ عبد فی الارض عند
تو پہر اوسکا نفس جو تمنا کرتا ہی سو وہ کرتا ہی اور مولی کی مخالفت کرتا ہی اسی واسطی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا بدتر معبود کہ زمین کا اوپر پوجا گیا ہی
اللہ تعالی ھو الھوی فعلی ھذا یجب علی المکلف ... لان الخروج ... بیدیة الاشیاء الاول ترک المعاصی فان المعصیة
خدا کی نزدیک ہوا و ہوس ہی اسکی موافق مکلف پر ... دل معاصی کا ترک کرنا کیونکہ معصیة کا ترک کرنا
وان کان ترکھا ... بعض الازمان الزم واوجب لقولہ تعالی ان عدة
اگرچہ ہمیشہ ... لازم اور واجب ہوتا ہی اس دلیل سی مہینوں کی گنتی

الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتب الله يوم خلق السموت والارض منها اربعة حرم ذلك الدين

الله کی پاس بارہ مہینی ہیں الله کی حکم میں جسدن پیدا کئی آسمان وزمین اونمیں چار ہیں ادب کی یہہ ہی سیدہا

القيم فلا تظلموا فيهن انفسكم يعني ان عدة الشهور القمرية التي عليها يدور كثير من الاحكام الشرعية

دین سو اونمیں ظلم نکرو اپنی اوپر یعنی گنتی قمری مہینوں کی جس سی بہت سی احکام شرعی موافق حکم الٰہی کی متعلق ہورہی ہیں

في حكمه تعالى اثنا عشر شهرا مثبتا في اللوح المحفوظ منذ خلق السموت والارض من تلك الشهور الاثني عشر

وہ تمام بارہ مہینی ہیں لوح محفوظ میں ثابت جب سی الله تعالی نی آسمان وزمین کو پیدا کیا ہی ان بارہ مہینوں میں سی۔

اربعة حرم وهي ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب وكون هذه الشهور الاربعة المعينة حرما هو الدين

چار معزز ہیں یعنی ذیقعدہ خالی اور ذی الحجہ بقر عید اور محرم ۱۰ اور رجب ہم روزہ اور یہہ چاروں معین مہینی جو معزز اور حرم شرعی ہیں یہہ طریق

المستقيم دين ابرهيم واسمعيل عليهما السلام فلا تظلموا فيهن انفسكم بهتك حرمتها وارتكاب المعاصي

راست دین ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کا ہی سو تم لوگ ان مہینوں کی حرمت توڑکر اور انکی اندر عمل بد کرکر اپنی جان پر ظلم مت اجہرو

فيها فان العمل الصالح كما انها اعظم اجرا فيهن كذلك المعصية فيهن اعظم وزرا من المعصية في غيرهن

کیونکہ نیک کار جیسی ان مہینوں کی اندر ثواب میں زیادہ ہوتا ہی ایسی ہی گناہ ان مہینوں کی اندر سزا میں بہ نسبت اور مہینوں کی سخت ہوتا ہی

وكذا المعصية في شهر رمضان ويوم الجمعة ويوم عرفة ولياليها وليلة القدر وايام العيدين ولياليهما

اور ایسی ہی گناہ ماہ رمضان میں اور جمعہ کی دن اور عرفہ کی روز اور انکی راتوں میں اور شب قدر میں اور دونو عید کی دن اور انکی راتونمیں

اكثر وزرا لانه تعالى فضل هذه الازمنة بما خصها من العبادات التي تفعل فيها وجعل ثواب العبادات ونزول

سزا میں زیادہ ہی اسواسطی کہ الله تعالی نی ان اوقات کو یہہ فضیلت بخشی ہی کہ ان وقتوں میں خاص خاص عبادتیں مقرر فرمائیں جو لوگ عمل میں آتی ہیں اور ثواب عبادات کا

الرحمة ووصول المغفرة فيها اكثر من غيرها رحمة لهذه الامة فمن لم يعرف هذه النعمة التي كانت عليه فيها

اور رحمت کا نازل کرنا اور مغفرت کا دینا ان دو وقتوں میں بہ نسبت اور وقت کی واسطی رحمت اس امت کی زیادہ مقرر فرمایا ہی پہر جو شخص اس نعمت کی قدر نسمجہی جو اسکو ان وقتوں میں

بل هتك حرمتها بارتكاب انواع الذنوب فيها فقد استحق ان يكون عذابه اشد وعقابه اعظم فعلى

حاصل ہی بلکہ ان مہینوں کی حرمت طرح طرح کی گناہ عمل کرکر خراب کری تو بیشک وہ شخص سخت تر عذاب کا مستحق ہی اور اوسکا عذاب زیادہ تر چاہی سو

... ان يعرف ما انعم عليه ويعظم ما عظمه الله تعالى حتى يكون عند الله عظيما وتعظيم هذه الاوقات

... الله نی انعام دیا ہی اوسکو پہچانی اور جسکو الله نی عظمت دی ہی اوسکی تعظیم کری تاکہ الله کی نزدیک اوسکو بہی عظمت ملی اور ان اوقات کی تعظیم

... فيها فمن عجز عنها فاقل حاله في التعظيم ان يحترز عما يحرم عليه ويكره له

... سکی تو پہر کم سی کم تعظیم اسکی حق میں یہہ ہی کہ محرمات اور مکروہ ... کرکی ... کیا سو تمام بدعات

... ات وكثير من الناس في ... ذه الازمان فقد

... ان امور کی ... کرلیا ہی

... ب وغيرها من انواع

١٠١ ...

المومن

مومن کو لازم ہی کہ جو اوسکو

انما يكون بزيادة الاعمال الصـ...

یہہ ہی کہ ان وقتوں میں صالح اعمال زیادہ تر کیا کری جس کی ...

... ذلك البدع والمنكرات ... له فيها من المعاصي

اور منکرات اور جو کچہہ

اخذ واصل هذا المعنى حيـ...

...سيات بعضهم بالمباشرة وبعضه...

چنانچہ امام عیدین ...

هو عدوه وعدو الله تعالى والثالث بُعده من الجنة والرابع قربه من جهنم والخامس جفاء من
جو اسکا بہی اور خدا کا دشمن ہی تیسری جنت سی دوری چوتہی دوزخ سی نزدیکی پانچوین اپنی جان پر ظلم کرنا
هو احب اليه وهو نفسه والسادس تنجيس نفسه التي جعلها الله تعالى طاهرة والسابع ايذاء الحفظة
جسکو سب سی زیادہ محبوب رکہتا ہی چہٹی اپنی جان کا ناپاک کرنا جسکو اللہ تعالی نی پاک پیدا کیا ہی ساتوین کرام کاتبین کو ایذا دینی
الذين لا يؤذونه والثامن احزان النبي عليه السلام في قبره والتاسع اشهاد الارض والليل والنهار على نفسه
جو اسکو نہین ستاتی آٹہوین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف کی اندر غمگین کرنا نوین زمین اور رات دن کو اپنی برائی پر گواہ کرنا
والعاشر خيانته لجميع الخلائق لان المطر يقل بالذنب فاذا كان حال من فعل سيئة واحدة هذا فاذا
دسوین تمام عالم کی بدخواہی اسواسطی کہ گناہون کی شامت سی مینہ برسنا بند ہوجاتا ہی جب ایک گناہ مین یہہ حال ہو تو پہر دیکہو
يكون حال من يفعل فنونا من السيئات لاسيما في هذه الايام المباركات مع ان الخطباء ينادون على
اوس شخص کا جو طرح طرح کی گناہ کرتا ہی کیا حال ہوگا خاص کر ان مبارک دنوں مین باوجودیکہ وعاظ نصیحت کرنیوالی منبرون پر پکار پکار کر
المنابر ويقولون ليس العيد لمن لبس الجديد انما العيد لمن امن الوعيد ليس العيد لمن تبخر بالعود انما
کہی جاتی ہین کہ عید اوسکی لئی نہین ہی جو نئی کپڑی پہن لی عید اوسہی کی ہی جو وعید سی پناہ مین رہی عید اوسکی لئی نہین ہی جو خوشبو مین بسی
العيد للتائب الذي لا يعود ليس العيد لمن تزين بزينة الدنيا انما العيد لمن تزود بزاد التقوى ليس العيد
عید اوسہی کی ہی کہ توبہ کر کر پہر نہ پہنسی عید اوسکی نہین ہی جو دنیا کی زینت سی آرایش کری عید اوسہی کی ہی جو توشہ تقوی سی آسایش کری عید اوسکی نہین ہی
لمن ركب المطايا انما العيد لمن ترك الخطايا ليس العيد لمن بسط البساط انما العيد لمن جاز الصراط وقال
جو اونٹنیون پر سوار ہو عید اوسہی کی ہی جو خطا سی بیزار ہو عید اوسکی نہین ہی جو فرش فروش بچہاوی عید اوسہی کی ہی جو صراط پر سی سلامت گذر جاوی اور
النبي عليه السلام استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر وروي انه عليه السلام
نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکی ہین کہ ملاہی کا سننا تو معصیت ہی اور اوسکی عادت کرنا فسق ہی اور اوس سی مزہ لینا کفر ہی اور روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نی
ادخل اصبعيه في اذنيه عند سماعه وهم يسمعون امثال تلك الكلمات ولا يلتفتون اليها بل يدعون
ملاہی کی آواز سنکر کانون مین اونگلیان دیلین تہین اب یہہ لوگ ایسی ایسی کلمات کو سنتی ہین اور اوس روایت کی طرف توجہ نہین کرتی بلکہ تہم اسلام کا دعوی
الاسلام ومحبة الله ورسوله بمعرفة لا يخالفونهما في الاوامر والنواهي فيكون الحال مشكلا والحكام
کرتی ہین اور اللہ اور رسول کی محبت جتلاتی ہین اور تمام امر و نہی مین اللہ رسول کی مخالفت کئی جاتی ہین اب کیا مشکل کی بات ہی کہ حاکم وقت
يشاهدون امثال تلك المنهيات ... لا يمنعون شيئا منها بل يساعدون فيها فمن كان باكيا فليبك على
ان تمام منہیات کو دیکہتی ہین اور اوسمین سی ذرہ منع نہین کرتی بلکہ اوسمین اور مدد دیتی ہین اب جو کوئی روئی تو چاہئی کہ اسلام کی
الاسلام وغربته اذ قد عاد الاسلام غريبا كما بدأ غريبا نعم ان هذه الايام ايام فرح وسرور لكن ينبغي ان
غربت پر روئی کیونکہ اسلام اب ویسا ہی غریب ہوگیا جیسی غریب شروع ہوا تہا ہان یہہ دن فرح اور سرور کی ہین پر یون چاہئی
يكون اظهار الفرح والسرور فيها بما كان مباحا او مستحبا كالاغتسال والتطيب ولبس احسن الثياب
کہ خوشی اور سرور ایسی اسباب سامان سی ظاہر کری جو مباح یا مستحب ہووی جیسی نہانا اور خوشبو لگانی اور اچہی اچہی مباح کپڑی پہنی
المباحة التي تكون جديدة او غسيلة على ما سيجيء لا بما كان حراما كلبس الحرير والخوض في الباطل لان العيد
کہ وہ یا نئی ہون یا دہوئی ہوئی ہون چنانچہ آگی آتا ہی حرام سامان سی نہ کری جیسی حریر کا پہنا اور باطل باتون مین گہسنا کیونکہ عید کو
انما سمي عيدا لانه تعالى يعود فيه ... المؤمنين بالمغفرة والاحسان فيجب عليهم ان يجتنبوا المعصية والطغيان
اسی لئی عید کہتی ہین کہ اللہ تعالی مؤمنون پر ... مغفرت اور احسان کرتا ہی پہر اون پر یہی واجب ہی کہ معصیت اور سرکشی سی کنارہ کرین

حتى يكونوا من اهل السعادة والرضوان لا من اهل الشقاوة والخذلان وقد حكى عن بعض العارفين انه
تاکہ سعادت مند اور اہل رضامندی کے ہوں بدبخت اور ٹوٹی والوں میں نہ ہوں اور بعضی عارفوں سے حکایت کرتے ہیں کہ وہ
مر يوم العيد بقوم يلعبون ويضحكون فقال ان كان قد تقبل من هؤلاء لزمهم ان يشكروا وليس هذا
عید کے دن ایک قوم پر پہنچے کہ کھیل رہی تھی اور ہنستی تھی فرمایا اگر ان لوگوں کی عید مقبول ہوئی ہے تو انکو لازم ہے کہ شکر کریں اور یہ شکر گذاروں کا
فعل الشاكرين وان كان لم تقبل منهم لزمهم ان يخافوا وليس هذا فعل الخائفين ثم ينبغي ان يعلم ان بعض
کام نہیں ہیں اور اگر مقبول نہیں ہوئی تو لازم ہے کہ خدا کا خوف کریں اور یہ ڈرنیوالوں کے کام نہیں ہیں پھر یہ سمجھنے کی بات ہے کہ بعضے لوگ
الناس قد زعموا ان ضرب الدف والغناء يوم العيد جائز لما روي عن عائشة ان ابا بكر رض دخل عليها يوم
کہتے ہیں کہ دف دائرہ بجانا اور گانا عید کے دن جائز ہے اسلئے کہ روایت ہے حضرت عائشہ رض سے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ انکے یہاں عید کے
العيد وعندها جاريتان تغنيان بالدف ورسول الله عليه السلام متغش بثوبه فزجرهما ابو بكر فكشف النبي عم
دن آئے اسوقت انکے پاس دو لڑکیاں گاتی تھیں اور دف بجاتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے ہوئے تھے ان لڑکیوں کو ابوبکر نے منع کیا تو نبی صلی اللہ
وجهه فقال دعهما يا ابا بكر فان لكل قوم عيدا وهذا عيدنا فان هذا الحديث وان كان يدل على ما زعموا
علیہ وسلم نے منہ کھولکر فرمایا ابوبکر جانے دو کیونکہ ہر ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور ہماری عید یہ ہے یہ حدیث اگرچہ انکے قول پر جو جائز بتاتے ہیں دلالت کرتی ہے
لكن ليس كما زعموا اذ قد ذكر في نصاب الاحتساب ان هذا الحديث متروك غير معمول به لقوله تعالى ومن الناس
پر یوں نہیں ہے جو وہ کہتے ہیں کیونکہ نصاب الاحتساب میں مذکور ہے کہ یہ حدیث متروک ہے اس حدیث پر عمل نہیں ہے واسطے اس آیت کی ایک لوگ ہیں
من يشتري لهو الحديث فان المراد من لهو الحديث على ما ذكر في معالم التنزيل عن ابن مسعود وابن عباس
کہ خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے کیونکہ مراد لہو الحدیث سے جو آیت میں ہے موافق بیان معالم التنزیل کے ابن مسعود اور ابن عباس
وعكرمة وسعيد بن جبير الغناء وما في معناه من المعازف والمزامير والمراد من اشتراه اختياره والمعنى ان بعضا
اور عکرمہ اور سعید بن جبیر سے غنا ہے اور جو اسکی مثل ہے گانا اور مزمار بجانا اور اشترا سے مراد ہے پسند کرنا یعنی بعضے ایسے لوگ ہیں
من الناس يختار الغناء وما في معناه من المعازف والمزامير ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا
جو غنا کو پسند کرتے ہیں اور اسکی مثل کو سرود اور مزمار تا بچلاویں اللہ کی راہ سے بن سمجھے اور ٹھہراویں اسکو ہنسی
اولئك لهم عذاب مهين فدلت الاية على تحريم الغناء وما في معناه من الملاهي ويدل على هذا ايضا ان عائشة
وہ جو ہیں انکو ذلت کی مار ہے یہ آیت غنا کی حرمت پر دلالت کرتی ہے اور جو اسکی مثل لہو کی چیزیں ہیں اور حرمت اس سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ
بعد بلوغها لم ينقل عنها الا ذم الغناء والمعازف والثاني مما يجب على المكلف في هذا العيد صدقة الفطر
حضرت عائشہ رض سے بالغ ہوکر غنا اور معازف کی سوای برائی کی کچھ منقول نہیں ہے اور دوسری جو اس عید میں انسان مکلف پر واجب ہے صدقۃ الفطر ہے
فانها تجب على كل مسلم حر غني والغنى الذي هو شرط لوجوبها ان يملك نصابا او ما يكون قيمته نصابا فاضلا
صدقۃ الفطر ہر ہر مسلم آزاد تو انگر پر واجب ہے اور مقدور جو واسطے وجوب صدقہ فطر کی چاہیے اتنی ہے کہ نصاب کا مالک ہو یا ایسی شی کا مالک کہ اوسکی قیمت نصاب کے
عن حاجته الاصلية ولا يعتبر فيه وصف النماء فمن كانت له دار لا يسكنها فيؤجرها او لا يؤاجرها تعتبر قيمتها
برابر پہنچے حاجت اصلی سے زیادہ ہو اور نامی ہونا یعنی بڑھنی والی چیز ہونا کچھ ضرور نہیں یہہ زکوۃ میں معتبر ہے سو جسکی پاس ایک گھر ہو کہ جسمیں نہیں رہتا پھر کرایہ دیتا ہو
في الغنى وكذا اذا سكنها وفضل عن سكناه شئ يعتبر قيمة الفاضل في الغنى لان ما كان من حاجته الاصلية
اوسکی قیمت معتبر ہوگی اور ایسی ہی اگر اوسمیں رہتا ہو اور رہنے سے کوئی طبقہ فاضل ہو تو اب اوس فاضل کی قیمت اس غنا میں معتبر ہوگی کیونکہ جتنا اوسکی حاجت میں ہے
لا بد ان يكون مشغولا بها لا بما سيحتاج اليه اذ ما من مال الا وقد يقع الحاجة اليه في وقت من الاوقات حتى
چاہیے کہ اب اوسکی برتاؤ میں ہو وہ نہیں ہے جسکی آگے کو حاجت پیدا ہوگی اسواسطے کہ جو مال ہوتا ہے سو اوسکی حاجت کبھو نہ کبھو آہی لگتی ہے یہاں تک

تو

لو كان في دار بكراء فاشترى قطعة ارض بمائتي درهم وبنى فيها دارا ليسكنها فهو غني بها لانها فاضلة
کہ اگر کرایہ کی گھر میں رہتا ہو اور ایک قطعہ زمین کا دو سو درہم کو مول لیکر رہنے کی لئے گھر بنایا تو اب اس گھر کی ملکیت سے غنی ہو جائیگا اسلئے کہ یہ گھر اس وقت اوسکی حاجت سے
عن حاجته الحالية وانما يحتاج اليها في المستقبل ومن كان له دار فيها بيتان صيفي وشتوي
فاضل ہی اگر حاجت ہوگی تو زمانہ آیندہ میں ہوگی اور جسکی مکان میں دو مقام ہوں گرمی کا اور جاڑے کا
لا يكون بها غنيا ولو كان فيها ثلثة بيوت يعتبر قيمة الثالث في الغنى وصاحب الثياب لا يكون
تو اس سے غنی نہیں ہوتا اور اگر اوس مکان میں تین مقام ہوں تو تیسرے مقام کی قیمت غنا کی لئے اعتبار کی جائیگی اور کپڑوں کا مالک
غنيا بثلث دستجات احدها للبذلة والثانية للمهنة والثالثة للجمع والاعياد وكذا بالفراشين
تین جوڑی کپڑے سے غنی نہیں ہوتا ایک روز مرہ کی پہننے کا اور دوسرا کار کرنے کی وقت کا تیسرا جمعہ اور عید کی دنوں کا اور ایسے ہی دو بچھونوں کا غنی نہیں
وما زاد على الدستجات الثلث من الثياب وعلى الفراشين يعتبر قيمته في الغنى والغازي بفرسين
اور جسقدر تین جوڑے اور دو بچھونوں سے زیادہ ہوگا تو غنی ہونے میں اوسکی قیمت حساب میں لیجاویگی اور غازی کا مجاہد دو گھوڑوں سے
لا يكون غنيا وان كان له ثلثة افراس يعتبر قيمة احدها في الغنى وما زاد على الواحد من الدواب
غنی نہیں ہوتا اور اگر تین گھوڑے ہونگے تو ایک گھوڑے کی قیمت غنی ہونے میں حساب کیجاویگی اور جسقدر ایک چوپایہ سے زیادہ ہوگا
لغير الغازي فرسا كان او حمارا للدهقان او غيره او الخادم الواحد يعتبر قيمته في الغنى وكذا كتب
سوائے غازی کے اور شخص کی پاس گھوڑا ہو یا گدھا رئیس گانو کی لئے یا اور کسیکی یا ایک خادم سے زیادہ تو غنی ہونے کی لئے اون زاید کی قیمت حساب میں لیجاویگی اور ایسے ہی
التفسير والحديث والفقه لاهلها ما زاد على نسخة واحدة من رواية واحدة يعتبر قيمته في الغنى
تفسیر حدیث فقہ کی کتابیں علماء کی لئے جو ایک نسخہ سے زیادہ ہونگی تو ایک روایت میں غنی ہونیکی لئے قیمت اوسکی حساب لیجاویگی
وكذا ما زاد على الواحد من المصحف لمن يحسن القراءة يعتبر قيمته في الغنى والمزارع بثورين والة الحراثة
اور ایسے ہی جو ایک قرآن سے زیادہ قاری کی پاس ہو تو غنا کی باب میں اوسکی قیمت معتبر ہی اور کسان دو بیلوں سے اور کھیتی کی ضروری اسباب سے
لا يكون غنيا وان كان له ثلثة ثيران يعتبر قيمة احدها في الغنى والبقرة الواحدة يعتبر قيمته في الغنى
غنی نہیں ہوتا اور اگر تین بیل ہونگے تو ایک کی قیمت غنا میں معتبر ہوگی اور ایک ہی بیل ہو تو غنا میں اوسکی قیمت لیجاویگی
والخباز اذا كان له حنطة او ملح يعتبر قيمتها في الغنى وكذا القصار اذا كان له اشنان او صابون يعتبر
اور نان پز کی پاس اگر گیہوں اور نمک ہو تو انکی قیمت واسطے غنا کی معتبر ہوگی اور ایسے ہی دھوبی اگر اوسکی پاس اشنان یا صابون ہوگا تو غنا کی لئے
قيمته في الغنى ومن كان له قوت سنة يساوي نصابا ففيه كلام والظاهر انه لا يعد من الغنى ذكره قاضيخان
قیمت انکی لیجاویگی اور جسکی پاس ایک سال کا کہانا جسکی قیمت نصاب کے برابر ہو تو اسمیں اختلاف ہی اور ظاہر یہ ہی کہ وہ غنی نہیں شمار کیا جاتا یہ قول قاضیخان نے
في فتاواه والمرأة اذا كانت لها جواهر ولآلي تلبسها في الاعياد وتتزين بها للزوج يعتبر قيمتها في الغنى وكذا
اپنی فتاوی میں ذکر کیا ہے اور جس عورت کی پاس جواہر اور موتی ہوں کہ عید کی روز پہنتی ہو اور خاوند کی لیے اپنی کو سنگار کرتی ہو تو غنا کی بابت اسکی قیمت معتبر ہوگی اور
ان كانت لها دار تسكن فيها مع زوجها يعتبر قيمتها في الغنى ان قدر الزوج على الاسكان ويتعلق بهذا النصاب
ایسے ہی اگر عورت کی ملک میں گھر ہو جسمیں خاوند کی ساتھہ رہتی ہی تو اس گھر کی قیمت غنا میں معتبر ہوگی بشرطیکہ اوسکا خاوند گھر دینے کا مقدور رکھتا ہو اور اسی
حرمة اخذ الزكوة ووجوب صدقة الفطر والاضحية لان الغنى على ثلث مراتب غني يحرم عليه السؤال
زکوۃ لینی حرام ہوتی ہی اور صدقہ فطر اور قربانی واجب ہو جاتی ہیں کیونکہ غنی تین قسم پر ہوتی ہیں ایک ایسا غنی ہوتا ہی جسکو سوال کرنا
واخذ الصدقة ويجب عليه صدقة الفطر والاضحية والزكوة وهو من يملك نصابا كاملا ناميا وغني
اور صدقہ لینا حرام ہوتا ہی اور اوسپر صدقہ فطر اور قربانی اور زکوۃ واجب ہوتی ہی ایسا غنی وہ ہی جسکی ملک میں پورا نصاب کامل نامی بڑھتا ہوا ہو اور دوسرا

يحرم عليه السوال واخذ الصدقة ويجب عليه صدقة الفطر والاضحية دون الزكوة وهو من
ایسا ہوتا ہی جسکو سوال کرنا اور صدقہ لینا حرام ہوتا ہی اور صدقہ فطر اور قربانی واجب ہوتی ہی اور زکوۃ واجب نہیں ہوتی وہ ایسا شخص ہی
يملك ما قيمته نصاب من غير ان يكون فيه نماء وغني يحرم عليه السوال لا اخذ الصدقة ولا يجب
جسکے پاس ایسی چیز ہو جسکی قیمت نصاب کی برابر ہو پر وہ چیز نامی نہو اور ایک ایسا غنی ہوتا ہی جسکو سوال کرنا حرام اور صدقہ لینا جایز اور
عليه شئ مما ذكر من صدقة الفطر والاضحية والزكوة وهو من يملك قوت يومه وما يستر عورته ثم
اوسپر جو جو اوپر مذکور ہوا کچھ واجب نہیں ہوتا نہ تو صدقہ فطر اور نہ قربانی اور نہ زکوۃ وہ ایسا شخص ہوتا ہی جسکی پاس ایک دنکا کہانا ہو اور بدن ڈہکنی کو کپڑا ہو
الواجب عندنا نصف صاع من بر او صاع من تمر او شعير والصاع ما يسع فيه الف واربعون درهما
پہر ہماری نزدیک گیہوں کا آدہا صاع واجب ہوتا ہی اور پورا صاع چہوارے اور جو کا اور صاع وہ ہوتا ہی جسمین ایک ہزار چالیس درہم آجاوین
وهو صاع عمر رضی وكان قد فقد واخرجه الحجاج ولذلك سمي حجاجيا والظاهر انه كان صاع رسول الله صلى الله عليه وسلم
یہہ صاع حضرت عمرؓ کا ہی پہر یہہ گم ہو گیا تہا اور حجاج نی نکالا اسی لئے صاع حجاجی کہلاتا ہی اور ظاہر یوں ہی کہ یہہ صاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تہا
اذ كان عمر لا يخالفه في شئ هذا اذا اعطى صدقة الفطر بالصاع ولو اعطاها بالوزن يجوز ايضا
اسلئی کہ حضرت عمر کسی باب میں اصلا مخالفت نہیں کرتی تہی یہہ صاع جب چاہیں کہ صدقہ فطر صاع سی ناپ کر ادا کری اور اگر صدقہ فطر تول کر دی تو بہی جایز ہی
لان تقدير الصاع لما كان بالوزن جاز الاعطاء بالوزن والزبيب عند ابي حنيفة كالبر وعندهما كالشعير
اسلئی کہ اندازہ کرنا صاع کا جب وزن سی جایز ہوا تو ادا کرنا بہی وزن سی جایز ہی اور موئیز امام ابو حنیفہ کی نزدیک گیہوں میں داخل ہی یعنی آدہا صاع دینا چاہی اور
وذكر في الجامع الصغير ان دقيق البر وسويقه كالبر الا ان العلماء قالوا الاولى ان يراعي فيهما القدر والقيمة
جامع صغیر میں مذکور ہی کہ گیہوں کا آٹا اور گیہوں کا ستو گیہوں کی مثال ہی یعنی آدہا صاع دینا چاہی پر علماء یوں کہتی ہیں کہ بہتر یہہ ہی کہ آٹی اور ستو میں احتیاط
احتياطا لضعف الاثار الواردة فيهما والمعتبر في الخبز القيمة ولا يراعي فيه القدر اذ لم يرد فيه اثر والاصل
دونو کا لحاظ کرنا چاہی کیونکہ جو آثار انکی باب میں آئی ہیں سب ضعیف ہیں اور روٹی میں قیمت ہی کا اعتبار ہی اسمین اندازہ کی رعایت نہیں ہی اسواسطی کہ اسمین کوئی اثر نہیں آیا ہی اور اصل
في هذا الباب ان ما هو منصوص عليه لا يعتبر فيه القيمة وانما يعتبر فيه القدر حتى لو ادى مكان نصف
صدقہ فطر میں وہ ہی جو منصوص علیہ ہی یعنی جسکا صاف ذکر ہی اوسمین قیمت کا اصلا اعتبار نہیں ہی اوسمین صرف اندازہ ہی کا اعتبار ہی یہانتک کہ اگر کسی نی گیہوں کی آدہے
صاع من بر نصف صاع من تمر لا يجوز وان كان قيمة التمر اكثر من قيمة البر واما ما ليس بمنصوص عليه فانما
صاع کی جگہ آدہا صاع چہوارے کا ادا کر دیا تو جایز نہیں ہی اگرچہ چہواروں کی قیمت گیہوں سی بہت زیادہ ہو اور جو اناج صاف مذکور نہیں ہی تو وہ
يلحق بالمنصوص عليه باعتبار القيمة لا بالقدر وعن ابي يوسف ان الدقيق اولى من البر لكونه اقرب الى
اوسمین جسکا ذکر آیا ہی قیمت کر کر ملا دیتی ہیں اندازہ کی رو سی نہیں ملاتی اور ابو یوسف سی روایت ہی کہ آٹا گیہوں سی بہتر ہی کیونکہ کہانی میں جلد آسکتا ہی
المقصود والدراهم اولى من الكل لكونها ادفع للحاجة ثم على المكلف الغني ان يودي ما ذكر من القدر او القيمة
اور نقد سب سی بہتر ہی کیونکہ نقد سی بہت خوب حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور مکلف غنی پر لازم ہی کہ فطرہ باعتبار اندازہ یا قیمت کی
عن نفسه وعن ولده الصغير ذكرا كان او انثى ان لم يكن للصغير مال حتى لو كان للصغير مال يؤدي
اپنی طرف سی اور اپنی اولاد نابالغ کی طرف سی لڑکا ہو یا لڑکی جس صورت میں نابالغ کی ملک میں مال نہو ادا کری یہانتک کہ اگر صغیر نابالغ کی پاس مال ہو تو ادسکا
عنه ابوه او وصيه من ماله ولا يجب عليه صدقة ولده الكبير وان كان في عياله ولا صدقة زوجته
باپ یا وصی اوسکی مال میں سی ادا کر دی اور اولاد بالغ کی طرف سی صدقہ فطر باپ پر واجب نہیں ہوتا اگرچہ اوسکی عیال میں داخل ہو اور نہ صدقہ جورو کا واجب ہی
ولو ادى عنهما بغير امرهما يجوز استحسانا لانه ماذون فيه عادة ويعطي عن مملوكه للخدمة ولو مدبرا
اور اگر اونکی طرف سی اونکی بی کہی ادا کر دی تو استحسانا جایز ہی کیونکہ عادت کی موافق اسمین اجازت ہوتی ہی اور اپنی غلام کی طرف سی بہی ادا کری جو خدمت کی واسطی

اوام ولد او كافرا ولا يعطي عن عبده للتجارة وعن مملوكه الآبق فان عاد مملوكه عن الاباق بعد ما مضى
يا ام ولد ہو یا کافر ہو اور سوداگری کی غلام کی طرف سی دینا لازم نہیں ہی اور نہ بہاگی ہوئی غلام کی طرف سی پہر اگر غلام بہاگا ہوا ایسی وقت حاضر ہو کہ روز فطر کا گذر گیا

يوم الفطر حتى ان من مات من مماليكه واولاده قبله لا يجب صدقته وكذا لو ولد له ولدا وملك عبدا
یہاں تک کہ اگر کوئی غلاموں میں سی یا اولاد میں سی صبح صادق سی پہلی مرجاوی تو اوسکا صدقہ واجب نہیں رہتا اور ایسی ہی اگر بعد صبح صادق کی بچہ پیدا ہوا

بعده لا يجب عليه صدقته ولو ولد له او ملك عبدا قبله كان عليه صدقته وكذا لو صار غنيا قبله
یا کسی غلام کا مالک ہوگیا تو صدقہ واجب نہیں ہوتا اور اگر صبح صادق کی پہلی بچہ پیدا ہوا یا غلام کا مالک ہوا تو اوسکا صدقہ واجب ہوگا اور ایسی ہی اگر پہلی غنی ہوگیا

وبعده لا والمستحب اداءها قبل صلوة العيد ولا تسقط بتاخيرها وان افتقر وطال المدة لانها
تو واجب ہی اور بعد ہوا تو نہیں اور صدقہ عید کی نماز سی پہلی ادا کرنا مستحب ہی اور دیر کرنی سی ساقط نہیں ہوتا اگرچہ فقیر ہوجاوی اور اسپر مدت دراز گذرجاوی

متعلقة بالذمة دون المال ويجوز تقديمها عن وقت وجوبها بلا تفصيل فيه بين مدة ومدة في الصحيح
کیونکہ صدقہ فطر ذمہ پہ لازم ہوتا ہی کچہ مال پہ نہیں ہی اور صدقہ فطر وقت وجوب کی پہلی دیدینا صحیح مذہب میں جایز ہی کچہ مدت کم زیادہ کا فرق نہیں ہی

ويجب دفع فطرة كل شخص الى فقير واحد حتى لو فرقت الى فقيرين لا يجوز لان المنصوص عليه الاغناء
اور ایک شخص کا فطرہ ایک ہی فقیر کو دینا واجب ہی یعنی گیہوں کی آدہی صاع سی کم نہ دی اگر دو فقیروں کو پاو پاو صاع تقسیم کر دیگا تو جایز نہیں ہی اسوسطی کہ حدیث کا معنا

لقوله عليه السلام اغنوهم عن المسئلة في مثل هذا اليوم ولا يستغني بما دون ذلك وقيل يجوز دفعها
لفظا غنی کر دینا ہی اس حدیث میں کہ ان فقیروں کو سوال کرنی سی آج کی دن غنی کردو اور اس سی کمتر میں غنی نہیں ہوتا اور بعضی کہتی ہیں ایک فطرہ

الى فقيرين لكن الاول اولى ويجوز دفع ما وجب على جماعة الى فقير لكن الاولى ان يكون الدفع بدفعات
دو فقیروں کو ہی دینا جایز ہی پر اول مذہب بہتر ہی اور کئی شخصوں کا فطرہ ایک فقیر کو دینا جایز ہی پر اولی یہہ ہی کہ کئی بار ایک ایک فطرہ علیحدہ کر کی دی

لا دفعة واحدة لان نصف الصاع من ادنى المقادير يمنع النقصان لا الزيادة فاذا وقع التفريق في
ایک دفعہ ہی نہ دیوی اسواسطی کہ آدہ صاع کم سی کم مقدار ہی سو کمتی سی روکتا ہی زیادت سی نہیں منع کرتا سو جب اوسنی علیحدہ علیحدہ کر دیا

الدفع يكون الفقير في الدفعة الثانية في حكم مسكين آخر ولا يجوز دفعها الى اصوله وفروعه ومماليكه
تو گویا وہ ہی فقیر دوسری دفعہ میں نیا اور مسکین ہی اور صدقہ فطر کا دینا اپنی اصل یعنی ماں باپ وغیرہ کو اور اپنی فروع کو یعنی بیٹا بیٹی کو اور اپنی غلاموں وغیرہ کو

وغيرهم ممن لا يجوز دفع الزكوة اليهم ويجوز صرفها الى فقراء اهل الذمة لكن يكره بخلاف الزكوة حيث لا يجوز
دینا جایز نہیں ہی جن جن کو زکوة کا دینا جایز نہیں ہی اور صدقہ فطر ذمی فقیروں کو دینا جایز ہی پر مکروہ برخلاف زکوة کی کیونکہ زکوة کا دینا

دفع الزكوة اليهم الثالث مما يجب على المكلف في هذا العيد الصلوة وقبل الصلوة يستحب للرجل السواك
ذمیوں کو ہرگز جایز نہیں ہی تیسرا اس عید میں جو مکلف پر واجب ہی نماز ہی اور نماز سی پہلی مرد کو مستحب ہی مسواک کرنی

والاغتسال والتطيب ولبس احسن الثياب المباحة بان يكون جديدا او غسيلا لا حريرا فانه حرام
اور نہانا اور خوشبو لگانی اور اچہی کپڑی پہنی جو مباح ہوں یعنی نئی ہوں یا دہوئی ہوئی ہوں حریر نہو کیونکہ حریر

على الرجال حتى الصبيان لكن لا اثم على من البسهم والافطار بالحلو واداء صدقة الفطر وصلوة الغداة
مردوں پہ بچوں تک حرام ہی پر گناہ اونپر ہی جو اونکو پہناویں فقط اور میٹہا کہانا اور صدقہ فطر ادا کرنی اور اشراق کی

في مسجد حيه والتبكير وهو سرعة الانتباه والابتكار وهو المسارعة الى المصلى للصلوة والتوجه اليه ماشيا
محلہ کی مسجد میں اور تبکیر یعنی جلد تیار ہونا اور ابتکار کی معنی یہاں عیدگاہ کی طرف جلد جانا اور پیادہ پا جانا

والرجوع من طريق آخر ثم الخروج الى الجبانة سنة وان وسعهم الجامع لكن يستخلف الامام من
اور دوسری رستہ سی آنا پہر جنگل میں جانا مسنون ہی اگرچہ مسجد جامع میں تمام نمازی آسکتی ہوں لیکن امام کسیکو اپنا خلیفہ کردی

يصلي في المصر بالضعفاء والمرضى بناء على ان صلوة العيد في موضعين جائزة بالاتفاق بخلاف
جو شہر کے اندر ناتوانوں اور بیماروں کو نماز پڑھادے کیونکہ عید کی نماز ایک شہر میں دو جگہ بالاتفاق جائز ہے بخلاف

الجمعة فانها جامعة للجماعات والتفرق ينافيه ويستحب التكبير في طريق المصلى لكن عند ابي حنيفة لا يجهر
جمعہ کی جو دو جگہ جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ جماعتوں کو جمع کردیتا ہے اور تفرقہ اسکے خلاف ہے اور عیدگاہ کے رستہ میں تکبیر پڑھتے ہوئے جانا مستحب ہے یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر

في هذا العيد وعندهما يجهر به وهو رواية عنه ايضا وعن ابي جعفر انه قال لا ينبغي ان يمنع
عید الفطر میں آہستہ آہستہ پڑھے اور صاحبین کے نزدیک پکار کر پڑھے ابو حنیفہ سے بھی روایت ہے اور ابو جعفر سے روایت ہے کہ عام کو تکبیر سے منع کرنا

العامة عن ذلك لقلة رغبتهم في الخيرات فعلى هذا كان الاولى بهم ان يكبروا لكن لا على هيئة
اچھا نہیں ہے کیونکہ خیرات کی طرف میل ہی اونکو تو بہت کم ہے اس روایت کے موافق یہہ بہتر ہے کہ تکبیر پڑھا کریں پر سبکو ملکر

الاجماع والاتفاق في الصوت ومراعات الانغام فان ذلك كله حرام بل يكبر كل واحد بنفسه واذا
اور ایک آواز بناکر راگنی کی تال سم پر نہیں چاہیے کیونکہ یہہ تمام طریقے حرام ہیں بلکہ ہر ایک جدا جدا تکبیر پڑھے اور جب

بلغ المصلى قطع التكبير وروي عن ابي موسى الرضا انه يكبر في كل عشر خطوات مرة حتى بلغ الجبانة
عیدگاہ میں جا پہنچے تو تکبیر موقوف کرے اور ابو موسی رضا سے روایت ہے کہ دس دس قدم کے فاصلہ پر ایک تکبیر پڑھتے ہوئے عیدگاہ تک پہنچ جاتے تھے

ولو توجه الرستاقي الى المصلى ليلا من فرسخ ونحوه يبدأ بالتكبير اذا طلع الفجر ثم اذا دخل وقت الصلوة
اور اگر کوئی گرد نواح کا رہنے والا رات کو عیدگاہ میں کوس بھر یا کم زیادہ فاصلہ سے آجاوے تو صبح صادق ہوتے ہی تکبیر پڑھنی شروع کرے پھر جب نماز کا وقت

وخرج وقت الكراهة بارتفاع الشمس يصلي الامام بالناس ركعتين بلا اذان ولا اقامة يكبر اولا للافتتاح
آجاوے اور وقت مکروہ آفتاب بلند ہونے سے گذر جاوے تو امام لوگوں کے ساتھ دو رکعت بدون اذان اور تکبیر کے پڑھے پہلی تکبیر تحریمہ کہے

ثم يضع يديه تحت سرته ثم يثني ثم يكبر ثلث تكبيرات يفصل بين كل تكبيرة بقدر ثلث تسبيحات
پھر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لے پھر سبحانک اللہم پڑھے پھر تین دفعہ تکبیر کہے ہر ہر تکبیر کے بیچ میں بقدر تین تین تسبیح کے فرق رکھے

لانها تقام بجمع عظيم وبالموالاة يشتبه على من كان بعيدا ويرفع يديه عند كل واحدة من ثلث
اسواسطے کہ بڑے انبوہ میں اتفاق ہوتا ہے پے در پے بے فاصلہ کہنے میں دور کے آدمیوں کو شاید سنائی نہ دیگا اور اپنے دونو ہاتھ ہر ہر تکبیر کے ساتھ

التكبيرات الثلث ويرسلهما في اثنائهن ثم يضعهما تحت سرته بعد الثالثة ويتعوذ ويسمي ثم يقرأ
تینوں دفعہ کان تک اٹھاوے اور بیچ میں دونوں ہاتھ چھوڑ رکھے پھر بعد تیسری کے ناف کے تلے دستور کے موافق باندھ لے اور اعوذ باللہ پڑھے اور بسم اللہ پڑھ کر

الفاتحة وسورة ثم يكبر ويركع فاذا قام الى الركعة الثانية يبدأ بالقراءة ثم يكبر بعدها ثلثا يفصل
سورہ فاتحہ اور ایک اسکے ساتھ کوئی سورہ پڑھے پھر اللہ اکبر کہکر رکوع کرے پھر جب دوسری رکعت کے واسطے کھڑا ہو تو قرات قرآن کی شروع کرے پھر بعد قرات کے تین تکبیر کہے

بينهن بقدر ما ذكرنا ويرفع يديه ويرسلهما عند كل تكبيرة وليس هنا وضع ثم يكبر ويركع فيكون
اونکے بیچ میں بھی اسیقدر فاصلہ رکھے جو اب ذکر کیا گیا اور دونو ہاتھ اٹھادے اور ہر تکبیر پر چھوڑ رکھے یہاں ہاتھ کا باندھنا ثابت نہیں پھر تکبیر کہکر رکوع کرے

الركعتين تسعا ثلث منها اصليات تكبيرة الافتتاح وتكبيرتان للركوع وستة منها زوائد ثلث في الركعة
اب تکبیریں دونو رکعت کی نو ہو گئیں تین ان میں سے اصلی ہیں یعنی تکبیر تحریمہ اور دو تکبیریں دونو رکوع کی اور انمیں سے چھ تکبیریں زائد ہیں تین پہلی رکعت میں

الاولى قبل القراءة [illegible] الثانية بعد القراءة ولو نسي التكبير في الركعة الاولى حتى قرأ بعض
قرات کے پہلے اور تین دوسری رکعت میں قرات کے پیچھے اور اگر پہلی رکعت میں تکبیر کہنی بھول گیا اتنا کہ تھوڑی سی

الفاتحة او كلها ثم تذكر يكبر ويعيد الفاتحة وان تذكر بعد قراءة الفاتحة والسورة يكبر ولا يعيد القراءة
یا ساری سورہ فاتحہ پڑھ لی پھر یاد آئی تو اب تکبیر کہہ کر فاتحہ کو دوبارہ پڑھے اور فاتحہ اور دوسری سورة پڑھ کر یاد آئی تو صرف تکبیر ہی کہے قرات کو دوبارہ

لانها

لانها تمت وبعد التمام لا یقبل النقض بالاعادة بخلاف الاول والثانی فانها لم تتم فیهما فصار کانه لم یشرع
اسواسطی کہ قرارت پوری ہو گئی اور پوری ہونی کی بعد ٹوٹنی سی نقض نہیں ہو سکتا برخلاف پہلی صورت اور دوسری صورت کی کیونکہ قرارت دونو صورتون میں پوری نہیں

فیها فیعیدها رعایة للترتیب ثم یخطب بعد الصلوة خطبتین یبدأ فیهما بالتکبیر ویفصل بینهما
شروع نہین کی سو قرارت کو ترتیب کی واسطی دہراوی پھر امام نماز کی بعد دو خطبہ پڑھی دونو خطبہ تکبیر سی شروع کری اور دونو خطبون مین انتی دیر

بجلسة خفیفة مقدارها ان یستقر کل عضو منه فی موضعه ویسنّ فیهما ما یسنّ فی خطبة الجمعة
جلسہ خفیف کری کہ جوڑ جوڑ بدن کی اپنی اپنی جگہ درست ہو جاوین اور اس خطبہ مین وہ ہی امر مسنون ہین جو جمعہ کی خطبہ مین مسنون ہی

ویکره فیهما ما یکره فیها وفی هذه العید یعلّم فیها احکام صدقة الفطر ومن لم یدرک صلوة العید مع الامام
اور وہ ہی امر مکروہ ہی جو جمعہ کی خطبہ مین مکروہ ہی اور اس عید یعنی عید الفطر مین خطبہ کی اندر فطرہ کی احکام لوگون کو سناوی اور جسکو عید کی نماز امام کی ساتھ

لا یقضیها ومن ادرک الامام فی الرکوع کبر للافتتاح قائما لان تکبیرة الافتتاح شرع فی القیام المحض ثم
نہ آوی تو اوسپر قضا نہیں ہی اور جسنی امام کو رکوع مین پایا تو اول حالت قیام مین تکبیر تحریمہ کہی اسواسطی کہ تکبیر تحریمہ صرف حالت قیام مین جائز ہوئی ہی

للعید ان ظن انه یدرک الامام فی الرکوع لان المحل الاصلی لتکبیرات العید القیام المحض وان خاف فوت
پھر عید کی تکبیرین کہی اگر یہ معلوم ہو کہ تکبیرین عید کی کہکر بھی رکوع مین امام کی ساتھ شامل ہو جاویگا اسلئی کہ اصلی جگہ عید کی تکبیرون کی صرف قیام ہی ہی اور اگر

الرکوع مع الامام یکبر للرکوع ویرکع ثم یکبر تکبیرات العید فی الرکوع لانها واجبة والاشتغال بها اولی
تکبیرین کہنی مین امام کی ساتھ رکوع ملتا نہیں آئیگا تو بعد تکبیر تحریمہ کی تکبیر رکوع کی کہکر رکوع مین چلا جاوی پھر رکوع مین جاکر تکبیرین عید کی ادا کری اسلئی کہ عید کی

ویترک تسبیحات الرکوع لکونها سنة ولا یرفع یدیه فی الرکوع لان الرفع سنة ووضع الکف علی الرکبة سنة
اور تسبیحات رکوع کی ترک کردی اسواسطی کہ سنت ہین اور رکوع مین رفع یدین بھی موقوف رکھی اسواسطی کہ رفع یدین بھی سنت ہی اور ہاتھ کا گھٹنون پر رکھنا بھی سنت

ایضا ولا وجه لاشتغال سنة فیه ترک سنة اخری واذا رفع الامام راسه فیسقط عنه ما بقی من التکبیرات
ہی اسکی کوئی وجہ نہین کہ ایک سنت کو اپنی موقع سی چھوڑ کر دوسری سنت ادا کری اور جب امام کھڑا ہو جاوی تو پھر اوسکی ذمہ سی جو تکبیر عید کی باقی ہو ساقط ہوگئی

فلا یتمها فی الرکوع ولا فی القومة بل یسارع فی متابعة الامام لانها فرض فلا یترک للواجب ولو ادرک الامام
اب اوس تکبیر کو نہ تو رکوع مین پوری کری اور نہ قومہ مین بلکہ امام کی متابعت کی لئی جلد رکوع سی کھڑا ہو جاوی کیونکہ متابعت فرض ہی واجب کی واسطی ترک نہیں ہو سکتی اور اگر

فی القومة لا یکبر فیها لانه یقضی تلک الرکعة مع التکبیرات ومن فاتته رکعة اذا قام الی قضاء ما سبق یبدأ
امام کو قومہ مین پایا تو قومہ مین تکبیر عید کی نہ کہی کیونکہ اس رکعت کو معہ تکبیرات قضا کریگا اور جسکی ایک رکعت فوت ہو جاوی تو جب فائتہ کو قضا کرنی کو کھڑا ہو تو اول قرأت

بالقراءة ثم یکبر بعدها تکبیرات العید ویرکع ولو ادرک الامام فی التشهد وبعد السلام فی سجدة السهو فانه یقوم
شروع کری پھر بعد قرارت کی تکبیرین عید کی ادا کری پھر رکوع مین جاوی اور اگر امام کو التحیات مین پایا یا سلام کی بعد سہو کی سجدہ مین پایا تو اب یہ کھڑا ہو کر

ویصلی باتیان التکبیر فی محلها ویستحب تاخیر الصلوة فی هذا العید وتعجیلها فی عید الاضحی وفی
نماز پڑھی اور تکبیرین عید کی اپنی جگہ پر کہی اور اس عید کی نماز مین کچھ تاخیر کرنی مستحب ہی اور عید الاضحی مین شتابی کرنی مستحب ہی اور

القنیة تقدم صلوة العید علی صلوة الجنازة اذا اجتمعا وصلوة الجنازة علی الخطبة وفی البزازیة اذا اجتمع
قنیہ مین ہی کہ جنازہ اور عید کی نماز اگر جمع ہو جاوین تو عید کی نماز پہلی پڑھین پھر جنازہ کی پڑھین پھر خطبہ عید کا پڑھین اور بزازیہ مین ہی اگر عید

العید والکسوف یقدم العید لانه واجب کما یقدم علی الجنازة لکون وجوبه عینا ووجوب الجنازة کفایة
اور نماز کسوف جمع ہو جاوین تو عید کی نماز پہلی پڑھین کیونکہ عید کی نماز واجب ہی چنانچہ جنازہ کی نماز پر مقدم ہی اسواسطی کہ عید کی نماز واجب عینی ہی اور جنازہ کی نماز

ویکره التنفل فی المصلی قبل صلوة العید وبعدها للامام وغیره وان غم هلال الفطر وشهد الشهود بعد الزوال
واجب کفایہ ہی اور عیدگاہ مین جاکر عید کی نماز سی پہلی نفلین پڑھنی مکروہ ہین اور بعد نماز عید کی امام وغیرہ خواص کو مکروہ ہین اور اگر انتیسوین کو چاند چھپ جاوی اور گواہ اکر

عند الامام برؤية الهلال فانه يصلي بالناس صلوة العيد من الغد لان هذا تاخير بعذر وقد روي
امام کے پاس چاند کی گواہی دیں تو اب امام عید کی نماز لوگوں کو اگلے دن یعنی دوسری تاریخ پڑھا دے کیونکہ لاچاری میں تاخیر ہوئی اور روایت ہے
ان قوما شهدوا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الزوال برؤية الهلال فامر النبي عليه السلام
کہ ایک قوم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اگر دوپہر ڈھلے چاند کی گواہی دی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا
بالخروج الى المصلى من الغد واما التاخير بغير عذر فلا يجوز وان حدث عذر يمنع من الصلوة بعد
کہ کل یعنی دوسری تاریخ عیدگاہ میں چلیں اور بے عذر تاخیر کرنی جائز نہیں ہے اور اگر ایسا عذر پیش آوے کہ جس میں اگلے دن بھی نماز نہ ہو سکے
الغد لا يصلي بعده لان الاصل فيها ان لا يصلي في اليوم الثاني ايضا لكون يوم الفطر واحدا لكن قد ورد
تو پھر نماز نہیں ہے کیونکہ اصل اس میں یہ ہی ہے کہ اگلے دن بھی نماز نہ پڑھیں کیونکہ یوم فطر ایک ہی ہے لیکن حدیث شریف میں
الحديث بالتاخير الى اليوم الثاني عند العذر فبقي ما وراءه على قضية القياس ثم ينبغي ان يعلم
اگلے دن تک کی تاخیر عذر کی حالت میں آگئی ہے سوا اسکے بعد قیاس کے مطابق ممنوع ہے پھر سمجھنے کی بات ہے
ان رؤية الهلال وان كان سببا لوجوب الصوم والفطر لقوله عليه السلام صوموا لرؤيته وافطروا
کہ چاند کی دیکھنے سے اگرچہ روزہ رکھنا ہے اور روزہ افطار کرنا ہے واجب ہو جاتا ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے روزہ رکھو چاند دیکھ کر اور افطار
لرؤيته لكن العمل به لا يلزم الا بعد قضاء القاضي ولهذا يلزم المراجعة اليه ثم انه اذا كان في السماء
کرو چاند دیکھ کر پر عمل اس حدیث کے موافق بدون حکم قاضی کے نہیں ہوتا اسی واسطے قاضی کے پاس مراجعت کرنی چاہیے پھر اگر آسمان میں کچھ
علة سواء كان غيما او دخانا او بخارا او غبارا او نحو ذلك لا يقبل في هلال الفطر الا شهادة رجلين
رکاوٹ ہو برابر ہے کہ ابر ہو یا دھواں ہو یا بخار ہو یا گرد و غبار ہو یا مانند اسکی تو ہلال فطر میں گواہی مقبول نہیں ہوگی بدون دو مرد والی
او رجل وامرأتين وكما يشترط فيه العدد يشترط الحرية والعدالة ولفظ الشهادة لتعلق حق العباد به لانهم
یا ایک مرد اور دو عورتوں کی اور جیسی یہ عدد شرط ہے ایسی ہی یہ شرط ہے کہ گواہ آزاد عادل ہوں اور لفظ شہادت کا ہو کیونکہ اس سے حق العباد متعلق ہیں
ينتفعون به فيثبت بما يثبت به سائر حقوقهم بخلاف هلال رمضان فانه المتعلق به حق الشرع وهو
اسلئے کہ انکا اسمیں نفع ہے سو عید کا چاند اسی طور پر ثابت ہوگا جس طور انکی تمام حقوق ثابت ہوتی ہیں برخلاف چاند رمضان کی کیونکہ اس چاند سے صرف حق شرع کا تعلق ہے
الصوم فيكتفي فيه بخبر الواحد العدل حرا كان او عبدا ذكرا كان او انثى واما اذا لم يكن في السماء علة فلا يقبل
یعنی روزہ سو اسمیں ایک شخص عادل کی خبر بھی کافی ہے آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت ان اگر آسمان صاف ہو کچھ روک نہو تو اب
شهادة الواحد في هلال رمضان ولا شهادة الاثنين في هلال الفطر وانما تقبل شهادة جمع كثير يقع العلم بخبرهم
گواہی ایک شخص کی رمضان کی چاند میں اور گواہی دو شخصوں کی عید الفطر کی چاند میں مقبول نہیں ہوگی اب گواہی بہت انبوہ کی مقبول ہوگی جنکی خبر سے یقین آجاوے
واختلفوا في مقدار ذلك فقيل لابد من اهل المحلة وقيل لابد من خمسين رجلا وعن محمد لابد ان يتواتر
اور اس انبوہ کی مقدار میں اختلاف ہے بعضی کہتے ہیں ایک محلہ والے چاہییں اور بعضی کہتے ہیں پچاس مرد چاہییں اور امام محمد سے روایت ہے کہ ہر طرف سے
الخبر من كل جانب والصحيح انه مفوض الى راي الحاكم لان المراد بالعلم الحاصل بخبرهم العلم الشرعي الموجب
خبر کا پے در پے آنا چاہیے اور صحیح مذہب یہ ہے کہ حاکم کی رائے پر حوالہ ہے اسواسطے کہ جو علم انکی خبر سے حاصل ہوتا ہے تو اس سے علم شرعی مراد ہے جس سے عمل
للعمل وهو غلبة الظن لا العلم بمعنى اليقين ومن راى هلال الفطر وحده وشهد عند القاضي ولم يقبل
کرنا واجب ہو جاوے یعنی ظن غالب ہو جاوے علم یقین کی درجہ کا مراد نہیں ہے اور اگر کسی نے عید کا چاند اکیلے نے دیکھا اور قاضی کے روبرو جاکر گواہی دی پر اوسکی گواہی
شهادته فانه يصوم ولا يفطر وان افطر يقضي ولا كفارة عليه ولو راى الامام هلال الفطر وحده لا يفطر
مقبول نہوئی تو اسکو چاہیے کہ روزہ رکھے افطار نکرے اور اگر افطار کیا تو قضا کرے اور اسپر کفارہ نہیں ہے اور اکیلے امام نے اگر عید کا چاند دیکھا تو افطار نکرے

ولا يخرج لصلوة العيد ومن رأى هلال الفطر وقت العصر فظن انقضاء مدة الصوم وافطر قال في المحيط اختلفوا
اور عید کی نماز کو بھی نجاوی اور اگر کسی نی عید کا چاند عصر کی وقت دیکہ کر اس خیال سی کہ مدت روزون کی تمام ہوئی سفر افطار کر ڈالا محیط مین لکہتا ہی
في وجوب الكفارة والاكثر على الوجوب ولو ان اهل بلدة راوا هلال رمضان صاموا تسعة وعشرين
کہ بابت وجوب کفارہ کی اختلاف ہی اکثر فقیہ کفارہ واجب بتاتی ہین سو اگر ایک شہر والون نی رمضان کا چاند دیکہکر انتیس روزی رکہی تہی
يوما فشهد جماعة عند القاضي في اليوم التاسع والعشرين ان اهل بلدة كذا راوا هلال رمضان في
کہ اسمین ایک گروہ نی قاضی کی پاس انتیسوین تاریخ اگر گواہی دی کہ فلانی شہر والون نی رمضان کا چاند فلانی شب مین تمسی ایک دن پہلی
ليلة كذا قبلكم بيوم فصاموا وهذا اليوم يوم الثلثين من رمضان واهل هذه البلدة لم يروا الهلال
دیکہ کر روزی رکہی ہین اور آج رمضان کی تیسوین تاریخ ہی فقط اور حال یہہ ہی کہ اس شہر والون کو اوس شب مین چاند نہین نظر آیا تہا
في تلك الليلة والسماء مصحية لا يباح لهم الفطر غدا ولا يترك التراويح لان هذه الجماعة لم يشهدوا بالروية
باوجودیکہ آسمان صاف تہا تو اب ان لوگون کو اگلی دن افطار کرنا مباح نہین اور نہ تراویح ترک کرین اسلئی کہ اس گروہ نی نہ چاند دیکہنی کی گواہی دی ہی
ولا على شهادة غيرهم وانما حكوا روية غيرهم واما لو كان شهدوا عند القاضي ان قاضي بلدة كذا
اور نہ اوروں کی گواہی پر گواہی دی ہی صرف اوروں کی روئیت کا حال بیان کیا ہی ان اگر قاضی کی سامنی یہہ گواہی دیتی کہ فلانی شہر کی قاضی کی سامنی
شهد عنده شاهدان بروية الهلال في ليلة كذا وقضى ذلك القاضي بشادتهما جاز لهذا القاضي ان
دو گواہون نی فلانی شب مین چاند دیکہنی کی گواہی دی تہی اور اوس قاضی نی اونکی گواہی کی موافق حکم جاری کیا تو اب اس قاضی کو بہی جایز ہوتا کہ انکی گواہی کی موافق
يقضي بشهادتهم لان قضاء القاضي الاول حجة فيجوز العمل به يسرنا الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه
حکم کر دیتا اسواسطی کہ پہلی قاضی کا حکم حجت ہی اوسپر عمل کرنا جایز ہی آلہی ہمپر آسان کر اعمال اپنی موافق رضا کی اپنی لطف اور
وكرمه امين يا معين المجلس الثالث والثلثون في بيان فضيلة صوم شوال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
کرم سی قبول کر یا مددگار تینتیسوین مجلس مین بیان روزہ ماہ شوال کی فضیلت کا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی
من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه
جس نی رمضان کی روزہ رکہی پہر اوسکی پیچہی چہہ روزہ شوال کی رکہی تو ایسا ہی جیسی تمام سال کی روزی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی ابو ہریرہ اور
ابو هريرة وابو ايوب الانصاري وانما كان ذلك كصيام الدهر لان الحسنة تضاعف بعشر امثالها
ابو ایوب انصاری کی روایت سی اور یہہ روزی مانند روزون سال کی اسلئی ہین کہ حسنات دس گونہ زیادہ ہوتی ہین
فمن صام رمضان يصير كانه صام عشرة اشهر ثم اذا صام بعده ستة ايام من شوال يصير
پہر جسنی رمضان کی روزی رکہی تو گویا دس مہینی کی روزی رکہی پہر اگر بعد اوسکی شوال مین چہہ روزی رکہی تو
كانه صام شهرين فيكون المجموع كاثني عشر شهرا فان قيل يفهم من هذا الكلام ان المراد من الدهر
گویا دو مہینی کی روزی رکہی پہر سب ملکر گویا بارہ مہینی کی روزی ہوئی اگر اعتراض کرین کہ اس کلام سی یہہ سمجہا جاتا ہی کہ دہر سی مراد
السنة لكن استعمال الدهر بمعنى السنة غير متعارف في كلامهم بل هو عند اهل اللغة يطلق على الابد
ایک سال ہی پر دہر کا استعمال سال کی معنون مین عرب کی کلام مین پایا نہین جاتا بلکہ دہر کی لفظ کو لغت والی زمانہ ابدی پر بولتی ہین
وقد اتفق ابو حنيفة وصاحباه على ان الدهر المعرف باللام يكون للعمر فالظاهر ان يحمل على مدة العمر
اور امام ابو حنیفہ اور صاحبین اس بات پر متفق ہین کہ دہر کا لفظ الف لام کی ساتہہ یعنی الدہر تمام عمر کی معنون مین ہی تو اب ظاہر یون معلوم ہوتا ہی کہ تمام عمر کی
ولا وجه لحمله على السنة فالجواب ان الحمل على السنة هو الحمل على مدة العمر لان المكلف لا بد له ان يصوم
معنی ہین ایک سال کی معنون کی کوئی وجہ نہین ہی تو جواب یہہ ہی کہ سال کی معنی لینی یہہ معنی مدت عمر کی ہین اسواسطی کہ مکلف آدمی کو ضرور ہی کہ رمضان کی روزی

رمضان ثم اذا اعتاد ان یصوم بعده ستة ایام من شوال یکون کمن صام مدة عمره فان قیل
رکہی پہر جب یہہ عادت ہوئی کہ بعد اوسکی شوال مین چہہ روزی رکہا کری تو ایسا ہی کہ اپنی تمام عمر روزی رکہی اگر کوئی اعتراض کری

من صام شهرا کاملا ای شهر کان ثم صام بعده ستة ایام یکون کصیام سنة بمقتضی قوله تعالی
جب کوئی کسی ایک پوری مہینی کی روزی رکہی پہر اوسکی بعد چہہ روزی اور رکہی تو یہہ بہی برابر ایک سال کی ہونگی موافق مضمون اس آیت کی

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا فما وجه تخصیص رمضان وشوال بالذکر فالجواب ان شهر
جو کوئی لاویگا ایکی اوسکو ہی اوس سی دس گونہ پہر خاص رمضان اور شوال کی ذکر کرنی کی کیا وجہ ہی تو جواب یہہ ہی کہ رمضان کا

رمضان متعین للصوم وشهر شوال لوقوعه عقیبه کان صیامه کصیامه فی الفضل وملحقا به فی الشرف
مہینہ روزوں کی لئی متعین چلا آتا ہی اور شوال کا مہینا چونکہ اوسکی بعد اوس سی متصل ہی تو شوال کی روزی بہی فضیلت مین رمضان کی مانند ہین اور شرافت مین

حتی قیل صیام ستة ایام من شوال یلتحق بصیام رمضان ویکون لمن صامها مع رمضان کصیام
اوسکی ساتہہ ملی ہوئی ہین یہان تک کہتی ہین چہہ روزی عید کی چاند کی رمضان کی روزوں مین داخل ہین اور جو کوئی شوال کی چہہ روزی ہمراہ رمضان کی ادا کری اوسکو ایسا ثواب

الدهر فرضا فلذلک خص ایاهما بالذکر من بین سائر الشهور ثم الافضل ان یکون صومها بعد یوم الفطر
ہی گویا تمام سال کی فرض روزی ادا کئی اس لئی خاص ان دونو مہینوں کا تمام مہینوں مین سی ذکر کیا پہر افضل یہہ ہی کہ روزی شوال مین بعد عید الفطر کی

متوالیة وحکی عن بعض العلماء کراهة صومها متصلا به حذرا عن التشبیه باهل الکتاب فی زیادتهم
پی در پی ہون اور بعضی علما سی مذکور ہی کہ متصلا روزی مکروہ ہین تا کہ اہل کتاب کی مشابہت سی بچی اس باب مین کہ اونہون نی فرض پر بڑہالئی ہین

علی الفرض لکن لا کراهة فیه فی المختار لان الکراهة انما تکون فیما لا یؤمن ان یعد ذلک من رمضان
لیکن مختار مذہب مین بیچ کراہت نہین ہی کیونکہ کراہت تب ہی کہ یہہ خوف ہو کہ یہہ روزی رمضان مین شمار کئی جائینگی

ویکون تشبیها بالنصاری فی زیادتهم علی الفرض وقد زال هذا المعنی لانتفاء الاتصال بفصل یوم
اور مشابہت نصاری کی فرض پر بڑہالینی مین ہو جاتگی اور یہہ بات کہان رہی جب کہ عید کا روز بیچ مین آجانی سی اتصال جاتا رہا

الفطر مع ان کلامهم یشیر الی ان الکراهة فی حق العوام لا فی حق اهل العلم وروی عن ابی حنیفة انه
باوجودیکہ فقہا کی کلام مین یہہ اشارہ ہی کہ عوام کی حق مین مکروہ ہی اہل علم کی حق مین مکروہ نہین ہی اور روایت ہی ابو حنیفہ سی کہ

کرهه متتابعا ومتفرقا والمتاخرون من علماء مذهبه لم یروا به باسا لکنهم اختلفوا فی ان الافضل
مکروہ جانتی تہی پی در پی کو اور جدا جدا کو اور متاخر علماء حنفی مذہب اسمین کچہہ باک نہین جانتی پر اسمین اختلاف کرتی ہین کہ آیا افضل پی در پی ہین

التتابع او التفرق فان فرقها او اخرها عن اوائل الشهر یحصل له فضیلة الاتباع ویکون ابعد من شبهة
یا جدا جدا اگر جدا جدا رکہی یا اول ماہ سی گذر کر آخر مہینی مین رکہی تو اوسکو فضیلت اتباع کی ملجاتی ہی اور اختلاف کی شبہہ سی بہی الگ ہتا ہی

الاختلاف واما ما قیل هذا شیء وضعه الجهال وکل حدیث یروی فیه فهو موضوع فلا ینبغی ان یسمع هذا
اور یہہ جو کہتی ہین کہ یہہ بات جاہلوں کی گہرت ہی اور جو جو حدیث اس باب مین مروی ہی وہ سب موضوع ہین تو یہہ طعن سننی کی لایق

الطعن لان هذا الحدیث ثابت فی صحیح مسلم وکل حدیث ثبت فی احدی الصحیحین لا یسمع طعن الوضع فیه
نہین ہی کیونکہ یہہ حدیث صحیح مسلم مین موجود ہی اور جو حدیث صحیح مسلم یا صحیح بخاری مین موجود ہو اوسمین عیب وضعی ہونیکا مسموع نہین ہی

ثم ینبغی ان یعلم ان بعض الناس کانوا لا یرون یمنا فی التزوج فی شوال ویتطیرون به وهذا من امر الجاهلیة
پہر سمجہنی کی بات ہی کہ بعضی آدمی شوال مین نکاح کرنیکو مبارک نہین جانتی اسمین بد فالی لیتی ہین سو یہہ بات جاہلیت کی ہی

فانهم کانوا یتشامون بشوال من النکاح فیه وسبب ذلک علی ما قیل ان طاعونا وقع فی شوال فی سنة
جاہلیت والی شوال مین نکاح کرنیکو نحس جانتی تہی اسکا سبب یہہ کہتی ہین کہ ایک سال مین ماہ شوال کی اندر وبا و طاعون پیدا ہوئی تہی

من السنین ومات فیه کثیر من العرایس فتشام به اهل الجاهلیة وقد ورد فی الشرع بابطاله
او جس بہت نئی دلہنیں مرگئی تہیں سو اہل جاہلیت نی اسکو نحس ٹہرالیا اور شرع میں اسکا بطلان ظاہر موجود ہی

کما روی عن عائشة انها قالت تزوجنی رسول الله صلی الله وسلم فی شوال وبنی بی فی شوال فای
چنانچہ عائشہ سی روایت ہی کہ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی مجہسی ماہ شوال میں نکاح کیا اور ماہ شوال میں مجہسی مجامعت کی پہر کونسی

نساء رسول الله صلی الله علیه وسلم کان احظی عنده منی قال النووی انها قصدت بهذا ردما کان علیه
بی بی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجہ سی زیادہ بہرہ مند تہی نووی کہتا ہی کہ عائشہ کا مقصود اس بیان سی رد کرنا اعتقاد

اهل الجاهلیة من تطیر التزوج فی شوال فانهم کانوا تتشامون بشهر شوال فی النکاح خاصة کما کانوا یتشمون
اہل جاہلیت کا ہی یعنی ماہ شوال میں نکاح کرنیکی بدشکونی کیونکہ اہل جاہلیت ماہ شوال میں صرف نکاح کرنیکو نحس جانتی تہی جیسی ماہ صفر کو

بشهر صفر مطلقا ویقولون انه شهر مشئوم وکثیر من الناس فی هذا الزمان یوافقونهم ویتشامون
مطلق سب باب میں منحوس جانتی تہی اور کہتی تہی کہ یہ مہینہ منحوس ہی اور بہت لوگ اس زمانہ میں بہی اونکی ساتہی بنکر ماہ صفر کو منحوس سمجہتی ہیں

بشهر صفر ویمتنعون فیه عن السفر والتزوج وغیرهما فان تخصیص الشوم بزمان دون زمان کشهر شوال
اور اس مہینی میں سفر اور نکاح وغیرہ نہیں کرتی بیشک خصوصیت نحوست کی کہ کسی وقت ہو اور کسی وقت نہو جیسی ماہ شوال

وغیره غیر صحیح فان الزمان کله من خلق الله تعالی ویقع فیه افعال العباد فکل زمان شغله العبد بطاعة
وغیرہ میں صحیح نہیں ہی کیونکہ تمام زمانہ اللہ تعالی کا پیدا کیا ہوا ہی جسمیں تمام عباد اللہ کاروبار کرتی ہیں سو جس زمانہ کو آدمی عبادت میں صرف کری

فهو زمان مبارك علیه وکل زمان شغله العبد بمعصیة فهو زمان مشئوم علیه والشوم والیمن
وہ زمانہ اوسپر مبارک ہی اور جس زمانہ کو آدمی معصیت میں صرف کری وہ زمانہ اوسکی حق میں نحس ہی اور نحس اور مبارک

فی الحقیقة هو المعصیة والطاعة کما قال عدی بن حاتم یمن المرء وشومه بین لحییه یعنی لسانه
حقیقت میں معصیت اور طاعت ہی چنانچہ عدی ابن حاتم کہتا ہی آدمی کی برکت اور نحوست دونو جبڑوں میں ہی اور زبان ہی

وقال ابن مسعود ان کان الشوم فی الشئ ففیما بین اللحیین یعنی اللسان وما شئ احوج الی طول السجن
اور ابن مسعود کہتی ہیں اگر کسی چیز میں نحوست ہوا کرتی تو اسمیں ہوتی جو دونو کلوں میں ہی یعنی زبان اور کوئی چیز سوا زبان کی ایسی نہیں جو قید کی زیادہ حاجتمند ہو

من اللسان وروی عن عائشة انه علیه السلام قال الشوم سوء الخلق فلا شوم فی الحقیقة الا المعاصی
اور حضرت عائشہ سی روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا نحوست بدخلقی ہوتی ہی سو اب حقیقت میں نحوست سوای معاصی اور

الذنوب فانه تسخط الله تعالی فانه تعالی اذا سخط علی عبد یکون ذلك شقیا فی الدنیا والاخرة واذا
گناہوں کی کوئی چیز نہیں ہی کیونکہ گناہ سی اللہ تعالی بیزار ہوتا ہی اور اللہ تعالی اگر کسی بندہ سی بیزار ہو تو وہ بندہ دنیا اور آخرت میں بدبخت ہی اور اگر

رضی عن عبد یکون ذلك العبد سعیدا فی الدنیا والاخرة وبعض الصالحین قد شکی الیه عن
کسی بندہ سی راضی ہو تو وہ بندہ دنیا اور آخرت میں نیکبخت ہی اور بعضی صلحار کی پاس عام مصیبت کی جسمیں

بلاء وقع الناس فیه فقال ما اری ما انتم فیه من البلاء الا بشوم الذنوب فعلی هذا یکون
تمام خلق گرفتار تہی شکایت کی جواب دیا جس بلا میں تم گرفتار ہو مجہکو سوا نحوست گناہونکی معلوم نہیں ہوتی اس حکایت کی موافق

المعاصی مشوما علی نفسه وعلی غیره فانه لا یؤمن ان ینزل علیه عذاب فیعم الناس
نافرمان بندہ آپ اپنی جان پر اور سب پر منحوس ہی کیا بعید ہی کہ اوسپر عذاب نازل ہو پہر سبکو پکڑلی

خصوصا من لم ینکر عمله فالبعد عنه لازم وکذلك الاماکن التی یفعل فیها المعاصی
خاص اون لوگوں کو جو اوسکی عمل سی انکار نہیں کرتی سو اوس سی دور رہنا لازم ہی ایسی ہی اون مکانوں سی جہاں معاصی عمل میں آتی ہیں

يلزم البعد عنها والهرب منها خشية نزول العذاب على من كان فيها كما قال النبي صلى الله عليه وسلم لاصحابه
دور رہنا اور بھاگنا چاہیئے اس خوف کی مارے کہ مبادا جو جو اوس مکان میں ہیں سب پر عذاب نازل ہو چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی یاروں کو

حين مر على ديار ثمود بالحجر لا تدخلوا اماكن هؤلاء المعتدين الا ان تكونوا باكين خشية ان يصيبكم ما اصابهم
منع فرمایا جب وہ حجر میں دیار قوم ثمود پر گذرے کہ ان لوگوں حد سے بڑھے ہوونکی مکانوں میں داخل نہو مگر روتی ہوئے اس خوف کی مارے مبادا تمپر بھی وہ عذاب آوے

فان هجران اهل العصيان من جملة الهجرة المامور بها التي سبب لمغفرة الذنوب والخطايا الا ترى ان الذى
جو اونپر آیا تھا آجاوے بیشک اہل عصیان سے ملاپ ترک کرنا ہجرت میں داخل ہے جسکا حکم ہے اور باعث بخشش ذنوب اور خطا کا ہے کیا تجکو معلوم نہیں کہ جسنے

قتل مائة نفس من بني اسرائيل سئل عالما من علماءهم هل له توبة فقال له العالم نعم وامره ان ينتقل من
سو آدمی بنی اسرائیل کی قتل کرکر اپنی عالموں میں سے ایک سے پوچھا آیا میری کوئی توبہ ہے عالم نے اوسکو جواب دیا ہاں اور اوسکو بتایا کہ مفسد

قرية الفساد الى قرية الصلاح وادركه الموت بينهما واختصم فيه ملئكة الرحمة وملئكة العذاب واوحى
گانوں میں سے صالح گانوں میں چلا جا پھر وہ دونوں گانوں کی بیچ میں جاتا ہوا مرگیا اب رحمت اور عذاب کی فرشتوں میں جھگڑا ہوا کہ دونوں میں سے اسکو کون لی

الله اليهم ان قيسوا بينهما فالى ايهما كان اقرب الحقوه بها فوجدوه الى القرية الصالحة اقرب برمية الحجر فالحقوه
ہوا اللہ تعالی نے اونکو وحی بھیجی کہ پیمائش کرکر دیکھو جدہر نزدیک ہو اودہر ملا دو پھر اوسکو صالح گانوں کی طرف اتنا نزدیک پایا جتنا ڈھیلا پھینکتی ہیں

بها برحمة الله تعالى ومغفرته

سو اللہ کی رحمت اور مغفرت سے اودہر ہی ملا دیا

المجلس الرابع والثلثون في بيان فضيلة العشر الاول من ذى الحجة

چونتیسویں مجلس ماہ ذی الحجہ کی پہلی عشرہ کی فضیلت کی بیان میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من ايام العمل الصالح فيهن احب الى الله تعالى من هذه الايام
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی دن ایسے نہیں ہیں جنمیں عبادت اللہ تعالی کو محبوب تر ہو بہ نسبت ان دنوں کی

هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابن عباس والمراد من هذه الايام العشر الاول من ذى الحجة بدليل قوله عم
یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ابن عباس کی روایت سے اور مراد ہذہ الایام سے ذالحجہ کا پہلا دہا ہے اسواسطے کہ اور حدیث میں ارشاد ہے

في حديث اخر ما من ايام احب الى الله تعالى ان يتعبد له فيها من عشر ذى الحجة يعدل صيام كل يوم منها
کوئی دن نہیں ہیں کہ اللہ تعالی کو اپنی عبادت اونمیں محبوب تر ہو بہ نسبت عشرہ ذالحجہ کی کہ اسمیں سے ہر روز کا روزہ برس دن کی روزوں کی برابر

بصيام سنة وقيام كل ليلة منها بقيام ليلة القدر وانما كان العمل الصالح في هذه الايام افضل لانها ايام
اور ہر شب کا قیام قیام لیلۃ القدر کی برابر ہوتا ہے اور ان دنوں میں عمل صالح اسلئے افضل ہے کہ یہہ دن بیت اللہ

زيارة بيت الله تعالى والمسجد الحرام والبلد الحرام والوقت اذا كان افضل يكون العمل الصالح فيه افضل
اور مسجد حرام اور مکہ کی زیارت کی ہیں اور وقت جب افضل ہوتا ہے تو اسمیں عمل صالح بھی افضل ہوتا ہے

وروى عن ابى الدرداء انه قال عليكم بصوم ايام العشر واكثار الدعاء والاستغفار والصدقة فيها فاني
اور ابو درداء سے روایت ہے کہ کہتے تھے اپنی اوپر روزے ان دس دن کی اور بہت دعا اور استغفار اور خیرات لازم کرلو کیونکہ میں نے

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم الويل لمن حرم خير ايام العشر وعليكم بصوم اليوم التاسع خاصة فان فيه
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے افسوس ہے اوس شخص پر جو ان دس دن کی خوبی سے محروم رہا اور اپنے اوپر خاص کر نویں تاریخ کا روزہ لازم کرلو کیونکہ اسمیں

من الخيرات اكثر من ان يحصيها العادون وروى انه عليه السلام قال يوم عرفة احتسب على الله تعالى ان يكفر السنة
اسقدر خوبی ہے کہ شمار کرنیوالوں کی اندازہ سے بڑھ گئی ہے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں ایسا گمان کرتا ہوں کہ عرفہ کا دن ایک سال گذشتہ

التي قبلها والسنة التي بعدها يعني ان من صام يوم عرفة ارجو من الله تعالى ان يغفر ذنوبه الصغائر
اور ایک سال آیندہ کا کفارہ ہو جاوے مراد یہہ ہے کہ جسنے نویں تاریخ ذی الحجہ کو روزہ رکھا تو امید ہے اللہ تعالی سے کہ اوسکی تمام صغیرہ گناہ

الزاقوه

الواقعة فی السنة الماضية ويكون فی حفظ الله تعالیٰ وكنفه من اقتراف الذنوب فی السنة بيان فضيلة

جو سال گذشتہ میں ہوئی ہیں معاف ہوجاتی ہیں اور سال آئندہ میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا کہ گناہ اوس سے تمام سال

فی فتاواه ولا باس بصوم يوم عرفة سواء كان فی الحضر او السفر اذا كان يقوی عليه ويكره صوم عرفة وسابقها اعنی

فی فتاویٰ میں کہتا ہی عرفہ کے دن کے روزہ میں کچھ مضائقہ نہیں ہی برابر ہی مقیم ہو یا مسافر ہو اگر روزہ رکھنی کی طاقت رکھتا ہی اور عرفات میں عرفہ کے دن کا

يوم التروية لانه يعجز عن اداء افعال الحج فاذا اراد العبد ان ينال الثواب والفضائل التی ذكرها النبی عليه السلام

ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کا روزہ اسلیئے کہ ارکان حج کی ادا کرنی سی تھک جاتا ہی اگر آدمی بہت آرزو کری کہ وہ ثواب اور فضیلت جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی ذکر فرمائی ہی

ينبغی له ان يعرف حرمة الوقت وشرفه ويحفظ فيه لسانه عن الكذب والغيبة وقبيح الكلام وجوارحه عن الخطاء

تو اوسکو چاہیی کہ وقت کی عزت اور شرافت کا لحاظ رکھی اوس میں اپنی زبان کو جھوٹ اور غیبت اور بیہودہ کلام سی بند رکھی اور اپنی اعضا آنکھ ہاتھ وغیرہ کو خطا سی بچاوی

والاثام وقلبه عن العجب والكبر وعداوة الانام هذا ما بينه النبی عليه السلام من العبادة فی يوم عرفة واما الاجتماع

اور اپنی دل کو غرور اور تکبر اور خلقت کی دشمنی سی نگاہ رکھی عرفہ کی دن میں یہ عبادت ہی جو نبی علیہ السلام نی فرمائی ہی اور اوس دن میں جمع ہوکر

فی ذلك اليوم فی الجامع او فی مكان خارج المصر تشبيها بالواقفين فليس بشئ لان الوقوف عبادة مخصوصة بعرفات

مسجد جامع میں یا جنگل میں کسی مکان کی اندر انبوہ کرنا عرفات والوں کی مشابہت کی لئی صرف بی اصل ہی اسواسطی کہ وقوف بعرفات عبادت مخصوصہ عرفات پر ہی

فلا يكون عبادة فی غيرها كسائر المناسك حتی ان احدا طاف حول المسجد سوی الكعبة يخشی عليه الكفر وروی عن

سو وہ اور کسی جگہ عبادت نہیں ہوسکتی جیسی حج کی اور احکام یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کسی مسجد کی گرد طواف کری سوای کعبہ کی تو کفر کا خوف ہی اور ام سلمہ سی

ام سلمة انه عليه السلام قال اذا دخل العشر واراد ان يضحی فلا يمس من شعره وبشرته شيئا وفی رواية من رای هلال

روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا جب عشرہ ذی الحجہ کا شروع ہو اور قربانی کرنیکا ارادہ ہو تو اپنی بال اور بدن کو کچھ نہ چھوی اور ایک روایت میں ہی جو شخص ذی الحجہ کا چاند

ذی الحجة واراد ان يضحی فلا ياخذ من شعره واظفاره قال فی شرح السنة اختلف العلماء فی العمل بظاهر هذا الحديث

اور قربانی کرنیکا ارادہ ہو تو بال اور ناخن نہ تراشی شرح السنہ میں مذکور ہی علما اس حدیث کی ظاہر پر عمل کرنی میں اختلاف کرتی ہیں

فذهب قوم الی ان من يريد التضحية لا يجوز له بعد دخول العشر ان ياخذ من شعره وظفره ما لم يذبح وقالوا النهی

سو ایک گروہ کا یہ مذہب ہی کہ جو شخص قربانی کا ارادہ کری تو اوسکو ماہ ذی الحجہ شروع ہونی کی بعد قربانی ذبح کرنی سی پہلی اپنی بال یا ناخن تراشنی جائز نہیں ہیں اور کہتی ہیں کہ ممانعت

فيه للتحريم وكان ابو حنيفة ومالك والشافعی يرون ذلك علی الندب والاستحباب قال فی شرح المنية يندب لمن

واسطی حرمت کی ہی اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی اسکو مندوب اور مستحب سمجھتی تھی منیہ کی شرح میں کہتا ہی قربانی کرنیوالی کو مستحب ہی

اراد ان يضحی تاخير تقليم الاظفار وحلق الراس الی ان يضحی ولا يجب وان استلزم التاخير الكراهة لا يؤخر وهو ما

کہ قربانی ذبح کرنی تک ناخن تراشنی اور سر مونڈانی میں تاخیر کرنا اور واجب نہیں ہی اور اتنی تاخیر کرنی میں اگر کراہت لازم آتی ہو تو تاخیر نہ کری اور کراہت یہ ہی

زاد علی الاربعين فقد ذكر فی القنية ان الافضل للعبد ان يقلم اظفاره ويقص شاربه ويحلق عانته وينظف بدنه

کہ چالیس دن سی زیادہ ہوجاوی اسلیئے کہ قنیہ میں مذکور ہی کہ آدمی کو افضل یہ ہی کہ ہر ہفتہ میں ناخن تراشنی اور لبیں کترواوی اور زیر ناف مونڈی اور بدن دھوکر صاف کرنا

بالاغتسال فی كل اسبوع فان لم يفعل ففی كل خمسة عشر يوما ولا عذر فی تركه وراء الاربعين فالاسبوع هو الافضل

پاک صاف کرنا پھر اگر ہر ہفتہ میں نہ ہوسکی تو ہر پندرہ دن کی بعد اور چالیس دن کی بعد دیر کرنی میں کوئی عذر نہیں ہی پس ہفتہ تو افضل مدت ہی

والخمسة عشر الاوسط والاربعون الابعد ولا عذر له فيما وراء الاربعين ويستحق بالوعيد ثم ان النهی ليس للتشبيه

اور پندرہ دن مدت درمیانہ ہی اور چالیس دن انتہا کی مدت ہی پھر چالیس دن کی بعد کوئی عذر نہیں ہی پھر سزاوار وعید کا ہی پھر یہ ممانعت بال مونڈانی کی اس لئی نہیں کہ

بالحجاج المحرمين كما ذهب اليه بعض العلماء اذ لو كان للتشبيه لشاع فی سائر محظورات الاحرام ولم يختص باخذ من اجزاء

کہ حجاج احرام والوں سی مشابہت ہوجاتی چنانچہ بعض علما کا یہ مذہب ہی کیونکہ اگر ممانعت مشابہت کی لئی ہوتی تو احرام کی تمام ممنوعات میں جاری ہوتی جیسی شکار قتل حیوان وغیرہ

البدن بل علة النهي على ما ذكره التوربشتي ان المضحي يجعل ضحيته فدية يفتدي بها نفسه من عذاب

خاص نہو تا بلکہ نہی کی علت موافق بیان توربشتی کی یہہ ہی کہ قربانی کرنیوالا اپنی قربانی کو قیامت کی عذاب سی اپنی جان کا عوض بیتا ہی اور اس سی قربت الٰہی

يوم القيمة ويزداد بها قربة الى الله تعالى فكان بما اكتسب من السيئات وبما اتى به في حقوق الله تعالى من

زیادہ حاصل ہوتی ہی سو گویا کہ برائیاں کرکر اور حقوق اللہ میں کوتاہی برت کر

التقصيرات رأى نفسه مستوجبة لاعظم العقوبات وهو القتل غير انه احجم عن الاقدام عليه لانه لم يأذن

اپنی جان کو بڑی سی بڑی عذاب یعنی قتل کا سزاوار جانتا ہی پر اپنی جان کی قتل کرنی سی باز رہا کہ شرع میں اسکی اجازت نہیں ہی

الله فيه فيجعل قربانه فداء لنفسه فصار كل جزء من قربانه فداء لكل جزء من بدنه فعمت بركة القربان

اب قربانی کو اپنی جان کا بدلہ دیا سو ہر ہر جز قربانی کا اسکی بدن کی ہر ہر جز کا بدلہ ہی اب قربانی کی برکت تمام اجزا بدن کو شامل ہوجاتی ہی

جميع اجزاء البدن فلم يخل منها ذرة ولم يحرم منها شعره فلما كانت هذه الفضيلة ملحقة بالاجزاء المتصلة

کوئی ذرہ بدن کا خالی اور کوئی بال تمام بدن میں سی محروم نہیں رہتا اور یہہ فضیلت جن اجزا سی خاص تہی جو قربانی کرنیوالی کی بدن سی متصل ہیں

بالمضحي دون المنفصلة عنه رأى النبي عليه السلام ان لا يمس شيئا من شعره وبشرته لئلا يفقد من ذلك

اجزاء منفصل سی نہیں ہوتی تو پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا کہ اپنی بال اور بدن کو نہ چھوئی تاکہ کوئی فضیلت بوقت اترنی رحمت

شيء ما عند نزول الرحمة وفيضان النور الالهي فيتم له الفضائل وينزع عنه النقائص فعلى هذا ينبغي

اور فیضان نور الٰہی کی گم نہو پہر فضائل تمام پوری ہوں اور نقصان کچہہ باقی نہ رہی اب لوگوں کو چاہئی

للناس ان يطلبوا هلال ذي الحجة ويعدوا ايامه ليعلموا وقت ذبح الاضحية ويستعدوا لها لكن ثبوت

کہ ماہ ذی الحجہ کا چاند تلاش کیا کریں اور اسکی دن گنتی رہیں تاکہ قربانی کی ذبح کا وقت ٹہیک معلوم ہو اور اسکی تیاری کریں لیکن تقرر

روية الهلال لما توقف على حكم القاضي لزم المراجعة اليه ثم انه اذا كان في السماء علة سواء كان غيما

چاند کا قاضی کی حکم پر جو موقوف ہی تو قاضی کی پاس رجوع کرنا لازم ہی پہر اگر آسمان میں کچہہ رکاوٹ ہو برابر ہی کہ ابر ہو

او دخانا او بخارا او غبارا او نحو ذلك لا يقبل الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين في ظاهر الرواية وهو الاصح

یا دہواں یا بخار یا غبار یا ایسا ہی اور کچہہ تو ظاہر روایت میں گواہی جب قبول ہوگی کہ دو مرد ہوں یا ایک مرد دو عورتیں اور یہہ ہی صحیح ہی

لتعلق حق العباد به بالتوسعة بلحوم الاضاحي ويثبت بما يثبت به سائر حقوقهم وكما يشترط فيه العدد

کیونکہ اسمیں حق العباد علاقہ رکہتی ہیں قربانیوں کی گوشت کی فراخی ہوتی ہی چنانچہ اوسی طور پر ثابت ہوگا جسطرح تمام حقوق ثابت ہوتی ہیں اور جیسی اسمیں عدد کی شرط ہی

يشترط الحرية والعدالة ولفظ الشهادة وان لم يكن في السماء علة لا يقبل الا شهادة جمع كثير يقع العلم بخبرهم

ویسی ہی آزادگی اور عدالت اور شہادت کا لفظ چاہئی اور اگر آسمان میں کوئی روک نہو تو پہر اتنی انبوہ کثیر کی گواہی مقبول ہوگی جنکی خبر دینی سی یقین آجاوی

واختلفوا في مقدار ذلك فقيل لا بد من اهل محلة وقيل لا بد من خمسين رجلا وعن محمد لا بد ان يتواتر الخبر

اور اوس انبوہ کی مقدار میں اختلاف ہی بعضی کہتی ہیں ایک محلہ کی لوگ چاہیں اور بعضی کہتی ہیں پچاس مرد چاہییں اور امام محمد سی روایت ہی کہ پی در پی ہر طرف سی

من كل جانب والصحيح انه مفوض الى راى الحاكم لان المراد بالعلم الحاصل بخبرهم العلم الشرعي الموجب للعمل وهو غلبة

خبر کا آنا چاہئی اور صحیح یہہ بات ہی کہ حاکم کی رای پر حوالہ ہی اسلئی کہ مراد اس علم سی جو انکی خبر سی حاصل ہوتا ہی وہ علم شرعی ہی جس سی عمل واجب ہوجاوی یعنی ظن غالب

الظن لا العلم بمعنى التيقن ولو وقع الشك ان هذا اليوم كان من عاشر ذي الحجة او تاسع ذي الحجة فالاحوط

علم یقینی کی معنوں میں نہیں ہی اور اگر یہہ شبہ پڑجاوی کہ آجکا دن ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہی یا نویں تاریخ ہی تو اب احتیاط اسمیں ہی

ان يضحي في الغد بعد الزوال ولا يؤخر الذبح بعده الى يوم الثالث لاحتمال ان يقع في غير وقته وان اخر كان

کہ قربانی اگلی روز دو پہر ڈہلی ذبح کری اور اسکی بعد ذبح میں تیسری دن تک تاخیر نہ کری کیونکہ شاید کہ بی وقت ذبح ہوجاوی اور اگر تیسری دن تک تاخیر کری

المستحب

المستحب ان يتصدق بجميع لحمه ولا ياكل منه المجلس الخامس والثلثون في بيان فضيلة

تو بہر یوں مستحب ہی کہ گوشت سارا صدقہ کر کر بانٹ دے اوسمیں سے کہاوے نہیں پینتیسویں مجلس بیچ بیان فضیلت قربانی ذبح کرنیکا

هراقة دم القربان في ايام النحر ونوعه وكيفيته قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما عمل

ایام نحر میں اور اوسکی اقسام اور کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عمل ابن آدم کا

ابن ادم من عمل يوم النحر احب الى الله تعالى من هراقة الدم وانه ليأتي يوم القيمة بقرونها واشعارها واظلافها

یوم نحر میں ایسا نہیں ہی کہ اللہ تعالی کو محبوب تر ہو بجز ریختہ کرنی خون کی اور وہ قربانی قیامت کی روز صحیح سالم مع سینگوں اور بالوں اور سموں کی موجود ہوگی

وان الدم ليقع من الله تعالى بمكان قبل ان يقع على الارض فطيبوا بها انفسا هذا الحديث من حسان المصابيح

اور البتہ وہ خون اس سے پہلی کہ زمین پر گری اللہ تعالی کی ہاں قبول ہوجاتا ہی سو اوس کی بدل خوش رہو یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی

روته ام المؤمنين عائشة رض ومعناه ان افضل العبادات يوم النحر اراقة دم القربان وانها ياتي يوم القيمة

حضرت ام المؤمنین عائشہ کی روایت سے اسکی یہ معنی ہیں کہ سب سے عمدہ عبادت یوم نحر میں قربانی کا ذبح کرنا ہی اور وہ قربانی البتہ قیامت کی دن

كما كان في الدنيا من غير ان ينقص منه شئ ليكون لكل عضو منه اجر ويصير مركبه على الصراط ولكل وقت يختص

جیسی دنیا میں تھی بعینہ موجود ہوگی کچھ اسمیں سے کم نہوگا تاکہ اوسکی ہر ہر عضو کی بدلے اجر حاصل ہو اور پل صراط پر سواری بن جاوی اور ہر ہر وقت میں ایک ایک

بعبادة وهذا اليوم اختص بعبادة فعلها ابرهيم النبي عليه السلام ولو كان شئ افضل منه لما فدى به اسمعيل النبي عم

عبادت ہوتی ہی اور اس دن میں خاص وہ عبادت ہی جسکو ابراہیم نبی علیہ السلام نے کی تھی اور اگر اس سے کوئی اور عبادت افضل ہوتی تو حضرت اسماعیل نبی علیہ السلام کو کیوں فدیہ دیتی

ولهذا قال صاحب الخلاصة شراء الاضحية بعشرة وذبحها افضل من التصدق بالف لان القربة التي تحصل

اسی واسطی صاحب خلاصہ کہتا ہی قربانی دس درہم کو خرید کر ذبح کرنا ہزار درہم خیرات کرنی سے بہتر ہی کیونکہ جو ثواب خون بہانی سے حاصل ہوتا ہی

باراقة الدم لا تحصل بالصدقة لكن ينبغي ان يعلم ان اراقة الدم في هذا اليوم وان كانت افضل العبادات

وہ صدقہ دینی سے نہیں حاصل ہوتا لیکن سمجھنا چاہئی کہ خون کا بہانا اس دن میں اگرچہ سب عبادات سے افضل ہی

الا ان قوله تعالى لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ يشير الى ان المعتبر ليس مجرد اراقة

پر اس آیت میں اللہ کو نہیں پہنچتی اونکی گوشت نہ لہو لیکن اوسکو پہنچتا ہی تمہارے دل کا ادب یہ اشارہ ہی کہ صرف خون کا بہانا

الدم واطعام اللحوم بل المعتبر تحصيل التقوى التي هي شرط لقبول الطاعات كلها كما قال الله تعالى اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ

اور گوشت کا کہلانا معتبر نہیں ہی بلکہ اصل معتبر تقوی کا ہی جو تمام عبادات کی مقبول ہونی کی شرط ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اللہ قبول کرتا ہی

مِنَ الْمُتَّقِيْنَ والتقوى لا تحصل الا بالاجتناب عن جميع المنهيات والاتيان بجميع المامورات واذا لم يحصل ذلك لا يغني

ادب والوں سے اور تقوی جبھی حاصل ہوتا ہی کہ تمام منہیات سے بچی اور تمام مامورات کو بجالاوی اور اگر یہ بات نہیں ہی

عنهم اراقة الدم والتصدق باللحم وان كثر منهم ذلك فعلى هذا يجب على المكلف في هذا العيد عدة اشياء الاول

تو خون بہانا اور گوشت کا خیرات کرنا کچھ کام نہ آویگا کتنا ہی بہت کیا کرو سو اس بیان کی موافق اس عید میں مکلف پر کئی چیزیں واجب ہیں اول

ترك المعاصي فان المعصية وان كانت قبيحة في جميع الازمنة الا انها في بعض الازمان يكون اكثر قبحا واكثر جرما

معاصی کا ترک کرنا کیونکہ گناہ کرنا اگرچہ ہر وقت میں برا ہی پر بعضی وقت زیادہ تر بد اور سخت تر جرم ہوتا ہی

لشرف الزمان فيكون تركها الزم واوجب لقوله تعالى اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ

واسطی شرافت اوس وقت کی اوس وقت میں گناہ کا ترک کرنا بہت لازم اور واجب تر ہی اس دلیل سے مہینوں کی گنتی اللہ کی پاس ہی بارہ مہینی ہیں اللہ کی حکم میں جس دن

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ يعني ان عدد الشهور القمرية

پیدا کئی آسمان و زمین اونمیں چار ہیں ادب کی یہی ہی سیدھا دین سو اونمیں ظلم نہ کرو اپنی اوپر یعنی قمری مہینوں کی گنتی

التي عليها يدور كثير من الاحكام الشرعية في حكمه تعالى اثنا عشر مثبتا في اللوح المحفوظ منذ خلق السموات
جن پر اکثر شرعی احکام کا مدار ہے حکم الٰہی میں بارہ مہینے ہیں لوح محفوظ میں ثابت جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان
والارض من تلك الشهور الاثني عشر اربعة حرم هي ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب وكون هذه الاشهر
اور زمین پیدا کئے ان بارہ میں سے چار ادب اور عزت کے ہیں ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب یعنی خالی بقرعید اور محرم روزہ اور ان چاروں
الاربعة المعينة حرما هو الدين المستقيم دين ابراهيم النبي عليه السلام فلا تظلموا فيهن انفسكم بهتك
معین کا ادب عزت والا ہونا یہی ہے دین درست دین ابراہیم علیہ السلام کا سو انمیں تم اپنی جانوں پر ان اوقات کی حرمت کھو کر
حرمها وارتكاب المعاصي فيها فان العمل الصالح كما انه اعظم اجرا فيهن كذلك المعصية فيهن اعظم من
اور انمیں معاصی اختیار کرکر ظلم مت اوتارو کیونکہ نیک عمل کا ان مہینوں میں جیسے ثواب زیادہ ہوتا ہے ایسی ہی معصیت ان مہینوں میں
المعصية في غيرهن وكذلك المعصية في شهر رمضان ويوم الجمعة ويوم عرفة ولياليها وليلة القدر
اور وقت کی معصیت سے بدتر ہے اور ایسی ہی معصیت ماہ رمضان میں اور جمعہ کے دن اور عرفہ کے روز اور انکی راتوں میں اور شب قدر میں
وايام العيدين ولياليها اكثر وزرا لانه تعالى فضل هذه الازمنة بما خصها من العبادات التي تفعل
اور دونو عید کے دن اور انکی راتوں میں سزا میں زیادہ تر ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اوقات کو خاص خاص عبادات سے جو ان اوقات میں عمل کی جاتی ہیں فضیلت دی ہے
فيها وجعل ثواب العبادات ونزول الرحمة ووصول المغفرة فيها اكثر من غيرها رحمة لهذه الامة
اور عبادات کا ثواب اور رحمت کا نازل فرمانا اور مغفرت کرنی ان اوقات میں بہ نسبت اور اوقات کی مقرر فرمایا ہے واسطے رحمت کی
المرحومة فمن لم يعرف النعمة التي كانت عليه فيها بل هتك حرمتها بارتكاب انواع الذنوب فيها فقد
مرحومہ پر سو جو شخص اس نعمت کی قدر جو اس وقت میں اسپر مبذول ہوتی ہے نجانی بلکہ اس وقت کی حرمت اوتار کی طرح طرح کی گناہ عمل کرکر تو بیشک
استحق ان يكون عذابه اشد وعقابه اعظم فعلى المسلم ان يعرف النعمة التي كانت عليه ويعظم ما
یہہ شخص سزاوار ہے کہ اسکو سخت عذاب اور بڑا عقاب ہو سو مسلمان کو لازم ہے کہ اس نعمت کی قدر جو اسپر مبذول ہے سمجھی اور جسکو اللہ نے
عظمه الله حتى يكون عند الله تعالى عظيما وتعظيم هذه الازمنة انما يكون بزيادة الاعمال الصالحات
عظمت دی ہے اوسکی تعظیم کرے تاکہ اللہ کے نزدیک عزت پاوے اور تعظیم ان اوقات کی یہہ ہے صالح اعمال کی کثرت سے ہوتی ہے
فيها فمن عجز عن ذلك فاقل احواله في التعظيم ان يجتنب عما يحرم عليه ويكره له فيترك البدع والمنكرات
پہر جو شخص اعمال صالح سے عاجز ہو تو کم سے کم اسکی تعظیم یہہ ہے کہ ان اوقات میں تمام محرمات اور مکروہات سے کنارہ کرے پہر تمام بدعات اور منکرات
وما لا ينبغي له فيها من المنهيات وكثير من الناس في بعض هذه الازمنة قد ارتكبوا اضد هذا المعنى حيث
اور جو جو بیہودہ کام اور ممنوع ہیں ترک کرے اور بعضی لوگ کبہی کبہی ان اوقات میں اسکے خلاف کر بیٹھتے ہیں چنانچہ ایام
كانوا يسارعون في ايام العيدين ولياليهما الى اللهو واللعب وغيرها من انواع السيئات بعضهم بالمباشرة وبعضهم
عیدین میں شب و روز لہو لعب وغیرہ اقسام منہیات میں معروف رہتے ہیں بعضے خود عمل کرتے ہیں اور بعضے
بالمشاهدة مع ان للسيئة الواحدة عشرة من الضرر على ما ذكره الفقيه ابو الليث في تنبيه الغافلين الاول اسخاط
تماشا دیکہتے ہیں باوجودیکہ ایک گناہ میں موافق بیان فقیہ ابو اللیث کی کتاب تنبیہ الغافلین میں دس ضرر مقرر ہیں اول اپنے خالق کو
خالقه عليه بمخالفة امره والثاني تفريح ابليس الذي هو عدوه وعدو الله تعالى والثالث بعده من الجنة والرابع
اپنے حال پر اوسکے حکم کی مخالفت کرکر آزردہ کرنا دوسرے ابلیس کا خوش کرنا کہ وہ اسکا اور اللہ کا بہی دشمن ہے تیسرے جنت سے دوری چوتہے
قربه من جهنم والخامس جفاء من هو احب اليه وهو نفسه والسادس تنجيس نفسه التي قد خلقها الله تعالى
دوزخ سے نزدیکی پانچویں اپنی جان پر جفا کرنا جو سب سے زیادہ محبوب ہے چھٹے اپنی جان کو ناپاک کرنا جسکو اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ پیدا کیا ہے

طاهرة والسابع ایذاء الحفظة الذین لا یوذونه والثامن احزان النبی علیه السلام فی قبره والتاسع اشهاد الارض
ساتویں کرام کاتبین کو ستانا اور وہ اسکو نہیں ستاتی آٹھویں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف کی اندر غمناک کرنا نویں زمین

واللیل والنهار علیه والعاشر خیانة لجمیع الخلائق لان المطر یقل بالذنب فاذا کان حال من فعل سیئة واحدة
اور رات اور دن کو اپنی گناہ پر گواہ مقرر کرنا دسویں تمام خلق اللہ کی بدخواہی کیونکہ گناہوں کی شامت سے مینہ کم برستا ہی یہ حال اوسکا ہی جسنی ایک گناہ کیا

هذا فما ذا یکون حال من یفعل فنونا من السیئات سیما فی هذه الایام المبارکات مع ان الخطباء ینادون علی المنابر
اب قیاس کیا چاہیی اوسکا حال جو قسم قسم کی گناہ کرتا ہی خاص ایسی مبارک ایام میں کیا ہوگا باوجودیکہ نصیحت گر منبروں پر پکار پکار کہتی ہیں

ویقولون لیس العید لمن لبس الجدید انما العید لمن امن الوعید لیس العید لمن تبخر بالعود انما العید للتائب الذی
کہ عید اوسکی نہیں ہی جو نئی پگڑی پہن لی عید اوسہی کی ہی جو وعید سی محفوظ رہی عید اوسکی نہیں جو خوشبو میں بس جاوی عید اوسہی کی ہی جو توبہ کرکر

لا یعود لیس العید لمن تزین بزینة الدنیا انما العید لمن تزود بزاد التقوی لیس العید لمن رکب المطایا انما العید لمن
پہر نہ پہری عید اوسکی نہیں ہی جو دنیا کی زیب و زینت کری عید اوسہی کی ہی جو تقوی کا توشہ پیدا کری عید اوسکی نہیں جو اونٹنی پر سوار ہو عید اوسہی کی ہی

ترک الخطایا لیس العید لمن جلس علی البساط انما العید لمن جاوز الصراط وقال النبی علیه السلام استماع الملاهی معصیة
جو خطا سی باز رہی عید اوسکی نہیں جو فرش پر بیٹھی عید اوسہی کی ہی جو صراط کو سلامت گذر جاوی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ہی ملاہی سننا تو معصیت ہی

والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر وروی انه علیه السلام ادخل اصبعیه فی اذنیه عند سماع صوتها وهم یسمعون
اور وہاں بیٹھی رہنا پیشہ کرنا فسق ہی اور اوس میں مزا اوٹھانا کفر ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی سرود کی آواز سی اپنی دونوں کانوں میں اونگلیاں دیدیں تہیں اور یہ لوگ ایسی ایسی

امثال تلک الکلمات ولا یلتفتون الیها بل یدعون الاسلام ومحبة الله تعالی ورسوله ومع هذا یخالفونهما
کلمات سنتی ہیں اور ادہر اصلا توجہ نہیں کرتی بلکہ اسلام کا اور خدا اور رسول کی محبت کا دعوی کرتی ہیں اور پہر بہی اوامر اور نواہی میں

فی الاوامر والنواهی فیکون الحال مشکلا والحکام یشاهدون امثال تلک المنهیات ولا یمنعون شیئا منها بل
خدا رسول کی مخالفت کئی جاتی ہیں اب کیا مشکل کی بات ہی کہ حاکم وقت بہی ایسی ایسی حرکات ممنوعہ کو دیکہتی ہیں اور ذرہ منع نہیں کرتی بلکہ

یساعدون فیها فمن کان باکیا فلیبک علی الاسلام وغربته اذ قد عاد الاسلام غریبا کما بدأ غریبا ثم ان هذا
اسمیں اور امداد کرتی ہیں اب جو روی تو چاہیی کہ اسلام اور اوسکی غربت پر روی کیونکہ اب اسلام غریب ہوگیا ہی جیسی کہ شروع ہوا تہا ان یہ دن

الایام ایام فرح وسرور لکن ینبغی ان یکون الفرح والسرور فیها بما کان مستحبا او مباحا کالاغتسال والتطیب
خوشیاں کرنی کی دن ہیں پر یوں چاہیی کہ خوشیاں ایسی وقت ہیں جو مستحب ہوں یا مباح جیسی نہانا خوشبو لگانی

ولبس احسن الثیاب التی تکون جدیدة او غسیلة لا بما کان حراما او مکروها کلبس الحریر والخوض فی الباطل
اچہی کپڑی پہرنی یعنی نئی ہوں یا دہوئی ہوئی ہوں حرام یا مکروہ نہوں جیسی حریر کا پہننا اور باطل امور میں پہنسنا

لان العید انما سمی عیدا لان الله تعالی یعود فیه علی المؤمنین بالمغفرة والاحسان فیجب علیهم ان یجتنبوا المعصیة
کیونکہ عید کو اسی لئی عید کہتی ہیں کہ اللہ تعالی مؤمنین پر دوبارہ مغفرت اور احسان فرماتا ہی سو مؤمنین پر واجب ہی کہ معصیت اور سرکشی سی

والطغیان حتی یکونوا من اهل السعادة والرضوان لا من اهل الشقاوة والخذلان ثم ینبغی ان یعلم ان بعض الناس
اجتناب کریں تاکہ سعادتمند اور اہل رضوان ہو جاویں بدبخت نہوں اور تباہ نہ ہو جاویں پہر سمجہنی کی بات ہی کہ بعض لوگ کہتی ہیں

قد زعموا ان ضرب الدف والغناء به فی یوم العید جائز لما روی عن عائشة ان ابا بکر دخل علیها یوم العید وعندها
کہ دف کا بجانا اور گانا عید کی روز جائز ہی کیونکہ عائشہ سی روایت ہی کہ ابو بکر عید کی روز اونکی ہاں آئی اونکی پاس

جاریتان تغنیان بالدف ورسول الله صلی الله علیه وسلم متغش بثوبه فزجرهما ابو بکر فکشف النبی علیه السلام
دو لڑکیاں دف لئی گاتی بجاتی تہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑہی ہوئی تہی سو اون لڑکیوں کو ابو بکر نی ڈانٹا پہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی منہ کہول کر

فقال دعهما يا ابا بكر فان لكل قوم عيد فهذا عيدنا فان هذا الحديث وان كان يدل على ما زعموا لكن ليس كما زعموا
فرمایا ابوبکر جانی دی ہر قوم کی لئی عید ہوتی ہی سو یہہ ہماری عید ہی کیونکہ یہہ حدیث اگرچہ اونکی مطلب پر دلالت کرتی ہی لیکن ویسی نہیں ہی جیسا وہ کہتی ہین
اذ قد ذكر في نصاب الاحتساب ان هذا الحديث متروك غير معمول به لقوله تعالى ومن الناس من يشتري لهو
اسواسطی کہ نصاب الاحتساب مین مذکور ہی کہ یہہ حدیث متروک العمل ہی اسپر عمل نہین کرتی اس آیت کی موافق اور ایک لوگ ہین کہ خریدار ہین کہیل کی
الحديث فان المراد من لهو الحديث على ما ذكر في معالم التنزيل عن ابن مسعود وابن عباس وعكرمة وسعيد بن
کیونکہ موافق بیان معالم التنزیل کی ابن مسعود اور ابن عباس اور عکرمہ اور سعید بن جبیر سی لہو الحدیث سی غنا اور جو اوسکی مثل ہی معازف
جبير الغناء وما في معناه من المعازف والمزامير والمراد من اشترائه اختياره والمعنى ان بعضا من الناس يختار
اور مزامیر وغیرہ مراد ہی اور اشترا سی مراد اختیار اور پسند کرنا اور معنی آیت کی یہہ ہین کہ بعضی لوگ
الغناء وما في معناه من المعازف والمزامير ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا اولئك لهم عذاب مهين
غنا کو پسند کرتی ہین اور جو اوسکی مثل ہی معازف اور مزامیر وغیرہ تاکہ بچلاوین اسکی راہ سی بن سمجھی اور ٹہراوین اوسکو ہنسی وہ جو ہین انکو ذلت کی مار ہی
فدلت الآية على تحريم الغناء وما في معناه من الملاهي ويدل على هذا ايضا ان عائشة بعد بلوغها لم ينقل عنها الا
سو یہہ آیت غنا کی اور اوسکی مثل ملاہی وغیرہ کی حرمت پر دلالت کرتی ہی اور حرمت اسکی اس سی بہی ثابت ہوتی ہی کہ حضرت عائشہ سی بعد بلوغ کی غنا
ذم الغناء والمعازف والثاني مما يجب على المكلف في هذا العيد الاضحية فانها تجب على مسلم حر مقيم موسر
اور معازف مین سوا برائی کی اور کچہہ منقول نہین ہی دوسرا امر جو اس عید مین مکلف پر واجب ہی قربانی ہی سو قربانی مسلم آزاد مقیم تونگر پر واجب ہی
واليسار فيها ان يملك نصابا او ما يكون قيمته نصابا فاضلا عن حاجته الاصلية ولا يعتبر فيه وصف النماء فمن
اسمین مقدور اتنا ہی چاہیی کہ نصاب کا مالک ہو یا ایسی چیز کا کہ اوسکی قیمت حاجت اصلی سی بچ رہتی برابر نصاب کی ہو اسمین نامی ہونا کچہہ ضرور نہین ہی جسکی ملک مین
كانت له دار لا يسكنها فيؤجرها يعتبر قيمتها في الغنى وكذا اذا سكنها وفضل عن سكناه شيء يعتبر قيمة الفاضل
ایک گہر ہو جسمین رہتا نہین کرایہ دیتا ہی تو مقدور کی لئی اوسکی قیمت کا اعتبار کیا جاویگا اور ایسی ہی اگر اوسمین رہتی گی لیکن اوسکی رہنی سی کچہہ باقی رہجاوی تو اوس باقی کی قیمت
في الغنى لان ما كان من حاجته الاصلية لا بد ان يكون مشغولا بها لا بما يحتاج اليه ادعا من مال الا ويقع الحاجة
مقدور کی بابین لیجاویگی اسواسطی کہ جسقدر اوسکی حاجت اصلی کی لئی ہی تو ضرور ہی کہ اب اوسکی برتاو مین ہو یہہ نہین کہ آیندہ کو برتاو مین آویگا اسواسطی کہ ایسا مال کوئی نہین ہوتا جسکی
اليه في وقت من الاوقات حتى لو كان في دار بكراء فاشترى قطعة ارض بمائتي درهم فبنى فيها دارا يسكنها فهو غني
کبہی نہ کبہی حاجت پیش نہ آجاوی یہان تک کہ اگر ایک شخص کرایہ کی گہر مین رہتا ہو پہر ایک قطعہ زمین کا دو سو درہم کو خریدی کر رہنی کی لئی گہر تیار کیا تو اب یہہ شخص اس گہر کی سبب غنی ہی
لانها فاضلة عن حاجته الحالية وانما يحتاج اليها فيما سيجيء ومن كان له دار فيها بيتان صيفي وشتوي لا يكون
کیونکہ بالفعل اوسکی حاجت سی فاضل ہی اگر حاجت ہوگی تو پہر کبہی ہوگی اور جسکی پاس ایک مکان ہو اور اسکی اندر دو گہر گرمی اور جاڑی کی ہوں تو غنی
غنيا وان كان فيها ثلث بيوت يعتبر قيمة الثالث في الغنى وصاحب الثياب لا يكون غنيا بثلثة دستجات
نہین ہی اور اگر اوس مکان مین تیسرا گہر ہو تو اوس تیسری گہر کی قیمت غنا کی لئی لیجاویگی اور کپڑوں کا مالک تین جوڑی کپڑی سی غنی نہین ہوتا
احدها للبذلة والثانية للمهنة والثالثة للجمعة والاعياد وكذا بالفراشين وما زاد على الدستجات الثلث
ایک روزمرہ کی پہننی کا دوسرا کارگری کی وقت کا تیسرا جمعہ کی دن اور عیدین کا اور ایسی ہی دو بچہونی سی غنی نہین ہوتا اور جسقدر تین جوڑی کپڑی
من الثياب وعلى الفراشين يعتبر قيمته في الغنى والغازي لا يكون غنيا بفرسين وان كان له ثلثة افراس يعتبر
اور دو بچہونوں سی زیادہ ہوگا تو غنی ہونی کی لئی اوسکی قیمت حساب مین لیجاویگی اور غازی دو گہوڑوں سی غنی نہین ہوتا اور اگر تین گہوڑی ہونگی تو ایک
قيمة احدها في الغنى وما زاد على الواحد من الدواب [illegible] فيما كان وحمار للدهقان وغيره وعلى الخادم
[illegible] قیمت غنی ہونی مین حساب کیجاویگی [illegible] گہوڑا ہو یا گدہا [illegible] ایک خادم سی زیادہ

الواحد يعتبر قيمته في الغنى وكذا كتب التفسير والحديث لاهله ما زاد على نسخة واحدة من رواية واحدة
ہو تو غنی ہو نیکی لیے اوسکی قیمت حساب مین لیجاوی گی اور ایسی ہی تفسیر حدیث فقہ کی کتابین علماء کی لیے جو ایک ایک نسخہ سی زیادہ ہونگی ایک روایت کی
يعتبر قيمته في الغنى وكذا ما زاد على الواحد من المصاحف لمن يحسن القراءة يعتبر قيمته في الغنى والزارع لا يكون
غنا کی بابت اوسکی قیمت حساب مین لیجاویگی اور ایسی ہی جو ایک قرآن سی زیادہ قاری کی پاس ہو تو غنا کی باب مین اوسکی قیمت معتبر ہوگی اور کسان دو بیلون
غنيا بثورين وآلة الحراثين وان كان له ثلث ثيران يعتبر قيمة احدهما في الغنى والبقرة الواحدة يعتبر قيمتها في
اور کھیتی کی راچھ ہل پاتھی سی غنی نہیں ہوتا اور اگر تین بیل ہونگی تو ایک بیل کی قیمت غنا مین معتبر ہوگی اور ایک ہی بیل ہو تو غنا مین اوسکی قیمت لیجاویگی
الغنى ومن كان له قوت سنة يساوي نصابا ففيه كلام والظاهر انه لا يعد من الغنى ذكره قاضيخان في فتاوته
اور جسکی پاس ایک سال کا کہانا برابر قیمت نصاب کی ہو تو اوسمین اختلاف ہی اور ظاہر یہہ ہی کہ وہ غنی نہیں ہی یہہ قول قاضیخان نی اپنی فتاوی مین ذکر کیا ہی
والمرأة ان كانت له جواهر ولآلي تلبسها للاعياد وتتزين للزوج يعتبر قيمتها في الغنى وكذا اذا كان لها دار تسكن فيها
اور جس عورت کی پاس جواہر اور موتی ہون کہ عید کی روز پہنتی ہو اور خاوند کی واسطی سنگار کرتی ہو تو غنا کی بابت اوسکی قیمت معتبر ہوگی اور ایسی ہی اگر عورت کی ملک مین
مع زوجها يعتبر قيمتها في الغنى اذا كان الزوج قادرا على الاسكان ويتعلق بهذا النصاب حرمة اخذ الزكوة ووجوب
گہر ہو جسمین خاوند کی ساتھہ رہتی ہی تو اس گہر کی قیمت غنا کی لیے معتبر ہوگی پر اس شرط پر کہ اوسکا خاوند گہر دینی کی مقدور رکہتا ہو اور ایسی نصاب سے زکوۃ لینی حرام ہوتی ہی اور
صدقة الفطر والاضحية لان الغنى على ثلث مراتب غنى يحرم عليه السوال واخذ الصدقة ويجب عليه
صدقہ فطر اور قربانی واجب ہو جاتی ہی اسواسطی کہ غنا کی تین درجی ہین ایک وہ غنی ہی جسکو سوال کرنا اور صدقہ لینا حرام ہوتا ہی اور اوسپر صدقہ
صدقة الفطر والاضحية والزكوة وهو من يملك نصابا كاملا ناميا وغنى يحرم عليه السوال واخذ الصدقة
فطر اور قربانی اور زکوۃ واجب ہوتی ہی یہہ وہ غنی ہی جسکی ملک مین نصاب کامل نامی بڑہتا ہوا ہو اور ایک ایسا غنی ہوتا ہی جسکو سوال کرنا اور صدقہ لینا
ويجب عليه صدقة الفطر والاضحية دون الزكوة وهو من يملك ما قيمته نصاب من غير ان يكون فيه نماء
اور اوسپر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہوتی ہی اور زکوۃ واجب نہیں ہوتی وہ ایسا شخص ہی جسکی ملک مین ایسی شی ہو کہ اوسکی قیمت نصاب کی برابر ہو پر وہ چیز
وغنى يحرم عليه السوال لا اخذ الصدقة ولا يجب عليه شيء مما ذكر من صدقة الفطر والاضحية والزكوة
اور ایک غنی ایسا ہوتا ہی جسکو سوال کرنا حرام اور صدقہ لینا جائز اور اوسپر جو چیزین مذکور ہوئین واجب نہیں ہوتا نہ صدقہ فطر نہ قربانی نہ زکوۃ
وهو من يملك قوت يومه وما يستر عورته ثم المعتبر في الفقر والغنى اخر ايام النحر فاذا جاء يوم النحر ولا مال له
وہ ایسا شخص ہوتا ہی جسکی پاس ایک دن کا کہانا ہو اور بدن ڈہکنی کو کپڑا ہو پہر مفلسی اور تو انگری مین آخر ایام نحر یعنی بارہوین تاریخ کا اعتبار ہی جب ایام نحر پیش آوین
ثم استفاد قدر النصاب قبل مضي ايام النحر ولا دين عليه تجب عليه الاضحية وان جاء يوم النحر وهو غني فهلك
پہر اسکو نصاب کی برابر فائدہ ہوگیا اور ابہی ایام نحر تمام نہیں ہوئی اور اوسکی ذمہ قرض بہی نہیں ہی تو اب اوسپر قربانی واجب ہی اور اگر ایام نحر تو انگری کی حالت مین آگئی پہر اسکا
ماله او نقص من النصاب قبل مضي ايام النحر لا تجب عليه الاضحية ومن كان له على الناس ديون مؤجلة ولم يكن
مال بالکل جاتا رہا یا نصاب سی کمتی رہ گیا اور ایام نحر ابہی باقی ہین تو اوسپر قربانی واجب نہیں ہی اور جسکا قرض لوگون پر کبہی کی وعدہ پر آتا ہو اور
في يده ايام الاضحية ما يشتري به الاضحية لا يجب عليه الاضحية وكذا لو كان له دين على مفلس مقر لا يجب
ایام نحر مین اوسکی ہاتہہ مین اتنا نہو کہ قربانی خرید لی تو اوسپر قربانی واجب نہیں ہی اور ایسی ہی اگر اسکا قرض کسی مفلس پر آتا ہو اقرار بہی کرتا ہو تو [illegible] قربانی
عليه الاضحية ما لم يصل اليه الدين وكذا لو كان له دين على مقر ملي وليس في يده ما يمكنه شرى الاضحية لا يلزمه
واجب نہیں ہی جبتک وہ قرض وصول نہو جاوی اور ایسی ہی اگر اسکا قرض [illegible] پر آتا ہو کہ اقرار بہی کرتا ہی اور اسکی ہاتہہ مین اتنا نہیں کہ قربانی خرید لی تو اسکو ضرور نہیں
ان يستقرض فيضحي ولا قيمتها اذا وصل [illegible]
کہ قرض لیکر قربانی کری اور نہ قیمت قربانی کی [illegible]

يعطيه ولو كان له مال كثير غائب في يد شريكه او مضاربه ومعه ما يشتري به الاضحية من الحجرين
دیدیگا اور اگر بہت سا مال اسکی قبضہ سی باہر ہو شریک یا مضارب کی قبضہ میں اور اسکی قبضہ میں سونا یا چاندی کا اتنی ہی کہ قربانی خرید کرلی
او متاع البيت يلزمه الاضحية واول وقتها بعد طلوع الفجر من يوم النحر لكن يشترط تقديم صلوة
یا گہرکا اسباب ہی تو ایسی حال میں قربانی واجب ہی اور اول وقت قربانیکا دسوین تاریخ جسکو یوم نحر کہتی ہیں بعد طلوع فجر کی ہی لیکن شہر کی رہنی والونکی حق میں
العيد عليها في حق اهل الامصار حتى لا يجوز لمن كان في المصر الا بعد فراغ الامام من الصلوة ولو
عید کا اول کرلینا یہان تک کہ شہر میں رہنی والی کو قربانی ذبح کرنی جایز نہین ہی جبتک امام دوگانہ سی فارغ نہولی اور اگر امام کی نماز سی پہلی ذبح کردی تو درست نہین
ضحى قبل صلوة الامام لا يصح ولو خرج الامام بطائفة الى الجبانة وامر رجلا ان يصلي بالضعفاء في
یعنی قربانی اوسکی ذمہ رہتی ہی اور اگر امام ایک جماعت کی عیدگاہ کی طرف روانہ ہوا اور کسی شخص کو نایب کیا کہ ناتوانوں کو شہر میں نماز پڑہاوی
المصر وضحى البعض بعدما صلى احد الفريقين يجوز استحسانا وان كانت بلدة لا يصلى فيها صلوة
اور بعضی جلد بازون نی قربانی ذبح کردی بعد فراغت نماز ایک شخص امام یا نائب کی تو استحسانا جایز ہی اور اگر ایسا شہر ہی کہ اوسمین عید کی نماز نہین ہوتی
العيد اما لعدم الامام او لغلبة اهل الفتنة يجوز التضحية في اليوم الاول بعد الزوال وفي اليوم الثاني و
یا تو اسلئی کہ امام نہین ہی یا اہل فتنہ کی غلبہ سی تو قربانی پہلی دن یعنی دسوین تاریخ دوپہر ڈہلی جایز ہی اور گیارہوین اور
الثالث يجوز قبل الزوال وبعده وقال بعضهم في ذلك المكان يجوز التضحية في اي وقت كان لوقوع الياس
بارہوین میں دوپہر ڈہلی سی پہلی بہی اور بعد دوپہر کی بہی جایز ہی اور بعضی کہتی ہین کہ ایسی جگہ قربانی جس وقت کردی ہر وقت جایز ہی کیونکہ نماز کی توقع تو ہی نہین
عن الصلوة وان اخر الامام الصلوة يوم العيد ينبغي للناس ان يؤخروا التضحية الى وقت الزوال ولو خرج
اور اگر امام عید کی روز نماز مین دیر لگاوی تو لوگون کو بہی چاہیی کہ قربانی میں دوپہر ڈہلی تک تاخیر کرین اور اگر امام نماز کی لئی
الامام الى الصلوة في الغد او بعد الغد وقد ضحى بعض الناس قبل ان يصلي الامام يجوز لانه فات وقت الصلوة
اگلی دن یا اگلی سی اگلی دن روانہ ہوا اور بعضی لوگون نی امام کی نماز سی پہلی قربانی ذبح کردیا تو جایز ہی اسواسطی کہ مسنون وقت نماز کا
على وجه السنة ثم المعتبر مكان المذبوح لا مكان المالك حتى لو كانت الاضحية في المصر وصاحبها في السواد
گزرجاتا رہا پہر جواز ذبح مین قربانی کی مکان کا اعتبار ہی مالک کی مکان کا اعتبار نہین ہی یہانتک کہ اگر قربانی شہر میں ہو اور اوسکا مالک شہر سی دور ہو
فامر رجلا بالذبح فذبح الوكيل قبل الصلوة لا يجوز ولو كانت الاضحية في السواد وصاحبها في المصر وامر
پہر اوس مالک نی کسی شخص کو کہدیا کہ میری قربانی ذبح کردینا اوس شخص نی نماز سی پہلی ذبح کردی تو جایز نہوگی اور اگر قربانی شہر سی دور ہو اور مالک شہر مین ہو اور اوسنی
اهله بالذبح فذبح الاهل قبل الصلوة يجوز وكذا لو كان رجل في مصر واهله في مصر آخر وكتب اليهم ان يضحوا عنه
اپنی اہل کو کہدیا کہ ذبح کردینا اور اوسکی اہل نی نماز سی پہلی ذبح کرلی تو جایز ہی اور ایسی ہی اگر ایک شخص ایک شہر میں ہو اور اوسکی اہل اور شہر میں ہون اور اوس شخص نی اپنی اہل کو لکہا
يلزمهم ان يذبحوا عنه بعد صلوة الامام في البلد الذي هم فيه اعتبار المكان الذبيحة ومن اراد ان يتعجل
تو لوگونکی ذمہ پر لازم ہی کہ اوسکی طرف سی وانکی امام کی نماز کی بعد جسمین وہ آپ رہتی ہین ذبح کرین کیونکہ اعتبار قربانی کی مکان کا ہی اور جسنی جلد ایسی گوشت کہانا چاہا
له اللحم واخرج اضحيته من المصر فذبحها قبل الصلوة قالوا ان اخرجها مقدار ما يباح للمسافر قصر الصلوة
اور قربانی کو شہر سی باہر لیجا کر نماز سی پہلی ذبح کرلی تو علماء کہتی ہین اگر اوسنی قربانی کو اتنی دور لیجاکر ذبح کی جس مسافت پہ مسافر کو قصر نماز مباح
فيه يجوز والا فلا هذا كله في حق اهل الامصار واما اهل السواد والقرى فيجوز لهم الذبح بعد الفجر الثاني من
ہو جایز ہی اور نہین تو جایز نہین ہی یہہ سب بیان شہروالون کا تہا اور گردنواح اور گانوون کی لوگون کو دسوین تاریخ ذیحجہ کی صبح صادق کی بعد
اليوم العاشر من ذي الحجة واما اهل البوادي فهم لا يذبحون الا بعد صلوة اقرب الائمة اليهم وآخر وقتها
ذبح کرنا جایز ہی اور جنگل کی رہنی والی بدون فراغت نماز اپنی سی نزدیک امام کی ذبح نہ کرین اور آخر وقت قربانی کا

في حق الكل قبيل غروب الشمس من اليوم الثالث من ايام النحر وافضل اوقات التضحية اليوم الاول وادونها
سب کی حق مین آفتاب ڈوبنے سے کچھ پہلے تک تیسرے دن ایام نحر کا یعنی بارہوین کے آخیر عصر تک ہے اور قربانی کا افضل وقت پہلا روز ہے یعنی دسوین تاریخ اور کمتر وقت

اليوم الاخر ويكره الذبح ليلا وان جاز لاحتمال الغلط في ظلمة الليل ولو وقع الشك ان هذا اليوم كان من
سب سے پچھلا دن اور رات کو ذبح کرنا مکروہ ہے اگرچہ جایز ہے شاید کہ رات کی اندھیرے کا مین ٹھیک جگہ ذبح نہو اگر یہہ شبہہ آپڑی کہ آج ذیحجہ کی

عاشر ذي الحجة او تاسع ذي الحجة فالاحوط ان يضحي في الغد بعد الزوال قال قاضيخان في فتاواه في كتاب
دسوین تاریخ ہے یا ذیحجہ کی نوین ہے تو اب احتیاط یون ہے کہ اگلی دن دو پہر ڈہلی ذبح کری قاضی خان اپنی فتاوی کی کتاب الصوم مین کہتا ہے

الصوم شهر رمضان اذا جاء يوم الخميس ويوم عرفة جاء يوم الخميس ايضا كان ذلك اليوم يوم عرفة لا
کہ ماہ رمضان کا چاند اگر جمعرات کی دن ہووی پہر عرفہ بہی جمعرات کی روز کا آپڑی تو وہ روز بیشک عرفہ کا ہے یوم النحر یعنی دسوین تاریخ

يوم النحر حتى لا يجوز التضحية في هذا اليوم اعتمادا على قول علي رض يوم نحركم يوم صومكم لان ذلك محتمل
نہیں ہے اوسدن قربانی ذبح کرنی جایز نہیں ہے کیونکہ قول حضرت علی کا اسمین معتمد ہے دسوین ذیحجہ کی پہلی رمضان کی ہی اسواسطے احتیاطا کرنی ہی

يحتمل انه اراد به ذلك العام دون الابد ثم الاضحية انما تجوز من اربعة اصناف من الحيوان الابل والبقر
کہ اس قول مین یہہ بہی احتمال ہے کہ آپنی اوسی سال کا حال ارشاد کیا ہو ہمیشہ کیلی قاعدہ مقرر کیا ہو پہر قربانی چار قسم کی حیوان کی جایز ہے اونٹ اور گای

والغنم والمعز ذكورها واناثها الا ان الانثى من الابل والبقر افضل والذكر من الغنم والمعز افضل ثم المعتبر من
اور بکری اور دنبہ نر اور مادہ دونون پر اتنا ہی کہ اونٹنی اور گای کا مادہ افضل ہے اور بکرا اور دنبہ سی نر افضل ہے پہر معتبر

هذه الاصناف الاربعة الثني وهو من الغنم والمعز ما تمت له سنة وطعن في الثانية ومن البقر ما تمت له سنتان
ان چارون قسم مین ثنیہ ہے یعنی نوجوان اور نوجوان بکری اور دنبہ مین وہ ہی جسکو ایک سال پورا ہو کر دوسرا سال شروع ہوا ہو اور گای مین وہ ہے جسکو دو برس

وطعن في الثالثة ومن الابل ما تمت له خمس سنين وطعن في السادسة ولا يجزء ما دون ذلك من هذه الاصناف
پورے ہوکر تیسرا سال شروع ہوا ہو اور اونٹ مین وہ ہی جسکو پانچ برس پوری ہوکر چہٹا شروع ہوا ہو اور اس عمر سی چھوٹا ان قسمون مین سی کوئی جایز نہین ہی

الا الجذع من الضأن اذا كان عظيما بحيث لو اختلط بالثنيات لم يتميز من بعيد وهو ما كان له الية واتى
مگر جذع مینڈہی کا اگر کلان راس ہو ایسا کہ اگر ایک برس کی عمر والون مین ملجاوی تو دور سی پہچانا نہ جاوی اور جذع وہ ہوتا ہی کہ جسکی چکتی ظاہر ہو

عليه ستة اشهر وشيء من الشهر السابع وذكر في الخلاصة ان التضحية بالديك والدجاجة في ايام النحر ممن
چھ مہینی پوری ہوکر کچھ دن ساتوین مہینہ کی گذری ہون اور خلاصہ مین مذکور ہی کہ مرغ اور مرغی کی ایام نحر مین قربانی کرنی جسکو

لا اضحية عليه بعساره تشبها بالمضحين مكروه لانه من رسوم المجوس ولو اشترى فقير شاة الاضحية
افلاس کی سبب سی قربانی واجب نہین ہی قربانی کرنیوالون کی مشابہت حاصل کرنیکو مکروہ ہی اسواسطی کہ یہہ مجوسیون کی رسم ہی اور اگر کسی فقیر نی قربانی کی واسطی بکرہ مول لی

ولم يضح حتى مضت ايام النحر كان عليه ان يتصدق بتلك الشاة حية او بقيمتها ولو انه ذبحها بعد ايام
پہر ذبح نکی یہان تک کہ ایام نحر نکل گئی اب اوسپر لازم ہی کہ وہ بکری جیتی خیرات کردی یا اوسکی قیمت دیدی اور اگر بعد ایام نحر کی ذبح کرکر

النحر وتصدق بلحمها يجوز لكن ان كان قيمتها حية اكثر يلزمه ان يتصدق بالفضل فان اكل منها يغرم
گوشت خیرات کردیا تو بہی جایز ہی لیکن اگر جیتی کی قیمت گوشت سی زیادہ ہو تو بڑہتی قیمت بہی خیرات کری اور اگر اوسمین سی آپ کہالی

قيمته وان لم يفعل شيئا من ذلك حتى جاء يوم النحر من القابل فضحى بها عن العام الاول لا يجوز لان كون اراقة
تو اوسکی قیمت اور ادا کری اور اگر اوسنی ان امور مین سی کچھ بہی نکیا یہان تک کہ اگلی سال کا یوم نحر آگیا اب اوسنی پہلی سال کی قضا کی نیت سی ذبح کی تو جایز نہین ہی

الدم قربة عرف اداء لا قضاء ويجوز الابل والبقر من احد الى سبعة اذا اراد كلهم القربة اتفقت جهة القربة او
خون بہانا جو عبادت ہی تو ادا یعنی اپنی وقت پر عبادت ہی بطور قضا نہین ہی اور اونٹ اور گای ایک سی لیکر سات آدمیون تک جایز ہی اگر ان سبکا ارادہ قربت کا ہو ایک ہی طرح کی عبادت ہو یا

اختلفت كالاضحية والقران والمتعة والعقيقة والتقدير بالسبعة يمنع الزيادة لا النقصان حتى يجوز
کسی طرح کی ہو جیسی قربانی اور قران اور متعہ اور عقیقہ اور سات تک کی حد باندھنی سی زیادہ کی ممانعت ہوگئی ہی کمتی کی ممانعت نہیں ہی یہان تک
عن ستة وخمسة واربعة وثلثة واثنين ان لم يكن لاحدهم اقل من السبع كما اذا مات رجل وترك ابنا وامرأة
کہ چھہ یا پانچ یا چار یا تین یا دو آدمیوں کی طرف سی ہو جاتی ہی اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سی کمتر نہو جیسی ایک شخص مرا اور وارث ایک بیٹا اور ایک بیوی چھوڑے
وبقرة وضحيا بها لا يجوز وكذا لو اشترى ثلثة نفر ودفع احدهم اربعة دنانير والاخر ثلثة دنانير والثالث
اور ایک گای ترکہ میں چھوڑی اونہون نی وہ گای قربانی کی تو جایز نہیں اور ایسی ہی اگر تین آدمیوں نی ملکر قربانی خریدی ایک نی چار دینار دئی اور دوسری نی تین دینار اور تیسری نی
دينارا واشتروا بقرة على ان يكون البقرة بينهم بقدر اموالهم وضحوا بها لا يجوز ولو اشترك سبعة في بقرة
ایک دینار دیا پھر گای مول لی اسطور پر کہ دیناروں کی حساب پر شرکت ہی اور ذبح کی تو قربانی جایز نہیں ہی اور اگر سات آدمی ایک گای میں شریک ہوی
ونوى بعض الشركاء التطوع وبعضهم الاضحية لهذه السنة وبعضهم قضاء عن السنة الماضية يجوز
اور کسی نی نیت نفل کی کی اور کسی نی اوسی سال کی قربانی کی نیت کی اور کسی نی پچھلی سال کی قضا کی نیت کی تو سب جایز ہی
الكل لكن يكون تطوعا عمن نوى القضاء عن السنة الماضية فلا يقع عن قضاءه بل يلزمه ان يتصدق
لیکن جسنی پچھلی سال کی قربانی سی قضا کی نیت کی تھی اوسکی نفل ہو جاوی گی اوسکی قضا ذمہ سی ساقط نہوگی بلکہ اوسکو لازم ہی کہ قیمت درمیانہ
بقيمة شاة وسطا لما مضى ولو مات احد السبعة وقال ورثته اذبحوها عنه وعنكم يجوز استحسانا
بکری کی بعوض سال گذشتہ کی خیرات کردی اور اگر ساتون شریک میں سی ایک مر گیا اور اوسکی وارثون نی کہا کہ اوسکی طرف سی اور اپنی طرف سی ذبح کرلو تو استحسانا جایز ہی
ولو اشترك سبعة وضحوا بقرة واقتسموا اللحم وزنا يجوز ولو اقتسموه جزافا لا يجوز الا ان يضم الى اللحم شئ
اور اگر سات آدمیوں نی ملکر گای قربانی کی اور گوشت تول کر بانٹا تو جایز ہی اور اگر اٹکل سی بانٹا تو جایز نہیں ہی ہان اگر گوشت کی ساتھہ کچھہ کچھہ
من الاكارع او الجلد سواء كان في كل جانب شئ من اللحم وشئ من الاكارع او كان في كل جانب شئ من اللحم
پایہ یا چمڑا ملالیں تو جایز ہی برابر ہی کہ ہر حصہ پر کچھہ گوشت اور کچھہ پایہ یا ہر حصہ پر کچھہ گوشت اور
شئ من الجلد او كان في جانب لحم واكارع وفي اخر لحم وجلد وانما يجوز جزافا للجنس الى خلاف الجنس ولو
کچھہ چمڑا یا ایک حصہ پر گوشت اور پایہ اور دوسری حصہ پر گوشت اور چمڑا اس صورت میں اٹکل کی تقسیم اسلئی جایز ہی کہ ہر جنس کا خلاف جنس سی
لم يضموا الى اللحم شيئا وحلل كل واحد منهم لصاحبه الفضل لا يجوز لان تحليل الفضل هبة وهبة المشاع
گوشت کی ساتھہ بدون ملانی پایہ یا چمڑی کی تقسیم کرکی ہر ایک شخص دوسری کو کمتی بڑھتی کی اجازت دیکر حلال کردی تو جایز نہیں اسلئی کہ بڑھتی کا حلال کرنا ہبہ ہوتا ہی اور ہبہ مشاع
فيما يحتمل القسمة لا يجوز وان اقتسموا اللحم وزنا وتصدقوا بالجلد على فقير او وهبوا الغني يجوز ولو جعلوا
تقسیم ہونیوالی چیز میں جایز نہیں ہی اور اگر گوشت تول کر بانٹ لیا اور چمڑا سب نی ملکر ایک فقیر کو دیدیا یا کسی غنی کو بخشدیا تو جایز ہی اور اگر
اللحم والشحم سبعة اسهم وقسموه بينهم جزافا يجوز ويجوز الخصي والجماء التي لا قرن لها والثولاء اي المجنونة
گوشت اور چربی کی سات حصہ یعنی ڈہیر کرکی آپسمیں اٹکل سی تقسیم کرلیا تو جایز ہی اور بدہیا اور منڈا جسکی سینگہہ پیدایشی نہوں اور باولی جایز ہی
ولا يجوز العمياء التي ليس لها عينان ولا العوراء التي ليس لها عين واحد ولا العجفاء التي لا مخ في عظمها
اور اندہی جسکی دونو آنکھیں نہوں اور کانی جسکی ایک آنکھہ نہو اور ایسی دبلی جسکی ہڈی کی اندر مغز باقی نہو
ولا العرجاء التي تمشي بثلث قوائم ويجافي الرابعة عن الارض وان كانت تضع الرابعة على الارض وضعا
اور لنگڑی جو تین پاؤں پر چلتی ہو اور چوتھی پاؤں کو زمین پر نہ لگاتی ہو جایز نہیں ہی اور اگر چوتھا پاؤں بھی زمین پر ہولی سی رکھہ کر
خفيفا وتستعين بها الا انها تتمايل عند المشي تجوز ولا يجوز ما ذهب اكثر من ثلث اذنها واليتها او عينها
مدد لیتی ہی پر اتنا ہی کہ چلتی وقت جھکتی ہی تو جایز ہی اور جسکا تہائی سی زیادہ کان یا خصیہ یا آنکھہ جاتی رہی ہو تو جایز نہیں ہی

وطریق معرفة ذهاب الثلث من العین ان یشد عینها المفقودة بعد کونها جائعة فیقرب الیها العلف
اور طریقہ دریافت تہائی اور بہ جانی کا یہ ہی کہ اول پہوٹی ہوئی آنکھ بند کر کر علاوت بہوک کی حالت میں اوسکو گہاس دکہا دیں
فینظر من ای مکان تری العلف ثم یشد عینها الصحیحة ویقرب الیها العلف فینظر من ای مکان تری العلف
پہر خیال رکہیں کتنی دور سی کہ وہ دیکہ لیتی ہی پہر اچہی آنکہ بند کر کر گہاس دکہا دیں اب یہ خیال کریں کہ کتنی دور سی گہاس دیکہ لیتی تہا
ثم ینظر تفاوت ما بین المکانین فان کان نصفا فالذاهب نصف وان کان ثلثا فالذاهب ثلث وهکذا
اب دونو مکان میں فرق دیکہیں کتنا ہی اگر آدہوں آدہ کا فرق ہی تو آدہی آنکہ نہیں ہی اور اگر تہائی ہی تو تہائی آنکہ نہیں ہی اور ایسی ہی حساب ہی
وشق الاذن والکی لا یمنع جواز الاضحیة وکذا کسر القرن الا اذا بلغ المخ ولو ذهب عینها او کسرت رجلها فی
اور چری ہوئی کان اور داغدار ہونی سی قربانی منع نہیں ہوتی اور ایسی ہی سینگ ٹوٹنی سی ان اگر مغز تک جا پہنچی تو جائز نہیں اور اگر ذبح کرنیکی لئی پچہاڑ نی ہوئی آنکہ
معالجة الذبح فانه ان لم یرسلها یجوز وان ارسلها وضحی بها فی وقت اخر فی ذلک الیوم او فی یوم اخر
اگر اوسکو نہ چہوڑا اور اوسی وقت ذبح کر دیا تو جائز ہی اور اگر اوس وقت چہوڑ دیا اور اور وقت اسیہی دن میں یا ایام نحر کی روز اور دن میں
من ایام النحر اختلفوا فیه وعن ابی یوسف انه یجوز وبه اخذ الزعفرانی ولو ولدت الاضحیة کان
ذبح کیا تو اسمین اختلاف ہی امام ابو یوسف کی نزدیک جائز ہی اور یہہ ہی مذہب زعفرانی کا ہی اور اگر قربانی بیا پڑی تو
علیه ان یذبح الولد ایضا وان لم یذبحه حتی مضت ایام النحر فعلیه ان یتصدق به حیا والافضل ان
لازم ہی کہ بچہ کو بہی ذبح کر دیگا اور اگر بچہ کو ذبح نکیا اور ایام نحر گذر گئی تو لازم ہی کہ وہ بچہ جیتا خیرات کر دی اور افضل یہہ ہی
یذبح اضحیته بیده ان قدر لانه عبادة فالاولی ان یفعلها بنفسه وان لم یقدر یامر غیره ولا یامر
کہ اپنی قربانی اگر ہو سکی تو اپنی ہاتہ سی ذبح کری کیونکہ ذبح کرنا عبادت ہی تو اولی یہہ ہی کہ اپنی ذات سی ادا کری اور اگر نہیں ہو سکتا تو اور کو کہدی اور
الکتابی لانه قربة وهو لیس من اهلها ولو امره فذبح یجوز لانه من اهل الذکوة والقربة یحصل بانابته و
کتابی شخص کو نہ کہی اسواسطی کہ عبادت ہی اور وہ اس کام کا نہیں ہی اور اگر کتابی ہی کہدیا اور اوسنی ذبح کر دی تو جائز ہی اسلئی کہ ذبیحہ کتابی کا درست ہی اور عبادت
نیته لکن یکره ویستحب احداد شفرته قبل الاضجاع ویکره بعده لما روی انه علیه السلام مر علی رجل
ہو جائیگی پر مکروہ ہی اور سہم چہری کا تیز کرنا پچہاڑنی کی پہلی مستحب ہی اور بعد پچہاڑنی کی مکروہ ہی اسواسطی کہ روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام ایک شخص کی پاس جا پہنچی
اضجع شاته وهو یحد شفرته وهی تلحظ الیه ببصرها فقال اترید ان تمیتها موتات هلا احددت
کہ وہ بکری پچہاڑ کر چہری تیز کرتا تہا اور بکری اپنی آنکہوں سی اودہر دیکہتی تہی سو آپ نی فرمایا تو چاہتا ہی اسکو کئی موت سی مارنی پچہاڑنی سی پہلی چہری تیز
شفرتک قبل ان تضجعها ویکره جرها برجلها الی المذبح وترک التوجه الی القبلة ویکره النخع وهو الذبح
کیوں نہ کر لی اور قربانی کو ٹانگ پکڑ کر مذبح تک کہینچ ہوئی لی جانا اور قبلہ کی طرف منہہ نکرنا مکروہ ہی اور نخع بہی مکروہ ہی یعنی ایسا سخت ذبح کرنا
الشدید حتی یبلغ النخاع ویکره السلخ قبل ان یسکن عن الاضطراب ویستحب ان یحضر الانسان اضحیته
کہ نخاع تک نوبت جا پہنچی اور چمڑا اچہیلنا ٹہنڈی ہونی سی پہلی مکروہ ہی اور مستحب ہی کہ آدمی اپنی قربانی کی ذبح ہوتی ہوئی
عند الذبح ولو وضع صاحب الشاة یده مع ید القصاب فی المذبح حتی یکون ذا الجامع القصاب قال الشیخ الامام
پاس حاضر رہی اور اگر قربانی کی مالک نی بہی اپنا ہاتہ قصائی کی ساتہ چہری پر رکہ لیا تاکہ قصائی کی ہمراہ ذبح میں شریک ہو جاوی تو شیخ امام محمد
محمد بن الفضل تجب علی کل واحد منهما التسمیة حتی لو ترک احدهما لا یحل المذبوح لان شرط حلة التسمیة علیه
بن الفضل کہتی ہیں کہ اون دونو پر تکبیر ذبح کی کہنی واجب ہی یہاں تک کہ اگر دونوں میں سی کوئی ایک تکبیر ترک کریگا تو مذبوح مردار ہوگا اسواسطی کہ شرط حلال ہونی کی
لقوله تعالی وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فالذابح اذا ترکها عمدا یکون الذبیحة میتة لا یحل اکلها ولو
موافق اس آیت کی اور اوسمیں سی نہ کہاؤ جسپر نام نہ لیا اللہ کا پہر ذبح کرنیوالا اگر تکبیر عمدا ترک کریگا تو ذبیحہ مردار ہی اوسکا کہانا حلال نہیں ہی اور اگر

ذکر مع اسم الله تعالی غیره ان کان بالعطف مثل ان یقول بسم الله ومحمد رسول الله یحرم وان کان بغیر
الله تعالی کی نام کی ساتھ اور کچھ بھی کہدیا اگر عطف کی ساتھ کہا اسطور کہا کہ بسم الله ومحمد رسول الله تو ذبیحہ مردار ہی اور اگر بغیر

العطف لا یحرم بل یکره ویکره ایضا ان یدعو بشیء بعد التسمیة قبل الذبح مثل ان یقول بسم الله اللهم
عطف کی کہا تو حرام نہیں ہی بلکہ مکروہ ہی اور یہہ مکروہ ہی کہ تسمیہ کی بعد ذبح سی پہلی کچھہ اور بات زبان پر لاوی مثلا یوں کہی کہ بسم الله الٰہی

تقبل منی او من فلان واما بعد الذبح فلا باس به لما روی انه علیه السلام قال بعد الذبح اللهم تقبل هذه
مجھسی اور فلانی سی قبول کرلی پہر ذبح کری ان ذبح کی بعد اسکا کچھہ مضائقہ نہیں کیونکہ روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی بعد ذبح کی فرمایا الٰہی یہہ قربانی قبول کرلی

عن امة محمد ممن شهد لك بالوحدانية ولی بالبلاغ وما تداولته الالسن عند الذبح بسم الله والله اکبر
محمد کی تمام امت کی طرف سی جو جو تیری وحدانیت کی اور میری تبلیغ کی گواہی دیتی ہیں اور ذبح کرتی ہوئی جو زبانوں پر جو رواج آتا ہی بسم الله والله اکبر

لکن ذکر فی القنیة ان المستحب ان یقول بسم الله الله اکبر بدون الواو ومع الواو یکره ولو ذبح رجل ضحیة
قنیہ میں مذکور ہی کہ مستحب یہہ ہی کہ بسم الله الله اکبر بدون واو کی کہی اور واو کی ساتھہ مکروہ ہی اور اگر کسی شخص نی غیر کی قربانی

غیره بغیر اذنه یجوز استحسانا ولو کان بین الاثنین شاتان فذبحهما عن نسکهما یجوز ویاکل من لحمها
بی اجازت ذبح کردی تو استحسانا جایز ہی اور اگر دو آدمیوں میں دو بکریاں مشترک ہوں پہر دونوں نی بلاتعین اپنی اپنی طرف سی ذبح کردیں تو جایز ہی اور اوسکا

ویوکل غیره من الاغنیاء والفقراء ویهب لمن یشاء ولا یعطی اجر الجزار منها وندب التصدق بثلثها وندب ترکه
اور اور کو کہلاوی غنی ہو یا فقیر اور جسکو چاہی عطا کری اور مزدوری میں قصائی کو اوسمیں سی نہ دی اور تہائی کا خیرات کردینا مستحب ہی اور

التصدق ایضا لذی عیال توسعة علیهم ویجوز الانتفاع بجلدها بان یتخذه جرابا او غربالا او بساطا او
صاحب عیال کنبہ والی کو خیرات نکرنا بھی مستحب ہی تاکہ عیال بفراغت ہوجاوی اور اوسکی چمڑی سی فائدہ اوٹھانا جایز ہی کہ تہیلا یا توبرہ یا ڈول یا بچھونا

غیرها وله ان یبدله بما ینتفع به مع بقاء عینه کالخف ونحوه لا بما ینتفع به الا باستهلاك عینه کالخل
وغیرہ بنالی اور اوسکو جایز ہی کہ اوسکی بدلہ میں ایسی چیز لیلی جس سی نفع ہووی پہر ذات باقی رہی جیسی موزہ اور مانند اسکی ایسی چیز بدلہ میں نہ لیوی جسکی بدون ہلاک ذات کی فائدہ

ونحوه ولا باس ببیعه بالدراهم لیتصدق بها علی الفقراء ولیس له ان یبیعه بالدراهم لینفقها علی نفسه وعیاله
وغیرہ اور اسکا ڈر نہیں کہ چمڑہ بیچ کر فقیروں کو خیرات دیدی اور یہہ جایز نہیں کہ چمڑا بدلہ دراہم کی بیچ کر اپنی اوپر یا اپنی عیال پر خرچ کری

وان فعل ذلك یتصدق بثمنه ولو اراد ان یبیع لحمها لیتصدق بثمنه لیس له فی اللحم الا الاکل والاطعام
اور اگر ایسا کیا تو اوسکا ثمن خیرات کردی اور اگر چاہی کہ گوشت بیچ کر اوسکا ثمن خیرات کردی تو اوسکو گوشت میں یہی تصرف ہی کہ کہاوی اور کسیکو دیدی

لیس علی الرجل ان یضحی عن ولده الصغیر فی ظاهر الروایة وان کان للصغیر مال قال بعض مشائخنا یضحی عنه
اور ظاہر روایت میں کسیکا یہہ ذمہ نہیں ہی کہ نابالغ اولاد کی طرف سی قربانی کری اگرچہ نابالغ اولاد مالدار ہو ہماری بعضی علما صدقہ فطر پر قیاس کرکی کہتی ہیں

ابوه او وصیه من مال الصغیر عند ابی حنیفة قیاسا علی صدقة الفطر وقال الامام السرخسی زعم بعض المشائخ
کہ بچہ کا باپ یا وصی صغیر کی مال میں سی امام ابو حنیفہ کی نزدیک قربانی کری اور امام سرخسی کہتی ہیں کہ بعضی مشایخ یہہ کہتی ہیں

ان علی الاب او الوصی ان یضحی من مال الصغیر عند ابی حنیفة علی قیاس صدقة الفطر والاصح انه لیس له
کہ باپ یا وصی کا ذمہ ہی کہ صغیر کی مال میں سی امام ابو حنیفہ کی نزدیک قربانی کری جیسی صدقہ فطر کا حال ہی اور صحیح مذہب یہہ ہی کہ اوسکو

ان یفعل ذلك وان فعل اخذا بقول بعض المشائخ لا یتصدق بشیء منه بل یاکل منه الصغیر وما بقی یبدل
قربانی کرنیکا اختیار نہیں ہی اور اگر موافق قول بعضی مشایخ کی قربانی کردی تو اوسمیں سی کچھہ خیرات نکری بلکہ اوسمیں سی وہ صغیر کہاوی اور بچتی کی بدلہ میں

بما ینتفع به الصغیر مع بقاء عینه کالثوب ونحوه لا بما لا ینتفع به الصغیر الا باستهلاك عینه کالخبز
صغیر کی واسطی ایسی چیز نفع رسان لیدی کہ جسکی ذات باقی رہی جیسی کپڑا وغیرہ ایسی چیز نہ لیدی جیسی صغیر کو بدون ہلاک ذات کی فائدہ حاصل نہو جیسی روٹی

ونحوه

ونحوه وذلك لان الواجب اراقة الدم واما التصدق فتبرع ومال الصبي لا يحتمل التبرع وانما جاز التبديل قياسا

وغیرہ اسلئے کہ واجب تو صرف ذبح کرنا ہی ہے اور خیرات کرنا سو وہ احسان ہی اور صغیر کا مال قابل احسان کی نہیں ہے اور تبدیل اسلئے جائز ہی کہ چمڑہ کو آخر تبدیل کرنا درست ہی

على الجلد فان الجلد يجوز ان ينتفع به وان يبدل بما ينتفع به مع بقاء عينه لان البدل يكون في حكم المبدل فيكون

کیونکہ چمڑہ سے فائدہ لینا بھی جائز ہے اور بدل لینا نفع رسان چیز کا بھی جائز ہے پر اوسکی ذات باقی رہے کیونکہ بدلہ کی چیز تو ہی اصل مبدل کی حکم میں ہے ایسا ہی

كالانتفاع بعينه فلما كان الحكم في الجلد هذا قاسوا عليه اللحم اذا كان للصبي ضرورة والثالث مما يجب على المكلف

گویا اصل ہی سے نفع پایا چمڑہ کا جو یہ حکم تھا اسی پر گوشت کو قیاس کر لیا ہی اگر صغیر کو کچھ ضرورت ہو اور تیسری شی جو مکلف پر

في هذا العيد تكبير التشريق فانه عند ابي حنيفة يجب على الاحرار المقيمين في الامصار عقيب كل فريضة اديت

اس عید میں واجب ہی وہ تکبیرات تشریق ہیں سو یہ تکبیریں امام ابو حنیفہ کی نزدیک ان آزادوں شہر میں موجود ہونیوالوں پر یعنی جو مسافر نہوویں پیچھے ہر فرض نماز کی جو

بجماعة فلا يجب على اهل القرى ولا على المسافر ولا على العبد ولا على المنفرد ولا على المرأة الا اذا اقتدى هؤلاء بمن يجب

جماعت سے ادا ہو واجب ہیں گانوکوں والوں پر واجب نہیں اور نہ مسافر پر اور نہ غلام پر اور نہ منفرد پر جو اکیلا نماز پڑھے اور نہ عورت پر ہاں اگر یہ لوگ جنکی ذمہ پر

عليه التكبير فحينئذ يكبرون معه تبعا له الا ان المرأة لا ترفع صوتها لان صوتها عورة وغيرها يجهرون به لان

تکبیریں واجب نہیں ہیں مقتدی ہو جاویں جسپر واجب ہیں تو سب اوسکی ساتھ تکبیر کہیں امام کی تبعیت میں مگر عورت پکار کر نہ کہے اوسکو آواز کا بھی چھپانا چاہئے اور اوروں کو

السنة فيه الجهر ولا مانع ولا يجب عقيب صلوة العيد ولا عقيب الوتر ولا عقيب النوافل لان تلك الصلوة ليست بفريضة ولا يجب

کہ اسمیں آواز کا بلند کرنا مسنون ہی اور کوئی مانع بھی نہیں اور عید کی نماز کی پیچھے بھی واجب نہیں ہی اور نہ پیچھے وتر کی اور نہ پیچھے نفلوں کی کیونکہ یہ سب نمازیں فرض نہیں ہیں اور نماز

عقيب صلوة الجمعة لانها فريضة وعندهما يجب على كل من يصلي المكتوبة ولو كان قرويا او مسافرا او عبدا او منفردا

جمعہ کی پیچھے بھی واجب ہی کیونکہ جمعہ کی نماز فرض ہی اور صاحبین کی نزدیک ہر شخص پر جو نماز فرض ادا کرے واجب ہی اگرچہ گانو میں ہو یا مسافر ہو یا غلام ہو یا اکیلا پڑھتا ہو

او امرأة وابتداؤه من فجر يوم عرفة الى عصر يوم النحر عند ابي حنيفة فيكون التكبير عقيب ثمان صلوات

یا عورت ہو اور امام ابو حنیفہ کی نزدیک شروع تکبیر نویں تاریخ کی فجر سے ہے دسویں کی عصر تک سو تمام تکبیریں آٹھ نمازوں کی بعد ہوئیں

وعندهما الى عصر اخر ايام التشريق وهو الثالث عشر من ذي الحجة فيكون التكبير عقيب ثلثة وعشرين

اور صاحبین کی نزدیک آخر ایام تشریق کی عصر تک واجب ہیں یعنی ذی الحجہ کی تیرھویں تاریخ تک اب تکبیریں تیئیس نمازوں کی بعد ہوئیں

صلوة والعمل في هذا الزمان على قولهما احتياطا في باب العبادات وكيفيته ان يقول مرة واحدة بعد السلام

اس زمانہ میں واسطے احتیاط کی باب عبادات میں صاحبین کی قول پر عمل ہی اور اوسکی کیفیت یہ ہی کہ ایک دفعہ سلام کی بعد

قبل الكلام الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد واصله ان ابرهيم النبي عليه السلام

بولنی سے پہلی کہی اور اسکی اصل یوں ہی کہ ابراہیم نبی علیہ السلام نے

لما اضجع ولده اسمعيل النبي عليه السلام للذبح امر الله تعالى جبريل عليه السلام ان يذهب بالفداء فلما جاء

جب اسماعیل نبی علیہ السلام کو واسطے ذبح کرنی کی لٹایا تو اللہ تعالی نے جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فدیہ لیجا جب جبریل علیہ السلام

جبريل عليه السلام بالقربان خاف ان يعجل ابرهيم عليه السلام فقال الله اكبر الله اكبر فلما سمع ابرهيم النبي

قربانی لیکر آئے تو خوف کیا ایسا نہو کہ ابراہیم علیہ السلام ذبح میں جلدی کر بیٹھیں تو جبریل نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا جب ابراہیم علیہ السلام نے

صوت جبريل عليه السلام وقع في قلبه انه ياتيه بالبشارة فهلل وذكر الله تعالى بالوحدانية والكبرياء فقال

جبریل کی آواز سنی تو اونکی دل میں یہ خیال آیا کہ جبریل کوئی خوشخبری لاتی ہیں سو انہوں نے لا اله الا الله پڑھا اور اللہ کو وحدانیت اور بڑائی سے یاد کیا یہ

لا اله الا الله والله اكبر فلما سمع اسمعيل النبي عليه السلام كلامهما اذ فطن بالفداء فحمد الله تعالى وشكر وقال

کلمات کہے لا اله الا الله والله اكبر جب اسماعیل علیہ السلام نے دونوں کی کلام سنی تو سمجھ گئے کہ فدیہ آیا سو اللہ تعالی کی حمد کی اور شکر بجا لائے اور کہا

الله اكبر ولله الحمد فصار ذلك منهم ميراثا لنا في هذه الايام وان نسي الامام التكبير وقام وذهب فان خرج
الله اكبر ولله الحمد تب ـ تكبير انکی میراث ہمارے واسطے آج تک چلی آتی ہے اور اگر امام تکبیر کہنی بہول کر کہڑا ہو کر روانہ ہو تو جبتک مسجد میں سے باہر نہیں نکلا
من المسجد يعود ويكبر وان خرج لا يعود ولا يكبر بل يكبر القوم وحدهم ومن ترك صلوة في هذه الايام وقضاها
تو ہٹ کر تکبیر کہے اور اگر مسجد سے باہر ہو گیا تو نہ ہٹے اور نہ تکبیر کہے بلکہ مقتدی تنہا کہلیں اور اگر کوئی شخص ان دنوں میں نماز ترک کر کے پہر انہیں دنوں میں قضا
فيها يكبر ولو تركها في غيرها وقضاها فيها او تركها فيها وقضاها في غيرها لا يكبر وكذا لو تركها فيها وقضاها فيها في
تو تکبیر کہے اور اگر کبہی کی نماز رہی ہوئی ان دنوں میں قضا کرے یا ان دنوں کی نماز رہی ہوئی اور دنوں میں قضا کرے تو تکبیر نہ کہے اور ایسی ہی اگر ان دنوں کی نماز رہی ہوئی اگلے سال کی
عام اخر لا يكبر ومن احدث عمدا يسقط عنه التكبير ومن سبقه الحدث يكبر بلا وضوء ولو اجتمع سجود
ایام تشریق میں قضا کرے تو تکبیر نہ کہے اور جسنے قصدًا وضو توڑ دیا تو تکبیر اوسپر نہیں رہتی اور جسکا وضو بے اختیار ٹوٹ گیا تو وہ بے وضو تکبیر کہے اور اگر سجدہ سہو کا
السهو والتكبير والتلبية يبدأ بسجود السهو لانه يودى في تحريمة الصلوة ثم بالتكبير لانه يؤدى بعد الصلوة
اور تکبیر تشریق اور تلبیہ جمع ہو جاویں تو پہلے سجدہ سہو کا ادا کرے کیونکہ سجدہ سہو نماز کے اندر ادا ہوتا ہے پہر تکبیر کہے کیونکہ تکبیر نماز کے بعد متصل ادا ہوتی ہے
متصلا بها ثم بالتلبية لانها يؤدى خارج الصلوة من كل وجه ولو قدم التكبير يسجد لانه لا ينافي الصلوة ولو
پہر تلبیہ کہے کیونکہ تلبیہ بہر صورت نماز سے باہر ادا ہوتا ہے اور اگر اسنے تکبیر پہلے ادا کر دی تو سجدہ کرلے کیونکہ تکبیر نماز کی منافی نہیں ہے اور اگر
قدم التلبية يسقط التكبير والسجود لانها كلام فيقطع الوصل والمسبوق يكبر عقيب قضاء ما فاته لا مع الامام
تلبیہ مقدم کیا تو تکبیر اور سجدہ دونو ساقط ہو جاتے ہیں کیونکہ تلبیہ کلام ہے نماز تمام ہو جاتی ہے وصل کو قطع کر دیتا ہے اور مسبوق اپنی نماز فوت کی ہوئی پوری کر کے تکبیر کہے امام کے ساتھ
فانه وان كان يتابع الامام في سجود السهو الا انه لا يتابعه في التكبير والمتطوع اذا اقتدى بالمفترض في ايام
کیونکہ مسبوق اگرچہ سجدہ سہو میں امام کا تابع ہے پر تکبیر میں امام کا تابع نہیں ہے اور نفلیں پڑہنے والا اگر تکبیر کی دنوں میں فرض پڑہنے والے کا مقتدی ہو جاوے
التكبير يكبر معه تبعا له والرابع ما يجب على المكلف في هذا العيد الصلوة وقبل الصلوة يستحب للرجل السواك
تو امام کا تابع ہو کر تکبیر کہے چوتہی جو امر اس عید میں مکلف پر واجب ہے وہ نماز دوگانہ ہے اور نماز سے پہلے مرد کو مستحب ہے مسواک کرنے
والاغتسال والتطيب ولبس احسن الثياب المباحة بان يكون جديدا او غسيلا لا حريرا فانه حرام على الرجال
نہانا خوشبو لگانا اچہی کپڑی مباح پہنے نئے ہوں یا دہوئے ہوئے ہوں حریر نہو کیونکہ حریر مردوں کو
حتى الصبيان لان الاثم على من البسهم وصلوة الغداة في مسجد حيه والتبكير وهو سرعة الانتباه والابتكار
بچوں تک حرام ہے بے گناہ اوسکو ہوتا ہے جو بچوں کو حریر پہناوے اور اشراق کی نماز محلہ کی مسجد میں اور تبکیر یعنی صبحدم جلد تیار ہو جانا اور معنی ابتکار کے
وهو المسارعة الى المصلى والتوجه اليه ماشيا والرجوع من طريق اخر ثم الخروج الى المصلى سنة وان وسعهم
جلد سے عیدگاہ کی طرف متوجہ ہو کر پیادہ پا جانا اور دوسرے رستہ سے پہر کر آنا پہر عیدگاہ میں جانا مسنون ہے اگرچہ جامع مسجد میں
الجامع لكن الامام يستخلف من يصلي في المصر بالضعفاء والمرضى بناء على ان صلوة العيد في الموضعين جائزة
اتنی گنجایش ہو لیکن امام کسیکو اپنا خلیفہ کر دے جو شہر کے اندر ناتوانوں اور بیماروں کو نماز پڑہا دے اسلئے کہ عید کی نماز دو جگہ بالاتفاق جایز ہے
بالاتفاق بخلاف الجمعة فانها جامعة للجماعات والتفرق ينافيه ويستحب في هذا العيد تاخير الاكل حتى
برخلاف جمعہ کے کیونکہ جمعہ جماعات کو جمع کرتا ہے اور تفریق اسکی منافی ہے اور اس عید میں کہانے میں اتنی تاخیر کرنی کہ عید کی نماز پڑہ لیے
يصلي صلوة العيد قيل هذا في حق من يضحي لياكل من اضحيته اولا لان السنة ان ياكل من كبدها اولا واما
مستحب ہے بعضے کہتے ہیں یہہ تاخیر قربانی کرنیوالے کیلئے ہے تا کہ پہلے اپنی قربانی میں سے کہاوے کیونکہ مسنون ہے کہ پہلے قربانی کی کلیجی کہاوے اور اوروں کے
في حق غيره فلا والاول اصح لما روى ان الصحابة كانوا يمنعون صبيانهم عن الاكل واطفالهم عن الرضاع الى الصلوة
حق میں نہیں ہے لیکن اول روایت صحیح ہے کیونکہ روایت ہے کہ صحابہ اپنے بچوں کو کہانے سے منع کیا کرتے تہے اور چہوٹے بچوں کو نماز ادا کرنے تک دودہ پینے سے روکتے

ويستحب في هذا العيد ايضا التكبير جهرا في طريق المصلى بالاتفاق لا على هيئة الاجتماع والاتفاق في الصوت
اور اس عید میں یہہ بہی بالاتفاق مستحب ہی کہ عیدگاہ کی رستہ میں تکبیر بلند آواز سی کہتا جاوی پر سبکو ملکر اور ایک آواز بنا کر راگنی کی
ومراعاة الانغام فان ذلك مكروه حرام بل يكبر كل احد بنفسه واذا بلغ الى المصلى يقطع التكبير وروى عن ابي
تال سم پر نہیں چاہیی کیونکہ یہہ سب حرام ہی بلکہ ہر ایک جدا جدا تکبیر پڑہی اور جب عیدگاہ میں جا پہنچی تو تکبیر موقوف کری اور ابو موسی
موسى الرضا انه كان يكبر في كل عشر خطوات مرة حتى يبلغ الجبانة ولو توجه الرستاقي الى المصلى ميلا
رضا سی روایت ہی کہ وہ دس دس قدم کی فاصلہ پر ایکبار تکبیر پڑہتی ہوئی عیدگاہ تک چلی جاتی تہی اور اگر کوئی گرد نواح کا رہنی والا اماست کو
من فرسخ ونحوه يبدأ بالتكبير اذا طلع الفجر ثم اذا دخل وقت الصلوة وخرج وقت الكراهة بان تعلو الشمس
کوس بہر کی فاصلہ سی عیدگاہ میں آجاوی تو صبح ہوتی ہی تکبیر پڑہنی شروع کری پہر جب نماز کا وقت آجاوی اور آفتاب بلند ہونی سی وقت مکروہ گذر جاوی
يصلي الامام بالناس ركعتين بلا اذان ولا اقامة يكبر اولا للافتتاح ثم يضع يديه تحت سرته ويثني ثم يكبر
تو امام لوگوں کی ساتہہ دو رکعت بدون اذان اور اقامت کی پڑہا پہلی تکبیر تحریمہ کہی پہر دونوں ہاتہہ ناف کی نیچی باندہ لی پہر سبحانک اللہم پڑہکر پہر تین بار
ثلث تكبيرات يفصل بين كل تكبيرتين بقدر ثلث تسبيحات لانها تقام بجمع عظيم بالموالاة يشتبه على من كان
تکبیر کہی ہر ہر تکبیر کا بیچمیں بقدر تین تین تسبیح کی فرق رکہی اسواسطی کہ بڑی انبوہ میں اتفاق ہوتا ہی پی درپی بلا فاصلہ کہنی میں دور کی آدمیوں کو شاید سنائی
بعيدا ويرفع يديه عند كل واحدة من تلك التكبيرات الثلث ويرسلهما في اثنائهن ثم يضعهما تحت سرته
نہ دی اور اپنی دونوں ہاتہہ ہر ہر تکبیر کی ساتہہ تینوں دفعہ کان تک اوٹہاوی اور بیچمیں دونوں ہاتہہ چہوڑ رکہی پہر دونوں ہاتہہ بعد تین بار کی ناف کی نیچی
بعد الثالثة ويتعوذ ويسمي ثم يقرأ الفاتحة وسورة ثم يكبر ويركع واذا قام الى الركعة الثانية يبدأ بالقراءة ثم
اور اعوذ باللہ پڑہی اور بسم اللہ پڑہکر سورہ فاتحہ اور ایک اور کوئی سورۃ پڑہی پہر اللہ اکبر کہکر رکوع کری پہر جب دوسری رکعت کی واسطی کہڑا ہو تو قرارت
يكبر بعدها ثلثا يفصل بينهن بقدر ما ذكرنا ويرفع يديه ويرسلهما عند كل تكبيرة وليس هنا الوضع ثم
بعد قرارت کی تین بار تکبیر کہی اور اونکی بیچمیں اسیقدر فاصلہ رکہی جو اب ذکر کیا ہی اور دونوں ہاتہہ اوٹہاوی اور ہر تکبیر پر چہوڑ رکہی اسوقت ہاتہہ کا باندہنا ثابت نہیں ہی
يكبر ويركع فيكون تكبيرات الركعتين تسعا ثلث منها اصليات تكبيرة الافتتاح والتكبيرتان للركوع وست
تکبیر کہکر رکوع کری اب تکبیریں دونوں رکعت کی نو ہوگئیں تین تو اونمیں سی اصلی ہیں یعنی تکبیر تحریمہ اور دونوں تکبیریں دونوں رکوع کی اور چہہ تکبیریں زائد ہیں
زوائد ثلث في الركعة الاولى قبل القراءة وثلث في الركعة الثانية بعد القراءة ولو نسيت التكبير في الركعة
تین پہلی رکعت میں قرارت سی پہلی اور تین دوسری رکعت میں قرارت کی پیچہی اور اگر پہلی رکعت میں تکبیر کہنی بہول گیا اتنا کہ
الاولى حتى قرأ بعض الفاتحة او كلها ثم يكبر ويعيد الفاتحة وان تذكر بعد قراءة الفاتحة والسورة
تہوڑی سی یا تمام سورہ فاتحہ پڑہ لی تو اب تکبیر کہکر سورہ فاتحہکو دوبارہ پڑہی اور سورہ فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑہکر یاد آوی تو صرف تکبیر کہی
يكبر ولا يعيد القراءة لانها تمت وبعد التمام لا تقبل النقض بالاعادة بخلاف الوجه الاول والثاني فانها لم تتم
قرارت کو نہ ہٹاوی اسواسطی کہ قرارت پوری ہوگئی اور پوری ہونی کی بعد ہٹانی سی نقض نہیں ہوسکتا برخلاف پہلی صورت اور دوسری صورت کی کیونکہ قرارت
فيها فصار كانه لم يشرع فيها فيعيدها رعاية للترتيب ثم يخطب بعد الصلوة خطبتين يبدأ فيهما بالتكبير ويفصل
سو یہہ ایسا ہی گویا قرارت ابہی شروع نہیں ہوئی اسواسطی رعایت ترتیب کی قرارت کو ہٹاوی پہر امام نماز کی بعد دو خطبہ پڑہی دونوں خطبہ تکبیر سی شروع کری اور دونوں
بينهما بجلسة خفيفة مقدارها ان يستقر كل عضو منه في موضعه والخطبة في العيدين سنة ويسن
خطبوں میں اتنی دیر جلسہ خفیف کری کہ تمام جوڑ توڑ بدن کی اپنی اپنی جگہ درست ہوجاویں اور خطبہ دونوں عیدوں میں سنت ہی اور اس خطبہ میں
فيها ما يسن في خطبة الجمعة ويكره فيها ما يكره فيها ويعلم في هذا العيد احكام الاضحية وتكبير التشريق ومن
وہ ہی امر مسنون ہی جو جمعہ کی خطبہ میں مسنون ہی اور اسمیں وہ ہی امر مکروہ ہی جو جمعہ کی خطبہ میں مکروہ ہی اس عید میں احکام اور مسائل قربانی اور تکبیر تشریق کی

لا يدرك صلوة العيد مع الامام لا يقضيها ومن ادرك الامام في الركوع يكبر للافتتاح قائما لان تكبيرة الافتتاح

عید کی نماز امام کی ساتھ ہاتھہ نہ آوی تو اسمیں قضا نہیں ہی اور جسنی امام کو رکوع میں پایا تو اول کھڑی ہوئی تکبیر تحریمہ کہی اسواسطی کہ تکبیر تحریمہ

شرع في القيام المحض ثم للعيد ان ظن انه يدرك الامام في الركوع لان المحل الاصلي لتكبيرات العيد القيام

صرف حالت قیام میں جایز ہی پہر عید کی تکبیریں کہی اگر یہہ معلوم ہوتا ہو کہ تکبیریں عید کی کہکر امام کو رکوع میں جا لونگا اسلئی کہ اصلی جگہہ عید کی تکبیروں کی صرف

المحض وان خاف فوت الركوع يكبر للركوع ويركع ثم يكبر تكبيرات العيد في الركوع لانها واجبة والاشتغال

قیام ہی ہی اور اگر یہہ خوف ہو کہ تکبیریں کہنی میں رکوع امام کی ساتھہ فوت ہوگا تو بعد تکبیر تحریمہ کی تکبیر رکوع کی کہکر رکوع میں چلا جاوی پہر رکوع میں تکبیریں عید کی ادا کری

بها اولى ويترك تسبيحات الركوع لكونها سنة ولا يرفع يديه في الركوع لان الرفع سنة ووضع الكف على الركبة

اولی ہی اور تسبیحات رکوع کی ترک کردی اسواسطی کہ سنت ہیں اور رکوع میں رفع یدین بہی موقوف رکہی اسواسطی کہ رفع یدین سنت ہی اور ہاتہوں کا گہٹنوں پر رکہنا بہی

سنة ايضا ولا وجه لاتيان سنة فيه ترك سنة اخرى واذا رفع الامام راسه يسقط ما بقي من التكبيرات

سنت ہی اسکی کوئی وجہ نہیں کہ ایک سنت کو اپنی موقع سی چہوڑ کر دوسری سنت ادا کری اور جب امام رکوع سی سر اوٹہاوی تو پہر اوسکی ذمہ سی جو تکبیر عید کی باقی ہو ساقط

فلا يتمها في الركوع ولا في القومة بل يسارع في متابعة الامام لانها فرض فلا يترك للواجب ولو ادرك الامام

ابوس تکبیر کو نہ رکوع میں پوری کری اور نہ قومہ میں بلکہ امام کی متابعت میں جلد رکوع سی کہڑا ہو جاوی کیونکہ متابعت فرض ہی سو واجب کی واسطی ترک نہیں ہوسکتی اور امام کو

في القومة لا يكبر فيها لانه يقضي تلك الركعة مع التكبيرات ومن فاتته ركعة واحدة اذا قام الى قضاء

قومہ میں پایا تو قومہ میں تکبیر عید کی نہ کہی کیونکہ رکعت معہ تکبیرات قضا کرنی ذمہ ہی اور جسکی ایک رکعت فوت ہو جاوی تو جب فائتہ کو قضا کرنی کہڑا ہو

ما سبق يبدأ بالقراءة ثم يكبر بعدها تكبيرات العيد ويركع ولو ادرك الامام في التشهد او بعد السلام في

تو اول قراءت شروع کری پہر بعد قراءت کی تکبیریں عید کی ادا کری پہر رکوع کری اور اگر امام کو التحیات میں پایا یا سلام کی بعد

سجود السهو فانه يقوم ويصلي ويأتي بالتكبيرات في محلها ويستحب تعجيل الصلوة في هذا العيد وتاخيرها

سہو کی سجدہ میں پایا تو اب یہہ کہڑا ہو کر نماز بدستور پڑہی اور تکبیریں عید کی اپنی ٹہکانی سر کہی اور اس عید میں نماز کی تعجیل اور عید الفطر میں تاخیر مستحب ہی

في عيد الفطر وفي القنية تقدم صلوة العيد على صلوة الجنازة اذا اجتمعتا وصلوة الجنازة على الخطبة

اور قنیہ میں ہی کہ عید کی نماز جنازہ کی نماز سی پہلی ادا کریں اگر دونو جمع ہو جاویں اور نماز جنازہ خطبہ سی پہلی ادا کریں

وفي البزازية ان اجتمع العيد والكسوف يقدم العيد لانه واجب كما تقدم على الجنازة لكون وجوبه

اور بزازیہ میں ہی اگر نماز عید اور نماز کسوف جمع ہو جاویں تو عید کی نماز پہلی پڑہیں کیونکہ واجب ہی جیسی نماز جنازہ پر مقدم ہی اسواسطی کہ عید کی نماز واجب

عينا ووجوب الجنازة كفاية ويكره التنفل في المصلى قبل صلوة العيد وبعدها للامام وغيره وان وقع

عینی ہی اور جنازہ کی نماز واجب کفایہ ہی اور عیدگاہ میں جاکر عید کی نماز سی پہلی نفلیں پڑہنی مکروہ ہیں اور بعد نماز عید کی امام وغیرہ خواص کو مکروہ ہی اور اگر

في هذا العيد عذر يمنع من صلوة العيد تصلي من الغد وبعد الغد ولا تصلي بعد ذلك لانها موقتة

اس عید میں کوئی عذر عید کی نماز سی روک دی تو اگلی دن گیارہویں کو پڑہیں اور اوس سی اگلی دن بارہویں کو پہر بارہویں کی بعد نہ پڑہیں کیونکہ اسکا وقت

بوقت الاضحية فتجوز ما دام وقتها باقيا ولا تجوز بعد خروج وقتها ثم العذر ههنا ليس لنفي الجواز بل لنفي الكراهة

وہ ہی اضحیہ کا وقت ہی سو جب تک ہی جایز ہی کہ قربانی کا وقت باقی ہو پہر قربانیکا وقت نکلی پیچہی جایز نہیں پہر اس عید میں عذر کا ہونا واسطی نفی جواز کی نہیں ہی بلکہ واسطی

حتى لو كان تاخيرها الى الغد او بعد الغد بغير عذر يجوز الصلوة لكن يلزم الاساءة بخلاف الفطر فان العذر

یہانتک کہ اگر تاخیر اگلی دن تک اور اگلی سی اگلی دن تک بی عذر ہو تو بہی جایز ہی لیکن برائی لازم آتی ہی برخلاف عید الفطر کی کیونکہ اوسمیں عذر

فيه لنفي الجواز حتى لو كان تاخيرها الى الغد بغير عذر لا يجوز يسر لنا الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه و

واسطی نفی جواز کی ہی یہانتک کہ اگر اس نماز میں تاخیر اگلی دن تک بی عذر کری تو صحیح نہیں ہی آسان کری ہمکو اعمال موافق اپنی رضا کی اپنی لطف اور

کرم

وکرمہ المجلس السادس والثلثون فی بیان فضیلۃ شہر اللہ المحرم وصوم یوم عاشوراء

اور کرم سی چھتیسوین مجلس ماہ آلہی محرم اور صوم عاشوراء کی روزہ کی فضیلت مین

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصیام بعد رمضان شہر اللہ المحرم ہذا الحدیث من صحاح المصابیح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا افضل روزی بعد ماہ رمضان کی ماہ آلہی محرم کی ہین یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سی ہی

رواہ ابو ہریرۃ واضاف الشہر الی اللہ تعالی لتعظیم شان الشہر والمضاف محذوف تقدیرہ ان افضل الصیام بعد صیام رمضان صیام

ابو ہریرہ کی روایت سی اور شہر کی اضافت اسکی طرف واسطی تعظیم مرتبہ مہینی کی ہی اور مضاف محذوف ہی اصل مین عبارت یون ہی افضل روزی بعد روزہ رمضان

شہر اللہ المحرم وہو صریح فی ان افضل ما تطوع بہ من الصیام بعد رمضان شہر اللہ المحرم لکن یحتمل ان یراد بہ انہ افضل

کی روزی ماہ آلہی محرم کی ہین اس عبارت سی صاف یہہ معلوم ہوتا ہی کہ افضل نوافل روزی بعد رمضان کی ماہ آلہی محرم کی ہین لیکن یہہ بھی احتمال ہی کہ اس سی یہہ مراد ہو افضل

شہر تطوع بصیامہ کاملا بعد رمضان واما التطوع ببعض الشہر فقد یکون غیرہ افضل منہ کصیام یوم عرفۃ او عشر

مہینا جسکی پورے روزی رکھی جاوین بعد رمضان کی محرم ہی اور نفل روزی تہوڑی کا تہوڑی بعضی اور مہینی کی محرم سی افضل ہوتی ہین جیسی روزہ روز عرفہ کا یا دس روزی

ذی الحجۃ او ستۃ شوال ونحو ذلک ویشہد لہذا ما روی عن علی ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ

ذی الحجہ کی یا چھہ روزی شوال کی اور مانند اسکی اور اسکی سند وہ روایت علی رضی سی ہی کہ ایک شخص نی نبی علیہ السلام کی خدمت مین حاضر ہوکر پوچھا یا رسول اللہ

اخبرنی بشہر اصومہ بعد رمضان فقال لہ النبی علیہ السلام ان کنت صائما شہرا بعد رمضان فصم المحرم فانہ

بتلا دیجی بعد رمضان کی کس مہینہ مین روزی رکہون آپ نی فرمایا اگر تو تمام مہینی کی روزی بعد رمضان کی رکہا چاہتا ہی تو محرم مین رکھہ کیونکہ

شہر اللہ وفیہ یوم تاب اللہ فیہ علی قوم ویتوب علی اخرین لکن قد کان النبی علیہ السلام یصوم شہر شعبان

مہینا اللہ کا ہی اور اس مہینی مین ایک ایسا دن ہی کہ اللہ تعالی نی ایک قوم کی خطا معاف کی ہی اور اورونکی خطا معاف کریگا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان مین روزی رکہتی تہی

ولم ینقل عنہ انہ کان یصوم المحرم وانما کان یصوم منہ یوم عاشوراء وقولہ علیہ السلام فی حدیث ابن عباس

اور یہہ کسینی بیان نہین کیا کہ محرم مین روزی رکہتی تہی محرم مین صرف یوم عاشوراء کا روزہ رکہتی تہی اور آپ کا ارشاد ابن عباس کی حدیث مین

ان بقیت الی قابل لاصومن التاسع یدل علی انہ علیہ السلام کان لا یصوم التاسع لکن روی انہ علیہ السلام امر

اگر مین اگلی سال تک جیتا رہا تو البتہ نوین تاریخ روزہ رکہونگا اس سی یہہ ثابت ہی کہ نوین تاریخ مین روزہ نہین رکہتی تہی لیکن روایت ہی کہ آپ نی ایک شخص کو فرمایا

رجلا ان یصوم الاشہر الحرم وافضل صیام الاشہر الحرم صیام شہر اللہ المحرم وافضل شہر اللہ المحرم عشرۃ الاول

کہ اشہر حرم مین روزی رکہی اور اشہر حرم مین کی افضل روزی ماہ آلہی محرم کی ہین اور ماہ آلہی محرم مین سی افضل روزی پہلی دہی کی ہین

فلما کان ہذا الشہر من بین الشہور مضافا الی اللہ تعالی ناسب ان یختص بعمل مضاف الی اللہ تعالی وہو الصوم

اور یہہ مہینا تمام مہینون مین سی جو اللہ کی طرف مضاف ہی تو مناسب یون ہی کہ اس مہینہ مین عمل بھی ایسا ہو جو اللہ کی طرف مضاف ہو سو وہ عمل روزہ ہی

فان الصوم سر بین العبد وربہ بفعلہ خالصا لوجہہ طالبا لرضائہ ولا یطلع علیہ غیرہ لکونہ نیۃ وامساکا

کیونکہ روزہ بندی مین اور اوسکی رب مین بھید ہوتا ہی کہ صرف واسطی خدا کی اسکی رضامندی کی لئی رکہتا ہی اور سوا اللہ تعالی کی کوئی اوس سی خبر نہین ہوتا کیونکہ روزہ نیت ہی

حتی قیل ان الحفظۃ لا یطلع علیہ ولا تکتبہ بخلاف سائر العبادات فانہا ما یطلع علیہ غیرہ تعالی فلکونہ ہو العالم بہ

یہان تک کہ کہتی ہین کراماً کاتبین کو خبر نہین ہوتی اور نہ وہ لکھتی ہین برخلاف تمام اور عبادات کی کہ وہ سوای اللہ تعالی اوروں کو بھی معلوم ہوتی ہین اور اس لئی کہ روزہ کا اللہ ہی

دون غیرہ خصہ بذاتہ وتولی جزاءہ بنفسہ ولم یکلہ الی غیرہ کما روی عن ابی ہریرۃ انہ علیہ السلام قال کل عمل ابن

اور کو نہین ہوتا تو اللہ تعالی نی اوسکو اپنی ذات سی خاص کیا اور مزدوری اوسکی نوبت بذات خود ہو اور پر حوالہ نکیا چنانچہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا کہ ابن آدم کا

آدم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالہا الی سبعمائۃ ضعف قال اللہ تعالی الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ

ہر ایک عمل کا ثواب دس گونہ بڑہتا ہی سات سو گونہ تک اللہ تعالی فرماتا ہی سوا روزہ کی کہ روزہ میری لئی ہی مین ہی اوسکی جزا دونگا

ای الامساک

علم شہود

يدع شهوته وطعامه وشرابه من اجلي والمعنى ان كل طاعة وخير اذا لم يكن رياء فاقل ما يعطى لصاحبه من الاجر
میری لئی اپنی شہوت کہانا پیناسب چہوڑ دیتا ہی یعنی ہر طاعت اور نیک عمل جسمین ریا نہو تو کم سی کم عابد کو اوسکا ثواب دس گونہ ہی
عشرة لقوله تعالى مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وقد يزاد الى سبعمائة واكثر لقوله تعالى مَثَلُ الَّذِينَ
واسطی فرمانی اللہ تعالی کی جو کوئی لایا نیکی اوسکو ہی اوسکی دس برابر اور کبہی سات سو گونہ اور اس سی زیادہ ہوجاتا ہی واسطی قول اللہ تعالی کی مثال انکی
يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ
جو خرچ کرتی ہین اپنی مال اللہ کی راہ مین جیسی ایک دانہ اوس سی اوگین سات بالین ہر بال مین سو سو دانہ اور اللہ بڑہاتا ہی
لِمَن يَشَاءُ واما الصوم فثوابه بغير حساب لانه لا يتاتى الا بالصبر وقد قال الله تعالى إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم
جسکی واسطی چاہی اور روزہ کا ثواب تو بی حساب ہی کیونکہ بدون صبر کی ادا نہین ہوسکتا اور اللہ تعالی فرماتا ہی صبر کرنیوالون ہی کو ملتا ہی اونکا نیگ
بِغَيْرِ حِسَابٍ ثم الصبر وان كان يوجد في غير الصوم من العبادات لكن وجوده في غيره ليس كوجوده فيه لانه ثلثة
آن گنت پہر صبر اگرچہ سوا روزہ کی تمام عبادات مین بہی ہوتا ہی پر صبر اور عبادات مین اتنا نہین ہوتا جتنا روزہ مین ہوتا ہی
انواع صبر على طاعة الله تعالى وصبر عن محارم الله تعالى وصبر على الآلام والشدائد وكلها يوجد في الصوم اذ
قسم پر ہوتا ہی صبر طاعت الہی پر اور صبر اللہ تعالی کی محرمات سی اور صبر رنج اور سختیون پر اور یہہ تینوں صبر روزہ مین موجود ہوتی ہین
فيه صبر على ما وجب على الصائم من الطاعات وصبر عما حرم عليه من الشهوات وصبر عما يصيبه من الم الجوع
کیونکہ روزہ مین طاعت پر صبر ہی جو روزہ دار پر واجب ہوتی ہی اور شہوات سی صبر ہی جو روزہ دار پر حرام ہوگئی ہین اور بہوک کی تکلیف پر
وحرارة العطش وضعف البدن فانه يعرض بدنه النحول والنقصان الذي يفضي الى الهلاك طلبا لرضائه ثم
اور پیاس کی گرمی پر صبر ہی اور بدن کی سستی پر کیونکہ روزہ دار کی بدن مین لاغری اور نقصان ایسا آجاتا ہی کہ جسمین ہلاک ہوجاوی یہہ سبب اللہ تعالی کی رضامندی کی پہر
اشير اليه حيث قيل يدع شهوته وطعامه وشرابه لاجلي بخلاف سائر الطاعات ثم انه بسبب منع نفسه عن
اسی طرف اشارہ ہی یہہ جو کہا ہی کہ روزہ دار اپنی شہوت کہانا پینا میری لئی چہوڑ دیتا ہی برخلاف اور طاعات کی پہر روزہ دار اپنی نفس کو کہانی
الاكل والشرب والجماع يصير متخلقا باخلاق الله تعالى لكونه منزها عن هذه الاشياء فلما كان في الصوم
اور پینی اور جماع سی بند کرکر گویا صفات الہی پیدا کرلیتا ہی کیونکہ اللہ تعالی ان تمام صفات سی پاک ہی پہر جب یہہ اوصاف روزی مین ہوئی
هذه المعاني خصه الله تعالى بذاته وتولى جزاءه بنفسه ولم يكله الى غيره والكريم اذا اخبر انه يتولى الجزاء
اسی نظر سی اللہ تعالی نی روزہ دار کو اپنی ذات پاک سی خاص کیا اور ذمہ دار اوسکی ثواب کا آپ ہوا اوسے حوالہ نہین کیا اور ذات کریم جو یہہ خبر دی کہ مین آپ اوسکی عوض کا
بنفسه يقتضي ان يكون ذلك الجزاء في غاية العظمة ونهاية الكثرة بحيث لا يكون له حد ولا عد وقد روي
تو ضرور ہی کہ وہ عوض بہت ہی بڑا ہو اور اتنی کثرت سی ہو کہ اوسکی نہ کچہہ حد ہو اور نہ کچہہ شمار اور
عن ابي امامة الباهلي انه عليه السلام قال من صام يوما في سبيل الله جعل الله بينه وبين النار خندقا كما بين السماء
ابو امامہ باہلی سی روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا جسنی ایکروز روزہ واسطی اللہ کی رکہا تو اللہ تعالی درمیان اوسکی اور دوزخ کی ایک خندق اس فاصلہ پر بنادیگا
والارض وفي حديث اخر رواه ابو سعيد الخدري انه عليه السلام قال من صام يوما في سبيل الله بعد الله وجهه
اور زمین کی ہی اور ایک اور حدیث مین ہی ابو سعید خدری کی روایت سی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا جسنی ایک روز واسطی اللہ کی روزہ رکہا تو اللہ تعالی اوسکا منہہ
عن النار سبعين خريفا ومعنى الحديث ان من صام يوما لوجهه ورضائه ينجيه الله تعالى من النار عبر عن التنجية
دوزخ سی ستر خریف دور رکہیگا اور معنی حدیث کی یہہ ہین کہ جسنی ایکروز صرف واسطی رضامندی الہی کی روزہ رکہا تو اللہ تعالی اوسکو دوزخ سی نجات دیگا نجات کو
بطريق التمثيل ليكون ابلغ لان من كان بعيدا عن شيء بهذا المقدار لا يصل اليه البتة والمراد بالخريف السنة
بطور تمثیل واسطی مبالغہ کی اس عبارت مین بیان کیا اسواسطی کہ جو شخص کسی شی سی اتنی دور ہوجاوی تو وہ شی اوس تک ہرگز نہ پہنچی گی اور خریف سی مراد سال ہی

ذكر الجزء واريد الكل وانما عبر به عنها دون غيره من الفصول لكونه وقت بلوغ الثمار وسعة العيش وروى عن

جز کا ذکر کرکی کل مراد لیا ہی اور تعریف خاص کر کی بدون اور فصول کی اسواسطی ذکر کیا کہ یہ وقت میوون کی پختگی اور عیش کی فراخی کا ہی اور ابو ہریرہ

ابی هريرة انه عليه السلام قال للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه ومعنى هذا الحديث

سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا روزہ دار کو دو خوشیاں ہوتی ہین ایک خوشی روزہ افطار کرتی ہوی اور ایک خوشی رب کی ملاقات کی وقت اور اس حدیث کی معنی

ان للصائم سرورا مرتين على ان الفرحة مرة من الفرح وهو السرور والمسرور به عند لقاء ربه فيما يجده من ثواب الصوم

کہ روزہ دار کو دو بار سرور ہوتا ہی اسواسطی کہ فرحۃ کا لفظ مرت کی واسطی فرح سی مشتق ہوا ہی اور فرح کی معنی سرور کی ہین اب سرور روزہ دار کا رب کی ملاقات کی وقت یہ ہی کہ

مدخرا عند الله تعالى فان من ترك لله تعالى طعامه وشرابه وشهوته يعوضه الله تعالى خيرا من ذلك كما قال الله

اللہ تعالی کی پاس یکبار ذخیرہ کیا ہوا پاویگا کیونکہ جو شخص اللہ کی واسطی اپنا کھانا پینا شہوت بند رکھیگا تو اللہ تعالی اوسکو عوض اوس سی بہتر عطا فرماویگا چنانچہ اللہ تعالی

وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا وقال النبي عليه السلام لرجل انك

اور جو آگی بہیجوگی اپنی واسطی کوئی نیکی اوسکو پاوگی اللہ کی پاس بہتر اور ثواب مین زیادہ اور نبی علیہ السلام نی کسی شخص سی فرمایا

لن تدع شيئا اتقاء الله تعالى الا اتاك الله خيرا منه وروى ان الصائمين يوضع لهم يوم القيمة مائدة تحت العرش

تو جب کسی منکر کو خدا کی خوف کا مارا ترک کریگا تب ہی اللہ تعالی تجھکو اوس سی بہتر عنایت کریگا اور روایت ہی کہ روزہ داروں کی واسطی قیامت کی روز عرش کی

ياكلون عليها والناس فى الحساب فيقول الناس هؤلاء ياكلون ونحن فى الحساب فيقال لهم انهم كانوا يصومون وانتم تفطرون

اوسپر بیٹہی کہاوینگی باقی لوگ ابہی حساب مین ہونگی سو وہ لوگ کہینگی یہہ کون لوگ ہین کہ بیٹہی کہاتی ہین اور ہم حساب مین گرفتار ہین سو جواب ملیگا یہہ لوگ روزہ رکہتی تہی اور تم روزہ خور تہی

وفى الصحيحين انه عليه السلام قال ان فى الجنة بابا يقال له ريان لا يدخل منه الا الصائمون والمراد بالصائمين

اور صحیح بخاری اور مسلم مین ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا کہ جنت کا ایک دروازہ ہی اوسکو ریان کہتی ہین اوسمین سی صرف روزہ دار داخل ہونگی اور مراد روزہ داروں سی

هم الذين يكثرون الصوم فانهم لما تحملوا تعب العطش خصوا بباب فيه الرى والامان من العطش قبل تمكنهم من الجنة

وہ لوگ ہین جو اکثر روزہ دار رہتی ہین کیونکہ ان لوگوں نی جو پیاس کی شدت اوٹہائی تو انکی لئی ایسا دروازہ خاص کیا گیا جسمین جنت میں جانی سی پہلی سیرابی اور پیاس کا بچاو

واما سروره عند افطاره فيما يتناوله من الطعام والشراب لان النفس مجبولة على الميل الى ما يلائمها من المطعم والمشرب

اور روزہ کا کہولتی وقت اسواسطی خوشی ہوتی ہی کہ کہانا پینا جو ملتا ہی اسواسطی کہ نفس کی عادت ہی کہ اپنی لائق بنتیا کہانی اور پینی

والمنكح فاذا منعت من ذلك فى وقت من الاوقات ثم اذن لها فى وقت اخر تفرح بذلك طبعا خصوصا عند اشتداد

اور نکاح کی طرف متوجہ ہوتا ہی نفس کو اگر کسی وقت ممانعت ہووی پہر اوسکو اور وقت مین اجازت ہووی تو خود بخود خوش ہوتا ہی خاص ایسی وقت کہ وہ بھوک

الحاجة اليه لتاثير الجوع والعطش فيها وتقاضيها باخذ حاجتها يشعر بهذا ما روى عن ابن عمر انه عليه السلام

اور پیاس کی نہایت حاجتمند ہو اور اپنی حاجت کا تقاضا کرتا ہو ابن عمر کی روایت سی یہ مضمون ثابت ہوتا ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

كان اذا افطر يقول ذهب الظما وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء الله تعالى مع ان له عند افطاره دعوة

افطار کی وقت یہہ فرمایا کرتی تہی بجہگئی پیاس اور تر ہوگئیں رگیں اور ثابت ہوگیا ثواب ان شاء اللہ تعالی یہہ بہی ہی کہ افطار کی وقت دعا

مستجابة كما جاء فى الحديث ان للصائم عند افطاره دعوة مستجابة بل يكون نومه عبادة قال ابو العالية

مقبول ہوتی ہی چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ روزہ دار کی لئی افطار کی وقت دعا مقبول ہوتی ہی بلکہ اوسکی خواب بہی عبادت ہی ابو العالیہ کہتا ہی

الصائم فى العبادة ما لم يغتب وان كان نائما على فراشه فمعنى هذا يكون فى ليله ونهاره على العبادة ثم فى صوم المحرم

کہ روزہ دار ہر وقت عبادت مین ہی جبتک غیبت نکری اگرچہ اپنی بستر پر سوتا رہی اس قول کی موافق روزہ دار شب و روز عبادت مین ہی پہر ماہ محرم کی روزہ مین

معنى اخر وهو ان الاشهر الحرم لما كانت افضل الشهور بعد رمضان وكان صوم كلها مندوبا لامر النبى عليه السلام

ایک اور بات ہی یعنی اشہر الحرم چونکہ بعد رمضان کی تمام مہینوں مین افضل ہین اور ان سب مہینوں کی روزی مستحب ہین موافق ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

بہ وکان بعضہا ختام السنۃ الھلالیۃ وبعضہا مفتاحہا لزم ان یکون من صام ذی الحجۃ سوی ایام المحرم فیہا
ہوا اور نہیں سی بعضا مہینا قمری سال کا ابتدا ہی تو لازم ہی کہ جسنی ذی الحجہ میں سوا چار دن کی جنمیں روزی حرام ہیں
الصیام وصام المحرم قد ختم السنۃ بالطاعۃ وافتتحہا بالطاعۃ فیرجی ان یکتب سنۃ کلہا طاعۃ وعبادۃ یسر اللہ تعالی
روزی رکہی پہر محرم کی روزی رکہی تو اوسنی سال عبادت ہی میں تمام کیا اور عبادت ہی میں شروع کیا اب امید ہی کہ سارا سال کا سال عبادت اور طاعت میں لکہا جاوی اللہ

علیہ بلطفہ وکرمہ المجلس السابع والثلثون فی بیان فضیلۃ یوم عاشوراء وبیان ما یفعل فیہ

تعالی اپنی لطف اور کرم سی آسان کری سینتیسویں مجلس یوم عاشوراء کی فضیلت میں اور اس روز کیا کیا عمل میں آوی
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صیام یوم عاشوراء احتسب علی اللہ تعالی ان یکفر السنۃ التی قبلہا ھذا الحدیث من
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا یوم عاشوراء کی روزی گمان غالب ہی کہ اللہ تعالی ایک سال گذشتہ کا کفارہ کردی یہہ حدیث مصابیح کی
صحاح المصابیح رواہ ابو قتادۃ ومعناہ ان من صام یوم عاشوراء ارجو من اللہ تعالی ان یغفر ذنوبہ التی وقعت فی
صحیح حدیثوں میں ہی ابو قتادہ کی روایت سی اور معنی اس حدیث کی یہہ ہیں جسنی یوم عاشوراء میں روزہ رکہا تو میں اللہ تعالی سی امید کرتا ہوں کہ اسکی گناہ جو کہ
السنۃ الماضیۃ والمراد من الذنوب الصغائر لان الکبیرۃ لا یکفرہا الا التوبۃ وفی حدیث اخر رواہ ابو ھریرۃ انہ
سال گذشتہ میں ہوئی ہوں معاف کردی اور گناہوں سی مراد صغیرہ گناہ ہیں واسطی کہ گناہ کبیرہ بدون توبہ کی معاف نہیں ہوتی اور ایک حدیث میں ابو ہریرہ کی روایت سی
قال افضل الصیام بعد رمضان شہر اللہ المحرم یعنی ان افضل الصیام بعد رمضان صیام شہر اللہ المحرم وھو و
کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا افضل روزی بعد ماہ رمضان کی ماہ الہی محرم کی ہیں مراد یہہ ہی کہ افضل روزی بعد رمضان کی روزی ماہ الہی محرم کی ہیں اور یہہ حدیث
ان کان ظاہرا فی فضیلۃ صیام شہر اللہ المحرم بعد صیام رمضان لکن قیل المراد بہ صیام یوم عاشوراء وانما کان صیام
اگرچہ بظاہر تمام ماہ الہی محرم کی روزوں کی فضیلت میں ہی بعد روزوں ماہ رمضان کی لیکن کہتی ہیں کہ مراد اس سی روزہ یوم عاشوراء کا ہی اور اس دن کا روزہ
ذلک الیوم افضل لکونہ فرضا فی اوائل الاسلام ثم نسخت فرضیتہ بوجوب صوم رمضان والعبادۃ التی نسخت
اسلئی افضل ہی کہ اوائل اسلام میں فرض تہا پہر جب رمضان کی روزی فرض ہوئی تو اوسکی فرضیت منسوخ ہوگئی اور جس عبادت کی فرضیت منسوخ
فرضیتہا افضل من العبادۃ التی لم تکن فرضا اصلا فان قیل قد ذکر فی الاصول ان الجواز یزول بنسخ الوجوب فکیف
ہوجاتی ہی تو وہ ایسی عبادت سی جو کبہی فرض نہ ہوئی ہو افضل ہوتی ہی اگر کوئی کہی کہ اصول میں مذکور ہی کہ وجوب کی نسخ سی جواز بہی زائل ہوجاتا ہی پہر
یکون الصیام فیہ افضل فالجواب ان ذلک الیوم لما نسخ وجوب الصیام فیہ صار کسائر الایام فی جواز الصیام فیہ
یہہ روزی افضل کیونکر ہو سکتی ہیں سو جواب یہہ ہی کہ اس دن کی اندر وجوب صیام جب منسوخ ہوا تو وہ اور روزوں کی واسطی ایسا ہوگیا جیسی اور سارے دن ہیں
فیکون افضل قال ابن عباس ما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتحری صیام یوم فضلہ علی غیرہ الا ھذا
سو افضل کیا ہوگا ابن عباس کہتی ہیں میں نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکہا کہ تلاش کرتی ہوں روزہ کسی روز کا جسکو اوپر فضیلت دی ہو سوا اس
الیوم یعنی عاشوراء فانہ علیہ الصلوۃ والسلام کان یبالغ فی تفضیل صومہ ما لم یبالغ فی تفضیل صوم غیرہ وقال ابن
دن یعنی یوم عاشوراء کی کیونکہ پیغمبر علیہ السلام یوم عاشوراء کی فضیلت میں تنا مبالغہ فرماتی تہی جو اور روزی کی فضیلت میں نہیں فرماتی تہی اور ابن
عباس ایضا حین صام رسول اللہ علیہ السلام یوم عاشوراء وامر بصیامہ قالوا یا رسول اللہ انہ یوم یعظمہ الیہود والنصاری
عباس یہہ بہی کہتی تہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی یوم عاشوراء کا روزہ رکہا اور اور صحابہ کو اوس روزہ کا ارشاد کیا تو عرض کیا یا رسول اللہ یہہ دن ہی کہ اسکی یہود اور نصاری
فقال النبی علیہ السلام ان بقیت الی قابل لاصومن التاسع قیل انما اراد ان یضم الیہا یوما اخر لیکون ھدیہ مخالفا
سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا اگر میں اگلی سال تک جیتا رہا تو البتہ نویں تاریخ کا بہی روزہ رکہونگا کہتی ہیں عاشوراء کی ساتہ ایک اور دن کی ملانی کا اسلئی ارادہ کیا تہا تاکہ
لہدی اھل الکتاب فلما جاء العام القابل لا توفی رسول اللہ علیہ السلام فعلم من ھذہ الاخبار ان یوم عاشوراء
اہل کتاب کی طریقہ سی الگ رہی سو سال آئندہ نہ پایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اب ان حدیثوں سی معلوم ہوا کہ یوم عاشوراء

یوم

يوم مبارك ينبغي للمؤمن ان يصومه لكن المستحب ان يصوم معه التاسع او الحادي عشر مخالفة لليهود والنصارى

روز مبارک ہی مومن کو چاہیئے کہ اوس روز روزہ رکہا کرے پر مستحب یہہ ہی کہ اوسکی ساتھ یہود و نصاریٰ کی مخالفت کی لئے نویں تاریخ یا گیارہویں تاریخ کا بہی روزہ رکہے

ويتصدق على الفقراء بما قدر واما الصلوة في هذا اليوم لارضاء الخصوم على ما رقم في بعض الكتب فقد ذكر في البزازية

اور اپنی مقدور کی موافق فقراء کو خیرات دے اور اوس روز کی نماز مدعیوں کی پرچانے کی لئے جو بعضی کتابوں میں آئی ہی تو بزازیہ میں مذکور ہی کہ

انها لا تفيد لان خصمه ان كان عافيا فهو لا يؤاخذ بما عليه يوم القيمة فما الفائدة وان كان لم يعف يأخذ من

اس نماز کا کچہہ فائدہ نہیں ہی اسواسطے کہ مدعی اگر معاف کر چکا ہی تو اوس ہی قیامت کی دن کچہہ مواخذہ نکریگا پہر اب کیا فائدہ ہوا اور اگر معاف نہیں کیا

حسناته يوم القيمة ان كان له حسنات وان لم يكن له حسنات يؤخذ من سيئات خصمه ويحمل عليه ثم يطرح

تو قیامت کی دن اوسکی حسنات لیلیگا اگر اوسکی پاس حسنات ہونگی اور اگر اوسکی پاس حسنات نہونگی تو اوس مدعی کی گناہ لیکر اوسکی سر رکہدینگی پہر آگ میں پہینک دینگی

في النار كما جاء في حديث رواه ابو هريرة انه عليه السلام قال اتدرون من المفلس قالوا المفلس فينا من لا درهم معه

چنانچہ حدیث میں ابو ہریرہ کی روایت سی آیا ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نے پوچہا تم جانتی ہو مفلس کون ہوتا ہی عرض کیا ہم میں مفلس وہ ہی جسکی پاس نہ درہم ہو

ولا متاع قال المفلس من امتي من يأتي يوم القيمة بصلوة وزكوة وصيام ويأتي قد شتم هذا وقذف هذا وضرب

اور نہ کچہہ اسباب ہو آپ نے فرمایا مفلس میری امت میں وہ ہی جو قیامت کی دن معہ نماز اور زکوۃ اور روزوں کی آویگا اور اوسکو گالی دی تہی اور اسکو تہمت لگائی تہی اور اسکو مارا تہا

هذا واكل مال هذا فيعطى هذا من حسناته وهذا من حسناته فان فنيت حسناته قبل ان يقضى ما عليه

اور اسکا مال کہالیا تہا پہر اوسکی کچہہ حسنات اسکو دی جاوینگی اور کچہہ حسنات اسکو دی جاوینگی پہر اگر اوسکی حسنات اس سی پہلی کہ حقوق ادا ہوں ہو چکی تو اونکی گناہ لیکر

اخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح في النار وفي حديث اخر رواه ابو هريرة ايضا انه عليه السلام قال من

اسکی ذمہ رکہہ کر آگ میں ڈالا جاویگا اور ایک دوسری حدیث میں بہی ابو ہریرہ ہی کی روایت سی ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکی

كانت عنده مظلمة لاخيه من عرض او مال فليتحلل منه اليوم قبل ان يؤخذ منه يوم لا دينار فيه ولا درهم ان

ذمہ کوئی حق کسی بندہ کا ہو آبرو کا یا مال کا تو آج اوس سی معاف کرالی اس سی پہلی کہ وہ ایسی روز مواخذہ کری کہ وہاں نہ دینار ہوگا اور نہ درہم اگر

كان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمته وان لم يكن له حسنات يؤخذ من سيئات صاحبه فتحمل عليه قيل يؤخذ

اسکی پاس عمل صالح ہوگا تو اوس حق کی موافق لیلیا جاویگا اور اگر حسنات کچہہ نہونگی تو اوس مدعی کی گناہ اسکی ذمہ رکہی جاوینگی کہتی ہیں

بقدر دانق وهو سدس درهم سبعمائة صلوة مقبولة اديت بجماعة فيعطى للخصم واما خلط الجوائج في هذا اليوم فقد

کہ ایک دانق کی بدلہ کہ چہٹا حصہ درہم کا ہوتا ہی سات سو نمازیں مقبول جو جماعت سی ادا کیں ہوں لیکر مدعی کو دینگی اور کرنا کہچڑی کا یعنی غمگین ہونا اس دن میں

ذكر في القنية انه لم يرد فيه اثر قوي لكن لا باس به بل ربما يثاب عليه وكان الاكتحال فيه سنة لكن لما صار علامة

سو قنیہ میں مذکور ہی کہ اس باب میں کوئی روایت قوی وارد نہیں ہی پر اسکا کچہہ مضائقہ نہیں بلکہ کبہی اسپر ثواب ہوتا ہی اور سرمہ لگانا اس دن میں سنت تہا لیکن جب کہ یہہ نشانی

لمبغضي اهل البيت وجب تركه وكره فعله حتى قيل لبعض السلف اهو سنة من غير ذلك في يوم عاشوراء فقال انه

دشمنان اہل بیت کی ٹہر گئی ہی تو اسکا ترک واجب ہی اور اسکا کرنا مکروہ ہی یہاں تک کہ کسینی اہل سلف سی پوچہا کیا سرمہ لگانا بغیر بغض اہل بیت کی روز عاشوراء میں سنت ہی

سنة المخنثين واما اتخاذه ماتما لاجل قتل الحسين بن علي رض كما يفعله الروافض فهو من عمل الذين ضل سعيهم

یہہ سنت زنانوں کی ہی اور اس دن میں ماتم کرنا واسطی شہادت امام حسین بن علی رض کی جیسے رافضی کرتی ہیں سو یہہ اون لوگوں کا عمل ہی جنکی جاتی رہی کمائی

في الحيوة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا ذلم يامر الله ولا رسوله باتخاذ ايام مصائب الانبياء وموتهم

دنیا کی زندگی میں اور وہ سمجہتی ہیں کہ خوب بناتی ہیں کام اسواسطی کہ نہ اللہ نے امر کیا اور نہ اوسکی رسول نے کہ انبیاء علیہم السلام کی ایام مصیبت اور ایام موت کو

ماتما فكيف بمن دونهم والقاص الذي يذكر الناس قصة القتل يوم عاشوراء ويخرق ثوبه ويكشف راسه ويامرهم

ماتم کیا کرو پہر جو انبیاء سی کمتر ہی اونکا تو ماتم کہاں اور قصہ خوان جو لوگوں کی سامنی قصہ شہادت کا یوم عاشوراء میں سناتی ہیں اور اپنی کپڑی پہاڑتی ہیں اور ننگی سر ہوتی ہیں

بالقیام والتسبیح تاسفا علی المصیبۃ یجب علی ولاۃ الدین ان یمنعوہم والمستمعون لا یعذرون فی الاستماع

کھڑے ہوکر تاسف کی حالت میں مصیبت پر کلمات بیہودہ بکتی ہیں دین کی حاکموں پر واجب ہی کہ انکو منع کریں اور سننی والی بھی معذور نہیں ہیں کہ سنا کریں

قال الامام الغزالی وغیرہ یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل حسین وحکایۃ ما جری بین الصحابیین

امام غزالی وغیرہ فرماتی ہیں کہ واعظوں پر حرام ہی بیان کرنا امام حسین کی شہادت کا اور بیان کرنا اون حالات کا جو صحابہ رضہ میں

من التشاجر والتخاصم فانہ مہیج علی بغض الصحابۃ والطعن فیہم وہم اعلام الدین تلقی ائمۃ الدین عنہم نتلقیناہ

جھگڑا اور خصومت واقع ہوئی ہیں کیونکہ ایسی کہانیوں سی صحابہ کا بغض پیدا ہوتا ہی اور اون پر طعنہ ہونی لگتا ہی اور حال یہہ ہی کہ صحابہ دین کی پیشوا ہیں بزرگان دین نی

من الائمۃ فالطاعن فیہ طاعن فی نفسہ ودینہ وقال الشافعی وغیرہ من السلف تلک دماء طہر اللہ تعالی عنہا

اون سی دین کو سیکھا سو جو اونکی عیب جوئی کری وہ اپنی تئیں بھی اور دین میں عیب لگاتا ہی اور امام شافعی اور سوا اونکی اور بزرگ سلف کی کہتی ہیں کہ اس خونسی اللہ تعالی نی ہمارا ہاتھ پاک رکھی

ایدینا فلنطہر عنہا السنتنا وقد روی عن عبد اللہ بن مغفل انہ علیہ السلام قال اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوہم غرضا

تو چاہیئی کہ ہماری زبان بھی پاک رہیں عبد اللہ بن مغفل سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا خدا سی ڈرو میری یاروں کی حق میں میری بعد انکو

من بعدی ومن احبہم فبحبی احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم ومن اذاہم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی

نشانہ نہ بناؤ اور جو شخص انکو محبوب رکھیگا سو میری محبت سی محبوب رکھیگا اور جو انکو دشمن رکھیگا سو میری بغض کا مارا دشمن رکھیگا اور جسنی اونکو ستایا تو اوسنی مجھکو ستایا اور جسنی مجھکو

اللہ تعالی ومن اذی اللہ تعالی فیوشک ان یاخذہ وفی حدیث اخر رواہ ابو سعید الخدری انہ علیہ السلام قال لا تسبوا

ستایا اور جسنی اللہ کو ستایا تو قریب ہی کہ اللہ اوسکو پکڑلی اور ایک اور حدیث میں آیا ہی ابو سعید خدری کی روایت سی کہ آپ نی فرمایا میری یاروں کو برا مت کہو اگر

اصحابی فلو ان احدکم لو انفق مثل احد ذہبا ما بلغ مد احدہم ولا نصیفہ فعلی ہذا یجب علی المؤمن تعظیمہم وذکرہم

کوئی تم میں سی کوہ احد کی برابر سونا خرچ کری تو صحابہ میں سی کسیکی مد کی برابر نہوگا اور نہ آدھی مد کی برابر اب موافق اس حدیث کی ہر مومن پر اونکی تعظیم اور خوبی کا

بالخیر وکف اللسان عن الطعن فیہم اذ بسبب قتل عثمان وقتل حسین جرت فتن کبیرۃ واکاذیب کثیرۃ وظہرت

یاد کرنا اور اون پر طعن وطنز سی زبان بند رکھنا واجب ہی اسوسطی کہ بسبب شہادت حضرت عثمان اور شہادت امام حسین رضہ کی بڑی بڑی فتنہ کھڑی ہوگئی اور بہت جھوٹی باتیں مشہور ہوگئیں

اہواء وبدع وقع فیہا طوائف من المتقدمین والمتاخرین وصارت الاکاذیب والاہواء والبدع لا تزال تزداد حتی

اور بہت نفسانی باطل اور بدعتیں پیدا ہوگئیں جنمیں بہتیری متقدم اور بہتیری متاخر مبتلا ہوگئی اور صدہا جھوٹی قصی اور باطل مذہب اور بدعتیں بڑھتی چلی جاتی ہیں یہانتک

حدثت امور یطول شرحہا فمن جملتہا ما ابتدعہ کثیر من الناس یوم عاشوراء فجعلوہ ماتما یظہرون فیہ النیاحۃ

کہ ایسی امور پیدا ہوگئی ہیں جنکا بیان دراز ہی چنانچہ اونہیں سی ایک یہہ بدعت ہی جو بہت لوگوں نی یوم عاشوراء کو ماتم ٹھہرا رکھا ہی اوس روز نوحہ کرتی ہیں

والجزع وتعذیب النفوس وسب من مات من اولیاء اللہ تعالی والکذب علی اہل البیت وغیر ذلک من المنکرات المنہی عنہا

اور رونا پیٹنا اور تکلیف دینا جانوں کو اور اولیاء اللہ کو جو مرچکی ہیں برا کہنا اور اہل بیت پر جھوٹ بولنا اور سوا اسکی بہت منکرات جو موافق

بکتاب اللہ تعالی وسنۃ رسولہ واتفاق المسلمین فان الحسین قد اکرمہ اللہ تعالی بالشہادۃ فی ذلک الیوم وہو واخوہ الحسن سیدا

کتاب اللہ اور سنت رسول کی ممنوع اور با تفاق مسلمانوں کی ناجائز ہیں بیشک حضرت امام حسین رضہ کو اوس روز اللہ تعالی نی شہادت سی مشرف فرمایا وہ اور اونکی بھائی حسن سردار

شباب اہل الجنۃ وقتلہما وان کانت مصیبۃ عظیمۃ الا انہ تعالی شرع للمسلمین عند المصیبۃ الاسترجاع

جوانان بہشت کی ہیں اور اونکا قتل اگرچہ بڑی مصیبت تھی پر اللہ تعالی نی مسلمانوں کی لئی مصیبت کی وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا مشروع کیا ہی

بقولہ تعالی وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ

اور خوشی سنا ثابت رہنی والوں کو کہ جب اونکو پہنچی کچھ مصیبت کہیں ہم اللہ کا مال ہیں اور ہمکو اوسکی طرف پھر جانا ایسی لوگ ہیں کہ اونپر شاباشیاں ہیں اپنی رب کی

وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ وروی عن سعید بن جبیر انہ قال لم یعط الاسترجاع الامم الا لہذہ الامۃ ولو اعطی لاعطی

اور مہربانی اور وہی ہیں راہ پر اور سعید بن جبیر سی روایت ہی کہ کہتی ہیں کہ استرجاع تمام امتوں میں سی سوا اس امت کی کسیکو عطا نہیں ہوا اگر عطا ہوتا

بعقوبہ

يعقوب الخلق الا ترى انه قال في مقام الاسترجاع يا اسفى وفي الصحيحين انه عليه السلام قال ما من مسلم يصاب بمصيبة

تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو عطا ہوتا کیا تو نہیں جانتا کہ حضرت یعقوب نے مقام استرجاع میں یا اسفی یا افسوس کہا صحیحین میں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے کوئی

فيقول انا لله وانا اليه راجعون اللهم اجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها الا اجره الله في مصيبته واخلف له خيرا منها وقد روى

مسلمان جسکو مصیبت پہنچے پھر وہ کہے ہم اللہ کے ہیں اور ہم طرف اسکی پھرنے والے ہیں الٰہی مجکو میری مصیبت کا اجر دے اور اسکے عوض اس سے بہتر دے مگر اللہ تعالیٰ اوسکی مصیبت کا اجر دیتا ہے اور اسکے عوض اس سے بہتر دیتا ہے اور

الامام احمد وابن ماجة عن فاطمة بنت الحسين عن ابيها الحسين انه عليه السلام قال ما من مسلم يصاب بمصيبة فيذكرها وان

امام احمد اور ابن ماجہ فاطمہ بنت حسین سے روایت کرتی ہیں اپنے باپ حسین سے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جس مسلمان کو کچھ مصیبت پہنچے پھر وہ اس مصیبت کو اگرچہ بعد مدت

قدم عهدها فيحدث لها الاسترجاع الا كتب الله له من الاجر مثلها يوم اصيب وهذا الحديث رواه عن النبي عليه السلام

دراز کی یاد کر کر انا لله وانا اليه راجعون پڑھے تو اللہ تعالیٰ اوسکی واسطے ویسا ہی اجر لکھتا ہے کہ جتنا مصیبت کی دن دیا تھا اور یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

الحسين وعنه بنته فاطمة التي شهدت مصرعه وقد ثبت في علم الله تعالى ان المصيبة بالحسين يذكر مع تقادم

امام حسین نے روایت کی ہے اور اونسے اونکی بیٹی فاطمہ نے جو کہ اونکی مقتل میں ہمراہ موجود تھیں روایت کی ہے اور علم الٰہی میں ثابت ہو چکا تھا کہ مصیبت حسین کی بہت کچھ مدت گذرنے پر

العهد فكان من محاسن الاسلام ان يجري هذه السنة كلما ذكرت تلك المصيبة بان يسترجع لها فيكون للانسان

سو یہ اسلام کی خوبیوں میں سے ہے کہ یہ طریقہ جاری رہا کہ جب وہ مصیبت یاد آوے تو اوسکی لیے انا لله وانا اليه راجعون کہا جاوے تو انسان کو اب بھی

من الاجر الذي كان لمن استرجع يوم اصيب المسلمون بها واما من يفعل من تقادم العهد بها ما نهى عنه النبي عليه السلام عن حدثان

ویسا ہی اجر ملے جتنا اونکو ملا تھا جنہی انا لله وانا اليه راجعون کہا تھا جب یہ مصیبت مسلمانوں پر پڑی تھی اب جو شخص اس مدت دراز کے بعد وہ منکرات کرتا ہے جن سے پیغمبر علیہ السلام نے

العهد بها فعقوبته اشد مثل لطم الخد وشق الجيوب ودعوى بدعوى الجاهلية فكيف اذا انضم الى ذلك ظلم المؤمنين

عہد میں منع کیا ہے اوسکی عقوبت بہت سخت ہے جیسے منہ پیٹنا اور گریبان پھاڑنا اور جاہلیت کی عہد کی طرح پکارنا پھر کیا حال ہوگا اگر اوسپر یہ اور زیادہ کر دے مومنین پر ظلم

ولعنهم وسبهم واعانة اهل الشقاق والالحاد على ما يقصدونه للدين من الفساد وغير ذلك مما لا يحصيه الا الله تعالى

اور مومنین کو لعنت کرنی اور برا کہنا اور اہل شقاق اور ملحدوں کی جو دین میں فساد کا قصد کرتے ہیں مدد کرنی اور سوا اسکی اور منکرات جنکو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے

فالواجب على كل مسلم ان يجتنب عن هذه المواضع التي يفعل فيها امثال هذه المعاصي والمحرمات والانكار على مرتكبيها

سو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ایسے مقام میں جہاں ایسی معاصی اور محرمات عمل میں آتی ہوں جانے سے کنارہ کرے اور

بقدر الاستطاعة يسرنا الله تعالى الاجتناب عنها

بقدر طاقت کے اس عمل والوں کو منع کرے اللہ تعالیٰ ہم پر ان معاصی سے بچنا آسان کرے

المجلس الثامن والثلثون في بيان عدم سراية

اڑتیسویں مجلس بیچ بیان نہ سرایت کرنے

المرض وعدم جواز الطيرة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا عدوى ولا صفر ولا غول هذا الحديث

بیماری کی دوسری میں اور نہ جائز ہونے شگون کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیماری کا لگنا نہیں اور صفر کی نحوست اور غول نہیں یہ حدیث

من صحاح المصابيح رواه جابر والمراد بالعدوى سراية العلة من صاحبها الى من يقارنه من الاصحاء واختلف العلماء ان المنفي

مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے جابر کی روایت سے اور عدوی سے بیماری کا بیمار میں سے بھلے چنگوں ہمنشینوں میں سرایت کرنا ہے اور علماء کو اختلاف ہے کہ منفی آیا

هل هو عين السراية او اضافتها الى العلة فذهب بعضهم الى ان المنفي نفس السراية فانه عليه السلام اراد نفيها وابطالها

عین سرایت ہے یا سرایت بیماری کی ہے سو بعضوں کا یہ مذہب ہے کہ منفی عین سرایت ہے کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے سرایت کی نفی کی اور باطل کیا

لتخلفها وجودا وعدما اما تخلفها وجودا فلان كثيرا ما يقارن الشخص ممن هو مجذوم او اجرب ولا يتعدى اليه مرضه كما يشير

واسطے نہ ہونی اثر کی وجود میں اور عدم میں وجود میں نہ ہونا تو اس سے ثابت ہے کہ اکثر اوقات کوئی شخص جذامی یا خارشتی سے نزدیک رہتا ہے اور اسکی بیماری اوسکو نہیں لگتی جیسا کہ

اليه ما روى عن جابر انه عليه السلام اخذ بيد مجذوم فوضعها معه في القصعة واما تخلفها عدما فلان كثيرا ما

جابر کی روایت میں اسی طرف اشارہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ پیالہ میں رکھدیا اور عدم میں نہ ہونا اسکا اس سے ثابت ہے کہ اکثر اوقات

يمرض هذه الامراض فيما لا احتمال فيه للسراية كما اشير اليه فيما روى عن ابي هريرة ان اعرابيا قال للنبي عليه السلام
یہہ بیماریان ایسی جگہہ پیدا ہوجاتی ہین جہان اصلا احتمال سرایت کا نہیں ہی چنانچہ ابی ہریرہ کی روایت مین یہی اشارہ ہی کہ ایک اعرابی نی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
ما بال الابل تكون في الرمل كانها الظباء فيخالطها البعير الاجرب فيجربها فقال النبي عم فمن اعدى الاول فانه عم اشار بهذا
کیا حال ہی اونٹ کا کہ دوڑتا ہی جیسی ہرن پہر اوس سی خارشتی اونٹ ملتا ہی اوسکو بہی خارشتی کردیتا ہی نبی علیہ السلام نی فرمایا پہلی اونٹ کو کسنی خارشتی کردیا پس نبی علیہ السلام نی
القول الى ان الجرب في البعير الاول ان حصل من بعير اخر اجرب يلزم التسلسل الى ما لا نهاية له وهو محال وان لم
فرمایا کہ اگر پہلی اونٹ مین بہی خارش دوسری خارشتی اونٹ سی ہوئی ہی تو تسلسل لازم آویگا جو کہین جاکر نہ ٹوٹی یہہ تو محال ہی اور اگر
يحصل عنه بل بسبب اخر فالذي اوصله الى البعير الاول هو الذي يوصل الى غيره من الاصحاء وهو الله المجا
دوسری خارشتی اونٹ سی نہیں ہوئی بلکہ کسی اور سبب کا ہوئی تو پہر جسنی پہلی اونٹ مین پیدا کردی ہی وہ ہی پہلی چنگی اچہی بہی اونٹون مین پیدا کرسکتا ہی وہ اللہ ہر شی کا پیدا کرنیوالا
لكل شيء القادر على كل شيء وذهب بعضهم الى ان المنفي ليس نفس السراية لما روي انه عليه السلام قال لا يورد ممرض
اور تمام اشیا پر قدرت رکہنی والا ہی اور بعضون کا یہہ مذہب ہی کہ منفی مین سرایت نہیں ہی کیونکہ روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا بیمار اونٹون والا اپنی اونٹ اچہی بہلی
على مصح والممرض صاحب الابل المريضة والمصح صاحب الابل الصحيحة والمراد النهي عن ايراد الابل المريضة على الصحيحة
اونٹون مین نہ بہساوی اور ممرض کہتی ہین بیمار اونٹون والی کو اور مصح کہتی ہین بہلی چنگی اونٹون والی کو اور مقصود بیمار اونٹون کو اچہی بہلی اونٹون مین ملانی سی منع کرنا ہی
وفي حديث اخر انه عليه السلام قال فر من المجذوم فرارك عن الاسد فعلم من هذين الحديثين ان المنفي ليس نفس
اور ایک اور حدیث مین ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا بہاگ مجذوم سی جیسی تو شیر سی بہاگتا ہی سو ان دونو حدیثون سی معلوم ہوا کہ منفی عین سرایت نہیں ہی
السراية بل المنفي اضافتها الى العلة وهذا القول الثاني اولى لما فيه من التوفيق بين الاحاديث الواردة فيه مع ما فيه
بلکہ منفی سرایت بنسبت بیماری کی ہی اور یہہ دوسرا مذہب اولی ہی کیونکہ اسمین تمام حدیثین جو اسباب مین وارد ہین موافق ہوجاتی ہین
من صيانة الاصول الطبية عن التعطيل بخلاف القول الاول فانه يفضي الى تعطيلها ولم يرد الشرع بتعطيلها بل ورد
اور طبی قاعدی بہی بیکار ہونی سی بچ جاتی ہین برخلاف پہلی مذہب کی کہ اسمین قاعدی طبی بیکار ہوئی جاتی ہین اور شرع نی طب کو بیکار نہیں ٹہرایا بلکہ
باثباتها واعتبارها على وجه لا يناقض اصول التوحيد فانه عليه السلام اراد ابطال ما كان اهل الجاهلية يعتقدونه
قواعد طبی کو ایسی طرح پر ثابت کرکر اعتبار کیا ہی کہ اصول توحید کی برخلاف نہو سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض اہل جاہلیت کی عقاید کا باطل کرنا ہی وہ یون جانتی تہی
من ان العلة تسري بطبعها فقال لا عدوى وبين بقوله هذا ان الامر ليس كما زعموا بل العلة تحصل بقضاء الله تعالى
کہ بیماری خود بخود اثر کرجاتی ہی سو آپ نی فرمایا کہ عدوی نہیں ہی اور شرح کردی کہ یون نہیں ہی جیسی اہل جاہلیت کہتی ہین بلکہ بیماری حکم الہی سی اور اوسکی تقدیر سی ہوتی ہی
وقدره لكن قد تكون المداناة من الاسباب المقدرة لحصول العلة بالنسبة الى بعض الاشخاص ولذلك نهى النبي
پر کبہی نزدیک ہونا یعنی ملنا بہی بیماری کا پیدا ہونی کی لئی بعضی شخصون مین سبب تقدیری ہوجاتا ہی اور اسہی لئی نبی علیہ السلام نی
عن ايراد ممرض على مصح وامر بالفرار عن المجذوم فان ذلك من باب الاجتناب عن الاسباب التي خلقها الله تعالى و
بیمار اونٹون کو اچہی اونٹون مین ملانی سی منع کردیا اور مجذوم سی دور رہنی کو امر فرمایا کیونکہ اسمین انواع اسباب سی جو کہ اللہ تعالی نی پیدا کر کر سبب بلا کا مقرر کیا ہی بچاوی اور
جعلها اسبابا للبلايا والعبد المامور بالاجتناب عن اسباب البلايا اذا كان في عافية منها فانه كما يؤمر بعدم
بندہ کو حکم ہی کہ بلا کی اسباب سی جب کہ وہ بندہ اوس بلا سی آرام مین ہی بچا کری جیسی کہ یہہ حکم ہی
القاء نفسه في الماء او في النار وبعدم دخوله تحت الهدم ونحوه مما هو من اسباب الهلاك كذلك يؤمر
کہ ڈوب کر نہ مرو یا آگ مین مت جلو یا گرتی ہوئی مکان تلی مت گہسو اور ایسی اور امر جو موت کا سبب ہوسکی ایسی ہی یہہ حکم ہی
بالاجتناب عن مقاربة الاجرب والمجذوم ونحوهما مما هو من العلل المتعدية باذن الله تعالى فان هذه الاسباب
کہ خارشتی اور مجذوم سی اور مانند اسکی اور بیماریونسی جو اللہ تعالی کی حکم سی دوسری مین اثر کرجاتی ہین الگ ہو کیونکہ یہہ امور

اسباب

اسباب للمرض والتلف والله تعالى يخلق المسببات عندها لا بها فانه تعالى هو خالق الاسباب ومسبباتها لا خالق
اور ہلاک کی اسباب ہیں اور اللہ تعالی ایسی وقت پر مرض کو جو سبب ہی پیدا کردیتا ہی کچھ اونکی سبب سی نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالی ہی اسباب اور مسبب دونو کا خالق ہی
سواه لكن الاسباب نوعان النوع الاول اسباب الخير فان النعم لا تضاف الى الاسباب بل انما تضاف الى مسببها و
اوسکی سوا اوکوئی خالق نہیں ہی لیکن اسباب دو قسم پر ہیں پہلا قسم تو اسباب خیر کی ہیں سو نعیم کو اسباب سی کچھ علاقہ نہیں ہی بلکہ نعیم صرف مسبب اور مقدر کی عنایت ہی
مقدرها فما ظهر منها ينبغي ان يفرح بها ويستبشر عند ظهورها ولا يسكن اليها بل الى خالقها ومسببها كما قال الله تعم
سو جو بہتری پیش آوی تو لایق ہی کہ اوس سی خوش ہو اور وقت ہی بشارت حاصل کری اور اوسکی طرف متوجہ نہ ہی بلکہ خالق اور مسبب کی طرف متوجہ ہو جنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی
في امداد المؤمنين بالملئكة وما جعله الله الا بشرى ولتطمئن به قلوبكم وما النصر الا من عند الله والكثرون
جنگ بدر میں مؤمنین کی امداد کی اور یہ تو دی اللہ نی خوشخبری فقط اور تا چین پکڑیں دل تمہاری اور مدد نہیں مگر اللہ سی اور اس زمانی کی اکثر لوگ
في هذا الزمان يركنون بقلوبهم الى الاسباب وينسون مسببها فى اضافة شيئا من النعم الى غير الله تعالى ان كان مع
اسباب کی طرف تو بدل متوجہ ہوتی ہیں اور اصل مسبب کو بہول جاتی ہیں سو جو شخص نعیم کو سواء اللہ کی اور جہت سی سمجہی اگر یہ بہی
اعتقاده انه ليس من الله تعم فهو شرك حقيقي وان كان مع اعتقاده انه من الله تعالى فهو نوع من شرك خفي والنوع
اعتقاد ہی کہ اللہ تعالی کی طرف سی نہیں ہی تو یہ حقیقی شرک ہی اور اگر اسباب کو لحاظ کرتا ہی مع اعتقاد یہی کہ اللہ تعالی کی طرف سی ہی تو یہ ایک قسم شرک خفی ہی اور دوسری
الثاني اسباب الشر فان المصائب لا تضاف الا الى الذنوب كما قال الله تعالى وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم
قسم اسباب شر سو مصائب صرف گناہوں ہی سی علاقہ رکہتی ہیں جنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور جو پہنچی تم پر کوئی سختی سو بدلہ اوسکا جو کمایا تمہاری ہاتہوں نی
وما ظهر منها ينبغي ان يتقى عنها بقدر ما ورد به الشرع مثل اتقاء مقاربة الاجرب والمجذوم والقدوم على مكان الطاعون
اور جو اسباب یا مصائب ظاہر ہیں تو اوس سی اتنا پرہیز کرنا چاہیے کہ جتنا شرع نی اجازت دی ہی جیسی خارشتی اور مجذوم کی ہمنشینی کا اور وبا کی مکان میں داخل ہونی سی
واما ما خفي منها فلا يشرع اتقاؤها واجتنابها لان ذلك من الطيرة المنهي عنها التي من اعمال الشرك والكفر كما حكاها
اور جو اسباب یا مصائب پوشیدہ ہیں تو اون سی پرہیز کرنا شرع میں نہیں آیا کیونکہ یہہ بدشگونی میں داخل ہی جو نہایت ممنوع اور شرک اور کفر کا عمل ہی جنانچہ
الله تعالى عنهم في مواضع من كتابه فانهم كانوا يتطيرون ويتشاءمون بالرسل واتباعهم وسبب تشاؤمهم بهم
اللہ تعالی اسکو اپنی کتاب میں کئی جگہہ بیان فرماتا ہی کیونکہ وہ لوگ رسل علیہم السلام اور اونکی اصحاب سی بدشگونی کرکر نحوست سمجہا کرتی تہی اور سبب منحوس سمجہنی کا یہ تہا
ان الرسل لما دعوهم الى دين غير مالوفهم استغربوه واستقبحوه ونفرت عنه طباعهم اذ من عادة العوام ان
کہ رسل علیہم السلام نی جب اون لوگوں کو نئی دین کی دعوت کی تو وہ لوگ عجیب سمجہہ کر قبیح سمجہنی لگی اور اونکی طبیعتیں نفرت کرنی لگیں کیونکہ عوام کی یہہ عادت ہی
يتيمنوا بكل ما يوافق هواهم وان كان جالبا لكل شر ووبال وان يتشاءموا بكل ما يخالف هواهم وان كان خازنا بكل خير
کہ اپنی ہوس کی موافق آرزو کیا کرتی ہیں اگرچہ اوسمیں سراسر بدی اور وبال ہو اور جو اونکی مرضی کی مخالف ہو اوسکو نحس جانتی ہیں اگرچہ اوسمیں سراسر خیر اور برکت ہو
ونوال وقد ثبت انه عليه السلام قال لا طيرة وفي حديث اخر انه عليه السلام قال الطيرة من الشرك والبحث عن
اور ثابت ہوچکا ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا بدشگونی بالکل نہیں ہی اور ایک اور حدیث میں ہی کہ آپ نی فرمایا بدشگونی شرک ہی اور گفتگو کرنی
اسباب الستر بالرمل والنظر في النجوم وضرب الحصى والشعير وغير ذلك هو الطيرة المنهي عنها والباحثون عنها لا
غیب کی باتوں میں بوسیلہ رمل کی اور ستاروں کی تاثیر دیکہہ کر اور کنکر پہینکنی اور جو کی دانہ وغیرہ سی یہہ ہی طیرہ ہی جسکی ممانعت ہوئی ہی اور اسمیں گفتگو کرنیوالی
يشتغلون لما يدفع البلاء من الطاعات بل يشتغلون بلزوم البيت وعدم الحركة وهذا لا يمنع نزول القضاء والقدر
وہ کام نہیں کرتی جس سی بلا دفع ہو یعنی عبادات بلکہ گہر میں بیٹہہ رہتی ہیں اور چلنا پہرنا موقوف کردیتی ہیں اس سی قضا اور قدر بند نہیں ہوتی
ومنهم من يشتغل بالمعاصي وهذا مما يقوي وقوع البلاء ونفوذه والذي جاءت به الشريعة هو ترك البحث عن
اور بعضی لوگ گناہوں میں مشغول ہوجاتی ہیں یہ ایسا کام ہی جسمیں خواہ مخواہ بلا آوی اور اثر کری جو علاج واسطی دفع بلا کی شرع میں آیا ہی وہ یہہ ہی کہ اسمیں کچھ گفتگو

ذلك والاعراض عنه والاشتغال بما يدفع البلاء من الدعاء والذكر والصدقة والتوكل على الله تعالى والايمان
اور نہ ادہر توجہ کرے اور وہ شغل اختیار کرے جسمیں بلا دفع ہو یعنی دعا اور یاد الٰہی اور خیرات اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ اور قضا

بقضائه وقدره فانه عليه السلام عند ظهور اسباب العقوبات السماوية المخوفة كالكسوف والخسوف كان يامر
اور قدر کو تسلیم کرنا کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بروقت ظاہر ہونے سامان خوفناک عذاب آسمانی کی جیسے سورج گہن اور چاند گہن اوروں کو یہ حکم فرماتے

يشتغل باعمال البر من الصلوة والدعاء حتى ينكشف ذلك عن الناس وهذا كله مما يدل على ان اسباب العذاب اذا
اور آپ بھی نیک اعمال میں مصروف ہوتے جیسے نماز نفل اور دعا یہاں تک کہ وہ سامان لوگوں پر سے دور ہو جاتا ان تمام روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب عذاب کے سامان

ظهرت فالمشروع الاشتغال بما يرجى ان يدفع به العذاب المخوف من اعمال البر والتقوى فان هذه الاشياء
ظاہر ہوں تو موافق شرع کے ایسی عبادت میں مشغول ہو جسمیں امید ہے کہ عذاب خوفناک موقوف ہو جاوے یعنی اعمال نیک اور پرہیزگاری بیشک یہ تمام اشیاء

كلها من اعظم ما يستدفع به البلاء فانه تعالى يخلق اسبابا للعذاب واسبابا للرحمة اما اسباب العذاب فيخوف
بلا کی دفع کرنے میں بڑی ہی تاثیر رکھتی ہیں بیشک اللہ تعالیٰ سامان عذاب کا اور رحمت کا دونوں پیدا کرتا ہے عذاب کے سامان سے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے

الله تعالى بها عباده ليتوبوا اليه ويتضرعوا اليه كالريح الشديدة فان الريح من روح الله تعالى تاتي بالرحمة
تاکہ اوسکی طرف رجوع لاویں اور خوار ہو کر روویں جیسے تند اندھیاں بیشک ہوا اللہ تعالیٰ کا فیض ہے کبھی رحمت لاتی ہے

وتاتي بالعذاب وعند اشتدادها امر النبي عليه السلام ان يسئل الله تعالى خيرها وخير ما ارسلت به ويستعيذ
اور کبھی عذاب اور تندی کے وقت نبی علیہ السلام کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خیر کی دعا کریں اور جو اوس سے آوے اوسکی خیر مانگیں اور اوسکی

به تعالى من شرها وشر ما ارسلت به فانه عليه السلام قد كان اذا راى ريحا او غيما تغير وجهه واقبل وادبر فاذا
شر سے اور اوسکی شر سے جو وہ لاتی ہے پناہ مانگیں پس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب آندھی یا ابر دیکھتے تو چہرہ کی حالت بدل جاتی اور کبھی آتے اور کبھی جاتے پھر اگر

امطرت سري عنه ويقول قد عذب قوم بالريح وراى قوم السحاب فقالوا هذا عارض ممطرنا فنزل منه العذاب اما اسباب
مینہ برس جاتا تو خوش ہو جاتے اور فرماتے کہ ایک قوم کو عذاب آندھی کا ہوا تھا اور ایک قوم ابر کو دیکھ کر کہنے لگی یہ ابر ہم پر برسے گا سو اوسمیں سے عذاب نازل ہوا اور رحمت کے

الرحمة فيرجي الله تعالى بها عباده كالريح الطيبة والمطر المعتاد عند الحاجة اليه ولهذا يقال عند نزوله اللهم
سامان سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو امیدوار کرتا ہے جیسے ہوا نرم ٹھنڈی اور مینہ عادت کے موافق حاجت کے وقت اور اسیواسطے مینہ برسنے کے وقت دعا کرتے ہیں اے

سقيا رحمة لا سقيا عذاب واما من اتقى عن اسباب الضرر بعد ظهورها بالاسباب المنهي عنها فلا ينفعه بل
پلانا رحمت کا نہ پلانا عذاب کا اور جو شخص اسباب ضرر سے بعد ظاہر ہونے کے بطور ممنوع کے بچنا چاہے تو اوسکو کچھ فائدہ نہیں بلکہ

كثيرا ما يقع فيما يخاف منها واما قوله عليه السلام ولا صفر فقد اختلف في تفسيره والقول الاشبه ان المراد به شهر
اکثر اوقات خوفناک بلا میں آجاتا ہے اور یہ ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ صفر نہیں ہے سو اسکی تفصیل میں اختلاف ہے ظاہرا قول یوں معلوم ہوتا ہے کہ مراد ماہ صفر ہے

صفر فان اهل الجاهلية كانوا يتشاءمون ويقولون انه شهر مشئوم فابطل النبي عليه السلام ذلك وكثير من الناس
کیونکہ ایام جاہلیت میں اسکو منحوس جانتے تھے اور یوں کہا کرتے تھے کہ صفر بڑا منحوس ہے سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو باطل کر دیا اور بہتیرے لوگ

في هذا الزمان يتشاءمون به وربما يمتنعون فيه من السفر والتزوج وغيرهما والتشاؤم به من جنس الطيرة المنهي عنها وكذلك
اب بھی اوسکو منحوس بتاتے ہیں اور بعضے دفعہ اس مہینہ میں سفر نہیں کرتے اور نہ بیاہ کریں اور نہ اور کوئی کام اسکی نحوست ماننی بھی بدشگونی کی قسم ہے جسکی ممانعت ہو چکی ہے اور

التشاؤم بيوم من الايام فان تخصيص الشوم بزمان دون زمان كشهر صفر وغيره غير صحيح لان الزمان عبارة عن مدة
نحوست کسی اور دن کی تمام ایام میں سے بدشگونی ہے کیونکہ نحوست کی خصوصیت کسی کی تحقیق کی جیسے ماہ صفر وغیرہ کی جائز نہیں ہے اسواسطے کہ زمانہ تو ایک مدت دراز کا نام ہے

ممتدة يعرف مقدارها بحركة الافلاك والكواكب وهو في ذاته امر واحد متشابه الاجزاء لا يحصل الا بخلق الله تعالى
جسکا اندازہ افلاک کی حرکت اور ستاروں سے معلوم ہوتا ہے اور وہ اپنی ذات میں ایک متصل چیز ہے اوسکے سب اجزا ایک سے ہیں صرف خدا تعالیٰ کی پیدائش ہے

ویقع فیه افعال العباد فلا یکون فیه یمن ولا شوم الا باعتبار افعال العباد فکل زمان شغله العبد بالطاعة فهو
اوسی کی اندر افعال عباد ہوتی ہیں سوا اسمیں نہ برکت نہ کچھ نحوست ہاں باعتبار کار بار بندوں کی ہی سوجس زمانکو انسان نی عبادت میں مشغول رکھا تو وہ
زمان مبارک علیه وکل زمان شغله العبد بالمعصیة فهو زمان مشوم علیه والیمن والشوم فی الحقیقة هو الطاعة
زمانہ اوسپر مبارک ہی اور جس زمانکو انسان نی گناہوں میں لگا دیا تو وہ زمانہ اوسپر منحوس ہی حقیقت میں مبارک اور منحوس عبادت
والمعصیة کما قال عدی بن حاتم یمن المرء وشومه بین لحییه یعنی لسانه وقال ابن مسعود ان کان الشوم فی شیء
اور معصیت ہوتی ہی چنانچہ عدی بن حاتم کہتا ہی آدمی کی برکت اور نحوست دونو جبڑوں میں ہی مراد وہی زبان ہی اور ابن مسعود کہتی ہیں اگر بالفرض کسی شی میں نحوست ہوتی
ففیما بین اللحیین یعنی اللسان وقال ایضا ما شیء احوج الی طول السجن من اللسان وروی عن عائشة انه علیه السلام
تو دونو جبڑوں میں یعنی زبان میں ہوتی اور یہ بھی کہا زبان سی زیادہ کوئی شی نہیں قید کی زیادہ حاجت مند ہو اور حضرت عائشہ سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی
قال الشوم سوء الخلق فعلی هذا لا الشوم الا للمعاصی والذنوب فانها تسخط الله تعالی فانه اذا سخط علی عبد یکون ذلك
فرمایا نحوست بدخلقی ہی اس روایت کی موافق بجز معاصی اور ذنوب کی نحوست کچھ اور نہیں ہی کیونکہ اسی سی اللہ تعالی بیزار ہوتا ہی سو جس بندہ کا اللہ بیزار ہوا تو وہ بندہ
العبد شقیا فی الدنیا والاخرة واذا رضی عن عبد یکون ذلك العبد سعیدا فی الدنیا والاخرة وبعض الصالحین قد شکی الیه
دنیا اور آخرت میں بدبخت ہی اور جس بندہ سی اللہ تعالی راضی ہوا وہ ہی بندہ دنیا و آخرت میں نیکبخت ہی کسی صالح مرد کی سامنی ایسی مصیبت کا شکوہ ہوا
عن بلاء وقع الناس فیه فقال ما اری ما انتم فیه من البلاء الا بشوم الذنوب فالعاصی مشوم علی نفسه وعلی غیره اذ لا
جسمیں تمام خلق پھنستی تھی سو انہوں نی کہا مجکو تمہاری یہ مصیبت بجز نحوست ذنوب کی معلوم نہیں ہوتی تو گنہگار آدمی اپنی حق میں ہی اور غیر کی حق میں بھی منحوس ہوتا ہی کیونکہ
یومن ان ینزل علیه العذاب فیعم الناس خصوصا من لم ینکر علیه والبعد عنه لازم وکذلك الاماکن التی یفعل فیها المعاصی
کہ اگر اوسپر عذاب نازل ہووی ہر سب خلق پر پہیل جاوی اور خاص کر وہ لوگ جو اوسکی عمل کو برا نہ جانتی تھی اور لازم ہی دور رہنا اور جن جگہوں میں ایسی کام ہوتی ہیں
یلزم البعد عنها والهرب منها خشیة نزول العذاب علی من یوجد فیها کما روی انه علیه السلام حین مر علی دیار ثمود بالحجر
بہاک کر دور رہنا چاہیئی اس خوف سی کہ مبادا جو جو وہاں موجود ہوں سب پر عذاب نازل ہوجاوی چنانچہ روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب ثمود کی دیار میں پہنچی
قال لاصحابه لا تدخلوا اماکن هؤلاء المعذبین الا ان تکونوا باکین خشیة ان یصیبکم ما اصابهم فان هجران اهل
تو اپنی اصحاب سی فرمایا عذاب کی مارے ہوؤں کی مکانات میں نہ جانا مگر روتی ہوئی اس خوف سی مبادا کہ تمپر بھی آجاوی جو عذاب اونپر آیا تھا بیشک ترک کرنا اہل
العصیان واماکنهم من جملة الهجرة المامور بها بل العدوی عند التحقیق فی مخالطة من ترتکب المعاصی ویحسنها ویزینها
عصیان اور اونکی مکانات کا ہجرت میں داخل ہی جو کہ مامور بہ ہی بلکہ عدوی یعنی بیماری کا لگنا حقیقت میں اوس شخص کی ملاپ میں ہی جو معاصی میں مبتلا ہی اور معاصی کو خوبی کی ساتھ زیب
ویدعو الیها من شیاطین الانس الذین هم اضر من شیاطین الجن فان شیاطین الجن یستعاذ منه بالله تعالی فینصرف
اور لوگوں کو رجہاتا ہی یعنی آدمی کی صورت کا شیطان کہ وہ جنی شیطان سی زیادہ ضرر کرتا ہی کیونکہ جنی شیاطین تو اللہ تعالی کی پناہ لینی سی دور ہو جاتی ہیں
واما شیاطین الانس فلا یبرح حتی یوقعك فی المعصیة وقد جاء فی الحدیث انه علیه السلام قال یحشر المرء علی دین خلیله
اور آدمی کی صورت کی شیطان کبھی نہیں جاتی آخر تجکو معصیت میں گرفتار کر چھوڑتی ہیں اور حدیث میں آیا ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ہی آدمی اپنی اپنی دوستوں کی دین پر اوٹھیگا
فلینظر احدکم من یخالل وفی الحدیث الاخر انه علیه السلام قال لا تصحب الا مؤمنا ولا یاکل طعامك الا تقی واما الغول بالضم
اب تمکو خیال کرنا چاہی کس کس کا دوستی کرتی ہو اور ایک اور حدیث میں ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ نی فرمایا ہی مؤمن کی سوا کسیکا ہمنشین مت ہو اور سوا پرہیزگار کی کسیکو کہانا مت کہلا اور غول
فهو من زعمات الجاهلیة فانهم کانوا یقولون انه نوع من الجن یتراءی للناس فی الفلوات باشکال مختلفة فیضلهم
جاہلیت کی اقوال میں اہل جاہلیت کہا کرتی تھی کہ غول ایک قسم جن کی ہی آدمیوں کو جنگل میں طرح طرح کی شکلیں بنا کر دکہایا کرتی ہیں اور رستی سی بہٹکا کر
عن الطریق ویهلکهم وقوله علیه السلام لا غول یحتمل ان یکون المراد منه نفی وجوده کما هو ظاهر من لفظه لان المتبادر
ہلاک کر دیتی ہیں اور یہ ارشاد نبی علیہ السلام کا کہ غول نہیں ہی اسمیں یہ بھی احتمال ہی کہ اس سی مراد نفی اوسکی وجود کی ہو چنانچہ لفظوں سی یہی ظاہر ہی کیونکہ

زینت دیکر

من نفي الشئ نفي وجوده لكن قال بعض العلماء ليس المراد به نفي وجوده بل المراد به نفي ما كان يعتقده اهل الجاهلية
کسی شئ کی نفی سی یہہ ہی معلوم ہوتا ہی کہ وہ چیز موجود نہیں ہی لیکن بعضی علما یہہ کہتی ہیں کہ نفی اوسکی وجود کی مقصود نہیں ہی بلکہ اہل جاہلیت کا جو اعتقاد تھا اوسکی نفی مراد ہی
من التشكل باشكال مختلفة والاضلال عن الطريق والاهلاك فيكون المعنى انه لا يستطيع ان يضل احدا عن الطريق
کہ وہ طرح طرح کی شکل بناتی ہیں اور رستہ سی بہکاتی ہیں اور ہلاک کر دیتی ہیں اب حدیث کی یہہ معنی ہوئی کہ غول کسیکو رستی سی نہیں بہکا سکتی
ولا ان يفعل شيئا مما ذكر وهذا الوجه اولى الوجهين لورود اخبار تدل على وجوده من جملتها ما روى انه عليه السلام
اور نہ کچھہ اور بات مذکورات میں سی کر سکتی ہیں یہہ معنی دونوں معنی میں اولی ہیں کیونکہ ایسی حدیثیں بہت آئی ہیں جو غول کی وجود پر دلالت کرتی جنمیں سی ایک یہہ روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام
قال اذا تغولت الغيلان فبادروا بالاذان فانه عليه السلام بين ان شرها يدفع بذكر الله تعالى فعلى المؤمن ان يشتغل
فرمایا جسوقت غول رات کریں تو جلدی اذان کہو سو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی بیان کردیا کہ انکی شرارت ذکر الٰہی سی دفع ہو جاتی ہی سو مؤمن کو لازم ہی کہ اللہ تعالی کی عبادت میں مشغول
بطاعة الله تعالى ويتوكل عليه ويترك كل ما شاع بين الانام مما كان مخالفا لدين الاسلام ونهى عنه النبي عليه السلام
اور اوسی پر بھروسا کرے اور جو خلقت میں خلاف شرع پہیل رہا ہی سب ترک کرے یعنی جو دین کی مخالف ہو اور نبی علیہ السلام نی منع فرمایا ہو

يسر الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه وكرمه المجلس التاسع والثلثون في ذم الطيرة والفال

آلٰہی میرا آسان کر عمل اپنی رضا کی موافق اپنی لطف اور کرم سی انتالیسوین مجلس شگون بد اور فال بد کی برائی میں

المذموم ومدح فال المسنون وانواعه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا طيرة وخيرها

اور مسنون فال کی مدح اور اوسکی اقسام میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی طیرہ کی کچھہ اصل نہیں ہی اوسمیں کا بہتر
الفال قالوا وما الفال يا رسول الله قال الكلمة الصالحة يسمعها احدكم هذا الحديث من صحاح المصابيح
فال ہی پوچھا یا رسول اللہ فال کیا ہوتی ہی فرمایا اچھی بات جو کوئی سن لی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی
رواه ابو هريرة ومعناه ان الطيرة لا يجوز العمل بها لعدم الخير فيها وانما الخير في الفال الذي هو الكلمة الصالحة
ابو ہریرہ کی روایت سی اسکی یہہ معنی ہیں کہ بد شگونی پر عمل کرنا جائز نہیں ہی کیونکہ اسمیں خیر نہیں ہوتی خیر صرف فال ہی میں ہی جو کہ نیک بات ہوتی ہی جو
يسمعها احدكم وليس معناه ان في الطيرة خيرا والفال خير منها اذ لا خير في الطيرة اصلا وهي مصدر بمعنى
کوئی سن پاوی اور یہہ معنی نہیں ہیں کہ بد شگونی میں خیر ہی پر فال اوس سی بہتر ہی اسوسطی کہ بد شگونی میں اصلا خیر نہیں ہی اور طیرہ مصدر ہی
التطير ماخوذة من الطيران لان العرب في الجاهلية كانوا يتبركون بسنوحها اي بمرورها من مياسرك الى ميامنك
تطیر کی معنی میں طیر سی مشتق ہوا ہی اسلئی کہ عرب کی لوگ جاہلیت میں سنوح کو مبارک جانتی تھی یعنی جو کہ بائیں ہاتھہ کی طرف سی داہنی طرف چلا جاوی
ويتشاءمون ببروحها اي بمرورها من ميامنك الى مياسرك اذ كان من عادتهم اذا خرجوا لحاجة فان رأوا الطير
اور بروح کو منحوس سمجھتی تھی یعنی جو کہ داہنی ہاتھہ کی طرف سی بائیں طرف چلا جاوی کیونکہ عرب کی یہہ عادت تھی جب کسی کام کو نکلتی پھر اگر کسی پرندہ
او الوحش يمر بيمينه يتبركون به ويذهبون في حاجتهم وان رأوا الطير او الوحش يمر بيسرة يتشاءمون به ويرجعون
یا وحشی کو دیکہتی کہ داہنی طرف کو گیا تو اوسی مبارک جان کر اپنی کام کو چلی جاتی اور اگر دیکہتی کہ پرندہ یا وحشی جانور بائیں طرف کو گیا تو منحوس جانکر راہ میں سی اپنی گھر ہٹ آتی
الى بيوتهم وربما كانوا ينفرون الطيور والوحوش فينظرون انها ان اخذت ذات اليمين يتبركون به ويمضون في سفرهم
اور بعضی دفعہ پرندہ کو اوڑا کر اور وحشی کو بہکا کر دیکہتی کہ کدھر کو جاتا ہی اگر وہ داہنی طرف کو گیا تو مبارک جان کر سفر کار بار کو چلی جاتی
وحاجتهم وان اخذت ذات الشمال يتشاءمون بها ويرجعون عن سفرهم وحاجتهم والحاصل انهم كانوا يتبركون
اور اگر اوسنی بائیں طرف لی تو اوسکو منحوس سمجھکر اپنی سفر سی اور کام سی پھر ہٹ آتی حاصل یہہ ہی کہ سوانح کو
بالسوانح ويتشاءمون بالبوارح والسانح ما يمر من الطير والوحش بين يديك من جهة يسارك الى يمينك والعرب
نیک برکت والا جانتی اور بوارح کو منحوس سمجھتی سانح وہ پرندہ جانور یا وحشی ہوتا ہی جو سامنی سی بائیں طرف سی داہنی طرف کو چلا جاوی عرب کی لوگ

کلانوا

كانوا يتيمنون به لامكان رميه وصيده من غير الانحراف والبارح ما يمر من الطير والوحش من جهة يمينك
اسکو مبارک جانتی تھی کیونکہ اوسکو تیر مارنا اور شکار کرنا بدون گردش کی سہل ہوتا ہی اور بارح وہ پرندہ جانور یا وحشی ہوتا ہی کہ داہنی طرف سی

الی یسارك والعرب كانوا يتشاءمون به لعدم امكان رميه وصيده من غير الانحراف فنفى النبي عليه السلام ذلك
بائیں طرف چلا جاوی عرب کی لوگ اوسکو منحوس جانتی ہیں کیونکہ اسکا تیر مارنا اور شکار کرنا بدون گردش کی ممکن نہیں ہوتا سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی اسکو منع کیا

وابطل واخبر انه ليس له تاثير بنفع ولا ضر فهذا معنى قوله لا طيرة فان الطيرة على وزن مصدر بمعنى التطير واصل
اور مٹا دیا اور خبر سنا دی کہ اسمین نہ کچھ نیک تاثیر فائدہ مندی اور نہ کچھ ضرر ہی سو معنی حدیث لا طیرۃ کی یہی ہیں کیونکہ طیرہ چنانچہ گذر چکا ہی مصدر تطیر کی معنوں میں ہی اور اصل میں

التطير التفاؤل بالطير ثم استعمل في كل ما يتفاول به ويعد شوما سواء كان طيرا او غيره وقد روي انه عليه السلام
تطیر سی فال لینی کو کہتی ہیں پھر اسکی استعمال ہر ایک میں جو منحوس گنا ہو گئی برابر ہی کہ طیر سی ہو یا سوا اسکی اور کچھ ہو اور روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نی

قال الطيرة من الشرك يعني انها من اعمال اهل الشرك والكفر كما حكاها الله تعالى عنهم في مواضع من كتابه فانهم كانوا
فرمایا بدشگونی شرک ہی مراد یہ ہی کہ طیرہ مشرکون اور کافرون کی اعمال میں سی ہی چنانچہ اللہ تعالی نی اونکی حال کئی جگہ اپنی کتاب میں حکایت کی ہی کیونکہ وہ کفار

يتشاءمون بالرسل واتباعهم وسبب تشاؤمهم بهم ان الرسل لما دعوهم الى دين غير مالوفهم استغربوه واستبعدوه
رسولوں اور اونکی ساتھیوں کو منحوس سمجھتی تھی اور اونکی منحوس سمجھنی کا سبب یہ تھا کہ رسول جو اونکو ایسا دین خلاف طبع سکھاتی تھی تو اوسکو عجیب و غریب جانتی تھی

ونفرت عنه طباعهم اذ من عادة الجهلة ان يتيمنوا بكل ما يوافق هواهم وان كان جالبا لكل شر ووبال وان يتشاءموا
اور اونسی کفار کو بالطبع نفرت تھی کیونکہ جاہلوں کی عادت ہی کہ جو اونکی دل لگتی بات مرضی کی موافق ہو اوسکو مبارک سمجھیں اگرچہ اوسمین تمام خرابیاں موجود ہوں اور جو بات

بما يخالف هواهم وان كان جاذبا بكل خير ونوال ومن عادتهم ايضا التشاؤم ببعض الايام والشهر كشهر صفر فان كثيرا
اونکی مرضی کی خلاف ہو تو اوسکو منحوس سمجھیں اگرچہ اوسمین ہر طرح کی خیر اور خوبی حاصل ہو اور اونکی یہ بھی عادت ہی کہ بعضی تاریخوں اور بعضی مہینوں کو منحوس جانتی ہیں جیسی صفر کا مہینا ہے

من الناس في هذا الزمان يتشاءمون به وربما يمتنعون فيه من السفر والتزوج ونحوهما والتشاؤم به من جنس الطيرة
لوگ اس زمانہ کی بھی اوسکو منحوس گنتی ہیں اکثر اوقات اس مہینہ میں سفر اور بیاہ وغیرہ نہیں کرتی یہ بدشگونی بھی ایسی ہی ممنوع ہی جیسی طیرہ

المنهي عنها فان تخصيص الشوم بزمان دون زمان غير صحيح لان الزمان عبارة عن مدة ممتدة يعرف مقدارها
کیونکہ نحوست کی خصوصیت بعضی بعضی وقت سی ہرگز نہیں ہو سکتی اسلئی کہ زمانہ ایک مدت متصل دراز کو کہتی ہیں جسکی مقدار افلاک

بحركة الافلاك والنجوم وهو في ذاته امر واحد متشابه الاجزاء يحصل بخلق الله تعالى ويقع فيه افعال العباد فلا يكون
اور ستاروں کی حرکت سی معلوم ہوتی ہی اور زمانہ اصل میں ایک چیز اوسکی ایک طرح کی اجزا ہیں خدا کی پیدایش سی موجود ہی بندوں کی افعال اوسمین واقع ہوتی ہیں

فيه يمن ولا شوم الا باعتبار افعال العباد فكل زمان شغله العبد بالعبادة فهو زمان مبارك عليه وكل زمان
سو اوسمین نہ کچھ برکت ہی نہ کوئی نحوست مگر باعتبار کردار بندوں کی سو جس وقت کو بندہ نی عبادت میں صرف کیا وہ زمانہ اوسکی حق میں مبارک ہی اور جو وقت

شغله العبد بالمعصية فهو زمان مشوم عليه وفي الحقيقة اليمن هو الطاعة والشوم هو المعصية كما قال عدي
معصیت میں صرف ہوا وہ زمانہ اوسکی حق میں منحوس ہی اور حقیقت میں برکت عبادت میں ہی اور نحوست گناہ میں چنانچہ عدی

بن حاتم يمن المرء وشومه بين لحييه يعني لسانه وقال ابن مسعود ان كان الشوم في شيء ففيما بين اللحيين يعني
بن حاتم کہتی ہیں کہ انسان کی برکت اور نحوست دونو جبڑوں میں ہی یعنی زبان میں اور ابن مسعود کہتی ہیں اگر کسی چیز میں نحوست ہو تو اوسمین ہی جو دونو جبڑوں میں ہی

اللسان وروي عن عائشة رضي انه عليه السلام قال الشوم سوء الخلق فعلى هذا ليس الشوم الا المعاصي
یعنی زبان میں اور حضرت عائشہ سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا نحوست بدخلقی ہی سو اس حدیث کی موافق منحوس صرف معاصی اور قصور ہوتی ہیں

والذنوب فانها تسخط الله تعالى فانه تعالى اذا سخط على عبد يكون ذلك العبد
یہی خدا تعالی کو غصہ دلاتی ہیں کیونکہ جب اللہ تعالی کسی بندہ پر غضبناک ہوا تو وہ شخص

شقيا في الدنيا والآخرة واذا رضي عن عبد يكون ذلك العبد سعيدا في الدنيا والآخرة وبعض الصالحين
دنیا اور آخرت میں شقی بدبخت ہوا اور جس بندہ سے اللہ تعالی راضی ہوا تو وہ شخص دنیا اور آخرت میں نیک بخت ہوا کسی ایک نیک بخت کے پاس
قد شكى اليه عن بلاء وقع فيه الناس فقال ما ارى ما انتم فيه من البلاء الا بشوم الذنوب والمعاصي فالعاصي مشؤم
لوگوں نے ایک بلا میں مبتلا ہو کر شکایت کی اونہوں نے جواب دیا کہ مجھکو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ تمپر یہہ بلا صرف گناہ اور معاصی کی نحوست سے نازل ہوئی ہے گنہگار
على نفسه وعلى غيره اذ لا يؤمن ان ينزل عليه العذاب فيعم الناس خصوصا من لم ينكر عمله فالبعد عنه لازم و
اوسکے اوپر اور غیروں پر بہی ہوتی ہے اسواسطے کہ کہاں بہاگے کہ اوس گنہگار پر عذاب نازل ہو پہر سب خلق پر پہیل جاوی خاص اون لوگوں پر جو اوسکی عمل کو برا نہیں جانتی
كذا الاماكن التي يفعل فيها المعاصي يلزم البعد عنها والهرب منها خشية نزول العذاب على من يوجد فيها فان
ایسے ہی اون مکانات سے الگ رہنا ضرور ہے جہاں معاصی عمل میں آتی ہوں اس ڈر سے کہ مبادا عذاب اون سب پر نازل ہو جو وہاں موجود ہوں کیونکہ
هجران اهل العصيان واماكنهم من جملة الهجرة المامور بها ومن عادتهم ايضا البحث عن اسباب الشر بالرمل وضرب
ترک کرنا نافرمانوں کا اور اونکی مکانات کا ہجرت میں داخل ہے جسکا حکم ہے اور اونکی عادت میں یہہ بہی ہے کہ بوسیلہ رمل اور
الحصى والشعير والنظر في النجوم وغير ذلك وذلك كله من قبيل الطيرة المنهي عنها ومن قبيل الاستقسام بالازلام
کنکر پہینکنا اور دانہ جو کی اور ستاروں میں نظر کرکی اور سوا اسکی غیب کی حالات میں بحث کرتی ہیں یہہ تمام بدشگونی میں داخل ہے جسکی ممانعت ہوئی ہے اور استقسام بالازلام
ومعنى الاستقسام طلب معرفة ما قسم مما لم يقسم والازلام القداح التي كان اهل الجاهلية يكتبون عليها الامر و
اور معنی استقسام کی یہہ ہیں کہ طلب کرنا علم شدنی اور ناشدنی کا اور ازلام تیروں کو کہتی ہیں جن پر اہل جاہلیت امر اور نہی یعنی ہاں یا نہیں لکہتی تہی
والنهي يكتبون على بعضها افعل امرني ربي وعلى بعضها لا تفعل نهاني ربي ويضعونها في وعاء فاذا اراد احدهم امرا
بعضے پر افعل یعنی کر یا امرنی ربی یعنی مجہے اسکا حکم آیا ہے لکہتی تہی اور بعضے پر لا تفعل یعنی مت کر یا نہانی ربی یعنی اللہ کا حکم نہیں لکہتی پہر انکو ایک باسن میں رکہتی پہر جب کوئی
ادخل يده في ذلك الوعاء واخرج قدحا فان خرج ما فيه الامر مضى لما قصده وان خرج ما فيه النهي كف عما قصده وقال
تو اوس برتن میں ہاتہہ ڈالکر ایک تیر نکال لیتا اگر ایسا تیر نکلا جسمیں حکم تہا تو وہ اپنی کار کو چلا جاتا اور اگر ایسا تیر نکلتا کہ جسمیں ممانعت تہی تو اپنا کار موقوف کرتا اور
سعيد بن جبير كان لاهل الجاهلية حصيات قدام اصنامهم اذا اراد احدهم امرا من السفر وغيره استقسم بها اي
سعید بن جبیر کہتی ہیں کہ اہل جاہلیت بتوں کی سامنی کنکر رکہتی تہی جب کوئی سفر وغیرہ کا ارادہ کرتا تو استقسام کرتا یعنی علم شدنی اور ناشدنی کا حاصل کرتا کہ یہہ کار کروں
طلب علم ما قسم له من الاقدام والاحجام وقال ابو اسحق الزجاج وغيره الاستقسام بالازلام حرام لانه دخول في
یا نہ کروں اور ابو اسحاق زجاج وغیرہ کہتی ہیں استقسام الازلام حرام ہے اسلئے کہ یہہ علم الہی میں
علمه تعالى وهو غيب عنا ويدخل فيه ما يفعل في زماننا ويسمونه فال القرآن وفال دانيال ونحوهما فانها ليست من
مداخلت ہوتی ہے حالانکہ وہ ہمسے پوشیدہ ہے اور اسمیں یہہ بہی داخل ہے جو اس زمانہ میں کرتی ہیں اور اوسکا نام قرآن کی فال اور دانیال کی فال اور مانند اسکی رکہہ چہوڑا ہے کیونکہ وہ
الفال المحمود في الشرع بل هي من قبيل الاستقسام بالازلام فلا يجوز استعمالها ولا اعتقادها حقا لان فيها الخبر عن
طریقہ وہ فال نہیں ہے جو شرع میں محمود ہو بلکہ یہہ بہی استقسام بالازلام کی جنس سے ہے سو اسکا عمل کرنا اور حق اعتقاد کرنا جایز نہیں ہے کیونکہ اسمیں غیب کی خبر
الغيب والتطير بالقرآن العظيم وانما الفال المحمود في الشرع التيمن والتبرك بالكلمة الموافقة للمراد كالراشد والنجيح على
اور قرآن کی ساتہہ تطیر ہے اور فال جو شرع میں محمود ہے وہ یہہ ہے کہ یمن اور برکت کسی کلمہ سے لینی جو مراد کی موافق ہو جیسے راشد یعنی راہ یابندہ اور نجیح
روي عن انس انه عليه السلام كان يعجبه اذا خرج لحاجة ان يسمع يا راشد يا نجيح وفي حديث آخر انه عليه السلام
چنانچہ انس کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آتا تہا کسی کار کو جاتی ہوئی کہ سن پاویں یا راشد یا نجیح اور ایک اور حدیث میں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
كان يتفاول ولا يتطير وفي حديث آخر انه عليه السلام كان يحب الفال ويكره الطيرة قال العلماء انما كان النبي عليه الصلاة والسلام
فال لیا کرتی تہی اور تطیر نہیں کیا کرتی تہی اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فال کو محبوب رکہتی تہی اور تطیر کو مکروہ جانتی تہی علما کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

یحب التفاول ویکره الطیرة لان الطیرة فیها الحکم علی الغیب وسوء الظن بالله تعالی وتوقع البلاء واما الفال فلیس فیه الحکم
فال کو محبوب اور تطیر کو مکروہ جانتی تہی کہ تطیر میں غیب کی خبر اور اللہ تعالی کی جناب میں بدگمانی اور توقع بلا کی ہوتی ہی برخلاف فال کہ اوس میں غیب کی

علی الغیب بل فیه مجرد طلب الخیر وحسن الظن بالله تعالی ورجاء حصول المراد فان الانسان عند ظهور سبب اذا رجی و
خبر نہیں ہوتی بلکہ اوس میں فقط خیر کی طلب اور اللہ تعالی کی جناب میں نیک گمانی اور امیدواری حصول مراد کی ہی بیشک انسان بروقت ظہور کسی سبب قوی یا ضعیف کی اگر اوس سی امید

امل من الله تعالی خیرا ونعمة عند سبب قوی وضعیف فهو خیر له واذا قطع رجاءه وامله من الله تعالی فهو شر له لقوله تعالی
خیر کی اور آرزو نعمت کی کری تو اوسکی حق میں بہتر ہی اور اگر اللہ تعالی سی اپنی امید منقطع کری تو اوسکی حق میں برا ہی کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی

إِنَّهُ لَا يَايْئَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ وقد ذکر فی نصاب الاحتساب ان الرجل اذا خرج الی السفر فصاح العقعق
نا امید نہیں ہوتا اللہ کی فیض سی مگر قوم منکر اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہی کہ آدمی جب سفر کی لئی روانہ ہو اور کوا بول پڑیگا

ورجع من سفره یکفر عند بعض المشائخ وذکر فی المحیط ان الهامة اذا صاحت فقال رجل یموت المریض یکفر القائل
اور یہہ شخص سفر موقوف رکہی تو بعض مشایخ کی نزدیک کافر ہوجاتا ہی اور محیط میں مذکور ہی کہ چغد کی آواز پر اگر کوئی شخص کہی بیمار مرجاویگا تو وہ شخص

عند بعض المشائخ ومثال التفاول ان یکون له حاجة فیسمع من یقول یا واجد فیقع فی قلبه رجاء الوجدان او یکون
بعض مشایخ کی نزدیک کافر ہوجاتا ہی اور فال کی یہہ مثال ہی کہ کسی شخص کو کچھہ مطلب پیش آوی وہ یہہ سنی کہ کوئی کہتا ہی یا واجد یعنی ای پانیوالی پہر اسکی دلمین توقع اوس مطلب

له مرض فیسمع من یقول یا سالم فیقع فی قلبه رجاء السلامة والفرق بین الفال والطیرة مع کون کل واحد منهما
شخص کہہ بیمار ہو اور سنی کہ کوئی کہتا ہی یا سالم یعنی ای سلامت رہنی والی اب اوسکی دلمین امید سلامتی کی پیدا ہو اور فرق فال اور طیرہ میں باوجودیکہ دونوں میں

استدلالا بالعلامة علی عاقبة الامر ومآله ان الکلمة الحسنة التی تجری علی لسان الانسان لا دلالة لها علی المعنی الموافق
کار کی انجام اور مآل پر نشانیوں سی استدلال کرتی ہیں یہہ ہی کہ نیک کلمہ جو انسان کی زبان پر گذرتا ہی اسلئی کہ مراد کی موافق معنوں پر دلالت کرتا ہی تو اوس کا مراد پر

للمراد یمکن الاستدلال بها علی المراد بخلاف طیران الطیر وحرکات البهائم واصواتها فانها لعدم دلالتها علی معنی لا یمکن
استدلال کرنا ہو سکتا ہی یہہ بات جانور کی پرواز میں اور وحشیوں کی حرکات اور آواز میں نہیں ہی وہ کسی معنی پر دلالت نہیں کرتی تو اوس سی

الاستدلال بها علی شیء وان کان اهل الجاهلیة جعلوا العبرة فیها تارة بحرکاتها وتارة باصواتها وتارة بالوانها وتارة
کسی بات پر استدلال نہیں ہو سکتا اگرچہ اہل جاہلیت نی اوسمیں کئی اعتبار ٹہرائی ہیں کبہی اونکی حرکات سی اور کبہی آوازوں سی اور کبہی رنگوں سی اور کبہی

باسمائها ویتشاءمون ببعضها ویتیمنون ببعضها فانهم کانوا یتشاءمون بالعقاب علی العقوبة وبالغراب علی الغربة ویتیمنون بالهدهد علی الهدی وکذلک کانوا یتبرکون
ناموں سی اور بعضی کو منحوس لیتی ہیں اور بعضی کو برکت سمجہتی ہیں اہل جاہلیت عقاب سی عقوبت یعنی عذاب کی نحوست لیتی تہی اور غراب سی غربت یعنی مسافری کی اور ہدہد سی ہدایت کی برکت لیتی تہی اور

بالسانح ویتشاءمون بالبارح السانح مایمر من الطیر او الوحش من جهة یسارک الی جهة یمینک والعرب کانوا یتیمنون به لامکان رمیه وصیده
بارح سی نحوست لیتی تہی اور سانح وہ پرندہ یا وحشی ہی کہ بائیں طرف سی داہنی طرف کو چلا جاوی عرب کی لوگ اسی جانور کو مبارک سمجہتی تہی کیونکہ اوسکی تیر مارنا اور شکار کرنا

من غیر انحراف والبارح مایمر من الطیر او الوحش من جهة یمینک الی جهة یسارک والعرب کانوا یتشاءمون لعدم
بدون گردش کی ممکن ہی اور بارح وہ پرندہ یا وحشی ہوتا ہی جو داہنی طرف سی بائیں طرف چلا جاوی عرب کی لوگ اسکو نحس جانتی تہی

امکان رمیه وصیده من غیر الانحراف اذ کان من عادتهم انهم اذا خرجوا للحاجة ورأوا الطیر او الوحش یمر یمنة
کیونکہ اسکو تیر مارنا یا شکار کرنا بدون گردش کی نہیں ہو سکتا قدیم عرب کی یہہ عادت تہی کہ جب کسی کار کی لئی باہر نکلتی اور کسی پرندہ یا وحشی کو دیکہتی کہ داہنی طرف کو

یتبرکون به ویذهبون فی حاجتهم وان رأوا الطیر او الوحش یمر یسرة یتشاءمون به ویرجعون الی بیوتهم وربما کانوا
چلا گیا تو اوسکو مبارک جانکر اپنی کام کو چلا جاتی اور اگر کسی پرندہ یا وحشی کو دیکہتی کہ بائیں طرف چلا گیا تو اوسکو منحوس جانکر اپنی گہر ہٹ آتی اور بعضی وقت

ینفرون الطیور والوحوش فینظرون انها ان اخذت ذات الیمین یتبرکون بها ویذهبون فی حاجتهم وان اخذت ذات الشمال
پرندہ کو اوڑا کر اور وحشی کو بدکا کر دیکہتی رہتی کہ اگر وہ داہنی طرف کو چلا گیا تو اوسکو مبارک سمجہکر اپنی کاروبار کو چلی جاتی اور اگر بائیں طرف کو چلا گیا

يتشاءمون بها ويرجعون عن حاجتهم فنهى النبي عليه الصلوة والسلام عن ذلك بقوله اقروا الطير على وكناتها

تو منحوس جانکر کام سے باز رہتے تھے سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عادت سے روک دیا فرمایا جانور کو گھونسلے میں بیٹھا رہنے دو

وروی عن معاویة بن حکم انه قال قلت یا رسول الله کنا نتطیر قال ذلك شئ یجده احدکم فی نفسه فلا یصدنکم

اور معاویہ بن حکم سے روایت ہے کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم تطیر کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا یہ تمہارے دل کی وہمی اعتقاد ہیں سو انسے اپنے کاروبار بند نہ کرو

یعنی ان ذلك شئ یجده فی النفوس من قبل الظنون التی تقربکم بحکم البشریة من غیر ان یکون له تاثیر فی شئ

مراد یہ ہے کہ یہ ایسی بات جو دلوں میں آتی ہے تو وہمی بشریت کی جہت سے پیدا ہوتی ہے صرف بے تاثیر ہے اسمیں نہ کچھ

من النفع والضر فلا یصدنکم عما تتوجهون الیه من مقاصدکم وقد جاء فی حدیث آخر انه علیه السلام قال

نفع ہے نہ کچھ ضرر سو یہ وہم تمکو کار بار مقصود کی آمد و رفت سے نہ روک دے اور ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

من ردته الطیرة عن حاجة فقد اشرك قیل وما کفارته یا رسول الله فقال ان یقول اللهم لا طیر الا طیرك

جسکو کام سے بدشگونی نے روک رکھی وہ مشرک ہے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ اسکا کفارہ کیا ہے آپ نے فرمایا یہ کہنا چاہیے اللھم الی آخرہ نہیں کوئی فال بجز تیری

ولا خیر الا خیرك ولا اله غیرك ثم یمضی الی حاجته یعنی ان کل ما یصیب الانسان من الخیر والشر والنفع والضر

فال کے اور نہیں کوئی خیر سوای تیری خیر کے اور نہیں کوئی معبود سوا تیرے پھر اپنے کام کو چلا جاوے مراد یہ ہے کہ انسان کو جو بھلائی اور برائی اور نفع اور ضرر

والیمن والشوم لا یصیبه الا بقضائك وتقدیرك وحکمك ومشیتك وفی حدیث آخر رواه ابن مسعود انه علیه السلام قال

اور برکت اور نحوست پیش آتی ہے بدون تیری قضا اور تقدیر اور تیری حکم اور مرضی کی نہیں ہے اور ایک اور حدیث میں ابن مسعود کی روایت سے ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

الطیرة شرك الطیرة شرك قال ثلثا وما منا الا ولکن الله تعالی یذهبه بالتوکل وقیل قوله ما منا الا لیس من کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فال بد شرک ہے فال بد شرک ہے تین بار فرمایا اور کوئی ایسا نہیں جو ان میں خیال نہ لاوے لیکن اللہ تعالی اوسکو توکل کی برکت سے دفع کر دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ اتنا کلام ما منا الا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

بل هو من کلام ابن مسعود وفیه حذف واختصار ومعناه لیس منا الا من یقع فی قلبه عند ذلك شئ من ذلك علی ما جرت

بلکہ یہ کلام ابن مسعود کا کلام ہے اسمیں حذف ہوا ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ آدمیوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو اوس وقت کچھ اس قسم کا خیال آجاتا ہے

به العادة لکن لا یستقر فیه بل یحسن اعتقاده بان لا مؤثر الا الله فیسئاله الخیر ویستعیذ به من الشر ویمضی علی

چنانچہ عادت جاری ہے پر وہ خیال جم نہیں جاتا بلکہ اوسکا اعتقاد درست ہوتا ہے کہ سوای اللہ تعالی کے کوئی موثر نہیں سو اوسی سے بھلائی طلب کرتا ہے اوسی سے پناہ مانگتا

مقصوده متوکلا علیه یسر نا الله تعالی عملا موافقا لرضائه بلطفه وفضله وکرمه المجلس الاربعون فی

اور اوسپر بھروسا کر کر اپنے مقصود کی لیے چلا جاتا ہے اللہ تعالی اپنی لطف اور فضل اور کرم سے ایسا عمل آسان کر دے جو اوسکی مرضی کی موافق ہے چالیسویں مجلس بیچ

بیان استحسان التانی فی عمل الدنیا دون الآخرة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم التؤدة

بیان خوبی درنگ کی دنیا کی کار بار میں سوای اعمال آخرت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درنگ

فی کل شئ الا فی عمل الآخرة هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه مصعب بن سعد عن ابیه ومعناه ان

ہر شے میں بھلی ہے مگر آخرت کی عمل میں یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے مصعب بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اور اوسکی معنی یہ ہیں کہ

التانی مستحسن فی جمیع الامور الا فی عمل الآخرة فان التانی فیه غیر مستحسن اذ لا شك فی کونه خیرا فلا خیر فی تاخیره

درنگ اور تامل تمام امور میں بہتر ہے سوای اعمال آخرت کی سو اسمیں درنگ اور تامل خوب نہیں ہے اسلیے کہ اسکی خوبی میں شک نہیں ہے سو اسکی تاخیر میں خوبی نہیں

بل المستحسن فیه المسارعة الیه بقوله تعالی وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ

بلکہ اسمیں جلدی خوب ہوتی ہے اس آیت سے اور دوڑو بخشش پر اپنی رب کی اور جنت پر جسکا پھیلاؤ ہے آسمان اور زمین طیار ہوئی ہے

لِلْمُتَّقِينَ واما امور الدنیا فلا یعلم انها خیر فیعمل بها او شر فیحترز عنها فلذلك شرعت المسارعة فیها فان هذا کلام

واسطے پرہیزگاروں کی اور یہ دنیا کی کاروبار سو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نیک ہے کیا چاہیے یا برا ہے اس سے بچا چاہیے سو انمیں جلدی مشروع ہوئی یہ اگر کلام

يستحب له ان يشاور فيه لما روى انه عليه السلام كان يشاور اصحابه في جميع الامور حتى حوائج بيته وروى

تو مستحب ہی کہ اوسمین مشورہ کرلی باعتبار اس روایت کی کہ نبی علیہ السلام اپنی اصحاب سی تمام کامون بارہمین مشورہ کیا کرتے یہان تک کہ گہر کی کام بارہمین اور نقل ہی

عنه انه قال ما هلك امرؤ عن المشاورة وقيل لو شاور ادم عليه السلام الملئكة في اكله من الشجرة المنهية لما وقع فيما

روایت ہی کہ آپ نی فرمایا مشورہ کرنی سی کوئی خراب نہین ہوا اور کہتی ہین کہ اگر آدم علیہ السلام فرشتون سی مشورہ کرلیتی گیہون کہانی مین تو اونپر یہہ مصیبت نہ آتی

وقع وقيل افراد الانسان ثلثة اقسام رجل ونصف رجل ولا شيء فالرجل من له راى صائب ويشاور ونصف الرجل

جو آئی اور کہتی ہین بنی آدم تین قسم کی ہین پورا مرد اور آدہا مرد اور کچہ نہین سو پورا مرد وہ ہی جو خود دانا ہو پہر مشورہ کرے اور آدہا مرد وہ ہی

من له راى صائب لكن لا يشاور او يشاور لكن ليس له راى صائب ولا شيء من ليس له براى صائب ولا يشاور فباجتماع

جو دانا تو ہو پر مشورہ نکری یا مشورہ تو کری پر خود دانا نہو اور نکما وہ ہی جو نہ خود دانا ہو اور نہ مشورہ کری پس دونو بات کی

الامرين الرجل تام وبانتصافهما نصف وبانتفائهما لا شيء والاحاديث الصحيحة الواردة في المشاورة كثيرة

جمع ہونی سی مرد پورا ہوتا ہی اور ایک بات سی آدہا ہوتا ہی اور جب دونو بات کم ہون تو نکما ہی اور صحیح حدیثین جو مشورہ کی باب مین آئی ہین بہت ہین اون سبکی

ويغني عن جميعها وشاورهم في الامر فانه عليه السلام مع كونه اكمل الخلق ولم يكن احد افطن منه امر

بدلی یہہ آیت کافی ہی اور مشورہ لی اونسی سو نبی علیہ السلام کو باوجودیکہ سب سی زیادہ کامل اور اونکی برابر کوئی فہمیدہ نہین ہی جب مشورہ کرنی کا حکم ہی

بالمشاورة في هذه الاية فما الظن لغيره لكن من يريد المشاورة لامر يستحب له ان يشاور فيه جماعة من اهل

اس آیت مین سو اورون پر کیا خیال ہی لیکن جو شخص کسی کام مین مشورہ کا ارادہ کری تو اوسکو مستحب ہی کہ مشورہ ایک جماعت اہل بصیرت داناسی کری

البصيرة يكون اقلهم عشرة ويعلم من حالهم النصيحة والشفقة ويثق بدينهم وصدقهم وورعهم وعلمهم

کم سی کم دس تو ہون اور اونکی حال عادت سی خیرخواہی اور شفقت معلوم ہوتی ہو اور اونکی دین اور راستی اور پرہیزگاری اور علم پر اعتماد ہو

ويعرفهم مقصوده من ذلك الامر ويبين لهم ما فيه من المصلحة والمفسدة ان علم شيئا من ذلك وان

اور اس کام مین سی اپنا مقصود اونکو جتلادی اور جو جو اوسمین خوبی اور برائی ہو اگر کچہ جانتا ہو تو سب اونکی سامنی بیان کردی اور اگر

لم يجد منهم الا واحدا يشاور ذلك الواحد عشر مرات وان لم يجد واحدا يرجع الى امراته والى امراة اخرى يجوز

سوا ایک شخص کی کہ جس سی مشورہ کری کوئی نہ ملی تو اوس ایک شخص سی دس مرتبہ مشورہ کرلی اور اگر ایک بہی نہ میسر ہو تو اپنی بی بی سی رجوع کری یا کسی اور عورت سی

مكالمته ويشاورها وبعد المشاورة يخالفها وفي مخالفتها خير وبركة وقد روى انه عليه السلام قال

جس سی بات چیت کرنی جایز ہو اور بعد مشورہ کی اوسکا خلاف کری اوسکی خلاف مین خیر اور برکت ہوتی ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

شاوروهن وخالفوهن وحكي ان واحدا من اهل الشام شاور امراته في ايام فتنة يزيد ان يطرح نفسه من

کہ عورتون سی مشورہ کر اور خلاف کر اور حکایت ہی کہ اہل شام مین سی کسی نی اپنی بی بی سی جن دنون یزید کا فتنہ برپا تہا یہہ مشورہ کیا کہ مین چہت پر سی نیچی گر پڑون

السطح فقالت لا تطرح فخالفها وطرح نفسه من السطح فانكسر رجله فلما اصبح جاء اعوان يزيد ليرسلوه

سو بی بی کہا مت گرنا پہر وہ شخص اوسکا خلاف کرکر چہت پر سی نیچی گر پڑا اور اوسکی ٹانگ ٹوٹ گئی جب صبح ہوئی تو یزید کی نوکر آئی کہ لیجا کر بہیجی تاکہ اوسکو

الى محاربة الحسين فلما راوا حاله تركوه فنجي من شقاوة الدنيا والاخرة ببركة عمله بالحديث لان من اكره

حضرت حسین رض کی مقابلہ پر روانہ کرین جب اوسکا یہہ حال دیکہا تو معاف کیا سو وہ شخص دنیا اور دین کی بدبختی سی بچ گیا اس برکت سی کہ حدیث پر عمل کیا تہا کیونکہ جس پر

بقتل او قطع عضو على قتل مسلم لا يجوز له ان يقتله بل يلزمه ان يصبر حتى يقتل فان قتله يكون اثما [illegible]

قتل کی یا قطع اعضا کی زبردستی کیجاوی واسطی قتل مسلم کی تو اوسکو جایز نہین کہ مسلم کو قتل کری [illegible] ہی کہ صبر کری [illegible]

لا يستباح قتل مسلم بضرورة ما ثم يجب على المستشار ان يبذل الجهد وعمل [illegible] في النصيحة وترك الخيانة في

[illegible] ضرورت مین بہی قتل مسلم کا مباح نہین ہی پس مشورہ دینی والی پر واجب ہی [illegible] خیرخواہی کا فکر کری اور مشورہ مین ہرگز خیانت نکری

المستشار لما روی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال المستشار مؤتمن وفی حدیث اخر انه علیه السلام
کیونکہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے اور ایک اور حدیث میں ہے

قال لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه وفی حدیث اخر قال من اشار الی اخیه بامر یعلم ان
کہ آپ نے فرمایا مومن نہیں ہوتا کوئی تم میں سے جب تک نہ بہتر سمجھے اپنے بھائی کے لئے جو بہتر جانتا ہے اپنے لئے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ فرمایا جس نے کسی بھائی کو ایک کام بتایا

الرشد فی غیره فقد خانه فانه علیه السلام بین فی هذا الحدیث ان من استشار اخاه المسلم فی امر فقال المستشار
یہ جان کر کہ خوبی دوسرے کام میں ہے سو کوئی اوس کا خیانت کی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں صاف فرمایا کہ جس نے کسی بھائی مسلمان سے کسی باب میں مشورہ کیا اور مشورہ دینے والے نے

ان المصلحة فی فعله وهو یعلم او یظن ان المصلحة فی عدم فعله فقد خانه واذا اشار وظهر کونه مصلحة
کہا کہ اس کام میں بہتری ہے اور یقین جانتا ہے یا گمان غالب کرتا ہے کہ خوبی اوسکے نہ کرنے میں ہے تو اوسنے خیانت کی اور جب اوسنے مشورہ کیا اور اوسکی خوبی معلوم ہوئی

یلزمه ان یقبل ذلک المستشار لکن بعد ان یستخیر الله تعالی فی ذلک بالاستخارة التی رواه البخاری فی صحیحه
تو لازم ہے کہ مشورہ دینے والے کا مشورہ مان لے پر اول اس باب میں اللہ تعالی سے استخارہ کرے جو کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں

عن جابر انه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعلمنا الاستخارة فی الامور کلها کما یعلمنا السورة من القران فیقول
جابر سے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو تمام امور میں استخارہ سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورت سکھاتے تھے فرماتے تھے

اذا هم احدکم بالامر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضة ثم لیقل اللهم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک و
کہ جب کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو دو رکعت نفل پڑھے پھر یہ دعا پڑھے الٰہی میں تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں موافق تیرے علم کے اور قدرت طلب کرتا ہوں تیری قدرت سے

اسالک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللهم ان کنت
تجھ سے مانگتا ہوں تیرا فضل بڑا کیونکہ تو قدرت والا ہے اور میں ناتوان ہوں اور تو جانتا ہے اور میں بیخبر ہوں اور تو تمام غیب سے آگاہ ہے الٰہی اگر

تعلم ان هذا الامر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری وعاجله واجله فاقدره لی ویسره لی ثم
تیرے علم میں یہ کام میرے حق میں بہتر ہے میرے دین میں اور دنیا میں اور انجام کار میں اب بھی اور آگے کو تو اس کام کو میرے لئے بنا دے اور آسان کر دے پھر

بارک لی فیه وان کنت تعلم ان هذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری وعاجله واجله فاصرفه
اوس میں مجھکو برکت دے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے حق میں بد ہے میرے دین میں اور دنیا میں اور انجام کار میں اب بھی اور آگے کو تو پھیر دے

عنی واصرفنی عنه واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی به قال العلماء یستحب الاستخارة بالصلوة
اوسکو مجھ سے اور مجھکو اوس سے اور خیر جہاں ہو میرے لئے اور اوس پر مجھکو راضی کر دے علما کہتے ہیں کہ استخارہ نماز

والدعاء المذکور فی جمیع الامور کما صرح به فی الحدیث المذکور ویکون الصلوة رکعتین من النافلة والظاهر انها
اور دعا مذکور سے تمام امور میں مستحب ہے چنانچہ حدیث مذکور میں تصریح ہے اور نماز نفل کی دو رکعت ہیں اور ظاہر یوں ہے

تحصل برکعتین من السنن الرواتب وتحیة المسجد وغیرها من النوافل ولو تعذرت الصلوة یستخیر بالدعاء المذکور
کہ سنت رواتب کی دو رکعت اور تحیۃ المسجد وغیرہ نوافل میں سے بھی کافی ہیں اور اگر نماز متعذر ہو تو صرف دعا مذکور سے استخارہ کرے

واذا استخار یستخیر سبع مرات ثم یمضی بعدها لما ینشرح له صدره لما روی عن انس انه علیه السلام قال له
اور اگر استخارہ کرے تو سات مرتبہ کرے پھر بعد اوسکے وہی عمل میں لاوے جو اوسکے دل کو پسند آوے کیونکہ انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے اونسے فرمایا

یا انس اذا هممت بامر فاستخر ربک فیه سبع مرات ثم انظر الی الذی سبق الی قلبک فان الخیر فیه هکذا یکون فعل
اے انس جب تو کسی کام کا قصد کرے تو اوس میں اپنے رب سے سات مرتبہ استخارہ کر پھر خیال کر جو تیرے دل میں ابھرا ہے اسی اوس میں خیر ہے

عباد الله المؤمنین اذا عرض لهم امر من امور الدین والدنیا فیکون الاستخارة فی امور الدین کالحج والجهاد وسائر
اللہ کے مومن بندوں کی عمل جب انکو کوئی کام دین یا دنیا کا پیش آتا ہے تو ایسے ہوتا ہیں سو استخارہ امور دینی میں سے جیسے حج اور جہاد اور تمام

الخیرات علی تعیین الوقت لا علی نفس الفعل وفی امور الدنیا علی نفس الفعل واما الجھلۃ والفسقۃ الذین

خیرات واسطی شرائی وقت کی ہوتا ہی کسی فعل کی لئی نہیں ہوتا اور امور دنیا کا مین صرف فعل پہ ہوتا ہی یعنی کہوں یا کروں اور وقت کا ٹہرانا الگ ہے اور جاہل اور فاسق

ضلوا عن طریق الحق وخرجوا عن سواء السبیل اذا عزم احدھم علی امر یذھب الی صاحب الرمل والحصی والشعیر

جو راہ حق سی بہکی ہین اور سیدہی راہ سی خارج ہین جب وہ کسی کار بارکا عزم کرتی ہین تو رمال اور کنکریون والا اور جو والا

والباقلاء فیلعبون بعقلہ ویزداد بسوالھم جھلا وخسارۃ بصدقھم فیما یقولون لہ ویعطیھم علی ذلک اجرۃ

اور باقلا والا پاس جاتا ہی سو وہ لوگ اسکو بازیچہ بناتی ہین اور اونسی پوچہ کر اوسی جہل اور خسارت زیادہ ہو جاتی ہی کیونکہ اونکی قول کی تصدیق کرتا ہی اور اوسپر اونکو مزدوری دیتا ہی

ولا یعلم ذلک المسکین انہ بذلک یھدم دینہ ودنیاہ لما ذکر فی شرح العقائد ان تصدیق الکاھن بما یخبرہ

اور بیچارہ کو یہ خبر ہی نہیں کہ اسمین دین اور دنیا سب تباہ ہوئی اسلئی کہ شرح عقاید مین مذکور ہی کہ غیب کی خبرون مین کاہن کو سچا سمجہنا کفر ہی

عن الغیب کفر لقولہ علیہ السلام من اتی کاھنا فصدقہ بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد والکاھن ھو المخبر

کیونکہ حدیث مین آیا ہی کہ جو شخص کاہن کی پاس آکر اوسکی قول کو سچا مانی بیشک کافر ہوا اون آیات کا جو محمد پر نازل ہوئی ہین اور کاہن وہ ہی ہوتا ہی جو غیب کی

عن الغیب سواء کان بالرمل او الحصی او الشعیر او غیر ذلک من الافعال حرام لکونہ من قبیل الطیرۃ المنھی عنھا ومن قبیل

خبر دیتا ہی برابر ہی کہ رمل سی ہو یا کنکریون سی یا جو سی یا سوا اسکی اور سی یہ سب حرام ہی کیونکہ یہ طیرہ کی طرح کا ہی جسکی نہی ہو گئی ہی اور

الاستقسام بالازلام والطیرۃ مصدر بمعنی التطیر واصل التطیر التفاؤل بالطیر ثم استعمل فی کل ما یتفاول بہ ویعد

استقسام بالازلام کی مانند ہی اور طیرہ مصدر ہی تطیر کی معنون مین اصل مین تطیر کی معنی ہین طیر سی فال لینی پہر ہر ایک فال مین جو نحوس ہوتی ہو مستعمل ہو گیا

شوما سواء کان طیرا او غیرہ وقد روی انہ علیہ السلام قال الطیرۃ شرک یعنی انھا من اعمال الشرک کما حکاھا

برابر ہی کہ طیر ہو یا کچہ اور ہو اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا طیرہ شرک ہی مراد یہ ہی کہ طیرہ شرک کی اعمال مین داخل ہی چنانچہ اللہ تعالی

اللہ تعالی عنھم فی مواضع من کتابہ فانھم کانوا یتشاؤمون بالانبیاء واتباعھم وسبب تشاؤمھم بھم ان الانبیاء

اونکی طرف سی اپنی کتاب مین کئی جگہہ حکایت کرتا ہی وہ لوگ انبیاء علیہم السلام اور اونکی اتباع کو منحوس سمجہتی تہی اور سبب منحوس سمجہنی کا یہ تہا کہ انبیا جو اونکو

لما دعوا الی دین غیر مالوفھم استغربوہ واستقبحوہ ونفرت عنہ طباعھم اذ من عادۃ الجھلۃ والفسقۃ

نیا دین سکہاتی تہی تو اوسکو غریب دیکہہ کر قبیح جانتی تہی اور اونکی طبیعت اوس سی نفرت کرتی تہی کیونکہ جاہلوں اور فاسقوں کی یہ عادت ہوتی ہی کہ جو اونکی خواہش کی

ان یتیمنوا بکل ما یوافق ھواھم وان کان جالبا لکل شر ووبال وان یتشاءموا بکل ما یخالف ھواھم وان کان

موافق ہو اوسکو مبارک جانتی ہین اگرچہ سراسر بد اور وبال ہو اور جو اونکی خواہش کی خلاف ہو اوسکو منحوس سمجہتی ہین اگرچہ

جاذبا لکل خیر ونوال والاستقسام طلب معرفۃ ما قسم مما لم یقسم والازلام القداح التی کان اھل الجاھلیۃ

سراسر خیر برکت ہو اور استقسام کی معنی طلب گاری معلوم کرنی مقسوم کی غیر مقسوم مین سی اور ازلام قمار کی تیر ہوتی ہین جن پر جاہلیت کی لوگ

یکتبون علیھا الامر والنھی او یکتبون علی بعضھا افعل وامرنی ربی وعلی بعضھا لا تفعل ونھانی ربی ویضعونھا فی وعاء

امر اور نہی لکہہ دیتی تہی اور کسی پہ افعل یعنی کر یا امرنی ربی یعنی یہ حکم رب کا ہی اور کسی پہ لا تفعل یعنی مت کر یا نہانی ربی یعنی حکم رب کا نہین لکہدیتی تہی

فاذا اراد احدھم امرا ادخل یدہ فی ذلک الوعاء واخرج قدحا فان خرج ما فیہ الامر مضی لما قصد وان خرج ما فیہ

اور لگہہ اونکو ایک برتن مین رکہدیتی تہی پہر جب کوئی کچہ کام کرنیکو ہوتا تو اوس برتن مین ہاتہہ ڈالکر ایک تیر نکالتا اگر ایسا تیر نکلتا جسپر اجازت تہی تو اپنا کار شروع کرتا اور اگر ایسا نکلتا

النھی کف عما قصدہ وقال سعید بن جبیر کان لاھل الجاھلیۃ حصیات قدام اصنامھم اذا اراد احدھم امرا من السفر

جسمین ممانعت تہی تو اپنی کار سی بند رہتا اور سعید بن جبیر کہتی ہین اہل جاہلیت بتون کی سامنی کنکرین رکہا کرتی تہی جب کوئی شخص سفر وغیرہ کسی کار کا ارادہ کرتا

وغیرہ استقسم بھا ای طلب بھا علم ما قسم لہ من الاقدام والاحجام وقال ابو اسحق الزجاج وغیرہ الاستقسام

تو استقسام کرتا یعنی اوس سی اپنی قسمت کا لکہا خیر اور شر اوس کار کی کرنی اور نکرنی مین دریافت کرتا اور ابو اسحاق زجاج وغیرہ کہتی ہین کہ ازلام سی

بالازلام حرام لانه دخول فی علمه تعالٰی وهو غیب عنا ویدخل فیه ما یفعل فی زماننا ویسمونه فال دانیال ونحوها

خیر اور شر دریافت کرنا حرام ہی کیونکہ علم الٰہی میں مداخلت ہوتی ہی اور وہ ہمسی پوشیدہ ہی اور اسی میں داخل ہی جو اب ہمارے زمانہ میں کرتی ہیں اور اوسکا نام فال دانیال رکھہ چھوڑا ہی

فانها لیست من الفال المحمود فی الشرع بل هی من قبیل الاستقسام بالازلام فلا یجوز استعمالها ولا اعتقادها

اور اوسکی مانند تو ایسی فال شرع میں محمود نہیں ہی بلکہ یہہ ایسی ہی ہی جیسی تیروں سی قسمت کا دریافت کرنا سو نہ اسکا استعمال جائز ہی اور نہ اسکی حقیقت کا اعتقاد

حقا لان فیها الخبر عن الغیب والتطیر بالقران العظیم وانما الفال المحمود فی الشرع التیمن والتبرک بالکلمة

کیونکہ اسمیں غیب کی خبر بتاتی ہیں اور قران عظیم سی تطیر کرتی ہیں شرع میں فال محمود وہ ہی جو خیر اور برکت کسی کلمہ سی لیوی کہ مراد کی موافق ہو

الموافقة للمراد کالراشد والنجیح علی ما روی عن انس انه علیه السلام کان یعجبه اذا خرج لحاجة ان یسمع یا راشد

جیسی راشد اور نجیح موافق روایت انس کی کہ نبی علیہ السلام کو پسند آتا تہا جب کسی کام کو تشریف لیجاتی سننا یا راشد یا نجیح کا

یا نجیح وفی حدیث اخر انه علیه السلام کان یتفال ولا یتطیر وفی حدیث اخر انه علیه السلام کان یحب الفال

اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام فال لیا کرتی تہی اور تطیر نہیں کرتی تہی اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام فال کو محبوب رکہتی تہی

ویکره الطیرة قال العلماء انما کان النبی علیه السلام یحب التفاؤل ویکره الطیرة لان الطیرة فیها الحکم علی الغیب

اور تطیر کو مکروہ علماء کہتی ہیں کہ نبی علیہ السلام اسلئی فال کو محبوب اور طیرہ کو مکروہ جانتی تہی کہ طیرہ میں غیب پر حکم ہوتا ہی

وسوء الظن بالله وتوقع البلاء واما الفال فلیس فیه الحکم علی الغیب بل فیه مجرد طلب الخیر وحسن الظن بالله تعالٰی

اور اللہ کی نسبت بدگمانی اور مصیبت کی توقع ہوتی ہی اور فال میں غیب پر حکم نہیں ہوتا بلکہ فال میں صرف خیر کی طلب اور اللہ تعالیٰ کی نسبت گمان نیک

ورجاء حصول المراد فان الانسان عند ظهور سبب اذا رجی وامل من الله تعالٰی خیرا ونعمة فهو خیر له واذا

اور مراد حاصل ہونی کی آرزو ہوتی ہی پس انسان کسی سبب سی اگر اللہ تعالیٰ سی خیر اور نعمت کی آرزو کری اور امیدوار ہو تو یہہ اسکی حق میں بہتر ہی اور اگر

قطع رجاءه واملہ من الله تعالٰی فهو شر له لقوله تعالٰی وَلَا يَايۡـَٔسُ مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡكٰفِرُوۡنَ وقد

اللہ تعالیٰ سی اپنی امید قطع کی اور نا امید ہوا تو یہہ برا ہی بدلیل اس آیت کی نا امید نہیں ہوتا اللہ کی فیض سی مگر قوم منکر اور

ذکر فی نصاب الاحتساب ان الرجل اذا خرج الی سفر فصاح العقعق ورجع من سفره یکفر عند بعض المشائخ وذکر

نصاب الاحتساب میں مذکور ہی کہ کوئی شخص اگر سفر کی لئی روانہ ہوا اسمیں ناگاہ کوا بول پڑا اور وہ سفر موقوف رکہا تو بعض مشائخ کی نزدیک کافر ہوجاتا ہی اور

فی المحیط ان الهامة اذا صاحت فقال رجل یموت المریض یکفر القائل عند بعض المشائخ ومثال التفاؤل ان

محیط میں مذکور ہی کہ چند یا بوم کی بولنی پر اگر کوئی کہی بیمار مرجاویگا تو یہہ کہنی والا بعض مشائخ کی نزدیک کافر ہوجاتا ہی اور فال کی یہہ مثال ہی

یکون له حاجة فیسمع من یقول یا واجد فیقع فی قلبه رجاء الوجدان او یکون له مرض فیسمع من یقول

کسیکو کچہہ کار درپیش ہو تو وہ اتفاقاً یہہ سنی کہ کوئی کہتا ہی یا واجد اسکی دلمیں توقع اسلوبی کار کی پیدا ہوجاوی یا کوئی بیمار ہو وہ یہہ سنی کوئی کہتا ہی

یا سالم فیقع فی قلبه رجاء السلامة والفرق بین الفال والطیرة مع کون کل واحد منهما استدلالا بالعلامة

یا سالم اب اوسکی دلمیں توقع صحت سلامتی کی پیدا ہوجاوی اور فرق فال اور طیرہ میں باوجودیکہ دونوں میں علامت اور نشانی سی

علی عاقبة الامر وماله ان الکلمة الحسنة التی تجری علی لسان الانسان لدلالتها علی المعنی الموافق للمراد یمکن

انجام اور مآل کار پر استدلال کرتی ہیں یہہ ہی کہ نیک کلمہ جو انسان کی زبان پر آجاتا ہی چونکہ وہ مراد کی موافق معنوں پر دلالت کرتا ہی تو اوس سی مراد پر

الاستدلال بها علی المراد بخلاف طیران الطیر وحرکات البهایم واصواتها فانها لعدم دلالتها علی معنی لا یمکن

استدلال ہوسکتا ہی برخلاف جانور کی پرواز اور چارپایوں کی حرکات اور آوازوں کی کیونکہ اسمیں کسیطرح کی دلالت نہیں ہی تو اس سی کسی شی پر

الاستدلال بها علی شیء وان کان اهل الجاهلیة جعلوا العبرة فیها تارة بحرکاتها وتارة باصواتها وتارة بالوانها

استدلال نہیں ہوسکتا اگرچہ اہل جاہلیت نی اسمیں سی معنی مقرر کر رکہی ہیں کبہی حرکات سی کبہی آوازوں سی کبہی رنگوں سی

وتارة باسمائها ويتشاءمون ببعضها ويتيمنون ببعضها فانهم كانوا يتشاءمون بالغراب على الغربة وبالعقاب

کبھی ناموں سے اور بعضوں کو منحوس جانتے ہیں اور بعضوں کو مبارک سمجھتے ہیں جاہلیت والے غراب سے غربت کی نحوست مانتے تھے اور عقاب سے

على العقوبة ويتيمنون بالهدهد على الهدى وكذلك كانوا يتبركون بالسانح ويتشاءمون بالبارح والسانح

عقوبت کی نحوست سمجھتے تھے اور ہدہد سے ہدایت کی برکت کے قائل تھے اور ایسے ہی سانح کو مبارک اور بارح کو منحوس جانتے تھے اور سانح

مايمر من الطير او الوحش من جهة يسارك الى جهة يمينك والعرب كانوا يتيمنون به لامكان رميه

وہ پرندہ جانور یا وحشی ہوتا ہے جو تیری بائیں طرف سے داہنی طرف کو چلا جاوے اور عرب اسکو بہت مبارک مانتے تھے کیونکہ اسکا شکار

وصيده من غير انحراف والبارح مايمر من الطير او الوحش من جهة يمينك الى جهة يسارك والعرب كانوا يتشاءمون

تیر سے بغیر گردش کی ہو سکتا ہے اور بارح وہ جانور اور وحشی ہوتا ہے جو تیری داہنی طرف سے بائیں طرف کو چلا جاوے اور عرب ایسے کو منحوس شمار کرتے تھے

به لعدم امكان رميه وصيده من غير الانحراف اذ كان من عادتهم انهم كانوا اذا خرجوا للحاجة ورأوا الطير

کیونکہ اسکا شکار تیر سے بدون گردش کی ممکن نہیں ہے کیونکہ انکی یہ عادت تھی کہ جب وہ کسی کام کو نکلتے اور دیکھتے کہ پرندہ

او الوحش يمر بيمينه يتبركون به ويذهبون فى حاجتهم وان رأوا الطير او الوحش يمر بيسره يتشاءمون به ويرجعون

یا وحشی داہنی طرف کو جاتا ہے تو اوسکو مبارک جانتے اور اپنے کام کو چلے جاتے اور اگر دیکھتے کہ پرندہ یا وحشی بائیں طرف کو جاتا ہے اوسکو منحوس لیتے اور الٹے اپنے

الى بيوتهم وربما كانوا ينفرون الطيور والوحش فينظرون انها ان اخذت ذات اليمين فيتبركون بها ويذهبون فى

گھر کو آتے اور بعضی وقت جانوروں کو اڑا کر اور بھگا کر دیکھتے کہ وہ اگر داہنی طرف کو چلا تو اوسکو مبارک سمجھ کر اپنی کار بار کو لگتے

حاجتهم وان اخذت ذات الشمال يتشاءمون بها ويرجعون عن حاجتهم فنهى النبى عليه السلام عن ذلك بقوله

اور اگر وہ بائیں طرف کو روانہ ہوا تو منحوس مانکر اپنی کار سے الٹے چلے آتے سو نبی علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا

اقروا الطير على وكناتها وروى عن معاوية بن حكم انه قال قلت يارسول الله كنا نتطير قال ذلك شئ يجده احدكم

کہ جانوروں کو گھونسلہ میں بیٹھا رہنے دو اور معاویہ بن حکم سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم تطیر کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا یہ ایک بات ہے جو تمہارے

فى نفسه فلا يصدنكم يعنى ان ذلك شئ يوجد فى النفوس من قبل الظنون التى تقربكم بحكم البشرية من غير

دل میں پیدا ہوتی ہے سو یہ تمکو کار سے ابند نکرے یعنی مراد یہ ہے کہ یہ وہی بات ہے دلوں میں پیدا ہوتی ہے جیسے خیالات بشریت کی جہت سے آجاتے ہیں کسی باب میں

ان يكون له تأثير فى شئ من النفع والضر فلا يصدنكم عما تتوجهون اليه من مقاصدكم وقد جاء فى حديث

نفع ضرر کی اسمیں اصلا تاثیر نہیں ہے سو اس خیال کی بابت اپنے مقصود کی توجہ سے بند نہونا چاہئے اور ایک اور حدیث میں آیا ہے

اخر انه عليه السلام قال من ردته الطيرة عن حاجته فقد اشرك فقيل وما كفارته يارسول الله قال ان يقول اللهم

کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص طیرہ کو مانکر اپنی کار بار سے باز رہے سو وہ مشرک ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اسکا کفارہ کیا ہے فرمایا یہ دعا الٰہی

لا طير الا طيرك ولا خير الا خيرك ولا اله غيرك ثم يمضى الى حاجته يعنى ان كان ما يصيب الانسان من الخير و

نہیں کوئی طیر بجز تیری طیر کی اور نہیں کچھ خیر سوائے تیری خیر کی اور نہیں کوئی معبود سوائے تیری پہ پڑھ کر اپنی کار چلا جاوے مراد یہ ہے کہ انسان کو جو پیش آتا ہے خیر اور

الشر والنفع والضر واليمن والشوم لا يصيبه الا بقضائك وتقديرك وحكمك ومشيتك وفى حديث

شر اور نفع اور نقصان اور برکت اور نحوست وہ بدون تیری قضا اور تیری تقدیر اور تیری حکم اور تیری مرضی کی نہیں اور ایک اور حدیث

اخر رواه ابن مسعود انه عليه السلام قال الطيرة شرك الطيرة شرك قاله ثلثا وما منا الا ولكن الله

میں ابن مسعود کی روایت سے ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا طیرہ شرک ہے طیرہ شرک ہے اسکو تین بار فرمایا اور ہم میں کوئی ایسا نہیں جو خیال نکرے پر اللہ تعالی

يذهبه بالتوكل وقيل قوله وما منا الا ليس من كلام النبى صلى الله عليه وسلم بل هو من كلام ابن مسعود فيه

اسکو توکل سے دفع کر دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ لفظ وما منا الا حدیث میں کا نہیں ہے بلکہ یہ کلام ابن مسعود کا ہے اسمیں سے

حذف واختصار ومعناه ليس منا الا من يقع في قلبه عند ذلك شيء من ذلك على ما جرت به العادة
یعنی محذوف اور مختصر ہی اسکی یہہ معنی ہین کہ ہم مین کا ایسا کوئی نہین کہ اوس وقت اوسکی دلمین کچھہ وہم وخطرہ نہ آوی کیونکہ یہی عادت پڑی ہوئی ہی

لكن لا يستقر فيه بل يحسن اعتقاده بان لا موثر الا الله فيسأل الله الخير ويستعيذ به من الشر ويمضي
پہر وہ دلمین نہین ٹہرتا بلکہ اعتقاد درست ہوجاتا ہی کہ سوای اللہ تعالی کی کوئی کچھہ اثر نہین کرتا پہر وہ اوس سے خدا سے خیر مانگتا ہی اور برائی سی پناہ

على مقصوده متوكلا عليه يسرنا الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه وكرمه وفضله المجلس
اور خدا پہ بہروسا کرکر اپنی کام کرتا ہی الہی عمل اپنی رضی کی موافق اپنی لطف اور کرم اور فضل سی ہمپر آسان کردی

الحادي والاربعون في سبب نزول البليات وسبب دفعها من التوبة والدعوات

اکتالیسوین مجلس ہی نزول بلاکی اسباب کا اور اوسکی دفع کی اسباب کا بیان جو توبہ اور استغفار ہی اور دعا

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا فعلت امتي خمس عشرة خصلة حل بها البلاء هذا الحديث
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جب میری امت پندرہ عادتین اختیار کرلیگی تو اوسپر بلا نازل ہوگی یہہ حدیث

من صحاح المصابيح رواه علي بن ابي طالب وعد هذه الخصال وقال اذا اتخذ الفيء دولا والامانة مغنما
مصابیح کی صحیح حدیثون مین سی ہی علی بن ابی طالب کی روایت سی اور وہ عادتین گن دین اور فرمایا جب فی یعنی غنیمت کو دولت سمجہین اور امانت کو لوٹ

والزكوة مغرما واطاع الرجل امرأته وعق امه وبر صديقه وجفا اباه وظهر الاصوات في المسجد وساد
اور زکوة کو ڈنڈہ اور مرد جوروکا فرمانبردار ہوجاوی اور ماسی سرکشی کری اور دوست سی احسان کرے اور باپ پر جفا کرے اور مسجد مین پکارکر بولین اور قوم کا سردار

القبيلة فاسقهم وكان زعيم القوم ارذلهم واكرم الرجل مخافة شره وظهرت المغنيات والمعازف و
دشمن سی بدکار ہو اور رئیس قوم کا لوگون کا ذلیل تر ہو اور مرد کی عزت اوسکی بدی کی خوف سی کرین اور گانی والیان اور تال آشکار ہوجاوین غرور باجی ہو

شرب الخمر ولبس الحرير ولعن اخر هذه الامة اولها فعند ذلك يكون الناس مستحقين لنزول البلاء عليهم فعلى
اور شراب پینی لگین اور حریر پہننا شروع کرین اور پچہلی امت پہلی امت پر لعنت کرنی لگی تو اب یہہ لوگ سزاوار ہونگی کہ اونپر بلا نازل ہووی

هذا ما توجه على قوم من البلاء فليس ذلك البلاء الا بسبب ذنوبهم كما قال الله تعالى وما اصابكم من مصيبة
اس حدیث کی موافق جو جو بلا ومصیبت کسی قوم پر آتی ہی سو صرف وبال اونکی گناہون کا ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور جب پڑی تمپر کوئی سختی

فبما كسبت ايديكم وفي اية اخرى انه تعالى قال وما كنا مهلكي القرى الا واهلها ظالمون فيلزمهم ان يتركوا ما
سو بدلا اوسکا ہی جو کمایا تمہاری ہاتہون نی اور ایک آیت مین ہی کہ اللہ تعالی نی فرمایا اور ہم نہین کہ نیوالی بستیان کو مگر جبکہ وہان کی لوگ گنہگار ہون اب اونکو لازم ہی کہ جو گناہ اختیار کری

ارتكبوه من الاوزار ويشتغلوا بالتوبة والاستغفار ليرفع عنهم ما توجه عليهم من البلاء لما روى عن عبد الله
ہین وہ سب ترک کرین اور توبہ اور استغفار مین مشغول ہون تاکہ اونکی سر سی وہ بلا جو اونپر متوجہ ہوئی ہی رفع ہوجاوی اسلئی کہ عبد اللہ

بن عمر انه عليه السلام قال من لزم الاستغفار جعل الله له من كل ضيق مخرجا ومن كل هم فرجا ورزقه من حيث لا
بن عمر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ جو شخص استغفار کو اپنا خاصہ بنالی تو اللہ اوسکی واسطی ہر تنگی سی چہٹکارہ اور ہر غم سی کشائش پیدا کردیگا اور اوسکو رزق دیگا

يحتسب بل يلزمهم ان يقوموا الى الصلوة في الاوقات الاسحار التي هي اوقات استجابة الدعاء لما روى انه عليه السلام
جہان سی گمان نہو بلکہ اونکو یہہ لازم ہی کہ ہر صبح اوٹہکر نماز پڑہا کرین کہ وہ وقت دعا کی قبولیت کا ہی اس لئی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام کو

كان اذا حزنه امر فزع الى الصلوة ثم اشتغل بالدعاء لما روى عن عبد الله بن عمر انه عليه السلام قال الدعاء ينفع
اگر کسی کار سی غم پیش آتا تو نماز شروع کردیتی پہر دعا مین مشغول ہوتی اسلئی کہ عبد اللہ بن عمر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ دعا بچا دیتی ہی

مما نزل ومما لم ينزل فعليكم عباد الله تعالى بالدعاء فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان الدعاء يرفع
اوس بلا سی جو نازل ہوچکی اور جو ابہی نازل نہین ہوئی سو تم اللہ کی بندو اپنی اوپر دعا لازم کرو کیونکہ اس حدیث مین بیان ہوچکا کہ دعا اوس بلا کو رفع کرتی ہی

البلاء النازل ویدفع البلاء الذی فی صدد النزول فداوموا یا عباد اللہ بالدعاء فلا تترکوہ فان البلاء ینزل فیلقاہ

جو نازل ہو چکی اور اوس بلا کو دفع کرتی ہی جو نازل ہونی کو ہی سوای بندو اللہ کی ہمیشہ دعا کرتی رہو دعا کو ہرگز نچھوڑو کیونکہ بلا جب نازل ہوتی ہی تو اوسکو

الدعاء فیعتلجان الی یوم القیمۃ کما جاء فی الحدیث ان الدعاء والبلاء یلتقیان بین السماء والارض فیعتلجان الی یوم

دعا ملتی ہی پہر قیامت تک لڑتی رہتی ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ دعا اور بلا زمین اور آسمان کی وسط میں ملجاتی ہیں پہر قیامت تک دونو لڑتی جاتی ہیں

القیمۃ وفی حدیث اخر رواہ سلمان الفارسی انہ علیہ السلام قال لا یرد القضاء الا الدعاء فان القضاء وان کان لا مرد لہ ولکن

اور ایک اور حدیث میں سلمان فارسی کی روایت سی آیا ہی کہ قضا کو سوا دعا کی کوئی نہیں رد کر سکتا بیشک قضا کا اگرچہ کوئی ہٹانیوالا نہیں ہی بیپر بہی

من جملۃ القضاء رد البلاء بالدعاء فکل بلاء قدر ان یندفع بالدعاء یکون الدعاء سببا لرد ذلک البلاء کالترس الذی

حکم قضا کا ہی کہ دعا سی بلا رد ہوجاتی ہی پہر جو بلا بالفرض دعا سی رفع ہوسکتی ہی تو دعا اوس بلا کی رد ہونیکا سبب ہی جیسی ڈہال کہ

یکون سببا لرد السہم فکما ان الترس یدفع السہم کذلک الدعاء یدفع البلاء وکذا الصدقۃ تدفع البلاء لما روی عن

واسطی رک جانی تیر کی سبب ہوتی ہی پہر جیسی ڈہال تیر کو روک دیتی ہی اسیطرح دعا بلا کو دفع کردیتی ہی اور ایسی ہی خیرات کرنا بلا کو دفع کرتا ہی اسواسطی کہ

علی انہ علیہ السلام قال باکروا بالصدقۃ فان البلاء لا یتخطاہا وفی حدیث اخر انہ علیہ السلام قال لکل یوم نحس

علی رضی اللہ عنہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا صبح ہوتی ہی صدقہ دو کیونکہ بلا اوس سی آگی قدم نہیں بڑہاتی اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہر دن میں نحوست ہوتی ہی

فادفعوا نحس ذلک الیوم بالصدقۃ فان الصدقۃ تمنع وقوع البلاء بعد انعقاد اسبابہ وکذا التسبیح یمنع وقوع البلاء

سو نحوست اوس دن کی صدقہ سی دور کرو بیشک صدقہ آئی بلا کو بعد تیار ہوجانی اسباب کی روک دیتا ہی اور ایسی ہی تسبیح بلا کو بند کردیتی ہی

لما روی عن کعب انہ قال سبحان اللہ یمنع العذاب ویدل علیہ قولہ تعالی فی حق یونس النبی علیہ السلام فلولا

اسلئی کہ کعب سی روایت ہی کہ فرمایا سبحان اللہ عذاب کو روک دیتا ہی اور قول اللہ تعالی کا یونس نبی علیہ السلام کی حق میں بہی یہی دلالت کرتا کہ پہر اگر نہ

انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون وکان تسبیحہ ما حکاہ اللہ تعالی بقولہ فنادی فی الظلمت ان لا الہ الا

ہوتا کہ وہ تسبیح کرتا پاک ذاتکو تو رہتا اوسکی پیٹ میں جسدن تک مردی جیوین اور تسبیح یونس کی یہہ ہی جسکو اللہ تعالی بیان فرماتا ہی اس آیت میں پہر پکارا اون اندہیروں میں کہ کوئی

انت سبحنک انی کنت من الظلمین ثم انہ تعالی عقیب ذلک قال فاستجبنا لہ ونجینہ من الغم وکذلک

سوا تیری تو بی عیب ہی میں تہا گنہگاروں میں سی پہر اللہ تعالی نی اوسکی بعد یہہ فرمایا پہر سن لی ہمنی اوسکی پکار اور بچادیا اوسکو گہٹنی سی اور یونہی ہم

ننجی المؤمنین وروی انہ علیہ السلام قال ما من مکروب یدعو بہذا الدعاء الا استجیب لہ وفی روایۃ اخری انہ

بچادیتی ہیں ایمان والوں کو اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو مصیبت زدہ یہہ پڑہ کر دعا مانگی تو قبول ہی ہوتی ہی اور ایک اور روایت میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی

قال الا اخبرکم بشیء اذا نزل باحدکم کرب او بلاء فدعا بہ فرج اللہ عنہ قیل بلی یا رسول اللہ قال دعاء ذی النون

فرمایا کہ تمکو ایک دعا بتادوں اگر کسی پر تم میں کچہ سختی یا بلا نازل ہووی پہر اوسکی وسیلہ سی دعا مانگی تو اوسکو اللہ دفع کری عرض کیا ہاں یا رسول اللہ آپ نی فرمایا وہ دعا ذی النون

لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین وذکر عن بعض الصالحین ان من اعظم الاشیاء الدافعۃ للبلاء کثرۃ

کی ہی نہیں کوئی حاکم سوا تیری تو بی عیب ہی میں تہا گنہگاروں میں سی اور بعضی صلحا ذکر کرتی ہیں کہ تمام اشیا میں سی بلا کی بڑی دفع کرنیوالی درود کی کثرت ہی

الصلوۃ علی النبی علیہ السلام فان کثرۃ الصلوۃ علی النبی علیہ السلام من اسباب الامن من المخوفات والفوز باعلی الدرجات یدل علی ذلک حدیث ابی

نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر بیشک درود کی کثرت نبی علیہ السلام پر واسطی امن کی خوفناک چیزوں سی اور واسطی ترقی بلند درجوں کی ایک بڑا وسیلہ ہی اسپر حدیث ابی

بن کعب ان رجلا التزم ان یجعل صلوتہ کلہا للنبی علیہ السلام فقال النبی علیہ السلام اذا تکفی ہمک ویغفر ذنوبک والحاصل ان البلاء

بن کعب کی دلالت کرتی ہی کہ ایک شخص نی عہد کیا تہا کہ اپنی تمام وظیفی صرف نبی علیہ السلام پر درود پڑہا کرنگا سو نبی علیہ السلام نی اوسکو فرمایا اب تیری فکروں کو کافی ہی اور تیری گناہ معاف ہوئی حاصل سخن

اذا توجہ فالمشروع الاشتغال بالتوبۃ والاستغفار وبما یرجی ان یدفع بہ البلاء من اعمال البر والتقوی فتبادر بعد ما

کہ جب کوئی بلا سامنی آوی تو مشروع یہہ ہی کہ توبہ اور استغفار میں مشغول ہو اور اون اعمال نیک میں جن سی امید ہی کہ بلا دفع ہو جاوی اور نیکی اعمال کی طرف دوڑنا اور بیپر شکر کری واسطی ارشاد الہی کی

وَمَن يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ فانه تعالى بين في هذه الآية ان من يتق الله تعالى

اور جو کوئی ڈرتا رہے اللہ سے وہ کردیگا اوسکا گزارا اور روزی دیگا اوسکو جہاں سے اوسکو نہ خیال ہو اب اللہ تعالی نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالی سے ڈرتا رہے گا

في كل ما يأتي ويذر يجعل الله تعالى له مخرجا ومخلصا من غموم الدنيا والآخرة وروي انه عليه السلام قال

ہر کام کی کرنے اور نہ کرنے میں تو اللہ تعالی اوسکو گزر کی راہ اور رستگاری دنیا اور آخرت کی غموں سے دیگا اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

اني لأعلم آية لو اخذ الناس بها لكفتهم ومن يتق الله فما زال يقرأها ويعيدها وروي ان عوف بن مالك الاشجعي اسر

مجکو البتہ ایسی آیت معلوم ہے کہ اگر خلقت اوسکو اپنا وسیلہ کرلیں تو اونکو کافی ہے ومن یتق اللہ پھر دیر تک پڑہتے رہے اور روایت ہے کہ عوف بن مالک اشجعی کا بیٹا

المشركون ابنا له يقال له سالم فاتى النبي عم فقال أسر ابني يا رسول الله وشكى اليه الفاقة فقال له النبي عليه السلام

سالم نام مشرکوں نے گرفتار کرلیا سو وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ میرا بیٹا پکڑا گیا اور فاقہ کی شکایت کی سو نبی علیہ السلام نے اوسکو فرمایا

اتق الله واكثر لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم ففعل فبينما هو في بيته اذ قرع ابنه الباب ومعه مائة من الابل

خدا سے ڈرتا رہ اور لا حول ولا قوۃ آخر تک کثرت سے پڑھا کر سو اوسنے یہی کیا ایکدن وہ اپنے گھر میں تھا کہ ناگاہ اوسکے بیٹے نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اوسکے ساتھ سو اونٹ تھے

غفل عنها العدو فاستاقها وعلم من هذا كله ان كل خير وطاعة من اعظم ما يستدفع به البلاء واما الاشتغال

کہ دشمن اونسے غافل ہوگیا تھا تب اونکو یہ لڑکا ہانک لایا اس تمام حالات سے صاف معلوم ہوا کہ تمام خیر اور طاعت بلا کی بڑی دفع کرنیوالی ہیں اور گناہوں

بالمعاصي والمناهي فلا يمنع نزول البلاء بل يقوي وقوعه لما روي انه عليه السلام قال لا يصيب العبد نكبة فما فوقها

اور منہیات میں مصروف ہونے سے آتی بلا ہرگز نہیں ٹلتی بلکہ بلا کا آنا زور پکڑ جاتا ہے اسواسطے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو درد انسان کو حاصل ہوتا ہے تھوڑا یا بہت یا

وما دونها الا بذنب وما يعفو الله عنه اكثر ثم قرأ قوله تعالى وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن

تھوڑا سو وہ گناہ کی شامت سے ہوتا اور جو اللہ تعالی معاف کرتا ہے وہ بہت ہی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اور جو پڑی تمپر کوئی سختی سو بدلہ اوسکا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور معاف کردیتا

كَثِيرٍ فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان العبد لا يصيبه مشقة في الدنيا الا بسبب ذنب صدر عنه وتكون تلك المصيبة

بہت کچھ نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں بیان فرمایا کہ انسان کو دنیا میں کوئی مشقت بدون گناہ کی پیش نہیں آتی جو وہ انسان کر بیٹھا ہے اور وہ مصیبت

التي لحقته في الدنيا كفارة لذنبه والذي يعفو الله تعالى عنه من الذنوب من غير ان يجازيه في الدنيا ولا في الآخرة اكثر

جو اوسکو دنیا میں پیش آتی ہے اوسکی گناہ کا عوض ہوجاتا ہے اور وہ گناہ جو اللہ تعالی اوسکی درگذر فرماتا ہے بدون سزا کے نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں اوس سے زیادہ

من ذلك وقال علي كرم الله وجهه للمؤمن عند الله خمس نقمات اولها القبر ثم الصراط فان كانت ذنوبه اكثر من ذلك يعذب في قبره فان كانت

ہے اور علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں مؤمن کی واسطے اللہ کے ہاں پانچ قسم کی عقوبت ہے پہلی قبر پھر پل صراط پھر اگر اوسکے گناہ اوس سے بھی زیادہ ہیں تو قبر میں عذاب دیا جاویگا

اكثر من ذلك يحبس على الصراط فان كانت اكثر من ذلك يعذب في جهنم على قدر ذنوبه ثم يخرج منها بالتوحيد ان كان

زیادہ ہیں تو صراط پر روکا جاویگا پھر اگر اس سے بھی زیادہ ہیں تو بقدر گناہوں کی دوزخ میں عذاب دیا جاویگا پھر اوس میں سے توحید کی برکت سے نکلیگا اگر

توحيده صحيحا وان لم يكن توحيده صحيحا لا يخرج منها بل يبقى فيها ابدا الآباد لان الناس في الآخرة ينقسم الى عدة

اوسکی توحید صحیح اور درست ہوگی اور اگر اوسکی توحید صحیح نہیں ہے تو دوزخ سے نہیں نکلیگا بلکہ ہمیشہ کو اوسی میں رہیگا اسواسطے کہ آدمیوں کی آخرت میں کئی قسمیں ہونگی

اقسام القسم الاول قسم الفائزين وهم الذين قال الله تعالى فيهم فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ

پہلی قسم تو قسم کامیاب ہوگی وہی وہ لوگ ہیں جنکی حق میں اللہ تعالی فرماتا ہے سو کسی جیکو معلوم نہیں جو چھپا دہرا ہے اونکی واسطے جو ٹھنڈک ہے آنکھوں کی

جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ وقال النبي عليه السلام اخبارا عن الله تعالى اني اعددت لعبادي الصالحين ما لا عين رأت

بدلا اوسکا جو کرتے تھے اور نبی علیہ السلام اللہ تعالی کی طرف سے خبر دیتے ہیں میں اپنے نیک کار بندوں کی واسطے تیار کی ہے وہ راحت کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی

ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر والقسم الثاني قسم الهالكين وهم الذين كذبوا بالحق ولم يصدقوا به وقال

اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ گذری کسی بشر کی دل پر اور دوسری قسم تباہ کاروں کی قسم ہے وہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق کی تکذیب کی اور اوسکو سچ نہ مانا بیشک

سعادة

سعادة الآخرة لا تكون الا في القرب من الله تعالى والنظر الى وجهه الكريم وذلك لا يحصل الا بالمعرفة التي يعبر عنها
آخرت کی سعادت بدون قرب الٰہی اور مشاہدہ وجہ کریم کی کبھی نہیں ہوتی اور یہ قرب اور مشاہدہ بدون معرفت کی حاصل نہیں ہوتا
بالايمان والتصديق وهم لما كذبوا بالحق ولم يصدقوا به كانوا بعيدا عنه ﴿وَهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾ وكل محجوب
جسکا نام ایمان اور تصدیق ہے اور ان لوگوں نے جو حق کی تکذیب کی اور اسکو سچا نہ مانا تو اوس سے دور ہو گئے وہ اپنے رب سے اوس دن روکے جاویں گے اور جو شخص اپنے
عن ربه يكون هالكا محترقا بنار الفراق ونار جهنم ابد الاباد والقسم الثالث قسم المعذبين وهم الذين تحلوا باصل
رب سے محجوب ہوا وہ ہلاک ہوا فراق اور دوزخ کی آگ میں قدیم کو جلتا رہیگا اور تیسری قسم عذاب کی لوگ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنمیں اصل ایمان تو موجود ہے
الايمان لكنهم قصروا في العمل بمقتضاه فان راس الايمان هو التوحيد والتوحيد نفي الشرك باعتقاد العبد ان الله تعالى
پر انہوں نے مطابق ایمان کی اعمال میں قصور کیا کیونکہ اصل ایمان تو توحید ہے اور توحید دور کرنا شرک کا ہے جب آدمی یہ اعتقاد کرے کہ اللہ تعالی
واحد في ذاته وصفاته وافعاله فما يظهر شيء في العالم الا بعلمه وارادته وخلقه ولا يستحق العبادة الا هو
ایک ہی اپنی ذات اور صفات اور افعال میں اور کوئی شی عالم کے اندر بدون اوسکے علم اور ارادہ اور پیدا ایش کی پیدا نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی سزاوار عبادت کا ہے
فعلى هذا كل من يقول لا اله الا الله يصير كانه يقول اني اعتقد ان الله تعالى واحد في ذاته وصفاته وافعاله
سوا اوسکی اس اعتقاد کی موافق جو شخص یہ اقرار کرتا ہے کہ نہیں کوئی معبود سوا اللہ کی تو ایسا ہے کہ یوں کہتا ہے مجھکو یقین ہے کہ اللہ تعالی ایک ہی اپنی ذات اور صفات اور افعال میں
ولا يظهر في العالم شيء الا بعلمه وارادته وخلقه ولا يستحق العبادة الا هو فاني التزمت عبادته ولا اعبد الا اياه
اور عالم میں کوئی شی بدون اوسکی علم اور ارادہ اور پیدا ایش کی پیدا نہیں ہو سکتی اور نہ ہو اوسکی کوئی سزاوار پرستش کا نہیں سو میں اوسکی عبادت اپنے ذمہ لیتا ہوں اور سوا اوسکی
وبعد هذا الاعتراف كل من اتبع هواه فقد اتخذ الهه هواه فهو موحد بلسانه فقط والتوحيد لا يكمل الا بالاستقامة
کسیکی عبادت نکرونگا اور بعد اس اقرار کی جو شخص اپنی ہوا ہوس کا تابع ہوا تو اوسنی اپنی ہوا ہوس کو معبود بنا لیا پس وہ شخص صرف زبانی موحد ہے اور توحید جب تک قایم نہ رہے کامل نہیں ہوتی
عليه ومن لم يستقم عليه ولو في امر يسير بل اتبع هواه ولو في فعل قليل يكون خارجا عن سواء السبيل وذلك قادح
اور جو شخص توحید پر قایم نرہا اگرچہ ادنی بات میں بلکہ اپنی ہوس کا تابع ہوا اگرچہ چھوٹی سی کار میں تو وہ سیدہی راہ سے الگ ہے اور اس سے کمال توحید میں
في كمال التوحيد ولعدم خلو بشر عن ذلك قال الله تعالى ﴿وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾ فيكون الورود على النار لكل احد
نقصان آتا ہے اور چونکہ اس سے کوئی بشر خالی نہیں ہے اس واسطے اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ کوئی نہیں تم میں جو نہ پہونچیگا اوس پر پس ہر ایک کا گذر یقینا آگ پر ہوگا
متيقنا وانما الشك فيمن ينجو منها وفي اي وقت يخرج منها وقد جاء في بعض الاخبار ما يدل على ان اخر من يخرج بعد
شک اونہی میں ہے جو اوس سے نجات پاویگی اور کس وقت اوس سے باہر آویگی اور بیشک بعضی احادیث کی مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے آخر نکلنے والا بعد سات ہزار برس کی
سبعة الاف سنة وبعضهم يجوز عنها كبرق خاطف ولا يوجد له فيها لبث نرجو الله تعالى ان يجعلنا منهم بلطفه
نکلیگا اور بعضی اوس پر سے چمکتی بجلی کی طرح چلے جاویگی اور انکی اوس میں ذرا درنگ نہوگی ہمکو امید ہے کہ اللہ تعالی اپنی لطف اور فضل

وفضله وكرمه **المجلس الثاني والاربعون في بيان دفع الدعاء البلاء حين نزول البلاء**
اور کرم سے ہمکو اسی گروہ میں داخل کرے بیالیسویں مجلس اس بیان میں کہ دعا اوترتی بلا کو اور اوتری ہوئی بلا کو دفع کرتی ہے
وبعد النزول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الدعاء ينفع مما نزل ومما لم ينزل فعليكم عباد الله بالدعاء
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک دعا نفع کرتی ہے اوس بلا کو جو اوتر چکی اور جو نہیں اوتری سو اپنی اوپر اے بندو خدا کی دعا کو لازم کرلو
هذا الحديث من حسان المصابيح رواه عبد الله بن عمر ومعناه ان الدعاء يدفع البلاء النازل ويدفع البلاء الذي
یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے عبد اللہ بن عمر کی روایت سے اسکی معنی یہ ہیں کہ دعا آئی ہوئی بلا کو دفع کردیتی ہے اور اوس بلا کو بھی
كان في صدد النزول فالزموا يا عباد الله بالدعاء [illegible] فان البلاء ينزل فيتلقاه الدعاء فيعتلجان الى يوم القيامة
جو نازل ہونے کو تیار ہو دفع کردیتی ہے سو تم اے بندو [illegible] کی جب دعا کرنا لازم کر لو [illegible] بیشک بلا آتی ہے اور دعا اوس سے ملتی ہے اور قیامت تک دونوں لڑتی رہتی ہیں

كما جاء في الحديث ان الدعاء والبلاء يلتقيان بين السماء والارض فيعتلجان الى يوم القيمة وقد روي عن سلمان الفارسي
چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ دعا اور بلا آسمان اور زمین کے بیچ میں ملتی ہیں پھر قیامت تک لڑتی جاتی ہیں اور سلمان فارسی سے روایت ہے

انه عليه السلام قال لا يرد القضاء الا الدعاء فان القضاء وان كان مما لا مرد له لكن من جملة القضاء رد البلاء
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قضا کو دعا کے سوا کوئی نہیں رد کرتا کیونکہ قضا کا اگرچہ کوئی ہٹانے والا نہیں پر یہہ بھی حکم قضا کا ہے کہ دعا سے بلا رد ہو جاوے

بالدعاء فكل بلاء قدر ان يندفع بالدعاء يكون الدعاء سبباً لرد ذلك البلاء كالترس الذي يكون سبباً لرد السهم فكما
پھر جو بلا بالفرض دعا سے دفع ہو جاوے تو دعا اسکے دفع ہونے اوس بلا کے سبب ہو گی مانند ڈھال کے سو جیسے ڈھال

ان الترس يدفع السهم كذلك الدعاء يدفع البلاء وقد روي عن ابن مسعود انه عليه السلام قال سلوا الله من فضله
تیر کو روک لیتی ہے ایسے ہی دعا بلا کو دفع کر دیتی ہے اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ سے اسکا فضل مانگا کرو

فان الله يحب ان يسال يعني ان الله تعالى كريم قادر على قضاء الحوائج يحب ان يطلب منه قضاء الحوائج فاطلبوا
کیونکہ اللہ تعالی سوال کرنیکو محبوب رکھتا ہے مراد یہہ ہے کہ اللہ تعالی کریم ہے اور حاجات روا کرنے پر قادر ہے یہہ محبوب رکھتا ہے کہ حاجات طلب کریں سو اے ایمان والو

منه قضاء حوائجكم ايها المؤمنون وفي حديث آخر رواه ابو هريرة انه عليه السلام قال من لم يسال الله يغضب عليه
اوس سے اپنی اپنی حاجتیں طلب کرو اور ایک اور حدیث میں ہے ابو ہریرہ کی روایت سے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اللہ سے سوال نہیں کرتا تو اللہ اوسپر غصہ کرتا ہے

لان من لم يطلب منه تعالى حاجة يكون في صورة الاستغناء عنه تعالى ولا يجوز للعبد ان لا يعرض حاجة على الله تعالى
اسلئے کہ جو اللہ تعالی سے حاجت طلب نہیں کرتا تو وہ ظاہر میں اللہ تعالی سے بے نیاز ہوتا ہے اور بندہ کو یہہ جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالی سے کوئی حاجت پیش نکرے بلکہ چاہیے کہ اپنی تمام حاجتیں

ليكون هذا اعترافاً بعبوديته وفقره وعجزه واحتياجه الى الله تعالى في قضاء حوائجه فان احب العباد الى الله تعالى
تاکہ یہہ ہی اپنی عبودیت کا اور فقر کا اور عجز کا اور اللہ تعالی کی طرف حاجتمندی کا تمام حاجات کی روا کرنے میں اقرار ہو جاوے کیونکہ محبوب تر بندہ اللہ تعالی کا

من يساله وابغض العباد اليه من يستغني عنه واحب العباد الى الناس من يستغني عنهم ولا يسالهم شيئاً وابغض
وہ ہی ہے جو اوس سے مانگتا رہے اور بد تر بندہ اللہ کا وہ ہے جو اوس سے بے پروائی کرے اور محبوب یعنی پسندیدہ آدمی لوگوں میں وہ ہوتا ہے جو اونسے بے پروا رہے اور اونسے کچھ نہ مانگے اور ناکارہ

العباد اليهم من يسالهم وقد روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال ليس شيء اكرم على الله تعالى من الدعاء يعني ان اكرم
آدمی اونکے نزدیک وہ ہے جو اونسے سوال کیا کرے اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کوئی شے اللہ تعالی پر دعا سے زیادہ تر مکرم نہیں مراد یہہ ہے

العبادات على الله تعالى الدعاء بل جاء في حديث آخر انه عليه السلام قال الدعاء هو العبادة ثم قرأ قوله تعالى ادعوني
کہ عبادات میں بڑی معزز اللہ تعالی پر دعا ہے بلکہ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا دعا ہی عبادت ہے پھر آیت پڑھی مجھکو پکارو

استجب لكم فانه عليه السلام لما حكم في هذا الحديث ان الدعاء هو العبادة استدل عليه بالآية لان في الآية
کہ میں تمہاری پکار سونگا نبی علیہ السلام نے جب اس حدیث میں یہہ ارشاد کیا کہ دعا ہی عبادت ہے تو اوسپر اس آیت سے استدلال کیا اسلئے کہ آیت میں دعا کرنیکا

امر بالدعاء وامتثال الامر عبادة يحصل للداعي في مقابلتها ثواب وان لم يحصل مراده لكن ظاهر عبارته عليه السلام
امر ہوا ہے اور فرمان برداری امر کی عبادت ہوتی ہے اسکے مقابلہ میں دعا کرنے والے کو ثواب ملتا ہے اگرچہ اوسکا مطلب نہ ملے لیکن حدیث کی ظاہر عبارت سے یہہ

يدل على ان لا عبادة الا الدعاء وليس كذلك بل معنى الحديث ان الدعاء معظم العبادة لان في الدعاء اظهار العجز والاعتراف
معلوم ہوتا ہے کہ سوائے دعا کے اور کچھ عبادت ہی نہیں اور واقع میں ایوں نہیں ہے بلکہ حدیث کے معنے یہہ ہیں کہ دعا عمدہ عبادت ہے اسلئے کہ دعا میں عجز کا اظہار اور فقر کا اقرار ہوتا ہے

بالفقر والاقبال على الله تعالى والرجاء منه والاعراض عما سواه وهذه الاشياء من العبادة ويقرب من هذا المعنى
اور اللہ تعالی کی طرف توجہ اور اوسی سے امیدواری اور ماسوا سے بیزاری ہوتی ہے اور یہہ سب باتیں عبادت کی ہیں اور اسی مضمون سے ملتا ہوا ہے

ما روي عن انس انه عليه السلام قال الدعاء مخ العبادة فان مخ الشيء خالصه وروي عن ابي هريرة انه عليه السلام
جو انس روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا دعا عبادت کا مغز ہے کیونکہ مغز ہر شے میں سے خالص ہوتا ہے اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

قال من سره ان يستجيب الله دعاءه عند الشدائد فليكثر الدعاء عند الرخاء فعلى هذا ينبغي للعبد ان يواظب على
فرمایا جسکو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالی اوسکی دعا سختی مصیبت میں قبول کرے تو چاہیے کہ عیش اور آسانی میں خوب دعا کیا کرے کہ اس بیان کی موافق بندہ کو لایق ہے کہ ہمیشہ دعا مانگا
الدعاء ويكثره في حالة النعمة والرخاء لينال النجاح في حال الضيق والبلاء فان من يداوم على الدعاء في الرخاء يصير
اور نعمت اور عیش کی حالت میں زیادہ تر دعا کیا کرے تاکہ تنگی اور بلا کی وقت مخلصی حاصل ہو بیشک جو شخص عیش میں دعا کی مداومت کریگا تو وہ
من حزب الله تعالى ومن عادة العظماء ان ينصروا حزبهم عند الشدائد ثم انه اذا دعى ينبغي له ان يكون موقنا
اللہ والوں میں داخل ہو جاویگا اور عظماء کی عادت ہے کہ سختی میں اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں پھر جب یہ دعا مانگے تو اوسکو لایق ہے کہ قبولیت کا یقین کرے اسواسطے
بالاجابة لانه تعالى وعد بالاجابة قال ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ وروى عن ابي هريرة رض انه عليه السلام قال ادعوا الله وانتم
کہ اللہ تعالی قبول کرنے کا وعدہ کر چکا ہے فرمایا مجھکو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالی سے قبولیت کا یقین کرکے
موقنون بالاجابة فان الداعي اذا لم يكن موقنا بالاجابة لا يكون مستحقا في الرجاء فلا يكون رجاؤه صادقا ولا دعاؤه
دعا مانگو اسلئے کہ دعا مانگنے والا اگر قبولیت کا یقین نہیں کرتا تو مستحق امید بر آنے کا نہیں رہتا پھر اوسکی امید صادق نہیں ہوتی اور نہ اوسکی دعا
خالصا لان الرجاء هو الباعث على الطلب فاذا لم يتحقق الرجاء لا يتحقق الطلب فان قيل كيف يمكن للداعي ان يكون موقنا
خالص ہوتی ہے اسواسطے کہ امیدواری ہی طلب کی باعث ہوتی ہے پھر جب امیدواری ہی نہیں تو طلب بھی نہیں ہوگی اگر کوئی یہ اعتراض کرے کیونکر ہو سکتا ہے کہ دعا مانگنے والا اپنی
باجابة دعائه مع وقوع التخلف في الاجابة حيث يرى ان بعض الدعاء يستجاب وبعضه لا يستجاب فالجواب ان الداعي
دعا کی قبولیت کا یقین کرلے باوجودیکہ قبولیت میں خلاف واقع ہوتا ہے اسلئے کہ یہ دیکھتا ہے کہ کوئی دعا تو قبول ہو جاتی ہے اور کوئی دعا قبول نہیں ہوتی تو اسکا یہ جواب ہے کہ دعا
لا يكون محروما عن الاجابة البتة فان الاجابة المطلقة حاصلة له حيث ورد الوعد الصدق لكن امرها الى الله تعالى
مانگنے والا ہرگز قبولیت سے محروم نہیں رہتا مطلق اجابت اوسکی لئے بیشک حاصل ہوتی ہے اسواسطے کہ سچا وعدہ ہو چکا ہے لیکن اوسکا حال قبضہ الہی میں ہے.
ان يجعلها ما يشاء في اي وقت شاء فان ما سأل الداعي ان كان حصوله مقدرا في الحال يحصل في الحال وان كان
اوسکو جو چاہے اور جسوقت چاہے کردے کیونکہ سوال دعا مانگنے والے کا اگر تقدیر میں ابھی ہونیوالا ہے تو فورا ہو جاتا ہے اور اگر اوس سوال کا ہونا
حصوله مقدرا في وقت آخر يحصل في ذلك وان لم يكن مقدرا يدفع عنه من البلاء مثل ما سأل او عوضا عما سأل او
اور وقت پر منحصر ہے تو اوسوقت ہو ویگا اور اگر مقدر یعنی ہونیوالا ہی نہیں تو اوسپر سے کوئی بلا اوسکی بدلہ میں سوال کی برابر رفع ہو جاتی ہے یا اوسکو آخرت میں اوس سوال کا بدلہ
يحصل له في الآخرة من الثواب عوض ما سأل لان الدعاء عبادة والعبادة لا يكون فاعلها محروما من الثواب وقد
ثواب ملیگا اسلئے کہ دعا تو عبادت ہے اور عبادت کرنیوالا یعنی عابد ثواب سے محروم نہیں ہوتا
روى عن يزيد الرقاشي انه قال اذا كان يوم القيمة عرض الله تعالى للعبد دعوات دعى بها في الدنيا ولم يستجب له فيقول
اور یزید رقاشی سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالی بندہ کو اوسکی دعائیں دنیا میں مانگی ہوئی جو قبول نہیں ہوئی تھی دکھلاکر فرماویگا
عبدي دعوتني يوم كذا وكذا فامسكت عليك دعاءك فخذ مكان دعائك هذا ما ادخرت لك من الثواب فلا يزال العبد
اے بندہ تونے مجھسے فلانے فلانے دن یہ دعا مانگی تھی سو میں نے تیری لئے وہ دعائیں جمع کر رکھی ہیں اب تو اپنی دعا کا عوض یہ لے لے جو میں نے تیری لئے ثواب جمع کر رکھا ہے پھر
يعطى من الثواب حتى يتمنى ليته تعالى لم يقض له حاجة قط فاذا كان كذلك يلزم للداعي ان يكون موقنا في اجابة ما
اوسکو ثواب ملی جائیگا آخر کو یہ آرزو کریگا کاش کہ اللہ تعالی میری کوئی حاجت کبھی نہ روا کرتا جب دعا کا یہ حال ہے تو دعا مانگنے والے کو لازم ہے کہ بعینہ دعا کی قبولیت کا یقین کرے
ادعى به او بعوضه اما في الدنيا او في الآخرة لما روى انه عليه السلام قال ما من مسلم يدعو بدعوة ليس فيها اثم ولا
یا اوسکی بدلہ کا یا دنیا میں یا آخرت میں کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں کوئی مسلم جو ایسی دعائیں مانگے جسمیں نہ کچھ گناہ ہو اور نہ
قطيعة رحم الا اعطاه الله بها احدى ثلث اما ان يعجل له دعوته واما ان يؤخرها في الآخرة واما ان يصرف عنه من السوء
قطع رحم مگر عطا فرماویگا اوسکو اللہ تعالی ایک بات تین میں سے یا تو اوسکی دعا بعینہ فورا ہوگی یا اوسکو پیچھے رکھیگا آخرت میں اور یا اوس سے کوئی مصیبت اوسکی برابر رفع کردیگا

مثلها وفي لفظ اخر اما ان يكفر عنه من ذنوبه بقدر ما دعاه وفي حديث اخر انه عليه السلام قال ما من مسلم
اور دوسری عبارت میں اوس سی دعا کی برابر گناہ معاف ہو جاوینگی اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا نہیں کوئی مسلم
يدعو بدعاء الا اعطاه الله ما سال او كف عنه من السوء مثله ما لم يدع باثم او قطيعة رحم فالدعاء بالاثم مثل
جو کچہہ دعا مانگی مگر اوسکو اللہ تعالی جو طلب کری عطا فرماتا ہی یا اوس سی کوئی مصیبت اوسکی برابر دفع کرتا ہی جبتک کہ گناہ کی یا قطع رحم کی دعا نہ کری پہر گناہ کی دعا تو ایسی ہی
ان يقول اللهم ارزقني شرب الخمر او قتل انسان او وطي غلام او غير ذلك مما يحرم عليه فعله والدعاء بقطيعة الرحم
ہی مثلا کہی الہی مجکو پینا شراب کا یا قتل انسان کا یا وطی غلام کی میسر کر یا اور کچہہ سوا اسکی جسکا عمل اوسپر حرام ہی اور دعا قطع رحم کی مثلا
مثل ان يقول اللهم باعد بيني وبين ابي وامي او الاخ او غير ذلك فان الدعاء بهذين الوجهين لا يقبل ثم انه اذا اراد
یوں کہی الہی دور رکہہ مجکو اور میری باپ کو اور ما کو یا بہائی کو یا اور سوا اوسکی بیشک یہہ دو طرح کی دعا قبول نہیں ہوتی پہر یہہ شخص جب دعا مانگنی کا قصد کری
ان يدعو ينبغي له ان يتوب اولا عن خطايا والاثام ويرد المظالم وحقوق الانام ثم يتوضأ ويستقبل القبلة ويجثو على
تو لایق ہی کہ پہلی اپنی گناہوں اور معصیت سی توبہ کری اور مظالم اور خلقت کی حقوق ادا کری پہر وضو کرکی قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر دو زانو بیٹہی
ركبتيه ثم يرفع يديه ويدعو بالخضوع والخشوع ويساله ما دعا به ثلثا لما روي عن ابن مسعود انه عليه السلام
پہر دونو ہاتہہ اوٹہاکر نہایت انکسار اور فروتنی سی دعا مانگی اور جو کچہہ تین تین بار سوال کری اسواسطی کہ ابن مسعود سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام
كان اذا دعا دعا ثلثا واذا سال سال ثلاثا ويختار في الدعاء الجوامع والمراد بالجوامع ما كان لفظه قليلا ومعناه كثيرا
جب دعا مانگتی تو تین تین بار مانگتی اور جب سوال کرتی تین بار سوال کرتی اور دعا میں عبارت جوامع کو پسند فرماتی اور مراد جوامع کی وہ عبارت ہی جسمیں لفظ تہوڑا ہو اور
قد جمع به خير الدنيا والاخرة كما في قوله تعالى رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ويجتنب
اور معانی بہت ہوں جسمیں تمام خوبی دنیا اور آخرت کی آجاوی چنانچہ اس آیت میں ہی ای رب ہمارے دی ہمکو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا ہمکو دوزخ کی عذاب سی اور دعا میں
الاعتداء فيه والتجاوز عن الحد المشروع فالاولى ان لا يتجاوز الدعوات الماثورة كيلا يتعدى في دعائه فيسال ما لا يليق به
تعدی ہی بچی اور دور رہی یہہ کہ شرع کی حد سی باہر ہو جاوی اب اولی یہہ ہی کہ دعوات ماثورہ سی جو حدیثوں میں ہیں تجاوز نکری تاکہ دعا میں حد سی نہ بڑہی پہر ایسا
اذ ليس كل احد يحسن الدعاء وقيل ان العلماء كانوا لا يزيدون في الدعاء على سبع كلمات ويشهد لهذا اخر سورة البقرة فانه تعالى
اسواسطی کہ ہر ایک شخص اچہی دعا نہیں جان سکتا اور کہتی ہیں کہ اگلی علماء دعا کی اندر سات کلمات سی زیادہ نہیں بڑہاتی تہی اور اسکا گواہ آخر سورہ بقرہ کا ہی سو اللہ تعالی نی
لم يخبر في موضع من ادعية عباده اكثر من ذلك حيث بين فيه انهم قالوا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا
کسی مقام میں بندوں کی دعاؤں میں اس سی زیادہ نہیں بڑہایا جہاں یہہ بیان فرمایا ہی کہ اونہوں نی یہہ کہا ای رب ہمارے نہ پکڑ ہمکو اگر ہم بہولیں یا چوکیں ای رب ہمارے
وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا
اور نہ رکہہ ہمپر بوجہ جیسا رکہا تہا ہمسی اگلوں پر ای رب ہمارے اور نہ اوٹہوا ہمسی جسکی طاقت نہیں ہمکو اور درگذر کر ہمسی اور بخش ہمکو اور رحم کر ہمپر
أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ يسرنا الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه المجلس الثالث والاربعون
تو ہمارا صاحب ہی تو مدد کر ہماری قوم کافر پر ہمپر آسان کری اللہ تعالی عمل اپنی رضا کی موافق اپنی لطف سی تینتالیسویں مجلس میں

في بيان مسنونية الصلوة عند ظهور الاية المخوفة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا
بیان نماز مسنون ہونیکا وقت ظاہر ہونی نشان خوفناک کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ نی فرمایا جب تم کوئی
رايتم اية فاسجدوا هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابن عباس والمراد بالاية العلامة التي يخوف الله تعالى
خوفناک نشان دیکہو تو نماز پڑہو یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی ابن عباس کی روایت ہی اور مراد آیت سی وہ علامت ہی جسمیں اللہ تعالی اپنی بندوں کو
بها عباده والمراد بالسجود الصلوة كانه عليه السلام قال يا ايها الناس اذا رايتم علامة من الله التي يخوف الله بها عباده
ڈراتا ہی اور سجود سی مراد نماز ہی گویا نبی علیہ السلام نی فرمایا ای لوگو جب تم کوئی سی علامت دیکہو علامات میں سی جس سی اللہ تعالی اپنی بندوں کو ڈراتا ہی

بها عباده فقوموا الی الصلوة نعنی هذا اذا ظهر علامة من العلامات المخوفة کالکسوف والخسوف والزلازل والصواعق
اپنی بندوں کو ڈراتا ہی تو تم نماز میں مصروف ہو جاؤ اس مضمون کی موافق جب کوئی علامت خوفناک پیدا ہووی جیسی سورج گہن اور چاند گہن اور بھونچال اور بجلی کا گرنا
والامطار الدائمة والریاح الشدیدة والظلمة الهائلة بالنهار والضوء الهائل باللیل وعموم الامراض والخوف الغالب
اور متصل بارش اور سخت اندھیاں اور دن میں اندھیرا ہولناک اور رات کو روشنی ہولناک اور عام بیماریاں اور دشمن کا قوی
من العدو ونحو ذلک من الاهوال والافزاع ینبغی للناس ان یقوموا الی الصلوة ویصلون ان شاؤا رکعتین
خوف اور مانند اسکی اور ہول اور خوف تو لوگوں کو یہ چاہی کہ نماز میں مشغول ہو جاویں اور چاہیں تو دو رکعت پڑھیں
وان شاؤا اربعا لان کل ذلک من الآیات المخوفة التی یخوف الله تعالی به عباده کما قال تعالی وما نرسل
اور چاہیں چار رکعت پڑھیں کیونکہ یہ تمام نشان خوفناک ہیں جن سی اللہ تعالی اپنی بندوں کو ڈراتا ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور نشانیاں جو ہم
بالآیت الا تخویفا وقد روی انه علیه السلام قال اذا رایتم شیئا من هذه الافزاع فافزعوا الی الصلوة فانه
بھیجتی ہیں سو ڈرانی کو اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب تم انہیں سی کوئی شئ خوفناک کی دیکھو تو نماز پڑھنی لگو اسلئی کہ
علیه السلام کان اذا حزنه امر فزع الی الصلوة وعند ظهور علامة من علامات العقوبات کان یامر
نبی علیہ السلام کو جب کسی باب میں حزن پیدا ہوتا تو نماز شروع کردیتی اور ہر وقت پیدا ہونی کسی نشان کی عذاب کی نشانیوں میں سی نماز کا حکم دیتی
بالصلوة والدعاء والاستغفار ویشتغل بها حتی ینکشف ذلک عن الناس لانه تعالی قد یرسل علامة من علامات
اور دعا مانگنی اور توبہ کرنیکا امر فرماتی اور آپ بہی اوسمیں مشغول رہتی یہاں تک کہ لوگوں کی سر پر سی وہ نشان ٹل جاتا اسواسطی کہ اللہ تعالی بعضی دفعہ علامات عذاب میں سی
العذاب یخوف بها عباده لیتوبوا الیه ویتضرعوا الیه وعلم من هذا کله ان علامة من علامات العذاب اذا
کوئی نشانی پیدا کرتا ہی اور اپنی بندوں کو اوس سی ڈراتا ہی تاکہ اوسکی طرف رجوع کر کر انکسار کریں اس تمام بیان سی معلوم ہوا کہ علامات عذاب میں سی جب کوئی علامت پیدا ہووی
ظهرت فالمشروع الاشتغال بالتوبة والاستغفار وبما یرجی ان یرفع به العذاب المخوف من اعمال البر والتقوی
تو توبہ اور استغفار میں اور ان اعمال میں مشغول ہونا مشروع ہی جسمیں توقع عذاب ہولناک کی دفع ہونیکی ہو یعنی اعمال نیک اور پرہیزگاری
فان کل ذلک من اعظم ما یستدفع به البلاء واما الاشتغال بالمعاصی والملاهی فلا یمنع زوال البلاء بل
بیشک یہ تمام واسطی دفع کرنی بلا کی بڑا ہی علاج ہی اور مشغول معاصی اور لہو لعب کا سو اس سی بلا نہیں ٹلتی بلکہ بلا کی
یقوی وقوعه کما یدل علیه قوله تعالی وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم وقد روی ان بعض
آمدنی اور زور پکڑتی ہی چنانچہ اس آیت سی ثابت ہی اور جو پڑی تمپر کوئی مصیبت سو بدلہ اوسکا جو کمایا تمہاری ہاتھوں نی اور روایت ہی کہ کسی ایک
الصالحین قد شکی الیه عن بلاء وقع فیه الناس فقال ما اری ما انتم فیه من البلاء الا بشوم المعاصی فالعاصی
صالح مرد کی پاس عام بلا کی شکایت گذری جسمیں تمام خلقت مبتلا تہی سو اوس صالح مرد نی فرمایا میں اس بلا کو بجز نحوست تمہاری گناہوں کی نہیں جانتا پس گناہگار آدمی
مشوم علی نفسه وعلی غیره انه لا یؤمن ان ینزل علیه العذاب فیعم الناس خصوصا من لم ینکر علیه لان النهی
منحوس ہوتا ہی اپنی جان پر اور غیروں پر اسلئی کہ یہ بچاؤ کہاں ہی کہ اوسپر عذاب نازل ہو کر سب خلقت پہ پہیل جاوی خاص اون لوگوں پہ جو اوسکی عمل کو ناپسند نہیں کرتی
عن المنکر واجب فاذا ترکه الناس یکون جمیعهم مستحقین العذاب کما روی عن جریر بن عبد الله رض انه علیه السلام
اسواسطی کہ بدیات کی مخالفت واجب ہی جب اس وجوب کو لوگوں نی ترک کیا تو سب ہی سزاوار عذاب کی ہونگی چنانچہ جریر بن عبد اللہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی
قال ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیهم بالمعاصی وهم یقدرون علی ان یغیروا علیه ولا یغیرون الا اصابهم
فرمایا نہیں کوئی شخص کہ ایک قوم میں رہکر معاصی کیا کری اور حال یہ ہی کہ اونکو یہ قدرت ہی کہ منع کردیں پہ منع نہیں کرتی مگر اون سب پر
منه بعقاب قبل ان یموتوا وفی حدیث آخر انه علیه السلام قال ان الله تعالی لا یعذب العامة بذنوب الخاصة
جیتی جی عذاب آویگا اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا بیشک اللہ تعالی بعض بعض کی گناہوں سی تمام خلقت کو عذاب نہیں کرتا

حتى يروا المنكر بين اظهرهم وهم قادرون على ان ينكروه فلا ينكرونه فاذا فعلوا ذلك عذب الله العامة
جبتک وہ خلقت امر بد کو اپنی سامنی نہ دیکھیں اور وہ اسپر قدرت رکھتی ہوں کہ منع کریں اسکو پھر منع نکریں جب وہ ایسا کرتی ہیں تو پھر اللہ تعالی عوام

والخاصة فان المنكر اذا ظهر بين الناس يجب على كل من يراه ان يغيروه فان لم يغيروا فكلهم عاص بعضهم
و خواص سبکو عذاب کرتا ہی اسلئی کہ کار بد جب سب کی سامنی ہونی لگی تو جو کوئی دیکھی اس سب پر واجب ہے کہ منع کری اگر منع نکرینگی تو پھر سب کی سب گنہگار ہیں

بفعله وبعضهم برضاه وقد جعل الله تعالى بحكمه وحكمته الراضي بمنزلة العاصي ولهذا قال الله تعالى واتقوا
بعضی تو عمل کر کر اور بعضی پسند کر کر اور اللہ تعالی نی اپنی حکم اور حکمت سی پسند کرنیوالیکو برابر گنہگار کی ٹہرایا ہے اسیلئی اللہ تعالی نی فرمایا ہے اور بچتے رہو

فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة قال ابن عباس رض في تفسير هذه الاية امر الله المؤمنين ان لا يقروا
اوس فساد سی کہ نہ پڑیگا تم میں سی ظالموں ہی پر چنکر ابن عباس اس آیت کی تفسیر میں کہتی ہیں بیشک اللہ تعالی مسلمانونکو امر کرتا ہی کہ کام منکر کو

منكرا بين اظهرهم فيعمهم العذاب فانظروا الى العاقل ان عاقر الناقة كان واحدا من قوم صالح النبي عليه السلام
اپنی سامنی ٹہرنی دیں پھر سب پر عذاب آویگا سوای عقلمند دیکھو تو حضرت صالح پیغمبر علیه السلام کی اونٹنی کا کاٹنیوالا انکا قوم میں سی ایک ہی تہا

كما اخبر الله به حيث قال فنادوا صاحبهم فتعاطى فعقر وتسعة ثمانية فكانوا تسعة كما بينه الله حيث قال
چنانچہ اللہ تعالی اسکی خبر اس آیت میں دیتا ہی پھر پکاری اپنی رفیق کو پھر ہاتھ چلایا اور کاٹا پھر اوسکی ساتھ آٹھ آدمی ہوگئی اور وہ کل نو ہو گئی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی

وكان في المدينة تسعة رهط يفسدون في الارض ولا يصلحون فانزل الله تعالى العذاب على قوم صالح النبي عليه السلام
اور تہی اوس شہر میں نو شخص خرابی کرتی ملک میں اور سنوار نکرتی پھر اللہ تعالی نی حضرت صالح نبی علیه السلام کی قوم پر عذاب اوتارکر

واهلكهم وشمل الاصاغر والبهائم من العذاب ما شمل الاكابر حين لم ينهوا عاقر الناقة عن عقرها وكذلك في سائر الامم
ہلاک کیا اور بچوں اور جانوروں پر وہی عذاب آیا جو بڑوں پر آیا تہا جب انہوں نی اونٹنی کی قاتل کو قتل سی منع نکیا اور ایسی ہی تمام امتوں میں معذب

المهلكة شمل العذاب صغارهم وكبارهم ونساءهم وحيواناتهم ولهذا كان الله تعالى يامر الانبياء عليهم السلام ان يخرجوا
کرادنکی بچوں اور بڑوں اور عورتوں اور جانوروں پر عذاب آگیا اور اسیلئی اللہ تعالی انبیا علیہم السلام کو امر فرماتا کہ مسلمانوں کو ساتھ لیکر

مع المؤمنين من بين قومهم قبل نزول العذاب مع كون القدرة صالحة لانجائهم وان قعدوا في اماكنهم لكن لا تبديل
اپنی قوم میں سی عذاب کی آنی سی پہلی باہر چلی جاویں باوجودیکہ اونکی بچالینی کی قدرت ہی اگرچہ وہ اپنی مکانوں میں بیٹھی رہیں لیکن عادات الہی میں تبدیل نہیں ہوتا

لسنة الله تعالى وقد كان من قاعدة العذاب انه اذا نزل بقوم يعم المستحق وغيرهم ثم يبعثون على نياتهم كما جاء
اور قاعدہ عذاب کا یوں ہی جاری تہا کہ جب کسی قوم پر نازل ہوتا تو مستحق وغیرہ سب پر عام ہوجاتا تہا پھر ہر ایک اپنی نیت پر اوٹہینگی چنانچہ

في الصحيحين عن عبد الله بن عمر رض انه عليه السلام قال اذا انزل الله بقوم عذابا اصاب من كان فيهم ثم يبعثون
صحیح بخاری اور مسلم میں عبد اللہ بن عمر رض کی روایت سی آیا ہی کہ نبی علیه السلام نی فرمایا جب اللہ تعالی کسی قوم پر عذاب بھیجتا ہی تو جو لوگ ان میں ہوتی ہیں

على نياتهم وروى عن مالك بن دينار رح انه قرأ هذه الاية وكان في المدينة تسعة رهط يفسدون في الارض
سب پر آتا ہی پھر اپنی اپنی نیتوں پر اوٹہائی جاتی ہیں اور مالک بن دینار سی روایت ہی کہ اونہوں نی یہ آیت پڑہی اور تہی اوس شہر میں نو شخص خرابی کرتی ملک میں

ولا يصلحون قال فكم اليوم في كل محلة وكل جماعة من يفسد في الارض ولا يصلح مع انه تعالى فليحذر الذين يخالفون
اور اصلاح نکرتی فرمایا آج ہر ہر محلہ اور ہر ہر جماعت میں کتنی ہیں جو ملک میں خرابی کرتی ہیں اور اصلاح نہیں کرتی باوجودیکہ اللہ تعالی فرماتا ہی سو ڈرتی

عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم وقد روى عن ام سلمة رض انها قالت سمعت رسول الله صلى
رہیں جو لوگ خلاف کرتی ہیں اوسکی حکم کا کہ پڑی اونپر کچھ خرابی یا پہنچی اونکو دکھ کی مار اور ام سلمہ رض سی روایت ہی کہ وہ کہتی ہیں میں نی سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

الله عليه وسلم يقول اذا ظهرت المعاصي في امتي عمهم الله بعذاب من عنده فقلت يا رسول الله اما فيهم
وسلم سی سنا کہ فرماتی تہی جب میری امت میں معاصی ظاہر ہونی لگی تو اللہ تعالی کی پاس سی سب پر عذاب آویگا میں نی عرض کیا یا رسول اللہ کیا اوس امت میں

الناس صالحون قال بلى قلت كيف يصنعون قال يصيبهم ما اصاب الناس ثم يصيرون الى

مغفرة الله ورضوانه والظاهر من هذا الحديث ان المؤمن اذا انكر بقدر استطاعته فهلاكه

لذنكيره يكون عذابا في الدنيا دون الآخرة ويدل ايضا ما روي عن عائشة رضي الله عنها قالت يا رسول الله

ان الله تعالى اذا انزل سطوته باهل الارض وفيهم صالحون ايهلكون بهلاكهم فقال يا عائشة ان

الله تعالى اذا انزل سطوته باهل نقمته وفيهم صالحون فيصيبون معهم ثم يبعثون على نياتهم والمرء

لا يبقى صالحا الا اذا انكر بقدر وسعه واما من داهن ولم ينكر مع استطاعته يصير من الفاسقين

لا من الصالحين وقد ضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم للمداهن في حدود الله والواقع فيها مثلا

فقال عليه السلام مثل المداهن في حدود الله تعالى والواقع فيها مثل قوم استهموا سفينة فصار بعضهم

في اسفلها وصار بعضهم في اعلاها فكان الذي في اسفلها يمر بالماء على الذين في اعلاها فتاذوا به فاخذ فاسا

فجعل ينقر اسفل السفينة فاتوه فقالوا مالك فقال تأذيتم بي ولا بد لي من الماء فان اخذوا على يديه انجوه وانجوا انفسهم

وان تركوه اهلكوه واهلكوا انفسهم فانه عليه السلام قد ادرج في تمثيله هذا جملة من الفوائد منها ان الدين

كالسفينة فانها السفينة كما تكون سبب النجاة في الدنيا كذلك الدين يكون سبب النجاة في الآخرة ومنها ان

سكوت اهل السفينة عن زيد ان ينقر كما يكون سبب هلاكهم في الدنيا كذلك سكوت المسلمين عن الفاسق

وعدم الانكار عليه يكون سبب هلاكهم في الدنيا والآخرة ومنها ان قول الناقر انما انقر فيما يختص بي كما لا ينجي

من كان في السفينة من الهلاك كذلك لا ينجي المؤمنين من الاثم والعقوبة قول الجاني انما اجني على ديني لا على

دينكم عليكم انفسكم ما تريدون مني لي عملي ولكم عملكم كل شاة تعلق بعرقوبها ونحو هذه الكلمات التي تجري

على السنة العوام الذين لا يعلمون ان شوم فعله وسوء عاقبته فساده يشمل الجميع ومنها ان قيام اهل السفينة
کی زبان پر گذرتی ہیں جو یہہ نہیں جانتے کہ نحوست اوسکی عمل کی اور انجام بد اوسکی فساد کا سب پر آتا ہی اور ایک یہہ ہی کہ اہل سفینہ کا کھڑا ہوکر

ومنع من يريد خرقها كما يكون سبب النجاة جميع اهل السفينة من الغرق كذلك قيام اهل الدين ومنع المنكر
کشتی توڑنیوالی کو منع کرنا جیسا تمام اہل سفینہ کو ڈوبنی سی بچاتا ہی ایسی ہی دینداروں کا مستعد ہوکر کھڑا ہونا اور منکر سی روکنا

يكون سبب النجاة جميع المسلمين من الاثم والعقوبة ومنها ان خرق السفينة كما لا يقدم عليه الا من هو احمق
گناہ اور عقوبت سی تمام مسلمانوں کی نجات کا سبب ہوتا ہی اور ایک یہہ ہی کہ کشتی کا توڑنا جیسے وہ ہی شخص اختیار کرتا ہی جو اتنا احمق ہو

يستحسن ما هو قبيح في الحقيقة ولا يعلم هلاكه كذلك لا يقدم على المعصية الا من يستحسنها ولا يعلم ما فيها
کی اچھا بد امور کو نیک سمجھی اور ڈوبنی سی واقف نہو ایسی ہی معصیت کو وہ ہی شخص اختیار کرتا ہی جو اوسکو نیک سمجھی اور یہہ نجانی کہ اسمیں

من عظيم الاثم واليم العقاب اذ لو علم يقينا انه بمعصيته يفعل في دينه من الضرر ما يفعله خارق السفينة لما
کتنا بڑا گناہ اور کیسا سخت عذاب ہی کیونکہ اگر یقیناً یہہ جانتا کہ معصیت میری دین کو ایسا نقصان کرتی ہی جیسی کشتی کا توڑنیوالا کرتا ہی تو معصیت کو کبھی

اقدم عليها ابدا ومنها ان واحدا من اهل السفينة اذا انكر على الذي يريد خرقها واعترض عليه واحد منهم
اختیار نکرتا اور ایک یہہ ہی کہ کوئی اہل سفینہ میں سی جب اوس کشتی توڑنیوالیکو تنبیہ کری اب اگر کوئی اور شخص اونمیں سی اسپر یہہ اعتراض کری کہ تجھی کیا کام

فان ذلك المعترض كما ينسب الى الحمق وقلة العقل وعدم العلم بعاقبة هذا الفعل من جهة كون المانع من
تو بیشک یہہ اعتراض کرنیوالا جیسے احمق اور بیوقوف اور اس حرکت کی انجام سی نادان کہلاویگا اسواسطی کہ روکنی والا

الخرق ساعيا في نجاة المعترض وغيره من الهلاك كذلك من يعترض على من يغير المنكر لا يعترض عليه الا
کشتی کی توڑنی سی معترض وغیرہ کو ہلاک ہونی سی بچاتا ہی ایسی ہی جو شخص اوسپر اعتراض کری جو منکرات سی منع کرتا ہی تو وہ اعتراض

من عظيم حمقه وقلة عقله وعدم علمه بعاقبة المعصية وشومها فان من يغير المنكر يكون قائما باسقاط الفرض
بڑی حماقت اور بی وقوفی اور معصیت کی انجام اور نحوست کی نادانی سی ہی بیشک جو شخص منکرات کو روکتا ہی تو وہ واسطی اداکرنی فرض کی

المتوجه على المعترض وغيره وساعيا في نجاتهم من الاثم وخلاصهم من العقوبة ومنها ان اهل السفينة اذا سكتوا
جو معترض وغیرہ پر آئی کوشش کرتا ہی اور اونکو خلاصی بچانی اور عقاب سی چہوڑانی میں سعی کرتا ہی اور ایک یہہ ہی کہ کشتی والی اگر توڑنیوالی سی

عمن يريد خرقها ولم يمنعوه فانهم كما يكونون سواء في الهلاك معه ولا يميز الخارق من غيره ولا الصالح من الطالح كذلك
چشم پوشی کرینگی اور اوسکو منع نہ کرینگی تو یہہ سب جس حال میں ہونگی اوسکی ساتھ ڈوبنی میں برابر ہونگی اور یہہ نہ معلوم ہوگا انمیں توڑنیوالا کونسا ہی اور نہ یہہ کہ نیکوکار کونسا

اهل الاسلام اذا سكتوا عن تغيير المنكر يعمهم العذاب ولا يميز بين مرتكبه الاثم وغيره ولا بين الصالح منهم وغيره
ہی اور بدکار کونسا ایسی ہی اہل اسلام جب منکرات کی روکنی میں چشم پوشی کرینگی تو سب پر عذاب آویگا یہہ پہچان ہوگی منکر کا عمل کرنیوالا کونسا ہی اور صاف کونسا ہی اور نہ

ولذلك قال النبي عليه السلام لا تزال لا اله الا الله ينفع من قالها وترد عنهم العذاب والنقمة ما لم يستخفوا بحقها
پہچان نیکوکار اور بدکار کی اسیواسطی نبی علیہ السلام نی فرمایا کلمہ لا اله الا الله جو اسی پڑھیگا ہمیشہ فائدہ دیتا رہیگا اور اونپر سی عذاب اور قہر کو ہٹاتا رہیگا جبتک اوسکی حق کو ضعیف

قالوا يا رسول الله وما الاستخفاف بحقها قال يظهر العمل بمعاصي الله تعالى فلا ينكر ولا يغير فانه عليه الصلوة والسلام
عرض کیا یا رسول اللہ اوسکا حق کیونکر ضعیف ہوتا ہی فرمایا جب اعمال بد ظاہر ہونی لگیں پہر نہ کوئی اوسکو ناپسند کری اور نہ کوئی بند کری بیشک نبی علیہ السلام نی

اخبر في هذا الحديث ان ترك الانكار والتغيير يكون استخفافا بكلمة التوحيد فلا يرد العذاب عن الناطقين بها
اس حدیث میں ارشاد فرمایا کہ انکار اور تغیر کی ترک کرنی میں کلمہ توحید کی خفت ہوتی ہی سو کلمہ پڑہنی والوں پرسی عذاب کو دفع نہیں کریگا

لكن ينبغي ان يعلم ان الفعل الذي يجب انكاره يشترط ان يكون منكرا سواء كان من الصغائر او من الكبائر ان وجوب
پر یہہ بہی یاد رکہنا چاہیی کہ جس کام سی انکار کرنا واجب ہی تو اوسمیں شرط یہہ ہی کہ وہ مذموم ہو پہر برابر ہی صغیرہ ہو یا کبیرہ اسواسطی کہ وجوب

الانكار لا يختص بالكبائر بل يعم الصغائر ايضا ولا يشترط في كونه منكرا ان يكون معصية فان من راى صبيا او
انكار کا کچھ کبایر ہی سی خاص نہیں ہی بلکہ صغایر سی بھی چاہیئی اور منکر ہونی میں یہہ شرط نہیں ہی کہ معصیت ہو اگر کیونکہ جو شخص نابالغ لڑکی یا

مجنونا يشرب الخمر فعليه ان يريق خمره ويمنعه من الشرب وكذا لو راى واحدا منهما يفعل شيئا من المنكرات
باولی کو شراب پیتا دیکھی تو اوسکو لازم ہی کہ شراب کبندا اوی اور پینی سی منع کردی اور ایسی ہی اگر کسیکو اونمین سی کوئی منکر عمل کرتی ہوئی دیکھی

يجب عليه ان يمنعه وليس هذا المنع لكون فعلهما معصية اذ لا يسمى فعلهما معصية بل لكونه منكرا ومنهيا
تو اوسکو واجب ہی کہ منع کری اور یہہ ممانعت اسلئی نہیں ہی کہ وہ اونکی حق میں معصیت ہی اسواسطی کہ نابالغ اور باولی کی اعمال معصیت نہیں ہوتی بلکہ اسلئی کہ منکر ہی اور

ينبغي ان يعلم ايضا ان تغيير المنكر لا يختص بالحاكم ولا يتوقف على اذنهم بل يجب على كل احد بحسب استطاعته
یہہ بھی یاد رکہنی کی بات ہی کہ منہیات سی روکنا صرف حاکمون سی خصوصیت نہیں رکہتا اور نہ اونکی اجازت پر موقوف ہی بلکہ ہر ایک پر اوسکی طاقت کی موافق واجب ہی

وان لم يكن ماذونا من جهتهم سواء كان رجلا او امراة او حرا او عبدا كما عليه الاجماع لما روى عن ابي سعيد الخدري رض
اگرچہ حاکمون کی طرف سی مامور نہو برابر ہی کہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام چنانچہ اسی پر امت کا اجماع ہوا ہی اسواسطی کہ ابو سعید خدری سی روایت ہی

انه عليه السلام قال من راى منكم منكرا فليغيره بيده وان لم يستطع فبلسانه وان لم يستطع فبقلبه
کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو کوئی تم میں سی منکر کو دیکھی تو چاہیئی کہ ہاتہہ سی روک دی اور اگر یہہ طاقت نہو تو زبان سی روکی اور اگر یہہ بھی طاقت نہو تو دل ہی سی برا سمجھی

وذلك اضعف الايمان فقوله عليه السلام فليغيره امر ايجاب بالاجماع وقوله من راى منكم عام يشمل الوجوب
اور یہہ ادنی ایمان ہی پس ارشاد علیہ السلام کا چاہیئی کہ روک دی بالاجماع امر ایجاب کی لئی ہی اور آپ کا قول جو کوئی تم میں سی دیکھی عام ہی تمام امت پر واجب ہوتا ہی

جميع الامة لكن قوله تعالى وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ يدل على
پر یہہ آیت اور چاہیئی کہ رہی تم میں ایک جماعت بلاتی نیک کام پر اور حکم کرتی پسند بات کو اور منع کرتی ناپسند کو یہہ دلالت کرتی ہی کہ

انه فرض كفاية وفرض الكفاية اهم من فرض العين والاشتغال به افضل من الاشتغال بفرض العين لان
فرض کفایہ ہی اور فرض کفایہ کا اہتمام فرض عین سی زیادہ ہوتا ہی اور فرض کفایہ میں مشغول رہنا فرض عین کی شغل سی افضل ہوتا ہی اسواسطی

من يترك فرض العين يختص هو بالاثم ومن يفعله يختص هو باسقاط الفرض عن نفسه واما فرض الكفاية
کہ جو شخص فرض عین کو ترک کریگا تو وہ ہی ایک گنہگار ہوگا اور جو شخص فرض عین کو ادا کریگا تو صرف اپنی ذمہ کا فرض ادا کریگا اور فرض کفایہ

فلو ترك ياثم الجميع ولو فعل يسقط الاثم عن الجميع ففاعله ساع في صيانة جميع الامة عن الاثم ولا شك ان من قام
اگر ترک کریگا تو تمام امت گنہگار رہوگی اور اگر فرض کفایہ ادا کریگا تو تمام امت گنہ سی بچیگی پس فرض کفایہ کا ادا کرنیوالا تمام امت کو گناہ سی بچانی میں سعی کرتا ہی اور بیشک جو شخص

مقام جميع المسلمين في اقامة مهم من مهمات الدين يكون افضل ولذلك قال النبي عليه السلام من امر بالمعروف و
ضروری امر دینی کی قایم کرنی میں تمام مسلمانون کا قایم مقام ہووی وہ بہت بہتر ہی اسی واسطی نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص نیک کار سکہاوی اور

نهى عن المنكر فهو خليفة الله تعالى في ارضه وخليفة كتابه ورسوله وانما كان كذلك لان الانبياء ما بعثوا
بد کار سی روکی پس وہ زمین میں اللہ تعالی کا اور اوسکی کتاب اور رسول کا خلیفہ ہی اور یہہ خلافت اسلئی ہی کہ انبیاء علیہم السلام اسی واسطی مبعوث ہوئی ہین

الا للامر بالمعروف والنهي عن المنكر وذلك وظيفتهم التي جاءوا بها فمن تبعهم فيها وامر ونهى يكون نائبا عنهم في هذا
کہ نیک کار سکہاوین اور بد کار سی روکین اور یہہ ہی اونکا وظیفہ ہی جو لانی ہین آپ اس باب مین جو اونکا پیرو ہو کر نیک کار سکہاوی اور بد کار سی روکی وہ ہی

الامر العظيم وتلي منزلته منزلتهم في هذا الخطب الجسيم سواء كان حاكما او ماذونا من جهته او غير ماذون ثم من
اس امر عظیم میں اونکا نائب ہوویگا اور اسکا رتبہ اس کار معظم میں اونکی رتبہ سی تشبیہ پاویگا برابر ہی کہ وہ حاکم ہو یا حاکم کی طرف سی متعین ہو یا غیر متعین ان جو شخص

كان حاكما او ماذونا من جهته يتعين عليه ذلك ويكون له من اقامة الحدود والتعزير ما ليس لغيرهم من المسلمين
حاکم ہو یا حاکم کی طرف سی متعین ہو تو اوسکا یہہ ذمہ ہی اور اوسکو بسبب انتظام حدود اور تعزیر کی اتنا ثواب ہوگا جو اور کسی مسلم کو نہو گا

واذا اهمل فعلى كل مسلم ان يامر بالمعروف وينهى عن المنكر بمقدار طاقته ثم ان كان الوالي راضيا به فبها وان لم

اور جب وہ سستی کرے تو پھر ہر ایک مسلمان کو لازم ہے کہ امر بالمعروف اور منکر سے ممانعت اپنی مقدور موافق کیا کرے پھر اگر حاکم اسپر خوش ہو تو کیا بات ہے اور اگر

يكن راضيا بل كان ساخطا فسخطه منكر يجب الانكار عليه لان العلماء قد فهموا من العمومات الواردة في الامر

راضی نہو بلکہ ناخوش ہو تو اوسکی ناخوشی بھی منکر ہے اس سے بھی انکار چاہیے اسواسطے کہ علماء اون عمومات سے جو در باب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وارد ہیں

بالمعروف والنهي عن المنكر دخول الامراء والسلاطين تحت تلك العمومات فكيف يحتاج الى اذنهم في الانكار عليهم

یہی سمجھتے ہیں کہ امراء اور سلاطین ان عمومات کی تلے داخل ہیں پھر اونکی اجازت اونکی عمل پر انکار کرنے مین کیا حاجت ہے اور سلف کی عادت تھی

وقد كان من عادات السلف الانكار على الامراء والسلاطين كما روي ان المامون بن هارون الرشيد بلغه ان رجلا

تنبیہ کرنا امراء اور سلاطین کا مقرر تھا چنانچہ روایت ہے کہ مامون بن ہارون رشید نے یہہ سنا کہ ایک شخص

يمشي في الناس ويامرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ولم يكن مامورا بذلك من عنده فامر ان يدخل عليه فلما قام بين

لوگون مین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا پھرتا ہے اور مامون کی طرف سے اوسکو یہہ حکم نتھا سو مامون نے اوسکو طلب کیا جب وہ سامنے آکر کھڑا ہوا

يديه قال بلغني انك رايت نفسك اهلا للامر بالمعروف والنهي عن المنكر وكان المامون جالسا على كرسيه ينظر

تو مامون نے کہا مینے سنا ہے تو اپنے تئین لایق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی سمجھتا ہے اور مامون کرسی پر بیٹھا ہوا کتاب کا مطالعہ کرتا تھا

في كتاب فغفل فوقع منه الكتاب فصار تحت قدمه من حيث لا يشعر فقال له الرجل ارفع قدمك عن اسماء الله ثم

سو ایسا بیحواس ہوا کہ کتاب اوسکی ہاتہہ سے گرکر پاؤن کی تلے آگئی ایسا کہ مطلق اوسکو خبر نہوئی تو اوس شخص نے کہا اللہ کی نام پر سے اپنا پانو اوٹھالے پہر

قل ما شئت ولم يفهم المامون مراده فقال ماذا تقول حتى اعاده ثلثا ولم يفهم فقال هل ترفع ام تاذن لي حتى ارفع

جو چاہے سو کہنا مامون اوسکی مراد کو نہ سمجھا کہا تو کیا کہتا ہے اسنے اوس شخص نے تین بار یہہ ہی کہا پر وہ نہ سمجھا پہر اوس شخص نے کہا کہ تو اوٹھاتا ہے یا مجھے اجازت دیتا ہے کہ مین

فقال ذنت فلما توجه الرجل الى الرفع نظر المامون فراى الكتاب تحت قدمه واخذه وقبله ثم عاد وقال لم تامر بالمعروف

اوٹھا دون مامون نے کہا مینے اجازت دی جب وہ شخص اوٹھانے کو جھکا تو مامون نے دیکھا کہ کتاب پاؤن تلے آگئی ہے پھر اوس نے اوٹھا کر چوم لی پھر وہی کہنے لگا کہ تو کیون امر بالمعروف

وتنهى عن المنكر وقد جعل الله ذلك الينا ونحن من الذين قال الله تعالى فيهم اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ

اور نہی عن المنکر کرتا ہے یہہ کار تو اللہ تعالی نے ہمکو دیا ہے اور ہم لوگ ہین جنکی حق مین اللہ تعالی فرماتا ہے وہ کہ اگر ہم اونکو مقدور دین ملک مین کھڑی کرین نماز

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ فقال رجل صدقت يا امير انت كما وصفت نفسك من السلطان والتمكن

اور دین زکوۃ اور حکم کرین بھلی کام کا اور منع کرین بری سے تب اوس شخص نے کہا امیر المومنین تو سچا ہے جیسا اپنا وصف بیان کرتا صاحب سلطنت اور صاحب مکنت ہے

غير انا اعوانك واولياءك فيه لا ينكر ذلك الا من لا يعرف كتاب الله تعالى وسنة رسوله اما الكتاب فقوله تعالى

ہم تمہاری اس باب مین مددگار اور ساتھی ہین اس امر کا وہی انکار کرتا ہے جو اللہ تعالی کی کتاب اور اوسکی رسول کی حدیث کو نہین جانتا قرآن مین یہہ آیت ہے

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۤءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ واما السنة فقوله عليه السلام

اور ایمان والے مرد اور عورتین ایک دوسری کی مددگار ہین سکہاتی ہین نیک بات اور منع کرتی ہین بری سے اور حدیث علیہ السلام کا یہہ ارشاد ہے

المؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا وهذا كتاب الله وسنة رسوله فان انقدت لهما شكرت لمن اعانك بحرمة منهما

مسلمان ملکر مثال عمارت کی ایک دوسری مین گتھی ہوئی ہین یہہ ہے کتاب اللہ کی اور حدیث اللہ کی رسول کی پس اگر قران دونو کا مطیع ہے تو اپنی مددگار کا شکر گذار ہوگا انہین کی حرمت سے

وان لم تنقد لهما لزمك منهما فان الذي اليه امرك وبيده عزك قد شرط ان لا يضيع اجر من احسن عملا فقل الان ما

اور اگر تو ان دونون کا مطیع نہین ہے تو ان دونون کا وبال تیری سر ہے بیشک جسکی طرف تیرا مال ہے اور جسکی ہاتہہ مین تیری عزت ہے اوسنے شرط کی ہے کہ نیکو کار کا اجر ضایع نہین کرتا اب جو

شئت فتعجب المامون من كلامه وسر به وقال مثلك يليق ان يامر بالمعروف وينهى عن المنكر فامض على ما كنت عليه

چاہے سو کہو پہر مامون کو اوسکی کلام سے تعجب آیا اور اوس سے خوش ہو کر کہا تجھ سے شخص کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لایق ہے جا اپنا وہی کام کئے جا

فاسمع

فاستمر الرجل علی ذلک وقد جری کثیر من ذلک الجماعۃ من السلف وقالوا لیس من مقتضی رحمۃ اهل المعاصی ترک
سو وہ شخص اوسی حال پر رہا اور ایسی بہت لوگ سلف میں گذری ہیں وہ یہہ کہتی ہیں گنہگاروں پر رحمت کا مقتضی یہہ نہیں کہ اونکو منع نہ کری
الانکار علیهم وعدم التعرض لهم بل من کمال الرحمۃ لهم الانکار علیهم وردهم الی منهج القویم والصراط المستقیم فان المؤمن
اور اونکی حال سی متعرض نہو بلکہ اونکی حال پر بڑی رحمت یہہ ہی کہ اونکو منع کرتا رہی اور اونکو روککر شاہ راہ استوار اور طریق راست پر لاوی کیونکہ ایمان والا
اذا سمع باسیر من اساری المسلمین فی ارض العدو یرحمه ویبذل ماله ونفسه فی تخلیصه فکیف لا یجتهد فی تخلیص
جب سنتا ہی کہ کوئی شخص مسلمان دشمن کی ملک میں قید ہو گیا ہی تو اوسپر رحمت کرتا ہی اور اپنا مال اور جان اوسکی چھڑانی میں لگاتا ہی پھر اپنی بھائی مسلمان کی چھڑانی اور بچانی میں
اخیه المسلم وانقاذه اذا رآه اسیر نفسه وشیطانه وهما اعدی عدوه فان اعرض عنه وترک اسیرهما
کیونکر سعی نہ کریگا جب اوسکو نفس اور شیطان کا قیدی دیکھتا ہی اور یہہ دونو سب سی بڑی دشمن ہیں اب جو اس سی بی پروائی کری اور مسلم کو نفس اور شیطان کی قید میں
فذلک من جهله فان المؤمن بانقاذ اسیر من ید عدوه الاصغر یکون ثوابه ما ذکره الله تعالی فی کتابه بقوله
قید رہنی دی یہہ اوسکی جہالت ہی کیونکہ مؤمن کو چھوٹی سی دشمن کی ہاتہ سی قیدی کی چھڑانی میں تو یہہ ثواب ہوتا ہی جسکا اللہ تعالی اپنی کتاب میں یہہ ذکر کرتا ہی
وَمَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا فما ظنک بمن انقذ اسیر المعاصی من ید عدوه الاکبر وقد اقام العلماء
اور جسنی جلائی ایک جان تو گویا جلایا سب لوگوں کو پھر تیرا خیال کہ ہر ہا اوسکی حق میں جو معاصی کی قیدی کو بڑی دشمن کی ہاتہ سی خلاصی دی اور بیشک علماء نی
الامر بالمعروف والنهی عن المنکر مقام جهاد لان منع المسلمین من المعاصی التی تقضی الی دخول النار افضل
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو قایم مقام جہاد کا ٹھرایا ہی اسواسطی کہ مسلمانوں کا معاصی سی روکنا جو دوزخ میں کھینچ لیجاوی کفار کی قتال سی
من قتال الکفار فکما لا یجوز فی الجهاد ان یفر واحد من اثنین کذلک فی الامر بالمعروف والنهی عن المنکر من رای
بہت بہتر ہی اب جیسی جہاد میں یہہ جایز نہیں کہ ایک شخص دو کی مقابلہ سی بہاگ جاوی ایسی ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں جو کوئی دو شخص کو
رجلین علی منکر لا یجوز له ان یترکهما علی منکر بل یجب علیه ان یامر وینهی وان کانوا اکثر وخاف علی نفسه
کسی منکر پر دیکھی تو اوسکو جایز نہیں کہ اونکو منکر پر متوجہ رہنی دی بلکہ اوسکو واجب ہی کہ مواخذہ کری اور اگر زیادہ ہوں اور یہہ اپنی جان کا خوف کری
فهو فی سعة من ترکهم لکن الانکار اولی وافضل اذ قد قیل من قدر علی انکار المعاصی مع الخوف علی نفسه کان
تو اوسکو گنجایش ہی کہ چپ ہو رہی پر منع کرنا تو بھی اولی اور افضل ہی اسواسطی کہ کہتی ہیں جسکو معاصی کی بند کرنی کی طاقت ہو پر جان کا خوف ہو
انکارها مندوبا الیه ومحثوثا علیه لان المخاطرة بالنفوس فی اعزاز الدین مامور بها کما فی قتل الکفار والبغاة
تو اوسکی ممانعت بہی محبوب ہی اور نہایت مرغوب کیونکہ واسطی عزت دین کی جان کو خطرہ میں ڈالنا بہی فرمان برداری ہی جیسی کفار اور باغیوں کی قتل میں
وقد روی ان رجلا سال النبی علیه السلام ای الجهاد افضل فقال کلمة حق عند سلطان جابر فانه علیه السلام
اور روایت ہی کہ کسی شخص نی نبی علیہ السلام سی پوچہا کونسا جہاد افضل ہی فرمایا حق بات زبردست حاکم کی سامنی بیشک نبی علیہ السلام نی
جعل کلمة حق عند سلطان جابر افضل الجهاد لان قائلها یجود نفسه لاعلاء کلمة الحق ونصرة الدین مع کف
حق بات کو زبردست حاکم کی سامنی جہاد سی افضل ٹھرایا اسواسطی کہ حق بیان کرنیوالا واسطی بلندی کلمہ حق اور امداد دین کی اپنی جان تک دریغ نہیں کرتا باوجودیکہ ہاتہ اوسکا
یده عنه بخلاف من یلاقی عدوه فی القتال فانه یبسط یده الیه ویرجوان یغلبه ویقتله فلا یکون بذله
بند ہی برخلاف اوسکی جو صف جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرتا ہی کیونکہ یہہ تو دشمن پر ہاتہ چلاتا ہی اور امید کرتا ہی کہ غالب ہو کر اوسکو مار ڈالی سو اس حالت میں
لنفسه مع رجاء سلامتها کمن یبذلها مع یاسه من سلامتها لکن ینبغی ان یراعی فیه التدریج فیبدا فی الانکار
جان کا آگی کر دینا باوجود امید سلامتی کی اوسکی برابر نہیں ہو سکتا جو باوجود خوف سلامتی کی جان آگی کر دیتا ہی لیکن لایق یوں ہی کہ اس باب میں آہستگی اور سہولت کی رعایت رکہی پہلی
اولا بالاسهل والارفق فانه یبدا اولا بالوعظ والنصیحة والتخویف بالله تعالی وینظر الی العاصی بنظر الرحمة
ممانعت بطور سہل نرمی کی ساتہہ شروع کری پہلی وعظ اور نصیحت کرنی شروع کری اور اللہ تعالی سی ڈراوی اور عاصی کی حق میں رحمت کی نظر کری

ويرى اقدامه على المعصية مصيبة على نفسه لكون المسلمين كنفس واحدة فان امرته بالمعروف ونهيته عن المنكر
اور معصیت میں اوسکا مبتلا ہونا اپنی مصیبت سمجھی کیونکہ مسلمان تمام مانند ایک جان کی ہیں اب جسکو تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہی
فهو على شفير جهنم فاياك ان تدفعه فترمى به في قعر جهنم اذ قد يتعلق بك فتقع معه فيها وذلك انك ان امرته
پس وہ دوزخ کی کنارہ پر لگا ہوا ہی سو بچارہ ایسا نہو کہ اوسکو دھکا دیکر دوزخ کی تہ میں پھینک دی اسواسطی کہ شاید تجھسی لپٹ جاوی پہر تو بہی اوسکی ساتھ جا وی یہ اسطی
بالغلظة والعنف اول مرة فلعله يتعدى عليك بالاذى باليد واللسان فتكون قد زدته شرا على شر فتهلكه
کہ اگر تو نی پہلی ہی اوسکو سختی اور شدت سی کہا تو شاید وہ تجھپر جور کری ہاتھ سی اور زبان سی ایذا دی اب تو نی خرابی پر خرابی زیادہ کی اب تو نی اپنی جان ہلاک کر
بعد هلاك نفسك واما اذا لم يرجع بالوعظ والنصيحة وعلم منه الاصرار على المعصية فلابد ان يغلظ له
اوسکو ہلاک کیا ان اگر وعظ اور نصیحت سی باز نہ آوی اور معلوم ہو کہ معصیت پر جم رہا ہی اب ضرور ہی کہ سختی سی کہا جاوی
الكلام ويسب من غير فحش مثل ان يقال يا فاسق يا جاهل يا احمق يا ظالم نفسه يا من لا يخاف الله تعالى و
اور اوسکو برا کہی جسمیں فحش نہو مثلا یہ الفاظ کہی ای فاسق ای جاہل ای بیوقوف ای اپنی جان کی دشمن ای وہ شخص جو خدا سی نہیں ڈرتا
نحو هذا الكلام ويراعى فيه الصدق فان مثل هذا الكلام صدق في الحقيقة اذ كل من يرتكب المنكر فاسق جاهل
ایسی ہی اور لفظ اور اسمیں سچ کی رعایت کرتا ہی بیشک یہ الفاظ حقیقت میں سچی ہیں اسواسطی کہ جو شخص گناہ کو اختیار کرتا ہی فاسق جاہل
احمق لان الاحمق من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله تعالى كما ورد في الحديث وليحترز من استرسال الغضب
احمق ہوتا ہی کیونکہ احمق وہی ہی جو اپنی جان کو ہوا کی تابع کردی اور خدا سی آرزوئیں مانگی چنانچہ حدیث میں آیا ہی اور لازم ہی کہ غصہ کی ماری کلام ناجایز نہ کہنی لگی
وخروج الكلام الى ما لا يجوز مما هو كذب صريح وفحش قبيح ومن لم يتمكن من ازالة المنكر الا بضرب مرتكبه
جو کہ صاف جہوٹھ ہو اور فحش قبیح اور جس سی دور کرنا منکر کا بدون زد و کوب گنہگار کی نہیں ہو سکتا
فليضرب بيده ورجله ونحو ذلك فاذا اندفع المنكر يجب ان يكف وليحذر مما يفعل كثير من الناس من الاسترسال
تو چاہیی کہ لکڑی لات وغیرہ ماری پہر جب وہ منکر چہوٹ جاوی تو واجب ہی کہ باز رہی اور اس سی بچتا رہی جو اکثر لوگ بعد دور ہونی منکر کی مار پیٹ میں
في الضرب بعد زوال المنكر فان ذلك ليس الا للحاكم ومن لم يستطع ان يغير المنكر بيده ولا بلسانه يكره له تحريما
زیادتی کرتی ہیں یہ مرتبہ حاکم کا ہی اور جو شخص منکر کو دور نہیں کر سکتا نہ ہاتھ سی اور نہ زبان سی تو اوسکو مکروہ تحریمی ہی
ان يذكر مساوى اخيه المسلم لاحد سوى اهل القوة يقدر على منعه لانه اذا لم يطع الله تعالى بازالة المنكر فلا يعصيه
کہ اپنی بہائی مسلمان کی عیوب کسیکی سامنی کہتا پہری سوای ایسی صاحب طاقت کی جو اوسکی روکنی کی طاقت رکہتا ہو اسلئی کہ جب اللہ تعالی کی فرمانبرداری منکر کی دور کرنی میں
بغيبة المسلم المجلس الرابع والاربعون في بيان صلوة الكسوف والخسوف في ظهور الامور المخوفة
نہوسکی تو مسلمان کی غیبت کرکر نافرمانی بہی نہ کری چوالیسویں مجلس سورج گہن اور چاند گہن کی نماز کا بیان بروقت ظاہر ہونی امور ہولناک کی
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الشمس والقمر ايتان من ايات الله تعالى لا ينخسفان بموت احد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا بیشک سورج اور چاند اللہ تعالی کی دو نشانیاں ہیں نشانیوں میں سی کسیکی موت
ولا لحيوته فاذا رايتم ذلك فاذكروا الله تعالى هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه عبد الله بن عباس
اور حیات کی سبب سی نہیں گہنتی جب تم ایسا نشان دیکہو تو اللہ کو یاد کرو یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سی ہی عبد اللہ بن عباس کی روایت سی
وسبب ورود ه على ما جاء في حديث اخر رواه ابو مسعود الانصاري ان الشمس انكسفت يوم مات ابراهيم ابن رسول
اور سبب ارشاد اس حکم کا موافق اوس مضمون کی جو اور حدیث میں ابو مسعود انصاری کی روایت سی آیا ہی یہ ہی کہ جس روز ابراہیم ابن رسول اللہ موا سورج گہن ہوا
الله صلى الله عليه وسلم فقال الناس انكسفت لموته فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الشمس والقمر ايتان من ايات الله
سو لوگ کہنی لگی ابراہیم کی موت سی سورج گہن ہوا ہی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا بیشک آفتاب اور مہتاب اللہ تعالی کی نشانیوں میں سی دو نشانیاں ہیں

لاينكسفان

لا ينكسفان لموت احد ولا لحيوته فاذا رأيتم شيئا من هذه الافزاع فافزعوا الى الصلوة فانه عليه

کسیکی موت اور حیات پر نہیں گہتی جب تم کچھ ایسی ہول اور خوف دیکھو تو نماز پڑہنی شروع کرو پس نبی علیہ السلام نی

السلام قد امر في هذا الحديث بالصلوة عند ظهور شيء من هذه الاهوال التي من جملتها كسوف الشمس

اس حدیث میں ہر وقت ظاہر ہونی ایسی ایسی اہوال کی جنمین سورج گہن بہی داخل ہی نماز کا حکم فرمایا

وعلم من هذا ان المراد من الامر بذكر الله تعالى في الحديث السابق الامر بالصلوة فانه عليه السلام

اور اس سی یہ معلوم ہوا کہ مراد یاد آلہی سی جو پہلی حدیث میں مذکور ہی نماز کا حکم ہی کیونکہ نبی علیہ السلام نی

قد صلاها بالجماعة وكان القياس ان تكون صلوة الكسوف واجبة كما ذهب اليه بعض العلماء

صلوۃ کسوف جماعت سی پڑہی ہی اور قیاس یہی آتا ہی کہ صلوۃ کسوف واجب ہو چنانچہ بعض علماء کا یہی مذہب ہی

واختاره صاحب الاسرار لكون الامر للوجوب لكن الجمهور قالوا انها سنة لانها ليست من شعائر

اور صاحب اسرار نی بہی اختیار کیا ہی اسواسطی کہ امر وجوب کی لئی ہوتا ہی پر جمہور علماء سنت کہتی ہیں کیونکہ یہ نماز اسلام کی نشانیوں میں سی نہیں ہی

الاسلام وانما توجد بعروض الكسوف الا انه عليه السلام لما صلاها بالجماعة كانت سنة مشروعة

بلکہ جب ہی ہوتی ہی کہ عارضہ گہن کا ہو مگر ان نبی علیہ السلام نی جو یہ نماز جماعت سی پڑہی ہی تو سنت ہی جماعت سی بلا کراہت

بالجماعة من غير كراهة وحملوا الامر على الندب فعلى هذا ينبغي لامام الجمعة اذا انكسفت الشمس ان يصلي

درست ہی اور علماء نی اس امر کو استحباب کی لئی رکہا اس بیان کی موافق امام جمعہ کو لازم ہی کہ جب سورج گہن ہو دی تو ہمراہ لوگوں کی

بالناس في الجامع او في المصلى ركعتين كل ركعة بركوع واحد كهيئة النافلة بلا اذان ولا اقامة ولا

مسجد جامع میں یا عیدگاہ میں دو رکعت پڑہی ہر یک رکعت میں ایک ایک رکوع کری جیسی نفلین ہوتی ہیں نہ اذان پڑہی اور نہ تکبیر کہی اور نہ

خطبة ويقرأ فيهما ما شاء من القرآن ويخفي القراءة عند ابي حنيفة وعندهما يجهر والافضل تطويل

خطبہ اور ان دونو رکعت میں جتنا چاہی قرآن پڑہی اور امام ابو حنیفہ کی نزدیک قراءت چپکی سی پڑہی اور صاحبین کی نزدیک پکار کر پڑہی اور دونو رکعت میں

القراءة فيهما لان فيه متابعة النبي عليه السلام اذ قد ثبت ان قيامه عليه السلام كان في الركعة الاولى

تطویل قراءت افضل ہی اسلئی کہ اسمین نبی علیہ السلام کی متابعت ہی اسواسطی کہ ثابت ہو چکا ہی کہ نبی علیہ السلام کا قیام پہلی رکعت میں

بقدر قراءة سورة البقرة وفي الثانية بقدر سورة آل عمران ويجوز تخفيفهما لان السنة استيعاب

بقدر قراءت سورۂ بقرہ کی تہا اور دوسری رکعت میں بقدر قراءت سورۂ آل عمران کی تہا اور اسمین تخفیف بہی جایز ہی اسلئی کہ مسنون نماز

الوقت بالصلوة والدعاء لما روي عن مغيرة بن شعبة انه عليه السلام قال ان الشمس والقمر آيتان

اور دعا میں وقت کا پورا کرنا ہی اسواسطی کہ مغیرہ بن شعبہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالی کی نشانیوں میں سی

من آيات الله تعالى لا ينكسفان لموت احد ولا لحيوته فاذا رأيتموها فادعوا الله تعالى وصلوا حتى

دو نشانیاں ہیں نہ کسیکی موت پہ گہتی ہیں اور نہ کسیکی حیات پر جب تم اسکو دیکہو تو اللہ تعالی سی دعا مانگو اور نماز پڑہو حتی کہ

تنجلي الشمس وهذا الحديث يفيد استيعاب الوقت بالصلوة والدعاء فان خفف احدهما يطول الآخر

کہ سورج صاف ہو جاوی اس حدیث سی معلوم ہوتا ہی کہ نماز اور دعا میں وقت کا پورا کرنا چاہئی اگر ایک رکعت چہوٹی کردی تو دوسری کو بڑہا دی

وبعد الصلوة يدعو حتى تنجلي الشمس لان السنة في الادعية تاخيرها عن الصلوة ثم هو في الدعاء

اور نماز کی بعد اتنی دعا مانگی کہ سورج صاف ہو جاوی اسواسطی کہ طریق مسنون دعاؤں میں دعا نماز کی پیچہی ہی پہر امام کو دعا مانگنی میں

مخير ان شاء دعا جالسا مستقبل القبلة وان شاء دعا قائما مستقبل الناس بوجهه او مستقبل القبلة

اختیار ہی چاہی بیٹہ کر رو بقبلہ دعا مانگی اور چاہی کہڑا ہو کر لوگوں کی طرف منہ کر کر یا رو بقبلہ ہو کر دعا مانگی

والناس قاعدون مستقبلوا القبلة على كل حال وان لم يوجد امام الجمعة يصلي الناس فرادى ان شاؤا
اور لوگ بہر حال رو بقبلہ بیٹھے رہین اور اگر امام جمعہ موجود نہو تو سب لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑہین چاہین دو رکعت
ركعتين وان شاء واربعا لان هذه الصلوة تطوع والاصل في التطوعات ذلك وكذا في خسوف القمر
اور چاہین چار رکعت کیونکہ یہہ نماز نفل ہی اور نوافل مین یہی قاعدہ ہی اور ایسیہی چاند گہن مین
يصلي الناس فرادى وليس فيه جماعة لتعذر الاجتماع بالليل وربما يكون سببا للفتنة بل يصلي كل واحد
تمام لوگ جدا جدا نماز پڑہین چاندگہن کی نماز مین جماعت نہین ہی اسلئے کہ رات کی وقت آدمیون کا جمع ہونا دشوار ہی اور بعضی وقت اوسمین فساد ہو سکتا ہی
بنفسه وكذلك في انتثار الكواكب والضوء الهائل بالليل والظلمة الهائلة بالنهار والرياح الشديدة والامطار
بلکہ ہر ایک اپنی نماز پڑہ لی اور ایسیہی جب ستارہ ٹوٹتا ہین اور خوفناک روشنی مین رات کو پیدا ہو جاوی اور خوفناک اندہیرا مین دن کو ہووی اور تند آندہیون مین
الدائمة والصواعق والزلازل وعموم الامراض والخوف الغالب من العدو ونحو ذلك من الافزاع و
اور متصل بارش مین اور بجلی کرنے مین اور بہونچال مین اور وبائی بیماریون اور دشمن کی سخت خوف مین اور سوا اوسکی اور ہولناک امور اور
الاهوال يصلي كل واحد بنفسه لعموم قوله عليه السلام فاذا رايتم شيئا من هذه الافزاع فافزعوا
خوفناک اوقات مین ہر ایک اپنی اپنی نماز پڑہ لی واسطی عموم ارشاد نبی علیہ السلام کی جب تم دیکھو ایسا خوفناک امر تو ڈر کر نماز شروع کرو
الى الصلوة فان كل ذلك من الايات المخوفة التي يخوف الله تعالى بها عباده كما قال الله تعالى وما نرسل بالايات
کیونکہ یہہ سب نشانیان خوف کی ہین جس سی اللہ تعالی اپنی بندون کو ڈراتا ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور نشانیان جو ہم بہیجتی ہین
الا تخويفا وجاء في الحديث انه عليه السلام قال هذه الايات التي يرسل الله تعالى بها لا تكون لموت
سو ڈرانی کو اور حدیث مین آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا یہہ وہ نشانیان ہین جو اللہ تعالی پیدا کرتا ہی یہہ کسیکی موت
احد ولا لحيوته ولكن يخوف بها عباده فاذا رايتم شيئا من ذلك فافزعوا الى ذكر الله تعالى ودعائه
یا کسیکی حیات سے نہین ہوتی بلکہ اون نشانیون سی اپنی بندون کو ڈراتا ہی جب تم نمین سی کوئی بات دیکھو تو ڈر کر خدا کی یاد اور دعا اور استغفار کرو
واستغفاره وفي حديث اخر انه عليه الصلوة والسلام قال ان الشمس والقمر ايتان من ايات الله تعالى
اور ایک اور حدیث مین ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نی فرمایا بیشک سورج اور چاند اللہ تعالی کی نشانیون مین سی دو نشانیان ہین
لا ينكسفان لموت احد ولا لحيوته فاذا رايتم ذلك فادعوا الله وكبروا وصلوا وتصدقوا فان كل خير
کسیکی موت اور کسیکی حیات سی نہین گہنتی جب تم یہہ حال دیکھو تو اللہ سی دعا مانگو اور بڑائی سی یاد کرو اور نماز پڑہو اور خیرات کرو کیونکہ ہر طرح کی خیرات
في مثل هذه الاهوال والافزاع مامور به لكون الخيرات دافعة للبليات وروى عن ابن عمر انه عليه السلام
ایسی خوف اور ہول کی وقت مین فرمایا گیا ہی اسلئی کہ خیرات بلیات کو دفع کرتی ہی اور ابن عمر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام
كان اذا سمع صوت الرعد والصواعق يقول اللهم لا تقتلنا بغضبك ولا تهلكنا بعذابك وعافنا قبل ذلك
جب گرج اور بجلی کی آواز سنتی تو فرماتی الہی ہمکو اپنی غضب سی مت قتل کر اور اپنی عذاب سی ہلاک کر اور ہمکو اوس سی پہلی معاف رکھ
[illegible] انه كان اذا ابصر سحابا ترك عمله واستقبله وقال اللهم اني اعوذ بك من
اور [illegible] روایت ہی کہ نبی علیہ السلام جب ابر دیکہتی تو کام چہوڑ کر اوسکی طرف متوجہ ہوتی اور یہہ کہتی الہی مین تیری پناہ لیتا ہون
شر ما فيه فان كشفه الله تعالى حمد الله تعالى وان مطر قال اللهم سقيا نافعا وروى عن عائشة ايضا
برائی سی جو اس ابر مین ہی پہر اگر اللہ تعالی اوسکو کہول دیتا تو اللہ کی حمد کرتی اور اگر برسنا تو یہہ کہتی الہی بارش فائدہ مند اور حضرت عائشہ سی یہہ بہی روایت ہی
انه عليه السلام كان اذا عصفت الريح قال اللهم اني اسئلك خيرها وخير ما فيها وخير ما ارسلت به واعوذ
کہ جب تند ہوا چلتی تو نبی علیہ السلام کہتی الہی مین تجہسی اسکی بہلائی مانگتا ہون اور اوسکی بہلائی جو اسکی اندر ہی اور اوسکی بہلائی جو اسکی ساتہہ بہیجا

بك من شرها وشر ما فيها وشر ما ارسلت به وروى عن ابن عباس ان رجلا لعن الريح عند النبي عليه السلام

اور اسکی برائی سی تیری پناہ لیتا ہوں اور اسکی برائی ہی جو اسکی اندر ہی اور اسکی برائی سی جو اسکی ساتھ تو نی بھیجا ہی اور ابن عباس سی روایت ہی کہ ایک شخص نی نبی علیہ السلام کی

فقال له النبي عليه السلام لا تلعن الريح فانها مامورة وانه من لعن شيئا ليس له باهل رجعت اللعنة عليه

سامنی ہوا پر لعنت کی تب نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ لعنت مت کر ہوا پر وہ تو مامور ہی اور حال یہ ہی کہ جو شخص کسی شی پر لعنت کری کہ وہ قابل لعنت کی نہو تو وہ لعنت اوسی پر پھر آتی ہی

وروى عن ابي هريرة انه قال الريح من روح الله تاتي بالرحمة والعذاب فلا تسبوها واسئلوا الله خيرها

اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہوا ایک حکم الہی ہی کبھی رحمت لاتی ہی اور کبھی عذاب سو اسکو برا نکہو اور خدا تعالی سی اسکی بھلائی مانگو

وعوذوا من شرها يعني ان الريح من الاشياء التي تجيء من عند الله تعالى كالمطر والبرودة والحرارة وغير

اور اسکی شر سی خدا کی پناہ لو مراد یہ ہی کہ ہوا وہ شی ہی جو خدا کی طرف سی آتی ہی جیسی مینہ اور سردی اور گرمی اور سوای

ذلك تجيء تارة للرحمة وتارة للعذاب فاذا كان مجيئها بامر الله تعالى فلا يجوز سبها بحصول ضرر منها

اسکی کبھی رحمت کی واسطی اور کبھی عذاب کی واسطی جب اسکا آنا خدا تعالی کی حکم سی ہوا تو اسکو برا کہنا طریق نہیں اگرچہ اوسی ضرر حاصل ہو

بل سبيل العباد فيما يتوهم منها الالتجاء الى الله والاعتصام بحبله والاستعاذة به من شرها ومن شر

بلکہ بندہ کو چاہیے اسمین کچھ وہم پیدا ہو تو لازم ہی اللہ تعالی کی طرف التجا کرنا اور اسکی رسی کو مضبوط پکڑنا اور اسکی شر سی اور جو اسکی اندر ہی اوسکی شر سی

ما فيها كما روى عن ابي بن كعب انه عليه السلام قال لا تسبوا الريح فاذا رايتم ما تكرهون فقولوا اللهم

پناہ لینی چنانچہ ابی بن کعب سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہوا کو برا مت کہو جب تمکو کچھ مکروہ معلوم ہو تو یہ کہا کرو الہی

انا نسألك خير هذه الريح وخير ما فيها وخير ما امرت به ونعوذ بك من هذه الريح وشر ما فيها وشر

ہم تجھسی اس ہوا کی خوبی مانگتی ہیں اور خوبی اوسکی جو اوسکی اندر ہی اور خوبی اوسکی جو تو نی اوسکو حکم دیا اور اس ہوا سی تیری پناہ لیتی ہیں اور برائی سی جو اسکی اندر ہی اور اوسکی

ما امرت به وكذا من نزل منزلا يستعيذ بالله تعالى لما روى انه عليه السلام قال من نزل منزلا فقال

جو تو نی اوسکو حکم دیا اور ایسا ہی جو کوئی کسی مکان میں داخل ہو اللہ سی پناہ لی اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص مکان کی اندر جاکر یہ پڑہی

اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق لم يضره شيء حتى يرتحل منه منزلا وروى عن ابن عباس انه عليه السلام

کہ پناہ لیتا ہوں بوسیلہ اللہ تعالی کی کلمات پوری کی مخلوق کی برائی سی تو اوسکو کوئی ضرر نہیں ہوتا جبتک کہ وہ اوس مکان سی اوٹھی اور ابن عباس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام

كان يقول عند الكرب لا اله الا الله العظيم الحليم لا اله الا الله رب العرش العظيم لا اله الا الله رب

سختی کی وقت فرمایا کرتی تہی نہیں کوئی معبود سوا اللہ عظیم بردبار کی نہیں کوئی معبود سوای اللہ رب عرش بزرگ کی نہیں کوئی معبود سوای اللہ پروردگار

السموات السبع ورب الارض ورب العرش الكريم وفهم من هذا الحديث ان ذكر الله تعالى واوصافه العظام

ساتوں آسمان کی اور پروردگار زمین اور پروردگار عرش بزرگ کی اس حدیث سی معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کا اور اوسکی بزرگ اوصاف کا یاد کرنا

سبب لزوال الغم وقد روى انه عليه السلام قال الا اخبركم بشيء اذا نزل بكم كرب او بلاء فدعا به فرج الله عنه

عقوبت کو دور کرتا ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا سنو میں تمکو ایسی دعا بتاؤں کہ جب تمپر کوئی سختی یا بلا آوی پھر وہ اوسکو پڑہی تو اللہ تعالی اوسکی

قيل بلى يا رسول الله قال دعاء ذي النون لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ

کشایش دیوی کسی نی عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا دعا یونس ذی النون کی کوئی حاکم نہیں سوای تیری تو بی عیب ہی میں تہا گنہگار ذالنسی پھر ہم نی سنی اوسکی پکار اور

نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ وروى انه عليه السلام قال ما من مكروب يدعو بهذا الدعاء

بچا دیا اوس ہستی سی اور یوں ہی ہم بچا دیتی ہیں ایمان والوں کو اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا نہیں کوئی مصیبت والا کہ یہ دعا پڑہی

الا استجيب له يسر نا الله تعالى دعوة مستجابة بلطفه وكرمه المجلس الخامس والاربعون

مگر قبول ہی ہوگی الہی ہمیں دعا مستجاب اپنی لطف اور کرم سی سہل کیجو پینتالیسویں مجلس میں

فی بیان مسنونیۃ صلوٰۃ الاستسقاء عند امساک المطر قال رسول اللہ صلی اللہ
بیان مسنون ہونی نماز استسقا کا بوقت خشکی بارش کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی
علیہ وسلم لیست السنۃ بان لا یمطروا ولکن السنۃ ان تمطروا ولا تنبت الارض شیئا ھذا الحدیث من صحاح
فرمایا کال اس سی نہیں پڑتا کہ مینہ نہ برسی بلکہ کال اس سی پڑتا ہی کہ مینہ تو برسی پر زمین سی کچھ پیدا ہو یہہ حدیث مصابیح کی
المصابیح رواہ ابو ھریرۃ ومعناہ ان القحط لیس بان لا ینزل علیکم المطر بل القحط ان ینزل علیکم المطر
صحیح حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اور اسکی معنی یہہ ہیں کہ کال یوں نہیں ہوتا کہ تمپر مینہ نہ برسی بلکہ کال یوں پڑتا ہی کہ تمپر مینہ تو برسی
لکن لا ینبت من الارض شیئا او ینبت ولکن یھلک ولا یدخل فی ایدیکم شیء فان وقوع الشدۃ بعد توقع
پر زمین میں سی کچھہ نہ پیدا ہو یا اوگی تو سہی پر ایسا تباہ ہو جاوی کہ تمہارے ہاتھ کچھہ نہ لگی بیشک سختی کا آنا بعد امید فراخی
السعۃ وحصول اسبابھا اقطع مما کان الیاس حاصلا من اول الامر ولیس ھذا نھی عن الاستمطار و
اور حاصل ہونی اسباب فراخی کی بہت ناگوار ہوتا ہی بہ نسبت ناامیدی کی جو پہلی ہی سی حاصل ہو اور یہہ ممانعت نہیں ہی کہ مینہ نہ مانگو اور
الاستسقاء بل ھو نھی عن اعتقاد حصول الرزق بالمطر وعدم حصولہ بعدم المطر فاللازم علی العبدان
استسقا کی دعا نکرو بلکہ اس اعتقاد کی ممانعت ہی کہ رزق کا ملنا مینہ پر موقوف ہی اور رزق نہ ملنا مینہ نہ برسنی پر ہی اب بندہ کو لازم یہہ ہی
یسلم نفسہ الی مولاہ ویعتقد ان الخیر لہ فی جمیع ما یجیء الیہ من مولاہ وان کان مخالف المرادہ وھواہ فعلی
کہ اپنی جان اپنی صاحب کی حوالہ کر دی اور یہہ جانی کہ جو کچھہ پر گذرتا ہی مولا کی طرف سی ہی سو سب بہتر اور خیر ہی اگرچہ مراد اور خواہش کی موافق نہو اب اس مضمون کی
ھذا ینبغی للعبد ان یستمطر ویستسقی ویعلم ان الرزق من اللہ تعالی فان الاستمطار والاستسقاء سنۃ
موافق آدمی کو چاہیئی کہ مینہ کی دعا مانگی اور استسقا کی دعا کری اور یہہ سمجھی کہ رزق اللہ کا دیا ملتا ہی اسلیئی کہ مینہ مانگنا اور استسقا کی دعا کرنی مسنون ہی
لورود الاخبار والاثار الکثیرۃ فیہ فیستحب للحاکم ان یامر الناس اولا بصیام ثلثۃ ایام ثم یخرج بھم فی الیوم
کیونکہ اس باب میں خبریں اور آثار بہت وارد ہیں سو حاکم کو مستحب ہی کہ پہلی تمام لوگوں سی تین دن کی روزی رکھوادی پھر چوتھی روز سبکو جنگل میں لیجاوی
الرابع الی الصحراء قیل ینبغی لھم ان یخرجوا ثلثۃ ایام متوالیات لانھا مدۃ ضربت لارباب الاعذار ولم ینقل
کہتی ہیں کہ بہتر یوں ہی کہ تین روز برابر استسقا کی لئی جاویں اسواسطی کہ عذر والوں کی لئی یہہ ہی مدت مقرر ہی اس سی زیادہ
اکثر من ذالک ویخرجون مشاۃ فی ثیاب البذلۃ التی تلبس کل یوم لا بثیاب الزینۃ کالعید بل یخرجون
مدت منقول نہیں ہی اور پیادہ پا پہنی پرانی میلی کچیلی کپڑی جو روز مرہ پہنتی ہوں پہن کر جاویں عزت کی کپڑی عید کی دن کی سی پہن کر نہ جاویں
متذللین متواضعین خاشعین للہ تعالی ناکسین رءوسھم ویقدمون الصدقۃ فی کل یوم قبل خروجھم
بلکہ ذلیل حالت انکسار ظاہر ہو رہی خدا کا خوف ہو رہا سر جھکائی ہوئی جاویں اور ہر روز عیدگاہ کی طرف چلنی سی پہلی خیرات کیا کریں
الی المصلی فان کل خیر فی مثل ھذہ الاوقات مامور بہ لکون الخیرات دافعۃ للعقوبات ویردون المظالم
کیونکہ ایسی ایسی وقتوں میں خیرات کرنیکا حکم ہی اسواسطی کہ خیرات کرنا عقوبات کو دفع کرتا ہی اور حق حقوق لوگوں کی ادا کریں
ویجددون التوبۃ فان ذالک ھو السبب القریب فی الاجابۃ ادم روی عن کعب الاحبار انہ قال اصاب
اور از سر نو خطا سی توبہ کریں کیونکہ نزدیک سبب دعا کی جلد قبولیت کا یہہ ہی اسلیئی کہ کعب احبار سی روایت ہی وہ کہتی ہیں کہ حضرت موسی نبی
الناس قحط شدید علی عھد موسی النبی علیہ السلام فخرج موسی النبی علیہ السلام ببنی اسرائیل الی الاستسقاء
علیہ السلام کی عہد میں لوگوں پر بڑا ہی سخت کال پڑا پس موسی علیہ السلام استسقا کی واسطی بنی اسرائیل کو لیکر
ثلثۃ ایام فلم یسقوا فاوحی اللہ تعالی الی موسی النبی علیہ السلام انی لا استجیب لکم وفیکم نمام فقال موسی
تین روز تک رہ گئی پر مینہ نہ برسا پھر اللہ تعالی نی موسی نبی کو وحی بہیجی کہ میں تمہاری دعا اسلیئی قبول نہیں کرتا کہ تم میں ایک چغلخور ہی پھر موسی

النبی

النبی علیه السلام یا رب من هو حتی نخرجه من بیننا فاوحی الله تعالیٰ یا موسیٰ انی انهٰکم عن النمیمة فاکون
یا الٰہی وہ کون ہی تاکہ ہم اوسکو اپنی بیچ میں سی نکال دیں پھر اللہ تعالیٰ نی یہ وحی بھیجی ای موسیٰ میں تمکو چغل خوری سی منع کرتا ہوں پھر میں خود
نمامًا فقال موسیٰ النبی علیه السلام لبنی اسرائیل توبوا باجمعکم من النمیمة فتابوا فارسل الله تعالیٰ علیهم
چغل خوری کرنی لگوں پھر موسیٰ علیہ السلام نی بنی اسرائیل سی فرمایا تم سب نمیمہ سی توبہ کرو سو انہوں نی توبہ کی پھر اللہ تعالیٰ نی اونپر
الغیث وروی عن سفیان انه قال بلغنی ان بنی اسرائیل قحطوا سبع سنین حتی اکلوا الجیف والاطفال
مینہ برسایا اور سفیان سی روایت ہی کہ وہ کہتی ہیں میں نی سنا ہی کہ بنی اسرائیل پر سات برس کا قحط پڑا یہانتک کہ مردار اور بچوں کو کہا گئی
وکانوا یخرجون الی الجبال ویتضرعون الی الله تعالیٰ فاوحی الله الی انبیاءهم انی لا اجیب لکم داعیا ولا ارحم
اور وہ پہاڑوں میں جاکر نہایت انکسار سی دعا کیا کرتی پھر اللہ تعالیٰ نی اونکی نبیوں پر وحی بھیجی میں نہ تمہاری دعا قبول کروں اور نہ
لکم باکیا حتی تردوا المظالم الی اهلها ففعلوا فمطروا وروی ان عیسیٰ النبی علیه السلام خرج مع قومه
تمہاری رونی پر رحم کروں جبتک کہ تم حقداروں کی حقوق نہ ادا کرو سو انہوں نی حق ادا کی تو پھر مینہ برسا اور روایت ہی کہ عیسیٰ نبی علیہ السلام اپنی قوم کو لیکر
لیستسقی فلما ضجروا قال لهم عیسیٰ النبی علیه السلام من اصاب منکم ذنبا فلیرجع فرجعوا کلهم
دعاء استسقا کی لئی باہر گئی جب مینہ نہ برسا تو اونسی عیسیٰ علیہ السلام نی کہا تم میں سی جو گنہگار ہو وہ ہٹ جاوی تب سب کی سب ہٹ گئی
ولم یبق معه الا رجل واحد فقال له عیسیٰ النبی علیه السلام اما لک ذنب فقال والله لا اعلم لی ذنبا
اونکی ساتھ سوای ایک شخص کی کوئی باقی نہ رہا پھر عیسیٰ علیہ السلام نی اوس سی پوچھا تو نی کوئی گناہ نہیں کیا کہا اللہ کی قسم مجکو اپنا کوئی گناہ معلوم نہیں
غیر انی کنت ذات یوم اصلی فمرت بی امراة فنظرت الیها بعینی هذه فلما جاوزت ادخلت اصبعی
سوای اسکی کہ میں ایکدن نماز پڑھتا تہا میری پاس کو ایک عورت آگئی سو میں نی اوسکی طرف اس آنکھ سی دیکہا جب وہ چلی گئی تو میں نی اپنی اونگلی آنکھ
فی عینی فانتزعتها فاتبعت المراة بها فقال له عیسیٰ علیه السلام فادع حتی اومن علی دعائک فدعا
میں ڈالکر آنکھ نکال لی اور اوس عورت کی پیچھی پھینک دی پھر اوس سی عیسیٰ علیہ السلام نی کہا تو دعا مانگ او میں تیری دعا پر آمین کہوں پھر اوسنی دعا کی
فتجللت السماء سحابا فسقوا وروی عن عطاء السلمی انه قال منعنا الغیث فخرجنا نستسقی
پھر تو آسمان میں گہٹا گہر گئی اور مینہ برسا اور عطاء سلمی سی روایت ہی کہتا ہی کہ ہمپر مینہ برسنا بند ہوگیا سو ہم استسقا کی واسطی نکلی
فاذا نحن بسعدون المجنون فی المقابر فنظر الیّ فقال یا عطاء هذا یوم النشور او بعث من فی القبور
ناگاہ گورستان میں سعدون دیوانہ مل گیا میری طرف دیکھکر کہنی لگا ای عطا یہ دن نشر کا ہی یا قبروں سی مردوں کی اوٹھنی کا
فقلت لا لکنا منعنا الغیث فخرجنا نستسقی فقال یا عطاء بقلوب سماویة او بقلوب
میں نی کہا نہیں تو ہم پر سی مینہ برسنا بند ہوگیا اسلئی استسقا کی واسطی باہر آئی ہیں پھر کہا ای عطا آسمانی دل لیکر آئی ہو یا زمینی دل
ارضیة فقلت بل بقلوب سماویة فقال هیهات یا عطاء قل للمبهرجین لا یبهرجوا فان الناقد
میں نی کہا نہیں بلکہ آسمانی دل لیکر آئی ہیں پھر کہا افسوس ہی ای عطا کہوٹی شخصوں سی کہدی کہوٹ نہ بنیں کیونکہ پرکھنی والا
بصیر ثم نظر الی السماء فقال الٰهی وسیدی لا تهلک بلادک بذنوب عبادک ولکن بالمکنون
بینا ہی پھر آسمان کی طرف دیکھکر کہا الٰہی وسیدی اپنی شہروں کو گنہگار بندوں کی بدلی میں ہلاک مت کر لیکن اپنی پوشیدہ
من اسمائک وما وارت الحجب من آلائک اسقنا ماء غدقا تحیی به البلاد وتروی به العباد یا من هو علی
ناموں کی برکت سی اور جو کہ تیری نعمتیں پس پردہ ہیں ہمکو پانی بہت سا پلا جسمیں تمام شہر زندہ اور بندی سیراب ہوجاویں اے وہ
کل شیٔ قدیر قال العطاء فما استتم الکلام حتی ارعدت السماء وابرقت وجاءت بمطر کافواه القرب
جو ہر شی پر قدرت رکہتا ہی عطا بیان کرتا ہی کہ اوسنی ابہی دعا پوری کی نہی کہ آسمان گرجا اور بجلی چمکی اور مینہ برسنی لگا جیسی مشک منہ کہل جاتا ہی

وروى عن ابن المبارك انه قال قدمت المدينة في عام شديد القحط فخرج الناس يستسقون وخرجت
اور ابن مبارک سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ میں ایسے سال میں آیا کہ بڑا سخت کال پڑ رہا تھا سو تمام لوگ واسطے دعاء استسقا کی نکلے اور میں بھی
معهم اذ اقبل غلام اسود عليه قطعتى الخلس قد اتزر باحدهما والقى الاخرى على عاتقه فجلس الى جنبي فسمعته
انکے ساتھ چلا ناگاہ ایک حبشی لڑکا موٹی کملی کی جو دو ٹکڑے ہوئی کہ ایک کا تو تہبند کر رکھا تھا اور دوسرا اپنے مونڈھے پر ڈال رکھا تھا آ کر میرے برابر بیٹھ گیا پس میں نے سنا
يقول الهي اخلقت الوجوه عند كثرة الذنوب ومساوي الاعمال وقد احتبس عنا غيث السماء
کہ وہ کہتا تھا الٰہی گناہوں کی کثرت اور اعمال کی برائی سے چہرے بگڑ گئے اور پھر آسمان سے مینہ برسنا موقوف ہوا
لتؤدب بذلك عبادك فاسئلك يا حليما ذا اناة يا من لا يعرف عباده عنه الا الجميل ان يسقيهم
تاکہ تیرے بندے ادب پذیر ہوں سو میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اے حلیم سخاوت والے اے وہ ذات جسکی بندے سوائے رحمت کے کچھ نہیں جانتے تو ان کو اسی ساعت سیراب
الساعة فلم يزل يقول الساعة الساعة حتى اكتسب السماء بالغمام واقبل المطر من كل مكان
کردے پھر وہ یہی کہے جاتا تھا ابھی ابھی یہاں تک کہ آسمان میں گھٹا گھر گئی اور ہر طرف سے مینہ برسنا شروع ہوا
فعلى هذا ينبغي للحاكم ان يستسقي بصلحاء الناس وضعفائهم وفقرائهم لاجل الدواب الهائمة
اس بیان کی موافق حاکم کو لازم ہے کہ استسقا کی دعا صلحاء اور ضعیفوں اور فقیروں سے واسطے پیاسے چوپاؤں
والانعام السائمة والاطفال المجلة لما روي انه عليه السلام قال لولا صبيان رضع وبهائم رتع
اور چرندہ مویشی اور بچوں جلد ہی لانے والوں کی واسطے کراوے اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر دودھ پیتے بچے اور چرتے ہوئے جانور
وعباد ركع لصب عليكم العذاب صبا ويقول في دعائه كما قال النبي عليه السلام اللهم اسق عبادك
اور عابد بندے نہ ہوتے تو تم پر عذاب ٹوٹ پڑتا اور دعا ویسی عرض کرے جیسی نبی علیہ السلام نے کی ہے الٰہی پانی دے اپنے بندوں کو
وبهائمك وانشر رحمتك واحي بلدك الميت ويستقبل القبلة بالدعاء قائما والناس قاعدون
اور اپنی بہایم کو پانی پلا اور اپنی رحمت پہنچا اور اپنے مردہ شہر کو زندہ کر اور رو بقبلہ کھڑا ہو کر دعا مانگے اور باقی لوگ رو بقبلہ بیٹھے رہیں
مستقبلين القبلة لما روي انه عليه السلام استقبل القبلة ودعا فاذا دعى يوقن بالاجابة
اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے رو بقبلہ ہو کر دعا کی تھی اور جب دعا مانگے تو قبولیت کا یقین کرے
ويصدق رجاءه لما روي انه عليه السلام قال ادعوا الله وانتم موقنون بالاجابة وقد قال الله تعالى
اور اپنی امید قوی ہوئی جانے اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ سے قبولیت کا یقین کرکے دعا مانگو اور اللہ تعالی بھی فرماتا ہے
ادعوني استجب لكم وقال في آية اخرى واذا سألك عبادي عني فاني قريب اجيب دعوة
مجھکو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار کو اور ایک اور آیت میں فرمایا ہے اور جب تجھ سے پوچھیں بندے میرے مجھکو تو میں نزدیک ہوں پہنچتا ہوں پکارنے والے کی پکار کو
الداع اذا دعان ويجتهد في الدعاء سرا ويقول اللهم انك امرتنا بدعائك ووعدتنا اجابتك
جس وقت مجھکو پکارتا ہے اور دعا میں خوب مبالغہ کرے پوشیدہ یوں کہے الٰہی تو نے ہمکو اپنے سے دعا کرنے کا حکم کیا اور قبولیت کا وعدہ کیا
فقد دعوناك كما امرتنا فاجبنا كما وعدتنا اللهم فامنن علينا بمغفرة ما قارفنا واجابتك في سقيانا
سو ہم نے تیرے حکم کی موافق دعا مانگی اب تو اپنے وعدہ کی موافق قبول کر الٰہی ہماری زیادتیاں بخش کر اور اپنی قبولیت سے پانی برسا کر
وسعة رزقنا ويستحب للناس اذا كان فيهم رجل مشهود بالصلاح ان يستسقوا به ويقولوا
اور فراخی رزق کی دے کر ہم پر منت کر اور لوگوں کو مستحب ہے کہ اگر کوئی شخص ان میں نیکبخت مشہور ہو تو اس سے استسقا کی دعا کرائیں اور یوں کہیں
اللهم انا نستسقي ونستشفع اليك بعبدك فلان اذ روي في صحيح البخاري ان عمر بن الخطاب كان
الٰہی ہم تجھ سے مینہ مانگتے ہیں اور تیرے سامنے تیرے فلانے بندے سے شفاعت کراتے ہیں اسلئے کہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ عمر بن الخطاب

اذا

اذا قحطوا يستسقى بالعباس ويقول اللهم انا كنا نتوسل اليك بنبينا محمد عليه السلام فتسقينا وانا

جب قحط پڑتا تو حضرت عباس کی وسیلہ سی دعا استسقا کرتی یوں کہتی الٰہی ہم تیری سامنی اپنی نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ کیا کرتی تہی سو تو مینہ برساتا تہا اب ہم

نتوسل اليك بعم نبينا محمد عليه السلام فاسقنا فيسقون وليس فى الاستسقاء عند ابى حنيفة رح

تیری سامنی اپنی نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا کو وسیلہ کرتی ہیں سو ہمکو پانی دی پس مینہ برستا تہا اور استسقا میں امام ابو حنیفہ کی نزدیک کوئی

صلوٰة مسنونة بالجماعة فان صلى الناس وحدانا جاز وانما الاستسقاء عنده دعاء واستغفار

نماز مسنون جماعت سی ثابت نہیں ہی اگر لوگ جدا جدا نماز پڑہ لیں تو جایز ہی امام کی نزدیک استسقا صرف دعا و استغفار ہی

لقوله تعالى فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ

اس دلیل سی تو میں نی کہا گناہ بخشواؤ اپنی رب سی بیشک وہ ہی بخشنی والا چہوڑ دی آسمان کی تم پر دہاریں اور بڑہتی دی تمکو مال اور

بَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا فهذه الاية وان كانت حكاية لما قال نوح النبى عليه السلام لقومه

بیٹوں سی اور بنادی تمکو باغ اور بنادی تمکو نہریں پس یہ آیت اگرچہ نوح نبی علیہ السلام کی قول کی حکایت ہی جو اپنی قوم کو فرمایا تہا

لكن يصح الاستدلال بها لان شريعة من قبلنا شريعة لنا اذا قصها الله تعالى فى كتابه ولم ينكرها ولم يرد

پر اس آیت سی استدلال صحیح ہی اس لیے کہ ہم سی پہلی شریعتیں بہی ہماری لئی شریعت ہیں جب اوکو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں بیان فرماوی اور اوسکا انکار نکری اور نہ

فيها النسخ كما فى هذه الاية فانه تعالى بين فيها ان الاستغفار سبب لارسال السماء وهو المطر اذ روى ان

اوسکا نسخ وارد ہو جیسی اس آیت میں ہی پس اللہ تعالیٰ نی اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ استغفار کی سبب سی مینہ برستا ہی اسواسطی کہ روایت ہی

نوح النبى عليه السلام كذبه قومه بعد تكرير الدعوة دهرا طويلا فحبس الله تعالى عليهم المطر واعقم

کہ نوح نبی علیہ السلام کو اوسکی قوم نی بعد تکرار دعوت کی مدت دراز تک تکذیب کی سو اللہ تعالیٰ نی چالیس برس تک اور بعضی کہتی ہیں

ارحام نسائهم اربعين سنة وقيل سبعين سنة فوعدهم نوح النبى عليه السلام انهم ان استغفروا من

ستر برس تک اونپر مینہ برسانا بند کیا اور عورتوں کو بانجھ کر دیا پہر نوح نبی علیہ السلام نی ونسی وعدہ کیا کہ اگر وہ اپنی گناہوں سی توبہ کریں تو آخر کو

ذنوبهم يرزقهم الله تعالى الخصب ويرفع عنهم ما كانوا فيه فعلم منه ان المسنون فى الاستسقاء الدعاء والاستغفار

اللہ تعالیٰ نازل گی اور رزق کی فراخی دی اور جس مصیبت میں مبتلا ہیں وہ دور کردی اس سی معلوم ہوا کہ استسقا میں دعا اور استغفار سی مسنون ہی

وروى عن انس ان رجلا دخل المسجد يوم الجمعة ورسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب فقال يا رسول

اور انس سی روایت ہی کہ ایک شخص جمعہ کی دن مسجد میں آیا اوسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرماتی تہی اوسنی عرض کیا یا رسول اللہ

الله صلى الله عليه وسلم هلك المواشى وخشينا الهلاك على انفسنا فادع الله تعالى ان يسقينا ورفع رسول

صلی اللہ علیہ وسلم مواشی تو مرگئی اب ہمکو اپنی جانوں کا خوف ہی سو تم اللہ تعالیٰ سی دعا کرو کہ ہمکو پانی عنایت کری پہر رسول

الله صلى الله عليه وسلم يديه قال اللهم اسقنا غيثا مغيثا مريئا غدقا مغدقا عاجلا غير اجل قال الراوى

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی دونوں ہاتہہ اوٹہا کر دعا کی الٰہی ہمپر مینہ برسا اچہا مینہ تازہ کرنیوالا بہت فائدہ مند اب ہی دیر نہو راوی کہتا ہی

فما كان فى السماء قزعة فارتفع السحاب من ههنا وههنا حتى صار ركاما ثم مطرت سبعا من الجمعة الى الجمعة

کہ آسمان میں کچہہ ابر نہ تہا پہر ادہر ادہر سی ابر نمودار ہونی لگا یہاں تک کہ گہٹا گہر گئی پہر سات دن تک اوس جمعہ سی اگلی جمعہ تک برستی گیا

ودخل ذلك الرجل المسجد فى الجمعة القابلة ورسول الله عليه السلام يخطب والسماء تسكب فقال يا رسول

پہر وہی شخص اگلی جمعہ کو مسجد میں آیا اوسوقت بہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرماتی تہی اور مینہ برستا تہا عرض کیا یا رسول

الله تهدم البنيان وانقطعت السبل فادع الله تعالى ان يمسكه فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم

اللہ گہر کا گہر ڈہ گئی اور رستی بند ہو گئی سو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مینہ کہول دی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی

بجلالة بنی ادم ثم رفع یدیه فقال اللهم حوالینا لا علینا اللهم علی الاکام والظراب وبطون الاودیة ومنابت
بنی آدم کی جلالت سے تبسم کیا پھر دونوں ہاتھ اوٹھا کر یہ دعا کی الٰہی ہمارے گرد نواح پر برسا ہم پر نہیں الٰہی ٹیلوں اور زمین کی پشتوں پر اور پہاڑوں پر اور نالوں کی اندر اور جہانکے
الشجر قال الراوی فما کان فی السماء خرقا فانجابت السحاب عن المدینة حتی صارت حولها کالاکلیل فالراوی
درخت پیدا ہوتے ہیں راوی کہتا ہے آسمان میں کہیں ذرہ کہلا ہوا نہ تہا سو مدینہ کی اوپر سے ابر کہل گیا یہاں تک کہ اوسکی گرد تاج کی مثال ہو گیا پس راوی نے اس خبر میں
لم یذکر فی هذا الخبر غیر الدعاء فعلم منه ان الصلوة فی الاستسقاء غیر مسنونة وقد ثبت ان عمر
سوا دعا کی اور کچھ بیان نہیں کیا پس سے معلوم ہوا کہ استسقاء میں نماز مسنون نہیں ہے اور بیشک ثابت ہوا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے
استسقی ولم یصل ولو کانت الصلوة سنة لما ترکها لانه کان اشد الناس اتباعا السنة رسول الله علیه السلام
استسقاء کی دعا کی اور نماز نہیں پڑہی اور اگر نماز مسنون ہوتی تو عمر رضی اللہ عنہ ہرگز نہ چھوڑتے اسلئے کہ عمر کی برابر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع کوئی نہیں تہا
صلی فیه رکعتین کصلوة العید فذلك انما یدل علی الجواز ولیس الکلام فیه بل الکلام فی کونها سنة والسنة
استسقاء میں دو رکعت عید کی سی نماز پڑہی سو اس سے جواز معلوم ہوتا ہے اور اسمیں کلام نہیں ہے بلکہ کلام مسنون ہونے میں ہے اور سنت ہونا ایسی حکایات سے
لا تثبت بمثله بل انما تثبت بالمواظبة ولم یوجد المواظبة لانه علیه السلام فعلها مرة وترکها اخری ولم یکن
ثابت نہیں ہوتا سنت ہونا مواظبت سے ثابت ہوتا ہے اور مواظبت نہیں پائی جاتی اسلئے کہ نبی علیہ السلام نے کبھی اسکو کیا اور کبھی ترک کیا اور عمل کرنا
فعله اکثر من ترکه حتی یکون مواظبة وقالا یصلی الامام بالناس رکعتین کصلوة العید بلا اذان ولا اقامة
ترک کرنے سے زیادہ نہیں تہا جسکو مواظبت کہہ سکیں اور صاحبین کہتے ہیں کہ امام لوگوں کو ہمراہ لیکر عید کی طرح دو رکعت بدون اذان اور تکبیر کی پڑہے
مع التکبیرات الزوائد والجهر بالقراءة ثم یخطب خطبتین یفصل بینهما بجلسة خفیفة ویکون الاستغفار
اور تکبیرات زواید ادا کرے اور قراءت پکار کر پڑہے پھر دو خطبہ پڑہے دونوں کی بیچمیں ہلکا سا جلسہ کرے اور استغفار دونوں خطبوں کا عمدہ مضمون ہو
معظم الخطبتین فاذا فرغ من الخطبة یستقبل القبلة ویحول رداءه فی هذه الساعة تفولا بتحویل الحال
جب خطبہ پڑھ چکے تو رو بقبلہ ہو کر اب چادر کو واسطے تفاول بدل جانے حالت کی اولٹے
فیجعل ما علی الیمین علی الشمال وما علی الشمال علی الیمین ثم یدعو ویقول فی دعائه اللهم اسق عبادك وبهائمك
پس داہنی طرف کا پلہ بائیں طرف کرلے اور بائیں طرف کا پلہ داہنی طرف کرلے پھر دعا مانگے اور دعا کے اندر یہ مضمون ادا کرے الٰہی اپنی بندوں اور اپنی حیوانات کو پانی دے
وانشر رحمتك واحی بلادك المیت اللهم انك امرتنا بدعائك ووعدتنا اجابتك فقد دعوناك کما امرتنا
اور اپنی رحمت کو وسیع کر اور اپنی مردہ شہر زندہ کر الٰہی تو نے ہمکو دعا کرنیکا حکم دیا اور قبول کرنیکا وعدہ فرمایا سو ہم تو بیشک تیرے حکم کی موافق دعا مانگ چکے
فاجبنا کما وعدتنا اللهم فامنن علینا بمغفرة ما قارفنا واجابتك فی سقیانا وسعة رزقنا اللهم لا تهلك بلادك بذنوب
اب تو اپنے وعدے کی موافق قبول کر الٰہی ہماری نیاوتیاں بخش کر اور اپنی قبولیت سے ہمکو پانی دیکر اور رزق کی فراخی کرکر ہم پر منت کر الٰہی گنہگار بندوں کی بد اپنی شہروں کو
عبادك ولکن برحمتك الشاملة ونعمتك الکاملة اسقنا ماء غدقا یحیی به البلاد وتروی به العباد انك
ولیکن اپنی رحمت شامل اور نعمت کامل سے ہمکو اتنا بہت پانی دے جس سے شہر زندہ اور تمام بندے سیراب ہو جاویں تو بیشک
علی کل شیء قدیر رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ المجلس السادس
ہر شے پر قادر ہے اے رب ہمارے ہمکو دنیا میں خوبی دے اور آخرت میں خوبی دے اور ہمکو دوزخ کی عذاب سے بچا چھیالیسویں

والاربعون فی بیان وجوب تعلیم الفرائض والقرآن ولحن الخفی والجلی

مجلس میں بیان وجوب تعلیم فرایض کا اور قرآن کا اور لحن پوشیدہ اور ظاہر کا

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تعلموا الفرائض والقرآن فانی مقبوض هذا الحدیث من حسان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیکھو فرایض اور قرآن کو کیونکہ میں قبض ہونیوالا ہوں یہ حدیث مصابیح کی

المصابیح رواہ ابو ھریرۃ وفیہ تحریض للامۃ علی تعلم النوعین من العلم لانھما لاینلقفان التلقف بمعنی
حسن حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اور اسمیں امت کی لئ واسطی سیکھنی دو قسم علم کی ترغیب ہی کیونکہ یہ دونو سوای نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور سی
الاخذ الامنہ علیہ السلام فانہ علیہ السلام اذا قبض لایحصل للناس منھما شئ بعدہ الاما تعلموا منہ
نہیں حاصل ہوتی تلقف کا معنی لینی کی ہیں کیونکہ نبی علیہ السلام کی جب وفات کی تو پیر بعد ان کی لوگوں کو دونو میں سی کوئی علم نہیں حاصل ہو سکتا مگر وہ جو ان سی سیکھ چکی
وھما الفرائض والقرآن اما الفرائض فقد ذھب بعض الناس الی ان المراد بھا قسمۃ المواریث ولا دلیل لہ
اور وہ دو نوع علم فرائض اور قرآن ہی جسمیں فرائض سی مراد تو بعضی لوگ وراثت کا تقسیم کرنا بتاتی ہیں اور موافق ذکر توپشتی کی اس خصوصیت کی دلیل نہیں معلوم ہوتی
فی ھذا التخصیص علی ماذکرہ التورپشتی بل الصحیح ان المراد بھا الفرائض التی فرضھا اللہ تعالی علی عبادہ
بلکہ صحیح یہ ہی کہ مراد اس سی وہ امور ضروری ہیں جو اللہ تعالی نی اپنی بندوں پر فرض کردی ہیں
واما القرآن علی ماذکر فی الاصول فھو ماکان منقولا بالتواتر کالقراءۃ السبع المعروفۃ التی اختارھا الائمۃ
اور رہا قرآن علم اصول کی مطلب کی موافق وہ ہی جو تواتر سی منقول ہی جیسی ساتوں قرائتیں مشہور جسکو قراءت کی ساتوں اماموں نی اختیار کر رکہا ہی
السبعۃ من القراء لاماکان منقولا بلا تواتر فانہ لیس بقرآن بل ھو من القراءۃ الشاذۃ سواء نقلت بطریق الشھرۃ
وہ نہیں ہی جو بلا تواتر منقول ہی سو یہ قرآن کی احکام میں داخل نہیں ہی بلکہ وہ قراءت شاذہ ہی برابر ہی کہ بطریق شہرت منقول ہو
او بطریق الاحاد والنقل بالتواتر شرط فی کون المنقول قرآنا سواء کان فی جوھر اللفظ او فی ھیئتہ والمراد من
یا بطریق آحاد اور نقل بالتواتر منقول کی لئی قرآن ہونیمیں شرط ہی برابر ہی کہ جوہر لفظ میں ہو یا اوسکی صورت میں اور جوہر لفظ سی یہ مراد ہی
جوھر اللفظ ان یختلف خطوط المصاحف فی القرأت السبع نحو مالک یوم الدین وملک یوم الدین والمراد من
کہ خطوط مصاحف کی قراءت سبعہ میں بدل جاویں جیسی مالک یوم الدین اور ملک یوم الدین اور مراد لفظ کی
ھیئۃ اللفظ ان لایختلف خطوط المصاحف فی القراءۃ السبع کالتفخیم والامالۃ ونحوھا فاذا کان
ہیئت سی یہ ہی کہ مصاحف کی خطوط قراءت سبعہ میں نہ بدلیں جیسی امالہ نہ کرنا اور امالہ کرنا اور مانند اسکی اور جب
النقل بالتواتر شرطا فی کون المنقول قرآنا ظھر ان الشاذ سواء نقل بطریق الشھرۃ او بطریق الاحاد لایکون لہ
نقل بالتواتر منقول کی قرآن ہونی میں شرط ہوئی تو ظاہر ہوا کہ قراءت شاذ برابر ہی کہ نقل بطریق مشہور ہو یا بطریق احاد ہو اسکو
حکم القرآن حتی لایجوز قراءتہ فی الصلوۃ والحاصل ان المشھورین من ائمۃ القراء ھم السبعۃ المذکورون فی
حکم قرآن کا نہیں ہوگا یہاں تک کہ اوسکو نماز کی اندر پڑہنا جایز نہیں خلاصہ یہ ہی کہ قراءت کی مشہور امام وہ ہی ساتوں ہیں جو
التیسیر والشاطبی وھم عاصم وحمزۃ والکسائی ھذہ الثلثۃ من الکوفۃ وابن کثیر من مکۃ ونافع من المدینۃ
تیسیر اور شاطبی میں مذکور ہیں اور وہ یہ ہیں عاصم اور حمزہ اور کسائی یہ تینوں تو کوفہ کی ہیں اور ابن کثیر مکہ کا اور نافع مدینہ کا
وابو عمرو من البصرۃ وابن عامر من الشام وقد ثبت شیوخ ثلثۃ اخرون وھم یعقوب بن اسحق ویزید بن
اور ابو عمرو بصرہ کا اور ابن عامر شام کا اور تین شیخ اور بہی ثابت ہیں وہ یہ ہیں یعقوب بن اسحاق اور یزید بن
القعقاع وخلف بن ھشام والصحیح ان احکام القرآن من جواز الصلوۃ وغیرہ جاریۃ فی ھذہ الثلثۃ ایضا
قعقاع اور خلف بن ہشام اور صحیح یہ ہی کہ احکام قرآن کی یعنی نماز کا جایز ہونا اور سوا اسکی ان تینوں میں بہی
کالسبعۃ واما ماوراءھا من القراءۃ الشاذۃ مشھورا کان او غیر مشھور فلا خلاف فی عدم جواز قراءتہ فی
ان ساتوں کی مانند جاری ہیں اور جو ہی سوا انکی اور شاذ قراءتیں مشہور ہوں یا غیر مشہور اسمیں خلاف نہیں ہی کہ وہ نماز میں پڑہنی جایز نہیں ہیں
الصلوۃ وانما الخلاف فی افسادھا قال الاصفھانی مالم یتواتر من القرأت الشاذۃ فحکمھا فی الصلوۃ حکم کلام البشر
اور خلاف یہی تو نماز کی فاسد کرنی میں ہی اصفہانی کہتا ہی کہ قراءت شاذہ جبتک متواتر نہو تو اوسکا حکم نماز کی اندر حکم آدمی کی کلام کا سا ہی

واذا لم يكن الشاذ فيه حكم القرآن ولم يجز قراءته في الصلوة فما ظنك بالقراءة التي ليست من القراءات المتواترة

اور جب قرارت شاذ مین حکم قرآن کا نہیں ہی اور نہ اوسکا نماز مین پڑہنا جایز ہی تو پہر تیرا کیا خیال ہی اوس قرارت مین جو نہ قرارت متواترہ سی ہی

ولا من القراءة الشاذة بل هي لحن محض هل يكون له حكم القرآن وهل يجوز قراءته في الصلوة التي هي فرض على الناس

اور نہ قرارت شاذہ سی بلکہ وہ صرف ترنم ہی تو کیا اوسکو حکم قرآن کا ہو سکتا ہی اور کیا اوسکا پڑہنا نماز مین جایز ہو سکتا ہی جو کہ لوگون کی ذمہ پر

بعد الايمان واحد اركانها قراءة القرآن الذي انزل بافصح اللغات فلا بد ان يقرأ بافصح اللغات ولا يتحقق ذلك

بعد ایمان کی فرض ہی اور اوسکی ارکان مین سی قرارت قرآن کی ہی جو بڑی فصیح زبان مین نازل ہوا ہی اب ضرور ہی کہ اوسکو فصیح زبان سی پڑہین اور فصاحت

الا بالتجويد فعلى هذا يكون العمل بالتجويد فرضا لازما لانه تعالى انزل القرآن بالتجويد حيث قال ورتله ترتيلا

بدون تجوید کی نہین ہو سکتی اس بیان کی موافق تجوید فرض لازم ہوئی اس لئی کہ الله تعالی نی قرآن کو تجوید کی ساتہہ اوتارا ہی اسلئی کہ کہتا ہی اور پڑہ سایا ہمنی اوسکو ٹہر ٹہر کر

فقال الترتيل تجويد الحروف ومعرفة الوقوف وليس المراد بالتجويد قراءة تمضيغ اللسان وتقصير الفم وتعويج الفك

سو علی نی فرمایا ترتیل حروف کی تجوید ہی اور وقفون کا معلوم کرنا اور تجوید سی مراد ایسی قرارت نہین ہی کہ زبان کو چباوی اور منہہ کو دباوی اور جبڑی کو خم دی

وترديد الصوت اذ هي قراءة تنفر عنها الطباع ولا يقبلها القلوب والاسماع بل هو قراءة سهلة لطيفة للمضغ

اور آواز کو گردش دی اسواسطی کہ ایسی قرارت سی طبیعتون کو نفرت آتی ہی اور دل اور کان پسند کرتی ہین بلکہ تجوید ایسی قرارت سہل لطیف ہی نہ اوسمین زبان کا

فيها ولا تعسف ولا تكلف فاذا كان التجويد فرضا يكون ما ينافيه حراما لان القرآن انما كان معجزا بفصاحة

چبانا ہی اور نہ بی راہی آواز کی ہی اور نہ کچہ تکلف ہی جب تجوید فرض ہوئی تو اوسکی برخلاف حرام ہوا اسلئی کہ قرآن تو اپنی فصاحت الفاظ اور بلاغت معنی سی معجز ہی

الفاظه وبلاغة معانيه فاذا قرأته بالتجويد قرأته بالفصاحة واذا لم يقرأ بالفصاحة يكون لحنا واللحن

سو اوسکا تجوید ہی سی پڑہنا فصیح ہی اور جب فصاحت کی ساتہہ نہ پڑہا تو پہر لحن ہو جاتا ہی اور لحن

في لغة العرب يجيء على معان والمراد به ههنا الخطاء والميل عن الصواب وهو جلي وخفي اما الجلي فهو خطاء يطرأ

لغت عرب مین کئی معنی پر آتا ہی اور لحن سی مراد یہان خطا اور راہ صواب سی الگ ہو جانا ہی اور لحن ایک جلی ہی اور ایک خفی سو جلی جو الفاظ پر آتا ہی

الالفاظ ويخل بالمعنى في بعض المواضع فيفسد الصلوة وهذا اللحن يشترك في معرفته علماء القراءة وغيرهم

تو صرف خطا ہی اور بعضی جگہ معنی بگاڑ دیتا ہی پہر نماز بہی فاسد ہو جاتی ہی یہہ لحن سب علماء کو معلوم ہوتا ہی یعنی علماء قرارت اور اور علماء سب پہچانتی ہین

اذ هو قد يكون بتغيير الحركات والسكنات الاعرابية والبنائية وقد يكون بنقص حرف وزيادته وابداله الى حرف

اسواسطی کہ یہہ لحن کبہی تو حرکات اور سکنات اعرابی اور بنائی کی بدلنی سی ہوتا ہی اور کبہی حرف کی کم و بیشی اور ایک حرف سی دوسرا حرف بدلنی سی ہوتا ہی

اخر واما الخفي فهو خلل يطرء الالفاظ لكن لا يخل بالمعنى ولا يفسد الصلوة بل يخل بالفصاحة ويورث القباحة

اور لحن خفی سو وہ الفاظ کو بگاڑتا ہی پر معنی نہین بگاڑتا اور نماز بہی نہین جاتی بلکہ فصاحت مین خلل اور قباحت پیدا کرتا ہی

ولذا حرم في القرآن كما ذكر في البزازية ان اللحن فيه حرام بلا خلاف اذ قال الله تعالى قرآنا عربيا غير ذي عوج

اسہی لئی قرآن کی اندر حرام ہی چنانچہ بزازیہ مین مذکور ہی کہ قرآن مین لحن بلا خلاف حرام ہی اسواسطی کہ الله تعالی فرماتا ہی قرآن ہی عربی زبان کا جسمین کجی نہین

وهذا اللحن يختص بمعرفة علماء القراءة اذ هو انما يكون بتكرير الراءات وتطنين النونات وتغليظ اللامات وتشقيق

اس لحن کو صرف علماء قرارت ہی پہچانتی ہین اسلئی کہ یہہ لحن یہہ ہی حرف را کی بڑہانی سی اور نون کی گنگناہٹ سی اور لام کی پر کرنی سی اور غنہ کو ناک

الغنة وغير ذلك من ترك الادغام في محل الادغام وترك الاخفاء في محل الاخفاء وترك الاظهار في محل الاظهار وترك الاقلاب

مین لانی سی ہوتا ہی اور سوا اوسکی جیسی ادغام کی جگہہ ترک ادغام اور اخفا کی جگہ ترک اخفا اور اظہار کی مقام پر ترک اظہار اور ترک کرنا بدلنی کا

في محل الاقلاب وترك التفخيم في محل التفخيم وترك الترقيق في محل الترقيق فان ذلك كله وان لم يخل بالمعنى

بدلنی کی جگہ اور ترک کرنا پر کرنیکو جگہ پر کرنیکی اور ترک کرنا باریک کرنیکا جگہ باریک کرنیکی بیشک یہہ تمام باتین اگرچہ معنی نہین بگاڑتی

ع والمراد بالترتيل التجويد لما روي ان عليا رضي الله عنه سئل عن قوله تعالى ورتل القرآن ترتيلا [illegible]

بل انما یخل باللفظ لفساد رونقه وذهاب حسنه لکن یخل بالفصاحة ولا قائل من اهل الایمان

مگر لفظ بگڑ جاتا ہی کیونکہ لفظ کی رونق اور حسن جاتا رہتا ہی پر فصاحت میں خلل پڑتا ہی اور اہل ایمان میں سی یہ کوئی قایل نہیں ہی

بعدم فصاحة القران ولذلك حرمت هذه التغییرات کلها فی الصلوة وغیرها بیان ذلك ان القران

کہ قرآن فصیح نہیں ہی اور اسی لئی ایسی ایسی تمام تغیرات نماز کی اندر اور سوا نماز کی حرام ہیں اسکا بیان یہ ہی

انما انزل بافصح اللغات التی هی لغة العرب العرباء وهی لغة قریش وهذیل وهوازن وطی وثقیف والیمن وبنو تمیم

کہ قرآن افصح لغات میں نازل ہوا ہی جو خالص عربوں کی بولی ہی اور وہ بولی قریش اور ہذیل اور ہوازن اور طی اور ثقیف اور یمن اور بنو تمیم کی

فلابد ان یراعی فیه قواعد لغتهم من اخراج الحروف من مخارجها ومحافظة صفاتها من ترقیق المرقق وتفخیم

اب ضروری ہی کہ انکی بولی کی قاعدی رعایت کئی جاویں یعنی حرفوں کو انکی مخرج سی نکالنا اور نگہبانی انکی صفات کی نرمی کی جگہ نرمی پر کی جگہ

المفخم ومد الممدود وقصر المقصور وادغام المدغم واظهار المظهر واخفاء المخفی وغیر ذلك مما هو لازم فی کلامهم

پر مد کی جگہ مد قصر کی جگہ قصر ادغام کی جگہ ادغام اور اظہار کی جگہ اظہار اور اخفا کی جگہ اخفا اور سوا اسکی جو جو انکی کلام میں ضروری ہی

الذی هو سلیقة لهم لا یحسنون غیره فالقاری اذا لم یراع ذلك یصیر کانه قرء القران بغیر لغة العرب وهو

اور جو انکا طریقہ ہی کہ سوائی اسکی پسند نہیں کرتی پس قاری اگر ان تمام امور کی رعایت نکریگا تو وہ گویا قرآن کو سوا عربی کی اور زبان میں پڑھا اور وہ

ان کان قاریا صورة لکنه لیس بقاری حقیقة بل هو هازئ وعدم قراءته اولی من قراءته لانه بهذه القراءة

اگر چہ ظاہر میں قاری ہی پر وہ حقیقت میں قاری نہیں ہو بلکہ وہ ٹھٹھول باز ہی ایسی قرأت سی نہ پڑھنا ہی بہتر ہی اسلئی کہ ایسی قرأت سی

یصیر من الذین ضل سعیهم فی الحیوة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا ولهذا قال الامام ابن الجزری

ان لوگوں میں داخل ہوگا جنکی دوڑ بہک رہی دنیا کی زندگی میں اور وہ سمجھتی ہیں کہ خوب بناتی ہیں کام اسیلئی امام ابن الجزری

فی کتابه المسمی بالنشر لاشك ان الامة کما هم متعبدون بفهم معانی القران متعبدون بتصحیح الفاظه واقامة حروفه علی الصفة المتلقیة

اپنی کتاب میں جسکا نام نشر ہی کہتی ہیں بیشک امت کو جیسی کہ قرآن کی فہم معانی کا حکم اور صحت اور حروف کی قایم رکہنی کا حکم ہی اسطور پر جو قراءت کی

من ائمة القراءة المتصلة بالحضرة النبویة الافصحیة العربیة التی لا تجوز مخالفتها ولا العدول عنها الی

اماموں سی منقول او حضرت نبوی سی فصیح عربیہ کی وضع پر متصل ہوا ہی جسکی مخالفت جایز نہیں اور نہ اوسکو چھوڑ کر اور وضع اختیار کرنی

غیرها والناس فی ذلك بین محسن ماجور ومسیء اثم ومعذور فمن قدر علی تصحیح کلام الله تعالی باللفظ

اور اس باب میں لوگ کئی وضع کی ہیں بعض محسن قابل ثواب کی اور بعضی ناکارہ گنہگار اور بعضی معذور اب جس کی یہ ہو سکتا ہی کہ کلام الله کو صحت الفاظ

الصحیح العربی الفصیح وعدل عنه الی اللفظ الفاسد العجمی القبیح فانه مقصر بلا شك واثم بلا ریب و

اور فصاحت عربیہ کی وضع پر درست کر سکتا ہو پھر اس وضع کو چھوڑ کر لفظ فاسد عجمی قبیح اختیار کری تو بیشک قصور وار اور بی شبہ گنہگار ہی اور

من کان لا یطاوعه لسانه او لا یجد من یرشده الی الصواب فان الله تعالی قال لا یکلف الله نفسا الا

جس شخص کی زبان قابو میں نہیں ہی یا کوئی تجوید سکہانیوالا نہیں ملتا تو الله تعالی خود فرماتا ہی الله تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر

وسعها لکن یجب علیه ان یجتهد جهده لعل الله یحدث بعد ذلك امرا وقد ذکر فی فتاوی قاضیخان ان

جو اسکی گنجایش ہی لیکن ایسی شخص کو واجب ہی کہ خوب محنت کئی جای شاید کہ الله تعالی بعد اسکی قدرت عنایت کری اور فتاوی قاضیخان میں مذکور ہی

الرجل اذا کان لا یحسن بعض الحروف ینبغی له ان یجتهد ولا یعذر فی ذلك وان کان لا ینطلق لسانه فی

کہ ایسا شخص کہ بعضی حرفوں کو ٹھیک طور نہیں پڑھ سکتا ہی تو اوسکو لازم ہی کہ خوب محنت کری سمیں وہ معذور نہیں ہی اور اگر اوسکی زبان بعضی حروف میں نہیں چل سکتی

تلك الحروف ان وجد ایة لیس فیها تلك الحروف یقراها فی صلوته تجوز عند الکل وان قرا الایة التی فیها

تو اگر ایسی آیت پاوی جسمیں وہ حروف نہیں ہیں اور ڈہونڈہ ہی ایسی آیت اپنی نماز میں پڑہی تو باتفاق جایز ہی اور اگر ایسی آیت پڑہی جسمیں وہ حروف

تلك الحروف تجوز صلوته لكن لا يؤم غيره وكذا اذا كان الرجل لا يقف مواضع الوقف او كان يتنحنح عند القراءة
موجود ہیں تو اوسکی نماز تو جائز ہی پر اور کی امامت نکری اور ایسی ہی جو شخص وقف کی جگہ وقف نکرے یا قرارت میں کھنکھار کرے

لا يؤم غيره **المجلس السابع والاربعون فی جواز التغنی فی القرآن وما لا يجوز فيه**
تو اوروں کی امامت نکری سینتالیسویں مجلس قرآن میں تغنی وغیرہ جائز ہونی اور نہ جائز ہونی میں

وغيره قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس منا من لم يتغن بالقرآن هذا الحديث من صحاح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن میں تغنی نکرے یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں

المصابيح رواه سعد بن ابی وقاص والمراد بالتغنی المذكور فيه ليس هو المشهور المعروف بوجوه الاول
میں سے ہے سعد بن ابی وقاص کی روایت سے اور تغنی سے مراد جو اس حدیث میں مذکور ہے وہ تغنی مشہور و معروف نہیں ہے کئی وجہ سے پہلی وجہ یہہ ہے

ان اول الحديث وهو قوله عليه السلام ليس منا يمنع عنه لكون معناه ليس من اهل ملتنا ومن يتبعنا
کہ اول حدیث قول علیہ السلام کا لیس منا اس مراد سے روکتا ہے اسواسطے کہ اسکے معنی یہہ ہیں کہ ہمارے دین میں اور ہمارے فرمان برداروں میں نہیں ہے

فی امرنا وهو من قبيل الوعيد ولا خلاف بين الامة ان قارئ القرآن من غير التغنی يثاب ويؤجر فكيف يستحق
اور یہہ ایک وعید ہے اور تمام امت میں کسیکو خلاف نہیں ہے کہ بغیر تغنی قرآن پڑھنے والا ثواب دیا جاتا ہے اور ماجور ہے پھر وہ کیونکر سزاوار

الوعيد والثانی ان الفقهاء صرحوا بكون قراءة القرآن بالتغنی معصية ويكون التالی والسامع اثمان
وعید کا ہوا دوسری وجہ یہہ ہے کہ فقہا نے صاف کہدیا ہے کہ تغنی کی ساتھ قرآن کا پڑھنا گناہ ہے اور پڑھنے والا اور سننے والا دونو گنہگار ہوتے ہیں

بل يكون المستحل كافرا وذلك لان التغنی حرام فی جميع الاديان وكذا اللحن حرام بالاجماع قال البزازی
بلکہ اسکو حلال سمجھنے والا کافر ہوتا ہے اور یہہ اسلئے کہ تغنی تمام دینوں میں حرام ہے اور ایسی ہی لحن بالاتفاق حرام ہے بزازی کہتا ہے

اللحن حرام بلا خلاف وذكر ابو البركات فی شرح النافع ان التغنی حرام فی جميع الاديان وحكی عن ظهير الدين
لحن بالاتفاق بلا خلاف حرام ہے اور ابو البرکات نے نافع کی شرح میں یہہ ذکر کیا ہے کہ تغنی تمام دینوں میں حرام ہے اور ظہیر الدین مرغینانی سے

المرغينانی ان من قال لمقرئ زماننا عند قراءته احسنت يكفر ووجه كون التحسين كفرا ان قراءة هذا
حکایت کرتے ہیں کہ جسنے ہمارے وقت کے قاری کو قرارت پڑھتے ہوئے کہا احسنت واہ کیا خوب کافر ہو جاتا ہے اور اچھا کہنا کفر اسلئے ہے کہ قرارت اس

الزمان قلما يخلو قراءتهم فی المجالس والمحافل عن التغنی والتغنی للناس لما كان حراما بالاجماع كان قطعيا
زمانے کی قاریوں کی مجلسوں اور محفلوں میں تغنی سے خالی نہیں ہے اور تغنی لوگوں کی حق میں جو بالاتفاق حرام ہے تو قطعی ہوئی

ولذلك سماه صاحب الذخيرة كبيرة وكذا صاحب الهداية حيث قال فيها ولا يقبل شهادة من يغنی للناس
اور اسی لئے صاحب ذخیرہ اسکو کبیرہ نام لیتا ہے اور ایسی ہی صاحب ہدایہ جس جگہ تغنی کی باب میں کہا ہے کہ اوسکی گواہی مقبول نہیں جو لوگوں کی لئے تغنی کرے

لانه يجمعهم على ارتكاب كبيرة فدل كلامه هذا على ان استماع التغنی كبيرة فاذا كان استماع التغنی كبيرة
اسواسطے کہ اونکو گناہ کبیرہ پر جمع کرتا ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تغنی کا سننا گناہ کبیرہ ہے پس جب تغنی کا سننا گناہ کبیرہ ہوا

فكون التغنی كبيرة اولى فالمغنی مرتكب لهذه الكبيرة فتحسينه تحليل للحرام القطعی وهو كفر فظهر من هذا
تو تغنی بطریق اولی کبیرہ ہوگی پس مغنی اس کبیرہ کو اختیار کرتا ہے اب اوسکا اچھا کہنا حرام قطعی کو حلال کرنا ہے یہہ کفر ہے اب اس سے معلوم ہوا

ان من يحضر الجمعة والجماعة فی هذا الزمان قلما ينجو عن ارتكاب كبيرة لان كثيرا من الخطباء والقراء
کہ جو شخص جمعہ اور جماعت میں آتے ہیں اس زمانہ میں ارتکاب کبیرہ سے بہت کم خالی ہوتے ہیں اسلئے کہ اکثر خطیب اور قاریوں کی خطبے

قلما يخلو خطبتهم وقراءتهم عن التغنی بل هم يأخذون فی الخطبة والقرآن مأخذهم فی الشعر والغزل
اور قرارت تغنی سے بہت کم خالی ہیں بلکہ وہ خطبہ اور قرآن میں شعر اور غزل کا ردیہ برتتے ہیں

حتى لا يكاد يفهم ما يقولون وما يقرءون من كثرة النغمات والتقطيعات وكذا حال المؤذنين في التصلية والترضية
یہان تک کہ لمبا اوقات کثرۃ نغمات اور تقطیعات سے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہتے ہیں اور کیا پڑھتے ہیں اور ایسے ہی صلی اللہ علیہ وسلم اور رضی اللہ عنہ

والتامين وتكبيرات الانتقالات والسامعون الحاضرون مرتكبون لهذه الكبيرة وربما يستحسنه بعضهم
اور آمین کہنے میں اور تکبیرات انتقالات میں موذنون کا حال ہے اور سننے والے جو موجود ہوتے ہیں یہ کبیرہ اختیار کرتے ہیں اور بعضے وقت کوئی کوئی اچھا بھی کہنے لگتا ہے

بل هو الاكثر في اكثرهم لغلبة الهوى وعدم مبالاتهم في امر الدين فيلزم ان يكفروا على ما حكي عن ظهير الدين المرغيناني
بلکہ اکثر اشخاص میں اکثر یہ ہی ہوتا ہے کیونکہ ہوئے نفسانی کا غلبہ اور امر دینی میں بے پروائی بہت ہو گئی ہے سو لازم یہ آتا ہے کہ موافق حکایت ظہیر الدین مرغینانی کی

وكذا من يحضر التراويح في ليالي رمضان لاستماع تسبيحات المؤذنين في الجوامع والمساجد فان اسماء الله
کافر ہو جاوین اور ایسی ہی جو تراویح میں ماہ رمضان کی راتون کو جوامع اور مساجد میں موذنون کی تسبیحات سننے کی واسطے جمع ہوتے ہیں کیونکہ خدا کی

الواقعة فيها مثل يا حنان يا منان يا ذا الجود والاحسان ونحو سبحان ذي الملك والملكوت سبحان ذي
نام جو ان میں جو تسبیحات کی اندر آتے ہیں جیسے یا حنان یا منان یا ذا الجود والاحسان اور جیسے سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی

العزة والجبروت وغير ذلك من الاسماء الحسنى والصفات العليا بكثرة الابتداء والالحان يغيرونها ويحرفونها و
العزت والجبروت اور اور سوا اسکی اسماء حسنی اور صفات علیا انمین کثرت سے نغمے اور الحان کر کر اسقدر تبدیل اور تغیر اور تحریف اور اخفا کر دیتے ہیں

يخفونها الى مرتبة لا يمكن تمييزها وتشخيصها مثل قولهم سوبحان الماليكي الحانان سوبحان المالوكي المانان
کہ ممکن نہیں کہ ذرہ تمیز اور تعیین ہو سکی چنانچہ سبحان الملک الحنان کو یون پڑھتے ہیں سوبحان الماليكي الحانان سوبحان المالیکی المانان

بافراط المد في ضمة السين وفتحة النون والميم وفي كسرة اللام والكاف وغير ذلك وكذا الحان الصوفية مثل
سین کی ضمہ میں اور نون اور میم کی فتحہ میں اور لام اور کاف کی کسرہ میں خوب مد کھینچ کر اور سوا اسکی اور ایسا ہی صوفیوں کا الحان ہے جیسے

قولهم عقب الطعام بزعم الشكر الحمد وليله الشكر وليله بمد الدال والراء واللام ونحوها فينبغي للمسلم ان يحترز
کھانا کھا کر شکر کی خیال پر کہا کرتے ہیں الحمد ولیلہ والشکر ولیلہ دال اور راء اور لام کو خوب کھینچکر اور مانند اسکی سو مسلم کو لائق ہے کہ ایسی مجلس میں

عن حضورها وسماعها ويطلب مسجدا خاليا عنها اذ صورتها عبادة وحقيقتها معصية وكبيرة فلعله
نہ جاوے اور ایسی کلمات نہ سنے اور مسجد جو ان مفاسد سے خالی ہو تلاش کرے اسواسطے کہ یہ ظاہر میں تو عبادت ہے اور حقیقت میں معصیت کبیرہ ہے ایسا نہ ہو

يستحسنها وينهدم دينه وهو لا يشعر والحال ان الجهل لا يكون عذرا ولا يظن احد ان المراد بالتغني للناس قراءة
کہ اسکو اچھا کہنے لگے اور دین اسکا اوس کی بے خبری میں برباد ہو جاوے اور حال یون ہے کہ نادانی کوئی عذر نہیں ہے اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ تغنی لوگون کی سامنے یہ ہے

الابيات والاشعار بالاصوات الموزونة دون قراءة القرآن والاذكار فانه ظن فاسد بل هو يعم التغني بالقرآن
کہ بیتین اور شعر آواز موزون بنا کر سنا دے قرآن اور ذکر میں تغنی نہیں ہوتی یہ خیال فاسد ہے بلکہ تغنی قرآن وغیرہ سب میں ہوتی ہے

وغيره لان الفقهاء صرحوا بكون قراءة القرآن بالالحان معصية وبكون التالي والسامع آثمين قال البزازي
اسلئے کہ فقہاء نے صاف کہا ہے کہ قرآن کو الحان سے پڑھنا گناہ ہے اور پڑھنے والا اور سننے والا دونو گنہگار ہوتے ہیں بزازی کہتا ہے

القرآن بالالحان معصية والتالي والسامع آثمان والوجه الثالث من تلك الوجوه المذكورة ان الحديث المذكور
قرآن الحان سے پڑھنا گناہ ہے اور پڑھنے والا اور سننے والا دونو گنہگار ہوتے ہیں اور تیسری وجہ وجوہات مذکورہ میں سے یہ ہے کہ یہ حدیث مذکور

يكون معارضا لما خرجه الترمذي عن حذيفة انه عليه السلام قال اقرؤا القرآن بلحون العرب واصواتها واياكم
اوس حدیث سے معارض ہے جو ترمذی نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن کو عرب کی لہجہ اور آواز میں پڑھا کرو اور فاسقوں کی

ولحون اهل الفسق ولحون اهل الكتابين فانه سيجيء بعدي قوم يرجعون القرآن في ترجيع الغناء والرهبانية والنوح
لحن سے اور یہود اور نصاری کی لحن سے بچو البتہ قریب ہے میرے بعد ایک قوم ہوگی کہ قرآن میں مانند ترجیع غنا اور راہبوں اور نوحہ گر کی ترجیع کرینگی

ولا یجاوز حناجرهم مفتونة قلوبهم وقلوب من یعجبهم شانهم ذکر هذا الحدیث الامام الجعبری[٨]
اور قرآن اونکی گلونسی نیچی نہ اوتریگا اونکی دل اور اونکی دل جو اونکی وضع پسند کرتی ہین فتنہ مین ہین اس حدیث کو امام جعبری نی
فی شرح الشاطبی وهو اصل عظیم فی هذا الباب الذی هو جواز التغنی بالقرآن وعدم جوازه وعلیه
شاطبیہ کی شرح مین ذکر کیا ہی اس باب مین یہہ بڑی اصل ہی یعنی قرآن مین تغنی جائز ہونی کی اور ناجائز ہونی کی اور
یتفرع مسائل هذا الباب ومن لم یقف علی هذا الاصل یغلط کثیرا اذ جعل بعضهم التغنی حراما
اس باب کی مسائل اسی پر مبنی ہین اور جو شخص اس اصل سی واقف نہین ہی بہت غلطی کرتا ہی اسواسطی کہ بعضی تغنی کو جمیع
فی جمیع الادیان فیلزم اکفار مستحله وبعضهم اجازه فی الشریعة المحمدیة وکذا اللحن فتحیر
ادیان مین حرام کہتی ہین اب لازم آتا ہی کہ حلال سمجھنی والا کافر ہووی اور بعضون نی شریعت محمدیہ مین جائز رکھا ہی اور ایسی ہی لحن کا حال ہی
الناظر الی هذه الاقوال فلا بد من معرفة معنی التغنی واللحن وما هو المراد منهما عند القائلین
سو جو کہ ان اقوال کو دیکھتا ہی حیران ہوتا ہی اب تغنی اور لحن کی معنون کا سمجھنا ضرور ہی اور جو ان دونون سی مراد ہی اونکی جو جواز کی قائل ہین
بالجواز والقائلین بعدم الجواز حتی یتخلص من ورطة التحیر والهلاک اما التغنی فهو اما من الغنی بالکسر
اور اونکی جو ناجائز بتاتی ہین تاکہ وہ حیرانی اور ہلاکت کی بھنور سی خلاص ہووی اب تغنی یا تو مشتق ہی غنی سی جو غین کی زیر سی ہی
والقصر او من الغناء بالکسر والمد فان کان من الاول فهو بمعنی الاستغناء وان کان من الثانی فهو
بدون مد کی اور یا غنا سی مشتق ہی غین کی زیر اور مد سی پہر اگر تغنی اول سی مشتق ہی تو اوسکی معنی استغنا یعنی بی نیازی کی ہین اور اگر دوسری سی مشتق ہی تو
بمعنی الترنم والترجیع والتطریب اذ الغناء هو الصوت الموزون الرقیق الحزین والتغنی والترنم والترجیع
اوسکی معنی سرود اور آواز کا بلند اور پست کرنا اور رجہانا اسواسطی کہ غنا یہہ ہی آواز موزون بنی ہووی نرم دلین چبہتی ہووی اوسکو کہتی ہین اور تغنی اور ترنم اور ترجیع
والتطریب استعمال ذلک الصوت الموزون وتردیده فی الحلق بادخاله داخل الحلق مرة واخراجه
اور تطریب اوس آواز موزون کا برتنا اور استعمال کرنا اور اوسکا حلق مین پہرانا کہ ایک بار حلق کی اندر لیجانا اور پہر اوسکا باہر لانا
اخری علی الطریقة المستفادة من الموسیقی وهذا هو المشهور المعروف المراد بالتغنی المحرم فی جمیع
اوس طرز پر جو گوی کرتی ہین اور یہہ ہی مشہور معروف تغنی سی مراد ہی جو کہ تمام دینون مین حرام ہی
الادیان سواء اقترن بالقرآن او بالاذان او بالخطبة او بالاذکار او بالاشعار او لم یقترن بشیء منها
برابر ہی کہ قرآن مین جاری ہو یا اذان مین یا خطبہ مین یا ذکرون مین یا شعرون مین یا ان مین سی کسی مین بہی نہو
ولذلک لما بین صاحب مجمع الفتاوی ان استماع صوت الملاهی کالضرب بالقصب وغیر ذلک
اور اسی لئی جو کہ صاحب مجمع الفتاوی نی بیان کیا کہ بیشک ملاہی کی آواز کا سننا جیسی نڑکی وغیرہ سی بجانا
هی حرام ومعصیة لقوله استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها من الکفر ومن سمع
یہہ سب حرام اور معصیت ہی واسطی ارشاد نبی علیہ السلام کی کہ سننا ملاہی کا معصیت ہی اور اوسکو بیٹھ کر کرنا فسق ہی اور اوس سی مزہ اوٹھانا کفر ہی اور جسکی کان مین
بغتة فلا اثم علیه لکن یجب ان یجتهد کل الجهد حتی لا یسمع لما روی انه علیه السلام ادخل اصبعیه
ناگاہ آواز آگئی تو اوسپر گناہ نہین لیکن واجب ہی کہ تمام تر کوشش کری کہ وہ آواز کان مین نہ آوی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی آواز سنکر اپنی کانون مین
فی اذنیه عند سماعه قال دلت المسئلة علی ان مجرد الغناء والاستماع الیه معصیة وان لم یقترن
اونگلیان دی لین تہین کہا ہی کہ اس مسئلہ سی معلوم ہوتا ہی کہ مطلق غنا اور اوسکا سننا معصیت ہی اگرچہ کسی شی مین
بشیء من القرآن وغیره ووجه الدلالة ان الحاصل من الملاهی مجرد الصوت الموزون لا غیر فیکون مجرد
قرآن وغیرہ سی جاری نہو اور وجہ دلالت کی یہہ ہی کہ حاصل ملاہی سی نری آواز موزون ہوتی ہی اور کچہ نہین ہوتا تو اب صرف

رفع الصوت الموزون وخفضه وترديده في الحلق من غير اقتران بشيء من القرآن وغيره كما يفعله الفسقة فهو معصية

آواز موزون کا بلند کرنا اور پست کرنا اور حلق کی اندر پھیرنا بدون اسکی کہ قرآن وغیرہ میں جاری ہو جیسے کہ خوشخوان پڑھتی ہیں سبب گناہ ہی

ولكن اذا اقترن بالقرآن او الاذان او الخطبة او غيرها من الاذكار بل هو اسوء واشنع لانه خلط المعصية بالعبادة

اور ایسے ہی جب قرآن اور اذان اور خطبہ اور اذکار میں جاری ہو بلکہ یہہ بدتر اور شنیع تر ہی اسلئے کہ معصیت کو عبادت میں ملا دیا

وتلعب بالدين وان اعتقد هذا الصنيع الشنيع عبادة فهو معصية اخرى اشد استقباحا من الاولى واما اللحن

اور دین میں کھیل شروع کیا اور اگر اعتقاد کرتا ہی کہ یہہ عمل بد عبادت ہی تو یہہ الگ بڑا گناہ پہلی گناہ کی سخت تر ہی اور رہا لحن

فهو على ما فهم من كلام صدر الشريعة في باب الاذان انه قد يكون بتحريف الكلمات بان ينقص حرفا من

سو وہ موافق اوس مضمون کی جو صدر الشریعۃ کی کلام کا باب اذان میں معلوم ہوتا ہی یہہ ہی کہ لحن کبھی کلمات کی تغیر سی ہوتا ہی اسطور کہ کوئی حرف اونکی حروف

حروفها سواء كان حرف مد او غيره او بان يزيد فيها حرفا من حروف المد او غيرها وقد يكون بتغيير صفات

میں سی کم کردی برابر ہی کہ حرف مد ہو یا کوئی اور ہو یا اسطور ہوتا ہی کہ اونمیں کوئی حرف حروف مد وغیرہ میں سی بڑہا دی اور کبھی حروف کی صفات کی بدلنی سی

حروفها بان ينقص شيئا من كيفيات الحروف او يزيد كالحركات والسكنات والمدات وغير ذلك من الادغام والاخفاء

ہوتا ہی اسطور کہ کچھ کیفیات حروف کی کم کردی یا زیادہ کر دی جیسی حرکات اور سکنات اور مدات اور سوا اوسکی ادغام اور خفی کرنا

واشباع الحركات وتوفير الغنات ونحوها مما يطول تعدادها على ما ذكر في كتب التجويد وقد يستعمل اللحن بمعنى التغني

اور حرکت کا بڑہانا اور غنہ کا پورا کرنا اور مانند اسکی جنکی گنتی بہت ہی چنانچہ کتب تجوید میں مذکور ہی اور کبھی لحن کو تغنی کی معنوں میں لیتی ہیں

وقد يطلق كل من هذه الالفاظ ويراد به مجرد حسن الصوت من غير تغيير لفظ فعلى هذا متى قيل يجوز قراءة القرآن

اور کبھی ان تمام لفظوں سی نری خوش آوازی بدون تغیر لفظ کی مراد ہوتی ہی پس اس اختلاف کی موافق جب کوئی یوں کہی کہ قرآن کا

بالالحان يراد به حسن الصوت ولحون العرب كما في قوله صلى الله عليه وسلم اقرؤا القرآن بلحون العرب والمراد بلحون العرب اصواتهم الطبيعية التي

پڑہنا الحان سی جایز ہی تو خوش آوازی اور عرب کا لہجہ مراد ہوگا چنانچہ اس حدیث میں ہی قرآن کو عرب کی لہجہ پر پڑہو اور مراد عرب کی لہجی سی عربوں کی اصلی طبعی

هي مد الممدود وقصر المقصور وترقيق المرقق وتفخيم المفخم وادغام المدغم واظهار المظهر واخفاء المخفي وغير ذلك مما هو لازم في

آوازیں ہیں یعنی دراز کرنا ممدود کا اور قصر کرنا مقصور کا اور ہلکا کرنا ہلکی کا اور پر کرنا پر کا اور ادغام کرنا قابل ادغام کا اور ظاہر کرنا قابل اظہار کا اور خفی کرنا قابل خفا کا اور سوا اسکی جو جو عربوں

كلامهم الذي هو سليقة لهم لا يحسنون غيره ومتى قيل قراءة القرآن بالالحان حرام يراد به لحون اهل الفسق كما في قوله صلى الله عليه وسلم اياكم ولحون

کی کلام میں لوازم ہیں جو اونکا اصل طریقہ ہی کہ اوسکی خلاف کو اچہا نہیں سمجھتی اور جب کوئی یہہ کہی کہ قرآن کا پڑہنا الحان سی حرام ہی تو لحن فاسقوں کی مراد ہی جیسی حدیث میں ہی

اهل الفسق والمراد بلحون اهل الفسق الانغام المستفادة من الموسيقي اذ من يفعلها يكون من اهل الفسق لارتكابه كبيرة

فاسقوں کی لحن سی بچتی رہو اور فاسقوں کی لحن سی وہ نغمات مراد ہیں جو گویوں کی طرز پر ہوتی ہیں اسلئے کہ جو شخص یہہ نغمی کرتا ہی وہ فاسق ہی کیونکہ کبیرہ اختیار کرتا ہی

الا ترى ان ابا حنيفة وغيره من المشايخ يبيحون قراءة القرآن بالالحان على ما ذكر في بعض الفتاوى وعلى تقدير كون المراد بها الانغام

دیکھتا نہیں کہ امام ابو حنیفہ وغیرہ مشایخ الحان سی قرآن کا پڑہنا مباح کہتی ہیں چنانچہ بعضی فتاووں میں مذکور ہی اور جس صورت میں کہ مراد اس سی وہ نغمات ہوں

المستفادة من الموسيقي كيف يبيحونها مع صريح النهي عنها بقوله عليه السلام اياكم ولحون اهل الفسق وعلى تقدير كون المراد بها حسن

جو علم موسیقی کی طرز پر ہوتی ہیں تو کیونکر مباح کہہ سکتی ہیں باوجودیکہ اس حدیث میں صاف منع فرمایا ہی فاسقوں کی لحن سی بچتی رہو اور اگر مراد اوس سی خوش آوازی

الصوت ولحون العرب كيف لا يبيحونها وقد امر النبي صلى الله عليه وسلم بقوله اقرؤا القرآن بلحون العرب وقد يقع الغلط على اوهام بعض الناس فيظنون المراد بحسن الصوت المطلق

اور لہجہ عرب کا ہو تو کیونکر منع کر سکتی باوجودیکہ نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں ارشاد کیا ہی کہ قرآن کو عرب کی لہجہ پر پڑہو اور بیشک بعضی لوگوں کی سمجھ پر غلطی پڑتی ہی کہ وہ یہہ

في قراءة القرآن والخطبة والاذان هي التغني المعروف المشهور بينهم كما هو زعمهم كلا انهم عن هذا المعنى لمعزولون ثم انهم لا يكتفون بما ارتكبوا

جو قرآن کی پڑہنی اور خطبہ اور اذان میں دیکہا ہی وہی تغنی مشہور و معروف ہی افسوس افسوس اونکی سمجھ پر حق تو یہہ ہی کہ وہ ان معنوں سی بہت دور ہیں پھر یہہ بہی تو نہیں کہ جو اختیار کر رکہا ہی

بل یقعون فی طعن السلف الصالحین وینسبون الیهم الفعل المحرم فی جمیع الادیان حیث یعتقدون ان الغناء
بلکہ علماء سلف کو طعن دیتے ہیں اور وہ ایسی فعل کی جو تمام مذہبوں میں حرام ہے تہمت لیتے ہیں اس واسطے کہ یہہ اعتقاد کرتے ہیں کہ بیشک یہہ غنا
الذی یفعلونه الیوم هذا الذی کان السلف یفعلونه ومعاذ الله ان یظن بهم هذا ومن وقع له ذلک یتعین
کہ جو اب عمل میں آتی ہے یہہ وہی غنا ہے جو سلف بزرگ استعمال کرتے تھے خدا کی پناہ اونکی طرف ایسی گمان سے ۔ سو جسکی خیال میں یہہ وسوسہ گذرا ہے
علیه ان یتوب عنه ویرجع الی الله تعالی والا فهو من الهالکین الا تری ان حسن الصوت فی الاذان مندوب
تو اوسکو یہہ ہی چاہیے کہ اس عقیدہ سے توبہ کرے اور خدا کی طرف رجوع کرے نہیں تو وہ ہلاک ہوا دیکھتا نہیں کہ حسن صوت اذان میں مستحب
ومطلوب مع ان التغنی فیه حرام ومکروه منصوص کراهته فی عامة الکتب من المتون والشروح والفتاوی
اور مقصود ہے باوجودیکہ گانا اذان میں حرام اور مکروہ ہے اوسکی کراہت صاف صاف تمام متنوں اور شرحوں اور فتاووں میں
مع ضرب من التاکید والتهدید وقد صدر الانکار علی فاعله عن النبی علیه السلام وعن الصحابة والتابعین وغیرهم
بتاکید اور تہدید مذکور ہے اور بیشک برائی تغنی کرنیوالی کی نبی علیہ السلام سے اور صحابہ اور تابعین وغیرہ
من السلف والخلف اذ روی عن ابن عباس رضی الله عنه انه علیه السلام کان له مؤذن یطرب فنهاه عن ذلک وروی ان
اگلی اور پچھلوں سے ثابت ہوئی ہے اس واسطے کہ ابن عباس سے یہی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کی ہاں ایک موذن مطرب تھا اوس موذن کو اس سے باز رکھا اور روایت ہے کہ
رجلا قال لابن عمر انی احبک فی الله فقال له ابن عمر انی ابغضک فی الله لانک تتغنی فی اذانک فظهر من
کہ ایک شخص نے ابن عمر سے کہا میں تمکو اللہ کی واسطے دوست رکھتا ہوں پس ابن عمر نے جواب دیا میں تجھکو خدا کی واسطے برا جانتا ہوں اسلیے کہ تو اذان میں تغنی کرتا ہے
هذه الوجوه کلها ان المراد بالتغنی فی الحدیث المذکور سابقا لیس ما هو المعروف والمشهور بل المراد به الاعلان
اب ان تمام وجوہات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تغنی سے جو پہلی حدیث میں آیا ہے وہ یہہ تغنی معروف و مشہور مراد نہیں ہے بلکہ تغنی سے قرآن کا ظاہر پڑھنا
بالقرآن والافصاح به کانه علیه السلام جعل الجهر به تبعا للاقرار بتوحید الله تعالی ونبوة انبیاءه فی کونه
اور فصیح زبان سے پڑھنا مراد ہے گویا نبی علیہ السلام نے قرآن بلند آواز سے پڑھنے کو بمنزلہ اقرار کے ٹھرایا ہے وہ بھی توحید اللہ تعالی کی اور انبیاء کی نبوت کی اس باب میں
من شعائر الاسلام کالاعلام بالشهادتین فی صحة الایمان او المراد به الاستغناء بالقرآن عن الاشعار و
کہ نشان اسلام کا ہے جیسے دونوں کلمے شہادت کا فاش کرنا واسطے درستی ایمان کی نشان ہے یا تغنی سے مراد بہ نسبت قرآن کی شعروں سے اور
احادیث الناس فقد ورد التغنی بهذا المعنی وان ما یجیء تفعل بمعنی استفعل قلیلا لکن قلة الاستعمال لا یمنع
جہان کی قصہ کہانیوں سے بے نیاز ہونا بیشک تغنی کی یہہ بھی معنی میں اگرچہ وزن تفعل کا بمعنی استفعل کی معنوں میں کمتر آتا ہے لیکن قلت استعمال سے احتمال
صحة الارادة والمراد به التجوید والترتیل فانه زین للقرآن لا سیما مع حسن الصوت فان التغنی بمعنی حسن
ارادہ کا نہیں موقوف ہوتا اور مراد اس سے تجوید یا ترتیل ہے کیونکہ اس سے قرآن کو زینت ہوتی ہے خاص کر خوش آوازی سے تو بیشک تغنی بمعنی خوش آوازی
الصوت مندوب علی ما ذکر فی التاتارخانیة ان التغنی بالقرآن ان لم یغیر الکلمة عن وضعها بل یحسنه تحسین
مستحب ہے چنانچہ تاتارخانیہ میں یہہ مذکور ہے کہ تغنی قرآن میں اگر کلمات کو اپنی وضع سے نہ بدل دے بلکہ اونکو آراستہ کردے
الصوت وتزیین القراءة فذلک مستحب عندنا فی الصلوة وخارجها وان کان یغیر الکلمة عن وضعها یوجب
اور قراءت کو زینت دے تو یہہ تغنی ہماری نزدیک نماز میں اور نماز سے باہر بھی مستحب ہے اور اگر تغنی کلمات کو اپنی وضع سے بدل ڈالے تو نماز کو
فساد الصلوة لان ذلک منهی عنه وقال التوربشتی القراءة علی الوجه الذی یهیج الوجد فی قلوب السامعین
بگاڑتی ہے اس لیے کہ یہہ تغنی ممنوع ہے اور تورپشتی کہتا ہے کہ اس وضع کی قراءت جو سننے والوں کی دلوں میں شور محبت بھڑکا دے
ویورث الحزن ویجلب الدموع مستحبة ما لم یخرجه التغنی عن التجوید ولم یصرفه عن مراعات النظم فی الکلمات
اور اندوہ پیدا کرے اور آنسو بہا دے مستحب ہے جبتک کہ تغنی تجوید سے نہ نکالدے اور اوس نظم سے جو کلمات اور حروف میں رعایت کی جاتی ہے دور نہ کردے

والحرمة فاذا انتهى الى ذلك عاد الاستحباب كراهة اذا تقرر هذا ينبغي ان تعلم ان الفقهاء لما صرحوا بكون التغني
پھر اگر اس نوبت کو پہنچی تو مستحب نہیں مکروہ ہی جب یہہ معلوم ہوچکا تو یہہ بات بھی لائق سمجھنے کی ہی کہ فقہا جب تغنی کو
في القرآن حراما وشددوا فيه مع ظواهر بعض الاحاديث الذي توهم جوازه فيه فكونه حراما في غير القرآن من الاذان
قرآن میں نہایت حرام کہہ چکی اور اسباب میں تشدد کر چکی باوجودیکہ بعض احادیث کی ظاہر معنوں سی جواز کا وہم پڑتا ہے پس ایسی تغنی سوا قرآن کی اذان
والخطبة والاذكار وغيرها مع عدم ورود شيء مما يوهم جوازه فيها اصلا من ظواهر الاحاديث واقوال العلماء اولى
اور خطبہ اور اذکار وغیرہ میں باوجودیکہ کوئی ایسی روایت بھی نہیں جس سی جواز تغنی کا اذان وغیرہ میں وہم پڑتا ہی نہ کوئی ظاہر حدیث نہ قول کسی عالم کا بطریق اولی حرام ہی
لانه بقي على الخطر الاصلي المستفاد من قولهم التغني حرام في جميع الاديان

اسواسطی کہ وہ خطر اصلی پر باقی ہی جو اونکی اس قول سی مفہوم ہوتا ہی کہ تغنی تمام دینوں میں حرام ہی

المجلس الثامن والاربعون

اڑتالیسویں مجلس میں

في بيان فضيلة المؤذن وبيان سبب وضع الاذان

بیان مؤذن کی فضیلت کا اور بیان سبب اذان کی مقرر ہونیکا

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يسمع
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا نہیں سنیگا
مدى صوت المؤذن جن ولا انس ولا شيء الا شهد له يوم القيمة هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو سعيد
انتہا آواز مؤذن کی جن اور نہ انسان اور نہ کوئی اور شی مگر واسطی مؤذن کی قیامت کی روز گواہی دیگا یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو سعید خدری کی روایت
الخدري وفيه حث على استفراغ الجهد في رفع الصوت بالاذان ليكثر شهوده من الجن والانس وغيرهما من
سی اور اسمیں یہہ ترغیب ہی کہ جہان تک ہوسکی بتمام قوت اذان میں آواز بلند کری تاکہ گواہ جن وانس وغیرہ حیوانات
الحيوانات والجمادات يوم القيمة فان المؤذن كلما جعل صوته اجهر يكون شهوده يوم القيمة اكثر وانما
اور جمادات قیامت کی روز زیادہ ہوجاوین کیونکہ مؤذن جتنی آواز بلند کریگا ویسی ہی اوسکی گواہ قیامت کی دن زیادہ ہونگی اور نہیں سنیگا
قال لا يسمع صوته لان مدى الصوت غايته وغاية الصوت تكون اخفى لا محالة فاذا شهد له من بعد عنه
آواز اوسکی اس لئی فرمایا کہ مدی صوت انتہا آواز کا ہوتا ہی اور انتہا آواز کا بالضرور بہت خفی ہوجاتا ہی پھر جب اوسکی گواہ وہ چیزین ہونگی جو اوس سی دور ہوں اور
ووصل اليه همس صوته فاولى ان يشهد له من قرب منه وسمع منادى صوته والمراد من شهادة الشهود له
اور اوسکی کمسک بات ہی سنی ہو تو جو اس کی نزدیک ہیں اور اول آواز سنتی ہیں بطریق اولی گواہی دینگی اور اوسکی حق میں قیامت کی دن گواہوں کی گواہی سی مراد یہہ ہی کہ اوس روز اہل حشر کی سامنی
يوم القيمة اشهاده في ذلك اليوم فيما بين اهل المحشر بالفضل وعلو الدرجة فانه تعالى كما يهين قوما
بزرگی اور بلند مرتبہ کی گواہی ہوگی بیشک اللہ تعالی جیسی کسی قوم کو قیامت کی دن اوسکی حق میں گواہ ہونیکی بری گواہی سی ذلیل کرتا ہی تاکہ سب کی سامنی خوار و ذلیل
يوم القيمة بشهادة الشهود عليهم تحقيقا لفضحهم على رؤس الاشهاد وتسويدا لوجوههم فكذلك يكرم
اور کالا منہہ ہووی . سو ایسا ہی بعضی قوم کو
قوما في ذلك اليوم بشهادة الشهود لهم تكميلا لسرورهم وتطييبا لقلوبهم ثم انهم بكثرة شهادة الشهود لهم يزداد
اوس روز گواہوں کی گواہی سی اونکی خوشی پوری اور دل خوش کریگا لئی عزت کرتا ہی پھر اوس قوم کی فرح اور سرور بسبب بہت اچھی گواہوں کی بڑہتی جاتی ہی
سرورهم وفرحهم فان قيل الاذان ذكر والاصل في الاذكار الاخفاء لقوله تعالى وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا
پھر اگر کوئی یہہ کہی کہ اذان تو ذکر ہی اور تمام ذکروں میں اصل اخفا ہی یعنی چپکی سی بدلیل اس آیت کی اور یاد کرتا رہ اپنی رب کو دلمیں گڑگڑاتا ،،
وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ ولقوله عليه السلام للذي رفع صوته بالذكر لن تدعوا اصم ولا غائبا
اور ڈرتا اور پکار سی کم آواز بولنی میں اور اس لئی کہ نبی علیہ السلام نی اوس شخص کو جو پکار کر ذکر کرتا تھا فرمایا تو ہرگز نہیں پکارتا بہری اور غائب کو
فما وجه الجهر فيه فالجواب ان الاذان وان كان ذكرا وكان الاصل في الاذكار الاخفاء الا ان فيه معنى زايد
پھر اذان میں پکارنی کی کیا وجہ ہی تو جواب یہہ ہی کہ اذان اگرچہ ذکر ہی اور اصل ہی ذکروں میں اخفا ہی پر اذان میں ایک اور بات بڑھتی ہی

يوجب الجهر على خلاف الاصل وهو كونه اعلاما بالاوقات وهذا المعنى الزائد اوجب فيه حكما عارضا على
جس سے پکار کر کہنا اصل کے برخلاف ثابت ہو گیا اور وہ بات یہہ کہ نماز کے وقتوں کی خبر دیتی ہیں اس سے یہی زیادتی بات نے اوسمیں ایک حکم عارضی اصل سے الگ واجب کر دیا ہے

الاصل وهو الجهر لانه لا يصلح ان يكون اعلاما الا بصفة الجهر بيان ان الاذان وان كان ذكرا يوجب الاخفاء
یعنی پکار کر کہنا اسواسطے کہ اذان سے بدون پکار کر کہنے کی اعلام نہیں ہو سکتا اسکا بیان یہہ ہے کہ اذان اگرچہ ذکر ہے جسمیں اخفا واجب ہے

الا ان الاخفاء ممتنع فيه لمانع قوي هو كونه اعلاما لان الاعلام لا يمكن حصوله الا بصفة الجهر ووجود
پر بیشک اسمیں اخفا ایک قوی مانع کے سبب سے ممنوع ہے اور وہ مانع یہہ ہے کہ وہ اعلام ہے اسواسطے کہ اعلام بدون پکار کر کہنے کے حاصل ہونا ممکن نہیں ہے اور ایک

علة توجب حكما على وجه لا يمنع وجود علة اخرى توجب حكما آخر مخالفا للاول بل اسمه ايضا يدل على
علت سے اوسکا حکم اس طور پر واجب ہوتا ہے کہ اوس سے دوسری ایسی علت کا پیدا ہونا ممنوع نہیں ہوتا جس سے دوسرا حکم اول کے برخلاف واجب ہو جاوے بلکہ اوسکا نام بھی یعنی اذان دلالت

وجوب الجهر فيه لانه في اللغة الاعلام مطلقا وفي الشريعة اعلام مخصوص على وجه مخصوص بالفاظ
کرتا ہے کہ اسمیں جہر واجب ہے اسلئے کہ اذان کے معنی مطلق اعلام کے ہیں اور شریعت میں خاص اعلام کو کہتے ہیں بطور خاص الفاظ مخصوصہ سے

مخصوصة وقد سبق ان الاعلام يمتنع حصوله بدون الجهر بل سببه ايضا يدل على لزوم الجهر فيه وهو انه
اور پہلے گذر چکا ہے کہ اعلام بدون جہر کے ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ اذان کی ایجاد کا سبب بھی دلالت کرتا ہے کہ اوسمیں جہر لازم ہے وہ سبب یہہ ہے

عليه السلام لما قدم المدينة وبنى المسجد شاور اصحابه فيما يجعل علامة لمعرفة وقت الصلوة وحضور الجماعة
کہ نبی علیہ السلام جب مدینہ میں تشریف لائے اور مسجد تیار کی تو صحابہ سے مشورہ کیا کہ اوقات نماز کی پہچان اور جماعت میں آنے کی لئے کیا علامت مقرر کریں

فذكر له ضرب الناقوس فقال هو من شعائر النصارى فذكر له النفخ في القرن فقال هو من شعائر اليهود فذكر
کسی نے ناقوس کا بجانا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا وہ طریقہ نصاریٰ کا ہے پھر صور پھونکنے کا ذکر کیا پھر آپ نے فرمایا یہہ یہود کا طریق ہے پھر کسی نے

له ايقاد النار فقال هو من شعائر المجوس فتفرقوا من غير ان يتفقوا على شيء وكان فيهم عبد الله بن زيد الانصاري
آگ جلانے کا ذکر کیا پھر آپ نے فرمایا یہہ طریقہ مجوسیوں کا ہے پھر یہہ ہی اختلاف رہا کسی ایک بات پر متفق نہوئے اور اوس مجمع میں عبد اللہ بن زید انصاری بھی تھے

فاهتم همّا شديدا لهمّ رسول الله عليه السلام فلم يأكل الطعام تلك الليلة فبات مهتما فلما اصبح اتى رسول
سو اونکو بسبب فکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑا سخت فکر تھا کہ اونہی اوس رات کو کھانا نہ کھایا اسی فکر میں سو گیا جب صبح ہوئی تو رسول اللہ

الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله اني كنت بين النوم واليقظة اذ رايت نازلا من السماء عليه
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں کچھ سوتا کچھ جاگتا تھا ناگاہ مجھکو ایک شخص آسمان سے اوترتا نظر آیا

بردان اخضران فقام على جرم حائط واستقبل القبلة وقال الله اكبر الله اكبر الى تمام كلمات الاذان فقال
دو چادر سبز اوڑھے ہوئے پھر وہ گھر کی دیوار پر رو بقبلہ کھڑا ہو کر کہنے لگا اللہ اکبر اللہ اکبر اذان کی آخر عبارت تک پس رسول

رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا الرؤيا حق فالقها على بلال فانه امد منك صوتا فالقيته
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہہ خواب حق ہے سو جو تو نے دیکھا ہے بلال کو سکھا دے کیونکہ بلال تجھسے بلند آواز ہے سو میں نے اوسکو سکھا دی

عليه فقام على ارفع سطح فاذن فسمعه عمر بن الخطاب وكان في بيته فخرج يجر رداءه حتى اتى رسول الله
پھر بلال نے ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر اذان پڑھی پس وہ اذان عمر بن الخطاب نے اپنی گھر میں سنی سو چادر کھینچتے ہوئے گھر سے نکل کر رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله والذي بعثك بالحق لقد رايت مثل ما قال فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا یا رسول اللہ قسم ہے اوس اللہ کی جسنے تمکو برحق بھیجا ہے میں نے بھی ویسا ہی دیکھا ہے جیسے بلال کہتا ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فلله الحمد وروي انه راى في المنام تلك الليلة احد عشر رجلا من الصحابة ما رواه عبد الله بن زيد فلما
فرمایا للہ الحمد اور روایت ہے کہ اوس رات کو گیارہ مرد صحابیوں نے خواب میں یہہ ہی دیکھا تھا جو عبد اللہ بن زید نے روایت کی پھر جب

ثبت شرعية الاذان بهذه الرؤية التي شهد بحقيتها النبي عليه السلام كان من شعائر الاسلام حتى لو
اذان کا مشروع ہونا اوس خواب سے ثابت ہوچکا جسکی حقیقت میں نبی علیہ السلام نے گواہی دی تو اذان نشان اسلام کا مقرر ہوئی یہاں تک کہ اگر
اصرّ على تركه اهل مصر او اهل قرية او اهل محلة اجبرهم الامام على الاتيان به وان لم
کسی شہر یا گاؤں والے یا اہل محلہ والے اذان سراسر چھوڑ دیں تو امام وقت لانے پر زور دیکر مجبور کردے اور اگر
يفعلوا قاتلهم لانه لما كان من اعلام الدين كان الاصرار على تركه استخفافا بالدين فيلزم القتال وقد
مانیں تو اون پر جہاد کرے اسواسطے کہ جب اذان اعلام دین سے ہوئی تو اوسکا سراسر ترک کردینا دین کا استخفاف ہے اسلئے جہاد کرنا لازم ہوا اور
روى عن انس انه عليه السلام كان اذا طلع الفجر وكان يسمع الاذان فان سمع الاذان امسك والا اغار
انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کا سفر جہاد میں یہہ رویہ تھا جب صبح ہوتی تو اذان کی طرف کان لگاتے اگر اذان کی آواز سنتے تو رک جاتے اور نہیں تو غارت کرتے
يعنى انه عليه السلام اذا اراد ان يغير الكفار كان من عادته ان يسير بالليل فاذا وصل الى بلدة لا يعرف
مراد یہہ ہے کہ نبی علیہ السلام کفار پر غارت گری کا ارادہ کرتے تو یہہ عادت تھی کہ رات کو روانہ ہوتے جب کسی ایسے شہر پہنچتے کہ اوسکا حال معلوم نہوتا
حالها ينتظر الصبح ويستمع الاذان ليعلم ان تلك البلدة بلدة المسلمين او بلدة الكفار فان سمع الاذان امسك
تو صبح تک منتظر رہتے اور اذان کی طرف کان لگاتے تاکہ یہہ امر معلوم ہوجاوے کہ یہہ شہر مسلمانوں کا ہے یا شہر کفار کا ہے پھر اگر اذان سن پاتے تو غارت گری سے
عن الاغارة وتركها وان لم يسمع الاذان اغار فهذا الحديث دل على كون الاذان من اعلام الدين ومع هذا
باز رہتے اور اوس شہر کو چھوڑ دیتے اور اگر اذان نہ سنتے تو غارت کرتے پس یہہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ اذان اعلام دین سے ہے اور باوجود اسکے
يفهم منه كونه واجبا لكن عند عامة المشائخ وهو الصحيح انه سنة مؤكدة وكذا الاقامة سنة مؤكدة للصلوات
اسہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان واجب ہے پر عام مشائخ کے نزدیک اذان سنت مؤکدہ ہے یہہ صحیح ہے اور ایسے ہی تکبیر پانچوں نماز کی واسطے سنت مؤکدہ ہے
الخمس اذا صليت بالجماعة اداء وقضاء وللجمعة لانها فرض لا للواجبات كصلوة الوتر والعيدين ولا للسنن
بشرطیکہ باجماعت ہوں وقت پر ادا ہوں یا قضا اور جمعہ کی لئے ہے اسواسطے کہ جمعہ فرض ہے اور نماز واجب کی واسطے نہیں ہے جیسے نماز وتر اور دونو عید اور نہ سنتوں کی واسطے
كالتراويح ولا للنوافل كصلوة الكسوف والاستسقاء اذا صليت بالجماعة كل واحد من تلك الصلوات ويزيد المؤذن
جیسے تراویح اور نہ نفلوں کی واسطے جیسے نماز سورج گہن اور استسقاء کی اگرچہ یہہ سب نمازیں باجماعت پڑہیں اور مؤذن فجر کی اذان میں
بعد فلاح الاذان في الفجر قوله الصلوة خير من النوم مرتين لما روى ان بلالا جاء الى النبي صلى الله عليه وسلم
بعد حی علی الفلاح کے الصلوة خیر من النوم دوبار زیادہ کہے اسواسطے یہہ روایت ہے کہ بلال نبی علیہ السلام کے پاس آیا
فوجده نائما فقال الصلوة خير من النوم فقال النبي عليه السلام ما احسن هذا اجعله في اذانك وانما خص
تو آپکو سوتے پایا پس بلال نے کہا الصلوة خیر من النوم پس نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا خوب بات ہے اسکو تو اپنی اذان میں داخل کرلے اور خصوصیت
الفجر به لانه وقت نوم وغفلة فاحتيج الى زيادة الاعلام والاقامة مثل الاذان الا انه يزيد بعد فلاحها قوله
فجر کی اسلئے ہے کہ نیند اور غفلت کا وقت ہوتا ہے سوا اوسی وقت تنبیہ کی حاجت زیادہ ہے اور تکبیر مانند اذان کی ہے پر اسقدر فرق ہے کہ تکبیر میں بعد حی علی الفلاح کے اسقدر لفظ
قد قامت الصلوة مرتين ويترسل في الاذان ويحدر في الاقامة لما روى انه عليه السلام قال لبلال اذا اذنت
قد قامت الصلوة یعنی قائم ہوئی نماز دو بار کہے اور اذان میں ٹہر ٹہر کر کہے اور تکبیر میں شتاب شتاب کہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے بلال سے فرمایا جب تو اذان پڑہے
فترسل واذا اقمت فاحدر والترسيل ان يفصل بين كلمات الاذان بسكتة والحدر ان يوصل بين كلمات
تو ٹہر ٹہر کر اور جب تو تکبیر کہے تو جلدی کر اور ترسیل یہہ ہے کہ اذان کی کلمات میں ایک ایک سکتہ کا فرق کرتا جاوے اور حدر یہہ ہے کہ تکبیر کی کلمات کو جلد جلد ملاتا جاوے
الاقامة بسرعة ويترك الاعراب فيهما لما روى عن ابراهيم النخعي انه قال شيئان مجزومان كانوا لا يعربونهما الاذان
اور اعراب یعنی حرکات کو دونو میں ترک کرے اسواسطے کہ ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ کہتا تھا دو چیزیں جزم سے ہیں پہلے لوگ انکو اعراب نہیں دیتے تھے اذان

والاقامة قال الزيلعي يعني على الوقف لكن في الاذان حقيقة وفي الاقامة ينوي الوقف قاله الهروي وعوام الناس
اور تکبیر زیلعی کہتا ہے یعنی وقف پر لیکن اذان میں وقف حقیقی ہے اور تکبیر میں وقف کی نیت کرے یہ قول ہروی کا ہے اور عوام لوگ یوں

يقولون الله اكبر الله اكبر بضم الراء الاولى وكان ابو العباس المبرد يفتحها بنقل فتحة همزة اسم الله تعالى اليها
کہتے ہیں اللہ اکبر اللہ اکبر پہلی را کی ضمہ سے اور ابو العباس مبرد اوس را پر زبر پڑھتا ہے اللہ کی الف کا زبر نقل کر کر اوس را کو دیتا ہے

لالتقاء الساكنين كما يفتح الميم في قوله تعالى الم الله لا اله الا هو مع ان الاصل في الحروف المقطعة الاسكان ويترتب بين
واسطے جمع ہونے دو ساکن کے جیسے میم اس آیت میں مفتوح ہوجاتا ہے باوجودیکہ اصل حروف مقطعات میں سکون ہے اور اوسکے کلمات کو ایسی ہی مرتب کہے

كلماتها كما شرع حتى لو قدم بعضا واخر بعضا فالافضل الاعادة مراعاة للترتيب ولا يتكلم فيهما ويستقبل بهما
جیسے مشروع ہوئے ہیں یہاں تک کہ اگر کسیکو آگے اور کسیکو پیچھے کردے تو دوہرانا بہتر ہے رعایت ترتیب کی اور دونو کو پڑھتے ہوئے بیچ میں نہ بولے اور دونو کو روبقبلہ ہوکر

القبلة ويلتفت في الاذان مع ثبات قدميه في مكانه يمينا عند قوله حي على الصلوة وشمالا عند قوله حي
پڑھے اور اذان میں دونو پاؤں جمائے ہوئے اپنی جگہ میں حی علی الصلاح کہتے ہوئے داہنی طرف منہ پھیرے اور حی علی الفلاح کہتے ہوئے بائیں طرف

على الفلاح لان طرفي الاذان مناجاة ووسطه مناداة ففي المناجات يستقبل القبلة لان احسن احوال
اسواسطے کہ اذان کی اول اور آخر میں مناجات ہے اور اوسکی بیچ میں منادات یعنی لوگوں کو پکارنا ہے سو مناجات میں روبقبلہ رہے اسواسطے کہ بہتر حال

الذاكرين استقبال القبلة وفي المنادات يلتفت الى من يناديهم لانه خطابهم فيتوجه اليهم واذا كان في
یاد الٰہی کرنیوالوں کا روبقبلہ رہنا ہے اور پکارنے کے وقت اوس طرف منہ پھیرے جسکو پکارتا ہے اسیلئے کہ اونہی کو خطاب ہے سو اودہر ہیکو منہ پھیرے اور اگر موذن

المنارة ولم يحصل تمام الفائدة بتحويل وجهه مع ثبات قدميه في مكانه يستدير فيها ويجعل اصبعيه في اذنيه
منارہ کی اندر ہووے اور منہ پھیرانے سے دونو پاؤں اپنی جگہہ پر جمے ہوئے پوری فائدہ نہو تو اوسکی اندر گردش کرے اور اپنی دونو انگلیاں اپنی کانوں میں کرلے

لما روي انه عليه السلام قال لبلال اجعل اصبعيك في اذنيك فانه ارفع لصوتك وان لم يجعل اصبعيه
اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے بلال کو فرمایا اپنی دونو کانوں میں انگلیاں دے لے اس سے تیری آواز بلند ہووے گی اور اگر وہ انگلیاں کانوں میں نہ دے

في اذنيه بل جعل يديه على اذنيه فحسن لما روي ان ابا محذورة ضم اصابعه
بلکہ دونو ہاتھ کانوں پر رکھ لے تو بھی بہتر ہے اسواسطے کہ روایت ہے کہ ابو محذورہ نے اپنی چاروں انگلیاں ملاکر

الاربع ووضعها على اذنيه وعن ابي حنيفة انه قال ان جعل احدى يديه على اذنه فحسن ولا يؤذن لصلوة
کانوں پر رکھ لیں تھیں اور ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ فرمایا اگر کوئی سا ایک ہاتھ اپنی کان پر رکھ لے تو بھی اچھا ہے اور کسی نماز کی واسطے

قبل دخول وقتها ويعيد في الوقت ان اذن قبله لان الاذان للاعلام بدخول الوقت فالاذان قبله يكون تجهيلا
وقت آنے سے پہلے اذان نکہے اور وقت ہونے کے بعد دہرائی جاوے اگر اذان پہلے کہے ہو اسواسطے کہ اذان وقت کی آنے کی خبر دینے کی واسطے ہے پس اذان وقت سے پہلے بہلا دینا ہے

لا اعلاما وعند ابي يوسف وهو قول الشافعي يجوز للفجر في النصف الاخير من الليل لتوارث اهل الحرمين اهل مكة و
اعلام نہیں ہے اور ابو یوسف کی نزدیک اور یہی قول شافعی کا ہے فجر کی لئے آدہی رات گذرنے کی بعد اذان جائز ہے بسبب عمل درآمد اہل حرمین اہل مکہ اور

اهل المدينة والحجة على الكل قوله عليه السلام لبلال لا تؤذن حتى يستبين لك الفجر هكذا ومد يديه عرضا و
اہل مدینہ کی اور سب کی دلیل یہ حدیث ہے جو آپ نے بلال سے فرمایا اذان مت دینا جبتک تجھکو فجر اسطور پر ظاہر نہووے پہر اپنا ہاتھ عرض میں کھینچا اور

لظهور التواني في الامور الدينية استحسن المتاخرون التثويب بين الاذان والاقامة في الصلوات كلها سوى المغرب
امور دینیہ میں سستی جو ظاہر ہونے لگی ہے تو متاخرین علما نے تثویب کو درمیان اذان اور تکبیر کی بجز مغرب کی تمام نمازوں میں پسند کیا ہے

وهو العود الى الاعلام بعد الاعلام بحسب ما تعارفه كل قوم لانه مبالغة في الاعلام فلا يحصل ذلك الا بما يتعارفونه
اور تثویب دوبارہ آگاہ کرنا ایک دفعہ آگاہ کرکے موافق تعارف ہر ایک قوم کے اسواسطے کہ تثویب اعلام میں مبالغہ ہوتا ہے بغیر تعارف قوم کے نہیں ہو سکتا

داہو

وابو يوسف خص به من له زيادة اشتغال بامور المسلمين كالامير والقاضي والمفتي لانهم لا يعرفون وقت
اور امام ابو یوسف تثویب کو خاص کرتے ہین اوس شخص کی واسطے جسکو مشغولی کاروبار مسلمانون کا لگا رہتا ہو جیسے امیر حاکم اور قاضی اور مفتی اسلیے کہ ان حضرات کو وقت

الحضور ولو حضروا كما سمعوا الاذان ولم يحضر الجماعة يحتاجون الى انتظار فيتعطل مصالح المسلمين وينبغي
حضور کا دھیان نہین رہتا اور اگر یہہ لوگ اذان سنتے ہی چلی آیا کرین اور جماعت جمع نہو تو انتظار کرنا پڑیگا پہر مسلمانون کی کاروبار معطل ملتوی رہینگی اور مؤذن کو یون چاہیے

للمؤذن ان يفصل بين الاذان والاقامة ويكره وصلهما لان المقصود من الاذان اعلام الناس بدخول
کہ اذان اور اقامت کی بیچمین کچھ درنگ کیا کرے دونون کا متصل بیدون فاصلہ کی کہنا مکروہ ہی اسلیے کہ غرض اذان سی لوگون کا آگاہ کرنا ہی کہ وقت نماز کا آگیا ہی

وقت الصلوة ليتهيؤا لها بالطهارة فيحضروا المسجد لاقامتها وبالوصل ينتفي هذا المقصود وطريق الفصل
تاکہ وہ نماز کی تیاری کرین وضو و غسل کرکر مسجد مین نماز کیلیے آئین اور دونو کی ملادینے مین یہہ غرض فوت ہوتی ہی اور طریق فاصلہ کا یہہ ہی

ان الصلوة ان كانت مما يتطوع قبلها يفصل بينهما بصلوة سنة كانت او غيرها لما روي عن عبد الله
کہ اگر نماز ایسی ہی کہ اوس سی پہلی نفلین پڑہی جاتی ہین تو اونکی بیچ مین نماز پڑہینگے خواہ سنت ہو خواہ اور کچھ اسیواسطے کہ روایت ہی عبد الله

بن مغفل انه عليه السلام قال بين كل اذانين صلوة بين كل اذانين صلوة ثم قال في الثالثة لمن شاء والمراد
بن مغفل سی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہر وقت درمیان دونو اذان کی نماز ہی ہر وقت درمیان دو اذان کی نماز ہی پہر تیسری دفعہ مین فرمایا جو شخص پڑہا چاہی اور مراد

بالاذانين الاذان والاقامة على طريق التغليب والمراد بالصلوة التطوع سواء كان سنة او غيرها من النوافل
دو اذان سی اذان اور تکبیر ہی بطور تغلیب کی اور نماز سی مراد نماز نفل ہی برابر ہی خواہ سنت ہو یا اور کوئی نفل

لا الفرض بدليل تخييره عليه السلام في المرة الثالثة بقوله لمن شاء وهو حث على التنفل بين الاذان
فرض مراد نہین ہی اس دلیل سی کہ نبی علیہ السلام نے تیسری بار مین اختیار دیدیا اس لفظ سی لمن شاء اور اسمین اذان اور تکبیر کی بیچمین نفل پڑہنے کی ترغیب ہی

والاقامة لان الدعاء لا يرد بينهما على ما روي عن انس انه عليه السلام قال لا يرد الدعاء بين الاذان والاقامة
اسواسطے کہ دعا اذان اور تکبیر بیچ کی رد نہین ہوتی موافق روایت انس کی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ دعا درمیان اذان اور تکبیر کی رد نہین ہی

فاذا كان الدعاء غير مردود بينهما يكون العبادة بينهما افضل وان لم يفصل بينهما بصلوة يفصل
جب اذان اور تکبیر کی بیچمین دعا مردود نہین ہوتی تو عبادت اونکی بیچ مین افضل ہی اور اگر انکی بیچ مین نماز پڑہکر درنگ نکرین تو اتنی دیر تک

بينهما بجلسة مقدارها ما يتمكن فيه قراءة عشرين اية او مقدار ما يصلي اربع ركعات لحصول المقصود
بیٹھا ہی رہی جتنی دیر مین بیس آیتین پڑہ سکی یا اتنی دیر تک جسمین چار رکعت نماز پڑہ سکی کیونکہ اسمین مقصود حاصل ہوتا ہی

وان كانت الصلوة مما لا يتطوع قبلها كصلوة المغرب فعند ابي حنيفة يفصل بينهما قائما بسكتة
اور اگر وہ نماز ایسی ہی جسمین اوس سی پہلی نفلین نہین ہین جیسی مغرب کی نماز سو امام ابو حنیفہ کی نزدیک اذان اور تکبیر مین اتنی دیر چپکا کہڑا رہی

مقدار ما يتمكن فيه من قراءة ثلث ايات قصار او اية طويلة وفي رواية عنه مقدار ما يخطو ثلث
جسمین تین آیتین چھوٹی یا ایک آیت طویل پڑہ سکی اور ایک روایت مین امام سی اتنی دیر جسمین تین قدم پہر لی

خطوات ثم يقيم لان التعجيل مامور به والتاخير مكروه فيكتفي بادنى الفصل ليكون اقرب الى التعجيل
پہر تکبیر کہی اسواسطے کہ تعجیل کا حکم ہی اور دیر لگانی مکروہ ہی سو ادنی فاصلہ کفایت کرتا ہی تاکہ تعجیل سی قریب رہی

وعندهما يفصل بينهما بجلسة خفيفة لان الفصل مكروه ولا يحصل الفصل بالسكتة لوجودها
اور صاحبین کی نزدیک اون دونو مین تہوڑی سی نشست کا فاصلہ کری اسلیے کہ ملادینا مکروہ ہی اور سکتہ کا کچھ فاصلہ نہین ہی کیونکہ سکتہ تو

بين كلمات الاذان فيجلس مقدار ما يجلس الخطيب في الخطبتين وتقضى الفائتة باذان واقامة لانها
اذان کی کلمات مین بہی موجود ہی سو اتنی دیر بیٹہ جاوی جتنی دیر خطیب دونو خطبون مین بیٹہتا ہی اور نماز فائتہ کی قضا کی لیے اذان اور اقامت درکار ہین اسلیے

من سنن الصلوٰة لا من سنن الوقت فان كانت الفائتة واحدة تقضى بهما ليكون القضاء على
کیونکہ وہ دونو نماز کی سنتیں ہیں کچھ وقت کی سنتیں نہیں ہیں پھر اگر نماز فائتہ ایک ہی ہو تو اذان اور تکبیر دونو چاہئیں تاکہ قضا ادا کی وضع پر
سنن الاداء وقد روی انه علیه السلام قضی صلوٰة الفجر غداة لیلة التعریس مع الجماعة باذان واقامة
ہو جاوے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے لیلۃ التعریس کی صبح کو فجر کی نماز جماعت کے ساتھ اذان اور تکبیر سے قضا کی
وان كانت متعددة وارید قضاؤها متوالیة یؤذن ویقیم للاولی منها ویکون مخیرا فی الباقی ان شاء
اور اگر وہ نمازیں کئی ہوں اور ایک دفعہ ہی پے درپے قضا کیا چاہے تو پہلی نماز کی لئے اذان اور تکبیر دونو کہے اور باقی نمازوں میں مختار ہے چاہے
اذن واقام لیکون القضاء علی حسب الاداء وان شاء اقتصر علی الاقامة لما روی انه علیه السلام شغله
اذان اور تکبیر دونو کہے تاکہ قضا ادا کی صورت پر ہو جاوے اور اگر چاہے تو اقامت ہی پر اکتفا کرے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کو مشرکوں نے
المشرکون یوم الخندق عن اربع صلوات سوی الفجر فقضی الاولی مع الجماعة باذان واقامة وما سواها باقامة
جنگ خندق میں سوا نماز فجر کی چار نمازوں کی فرصت نہ دی سو آپ نے پہلی نماز مع الجماعت اذان اور تکبیر سے قضا کی اور باقی نری تکبیر ہی سے
فقط واهل السفر فی المفازة یصلون بهما ویکره لهم ترکهما لانهما من سنن الجماعة والسفر لا یسقط الجماعة ولا یسقط
اور مسافر جنگل میں اذان اور تکبیر دونو سے نماز پڑھا کریں اور انکو دونو کا ترک کرنا مکروہ ہے اسلئے کہ اذان اور تکبیر متعلقات جماعت سے ہیں اور سفر سے جماعت
ما هو من سننها ولو اکتفوا بالاقامة وترکوا الاذان لا یکره لان الاذان للاعلام بدخول الوقت لیحضر الغائبون
نہیں ساقط ہوتی اور نہ وہ جو جماعت سے متعلق ہے اور اگر مسافر نری تکبیر ہی پر اکتفا کریں اور اذان نہ پڑھا کریں تو مکروہ نہیں ہے اسلئے کہ اذان وقت کے آجانے کی خبر دینی کی واسطے ہے تاکہ جو لوگ
والذین هم فی اشغالهم متفرقون والرفقة حاضرون وفی محل نزولهم مجتمعون ولا حاجة الی جمعهم لحضورهم
غائب ہیں اور جو اپنی کاروبار میں جابجا لگی ہوئی ہیں وہ سب آجاویں اور رفیق سفر کی حاضر رہتی ہیں اور اپنی فرودگاہ میں جمع ہوتے ہیں تو انکی جمع کرنی کی حاجت اور بلانی کی ضرورت نہیں ہے
واما الاقامة فهی للاعلام بالشروع فی الصلوٰة وهم الیه محتاجون ویکره اداء المکتوبة مع الجماعة فی
رہی تکبیر سو وہ شروع نماز کی خبر کی واسطے ہے کہ نماز شروع ہو گئی اور انکو اسکی حاجت ہوتی ہے اور فرضوں کا جماعت سے مسجد میں ادا کرنا
المسجد بغیر اذان واقامة ولا یکره فی البیوت والکروم وضیاع القریة لان ما کان فی المصر والقریة من الاذان
بدون اذان اور تکبیر کی مکروہ ہے اور گھروں کی اندر اور باغوں میں اور باہر متصل قریہ کی مکروہ نہیں ہے اسلئے کہ شہر اور قریہ کی اذان اور تکبیر انکو کافی ہے
والاقامة یکفیهم والمقیم فی المصر اذا صلی فی بیته وحده ینبغی له ان یصلی باذان واقامة لیکون الاداء
اور مقیم شہر کی اندر اگر تنہا اپنی گھر میں نماز پڑھے تو بہتر اسکو یہ ہے کہ اذان اور تکبیر کہلے تاکہ نماز جماعت کی وضع پر ادا ہو جاوے
علی هیئة الجماعة وان ترکهما معا لا یکره ان وجدا فی مسجد محلته لانه وان کان مصلیا بغیر اذان واقامة
اور اگر اسنے دونو کو ترک کیا تو مکروہ نہیں ہے جس صورت میں کہ محلہ کی مسجد میں ہو چکی ہوں اسواسطے کہ یہ مصلی اگرچہ حقیقت میں بدون اذان اور تکبیر
حقیقة لکنه مصل بهما حکما لان المؤذن فی المحلة نائب عن اهل المحلة فی الاذان والاقامة لنصبهم ایاه
کی نماز پڑھتا ہے پر وہ حکما اذان اور تکبیر سے پڑھتا ہے کیونکہ محلہ کا موذن اذان اور تکبیر میں اہل محلہ کا نائب ہوتا ہے کیونکہ اہل محلہ نے اسکو اسی لئے مقرر کیا ہے
لذلک فیکون اذانه واقامته کاذان الکل واقامتهم ولهذا حین اراد ابن مسعود ان یصلی فی بیته بعلقمة
تو اب اسکے اذان اور تکبیر ایسی ہے جیسی سب کا اذان اور تکبیر اسیواسطے جب ابن مسعود نے اپنی گھر میں نماز پڑھنی کا ارادہ کیا تھا ہمراہ علقمہ
والاسود فقیل له الا تؤذن وتقیم قال اذان الحی یکفینا واما المسافر اذا صلی فی المفازة وحده بغیر اذان
اور اسود کی تو کسی نے اونسے کہا اذان اور تکبیر کیوں نہیں کہتے تو ابن مسعود نے جواب دیا محلہ کی اذان ہمکو کافی ہے اور مسافر اگر جنگل میں اکیلا بدون اذان اور
واقامة یکره له ذلک لکونه مصلیا بغیر اذان واقامة حقیقة وحکما لان المکان الذی هو فیه لیس فیه
تکبیر کی نماز پڑھے تو اسکو مکروہ ہے اسواسطے کہ وہ حقیقۃً اور حکما بدون اذان اور تکبیر کی نماز پڑھتا ہے اسلئے کہ اوس جگہ جہاں وہ ہے ہرگز کوئی اور نہیں ہے

احد

احد یؤذن ویقیم لتلك الصلوة اصلا والمصلی فی المسجد ان صلی جماعة یصلی باذان واقامة ویکره له
جس ہی ماحول نماز کی ہی اذان اور اقامت کہی سو اور مصلی مسجد میں اگر جماعت سے نماز پڑھتا ہی تو اذان اور تکبیر کہکر نماز پڑھی اور اوسکو
ترك کل منهما وان صلی منفردا فحکمه حکم المصلی فی بیته واما القری فان کان فیها مسجد وکان فی ذلك
دونوں کا ترک کرنا مکروہ ہی اور اگر تنہا نماز پڑھتا ہی تو اوسکا حال ایسا ہی جیسی گہر میں نماز پڑھتا ہی اور گانوؤں اگر اونمیں مسجد ہی اور اوس مسجد میں
المسجد اذان واقامة فحکم من یصلی فیه او فی بیته کما مر وان لم یکن فیها مسجد کذلك فحکم المصلی فیها
اذان اور تکبیر بہی ہوتی ہی تو اوسکا حال ویسا ہی ہی جو مسجد میں نماز پڑہی یا اپنی گہر میں چنانچہ گذر چکا اور اگر اونمیں ایسی مسجد نہیں ہی تو اوسکا حال ایسا ہی
حکم المسافر ثم ینبغی ان یعلم ان السنة فی الاذان ان یکون بلا لحن ولا تغن لان المقصود منه دعوة الخلق
جیسی حال مسافر کا پہر سمجہنا چاہی کہ طریق مسنون اذان میں یوں ہی کہ بدون لحن اور تغنی کی ہو کری اسلئی کہ غرض اذان سی نماز کی لئی خلقت کا بلانا ہی
الی الصلوة باعلام دخول وقتها فلا بد ان یکون علی وجه یفهم السامع الفاظه حتی یظهر فائدة معنی قوله
یہہ خبر جتلاکر کہ وقت ہوگیا ہی اب ضرور ہی کہ اس وضع پر ہووی کہ الفاظ کا سننی والا سمجہ لی تاکہ اس قول کی معنوں کا فائدہ ظاہر ہووی کہ
حی علی الصلوة حی علی الفلاح فان معناها اسرعوا الی الصلوة اسرعوا الی ما فیه نجاتکم من النار وبقاؤکم فی الجنة
حی علی الصلوة حی علی الفلاح کیونکہ معنی انکی یہہ ہیں جلد آؤ واسطی نماز کی جلد آؤ ادہر جسمیں آگ سی تمہاری نجات ہی اور جنت میں ہمیشہ کو رہنا ہی
لکن قد غیرت هذه السنة فی هذا الزمان فی اکثر البلدان لان اهلها یؤذنون بانواع النغمات والالحان بحیث
لیکن اس طریق مسنون کو اس زمانہ میں اکثر شہروں میں بدل ڈالا ہی کیونکہ اکثر شہری اذان ایسی ایسی نغمات اور الحان سی پڑہتی ہیں کہ
لا یفهم ما یقولون من الفاظ الاذان ولا یسمع منهم الا اصوات ترفع وتخفض کصوت المزمار وهی علی ما ذکر فی المدخل
یہہ نہیں سمجہ میں آتا کہ الفاظ اذان میں سی کیا کہتی ہیں اور کچہہ سننے میں نہیں آتا سوای آوازوں کی کہ کبہی بلند ہوتی ہیں اور کبہی پست جیسی آواز مزمار کی اور یہہ طرز موافق بیان مدخل کی
بدعة قبیحة احدثها بعض الامراء فی مدرسته بناها ثم سری ذلك منها الی غیرها ثم انهم لحرصهم علی التغنی لم یکتفوا
بدعت قبیحہ ہی اسکو بعضی امیروں نی اپنی مدرسہ میں جاری کی تہی پہر یہہ وہانسی ساری میں پہیل گئی پہر اونہوں نی تغنی کی حرص کی مارے اذان کی الفاظ پر بس نکیا
بکلمات الاذان بل زادوا علیها بعض الکلمات من الصلوة والتسلیم علی النبی علیه السلام فان الصلوة والتسلیم
بلکہ اذان پہر اونہوں نی بعضی اور کلمات درود اور تسلیم نبی علیہ السلام کی بڑہا لئی بیشک درود اور تسلیم کا
وان کان مشروعا بنص الکتاب والسنة وکان من اکبر العبادات واجلها لکن اتخاذها عادة فی الاذان علی المنارة
مشروع ہونا اگرچہ صاف کتاب اور حدیث سی ثابت ہی اور بڑی اور بہتر عبادت میں سی ہی پر اسکا اذان کی اندر منارہ کی اوپر عادت کرنا
لم یکن مشروعا اذ لم یفعلها احد من الصحابة والتابعین ولا غیرهم من ائمة الدین ولیس لاحد ان یضع العبادات
مشروع نہیں ہی اسواسطی کہ یہہ کسینی نہیں کیا نہ صحابہ نی اور نہ تابعین نی اور نہ کسی اور پیشوایان دین نی اور کسیکو یہہ اختیار نہیں ہی کہ عبادات کو اور جگہہ رکہی
الا فی مواضعها التی وضعها فیها الشرع ومضی علیها السلف الا تری ان قراءة القرآن مع کونها من اعظم العبادات
سوا اوس مواضع کی جہاں اوسکو شرع نی وضع کیا ہی اور بزرگ متقدم اوسکو کرتی چلی آئی ہیں کیا نظر نہیں آتا کہ تلاوت قرآن کی با وجودیکہ عمدہ ترین عبادات ہی
لا یجوز للمکلف ان یقرأها فی الرکوع ولا فی السجود ولا فی القعدة لان کلا منها لیس محلا للتلاوة ثم انظر الی هذه
مکلف کو جایز نہیں کہ رکوع میں قرآن پڑہا کری اور نہ سجدہ میں اور نہ قعدہ میں اسواسطی کہ یہہ تینوں مقام تلاوت کی محل نہیں ہیں پہر اس بدعت کو دیکہہ تو
البدعة التی احدثوها فی الاذان من النغمات والالحان کیف تعدت الی محرم اخر وهو انهم جعلوها فی الصلوة
جو ان لوگوں نی اذان کی اندر نغمات اور الحان پیدا کئی ہیں ایک اور حرام کی طرف کیسی بڑہ گئی وہ یہہ ہی کہ ان لوگوں نی نغمات کو نماز کی، نہ تکبیرات انتقالات میں
حال التبلیغ فی الانتقالات وذلك کلام فی الصلوة علی طریق العمد فیبطل صلوتهم فاذا بطلت صلوتهم یسری
داخل کیا ہی اور یہہ طرز نماز کی اندر گویا عمدہ کلام ہی سو اونکی نماز باطل ہوجاتی ہی اور جب اونکی نماز باطل ہوئی تو اسبب یہہ فساد

تلك الفساد الی من یقتدی الامام بسمعهم التكبیر فی الافتتاح والانتقالات لان الماموم لا یجوز له الاقتداء

اور تیسری یہ مقتدیوں میں آیا جو انکو تکبیر کہتا ہے تاکہ تکبیر انتقالات سنکر اقتدا کرتے ہیں اسواسطے کہ مقتدی کا اقتدا بدون کسی ایک کی

الا باحد الاربعة الاشیاء فان لم یوجد لا یوجد الاقتداء فی تلك الصلوٰة اولها واعلاها ان یری افعال

چار چیزوں میں سے صحیح نہیں ہے سو اگر ان میں سے کوئی نہوگی تو اوس نماز میں اقتدا بھی ہوگا اول سب سے افضل یہ ہے کہ مقتدی امام کی افعال کو دیکھتا ہو

الامام فان تعذر فسماع اقواله فان تعذر فروية افعال الماموم فان تعذر فسماع اقواله فهؤلاء لبطلان

پھر اگر یہہ میسر نہو تو اوسکی آواز سنتا ہو پھر اگر یہہ بھی دشوار ہو تو افعال اور مقتدیوں کی دیکھتا ہو پھر اگر یہہ بھی نہو تو مقتدی کی آواز سنتا ہو سو یہہ لوگ جو انکی

صلاتهم بالنغمات والالحان لا یکونوا من المامومین وانتقال الماموم من رکن الی رکن بسماع اصواتهم من غیر

نماز بسبب نغمات اور الحان کی باطل ہوگئی ہے تو مقتدی نہیں ہیں اور انتقال کرنا مقتدی کا ایک رکن سے دوسرے رکن پر انکی آواز سنکر بدون

روية افعال الامام وسماع اقواله لا یصح صلوته وههنا مفسدة اخرى وهی ان الامام اذا كبر للصلوٰة ودخل

دیکھنے افعال اور سننے اقوال امام کی اوسکی نماز کو فاسد کرتا ہے اور یہاں ایک اور مفسدہ ہے وہ یہہ ہے کہ امام جب تکبیر کہکر نماز میں داخل ہو جاتا ہے

فیها یكبرون خلفه قبل ان یدخلوا فی الصلوٰة لیسمع الناس تكبیرهم ویدخلوا فی الصلوٰة فمن احرم من الناس بتكبیرهم

تو امام کی پیچھے تکبیر کہدیتے ہیں اس سے پہلے کہ آپ نماز میں داخل ہوں تاکہ وہ لوگ اونکی تکبیر سنکر نماز میں داخل ہو جاویں پھر جو کوئی انکی تکبیر سنکر بدون

من غیر سماع تكبیر الامام یدخل فی صلوته خلل من هذه الوجه ایضا لما تقدم ان الاقتداء لا یصح الا باحد

سننے امام کی تکبیر کی تکبیر تحریمہ کہیگا اوسکی نماز میں یہہ خلل داخل ہیگا اسواسطے کہ اوپر گذر چکا ہے کہ اقتدا بدون ایک کی

اربعة اشیاء وهذا لیس بواحدة منها یسر الله تعالی العمل بالسنة والاجتناب عن البدعة المجلس

چار چیزوں میں سے صحیح نہیں ہوتا اور یہہ اون چاروں میں سی کچھہ بھی نہیں ہے آپنے ہمپر آسان کرے سنت پر عمل کرنا اور بدعت سے اجتناب کرنا تمامہوئی مجلس

التاسع والاربعون فی بیان فضیلة الجمعة وفی تفضیل یومها علی سائر الایام

میں بیان جمعہ کی فضیلت کا اور جمعہ کی روز کی تفضیل تمام ایام پر

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خیر یوم طلعت علیه الشمس یوم الجمعة فیه خلق ادم وفیه ادخل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر ایام جن پر آفتاب چمکا ہے جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم پیدا ہوا اور اسی دن میں

الجنة وفیه اخرج منها ولا تقوم الساعة الا فی یوم الجمعة هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابوهریرة

جنت میں داخل ہوا اور اسی روز میں جنت سے نکلا اور قیامت قایم نہوگی مگر دن جمعہ کی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ابوہریرہ کی روایت سے

وقد بین فیه ان یوم الجمعة خیر الایام اذ فیه خلق ادم النبی علیه السلام وفیه ادخل الجنة وفیه اخرج

بیشک اسمیں یہہ بیان فرمایا کہ جمعہ کا دن سب دنوں سے بہتر ہے اسواسطے کہ اسی میں آدم نبی علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی میں جنت میں داخل ہوئے اور اسی میں جنت سے نکلے

منها فان قیل دخول ادم النبی علیه السلام الجنة خیر وحسن لكن خروجه منها كیف یكون خیرا وحسنا

پھر اگر کوئی کہے آدم نبی علیہ السلام کا جنت میں داخل ہونا تو بہتر ہے اور نیک ہے پر اونکا جنت میں سے نکلنا کیا اچھا اور خوب ہے

فالجواب ان خروجه منها المتضمنة للفوائد الكثیرة والمصالح یكون خیرا وحسنا لانه بواسطة خروجه

تو جواب یہہ ہے کہ اونکا جنت میں سے نکلنا جسمیں بہت سی فائدے اور خوبیاں ہونی کو بہتیں بہت خوب اور بہتر ہے اسواسطے کہ وہ جنت میں سے نکلے

منها حصل منه علیه السلام اولاد كثیرة وتناسلوا وبعث الله تعالی من نسله علی ذریته الانبیاء وانزل فیهم

تو اونسے بہت سی اولاد پیدا ہوئی اور آگے کو نسل چلی اور اللہ تعالی اونکی نسل میں سے اونکی اولاد پر نبی بھیجے اور کتابیں نازل

الكتب وجعل منهم الاخیار والابرار وظهر منهم عبادات مرضیة وطاعات مرعیة وهذا كله خیر

اور انمیں سے صلحاء اور ابرار پیدا کئے اور اونسے عبادات پسندیدہ اور طاعات مرغوب عمل میں آئیں یہہ تمام خیر ہی خیر ہے

بالنسبة الى خروجه من الجنة فعلى هذا يكون يوم الجمعة خير الايام وقد عظم الله تعالى به دين الاسلام
جو بہشت کی نکلنی سی ہوئین اس بیان کی موافق جمعہ کا دن سب دنون مین بہتر ہی اور بیشک اللہ تعالی نی اس دن سی دین اسلام کو عظمت دی

وخصه بالمسلمين من بين الانام لما روى عن ابي هريرة انه عليه الصلوة والسلام قال هذا يومهم الذي
اور تمام خلق مین سی مسلمانون کی لئی خاص کیا کیونکہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نی فرمایا یہہ وہ دن ہی

فرض عليهم واختلفوا فيه فهدنا الله له والناس لنا تبع اليهود غدا والنصرى بعد غد يعني انه تعالى
جو اللہ تعالی اونپر فرض کیا تہا اور انہون نی اسمین اختلاف کیا سو اللہ تعالی نی اسکی ہمکو ہدایت کی اور اور لوگ ہمارا پیرو ہین یہود تو اگلی دن اور نصاری اوس سی اگلی دن مراد یہہ کہ

امر عباده ان يجتمعوا في يوم الجمعة ويعظموه بالطاعة ولم يعينه لهم بل امرهم ان يعينوه باجتهادهم
اللہ تعالی نی اپنی بندون کو یہہ امر فرمایا کہ جمعہ کی دن جمع ہوا کرین اور طاعت سی اسکی تعظیم کرین اور دن نہین مقرر کر دیا تہا بلکہ یون حکم تہا کہ آپ اپنی اٹکل سی معین کرلین

فاختلفوا فيه فقالت اليهود هو يوم السبت لانه تعالى فرغ في هذا اليوم من خلق المخلوقات ونحن نفرغ
سو انہون نی اسمین اختلاف کیا یہود تو کہنی لگی وہ شنبہ کا روز ہی اسواسطی کہ اللہ تعالی شنبہ کی روز تمام مخلوقات کو پیدا کر چکا ہم بہی

فيه من الاشغال الدنيوية ونشتغل بالعبادة وقالت النصرى هو يوم الاحد لانه تعالى ابتدأ في
اس روز مین دنیا کی کاروبار چہوڑکر عبادت مین مشغول رہین اور نصاری کہنی لگی وہ یکشنبہ کا دن ہی اسواسطی کہ اللہ تعالی نی اس دن مین

هذا اليوم بخلق المخلوقات فهو اولى بالتعظيم فهدى الله تعالى هذه الامة ووفقهم باصابة حتى
مخلوقات کا پیدا کرنا شروع کیا تہا تو اسہی دن کی تعظیم اولی ہی آخر اللہ تعالی نی اس امت کو ہدایت کیا اور توفیق صواب کی دی یہان تک

عينوه وقالوا ان الله تعالى اوجد في سائر الايام ما ينتفع به الانسان وفي يوم الجمعة اوجد نفس الانسان
کہ جمعہ مقرر کرلیا اس دلیل سی کہ اللہ تعالی نی تمام ایام مین تو وہ چیزین پیدا کین جسمین انسان کی منفعت ہی اور جمعہ کی دن مین انسان کی ذات کو پیدا کیا

والشكر على نعمة الوجود اهم واقدم وقد بين الله تعالى كيفية الشكر في هذا اليوم فقال اذا نودي للصلوة
اور شکر گذاری نعمت وجود کی بہت ضرور اور بہت مقدم ہی اور اللہ تعالی اس دن مین شکر کی کیفیت یون بیان کی فرمایا جب اذان ہو

من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع فانه تعالى امر اولا بالسعي الى الجمعة ثم امر بترك الاشتغال
دن جمعہ کی تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چہوڑو بیچنا سو اللہ تعالی نی اول واسطی سعی کی طرف جمعہ کی امر فرمایا پہر واسطی ترک شغل کاروبار

بالامور الدنيوية الصارفة عن السعي الى الجمعة وقد روى عن عبد الله بن عمر انه عليه السلام
دنیا کی جو جمعہ کی طرف جانی سی روکتی ہون امر کیا اور عبد اللہ بن عمر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

قال لينتهين اقوام عن تركهم الجمعة او ليختمن الله على قلوبهم ثم ليكونن من الغفلين فانه عليه السلام
البتہ باز آوین لوگ جمعہ ترک کرنی سی یا بیشک اللہ تعالی اونکی دلون پر مہر لگاویگا پہر وہ سراسر غافل ہو جاوینگی اب نبی علیہ السلام نی

بين في هذا الحديث ان احد الامرين كائن لا محالة اما الانتهاء عن تركهم الجمعة او ختم الله على قلوبهم
اس حدیث مین بیان فرمایا کہ دو نو باتون مین سی ایک بالضرور ہونیوالی ہی یا باز آنا جمعہ ترک کرنی سی یا اونکی دلون پر اللہ کا مہر لگانا

ثم ليكونن من الغفلين لان العبد اذا ترك امرا من اوامر الله تعالى مرة يحصل في قلبه نكتة سوداء
پہر ہو جاوینگی وہ غفلت والی اسواسطی کہ آدمی جب کوئی حکم اللہ کی حکمون مین سی ایک بار ترک کرتا ہی تو اوسکی دل مین ایک داغ سیاہ پیدا ہو جاتا ہی

واذا ترك مرة اخرى يحصل في قلبه نكتة سوداء اخرى ثم كذلك حتى يسود قلبه فاذا اسود قلبه يغلب
اور جب اوسنی دوبارہ ترک کیا تو اوسمین دوسرا داغ سیاہ بڑہ جاتا ہی پہر اسی طور آخر سارا دل سیاہ ہو جاتا ہی پہر جب دل تمام سیاہ ہوگیا

عليه الغفلة وينسى الموت وكونه من اهل القبور وينهمك في الفسوق والفجور فان تاب وانتهى عن تركه
تو اوسپر غفلت چہا جاتی ہی اور موت کو بہول جاتا ہی اور گور مین جانا یاد نہین رہتا اور فسق و فجور مین کہب رہتا ہی پہر اگر اوسنی توبہ کی اور فرض ترک کرنی سی باز آیا

ما امر به تزول تلك النكتة عن قلبه نكتة نكتة فيعرض عن ارتكاب المنهيات ويشتغل باداء المامورات

تو وہ داغ اوسکے دل پر سی ایک ایک دور ہوتی گتا ہی پھر گناہ کرنی سی پرہیز کرتا ہی اور ادا مامورات مین مشغول ہوتا ہی

التي من جملتها صلوة الجمعة فانها فرض ثبت فرضيتها بالكتاب والسنة واجماع الامة اما الكتاب

جنمین جمعہ کی نماز بہی داخل ہی بیشک یہہ فرض ہی اسکی فرضیت قرآن اور حدیث اور اجماع امت سی ثابت ہی قرآن تو

فقوله تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ فانه تعالى

یہہ آیت ہی ای ایمان والو جب اذان ہو نماز کی دن جمعہ کی تو دوڑو اللہ کی یاد کو بیشک اللہ تعالی نی

امر في هذه الاية بالسعي الى ذكر الله تعالى والامر للوجوب والمراد بذكر الله تعالى الخطبة وهي شرط لجواز

اس آیت میں یہہ امر کیا کہ طرف ذکر الہی کی جلد جاؤ اور امر واسطی وجوب کی ہوتا ہی اور ذکر الہی سی مراد خطبہ ہی اور خطبہ نماز جمعہ کی لئی

صلوة الجمعة فاذا كان السعي الى الخطبة التي هي شرط لجواز صلوة الجمعة واجبا فيكون السعي الى ما هو

صحت کی شرط ہی پھر جب سعی خطبہ کی لئی جو نماز جمعہ کی صحت کی واسطی شرط ہی واجب ہوئی تو سعی واسطی مقصود اصلی کی

المقصود الاصلي وهو صلوة اولى واحرى ثم انه تعالى لتاكيد هذا الجواز امر بترك البيع المباح فقال

کہ وہ نماز جمعہ ہی بطریق اولی واجب بضرورت ہوگی پھر اللہ تعالی نی واسطی تاکید اس جواز کی واسطی ترک بیع مباح کا امر کیا فرمایا

وذروا البيع لان ذلك لا يكون الا لامر واجب واما السنة فقوله عليه الصلوة والسلام اعلموا ان الله تعالى

اور ترک کرو بیع کو اسواسطی کہ ایسا حکم بدون امر واجب کی نہین ہو سکتا اور حدیث یہہ ہی قول علیہ الصلوة والسلام کا جان لو کہ اللہ تعالی نی

كتب عليكم الجمعة في يومي هذا في شهري هذا في مقامي هذا فمن تركها تهاونا بها واستخفافا

تمپر جمعہ فرض کیا ہی آج اس مہینہ مین اس مقام مین پھر جسنی اسکو ترک کیا حقیر جان کر اور اوسکا حق ہلکا سمجھ کر

بحقها وله امام جائر او عادل الا فلا جمع الله شمله الا فلا صلوة له الا فلا زكوة له الا فلا صوم له الا

اور حال یہہ ہی کہ اوسکا امام بہی جائر یا عادل ہو خبردار جمع نہ کریو اللہ اوسکی پریشانی خبردار نہین رہی اوسکی نماز خبردار نہین ہی اوسکی زکوة خبردار نہین ہی اوسکا روزہ الا

ان يتوب فمن تاب تاب الله عليه واما الاجماع فلان الامة قد اجتمعت من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم

اگر توبہ کرلی پھر جسنی توبہ کی اللہ تعالی اوسکی توبہ قبول کرتا ہی اور اجماع امت یہہ ہی کہ تمام امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد کی

الى يومنا هذا على فرضيتها ولم يختلفوا فيها وانما اختلفوا في اصل الفرض هل هو الظهر ام الجمعة واياما

آج تک جمعہ کی فرضیت پر متفق ہی کسیکو اسمین اختلاف نہین ہی اور اختلاف ہی تو اصل فرض مین ہی کہ آیا ظہر ہی یا جمعہ ہی اور بہر صورت

كان يسقط الفرض باداء احدهما ولها شروط زائدة على شروط سائر الصلوات وهي اثنا عشر شرطا ستة منها

دونومین سی ہر ایک کی ادا کرنی سی فرض ذمہ سی ساقط ہو جاتا ہی اور اسکی لئی شرطین تمام نمازوں کی شرطوں سی زیادہ ہین اور وہ بارہ شرطین ہین چہہ اونمین سی

في المصلي وهي شروط لوجوب صلوة الجمعة لا لادائها ولا لصحتها الاول الذكورة فلا تجب على المراة والثاني

مصلی مین ہین یہہ شرطین تو نماز جمعہ کی وجوب کی ہین یہہ شرطین ادا اور صحت کی نہین ہین پہلی مصلی کا مرد ہونا سو عورت پر واجب نہین ہی دوسری

الاقامة فلا تجب على المسافر وكل من وجد يوم الجمعة خارج المصر فهو في حكم المسافر والثالث الحرية

مقیم ہونا پس مسافر پر واجب نہین ہی اور جسکو جمعہ کا دن مصر سی باہر ہو جاوی پس وہ مسافر کی حکم مین ہی تیسری آزادی

فلا تجب على العبد اتفاقا واختلف في المكاتب والماذون والعبد الذي حضر باب الجامع ليحفظ دابة مولاه

سو غلام پر کسیکی نزدیک واجب نہین ہی اور مکاتب اور ماذون کی باب مین اور اوس غلام کی حق مین جو جامع مسجد کی دروازہ پر میاں کا گہوڑا پکڑی کھڑا ہو اختلاف

والرابع الصحة فلا تجب على المريض اذا خاف زيادة المرض او بطوء البرء بالذهاب اليها ومثله الشيخ الكبير

چوتہی صحیح وسالم ہونا بس بیمار پر واجب نہین اگر جمعہ مین جانی سی بیماری بڑہیگا یا دیر مین چہا ہونیکا خوف ہو اور ایسی ہی بہیر فرتوت

الضعيف

الضعيف عن السعي والخامس سلامة العينين فلا تجب على الاعمى عند ابي حنيفة وعندهما تجب ان وجد
چلنے میں ناتوان پانچویں آنکھوں والا ہونا پس اندھے پر واسطے ابوحنیفہ کے نزدیک واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے اگر
قائدا والسادس سلامة الرجلين فلا تجب على المقعد وان وجد من يحمله الى الجمعة والممرض كالمريض على الاصح
ہاتھ پکڑنے والا میسر آوے چھٹی دونوں پاؤں کی سلامتی پس لنگڑے پر واجب نہیں اگرچہ ایسا شخص میسر آوے کہ جو اسے جمعہ تک اٹھا کر لے جاوے اور بیمار دار اصح قول پر مانند بیمار کے ہے
ان بقي المريض ضايعا والتمريض من جملة الاعذار المبيحة للتخلف عن الجمعة وكذا الخوف من ظالم ونحوه و
اگر مریض چھوڑنے سے ضائع ہو جاوے اور بیمار داری ان عذروں میں ہے جس سے جمعہ میں نہ جانا مباح ہو جاتا ہے ایسے ہی ظالم وغیرہ کا خوف اور
المطر والثلج والوحل ونحوها فهؤلاء الذين لم يستكملوا الشرائط لا تجب عليهم الجمعة لكنهم لو حضروها
بارش اور اولے اور کیچڑ وغیرہ پس یہ لوگ جنمیں یہ شرطیں پوری نہیں ہیں ان پر جمعہ واجب نہیں ہے لیکن یہ لوگ اگر جمعہ میں چلے جاویں
وصلوها يجزيهم عن فرض الوقت وستة منها في غير المصلي وهي شروط لادائها وصحتها الاول
اور پڑھیں تو وقتی فرض ان سے ادا ہو جاتا ہے اور چھ شرطیں سوای مصلی کے ہیں اور یہ شرطیں ادا کی اور صحت کی ہیں پہلی
المصر فلا يجوز ادائها في المفازة والقرى لكن ان صليت في القرية وكنت فيها يلزمك ان تحضرها وتعمل بقول
شہر کا ہونا پس جمعہ کا ادا کرنا جنگل اور گانوں میں جائز نہیں ہے لیکن اگر گانوں کے اندر جمعہ پڑھی گئی اور تو وہاں موجود ہو تو تجھکو جمعہ میں جانا اور علما کے
علمائك وما يسبق الى القلوب انكاره وان كان عندك عذر فليس كل سامع تستطيع ان تسمعه عذرك
قول پر عمل کرنا لازم ہے بچنا وہ ایسی بات سے جسمیں لوگوں کی دلوں میں شبہ انکار کا پیدا ہو اگرچہ تجھکو عذر حاصل ہو کیونکہ ہر ایک سامع ایسا نہیں ہے کہ تو اسکو اپنا عذر سنا سکے
قد جاء في الحديث انه عليه السلام قال من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فلا يقعد مواقع التهم واختلفوا
اور ضرور حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہے وہ تہمت کی جگہ نہ بیٹھا کرے اور مصر کی
في تفسير المصر والصحيح انه الموضع الذي يكون فيه بيوت وسكك واسواق وامير وقاض ينفذ الاحكام
تعریف میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ مصر ایسا موضع ہے جسمیں گھر ہوں اور کوچے اور بازار ہیں اور حاکم اور قاضی جو احکام جاری
ويقيم الحدود وليس من شرط ادائها المسجد الجامع لجواز ادائها في فناء المصر وهو ما اتصل به معدا لمصالحه
اور حدود قایم کرے اور شروط ادا میں مسجد جامع کا ہونا داخل نہیں ہے اسواسطے کہ فناء مصر میں بھی جمعہ جائز ہے اور فناء وہ ہے جو میدان مصر کی قریب مصالح کی
كربض الخيل وجمع العسكر ودفن الموتى وصلوة الجنازة ونحوها ويجوز للخليفة وامير الحجاج اقامتها بمنى
واسطے چھوڑا ہو جیسے گھوڑوں کا باندھنا اور لشکر کا جمع کرنا اور مردوں کا دابنا اور جنازہ کی نماز پڑھنی اور مانند اسکی اور خلیفہ اور امیر حاج کو جمعہ قایم کرنا منی میں موسم کے
في الموسم لانها تكون مصرا في ايام الموسم لاجتماع شرائط المصر فيها من الامير والقاضي والابنية والاسواق
دنوں میں جائز ہے اسلئے کہ منی موسم کے دنوں میں بمنزلہ مصر کے ہو جاتی ہے اسواسطے کہ تمام شرطیں مصر کی اوسمیں جمع ہو جاتی ہیں امیر قاضی اور مکانات اور بازار میں
الا انها لا تبقى مصرا بعد انقضاء الموسم وبقاءها مصرا ليس بشرط ولا يجوز اقامتها بعرفات لانها ليست
ہاں اتنا ہے کہ موسم کی گذرنے کی بعد مصر باقی نہیں رہتی اور باقی رہنا مصر کا کچھ شرط نہیں ہے اور عرفات میں جمعہ قایم کرنا جایز نہیں اسواسطے کہ عرفات نہ تو
بمصر ولا من فنائه بل هو فضاء ومفازة وفي ظاهر الرواية عن ابي حنيفة لا يجوز اقامتها في المصر الا في موضع
مصر ہے اور نہ فناء مصر بلکہ وہ ایک میدان اور جنگل ہے اور ظاہر روایت میں امام ابوحنیفہ سے ہے کہ جمعہ قایم کرنا مصر میں سوا ایک مسجد کی
واحد فان اديت في موضعين او اكثر فالجمعة للاولين تحريمة وقيل فراغا وقيل فيهما جميعا وان لم يعلم
جایز نہیں ہے پھر اگر دو جگہ سے زیادہ پڑھا جاوے تو جمعہ انکا ہے جنہوں نے پہلے نیت باندھی اور بعضے کہتے ہیں جو پہلے پڑھ چکے اور بعضے کہتے ہیں دونوں میں اور اگر یہ نہ
ايهما الاول تبطل صلوة الكل وفي رواية عنه وهو قول محمد يجوز اقامته في مواضع متعددة وفي رواية
معلوم ہو اول کون ہیں تو سب کی نماز باطل ہے اور ایک روایت میں ابوحنیفہ سے اور یہی قول امام محمد کا ہے کہ قایم کرنا جمعہ کا کئی جگہ جایز ہے اور ابو یوسف کی روایت

ابي يوسف لا يجوز اقامتها في موضعين الا اذا كان بينهما نهر عظيم كدجلة في بغداد وفي رواية عنه لا يجوز
میں قایم کرنا جمعہ کا دو جگہ جایز نہیں مگر ایسی دو جگہ شہر کی جنکی بیچ میں نہر بڑی ہو حائل جیسی بغداد میں دجلہ اور ایک روایت میں ابو یوسف سی

اقامتها اذا كان عليه جسر حتى روي عنه انه كان يامر يوم الجمعة برفع الجسر وقت الصلوة ليكون
قایم کرنا جمعہ کا یعنی دو جگہ جایز نہیں اگر اوس نہر پر پل ہو یہان تک کہ روایت ہی کہ امام ابو یوسف جمعہ کی دن نماز کی وقت پل اوٹھوا دیتی تھی تاکہ وہ جگہ

كمصرين وفي كل موضع وقع الاشتباه في صحة الجمعة لتعددها او لوقوع الشك في المصر ان قام اهله ينبغي لهم
مثل دو شہروں کی ہو جاوے اور جس جگہ صحت جمعہ میں بسبب تعدد کی یا بسبب مصر کی مشکوک ہونی کی یہ شبہ پڑی کہ ادا ہوا یا نہیں تو جب وہان کی لوگ جمعہ پڑھ چکیں

ان يصلوا بعدها في ذي اربع ركعات قائلا كل واحد منهم نويت ان اصلي اخر ظهر ادركت وقته ولم اصله
تو اونکو سزاوار ہی کہ بعد اوسکی چار رکعت اور الگ الگ پڑھیں ہر ایک نیت کی وقت یہ کہی نیت کرتا ہوں کہ ادا کروں پچھلی ظہر جسکا میں نی وقت پایا پر اب تک پڑھی

بعد واصل هذا على ما ذكر في القنية ان اهل مرو لما ابتلوا باقامة الجمعتين فيها مع اختلاف العلماء في
نہیں اور اسکی اصل موافق بیان قنیہ کی یہ ہی کہ مرو کی لوگ جب مرو میں دو جگہ جمعہ پڑھنی لگی باوجود یکہ علما میں دو جمعہ کی جواز میں اختلاف تھا

جوازهما امرهم ائمتهم باداء كل واحد منهم اربع ركعات بهذه النية حتما احتياطا لان الجمعة التي صلاها
تو اونکو اونکی پیشواؤں نی فتوی دیا کہ ہر ایک احتیاط کی واسطی چار چار رکعت اس نیت سی ضرور پڑھا کری کیونکہ یہ جمعہ جو ادا کیا

ان لم تجز يخرج عن عهدة فرض الوقت بيقين وان جازت فان كان عليها ظهر فائتة يسقط عنه ذلك
اگر جایز نہیں ہوا تو فرض وقتی کی ذمہ سی یقینا پاک ہو جاویگا اور اگر جمعہ جایز ہوگیا تو پہر اگر اوسکی ذمہ کوئی ظہر فائتہ ہوگی تو اب وہ فائتہ ادا ہو جاویگی

الفائتة وان لم يكن عليه ظهر فائتة تكون تلك الاربع نفلا فلاحتمال كونها نفلا لا بد ان يقرأ في الاخريين
اور اگر اوسکی ذمہ ظہر فائتہ نہیں ہی تو یہ چاروں رکعت نفل ہو جاوینگی سو اس احتمال کی لئی کہ شاید نفل ہوں ضروری کہ پچھلی دو دو رکعت میں

بعد الفاتحة سورة لانها ان وقعت فرضا فقراءة السورة لا تضر وان وقعت نفلا فقراءة السورة واجبة والثاني
بعد سورہ فاتحہ کی کوئی سورۃ پڑھی اس واسطی کہ اگر وہ فرض ہوئیں تو سورۃ کی پڑھنی میں کچھ نقصان نہیں ہی اور اگر وہ رکعتیں نفل ہوئیں تو سورۃ کا پڑھنا واجب ہی اور دوسری

من الشروط التي في غير المصلى السلطان او نائبه والمتغلب الذي لا منشور له من السلطان يجوز له اقامة
شرط جو غیر مصلی میں ہو سلطان کا یا اوسکی نائب کا ہونا اور جو متغلب کہ سند سلطانی نہیں رکہتا اوسکو قایم کرنا جمعہ کا جایز ہی

الجمعة اذا كان سيرته في رعيته سيرة الامراء وكان يحكم بينهم بحكم الولاية اذ بذلك يثبت السلطنة
اگر اوسکا معاملہ رعیت سی بطور امراء کی ہو اور رعیت پر حکومت حاکموں کی طور پر کرتا ہو اس واسطی کہ اس سی سلطنت ثابت ہو جاتی ہی

فيتحقق الشرط والمامور بالجمعة ان يستخلف وان لم يؤذن له في الاستخلاف ولا فرق في ذلك بين وجود
پہر شرط موجود ہو جاتی ہی اور جو شخص جمعہ کی لئی مامور ہیں جیسی قاضی وغیرہ اختیار رکہتی ہیں کہ اپنا خلیفہ کر دیں اگرچہ انکو خلیفہ کرنی کی اجازت نہو اور اس باب میں کچھ فرق

العذر وعدم وجوده ولا بين الخطبة والصلوة والاذن في الخطبة اذن في الصلوة وبالعكس وليس
نہیں خواہ کچھ عذر ہو یا عذر نہو اور نہ کچھ فرق خطبہ کا ہی اور نہ نماز کا اور خطبہ کی اذان بعینہ نماز کی اذان ہی اور بالعکس اور

للقاضي ان يصلي الجمعة بالناس اذا لم يؤمر بها وكذا صاحب الشرطة ليس له ان يصليها بهم فان مات
قاضی کو اختیار نہیں کہ لوگوں کو جمعہ پڑھا دی اگر اوسکو سلطان کا حکم نہیں ہی اور ایسا ہی محتسب کو جایز نہیں کہ لوگوں کو جمعہ پڑھا دی اور اگر حاکم شہر کا مرجاوی

والي المصر فقبل اتيان وال اخر لو صلى بهم خليفة او القاضي او صاحب الشرط يجوز لان امر العامة فوض
تو دوسری حاکم کی مقرر ہونی سی پہلی اگر لوگون کو خلیفہ یعنی نائب یا قاضی یا محتسب جمعہ پڑھا دی تو جایز ہی اس لئی کہ انتظام عوام کا اونکو سپرد ہی

اليهم وان لم يكن احد من هؤلاء فاجتمع الناس على احد فصلى بهم يجوز ومع وجود احد منهم لا يجوز
اور اگر انہیں سی کوئی موجود نہو اور لوگوں نی جمع ہوکر ایک کو امام کرلیا اور اوسنی جمعہ پڑھا دیا تو جایز ہی اور اگر انہیں سی کوئی موجود ہو تو بدون اوسکی

۸۱

الا باذنه ولو شرع المأمور بها فيها ثم حضر آخر مكانه مضى عليها ولو حضر قبل شروعه لا يجوز شروعه
بدون اوسکی اذن کی جایز نہیں اور اگر قاضی وغیرہ جسکو جمعہ پڑہانیکی اجازت تہی نماز شروع کرچکا سو پہر اوسکی جگہہ پر دوسرا مقرر ہوکر آگیا تو نماز کو پوری کری اور اگر اوسکی شروع کرنی سی

والثالث من تلك الشروط الوقت وهو وقت الظهر فلا يجوز قبل الزوال ولا بعد دخول وقت العصر ولو
پہلی آگیا تو شروع کرنا صحیح نہیں اور تیسری شرط اون شرطوں میں سی وقت کا ہونا اور وہ وقت ظہر کا ہی سو دوپہر ڈہلنی سی پہلی جایز نہیں اور نہ بعد جانی وقت عصر کی اور اگر

خرج الوقت وهو فيها يستأنف الظهر ولا يبنيه عليها لاختلافهما كمية وشروطا والرابع من تلك
نماز ہی کی اندر وقت ہوچکا تو از سر نو ظہر کو پڑہی اور اوسیکو بڑہا کر ظہر نہ کرلی کیونکہ جمعہ اور ظہر مقدار اور شرطوں میں مختلف ہیں اور چوتہی شرط اون

الشروط الخطبة ولها شرط وركن وواجب وسنة أما شرطها فكونها في الوقت حتى لو خطب
شرطوں میں سی خطبہ ہی اور خطبہ کی یہی شرط اور رکن اور واجب اور سنت ہیں خطبہ کی شرط تو یہہ ہی کہ وقت کی اندر ہووی یہان تک کہ اگر پیش از وقت

قبله لا تصح وكونها بحضرة الجماعة حتى لو خطب وحده ثم حضر الجماعة لا تصح وكونها جهرا
خطبہ پڑہیگا تو صحیح نہیں اور جماعت کی سامنی چاہیی یہان تک کہ اگر خطبہ تنہا پڑہیگا اور پہر جماعت جمع ہوگی تو صحیح نہیں ہی اور اتنا پکار کر پڑہنا چاہیی

بحيث يسمعها من يكون عنده اذا لم يكن مانع وأما ركنها فمطلق ذكر الله تعالى بنيتها حتى لو قال
کہ جو اوسکی پاس موجود ہوں سب سنلیں اگر کچھہ مانع نہو اور خطبہ کا رکن مطلق ذکر اللہ تعالی کا خطبہ کی نیت سی ہی یہان تک کہ اگر خطیب نی

الحمد لله او سبحان الله او لا اله الا الله على قصد الخطبة يجزئ عند ابي حنيفة اما لو قال لعطاس
الحمد للہ یا سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ خطبہ کی نیت سی کہا تو امام ابو حنیفہ کی نزدیک کافی ہی ہان اگر چہینک کر

او تعجب فلا يجزئ وعندهما لا بد من ذكر طويل يسمى خطبة وهو مقدار ثلث آيات وقيل مقدار التشهد
یا تعجب سی کہیگا تو کافی نہیں ہی اور صاحبین کی نزدیک اتنا ذکر دراز ضرور ہی جسکو خطبہ کہہ سکیں اور وہ تین آیتوں کی برابر ہو اور کوئی کہتا ہی کہ تشہد کی برابر ہو

من قوله التحيات لله الى قوله عبده ورسوله لان الخطبة واجبة بالاجماع والتحميدة الواحدة
لفظ التحیات للہ سی عبدہ ورسولہ تک اسواسطی کہ خطبہ متفق علیہ واجب ہی اور الحمد للہ ایکبار

والتسبيحة الواحدة والتهليلة الواحدة لا تسمى خطبة وأما واجبها فالطهارة والقيام وستر
اور سبحان اللہ ایک بار اور لا الہ الا اللہ ایک بار خطبہ نہیں کہلاتا اور خطبہ کی واجبات باوضو ہونا اور کہڑی رہنا اور عورت کا

العورة وأما سننها فكونها خطبتين بجلسة بينهما يشتمل كل منهما على الحمد والتشهد والصلوة على
ڈہانپنا اور خطبہ کی سنت دو خطبوں کا ہونا بیچ میں ایک جلسہ کی فرق سی اور دونوں میں حمد اور تشہد اور درود

النبي صلى الله عليه وسلم والاولى على تلاوة آية والوعظ والثانية على الدعاء للمؤمنين والمؤمنات
نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو اور پہلی خطبہ میں تلاوت آیت کی اور پند ہو اور دوسری میں مسلمان مرد اور عورتوں کی حق میں

بدل الوعظ والخامس من تلك الشروط الجماعة واقلهم ثلثة سوى الامام ويشترط كونهم رجالا عاقلين
بدلہ پند کی دعا ہو اور پانچویں شرط اون شرطوں میں سی جماعت ہی کم سی کم تین آدمی سوا امام کی ہوں بشرطیکہ تینوں مرد عاقل بالغ ہوں

بالغين فلا ينعقد بالنساء والصبيان والمجانين ولا يشترط كونهم احرارا ومقيمين فتنعقد بالعبيد
پس جماعت نری عورتوں اور بچوں اور دیوانوں سی نہیں ہوگی اور یہہ شرط نہیں ہی کہ آزاد یا مقیم ہوں پس جماعت نری غلاموں

والمسافرين ويشترط بقاؤهم الى السجدة الاولى عند ابي حنيفة فلو نفروا قبلها او نقصوا عن ثلث ثم
اور مسافروں سی ہو جاویگی اور امام ابو حنیفہ کی نزدیک یہہ شرط ہی کہ پہلی سجدہ تک سب موجود رہیں پس اگر پہلی سجدہ سی پہلی بہاگ گئی یا تین سی کم رہ گئی

يستقبل الظهر وعندهما لو نفروا بعد التحريمة يتم الجمعة والسادس من تلك الشروط الاذن العام
تو ظہر ادا کری اور صاحبین کی نزدیک اگر بعد تکبیر تحریمہ کی چلی جاویں تو جمعہ پورا کرلی اور چہٹی شرط اون شرطوں میں سی اذن عام ہی

وهو ان يفتح باب الجامع ويؤذن للناس حتى لو اجتمع في الجامع واغلقوا بابه وصلوا فيه الجمعة لا
اسطرح کہ مسجد جامع کا دروازہ کہل جاوی اور لوگون کو آنیکی اجازت ہو یہان تک کہ اگر مسجد مین جمع ہوکر پہر دروازہ اوسکا بند کردین اور جمعہ کی نماز مسجد مین پڑہلین
يجوز وكذا السلطان لو اغلق باب قصره وصلى فيه بحشمه لا يجوز لانها من شعائر الاسلام وخصائص
توجایز نہیں ہی اور ایسی ہی سلطان اگر اپنی محل کا دروازہ بند کرکر اپنی فوج کی ہمراہ جمعہ کی نماز پڑہلی تو جایز نہیں ہی اوسلیئی کہ جمعہ اسلام کی نشانیون اور دین کی خاص
الدين فلابد من اقامتها على طريق الاشتهار وان فتح باب قصره واذن للناس بالدخول فيه يجوز سواء
امرون مین سی ہی سو اوسکو خواہ مخواہ بطور اشتہار کی قایم کرنا چاہئی اور اگر بادشاہ اپنی محل کا دروازہ کہولکر لوگون کو اجازت آنیکی دیدیوی تو جایز ہی پہر برابر ہی
دخلوا ولا لكن يكره لعدم قضاء حق المسجد الجامع فاذا وجدت هذه الشروط كلها يجب السعي و
کہ کوئی جاوی یا نہ جاوی پر مکروہ ہی اوسلیئی کہ مسجد جامع کا حق ادا نہوا اور جب یہہ تمام شرطین پوری پائی جاوین تو اصح قول پر سعی اور
ترك البيع بالاذان الاول وهو الذي يكون على المنارة بعد دخول الوقت في الاصح لانه المعتبر في
بیع کا ترک کرنا پہلی اذان پر واجب ہی یعنی وہ اذان جو منارہ پر وقت ہوجانیکی بعد ہوتی ہی موافق اصح قول کی اوسلیئی کہ یہی اذان
هذا الزمان وان كان حادثا غير واقع في عهد النبي صلى الله عليه وسلم لما روى انه عليه السلام
اس زمانہ مین معتبر ہی اگرچہ نواحداث ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد مین نہ تہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام
والامامين بعده كانوا يصعدون المنبر بعد الزوال قبل النداء فيؤذن المؤذن بين ايديهم فلما كان زمن
اور بعد حضرت کی دو امام زوال کی بعد اذان سی پہلی منبر پر جاتی تہی پہر مؤذن اونکی سامنی اذان پڑہتا تہا پہر جب زمانہ
خلافة عثمان وكثر الناس راى ان يؤذن المؤذن قبل صعود الامام المنبر لينتهي الصوت اليهم فيحضروا
عثمان کی خلافت کا آیا اور لوگون کی کثرت ہوگئی تو اونکی رای مین یہہ آیا کہ مؤذن امام کی منبر پر جانی سی پہلی اذان کہا کری تاکہ اونکو آواز جاوی اور سنکر آجاوین
وزاد اذانا ثانيا على دار في سوق المدينة بقرب المسجد يقال له زوراء وكان هذا الاذان سنة ايضا
اور دوسری اذان بڑہا دی ایک گہر پر جو مدینہ کی بازار مین مسجد کی پاس تہا اوسکا نام زوراء ہی اور یہہ اذان بہی مسنون ہی
لقوله عليه السلام عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي واما النداء الذي يكون في وقت
اس حدیث کی موافق لازم کرلو اپنی اوپر میری سنت اور میری بعد خلفاء راشدین کی سنت اور وہ اذان جو چاشت کی وقت ہوتی ہی
الضحى للتنبيه على ان هذا اليوم يوم الجمعة فبدعة احدثه الحجاج كذا ذكر في مجمع الفوائد والحاصل ان كل
اطلاع دینی کو کہ یہہ دن جمعہ کا ہی سو یہہ بدعت ہی اسکو حجاج نی جاری کیا تہا کتاب مجمع الفوائد مین یہہ ذکر کیا ہی مطلب یہہ ہی کہ جو
اذان يكون قبل الزوال فهو غير معتبر بل المعتبر الاذان الاول الذي يكون بعد الزوال اذ به يحصل الاعلام
اذان دوپہر ڈہلنی سی پہلی ہووی سو اوسکا کچہہ اعتبار نہیں ہی بلکہ معتبر پہلی اذان ہی جو دوپہر ڈہلنی کی بعد ہوتی ہی اسلئی کہ اس سی اعلام حاصل ہوتا ہی
فان كل من يجب عليه الجمعة اذا اذن هذا الاذان يلزمه السعي الى الجمعة فاذا حضر المسجد الجامع يصلي
بیشک جسپر جمعہ واجب ہی جب یہہ اذان ہوگی اوسکو جلد جمعہ مین دوڑ جانا چاہئی پہر جب وہ مسجد جامع مین پہنچی تو بیٹہنی سی پہلی
قبل القعود ركعتين تحية المسجد ثم اربع ركعات سنة الجمعة واذا توجه الامام الى صعود المنبر يحرم
دو رکعت تحیۃ المسجد کی پہر چار رکعت سنتین جمعہ کی پڑہی پہر جب امام منبر پر جانیکو متوجہ ہو تو امام ابو حنیفہ کی نزدیک
الصلوة والكلام عند ابي حنيفة حتى يتم الخطبة وعندهما لا باس بالكلام قبل الشروع في الخطبة واذا
نماز اور بات جیت سب حرام ہی جبتک خطبہ تمام ہوجاوی اور صاحبین کی نزدیک خطبہ شروع کرنی سی پہلی بولنی کا کچہہ مضائقہ نہین اور جب
جلس على المنبر يؤذن المؤذن بين يديه الاذان الثاني واذا تم الاذان يقوم ويخطب خطبتين يفصل بينهما بجلسة
امام منبر پر جا بیٹہی تو مؤذن اوسکی سامنی دوسری اذان پڑہی اور جب یہہ اذان ہوچکی تو امام کہڑا ہوکر دو خطبی پڑہی دونون کی بیچمین

خفيفة

حنيفة رحمه الله مقدار ما ان يستقر كل عضو منه في موضعه ويستحب للقوم ان يستقبلوا الامام عند
لگی ہی جلسہ کا فاصلہ کری مقدار کہ ہر ایک عضو اپنی اپنی جگہہ پر راست ہو جاوی اور قوم کو مستحب یوں ہی کہ خطبہ کی وقت امام کی طرف منہ کرتی ہیں
الخطبة لكن الرسم الآن انهم يستقبلون القبلة للحرج في تسوية الصفوف لكثرة الزحام كذا ذكر في
لیکن اب رسم یہہ ہو رہی ہی کہ رو بقبلہ بیٹھی رہتی ہیں اسواسطی کہ صفین سیدھی کرنی میں بسبب کثرت انبوہ کی حرج ہوتا ہی ہدایہ کی شرح میں یہہ ہی مذکور ہی
شرح الهداية للسروجي واذا فرغ من الخطبة وشرع المؤذن في الاقامة ينزل من المنبر ويصلي
جو سروجی کی ہی اور جب خطبہ پڑھ چکی اور مؤذن تکبیر کہنی لگی تو امام منبر پر سی اوتر کر قوم کو دو رکعت نماز جمعہ کی پڑھاوی
بالناس ركعتين صلوة الجمعة ولو وقع الاشتباه في صحتها بتعددها او وقوع الشك في المصر
اور اگر جمعہ کی صحت میں کچھہ شبہہ پیدا ہووی کئی جگہہ ہونی کی سبب یا مصر مشکوک ہونی سی
يصلي بعدها كل واحد منهم فرادى اربع ركعات آخر ظهر كما سبق ثم اربع ركعات بنية السنة
تو ہر ایک بعد اوسکی الگ الگ چار رکعت پچھلی ظہر کی پڑھیں جیسی کہ اوپر مذکور ہو چکا پہر چار چار رکعت سنتوں کی نیت سی
عند ابي حنيفة وعندهما ست ركعات ومن ادرك الامام فيها ولو في التشهد او في سجود السهو يصلي
امام ابو حنیفہ کی نزدیک اور پڑھیں اور صاحبین کی موافق چھہ رکعت پڑھیں اور جسنی امام کو نماز جمعہ میں پایا اگرچہ تشہد میں یا سجدہ سہو میں تو امام کی ساتھ
معه ما ادرك ويبني عليه الجمعة وقال محمد ان ادرك في الركوع في الركعة الثانية يبني عليه الجمعة
پڑھ لی جو ہاتھ لگی اور نماز جمعہ پوری کر لی اور امام محمد کہتی ہیں اگر دوسری رکعت کی رکوع میں جا ملا تو نماز جمعہ کی پوری کر لی
وان ادرك بعد ما رفع راسه من الركوع في الركعة الثانية يبني عليه الظهر ومن لا عذر له اذا صلى
اور اگر بعد اسکی ملا کہ امام دوسری رکعت کا رکوع پورا کر کر کھڑا ہو گیا تو اب ظہر کی نماز پوری کر لی اور جسکو کوئی عذر نہیں ہی اگر وہ ظہر
الظهر قبل ان يصلي الامام الجمعة يصح ظهره لكن يكون عاصيا لترك الجمعة ويكره للمعذورين
پہلی اس سی پڑھ لی کہ امام نماز جمعہ کی پڑھ چکی تو اوسکی ظہر صحیح ہی پر گنہگار ہوگا کیونکہ اوسنی جمعہ ترک کیا اور معذور لوگون کو
والمسجونين اداء الظهر في المصر بالجماعة سواء كان قبل فراغ الامام من الجمعة او بعده لان الجمعة
اور قیدیوں کو مصر میں ظہر کی نماز جماعت سی پڑھنی مکروہ ہی برابر ہی کہ امام نماز جمعہ سی فارغ نہو ہو یا فارغ ہو لیا ہو اسواسطی کہ جمعہ جمع کرنیوالا
للجماعات وفي اداء الظهر بالجماعة تفريق الجماعة عن الجمعة وتقليلها فيها بخلاف اهل القرى اذ لا جمعة
جماعتوں کا ہی اور ظہر کو جماعت سی پڑھنی میں جمعہ کی جماعت کی تفریق ہوتی ہی اور اوسمیں کمی پڑتی ہی برخلاف گانون والوں کی اسواسطی کہ اونپر
عليهم ولا يفضي اداء الظهر بالجماعة الى تفريق الجمعة وتقليلها فيكون ذلك في حقهم كسائر الايام
جمعہ نہیں ہی وہاں ظہر کو جماعت سی پڑہنی میں نہ تفریق جماعت جمعہ کی ہوتی ہی اور نہ کمی پڑتی ہی سو جمعہ کا دن بلا کراہت ظہر جماعت سی پڑہنی کو اونکی حق میں ایسا ہی
في جواز اداء الظهر بالجماعة من غير كراهة ويستحب للمريض ان لا يصلي الظهر قبل فراغ الامام من الجمعة
جیسی تمام اور دن ہیں اور بیمار کو مستحب ہی کہ جبتک امام نماز جمعہ سی فارغ نہو ظہر نہ پڑہی
لرجاء البرء في كل ساعة ومن جاء الى الجمعة ووجد المسجد ملآن واراد ان يتخطى الناس ان كان يؤذيهم
اسواسطی کہ ہر آن میں صحت کی امید ہی اور جو شخص جمعہ میں جا کر دیکہی کہ مسجد بہر چکی اور اسنی ارادہ کیا کہ صفوں میں کو گذر جاوی اگر اس طور پر جانی سی ایذا ہو لوگونکو
بالتخطي لا يتخطى وان كان لا يؤذي احدا بان لا يطأ ثوبا ولا جسدا لا باس بان يتخطى ويدنو من الامام
تو نہ جاوی اور اگر کسیکو کچھہ ایذا انہیں ہوتی اسطور کہ نہ پاؤں تلی کسیکا کپڑا دبائی اور نہ کسیکا کچھہ بدن تو چلی جانی کا کچھہ مضائقہ نہیں کہ امام سی نزدیک ہو جاوی
وذكر الفقيه ابو جعفر عن اصحابنا ان التخطي لا باس به ما لم ياخذ الامام في الخطبة ويكره اذا اخذ
اور فقیہہ ابو جعفر ہماری اصحاب سی نقل کرتا ہی کہ تخطی کا کچھہ مضائقہ نہیں جب تک امام نی خطبہ نہیں شروع کیا اور اگر خطبہ شروع کر لیا تو مکروہ ہی

فعلى هذا يكون جواز التخطي مشروطا بشرطين احدهما ان لا يؤذي احدا والثاني ان لا يكون الامام في
اس روایت کی موافق تخطی جائز ہونی کی لئی دو شرطین ہین ایک تو یہہ کہ کسیکو ایذا نہو اور دوسری یہہ کہ امام خطبہ نہ پڑھتا ہو
الخطبة يسرنا الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه وكرمه المجلس الخمسون في بيان
الٰہی ہمکو آسان کر موافق اپنی رضا کی عمل کرنا اپنی لطف اور کرم سی پچاسوین مجلس مصافحہ کی بیان مین
المصافحة وبيان كيفيتها وفوائدها وبدعيتها في بعض محلها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اور اوسکی کیفیت اور طرز اور فائدی اور اوسکا بدعت ہونا بعض محل رسول اللہ صلی اللہ علیہ نی فرمایا
ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان الا غفر لهما قبل ان يتفرقا وفي رواية اذا التقى المسلمان
نہین کوئی دو مسلمان کہ ملین اور مصافحہ کرین مگر دو نو جدا ہونی سی پہلی بخشی جائینگی اور ایک روایت مین ہی جب دو مسلمان ملین
فتصافحان وحمدا الله واستغفرا الله غفر لهما هذا الحديث من حسان المصابيح رواه البراء بن عازب
اور مصافحہ کرین اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرین اور اللہ تعالیٰ سی مغفرت مانگین تو اللہ اون دونون کو بخش دیگا یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین ہی براء بن عازب کی روایت
والفاء فيه لفظ خاص للتعقيب موجبه تعقيب التصافح الالتقاء والتصافح على ما ذكر في صحاح الجوهري
اور فا اسمین لفظ خاص تعقیب کی واسطی ہی جس سی مصافحہ ملاقات سی پیچھی واجب ہوتا ہی اور تصافح موافق مضمون صحاح جوہری کی مصافحہ ہی
المصافحة فيثبت شرعية المصافحة عند لقاء المسلم لاخيه وتكون من تمام التحية بينهما لما ١٣
سو مصافحہ کا مشروع ہونا بوقت ملاقات ایک مسلم کی بھائی مسلمان سی ثابت ہوتا ہی اور اون دونو مین سلام کی تمامی ہی اس واسطی کہ
روي عن ابي امامة انه عليه الصلوة والسلام قال تمام تحياتكم بينكم المصافحة وهذا الحديث ايضا
ابو امامہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نی فرمایا تمامی تمہاری آپسکی سلامون کی مصافحہ ہی یہہ حدیث بھی دلالت کرتی ہی
يدل على كون شرعية المصافحة عند الملاقاة لانه عليه السلام جعلها من تمام التحيات والتحيات
کہ مصافحہ ملاقات کی وقت مشروع ہی اس واسطی کہ نبی علیہ السلام نی مصافحہ کو تمامی تحیات کا ٹھہرایا اور تحیات
جمع التحية وهي السلام والسلام انما يكون عند الملاقات وكذا ما هو من تمامه فينبغي ان توضع
جمع تحیہ کی ہی سلام کو کہتی ہین اور سلام سوا وقت ملاقات کی نہین ہوتا اور ایسی ہی جو چیز سلام کی تمامی ہی اب سزاوار یہہ ہی کہ
حيث وضعها الشرع ويراعى سننها والسنة فيها ان تكون بكلتا اليدين واما في غير حال الملاقات
مصافحہ اوسی جگہ ہو کہ جہان اوسکو شرع نی قایم کیا ہی اور اوسکی طریقہ مسنون کی رعایت ہو اور مسنون اسطور پر ہی کہ دونو ہاتھ سی ہو اور بدون وقت ملاقات کی
مثل كونها عقيب صلوة الجمعة والعيدين كما هو العادة في زماننا فالحديث ساكت عنه فيبقى
جیسی بعد نماز جمعہ اور عیدین کی جو اس زمانہ مین عادت جاری ہی سو حدیث سی ثابت نہین ہی پس یہہ
بلا دليل وقد تقرر في موضعه ان ما لا دليل عليه فهو مردود لا يجوز التقليد فيه بل يرده ما روي عن
بلا دلیل ہی اور اپنی جگہہ مین یہہ ثابت ہی کہ جس امر کی کچھ دلیل نہین ہوتی تو وہ مردود ہوتا ہی اوسمین تقلید جائز نہین بلکہ یہہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سی مردود ہی
عائشة انه عليه السلام قال من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد اي مردود فان الاقتداء
کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی کچھ نیا پیدا کیا ہماری اس دین مین جو دین مین سی نہین ہی سو وہ سب رد ہی یعنی مردود ہی کیونکہ پیروی
لا يكون الا بالنبي عليه السلام اذ قال الله تعالى وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا
سوا نبی علیہ السلام کی کسیکی نہین ہی اس واسطی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اور جو دی تمکو رسول سو لی لو اور جس سی منع کری سو چھوڑ دو
وقال في آية اخرى فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
اور ایک اور آیت مین فرمایا سو ڈرتی رہین جو لوگ خلاف کرتی ہین اوسکی حکم کا کہ پڑی کا اون پر کچھہ خرابی یا پہنچی اونکو دکھہ کی مار

على ان الفقهاء من الحنفية والشافعية والمالكية صرحوا بكراهتها وكونها بدعة قال فى الملتقط يكره المصافحة
علاوہ یہہ ہی کہ فقہاء حنفی اور شافعی اور مالکی مذہبوں نی اس مصافحہ کو صاف مکروہ کہا ہی اور بدعت بتایا ہی ملتقط میں کہتا ہی مصافحہ بہرحال
بعد الصلوة بكل حال لان الصحابة ما صافحوا بعد الصلوة ولانها من سنن الروافض وقال ابن حجر من الشافعية ما
بعد نماز کی مکروہ ہی اسواسطی کہ صحابہ نی بعد نماز کی مصافحہ نہیں کیا اور اسلئی کہ یہہ طریقہ رافضیوں کا ہی اور ابن حجر شافعی مذہب کہتا ہی یہہ
يفعله الناس من المصافحة عقيب الصلوات الخمس بدعة مكروهة لا اصل لها فى الشريعة المحمدية بينه فاعلها اولا
جو لوگ پنجگانہ نمازوں کی پیچھی مصافحہ کیا کرتی ہیں بدعت مکروہ ہی شریعت محمدی میں اسکی کچھہ اصل نہیں مصافحہ کرنیوالی کو پہلی جتلانا چاہئی
بانها بدعة مكروهة ويعزر ثانيا ان فعلها وقال ابن الحاج من المالكية فى المدخل ينبغى ان يمنع الامام ما احدثوه
کہ یہہ بدعت مکروہ ہی اور اگر ترک نکریں تو پھر تعزیر دینی چاہئی اور ابن الحاج مالکی مذہب مدخل میں کہتا ہی امام کو لازم ہی کہ مصافحہ سی جو بعد نماز صبح کی
من المصافحة بعد صلوة الصبح وبعد صلوة الجمعة وبعد صلوة العصر بل زاد بعضهم فعل ذلك بعد الصلوات الخمس
اور بعد نماز جمعہ کی اور بعد نماز عصر کی نیا نکال کر شروع کیا ہی منع کردی بلکہ بعضی بڑھا کر پنجگانہ نماز کی بعد کرنی لگی ہیں
وذلك كله من البدع وموضع المصافحة فى الشرع انما هو عند لقاء المسلم لاخيه لا فى ادبار الصلوات فحيث وضعها الشرع
یہہ تمام بدعت ہی اور شرع میں مقام مصافحہ کا صرف وقت ملاقات مسلم کا ہی بھائی مسلمان سی نمازوں کی بعد نہیں ہی پھر جسجگہہ شرع نی مقرر کیا ہی
يضعها وينهى عنها ويزجر فاعلها لما اتى من خلاف السنة وهذا التصريح منهم يشعر بالاجماع فلا يجوز المخالفة بل يلزم الاتباع
وہی جگہہ قایم رکہنا چاہئی اور مصافحہ سی منع کرنا چاہئی اور مصافحہ کرنیوالی کو زجر کرنا چاہئی جبکہ خلاف سنت کرنی لگی اور انکی اس تصریح سی اجماع معلوم ہوتا ہی سو مخالفت جایز نہیں ہی بلکہ اتباع
لقوله تعالى وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ
لازم ہی واسطی قول اللہ تعالی کی اور جکوئی مخالفت کری رسول کی جب کہل چکی اوسپر راہ کی بات اور چلی خلاف سب مسلمانوں کی راہ سی سو ہم اوسکو حوالہ کریں جو اوسنی پکڑی اور ڈالیں اوسکو
وَسَاءَتْ مَصِيرًا وما ذكره النووى فى الاذكار وان كان مشعرا باباحة المصافحة بعد صلوة الصبح والعصر الا انه يفصح عن
دوزخ میں اور بہت بری جگہہ پہنچا اور وہہ جو نووی نی اذکار میں ذکر کیا ہی اگرچہ اوس سی اباحت مصافحہ کی بعد نماز صبح اور عصر کی معلوم ہوتی ہی پر اوس سی مصافحہ کا
عدم مشروعيتها لانه بعد بيان كون المصافحة سنة ومستحبة عند الملاقاة قال واما ما اعتاده الناس من المصافحة
غیر مشروع ہونا نکلتا ہی اسلئی کہ مصافحہ کو وقت ملاقات کی سنت اور مستحب بیان کرکر پھر یہہ کہتا ہی اور وہ جو لوگوں نی بعد نماز صبح اور
بعد صلوة الصبح والعصر فلا اصل له فى الشرع على هذا الوجه لكن لا باس به فانظر كيف اعترف بان لا اصل له فى الشرع وبعد
عصر کی مصافحہ کی عادت کرلی ہی سو شرع میں اس طور پر اسکی کچھہ اصل نہیں ہی لیکن اسکا کچھہ مضایقہ نہیں اب دیکھہ تو کیسی اقرار کیا کہ شرع میں اسکی کچھہ اصل نہیں ہی
هذه الاعتراف لا يفيده ما ذكر بعده من قوله ولكن لا باس به الى اخره قال ولو لم يصرح الفقهاء بكراهتها بل كانت مباحة
پھر اس اقرار کی بعد کیا فائدہ کرتا ہی آگی جاکر یہہ کہنا کہ اسکا کچھہ مضایقہ نہیں ہی آخر تک جو کہا ہی اور اگر فقہاء اس مصافحہ کو صاف مکروہ نہ کہتی بلکہ فی نفسہ مباح
فى نفسها لحكمنا فى هذا الزمان بكراهتها اذ واظب عليها الناس واعتقدوها سنة لازمة بحيث لا يجيزون تركها حتى وصل
ہوتا تو بھی ہم اس زمانہ میں کراہت کا حکم کرتی اسلئی کہ لوگ اسپر جم گئی ہیں اور ایسی سنت لازمہ جانتی ہیں کہ اسکا ترک کرنا جایز نہیں رکہتی یہانتک کہ ہمکو
الينا من بعض من اشتهر بالعلم انه قال هى من شعائر الاسلام فكيف يتركها من كان من اهل الايمان فانظروا يا اهل الانصاف
یہہ خبر پہنچی ہی ایک شخص سی جو صاحب علم مشہور ہی کہ وہ کہتا ہی یہہ مصافحہ اسلام کی نشانیوں میں سی ہی جو ایمان والا ہی وہ کیونکر چھوڑ سکتا ہی اب اہل انصاف غور دیکہو تو
اذا كان اعتقاد الخواص هكذا فاعتقاد العوام ماذا يكون وكل مباح ادى الى هذا فهو مكروه حتى افتى بعض الفقهاء حين
جب خواص کا یہہ اعتقاد ہو تو عوام کا اعتقاد کیا ہوگا اور جو امر مباح اس نوبت کو پہنچ جاوی پھر وہ بھی مکروہ ہی یہانتک کہ بعضی فقہاء نی جب
شاع صوم ايام البيض فى زمانه بكراهيته لئلا يؤدى الى اعتقاد الوجوب مع ان صوم ايام البيض مستحب وردت فيه اخبار
اوسکی زمانہ میں ایام بیض کی روزوں کا دستور پڑگیا تو فتوی دیا ہی کہ مکروہ ہیں تاکہ ہوتی ہوتی واجب نہ سمجہہ لیں باوجودیکہ روزی ایام بیض کی مستحب ہیں اسمیں بہت حدیثیں

كثيرة فما ظنك بالمباح وما ظنك بالمكروه وليس هذا الا الفتنة التي قال فيها عبد الله بن مسعود كيف انتم اذا لبستكم فتنة
آتی ہیں اب تیرا کیا خیال ہے مباح میں اور کیا گمان ہے مکروہ میں اور یہہ وہی فتنہ ہے جسمیں عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں تمہارا کیا حال ہوگا جب تمپر ایسا فتنہ آویگا
يهرم فيها الكبير وينشأ فيها الصغير تجري على الناس بدعة يتخذونها سنة اذا غيرت قيل غيرت السنة او هذا منكر
جسمیں بڈھا بوڑھا اور صغیر جوان ہوجاویگا لوگوں میں ایسی بدعت پھیل جاویگی کہ اوسکو سنت سمجھنے لگیں گے اگر تغیر دی جاوی وہ بدعت تو کہیں سنت بدل ڈالی یا کہیں یہہ برا ہے
قال ابن القيم في اغاثته هذا يدل على ان العمل اذا جرى على خلاف السنة فلا اعتبار به ولا التفات اليه وقد جرى العمل على
ابن القیم اپنی کتاب اغاثہ میں کہتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل جب خلاف سنت ہونے لگتا ہے تو اوسکا کچھہ اعتبار نہیں اور نہ اوسکی طرف کچھہ التفات ہے اور بیشک عمل
خلاف السنة منذ زمن طويل فاذن لابد لك ان تكون شديد التوقي من محدثات الامور وان اتفق عليه الجمهور
برخلاف سنت مدت دراز سے جاری ہو رہا ہے سو اب تجھکو ضرور ہے کہ محدثات یعنی نئی نئی باتوں سے بہت ہی ڈرتا رہے اگرچہ اوسپر جمہور متفق ہوگئے ہوں
فلا يغرنك اطباقهم على ما احدث بعد الصحابة بل ينبغي لك ان تكون حريصا على التفتيش عن احوالهم واعمالهم فان اعلم
سو تجھکو اونکا اتفاق نئی امور پر جو بعد صحابہ کی ہوگئی ہیں فریب نہ دیوے بلکہ تجھکو یہہ لائق ہے کہ بحرص تمام اونکی احوال اور اعمال کو ڈھونڈتا رہے کیونکہ تمام
الناس واقربهم الى الله تعالى اشبههم بهم واعرفهم بطريقتهم اذ منهم اخذ الدين وهم اصول في نقل الشريعة عن صاحب الشرع
لوگوں میں بڑا عالم اور مقرب عند اللہ تعالی کا وہ ہے جو صحابہ سے بہت مشابہ اور اونکی طریقہ سے خوب واقف ہے کیونکہ دین اون ہی سے حاصل ہوا ہے اور نقل شریعت میں
ينبغي لك ان لا تكترث بمخالفتك لاهل عصرك في موافقتك لاهل عصر النبي عليه الصلوة والسلام اذ قد جاء في الحديث
وہی اصل ہیں سو تجھکو لائق ہے کہ اسکی کچھہ پروا نکرے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موافقت کیوجہ سے اپنی زمانہ کی لوگوں سے مخالفت ہوگا اسواسطے کہ حدیث میں آیا ہے
اذا اختلف الناس فعليكم بالسواد الاعظم قال عبد الرحمن بن اسمعيل المعروف بابي شامة وحيث جاء الامر بلزوم الجماعة
جب لوگوں میں اختلاف پڑجاوے تو بڑی گروہ کی ساتھہ رہو عبد الرحمن بن اسماعیل جو ابو شامہ مشہور ہیں کہتے ہیں جسجگہہ لزوم جماعت کا حکم ہے
فالمراد به لزوم الحق واتباعه وان كان المتمسك به قليلا والمخالف له كثيرا لان الحق ما كان عليه الجماعة الاولى وهم الصحابة
تو مراد یہہ ہے کہ حق کا اتباع لزوم کرو اگرچہ بجانب حق تھوڑے لوگ ہوں اور مخالف حق کی بہت ہوں اسواسطے کہ حق وہی ہے جسپر پہلی جماعت یعنی صحابہ رض تھی
ولا عبرة الى كثرة اهل الباطل بعدهم وقد قال الفضيل بن عياض ما معناه الزم طرق الهدى ولا يضرك قلة السالكين واياك
اور اونکی بعد اہل باطل کی کثرت کا کچھہ اعتبار نہیں ہے اور فضیل بن عیاض نے کہا ہے جسکی یہہ معنی ہیں ہدایت کی جانب لئی رہو اور کمی سالکین کی تجھکو کچھہ ضرر نکریگی اور
وطرق الضلالة ولا تغتر بكثرة الهالكين وقال ابن مسعود انتم في زمان خيركم فيه المسارع في الامور وسياتي زمان
گمراہی کی راہ سے بچتا رہ اور ہالکین کی کثرت سے دہوکا نکہانا اور ابن مسعود کہتے ہیں تم ایسی زمانہ میں ہو کہ تم میں بہتر وہی ہے جو کاموں میں جلدی کرنیوالا ہے اور اب قریب
بعدكم خيركم فيه المثبت المتوقف لكثرة الشبهات قال الامام الغزالي لقد صدق لان من لم يثبت في هذا الزمان ووافق الجماهير
تمہاری پیچھے زمانہ آتا ہے اون میں بہتر وہ ہوگا جو ثابت رہے اور توقف کرے بسبب کثرت شبہات کے امام غزالی کہتے ہیں یہہ قول سچا ہے اسواسطے کہ جو شخص اس زمانہ میں ثابت نرہیگا
فيما هم فيه وخاض فيما خاضوا فيه يهلك كما هلكوا فان اصل الدين وعمدته وقوامه ليس بكثرة العبادة والتلاوة والمجاهدة
بلا میں مبتلا ہوجاویگا اور اونکی سی بحث کرنی لگیگا تو ہلاک ہوجاویگا جیسی وہ ہلاک ہوئی ہیں کیونکہ دین کی اصل اور اوسکی خوبی اور ثبات عبادت کی کثرت اور تلاوت کی زیادت اور
بالجوع وغيره وانما هو بالاحتراز من الافات والعاهات التي تاتي عليه من البدع والمحدثات التي تؤدي الى تبدله وتغيره فانها
بھوک وغیرہ کی مشقت سے نہیں ہے بلکہ یہہ جب ہی ہے کہ دین کو اون تمام آفات اور صدمات سے بچاوی کہ دین پر بدعتیں اور نئی نئی اختراع آتی ہیں جس سے دین میں تبدل اور تغیر
تكثرت وشاعت حتى صارت كلها من شعائر الدين ومن الامور المفروضة علينا فيا ليتنا كنا نباشرها على انها بدعة ولو كان
پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہہ بدعات اسقدر کثرت سے پھیل گئی ہیں گویا دین کی نشانیاں ہیں یا ہماری اوپر اونکا عمل فرض ہے سو کاشکی ہم اون بدعات کو بدعات ہی جانکر عمل میں لاتے
لكن المرجو من التوبة والاستغفار ولكنا اتخذناها طاعة وعبادة وجعلناها دينا مقتفين في ذلك اثار من سهى او
اسواسطے کہ اگر ایسا ہوتا تو توبہ اور استغفار کی امید رہتی پر ہمنے تو اون بدعات کو طاعت اور عبادت خیال کی ہے اور دین ٹھہرالیا ہے اسمیں ہمنے پیروی اسلاف میں سے ایسی شخص کی کی ہے

غفل او غلط من بعض من تقدمنا وجعلناه قدوة فی دیننا فاذا جاء احد وانکر علینا ما ارتکبنا من تلک الامور
جس نی سہو ہوا یا اوسنی غفلت کی یا غلطی کی اور جنکو ہمنی اپنی دین کا پیشوا ٹہرا لیا ہی پہر اگر کوئی آکر ہمکو اوس بدعت سی جو ہمنی اختیار کر رکہی ہی منع کرکا اور روکی

فان کان له توقیر فی قلوبنا نقول له هذا جائز ذهب الی جوازه فلان ونذکر بعض من تقدمنا ممن سهی او غفل او
تو وہ شخص اگر ہمارا کا دلمین عزت والا ہی تو ہم اسکا یہ جواب دینگی کہ صاحب یہہ تو جایز ہی فلانا اسکا قائل ہی اور لوگونکی جو ہم سی پہلی سہو یا غفلت یا

غلط وان کان ممن لا توقیر له فی قلوبنا یسمع منا من الکلمات المنکرة ما لا یظنه ولا یخطر باله کل ذلک سبب جهل المرکب
غلطی کرنیوالی کا نام بیان کردینگی اور اگر وہ مانع ایسا ہی کہ ہمارے دلمین اوسکی کچہ عزت نہیں تو ہم سی ایسی دہشکار سنیگا کہ اوسکو نہ گمان ہوگا اور نہ اوسکی دلمین گذرا ہوگا یہہ تمام ہمارا جہل

فینا لانا لو رأینا انفسنا علی ما هو علیه من الجهل لقبلنا جواب من ارشدنا الی الحق وما اقمنا من سهی او غلط حجة فی دیننا
مرکب ہونی کی خرابی ہی کیونکہ اگر ہم اپنی لیئی اپنی جہالت کا خیال کرتی تو اوسکا جواب جو حق کا راستہ بتاتا ہی بیشک مانتی اور اوس سہو اور غفلت اور غلطی کرنیوالی کو اپنی دین کی حجت

اذ لا یجوز ان یقلد الانسان فی دینه الا من هو صاحب الشریعة او من شهد له صاحب الشریعة بالخیر لا من شهد له بالکذب
نہ قایم کرتی اسواسطی کہ انسان کو اپنی دین مین صرف صاحب شریعت کی یا اوسکی جسکی حق مین صاحب شریعت نی بہلائی کی گواہی دی ہی پیروی چاہئی اوسکی پیروی نہین ہی

وهی عن لا اعتبار له بقوله علیه السلام خیر القرون قرنی الذین بعثت فیهم ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم یفشوا الکذب
جسکی حق مین صاحب شریعت نی کذب کی گواہی دی ہی اسکی پیروی سی منع کیا اس حدیث مین بہتر لوگ میری عہد کی ہین جنمین مین مبعوث ہوا ہون پہر وہ لوگ جو انسی متصل ہین [illegible]

فلا تعتمدوا فو الهم دافعا لهم فلن کل من اتی بعدهم بفعل فی بدعة انها مستحبة ثم یاتی علی ذالک بدلیل خارج عن اصولهم
سو بہروسہ نکرو نہ اونکی کہی پر نہ کئی پر کیونکہ بعد جو آیا سی بدعت کو یہہ بہی کہتا ہی یہہ مستحب ہی پہر اوسپر ایک دلیل اونکی اصول سی مخالف قایم کردیتا ہی

فذلک غیر مقبول منه لان التقلید والاقتداء بالغیر بمجرد حسن الظن انما یجوز لمن کان مجتهدا عدلا لا لمن کان مقلدا
سو اسکو کون مانتا ہی اسواسطی کہ غیر کی تقلید اور پیروی صرف حسن ظن سی اوسی کی جایز ہی جو مجتہد اور عادل ہو اوسکی نہین ہی جو خود مقلد ہو

لکن لما انقطع الاجتهاد منذ زمان طویل انحصر طریق معرفة مذهب المجتهد فی نقل کتاب معتبر متداول بین العلماء او اخبار
لیکن مدت دراز ہوئی کہ اجتہاد منقطع ہوگیا طریقہ مذہب مجتہد کی معرفت کا صرف یہہ ہی ہی کہ ایسی کتاب معتبر سی منقول ہو جو علماء کی بیچ مین رہتی ہو

عدل موثوق به فی علمه وعمله فلا یجوز العمل بکل کتاب اذ ظهر فی هذا الزمان کتب جمعها ضعفاء الرجال ولا بقول کل عالم
اور ایسی عادل کی خبر سی جسکی علم اور عمل کا اعتبار ہو سو ہر کتاب پر عمل کرنا جایز نہین اسواسطی کہ اس زمانہ مین ایسی کتابین بہت مشہور ہورہی ہین جنکو ضعیف لوگونی جمع کیا ہی

اذ غلب الفسق فی الناس بعد القرون الثلثة والمستور فی حکم الفاسق فلا بد من العدالة المرجحة لجانب الصدق حتی
اور نہ ہر عالم کی قول پر عمل جایز ہی اسواسطی کہ لوگونمین بعد قرون ثلثہ کی فسق غالب ہوگیا ہی اور شخص مستور فاسق کی حکم مین ہوتا ہی سو ایسی عدالت کا ہونا ضرور جانب صدق کی ترجیح [illegible]

یقبل قوله فی الدیانات یسرنا الله تعالی عملا موافقا لرضائه بلطفه وکرمه المجلس الحادی والخمسون فی بیان
کا غلبہ ہووی تا کہ اوسکا قول دیانات مین مقبول ہو اللہ تعالی ہمپر عمل موافق اپنی رضا کی اپنی لطف اور کرم سی آسان کری مجلس اکیاون بیان مین

فرضیة الصلوة بالکتاب والسنة واجماع الامة والوعید فی حق تارکها قال رسول الله
فرضیت نماز کی کتاب اور حدیث اور اجماع امت سی اور وعید تارک الصلوة کی حق مین رسول اللہ

صلی الله علیه وسلم بین العبد والکفر ترک الصلوة هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه جابر بن عبد الله ومعناه
صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا فرق درمیان بندہ اور کفر کی نماز چہوڑنی کا ہی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سی ہی جابر بن عبد اللہ کی روایت سی اسکی یہہ معنی

ان بین العبد وبین ان یصل الی الکفر ان یترک الصلوة وعلم من هذا ان الصلوة اهم ارکان الاسلام واقوی الذرایع فی
ہین کہ فرق درمیان بندہ کی اور اسمین کہ وہ کافر ہوجاوی یہہ ہی کہ نماز کو ترک کردی اس سی معلوم ہوا کہ نماز بڑا ضروری رکن اسلام کا اور بڑا قوی ذریعہ

دخول دار السلام وهی فریضة علی کل مسلم عاقل بالغ سواء کان رجلا او امرأة لا علی کافر ولا علی مجنون ولا علی صبی لا
بہشت مین جانی کا ہی اور وہ نماز ہر یک مسلمان صاحب عقل جوان پر فرض ہی برابر ہی کہ مرد ہو یا عورت کافر پر نہین اور نہ دیوانہ پر اور نہ بچی پر لیکن

ان الصبي اذا بلغ سبع سنين يؤمر بها واذا بلغ عشر سنين ولم يصلها يضرب عليها لما روي انه عليه السلام قال
بچہ جب سات برس کا ہو جاوے تو اسکو نماز پڑھنی سکھلادیں اور جب دس برس کا ہو کر نماز نہ پڑھے تو مار کر پڑھانا چاہیے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

مروا اولادكم بالصلوة وهم ابناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم ابناء عشر سنين فانهم وان لم يكن الصلوة فرضا
کہا کرو اپنی اولاد کو واسطے نماز کے جب سات برس کی ہوں اور انکو مار کر نماز پڑھاؤ جب وہ دس برس کی ہوں کیونکہ اس عمر میں اگرچہ ان پر نماز فرض نہیں ہے

عليهم الا انهم عند بلوغهم عشر سنين يستحقون بتركها عقوبة الشرع في الدنيا ليعتادوها ويستانسوا بها في صغرهم
پر جب وہ دس برس کے ہوں تو نماز چھوڑنے پر دنیا میں سزا اور شرعی سزا کے ہیں، تاکہ نماز کی خوگر ہو جاویں اور لڑکپن میں اس سے دل لگاویں

حتى لا يتركوها في كبرهم وقد ثبت فرضيتها بالكتاب والسنة واجماع الامة اما الكتاب فقوله ان الصلوة كانت على
تاکہ پھر جوان ہو کر ترک نہ کریں اور بیشک فرضیت نماز کی قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قرآن تو یہ آیت ہے یہ نماز ہے مسلمانوں پر

المؤمنين كتابا موقوتا اي فرضا موقتا فدل النص على ان الصلوة فرض موقت محدود باوقات لا يجوز اخراجها عنها
وقت باندھا حکم اما فرض وقت بندھا ہوا سو یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ نماز فرض وقت بندھی ہوئی حد مقرر کی ہوئی وقتوں کی ہے بلا عذر وقت سے اسکو باہر کرنا

بلا عذر لما روي انه عليه السلام قال من ترك الصلوة حتى مضى وقتها ثم قضى عذب في النار حقبا والحقب ثمانون سنة
ہرگز جایز نہیں اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے نماز نہ پڑھی یہانتک کہ اسکا وقت نکل گیا پھر قضا کی تو دوزخ میں ایک حقبہ عذاب کیا جاویگا اور حقبہ اسی برس کا ہوتا ہے

والسنة ثلثمائة وستون يوما كل يوم كان مقداره الف سنة والعذر الشرعي المبيح لتاخير الصلوة عن وقتها ستة
اور برس تین سو ساٹھ دن کا ہر ہر دن کی مقدار ہزار ہزار برس کی اور عذر شرعی جس سے نماز کی وقت کا ٹلانا مباح ہوتا ہے چھ

اشياء احدها النسيان والثاني النوم والثالث الاغماء والرابع الجنون والخامس الحيض والسادس النفاس وفيما عدا هذه الاعذار
چیزیں ہیں ایک تو بھول جانا دوسری سو جانا تیسری بیہوش ہو جانا چوتھی دیوانگی پانچویں حیض چھٹی نفاس اور سوای ان عذرات

المذكورة لا يجوز تاخيرها عن وقتها حتى ذكر في الذخيرة ان امراة اذا خرج راس ولدها وخافت وقت الصلوة تتوضأ
مذکورہ کی نماز میں وقت سے دیر کرنی جایز نہیں ہے یہانتک کہ ذخیرہ میں یہ مذکور ہے کہ حاملہ عورت اگر جنتی ہوئی سر بچے کا نکل چکا ہو اور اسوقت نماز کا وقت گذرنے لگی

ان قدرت والا تتيمم وتجعل راس ولدها في قدر او حفرة وتصلي قاعدة بركوع وسجود فان لم تستطعهما تومي ايماء يعني
تو وضو کرے اگر کر سکے نہیں تو تیمم کرے اور اس بچہ کا سر ہنڈیا میں یا گڑھے میں رکھ دے اور نماز بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے ادا کرے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اشارہ سے مراد یہ ہے

انها تصلي بحسب طاقتها ولا تترك الصلوة لان الصلوة لا تسقط عنها ما لم تصر نفساء وذلك بخروج اكثر الولد والدم وكذا
کہ اسوقت میں عورت اپنی قدرت کے موافق نماز ادا کرے اور نماز کو نہ چھوڑے اسواسطے کہ نماز اسکی ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی جبتک وہ صاحب نفاس نہیں ہوتی اور نفاس جب ہوتا ہے

من هو في البحر على لوح وخاف خروج وقت الصلوة يدخل اعضاء الوضوء في الماء بنية الوضوء ثم يصلي بالايماء ولا يترك
جو دریا کے اندر تختہ پر بیٹھا ہو اور نماز کا وقت جانے لگے تو اعضاء وضو کو وضو کی نیت سے پانی میں داخل کرے پھر اشارہ سے نماز پڑھے اور نماز کو ترک

الصلوة وكذا من شلت يداه ولم يكن معه احد يوضيه او ييممه يمسح وجهه وذراعيه على الحائط بنية التيمم
نہ کرے اور ایسے ہی جسکے دونوں ہاتھ سن ہو جاویں اور اسکے ساتھ کوئی ایسا نہ ہو جو وضو یا تیمم کرا دے تو اپنا منہ اور ہاتھ کہنیوں تک تیمم کی نیت سے دیوار پر مل لے

ويصلي ولا يجوز له ترك الصلوة ولا تاخيرها عن وقتها فانظر ايها العاقل وتامل في هذه المسائل التي بينها الفقهاء هل
اور نماز پڑھ لے اور اسکو نماز کا ترک کرنا جایز نہیں اور نہ دیر کرنا وقت سے جایز ہے اب دیکھ تو اے عاقل اور سوچ تو ان مسائل میں جو فقہاء نے بیان کئے ہیں کیا

تجد فيها عذرا غير العجز التام لتاخير الصلوة عن وقتها فضلا عن تركها والحاصل ان المكلف لا رخصة له في ترك الصلوة
تجھکو تاخیر نماز کا بھی وقت سے سوا عجز تمام کے کوئی عذر ملتا ہے چہ جای کہ ترک کرنا نماز کا حاصل یہ ہے کہ مکلف کو نماز ترک کرنے کی اور نہ وقت سے

ولا في تاخيرها عن وقتها مع امكان ادائها في وقتها باي وجه كان هذا بيان كونها فرضا موقتا واما كونها خمسا فلقوله تعالى
تاخیر کرنے کی باوجود طاقت ادا کی ہرگز گنجایش نہیں ہے کوئی ہی عذر ہو اگرچہ یہ تو استدلال فرض موقت ہونے کا ہے اور رہا پنجگانہ ہونا سو اس آیت سے ثابت ہے

حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی وهذه الآیة قاطعة الدلالة علی کون الصلوات المفروضات خمسا

خبرداری رکھو نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے اور یہ آیت قطعی دلیل ہے اسکی کہ نماز مفروضہ پانچ ہیں

لانه تعالی فرض جمعا من الصلوة التی معها وسطی واقل جمع صحیح معه وسطی هو الاربع لا الثلث فکان الامر

اسواسطے کہ اللہ تعالی نے نماز کا ایسا مجموعہ فرض کیا ہے جسکی ساتھ نماز درمیانہ ہو اور کم سے کم جمع سالم جسکی ساتھ درمیانہ ہو چار ہیں تین نہیں ہیں سو امر

بمحافظة الصلوة التی معها وسطی امرا بالصلوات الخمس ضرورة وقد قال الله تعالی فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ

واسطے محافظت نمازوں کی جسکی ساتھ درمیانہ بھی ہو در حقیقت امر ہی پانچ نماز کا بالضرور اور بیشک اللہ تعالی فرماتا ہے سو پاک اللہ کی یاد ہے جب شام کرو

وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ والمراد من الامر بالتسبیح فی هذه

اور جب صبح کرو اور اسی کی خوبی ہے آسمان و زمین میں اور پچھلے وقت اور جب دوپہر ہو اور مراد تسبیح سے جو ان

الاوقات الامر بالصلوة فیها علی طریق ذکر الجزو وارادة الکل کانه قیل صلوا لله فی هذه الاوقات وروی عن

اوقات میں حکم ہوا ہے ان اوقات کی نمازیں ہیں جیسے جزو کو ذکر کر کے کل مراد لیتے ہیں گویا یہ امر ہوا خدا کی نماز ان اوقات میں ادا کرو اور ابن عباس رض

ابن عباس رض انه قیل له هل تجد ذکر الصلوات الخمس فی القرآن قال نعم وتلا هذه الآیة فالمراد بقوله تعالی

سے روایت ہے کہ انسے کسی نے پوچھا تمکو معلوم ہے ذکر پانچوں نماز کا قرآن میں جواب دیا ہاں اور یہ آیت پڑھی سو مراد آیت میں

حِیْنَ تُمْسُوْنَ صلوة المغرب والعشاء وبقوله حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ صلوة الفجر وبقوله عَشِیًّا صلوة العصر وبقوله

حین تمسون سے نماز مغرب اور عشا کی ہے اور حین تصبحون سے نماز فجر کی اور عشیا سے نماز عصر کی ہے اور

حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ صلوة الظهر واما السنة فقوله علیه السلام ان الله تعالی فرض علی کل مسلم ومسلمة فی کل یوم

حین تظہرون سے نماز ظہر کی ہے اور حدیث میں پنجگانہ ہونا نماز کا اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالی نے ہر مسلم اور

ولیلة خمس صلوات وهذا الحدیث من جملة الاحادیث المشهورة التی ثبت بها الاحکام واما اجماع الامة فقد

پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور یہ حدیث احادیث مشہورہ میں سے ہے جس سے احکام فقہی ثابت ہوا کرتی ہیں اور اجماع سے یوں ثابت ہے کہ

اجتمع الامة من لدن رسول الله صلی الله علیه وسلم الی یومنا هذا علی فرضیة الصلوات الخمس فاذا ثبت

تمام امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد سے آج کی دن تک پنجگانہ نماز کی فرضیت پر بلا خلاف متفق ہے جب فرضیت

فرضیتها بهذه الادلة القطعیة لا یجوز ترکها وقد وردت وعیدات شدیدة وتهدیدات غلیظة لتارکها من جملتها

نماز کی ان دلایل قطعیہ سے ثابت ہوچکی تو اب اسکا ترک جایز نہیں ہے اور بیشک وعید سخت اور دھمکیاں غلیظ بے نماز کی حق میں آئی ہیں ایک یہ

ما روی انه علیه السلام قال من ترک الصلوة متعمدا فقد کفر جهارا وفی حدیث اخر انه علیه الصلوة والسلام قال

روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص نے نماز قصدا ترک کی تو وہ ظاہر کافر ہے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

لا تترکوا الصلوة متعمدا فمن ترکها فقد خرج من الملة وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال الصلوة عماد الدین فمن

قصدا نماز نہ چھوڑو سو جسنے نماز ترک کی تو وہ دین سے باہر ہوا اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نماز دین کا ستون ہے جس نے

اقامها فقد اقام الدین ومن ترکها فقد هدم الدین فلورود امثال هذه الوعیدات اختلف العلماء فی کفر تارکها

نماز قایم رکھی تو دین کو قایم رکھا اور جس نے نماز کو ترک کیا تو دین کو گرا دیا ایسی ایسی وعید جو وارد ہوئی ہیں اسلئے علما میں اختلاف ہے قصدا بے نماز کی تکفیر

عمدا فذهب جماعة من الصحابة ومن بعدهم الی الکفر اما الصحابة فمنهم عمر وعبد الله بن مسعود وعبد الله

میں سو ایک جماعت صحابہ سے اور انکی بعد کی لوگ کفر کی قایل ہوئی ہیں صحابہ میں سے یہ حضرات ہیں عمر اور عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ

بن عباس ومعاذ بن جبل وجابر بن عبد الله وابو الدرداء وابو هریرة وعبد الرحمن بن عوف واما غیر الصحابة فمنهم

بن عباس اور معاذ بن جبل اور جابر بن عبد اللہ اور ابو الدرداء اور ابو ہریرہ اور عبد الرحمن بن عوف اور سوائے صحابہ کی یہ ہیں

احمد بن حنبل واسحق بن راهويه وعبد الله بن المبارك والنخعي والحكم بن عتيبة وابو ايوب السختياني وابو داود
احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور عبد اللہ بن المبارک اور نخعی اور حکم بن عتیبہ اور ابو ایوب سختیانی اور ابو داود

الطيالسي وابو بكر بن ابي شيبة وغيرهم وذهب آخرون الى انه لا يكفر وحملوا الاحاديث التي تدل على كفر تاركها
طیالسی اور ابو بکر بن ابی شیبہ اور سوا انکی اور اور لوگ یہہ کہتی ہیں کہ کافر نہیں ہوتا اور ان احادیث کی جو بی نماز کی کفر پر دلالت کرتی ہیں یہہ تاویل

على تركها جاحدًا او على الزجر والوعيد بمعنى ان المؤمن لا يتركها ومن ادلتهم على عدم كفره قوله عليه الصلوة والسلام
کرتی ہیں کہ بطور انکار اسکی ترک کری یا زجر اور وعید پر حمل کرتی ہیں یعنی مومن شخص نماز نہیں ترک کرتا اور انکی دلیلوں میں سی ایک دلیل بی نماز کی کافر نہونی پر یہہ قول نبی علیہ السلام

خمس صلوات افترضهن الله تعالى من احسن وضوءهن وصلاهن لوقتهن واتم ركوعهن وسجودهن وخشوعهن
کا ہی پانچ نمازیں اللہ تعالی نی فرض کی ہیں جسنی خوب طرح وضو کیا اور وقت پر ادا کیں اور رکوع اور سجود پوری پوری کی اور خوب انکسار کیا

كان له على الله عهد ان يغفر له ومن لم يفعل فليس له على الله عهد ان شاء غفر له وان شاء عذبه فقوله
تو اوسکا یہہ ذمہ ہی اللہ پر کہ اوسکو بخشیگا اور جسنی یہہ نکیا تو اوسکا اللہ پر کچھ ذمہ نہیں چاہی اوسکو بخشدی اور چاہی عذاب کری سو اب یہہ قول

عليه السلام ان شاء غفر له دليل على عدم كفره للاجماع على ان الكافر لا مغفرة له وقد قال الله تعالى ان الله لا
حضرت کا اگر چاہی اوسکو بخشی کافر نہونی کی دلیل ہی کیونکہ اسپر متفق ہیں کہ کافر کی مغفرت نہیں ہی اور اللہ تعالی نی فرمایا ہی اللہ نہیں

يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وايضا قد اختلف الفقهاء في حد تاركها عمدا بلا عذر فقال حماد
بخشتا کہ اوسکا شریک ٹہرای اور اوس سی نیچی بخشتا ہی جسکو چاہی اور یہہ بہی کہ فقہا نی اختلاف کیا ہی بی نماز کی سزا میں جو عمدًا بلا عذر ترک کری سو حماد

بن زيد ومكحول والشافعي ومالك واحمد بن حنبل تاركها عمدا بلا عذر يقتل الا انه عند احمد يقتل كفرا وعند غيره
بن زید اور مکحول اور شافعی اور مالک اور احمد بن حنبل کہتی ہیں کہ بی نماز عمدًا بلا عذر کو قتل کریں اتنا فرق ہی کہ احمد کی نزدیک کافر سمجہہ کر قتل کریں اور اوروں کی

من هؤلاء يقتل حدا لا كفرا وحملوا الاحاديث الدالة على كفر تاركها على استحقاق جزاء الكفر وليس للكفر في الدنيا
نزدیک حد میں قتل کریں کفر کی سبب سی نہیں اور اون احادیث کو جو بی نماز کی کفر پر دلالت کرتی ہیں حمل کیا ہی ان معنوں پر کہ وہ مستحق کفر کی سزا کا ہی اور کفر کا بدلہ دنیا

جزاء غير القتل وعند ابي حنيفة لا يكفر ولا يقتل بل يحبس ابدا وقيل يضرب ضربا شديدا حتى يسيل منه الدم مبالغة
میں سوا قتل کی اور کچھ نہیں ہی اور امام ابو حنیفہ کی نزدیک کافر نہیں ہوتا اور نہ اوسکو قتل کریں بلکہ دایم الحبس کیا جاوی اور کوئی کہتا ہی اوسکو اتنا ماریں کہ خون بہنی لگی تاکہ خوب

في الزجر وقيل يضرب ضربا حتى يصلي او يموت وقيل يعزر باخذ المال لو راى الحاكم فيه مصلحة لا طمعا اذ قيل في كيفيته
زجر ہووی اور کوئی کہتا ہی اوسکو ماری جاویں آخر یا نماز پڑہی یا مر جاوی بعضی کہتی ہیں مال کا ڈنڈ ڈالیں اگر حاکم کو اسمیں مصلحت معلوم ہو کچھ طمع کی راہ سی نہیں اسواسطی کہ کیفیت

انه ياخذه فيمسكه حتى يتوب فاذا تاب يرد عليه كما في اموال البغاة وان ايس من توبته يصرفه الى ما يرى فعلى هذا
اسکی یہہ بیان کرتی ہیں کہ اوسکا مال لیکر دہا رکہیں یہاں تک کہ وہ توبہ کری تو وہ مال پہیر دی جیسی باغیوں کا مال پہیر دیتی ہیں اور اگر توبہ کی امید منقطع ہو تو مناسب جگہہ خرچ کری

يجب على المؤمن ان يحافظ على اداء الصلوات الخمس فيصليها كما امر باحسان وضوئها ورعاية وقتها واتمام ركوعها
اب اس بیان کی موافق مومن پر واجب ہی کہ پانچوں نماز کی محافظت رکہی ہر اونکو اسیطرح ادا کری جیسی حکم فرمایا اچہی طرح وضو کری اور وقتوں کی رعایت رکہی رکوع

وسجودها وخشوعها وان غفل عن شيء منها فليجتهد في سننه ونوافله ولا تساهل فيها حتى يكمل بها فرضه
اور سجود پوری پوری کری نہایت فروتنی سی اور اگر اسمیں سی کسیطرح کی غفلت ہو جاوی تو چاہیئی کہ اوسکی سنن اور نوافل میں خوب کوشش کری سستی نکری تاکہ اوسکی فرض کامل ہو جاویں

لما روي انه عليه السلام قال اول ما يحاسب به العبد يوم القيمة صلوته فان وجدت تامة كتبت تامة
اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا پہلی پہل کہ بندہ سی قیامت کی دن حساب لیا جاویگا تو نماز کا اور اگر وہ پوری نکلی تو پوری لکہی جاویگی

وان نقص منها شيء قال الله تعالى انظروا هل لعبدي من تطوع فان كان له تطوع يكمل له ما ضيع من فرضه
اور اگر اوسمیں کچہہ نقصان نکلا تو اللہ فرماویگا دیکہو تو اس بندی کی نفلیں بہی ہیں پہر اگر اوسکی نفلیں ہونگی تو اوسکی فرض میں جو نقصان تہا

من تطوعه يعني ان من صلى صلوته المفروضة ووقع فيها نقصان يكمل ذلك النقصان بالتطوع ان كان تطوعه ولكن من
نفلون سے پورا ہو جائیگا مراد یہ ہے کہ جس نے فرض کو ادا کیا ہو اور اوس میں کچھ نقصان ہو گیا تو وہ نقصان نفلوں سے عوض ہو کر کامل ہو جائیگا اگر نفلیں ہونگی پر حال تو یہ ہے جو
لا يحسن الفرض كيف يحسن النفل بل هو في النقصان اشد لخفة النفل عند الناس وعدم مبالاة الاثم بتركه اذ نشاهد كثيرا من يظن
شخص فرضوں کو درست نہیں کرتا وہ نفلوں کو کب درست کریگا بلکہ وہ زیادہ تر خراب ہونگی کیونکہ نفلیں لوگوں کی نظروں میں بہت خفیف ہوتی ہیں انکے چھوڑنے کا گناہ نہیں کرتے اور بیشک اکثر ایسے
به العلم انه في نفله بل في فرضه يترك تعديل الاركان وينقر نقر الديك فكيف العوام الذين هم كالهوام لا يعلمون الدين والاسلام
لوگ بھی کہ جنکو پڑھا لکھا سمجھتے ہیں نفلوں بلکہ فرضوں میں ارکان کی تعدیل نہیں کرتے اور مرغ کی سی ٹھونگیں مار دیتے ہیں اب عوام کا جو جانوروں کی مثال ہیں نہ دین کو جانتے ہیں نہ اسلام کو کیا حال ہوگا
فان تعديل الاركان عند ابي يوسف والشافعي فرض يبطل الصلوة بتركه وعند ابي حنيفة ومحمد واجب وفي رواية الكرخي
بیشک تعدیل ارکان کی ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فرض ہے تعدیل ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک واجب ہے اور امام کرخی کی
لا يبطل الصلوة بتركه بل ان تركه سهوا يلزم سجدة السهو وان تركه عمدا يلزم الاثم ويجب الاعادة كما هو الحكم في كل صلوة
روایت میں ہے کہ تعدیل ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی بلکہ اگر سہوًا ترک کیا تو سجدہ سہو کا لازم آتا ہے اور اگر عمدًا ترک کیا تو گنہگار ہوتا ہے اور اعادہ واجب ہے جیسا حکم تمام نمازوں
اديت مع الكراهة التحريمية وسنة في رواية الجرجاني فعلى هذه الرواية لا يلزم سجدة السهو بتركه سهوا ولا يجب الاعادة
کا ہے جو مکروہ تحریمی ہو جاتی ہیں اور تعدیل جرجانی کی روایت میں سنت ہے پس اس روایت کے موافق نہ سجدہ سہو کا لازم آتا ہے سہوًا چھوٹنے سے اور نہ اعادہ لازم آتا ہے
بتركه عمدا بل يستحب مع استحقاق العتاب وحرمان الشفاعة فاذا كان كذلك فمن يصلي النوافل بغير تعديل الاركان
عمدًا ترک سے بلکہ مستحب ہے لیکن سزاوار عتاب اور محرومی شفاعت کا ہے پس جب حال یہ ہے تو جو شخص نفلیں بدون تعدیل ارکان کے پڑھتا ہے
فعلى رواية الوجوب يكون عاصيا مستحقا للعذاب بالنار ويجب عليه اعادتها وان لم يعدها يكون معصية اخرى مثل
تو موافق روایت وجوب اعادہ کے گنہگار مستحق عذاب دوزخ کا ہے اور اوسپر اعادہ واجب ہوتا ہے اور اگر اعادہ نہ کریگا تو یہ دوسرا گناہ ہوگا جیسا
الاولى ولو تنزلنا الى السنة يكون مستحقا للعتاب وحرمان الشفاعة فاذا كان الحال هذا فكيف يكمل امثال هذه
پہلا ہوا ہے اور اگر ہم نے مانا کہ تعدیل سنت ہے تو بھی مستحق عتاب اور محرومی شفاعت کا ہے پھر جب نفلوں کا یہ حال ہے تو ایسی نفلیں فرضوں کے نقصان کو کیا پورا
النوافل ما نقص من الفرض هيهات هيهات بل لو لم يصل تلك النوافل لم يكن مستحقا للعذاب ولا للعتاب ولا الحرمان
کرینگی ہی ہی مگر اگر ایسی نفلیں نہ پڑھتا تو نہ مستحق عذاب کا ہوتا اور نہ عتاب کا اور نہ شفاعت سے
الشفاعة وقد روى انه عليه الصلوة والسلام راى رجلا يصلي وهو لا يتم ركوعه وينقر في سجوده فقال لو مات هذا
محروم ہوتا اور روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئی دیکھا کہ وہ رکوع پورا نہ کرتا تھا اور سجدہ میں ٹھونگ سی مار دیتا تھا سو آپ نے فرمایا اگر یہ شخص
على حالته هذه مات على غير ملة محمد وقد اغتر بعض الغافلين بكلمة الجواز الواقع في كتب الائمة لمن ترك القومة والجلسة
اس حالت میں مر جاتا تو برخلاف ملت محمدی کے مرتا اور بعضے غافل لوگ بھول رہے ہیں جواز کے لفظ پر جو ائمہ کی کتابوں میں واقع ہوا ہے اوسکے حق میں جو قومہ اور جلسہ
والطمانينة فيهما ولم يعرفوا ما ذكر في اصول الفقه من ان الجواز في العبادات بمعنى سقوط فرضية القضاء لا انه يحل ولا
اور اونکے بیچ میں طمانینت کو ترک کرے اور یہ نہیں خبر کہ اصول فقہ میں کیا مذکور ہے یعنی عبادات میں جواز سے یہ مقصود ہے کہ فرضیت قضا کی ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے یہ مراد نہیں
يحصل الاثم كيف وقد صرحوا بكراهة ترك القومة والجلسة والطمانينة فيهما وقال القرطبي في تذكرته نقلا عن شيخه
گناہ نہیں ہوتا بھلا یہ کب ہو سکتا ہے حالانکہ صاف کہہ رکھا ہے کہ قومہ اور جلسہ اور اونکے بیچ کی طمانینت ترک کرنی مکروہ ہے اور قرطبی تذکرہ میں اپنی استاد سے نقل کرتا ہے
فلا اعتبار بقول من قال الواجب من اركان الصلوة اقل ما يطلق عليه الاسم لان من اقتصر على ذلك يصدق عليه انه
کہ کوئی کہے اس قول کا کچھ اعتبار نہیں ہے کہ ارکان نماز میں کم سے کم اتنا واجب ہے کہ اوسکو رکن کہہ سکیں فقط اسواسطے کہ جو نماز کا اتنے ہی پر اکتفا کریگا تو اوسکو کہہ سکتے ہیں کہ
ينقر في الصلوة ويدخل في الذم المرتب على ذلك بقوله عليه السلام تلك صلوة المنافق يجلس يرقب الشمس حتى اذا كانت بين
نماز میں ٹھونگ مارتا ہے اور اوس گناہ میں جو اس فعل پر اس حدیث میں ثابت ہوا ہے داخل ہوگا یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا آفتاب کا منتظر رہتا ہے یہاں تک کہ جب وہ

قرنی الشیطان قام فنقرها فاذا کانت الصلوٰة بهذه الصفة یدخل صاحبها تحت قوله تعالی فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ
شیطان کی سینگوں میں جا پہنچا اوٹھا پہر شونگ مارلی جب نماز کا یہہ حال ہی تو نمازی اس آیت کی مضمون میں داخل ہی پہر اونکی جگہہ ناخلف آئی جنہوں نی
اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا فان جماعة من العلماء قالوا لیس المراد باضاعة الصلوٰة ترکها
گنوائی نماز اور پیچہی پڑی خواہشوں کی سو آگی ملیگی گمراہی بیشک بہت سی علماء کا یہہ قول ہی کہ نماز ضایع کرنی سی یہہ مراد نہیں ہی کہ نماز ترک کردی
بل هو ان لا یقیم حدودها بعدم رعایة وقتها وطهارتها وعدم اتمام رکوعها وسجودها ونحوهما وقد روی عن ابن مسعود
بلکہ یہہ مراد ہی کہ نماز کی حدود کو قایم نرکہی یعنی نہ رعایت وقت اور طہارت کی کری اور نہ رکوع اور سجود وغیرہ کو پورا اداکری اور ابن مسعود انصاری سی
الانصاری انه علیه السلام قال لا تجزئ صلوٰة لا یقیم الرجل فیها صلبه فی الرکوع والسجود والاخبار فی هذا المعنی کثیرة
روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا وہ نماز کافی نہیں ہی جسمیں نمازی رکوع اور سجود میں کمر سیدہی نہ کری اور اس باب میں ایسی بہت حدیثیں آئی ہیں
وهی تبین المراد من قوله تعالی وَاَضَاعُوا الصَّلٰوةَ فان من لم یحافظ علی اوقات الصلوٰة وطهارتها ورکوعها وسجودها
کہ وہ اس آیت سی واضاعوا الصلوٰة معنی مراد کی تفسیر کرتی ہیں کیونکہ جو شخص نماز کی اوقات اور وضو اور رکوع اور سجود کی محافظت نہیں
لا یحافظ علیها ومن لم یحافظ فقد ضیعها فهو لما سواها اضیع وقد روی انه علیه السلام قال اذا احسن الرجل الصلوٰة
کرتا تو وہ نماز کی محافظت نہیں کرتا اور جسنی حدود کی محافظت نکی تو بیشک نماز کو ضایع کیا سو اور کو زیادہ ترکہونی والا ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی
فاتم رکوعها وسجودها قالت الصلوٰة حفظك الله کما حفظتنی فترفع واذا اساء الصلوٰة فلم یتم رکوعها وسجودها
اوسکا رکوع اور سجود پورا کرتا ہی تو نماز یہہ دعا دیتی ہی خدا تیری حفاظت کری جیسی تو نی میری حفاظت کی پہر نماز مقبول ہوتی ہی اور اگر نماز بری طرح پڑہی رکوع اور سجود پورا نہ کیا
قالت الصلوٰة ضیعك الله کما ضیعتنی تُلَفُّ کما یُلَفُّ الثوب الخلق فیضرب بها وجهه وروی عن ابی هریرة انه علیه السلام
تو نماز کہتی ہی اللہ تجہکو ضایع کری جیسا تو نی مجہکو ضایع کیا پہر اوس نماز کو پرانی کپڑی کی طرح لپیٹ کر اوسکی منہ پہ مارتی ہیں اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا
قال ان الرجل لیصلی ستین سنة ولا یقبل له صلوٰة لعله یتم الرکوع ولا یتم السجود او یتم السجود ولا یتم الرکوع فمن اراد
کہ بعضا آدمی ساٹہہ برس تک نماز پڑہتا ہی اور اوسکی نماز ایک بہی مقبول نہیں ہوتی اسلئی کہ کبہی رکوع پورا کرتا ہی سجدہ پورا نہیں کرتا یا سجدہ پورا کرتا ہی رکوع پورا نہیں
ان یعرف صلوٰته مقبولة ام لا فلینظر الی قوله تعالی اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فانه ان کان یصلی الصلوات
معلوم کیا چاہی کہ اوسکی نمازیں مقبول ہیں یا نہیں تو اس آیت میں غور کری بیشک نماز روکتی ہی بیحیائی سی اور بری بات سی کیونکہ یہہ شخص اگرچہ پنجگانہ نماز پڑہتا ہی
الخمس ولم یکن بعد ذلك حسن حاله مع ربه بل یقع منه بعض من الفواحش والمنکرات فلیعلم ان صلوٰته غیر
اور پہر بہی اوسکا حال رب کی ساتھ درست نہیں ہی بلکہ اوس سی کچہہ کچہہ فواحش اور منکرات عمل میں آتی ہیں تو جاننا چاہی کہ اوسکی نمازیں
مقبولة بل هی وبال علیه ومبعدة من الله تعالی کما قال ابن مسعود وابن عباس من لم تامره صلوٰته بالمعروف ولم تنهه
مقبول نہیں ہیں بلکہ وہ نمازیں اوسپر وبال ہیں اور خدا سی دور کرتی ہیں چنانچہ ابن مسعود اور ابن عباس کہتی ہیں کہ جسکو نماز بالمعروف پر شوق نہ دلا اور منکرات سی
عن المنکر لم یزدد بصلوٰته من الله الا بعدا وقال الحسن وقتادة من لم تنهه صلوٰته عن الفحشاء والمنکر فصلوٰته وبال
منع نکری وہ نماز اللہ سی سوا دوری کی کچہہ نہ بڑہاوی گی اور حسن اور قتادہ کہتی ہیں جسکو نماز فحش اور منکر سی منع نکری تو وہ نماز اوسپر وبال ہی
علیه فان من یصلی الصلوات برعایة شرائطها وارکانها وواجباتها وسننها وادابها یعصمه الله تعالی عن الفحشاء والمنکر
بیشک جو شخص تمام نمازیں شرایط اور ارکان اور واجبات اور سنن اور اداب کی رعایت کر کی پڑہی گا تو اللہ اوسکو فحش اور منکرات سی محفوظ رکہیگا
کما روی عن انس انه قال کان فتی من الانصار یصلی الصلوات الخمس مع رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم لم یدع شیئا
چنانچہ انس سی روایت ہی کہ ایک جوان انصاری پنجگانہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ ادا کرتا تہا پہر بہی جو فحش ہوتا تہا
من الفواحش الا رکبه فوصف ذلك لرسول الله صلی الله علیه وسلم فقال علیه السلام ان صلوٰته تنهاه یوما فلم یلبث
سو کر بیٹہتا تہا پہر کسینی یہہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی بیان کیا آپنی فرمایا بیشک اوسکی نماز کسی دن اوسکو روک دیگی پہر کچہہ دیر نلگی

ان

حتی تاب وحسن حاله اللهم حول حالنا الی حسن المآل المجلس الثانی والخمسون فی بیان فرضیة
کہ اوسنی توبہ کی اور اوسکا حال سنور گیا الٰہی ہمارے حال نیک انجام کا بدل دے مجلس باونمیں بیان فرضیت نماز

الصلوٰة المفروضة وارکانها تفصیلا قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من امرء مسلم یحضره
مفروضہ کا اور اوسکی ارکان کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی شخص مسلمان جو آوے اوسکو وقت

صلوٰة مکتوبة فیحسن وضوءها وخشوعها ورکوعها الا کانت کفارة لما قبلها من الذنوب ما لم یأت
نماز مفروضہ کا پھر وہ اوسکی وضوء اور خشوع اور رکوع کو خوب پورا کرے مگر وہ پہلے گناہوں کا بدلہ ہو جاویگی جب تک

کبیرة وذلك الدهر کله هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه عثمان بن عفان وقد بین فیه ان من یصلی الصلوٰة
کبیرہ گناہ نکیا ہوگا اور یہہ کفارہ ہمیشہ کو ہے یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے عثمان بن عفان کی روایت سے اس حدیث میں یہہ بیان کیا کہ جو شخص

المفروضة عند دخول وقتها باحسان وضوءها وخشوعها ورکوعها وسائر ارکانها تکون کفارة لذنوبه
فرض نماز میں اول وقت پر اچھی طرح وضوء کرکے اور اوسکا خشوع اور رکوع اور تمام ارکان پوری پوری کرکے ادا کریگا تو وہ نماز گذشتہ گناہوں کا

الماضیة ما لم یعمل بکبیرة وذلك التکفیر یکون فی جمیع الزمان وانما اکتفی بذکر الرکوع دون سائر الارکان لان
کفارہ ہو جاویگی جبتک کبیرہ گناہ نکیا ہو اور یہہ کفارہ ہمیشہ کو تمام زمانہ میں ہوتا رہیگا اور اکتفا صرف رکوع کی ذکر پر بدون ذکر تمام اور ارکان کی اسلئے ہے

الشارع اذا امر باحسان رکن واحد من ارکان الصلوٰة یفهم منه احسان سائر ارکانها فانها وان وقعت
کہ شارع نے واسطے درستی کسی ایک رکن کی نماز کی تمام ارکان میں سے امر کیا تو اوس سے تمام ارکان کی درستی سمجھی جاتی ہے کیونکہ تمام ارکان اگرچہ قرآن میں

فی کتاب الله تعالی متفرقة حیث تثبت فرضیة تکبیرة الافتتاح بقوله تعالی فی سورة المدثر وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ
متفرق جگہہ مذکور ہیں اسواسطے کہ فرضیت تکبیر تحریمہ کی سورہ مدثر کی اس آیت سے ثابت ہے اور اپنی رب کی بڑائی بول

وفرضیة القیام بقوله تعالی فی سورة البقرة وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ وفرضیة القراءة بقوله تعالی فی سورة المزمل فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ
اور فرضیت قیام کی سورۂ بقرہ میں اس آیت سے اور کھڑے رہو اللہ کی آگے ادب سے اور فرضیت قرأت کی سورہ مزمل میں اس آیت سے سو پڑھو جتنا

مِنَ الْقُرْاٰنِ وفرضیة الرکوع والسجود بقوله تعالی فی سورة الحج یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا لکن علم الترتیب
آسان ہو قرآن سے اور فرضیت رکوع اور سجود کی سورۂ حج میں اس آیت سے اے ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو پر ترتیب ارکان کی

بتعلیم النبی علیه الصلوٰة والسلام تارة بفعله وتارة بقوله علی ما بینه العلماء فی کتبهم فعلی هذا ینبغی للمؤمن ان
نبی علیہ السلام کی تعلیم سے معلوم ہوئی کبھی فعل سے اور کبھی ارشاد کرنے سے چنانچہ اسکو علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اب اس بیان کی موافق مؤمن کو

یداوم علیها فی اوقاتها باتمام جمیع فرائضها وهو ست الاولی تکبیرة الافتتاح ولا دخول فی الصلوٰة الا بها وهی ان
چاہیے کہ نماز کو ہمیشہ وقت پر تمام فرائض پوری کرکر ادا کرتا رہے اور فرائض چھ ہیں اول تکبیر تحریمہ جسکو تکبیر افتتاح بھی کہتے ہیں اور بدون اسکے نماز شروع نہیں ہوتی اور وہ

یقول من یرید الدخول فی الصلوٰة الله اکبر بلا ادخال مد فی همزة الله وهمزة اکبر وبائه اذ لو حصل المد فی
اس طور پر ہے کہ جو شخص نماز شروع کرے تو کہے الله اکبر اللہ کی ہمزہ پر اور اکبر کی ہمزہ پر اور بے پر مد نکرے اسواسطے کہ اگر مد دونو ہمزہ میں سے

احدی الهمزتین لا یصیر داخلا فی الصلوٰة بل تفسد لو وقع فی اثنائها ولو تعمده یکفر لانه یصیر استفهاما ومقتضاه
کسی پر مد واقع ہوگا تو نماز میں داخل نہوگا بلکہ نماز فاسد ہو جاویگی اگر مد نماز میں بیچ کی تکبیروں میں آجاویگا اور اگر قصداً مد کھینچیگا تو کافر ہوگا اسواسطے کہ اب معنی

الشك فی کبریاء الله وقال محمد بن مقاتل ان کان لا یمیز بین المد وعدمه یکون داخلا فی الصلوٰة ولا تفسد لو وقع
شک ہو جاتا ہے اللہ کی بڑائی میں اور محمد بن مقاتل کہتا ہے اگر وہ شخص مد اور بے مد میں کچھ تمیز نہیں کرتا تو نماز میں داخل ہو جاتا ہے اور نماز بھی فاسد نہیں ہوتی اگر مد

فی اثنائها والاستفهام یحتمل ان یکون للتقریر والاول اصح لان مثل هذا الجهل لا یصلح ان یکون عذرا والتقریر المستفاد
نماز میں بیچ کی تکبیروں میں آجاوے اور استفہام میں یہہ احتمال ہے کہ واسطے تقریر کی ہو اور روایت اول صحیح تر ہے اسلئے کہ ایسی جہالت قابل عذر کی نہیں ہے اور استفہام جو تقریر کی

الرسم الرسم ... یبطل الرحیم

من الاستفهام معناه حمل المخاطب على الاقرار بما يعرف والانسان لا يصلح ان يحمل نفسه على الاقرار بان الله تعالى
تو اوس میں یہہ مراد ہی کہ مخاطب کو اپنی معلوم بات کا مقر کردے اور انسان اس کام کا نہیں ہی کہ اپنی آپ کو اس اقرار پر برانگیختہ کرے کہ اللہ
اكبر ولو وقع المد في باء اكبر بان يقول اكبار بزيادة الالف للمال بين الباء والراء لا يصير داخلا في الصلوة وتفسد
بڑا ہی اور اگر مد اکبر کی باء میں واقع ہو یعنی لفظ اکبار بار اور راء کی بیچ میں الف بڑھا کر کہی تو نماز میں داخل نہیں ہوتا اور نماز فاسد ہو جاتی ہی
لو وقع في اثنائها اذ قيل انه اسم من اسماء الشيطان وقيل لانه جمع كبر بفتحتين وهو الطبل وقيل يصير داخلا في
اگر درمیان نماز میں بیچ تکبیروں کی آجاوے اسواسطے کہ کہتی ہیں کہ یہہ نام شیطان کی ناموں میں سے ہی اور کوئی کہتا ہی اسلئے کہ اکبار جمع کبر کی ہی دو زبر سے طبل کو کہتی ہیں اور بعضی کہتی ہیں
الصلوة ولا تفسد لو وقع في اثنائها لانه اشباع والاول اصح لان الاشباع انما يكون في الاخر لا الوسط ومحل التكبير
نماز میں داخل ہو جاتا ہی اور نماز فاسد نہیں ہوتی اگر نماز کی بیچ آجاوے اسواسطے کہ یہہ اشباع ہی اور پہلا قول صحیح تر ہی اسواسطے کہ اشباع آخر میں ہوتا ہی بیچ میں نہیں ہوتا اور موقع تکبیر کا
القيام المحض حتى لو ادرك الامام في الركوع وكبر حال الانحطاط لا يصير داخلا في الصلوة لان شرط الدخول فيها وقوع
صرف قیام ہی یہاں تک کہ اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکتی ہوئی تکبیر کہتا ہوا رکوع میں شامل ہو گیا تو نماز میں داخل نہیں ہوتا اسواسطے کہ نماز میں داخل ہونے کی شرط یہہ ہی
التكبير في محض القيام ولو قال في القيام الله وفي الركوع اكبر لا يصير داخلا فيها ايضا والثانية من فرائض الصلوة القيام
کہ تکبیر خالص قیام میں واقع ہو اور اگر قیام میں اللہ کہا اور رکوع میں اکبر تو بھی نماز میں داخل نہیں ہوتا اور دوسرا فرض نماز کا قیام ہی
وهو ركن في الفرض والواجب دون النفل ومطلق عن التقدير نظرا الى الدليل وهو قوله تعالى وقوموا لله قانتين حتى لو كبر
اور قیام فرض اور واجب میں رکن ہی نفل میں نہیں اور اسکی مقدار باعتبار دلیل کی کچھہ معین نہیں ہی دلیل یہہ ہی اور کھڑی رہو اللہ کی آگی ادب سی یہاں تک کہ اگر تکبیر کھڑی
قائما ولم يقف يصير مؤديا فرضي التكبير والقيام جميعا ولا يلزمه التوقف بعده قائما لان قدر ما وجد من القيام يكفيه
ہوئی کہی اور پھر توقف نکیا تو فرض تکبیر اور قیام دونوں ادا کر چکا اوسپر بعد اوسکی توقف کرنا قیام میں کچھہ ضرور نہیں ہی اسلئے کہ جسقدر اس سی قیام عمل میں آیا سو کافی ہی
ويظهر نفعه في الامي والاخرس ومدرك الامام في الركوع الا ان المتعارف في حق القاري تقديره في الاوليين بالقراءة
اور اسکا فائدہ ناخواندہ اور گونگی میں اور جو شخص کہ امام کو رکوع میں پاوی ظاہر ہوتا ہی اتنا ہی کہ قاری کی حق میں مقدار قیام کی پہلی دو رکعت میں برابر قرأت کی ٹھہری ہی اور
وفي الاخريين قول المتقدمين ان شاء قرأ وان شاء سبح وان شاء سكت يشير الى عدم التقدير فيهما
پچھلی دو رکعت میں متقدمین کا جو یہہ قول ہی چاہی کچھہ قرآن پڑھی چاہی سبحان اللہ کہی اور چاہی چپکا رہی اشارہ ہی کہ ان دونوں میں کچھہ اندازہ قیام کا
ايضا لكن ذكر في القنية انه مقدر بمقدار ثلث تسبيحات سواء سبح او سكت هذا كله عند القدرة على القيام فان
مقرر نہیں ہی لیکن قنیہ میں یوں مذکور ہی کہ قیام کم سی کم برابر تین تسبیحات کی ہی برابر ہی کہ تسبیح کہی یا چپ رہی یہہ تمام جب ہی کہ قیام پر قادر ہو کیونکہ
المريض اذا قدر على القيام لو صلى قاعدا لا يجوز ولو قدر على بعض قيامه دون كله يلزمه ذلك حتى لو قدر على التكبير
بیمار اگر باوجود طاقت قیام کی بیٹھہ کر نماز پڑھ لی تو جایز نہیں ہی اور اگر کچھہ تھوڑا کھڑی ہونی کی طاقت ہو پوری قیام کی نہو تو اوتنا ہی اوسپر لازم ہی یہاں تک کہ اگر کھڑی
يكبر قائما ثم يقعد واما المريض الذي عجز عن القيام حقيقة بحيث لو قام لسقط او خاف زيادة مرضه او بطوء برئه
رہکر تکبیر کہنی کی طاقت ہو تو تکبیر کھڑا ہو کر کہی پھر بیٹھہ جاوی اور وہ بیمار جو حقیقت میں قیام سی عاجز ہو ایسا کہ اگر کھڑا ہووی تو گر پڑی یا خوف مرض کی بڑھنی کا یا دیر تک اچھا نہونی کا
او كان يجد الما شديدا فان استطاع القعود يقعد كما يقعد في التشهد وهو قول زفر وعليه الفتوى بانه المعهود في
یا سخت تکلیف ہوتی ہو پھر اگر بیٹھنی کی طاقت ہو تو بیٹھہ جاوی جیسی تشہد میں بیٹھتی ہیں یہہ ہی قول زفر کا ہی اور اسی پر فتوی ہی کہ نماز میں یہہ طور مقرر ہوا ہی
الصلوة وفي رواية محمد عن ابي حنيفة يقعد كما يشاء من التربع وغيره وقيل يقعد فيما عدا التشهد كما يشاء وفي التشهد
اور امام محمد کی روایت میں ابو حنیفہ سی یہہ ہی کہ بیٹھہ جاوی جیسی چاہی مربع وغیرہ سی اور بعضی کہتی ہیں کہ سوا تشہد کی جسطرح چاہی بیٹھا رہی اور تشہد میں
كسائر الصلوات والظاهر هو الاول عند الاستطاعة وعند عدم الاستطاعة عنه يقعد بحسب قدرته ويصلي قاعدا
موافق تمام نمازوں کی بیٹھی اور طاقت ہوتی ہوئی ظاہر اول روایت ہی اور جب طاقت نہو تو پھر جیسی بن آوی نماز بیٹھہ کر پڑھتا ہوا

ويكبر

برکوع وسجود لان الطاعة بحسب الطاقة لقوله تعالی لا یکلف الله نفسا الا وسعها وان لم یستطع الرکوع والسجود
رکوع کرے اور سجدہ کرے اسلیے کہ طاعت طاقت کی موافق ہے اس دلیل سے اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اوسکی گنجایش ہے اور اگر رکوع اور سجدہ کی طاقت نہیں
یومی برأسه قاعدا ویجعل سجوده اخفض من رکوعه لیتحقق الفرق بینهما ولا یرفع الیه شئ لیسجد علیه اذ لو رفع الیه
تو بیٹھا ہوا سر سے اشارہ کرے اور سجدہ کو رکوع کی بہ نسبت زیادہ پست کرے تاکہ دونوں میں فرق ہو جاوے اور یہ نہیں چاہیے کہ کوئی چیز اونچی کر دیں تاکہ اوسپر سجدہ کرے اسلیے کہ اگر
فسجد علیه ان کان خفض رأسه یصح ویکون صلاته بالایماء والا فلا وان لم یستطع القعود یستلقی علی ظهره و
اور اوسپر سجدہ کیا پھر اگر اوسنے سر کو نیچا کیا ہے تو درست ہے اوسکی نماز اشارہ سے ہو گئی اور نہیں تو نہیں ہوئی اور اگر طاقت بیٹھنے کی نہیں تو چت لٹا یا جاوے اور
یجعل رجلیه نحو القبلة ویومی برأسه للرکوع والسجود لکن ینبغی ان یوضع تحت رأسه وسادة لیمکنه الایماء بالرأس
اوسکے پانو قبلہ کی طرف کر دیں اور وہ رکوع اور سجود کے لیے سر سے اشارہ کرے پر یہ چاہیے کہ اوسکے سر تلے تکیہ رکھ دیں تاکہ اوس سے سر کا اشارہ ہو سکے
لان حقیقة الاستلقاء یمنع الایماء للصحیح فکیف للمریض وان لم یستطع الایماء بالرأس لا یومی بعینه ولا بحاجبه
اسلیے کہ حقیقت میں چت پڑے ہوئے اچھے بھلے سے بھی اشارہ نہیں ہو سکتا پھر بیمار سے تو کہاں اور اگر سر سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہیں تو آنکھ کا اشارہ یا ابرو کا
ولا بقلبه بل ان کان یعقل الصلوٰة فی تلك الحالة تؤخر عنه الی زمان القدرة ولا تسقط هو الصحیح علی ما ذکر فی الهدایة لانه
یا دل کا اشارہ نکرے بلکہ اگر نماز کی سمجھ باقی ہے اوس حالت میں تو قدرت کی وقت تک ملتوی رکھی جاوے گی اور ذمہ سے ساقط نہیں ہے موافق بیان ہدایہ کی یہ صحیح ہے
یفهم مضمون الخطاب وان کان لا یعقلها اکثر من یوم ولیلة تسقط ان لم یفق فی المدة وان افاق وکان للافاقة وقت
کہ مضمون حکم کا سمجھتا ہے اور اگر ایک رات دن سے زیادہ غفلت میں ہے تو نماز ساقط ہو جاتی ہے اگر اس مدت کے اندر افاقہ نہوا اور اگر افاقہ ہوا اور اوسکا ایک وقت
معلوم مثل ان یفیق عند الصبح قلیلا ثم یعود الاغماء فهو افاقة معتبرة فی بطلان حکم ما قبلها من الاغماء وان لم یکن
معین ہے جیسے مثلا صبح کی وقت کچھ افاقہ ہو کر پھر بیہوش ہو جاتا ہے تو اتنا افاقہ بھی واسطے باطل کرنے حکم پہلی بیہوشی کی معتبر ہے اور اگر افاقہ کسی وقت میں پر
للافاقة وقت معلوم بل یفیق بغتة ثم یعود الاغماء فلا اعتبار لهذه الافاقة ومن کان فی السفینة الجاریة اذا
نہیں ہوتا بلکہ ناگاہ کبھی افاقہ ہو کر پھر بیہوش ہو جاتا ہے تو ایسے افاقہ کا اعتبار نہیں ہے اور جو شخص چلتی کشتی میں ہو اگر
صلی الفرض قاعدا برکوع وسجود مع القدرة علی القیام لا یجوز عندهما لان القیام رکن فلا یسقط الا بعذر محقق وعند
فرض نماز بیٹھ کر رکوع اور سجود کے ساتھ باوجود طاقت قیام کے پڑھے تو صاحبین کے نزدیک جایز نہیں ہے اسلیے کہ قیام نماز کا رکن ہے سو بے سبب عذر واقعی کے ساقط
ابی حنیفة یجوز لان دوران الرأس فیها غالب کالمحقق لکن الافضل القیام واما فی المربوطة فی الشط فلا یجوز
اور امام ابو حنیفہ کی نزدیک جایز ہے اسلیے کہ اسمیں دوران سر اکثر ہوتا ہے اور اکثری بات بھی مانند ثابت کی ہے لیکن افضل قیام ہے اور وہ جو کشتی کنارہ پر بندھی ہوئی ہو اوسمیں
بالاجماع والثالثة من فرائض الصلوٰة القراءة وهی فرض فی جمیع رکعات النفل والوتر والفرض من ذوات الرکعتین ولیست
بالاجماع جایز نہیں اور تیسرا فرض نماز کے فرایض میں سے قرارت ہے اور قرارت تمام رکعات نفل اور وتر میں اور فرض دوگانہ میں فرض ہے اور ادن
بفرض فی جمیع رکعات الفرض من ذوات الاربع والثلث بل فی الرکعتین من غیر تعیین وانما عینت فی الاولیین لقوله علیه الصلوٰة
فرضوں کی تمام رکعات میں فرض نہیں ہے جو چار رکعت یا تین رکعت کی ہیں بلکہ دو دو رکعت میں بلا تعیین فرض ہے اور پہلی دو رکعت میں اسلیے معین ہو گئی کہ نبی علیہ الصلوٰة
والسلام القراءة فی الاولیین قراءة فی الاخریین وادنی ما یجزی منها عند ابی حنیفة آیة وان کانت من الفاتحة او کانت
والسلام نے فرمایا پہلی دو رکعت میں قرارت بعینہ پچھلی دو رکعت میں ہے اور کم سے کم قرارت جو کافی ہے تو ابو حنیفہ کی نزدیک ایک آیت ہے اگرچہ سورہ فاتحہ کی ہو یا
قصیرة مرکبة من کلمتین کقوله تعالی ثم نظر او من کلمات کقوله تعالی فقتل کیف قدر والمکتفی بها مسیء لان قراءة
چھوٹی دو کلموں سے مرکب ہو جیسے یہ آیت ثم نظر یا کئی کلمات سے جیسے یہ آیت فقتل کیف قدر لیکن اسیقدر پر اکتفا کرنا اچھا نہیں اسواسطے کہ
الفاتحة وضم سورة او ثلث آیات الیها واجب وفی الاکتفاء بها ترك الواجب واما لو کانت کلمة واحدة کمدهامتان او حرفا وا
الحمد کا پڑھنا اور کسی اور سورة کا یا تین آیت کا اوسکے ساتھ ملانا واجب ہے اور اوسپر اکتفا کرنے میں ترک واجب ہوا ہے اور جو آیت ایک کلمہ کی ہے جیسے مدهامتان یا ایک حرف کی ہے

كص وق ون فقد اختلف فيه والاصح انه لا يجوز عنده ولو قرأ نصف اية طويلة كاية الكرسي واية المداينة
جیسے ص اور ق اور ن سو ان میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک جایز نہیں اور اگر بڑی آیت میں سے جیسے آیۃ الکرسی اور آیہ مداینہ

في ركعة ونصفها في ركعة اخرى اختلفوا فيه قال بعضهم لا تجوز لانه لم يقرأ اية تامة في كل ركعة وقال عامتهم
آدہی ایک رکعت میں پڑہی اور آدہی دوسری رکعت میں تو اسمیں اختلاف ہے بعضی کہتی ہیں جایز نہیں اسواسطی کہ اسنی ہر رکعت میں پوری آیت نہیں پڑہی اور عام فقہاء

تجوز لان بعض هذه الايات يزيد على ثلث ايات قصار او تعدلها فلا تكون ادنى من اية وعندهما ادنى ما يجزي
کہتی ہیں جایز ہے اسواسطی کہ ان آیتوں کا چہوٹی چہوٹی تین آیتوں سے بڑہتی ہے یا برابر ہے بہرصورت ایک سے کم نہیں ہے اور صاحبین کی نزدیک کم سے کم قراءت جو کافی ہو

منها ثلث ايات قصار او اية طويلة تقوم مقامها لان القران معجز وادنى ما يقع به الاعجاز سورة لقوله تعالى
تین آیتیں چہوٹی یا ایک آیت بڑی جو اونکی برابر ہو اسواسطی کہ قرآن معجز ہے اور کم سے کم جسمیں اعجاز واقع ہو وہ سورۃ ہے واسطی قول اللہ تعالی کی

فاتوا بسورة من مثله واقل السورة سورة الكوثر وهي ثلث ايات ومن كان اميا ولم يطاوعه لسانه على تعلم
لاؤ کوئی سورۃ ایسی اور سورتون میں سب سے چہوٹی سورۃ کوثر ہے سو اسکی تین آیتیں ہیں اور جو شخص امی ہو کہ اوسکی زبان قرآن سیکہنی میں قابو میں نہو

القران ان كان يجتهد اناء الليل واطراف النهار تجوز صلوته وفي او ان ترك الاجتهاد لا تجوز صلوته فعلى هذا
اگر وہ رات دن قرآن پر محنت کرتا ہے تو اوسکی نماز جایز ہے اور جو وہ محنت چہوڑ دیگا نماز جایز نہوگی اس روایت کی موافق

كل من كان في دار الاسلام وترك التعلم وبقي اميا واعتاد ان يصلي صلوة امي لا تجوز صلوته لان الامي انما تجوز
جو شخص دار الاسلام میں ہوکر قرآن نہ سیکہے اور امی رہجاوی اور امیون کیسی نماز کی عادت کرلی تو اوسکی نماز جایز نہیں ہے اسواسطی کہ امی کی نماز جب ہی جایز ہے

صلوته اذا بلغ او زال جنونه او اسلم وهجم الوقت ولم يتمكن من التعلم واما اذا تمكن من التعلم ولم يتقيد به
کہ جب وہ بالغ ہو یا جنون سے ہوش میں آوے یا مسلمان ہو اور ترت وقت نماز کا آجاوے اور فرصت قرآن سیکہنی کی نہ ملی اور جس صورت میں سیکہنی کی فرصت ہو اور محنت نہ کریگا

فلا تجوز صلوته والرابع من فرائض الصلوة الركوع وهو طاطأة الراس مع انحناء الظهر فمن طاطأ راسه مع
تو اوسکی نماز جایز نہیں اور چوتہا فرض نماز کی فرضوں میں سے رکوع ہے اور وہ سر جہکانا کمر ٹیڑہی کرکر پہر جسنی سر کو جہکایا

انحناء الظهر قليلا ان كان الى الركوع اقرب تجوز وان كان الى القيام اقرب بان يوجد طاطأة راسه مع
اور کچہ تہوڑی کمر ٹیڑہی کی اور وہ رکوع کی طرف قریب ہے تو جایز ہے اور اگر قیام سے قریب ہے اسطور کہ سر جہکایا کچہ دونو مونڈہون کی میلان سے

الميلان في منكبيه ولا يوجد انحناء ظهره لا تجوز لانه يعد قائما لا راكعا ومن كان احدب وبلغت حدوبته
بدون کمر کبڑی نہیں ہوئی تو جایز نہیں ہے اسلئے کہ اسکو قایم کہتی ہیں رکوع نہیں کہلاتا اور جو شخص کبڑا ہووی اور اوسکا کوب رکوع کی

حد الركوع يخفض راسه في الركوع تحقيقا للانتقال من القيام الى الركوع والخامسة من فرائض الصلوة
نوبت کو جا پہنچے تو وہ رکوع میں سر کو جہکادی تاکہ قیام سے رکوع کی طرف انتقال پایا جاوی پانچوان نماز کی فرایض میں سے

السجدة وهي وضع الجبهة على الارض او ما يتصل بها والكمال فيها وضع الجبهة والانف واليدين والركبتين
سجدہ ہے اور وہ رکہنا پیشانی کا زمین پر یا جو زمین کی قایم مقام ہو اور کامل سجدہ میں رکہنا پیشانی کا اور ناک کا اور دونو ہاتہون کا اور دونو گہٹنون کا

واطراف القدمين لقوله عليه السلام امرت ان اسجد على سبعة عظام على الجبهة واليدين والركبتين واطراف
اور دونو پانو کی انگلیون کا واسطی قول علیہ السلام کی مجہکو حکم ہے کہ سات ہڈیون پر سجدہ کرون پیشانی پر اور دونو ہاتہون پر اور دونو گہٹنون پر اور دونو

القدمين والانف داخل في الجبهة لكون عظمهما واحدا ولو وضع جبهته دون انفه يجوز لكن يكره ان كان من
پانو کی انگلیون پر اور ناک پیشانی میں آگئی اسلئے کہ ہڈی دونو کی ایک ہے اور اگر پیشانی تو رکہدی اور ناک نہ رکہی تو جایز ہے پر مکروہ اگر بے عذر ہے

غير عذر وكذلك لو وضع انفه دون جبهته يجوز عند ابي حنيفة لكن يكره ان كان من غير عذر وعندهما
اور ایسے ہی اگر ناک رکہدی اور پیشانی نہ رکہی تو ابو حنیفہ کی نزدیک جایز ہے پر مکروہ اگر بے عذر ہے اور صاحبین کی نزدیک

لا يجوز

لا یجوز الا ان یکون فی جبہتہ عذر یمنع السجود بہا ووضع الیدین والرکبتین لیس بفرض بل ھو سنۃ واما وضع

جایز نہیں مگر اوس صورت مین کہ اوسکی پیشانی مین ایسا عذر ہو کہ سجدہ نکر سکے اور دونو ہاتھ اور دونو گھٹنوں کا رکھنا فرض نہیں ہی بلکہ سنت ہی اور رہا دونو

القدمین فقد ذکر القدوری والکرخی والخصاف انہ فرض حتی لو سجد ولم یضع قدمیہ او احدہما علی الارض بل

قدم کا رکھنا سو قدوری اور کرخی اور خصاف کہتی ہین کہ فرض ہی یہان تک کہ اگر سجدہ کیا اور دونو پانو یا ایک پانو زمین پر نہ رکھا بلکہ

رفعہما عن الارض لا یجوز سجودہ ولو وضع احدہما یجوز ولکن یکرہ وذکر التمرتاشی ان وضع الیدین والقدمین

دونوں زمین سی اوٹھالئی تو اوسکا سجدہ جایز نہین ہی اور اگر ایک پانو بھی لگا دیا تو جایز ہی پر مکروہ اور تمرتاشی کہتا ہی کہ لگانا دونو ہتھیلیوں اور دونو پانو کا

سواء فی عدم الفرضیۃ وقال اکمل الدین فی شرح الھدایۃ انہ الحق وذکر فی شرح المنیۃ انہ بعید عن الحق والمراد بوضع

عدم فرضیت مین برابر ہی اور اکمل الدین شرح ہدایہ مین کہتا ہی کہ حق یہہ ہی ہی اور شرح منیہ مین یون مذکور ہی کہ یہہ حق سی بعید ہی اور مراد دونو پانو کی

القدمین علی ما ذکر فی الخلاصۃ وضع اصابعہما والمراد بوضع الاصابع توجیہہا نحو القبلۃ لیکون الاعتماد علیہا

رکہنی سی موافق اوس بیان کی جو خلاصہ مین ہی دونو پانو کی اونگلیون کا رکھنا ہی اور اونگلیون کی لگانی سی اونکا قبلہ کی طرف متوجہ کرنا مراد ہی تاکہ اونہی پر اعتماد پڑی

حتی لو وضع ظہر القدمین ولم یوجہ اصابعہما او اصابع احدہما نحو القبلۃ لا یصح سجودہ وھذا مما یجب حفظہ

یہان تک کہ اگر دونو پانو کی پشت رکہدی اور دونو پانو کی یا ایک پانو کی بہی اونگلیان قبلہ کی طرف متوجہ نکرا تو سجدہ درست نہین ہی اور اسکا لحاظ واجب ہی

واکثر الناس عنہ غافلون ولو کان موضع السجود ارفع من موضع القدمین مقدار نصف ذراع یجوز وان کان اکثر من

اور اکثر لوگ اس سی غافل ہین اور اگر سجدہ کی جگہ پانو کی جگہہ سی آدہ ہاتہہ اونچی ہو تو سجدہ جایز ہی اور اگر اس سی زیادہ بلند ہو

لا یجوز ولو سجد علی کور عمامۃ ان کان کورہا متصلا بالجبہۃ ولم یکن غلیظا بحیث یوجد حجم الارض یجوز لکن یکرہ

تو جایز نہین ہی اور اگر پگڑی کی پیچ پر سجدہ کیا تو اگر وہ پیچ پیشانی سی متصل ہی اور موٹا نہین ہی ایسا کہ زمین کی سختی معلوم ہوتی ہی تو جایز ہی پر مکروہ

ولو لم یکن متصلا بالجبہۃ بل کان فوق الجبہۃ او کان غلیظا لا یوجد حجم الارض لا یجوز وکذلک لا یجوز السجدۃ علی

اور اگر پیشانی سی متصل نہین ہی بلکہ پیشانی سی اوپر ہو یا ایسا موٹا ہو کہ سختی زمین کی معلوم نہین ہوتی تو جایز نہین ہی اور ایسی ہی سجدہ

کل شیء لا یوجد فیہ حجم الارض کالقطن المحلوج والثلج والدخن ونحو ذلک لعدم استقرار الجبہۃ علی الارض او ما

ایسی شی پر جایز نہین ہی جسمین سختی زمین کی معلوم نہو دی جیسی دہنی ہوئی روئی اور برف اور چینا وغیرہ اسواسطی کہ پیشانی زمین پر یا جو

یتصل بہا ولو سجد علی فاضل ثوبہ او بسط خرقۃ علی الارض وسجد علیہا فلا کلام فی الجواز وانما الکلام فی الکراھۃ

قایم مقام زمین کی ہی نہین ٹہرتی اور اگر بچتی کپڑی پر سجدہ کیا یا زمین پر کپڑی بچھا کر اوسپر سجدہ کیا تو اوسکی جواز مین کوئی تکرار نہین ہی اور اگر تکرار ہی تو کراہت مین

والصحیح عدم الکراھۃ لما روی عن ابی حنیفۃ انہ صلی فی المسجد الحرام وسجد علی خرقۃ فقال لہ رجل لا یجوز ھذا

اور صحیح یہہ ہی کہ مکروہ نہین ہی اسلیٔی کہ ابو حنیفہ سی روایت ہی کہ اونہون نی کعبہ مین نماز پڑہی اور سجدہ خرقہ پر کیا کسی شخص نی کہا یہہ جایز نہین ہی

فقال لہ الامام من این انت فقال من خوارزم فقال جاء التکبیر من وراء بعنی انکم تتعلمون منا ثم تعلمونا اھل

امام نی پوچھا تو کہان کا رہنی والا ہی اوسنی کہا خوارزم کا پھر امام نی کہا پیچہی تکبیر ہوئی یعنی مقتدی تکبیر کہنی لگا مراد یہہ ہی کہ تم ہم سی سیکہہ کر پہر ہمکو سکہاتی ہو کیا تم

تصلون علی البردی فی دیارکم قال نعم فقال تجوزون الصلوۃ علی الحشیش ولا تجوزونہا علی الخرقۃ والسادس من

اپنی ملک مین بردی کی گہاس پر نماز پڑہتی ہو کہا ہان پہر امام نی کہا تم گہاس پر نماز جایز رکہتی ہو اور خرقہ پر جایز نہین رکہتی اور چہٹا فرض

فرائض الصلوۃ القعدۃ الاخیرۃ سواء تقدمہا قعدۃ اخری او لم تتقدم کما فی الثنائیۃ وقدر الفرض فیہا مقدار

نماز کی فرایض مین سی قعدہ اخیرہ ہی برابر ہی کہ اوس سی پہلی بہی قعدہ ہو جیسی رباعی نماز مین یا نہو جیسی ثنائی نماز مین اور اسمین مقدار فرض کی اتنی ہی

ما یتمکن فیہ من قراءۃ التشہد الی قولہ عبدہ ورسولہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لابن مسعود حین علمہ

جسمین عبدہ ورسولہ تک تشہد پڑہ لی اسواسطی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نی ابن مسعود سی

التشهد اذا قلت هذا او فعلت هذا فقد تمت صلوتك فانه عليه الصلوة والسلام علق التمام بالفعل قرأ او لم

تشہد سکھاتی ہوئی یہہ فرمایا جب تو یہہ پڑھ چکا یا یہہ کرچکا تو نماز تیری بیشک پوری ہوگئی کیونکہ نبی علیہ الصلوة والسلام نے تمامی نماز کو فعل پر موقوف رکھا تشہد پڑھے یا نہ

يقرأ لان معنى قوله اذا قلت هذا اى قرأت التشهد وانت قاعد اذ لم يشرع قراءة التشهد الا في القعود ومعنى قوله

پڑھے اسواسطے کہ معنی اذا قلت ہذا کی یہہ ہیں پڑھا تو نے تشہد کو بیٹھ کر اسلئے کہ تشہد کا پڑھنا بجز قعود کی مشروع نہیں ہی اور معنی

او فعلت هذا اى قعدت ولم تقرأ شيئا فصار التخيير في القول لا الفعل لان الفعل ثابت في الحالين والمعلق بالشرط

او فعلت ہذا کی یہہ ہیں کہ تو بیٹھ گیا اور پڑھا کچھہ نہیں پس اب اختیار قول میں ہی فعل میں نہیں ہی اسواسطے کہ فعل دونوں حالتوں میں ثابت ہی اور جو امر شرط پر موقوف

لا يوجد قبل وجود الشرط ووجه اخر ان الصلوة متناهية والتناهي لا يكون الا بالتمام والتمام لا يكون الا بالاتمام

وہ شرط سی پہلی موجود نہیں ہوتا اور ایک اور وجہ ہی کہ نماز متناہی ہی اور تناہی بدون تمامی کی نہیں ہوتی اور تمامی تمام کئی بدون نہیں ہوتی

والاتمام لا يعلم ما لم يبينه الشارع فقد بينه به فيكون فرضا فان قيل الفرضية لا تثبت بخبر الواحد فما وجه ثبوتها

اور تمام کرنا بدون بتانی شارع کی معلوم نہیں ہوتا سو شارع نے قعدہ بتادیا سو فرض ہوگا اگر کوئی کہی فرضیت خبر واحد سی ثابت نہیں ہوتی پھر یہاں خبر واحد سی ثبوت

به ههنا فالجواب عدم ثبوتها به ليس على الاطلاق بل اذا ثبت به ابتداء واما اذا لم يثبت به ابتداء بل بين به المجمل فتثبت

کی کیا وجہ ہی سو جواب یہہ ہی کہ عدم ثبوت فرضیت کا خبر واحد سی ایسا نہیں ہی کہ فرضیت کبھی نہیں ثابت ہوتی بلکہ جب خبر واحد سی ابتدا ثابت کریں اور جو صورت سو ابتدا ثابت

بيانه ان نفس الصلوة ثابتة بالكتاب وتمامها منها فيلزم كون تمامها ثابتا به ايضا وهذا الخبر بين كيفيته

اسکی تفصیل یہہ ہی کہ عین نماز تو قرآن سی ثابت ہی اور تمامی نماز کی اسمین داخل ہی پس اتمام کا بھی ثبوت قرآن سی لازم آیا اور اس خبر نے کیفیت اتمام کی بیان کردی

فيكون فرضا ويظهر ثمرة كونها فرضا في مسائل الاولى من تلك المسائل ان من صلى الظهر او نحوها خمسا بان قيد

سو فرض ہوا اور قعدہ کی فرضیت کا فائدہ کئی مسائل میں ظاہر ہوتا ہی اول اون مسائل میں سی یہہ ہی کہ جسنی ظہر کی نماز میں پانچ رکعت پڑھیں اور پانچویں رکعت کا سجدہ

الخامسة بالسجدة ولم يقعد على راس الرابعة تبطل فرضية صلوته وتتحول نفلا عند ابي حنيفة وابي يوسف و

کرلیا اور چوتھی رکعت پر قعدہ نکیا تو اوسکی نماز فرضیت باطل ہوکر امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی نزدیک نفل ہوجاتی ہی

عند محمد تبطل فرضيتها وتخرج من كونها صلوة وكذا لو لم يقعد على ثالثة المغرب وثانية الفجر والثانية من

امام محمد کی نزدیک فرضیت باطل ہوکر نماز ہی نرہی اور ایسی ہی اگر نماز مغرب میں تیسری رکعت پر یا فجر کی دوسری رکعت پر قعدہ نکیا اور دوسرا اون مسائل

تلك المسائل ان المسافر اذا اقتدى بمقيم في فائتة غير ثنائية لا يصح اقتداؤه لان القعدة الاولى فرض في حق المسافر

میں سی یہہ ہی کہ مسافر اگر مقیم کا مقتدی بنی قضا نماز میں تو اوسکا اقتدا صحیح نہیں ہی اسواسطی کہ پہلا قعدہ مسافر کی حق میں تو فرض ہی اور

دون المقيم فيكون اقتداؤه به من قبيل اقتداء المفترض بالمتنفل وهو غير جائز عندنا وانما يجوز اقتداؤه به في الوقت

مقیم کی حق میں فرض نہیں اب اوسکا اقتدا ایسا ہوگیا جیسی فرض پڑھنی والا نفل پڑھنی والیکا مقتدی ہوجاوی اور ایسا اقتدا ہماری مذہب میں جایز نہیں ہی مسافر کو

لان صلوته يصير اربعا باقتدائه به في الوقت لا بعده والثالثة من تلك المسائل ان المصلي بعد القعود قدر التشهد

اسلئے کہ مسافر کی نماز ہی بسبب اقتدا کی وقت میں رباعی ہوجاتی ہی وقت بعد نہیں ہوتی تیسرا اون مسائل میں سی یہہ ہی کہ مصلی کو بعد قعدہ بقدر تشہد کی

في اخر الصلوة لو تذكر سجدة التلاوة وسجدها ارتفع القعدة حتى لو لم يقعد قدر التشهد بعد ما سجد سجدة التلاوة

آخر نماز میں اگر سجدہ تلاوت کا یاد آیا اور اوسنی وہ سجدہ کیا تو وہ قعدہ باطل ہوگیا یہاں تک کہ اگر بعد سجدہ تلاوت کی بقدر تشہد قعدہ نکریگا

تفسد صلوته لفوات ما هو فرض منها وهو القعدة الاخيرة والرابعة من تلك المسائل ان المصلي اذا نام في القعدة

تو اوسکی نماز بسبب فوت ہونی ایک رکن نماز یعنی قعدہ اخیرہ کی فاسد ہوجاویگی اور چوتھا اون مسائل میں سی یہہ ہی کہ اگر مصلی تمام قعدہ اخیر میں سوتا رہا

الاخيرة كلها فحين انتباهه يفرض عليه ان يقعد قدر التشهد وان لم يقعد تفسد صلوته لان ما حصل من

تو جب وہ جاگی اوسپر فرض ہی کہ بقدر تشہد کی قعدہ کرے اگر نہیں کریگا تو نماز فاسد ہوجاویگی اسواسطے کہ جو

الافعال

الافعال فی الصلوة حالة النوم لاتعتبر لصدورها من غیر اختیار فیکون وجودها کعدمها وهذه المسئلة یکثر
افعال نماز میں سوتی ہوئی اوس سے ہوئے ہیں اونکا اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ بلا اختیار ہوتی ہیں اونکا ہونا نہونا برابر ہے اور یہ مسئلہ اکثر واقع ہوتا ہے خاص کر

وقوعها لاسیما فی التراویح وخصوصا فی لیالی الصیف لکن الناس عنها غافلون یسر الله تعالی علینا مونحقا لرضائه
تراویح میں اور وہ بھی علی الخصوص جو گرمیوں کی شب میں ہوتی ہیں لیکن لوگ اس سے غافل ہیں اللہ ہمپر آسان کرے عمل اپنی رضامندی کی موافق

بلطفه وکرمه

المجلس الثالث والخمسون فی بیان فضیلة الصلوة الخمس وکونها کفارة للذنوب

اپنی لطف اور کرم سے ترپنویں مجلس پنجگانہ نماز کی فضیلت میں اور نماز کا

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ارایتم لوان نهرا بباب احدکم یغتسل فیه کل یوم
کفارہ ہونا واسطے گناہوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ تو اگر تم میں سے کسیکی دروازہ آگی نہر بہتی ہو وہ ہر روز اوس میں

خمسا هل یبقی من درنه شئ قالوا لا قال فذلك مثل الصلوات الخمس یمحو الله بهن الخطایا هذا الحدیث من
پانچ دفعہ نہایا کرے کیا اوسپر کچھ میل باقی رہیگا عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا پس نہر مثل پنجگانہ نمازوں کی ہے اللہ تعالی ان نمازوں سے خطایا کو مٹا دیتا ہے یہ حدیث

صحاح المصابیح رواه ابوهریرة وقد بین فیه ان من صلی الصلوات الخمس یغفر الله تعالی ذنوبه ببرکات تلك الصلوات
مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ابوہریرہ کی روایت سے اور اسمیں یہ بیان ہے جسنے پنجگانہ نمازیں پڑھیں تو اللہ تعالی اوسکی تمام گناہ ان نمازوں کی برکت سے بخشدیتا ہے

فـلابد للمؤمن ان یداوم علیها فی اوقاتها باتمام رکوعها وسجودها وسائر مایفعل فیها فانه تعالی وان امر
سو مؤمن کو لازم ہے کہ نمازوں کو وقتوں پر رکوع اور سجود کو اور تمام ارکان کو جو نماز کی اندر ہیں پورا پورا اگر کر مداومت رکھے کیونکہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں اگرچہ نماز کا

بها فی مواضع من کتابه لکن ذکر ارکانها فیها متفرقة حیث بین فرضیة تکبیرة الافتتاح بقوله تعالی فی سورة المدثر
کئی جگہ امر فرمایا پر اوسکی ارکان کو متفرق ذکر کیا ہے چنانچہ تکبیر تحریمہ کی فرضیت سورہ مدثر کی اس آیت میں

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وفرضیة القیام بقوله تعالی فی سورة البقرة وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ وفرضیة القراءة بقوله تعالی فی
اور اپنی رب کی بڑائی بول اور قیام کی فرضیت سورۂ بقرہ کی اس آیت میں اور کھڑے رہو اللہ کی آگے ادب سے اور قرارت کی فرضیت سورۂ

سورة المزمل فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ وفرضیة الرکوع والسجود بقوله تعالی فی سورة الحج يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
مزمل کی اس آیت میں پس پڑھو جتنا آسان ہو قرآن سے اور رکوع اور سجود کی فرضیت سورۂ حج کی اس آیت میں ہے اے ایمان والو

ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وانما عرف الترتیب بتعلیم النبی علیه السـلام تارة بفعله وتارة بقوله علی ما بینه العلماء
رکوع کرو اور سجدہ کرو اور ترتیب صرف نبی علیہ السلام کی تعلیم سے معلوم ہوئی ہے کبھی تو آپ کی کرنی سے اور کبھی آپ کی بتانی سے چنانچہ علماء نے

فی کتبهم وقالوا من یرید الدخول فی الصلوة یکبر ویقول الله اکبر من غیر ادخال المد فی همزة الله وهمزة اکبر
اپنی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اور علماء کہتے ہیں جو شخص نماز شروع کیا چاہے تکبیر اس طرح کہے اللہ اکبر اللہ کی ہمزہ پر اور اکبر کی ہمزہ اور با پر مد نہ کھینچے

وبائه اذ لو حصل المد فی احدی الهمزتین لایصیر شارعا فی الصلوة بل لو وقع فی اثنائها تفسد صلوته ولو تعمده
اسواسطے کہ اگر دونو ہمزوں میں سے کسی پر مد پیدا ہوگا تو نماز شروع نہوگی بلکہ اگر مد نماز کی بیچ کسی تکبیر پر آجاویگا تو نماز فاسد ہوجاوی گی اور اگر جان

یکفر لانه یصیر استفهاما ومقتضاه الشك فی کبریاء الله تعالی وقیل ان کان لایمیز بین المد وغیره یکون شارعا
تو کافر ہوجاویگا اسواسطے کہ کلام استفہامی ہوجاوگی اور اسکا مضمون اللہ تعالی کی بڑائی میں شک پیدا کریگا اور کوئی کہتا ہے اگر وہ مد اور بےمد میں تمیز نہیں ہے تو نماز شروع ہوجاتی ہے

فی الصلوة ولا تفسد ولو وقع فی اثنائها والاستفهام یحتمل ان یکون للتقریر لکن الاول اصح لان مثل هذا الجهل لایصح
اور فاسد نہیں ہوتی اگرچہ مد بیچ میں آجاوی اور استفہام میں احتمال ہے کہ تقریر کی واسطے ہو لیکن روایت اول اصح ہے اسواسطے کہ ایسی جہالت کا عذر ہونا صحیح نہیں

ان یکون عذرا والتقریر المستفاد من الاستفهام معناه حمل المخاطب علی الاقرار بما یعرفه والانسان لایصلح ان یحمل
ہے اور تقریر جو استفہام سے حاصل ہوتی ہے اوس سے یہ مراد ہے کہ مخاطب کو اپنی معلوم کی اقرار پر برانگیختہ کرے اور انسان میں یہ صلاحیت نہیں کہ

نفسه على الاقرار بان الله تعالى اكبر ولو وقع المد في باء اكبر بان يقول اكبار بزيادة الالف الممال بين الباء والراء

اپنی ذات کو اس اقرار پر برانگیخت کرلا کہ اللہ بڑا ہی اور اگر مد اکبر کی باء پر پیدا ہوگا کہ وہ اکبار کہدی الف کو امالہ کرکر درمیان باء اور راء کی بڑھا کر

لا يصير شارعا في الصلوٰة ايضا ولو وقع في اثنائها تفسد اذ قيل انه اسم من اسماء الشيطٰن وقيل انه جمع كبر

تو بھی نماز شروع نہوگی اور اگر بیچ میں آجاویگا تو نماز فاسد ہوجائیگی اسلئے کہتے ہیں کہ یہہ نام شیطان کی ناموں میں سے ہی اور کوئی کہتا ہی کہ یہہ جمع کبر کی ہی

بفتحتين وهو الطبل وقيل يصير شارعا في الصلوٰة ولا تفسد لو وقع في اثنائها لانه اشباع والاول اصح لان

دو زبر سی نقارہ کو کہتی ہیں اور بعضی کہتی ہیں نماز شروع ہوجاتی ہی اور فاسد نہیں ہوتی اگرچہ بیچ میں آجاوی اسواسطی کہ یہہ اشباع ہی اور روایت اول اصح ہی

الاشباع انما يكون في الاخر لا في الوسط ومحل التكبير القيام المحض حتى لو ادرك الامام في الركوع وكبر حال الانحطاط

اسواسطی کہ اشباع آخر کلمہ میں ہوتا ہی بیچ میں نہیں ہوتا اور تکبیر کہنی کا محل خالص قیام ہی یہان تک کہ اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکتی ہوئی اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں چلا گیا

لا يصير شارعا في الصلوٰة لان شرط الشروع فيها وقوع التكبير في محض القيام ولو قال في القيام الله وفي الركوع

تو نماز شروع نہوگی اسواسطی کہ شرط نماز شروع ہونی کی یہہ ہی کہ تکبیر خالص قیام میں واقع ہو اور اگر کھڑا ہوئی تو اللہ اور رکوع میں اکبر کہا

اكبر لا يصير شارعا ايضا ورفع اليدين عند التكبير سنة حتى لو ترك رفعهما دائما من غير عذر ياثم ولا ياثم

تو بھی نماز شروع نہوگی اور تکبیر کی وقت دونوں ہاتھ اوٹھانی سنت ہیں یہان تک کہ اگر ہاتھ اوٹھانی بلا عذر ہمیشہ کو چھوڑدی تو گنہگار ہوگا اور گاہی گاہی

ان تركه احيانا فعلى هذا ينبغي لمن يريد الشروع في الصلوٰة ان يرفع يديه حتى يحاذي بابهاميه شحمتي

ترک کری تو گنہگار نہیں ہوتا اس بیان کی موافق لایق ہی کہ جو نماز شروع کری اپنی دونوں ہاتھ اتنی اوٹھاوی کہ دونوں انگوٹھی کانوں کی لو کی برابر ہوجاویں

اذنيه بلا ضم اصابعه ولا تفريجها بل تركها على حالها قال قاضيخان ويمس بطرفي ابهاميه شحمتي اذنيه

اور اون انگلیاں کو آپسمیں نہ ملاوی اور نہ کشادہ کری بلکہ اپنی حال پر چھوڑدی قاضیخان کہتا ہی کہ سری انگوٹھوں کی کانوں کی لو سی لگادی

ويجعل بطن كفيه نحو القبلة اكمالا للاقبال عليها وقال بعضهم يجعل بطن كل كف الى الكف الاخرى ثم يكبر وهو

اور ہتھیلیاں دونوں ہاتھ کی قبلہ کی طرف رکھی تاکہ توجہ قبلہ کا خوب پورا ہو اور بعضی کہتی ہیں کہ ہتھیلی ہر ایک ہاتھ کی دوسری ہتھیلی کی طرف رکھی پھر اللہ اکبر کہی اور یہہ

الاصح لان في فعله معنى النفي وفي قوله الله اكبر معنى الاثبات وهو بفعله الذي هو رفع اليدين ينفي الكبرياء

اصح ہی اسواسطی کہ اسکی عمل میں معنی نفی کی ہیں اور اس قول میں اللہ اکبر معنی اثبات کی ہیں سو مصلی اپنی عمل سی یعنی ہاتھ اوٹھانی سی غیر اللہ سی بڑائی کی نفی کرتا ہی

عن غيره تعالى وبقوله اكبر يثبتها له تعالى والنفي مقدم على الاثبات كما في كلمة التوحيد ولو كبر ولم يرفع يديه

اور اللہ اکبر کہہ کر اللہ کی واسطی بڑائی ثابت کرتا ہی اور نفی اثبات پر مقدم ہوتی ہی چنانچہ کلمہ توحید میں اور اگر اللہ اکبر کہا اور ہاتھ نہ اوٹھائی

حتى فرغ من التكبير لا يرفعهما لفوات محله وان ذكره في اثناء التكبير يرفعهما لعدم فوات محله وان لم يمكنه رفعهما

اتنی کہ تکبیر کہہ چکا تو پھر نہ اوٹھاوی اسواسطی کہ اوسکا محل ہوچکا اور اگر اثناء میں تکبیر کہتی ہوئی یاد آگیا تو اوٹھالی اسواسطی کہ محل باقی ہی اور اگر موضع مسنون تک نہ اوٹھا سکی

الى الموضع المسنون يرفعهما قدر ما يمكنه وان امكنه رفع احدهما دون الاخرى يرفعها وحدها لما روي انه عليه السلام

تو جہان تک ہوسکی اوٹھاوی اور اگر ایک ہاتھ اوٹھا سکتا ہی دوسرا نہیں اوٹھا سکتا تو ایک ہی کو اوٹھاوی اسلئی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

قال اذا امرتكم بامر فأتوا منه ما استطعتم وان لم يمكنه رفعهما الا بالزيادة على المسنون يرفعهما لانه ياتي بالمسنون

جب میں تمکو کوئی کام کہوں تو اوسکو اپنی مقدور بھر بجالاؤ اور اگر اوس سی دونوں ہاتھ نہیں اوٹھ سکتی بدون زیادت کی مقدار مسنون پر تو بھی اوٹھاوی اسواسطی کہ سنت پر عمل

ولا يستطيع ان يمتنع عن الزيادة والمرأة ترفعهما الى منكبيها هو الصحيح لكونه استر لها واذا فرغ من التكبير يضع

کرتا ہی اور یہہ طاقت نہیں کہ زیادت سی رک رہی اور عورت اپنی دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اوٹھاوی یہہ ہی صحیح ہی اسواسطی کہ عورت کی واسطی یہہ ہی حال زیادہ پردہ پوش ہی

بطن كفه اليمنى على ظاهر كفه اليسرى ويحلق بالخنصر والابهام على الرسغ تحت سرته وهذا الوضع سنة في كل

تو پھر دہنی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر چھنگلی اور انگوٹھی سی پہنچی پر ناف سی نیچی حلقہ باندھ لی اور یہہ ہی وضع مسنون ہی جس جس

قيام

قیام فیه ذکر مسنون واما الذی لیس کذلك فالسنة فیه الارسال کما فی قومة الرکوع وتکبیرات العیدین و
قیام مین کہ ذکر مسنون ہوتا ہی اور جو قیام ایسا نہین ہی سو اوسمین ہاتہہ چہوڑ دینا مسنون ہی جیسی رکوع کی بعد قومہ مین اور عیدین کی تکبیرات مین اور
المرأة تضعها علی صدرها لانه استر لها ثم یقول سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالی جدك ولا اله
عورت دونو ہاتہہ اپنی سینہ پر رکہی کیونکہ یہہ ہی بہت پردہ پوش ہی پہر یہہ پڑہی پاکی یاد کرتا ہون تیری یا الٰہی اور تیری حمد کرتا ہون بابرکت ہی تیرا نام اور برتر ہی تیری بڑائی اور نہین کوئی
غیرك ولا یقول وجل ثناؤك لانه لم یذکر فی الاحادیث المشهورة وذکر فی الکافی انه لو سکت عنه لا یؤمر به
سوا تیری اور نہ کہی جل ثناءك اسواسطی کہ احادیث مشہورہ مین وارد نہین ہوا اور کافی مین یہہ مذکور ہی کہ اسکو اگر نہ کہی تو امر نہ کرین
ولو اتی به لا یمنع عنه ثم یقول اعوذ بالله من الشیطن الرجیم وهو تبع للقراءة دون الثناء عند ابی حنیفة ومحمد
اور اگر کہی تو منع بہی نہ کرین پہر یہہ پڑہی پناہ مانگتا ہون اللہ کی شیطان رانده سی اور یہہ عبارت ہمراہ قراءت کی ہی ثنا کی ساتہہ نہین ہی نزدیک ابوحنیفہ اور محمد
حتی یاتی به المسبوق دون الموتم ثم یقول بسم الله الرحمن الرحیم وهو سنة فی اول کل رکعة فی روایة ابی یوسف عن ابی حنیفة
یہان تک کہ مسبوق تو پڑہی موتم نہ پڑہی پہر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑہی اور بسم اللہ ہر ایک رکعت کی اول مین مسنون ہی ابو یوسف کی روایت مین
ثم یقرء الفاتحة ویقول فی اخرها امین ثم یضم الیها سورة او ثلث ایات من ای سورة شاء فان قرأ معها ایة قصیرة
ابوحنیفہ سی اور اوسکو مقتدی نہ پڑہی پہر سورۂ فاتحہ پڑہی اور اوسکی آخر مین آمین کہی پہر اوسکی ساتہہ کوئی سورہ ضم کری یا تین آیتین جس سورت مین سی چاہی پس اگر سورۂ فاتحہ کی ساتہہ
او ایتین قصیرتین لا یخرج عن الکراهة التحریمیة لترکه الواجب لان الواجب فی الرکعتین الاولیین بعد قراءة
ایک آیت چہوٹی یا دو آیتین چہوٹی پڑہی تو کراہت تحریمی سی خالی نہین ہی اسلئی کہ واجب ترک کیا اسواسطی کہ واجب دونو پہلی رکعت مین بعد پڑہنی
الفاتحة ان یضم الیها سورة او ثلث ایات قصار او ایة طویلة تعدل ثلث ایات قصار فهذا یخرج عن الکراهة
سورۂ فاتحہ کی یہہ ہی کہ اوسکی ساتہہ کوئی سورة یا تین آیتین چہوٹی یا ایک آیت اتنی بڑی جو چہوٹی تین آیت کی برابر ہو جاوی سو اتنی مقدار مین کراہت تحریمی سی تو
التحریمیة لکن لا یدخل فی حد السنة بل یدخل فی الکراهة التنزیهیة لانه لا یخلو اما ان یکون فی السفر او الحضر
بچ جاتا ہی پر حد مسنون پر نہین پہنچتا بلکہ کراہت تنزیہی مین آجاتا ہی اسلئی کہ اس حال سی باہر نہین کہ وہ مسافر ہوگا یا مقیم
فان کان فی السفر ففی حال الضرورة من خوف او عجلة یقرء بفاتحة الکتاب وای سورة شاء او مقدار سورة
اگر مسافر ہی تو ضرورت کی وقت خوف سی یا شتابی سی سورۂ فاتحہ پڑہی اور ایک اور سورة جونسی چاہی یا برابر کسی سورة کی
من ای محل تیسر وفی حال الاختیار وعدم الضرورة یقرأ فی صلوة الفجر مع الفاتحة سورة البروج ونحوها وفی الظهر
جس جگہہ سی آسان ہو اور اختیار کی وقت جب ضرورت نہو تو فجر کی نماز مین بعد سورۂ فاتحہ کی سورۂ بروج اور اسکی مانند اور ظہر مین بہی
کذلك وفی العصر والعشاء دون ذلك وفی المغرب یقرأ بالقصار جدا کالعصر والکوثر وان کان فی الحضر وخاف
ایسی ہی اور عصر اور عشاء مین اس سی کچہہ کم اور مغرب مین بہت چہوٹی سورتین جیسی سورۂ عصر اور کوثر پڑہی اور اگر مقیم ہی اور وقت کی
فوت الوقت یقرأ قدر ما لا یفوته الصلوة وان لم یخف فوت الوقت یقرأ فی صلوة الفجر فی الرکعتین اربعین ایة
گذر جانی کا خوف ہو تو اتنا پڑہی کہ اوسکی نماز فوت نہو جاوی اور اگر وقت کی جانی کا خوف نہین تو فجر کی نماز کی دونو رکعت مین چالیس آیتین پڑہی
وهو ادنی السنة او ستین ایة وهو اوسطها او مائة وهو اعلاها لما روی انه علیه الصلوة والسلام کان یقرأ
اور یہہ ادنی درجہ سنت کا ہی یا ساٹہہ آیتین اور یہہ بیچکا درجہ سنت کا ہی یا سو آیتین اور یہہ اعلی درجہ سنت کا ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوة والسلام
فی صلوة الفجر اربعین ایة او ستین ایة او مائة ایة واحیانا کان یقرأ والصّٰفّٰت واحیانا کان یقرء سورة
فجر کی نماز مین چالیس آیتین یا ساٹہہ آیتین یا سو آیتین پڑہا کرتی تہی اور بعضی دفعہ سورۂ والصافات اور بعضی دفعہ سورۂ ق پڑہتی
ق وقد کان ابن عمر قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یامرنا بالتخفیف ویؤمنا بالصافات فعلم من هذا ان
اور ثابت ہو چکا ہی کہ ابن عمر کہتی تہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو قراءت مین تخفیف کی امر فرماتی اور امامت کی وقت والصافات پڑہتی تو اس سی معلوم ہوا

قرأة الصافات من باب التخفيف فاذا فرغ من القرأة يكبر للركوع مع الانحطاط فلو لم يكبر حال الانحطاط

کہ والصافات کا پڑھنا تخفیف میں داخل ہی پہر جب مصلی قرأت سی فارغ ہوچکا تو رکوع کی لئی جھکتی ہوئی تکبیر کہی اگر جھکتی ہوئی تکبیر رہگئی

لا يكبر في الركوع لفوات محله وقد ذكر في المنية ان في اتيان اذكار المشروعة في الانتقالات بعد تمام الانتقال

تو رکوع میں جاکر تکبیر نہ کہی اسواسطی کہ اوسکا محل فوت ہوگیا اور منیہ میں مذکور ہی کہ جو اذکار انتقالات کی اندر مشروع ہیں اونکو بعد انتقالات کی ادا کرنی میں

كراهتين تركها عن موضعها وتحصيلها في غير موضعها وبعد التكبير يضع يديه على ركبتيه مع تفريج اصابعه

دو کراہت ہیں ایک تو اونکو اپنی جگہ سی ٹلا دینا اور دوسری بی جگہہ ادا کرنا اور تکبیر کی بعد دونو ہاتھ دونو گھٹنوں پر اوانگلیاں کشادہ کرکی رکہی

ولا يندب تفريج الاصابع الا في هذه الحالة ويبسط ظهره بحيث لو وضع على ظهره قدح مملو بالماء لاستقر

اور او نگلیوں کا کشادہ کرنا سوا اس جگہہ کی کہیں مستحب نہیں ہی اور کمر کو ایسی ہموار کردی کہ اگر اوسکی پیٹہ پر پیالہ پانی کا بہرا ہوا رکہدیں تو ٹہرا رکہا رہی

ويستوي راسه بظهره ولا يرفعه كالحية ولا ينكسه كالخنزير ويقول في ركوعه سبحان ربي العظيم ثلث

اور سر کو کمر کی برابر کردی نہ اونچا کری سانپ کی مانند اور نہ نیچا جھکادی سور کی مثال اور رکوع کی اندر سبحان ربی العظیم تین بار کہی

مرات وذلك ادنى كمال السنة ويكره ان ينقص منها وان زاد عليها فهو افضل ان كان منفردا وكان

اور یہہ کمال سنت کا ادنی درجہ ہی اس سی کم کرنا مکروہ ہی اور اگر تین بار سی زیادہ کہی تو افضل ہی اگر منفرد یعنی تنہا پڑہتا ہو اور

اتمامه على وتر ثم يرفع راسه قائلا سمع الله لمن حمده واذا استوى قائما يقول في القيام ربنا لك الحمد

عدد طاق پہ پورا کری پہر سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا سر اوٹہادی اور جب سیدہا کہڑا ہوجادی تو قیام میں ربنا لک الحمد کہی

ان كان منفردا ثم يكبر للسجود مع الانحطاط وان لم يكبر حال الانحطاط لا يكبر في السجدة لفوات محله ثم

اگر مصلی منفرد ہو پہر سجدہ کی لئی جھکتا ہوا تکبیر کہی اور اگر اتفاقا جھکتی وقت تکبیر رہگئی تو سجدہ میں جاکر نہ کہی اسواسطی کہ اوسکا محل ہولیا پہر

يضع يديه على الارض مضموم اصابعه ولا يندب ضم الاصابع الا في هذه الحالة ثم يضع وجهه بين كفيه

اپنی دونو ہاتہہ اونگلیاں ملاکر زمین پر رکہی اور اونگلیوں کا ملانا سوا اس محل کی کہیں مستحب نہیں ہی پہر اپنی پیشانی دونو ہتہلی کی بیچ میں

بحيث يكون ابهاماه حذاء اذنيه ويبدي ضبعيه الا في الازدحام ويجافي بطنه عن فخذيه ويوجه اصابع

اسطور پر رکہی کہ اوسکی دونو انگوٹہی کانوں کی برابر رہیں اور دونو پہلو کو ظاہر کردی اگر انبوہ نہو اور اپنی پیٹ کو دونو ران سی الگ رکہی اور پاؤں کی اونگلیاں

رجليه نحو القبلة ويقول في سجوده سبحان ربي الاعلى ثلث مرات وذلك ادنى كمال السنة حتى يكره

قبلہ کی طرف رکہی اور سجدہ کی اندر سبحان ربی الاعلی تین مرتبہ کہی اور یہہ کمال سنت کا ادنی درجہ ہی یہاں تک کہ اس سی کم کرنا مکروہ ہی

ان ينقص منها وان زاد عليها فهو افضل ان كان منفردا وكان اتمامه على وتر والمرأة في السجود كالرجل الا انها

اور اگر اس سی زیادہ کہی تو افضل ہی اگر مصلی منفرد ہو اور اتمام اسکا عدد طاق پر ہو اور عورت سجدہ کرنی میں مثل مرد کی ہی پر اتنا فرق ہی

لا تبدي ضبعيها ولا تجافي بطنها عن فخذيها بل تلزق بطنها بفخذيها لكونه استر لها وتمام السجدة يكون

کہ عورت اپنی پہلو کو ظاہر نکری اور نہ پیٹ کو ران سی جدا رکہی بلکہ اپنی پیٹ کو ران سی ملا رکہی کیونکہ یہہ زیادہ پردہ پوش ہی اور پورا ہونا سجدہ کا

بوضع الجبهة والانف ويكره باحدهما وكذا يكره السجود على كور عمامته ان كان كورها متصلا بالجبهة

پیشانی اور ناک دونو کی لگانی پر ہی ایک پر مکروہ ہی اور ایسا ہی سجدہ پگڑی کی پیچ پر مکروہ ہی اگر پیچ پگڑی کا پیشانی پر آیا ہوا ہو

ولم يكن غليظا بحيث يوجد حجم الارض ولو لم يكن متصلا بجبهته بل كان فوق الجبهة او كان غليظا لا يوجد

اور موٹا نہو ایسا کہ زمین کی سختی محسوس ہوتی ہو اور اگر وہ پیچ پیشانی پر نہو بلکہ پیشانی سی اوپر ہو یا اتنا موٹا ہو کہ زمین کی

فيه حجم الارض لا يجوز وكذا لا يجوز السجود على كل شئ لا يوجد فيه حجم الارض كالقطن المحلوج والثلج والدخن

سختی اسمیں معلوم نہوتی ہو تو سجدہ جائز نہیں ہی اور ایسی ہی سجدہ ایسی ہر شئ پر جائز نہیں ہی جسمیں سختی زمین کی محسوس نہو جیسی دہنی ہوئی روئی اور برف اور چینا

ونحو ذلك لعدم استقرار الجبهة على الارض او ما يتصل بها او وضع اليدين والركبتين على الارض في السجدة ليس
اور مانند اسکی کیونکہ پیشانی زمین پر یا جو زمین کی مثل ہے نہیں ٹھیکی اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں کا زمین پہ رکھنا سجدہ میں فرض نہیں
بفرض بل هو سنة واما وضع القدمين فقد ذكر القدوري والكرخي والخصاف انه فرض حتى لو سجد ولم يضع قدميه
ہے بلکہ سنت ہے اور رہا دونوں پانو کا رکھنا سو قدوری اور کرخی اور خصاف کہتے ہیں کہ فرض ہے یہاں تک کہ اگر سجدہ کیا اور دونوں پانو
او احدهما على الارض بل رفعهما عن الارض لا يجوز ولو وضع احديهما يجوز لكن يكره وذكر التمرتاشي ان وضع اليدين
یا ایک پانو زمین پر نہ لگایا بلکہ دونوں کو زمین سے اوٹھائے رہا تو جایز نہیں ہے اور اگر ایک پانو بھی لگائے رکھا تو جایز ہے پر مکروہ اور تمرتاشی کہتا ہے رکھنا دونوں ہاتھ کا
والقدمين سواء في عدم الفرضية وقال اكمل الدين في شرح الهداية هو الحق وذكر في شرح المنية انه بعيد عن الحق
اور دونوں پانو کا فرض نہونے میں برابر ہیں اور اکمل الدین شرح ہدایہ میں کہتا ہے یہہ ہی حق ہے اور شرح منیہ میں یوں مذکور ہے کہ یہہ حق سے بعید ہے
والمراد بوضع القدمين على ما ذكر في الخلاصة وضع اصابعهما والمراد بوضع الاصابع توجيههما نحو القبلة ليكون الاعتماد
اور دونوں پانو رکھنے سے موافق بیان خلاصہ کے پانو کی اونگلیاں کا لگانا مراد ہے اور مراد اونگلیوں کی رکھنے سے اونگلیوں کا متوجہ رکھنا قبلہ کی طرف تاکہ اونپر زور رہے
عليها حتى لو وضع ظهر القدمين ولم يوجه اصابعهما او احديهما نحو القبلة لا يصح سجوده وهذا مما يجب حفظه
یہاں تک کہ اگر پشت دونوں پانو کی زمین پر رکھے اور اونگلیاں دونوں پانو کی یا ایک پانو کی قبلہ کی طرف نہ رکھے تو اوسکا سجدہ صحیح نہیں ہے اسکا لحاظ واجب ہے
واكثر الناس عنه غافلون ثم يرفع راسه مكبرا ويقعد ويضع يديه على فخذيه فاذا اطمأن جالسا وسكن
اور اکثر لوگ اس امر سے غفلت کرتے ہیں پھر تکبیر کہتے ہوئے سر اوٹھا کر بیٹھ جاوے اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے جب بیٹھے ہوئے اطمینان ہو جاوے اور حرکت اعضا کی
اضطراب اعضاءه بان يمكث مقدار تسبيحة يكبر ويسجد سجدة ثانية كالسجدة الاولى واختلفوا في مقدار
باقی نرہے اسطور کہ باندازہ ایک تسبیح کی زمانہ گذر جاوے تو تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ پہلی سجدہ کی طرح پر کرے اور اسمیں اختلاف ہے
الرفع من السجدة الاولى للسجدة الثانية والاصح على ما ذكر في الهداية ان كان الى السجدة اقرب لا يجوز لانه لا يعد
کہ پہلی سجدہ سے دوسری سجدہ کی واسطے کتنا اوٹھے اور اصح روایت موافق بیان ہدایہ کی یہہ ہے کہ اگر سجدہ سے قریب ہے تو سجدہ ثانی جایز نہیں ہے اسلیے کہ جالس
جالسا فلا يتحقق السجدة الثانية بل يصير كانه سجد سجدة واحدة وان كان الى الجلوس اقرب يجوز لانه يعد
نہیں شمار کیا جاتا سو سجدہ دوسرا ثابت نہیں ہوتا بلکہ ایسا ہے گویا ایک ہی سجدہ کیا ہے اور اگر جلوس سے قریب ہے تو جایز ہے اسلیے کہ اب بیٹھا ہوا
جالسا فيتحقق السجدة الثانية وقيل اذا رفع راسه مقدار ما يمر الريح بين جبهته والارض يجوز لكن الاقتصار عليه
شمار کیا جاتا ہے سو دوسرا سجدہ ثابت ہوجاتا ہے اور کوئی کہتا ہے اگر مصلی نے اتنا سر اوٹھایا کہ ہوا اوسکی پیشانی اور زمین کی بیچمیں کو گذر جاوے تو جایز ہے پر اسی پر کفایت کرلینا
يكره اشد الكراهة لمخالفته ما واظب النبي عليه الصلوة والسلام مدة حيوته واذا فرغ من السجدة الثانية يكبر
سخت مکروہ ہے اسواسطے کہ ایسے امر کی مخالفت ہے جسکو نبی علیہ الصلوة والسلام زندگی بہر کرتے رہے اور جب دوسری سجدہ سے فارغ ہوچکے تو تکبیر کہے
ويقوم مستويا ولا يعتمد بيديه على الارض من غير عذر بل يعتمد على ركبتيه ويفعل في الركعة الثانية كما فعل في
اور سیدہا کہڑا ہو جاوے اور بدون عذر کے اپنے ہاتہوں کا زمین پر سہارا نہ دے بلکہ اپنی گہٹنوں پر سہارا کر کر کہڑا ہو جاوے اور دوسری رکعت میں وہ ہی عمل کرے جو اول
الركعة الاولى الا انه لا يفتتح ولا يتعوذ ولا يرفع يديه فاذا اتمها ورفع راسه من سجدتها الثانية يفترش رجله اليسرى
رکعت میں کرچکا ہے اتنا فرق ہے کہ تکبیر تحریمہ نکہے اور اعوذ باللہ نپڑہے اور نہ ہاتھ اوٹھاوے جب دوسری رکعت پوری کرچکے اور اوسکی دوسری سجدہ سے اوٹھے تو بایاں پانو بچھاکر
ويجلس عليها وينصب رجله اليمنى ويوجه اصابعه نحو القبلة ويضع يديه على فخذيه ويبسط اصابعه ويوجهها
اوسپر بیٹھ جاوے اور داہنا پانو کہڑا رکھے اور اسکی اونگلیاں قبلہ کی طرف رکھے اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھدے اور ہاتہوں کی اونگلیوں کو پہیلا کر قبلہ کی طرف کردے
نحو القبلة لان السنة توجيه الاعضاء الى القبلة ما استطاع والمراة تتورك بان تخرج رجليها من جانب الايمن
اسلیے کہ تمام اعضا کا قبلہ کی طرف جہاں تک ہو سکے متوجہ کرنا طریق مسنون ہے اور عورت سرین پر اسطور بیٹھے کہ دونوں پانو داہنی طرف کو نکال کر

وتجلس علی الیتها الیسری لانه استرلها ثم یتشهد ویقول التحیات لله والصلوٰت والطیبٰت السلام علیک ایها
بائیں سرین پر بیٹھ جاوے کیونکہ اوسکے لئے اسمیں خوب پردہ ہی پھر تشہد پڑھی یہہ کہی سلام ہی واسطے اللہ کی اور رحمت اور پاکیزگی اور سلام تمپر ای
النبی ورحمة الله وبرکته السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان
نبی اور رحمت اللہ کی اور برکتیں اوسکی اور سلام ہمپر اور صلحاء بندگان الٰہی پر میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوا اللہ کی اور گواہی دیتا ہوں
محمدا عبده ورسوله ثم ان کان ما یصلی فرضا زائدا علی الرکعتین لا یزید علی هذا القدر من التشهد
کہ محمد بندہ اوسکا ہی اور رسول اوسکا پھر اگر وہ نماز فرض دو رکعت سی بڑھتی ہی تو اتنی تشہد سے زیادہ قعدۂ اولی میں کچھ نہ پڑھی
فی القعدة الاولی بل یکبر ویقوم الی الرکعة الثالثة بلا اعتماد بیدیه علی الارض ان لم یکن له عذر ثم
بلکہ تکبیر کہکر تیسری رکعت کی لئے کھڑا ہو جاوے بے عذر ہاتھ کا سہارا زمین پر نہ کرے پھر
انه فی ما بعد الاولیین متخیر ان شاء قرء الفاتحة فقط وهو افضل لکون قرائتها فیما بعد الاولیین
اسکو پچھلی رکعتوں میں اختیار ہی اگر چاہی فقط سورۂ فاتحہ پڑھی یہہ تو افضل ہی اسواسطے کہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا پچھلی رکعتوں میں
سنة فی ظاهر الروایة حتی لو ترکها او ضم الیها سورة سهوا لا یلزمه سجود السهو وان شاء سبح ثلث
سنت ہی ظاہر الروایت میں یہانتک کہ اگر سورۂ فاتحہ کو ترک کرے یا اوسکے ساتھ سہو سے کوئی سورت ملادے تو سجدہ سہو کا نہیں آتا اور اگر چاہی تین بار تسبیح کہی
مرات وان شاء سکت مقدارها الا انه ان سکت عمدا یکون مسیئا لترک السنة وان لم یکن ما یصلی
اور اگر چاہی اتنی دیر چپکا کھڑا رہی پر اتنا ہی کہ اگر عمدا چپکا کھڑا رہیگا تو اچھا نہیں اسلئے کہ ترک سنت ہوتا ہی اور اگر وہ نماز فرض نہیں ہی
فرضا بل کان نفلا او سنة مؤکدة مثل سنة الظهر والجمعة لا یکون مخیرا بین هذه الثلثة بل یتعین علیه
بلکہ نفل ہو یا سنت مؤکدہ ہو جیسی ظہر کی اور جمعہ کی سنتیں تو اب ان تینوں امر میں اختیار نہیں ہی بلکہ اوسپر پڑھنا
قراءة الفاتحة مع ضم سورة الیها لکون القراءة فرضا فی جمیع رکعات النفل والسنة ثم انه فی النفل یزید علی
سورۂ فاتحہ کا معہ ملانی کسی سورت کی مقرر ہی اسلئے کہ نفل اور سنتوں کی تمام رکعتوں میں قرات فرض ہی پھر مصلی نفلوں کی قعدۂ اولی میں تشہد پر
التشهد ان یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم فی القعدة الاولی ویاتی بالثناء والتعوذ اذا قام الی الثالثة لکون
درود زیادہ کردی اور سبحانک اللہم اور اعوذ باللہ بھی پڑھی جب تیسری رکعت پر کھڑا ہو اسواسطے
کل شفع صلوة علیحدة واما سنة الظهر والجمعة فتکون کل منهما صلوة علیحدة لا یاتی فیها بالثناء والتعوذ
کہ ہر دو دو رکعت الگ الگ نماز ہی اور ظہر اور جمعہ کی سنتیں اسلئے کہ دونو نماز علیحدہ مستقل ہیں تو سبحانک اللہم اور اعوذ باللہ
اذا قام الی الثالثة ولا یزید علی التشهد فی القعدة الاولی حتی ذکر فی القنیة انه لو صلی علی النبی صلی الله علیه وسلم
جب تیسری رکعت پر کھڑا ہو تو نہ پڑھی اور پہلی قعدہ میں تشہد پر کچھ زیادہ نہ کرے یہانتک کہ قنیہ میں مذکور ہی کہ مصلی ظہر کی سنتوں کی پہلی
فی القعدة الاولی من سنة الظهر ففی وجوب سجود السهو قولان ثم انه یقعد فی القعدة الاخیرة کما یقعد فی القعدة
قعدہ میں اگر درود پڑھ دے تو سجدہ سہو کی واجب ہونے میں دو قول ہیں پھر مصلی قعدۂ اخیرہ میں اسطرح بیٹھ جاوے جیسی پہلی قعدہ میں
الاولی ویتشهد وبعد التشهد یصلی علی النبی علیه الصلوة والسلام یقول اللهم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت
بیٹھا تہا اور تشہد پڑھی اور بعد تشہد کی درود پڑھی اسطور اللہم صل آخر تک الٰہی رحمت نازل کر اوپر محمد اور آل محمد کی جیسی رحمت نازل کی
علی ابرهیم وعلی ال ابرهیم انک حمید مجید ثم یستغفر لنفسه ولوالدیه ان کانا مؤمنین ولجمیع المؤمنین والمؤمنت
اوپر ابراہیم اور آل ابراہیم کی بیشک تو صاحب حمد اور بزرگی ہی پھر استغفار کرے اپنی اور اپنی ماں باپ کی واسطے اگر وہ دونو مومن ہوں اور تمام مومن مرد اور مومن عورتوں کی
فیقول اللهم اغفر لی ولوالدی ولجمیع المؤمنین والمؤمنت یوم یقوم الحساب ویدعو بالدعوات الماثورة عن
واسطے دعا یوں کہی الٰہی بخشدے مجھکو اور میری ماں باپ کو اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کو جس روز حساب قائم ہو اور وہ دعائیں پڑھی جو مروی ہیں علیہ السلام سی

النبی

النبی علیہ الصلوۃ والسلام وما یشبہ الفاظ القران مثل ان یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ
مروی ہین اور جو کہ قرآن کی الفاظ سی ملتی ہوں جیسی یہہ دعا ای رب ہمارے دی ہمکو دنیا مین خوبی اور آخرت مین

حسنۃ وقنا عذاب النار ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت
خوبی اور بچا ہمکو دوزخ کی عذاب سی ای رب ہمارے دل نہ پہیر جب ہمکو ہدایت دی چکا اور دی ہمکو اپنی پاس سی مہربانی تو ہی سب دینی والا

الوھاب ونحو ذلک فانہ اذا قصد بہا الدعاء لا القراءۃ تکون الفاظا مشبھۃ بالفاظ القران ولا یکون
اور مانند اسکی کیونکہ مصلی اگر ان آیات کو دعا کی نیت سی پڑہیگا اور قراءت کا ارادہ نہو تو یہہ الفاظ مشابہ قرآن کی ہونگی قرآن نہونگی

قراٰنا حتی یجوز الدعاء بہا مع الجنابۃ والحیض ولا یدعو بما یشبہ کلام الناس وھو ما لا یستحیل طلبہ منہم
یہان تک کہ ان الفاظ سی جنابت اور حیض مین دعا مانگنی درست ہی اور ایسی دعا نہ مانگی جو آدمیون کی گفتگو سی ملتی ہو یعنی جسکا طلب کرنا ادمیو سی محال نہو

مثل ان یقول اللہم اعطنی مالا اللہم ارزقنی جاریۃ اللہم زوجنی امراۃ فانہ اذا دعی بہا تکون صلوتہ ناقصۃ
جیسی یہہ کہنی لگی الہی مجکو مال دی الہی مجکو لونڈی دی الہی عورت سی میرا بیاہ کردی پس مصلی اگر ایسی دعا مانگیگا تو اوسکی نماز ناقص ہوگی

لخروجہ منہا بدون السلام الذی ھو واجب فاذا فرغ من الادعیۃ التی بعد التشھد یسلم اولا عن یمینہ وثانیا عن
اسلئی کہ نماز سی بدون سلام کی جو کہ واجب تہا باہر آیا پہر جب اون دعاؤن سی جو تشہد کی بعد ہین فارغ ہوا تو سلام پہیری پہلی داہنی طرف اور دوسری بار

یسارہ ویقول فی کل واحد منہما السلام علیکم ورحمۃ اللہ ولا یقول فی واحد منہما وبرکتہ فانہ من عادۃ الجہال
بائین طرف اور ہر ایک مین یہہ کہی السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور برکاتہ دونو مین سی کسی مین نہ کہی کیونکہ یہہ جاہلون کی عادت ہی

ولو سلم عن یسارہ اولا یسلم عن یمینہ ما لم یتکلم ولا یعید السلام عن یسارہ ولو سلم تلقاء وجہہ یسلم عن یسارہ
اور اگر بائین طرف پہلی سلام پہیر دیا تو داہنی طرف بولنی سی پہلی سلام پہیرے اور بائین طرف دوبارہ نہ پہیری اور اگر سلام سامنی چہرہ کی کیا تو فقط بائین طرف پہیری

وھو مروی عن علی کما ذکرہ الزیلعی فی شرح الکنز وینوی المنفرد فی خطاب علیکم جمیع من معہ من الملئکۃ ولا
یہہ روایت حضرت علی سی ہی زیلعی نی شرح کنز مین مذکور کیا ہی اور منفرد مصلی علیکم کی خطاب مین اپنی ساتہہ کی تمام فرشتون کی نیت کرلی اور

ینوی عددا محصورا فیہم لاختلاف الاخبار فی عددہم فقیل مع کل مؤمن خمسۃ من الملئکۃ وقیل ستون
کسی عدد معین کی نیت نہ کری اسلئی کہ فرشتون کی عدد مین مختلف خبرین آئی ہین کوئی کہتا ہی ہر مؤمن کی ساتہہ پانچ فرشتی ہین کوئی کہتا ہی ساٹہہ ہین

وقیل مائۃ وستون وقیل اثنان وقیل غیر ذلک واصح الاقاویل انہم خمسۃ واحد عن یمینہ یکتب الحسنات
اور کوئی کہتا ہی ایک سو ساٹہہ ہین کوئی کہتا ہی دو ہین کوئی کچہہ اور کہتا ہی سب مین صحیح قول یہہ ہی کہ پانچ ہین ایک داہنی طرف جو حسنات لکہتا ہی

وواحد عن یسارہ یکتب السیئات وواحد امامہ یلقنہ الخیرات وواحد وراءہ یرفع عنہ المکارہ وواحد عند
اور ایک بائین طرف جو برائیان لکہتا ہی ایک سامنی جو خیرات کی تلقین کرتا ہی اور ایک پیچہی جو ایذا کو دور کرتا ہی اور ایک

ناصیتہ یکتب ما یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویبلغہ ومما ینبغی للمصلی بطریق الادب ان یکون نظرہ فی حال
پیشانی کی پاس جو درود کو لکہتا ہی اور نبی علیہ السلام کی روبرو پہنچاتا ہی اور مصلی کو تو لحاظ آداب کی لائق یہہ ہی کہ قیام کی حالت مین اپنی نگاہ

قیامہ الی موضع سجودہ وفی رکوعہ الی ظہر قدمیہ وفی حال سجودہ الی ارنبۃ انفہ وفی حالۃ قعودہ الی حجرہ وھو
سجدہ کی جگہہ پر رکہی اور رکوع کی حالت مین پاؤن کی پشت پر اور سجدہ کی وقت ناک کی بانسہ پر اور حالت قعود مین اپنی گود پر جہان

ما یکون علی مجمع فخذیہ من ثوبہ وعند التسلیمۃ الاولی الی منکبہ الایمن وعند التسلیمۃ الثانیۃ الی منکبہ
دونو زانو کی جوڑ پر کپڑا رہتا ہی اور پہلا سلام پہرتی ہوئی داہنی مونڈہی پر اور دوسرا سلام پہیرتی ہوئی بائین مونڈہی پر

الایسر لان المقصود الخشوع وترک التکلف وذلک کلہ مقتضی الخشوع لان المصلی اذا ترک التکلف یقع بصرہ فی ھذہ
اسلئی کہ غرض انکسار ہی اور تکلف کا ترک کرنا اور یہہ تمام باتین انکساری کی ہین اسلئی کہ مصلی جب تکلف کو دور کرتا ہی تو اوسکی نگاہ ایسی ہی جگہہ

المواضع سواء قصد اولم يقصد ومما ينبغي له ايضا ان يكون ما بين قدميه في حال القيام قدر اربع اصابع مفرجة

پڑتی ہیں برابر ہی قصد کرے یا نہ کرے اور مصلی کو یہہ بھی چاہیے کہ دونوں پانوں کے بیچ میں قیام کے وقت برابر چار ملی ہوئی انگلیوں کے فرق رکھے

ویکره له التمایل علی یمناه مرة وعلی یسراه اخری لانه من العبث المنافی للخشوع یسرنا الله عمل الخاشعین

اور مکروہ ہی کہ کبھی داہنی پانوں پر جھکجاوے اور کبھی بائیں پر اسواسطے کہ یہہ سبب عبث انکسار کی خلاف ہی آلہی ہم پر آسان کر عمل خاشعین کا سا

المجلس الرابع والخمسون في بيان فضيلة الجماعة وذكر الوعيد في تركها قال رسول الله

مجلس چونتیسویں جماعت کی فضیلت میں اور جماعت ترک کرنے کی وعید میں رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم صلوة الجماعة تفضل صلوة الفذ بسبع وعشرين درجة هذا الحديث من صحاح

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کی نماز منفرد کی نماز پر ستائیس درجہ بڑھتی ہی یہہ حدیث مصابیح کی

المصابیح رواه ابن عمر ومعناه ان الصلوة مع الجماعة تزید فی الثواب علی صلوة المنفرد بسبع وعشرین درجة

صحیح حدیثوں میں ہی ابن عمر کی روایت سے اسکی یہہ معنی ہیں کہ جماعت کی نماز ثواب میں منفرد کی نماز پر ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہی

فعلی هذا ینبغی للمؤمن ان یداوم علی اداء الصلوات الخمس بالجماعة لینال الثواب الموعود فان الجماعة فیها

اس روایت کی موافق مؤمن کو لازم ہی کہ ہمیشہ پانچوں نمازیں جماعت کی ساتھہ ادا کیا کرے تاکہ ثواب وعدہ کیا ہوا پاوے کیونکہ نماز میں جماعت

سنة مؤكدة غاية التاكيد في قوة الواجب حتى لو تركها اهل بلدة يجب قتالهم بالسلاح لكونها من شعاير

سنت مؤکدہ بہت تاکید سے قریب واجب کی ہی یہانتک کہ اگر کسی شہر والے جماعت چھوڑ دیں تو انکو ہتیار سے قتل کرنا واجب ہی اسواسطے کہ جماعت اسلام کی

الاسلام وخصائصه التي لم تكن في سائر الاديان وان تركها بعض منهم بغير عذر يجب تعزيره ولا يقبل

نشانی اور ایسی خاص عبادت ہی کہ تمام دینوں میں نہیں ہی اور اگر جماعت کو کوئی شخص بلا عذر ترک کرے تو اوسکو تعزیر دینی واجب ہی اور اوسکی گواہی

شهادته ویاثم الجیران بالسکوت عنه والمطر والطین والبرد الشدید والظلمة الشدیدة عذر وتکرار الفقه

معتبر نہیں اور اوسکی ہمسایہ گنہگار ہوتی ہیں اگر چپ کر رہیں اور مینہ اور کیچڑ کی کثرت اور جاڑے کی شدت اور اندہیری کی زیادتی عذر ہی اور فقہ کی بحث

ومطالعة كتبه ليس بعذر وقيل عذر اذا لم يكن عن تكاسل وقلة مبالاة بها ولم يواظب على تركها واختلف العلماء

اور فقہ کی کتابوں کا مطالعہ عذر نہیں ہی اور کوئی کہتا ہی عذر ہی اگر سستی کی راہ اور جماعت کی بی پروائی سے نہو اور ترک جماعت کی عادت نکرلی اور علماء گہر کی

في اقامتها في البيت والاصح انها كاقامتها في المسجد الا في الفضيلة ومن فاتته في مسجده لا يجب عليه الطلب

اندر جماعت کرنے میں اختلاف کرتے ہیں اصح مذہب یہہ ہی کہ گہر کی اندر جماعت تو ایسی ہی جیسی مسجد میں پر اتنی فضیلت نہیں ہی اور جسکو جماعت اوسکی مسجد میں نہ ملی تو اوسپر واجب نہیں کہ

في مسجد اخر بل ان جاء الى مسجد اخر وصلى مع الجماعة فهو حسن وان صلى في مسجده فهو حسن وان دخل منزله

اور مسجد میں تلاش کرے بلکہ اگر اور مسجد میں گیا اور جماعت کی نماز پڑہی تو بہتر ہی اور اگر اپنی مسجد میں پڑھ لی تو بھی بہتر ہی اور اگر اپنے گہر میں جاکر اپنی

وصلى فيه باهله جماعة فهو حسن واولى الناس بالامامة اعلمهم باحكام الصلوة وان تساووا في العلم فاقرءهم

اہل کی ساتہہ جماعت سے پڑہی تو بہتر ہی اور امامت کی واسطے وہ شخص اولی جو مسایل نماز کی زیادہ جانتا ہو اور اگر علم مسائل میں سب برابر ہوں تو اچھا قاری

وان تساووا في العلم والقراءة فاورعهم وان تساووا في هذه الاوصاف الثلثة فاكبرهم سنا وان تساووا في هذه الاربعة

اور اگر علم اور قرات میں برابر ہوں تو بڑا پرہیزگار اور اگر ان تینوں اوصاف میں برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو اور اگر ان چاروں اوصاف میں برابر ہوں

فاحسنهم خلقا وان تساووا في هذه الخمسة فاحسنهم وجها وان تساووا في هذه الستة فاشرفهم نسبا وان

تو جسکا خلق نیک ہو اور اگر ان پانچوں میں برابر ہوں تو جو خوب صورت ہو اور اگر ان چھوں وصف میں برابر ہوں تو جو نسب میں شریف ہو اور اگر

تساووا في هذه السبعة فانظفهم ثوبا وان تساووا في هذه الصفات كلها يقرع او يكون الخيار الى الجماعة ويكره تقديم

ان ساتوں وصف میں برابر ہوں تو جسکی پوشاک اچھی ہو اور اگر ان تمام اوصاف میں برابر ہوں تو قرعہ ڈالیں یا جماعت والوں کو اختیار ہی اور فاسق کو امام کرنا

الفاسق

الفاسق کراهة تحریم لانه لا یهتم لامر دینه مع ان تقدیمه للامامة تعظیم له وقد وجب اهانته شرعًا وکذا

مکروہ تحریمی ہی کیونکہ وہ اپنی دین کا اہتمام نہیں کرتا باوجودیکہ اوسکا آگی بڑہانا امامت کی لئی اسمیں اوسکی تعظیم ہوتی ہی اور شرع میں اوسکی اہانت واجب ہی ایسی ہی

یکره تقدیم المبتدع وهذا اذا لم تؤد بدعته الی حد الکفر واما اذا ادت الیه فلا کلام فی عدم جواز تقدیمه

بدعتی کا امام کرنا مکروہ ہی یہہ جبتک ہی کہ اوسکی بدعت حد کفر تک نہ پہنچی ہو اور اگر کفر تک پہنچی تو پہر اوسکی امامت کی ناجایز ہونی مین کچہہ کلام نہیں ہی

ومن دخل المسجد ورای ان الجماعة قد قامت فانه یقوم بانقص الجانبین من الصف حتی یصیر الامام بحذائه وسط

اور جو شخص مسجد مین آیا دیکہا کہ جماعت کہڑی ہوگئی تو پہر یہہ شخص صف بیچ اودہر جا کہڑا ہو جدہر آدمی کم ہوں تاکہ امام صف کی بیچمین ہو جاوےگا

الصف فان استویا یقوم فی الجانب الایمن والقیام فی الصف الاول افضل من الثانی وفی الثانی افضل من الثالث

اور اگر دونو جانب برابر ہوں تو دہنی طرف جا کہڑا ہو اور پہلی صف مین کہڑا ہونا دوسری صف سی افضل ہی اور دوسری مین تیسری صف سی

هکذا الی اخر الصفوف لما روی فی الاخبار ان الله تعالی اذا انزل الرحمة علی الجماعة ینزلها اولا علی الامام ثم یتجاوز عنه

ایسی ہی آخر صفوف تک اسلیے کہ حدیثوں مین روایت ہی کہ اللہ تعالی جب جماعت پر رحمت نازل کرتا ہی تو پہلی امام پر پہر اوسی بڑہکر اوسپر

الی من بحذائه فی الصف الاول ثم الی المیامن ثم الی المیاسر ثم الی الصف الثانی وروی انه علیه الصلوة والسلام قال یکتب

جو اوسکی سیدہ پر پہلی صف مین ہی پہر اوسکی دہنی طرف پہر بائین طرف پہر دوسری صف پر اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا اوسکی واسطی

للذی خلف الامام بحذائه مائة صلوة وللذی فی الجانب الایمن خمس وسبعون وللذی فی الجانب الایسر خمسون وللذی

جو امام کی پیچہی سیدہ پر ہوتا ہی سو نمازین لکہی جاتی ہین اور اوسکی لئی جو دہنی طرف ہوتا ہی پچہتر نمازین اور اوسکی لئی جو بائین طرف ہو پچاس نمازین اور اوسکی لئی

فی سائر الصفوف خمس وعشرون ومن دخل المسجد ورای ان الصف الاول قد تکامل فانه لا یزاحم فیه لانه ایذاء والقیام

جو اور تمام صفوں مین ہی پچیس نمازین اور جو شخص مسجد مین آیا دیکہا کہ پہلی صف پوری ہوچکی تو یہہ شخص اوسمین نہ دہسی کیونکہ ایذا رسانی ہی اور

فی الصف الثانی خیر من الایذاء وان وجد فی الصف الاول فرجة دون الثانی یخرق الثانی اذ لا حرمة لهم لتقصیرهم وارتکابهم

دوسری صف مین کہڑا ہونا ایذا دینی سی بہتر ہی اور اگر پہلی صف مین جگہ باقی پاوی اور دوسری مین نہیں تو دوسری کو چیر کر چلا جاوی اسلیے کہ اب اونکی کچہہ عزت نہین

الاثم حیث لم یسدوا الصف الاول فان السنة اتمام الصف الاول ثم الذی یلیه فما کان من نقص فلیکن فی الصف

ختیار کیا کہ صف اول کو پورا نکی کیونکہ طریق مسنون یہہ ہی کہ پہلی صف اول کو پوری بہر لین پہر اوسکی پاس کیکو پہر اگر کچہہ نقصان رہی تو سب سی پیچہلی

الاخیر لما روی انه علیه السلام قال اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیه فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر وروی

صف مین ہو اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا پوری کرو اگلی صف کو پہر اوسکی پاس کیکو پہر اگر نقصان باقی رہی تو چاہیی پیچہلی صف مین ہو اور

عن عائشة انه علیه الصلوة والسلام قال لا یزال قوم یتاخرون عن الصف الاول حتی یوخرهم الله فی النار یعنی ان

عائشہ رضی سی روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نی فرمایا ہمیشہ آدمی صف اول سی پیچہی ہٹتی جاتی ہین یہان تک کہ اونکو ہٹا کر اللہ آگ مین ڈالدیتا ہی مراد یہہ ہی

التاخر عن الصف الاول تاخر عن الخیر والثواب فمن تاخر عن الخیر والثواب یتاخر عن رحمة الله تعالی وعن دخول

کہ صف اول سی ہٹ رہنا خیر اور ثواب سی ہٹ رہنا ہی پہر جو شخص خیر اور ثواب سی ہٹیگا وہ رحمت الہی اور دخول جنت سی

الجنة فیلزم دخوله فی النار الا ان یغفر الله تعالی له والسنة ایضا تسویة الصفوف والتراص فیها والمقاربة بینها

ہٹ رہا اب اوسکا دوزخ مین داخل ہونا لازم آیا یا اللہ اوسکو بخشدی اور صفوں کا سیدہا کرنا اور استوار کرنا اور خوب ملکر کہڑا ہونا طریق مسنون ہی

لما روی عن انس انه علیه الصلوة والسلام قال سووا صفوفکم فان تسویة الصفوف من تمام الصلوة وفی روایة

اسواسطی کہ انس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا برابر کرو اپنی صفوں کو بیشک صفوں کا سیدہا کرنا تمامی نماز سی ہی اور ایک روایت مین

من اقامة الصلوة وعن النعمان بن بشیر انه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یسوی صفوفنا حتی کانما یسوی

ہی نماز کی درستی مین سی ہی اور نعمان بن بشیر سی روایت ہی کہ کہتا تہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو سیدہا کیا کرتی تہی یہان تک کہ جیسی

القدح فرأى رجلا باديا صدره من الصف فقال عباد الله لتسوّن صفوفكم او ليخالفن الله بين وجوهكم قيل المراد
تیر سیدھا کرتی ہیں پھر ایک شخص کو دیکھا کہ سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا فرمایا اے بندگان خدا اپنی صفیں سیدھی کرو نہیں تو اللہ تعالی تمہارے چہرے بگاڑ دیگا بعضی کہتے
بالوجوه القلوب بدليل قوله عليه السلام في حديث آخر لا تختلفوا فتختلف قلوبكم فان اختلاف القلوب يفضي
چہروں سے مراد دل ہیں اس دلیل سے کہ ایک اور حدیث میں آیا ہے آگے پیچھے نہ ہو پھر تمہارے دل مختلف ہو جاوینگے بیشک دلوں کی اختلاف سے
الى اختلاف الوجوه باعراض بعضهم عن بعض لان تقدم الخارج عن الصف تفوق على الداخل فيه وتاخر الخارج عنه
چہرے مختلف ہو جاتے ہیں کیونکہ ہر ایک دوسرے سے منہ پھیرتا ہے اس واسطے کہ صف سے آگے بڑھنے والا صف کی برابر والے سے باہر ہو جاتا ہے اور پیچھے کو ہٹنے والا
ايذاء لمن خلفه وكلاهما سبب للبغض والعداوة فكانه عليه الصلوة والسلام قال ان لم تتفقوا في الظاهر عند اقامة
پیچھے سے پچھلے کو ایذا دیتا ہے اور یہ دونو باتیں باعث بغض اور عداوت کی ہیں پس گویا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ ارشاد کیا اگر تم ظاہر میں بروقت قایم ہونی
الصلوة بالجماعة ولم تطيعوا امر الله تعالى ورسوله فيما يقع بينكم العداوة والبغضاء وروى عن انس انه عليه الصلوة
جماعت نماز کی اتفاق نکروگے اور اسمیں اللہ اور رسول کی حکم کی اطاعت نکروگے تو تمہارے بیچ میں عداوت اور دشمنی پیدا ہو جائیگی اور انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ و
والسلام قال رصّوا صفوفكم وقاربوا بينها وحاذوا بالاعناق فوالذي نفسي بيده اني لارى الشيطان يدخل في خلل الصف
فرمایا اپنی صفیں استوار کرو اور مل کر کھڑے ہو کرو اور گردنیں برابر رکھا کرو قسم ہے اوسکی جسکی قبضہ میں میری جان ہے بیشک شیطان کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ صف کی چہار میں گھس جاتا
كانها الحذف والحذف بفتحة الحاء المهملة والذال المعجمة غنم سود صغار من غنم الحجاز كان الشيطان تبصر ايدخل
گویا سیاہ بکری کا بچہ ہے اور حذف حاء بے نقطہ اور ذال بانقطہ کی زبر سے سیاہ بکریاں چھوٹی چھوٹی حجاز کی بکریوں میں سے گویا شیطان یہ تاکتا رہتا ہے کہ صف کی
في خلل الصف ويشوش على المصلين ويقطع عليهم صلوتهم ومن اتى الجماعة يكره له القيام خلف الصف وحده متى وجد
چہار میں گھسکر نمازیوں کی دل پریشان اور اونکی نماز خراب کردے اور جو شخص جماعت میں ملے تو اوسکو صف کی پیچھے اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے جبتک صف میں
في الصف فرجة وان لم يوجد في الصف فرجة ينتظر الى الركوع فان جاء واحد يقوم احدهما في جنب الآخر بحذاء الامام
جگہہ ملے اور اگر صف میں جگہ نہ ملے تو رکوع تک منتظر کھڑا رہے اگر کوئی اور آگیا تو دونو برابر برابر امام کی سیدھ پر کھڑے ہو جاویں
والا يجذب واحدا من الصف الى نفسه فيقف في جنبه لكن الاولى في زماننا القيام وحده بحذاء الامام لغلبة الجهل
اور نہیں تو صف میں سے ایک کو اپنے پاس کھینچکر اوسکی برابر کھڑا ہو جاوے پر اس زمانہ میں اولی یہہ ہے کہ تنہا امام کی سیدھ پر کھڑا ہو جاوے کیونکہ لوگوں پر جہالت غالب ہے
على الناس فلو جره احد يفسد الصلوة ومن يصلي مع واحد يقيمه عن يمينه ولا يجوز للمقتدي ان يتقدم على الامام
اگر کسیکو پیچھے کھینچیگا تو وہ نماز فاسد کردیگا اور جو شخص ایک کے ساتھ نماز پڑھے تو اوسکو اپنی داہنی طرف کھڑا کرے اور مقتدی کو جایز نہیں ہے کہ امام سے آگے بڑھ کر کھڑا ہو
والمعتبر موضع القدم حتى لو كان المقتدي اطول من امامه بحيث يقع سجوده قدام الامام لكن قدمه غير متقدمة
اور اسمیں اعتبار قدم کی جگہ کا ہے یہاں تک کہ اگر مقتدی امام سے اتنا لنبا ہووے کہ اوسکا سجدہ امام سے آگے واقع ہوتا ہو پر اوسکا قدم امام کی قدم سے آگے بڑھا ہوا نہیں ہے
على قدم الامام يجوز والمعتبر في القدم العقب حتى لو كان عقب المقتدي غير متقدم على عقب الامام لكن قدمه
تو جایز ہے اور قدم میں ایڑی کا اعتبار ہے یہاں تک کہ اگر مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے بڑھی ہوئی نہووے پر قدم مقتدی کا
اطول من قدم الامام بحيث يقع اصابعه قدام اصابع الامام يجوز وعن محمد يجعل المقتدي الواحد اصابعه
امام کی قدم سے اتنا دراز ہو کہ اوسکی انگلیاں امام کی انگلیوں سے بڑھ جاتی ہیں تو جایز ہے اور امام محمد سے روایت ہے کہ اکیلا مقتدی اپنی انگلیاں
عند عقب الامام ومن يصلي مع الاثنين يتقدم عليهما وعن ابي يوسف انه يتوسطهما فلو اقام الواحد خلفه او عن
امام کی ایڑی کی پاس رکھے اور جو شخص دو مقتدیوں کی ساتھ نماز پڑھے تو اون سے آگے بڑھ کر کھڑا ہو اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دونوں کی بیچ میں کھڑا ہو پس اگر ایک مقتدی کو پیچھے یا
يساره يكره ولو توسط الاثنين لا يكره ولو توسط الاكثر يكره ومن دخل المسجد ووجد الامام في الجهر بالقراءة يقتدي
بائیں طرف تو مکروہ ہے اور امام دو کی بیچمیں کھڑا ہو جاوے تو مکروہ نہیں ہے اور اگر دو سے زیادہ کی بیچمیں کھڑا ہو تو مکروہ ہے اور جو شخص مسجد میں آکر امام کو قراءت جہری پڑھتا پاوے تو جماعت

به ولا یاتی بالثناء بل یسمع وینصت وان وجده فی الرکوع یکبر للافتتاح قائما ثم یرکع لکن ان وقع رکوعه مع رفع الامام

اور سبحانک اللهم نه پڑھے بلکه چپ رہ کر سنا کرے اور اگر امام کو رکوع میں پاوے تو تکبیر تحریمہ کھڑے ہوئے کہہ کر پھر رکوع میں جھکے پر رکوع اگر امام کے سر اوٹھاتے ہوئے واقع ہوگا

راسه لا یکون مدرکا لتلك الرکعة بل یکون مسبوقا لان ادراك الرکعة انما یتحقق اذا وجد المشارکة مع الامام

تو اسکو وہ رکعت حاصل نہوگی بلکہ باعتبار اس رکعت کے مسبوق ہوگا اسواسطے کہ رکعت کا حاصل ہونا جب ہی ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ ساجھی رکوع میں

فی الرکوع کله او فی مقدار تسبیحة ولم توجد وان کبر حال کونه الی الرکوع اقرب لا یصیر شارعا فی الصلوة لان الشرط وقوع

یا پورا یا ایک بار سبحان ربی العظیم کی شرکت پائی جاوے اور شرکت پائی نہیں گئی اور اگر اسنے تکبیر تحریمہ ایسی حال میں کہی کہ رکوع کے نزدیک تھا تو اس صورت میں نماز ہی میں شامل

تکبیرة الافتتاح فی محض القیام ولم یوجد ومن اتی المسجد ووجد الامام فی السجدة او القعدة یلزم ان یکبر للافتتاح

ہونا ہے کہ تکبیر تحریمہ خالص قیام میں ہو سو ہوئی نہیں اور جو شخص مسجد میں آیا دیکھا کہ امام سجدہ میں ہے یا قعدہ میں ہے تو لازم ہے کہ تکبیر تحریمہ قیام خالص میں کہہ کر

قائما ثم یبادر الی متابعة الامام فی السجدة او القعدة وان لم یکن تلك السجدة وتلك القعدة محسوبة من صلاته

پھر جلدی ہی واسطے متابعت امام کی سجدہ میں یا قعدہ میں شریک ہو جاوے اگرچہ وہ سجدہ اور وہ قعدہ اسکی نماز میں مجرا نہوگا

لکن یلزمه ان یکبر للافتتاح قائما ثم بادر الی متابعة الامام فی السجدة والقعدة وکثیر من الناس لا یفعلون کذلك

پر اسکو لازم یہہ ہے کہ تکبیر تحریمہ قیام میں کہہ کر جلدی سے سجدہ میں اور قعدہ میں امام کی متابعت کرے اور اکثر لوگ ایسا نہیں کرتے

بل یجئ احدهم المسجد ویجد الامام فی السجدة او فی القعدة فیقف منتظرا اباه حتی یفرغ من السجدة او القعدة ویعود

بلکہ بعضا شخص مسجد میں آکر امام کو سجدہ یا قعدہ میں پاتا ہے تو اتنی دیر امام کا منتظر کھڑا رہتا ہے کہ سجدہ یا قعدہ سے فارغ ہوکر کھڑا ہو

الی القیام ثم یقتدی به فمن یفعل کذلك فانه یضیع علی نفسه اجرا کبیرا وثوابا کثیرا فاللازم له ان یکبر للافتتاح

پھر اوسکا اقتدا کرتا ہے سو جو شخص ایسا کرتا ہے تو اپنا بڑا ہی ثواب اور اجر عظیم کھوتا ہے اسکو لازم یہہ ہی ہے کہ کھڑے ہوئے تکبیر تحریمہ کہہ کر

قائما ثم یسارع الی متابعة الامام فی ای حال کان لما روی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال اذا جئتم الی الصلوة

جلدی سے امام کی متابعت کرے امام کسی ہی حال میں ہو اسواسطے کہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم نماز کی لئے آؤ

ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شیئا وروی عن ابن مسعود انه قال فی المسبوق المذکور لعله لا یرفع راسه حتی یغفر

اور ہم سجدہ میں ہوں تم بھی سجدہ کرو اور اوسکو کچھ مجرا نہ سمجھو اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ ایسی مسبوق کی حق میں کہتے تھے شاید کہ ابھی سر نہ اوٹھاویگا جو اللہ اسکو بخشدیگا

له ویکره للمقتدی ان یسارع الی الرکوع والسجود قبل الامام وان یرفع راسه من الرکوع والسجود قبل الامام لما روی عن

اور مقتدی کو مکروہ ہے کہ امام سے پہلی رکوع اور سجدہ میں جلدی سے چلا جاوے اور امام سے پہلی رکوع اور سجدہ میں سے سر اوٹھالے اسلئے کہ ابو ہریرہ سے

ابی هریرة انه علیه الصلوة والسلام قال انما جعل الامام لیؤتم به فلا تختلفوا علیه فاذا رکع فارکعوا واذا قال سمع الله لمن حمده

روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا امام اسیواسطے مقرر ہوا ہے کہ اوسکی اطاعت کریں سو اوسکی خلاف نہ کرو جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے

فقولوا ربنا لك الحمد واذا سجد فاسجدوا وفی حدیث اخر انه علیه الصلوة والسلام قال ایامن احدکم اذا رفع راسه

تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اگر کوئی تم میں سے امام سے پہلی رکوع اور سجدہ میں سے

من الرکوع والسجود قبل الامام ان یجعل الله راسه راس حمار ویجعل صورته صورة حمار وفی هذین الحدیثین وعید شدید

سر اوٹھالے تو اس عذاب سے اوسکو کیا بچاؤ ہے کہ اللہ تعالی اوسکا سر گدہے کا سا بنادے اور اوسکی صورت گدہے کیسی پلٹ دے اور ان دو حدیثوں میں موافق بیان کرمانی کی

علی ما ذکره الکرمانی لان المسخ عقوبة لا تشبه سائر العقوبات فلذا ضرب بها المثل لیتقی هذا الصنع ویحذر ومن

بڑا سخت وعید ہے اسلئے کہ صورت کا بدل دینا تمام عقوبات سے بڑھکر ہے سو اسیلئے اسکو ضرب المثل کیا تاکہ اس کردار سے بچیں اور باز رہیں اور جو شخص

دخل المسجد ووجد القوم قد شرعوا فی الصلوة یکره له ان یدخل فی خلال الصف ویصلی السنة مخالطا للصف فیخالفهم

مسجد میں آکر دیکھے کہ جماعت قوم کی شروع ہوگئی ہے اب اسکو مکروہ ہے کہ صف کی اندر گھسکر صف میں ملی ہوئی سنتیں پڑھنے لگے

في القيام والقعود والركوع والسجود بل السنة ان يصلي السنة في بيته وهو افضل او في خارج المسجد او خلف اسطوانة
اور قیام اور قعود اور رکوع اور سجود میں اونکی مخالفت کرنی چاہئے بلکہ طریق مسنون یہی ہے کہ سنتیں اپنی گہر میں پڑہے یہہ تو سب سے بہتر ہے یا مسجد سے باہر پڑہے یا ستون کی اوٹ میں

او ما اشبه ذلك في كونه حائلا لان الاتيان بها خلف الصف من غير حائل مكروه وفي خلال الصف اشد كراهة ويكره
یا اسکی مانند کسی اور چیز کی اوٹ میں پڑہے اسلئی کہ سنتوں کا پڑہنا صف کے پیچھے بدون حایل ہونی کسی چیز کی مکروہ ہے اور صف کی اندر ملکر تو بہت ہی مکروہ ہے اور امام کو مکروہ ہے

للامام ان يثقل على القوم بالطويل الزائد عن حد اقل السنة في القراءة والاذكار على وجه يحصل الملل للقوم لان
کہ قوم پر قرات اور اذکار میں کم درجہ مسنون سے زیادہ بڑہا کر اتنا بوجہ ڈالی کہ قوم کو ملالت آنی لگی اسواسطے کہ اس صورت میں جماعت سے نفرت کرنی لگینگی

ذلك سبب للتنفير عن الجماعة والتنفير عن الجماعة يؤدي الى الحرمان لثواب الزائد على صلوة الفرد بسبع وعشرين درجة و
اور جماعت سے نفرت کرنی میں اوس ثواب سے محروم ہو جاوینگی جو اکیلی کی نماز پر ستائیس درجہ زیادہ ہوتا ہے اور

يكون مكروها لكن لا ينبغي ان ينقص عن قدر اقل السنة في القراءة والتسبيحات اللهم الا انهم غير معذورين فيه وسنة القراءة
مکروہ ہوویگا لیکن یہہ نہیں چاہئے کہ قرارت اور تسبیحات میں کم درجہ مسنون سے کم کر دے مگر ہاں شاید اسواسطے کہ اونکو اسمیں کوئی عذر نہیں ہے اور فجر کی

في صلوة الفجر في الركعتين ادناها بعد الفاتحة اربعون اية واوسطها ستون اية واعلاها مائة اية لما روي انه
نماز میں دونوں رکعت کی اندر قرارت مسنون ادنی درجہ بعد سورۂ فاتحہ کی چالیس آیتیں اور بیچکا درجہ ساٹھ آیتیں اور اعلی درجہ سو آیتیں ہیں اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام

كان يقرأ في صلوة الصبح بعد الفاتحة مقدار اربعين اية او ستين اية او مائة اية واحيانا كان يقرأ سورة ق واحيانا
صبح کی نماز میں بعد سورہ فاتحہ کی تخمینا چالیس آیتیں یا ساٹھ آیتیں یا سو آیتیں پڑہا کرتی تہی اور بعضی دفعہ سورہ ق پڑہتی تہی اور کبہی

كان يقرأ سورة الروم وقد ثبت على ما ذكر في سفر السعادة ان ابن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يامرنا بالتخفيف
سورۂ روم پڑہتی تہی اور ثابت ہو چکا ہے چنانچہ سفر السعادت میں مذکور ہے کہ ابن عمر کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو تخفیف کی لئی فرمایا کرتی تہی

ويؤمنا بالصافات ويعلم من هذا ان قراءة والصافات من باب التخفيف الذي امر به النبي صلى الله عليه وسلم وادنى ما
اور آپ امامت میں والصافات پڑہتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ والصافات کا پڑہنا تخفیف میں داخل ہے جسکی لئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں اور رکوع

يحصل به السنة في تسبيحات الركوع والسجود ثلث لما روي انه عليه الصلوة والسلام قال اذا ركع احدكم فليقل
اور سجود کی تسبیحات میں ادنی درجہ سنت کا تین بار ہے اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام فرماتی تہی جب کوئی رکوع کرے

ثلث مرات سبحان ربي العظيم وذلك ادناه واذا سجد فليقل سبحان ربي الاعلى ثلث مرات وذلك ادناه والمراد ادنى ما
تو تین بار سبحان ربی العظیم کہے اور یہہ ادنی مرتبہ ہے اور جب سجدہ کرے تو تین بار سبحان ربی الاعلی کہے اور یہہ ادنی مرتبہ ہے اور مراد یہہ ہے کہ ادنی درجہ

يحصل به السنة ولذلك يكره النقص عن الثلث وان زاد على الثلث فهو افضل لان الثلث اذا كان الادنى فلا شك
جسمیں سنت ادا ہو جاوی اور اسیلئی تین بار سے کم کہنا مکروہ ہے اور اگر تین بار سے زیادہ کہے تو افضل ہے اسلئی کہ تین مرتبہ جب ادنی درجہ ٹہرا تو بیشک

ان الزيادة على الادنى تكون افضل لكن الامام لا يزيد على الثلث الا برضى الجماعة فاذا زاد برضاهم فالسنة ان يختم
ادنی مرتبہ پر زیادہ کہنا افضل ہوویگا پر امام تین بار سے بدون مرضی جماعت کی نہ بڑہاوی پہر جب اونکی مرضی سے زیادہ بڑہا دی تو پہر مسنون یہہ ہے کہ طاق پر

على وتر وهو اما خمس او سبع لان الثلث لما كان الادنى وكان المستحب الايتار ناسب ان يكون الاوسط خمسا والاكمل
ختم کری اور وہ یا تو پانچ ہیں یا سات اسلئی کہ تین مرتبہ جب ادنی ٹہرا اور ایتار بہر حال مستحب ہے تو مناسب ہوا کہ بیچکا درجہ پانچ دفعہ ہو اور کامل مرتبہ

سبعا ويكره للامام ان يعجلهم عن اكمال اقل السنة في تسبيحات الركوع والسجود وقراءة التشهد لكن لو رفع الامام راسه
سات دفعہ اور امام کو مکروہ ہے کہ جلدی کرکر قوم کو ادنی مرتبہ سنت کا رکوع اور سجود کی تسبیحات میں اور تشہد کی پڑہنی میں پورا نکرنی دی لیکن اگر امام رکوع اور سجود میں سے

من الركوع والسجود قبل ان يسبح المقتدي ثلثا فانه يتابع واما لو قام الامام من القعدة الاولى الى الركعة الثالثة قبل ان
اس سے پہلی سر اوٹہاوی کہ مقتدی تین بار تسبیح کہے تو مقتدی متابعت ہی کری ہاں اگر امام قعدۂ اولی سے تیسری رکعت کی لئی اس سے پہلی کہڑا ہو جاوی

يتم

یتم المقتدی التشهد فانه یتمه ثم یقوم وان قام قبل ان یتمه یجوز وکذا لو سلم الامام فی القعدة الاخیرة قبل ان
کہ مقتدی تشہد پورا کری تو اب مقتدی تشہد پورا کری پہر کہڑا ہو اور اگر پورا کرنی سی پہلی کہڑا ہوجاوی تو بہی جایز ہی اور ایسی ہی اگر امام قعدۂ اخیرہ مین اس سی پہلی

یتم المقتدی التشهد فانه یتمه ثم یسلم وان سلم قبل ان یتمه یجوز ولو سلم الامام قبل اتیان المقتدی بالصلوة
سلام پہیر دی کہ مقتدی تشہد پورا کری تو اب مقتدی تشہد پورا کری پہر سلام پہیری اور اگر تشہد پورا کرنی سی پہلی سلام پہیر دی تو بہی جایز ہی اور اگر امام نی سلام اس سی پہلی پہیرا

والدعاء یتابعه لانها سنة بخلاف التشهد فانه واجب المجلس الخامس والخمسون فی بیان صلوة
اور دعا پڑہی تو اب امام کی متابعت کری اسواسطی کہ یہ سنت ہی بخلاف تشہد کی کہ یہہ واجب ہی مجلس پچپن نماز جنازہ

الجنازة وکیفیتها قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء هذا الحدیث من حسان
اور اوسکی کیفیت کی بیان مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جب تم مردہ پر نماز پڑہو تو اوسکی لئی خالص دعا کرو یہہ حدیث مصابیح کی حسن

المصابیح رواه ابو هریرة وقد ذکر فیه الصلوة علی المیت مع اخلاص الدعاء له فیها فلابد من معرفتها وهی فرض کفایة لقوله
حدیثوں مین سی ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اور بیشک اسمین نماز جنازہ کا ذکر ہی کہ اوسمین مردہ کی واسطی خالص دعا ہو سو اوسکی معرفت ضرور ہی اور وہ بدلیل اس آیت کی فرض

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ فانه تعالی امر بها فی هذه الایة فتکون فرضا وانما کانت فرضیتها علی الکفایة
اور نماز پڑہو اون پر بیشک تیری نماز اونکی لئی آسودگی ہی کیونکہ اللہ تعالی نی اوس نماز کا اس آیت مین امر فرمایا تو فرض ہوگئی اور اوسکی فرضیت علی الکفایہ اس لئی ہی

لان فی ایجابها علی الجمیع استحالة او حرجا فاکتفی بالبعض ولو کان واحدا لکن الافضل ان تکون بالجماعة ویقصد
کہ تمام خلق پر واجب کرنی مین تو بہت دشواری اور حرج ہی لاچار بعض پر اکتفا کیا گیا اگرچہ ایک ہی شخص ہو پر افضل یہہ ہی کہ نماز جنازہ جماعت سی ہو اور جتنی

کثرتهم لما روی عن ابن عباس انه علیه الصلوة والسلام قال ما من رجل یموت فیقوم علی جنازته اربعون رجلا
زیادہ ہوں سو بہتر اسواسطی کہ ابن عباس کی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص مرجاوی پہر اوسکی جنازہ پر چالیس مرد مؤمن جو

لا یشرکون بالله شیئا الا شفعهم الله فیه وفی حدیث اخر روایة ام المؤمنین عائشة انه علیه الصلوة والسلام
کچہہ شرک نہین کرتی ہین کہڑی ہوں پہر اللہ اونکی شفاعت اوسکی حق مین مان ہی لیتا ہی اور ایک اور حدیث مین ام المؤمنین عائشہ کی روایت سی ہی کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نی

قال ما من میت یصلی علیه امة من المسلمین یبلغون مائة کلهم یشفعون له الا شفعهم الله فیه وسبب
فرمایا جو مردہ کہ اوسپر ایک جماعت مسلمانوں کی جو سو تک پہنچ جاوی نماز پڑہی وہ سب اوسکی شفاعت کرین تو اونکی شفاعت اوسکی حق مین اللہ قبول کرتا ہی اور وجوب

وجوبها المیت لاضافتها الیه اذ یقال صلوة الجنازة وشرط صحتها شرائط الصلوة واسلام المیت وطهارته
اس نماز کا میت کی لئی اسواسطی ہی کہ میت کی طرف منسوب ہی کیونکہ صلوة الجنازہ کہلاتی ہی اور اسکی صحت کی لئی نماز کی سی شرطین ہین اور مردہ کا مسلمان اور پاک

وکونه امام المصلی ورکنها القیام عند عدم العذر واربع تکبیرات والدعاء الا ان الامام یتحمله عن المسبوق
اور نمازیوں کی سامنی ہونا اور اس نماز کا رکن قیام ہی اگر کوئی عذر نہو اور چار تکبیرین اور دعا اتنا ہی کہ امام مسبوق کی طرف سی کافی ہوجاتا ہی

فانه اذا خشی ان ترفع الجنازة یترک الدعاء ویکتفی بالتکبیرات ولو ترک واحدة من هذه التکبیرات لا یجوز
چب یہہ خوف ہو کہ جنازہ اوٹہا لینگی تو دعا موقوف کری اور تکبیرات ہی پر اکتفا کری اور اگر کوئی ان چاروں تکبیرات میں سی ایک کو بہی ترک کر دیگا تو اوسکی نماز

صلوته لکون کل تکبیرة منها قائمة مقام رکعة ولهذا قیل اربع کاربع الظهر ومحل الدعاء ینبغی ان یکون بعد
جایز نہوگی اسواسطی کہ اسمین ہر ایک تکبیر قایم مقام ایک رکعت کی ہی اور اسیلئی کہا کرتی ہین یہہ چاروں جیسی ظہر کی چاروں اور دعا کا محل مناسب یہہ ہی کہ تین تکبیروں

ثلث تکبیرات لکون البدایة بالثناء علی الله تعالی ثم بالصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم سنة الدعاء وارجی
کی بعد ہو اسواسطی کہ اول اللہ تعالی کی ثنا پہر نبی صلی اللہ علیہ پر درود دعا کا طریقہ اور بڑا بہروسا

للقبول فیلزم ان یکون بعد التکبیرة الاولی الثناء علی الله تعالی کما فی سائر الصلوات وبعد التکبیرة الثانیة الصلوة
قبولیت کا ہی اس لئی لازم یہہ ہی کہ پہلی تکبیر کی بعد اللہ کی ثنا ہووی چنانچہ تمام نمازون مین ہوتی ہی اور دوسری تکبیر کی بعد نبی صلی اللہ علیہ پر

على النبي صلى الله عليه وسلم كما في ما بعد التشهد وبعد التكبيرة الثالثة الدعاء لنفسه وللميت ولسائر المؤمنين
درود ہو ویسا جیسے تشہد کے بعد پڑھتے ہیں اور تیسری تکبیر کے بعد دعا اپنے حق میں اور مردہ کے لئے اور تمام مومنین کے واسطے

وبعد التكبيرة الرابعة التسليم وليس بعدها دعاء سوى السلام لانه اوان التحلل وذلك بالسلام لا غير وينوي
اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام اور اسکے بعد سوا سلام کے کوئی دعا نہیں ہے اسلئے کہ اب وقت نماز سے فارغ ہونیکا ہے سو یہ فقط سلام سے فارغ ہوتے ہیں اور

به الميت مع القوم وصفة الدعاء ان يقول اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا
سلام میں قوم سمیت مردہ کی نیت کرے اور دعا یہ پڑھے الٰہی بخشدے ہماری جیتے کو اور مردہ کو اور ہمارے حاضر اور غائب کو اور چھوٹے اور بڑے کو

وذكرنا وانثانا اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان وخص هذا
اور مرد اور عورت کو الٰہی ہم میں سے جسکو تو زندہ رکھے تو اوسکو اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جسکو تو موت دیوے تو اوسکو ایمان پر موت دے اور اس مردہ کو

الميت بالروح والراحة والرضوان اللهم ان كان محسنا فزد في احسانه وان كان مسيئا فتجاوز عنه
ساتھ آرام اور راحت اور پسندیدگی کے خاص کر الٰہی اگر یہ نیکوکار ہے تو اسکی بھلائی زیادہ کردے اور اگر گنہگار ہے تو اسکو معاف کر

ولقنه الامن والبشرى والكرامة والزلفى برحمتك يا ارحم الراحمين ويجوز غيره من الادعية اذ ليس له دعاء
اور اسکو امن اور بشارت اور بزرگی اور قربت اپنی رحمت سے عنایت کر اے سب سے زیادہ مہربان اور سوا اس دعا کے اور بھی دعائیں جائز ہیں اسلئے کہ اسمیں کوئی دعا

معين وان كان الميت صبيا او مجنونا لا يستغفر لهما اذ لا ذنب لهما بل يقول بعد قوله ومن توفيته منا
معین نہیں ہے اور اگر وہ میت بچہ ہو یا دیوانہ ہو تو انکے لئے آمرزش کی دعا نہیں چاہئے اسواسطے کہ انکے حق میں کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ اس قول کے بعد من توفیتہ منا

فتوفه على الايمان اللهم اجعله لنا فرطا اللهم اجعله لنا اجرا وذخرا اللهم اجعله لنا شافعا ومشفعا برحمتك
فتوفہ علی الایمان یہ دعا پڑھے الٰہی اسکو ہمارے لئے میر منزل بنادے الٰہی ہمارے لئے محنت کا پھل اور سامان بنادے الٰہی اسکو ہمارے لئے سفارشی اور سفارش قبول کیا ہوا بنادے اپنی

يا ارحم الراحمين ومن جاء بعد ما كبر الامام للافتتاح لا يكبر بل يمكث حتى يكبر الامام الثانية فيكبر معه ويكون
رحمت سے اے سب سے زیادہ مہربان اور جو شخص ایسے وقت آوے کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا ہو تو یہ ابھی تکبیر نہ شروع کرے بلکہ اتنے ٹھہرا رہے کہ امام دوسری تکبیر کہے پس امام کے ساتھ تکبیر کہے

هذا التكبير في حقه تكبيرة الافتتاح فيصير مسبوقا بتكبيرة فاذا سلم الامام يقضيها قبل ان ترفع الجنازة و
یہ تکبیر اسکے حق میں بجائے تکبیر تحریمہ کے ہوگی سو یہ شخص بلحاظ اس تکبیر کے مسبوق ہوگا جب امام سلام پھیرے تو اوسکو جنازہ کے اوٹھنے سے پہلے قضا کرلے اور

ان جاء بعد ما كبر الامام تكبيرتين لا يكبر حتى يكبر الامام الثالثة فيكبر معه فيصير مسبوقا بتكبيرتين فاذا سلم
اگر ایسے وقت آیا کہ امام دو تکبیر کہہ چکا ہے تو بھی اتنے تکبیر نہ کہے کہ امام تیسری تکبیر کہے اب اوسکے ساتھ تکبیر کہے اب دو تکبیروں کا مسبوق ہوویگا پھر جب امام سلام پھیرے

الامام يقضيهما قبل ان ترفع الجنازة وان جاء بعد ما كبر الامام ثلثا لا يكبر حتى كبر الامام الرابعة فيكبر معه فيصير
تو دو تکبیریں جنازہ کے اوٹھنے سے پہلے قضا کرلے اور اگر ایسے وقت آیا کہ امام تین تکبیر سے فارغ ہوچکا تو بھی تکبیر نہ کہے اتنے کہ امام ٤ تکبیر کہے اب اوسکے ساتھ تکبیر کہے سو یہ شخص

مسبوقا بثلث تكبيرات فاذا سلم الامام يقضيهن متوالية بلا دعاء قبل ان ترفع الجنازة اذ لو رفعت قبل
تین تکبیروں کا مسبوق ہوگا پھر جب امام سلام پھیرے تو تکبیریں پے درپے بغیر دعا کے جنازہ کے اوٹھنے سے پہلے قضا کرلے اسواسطے کہ اگر جنازہ تکبیریں پوری ہونے سے پہلے

تمامهن تبطل صلاته وان جاء بعد ما كبر الامام الرابعة فقد فاته صلوة الجنازة بخلاف من كان حاضر
اوٹھالیں گے تو اوسکی نماز باطل ہوجاویگی اور اگر ایسے وقت آیا کہ امام چوتھی تکبیر کہہ چکا تو اوسکے لئے جنازہ کی نماز فوت ہوئی برخلاف اوسکے جو حاضر صف میں

قائما بالصف ولم يكبر مع الامام لغفلته او لكونه مشغولا بالنية فانه يكبر ولا ينتظر تكبير الامام لانه
کھڑا ہو اور امام کے ساتھ بسبب غفلت کے یا نیت کے مشغول سے تکبیر نہ کہنے پایا سو یہ شخص تکبیر کہے امام کی تکبیر کہنے کا منتظر نہ رہے کیونکہ یہ شخص

بمنزلة المدرك لتلك التكبيرة اذ لا يمكنه ان يكبر معه الا بحرج وان لم يكبر الاولى حتى يكبر الامام الثانية
گویا اس تکبیر کا مدرک ہے اسواسطے کہ یہ امام کے ساتھ بدون حرج کے تکبیر نہیں کہہ سکتا اور اگر پہلی تکبیر ادا نہ کہی اتنے کہ امام نے دوسری تکبیر کہدی

یکبر مع الامام ولا یکبر للاولی حتی یسلم الامام لانہ لو کبر للاولی یکون قضاء والمسبوق لا یشتغل بقضاء ما قد سبق
تو اب امام کی شامل تکبیر کہی اور تکبیر اولی نہ کہی جبتک کہ امام سلام پھیری اسلئی کہ اگر اب تکبیر اولی کہیگا تو قضا ہووی گی اور مسبوق کو گزشتہ کی قضا میں امام کی فراغت سی

قبل فراغ الامام وان لم یکبر حتی یکبر الامام اربعا یکبر ھو للافتتاح قبل ان یسلم الامام واذا سلم الامام یکبر ثلاثا
پہلی سے لگنا چاہیے اور اگر تکبیر اولی نہ کہی یہانتک کہ امام نے چاروں پوری کر دیں تو اب یہہ شخص امام کی سلام سی پہلی تکبیر افتتاح کہی اور جب امام سلام پھیری تو تینوں تکبیرین

متتابعا بلا دعاء قبل ان ترفع الجنازۃ وان کبر مع الامام التکبیرۃ الاولی ولم یکبر الثانیۃ والثالثۃ یکبرھما ثم یکبر
پے در پے بدون دعا کی جنازہ کی اوٹہنی سی پہلی کہوی اور اگر امام کی ساتھ تکبیر اولی تو کہی دوسری اور تیسری تکبیر نہ کہی تو پہلی یہہ دو تکبیرین کہی پھر امام کی ساتھ

مع الامام الرابعۃ وقال ابو یوسف من جاء بعد ما کبر الامام تکبیرۃ الافتتاح یکبر کما جاء ولا ینتظر التکبیرۃ الثانیۃ
چوتھی تکبیر کہی اور امام ابو یوسف کہتے ہیں جو شخص ایسی وقت آیا کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تو آتی ہی تکبیر کہہ کر شامل ہوجاوی دوسری تکبیر کا منتظر نہ رہی

قال ابراھیم الحلبی فی شرح المنیۃ وبقولہ ناخذ وان جاء بعد ما کبر الامام الرابعۃ یکبر للافتتاح قبل ان یسلم
ابراہیم حلبی منیہ کی شرح میں کہتا ہی اور ہمنی انکا ہی قول لیا ہی اور اگر ایسی وقت آیا کہ امام چوتھی تکبیر کہہ چکا تو امام کی سلام سی پہلی تکبیر افتتاح کہی

الامام واذا سلم یقضی ثلث تکبیرات عندہ قال ابرھیم الحلبی وعلیہ الفتوی ومن دفن قبل ان یصلی علیہ یصلی
اور جب امام سلام پھیری تو تینوں تکبیرین قضا کری امام ابو یوسف کی نزدیک ابراہیم حلبی کہتا ہی اور اسی پر فتویٰ ہی اور جو مردہ نماز جنازہ سی پہلی دفن ہوگیا ہو تو اوسکی

علی قبرہ ما لم یتفسخ اقامۃ للواجب بقدر الامکان والمعتبر فی معرفۃ عدم تفسخہ اکبر الرای علی الصحیح لانہ
قبر پر نماز پڑھیں جبتک کہ وہ پہلا نہو تا بقدر امکان واجب ادا ہوجاوی اور پہٹنی اور نہ پہٹنی کی باب میں صحیح مذہب پر غالب رای معتبر ہی اسلئی کہ یہہ حالت

یختلف باختلاف الازمان من الحر والبرد وباختلاف حال المیت من السمن والھزال واولی الناس بالامامۃ فی الصلوۃ
باعتبار اختلاف زمانہ گرمی اور جاڑی کی اور باعتبار اختلاف حال مردہ کی موٹاپی اور دُبلی پن میں یکسان نہیں ہوتی اور نماز جنازہ کی امامت کی

علیہ السلطان ان حضر ثم القاضی ثم امام الحی ثم الولی علی ترتیب العصبات فی الارث فان سبب العصوبۃ فیہ
سلطان ہی اگر بروقت موجود ہو پھر قاضی پھر امام قوم کا پھر ولی ترتیب عصبات وراثت کی اعتبار سی بیشک سبب عصوبت کا ارث میں

اولا البنوۃ ثم الابوۃ ثم الاخوۃ ثم العمومۃ واذا انتھی الحق الیہ یجوز لہ ان یاذن لغیرہ ان یصلی علیہ ولیس لغیرہ
اول بنوت ہی پھر ابوت پھر اخوت پھر عمومت اور جب امامت کسیکا حق ٹہر چکی تو اوسکو اختیار ہی کہ امامت کی لئی اور کسیکو اجازت دیدی اور اور کسیکو

ان یصلی بغیر اذنہ وان صلی غیرہ بغیر اذنہ فلہ ان یعید ان شاء وبعد ما صلی علیہ ھو او من کان مقدما علیہ من
یہہ اختیار نہیں ہی کہ اوسکی بی اجازت نماز پڑھا دی اور اگر غیر شخص نی بی اجازت نماز پڑھا دی تو ولی کو اختیار ہی اگر چاہی تو آپ پھر پڑھ لی اور اگر ولی یا جو ولی سی

السلطان او غیرہ لا یصلی علیہ غیرہ اذ بصلوۃ من ھو اولی یتادی حق المیت ویسقط فرض صلوۃ الجنازۃ فلو صلی علیہ غیرہ
سلطان وغیرہ نماز پڑھ چکا ہو تو اب کسیکو اختیار اعادہ کا باقی نہیں ہی اسواسطی کہ بسبب نماز پڑھنی ایسی کی جو واسطی ادا حق میت کی اولی ہی فرضیت نماز جنازہ کی ادا ہو چکی اب جو

بعدہ یکون نفلا والتنفل بھا غیر مشروع وکذا من صلی علیہ مرۃ قبل اذن الولی لا یصلی علیہ مرۃ اخری مع الولی ولو
بعد اسکی اور کوئی نماز پڑھیگا تو نفل ہوگی اور نفل نماز جنازہ کی شرع سی ثابت نہیں ہی اور ایسی ہی جو شخص ایک بار بدون اجازت ولی کی نماز جنازہ پڑھ چکا ہو تو دوسری دفعہ ولی کی

اوصی بان یصلی علیہ فلان فالوصیۃ باطلۃ ولیس لہ ان یصلی علیہ الا برضی ولیہ وان لم یکن لہ ولی فالجیران اولی
اور اگر مردہ نی وصیت کی ہو کہ میری نماز جنازہ فلانا شخص پڑھا دی تو یہہ وصیت باطل ہی اوس فلانی کو بدون رضامندی ولی کی اختیار نہیں ہی اور اگر میت کا کوئی ولی نہیں ہی تو ہمسایی اولی ہیں

ویقوم الامام بحذاء صدر المیت ذکرا کان المیت او انثی لان الصدر اشرف الاعضاء فی البدن لکونہ معدن القلب الذی
اور امام میت کی سینہ کی مقابل کھڑا ہو مردہ مرد ہو یا عورت ہو اسلئی کہ سینہ بدن میں سب اعضا سی اشرف ہی اسواسطی کہ سینہ میں دل ہی

فیہ نور الایمان فیکون القیام بازائہ اشارۃ الی ان الشفاعۃ لہ انما یکون لاجل ایمانہ لیعفو ربہ عن عصیانہ
جسمیں ایمان کا نور ہوتا ہی اب اوسکی مقابل کھڑی ہونی میں یہہ اشارہ ہی کہ شفاعت اس مردہ کی اس ایمان کی واسطی ہی تاکہ اوسکی خطاؤں سی پروردگار درگذر کری

ولو وضعوا راس المیت متایلی یسار الامام یجوز لکن لو تعمدوه یکونون مسیئین ویستحب ان یصفوا ثلثة صفوف
اور اگر قوم نے میت کا سر امام کی بائیں ہاتھ کی متصل کر دیا تو جائز ہے پر اگر ایسے قصدا ایسا کیا تو سب خطا وار ہیں اور مستحب ہی کہ تین صفیں بنا دیں
حتی لو کانوا سبعة یتقدم احدهم للامامة ویقف ثلثة وراءه واثنان وراءهم وواحد وراءهما وافضل
یہاں تک کہ اگر ہمراہی لوگ سات ہوں تو ایک شخص امامت کی آگی بڑھی اور تین آدمی اوسکی پیچھے کھڑے ہوں اور دو اونکے پیچھے اور ایک اون دو کی پیچھے اور
الصفوف فی صلوٰة الجنازة اخرها وفی سائر الصلوات اولها ولو جهز المیت صبیحة یوم الجمعة یکره تاخیره الی
نماز جنازہ کی تمام صفوں میں افضل پچھلی صف ہوتی ہی اور اور تمام نمازوں میں پہلی صف افضل ہی اور اگر جنازہ جمعہ کے دن صبح کی وقت تیار ہو گیا تو پھر جمعہ کی وقت تک تاخیر کرنی
وقت الجمعة لیصلی علیه جمع عظیم بعد الجمعة ولا یجوز الصلوٰة علیه عند طلوع الشمس وعند استوائها
تاکہ اوس پر جمعہ کی بعد انبوہ کثیر نماز پڑھی مکروہ ہے اور نماز جنازہ طلوع آفتاب کے وقت اور زوال کے وقت
وعند غروبها ان حضر قبل هذه الاوقات وان حضر فیها یجوز من غیر کراهة لانها تودی کما وجبت لان
اور غروب کی وقت جائز نہیں ہی اگر جنازہ اون اوقات سی پہلی موجود ہو چکا ہو اور اگر انہی اوقات میں آیا ہو تو بلا کراہت جائز ہی اسلئی کہ جیسی واجب ہوئی ویسی ادا ہوئی اسلئے کہ
الوجوب بالحضور وهو افضل والتاخیر مکروه لقوله علیه السلام لا تؤخرن وذکر منها الجنازة ولو حضر بعد
جنازہ کی موجود ہونی سی نماز واجب ہوتی ہی اور یہ افضل ہی اور تاخیر مکروہ ہی واسطی ارشاد نبی علیہ السلام کی دیر نہ کرنا اور اوسمیں جنازہ کو ذکر فرمایا اور اگر جنازہ بعد
غروب الشمس بدأ بالمغرب ثم بصلوٰة الجنازة ثم بسنة المغرب وقیل یقدم سنة المغرب ایضا ویکره الصلوٰة علی
غروب آفتاب کی موجود ہوا تو پہلی مغرب کے فرض پڑھیں پھر جنازہ کی نماز پڑھیں پھر مغرب کی سنتیں پڑھیں اور کوئی کہتا ہی مغرب کی سنتیں بھی پہلی پڑھیں اور جنازہ کی نماز مسجد میں
الجنازة فی المسجد ان کانت الجنازة فیه وان کانت الجنازة والامام وبعض القوم خارج المسجد والباقی فیه
مکروہ ہے اگر جنازہ مسجد کے اندر ہو اور اگر جنازہ اور امام اور کچھ لوگ مسجد سے باہر ہوں اور باقی مسجد میں ہوں
لا یکره ولو کان الامام علی غیر طهارة والقوم علی طهارة تعاد الصلوٰة لعدم صحتها واما لو کان الامام علی طهارة
تو مکروہ نہیں ہے اور اگر امام بے وضو ہو اور تمام قوم باوضو ہو تو نماز دوبارہ پھر پڑھیں اسلئی کہ وہ نماز صحیح نہیں ہوئی اور اگر امام باوضو ہو
والقوم علی غیر طهارة فلا تعاد لان صلوٰة الامام صحیحة وبها یتم حق المیت ویسقط فرض صلوٰة الجنازة لعدم
اور قوم تمام بی وضو ہوں تو اعادہ نہیں ہے اسلئی کہ امام کی نماز صحیح ہو گئی ہی اور اسمیں میت کا حق ادا ہو گیا اور فرضیت نماز جنازہ کی ذمہ سی ساقط ہو گئی
کون الجماعة شرطا فیها وان لم یوجد من یصلی علیه من الرجال وصلت علیه النساء وحدهن جماعة یجوز
کیونکہ اس نماز میں جماعت شرط نہیں ہی اور اگر مردوں میں سی کوئی نماز پڑھنے والا میسر نہ ہوا اور نری عورتوں نی جماعت کر کر نماز پڑھی تو جائز ہے
وان امت المرأة الرجال فیها لا تعاد لان صلوٰة الرجال وان کانت فاسدة لکن صلوتها صحیحة وبها یتم حق المیت
اور اگر عورت نی نماز جنازہ میں مردوں کی امامت کی تو اعادہ نہیں ہے اسلئی کہ مردوں کی نماز اگرچہ فاسد ہوئی پر اوس عورت کی نماز تو صحیح ہوئی اور اسمیں میت کا حق پورا ہو گیا
ویتادی فرض صلوٰة الجنازة فلا تعاد لان تکرارها غیر مشروع عندنا ومن ولد وظهر منه عند ولادته
اور نماز جنازہ کی فرضیت ادا ہو گئے پھر اعادہ نہ ہو گا اسلئی کہ اسکا مکرر پڑھنا ہمارے نزدیک شرع میں نہیں ہے اور جو بچہ پیدا ہو وی اور پیدا ہونے ہوئے
ما یدل علی حیوته من رفع صوت او تحریک عضو یسمی ویغسل ویصلی علیه وان لم یظهر منه عند ولادته
کوئی نشان زندگی کا معلوم ہو جیسے رونے کی آواز یا کسی عضو کا ہلنا تو اوسکا نام مقرر کرینگے اور نہلا دینگے اور نماز جنازہ پڑھینگے اور اگر پیدا ہوتے ہوئے
ما یدل علی حیوته لا یصلی علیه واختلف فی تسمیته وغسله والمختار انه یسمی ویغسل ویدرج فی خرقة
کوئی نشان زندگی کا ظاہر نہوا تو اوس پر نماز جنازہ نہ پڑھیں گی اور اوسکی نام معین کرنے اور نہلانے میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہی کہ نام رکھیں اور نہلا دیں اور کپڑے میں لپیٹ کر
ویدفن تکریما لبنی آدم ولو سبی صبی ومات ان لم یسب معه احد ابویه یصلی علیه لکونه تبعا للسابی
واسطی تعظیم بنی آدم کی دفن کریں اور اگر لوٹ میں بچہ پکڑا آوی اور مر جاوی تو اگر اوسکی ساتھ اوسکا ماں باپ کوئی پکڑا نہیں آیا تو اوس پر نماز پڑھیں کیونکہ تابع گرفتار کرنیوالے کا

او الدار وان سبى مع احد ابويه لا يصلى عليه لكونه كافرا تبعا لمن سبى معه من احد ابويه الا ان يقر هو بالاسلام وهو

یا ملک کفار میں ہے اور اگر وہ کسی ماں یا باپ کے ساتھ گرفتار ہوا ہی تو نماز نہ پڑہیں کیونکہ وہ ماں باپ میں سے جس کے ساتھ گرفتار ہوا ہے اوسکی تبعیت میں کافر ہے ہاں اگر وہ بچہ اسلام کا اقرار کرے اور وہ سمجھ

يعقل صفته المذكورة في قوله عليه الصلوٰة والسلام لجبريل عليه السلام حين ساله عن الايمان ان تؤمن بالله وملئكته وكتبه و

اسلام کی صفت جو اس حدیث میں مذکور ہے جو کہ نبی علیہ السلام نے جبرئیل علیہ السلام سے جب اونہوں نے نبی علیہ السلام سے صفت ایمان کی پوچھی تو فرمایا کہ یقین کرے تو اللہ کا اور اوسکے

رسله واليوم الاخر وبالقدر خيره وشره او يسلم من سبى معه من احد ابويه فحينئذ يصلى عليه اذ قد جاء فيه الخبر ان الولد

رسولوں کا اور قیامت کے دن کا اور تقدیر بہلی بری کا اندازہ کرنیکا یا اوسکا ماں یا باپ جسکے ساتھ وہ گرفتار ہوا ہی مسلمان ہو جاوے تو اب وہ سب نماز پڑہیں اسلئے کہ اس باب میں حدیث ہی کہ بچہ

يتبع خير الابوين دينا وان مات في دار الاسلام بعد موت ابيه فيها لا يصلى عليه لتقرر التبعية بموت ابيه ومن مات في السفينة

ماں باپ میں سے با عتبار دین کے اچھے کا تابع ہوتا ہی اور اگر وہ بچہ دار الاسلام میں بعد مرنے اپنے باپ کے دار الاسلام میں مرگیا تو اب اوسپر نماز نہ پڑہیں کیونکہ باپ کی موت سے اوسکی تبعیت قرار پا گئی ہے اور جو شخص جہاز میں مرگیا

ولم يكن في قربها ارض يغسل ويكفن ويصلى عليه ويلقى في البحر ومن قتل في حد او قصاص يغسل ويصلى عليه لما روى ان ماعزا

اور کہیں قریب جہاز کے زمین نہ ملی تو غسل دیکر اور کفنا کر اور نماز پڑہ کر دریا میں ڈالدیں اور جو شخص حد یا قصاص میں مارا جاوے تو اوسکو نہلاویں اور اوسپر نماز پڑہیں کیونکہ روایت ہے کہ ماعز کو

لما رجم جاء عمه الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله قتل ماعز كما يقتل الكلاب فماذا تامرني اصنع به فقال النبي عليه الصلوٰة

جب رجم کیا تو اوسکے چچا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر پوچھا کہا یا رسول اللہ ماعز کتے کی موت مارا گیا اب جو حکم ہو سو کروں پس نبی علیہ الصلوٰۃ

والسلام لا تقل هذا لانه تاب توبة لو قسمت على اهل الارض لوسعتهم اذهب واغسله وكفنه وصل عليه ومن يقتل من

والسلام نے فرمایا یہہ مت کہہ کیونکہ اوسنے تو ایسی توبہ کی ہی اگر تمام روی زمین کی باشندوں پر تقسیم کریں تو سب کو کافی ہو جا اوسکو نہلا اور کفن دی اور نماز پڑہ اور جو شخص

البغاة وقطاع الطريق لا يغسل ولا يصلى عليه لما روى ان عليا رضي الله عنه لم يغسل البغاة ولم يصل عليهم فقيل له هم

باغیوں میں سے یا رہزنوں میں سے مارا جاوے تو نہ غسل دیں اونہیں اور نہ اوسپر نماز پڑہیں کیونکہ روایت ہی کہ علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں کو غسل دیا اور نہ نماز پڑہی پہر کسی نے اونسے پوچھا کیا

كفار فقال لا بل هم بغوا علينا اشار الى انه انما ترك غسلهم والصلوٰة عليهم لبغيهم ليكون عقوبة لهم وزجرا لغيرهم قيل هذا

یہہ کافر ہیں جواب دیا نہیں بلکہ ہمپر سرکش ہوئی ہیں یہہ اشارہ ہی کہ انکا غسل اور نماز بغاوت کے لیے ترک ہوئی ہے تاکہ انکو سزا اور اوروں کو خوف ہو کوئی کہتا ہے کہ

في حق من يقتل في حال المحاربة قبل ان تضع الحرب اوزارها لا لمن يقتل بعد ثبوت يد الامام عليه فانه يغسل ويصلى عليه في

یہہ سزا اوس باغی کی حق میں ہی جو عین جنگ میں لڑائی موقوف ہونے سے پہلے مارا جاوے اوسکی سزا نہیں ہی جو بعد قابض ہونے امام کے مارا جاوے ایسی کو غسل بھی دیں اور نماز بھی پڑہیں یہی

الزيلعي هذا تفصيل حسن اخذ به الكبار من المشائخ ومشائخنا جعلوا حكم المقتولين بالعصبية حكم اهل البغي وكذلك حكم

کہتا ہی یہہ فرق خوب ہی اسکو بڑی بڑی مشائخ نے اختیار کیا ہے اور ہماری مشائخ نے معصیت کے مقتولوں کو ف باغیوں میں داخل کیا ہی اور ایسی جو شخص

الواقفين الناظرين اليهم اذا اصابهم حجر او سهم وماتوا في تلك الحالة لا يصلى عليهم وان ماتوا بعد تفرقهم يصلى عليهم ومن يقتل

کھڑی ہو کر باغیوں کا تماشا دیکھیں اگر اوسکو پتہر یا تیر جا لگی اور اسی حالت میں مرجاوے تو اسپر بھی نماز نہ پڑہیں اور اگر بعد چلی جانیکے مری تو اونپر نماز پڑہیں اور جو شخص اپنے

نفسه عمدا يصلى عليه عند ابي حنيفة ومحمد وهو الاصح لانه وان كان باغيا على نفسه الا انه غير ساع في الارض بالفساد

تئین عمداً آپ قتل کری طرفین کی نزدیک اوسپر نماز پڑہیں اور یہی اصح ہی اسواسطی کہ اگرچہ یہہ شخص اپنی جان پر باغی ہے پر اپنے ملک میں کچہہ فساد نہیں پہیلایا

بل هو فاسق كسائر فساق المسلمين ومن يقتل بالسبع او يحترق بالنار او يتردى من الجبل او يموت تحت هدم يغسل ويصلى عليه

بلکہ فاسق ہی جیسی اور مسلمان فاسق ہوتی ہیں اور جسکو درندہ پہاڑ ڈالی یا آگ میں جل جاوی یا پہاڑ پرسی گر کر ہلاک ہووے یا مکان تلی دب مری تو اوسکو نہلاویں اور نماز پڑہیں

ومن يقتله اهل الحرب واهل البغي او قطاع الطريق ولم يكن جنبا لا يغسل لكونه شهيدا بل يصلى عليه ويدفن بدمه وثيابه

اور جسکو حربی لوگ یا باغی یا رہزن مار ڈالیں اور وہ جنب نہو تو اوسکو غسل نہ دیں اسلئے کہ وہ شہید ہے بلکہ اوسکو نماز پڑہ کر خون آلودہ اور انہیں کپڑوں میں دفن کریں

قتل فيها الا ما ليس من جنس الكفن كالفرو والحشو والخف والقلنسوة فان كان ما عليه من الثياب ناقصا عن كفن السنة يزاد عليه

جنمیں قتل ہوا ہے بجز اوسکی جو کفن کی قسم کا نہو جیسے پوستین اور روئیدار کپڑا اور موزہ اور ٹوپے اور اگر اوسکے بدن کی کپڑی مقدار کفن مسنون سے کمتر ہوں تو زیادہ کر دیں

وان کان زائدا ینقص منه مراعاة للسنة ولا یصلی علی عضو الا اذا کان فی حکم الکل بان یوجد اکثر المیت او
اور اگر بڑھتی ہوئے تو واسطی رعایت سنت کی کم کردین اور مقتول کی عضو پر نماز نہین ہی مگر جب ہی کہ وہ عضو کل کی حکم مین ہو اسطور کہ آدھی سی زیادہ ہو یا

نصفه مع راسه بخلاف ما لو وجد راسه او نصفه مشقوقا بالطول فانه لا یغسل ولا یصلی علیه والمصلوب
سر سمیت آدھا ہو بخلاف اوس مقتول کی جسکا فقط سر ہی یا آدھا آدمی یا آدھا طول کی جانب سی چرا ہوا ایسیکی لئی نہ غسل ہی اور نہ نماز اور سولی دیا ہوا

یترك علی خشبته ثلثة ایام عقوبة له وزجرا لغیره ثم لما تم له ثلثة ایام یخلی بینه وبین اهله لیدفنوه ولو
تین دن تک سولی پر لٹکا رہی اوسکی یہی سزا ہی اور اوروں کی لئی خوف ہیر جب تین دن پوری ہو جاوین تو اوسکی وارثون کو اجازت دین تاکہ اوسکو دفن کرین اور اگر

مات کافر ولم یکن له ولی من الکفار وله قریب مسلم یغسله القریب المسلم ویدفنه لما روی ان علیا لما مات ابوه
کوئی کافر مر جاوی اور اوسکا کوئی کافر وارث نہو اور اوسکا سگا مسلمان ہو تو وہ ہی مسلمان اوسکو غسل دی کر دبا دی کیونکہ روایت ہی کہ علی جب اونکا باپ مرگیا

جاء الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله ان عمك الضال قد مات فقال له النبی صلی الله علیه وسلم
تو نبی صلی الله علیه وسلم کی پاس آئی عرض کیا یا رسول الله آپکا چچا گمراہ مرگیا آپ نی فرمایا

اذهب فاغسله وکفنه وواره لکن لا یغسل کغسل المسلم بل یصب علیه الماء ویغسل غسل الثوب النجس من
جا اوسکو نہلا اور کفنا کر داب دی پر اوسکو مسلمانون کی طرح نہ نہلادین بلکہ اوسپر پانی بہادین جیسی گندہ کپڑی کو دہوتی ہین

غیر وضوء ولا بدایة من التیامن ویلف فی خرقة من غیر مراعاة سنة الکفن ویحفر حفرة من غیر لحد ویلقی فیها
نہ تو وضو کرائین اور نہ دہنی طرف سی شروع کرین پہر کپڑی این لپیٹین کفن مین کچھ رعایت سنت کی نہ کرین اور گڑہا بدون لحد کی کہود کر ڈالدین

ولا یوضع ویجوز دفعه الی اهل دینه وان کان له ولی من الکفار لا ینبغی للمسلم ان یتولی امره بل یخلی بینه وبینهم
اور مردہ کی طرح نہ دہرین اور جائز ہی کہ اوسکا لاشہ اوسکی ملت والون کو حوالہ کردین اور اگر کفار مین سی کوئی اوسکا وارث ہو تو اب مسلمان کو نہین چاہئی کہ اوسکی کاروبار کا ذمہ دار بنی

لیصنعوا به ما یصنعون بموتاهم هذا اذا لم یکن کفره بالارتداد واما اذا کان کفره بالارتداد فلا یدفع الی اهل
تا جیسطور اپنی مردون کو کرتی ہون سو اوسکو کرین یہہ جب ہی کہ اوسکا کفر ارتداد کا نہو اور اگر وہ مرتد ہو کر کافر ہوا ہی تو اوسکی ملت والون کو جنکی دین مین

الدین الذی انتقل الیه بل یلقی فی حفرة کالکلب بلا غسل ولا کفن یسر نا الله تعالی النجاة من زوال الایمان بلطفه وکرمه
ملگیا ہی نہ دیوین بلکہ کتی کی مثال بلا غسل اور بلا کفن گڑہی مین ڈالدین الٰہی ہمکو زوال ایمان سی بچا اپنی لطف وکرم سی آسان کر

المجلس السادس والخمسون فی بیان قوله علیه السلام من کان اخر کلامه

مجلس چھپن اس حدیث کی بیان مین جسکی آخر کلام

لا اله الا الله دخل الجنة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان اخر کلامه لا اله الا الله

لا اله الا الله ہی وہ جنتی ہی رسول الله صلی الله علیه وسلم نی فرمایا جسکا پچھلا بول لا اله الا الله ہو

دخل الجنة هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه معاذ بن جبل ومعناه ان کل من کان اخر کلامه عند الموت
وہ جنتی ہی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین ہی معاذ بن جبل کی روایت سی اسکی معنی یہہ ہین کہ جسکا آخر کلام مرتی وقت کلمہ توحید ہو

کلمة التوحید یدخل الجنة اما قبل ان یعذب بعفو ذنوبه او بعد ان یعذب بقدر ذنوبه فعلی هذا کل من
وہ جنت مین داخل ہوگا یا تو بلا عذاب اگر خطائین معاف ہوئین یا گناہون کی برابر عذاب بھگت کر اس بیان کی موافق

یئس من حیاته ینبغی له ان یکثر الاستغفار ویتوب عن ذنوبه ویستحضر فی ذهنه ان هذا اخر اوقاته
جسکو توقع زیست کی نہ رہی ہو تو اوسکو چاہئی کہ استغفار بہت کیا کری اور اپنی گناہون سی توبہ کری اور اپنی دل مین یہی خیال رکہی کہ دنیا مین سی میرا یہہ ہی وقت آخر ہی

من الدنیا ویجتهد ان یختمها بخیر ویسارع فی قضاء دینه لئلا یبقی فی قبره مرتهنا بدینه کما اخبر به النبی علیه الصلوٰة والسلام
اور یہہ ہمت کری کہ اوسوقت کو خیر پر تمام کری اور جلدی اسی اپنا قرض ادا کر دی تاکہ قبر کی اندر قرض مین الجھا نہ پڑا رہی چنانچہ حدیث مین آیا ہی

وقال نفس المؤمن معلقة بدينه حتى يرضى عنه ويبادر فى اداء سائر الحقوق الى اهلها من رد المظالم والودايع والعوارى
فرمایا مؤمن کی جان قرض میں الجھی رہتی ہی جبتک قرضخواہ راضی ہووی اور جلدی سی تمام حقداروں کی حق ادا کری تا حق لیا ہوا پھیردی اور امانتیں اور مانگی ہوئی چیزیں

واستحلال اهله من زوجته ووالديه واولاده وغلمانه وجيرانه واصدقائه وكل من كان معه معاملة او صحبة
اور اپنی اہل سی یعنی اپنی بیوی اور ماں باپ اور اولاد اور غلاموں اور ہمسایوں اور دوستوں سی اور جسکی ساتھ کچھ معاملہ ہوتا ہو یا ہمنشینی ہو حق معاف کرالی

ويوصى بما لا يتمكن من ادائه فى الحال حتى لو كان عليه حق من حقوق الله تعالى كالصلوة والزكوة والصوم والحج
اور جو حق کہ بالفعل ادا نہیں ہو سکتا اوسکی وصیت کردی یہاں تک کہ اگر اوسکی ذمہ حقوق اللہ ہوں جیسی نماز اور زکوۃ اور روزی اور حج وغیرہ

وغيرها يجب عليه ان يوصى لهذه الحقوق بثلث ماله ان احتيج اليه وان لم يكن عليه حق من هذه الحقوق لا
تو اسپر واجب ہی کہ واسطی ادا ان حقوق کی تہائی مال میں سی وصیت کردی اگر مال کی حاجت ہووی اور اگر اوسکی ذمہ ایسی حقوق نہیں ہیں تو اوسپر اور کوئی

يجب عليه الوصية بل ينبغى له ان ينظر الى حال الورثة فانهم ان كانوا صغارا فالافضل له ترك الوصية وكذلك
کوئی وصیت واجب نہیں ہی بلکہ اوسکو یہہ چاہیی کہ وارثوں کی حال کا لحاظ کری کیونکہ اگر وارث بچی ہیں تو افضل یہہ ہی کہ وصیت نکری اور ایسی ہی

لو كانوا كبارا وهم فقراء ولا يستغنون بحصتهم من التركة كان ترك الوصية افضل له وان كانوا اغنياء او يستغنون
اگر بالغ ہوں لیکن ایسی محتاج کہ ترکہ میں سی اپنا اپنا حصہ لیکر بھی غنی ہو دیں تو بھی وصیت نکرنی افضل ہی اور اگر غنی ہوں یا ترکہ میں سی

بحصتهم من التركة فالافضل له ان يوصى باقل من الثلث فيما هو طاعة لا معصية فيه فيبدأ بمن ليس بوارث
اپنا اپنا حصہ لیکر غنی ہو جاویں تو اب افضل یہہ ہی کہ تہائی مال سی کم کی ایسی وصیت کری جو طاعت ہو اوسمیں کوئی معصیت نہو پہلی قرابتیوں میں سی ایسی سی شروع کری

ان كانوا فقراء وان لم يكونوا فقراء بل كانوا اغنياء فبالجيران وقدر الاستغناء عند ابى حنيفة على ما ذكر فى قضايا الخلاصة والبزازية ان يبقى
وہ گروہ محتاج ہوں اور اگر محتاج نہوں بلکہ غنی ہوں تو ہمسایوں سی شروع کری اور مقدار استغنا کی امام ابو حنیفہ کی نزدیک موافق اوسکی جو خلاصہ و بزازیہ کی وصایا میں مذکور ہی

لكل وارث بعد الوصية اربعة الاف وعن الفضل عشرة الاف وبعد الوصية ينبغى له ان يحسن
چار ہزار ہر یک وارث کی لئی بچ رہیں اور فضلی سی یہہ روایت ہی کہ دس ہزار بچی رہیں اور وصیت کرنی کی بعد چاہیی کہ اپنا گمان

ظنه بالله تعالى بانه يرحمه ويغفر ذنوبه ويستحضر فى ذهنه انه حقير فى مخلوقاته تعالى
جناب الہی میں درست کری کہ مجھ پر اللہ رحمت ہی کریگا اور میری گناہ معاف ہی کریگا اور اپنی دلمیں یہہ خیال کری کہ اوسکی مخلوقات میں سب سی کمینہ ہوں

وانه تعالى غنى عن عذابه وطاعته وينبغى له ان يكون مشغولا بقراءة ايات من القران العظيم فى الرجاء
اور اللہ تعالی کو میری عذاب اور طاعت کی کچھ پرواہ نہیں ہی اور چاہیی کہ قرآن شریف کی وہ آیات جنمیں رجا اور امیدواری ہی پڑھی

او يقرأها غيره عنده وهو يسمع وكذلك يستقرئ احاديث الرجاء او يقرأ غيرها عنده و
یا اسکی پاس اور لوگ پڑھیں یہہ سنتا رہی اور ایسی ہی رجا کی حدیثیں پڑھی یا اور لوگ اسکی پاس پڑھیں اور

هو يسمع وحكايات الصالحين واثارهم عند الموت وينبغى له ان يحافظ على الصلوات الخمس و
یہہ سنتا رہی اور صلحاء کی قصی اور اونکی مرتی دم کی حالات سنی اور اوسکو چاہیی کہ پنجگانہ نماز کی اور

غيرها من وظائف الدين بقدر طاقته فانه اذا عجز عن القيام فى الصلوة يصلى
سوائی اوسکی اور وظائف دین کی طاقت کی موافق محافظت کئی جاوی بیشک اگر وہ نماز میں قیام سی تھک رہی

قاعدا بركوع وسجود وان لم يقدر على الركوع والسجود يصلى بالايماء قاعدا ويجعل سجوده
تو بیٹھ کر رکوع اور سجود کی ساتھ پڑھی اور اگر رکوع اور سجود کی قدرت نہو تو بیٹھ کر اشارہ سی پڑھی اب سجدہ کو بہ نسبت رکوع کی

اخفض من ركوعه ليحصل الفرق بينهما وان لم يقدر على القعود يصلى بالايماء
پست کری تاکہ دونوں میں فرق رہی اور اگر بیٹھنی کی قدرت نہو تو کروٹ پر پڑا ہوا اشارہ سی پڑھی

مضطجعا او مستلقيا لان الطاعة بحسب الطاقة لقوله تعالى لا يكلف الله نفسا الا وسعها ويجتنب النجاسات ما استطاع
یا چت لیٹکر اسلئے کہ طاعت بقدر طاقت ہوتی ہی اس آیت سی تکلیف نہیں دیتا ہے اللہ کسی کو مگر جو اوسکی گنجائش ہے اور گندگی سی جہانتک ہو سکی بچی
حتى اذا عجز عن استعمال الماء يصلي بالتيمم واذا كان على بدنه او ثوبه او موضع صلوته نجاسة وعجز عن ازالتها يصلي معها
یہانتک کہ اگر پانی استعمال نکر سکے تو تیمم سی نماز پڑہی اور اگر اوسکی بدن پر یا کپڑی پر یا نماز کی جگہہ پر گندگی ہو اور پاک نکر سکے تو ویسی ہی نماز پڑہ لے
ولا يترك الصلوة ولا يؤخرها عن وقتها ما دام عقله ثابتا خوفا من حضور اجل بغتة وقد حصل منه التقصير في اتيان
نہ تو نماز کو بالکل قضا کری اور نہ وقت سی تاخیر کری جب تک کہ اوسکی عقل قایم ہو کیونکہ یہہ خوف ہی کہ ناگاہ موت ایسی وقت نہ آجاوی کہ بقدر طاقت
ما وجب عليه بقدر استطاعته وليحذر من التساهل في ذلك اذ من اقبح القبائح ان يكون اخر عهده من الدنيا التي
واجبات کی اداکرنی سی قاصر ہو اور اسوقت میں سستی سی حذر کری کیونکہ یہہ بڑی قباحت ہی کہ دنیا میں جو
هي مزرعة الاخرة التفريط فيما وجب عليه او ندب اليه وليجتهد في ختم عمره باكمل الحالات ويوصي اهله واصحابه
آخرت کا کہیت ہی اسکی آخری وقت میں واجبات یا مستحبات کی اداکی کوتاہی پائی جاوے اور چاہیے کہ اپنی عمر کو اچھی سی اچھی حالت پر تمام کری اور اپنی اہل اور اصحاب کو
بالصبر والاحتمال على ما يصدر منه في مرضه ويوصيهم بالصبر وترك البكاء عليه ويقول لهم قد صح انه عليه الصلوة
اون حرکات پر جو اوس سی بیماری میں واقع ہوں صبر و تحمل کی وصیت کرے اور وصیت کری کہ صبر کرنا رونا پیٹنا نہیں اور اسطور پند کری کہ صحیح روایت ہی کہ نبی علیہ السلام
والسلام قال الميت يعذب ببكاء اهله عليه فاياكم يا احبائي والسعي في اسباب عذابي ويوصيهم ايضا باجتناب
نی فرمایا ہی میت کو اوسکی اہل کی رونی سی عذاب ہوتا ہی سو اے میری عزیزو عذاب میں سعی کرنی سی بچیو اور یہہ وصیت کری کہ ماتم میں
ما جرت به العادة من البدع في الجنائز ويؤكد عليهم ذلك وينبغي له ان يقول في وقت بعد وقت متى رأيتم مني تقصيرا
جو جو بدعات رسم ہو رہی ہیں ہرگز نکرنی چاہییں اور خوب تاکید کردی اور چاہیے کہ دم بدم یہہ سمجہاتا رہی جب تمکو میرا کچہہ قصور
في شيء فنبهوني عليه برفق فاني معرض للغفلة والكسل والاهمال واذا قصرت فنشطوني وعاونوني على اهبة سفري
معلوم ہو تو مجہکو نرمی سی جتادیا کرو کیونکہ میں اب غفلت اور کاہلی اور سستی میں مبتلا ہوں اور جب مجہسی کوئی قصور ہو تو مجکو بچاؤ اور اس سفر کی سامان پر مدد کرو
هذا فاذا حضر الموت يوجه نحو القبلة على شقه الايمن قال الزيلعي والمختار في زماننا ان يلقى على قفاه وقدماه
پھر جب دم نکلنے لگے تو داہنے کروٹ اوسکا مونہہ قبلہ کی طرف پہیر دیں زیلعی کہتا ہی مختار اس زمانہ میں یہہ ہی کہ چت لٹا کر اوسکے پاؤں
الى القبلة ويرفع رأسه قليلا ليكون وجهه الى القبلة دون السماء وانما اختير ذلك وان كان الاول سنة لكونه
قبلہ کی طرف کرکر کچہہ تہوڑا سا اوسکا سر اوبہار دیں تاکہ اوسکا مونہہ قبلہ کیطرف ہو جاوے آسمان کی طرف نرہی یہہ پہلی مختار ٹہیرا ہے اگرچہ صورت اول مسنون ہی کہ
ايسر لخروج الروح ويلقن الشهادة لانه موضع يتعرض الشيطان فيه لافساد اعتقاده فيحتاج الى مذكر ومنبه على
واسطی نزع روح کی آسان ہی اور کلمہ شہادت تلقین کریں کیونکہ اس وقت شیطان اوسکا اعتقاد خراب کرنیکو لپٹا رہتا ہے سو اب توحید یاد دلانی والی کے
التوحيد وكيفية التلقين ان يذكر عنده كلمة التوحيد ولا يؤمر بها مخافة ان يتضجر ويردها لكون الحال صعبا
حاجت ہی اور تلقین کا طریقہ یہہ ہے کہ اوسکو سنا کر کلمہ توحید پڑہیں اوسکو نہ کہیں کہ کلمہ پڑہو یہہ خوف ہی کہ دل تنگ ہو کر رد کردی کیونکہ اوس پر سختی کا
عليه واذا قالها مرة لا تعاد عليه الا ان يتكلم بكلام اخر فحينئذ يلقن مرة اخرى حتى يكون اخر كلامه كلمة التوحيد
وقت ہی اور جب وہ ایک بار بہی پڑہ لی تو پہر اوسپر اعادہ نکریں ہاں اگر اوسکی بعد اور بات چیت ہو تو اب دوبارہ تلقین کریں تاکہ اوسکے آخر کلام کلمہ توحید ہو
واما التلقين بعد الموت فقد اختلفوا فيه فقيل يلقن لظاهر ما روي عن ابي سعيد الخدري انه عليه الصلوة والسلام
اور بعد موت کی جو تلقین کرتی ہیں اوسمیں اختلاف ہی کوئی کہتا ہی تلقین کرنا چاہیی باعتبار ظاہر معنوں کی روایت ابو سعید خدری کے کہ نبی علیہ السلام نے
قال لقنوا موتاكم لا اله الا الله وقيل لا يلقن لعدم الفائدة فيه بعد الموت لانه ان مات مؤمنا لا يحتاج الى التلقين
فرمایا اپنی موتا کو لا الہ الا اللہ تلقین کیا کرو اور کوئی کہتا ہی تلقین نکریں کیونکہ بعد موت کے اس میں کچہہ فائدہ نہیں اسلئے کہ اگر وہ ایمان سی مرا تو اب تلقین کی کیا حاجت ہے

وان

بان مات کافرا لایفید التلقین وما ذکر من الحدیث فالجواب عنه ان المراد بالموتی هم الذین حضرهم الموت وقد لا
اور اگر کافر مرا ہی تو اوسکو تلقین سی کیا فایدہ اور یہ حدیث جو ذکر ہوئی تو اوسکا جواب یہ ہی کہ موتی سی مراد وہ آدمی ہیں جو نزع کی حالت میں ہیں اور کوئی
یموتوا ولا ینتهی عنه واذا مات یغمض عیناه ویشد لحیاه بعصابة عریضة من فوق راسه لان فیه تحسین اذ لو ترک علی
ابتک مرا نہ ہو تلقین کرنیکو اور کرین ورنہ منع کرین اور جب مر جاوے تو دونوں آنکھین اوسکی بند کر دیں اور دونوں جبڑے چوڑی پٹی سے سر کے اوپر بلند کر دیں کیونکہ اسمین خوبصورتی ہوا اگر اوسکو
حاله یبقی فظیع المنظر ولا یؤمن من دخول الهوام فی جوفه والماء عند غسله ویمد اطرافه ویوضع علی بطنه حدید
اسی حال پر چھوڑ دیں تو بدصورت ہو جائیگا اور اسکا بھی اطمینان نہیں کہ اوسکے پیٹ میں کیڑے وغیرہ اور نہلاتے وقت پانی بھر جاوے اور اوسکے ہاتھ پانو سیدھے کر دیں اور پیٹ پر لوہا رکھدیں
لئلا ینتفخ ویقول مغمضه بسم الله وعلی ملة رسول الله اللهم یسر علیه امره وسهل علیه ما بعده واسعده بلقائک واجعل
تاکہ پھول نجاوے اور آنکھیں بند کرنیوالا یہ پڑھے بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللہم یسر علیہ امرہ الخ اور اسپر اسکا مابعد سہل اور اپنی دیدار سے نیکبخت کر دے اور اسکے
ما خرج الیه خیرا مما خرج عنه ویکره قراءة القران عنده حتی یغسل ثم ان غسله شریعة قدیمة لما روی ان ادم النبی علیه
لئے وہ منزل جہاں جاتا ہے اس سے بہتر کر اور اوسکے پاس قرآن پڑھنا مکروہ ہے جب تک نہلا چکیں پھر نہلانا قدیمی طریقہ ہے اسواسطے کہ روایت ہے کہ آدم نبی
الصلوة والسلام لما قبض نزل جبریل علیه السلام بالملئکة وغسلوه وقالوا لولده هذا سنة موتاکم والمراد بالسنة المذکورة
علیہ السلام جب موئی تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کو لیکر آیا اور اونکو نہلا کر اونکی بیٹی سی کہا یہ تمہاری موتی کی سنت ہے اور سنت سے اسجگہ
ههنا الطریقة لان غسله واجب عملا بکلمة علی فی قوله علیه الصلوة والسلام للمسلم علی المسلم ستة حقوق ومن
طریقہ مراد ہے نہیں تو میت کا غسل واجب ہے بلحاظ حرف علی کے جو اس حدیث میں واقع ہوا ہے مسلمان کی حقوق مسلمان پر چھ ہیں اور منجملہ
جملتها ان یغسله بعد موته لکن اذا قام به البعض سقط عن الباقین لحصول المقصود فاذا ارید غسله یوضع علی سریر
ایک یہ ہی کہ اوسکو مرنے کی پیچھے نہلاوے پر اس میں جب کوئی لگجاتا ہی تو باقی کی ذمہ سی ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ مقصود جو تہا سو ہوچکا پہر جب اوسکے نہلانیکا ارادہ کریں تو تختہ پر
لینصب عنه الماء ویجمر سریره وترا تعظیما للمیت وازالة للرائحة الکریهة عنه وکیفیة التجمیر ان یدار المجمر حول السریر
لٹادیں تاکہ اوسپر سی پانی بہ جاوے اور اوس تخت کو طاق یعنی تین بار یا پانچ بار خوشبو دہونی دیویں اسمیں میت کی تعظیم ہے اور بدبو دور ہو جاتی ہی اور دہونی کا یہ طریقہ ہی کہ مجمر کو دہونی کے ساتھ
بالبخور مرة او ثلثا او خمسا قال الزیلعی ولا یزاد علیها ویخلع ثیابه ویستر عورته لان سترها واجب والنظر الیها حرام لقوله علیه
تختہ کی گرد ایکبار یا تین بار یا پانچ بار گردش دیں زیلعی کہتا ہی اس سی زیادہ نہ پہرادیں پہر اوسکی کپڑی اوتار دیں اور ستر ڈہانپ دیں کیونکہ ستر عورت واجب ہے اور اوسکا دیکھنا حرام ہے، اسواسطے کہ
السلام لا تنظر الی فخذ حی ومیت ثم یوضأ بلا مضمضة ولا استنشاق لان الوضوء سنة الغسل لکن فی المیت یترک المضمضة
نبی نے علی کو فرمایا کہ زندہ اور مردہ کی ران پر نگاہ مت کرنا پہر وضو کرا دیں بدون کلی اور ناک کے پانی کے اسواسطے کہ وضو غسل میں مسنون ہے لیکن میت کے غسل میں کلی
والاستنشاق لتعذر اخراج الماء منه فیبدأ بغسل وجهه لا بغسل یدیه ولا یؤخر غسل قدمیه واختلف فی استنجائه و
اور ناک کا پانی ترک ہے اسلئے کہ پہر پانی کا نکالنا دشوار ہی پہر پہلی پہل موںہہ دہوئیں پہلی ہاتھ نہ دہوئیں اور پانوکا دہونا پیچہے نہ رکہیں اور میت کے استنجا اور
مسح راسه والصحیح انه یستنجی ویمسح راسه لکن الغاسل لا یمس عورته لان مس العورة حرام بل
سرکے مسح میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ استنجا اور سر کا مسح بھی کریں پر نہلانی والا اوسکی عورت کو نہ چہوی اسلئے کہ عورت کا چہونا حرام ہے بلکہ
یلف خرقة علی یده ویغسل المخرج حتی یطهر ثم یفاض علیه الماء مغلی بسدر او حرض وان لم یوجد ماء
اپنی ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر مخرج کو اتنا دہووی کہ پاک ہو جاوی پہر اوسپر بیری کی پتی کا یا اشنان کا جوش دیا ہوا پانی بہادیں اور اگر ایسا پانی نہ ملے
کذلک یغسل بالماء القراح وهو الخالص لان المقصود الذی هو الطهارة یحصل به واما اذا وجد فالترتیب
تو خالص پانی سی نہلادیں کیونکہ اصل مقصود یعنی طہارت اس میں سے ہے حاصل ہے ہاں اگر میسر آوی تو پہر ترتیب موافق
علی ما ذکر فی مبسوط شیخ الاسلام وهو مروی عن ابن مسعود رض ان یبدأ بالماء القراح حتی یبتل ما علی
بیان شیخ الاسلام کے جو مبسوط میں ہی اور وہ روایت ہی ابن مسعود سے یوں ہے کہ اول غسل خالص پانی سی تاکہ جو کچھ بدن پر

البدن من الدرن والنجاسة ثم بماء السدر او الحرض ليزول ما على البدن لكونه ابلغ في التنظيف ثم بماء فيه
میل کچیل نجاست ہی سو بھیگ کر پھول جاوی پھر بیری یا اشنان کی جوش دی ہوئی پانی سی تاکہ جو بدن پہ ہی سو چھوٹ جاوی کیونکہ اسمین نظافت خوب ہوتی ہی پھر کافور
كافور ان وجد تطييبا لبدن الميت ثم يغسل راسه ولحيته بالخطمي لانه ابلغ في استخراج الوسخ لكونه مثل الصابون في التنظيف
ملی ہوئی پانی سی اگر میسر ہو تاکہ میت کا بدن خوشبو ہو جاوی پھر اوسکا سر اور داڑھی گل خیرو سی دہو دین کیونکہ اسمین میل خوب چھوٹتا ہی اسلئی کہ مثل صابون کی مانند صاف کرتا ہی
وان لم يوجد فبالصابون ثم يضجع على يساره ويغسل حتى يصل الماء الى ما يلي التخت منه ولا يكب على وجهه ليغسل ظهره
اور اگر یہہ نہ ملی تو صرف صابون سی پھر بائیں کروٹ پہ لٹاکر اسقدر نہلاوین کہ پانی نیچی کی طرف تختہ تک بہہ جاوی اور پیٹھ دہونی کی لئی منہہ کی بل اوندھا نہ کر دین
ثم يجلسه الغاسل ويسنده اليه ويمسح بطنه برفق وان خرج منه شيء يغسله ولا يعيد غسله ولا وضوءه لان غسله
پھر اوسکو نہلانیوالا اپنی سہارے سی بیٹھا کر نرم نرم پیٹ کو ملدی اور اگر پیٹ مین سی کچھ نکلی تو دہو دی اسقدر نہ غسل کا اعادہ ہی اور نہ وضو کا اسواسطی کہ اوسکا غسل
عرف بالنص وهو قوله عليه الصلوة والسلام للمسلم على المسلم ستة حقوق وذكر منها غسله بعد موته وقد حصل مرة فلا يعاد
جو نص سی اسحدیث مین ثابت ہوا ہی واسطی مسلمان کی مسلمان پر چھ حق ہین اونمین غسل میت کو بھی ذکر فرمایا سو وہ ایکبار ہو لیا پھر اعادہ نہین ہی
ثم ينشف بثوب لئلا يبتل اكفانه ويجعل على راسه ولحيته الحنوط وهو عطر مركب من اشياء طيبة ولا باس بسائر انواع الطيب
پھر کپڑے سی پونچھ دین تاکہ کفن تر نہو جاوی اور اوسکی سر اور داڑھی پر ایکقسم خوشبو مرکب لگاوین حنوط خوشبو ہی کئی خوشبو چیزون سی مرکب ہوتی ہی اور سب قسم کی خوشبو لگانا
غير الزعفران والورس فانهما يكرهان في حق الرجال دون النساء ويجعل الكافور على مساجده وهي جبهته وانفه ويداه
سوا زعفران اور ورس کی کچھ ڈر نہین ہی یہہ دونو مردون کی حق مین مکروہ ہین عورتون کی لئی مکروہ نہین اور مسجدون پر کافور لگاوین اور مساجد اوسکی پیشانی ہی اور ناک اور دونو ہاتھ
وركبتاه وقدماه لانه كان يسجد بهذه الاعضاء فكانت اولى بزيادة الكرامة ولا يسرح شعره ولحيته ولا يقص ظفره
اور دونو گھٹنی اور دونو قدم اسلئی کہ ان اعضاء پر سجدہ کرتا تھا اسواسطی زیادتی تعظیم کی یہہ ہی اعضاء لایق ترہین اور بالون مین اور داڑھی مین کنگھی نکرین اور نہ ناخن ترشین
وشعره لان هذه الاشياء انما تفعل للزينة وقد استغنى عنها وما روي انه عليه الصلوة والسلام قال اصنعوا بموتاكم
اور نہ بال کترین کیونکہ یہہ سامان زینت کی ہین سو اسکی کچھ حاجت نہین رہی اور یہہ جو روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا سنگار بناؤ اپنی موتا کا
كما تصنعون بعروسكم محمول على التطييب والتطهير لا على التنقيص وازالة الجزء لكون ذلك غير مسنون في الميت وروي
جیسی سنگار کرتی ہو اپنی دلہنون کو سو محمول ہی خوشبو اور طہارت پہ ناقص کرنی پر اور جز کی دور کرنی پر نہین کیونکہ یہہ امور میت کی حق مین غیر مسنون ہین اور
عن ابي حنيفة وابي يوسف ان الظفر ان كان منكسرا فلا باس باخذه ومن مات ولم يوجد ماء ليغسل يتيمم ويصلى عليه ثم
ابو حنیفہ اور ابو یوسف سی روایت ہی کہ ناخن اگر ٹوٹا ہو تو اوسکی کترنیکا کچھ مضائقہ نہین اور اگر کوئی شخص مر جاوی اور پانی غسل کو نہ ملی تو اوسکو تیمم کراوین اور نماز پڑھین پھر
ان وجد ماء يغسل وتعاد صلوته وقيل لا تعاد وان جرى الماء على الميت او اصابه مطر عن ابي يوسف انه لا ينوب عن الغسل
اگر پانی ملجاوی تو نہلا دین اور نماز دوبارہ پڑھین اور کوئی کہتا ہی کہ پھر نہ پڑھین اور اگر میت پر خود بخود پانی بہہ گیا یا مینہہ مین بھیگ گیا تو ابو یوسف سی روایت ہی کہ قایم مقام غسل کی نہین
لانا امرنا بالغسل وجريان الماء واصابة المطر ليس بغسل والغريق يغسل ثلاثا في قول ابي يوسف وعند محمد في رواية ان
ہوتا کیونکہ ہمکو حکم غسل دینیکا ہی اور پانیکا بہنا اور مینہہ مین بھیگنا کچھ غسل نہین ہی اور ڈوبی ہوئی کو ابو یوسف کی قول پر تین بار غسل دین اور محمد کی قول کی موافق ایک روایت مین اگر
نوى الغسل عند الاخراج من الماء يغسل مرتين وان لم ينو يغسل ثلاثا وفي رواية عنه يغسل مرة واحدة وغاسل الميت
پانی مین سی نکالتی ہوئی غسل کی نیت کی ہو تو پھر دوبار نہلاوین اور اگر نیت غسل کی نہین کی تو تین بار نہلاوین اور ایک روایت مین اونسی کہ ایک ہی دفعہ نہلا دین اور میت کا نہلانیوالا
ينبغي ان يكون على طهارة وان يكون اقرب الناس اليه وان لم يوجد فاهل الورع والصلاح واذا تم غسله يكفن وكل واحد
چاہئی کہ باوضو ہو اور میت کا سب سی زیادہ تر قریب ہو اور اگر ایسا شخص موجود نہو تو کوئی خدا ترس اور پرہیزگار ہو اور جب نہلا چکین تو کفن پہناوین اور ہر ایک
من الرجل والمراة كفن السنة وكفن الكفاية وكفن الضرورة في حقهما ما يوجد وكفن السنة للرجل قميص وازار ولفافة
کی لئی عورت ہو یا مرد تین قسم کفن سنت ہی اور ایک کفن کفایت ہی اور لاچاری کا دونو کی لئی وہ ہی جو میسر آجاوی اور کفن سنت مرد کا قمیص یعنی کفنی اور تہبند اور چادر ہی

فالقمیص من المنکبین الی القدمین بلا دخریص ولا جیب ولا کمین وکل واحد من الازار واللفافة من الفرق الی
پس قمیص دونوں مونڈھوں سی پانوں تک بن کلی اور گریبان اور بن آستینوں کے اور ہر ایک دونوں میں تہبند اور پوٹ کی چادر سر سے
القدم فاذا ارید تکفینه ینبسط اللفافة اولا ثم الازار ثم القمیص ثم یوضع المیت فیه ویقمص ثم یعطف
پانو تک ہیں جب کفن پہناویں تو پہلی پوٹ کی چادر بچھاویں پہر اوسکی اوپر تہبند پہر اوسکے اوپر قمیص پہر اوسکے اوپر میت کو لٹاکر قمیص پہنا کے کفنے پہناویں پہر تہبند
الازار من جهة الیسار ثم من جهة الیمین ثم اللفافة کذلك وان خیف انتشار الکفن یعقد صیانة عن
پہلی بائیں طرف سی لپیٹیں پہر داہنی طرف سی پہر پوٹ کی چادر اسیطور پر اور اگر کفن کے اوڑنی کا خوف ہو تو گرہ لگا دیں مبادا
الکشف وکفن الکفایة له ازار ولفافة ویکره اقل من ذلك الا عند الضرورة وکفن السنة للمراة درع وخمار
کہیں کھل جاوی اور کفن کفایت مرد کے واسطی تہبند اور پوٹ ہے اور اس سے کم مکروہ ہے مگر ضرورت کو اور کفن سنت عورت کی لئے پیراہن اور اوڑھنے
وازار ولفافة وخرقة تربط علی ثدییها فانها تلبس الدرع اولا ثم یجعل شعرها ضفیرتین علی صدرها فوق الدرع
اور تہبند اور پوٹ کی چادر اور دامنی جس میں اوسکی پستان چھپا دیں پس عورت کو پہلی پیراہن پہنا دیں پہر اوسکی بالوں کی دو لٹیں کر کر پیراہن کی اوپر دونوں طرف سینہ
ثم یوضع الخمار علی راسها منشورة کالمقنعة فوق ذلك ثم یعطف الازار واللفافة کما ذکر فی حق الرجال ثم تربط الخرقة
پہر اوڑھنی اوسکے سر پر مقنع کی طور پر رکھ دیں اور پہیلا کر اوڑھا دیں پہر ازار اور لفافہ کو اوسی طور پر جو مردوں کی حق میں مذکور ہوا لپیٹ دیں پہر دامنی سینہ
فوق الاکفان وعرضها ما بین الثدی الی السرة وکفن الکفایة لها ازار ولفافة وخمار ویکره اقل من ذلك الا عند
سب کفنوں کی اوپر لپیٹ دیں اسکا عرض پستان سی ناف تک چاہیئے اور کفن کفایت عورت کا تہبند اور پوٹ کی چادر اور اوڑھنے اس سی کم مکروہ ہے مگر
الضرورة ویجمر الاکفان قبل ان یدرج فیها المیت وترا ولا یزاد علی خمس علی ما ذکره الزیلعی وقال المرغینانی علی ما ذکر
ضرورت کو اور کفنوں کو میت کی داخل کرنی سی پہلی خوشبو کی دہونی دیں طاق اور پانچ بار سی زیادہ موافق بیان زیلعی کی نہیں اور مرغینانی موافق اوسکے جو بیان کے
فی شرح المنیة ان کان فی المال کثرة وفی الورثة قلة فکفن السنة اولی والا فکفن الکفایة اولی مع جواز کفن
شرح میں مذکور ہی کہتا ہی اگر ترکہ بہت ہو اور وارث کم ہوں تو کفن سنت اولی ہی اور نہیں تو کفن کفایت اولی ہے اگرچہ کفن سنت تو بہی
السنة والمراهق فی الکفن بمنزلة البالغ والطفل الذی لم یبلغ حد الشهوة فالاحسن ان یکفن فیما یکفن البالغ وان
جائز ہی اور مراہق کفن کی باب میں بجای بالغ کی ہی اور وہ لڑکا جو ابہی حد شہوت کو نہیں پہونچا تو بہتر یہ ہے کہ اوسکو کفن بالغ کا دیویں اور اگر
کفن فی ثوب واحد یجوز وبعد تکفینه یصلی علیه والصلوة علیه فرض کفایة ان اداها البعض ولو رجلا واحدا
اوسکو ایک ہی کپڑے کا کفن دیویں تو بہی جائز ہی اور کفنا کر اوسپر نماز پڑہیں اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہی اگر کوئی بہی ادا کر دی اگرچہ ایک ہی مرد یا
او امراة واحدة تسقط عن الباقین والا یاثم الکل واذا حمل علی سریره فالسنة ان یحمله اربعة نفر من جوانبه الاربعة
ایک ہی عورت ہو تو سب کے ذمہ سی ساقط ہو جاتی ہی اور نہیں تو سب گنہگار ہوتے ہیں اور جب اوسکو جنازہ پر اوٹھا لے چلیں تو مسنون یہ ہے کہ چار آدمی چاروں طرف سی اوٹھا دیں
اذ فیه تخفیف للحاملین وصیانة للمیت عن السقوط والانقلاب وتکثیر الجماعة حتی لو لم یتبعه احد یکون هؤلاء
کیونکہ اس میں اوٹھانے والوں کو تخفیف ہی اور میت کی گرنی سی اور الٹنی سی حفاظت ہی اور جماعت کثیر ہو جاتی ہے یہانتک کہ اگر اور کوئی ساتھ نہ چلے تو یہی
جماعة ویسرعون به فی المشی بلا خبب وعند کثرة الناس یتناوبون فی حمله یستحب لکل من یحمله ان یحمله من کل جانب
جماعت ہے اور چلنی میں جلدی کریں دوڑیں نہیں اور کثرت انبوہ میں اگر باری باری اوسکو لے چلیں تو ہر ایک کو چاروں طرف سی
عشر خطوات لقوله علیه الصلوة والسلام من حمل جنازة اربعین خطوة کفرت عنه اربعین کبیرة وکیفیة حمله
دس دس قدم لی چلنا مستحب ہے واسطے ارشاد نبی علیہ السلام کی جو کوئی جنازہ چالیس قدم لی چلتا ہے تو اوسکے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہو جاتی ہیں اور لی چلنی کی کیفیت
ان یبتدی بالمقدم الایمن ویضعه علی عاتقه الایمن ثم بالمؤخر الایمن ویضعه علی عاتقه الایمن ثم بالمقدم الایسر
یہ ہی کہ پہلی اگلی داہنی جانب اوٹھا کر اپنی داہنے مونڈھے پر رکھی پہر پچھلے داہنے جانب اپنی داہنی مونڈھی پر رکھی پہر اگلی بائیں جانب اپنی

ويضعه على عاتقه الايسر ثم بالمؤخر الايسر ويضعه على عاتقه الايسر فالافضل لبقية الناس مشيهم خلفه لانه ابلغ
بائین مونڈہی پر رکہی پہر پچہلی بائین جانب اپنی بائین مونڈہی پر رکہی اور باقی لوگونکو یہہ افضل ہی کہ جنازہ کی پیچہی پیچہی چلین کیونکہ عبرت زیادہ ہے
في الاتعاظ واذا بلغوا قبره يكره لهم الجلوس قبل وضعه على الارض ولا يكره بعد وضعه هذا في حق من يمشي مع الجنازة
کی لئی بہت خوب ہی اور جب قبر کی پاس پہنچین تو انکو مکروہ ہی کہ جنازہ زمین پر اوتارنے سے پہلے بیٹہہ جاوین اور جب زمین پر اوتارلین تو مکروہ نہین یہہ اونکی حق مین ہی جو جنازہ کی ساتھ آتے ہین
واما لو ذهب قوم الى المصلى وجلسوا ينتظرونها فجيء بها فالصحيح انهم لا يقومون قبل الوضع وكذا من كان قاعدا على
اور اگر ایک قوم اگی جاکر نمازگاہ مین اوسکی منتظر بیٹہی ہون پہر اوس جنازہ کو وہان لیکر آوین تو صحیح یہہ ہے کہ یہہ قوم جنازہ زمین پر رکہنی سے پہلے کہڑی نہوین اور ایسا ہی جو شخص رستہ پر بیٹہا ہو
الطريق فمرت به الجنازة الا اذا اراد ان يتبعها وما ورد في الاحاديث من القيام لها منسوخ ولا ينبغي لمن يتبعها
اور وہان کو جنازہ آجاوی ہان اگر جنازہ کی ساتہہ جانیکا ارادہ کری کہڑا ہوجاوے اور وہ جو حدیثون مین جنازہ کی لئی کہڑا ہونا آیا ہی سو منسوخ ہے اور ساتہہ جانیوالونکو نہین چاہیے
ان يرجع قبل ان يصلي عليها وبعد ان يصلي عليها قالوا لا يرجع الا باذن اهلها وذكر في المحيط ان الرفيق يسعه الرجوع
کہ نماز جنازہ سی پہلی پہرکر چلی آوین اور بعد نماز کے بہی کہتی ہین کہ بدون اجازت اہل جنازہ کے نجاوین اور محیط مین کہا ہے کہ غلام کو مضایقہ نہین کہ بی اجازت
بغير اذنهم وهو الاوجه والاولى على ما ذكر في شرح المنية ويحفر القبر واختلف في مقدار عمقه فقيل قدر نصف القامة
والی میت کی چلا جاوی اور موافق مذکور شرح منیہ کے یہہ ہی ٹہیک راہ ہے اور قبر کہودین اور اوسکے گہراو مین اختلاف ہے کوئی کہتا ہی بقدر نیم قد آدم
وقيل الى الصدر وان زادوا الى القامة فهو افضل واحسن ثم الافضل فيه اللحد وهو ان يحفر في جانب القبلة منه
اور کوئی کہتا ہی سینہ تک اور اگر برابر قد آدم گہری کرین تو افضل اور حسن ہے پہر اوس مین اگر لحد یعنی بغلی بناوین تو بہت افضل ہے لحد یہہ ہوتا ہی کہ قبر کی اندر قبلہ کی طرف گڑہا
حفيرة ويوضع الميت فيها وان كانت الارض رخوة فلا باس بالشق وهو ان يحفر في وسط الارض حفيرة كالنهر ويبني جانباها
کہود کر اوسکی اندر مردہ کو رکہدین اور اگر زمین پہسپہسی کمزور ہو تو شق کا کچہہ مضایقہ نہین شق یہہ ہی کہ قبر کی بیچون بیچ نہر کی وضع پر گڑہا کہودین اور اوسکی دونو پہلو
باللبن ويوضع الميت فيها وتسقف باللبن ولا يمس السقف الميت والسنة ان يوضع الميت في قبره من جانب القبلة
کچی اینٹ سی چن کر اوسکی اندر مردہ کو رکہین اور کچی اینٹ سی چہا پٹین اور چہت میت سی چہو نرہے اور طریق مسنون یہہ ہے کہ میت کو قبر مین قبلہ کی طرف سی اوتارین
ولا تعيين في عدد الواضعين بل المعتبر حصول الكفاية وترا كانوا وشفعا ويقول جميعهم عند الوضع بسم الله و
اور اوتارنے والونکی گنتی مقرر نہین ہی بلکہ یہہ ہی معتبر ہی کہ جسقدر کفایت کرین طاق ہون یا جفت اور اوتارتی وقت سب کے سب یہہ پڑہین بسم الله و
على ملة رسول الله ويوجه الى القبلة ولا يلقى على ظهره وتحل العقدة لانها كانت لخوف انتشار الكفن وقد حصل
على ملة رسول الله اور میت کا منہہ قبلہ کیطرف پہیر دین چت نہ لٹاوین اور گرہ کہولدین کیونکہ گرہ تو اسلئی تہی کہ کفن نہ کہل جاوی سو وہ
الامن منه ويسوى اللبن والقصب على اللحد ويكره الاجر والخشب لانهما لاحكام البناء والقبر موضع البلاء والفناء وذو
امن ہی حاصل ہوگئی اور لحد پر کچی اینٹ یا بانس بہچادین اور پکی اینٹ اور لکڑیان مکروہ ہین کیونکہ یہہ دونو چیزین مضبوطی کے واسطے ہین اور قبر کہنگی اور فنا کی جگہہ ہے اور
الرحم المحرم اولى بوضع المرأة فان لم يكن فاهل الصلاح من الاجانب ويسجى قبرها بثوب حال الوضع حتى يجعل اللبن
عورتکو اوتارنی کی لئی محرم شخص اولی ہی اگر موجود نہو تو اجنبی پرہیزگار اور عورتکی قبر پر اوتارتی ہوی جب تک لحد کو چہاپ نچکین کپڑہ تنی
ونحوه على اللحد لان مبنى حالهن على الستر ولا يسجى قبر الرجل لان مبنى حالهم على الكشف ثم يهال عليه التراب ويسنم القبر
پردہ کئی رہین اسلئی کہ عورتون کی حال بنا ستر پر ہے اور مرد کی قبر پر پردہ نہین چاہیے اسلئے کہ مردونکے حال بنا کہلی ہونے پر ہے پہر اوسپر مٹی ڈالین اور قبر کو بالشت بہر اونچی
قدر شبر ولا يسطح ولا يزاد على التراب الذي خرج عن القبر ولا باس برش الماء عليه كيلا ينتشر التراب بالريح ويكره ان يبنى
اونٹ کیسی کوہان بناوین اور ہموار نکرین اور نہ اوپر مٹی سوائے قبر کی کہدی ہوی کی ملاوین اور اوسپر پانی چہڑکنی کا کچہہ مضایقہ نہین تاکہ مٹی ہوا سی نہ اوڑ جاوے اور مکروہ ہے کہ اوسپر مکان
عليه بيت او قبة او نحو ذلك وكذا يكره وطؤه والجلوس عليه والنوم لديه والصلوة اليه لما روى عن مرثد الغنوي
یا گنبد وغیرہ بناوین اور ایسی ہی پامال کرنا اوسپر بیٹہنا اور اوسکے پاس سونا اور اوسکی طرف نماز پڑہنی مکروہ ہے کیونکہ روایت ہی مرثد غنوی سے

انه علیه الصلوة والسلام قال لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیها ویکره الذبح عنده لما روی عن انس انه علیه الصلوة
که نبی علیه السلام نے فرمایا که قبر پر مت بیٹھو اور نه اوسکے طرف نماز پڑھو اور قبر کے پاس ذبح کرنا مکروہ ہے کیونکہ انس سے روایت ہے که نبی علیه السلام نے
والسلام قال لا عقر فی الاسلام وهو الذی کان یعقر عند القبر بقرة او شاة ویکره اتخاذ الضیافة من اهل المیت لکن
فرمایا که اسلام میں عقر نہیں ہے اور عقر وہ گائے یا بکری ہے جو قبر پر لیجا کر ذبح کرتے تھے اور میت کی اہل سے مہمانی کا لینا مکروہ ہے لیکن
یستحب لجیران المیت والاقرباء الاباعد تهیئة الطعام لهم والحاحهم فی الاکل لما روی عن ابن مسعود انه علیه السلام
میت کی ہمسایوں اور دور کی ناتہ داروں کو کھانا تیار کرنا اہل میت کیواسطے اور انکو منت کہلانا مستحب ہے اسواسطے کہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی علیه السلام نے
لما جاءه نعی جعفر بن ابی طالب قال اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد اتاهم ما یشغلهم ویستحب التعزیة لما روی عن ابن مسعود
جب خبر مرگ جعفر بن ابی طالب کی سنے تو فرمایا واسطے عیال جعفر کے کھانا تیار کرو که انکو ایسے خبر آئی ہے جس میں مشغول ہیں اور تعزیت مستحب ہے اسلئے کہ ابن مسعود سے روایت ہے
انه علیه الصلوة والسلام قال من عزی مصابا فله مثل اجره وکیفیة التعزیة ان یقال لمن مات له قریب اعظم الله
کہ نبی علیه السلام نے فرمایا جسنے مصیبت زدہ کی تعزیت کی تو اوسکو ویسا ہی اجر ہے اور کیفیت تعزیت کی یہہ ہے کہ اوس سے جسکا قریب گیا ہو کہے خدا تجکو اجر عظیم
اجرك واحسن عزاءك وغفر لمیتك ان کان المیت مکلفا والا لا یقول وغفر لمیتك ومن مات ولم یدفن ایاما بان وضع
عنایت کری اور تیری عزا نیک کردے اور تیری میت کو بخشے یہہ جبہی که اگر میت مکلف ہو اور نہیں تو یہہ نہ کہے تیری میت کو بخشے اور جو شخص مر جاوے اور چند روز مدفون نہو اسطور کہ
فی التابوت لیحمل من مصر الی مصر آخر فما لم یدفن لا یسئل لان السؤال لا یکون الا فیما یستقر فیه المیت حتی لو اکله
تابوت میں رکھا رہی تاکہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں لیجاویں سو جبتک دفن نہوگا سوال منکر نکیر کا بھی نہوگا اسواسطے کہ سوال وہاں ہوتا ہے جہاں میت قرار پکڑے یہانتک کہ اگر اوسکو
السبع یکون السؤال فی بطنه وهو لکل ذی روح من بنی آدم حتی الرضیع فانه یسئل فیلهمه الله الجواب وهل للانبیاء
درندہ کہا جاوی تو سوال اوسکے پیٹ میں ہوگا اور سوال بنی آدم میں سے ہر ایک جاندار سے ہوتا ہے یہانتک دودہ پیتے بچہ سے بھی سوال ہوتا ہے سو اللہ تعالی اوسکو جواب کہلا دیتا ہے اور آیا انبیا کو بہی
فی القبر سؤال قد ذکر فی الظهیریة ان الزاهد الصفار قال لیس فی هذا نص ولا خبر ودلیل نفی ذلک عنهم اظهر رزقنا
قبر میں سوال ہوا ہی سو ظہیریہ میں مذکور ہے کہ زاہد صفار کہتا ہے کہ اس باب میں نہ کوئی نص ہی اور نہ کوئی خبر اور اوسکے نفی کی دلیل ظاہر ہے الہی ہمکو
الله تعالی حسن الخاتمة عند الممات

المجلس السابع والخمسون فی بیان جواز زیارة القبور وعدم جوازها

مرتی وقت خاتمہ بالخیر آسان کر — ستاون مجلس — زیارت قبور کے جواز اور عدم جواز کے بیان میں

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه بریدة
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمکو قبروں پر جانے سے منع کیا تہا سو اب قبروں کی زیارت کیا کرو یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے بریدہ کی روایت ہے
وفیه تصریح بوقوع النهی فی اوائل الاسلام عن زیارة القبور لکونها مبدأ عبادة الاصنام وکان ابتداء ذلك
اور اسمیں تصریح ہے کہ اوائل اسلام میں زیارت قبور سے ممانعت ہوئی تہی اسلئے کہ یہہ ہی سبب بت پرستی کا ہے کہ پہلی پہل یہہ سخت مرض
الداء العضال فی قوم نوح النبی علیه السلام کما اخبر الله تعالی فی کتابه وقال نوح رب انهم عصونی واتبعوا من
نوح نبی علیه السلام کے امت میں پیدا ہوا تہا چنانچہ اللہ تعالی اپنی کتاب میں خبر دیتا ہے کہا نوح نے ای ربّ انہوں نے میرا کہا نمانا اور مانا ایسے کا
لم یزده ماله وولده الا خسارا ومکروا مکرا کبارا وقالوا لا تذرن آلهتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث
جسکو اوسکے مال اور اولاد نے اور بڑہا ٹوٹا اور داو کیا ہی بڑا داو اور بولے نہ چھوڑیو اپنی ٹہاکروں کو اور نہ چھوڑیو ود کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث
ویعوق ونسرا قال ابن عباس وغیره من السلف کان هؤلاء قوما صالحین فی قوم نوح النبی علیه السلام فلما ماتوا عکف
اور یعوق اور نسر کو ابن عباس وغیرہ سلف کہتے ہیں کہ یہہ لوگ نوح نبی علیه السلام کی امت میں صلحا تہی جب یہہ مرگئے تو
الناس علی قبورهم ثم صوروا تماثیلهم ثم طال علیهم الامد فعبدوهم فلما کان منشاء عبادة الاصنام من جهة القبور
لوگوں نے انکی قبر پر مجاور ہو کے بیٹہنا اختیار کیا پہر اونکی صورتکی تصویریں بنالیں پہر ایک زمانہ گذر گیا پہر تو انکو پوجنے لگے سو جبکہ منشا بت پرستی کا قبروں سے پیدا ہوا ہے

نهی النبی علیه الصلوة والسلام اصحابه فی اوائل الاسلام عن زیارة القبور سدًّا لذریعة الشرك لکونهم حدیث العهد
تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے یاروں کو اوائل اسلام میں زیارت قبور سے منع کر دیا تاکہ شرک کا وسیلہ بند ہو جاوے کیونکہ ان کو کفر چھوڑے تھوڑی مدت ہوئی تھی

بالکفر ثم لما تمکن التوحید فی قلوبهم اذن لهم فی زیارتها وعلمهم کیفیتها تارة بفعله وتارة بقوله وذلك فی الاحادیث
پھر جب توحید ان کے دلوں میں جم گئی تو ان کو زیارت قبور کی اجازت دی اور اس کی کیفیت سکھا دی کبھی کر کے کبھی کہہ کر اور یہ مضمون بہت حدیثوں میں

الکثیرة بعضها فی الاذن وبعضها فی التعلیم وفی ضمنها بیان الفائدة فاما التی فی الاذن فمنها ما روی عن ابی سعید
ہے بعضی درباب اذن ہیں اور بعضی درباب تعلیم اور اسی کے ضمن میں فوائد کا بیان بھی ہے پھر جو کہ درباب اذن ہیں ان میں سے ایک یہ ہے ابو سعید سے روایت ہے

انه علیه الصلوة والسلام قال انی کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فان فیها عبرة ومنها ما روی عن علی ابن
کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو تم زیارت کیا کرو کیونکہ اس میں عبرت ہے اور ایک یہ ہے علی ابن ابی طالب سے

ابی طالب انه علیه الصلوة والسلام قال انی کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فانها تذکرکم الاخرة ومنها ما روی
روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو تم زیارت کیا کرو کیونکہ تم کو آخرت یاد دلاتی ہے اور ایک یہ ہے

عن ابن مسعود انه علیه الصلوة والسلام قال کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فانها تزهد فی الدنیا ومنها
ابن مسعود کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو تم زیارت کیا کرو کیونکہ یہ دنیا چھڑاتی ہے اور ایک یہ ہے

ما روی عن ابی هریرة انه علیه الصلوة والسلام قال زوروا القبور فانها تذکر الموت ومنها ما روی عن بریدة انه علیه السلام
ابی ہریرہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا قبور کی زیارت کیا کرو کیونکہ موت یاد دلاتی ہے اور ایک یہ ہے بریدہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

قال کنت نهیتکم عن زیارة القبور فمن اراد ان یزور فلیزر ولا تقولوا هجرا واما التی فی التعلیم فمنها ما روی عن بریدة
میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب جو شخص زیارت قبور کا ارادہ کرے تو زیارت کرے اور بیہودہ مت کہا کرو اور وہ حدیثیں جو تعلیم کے باب میں ہیں سو ایک یہ ہے بریدہ کی روایت ہے

انه علیه الصلوة والسلام کان یعلمهم اذا خرجوا الی المقابر ان یقولوا السلام علیکم یا اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین
کہ نبی علیہ السلام سکھا دیتے تھے جب کوئی مقابر پر جاوے کہ کہو السلام علیکم اے اہل قبور مومنین اور مسلمین

وانا ان شاء الله بکم لاحقون انتم لنا سلف ونحن لکم تبع نسئل الله لنا ولکم العافیة ومنها ما روی عن ام المؤمنین
اور ہم ان شاء اللہ تمہارے پاس آتے ہیں تم ہمارے پیشوا ہو اور ہم تمہارے تابع ہیں مانگتے ہیں ہم اللہ سے اپنی اور تمہاری عافیت مانگتے ہیں اور ایک یہ ہے ام المؤمنین

عائشة انها قالت لرسول الله صلی الله علیه وسلم کیف اقول یا رسول الله فی زیارة القبور قال قولی السلام علی
عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ میں زیارت قبور میں کیا کہا کروں آپ نے فرمایا کہہ سلام

اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم الله المستقدمین منا ومنکم والمستاخرین وانا ان شاء الله بکم لاحقون ومنها
اہل دیار پر مومنین اور مسلمین میں سے اور اللہ رحمت کرے اگلوں پر ہم میں اور تم میں سے اور پچھلوں پر اور ہم ان شاء اللہ تمہارے پاس آتے ہیں اور ایک یہ ہے

ما روی عن ابی هریرة انه علیه الصلوة والسلام خرج الی المقبرة فقال السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء الله
ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام مقبرہ کو تشریف لے گئے سو آپ نے فرمایا سلام تم پر اے دار قوم مومنین اور ہم ان شاء اللہ

عن قریب منکم لاحقون ومنها ما روی عن ابن عباس رضی انه علیه الصلوة والسلام مر بقبور المدینة فاقبل علیهم فقال
جلد تم سے ملنے والے ہیں اور ایک یہ ہے ابن عباس کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ شریف کے مقابر پر کو آ گئے سو ادھر متوجہ ہو کر فرمایا

السلام علیکم یا اهل القبور یغفر الله لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر فانه علیه الصلوة والسلام بین فی هذه الاحادیث
سلام تم پر اے اہل قبور بخشے اللہ ہم کو اور تم کو تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمہارے پیچھے ہیں بے شک نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان حادیث میں

فائدة زیارة القبور وهی احسان الزائر الی نفسه والی اهل القبور اما احسانه الی نفسه فتذکر الموت والاخرة والزهد
زیارت قبور کا فائدہ بیان فرمایا اور وہ زیارت کرنے والے کی حق میں اور اہل قبور کے حق میں بھلائی ہے اپنے حق میں تو یہ بھلائی ہے موت کا اور آخرت کا یاد کرنا اور دنیا کو ترک کرنا

فی

في الدنيا والانتعاظ والاعتبار وأما احسانه الى اهل القبور فالسلام عليهم والدعاء لهم بالرحمة والمغفرة وسؤال العافية
دنیا کی اور پندپذیری اور عبرت اور اہل قبور کی حق میں بھلائی یہہ ہی اونپر سلام بھیجنا اور اونکی لئی رحمت اور مغفرت کی دعا کرنا اور عافیت کا سوال کرنا
قال عامة العلماء هذا في حق الرجال وأما النساء فلا يحل لهن ان يخرجن الى المقابر لما روي عن ابي هريرة انه عليه الصلوة والسلام
عامہ علما کہتی ہیں یہہ مردونکی حق میں ہی اور رہی عورتیں سو انکو حلال نہیں کہ مقابر میں جایا کریں اسلئی کہ ابوہریرہ سی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے
لعن زوارات القبور وذكر في نصاب الاحتساب ان القاضي سئل عن جواز خروج المرأة الى المقابر فقال لا تسئل
قبروں میں جانے والی عورتوں پر لعنت کی ہی اور نصاب الاحتساب میں ذکر کیا ہی کہ قاضی سی کسینی پوچھا کہ آیا عورتوں کو مقابر میں جانا جائز ہے قاضی نی جواب دیا اسی مقام میں
عن الجواز في مثل هذا وانما تسئل عن مقدار ما يلحقها من اللعن فانها اذا نوت الخروج كانت في لعنة الله تعالى
جواز کو کیا پوچھتا ہی یہہ پوچھ کہ عورتوں پر کتنی لعنت برستی ہے بیشک جب عورت جانی کی نیت کرتی ہی تو اللہ تعالے اور اوسکے
وملئكته واذا خرجت لحقتها الشياطين واذا اتت القبر يلعنها روح الميت واذا رجعت تكون في لعنة الله تعالى
فرشتوں کی لعنت میں جا داخل ہوتی ہی اور جب چلتی ہی تو شیاطین اوسکی ساتھ ہو جاتی ہیں اور جب قبر پر جا پہونچتی ہی تو میت کی روح لعنت کرتی ہے اور جب وہاں سی پہرتی ہی تو خدا اور فرشتوں کی لعنت میں
وملئكته حتى تعود الى منزلها وقد روي في الخبر ايما امرأة خرجت الى مقبرة يلعنها ملئكة السموات السبع والارضين
رہتی ہی جب تک اپنی گہر میں آوی اور روایت ہی حدیث میں جو عورت مقبرہ کو جاتی ہے تو اوس پر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کی فرشتے لعنت
السبع وايما امرأة دعت للميت بخير ولم تخرج من بيتها يعطيها الله تعالى ثواب حجة وعمرة وروي عن سلمان وابي هريرة
کرتی ہیں اور جو عورت میت کی لئی گہر میں بیٹھی ہی دعائی خیر کرتی ہے اوسکو اللہ تعالے ثواب ایک حج اور عمرہ کا دیتا ہے اور سلمان اور ابوہریرہ سی روایت ہے
انه عليه الصلوة والسلام ذات يوم خرج من المسجد فوقف على باب داره فاتت ابنته فاطمة رض فقال لها من
کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام ایک دن مسجد سے باہر آکر اپنی گہر کے دروازہ پر ٹہر گئے اس میں حضرت کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا آگئیں آپ نی پوچھا کہاں سے
اين جئت فقالت خرجت الى منزل فلانة التي ماتت فقال هل ذهبت قبرها فقالت معاذ الله ان افعل شيئا بعد
آتی ہی عرض کیا فلانی عورت کی گہر گئی تہی وہ جو مر گئی ہے فرمایا کیا اوسکے قبر پر گئی تہی عرض کیا خدا پناہ میں رکہی اس سے کہ میں ایسا کام کروں بعد
ما سمعت منك ما سمعت فقال لو ذهبت قبرها لم تريحي رائحة الجنة فعلى هذا كل من يريد ان يزور القبور من الرجال
اسکی کہ میں سن چکی ہوں آپ سے جو سنا ہی آپ نی فرمایا اگر تو قبر پر جاتی تو جنت کے خوشبو نسونگہتی اس بیان کی مطابق جو کہ زیارت قبور کا ارادہ کریگا
ينبغي ان لا يكون حظه من زيارته لها الطواف عليها كالبهائم بل ينبغي له اذا جاءها ان يسلم على اهلها ويخاطبهم
تو اوسکو چاہئے کہ اپنا حصہ زیارت قبور میں سی یہہ نہ سمجہی کہ جانوروں کی طرح قبر کا طواف ہی نہیں بلکہ یہہ چاہئی کہ جب قبر پر آوی تو مقبور پر سلام بہیجی اور حاضرون سے کی طرح
خطاب الحاضرين ويسال لهم الرحمة والمغفرة والعافية كما تقدم في الاحاديث ثم يعتبر بمن كان تحت التراب وانقطع
خطاب کری اور اونکی لئی خدا سی رحمت اور مغفرت اور عافیت مانگی جیسا کہ اوپر احادیث میں آچکا ہی پہر اوسکی حال سی جو مٹی تلی دب کر اہل و احباب سے
عن الاهل والاحباب وانه حين دخل القبر وابتلي بالسؤال هل اصاب في الجواب وكان قبره روضة من رياض الجنة
جدا ہو گیا ہے عبرت پکڑی کہ یہہ جو قبر میں داخل ہو کر سوال جواب میں گرفتار ہوا آیا اچھا جواب دیا کہ اوسکی قبر بہشت کی باغ کا ایک چمن ہو گئی ہو
او اخطأ في الجواب وكان قبره حفرة من حفر النار ثم يجعل نفسه كانه مات ودخل القبر وذهب عنه ماله واهله و
یا جواب میں چوک گیا کہ اوسکی قبر ایک گڑہا دوزخ کی گڑہوں میں سے ہو گئی ہو پہر اپنی ذات کو یہہ تصور کری کہ گویا میں مر گیا اور قبر میں داخل ہوا اور تمام مال اور اہل اور
ولده ومعارفه وبقي وحيدا فريدا وهو الان يسئل فماذا يجيب وماذا يكون حاله ويكون مشغولا بهذا الاعتبار مادام
اولاد اور دوست چھوٹ گئی اور میں اکیلا تنہا رہ گیا اور اب جیسا مجہسے سوال ہو رہا ہی اب کیا جواب دیتا ہوں اور میرا کیا حال ہوگا اسی عبرت میں مشغول رہی جب تک
هناك ويتعلق بمولاه في الخلاص من هذه الامور الخطيرة العظيمة ويلجأ اليه واما قراءة القرآن هناك فجوزها بعض
وہاں رہی اور اپنی مولی سی ان امور نہایت خوفناک سے چھٹکارہ کی واسطی متعلق ہو رہی اور اوسی کیطرف التجا کری اور قبر پر قرآن پڑہنا بعضی علما جائز بتاتی ہیں

العلماء ومنعها البعض الآخر وقالوا لا بد للزائر ان يكون مشغولا بالاعتبار وقراءة القرآن يحتاج صاحبها الى التدبر

اور بعضی منع کرتے ہیں رہی کہتی ہیں زائر کو چاہیے کہ عبرت میں لگا رہے اور قرآن پڑھنے والے کو اوس میں غور اور

واحضار الفكر فيما يتعلق بالاعتبار والفكر لا يجتمعان في قلب واحد في زمان واحد فان قال قائل اني اعتبر في وقت

فکر لگانا چاہیے جو پڑھتا ہے اور عبرت اور فکر دونو ایک دل کی اندر ایک وقت خاص میں جمع نہیں ہوتے اگر کوئی معترض کہے کہ ایک وقت عبرت پکڑتے

واقرأ في وقت آخر القرآن اذ ارى ان ينزل الرحمة فيرجى ان يلحق باهل القبور من تلك الرحمة شيء ينفعهم فالجواب عنه

اور دوسرے وقت قرآن پڑھتا ہوں اور حال یہ ہے کہ قرآن پڑھتے وقت اللہ کی رحمت اترتی ہے اس امید پر کہ اوس رحمت سے کچھ اہل قبور کو پہنچکر فائدہ بخشے تو اسکے جواب کئے

من وجوه الاول ان قراءة القرآن وان كانت عبادة لكن كون الزائر مشغولا بما تقدم عن الفكر والاعتبار في الموت وسوال

ہیں اول یہ کہ قرآن کا پڑھنا اگرچہ عبادت ہے پر زائر کا اوس وقت مشغول ہونا عبرت میں اور موت کی خوف میں اور منکر نکیر کے سوال وغیرہ میں

الملكين وغير ذلك عبادة ايضا والوقت ليس محلا الا لهذه العبادة فقط فلا يخرج من عبادة الى عبادة اخرى لا سيما

مشغول رہنا بھی عبادت ہے اور یہ وقت صرف اسی ہی عبادت کا ہے سو ایک عبادت کو چھوڑ کر دوسری میں نہ لگنا چاہیے خاص کر

لاجل الغير والثاني انه لو قرأ في بيته واهدى ثوابها اليهم بان قال بلسانه بعد فراغه من قراءته اللهم اجعل ثواب ما

دوسری کی واسطے دوسرا جواب یہ ہے کہ زائر اگر اپنی گھر میں قرآن پڑھکر ثواب اہل قبور کو بخشدے اسطور کہ قرآن پڑھنے سے فارغ ہو کر زبان سے کہے الٰہی اس قرأت کا ثواب

قرأته لاهل القبور لوصل اليهم ان هذا دعاء بوصول الثواب اليهم والدعاء يصل بلا خلاف فلا يحتاج ان يقرأ على قبورهم

اہل قبور کو پہنچادے تو البتہ یہ ثواب انکو پہنچیگا کیونکہ اہل قبور کو ثواب ملنے کی دعا ہے اور دعا بلا خلاف پہنچتی ہے سو کیا حاجت ہے کہ قرآن قبر ہی پر پڑھا جاوے

والثالث ان قراءته على قبورهم قد يكون سبب العذاب لبعضهم اذ كلما مرت آية لم يعمل بها يقال له اما قرأتها اما سمعتها

تیسرا جواب یہ ہے کہ قبروں پر قرآن پڑھنے سے کبھی کسی مردہ کو عذاب بھی ہونے لگتا ہے اسواسطے کہ جب ایسی آیت آویگی کہ اوس پر عمل نہیں کیا تو اوسکو کہینگے کیا یہ آیت تو نے

فكيف خالفتها ولم تعمل بها فيعذب لاجل مخالفته بها والرابع ان السنة لم ترد بها وكفى بها منعا فاذا كان كذلك فلا

پڑھی تھی اسکا خلاف کیونکر کیا اور اس پر عمل کیوں نکیا سو اس مخالفت کی باعث عذاب ہوگا اور چوتھا جواب یہ ہے کہ حدیث میں نہیں آیا اور منع کرنیکو یہی کافی ہے جب یہ بات ہوئی تو زائر کو چاہیے

بالزائر ان يتبع السنة ويقف عند ما شرع له ولا يتعداه فيكون محسنا الى نفسه والى اهل القبور لان زيارة القبور

لائق ہے کہ سنت کا تابع رہے اور شروع پر توقف کرے تجاوز نکرے تاکہ اپنا اور اہل قبور کا محسن ہووے اسلئے کہ زیارت قبور کے

نوعان زيارة شرعية وزيارة بدعية اما الزيارة الشرعية التي اذن فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم فالمقصود

دو طور ہیں زیارت شرعی اور زیارت بدعی زیارت شرعی تو وہی جسمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے پس مقصود

منها شيئان احدهما راجع الى الزائر وهو الاتعاظ والاعتبار والثاني راجع الى اهل القبور وهو ان يسلم عليهم الزائر ويدعو

اوس سے دو باتیں ہیں ایک تو فائدہ زائر کا ہے یعنی پند پذیری اور عبرت اور دوسرا فائدہ اہل قبور کا یعنی زائر اونکو سلام پہنچادے اور اونکی لئے دعا خیر

لهم واما الزيارة البدعية فهي زيارة القبور لاجل الصلوة عندها والطواف بها وتقبيلها واستلامها وتعفير الخدود

کرے اور زیارت بدعی یہ ہے کہ قبروں میں نماز پڑھنے کو جاوے اور اونکی طواف کرنیکو اور قبروں کی بوسہ اور چومنی کو اور منہ قبر پر

عليها واخذ ترابها ودعاء اصحابها والاستغاثة بهم وسوالهم النصر والرزق والعافية والولد وقضاء الدين وتفريج

ملنی کو اور وہاں کی مٹی لینی کو اور اہل قبور کو پکار کر اون سے مدد مانگنی کو اور اونسے یاری اور رزق اور عافیت اور اولاد اور ادای قرض اور کھلنا

الكربات واغاثة اللهفان وغير ذلك من الحاجات التي كان عباد الاصنام يسألون من اصنامهم فان اصل

سختیوں کا اور امداد بیچاروں کے اور سوای اسکے اور اور حاجتیں جو بت پرست اپنی بتوں سے مانگتی ہیں بیشک اصل اس

هذه الزيارة البدعية الشركية ماخوذ منهم وليس بشيء من ذلك مشروعا باتفاق علماء المسلمين اذ لم يفعله رسول الله

زیارت بدعی شرک کی بت پرستوں ہی سے ماخوذ ہے اور کوئی امر ان میں سے باتفاق تمام علماء مسلمین کے جائز نہیں ہے اسواسطے کہ نہ تو یہ رسول اللہ

العلمين ولا احد من الصحابة والتابعين وسائر ائمة الدين بل قد انكر الصحابة ما هو دون ذلك بكثير كما روي عن

عالمین نے کیا اور نہ کسی نے صحابہ اور تابعین میں سے اور نہ کسی نے تمام ائمہ دین میں سے بلکہ صحابہ نے انکار اس سے کمتر باتوں میں انکار کیا ہے چنانچہ

المعرور بن سويد ان عمر صلى صلوة الصبح في طريق مكة ثم رأى الناس يذهبون مذهبا فقال اين يذهب هؤلاء

معرور بن سوید سے روایت ہے کہ عمر نے صبح کی نماز مکہ کی رستہ میں پڑھی پھر لوگوں کو دیکھا کہ ایک طرف کو جاتے ہیں پوچھا یہ لوگ کہاں جاتے ہیں

فقيل مسجد اصلى فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم فهم يصلون فيه فقال انما هلك من كان قبلكم بمثل

کسی نے جواب دیا اوس مسجد میں جہاں رسول اللہ صلعم نے نماز پڑھی ہے سو یہ لوگ بھی وہاں نماز پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا پہلی امتیں ایسی ہی باتوں سے ہلاک ہوئی

هذا كانوا يتبعون آثار انبيائهم ويتخذونها كنائس وبيعا فمن ادركته الصلوة في هذه المساجد فليصلها فيها ومن

ہیں کہ اپنی اپنی انبیا کی آثار پر لگے رہتے تھے اور انہی کو کنیسہ اور بیع یعنی عبادتخانہ بناتے تھے پس جسکو وقت نماز کا ان مسجدوں میں ہو جاوے اوسی جگہ پڑھ لینی چاہئیے کہ یہاں نماز پڑھنے کا حکم

لا فليمض ولا يتعمدها وكذلك لما بلغه ان الناس يتناولون الشجرة التي بويع تحتها النبي عليه الصلوة والسلام ارسل اليها فقطعها

وقت نہو تو چلا جاوے اور خواہ مخواہ الوعشکری کا ارادہ نکرے اور ایسے ہی جب حضرت عمرؓ نے سنا کہ لوگ بار بار اوس درخت پر جاتے ہیں جسکے تلے نبی علیہ السلام کی بیعت لی تھی آپ نے آدمی بھیجکر اوسکو کٹوا دیا

فاذا كان عمر فعل هذا بالشجرة التي بايع الصحابة تحتها رسول الله صلى الله عليه وسلم وذكرها الله تعالى في القرآن حيث

پس جبکہ عمر نے اوس درخت کا یہ حال کیا جسکے تلے صحابہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی اور اللہ تعالی نے اوسکا ذکر قرآن میں کیا ہے چنانچہ

قال لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ اِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فماذا يكون حكمه فيما سواها ولقد جرد السلف الصالح

کہا ہے اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب بیعت کرتے تھے تجھسے اوس درخت کی نیچے اب اوروں کا کیا حال ہی اور بیشک سلف صالح نے توحید کو خوب

التوحيد وحموا جانبه حتى كانت الصحابة والتابعون حيث كانت الحجرة النبوية منفصلة عن المسجد الى زمن الوليد

صاف کیا ہی اور توحید کی جانب کو حمایت کے ہے یہاں تک کہ صحابہ اور تابعین اسوقت کہ حجرہ نبوی علیہ السلام مسجد سے الگ تہا ولید بن عبد الملک کے عہد تک

بن عبد الملك لا يدخل فيها احد لا لصلوة ولا لدعاء ولا لشيء آخر مما هو من جنس العبادة بل كانوا يفعلون جميع

کوئی اوس حجرہ میں نہیں گہستا تہا نہ تو نماز کی غرض سے اور نہ دعا کی اور نہ کسی اور کام کو جو عبادت کی جنس کا ہو بلکہ وہ لوگ یہ تمام عبادت

ذلك في المسجد وكان احدهم اذا سلم على النبي عليه السلام واراد الدعاء استقبل القبلة وجعل ظهره الى جدار القبر

مسجد میں کیا کرتی تھی اور ہر ایک کا یہ حال تھا کہ جب نبی علیہ السلام پر درود پڑھکر دعا مانگتا تو قبلہ کیطرف متوجہ ہوتا اور اپنی پشت قبر شریف کی دیوار کے طرف کرتا

ثم دعا وهذا مما لا نزاع فيه بين العلماء وانما نزاعهم في وقت السلام عليه قال ابو حنيفة يستقبل القبلة عند السلام

تو دعا مانگتا اور یہ تو وہ مقدمہ ہی کہ اس میں علما کو کچھ بحث نہیں ہی بحث اس میں ہی کہ درود پڑھتے ہوئے کیا کرے امام ابو حنیفہ کہتے ہیں ہر وقت درود کی بھی قبلہ کیطرف متوجہ رہنا

ايضا ولا يستقبل القبر وقال غيره لا يستقبل القبر عند الدعاء بل قالوا انه يستقبل القبلة وقت الدعاء ولا يستقبل

چاہئی اور قبر کی طرف توجہ نہیں چاہیے اور اور کہتے ہیں دعا میں استقبال قبر کا نکرے بلکہ کہتے ہیں دعا میں قبلہ کیطرف متوجہ ہونا چاہیے اور قبر کی طرف

القبر حتى لا يكون الدعاء عند القبر فان الدعاء عبادة كما ثبت بالحديث المرفوع ان الدعاء هو العبادة والسلف الصالح

مونہہ کرکے کھڑا ہو تا کہ دعا قبر کی طرف نہ واقع ہو کیونکہ دعا عبادت ہوتی ہی چنانچہ حدیث مرفوع سے ثابت ہی کہ دعا عبادت سے ہی اور سلف صالح

من الصحابة والتابعين جعلوا العبادة خالصة لله تعالى ولم يفعلوا عند القبور شيئا منها الا ما اذن فيه النبي عليه

یعنی صحابہ اور تابعین نے عبادت کو خاص واسطے اللہ کے ٹہیرایا ہے اور اونہوں نے عبادتوں میں سے قبروں پر جا کر کچھ نہیں کیا مگر وہی جسکی نبی علیہ السلام

الصلوة والسلام من السلام على اصحابها وسؤال الرحمة والمغفرة والعافية من الله لهم وسبب ذلك ان الميت قد انقطع

نے اجازت دی ہی یعنی اہل قبور پر سلام اور اللہ سے اونکی لئے رحمت و مغفرت اور آرام مانگنا اور سبب اسکا یہ ہی کہ میت کے اعمال تو منقطع

عمله وهو يحتاج الى من يدعو له ويشفع لاجله ولهذا شرع في الصلوة عليه من الدعاء له وجوبا او ندبا ما لم يشرع

ہوچکے ہیں ثواب وسکو یہ حاجت ہی کہ کوئی اوسکے لئے دعا مانگے اور شفاعت کرے اسی لئے میت کے واسطے وہ دعا وجوبا یا ندبا ثابت ہیں کہ اوس قسم کے

مثله في الدعاء للحي فانا لما كنا اذا قمنا الى جنازة ندعو له ونشفع لاجله فبعد الدفن اولى ان ندعو له ونشفع لانه
دعا دینے کی واسطے جائز نہیں سو ہم لوگ جب اوسکے جنازہ پہ کہڑے ہو کر اوسکے واسطے دعا مانگتے ہیں اور اوسکی شفاعت کرتے ہیں تو دفن کیے بعد بہت خوب ہے کہ اوسکے لیے دعا مانگیں اور شفاعت
في قبره بعد الدفن اشد احتياجا الى الدعاء له منه على نعشه لانه حينئذ معرض للسوال وغيره على ما روي عن عثمان
کریں کیونکہ بعد دفن کے دعا کا بہت ہی محتاج ہے کہ اتنا نعش پر نہیں تھا کیونکہ اب وہ سوال وغیرہ در پیش ہے چنانچہ روایت عثمان
بن عفان انه عليه الصلوة والسلام كان اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه وقال استغفروا لاخيكم واسألوا له
بن عفان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفنا کر فارغ ہوتے تو اوسی جگہ توقف کر کر فرماتے مغفرت مانگو اپنی بہائی کیلئے یہہ دعا کرو
التثبيت فانه الان يسئل وروي عن سفيان الثوري انه قال اذا سئل الميت من ربك تراءى له الشيطان في صورة
کہ وہ ثابت رہے کیونکہ اب اوس سے سوال ہوگا اور سفیان ثوری سے روایت ہے کہ وہ کہتا تھا جب میت سے سوال کیا جاتا ہے تیرا رب کون ہے تو اوسکو شیطان صورت بنا کر
ويشير الى نفسه اني انا ربك قال الترمذي هذه فتنة عظيمة ولذلك كان النبي عليه الصلوة والسلام يدعو بالثبات
نظر آتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تیرا رب میں ہوں ترمذی کہتا ہے یہہ بڑا فتنہ ہے اسیلیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ثبات کی دعا مانگا کرتے تھے کہ
اللهم ثبت عند المسئلة منطقه وافتح ابواب السماء لروحه وكان يستحبون اذا وضع الميت في اللحد ان يقال اللهم
الٰہی سوال کے وقت اوسکی بات کو ثابت رکھیو اور اوسکی روح پر آسمان کے دروازہ کہول دے اور بہت نیک جانتے تھے کہ میت کو لحد کے اندر رکھ کر یہہ دعا مانگیں الٰہی
اعذه من الشيطان الرجيم فهذه سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم في اهل القبور بضعا وعشرين سنة
اوسکو شیطان رجیم سے بچا بس یہہ ہی طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل قبور کے حق میں کئی اوپر بیس سال رہا
وهذه سنة الخلفاء الراشدين وطريقة جميع الصحابة والتابعين فبدل اهل البدع والضلال قولا غير الذي قيل
اور یہہ ہی سنت خلفاء راشدین اور طریقہ تمام صحابہ اور تابعین کا ہے پہر گمراہ بدعتیوں نے وہ بات جو اون سے کہی گئی تہی بدل ڈالی
لهم فانهم قصدوا بالزيارة التي شرعها رسول الله صلى الله عليه وسلم احسانا الى الميت والى الزائر سوالهم بالميت و
انکی مراد زیارت سے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت اور زائر کی حق میں نیک سمجھ کر جاری کیا تھا یہہ ہے کہ میت سے سوال
الاستعانة به وليس هذا الا الفتنة التي قال فيها عبد الله بن مسعود كيف اذا لبستكم فتنة يهرم فيها الكبير
اور استعانت کرنا اور یہہ وہی فتنہ ہے جسمیں عبد اللہ ابن مسعود نے کہا ہے کیا حال ہوگا جب تمکو فتنہ ڈہانپ لیگا جسمیں بڑا بڈہا ہو جاوے
وينشأ فيه الصغير تجري على الناس تتخذونها سنة اذا غيرت قيل غيرت السنة قال ابن القيم في اغاثته هذا يدل
اور بچہ جوان ہو جاوے لوگوں پر جو گذرے گا اوسکو سنت ٹہرا لینگے اگر اوسکو بدلیں تو یہہ کہیں سنت بدل ڈالی ابن قیم اغاثہ میں کہتا ہے ابن مسعود کے
على ان العمل اذا جرى على خلاف السنة فلا اعتبار ولا التفات اليه وقد جرى العمل على خلاف السنة منذ زمن طويل
اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جب عمل طریق سنت کے خلاف ہونے لگے تو وہ کچھ اعتبار نہیں اور اوسکی طرف کچھ توجہ ہے اور مدت دراز سے عمل برخلاف سنت ہو رہا ہے
فاذن لا بد ان تكون شديد التوقي من محدثات الامور وان اتفق عليه الجمهور فلا يغرنك اطباقهم على ما احدث
سو بے خواہ مخواہ محدثات امور یعنی بدعات سے بہت ہی بچا چاہیئے اگرچہ اوس پر جمہور متفق ہوں اونکی اتفاق پر مت بہولنا کہ بدعات پر جو
بعد الصحابة بل ينبغي لك ان تكون حريصا على التفتيش عن احوالهم واعمالهم فان اعلم الناس واقربهم الى الله اشبههم بهم
بعد صحابہ کی پیدا ہوئی ہیں اکہٹے ہو گئے ہیں بلکہ تجہکو ضرور ہے کہ اونکی احوال اور اعمال کی خوب تفتیش کرتا رہے کیونکہ سب میں بڑا عالم اور اللہ تعالیٰ کا بڑا مقرب وہی ہے جو اونکی ساتہ
واعلمهم بطريقتهم اذ منهم اخذ الدين وهم اصول في نقل الشريعة من صاحب الشرع فلا بد لك ان لا تكترث بمخالفة
خوب مشابہ ہو اور اونکی طریقہ سے خوب واقف ہو اسواسطے کہ دین اونہی سے حاصل ہوا ہے اور وہی صاحب شرع سے شریعت نقل کرنے میں اصل ہیں سو تجہکو لازم ہے کہ اپنی اہل عصر کی مخالفت کا
لاهل عصرك في موافقتك لاهل عصر النبي عليه السلام اذ قد جاء في الحديث اذا اختلف الناس فعليكم بالسواد الاعظم
صحابہ کی موافقت میں کچہہ فکر نکرے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمیوں میں دو راہ ہو جاویں تو بڑی انبوہ کو لو

قال

قال عبد الرحمن بن اسمعیل المعروف بابی شامة حیث جاء الامر بلزوم الجماعة فالمراد به لزوم الحق واتباعه وان کان
عبد الرحمن بن اسمعیل جو ابو شامہ مشہور ہیں کہتا ہی جس جگہہ لزوم جماعت کا حکم ہے تو مراد اوس سے لزوم حق کی جانب کا اور حق کا اتباع ہی اگرچہ
المتمسك قلیلا والمخالف له کثیرا الا ان الحق ما کان علیه الجماعة الاولی وهم الصحابة ولا عبرة الی کثرة الباطل
حق والی تہوڑی اور اوسکی مخالف بہت ہون یادرہی حق وہ ہی جسپر جماعت اولی رہی ہے یعنے صحابہ اور اونکی بعد جو باطل بہت ہو پہیل گیا اوسکا
بعدهم وقد قال الفضیل بن عیاض ما معناه الزم طرق الهدی ولا یضرك قلة السالکین وایاك وطرق الضلالة
کچہہ اعتبار نہین اور فضیل بن عیاض نی ایسی بات کہی ہی کہ معنی اوسکی یہہ ہین راہ ہدایت پہ لگا رہ اسکی چلنی والون کی کمی سی تجہکو کچہہ خلل نہوگا اور گمراہی کی رستونسی بچا رہ
ولا تغتر بکثرة الهالکین وقال ابن مسعود انتم فی زمان خیرکم فیه المتسارع فی الامور وسیاتی زمان بعدکم
اور ہالکین کی کثرت سی دہوکہ مین نہ آنا اور ابن مسعود کہتا ہی تم ایسے زمانہ مین ہو جسمین بہتر وہ شخص ہے جو عمل مین جلدی کری اور تمہارے بعد ایسی زمانہ آتا ہی
خیرکم فیه المثبت المتوقف لکثرة الشبهات قال الامام الغزالی لقد صدق لان من لم یثبت فی هذا الزمان بل
کہ بہتر اوسمین وہ شخص ہوگا جو ثابت رہے اور توقف کری بسبب کثرت شبہات کے امام غزالی کہتی ہین کہ بیشک سچ کہا ہے اسلئے کہ جو شخص اس زمانہ مین ثابت نہ رہے بلکہ
وافق الجماهیر فیما هم فیه وخاض فیما خاضوا فیه یهلك کما هلکوا فان اصل الدین وعمدته وقوامه لیس بکثرة
جمہور کا ساتہہ دی جو وہ کر رہی ہین اور انکی حرکات مین غور کرنے لگی تو ہلاک ہو جائیگا جیسے وہ ہلاک ہوئے کیونکہ دین کی اصل اور عمدگی اور استواری
العبادة والتلاوة والمجاهدة بالجوع وغیره وانما هو باحترازه من الافات والعاهات التی یاتی علیه من البدع و
عبادت اور تلاوت کی کثرت سی اور بہوکہ پیاسی رہ کر مجاہدہ کرنے سی نہین ہے دین کی استواری صرف ان آفات اور صدمات سے بچنی سی ہے جو اوسپر بدعتون اور
المحدثات التی یؤدی الی تبدله وتغیره کما تبدل وتغیر ادیان الرسل علیهم السلام من قبل بسبب ذلك فعلی هذا
نئی نئی باتین گذرتی ہین جسمین دین تمام بدل سدل جاتا ہی جیسے پہلی رسل علیہم السلام کی دین اسہی سبب سے بدل گئے ہین اسلئے اسکی موافق
ینبغی المؤمن ان لا یغتر ویستدل بقوة تصمیمه علی شیء وکثرة عبادته انه علی الحق فان تصمیمه علیه وعدم رجوعه عنه
مومن شخص کو چاہئی کہ فریب مین آکر اپنی قوت تصمیم سے کسی شی پر اور اپنی کثرت عبادت سی یہہ استدلال نکری کہ وہ حق پر ہے کیونکہ اوسکا تصمیم کسی بات پر اور اوس سے رجوع نکرنا
ولو نشر بالمناشیر لا یدل علی کونه علی الحق فیه لان جزمه وتصمیمه علیه لیس من حیث کونه حقا بل من حیث
اگرچہ دو ٹکرون مین چیرا جاوے یہہ دلالت نہین کرتا کہ اس باب مین حق پر ہے کیونکہ اوسکا جزم اور تصمیم اوس پر اسلئے نہین ہے کہ وہ حق ہی بلکہ اس جہت سے ہے
نشأته بین قوم یدینون به وللنشأة والمخالطة اثر عظیم فی تصمیم شیء حقا کان او باطلا الا تری ان مثل هذا
کہ وہ ایسی قوم مین پیدا ہوا ہی کہ وہ اوس امر کو دین سمجہتی ہین اور پیدائش اور ملنی جلنی اور صحبت کو ہر شی کی تصمیم مین خواہ حق ہو یا باطل بڑا اثر ہوتا ہی کیا دیکہتا نہین کہ ایسی ہی
التصمیم یوجد عامة من ذوی الجهل المرکب کالیهود والنصاری ومن فی معناهم وان کان کذلك فالواجب علی کل
تصمیم تمام عام لوگ جہل مرکبون مین جیسے یہود اور نصاری اور جو انکی مثال ہین سب مین موجود ہی جب یہہ حال ہے تو ہر ہر مسلم پر اس زمانہ مین
مسلم فی هذا الزمان ان یحترز عن الاغترار والمیل الی شیء من البدع والمحدثات ویصون دینه من العوائد التی
واجب ہی کہ ایسے شبہات اور بدعات اور محدثات کی رغبت سے بچتا رہے اور اپنی دین کو عادات سے جن سے
استانس بها ورُبّی علیها فانها سم قاتل قل من سلم من افاتها وظهر له الحق معها الا تری ان قریشا لاجل العوائد التی الفتها
مالوف ہو رہا ہی اور اسہی مین پرورش پائی ہتہ بچاوی کیونکہ یہہ زہر قاتل ہی اسکی آفت سی کم بچتی ہین اور رعادات مین حق کم ظاہر ہوتا ہی کیا دیکہتا نہین کہ قریش نے انہین عادات کے مارے جنکی انکی نفس
نفوسهم انکروا علی النبی صلی الله علیه وسلم ما جاء به من الهدی والبیان وکان ذلك سببا لکفرهم وطغیانهم ولذلك
اونکی جان لگی ہوئی تہی نبی علیہ الصلوۃ والسلام اور اونکی ہدایت اور بیان کو نمانا اور اسہی سبب سے کافر ہو گئے اور سرکشی کی اور اسہی لئے
کان ابن مسعود یقول ایاکم وما یحدث من البدع فان الدین لا یذهب بمرة من القلوب بل الشیطن یحدث لکم
ابن مسعود کہا کرتے تہے نئی بدعات سے بچو کیونکہ دین ایکبارگی دلون مین سے نہین جاویگا بلکہ شیطان تمہاری لئے بدعتین نکالتا جاویگا

بدعا حتی یذهب الایمان من قلوبکم نسئل الله تعالی ان یرینا الحق حقا ویرزقنا اتباعه ویرینا الباطل باطلا و

آخر ہوتی ہوتی تمہارے دلونمیں سے ایمان نکل جاویگا ہم خدا سے چاہتے ہیں کہ ہمپر حق کو حق ظاہر کردے اور اوسکا اتباع نصیب کرے اور ہم پر باطل کو

یرزقنا اجتنابه المجلس الثامن والخمسون فی بیان ذکر الموت ولزوم الاستعداد له قال رسول

باطل ظاہر کردے اور اوس سے اجتناب نصیب کرے۔ اٹھاون مجلس موت کی یادگاری اور اوسکی تیاری کی لزوم میں رسول اللہ

الله صلی الله علیه وسلم اکثروا ذکر هاذم اللذات الموت هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه ابو هریرة

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت کیا کرو یادگاری شے لذت شکن کی یعنی موت کی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں سے ہے ابوہریرہ کی روایت

ومعناه ان الموت یکسر کل لذة فاکثروا ذکره حتی تستعدوا له فان قوله علیه الصلوة والسلام اکثروا ذکر

سے اسکے یہہ معنے ہیں کہ موت ہر لذت کو توڑ دیتی ہے سو اسکو ہر وقت یاد رکھو تاکہ اوسکے سامان میں لگو بیشک قول علیہ السلام کا کہ اکثر ذکر رکھو

هاذم اللذات کلام وجیز مختصر لکن جمع فیها جمیع المواعظ فان من ذکر الموت حقیقة ینقص علیه لذة الحاضرة

لذات توڑنے والیکا کلام نہایت مختصر ہے پر اسمیں تمام مواعظ بھر دی ہیں کیونکہ جو شخص حقیقت میں موت کو یاد رکھیگا تو اوسے لذت حالیہ

ویمنعه من تمنیها فی المستقبل ویزهده فیما کان یؤمله منها لکن النفوس الراکدة والقلوب الغافلة تحتاج الی تکثیر

کم ہو جاویگی اور اوسکو آئندہ کی آرزو سے بند کردیگی اور جو امیدیں لگاتا ہو گا سب چھوڑا دیگی پر نفوس سست اور غافل دلونکو یہہ حاجت ہے

اللفظ وتطویل الوعظ والا ففی قوله علیه الصلوة والسلام اکثروا ذکر هاذم اللذات الموت مع قوله تعالی کل نفس ذائقة

کہ عبارت دراز اور وعظ طویل ہو نہیں تو حدیث کی اس جملہ میں زیادہ کرو یادگاری لذات توڑنے والیکی جو موت ہے ہمراہ اس آیت کے

الموت ما یکفی السامع له والناظر فیه لان ذکر الموت یورث استشعار الانزعاج عن هذه الدار الفانیة والتوجه فی کل

ہر جان چکھنے والی ہے موت کو اسقدر مضمون ہے کہ سمجھنے والیکو اور غور کرنے والے کو کافی ہے اسلئے کہ موت کی یاد کرنے میں اس دار فانی سے اُٹھ جانیکے اور

لحظة الی الدار الباقیة اذ قد قال العلماء الموت لیس بعدم محض وفناء صرف وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقته

ہر لحظہ دار باقی کیطرف متوجہ رہنے کی عقل پیدا ہوتی ہے اسواسطے کہ علما کہتے ہیں کہ موت نرا عدم اور صرف فنا ہی نہیں ہے بلکہ موت کیا ہے

عنه وتبدل من حال الی حال وانتقال من دار الی دار وهو من اعظم المصائب وقد سماه الله تعالی مصیبة حیث قال

تعلق روح کا بدن سے چھوٹ جانا اور روح کا بدن سے جدا ہونا اور ایک حال کا دوسری حال ہو بدل جانا اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلا جانا اور موت سب سے

فاصابتکم مصیبة الموت فالموت هو المصیبة العظمی واعظم منه الغفلة عنه وعدم ذکره وقلة التفکر فیه مع

بڑی مصیبت ہے اور اللہ تعالی نے بھی اسکا نام مصیبت رکھا ہے جہاں فرمایا پھر آوے تمپر مصیبت موت کی پس موت ہی بڑی مصیبت ہے اور اوس سے بڑھ کر موت سے غفلت ہے

ان فیه وحده لعبرة لمن اعتبر وقد قال القرطبی فی تذکرته ان الامة اجتمعت علی ان الموت لیس له سن معلوم ولا زمن

یاد نکرنا اور اوسمیں فکر نہ لگانا باوجودیکہ صرف اوسمیں عبرت ہے اوس والیکو بڑی عبرت ہے اور قرطبی نے اپنی تذکرہ میں کہا ہے کہ تمام امت بالاتفاق جانتی ہے کہ موت کا کوئی سال معین نہیں اور نہ

معلوم ولا مرض معلوم وانما کان کذلک لیکون المرء علی هیبة منه مستعدا له لکن من غلب علیه حب الدنیا والانهماک

زمانہ معلوم اور نہ کوئی مرض مقرر اور یہہ اسلئے ہے تاکہ آدمی ہر دم اوس سے ڈرتا اور سامان کرتا رہے لیکن جسپر دنیا کی محبت غالب ہو گئے اور اوسکی لذتونمیں

فی لذاتها لا محالة یغفل عن ذکره ولا یذکره بل اذا ذکر عنده یکرهه وینفر عنه طبعه لان غلبة حب الدنیا فی قلبه

کھپ گیا ہے بیشک اوسکی یاد سے غافل ہے کبھی یاد نہیں کرتا بلکہ اوسکے پاس اگر موت کا ذکر آئی تو ناخوش ہوتا ہے اور اوسکی طبیعت کو نفرت ہوتی ہے اسلئے کہ اوسکے دل میں دنیا کی

ورسوخ علائقها فیه یمنع عن التفکر فی الموت الذی هو سبب مفارقتها ولا یحب ذکره وان ذکره یذکره للتاسف علی الدنیا

محبت کا غلبہ اور دنیا کی مضبوط علاقے موت کی فکر سے روک دیتی ہیں جو کہ سبب دنیا کی مفارقت کا ہے اور اوسکا ذکر اچھا نہیں لگتا اور اگر موت کو یاد بھی کرتا ہے تو دنیا کی تاسف پر

ویشتغل بذمه ویزید ذکره بعدا من الله تعالی اذ قد ورد فی الحدیث ان من کره لقاء الله تعالی کره الله لقاءه ومع هذا

موت کی برائیاں کرتا ہے اور موت یاد کرنا اللہ تعالی سے اور بھی دور کر دیتا ہے سو اسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالی کی ملاقات کو مکروہ جانتا ہے اللہ تعالی اوسکے صورت دیکھنی

فذکره

فتذكره للموت خير له لان تذكر الموت ينقص عليه نعيمه ويكدر عليه صفوة لذته فكل ما يكدر على الانسان لذاته وينغص

مگر وہ کہتا ہی تسپر بھی موت کا یاد کرنا بہتر ہی اسلئے کہ موت کو یاد رکھنی ہی دنیا کا عیش ناقص اور مشتا لذت مکدر ہو جاتی ہی اسلئے ہر چیز انسان کی لذت کو مکدر۔ اور شہوت کو ناقص

عليه شهوته فهو من اسباب سعادته ولذا قال النبي عليه الصلوة والسلام اكثروا ذكر هاذم اللذات لان الانسان لا ينفك

کرے وہ ہی اسباب سعادت میں سے ہی اسیلئے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہی بہت یاد کرو توڑنے والی لذت کو اسلئے کہ انسان دو حالت سے خالی

عن حالتين اما في ضيق ومحنة او في سعة ونعمة فان كان في ضيق ومحنة فذكر الموت يسهل عليه ما هو فيه بانه

نہیں ہوتا یا تنگی اور محنت میں یا فراخی اور نعمت میں پس اگر شخص تنگی اور محنت میں ہی تو موت کا یاد کرنا اسپر تنگی اور محنت کو آسان کرتا ہی

يزول ولا يدوم والموت اصعب منه وان كان في سعة ونعمة فذكر الموت يمنعه عن الاغترار بها والسكون اليها كما

کہ یہ سب فنا ہونیوالا ہی ہمیشہ کو نہیں ہی اور موت اوس سے سخت ہی اور اگر فراخی اور نعمت میں ہی تو موت کا یاد کرنا اوسکو دنیا کی فریفتگی سے اور دلکی لگاوٹ سے باز رکھتا ہی چنانچہ

روى انه عليه الصلوة والسلام قال كفى بالموت واعظا وقال اللقمان من اكثر ذكر الموت اكرم بثلثة اشياء تعجيل

روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا موت نصیحت کرنیکو کفایت کرتی ہی لقمان کہتا ہی جو شخص موت کو بہت یاد رکھیگا تو اوسکو تین باتیں حاصل ہونگی جلدی

التوبة وقناعة القلب ونشاط العبادة ومن نسي الموت عوقب بثلثة اشياء تسويف التوبة والحرص على الدنيا

توبہ اور دل میں قناعت اور عبادت میں سرور اور جو موت کو بھولا رہیگا تو وہ تین باتوں میں مبتلا رہیگا توبہ کی تاخیر دنیا کا لالچ

والتكاسل في العبادة وقالت ام المؤمنين عائشة رض يا رسول الله هل يحشر مع الشهداء احد قال نعم من يذكر الموت

عبادت میں سستی ام المؤمنین عائشہ رض نے پوچھا یا رسول اللہ کوئی شہداء کے ساتھ بھی اوٹھیگا فرمایا ہاں جو ہر روز

في اليوم والليلة عشرين مرة وسبب النيل الى هذه الفضيلة ان ذكر الموت يوجب التجافي عن الدنيا والاستعداد

رات دن میں موت کو بیس دفعہ یاد کرلے اور سبب حاصل اس رتبہ کا یہ ہے کہ موت کی یادگاری دنیا سے الگ کر دیتی ہی اور آخرت کے سامان میں لگاتی ہے

للآخرة والغفلة عنه تدعو الى الانهماك في شهوات الدنيا ولذاتها ونسيان الآخرة وقد قال النبي عليه الصلوة و

اور موت کی غفلت دنیا کی شہوات اور لذات میں ڈبو دیتی ہے اور آخرت کو بھلا دیتی ہے اور بیشک نبی علیہ السلام نے

السلام لابن عمر كن في الدنيا كانك غريب او عابر سبيل فكانه عليه الصلوة والسلام قال له انك مسافر ستسافر الى

ابن عمر کو فرمایا دنیا میں ایسا رہ جیسے مسافر یا رستہ چلتا پس گویا نبی علیہ السلام نے اوس سے یہ کہا تو مسافر ہی عنقریب جلد آخرت کا

الآخرة فلا تتخذ الدنيا وطنا ولا تميل الى حظوظها وحطامها واغتنم صحتك واصرفها في طاعة الله تعالى و

سفر کرتا ہی سو دنیا کو وطن مت بنا اور دنیا کی لذات اور مال اسباب پر رغبت مت کر اور اپنے صحت کو غنیمت سمجھکر اللہ تعالی کی طاعت میں صرف کر

اجتهد ان تقدم في حياتك ما تقربه عينك يوم الجزاء وذلك انما يحصل بذكر الموت فلذلك كان ذكر الموت

اور کوشش کر کہ اپنی زندگی میں پہلے ایسے عمل کرلے جس میں قیامت کی دن تیرے آنکھ ٹھنڈی رہے اور یہ بات عابدوں ذکر موت سے حاصل ہوتی ہی اسلئے موت کا یاد کرنا

افضل النعم وغفلة الناس عنه لقلة فكرهم فيه وعدم ذكرهم له ومن يذكره لا يذكره بقلب فارغ بل بقلب

بہت افضل اور نافع ہی اور لوگوں کی غفلت صرف کوتاہی فکر اور موت کو یاد نکرنی سی ہے اور جو یاد کرتا ہی تو صفائی دلسے یاد نہیں کرتا بلکہ دل میں

مشغول باشغال الدنيا فلا ينفع ذكره في قلبه مع ان الواجب على العبد ان يفرغ قلبه عن كل شيء الا عن ذكر الموت

دنیا کی خیالات بھری ہوتی ہیں تو ویسے موت کا ایسا یاد کرنا فائدہ نہیں کرتا باوجودیکہ انسان پر واجب ہی کہ اپنی دلکو سب خیالات سے سوای ذکر موت کے

الذي هو بين يديه فانه اذا ذكره بقلب فارغ يوشك ان يؤثر فيه وعند ذلك يقل فرحه وسروره بالدنيا وينكسر قلبه

جو سامنی کھڑی ہی خالی کردے بیشک انسان اگر فارغ دل ہوکر موت کو یاد کریگا تو وسمیں تاثیر جلد معلوم ہوگی اور اب دنیا کی فرحت اور سرور کمتی ہوتا جاویگا اور دل ٹوٹ جاویگا

فان من كان اسير النفس مصرا على الذنوب يجب عليه ان يجتهد في اصلاح نفسه بمداواة قلبه فان مداوات

پس جو شخص نفس کا قید گناہوں پر قائم ہو رہا ہی اوسکو واجب ہے کہ اپنی دل کی علاج کی واسطے اصلاح نفس کے مشقت اٹھایا کرے کیونکہ دلوں کی دوا کرنے واجب ہے

القلوب واجبة لاسیما اذا کان قاسیة فعلاجها باربعة اشیاء اذ قد قال العلماء اذا کانت القلوب قاسیة
کیونکہ دلون کی دوا کرنی واجب ہے خاص ایسی وقت مین کہ وہ سخت ہوجاوین پہر اوسکا علاج چار چیزسی ہی اسلئی کہ علما کہتی ہین کہ جب دل سخت ہوجاوین تو ایسی

فعلی اصحابها ان یلتزموا باربعة الاول حضور مجالس العلم التی یکثر فیها دعوة الخلق من الدنیا الی الاخرة ومن
لوگون کو چاہئی کہ چار چیزونکو لازم کرلین اول علم کی ایسی مجلسون مین حاضر ہونا جسمین خلق کی رہنمائی دنیا سی آخرت کے طرف اور

المعصیة الی الطاعة فان ذلك مما تلین القلوب ویخشع فیها والثانی ذکر الموت الذی هو هازم اللذات ومفرق
معصیت سی طاعت کی طرف بہت ہوتی ہو کیونکہ اس سی اون مین نرمی اور درد پیدا ہوتا ہی اور دوسرا موت کا یاد رکہنا جو کہ لذتون کو توڑنے والی ہی اور

الجماعات وموتم للبنین والبنات والثالث مشاهدة المحتضرین فان النظر الی المحتضر ومشاهدة سکراته ونزعاته
جماعات کو پراگندہ کرتی ہی اور بیٹیا بیٹے کو چھوڑا دیتی ہی اور تیسری مرتی ہوؤنکا حالت نزع مین دیکہنا کیونکہ مشاہدہ کرنا سکتے کا اور دیکہنا اوسکے ہچکیون اور نزع کا

وتامل صورته بعد موته یقطع عن النفوس لذاتها وعن القلوب مسراتها ویمنع الاجفان من النوم والابدان
اور غور کرنا اوسکی صورت کا بعد موت کے نفوس کو لذات سی اور قلوب کو مسرات سی اور پلکون کو نیند سے اور بدن کو

من الراحة ویبعث علی الطاعات فهذه ثلثة امور ینبغی لمن کان قاسی القلب واسیر النفس مصرا علی الذنوب
آرام سی الگ کردیتا ہی اور طاعات پر اوبہارتا ہی سو یہ تین طریقہ ہین چاہئیے کہ سخت دل آدمی نفس کا مغلوب گناہون پر لگا ہوا ان ہی

ان یستعین بها علی دوائه فان انتفع بها فذاك وان عظم علیه ذین القلوب واستحکمت دواعی الذنوب
سے اپنے دل کا علاج کرے پہر اگر نفع ہوا تو بس اور کیا چاہئی اور اگر دل کے عیب جم گئی اور اسباب گناہونکی جڑ پکڑ گئے

فزیارة القبور یؤثر فی ذلك ما لم یؤثر الاول والثانی ولذلك قال النبی علیه الصلوة والسلام زوروا القبور
تو پہر اسمین قبور کی زیارت ایسا اثر کرتی ہی جو کہ اول اور ثانی اثر نہین کرتا اور اسیواسطی نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا قبرونکی زیارت کیا کرو

فانها تذکر الموت والاخرة وتزهد فی الدنیا فان الاول سماع بالاذن والثانی اخبار بالقلب بما الیه المصیر و
کیونکہ اس سے موت اور آخرت یاد آتے ہی اور دنیا سے جی ہٹتا ہے کیونکہ اول طریقہ کانونسی سننا ہی اور دوسرا طریقہ دل سی انجام کی سمجھ کا ہی اور

فی مشاهدة من احتضر وزیارة من قبر معاینة ولذلك کانا ابلغ من الاول والثانی وقد قال النبی صلی الله علیه وسلم
مرتی کو دیکھنی مین اور قبر کے زیارت مین انجام کا معاینہ ہوتا ہی اور اسیلئی یہ دونو اول اور ثانی سی بہت نافع ہین چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لیس الخبر کالمعاینة لکن الاعتبار والاتعاظ بحال المحتضر غیر ممکن فی کل وقت من الاوقات ولا یتفق لمن یرید علاج
سنا ہوا دیکھی ہوئی کی برابر نہین ہوتا پر عبرت اور پند پذیری مرنے والے کی حال سی ہر وقت میسر ہونا ممکن نہین ہے اور جو اپنی دل کا علاج

قلبه فی ساعة من الساعات واما زیارة القبور فوجودها اسرع والانتفاع بها اوسع لکن ینبغی لمن یقصد زیارة
کیا چاہی تو گہری گہری اوسکو نہین ملتا ہی زیارت قبور کی تو اسکا ہاتہ آنا جلد ہوسکتا ہی اور منفعت اسکی بہت ہے پر لایق یون ہی کہ قبور کی زیارت کرنی

القبور ان یحترز من الزیارة البدعیة التی یقصدها اکثر الناس فی هذا الزمان وهی زیارة قبور بعض المتبرکین
تو زیارت بدعتی سی پرہیز رکہی جو کہ اس زمانہ مین اکثر لوگون کو مقصود ہی یعنی متبرک لوگون کی قبر پر جاکر

لاجل الصلوة عندها والطواف بها وتقبیلها واستلامها وتعفیر الخدود علیها واخذ ترابها ودعاء اصحابها
نماز پڑہنا اور قبرون پر طواف کرنا اور چومنا اور بوسہ دینا اور اوسپر گال ملنے اور وہان کی مٹی لینی اور مردونسی دعا مانگنی

والاستغاثة بهم وسوالهم النصر والرزق والولد والعافیة وقضاء الدیون وتفریج الکربات واغاثة اللهفان وغیر
اور اونپر بہروسہ کرنا اور اون سی امداد اور رزق اور اولاد اور آرام اور قرضونکا ادا اور سختیونکی کشایش اور ناتوانون کی مدد مانگنے اور

ذلك من الحاجات التی کان عباد الاوثان یسئلونها من اوثانهم اذ لیس شئ منها مشروعا باتفاق علماء المسلمین
سوا اسکی اور حاجتین جو بت پرست لوگ اپنے بتونسی مانگا کرتے ہین اسواسطی کہ اسمین سے کوئی بات بہی تمام علماء اہل اسلام کی نزدیک جایز نہین ہے

اذ

اذ لم يفعله رسول رب العلمين ولا احد من الصحابة والتابعين وسائر ائمة الدين بل يتادب بادابها ويكون حاضر
کیونکہ نہ تو رسول رب العالمین نے کیا اور نہ کسی صحابہ اور تابعین نے اور نہ کسی ائمہ دین نے بلکہ طریقہ زیارت قبور کی سیکھے کر حضور دل سے
القلب في اتيانها ولا يكون حظه منها الطواف عليها فقط لانه حالة تشاركه فيها البهائم بل يقصد بزيارته وجه الله
ادا کرے ایسا نہ ہو کہ زیارت قبور میں اسکا حصہ صرف طواف ہی ہو کیونکہ یہہ بات تو چوپایوں میں بھی ہے بلکہ زیارت سے صرف مقصود وجہ خدا تعالی کا ہو
واصلاح نفسه ودواء قلبه ويجتنب المشي على المقابر والجلوس عليها ويخلع نعليه ان دخلها كما جاء في الحديث
اور درستی اپنی جان کی اور علاج اپنے دل کا اور قبروں کی اوپر پھرا نہ کرے اور نہ اوپر بیٹھے اور قبروں میں جاتی ہوئی جوتی اوتار لے چنانچہ حدیث میں آیا ہے
ويسلم على اهلها ويخاطبهم خطاب الحاضرين ويقول السلام عليكم دار قوم مؤمنين فانه عليه الصلوة والسلام
اور مردوں پر سلام بھیجے اور اون سے مخاطب ہو کر کلام کرے یہہ کہے سلام تمہارے پر اے دار قوم مومنین کے کیونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام
كان يقول كذلك واذا وصل الى ميت ينبغي له ان ياتيه من تلقاء وجهه ويسلم عليه ايضا لكن اذا اراد ان يدعو
یہہ ہی کہا کرتے تھے اور جب کسی مردہ کی پاس جاوے تو چاہیے کہ اوسکی منہ کی سامنے سے جاوے اور اوسپر بھی سلام علیک کہے لیکن اگر دعا مانگنے کا قصد کرے
يدعو قائما مستقبل القبلة وكذلك الكلام في زيارة النبي عليه الصلوة والسلام ثم يعتبر بمن كان تحت التراب
تو رو بقبلہ کھڑا ہو کر مانگے اور ایسی ہی گفتگو ہے نبی علیہ السلام کے زیارت میں پھر اوسکی حال سے جو مٹی تلے دبگیا
وانقطع عن الاهل والاحباب بعد ان نافس الاصحاب والعشائر وجمع الاموال والذخائر وجاءه الموت في وقت لم يحتسبه
اور سب اہل عیال اور یاروں سے جدا ہو گیا عبرت پذیر ہو ایک زمانہ تہا کہ یاروں اور کنبی میں ملا جلا تہا اور مال اور ذخیرہ جمع کرتا تہا اور اوسکو ایسی وقت موت آگئی جو گمان نہ تہا
وفي حال لم يرتقبه فانه حين دخل القبر وابتلى بالسؤال هل اصاب في الجواب وكان قبره روضة من رياض الجنة
اور ایسی حال میں جو توقع کرتا تہا پھر جب قبر میں گیا اور سوال میں مبتلا ہوا تو خدا جانی جواب میں پورا اترا کہ اوسکی قبر بہشت کا چمن ہو گئی ہو
او اخطأ في الجواب وكان قبره حفرة من حفر النيران ثم يجعل نفسه كانه مات ودخل القبر وذهب عنه اهله وولده
یا جواب میں پورا نہ اترا کہ اوسکی قبر ایک گڑہا دوزخ کا ہو گیا ہو پھر اپنے آپ کو تصور کرے گویا مرگیا اور گور میں داخل ہوا اہل اور اولاد
ومعارفه وبقي وحيدا فريدا وهو الان يسأل فماذا يجيب وماذا يكون حاله ثم يتامل حال من مضى من اخوانه واقرانه
اور جان پہچان جدا ہو گئی اکیلا تن تنہا رہ گیا اب مجھسے سوال ہو رہا ہے اب کیا جواب دوں اور میرا کیا انجام ہوگا پھر اپنی گذشتہ بہائی بندوں اور ہمسروں کی حال میں تامل کرے
الذين املوا الامال وجمعوا الاموال كيف انقطعت امالهم ولم تغن عنهم اموالهم وغير التراب محاسن وجوههم وافترقت في
جو کہ بڑی بڑی امیدیں رکھتے تھے اور خوب مال جمع کیا تہا کیونکر اونکی امیدیں ٹوٹ گئیں اور مال متاع نے کچھہ فائدہ نہ دیا اور مٹی نے اونکی اچھی اچھی چہرے بگاڑ دئے اور
القبور اجزاؤهم وارملت بعدهم نساؤهم وشمل اليتيم اولادهم واقتسم غيرهم اموالهم وليعلم ان ميله الى الدنيا كميلهم
گور میں اونکی اجزا بکھر گئے اور اونکی جوروئیں رانڈ ہو گئیں اور اونکی اولاد میں یتیمی پہیل گئی اور اونکا مال اوروں نے بانٹ لیا اور یوں یقین کرے کہ میری رغبت دنیا میں بھی اونکی رغبت
وغفلته كغفلتهم وانه لا شك صائر الى مصيرهم وليتحقق ان حاله كحالهم وان الموت القطيع والهلاك السريع بين يديه
اور میری غفلت اونکی سی غفلت میں بیشک اسی جگہ جاونگا جہاں وہ گئے ہیں اور میرا حال بہی اونکا سا حال ہونیوالا ہے اور موت ناگوار اور ہلاک سریع سامنے موجود ہے
وعند هذه التذكر والاعتبار يلين قلبه ويخشع جوارحه ويزول عنه جميع الاسباب الدنيوية ويقبل على الاعمال الاخروية
اسطرح کی یاد اور اعتبار سے البتہ دل نرم ہو جاوے گا اور ہاتھہ پاؤں کانپ جاوینگے اور دنیا کی تمام رابطے جاتے رہینگے اور اعمال آخرت پر متوجہ ہووے گا
ويترك هواه ويتوجه الى طاعة مولاه ثم ينبغي له في كل حين وزمان ان يكثر ذكر اقرانه وامثاله الذين مضوا قبله فيتذكر
اور ہوا ہوس ترک کر کر مولی کی طاعت اختیار کریگا پھر اسکو چاہیے کہ دم بدم سے اپنے اقران اور امثال کا جو کہ اس سے پہلی مر گئے ہیں ذکر کیا کرے
سرورهم ونشاطهم وعيشهم وعشرتهم وطول املهم واعتمادهم الى القوة والشباب وميلهم الى الضحك واللعاب
اور اونکی سرور اور نشاط اور اونکی عیش اور عشرت اور بڑی بڑی امیدیں اور اونکا بھروسہ قوت اور جوانی کا اور رغبت ہنسی اور کھیل کی یاد کیا کرے

ثم يتأمل كيف كانت حالهم وخلت منهم مجالسهم وديارهم وانقطعت آثارهم وضاعت اموالهم ثم ينظر في نفسه فانه
پھر یہہ سوچے کیسا اونکا حال تھا اور اونکی مجلس اور گھر بار اون سے خالی رہ گئی اور اون کا نشان مٹ گیا اور اونکے مال تباہ ہوگئے پھر اپنی طرف خیال کرے کہ میرا بھی
سيكون عاقبة امره كعاقبة امرهم فيسعى في اصلاح نفسه باسقاط ما في ذمته من الفرائض والواجبات والاجتناب
انجام یہی ہونے والا ہے جو اونکا ہوا پھر اپنے حال کو درست کرے جو جو اسکے ذمہ پر فرایض اور واجبات باقی نکلتی ہیں ادا کرے
عن المحرمات والمكروهات والتوبة عن الذنوب والسيئات يسر الله التوبة والاستغفار اناء الليل واطراف النهار
اور حرام اور مکروہات سے بچے اور گناہوں اور بری کار سے توبہ کرے اللہ ہمکو اور آپکو صبح شام توبہ اور استغفار کی توفیق دے ۰

المجلس التاسع والخمسون في بيان ماهية الطاعون وعدم التقدم عليه وعدم الفرار منه

اونسٹھویں مجلس وبا کی حقیقت میں اور نہ اوسکے اندر جانا اور نہ وہاں سے بہاگنا

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الطاعون رجز ارسل على طائفة من بني اسرائيل فاذا سمعتم به بارض فلا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاعون یعنی وبا عذاب ہی جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر نازل ہوا تھا جب تم کسی سرزمین میں وبا سنو تو
تقدموا عليه واذا وقع وانتم فيه فلا تخرجوا منها فرارا منه هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه اسامة بن زيد
اوسمیں نجاؤ اور جب وبا آجاوے اور تم وہاں ہو تو اوس وبا کی ڈر کی مارے مت نکلو یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہی اسامہ بن زید کی روایت سے
والمراد بالطائفة المذكورة هم الذين امرهم الله تعالى ان يدخلوا الباب سجدا ويقولوا حطة فدخلوا الباب قائلين
اور مراد گروہ مذکورہ سے وہ قوم ہے جسکو اللہ تعالی کا حکم ہوا تھا کہ دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئی اور حطہ یعنی معاف کہتی ہوئی چلی جاو سو وہ لوگ دروازہ میں
حنطة فخالفوا امر الله تعالى فارسل الله تعالى عليهم الطاعون فمات منهم في ساعة واحدة اربعة وعشرون الفا من
حنطہ کہتی ہوئی داخل ہوئی اونہوں نے امر الہی کی جو خلاف کیا تو اللہ تعالی نے اون پر وبا بھیجی سو اون میں سے گھنٹے بھر کی عرصہ میں چوبیس ہزار
شيوخهم وكبرائهم فدل الحديث على ان سبب ظهور الطاعون هو المخالفة لامر الله تعالى وقد وقع فيه النهي عن
بڑے بڑے آدمی مرگئے اب اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سبب طاعون وبا پڑنیکا وہی امر الہی کی مخالفت ہے اور اس حدیث میں وہاں یعنی وبا کی جگہہ میں جانے کی ممانعت ہے
القدوم عليه وعن الفرار عنه فالنهي الاول لبيان لزوم الحذر عن التعرض للتلف اذ لا يجوز للعبد ان يلقي نفسه الى
اور وہاں سے بہاگنے کی پہلی ممانعت ہی تو اس بیانکے لیے ہے کہ تلف میں پڑنے سے بچو اسلیے کہ بندہ کو جایز نہیں ہے کہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے
التهلكة لقوله تعالى وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ والنهي الثاني لبيان لزوم التوكل والرضا بقضاء الله تعالى وقدره
اسلئے آیت سے اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں اور دوسری ممانعت واسطے بیان لزوم توکل کی ہی اور تقدیر الہی پر رضا
ولبيان ان العذاب الواقع بسبب المعصية لا يدفعه الفرار وانما يدفعه التوبة والاستغفار واختلف في هذا النهي
اور اس بیان کی واسطے کہ جو عذاب بسبب گناہوں کی نازل ہوتا ہی وہ بہاگنے سے نہیں دفع ہوتا اوسکو تو فقط توبہ اور استغفار ہی دفع کرتی ہی اور اس منع میں اختلاف ہے
فقال القاضي تاج الدين السبكي مذهبنا هو الذي عليه الاكثرون ان النهي عن الفرار منه للتحريم وقال بعض العلماء
سو قاضی تاج الدین سبکی کہتا ہی ہمارا مذہب وہی ہی جس پر اکثر علماء ہیں کہ وہاں سے بہاگنے کی نہی تحریمی ہی اور بعض علماء کہتے ہیں
هو للتنزيه واتفقوا على جواز الخروج لشغل عرض غير الفرار لقوله عليه السلام في آخر الحديث ولا تخرجوا منها فرارا منه
کہ نہی تنزیہی ہی اور بالاتفاق کہتے ہیں کہ وہاں سے چلا جانا واسطے کسی کام کے سوائے بہاگنے کے جایز ہی اس دلیل سے کہ نبی علیہ السلام آخر حدیث میں فرماتے ہیں مت نکلو وہاں سے بہاگنے کو
ويدل على التحريم ما روي عن ام المؤمنين عائشة رض انه عليه السلام قال الفار من الطاعون كالفار من الزحف واخرج
اور حرمت ام المؤمنین عائشہ کی روایت سے ثابت ہوتی ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ وبا سے بہاگنے والا ایسا ہی جیسے لڑائی سے بہاگنے والا اور
ابن خزيمة في صحيحه ان الفرار منه من الكبائر والله تعالى يعاقب عليه ان لم يعف واختلف العلماء في حكمة ذلك النهي
ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہی کہ وبا سے بہاگنا گناہ کبیرہ ہی اور اللہ تعالی اسپر عذاب کریگا اگر نہ معاف کیا اور علماء کو اس ممانعت کی حکمت میں اختلاف ہے

فقيل هو تعبدي لا يعقل معناه لان الفرار من المهالك مامور به وقد وقع النهي عنه وفيه سر لا يعلمه الا الله تعالى

کوئی کہتا ہی اسمین بندگی ہی کچھہ معنی سمجھہ مین نہین آتی اسلئی کہ ہلاکت کے مقام سی بہاگ جانیکا حکم ہی اور اسمین ممانعت آئی ہی تو اسمین کوئی بہید ہو شیدہ ہی جسکو سوا خدا کے کوئی نہین جانتا

وقيل هو معلل بان الطاعون اذا وقع في بلد عم من كان فيه بمداخلة سببه فلا يفيد الفرار منه بل ان كان اجله حضر

اور کوئی کہتا ہی اوسکی یہ علت ہے کہ وبا جب کسی ملک مین پڑتی ہی تو جو وہان ہوتا ہی سب پر پہیل جاتی ہی کیونکہ سبب کے دخل ہوتا ہی پہر وہانسی بہاگنی مین کچھ فائدہ نہین ہی بلکہ اگر

فالطاعون سبب موته سواء اقام او رحل فلما تعين المفسدة ولا انفكاك عنها تعين الاقامة لما في الخروج من العبث

اوسکی موت آگئی ہی تو وبا ہی اوسکی موت کا سبب ہے برابر کہ وہ شخص وہان رہے یا چلا جاوے پہر جب فساد معین ہے اگر بہاگ سی بچ نہین سکتا تو پہر اقامت ہی متعین ہی اسلئی کہ بہاگنی مین عبث ہی جسمین کچھ فائدہ نہین

الذي لا يليق بالعقلاء مع ان فيه الفرار من حكم قدره الله تعالى وامر بالصبر عليه وجعل لمن يموت به اجر الشهيد بل

جو عقلاکی حال سی مناسب نہین ہے باوجودیکہ اسمین تقدیر الہی سی بہاگنا ہی حال یہہ ہے کہ اسپر صبر کرنے کا حکم ہی اور اوسمین مرنی والی کی واسطے اجر شہید کا مقرر کیا بلکہ

جعل للمقيم فيه صابرا اجر الشهيد ولو لم يمت بالطاعون والفرار من مثل هذا الاجر خسارة عظيمة مع انه لا يعلم

اسمین صبر سی قایم رہنی والی کی واسطے اجر شہید کا ہی اگرچہ وبا مین جیتا ہی رہی اور بہاگنا ایسے اجر سے بڑی ہی ٹوٹی کی بات ہی باوجودیکہ یہہ خبر نہین

ان الموت الذي فر منه هل يسلم منه ام لا ونقل ابو الحسن المدائني عن ابيه قال قلما فر احد من الطاعون فسلم قال

کہ جس موت سی بہاگتا ہون اسسی سلامت بچو نگا یا نہین اور ابو الحسن مدائنی اپنی باپ سے نقل کرتا ہی کہ وبا سے بہاگنے والا کم بچتا ہے

تاج الدين السبكي والذي حكاه مجرب وليس ببعيد ان يجعل الله الفرار منه سببا لقصر العمر وقد جاء في الكتاب الكريم

تاج الدین سبکی کہتا ہی یہہ بات آزمودہ ہی اور کیا بعید ہے کہ اللہ تعالی اس بہاگنی کی باعث سی اوسکی عمر کو تاہ کر دی چنانچہ کتاب کریم سی یہہ مضمون حاصل ہوتا ہی

ما يوخذ منه ان الفرار من الجهاد سبب لقصر العمر وهو قوله تعالى قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ

کہ جہاد مین سی بہاگنا عمر کو تاہ کر دیتا ہے اور وہ یہہ آیت ہی تو کہہ ہرگز نہ فائدہ دیو یگا تمکو بہاگنا اگر بہاگو گی تم مرنے سے یا مارے جانے سے

وَإِذًا لَا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا وحكى ان والده استنبط ذلك من هذه الاية وقال اهل التفسير في قوله تعالى أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا

اور اب نہ پہل پاؤ گے مگر تہوڑے دنون اور نقل کرتا ہی کہ میرے باپ نے یہہ مضمون اسی آیت سے نکالا ہی اور مفسرین اس آیت مین تو نے نہ دیکہی وہ لوگ جو نکلے

مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ان اهل قرية وقع فيهم فخرجوا منها هاربين فاماتهم الله تعالى ثم احياهم ليعتبروا ويعلموا

اپنے گہرون سی اور وہ ہزارون تہی موت کی ڈرسی یہہ کہتی ہین کہ ایک قریہ مین وبا پڑی سو وہ لوگ وہانسے بہاگی پہر اللہ تعالی نی اونکو مار دیا پہر زندہ کیا تا کہ عبرت پکڑین اور جان لین

ان لا ينفع من قضاء الله تعالى وقدره وقد ورد في الحديث انه وخز اعدائنا من الجن على ما روى عن ابي موسى الاشعري

کہ تقدیر الہی سی نہین بہاگا جاتا اور حدیث مین آیا ہی کہ وبا ہماری دشمنون جنات کی نیزہ زنی ہی موافق روایت ابو موسی اشعری کے

انه عليه السلام قال فناء امتي بالطعن والطاعون قيل يا رسول الله هذا الطعن قد عرفناه فما الطاعون قال وخز اعدائكم

کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میری امت کی موت طعن اور طاعون سی ہی کسی نی عرض کیا یا رسول اللہ اس طعن کو تو ہم جانتی ہین پر طاعون کیا ہی فرمایا نیزہ زنی ہی تمہارے دشمنون

يعني الجن وفي كل منهما شهادة قال ابن القيم في كون الطاعون وخز اعدائنا من الجن حكمة بالغة وهي ان اعدائنا منهم

یعنی جن کی اور ان دونون مین شہادت ہی ابن القیم کہتا ہی کہ طاعون جو ہمارے دشمنون جنات کی نیزہ زنی ہی اسمین بڑی حکمت ہی اور وہ یہہ ہے کہ انمین کے شیاطین ہمارے دشمن ہین

شياطينهم واما اهل الطاعة منهم فهم اخواننا في الدين وقد امرنا الله تعالى معاداة اعدائنا من الجن والانس وان

اور جو اونمین اہل طاعت ہین سو وہ ہمارے دینی بہائی ہین اور ہمکو حکم الہی ہے کہ اپنے دشمنونکی انسان ہون یا جن دشمنی کرین اور وسنے

نحاربهم طلبا لمرضاته وابى اكثر الناس الا مسالمتهم وموالاتهم فسلطهم الله تعالى عليهم عقوبة لهم لانهم لما استجابوا لهم حين اخذوهم

اوسکی طلب رضامندی کے لڑین اور اکثر لوگ اس حکم سی پہر کر اونکی محبت و صلح پر رہ گئے سو اونکو اللہ تعالی نی اونپر عقوبت کی لئی غالب کر دیا کیونکہ اونہون نے جب اونکو

وامروهم بالفسق والفجور واطاعوهم في الفساد والشرور اقتضت الحكمة الالهية ان يسلطوا عليهم بالطعن فيهم

فسق و فجور کیطرف بلایا تو مان گئے اور فساد اور شرور مین مطیع ہو گئی تو حکمت الہی نی چاہا کہ یہہ بہی اونپر غالب آکر اون مین طعن قایم کرین

كما يسلط عليهم اعداءهم من الانس حين افسدوا في الارض ونبذوا كتاب الله تعالى وراءهم فهذه المحاربة ملحمة من
جیسے کہ اونپر اونکے دشمن انسان غالب ہوجاتی ہیں جب وہ ملک میں فساد برپا کرتے ہیں اور کتاب اللہ کو پس پشت ڈالتے ہیں پس یہ محاربت صف جنگ
الانس والطاعون ملحمة من الجن وكل منهما يسلط عليهم بتقدير العزيز الحكيم عقوبة وتطهيرا لمن يستحق العقوبة وشهادة
انسانکی ہی اور طاعون صف جنگ جنات کی ہی اور یہ دونوں اونپر اللہ عزیز حکمت والے کی تقدیر سے واسطے عذاب مستحق عذاب کے اور واسطے شہادت مستحق
لمن هو اهل لها فهذه سنة الله تعالى في العقوبات التي يقع عامة فيكون طهرا للمتقين ومعذبا للفاجرين وقد ثبت
شہادت کے مسلط ہوجاتی ہیں پس ایسی عقوبات میں جو عام نازل ہوتی ہیں عادت الہی یہی جاری ہی سو متقیوں کی واسطے طہارت اور بدکاروں کی لئے عذاب ہی اور حدیث
في الحديث ان سبب وقوع الطاعون ظهور الفاحشة واعلان المنكرات على ما روى عن ابن عمر انه عليه السلام قال لم يظهر
میں ثابت ہوچکا ہی کہ وبا پڑنیکا سبب ہے فاحشہ کا ظاہر ہونا اور منکرات کا برملا عمل میں آنا موافق روایت ابن عمر کے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ کبھی نہیں ہوا
الفاحشة في قوم قط حتى يعلنوها الا فشى فيهم الطاعون واخرج مالك عن ابن عباس موقوفا والطبراني مرفوعا ما فشا
کہ کسی قوم میں فاحشہ تو ایسا ظاہر ہو کہ برملا ہونے لگی اور وبا نہ پڑی اور مالک نے ابن عباس سے موقوفا اور طبرانی نے مرفوعا نقل کیا ہی کہ نہیں ظاہر ہوا
الزنا في قوم قط الا كثر فيهم الموت قال ابن حجر الحكمة في ذلك ان حد الزنا في المحصن ازهاق الروح بصفة مخصوصة وهي
زنا کبھی کسی قوم میں مگر وہاں موت کی کثرت ہوئی ہے ابن حجر کہتا ہی حکمت اسمیں یہ ہے کہ زنا کی حد محصن کے حق میں جان کا نکالنا ہی بطور خاص یعنے
الرجم فاذا لم يقم فيه الحد يسلط عليهم الجن ليقتلوهم قال السيوطي ومن تتمة ذلك ان الزنا لما كان في غالب الاحوال
سنگسار کرکر پھر جب اسمیں یہ حد قایم نہوئی تو جن اونپر تعینات ہوتے ہیں تاکہ اونکو قتل کریں سیوطی کہتا ہی اسکا تتمہ یہ ہے کہ زنا جو کہ اکثر اوقات
يقع سرا يسلط الله عليهم عدوا يقتلهم سرا من حيث لا يرونه وقاعدة العذاب انه اذا نزل بقوم يعم المستحق وغيره
پوشیدہ واقع ہوتا ہی تو اللہ تعالی بھی اونپر ایسا دشمن تعینات کرتا ہی کہ پوشیدہ مار ڈالی ایسا کہ کسیکو معلوم نہو اور عذاب کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی قوم پر نازل ہوتی تو بھلی بری سب پر
ثم يبعثون على نياتهم كما روى عن عبد الله بن عمر انه عليه السلام قال اذا انزل الله بقوم عذابا اصاب العذاب من كان فيهم
پھر وہ اپنی اپنی نیتوں کی موافق مبعوث ہوتی ہیں چنانچہ عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی کسی قوم پر عذاب بھیجتا ہی تو جو وہاں ہوتا ہی سب کو پہنچتا ہی
ثم يبعثون على نياتهم قال العلماء انما يصيب العذاب جميع الناس لظهور المنكرات والاعلان بها لان انكارها وتغيرها
پھر وہ اپنی اپنی نیت پر مبعوث ہوتی ہیں علماء کہتی ہیں کہ تمام لوگونکو عذاب اسلئے پہنچتا ہی کہ منکرات ظاہر اور برملا عمل میں آتی ہیں اور منکرات کا بند کرنا اور بدلنا
يصير واجبا عليهم فمن راى ولم ينكر صار كمن فعل في استحقاق العقوبة كما روى عن ابن عباس انه قيل يا رسول الله
اونپر واجب ہوجاتا ہی پھر جو دیکھے اور اونکی ممانعت نکری تو وہ استحقاق عقوبت میں ایسا ہے گویا کہ عمل کرتا ہی چنانچہ روایت ہے ابن عباس سے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ
اتهلك القرية وفيها الصالحون قال نعم قيل بم يا رسول الله قال بتهاونهم وسكوتهم عن معاصي الله تعالى ثم ان
کیا تمام گاؤں ہلاک ہوجاتا ہی حالانکہ اوسمیں صلحا ہوتی ہیں فرمایا ہاں عرض کیا کس خطا پر یا رسول اللہ فرمایا خدا کی نافرمانی پر اونکی سستی سے اور چپ رہنی سے پھر بیشک وہ
الطاعون وان كان يقع على الصالحين بسبب سكوتهم عن المنكرات عند ظهورها لكن لما جعل لهم كفارة وطهرة كان لهم
وبا اگرچہ اونکی اسلئے منکرات کی ظہور پر چپ رہنی کی سزا میں عذاب آتا ہی پر چونکہ اونکی لئے کفارہ اور طہارت ہے تو اونکی حق میں
رحمة كما روى عن ام المؤمنين عائشة رض انه عليه الصلوة والسلام قال اذا كثر ذنوب العبد ولم يكن له ما يكفرها ابتلاه
رحمت ہے چنانچہ ام المؤمنین عائشہ سے روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جب بندہ کی گناہ بہت ہوتی ہیں اور کفارہ اوسکا کچھ نہیں ہوتا
الله تعالى بالحزن ليكفرها ويجوز ان يكون في حق من لم يقصر فيما وجب عليه من الامر بالمعروف والنهي عن المنكر لزيادة
تو اللہ تعالی کفارہ کیواسطے اوسکو غم میں مبتلا کر دیتا ہی اور احتمال ہی کہ اوسکی حق میں جو تمام واجبات یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں قصور نکری وہ واسطے افزایش
حسناته كما جاء في الحديث ان الرجل لتكون له عند الله تعالى منزلة فما يبلغها بعمله فما يزال الله يبتليه بما يكرهه
حسنات کے ہو چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ کوئی شخص تقدیر الہی میں ایک مرتبہ کی لائق ہوتا ہی کہ اوسکو عمل کی برکت سی نہیں حاصل کر سکتا تو اللہ تعالی اوسکو ہمیشہ مکروہ باتوں میں مبتلا رکھتا ہی

حتی

حتى يبلغه اياه وقد ورد في الحديث ان الطاعون شهادة للمؤمنين ورحمة لهم ورجز على الكافرين وهو صريح في ان
آخر وہ اوس مرتبہ پر پہنچا دیتا ہی اور بیشک حدیث میں آیا ہی کہ طاعون مومنین کی حق میں شہادت اور رحمت ہی اور کفار کی لئی عذاب ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ
كونه شهادة ورحمة خاصة بالمؤمنين واذا وقع في الكافر فانما هو عذاب عجل عليه في الدنيا وله في الآخرة اشد
وہ صرف مومنین کی لئی شہادت اور رحمت ہے اور جب کافر پر پڑتا ہے تو وہ عذاب ہے کہ اوس پر جلدی سے دنیا میں آگیا اور آخرت میں اوسکے لئے
العذاب واما العاصي المرتكب الكبيرة من هذه الامة اذا كان مصرا عليها ولم يتب عنها فكون الطاعون شهادة
اور بھی سخت عذاب ہی اور رہا گنہگار کبیرہ کرنیوالا اس امت میں سے اگر وہ کبائر پر اڑا ہوا ہی اور تائب نہیں ہوا تو طاعون کا اوسکی حق میں شہادت ہونا
له محل نظر اذ يحتمل ان يقال انه لا ينال درجة الشهادة لشوم ما كان متلوثا به من الذنوب وقد قال الله تعالى
اسمین تامل ہی اسواسطے کہ ہو سکتا ہی کہ کوئی کہے یہ شخص ان گناہوں کی وبال سے جنمیں مبتلا تہا شہادت کا درجہ نہیں پا سکتا اور بیشک اللہ تعالی فرماتا ہی
أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وايضا قد سبق ان الطاعون
کیا خیال رکہتے ہیں جنہوں نے کمائی ہیں برائیاں کہ ہم کر دینگے اونکو برابر اونکی جو یقین لائے ہیں اور کئی بہلے کام اور یہ بہی گذر چکا ہے کہ وبا
ينشأ عن ظهور الفاحشة ويقع عقوبة بسبب المعصية فكيف يكون شهادة ويحتمل ان يقال انه ينال درجة الشهادة لعموم الاخبار الواردة
فاحشہ کی ظاہر ہونے سے پہیلتی ہی اور گناہ کے سبب سے عقوبت ہوتی ہی پہر شہادت کیونکر ہو سکتی ہی اور یہ بہی احتمال ہی کہ کہئے کہ شہادت کا درجہ پاویگا
فيها لاسيما الحديث الوارد عن انس انه عليه الصلوة والسلام قال الطاعون شهادة لكل مسلم فانه صريح في العموم وبالقياس
اسواسطے کہ حدیثوں میں حکم عام ہے خاص کر اس حدیث میں جو انس روایت کرتا ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہر مسلم کی لئی شہادت ہے اسمیں مضمون صاف علی العموم ہے
على شهيد المعركة ان يحكم له بالشهادة ولو كان له ذنوب كثيرة لم يتب عنها الا تبعات الادميين للحديث الوارد
اور معرکہ جنگ کے شہید پر قیاس کر کر حکم شہادت کا کر سکتی ہیں اگرچہ سوا حق العباد کی اوسکی ذمہ پر کتنی ہی گناہ ہوں اور توبہ باقی رہی ہوں بدلیل اس حدیث کی کہ
ان الشهيد يغفر له كل ذنب الا الدين وسائر التبعات في معنى الدين ولا يلزم من حصول درجة الشهادة لمن اكتسب السيئات
شہید کی تمام گناہ بجز قرض کے معاف ہو جاتی ہیں اور تمام حقوق بمنزلہ قرض کے ہیں اور یہ لازم نہیں آتا کہ ایک شخص جو گناہ کرتا ہی شہادت کا درجہ پاکر
ان ساوى المؤمن الكامل في المنزلة لان درجات الشهداء متفاوتة نعم يستفاد من الحديث ان الشهادة لا تكفر
مومن کامل سے درجہ میں برابر ہو جاوی اسواسطے کہ شہیدوں کی مرتبے کتنی بہی ہوتے ہیں البتہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہادت سے حقوق
التبعات لكن التبعات لا تمنع الشهادة اذ ليس للشهادة معنى الا انها اذا حصلت لشخص يثيبه الله تعالى ثوابا مخصوصا
نہیں معاف ہوتی ہیں لیکن حقوق باقی رہنے سے شہادت میں فرق نہیں آتا اسواسطے کہ شہادت کی یہی معنی ہیں کہ جب خدا کسیکے نصیب کرتا ہی تو اوسکو اللہ تعالی ثواب خاص دیتا ہی
ويغفر له ذنوبه غير التبعات ثم ان كان له اعمال صالحة فهي تنفعه في موازنة ما عليه من التبعات وتبقى له درجة الشهادة
اور خاص ثواب دیتا ہی اور اوسکی تمام گناہ سوائی حقوق کی معاف ہو جاتی ہیں پہر اگر اوسکی اعمال صالحہ ہیں تو وہ اون حقوق کی مقابلہ میں فائدہ کرینگی اور درجہ شہادت کا اوسکے لئی بچا رہیگا
وان لم يكن له اعمال صالحة فالشهادة تكفر اعماله السيئة غير التبعات وهو في حق التبعات يبقى في مشية الله تعالى
اور اگر کچھ اعمال صالحہ نہیں تو شہادت اوسکی گناہوں کو سوائی حقوق کے تو محو کر دیگی اور بابت حقوق کے اللہ تعالی کی مشیت میں رہیگا
فانه تعالى اذا اراد ان لا يعذبه يرضي عليه خصمه كما روي انه عليه الصلوة والسلام بينما هو جالس اذ ضحك حتى
بیشک اللہ تعالی اگر چاہے کہ اوسپر عذاب نہو تو مدعی کو اوسکو راضی کر دیگا چنانچہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام ایک وقت بیٹھی ہوئی ایسے ہنسی
بدت ثناياه فقيل له لم تضحك يا رسول الله قال رجلان من امتي جثيا بين يدي رب العزة فيقول احدهما يا رب خذ
کہ دندان مبارک پیشین نظر آنے لگے پہر کسے نے پوچہا یا رسول اللہ آپ کیوں ہنستی ہیں فرمایا میری امت کے دو شخص رب العزت کی سامنی آئی ایک کہتا ہی ای رب میرا حق
لي مظلمتي من هذا الاخ فيقول الله تعالى اعط اخاك مظلمته فيقول يا رب لم يبق من حسناتي شيء فيقول الله تعالى
اس بہائی سے دلادی پہر اللہ تعالی فرماتا ہی اپنے بہائی کا حق ادا کر دی وہ جواب دیتا ہے الہی میری پاس تو کوئی بہلائی باقی نہیں رہی پہر اللہ تعالی طالب حق سی کہتا ہے

للطالب ما تصنع باخیك لم یبق من حسناته شیٔ فیقول یا رب فلیحمل عنی اوزاری ففاضت عینا رسول الله
طالب مدعی سی کہیگا اب تو اپنی بھائی سی کیا معاملہ کریگا اوسکی پاس تو کوئی حسنہ باقی نہیں رہا پہر وہ کہیگا یا رب پہر وہ میرا بوجہہ یعنی گناہ اوٹہالی بس رو دی دونوں آنکہیں رسول الله
صلی الله علیه وسلم قال ان ذلك الیوم لیوم عظیم یحتاج الناس فیه ان یحمل عنهم اوزارهم ثم قال فیقول الله تعالی
صلے الله علیه وسلم کی اشک سے بہرین اور فرمایا بیشک وہ دن بڑا سخت دن ہی لوگ محتاج ہونگے کہ اونکے گناہ اوروں پر پڑ جاوین پہر آپنے فرمایا پہر الله تعالے
للطالب حقه ارفع بصرك فانظر الی الجنان فیرفع بصره فیری مدائن من فضة وقصورا من ذهب مکللة باللؤلؤ فیقول
مدعی سی فرماویگا نگاہ اوٹہا کر جنت کی طرف تو دیکہہ پہر وہ آنکہہ اوٹہا کر کیا دیکہتا ہی شہر کی شہر چاندی کی اور محل سونے کی تمام موتی جڑے ہوئے پہر عرض کریگا
لمن هذا یا رب فیقول الله تعالی هذا لمن یعطی ثمنه فیقول ومن یملك ثمنه یا رب فیقول الله تعالی انت تملکه فیقول
الٰہی یہہ کسکی ہین پہر الله تعالی فرماویگا جو کوئی اسکی قیمت اداکری پہر عرض کریگا اسکی قیمت کسکی پاس ہے پہر الله تعالے فرماویگا اسکی قیمت تیری پاس ہے پہر عرض کریگا
بماذا یا رب فیقول الله تعالی بعفوك عن اخیك فیقول یا رب قد عفوت عنه فیقول الله تعالی خذ بید اخیك وادخله
کس چیز کی بدلہ پہر الله تعالے فرماویگا تیری اس بہائی کی معافی کی بدلہ پہر عرض کریگا الٰہی مین نے بیشک اسکو معاف کیا پہر الله تعالی فرماویگا اپنی بہائی کا ہاتہہ پکڑ اور جنت مین لیجا
الجنة ثم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فاتقوا الله واصلحوا ذات بینکم فان الله تعالی یصلح بین المؤمنین
پہر رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا الله سی ڈرو اور آپس مین ملاپ رکہو کیونکہ الله تعالی قیامت کے روز مومنون مین
یوم القیمة قال القرطبی نقلا عن شیخه هذا لبعض الناس ممن اراد الله تعالی ان لا یعذبه وکذا ما روی عنه علیه الصلوة
ملاپ کرادیگا قرطبی اپنی اوستاد سی نقل کرتا ہی یہہ حال کسی کسی کا ہی جسکو الله تعالے عذاب سی بچانا چاہے اور ایسی ہی وہ جو نبی علیه الصلوة والسلام
والسلام ان منادیا ینادی یوم القیمة من تحت العرش یا امة محمد اما ما کان لی قبلکم فقد وهبته لکم فقد بقیت التبعات
سے روایت ہی کہ ایک منادی قیامت کی دن عرش کے تلی سی آواز دیگا ای امت محمد کی جو میرا حق تمہاری ذمہ تہا مین نے تمکو بخشدیا اب حقوق عباد باقی ہین
فتواهبوا وادخلوا الجنة برحمتی فهذا ایضا لبعض الناس اذ لو کان فی جمیعهم لما دخل احد النار وقد ورد اخبار صحیحة
سو ہر ایک دوسرے کو بخشکر کی میری رحمت سے جنت مین چلی جاو یہہ بہی کسی کسی کو ہی کیونکہ اگر سبکے لئی یہہ ہو تو کوئی بہی دوزخ مین نہ جاوی اور بیشک صحیح حدیثین
نقلها ثقات ولا بد من الایمان بها ان من کان من اهل الایمان لا یبقی فی النار بسبب العصیان بل یخرج منها ولو بعد حین
جو ثقات کی روایت سے آئی ہین یاد و نیز ہی ایمان لانا ضروری ہی کہ کوئی ایماندار گناہ کی سبب سے دوزخ مین نہین پڑا رہیگا بلکہ دوزخ سی نکلیگا اگرچہ بعد زمانہ طویل
وزمان والخروج منها لا یکون الا بعد الدخول فیها عصمنا الله تعالی عن الدخول فیها المجلس الستون فی بیان فضیلة الصبر فی
یا زمانہ دراز کی اور دوزخ سے باہر آنا بدون داخل ہوئی نہین ہوسکتا الٰہی ہمکو دوزخ مین جانے سی بچائی ساٹہوین مجلس مین صبر کی فضیلت کا بیان
موضع الطاعون وعدم جواز الدعاء لرفعه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس من احد یقع الطاعون فیمکث
موضع طاعون مین اور اوسکی دفع کے لئی دعا کا نہ جائز ہونا رسول الله صلے الله علیه وسلم نے فرمایا ایسا کوئی نہین کہ طاعون واقع ہو وہ بسبب
فی بلده صابرا محتسبا یعلم انه لا یصیبه الا ما کتب الله له الا کان له مثل اجر الشهید هذا الحدیث من صحاح المصابیح
اوس شہر مین صبر کرکر ثواب کے لئے یہہ سمجہکر ٹہرا رہی کہ مجہکو وہ ہی پہنچیگا جو الله تعالے لکہہ چکا ہی مگر اوسکی واسطی برابر اجر شہید کے ہوگا یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون سی ہے
رویه ام المؤمنین عائشة رض قال ابن حجر مقتضی هذا الحدیث ان اجر الشهید یکون لمن لا یخرج من البلد الذی
ام المومنین عائشہ کی روایت سی ابن حجر کہتا ہی مقتضی اس حدیث کا یہہ ہی کہ شہید کا اجر اوسکو ہوتا ہی جو اوس شہر مین سی جہان
وقع فیه الطاعون ویکون فی حال اقامته قاصدا ثواب الله تعالی راجیا موعده عارفا بان ما یقع له فهو بتقدیر الله تعالی
طاعون واقع ہوا ہی چلا نجاوی اور وہان ٹہرا ہو الله سی ثواب کا ارادہ کرے اور اوسکے وعدہ کا امیدوار رہی یہہ سمجہکر کہ مجہپہ جو پڑیگا سو تقدیر الٰہی سی ہے
وما یصرف عنه فهو بتقدیر الله تعالی غیر متضجر بوقوعه معتمدا علی ربه فی کل حال فمن اتصف بهذه الصفات فمات
اور جو ٹل جاویگا سو تقدیر الٰہی سی ہے اور اوسکی واقع ہونی سے دل تنگ نہو اپنی رب پر ہر حال مین بہروسہ رکہتا ہی جس شخص مین یہہ صفات موجود ہون پہر وہ

بغير الطاعون فظاهر الحديث ان اجر الشهيد يحصل له ويؤيده رواية من مات في الطاعون فهو شهيد الحديث حيث يقيد الطاعون
طاعون میں بغیر ... تو یہ ہے موافق ظاہر حدیث کی اوسکو شہید کا ثواب ملتا ہی اور اوسکی تائید یہ روایت کرتی ہی جو شخص طاعون میں مرجاوے پس وہ شہید ہے آخر حدیث تک
ثم قال لو وجدت في شخص هذه الصفات ثم مات بعد انقضاء زمن الطاعون فظاهر الحديث انه يكون شهيدا و
پھر کہا جس شخص میں یہ صفتیں موجود ہوں پھر وہ بعد گزرنے موسم طاعون کی مرے تو ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ شہید ہے اور
نية المؤمن خير من عمله ثم قال ومما يستفاد من هذا الحديث ان الصابر في الطاعون المتصف بالصفات المذكورة
مومن کی نیت عمل سے بہتر ہوتی ہی پھر کہا اور اس حدیث سے نکلتا ہے کہ طاعون میں صبر کرنے والا جو ان صفات مذکورہ سے موصوف ہو
يامن فتنة القبر لانه نظير المرابط في سبيل الله تعالى وقد صح ذلك في المرابط كما في حديث مسلم وغيره ثم
قبر کے فتنہ سے محفوظ رہیگا اسلیے کہ گویا گھوڑا باندھی ہوئی جہاد میں تیار ہی اور یہ ثواب مرابط کے حق میں ثابت ہو چکا ہی چنانچہ حدیث مسلم وغیرہ میں موجود ہے
قال واما من لم يتصف بالصفات المذكورة تراه يشتد تضجره ويشتغل بوجوه من الحيل في دفعه بانواع الاشياء
اور جس شخص میں صفات مذکورہ موجود نہوں تو دیکھو گے اسکا دل تنگ ہوتا ہی اور دفع کرنیکو قسم قسم کی حیلہ طرح طرح کی باتیں جو وبا کی دور کرنیوالی
التي يقال انها تدفعه كالرقى والخواتم والتعويذات التي تعلق في الرؤس وتكتب على الابواب ويتشام بانواع الطيرة
مشہور ہیں کیے جاتے ہے جیسے منتر اور نقوش اور تعویذ جو گلے میں ڈالتے ہیں اور دروازوں پر لکھتے ہیں اور شگون اپنا قسم کی فال سے
التي نهى الشارع عنها ويحيل امره على الهوى والماء من غير نظر الى سببه الحقيقي الذي هو ظهور الفاحشة واعلان المنكرات
جو شرع میں ممنوع ہیں اور حوالہ کرنا اسکے حال کا آب و ہوا پر اور حقیقی سبب کا کچھ لحاظ نہیں جو ظاہر ہونا فواحش کا اور برملا ہونا منکرات کا ہے
ويجتنب عن عيادة المرضى وحضور الجنائز التي ترقق القلوب وتستجلب الدموع وتورث الخشية والخشوع واكثرهم
اور بیماروں کی عیادت اور جنازہ پر جانا سب چھوڑ دیتا ہی جسسے دل نرم ہوتی ہیں اور آنسو ٹپکتے ہیں اور خوف اور انکسار پیدا ہوتا ہی اور ایسی لوگ اکثر
يموتون في زمن الطاعون بالطاعون وغيره فتفوتهم درجة الشهادة بسبب عدم امتثالهم بالامر بالصبر عليه
طاعون کی موسم میں طاعون وغیرہ سے مرجاتے ہیں سو انکو درجہ شہادت کا نہیں ملیگا کیونکہ موافق حکم کے طاعون پر صبر نکیا
عند وقوعه وقد يموت بعض منهم فيزعمون انه يقوم بعد موته ويخرج من قبره ليلا ويدور في بيوت الناس و
اور ان میں کوئی مرجاتا ہی تو یہ کہتے ہیں کہ موت کی بعد یہ اوٹھتا ہی اور رات کو قبر میں سے نکل کر لوگوں کے گھروں میں پھرتا ہے
يدعو بعض اصحابها ويموت من دعاه وبهذا الزعم ينبشون قبره ويبين بجوزه بل ربما يخرجونه ويحرقونه كما يفعله
اپنی یاروں میں سے کسی کسی کو پکارتا ہی پھر جسکو وہ پکارتا ہی وہی مرجاتا ہی اسی گمان پر اوسکی قبر اوکھیڑ کر اوسکو ذبح کر دیتی ہیں بلکہ بعضے اوسکو نکال کر ہونک دیتی ہیں جیسے
كفار الهند مع كون هذه الافعال كلها مما ورد النهي عنها في الشرع المحمدي وانما يرتكبونها لنفرتهم عن الطاعون وكراهتهم
کفار یہ ہی کرتے ہیں باوجودیکہ یہ تمام حرکات دین محمدی میں سراسر ممنوع ہیں اور یہ حرکات اسی لیے کرتے ہیں کہ طاعون سے گھبراتے ہیں اور مکروہ سمجھتے ہیں
له وقد ثبت انه عليه السلام دعا به لامته وقال اللهم اجعل فناء امتي بالطعن والطاعون وبعضهم وان استشكل
اور بیشک ثابت ہو چکا ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی امت کیلیے اسکی دعا کی ہی فرمایا ہی الٰہی میری امت کی موت طعن اور طاعون سے کیجیو اور بعضوں نے اگرچہ اس حدیث پر
هذا الحديث بان اكثر الامة يموتون بغيرهما لكن اجيب بانهما الغالب على فناء الامة وهو صحيح بلا شك اذ لو استقرئ
یہ اعتراض کیا ہی کہ موت اکثر امت کی تو بغیر طعن اور طاعون کی ہوتی ہی لیکن جواب یہ ہے کہ اکثر یہی دونوں امت کے موت کے لیے ہوتی ہیں اور یہ بات بیشک صحیح ہی کیونکہ اگر تحقیق
الامر لوجد العدد الذي مات في الطاعون اكثر من العدد الذي مات فيما بينه وبين الطاعون الذي قبله فكيف اذا انضم
تلاش کرو تو البتہ گنتی طاعون کے مردوں کی ان مردوں سے زیادہ ہوگی جو درمیان میں اس طاعون کے اور پہلی طاعون کے مری ہیں پھر اگر مقتولین کو شامل
اليه القتل الحاصل في الجهاد وفي الفتن فان قيل كيف دعا على امته بالهلاك فالجواب ان المقصود من هذا الدعاء ليس
کریں جو جہاد یا فتنہ میں قتل ہوئی ہیں تو کیونکر نہ زیادہ ہونگی پھر اگر کوئی یہ کہے کہ اپنی امت کی ہلاکت کی کیونکر دعا کی تو جواب یہ ہے کہ اس دعا سے ہلاکت کا کوسنا مقصود نہیں ہے

دعاء علیهم بالهلاك وان كان من لوازمه الهلاك بل المراد منه حصول الشهادة لهم بكل من الامرين لان الموت
اگرچہ ہلاکت اوسکی لوازم سے ہی بلکہ دعا سے مقصود یہ ہی کہ ان دونو اسباب سے انکو شہادت ملے کیونکہ موت تو ایسے پیچھے لگی ہوئی ہے
امر لازم لا خلاص منه فكان محط الدعاء على جعل كل منهما سببا للموت الذى قدره الله تعالى ولا مفر منه حتى
کہ اوس سے اصلا مخلص نہیں ہے پس مطلب دعا کا یہہ ہی کہ طعن اور طاعون ہی سے موت آیا کرے جو حضرت تعالی نے مقرر کر رکھی ہی اور اوس سے کوئی بچاؤ نہیں ہے
يحصل بكل منهما الشهادة اما حصولها بالطعن الذى هو القتل الحاصل فى الجهاد والفتن فظاهر واما حصولها
تاکہ ان دو وجہ سے شہادت ہوا کرے پھر حصول شہادت طعن سے جو جہاد میں یا فتنہ میں مارے جاتے ہیں ظاہر ہے رہا حصول شہادت کا
بالطاعون فلما ثبت بالحديث انه وخز اعدائنا من الجن فيكون شهادة بلا ريب ولهذا كان الدعاء برفعه غير
طاعون سے سو اسلئے کہ حدیث سے ثابت ہوا ہی کہ طاعون کو چبھانا ہمارے دشمنوں جنات کا ہے پس بیشک شہادت ہوگی اور اسی لئے اسکے رفع کی دعا جایز نہیں ہے
مشروع قال المنبجى يكره لان معاذا امتنع منه واعتل بان الطاعون شهادة ورحمة ودعوة نبينا محمد عليه السلام
منبجی کہتا ہی مکروہ ہی اسلئے کہ معاذ رض نے دعا نکی اور یہ حجت کی کہ طاعون شہادت اور رحمت ہے اور ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے
على ما روى عن عبد الله بن رافع ان ابا عبيدة بن الجراح لما اصيب فى طاعون عمواس استخلف معاذا واشتد الامر
موافق روایت عبد اللہ بن رافع کے کہ ابو عبیدہ ابن جراح جب طاعون عمواس میں مبتلا ہوکر مرے تو معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب کیا اور اسی شدت ہوئی
فقال الناس لمعاذ ادع الله برفع هذا الرجز فقال انه ليس برجز ولكنه دعوة نبيكم وموت صالحين قبلكم وشهادة
لوگوں نے معاذ سے کہا کہ اللہ سے دعا مانگو کہ یہہ عذاب دور ہو جاوے معاذ نے کہا یہہ عذاب نہیں ہے بلکہ یہہ تمہارے نبی کی دعا ہی اور اگلے صلحا کی موت اور شہادت ہی
يخص الله تعالى بها من شاء منكم اللهم آت آل معاذ نصيبهم الاوفر من هذه الرحمة فهذا القول من معاذ صريح بان
تم میں سے جسکو چاہے الله عطا فرماوے الہی معاذ کی اہل کو بڑا حصہ اس رحمت میں سے عطا کر اور معاذ کی یہہ تقریر صریح ہے کہ
الدعاء برفعه غير مشروع وقد صح ان معاذا اعلم الامة بالحلال والحرام وانه امام الفقهاء يوم القيمة فلو كان مشروعا
اسکے دور ہونیکی دعا جایز نہیں ہی اور تحقیق ہو چکا ہے کہ معاذ تمام امت میں حلال اور حرام کو خوب جانتا تہا اور قیامت کی روز تمام فقہاء کا پیشوا ہوگا اگر یہہ دعا
لما احوجهم ان يسئلوه بل كان يفعل من تلقاء نفسه بل لو كان مباحا لبادر بفعله عند سؤال الرعية عنه ما ظنوا
جایز ہوتی تو لوگوں کی کہنے کی کیا حاجت تہی بلکہ وہ خود بخود دعا کرتا بلکہ اگر دعا مباح ہوتی تو فورا کرتا جب لوگوں نے اوس سے عرض کیا تہا اس خیال سے کہ ہمارے حق میں
انه مصلحة لهم وقد صرح الحنابلة المسئلة وقال صاحب الفروع منهم لا يقنت له لانه لم يثبت القنوت فى طاعون
بہتر ہے اور حنبلیوں نے اس مسئلہ کو صراحت سے بیان کیا ہی اور صاحب فروع اونہیں سے کہتا ہی اسکی دعا نکرین اسلئے کہ طاعون عمواس میں دعا ثابت نہیں ہوئی
عمواس وغيره وابن حجر وان مال الى مشروعيته فزادى الا انه منع الاجتماع له وقال واما الاجتماع للدعاء برفعه كما فى
اور ابن حجر اگرچہ پسند کرتا ہی کہ الگ الگ جایز ہی پر اجتماع کو وہ بہی منع کرتا ہے اور کہتا ہی کہ جماعت کرنی رفع کی دعا کی لئے جیسے
الاستسقاء فبدعة حدثت بدمشق فى الطاعون الكبير سنة تسع واربعين وسبعمائة ولم يفد شيئا بل ازداد الامر
نماز استسقاء میں ہوتی ہی سو بدعت ہی دمشق میں جاری ہوئی تہی بڑے طاعون ۷۴۹ سات سو انچاس میں اور کچہ فائدہ بہی نہوا ہوا ایک حال اور بہی
شدة ثم قال ولو انه كان مشروعا لم يخف على السلف ولا على فقهاء الامصار واتباعهم فى الاعصار الماضية فلم يبلغنا
تباہ ہوگیا پہر کہا اور اگر دعا جایز ہوتی تو سلف پر پوشیدہ نرہتی اور نہ ملک کی فقہاء پر اور نہ اونکی تلامذہ پر زمانہ گذشتہ میں سو اس باب میں ہمکو نہ کوئی روایت پہنچی
فى ذلك خبر ولا اثر عن المحدثين ولا فرع مسطور عن احد من الفقهاء وائمة الدين وقد تمسك قوم على مشروعيته بقول
اور نہ محدثین سے کوئی اثر اور نہ کسی جزئی کسی فقیہ اور دین کی امام کی لکہی ہوئی ہے اور ایک قوم نے جواز دعا پر بعضے فقہاء کے
بعض الفقهاء ان القنوت فى الصلوات كلها مشروع عند النوازل وان الاجتماع والدعاء لعموم الامراض جائز وقال ابن نصر الله
اس قول سے تمسک کیا ہی کہ دعا قنوت تمام نمازوں میں بر وقت نزول حوادث کی مشروع ہے اور جماعت کرنی اور دعا مانگنی عموم امراض کی واسطے جایز ہے

بالمرض العام بمنزلة التصریح بالوباء الذی یشمل الطاعون وهو ایضا من اشد النوازل والجواب ان کلا من الوباء والنوازل
عموم امراض کا نام لینا بمنزلہ نام لینے وبا کی ہی جسمین طاعون بھی داخل ہے اور یہ بھی بڑا حادثہ ہے اور جواب یہ ہے کہ تمام وبا اور حوادث
وان کان عاما یشمل الطاعون وغیره الا ان الطاعون اختص بکونه شهادة ورحمة ودعوة نبینا محمد علیه الصلوة والسلام بخلاف
اگرچہ عام ہیں کہ طاعون وغیرہ بھی اسمین داخل ہیں پر طاعون یہ خاص کر شہادت ہوتی ہی اور رحمت ہی اور ہمارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا ہے برخلاف
الوباء والنوازل ولهذا شرع الدعاء برفعهما ولم یشرع برفع الطاعون ویؤید ذلك ورود النهی عن الفرار منه دون الوباء و
وبا اور حوادث کی اور اسی لئی وبا اور نوازل کی رفع کی دعا جائز ہی اور طاعون کے رفع کی دعا جائز نہیں اور اسی کی تائید کرتی ہی طاعون سے بھاگنی کی ممانعت سوا وبا اور
سائر النوازل فانه قد وقع فی القرن الاول مرات متعددة والصحابة یومئذ متوافرون واکابرهم موجودون ولم ینقل عن
اور تمام حوادث کے کیونکہ طاعون قرن اول مین کئی بار نازل ہوا ہی اور صحابہ اوسوقت بہت اور بڑے بڑے موجود تھے اور کسی سی یہ منقول نہیں ہے
واحد منهم انه فعل شیئا من ذلك او امر به والمراد من قول معاذ دعوة نبیکم حدیث اللهم اجعل فناء امتی بالطعن و
کہ کسی نے بھی ایسا کیا ہو یا کسیکو بتایا ہو اور معاذ کا قول دعوۃ نبیکم اس سے مراد یہ حدیث ہی الہی کر دی نیستی میری امت کے طعن اور
الطاعون والمراد بالصالحین قبلکم وقد تکلم علیه الکلاباذی فقال یجوز ان یکون المراد بهم بنی اسرائیل فان الطاعون
طاعون سے اور صالحین سے جو قبل مراد ہیں اون مین کلاباذی گفتگو کرتا ہی اوسکی رای یہ ہی کہ اون لوگون سی بنی اسرائیل مراد ہو سکتی ہین کیونکہ طاعون
وان کان قد وقع عذابا لهم بسبب سکوتهم عن المنکرات عند ظهورها الا انه قد جعل کفارة لهم وطهرة لما کان منهم
اگرچہ اونپر عذاب آیا تھا وقت ظہور اور برملا ہونے منکرات کے جو دم کہا رہے منع نکیا پر اونکی حق میں اونکی دم کہا رہنی کی گناہ کا کفارہ اور طہارت تھے
من السکوت کما کان قتل بعضهم بعضا کفارة لمن کان منهم عبد العجل فانهم تائبون صالحون مستسلمون وقد علم من
جیسی آپسمین ایک دوسرے کے ہاتھ سے واسطے کفارہ گوسالہ پرستی کی مقتول ہوئے کیونکہ یہ سب تائب اور صلحا اور مطیع تھے اور اس سے معلوم ہوا
هذا ان الواجب علی کل مسلم ان یسعی فی اصلاح نفسه باسقاط ما فی ذمته من الفرائض والواجبات والاجتناب عن
کہ مسلم پر واجب یہ ہی کہ اپنی ذات کی صفائی اور اصلاح مین کوشش کری اسطور کہ جو اوسکے ذمہ فرایض اور واجبات ہین ادا کری
المحرمات والمکروهات والتوبة عن الذنوب والسیئات والمبادرة الی رد المظالم والتخلص من التبعات وهو مطلوب فی کل
اور محرمات اور مکروہات سی بچے اور گناہون اور برائیون سی توبہ کری اور جور اور جفا کی معافی اور حقوق سی رستگاری مین جلدی کری اور اتنی سعی ہر وقت
وقت ویتأکد ذلك عند وقوع الوباء عموما ولمن وقع به الطاعون خصوصا لا سیما الوصیة من غیر ان یقع فیها حیف لقوله علیه السلام
درکار ہی اور اسمین وبا کی موسم مین عموما تاکید ہے اور جو طاعون مین مبتلا ہوا اوسکو زیادہ تر علی الخصوص وصیت مین کہ بالانصاف ہو واسطی ارشاد نبی علیہ السلام کے
ما حق امرء مسلم له شیء یوصی فیه یبیت لیلتین الا ووصیته مکتوبة عنده فان معناه اذا کان لامرء مسلم شیء یرید ان یوصی فیه
نہیں بہتر کرتا شخص مسلمان مالک کسی چیز کا قابل وصیت کی کہ دو شب بسر کری مگر وصیت اوسکی لکہی ہو اوسکی پاس اسکی یہ معنی ہین جب کسی مرد مسلمان کی پاس ایسی چیز ہو کہ اوسمین وصیت کیا چاہے
فحقه لیس الا ان یکون وصیته مکتوبة عنده لانه لا یدری متی یوافیه منیته ویحول بینه وبین ما یریده وقید لیلتین
تو اوسکا حق اور نہیں ہے مگر اوسکی وصیت لکہی ہوئی اوسکی پاس ہو کیونکہ کیا جانتا ہی اوسکی موت کب بیچ مین آکر اوسکی ارادہ کو روک لے اور دو شب کی قید
غیر مقصود بل هو تنبیه علی انه لا ینبغی ان یمضی علیه زمان وان کان قلیلا الا ووصیته مکتوبة عنده لا سیما اذا کان علیه
کچھہ مقصود نہین ہی بلکہ یہ تاکید ہے کہ ایسا نہین چاہی کہ اوسپر کچھہ زمانہ گذری اگرچہ قلیل ہو مگر اوسکی وصیت لکہی ہوئی اوسکی پاس ہو خاص اس صورت میں کہ اوسکی
دین او ودیعة او غیر ذلك من الحقوق ثم یلزمه الوصیة ویستحب تعجیلها لانه لا یأمن ان یشتد مرضه فیعتقل لسانه
قرض ہو یا امانت یا کوئی اور حق ہو پس اب اوسپر وصیت ضروری ہی اور اسمین عجلت اسلئے مستحب ہے کیا خبر ہی کہ مرض بڑہ کر زبان بند ہو جاوے
فیموت بغیر وصیة فیکون آثما بترك ما وجب علیه ان کانت الوصیة واجبة علیه بان کان علیه حق من حقوق الله
پھر بے وصیت مر جاوے اب اپنی ذمہ کا واجب ترک کرنی سی گنہگار رہیگا اگر اوسپر وصیت اس لحاظ سے واجب تھی کہ اوسکی ذمہ کوئی حق الله

وحقوق الناس وان لم يكن عليه من هذين الحقين بشيء لا يجب الوصية بل يستحب ومحلها لمن كان له مال ولم يكن له
یا کوئی حق العباد باقی ہو اور اگر اوسکی ذمہ ان میں سے کچھ نہیں ہے تو وصیت واجب نہیں ہوتی بلکہ مستحب ہے اور محل وصیت کا اسکے حق میں جسکے پاس مال ہو اور
وارث جميع المال وان كان له وارث فثلث المال ويستوفيه في الوصية الواجبة ان احتيج اليه وينقص منه في الوصية
پر وارث نہیں تمام مال ہی اور اگر وارث ہی تو پہر تہائی مال اور تہائی مال وصیت واجبہ میں اگر حاجت پڑی تو پورا کردی اور وصیت مستحب میں تہائی سی کم
المستحبة وطريقها ان يذكرها بلسانه عند عدلين ويبين قدرها وجنسها وصفتها وان كتبها وقرأها عليهما واشهدهما
اور طریقہ وصیت کا یہ ہی کہ اپنی زبان سی دو عادل کی سامنی ذکر کری اور اوسکی مقدار اور جنس اور صفت بیان کر دی اگر وصیت لکھکر دونو کو پڑہ سنا کر دونو کو
عليها كان اولى لكن ينبغي له ان يحترز غاية الحذر ان يخص وارثا من ورثته بشيء على وجه التمليك والاقرار فيكون خاتمة
گواہ کر دی تو بہت بہتر ہی لیکن چاہئی کہ ایسا ہرگز نکری کہ خاص ایک وارث کو کوئی چیز معین کرکی مالک کردے یا اوسکی لئی اقرار کردی پہر اوسکی خاتمہ کا
شرا لا خاتمة خير لان الله تعالى تولى قسمة المواريث بنفسه واعطى كل ذي حق حقه وعينه له في كتابه الذي انزل على
برا انجام ہی اچھا نہیں اسلئی کہ اللہ تعالی نے بذات خود قسمت مواریث کا ذمہ دار ہوا ہی اور ہر ایک حق دار کو اپنی کتاب میں جو اپنی رسول پر نازل کی ہی
رسوله وتوعد من عصاه وبدل حكمه بدخول النار والخلود فيها فقال في اخر ايات المواريث ومن يعص الله ورسوله ويتعد
حصہ معین کر چکا ہی اور نافرمان کی حق میں جو اوسکی حکم کو تبدیل کرے دوزخ میں جانی کا اور ہمیشہ رہنی کا وعیدہ فرمایا ہی آخر آیات میراث میں اور جو کوئی نافرمانی کری اللہ کی اور رسول کی
حدوده يدخله نارا خالدا فيها وله عذاب مهين وروى عن ابي هريرة رضي الله عنه انه عليه الصلوة والسلام قال ان الرجل والمراة
اور بڑہ جاوی اوسکی حدود سے اوسکو داخل کری گا آگ میں ہمیشہ رہیگا اوسمیں اور اوسکو ذلت کی مار ہی اور ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نے فرمایا بیشک بعضی مرد اور عورت
ليعمل بطاعة الله ستين سنة ثم يحضرهما الموت فيضاران في الوصية فتجب لهما النار ثم قرأ ابو هريرة قوله تعالى من بعد وصية
ساٹھ برس تک اللہ کی عبادت کرتی رہتی ہیں پہر جب اونکی موت آتی ہی تو وصیت میں بی اعتدالی کرتے ہیں آخر اونکی لئی دوزخ واجب ہو جاتا ہی پہر ابو ہریرہ نی یہ آیت پڑہی بعد وصیت کی
يوصى بها او دين غير مضار الى اخر الاية يسر الله تعالى من الاعمال ما يوافق رضاه المجلس الحادي والستون في بيان
جو ہو چکی ہے یا قرض کی جب ورثہ کا نقصان نکیا ہو آخر آیت تک الٰہی ہم اعمال نیک اپنی رضا کی آسان کر اکسٹھویں مجلس صبر کی بزرگی میں
فضيلة الصبر عند البلاء والمصائب وفضيلة الاسترجاع عندها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يزال البلاء بالمؤمن
بلیات اور مصائب پر اور اوس وقت انا لله وانا اليه راجعون کی پڑہنی کی فضیلت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ بلا مومن مرد
والمؤمنة في نفسه وماله وولده حتى يلقى الله تعالى وما عليه من خطيئة هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابو
اور عورت کی جان اور مال اور اولاد پر اوترتی رہتی ہی آخر ایسا ہوکر مرتا ہی کہ اوسپر کوئی گناہ نہیں ہوتا یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سے
هريرة ومعناه ان البلاء لا يزال يلحق بالمؤمن في نفسه وماله وولده حتى يموت ولا يبقى له ذنب بل يكون ذنوبه
اسکے معنی یہ ہیں کہ بلا ہمیشہ مومن کی جان اور مال اور اولاد پر آتی رہتی ہی آخر وہ مرجاتا ہی اور اوسکی ذمہ کوئی گناہ نہیں رہتا بلکہ اوسکی تمام گناہ
كلها زائلة عنه بسبب ما اصابه من البلايا والمحن وقد روى عن ام المؤمنين عائشة انه عليه الصلوة والسلام
اسلئی محو ہو جاتی ہیں کہ بلا اور محنتیں اوٹھاتا ہے اور ام المؤمنین عائشہ رض سے روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نے
قال اذا كثر ذنوب العبد ولم يكن له ما يكفرها ابتلاه الله تعالى بالحزن ليكفرها وروى عن ابي موسى الاشعري انه عليه
فرمایا جب کسی بندہ کی گناہ بہت ہو جاتی ہیں اور اونکا کچہ کفارہ نہیں ہوتا تو اللہ تعالی اوسکو غم میں مبتلا کر دیتا ہی تاکہ کفارہ ہو جاوی اور ابو موسی اشعری سی روایت ہے
الصلوة والسلام قال لا يصيب العبد نكبة فما فوقها او دونها الا بذنب وما يعفو الله تعالى عنه اكثر وقرأ قوله تعالى
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بندہ پر کوئی گزند بہت یا تہوڑا بدون گناہ کی نہیں آتا اور اللہ جو معاف کر دیتا ہے سو بہت ہیں اور یہ آیت پڑہی
وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم ويعفو عن كثير يعني ان ما اصابكم من مصيبة اي مصيبة كانت
جو پڑی تم پر کوئی سختی سو بدلا اوسکا جو کمایا تمہاری ہاتہوں نی اور معاف کرتا ہی بہت یعنی تمپر جو مصیبت آتی ہی کیسی ہی ہوسکے

فهی بسبب معاصیکم التی اکتسبتموها والله تعالی یعفو عن کثیر من الذنوب فلا یعاقب علیها فی الدنیا وقال علی بن حسین
سو وہ تمہاری نا فرمانی کی شامت سی ہے جو تم کرچکی ہو اور اللہ تعالی بہتری گناہ معاف کر دیتا ہی اونکی سزا دنیا میں نہیں دیتا اور علی رضی اللہ عنہ کہتی ہین کہ گناہ کی
عند الله تعالی خمس نقمات فاولها المرض ثم المصائب فان کان ذنوبه اکثر یعذب فی قبره فان کانت اکثر من ذلک
اللہ تعالی کی یہان پانچ عقوبتین ہین پہلی بیماری پہر مصیبتین پہر اگر اوسکی گناہ بڑہتی ہوئی ہین تو قبر مین عذاب ہوتا ہی پہر اگر اوس سے زیادہ ہوئی ہین
یحبس علی الصراط وان کانت اکثر من ذلک یعذب فی جهنم علی قدر ذنوبه ثم یخرج منها وهذا کله مختص بالمجرمین واما
تو صراط پر رکتا ہی اور اگر اوس سے بہی بڑہتی ہوئی ہین تو گناہون کی موافق دوزخ مین عذاب ہوتا ہی پہر اوس مین سی نکلیگا یہہ تمام حال گنہگارون کا ہے اور جو
غیر المجرمین من المؤمنین فانما یصیبهم المصائب فی الدنیا لیرفع درجاتهم فی العقبی کما جاء فی الحدیث ان الرجل لتکون
بے گناہ مومن اونپر مصائب دنیاوی اسی سلئے آتی ہے کہ اونکے درجات عقبے مین بلند ہون چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ بعضے شخص کا ایک مرتبہ
له عند الله منزلة فما یبلغها بعمله فما یزال الله تعالی یبتلیه بما یکرهه حتی یبلغه ایاها والاحادیث فی هذا المعنی
اللہ کے نزدیک مقرر ہوتا ہی سو وہ عمل کی برکت سی حاصل نہیں کر سکتا پس اللہ تعالی اوسکو مکروہات مین مبتلا کرتا ہی کہ وہ مرتبہ پالیتا ہی اور اس باب مین حدیثین
کثیرة لکن ینبغی ان یعلم ان الثواب الوارد لاهل البلاء فی هذه الاحادیث وغیرها منوط بالصبر لا علی نفس المصیبة
بہت ہین لیکن سمجھنی کی بات ہی کہ ثواب اہل بلا کا جو ان حدیثون مین اور اور جگہہ آیا ہی اوسکا مدار صبر ہے مین مصیبت پر نہین ہے
علی ما روی عن سفیان الثوری انه قال انما الاجر علی قدر الصبر والصبر خلق کسبی یتخلق به الانسان ویختص به ولا
موافق روایت سفیان ثوری کی وہ کہتا ہی کہ اجر برابر صبر کے ہوتا ہی اور صبر ایسی سیرت کسبی ہی جسکو صرف انسان ہی حاصل کر سکتا ہی انسان ہی سے خاص ہے
یتصور فی الملئکة والبهائم وهو ثبات القلب علی احکام القدر والشرع وحبس النفس عن الجزع واللسان عن الشکوی
فرشتے اور جانورون مین نہیں ہو سکتا یعنی قضا و قدر اور شرع کی احکام پر دل کا قایم رکہنا اور نفس کو بیصبری سی اور زبان کو شکوہ و شکایت سی
والجوارح عن فعل ما لا ینبغی قال الشیخ الامام عز الدین بن عبد السلام قد ظن بعض الناس ان المصاب ماجور علی مصیبة
اور اعضا کو بیہودہ کار روائی سی باز رکہنا شیخ امام عز الدین بن عبد السلام کہتا ہی بعضے لوگون کا یہہ گمان ہی کہ شخص مصیبت زدہ مصیبت پر ماجور ہوتا ہی
وهذا خطاء لان المصائب لیس من کسبه اصلا لا مباشرة ولا تسببا وقد قال الله تعالی انما تجزون ما کنتم تعملون
اور یہہ گمان غلط ہی اسلئے کہ مصیبت انسان کی اختیاری ہرگز نہیں ہے نہ باعتبار عمل کے اور نہ باعتبار سبب کے اور بیشک اللہ تعالی فرماتا ہی وہی بدلہ پاؤگی جو کرتے تہے
فمن مات ولده وتلف ماله واصیب ببلاء فی بدنه فهذه المصائب لیست من کسبه ولا من تسببه حتی یوجر
پس جسکا بیٹا مرجاوے اور مال لٹ جاوے اور بدن پر آفت آجاوی تو یہہ مصیبتین اوسکی اختیار سے نہیں ہین اور نہ اوسکے سبب پیدا کرنے سی تاکہ اوسپر ثواب ملے
علیها بل ان صبر علیها یکون له اجر الصابرین وان رضی بها یکون له اجر الراضین لکن قد ورد فی الحدیث انما الصبر
بلکہ اگر اوسپر صبر کریگا تو اوسکو صابرین کا سا ثواب ملیگا اور اگر اوسپر رضامند ہوا تو رضامندون کا اجر ملیگا لیکن حدیث مین بیشک یہہ آیا ہی کہ صبر
عند الصدمة الاولی کما روی عن انس انه علیه السلام مر بامرأة تبکی عند قبر فقال لها اتقی الله واصبری فقالت الیک
پہلے صدمہ پر ہوا کرتا ہی چنانچہ انس سے روایت ہی کہ نبی علیہ السلام ایک عورت کے پاس کہ قبر پر روتی تہی گذری آپنے فرمایا ای عورت خدا سی ڈر اور صبر کر جواب دیا الگ رہ تجہپر
عنی فانک لم تصب بمصیبتی ولم تعرفه فقیل لها انه النبی علیه السلام فاتت النبی علیه السلام فقالت لم اعرفک یا رسول
ایسی مصیبت نہین پڑی ہی اور آپکو اوسنی نہ پہچانا کسی نے کہدیا کہ یہہ نبی علیہ السلام ہین پہر وہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت مین آئی اور عرض کیا مین نے آپکو یا رسول اللہ
الله فقال النبی علیه السلام انما الصبر عند الصدمة الاولی وانما قال کذلک اذ بعد ما مضی علیه زمان یحصل الصبر
پہچانا نہین تہا پہر نبی علیہ السلام نے فرمایا صبر پہلے صدمہ پر ہوتا ہی اور یہہ اسلئی فرمایا کہ جب دیر گذر جاتی ہی تو ہر مصیبت زدہ کو خود بخود صبر آجاتا ہی
لکل مصاب شاء ام ابی وقال ابن مبارک المصیبة واحدة فان جزع صاحبها صارت اثنتین احدهما المصیبة نفسها
چاہے یا نچاہے اور ابن المبارک کہتا ہی پہلے مصیبت ایک ہوتی ہی پہر اگر وہ بیصبری کرتا ہی تو دو مصیبتین ہوجاتی ہین ایک تو وہی مصیبت

والاخری ذهاب اجرها وهو اعظم من المصیبة نفسها فان الجزع لا یرد ما فات ولا یرفع الحزن بل یبطل ثواب المصیبة
دوسرے ثواب کا فوت ہو جانا اور یہ اوس پہلی یعنی مصیبت سی سخت ہی کیونکہ بیصبری گذشتہ بات کو نہیں پہیرتی اور نہ غم کو دور کرتی ہی بلکہ مصیبت کا ثواب باطل کر دیتی ہے
لان من یجزع علی المصیبة فهو انما یشکو ربه ویرید ان یرد قضاءه وقد ورد فی الحدیث ان المیت لیعذب ببکاء
اسلیے کہ مصیبت پر بیصبری کرنیوالا پروردگار کی شکایت کرتا ہی چاہتا ہی کہ قضا پہر جاوے اور بیشک حدیث میں آیا ہی کہ میت کو بیشک اہل و عیال کے رونے سے
اهله علیه وذلك اذا كان علی طریق النوح وكان المیت راضیا به قبل موته واما اذا لم یكن كذلك فلا باس بالبكاء
عذاب ہوتا ہی لیکن یہہ عذاب جب ہی کہ بطور نوحہ کے ہو اور میت ہی زندگی میں پسند کرتا ہو اور اگر یہہ دو نوں امر نہوں تو پہر اوسپر
علیه رحمة له وشفقة علیه لما هو فیه من السوال المحتوم والعقاب الموهوم فان النبی علیه السلام حین مات
بطور رحمت اور شفقت کی رونے کا کیا ڈر اسپر کہ وہ سوال جواب ایسے اور عقوبت موہوم میں مبتلا ہوتا ہی کیونکہ نبی علیہ السلام جب آپکا
ابنه ابرهیم بكی فقال له عبد الرحمن بن عوف وانت تبكی یا رسول الله فقال النبی علیه السلام یا ابن عوف انها رحمة
بیٹا ابراہیم مرگیا تہا تو روتی تہی اور عبد الرحمن بن عوف نے عرض کیا آپ بہی روتی ہیں یا رسول اللہ تب نبی علیہ السلام نے فرمایا ای ابن عوف یہہ رحمت ہے
جعلها الله تعالی فی قلوب عباده فانما یرحم الله من عباده الرحماء وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال القلب یحزن
کہ اللہ تعالی نے اپنی بندوں کی دلوں میں رکہدی ہے اور اللہ اپنی رحیم بندوں ہی پر رحمت کرتا ہی اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا دل غمگین ہوتا ہے
والعین تدمع ولا نقول ما یسخط الرب فی روایة ولا نقول الا ما یرضی ربنا وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال ان
اور آنکہیں روتی ہیں اور ہم وہ کلمہ نہیں کہتی کہ پروردگار ناخوش ہو اور ایک روایت میں ہے کہ ہم وہ ہی کہتی ہیں جس میں ہمارا پروردگار راضی ہو اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ
الله لا یعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولكن یعذب بهذا واشار الی لسانه وفی حدیث اخر انه علیه السلام
اللہ تعالی آنکہ کی آنسو سے عذاب نہیں کرتا ہی اور نہ دل کی غم سی پر اس سے عذاب کرتا ہی اور زبان کی طرف اشارہ کیا اور ایک حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا
قال لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعی بدعوی الجاهلیة والمراد بدعوی الجاهلیة قولهم واویلاه واثبوراه واكاسیاه وانا صراه
ہمارا ساتہی نہیں ہی جو شخص منہہ کو پیٹے اور گریبان چیرے اور جاہلیت کیسی باتیں بکے اور جاہلیت کی باتوں سی یہہ قول مراد ہیں ہائی ہلاکی ہائی مرنے والی ہائی ہوشیاری ہائی مددگار
ونحو ذلك وروی انه علیه السلام قال الضرب علی الفخذ عند المصیبة یحبط الاجر ولهذا ندبت التعزیة وهی الحمل
اور مانند اسکی اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ران کا پیٹنا مصیبت کی وقت ثواب کو کہو دیتا ہی اور اسہی لیے تعزیت مستحب کی گئی ہی یعنے
علی العزاء وهو الصبر بوعد الاجر والدعاء للمیت والمصاب بالمغفرة قال الزیلعی لا باس بتعزیة اهل المیت وترغیبهم
صبر کا تسلیم کرنا واسطے ثواب موعود کے اور دعا خیر واسطے مردہ کی اور دعا مغفرت کے لیے پس ماندہ کی زیلعی کہتا ہی اہل میت کی تعزیت میں اور صبر کی رغبت دلانی میں
فی الصبر لقوله علیه السلام من عزی مصابا فله مثل اجره وكیفیة التعزیة ان یقال لمن اصابته المصیبة
کچہہ ڈر نہیں واسطے ارشاد نبی علیہ السلام کی جسنے مصیبت رسیدہ کی تعزیت کی تو اوسکی اوسی برابر کا ثواب ہے اور طریقہ تعزیت کا یہہ ہے کہ مصیبت رسیدہ کو کہی
عظم الله اجرك واحسن عزاك وغفر لمیتك وقال الفقیه ابو اللیث ان العبد لا یدرك منزلة الاخیار الا بالصبر
خدا تجہکو بڑا اجر عنایت کری اور تیرا صبر نیک کر دی اور تیری مردہ کو بخشدی اور فقیہ ابو اللیث کہتا ہی کہ انسان کو درجہ اخیار کا نہیں ملتا جب تک سختی اور
علی الشدة والاذی وقد امر الله تعالی نبیه بالصبر فقال فاصبر كما صبر اولو العزم من الرسل فالامر للنبی امر لامته
تکلیف پر صبر نکرے اور اللہ تعالی اپنی نبی سے صبر کو فرماتا ہے چنانچہ یہہ کہا سو تو ٹہرا رہ جیسے ٹہرے رہی ہیں ہمت والی رسول پس نبی سے کہنا گویا امت سے کہنا ہی
فیجب علی من كان من الامة ان یقتدی بنبیه ویصبر علی ما یصیبه من الالم ویعلم ان ما دفعه الله تعالی عنه
سو جو امت میں داخل ہی اوسپر واجب ہے کہ اپنی نبی کی پیروی کرکر مصیبت الم وغیرہ پر صبر کری اور یقین کری کہ جو جو بلا اللہ تعالی اوس بندہ پر سی دفع کی ہیں
من البلاء اكثر مما اصابه ویحمد الله تعالی علی ذلك اذ روی انه علیه السلام قال اذا مات ولد العبد یقول الله تعالی
وہ زیادہ ہیں اون سی جو اوسکو پہنچتی ہیں اور اوسپر اللہ تعالی کا شکر بجالانا چاہیی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب کسیکا بچہ مرتا ہی تو اللہ تعالی

ملائکته

للملئكة اقبضتم ولد عبدي فيقولون نعم فيقول اقبضتم ثمرة قلبه فيقولون نعم فيقول ماذا قال عبدي
فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا تم نے میرے بندہ کے بچہ کی جان نکال لی وہ عرض کرتے ہیں ہاں پھر فرماتا ہے کیا جان لی اوسکی آنکھ کی ٹھنڈک کی وہ عرض کرتے ہیں ہاں پھر پوچھتا ہے میرے بندہ نے کیا کہا
حمدك واسترجع فيقول الله تعالى ابنوا لعبدي بيتا في الجنة وسموه بيت الحمد وقد ذكر ان اهل الاعمال
پھر وہ عرض کرتے ہیں تیری حمد کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا پھر اللہ تعالی فرماتا ہے میرے بندہ کیلئے جنت میں گھر بناؤ اور بیت الحمد نام رکھدو اور مذکور ہے کہ نماز
من الصلوة والزكوة والصوم والحج يؤتى بهم يوم القيمة فيوفى اليهم اجورهم بالميزان ثم يؤتى باهل البلاء فلا ينصب
اور زکوۃ دینے والے اور روزہ دار اور حاجی جب قیامت کے دن حاضر کیے جاوینگے تو ان کا ثواب میزان سے تول کر پورا کیا جاویگا پھر مصیبت زدہ لوگ
لهم الميزان ولا ينشر لهم الديوان بل يصب الاجر صبا فيود اهل العافية لو ان جلودهم كانت قرضت في الدنيا
بلائے جاوینگے سو انکے لئے نہ ترازو کھڑی ہوگی اور نہ کچھ دفتر موجود ہوگا بلکہ انکا اجر بے اندازہ برسایا جاویگا پھر عافیت والے آرزو کرینگے کاشکے دنیا میں ہمارے کھال قینچیوں سے کتری
بالمقاريض يرون ما يعطى لاهل البلاء من الثواب بغير حساب وذلك قوله تعالى انما يوفى الصابرون اجرهم بغير
جاتے کیونکہ دیکھینگے کہ اہل بلا کو کتنا بے حساب ثواب عطا ہوا یہ قول اللہ تعالی کا صبر والوں ہی کو ملتا ہے اونکا نیگ
حساب ولهذا كان السلف الصالح يفرحون بالبلاء في الدنيا لما تحققوا ان في الصبر عليه اجرا جزيلا لا نهاية فان
ان گنت اور اسی لئے متقدمین صلحاء دنیا میں بلا پر خوش ہوتے تھے کیونکہ اونکو یقین تھا کہ بلا پر صبر کرنے میں بڑا ہی ثواب بے حد ہے اگر کوئی
قيل ان كان المراد بالصبر على البلاء الرضى به وعدم الكراهة فلا قدرة للادمي عليه وان كان المراد به الفرح بوجوده
اعتراض کرے کہ بلا پر صبر کرنے سے اگر یہ مراد ہے کہ بلا پر راضی ہو اور ناخوش نہ ہووے تو یہ آدمی کی اختیار میں نہیں ہے اور اگر اوس سے یہ مراد ہے کہ بلا پر خوش ہو
فهو ابعد من الاول فالجواب ان الشارع لم ينه عن شيء لا يدخل تحت الوسع وانما نهى عن المكتسب كشق الجيوب وضرب
تو یہ اوس سے بھی بعید تر معلوم ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ شارع نے ایسی شے سے کہیں منع نہیں کیا جو اوسکی اختیار میں نہو ممانعت اوس سے ہی جسکو کر سکتا ہے جیسے گریبان چیرنا
الخدود والقول باللسان كالندب والنياحة واما ما ذكر من فرح الصالحين به فذلك فرح شرعي مكتسب من قوة الايمان
گلے پیٹنے اور زبان سے بکنا جیسے بین کرنا اور نوحہ کرنا اور وہ جو مذکور ہے یعنی بلا پر صلحا کی فرحت سو یہ فرح شرعی ہے ایمان اور یقین کے قوت سے
واليقين مثاله مثال رجل قال له الملك كلما اضربك سوطا اعطيك مائة دينار فان ذلك الرجل كما يفرح بكثرة الضرب
حاصل ہوتی ہے اوسکی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص کو بادشاہ کہے میں تیرے جب کوڑا ماروں تو ہر کوڑہ کی بدلہ سو اشرفی دونگا سو یہ شخص باوجود الم کے جیسا
الملك له مع وجود الم الضرب لما يرجو من جزيل العطاء فكذلك الصالحون لما سمعوا قوله تعالى انما يوفى الصبرون اجرهم
بادشاہ کی کثرت ضرب سے خوش ہوتا ہے کیونکہ بڑی بخشش کا امیدوار ہے تو ایسے ہی صلحا نے جب یہ آیت سنی صبر کرنے والوں ہی کو ملتا ہے اونکا نیگ
بغير حساب وقوله تعالى وجزيهم بما صبروا جنة وحريرا وتيقنوا بحصول جزيل الثواب هان عليهم ما اصابهم في
ان گنت اللہ بدلہ دیا اونکو اسپر کہ وہ ٹھہرے رہے باغ اور پوشاک ریشمی اور یقین لائے بڑے ثواب ملنے کا تو اونپر دنیا میں جو
الدنيا من المصائب كما حكي عن بعض النساء الصالحات انها عثرت يوما فانقطع ظفرها فضحكت فقيل لها اما تجدين
مصیبت گذری سب آسان ہوگئی چنانچہ کسی صالحہ عورت کا قصہ ہے کہ ایک روز پھسلکر گر پڑی تو اوسکا ناخن ٹوٹ گیا تو وہ ہنسنے لگی کسی نے کہا کیا تجکو
مرارة الوجع فقالت ان لذة الثواب الحاصل من الله تعالى بالصبر والرضى ازالت عني مرارة الوجع قال العلماء حقيقة الرضى
اسمیں دکھ نہیں ہوتا جواب دیا ثواب کی لذت نے جو اللہ تعالی سے صبر اور رضا پر ملیگا دکھ کی تلخی کو میری الٹی دور کردیا ہے علما کہتے ہیں حقیقت رضا کی
ما علمنه الله تعالى ان نقوله عند المصيبة انا لله وانا اليه رجعون وهذا استرجاع باللسان فلابد للعاقل عند اتيانه
وہ ہی جو اللہ تعالی نے ہمکو تعلیم کی ہے کہ مصیبت کی وقت پر کہا کریں ہم مال اللہ کا ہیں اور ہمکو اوسکی طرف پھر جانا ہے اور یہ تو استرجاع زبانی ہوا پھر عاقل کو لازم ہے کہ اسکو زبان سے کہتے ہوے
به ان يتفكر في ثواب المصيبة ليسهل عليه المصيبة فان ثواب المصيبة اذا استقبله يوم القيمة يود لو ان جميع اولاده
مصیبت کی ثواب کو تصور کرے تاکہ اوسپر مصیبت آسان ہوجاوے بیشک مصیبت کا ثواب جب قیامت کے روز سامنے آویگا تو یہ آرزو کریگا کاشکے میرے ساری اولاد

وان ثوابه ما لو قتله في الدنيا بالسنان لو ان مصيبته موقوفة على الله تعالى في المصيبة لو لاحظها حيث قال ولنبلونكم
اور تمام ثواب اسکا دنیا میں تیر سے بہتر ہے اور بیشک انکا ثواب مصیبت میں اللہ تعالی پر موقوف ہے جیسا فرمایا ہے اور البتہ ہم آزماوینگے تمکو
بشيء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرين الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله و
کچھ ایک ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں کی اور جانوں کی اور میووں کی اور خوشی سنا صبر کرنے والوں کو کہ جب پہنچے انکو مصیبت کہیں ہم اللہ کا مال ہیں اور
انا اليه راجعون اولئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة واولئك هم المهتدون يعني ان كل من اصابه مصيبة في ماله او ولده
ہمکو اوسی کی طرف پھر جانا ایسے لوگ وہ ہیں جنپر شاباشیں ہیں رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں راہ پر مراد یہ ہی کہ جسکو پہنچے مصیبت اوسکے مال میں یا اولاد میں
او نفسه او عرضه كالكلمة القبيحة التي يسمعها في حقه والهم الذي يهمه والغم الذي يغمه من ضيق معيشته او
یا جان میں یا آبرو میں جیسے عیب کی بات اپنی حق میں کسی سے سن پاوے یا ایسا اندوہ پہنچے جو بیچ لگا دے یا غم پہنچے تنگی معیشت کا
قلة قوته او تعذر كسبه او صلاح نبات ذرعه او غير ذلك فانه اذا صبر واحتسب ثواب مصيبته التي اصيب بها يعطيه
یا قلت روزی کا یا پیشہ چلنے کا یا کھیتی ماری جانیکا یا کچھ اور سوا اوسکے اسپر جو صبر کریگا اور مصیبت کی ثواب کا جو اوسپر گذری ہی امیدوار ہوئیگا تو اللہ تعالی
الله تعالى ما وعده في كتابه من الصلوة والرحمة والهداية لانه تعالى لا يخلف الميعاد وروى عن عكرمة انه عليه السلام
وہی عطا کریگا جو اوسکی اپنی کتاب میں وعدہ کیا ہی شاباش اور رحمت اور ہدایت کیونکہ اللہ تعالی وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور عکرمہ سے روایت ہی کہ نبی علیہ السلام کا
طفئ سراجه فقال انا لله وانا اليه راجعون فقيل له امصيبة هي يا رسول الله فقال نعم كل شيء يؤذي المؤمن فهو له
چراغ بجھگیا تھا سو آپنے فرمایا ہم اللہ کا مال ہیں اور ہمکو اوسی کی طرف پھر جانا ہے تو عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ مصیبت ہی پس فرمایا ہاں جس شی سے مومن کو ایذا ہو وہی اوسکی
مصيبة وفي حديث اخر انه عليه السلام قال اذا انقطع شسع احدكم فليسترجع فانها من المصائب وروى عن ام سلمة
مصیبت ہی اور ایک حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب کسیکی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جاوے تو انا للہ پڑھے کیونکہ یہ بھی مصیبت ہی اور ام سلمہ سے روایت ہے
انه عليه السلام قال ما من مسلم يصيبه مصيبة فيقول انا لله وانا اليه راجعون اللهم اجرني في مصيبتي واخلف
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس مسلم پر کچھ مصیبت گذری پھر وہ کہے ہم اللہ کا مال ہیں اور ہمکو اوسی کی طرف پھر جانا الٰہی مجھکو میری مصیبت کا اجر دے اور مجھکو اوسکے
لي خيرا منها الا اجره الله في مصيبته واخلف له خيرا منها وروى عن ابن عباس انه عليه السلام قال من استرجع عند المصيبة
بہتر عوض دے تو اللہ تعالی اوسکو اوسکی مصیبت کا اجر دیگا اور اوس سے بہتر عوض دیگا اور ابن عباس سے روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے مصیبت پر انا للہ پڑھا
جبر الله مصيبته واحسن عقباه وجعل له خلفا صالحا يرضاه وروى عن الحسين انه عليه السلام قال ما من مسلم يصاب
تو اللہ تعالی اوسکی مصیبت کو رفع اور اوسکا انجام نیک کر دیگا اور اوسکا اچھا بدلا اوسکی پسند کا دیگا اور حسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں کوئی مسلم کہ اوسپر
بمصيبة فيذكرها وان قدم عهدها فيحدث لها استرجاعا الا كتب الله له مثلها من الاجر يعني انه تعالى يعطيه من الاجر
مصیبت گذری پھر وہ اوسکو یاد کرے اگرچہ مدت گذر گئی ہو پھر وہ از سر نو انا للہ پڑھے مگر اللہ تعالی اوسکی لئے اجر مقرر کریگا مراد یہ ہی کہ اللہ تعالی اوسکو اجر
مثل الاجر الذي اعطاه يوم اصيب بها وروى عن سعيد بن جبير ان الاسترجاع لم يعط لامة من الامم الا لهذه الامة ولو اعطي
برابر اوس اجر کے جو مصیبت کے روز عطا کیا تھا عنایت کریگا اور سعید ابن جبیر سے روایت ہی کہ استرجاع سوا اس امت کی اور کسی امت کو عطا نہیں ہوا اگر کسیکو ملتا
لاحد لاعطي يعقوب النبي عليه السلام الا ترى انه حين اصابه لم يسترجع بل قال يا اسفى على يوسف وروى عن ابن عباس
تو البتہ یعقوب علیہ السلام کو ملتا کیا دیکھتا نہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے مصیبت کے وقت انا للہ نہیں پڑھا بلکہ یہ کہا کہ ہائی افسوس یوسف پر اور ابن عباس سے روایت ہے
انه نعي اليه ابنة له وهو في السفر فاسترجع ثم نزل فصلى ركعتين ثم قال قد صنعنا ما امرنا الله تعالى فانه تعالى قال استعينوا
کہ اونکو سفر میں بیٹی کی سناونی آئی تو انا للہ پڑھا پھر اوترکر دو رکعت پڑھیں پھر کہا ہمکو اللہ کا حکم تھا سو کر چکے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی قوت پکڑو
بالصبر والصلوة فينبغي للمؤمن ان يفعل كذلك فانه عليه السلام كان اذا حزنه امر فزع الى الصلوة لكونها ام العبادات
صبر سے اور نماز سے اب مومن کو لازم ہی کہ یہ ہی کیا کرے کیونکہ نبی علیہ السلام اگر کسی بات سے غمگین ہوتے تو نماز شروع کردیتے اسلئے کہ نماز سب عبادات کی اصل

ومعراج المؤمنين ومناجاة رب العالمين قال عليه السلام ان اعظم الجزاء مع عظم البلاء وان الله تعالى اذا
اور مومنین کی معراج ہے اور پروردگار عالم سے سرگوشی ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا بیشک بڑا ثواب بڑی بلا کے ساتھ ہے اور بیشک الله تعالیٰ جب
احب قوما ابتلاهم فمن رضي فله الرضى ومن سخط فله السخط يعني ان كثرة الثواب تحصل بحصول كثرة
کسی قوم کو محبوب رکھتا ہے تو انکو مبتلا کرتا ہے پس جو راضی ہوا اسکے لیے رضا ہے اور جو ناخوش ہوا اسکے لیے ناخوشی ہے یعنی ثواب کی کثرت بلا کی کثرت سے
البلاء فمن رضي به وصبر عليه يحصل له رضاء الله تعالى ومن كره البلاء وجزع ولم يرض بحكمه يحصل
حاصل ہوتی ہے پس جو راضی ہوا اور اسپر صبر کیا تو اوسکے لیے الله کی رضامندی حاصل ہوگی اور جس نے بلا کو مکروہ جانا اور واویلا کیا اور الله کے حکم پر راضی نہ ہوا تو اوسکے لیے
له سخط الله وغضبه لكن ينبغي ان يعلم ان الرضى والسخط محلهما القلب وهما يتعلقان به لا باللسان فلهذا ترى
الله کی بیزاری اور غضب ہے لیکن جاننا چاہیے کہ رضامندی اور بیزاری کا محل دل ہے یہ دونوں دل سے علاقہ رکھتی ہیں نہ زبان سے اسی واسطے تم دیکھتے ہو
كثيرا من الناس يكون له انين من وجع او شدة المرض مع ان في قلبه الرضى والتسليم بالله تعالى على هذا كل من
اکثر لوگوں کو کہ کبھی درد کی مار سے یا بیماری کی شدت سے آہ و اف کرتے ہیں حالانکہ انکے دل میں الله تعالیٰ کی رضا اور تسلیم ہوتی ہے اس بنا پر جس کسی سے
يسمع منه انين لا يجوز ان يقال في حقه انه غير صابر وغير راض بحكم الله تعالى فلا يطلع احد على قلب احد
سنے میں آئے کراہنا اسکو یہ نہیں کہا جاتا کہ صبر نہیں کرتا اور الله کے حکم پر راضی نہیں ہے اسلئے کہ کسی کو کسی کے دل کی کیا خبر ہے
وروي عن عامر الرامي انه عليه السلام قال ان المؤمن اذا اصابه السقم ثم عافاه الله تعالى كان كفارة لما مضى من
اور عامر رامی سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ مومن بیمار ہو جاتا ہے پھر اوسکو الله تعالیٰ عافیت دیتا ہے تو گذشتہ گناہوں کا کفارہ
ذنوبه وموعظة له فيما يستقبل وان المنافق اذا مرض ثم اعفي كان كالبعير الذي عقله اهله ثم ارسلوه فلم يعلم
اور آئندہ کی واسطے پند ہے اور بیشک منافق اگر بیمار ہو کر صحت پاتا ہے تو ایسا ہے جیسے اونٹ کہ پہلے اوسکو گھر والوں نے باندھ دیا پھر اوسکو چھوڑ دیا
لم عقلوه ولم ارسلوه فعلم من هذا انه تعالى انما يبتلي عبده المؤمن لمحو سيئاته او لرفع درجاته التي لم يبلغها
تو اوسکو خبر نہیں ہوتی کیوں باندھا تھا اور کیوں چھوڑ دیا اب اس سے معلوم ہوا کہ الله تعالیٰ اپنے مومن بندہ کو اسلیے مبتلا کرتا ہے کہ اوسکے گناہ محو ہوں اور وہ درجات کہ بدون مصائب کے نہیں
الا بانواع البلايا فانه تعالى يرسل عليه في الدنيا شدائدها ومحنها حمية له عن الافتتان بها وتزهيدا له عنها
لے سکتا تھا بلند ہو جاویں سو الله تعالیٰ اوسپر دنیا میں سختیاں اور محنتیں دنیا کی فتنہ سے بچانے کو اور دنیا سے چھوڑانے کو ڈالدیتا ہے
لئلا يطمئن اليها ويألف محبتها فيقطعه ذلك عن منازل الاخرة لانه متى ابتلي يضعف سورة نفسه ويذهب
تاکہ دنیا پر اطمینان نہ کرے اور اوسکے الفت میں نہ پھنس جاوے پھر اوسکی محبت سے اخروی مراتب سے محروم نہ رہ جاوے کیونکہ جب مبتلا ہوگا اوسکی نفس کی تندی سست اور بشری
صفات بشريته وينقطع عنه مواد الهوى ولذة الدنيا فيتوجه في كل حال في السراء والضراء الى مولاه ويألف الاقبال عليه
عادات جاتی رہینگے اور ہوا و ہوس اور دنیا کی لذت اوس سے منقطع ہو جاویگی پھر ہر حال راحت اور رنج میں اپنے مولا کے طرف متوجہ رہے گا اور اوسکے طرف لگا رہے
ويستوطن بالصبر والرضى بين يديه الى ان يرفعه الى درجات الاحباب والاولياء وهذا معنى ما روي عن انس انه عليه السلام
الفت پکڑیگا اور صبر اور رضا کو اپنے سامنے قایم رکھیگا آخر اوسکو مرتبہ دوستوں اور اولیا کا حاصل ہو جاویگا اور انس رضی کی روایت کے یہی معنی ہیں کہ نبی علیہ السلام
قال ان الله تعالى اذا اراد بعبد خيرا واراد ان يصافيه صب عليه البلاء صبا ومن جملة ما يصب عليه من البلاء
فرمایا کہ بیشک الله تعالیٰ جب کسی کی خیر چاہتا اوسکو پاک کیا چاہتا ہے تو اوسپر بہت بلا ڈال دیتا ہے اور بعضے بلائیں اس قسم کی ہیں کہ
انه تعالى يقيض له ويسلط عليه من بعض خلقه من يقصده بالاذى حتى لو اختفى في جحر ضب او فارة يقيض الله تعالى
کہ الله تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کو اوسپر تعین کر کر غالب کر دیتا ہے کہ اوسکو ہر وقت ستاتا ہے یہاں تک کہ اگر گوہ یا چوہے کی بل میں جا کر دبکے تو الله تعالیٰ
له من يؤذيه كما روي عن علي انه عليه السلام قال لو كان المؤمن في جحر ضب ليقيض الله تعالى له فيه من يؤذيه وروي
اوسپر وہاں بھی ایذا رسان کو بھیجتا ہے چنانچہ علی رضی سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مومن گوہ کی بل میں بھی ہوگا تو وہاں بھی ایذا دینے والا موجود ہوتا ہے اور ایسی ہے

مثله عن انس بلفظ لو ان المؤمن کان فی جحر فارة لقیض له فیه من یؤذیه والحکمة فی ذلك ان البلاء یسبك صفاء
انس سے بھی یہہ روایت ہی اگر مومن چوہے کی بل میں ہو تو اوسمیں بھی اوسکا موذی جا موجود ہوتا ہی اور اسمیں حکمت یہی کہ بلا صفات بشریکو گلاکر صاف کرتی ہی
العبد فکانه تعالی یسبك نفس عبده المؤمن بنار المحنة والبلاء لیصفیه من کدورات اخلاق البشریة لیصلح لولایته
گویا اللہ تعالی اپنی مومن بندہ کی نفس کو محنت اور بلا کی آگ میں گلاکر صاف کرتا ہی تاکہ عادات بشریکی کدورت سی صاف ہوکر ولایت اور محبت کے لایق ہو جاوے
ومحبته

المجلس الثالث والستون فی بیان تحقیق قوله علیه السلام اغتنم خمسا قبل خمس

باسٹھوین مجلس اس حدیث کے تحقیق میں کہ غنیمت جان پانچ کو پہلے پانچ سے آخر حدیث تک

الحدیث وما یتفرع علیه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لرجل یعظه اغتنم خمسا قبل خمس شبابك
اور جو اس سے متعلق ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پند دیتے ہوے فرمایا غنیمت جان پانچ کو پہلے پانچ کی جوانی کو
قبل هرمك وصحتك قبل سقمك وغناك قبل فقرك وفراغك قبل شغلك وحیاتك قبل موتك هذا الحدیث
پہلے بڑھاپے سے اور صحت کو پہلے بیماری سے اور توانگری کو پہلے فقر سے اور فرصت کو پہلے دھندے سے اور زندگی کو پہلے موت سے یہہ حدیث
من حسان المصابیح رواه میمون بن مهران فانه علیه السلام بین فیه ان الانسان فی حال شبابه یقدر علی
مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے میمون ابن مہران کی روایت سے بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں یہہ فرمایا کہ آدمی اپنی جوانی میں وہ کام کر سکتا ہے
الاعمال التی لا یقدر علیها فی حال هرمه فلا بد له ان یغتنم الفرصة ویشتغل بالطاعات فی حال شبابه قبل هرمه لانه
جو حالت پیری میں نہیں کرسکتا سو اوسکو لازم ہی کہ فرصت کو غنیمت جانے اور عہد جوانی میں پیری سے پہلے عبادت میں مشغول رہے کیونکہ
فی حال شبابه ان ترك العمل واتبع هواه وتعود بالمعصیة لا یقدر علی ترکها فی حال هرمه فینبغی له ان یترك
جوانی میں اگر عمل خیر ترک کرکر ہوا ہوس میں پھنسا اور معصیت کی عادت کرلے تو پھر کیا طاقت ہی کہ بڑھاپے میں چھوڑ دے تو لایق یہہ ہی کہ معاصی کو
المعاصی فی حال شبابه ویعود نفسه باعمال الخیر حتی یسهل علیه فی حال هرمه وبین ایضا انه فی حال صحته یقدر
جوانی میں ترک کرے اور اعمال خیر کی عادت ڈالے تاکہ پیری میں جاکر آسانی رہے اور یہہ بھی بیان فرمایا کہ انسان اپنی صحت میں اپنی
علی کسب الخیرات بماله وبدنه فینبغی له ان یغتنم صحته ویجتهد فی کسب الخیرات بماله وبدنه لانه اذا مرض یضعف
مال اور بدن سے ثواب حاصل کرسکتا ہی پھر اوسکو لازم ہی کہ اپنی صحت کو غنیمت جانکر اپنے مال اور بدن سے کسب خیرات میں کوشش کرے کیونکہ بیمار ہوکر بدن ناتوان ہو جاتا ہی
بدنه فلا یقدر علی الطاعات ببدنه ویقصر یده عن ماله فیما زاد علی الثلث فلا یقدر علی التصرف فی ماله الا فی مقدار
پھر بدن میں طاعات کی طاقت کہاں رہتی ہی اور ہاتھ بسبب تہائی مال کی زیادہ سے تنگ ہو جاتا ہی پھر یہہ قدرت نہیں کہ تہائی مال سے زیادہ خرچ کرے
ثلثه وبین ایضا انه فی حال غناه وفی حال فراغه یقدر علی الطاعات بلا مانع فاذا بدل الغنی بالفقر والفراغ بالشغل
اور یہہ بھی بیان فرمایا کہ آدمی توانگری اور فرصت میں بلا موانع طاعات کرسکتا ہی اور جب توانگری کی بدلے فقر آیا اور فرصت کی جگہہ دھندا لگا
یظهر الموانع فلا یقدر علی الطاعات بل یکون مشتغلا بامر المعاش فینبغی له ان یغتنم غناه وفراغه فی تحصیل الاعمال
تو پھر موانع پیدا ہوگئے پھر طاعات کی توفیق کہاں بلکہ اپنی معاش کی فکر میں لگا رہتا ہے سو لایق یہہ ہی کہ توانگری اور فرصت کو صالح اعمال کی لئے غنیمت سمجھے
الصالحات لان الغنی یعقبه الفقر والفراغ یعقبه الشغل وبین ایضا انه فی حال حیوته یقدر علی العمل فاذا مات
اسلئے کہ غنا کے پیچھے فقر اور فرصت کی پیچھے دھندا لگا ہوا ہے اور یہہ بھی بیان فرمایا کہ آدمی اپنی زندگی میں عمل کرسکتا ہی اور جب مرا
ینقطع عن العمل فینبغی له ان یغتنم حیاته ولا یضیع عمره فیما لا یعنیه فان کل نفس من انفاس العمر جوهرة نفیسة لا
تو عمل تمام ہوے بس لازم یہہ ہی کہ اپنی زندگی کو غنیمت جانکر نکمے باتوں میں عمر نکھوئے کیونکہ عمر کا ایک ایک دم ایک نفیس بے بہا جوہر ہے
قیمة لها اذ یمکن ان یشتری بها کنز من کنوز الجنة التی لا یتناهی نعیمها ابد الاباد فاضاعة تلك الانفاس واشتراء صاحبها
اسلئے کہ اسکے بدلے ایک خزانہ جنت کی خزانوں میں سی ہاتھ آسکتا ہی جسکی نعمتیں کبھی تمام نہوں گے پھر ایسی انفاس کو ضایع کھونا اور ایسی چیز کا خریدنا

لما ما يكون سببا لهلاكه باتباع هواه غاية الخسران ونهاية الخذلان فان من يتبع هواه يفعل ما يضره ويهلكه
کہ ہوا وہوس میں پھنسا کر ہلاک کر ڈالے بڑا ہی زیان اور نہایت نقصان ہی سو جو شخص ہوا وہوس میں لگا ہوا ہی تو وہ ہی کام کرتا ہی جس میں
حالا او مآلا وهو لا يشعر او يشعر لكن لخفة عقله يرجح اللذة الحاضرة التي لا بقاء لها على العقوبات الاخروية
حال اور مآل کا ضرر اور تباہی ہو پھر وہ بیخبر ہی یا جانتا ہی پر بیوقوفی سے حال کی ناپائدار لذت کو اخروی عقوبات سے جنکی
التي لا نهاية لها ويظن لعمى بصيرته وتناهي حماقته انه ظفر بشيء من اللذائذ ولا يعلم ذلك الاحمق انه
کچھ انتہا نہیں ہے بہتر سمجھتا ہی اور اندھا ہوکر کمال بیوقوفی سے خیال کرتا ہی کہ کچھ عیش اوڑایا اور احمق یہ نہیں سمجھتا کہ دنیا سے
يخرج من الدنيا ويرى انه لم يظفر بشيء من اللذائذ اصلا لا من لذائذ الدنيا لانها عنه تزول ولا من لذائذ
ابھی نکلکر دیکھ لیگا کہ کچھ بھی عیش نکیا نہ تو دنیا کی عیش ولذت کیونکہ سب چھوٹ جائینگی اور نہ
الاخرة اذ ليس له اليها الوصول فيبقى في حسرة وندامة حين لا ينفعه الندم وقد روي انه عليه السلام قال
آخرت کی عیش کی لذت کیونکہ وہ کہاں ہاتھ آسکتے ہیں پھر حسرت اور ندامت ہی میں رہیگا اوسوقت ندامت سی کچھ فائدہ نہوگا اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا
ما من احد يموت الا ندم قالوا وماذا ندامته يا رسول الله قال ان كان محسنا ندم ان لا يكون ازداد وان كان
جب کوئی مرتا ہی سو نادم ہوتا ہی عرض کیا یا رسول اللہ ندامت کیوں ہوتی ہی فرمایا اگر نیکوکار ہوتا ہی تو یہ ندامت ہوتی ہی کہ عمل زیادہ کیوں نکئی اور اگر
مسيئا ندم ان لا يكون نزع فيا ايها العاقل لا تضيع عمرك في الغفلة واجتهد في تحصيل متعة الاخرة قبل
بدکار ہوتا ہی تو یہ ندامت کیوں نہ باز آیا سو دانا ہوکر اپنے عمر غفلت میں کیوں کھوتا ہے آخرت کی سامان حاصل کرنیں کوشش اس سے پہلے کر
ان يجيء يوم لا تقدر على تحصيلها في ذلك اليوم فانك عن قريب تعاين ذلك اليوم فتندم على
کہ ایسا دن آجاوے کہ اوس روز تو ہرگز حاصل نہ کرسکے بیشک تو اوس دن کو جلد دیکھ لیگا پھر تو گذشتہ عمر پر
ما فات من عمرك في غير طاعة ربك فلا ينفعك الندم فان العبد اذا كان في شغل من اشغال الدنيا و
بدون عبادت پروردگار کی نادم ہوگا اور ندامت سی کچھ فائدہ نہوگا کیونکہ آدمی جب تک دنیا کے کاروبار میں لگا رہتا ہے
كان شغله يمنعه من العمل احال ذلك العمل على فراغه وقال اذا فرغت عملت فذلك من حماقته من
اور وہ شغل اوسکو عمل نیک سی باز رکھتا ہی تو اوس عمل نیک کو فرصت کی وقت پہ ٹال رکھتا ہی کہتا ہے فرصت ملیگی تو کرونگا سو یہ صرف بیوقوفی ہی
وجهين احدهما ايثار الدنيا على الاخرة وليس هذا من شان العاقل وقد قال الله تعالى بل تؤثرون
دو وجہ سی ایک تو دنیا کو آخرت پر پسند کرنا اور یہ عاقل کا کام نہیں ہے اور بیشک اللہ تعالی فرماتا ہی بلکہ تم پسند
الحيوة الدنيا والاخرة خير وابقى والثاني تسويفه العمل الى وان فراغه فانه قد لا يجد مهلة بل يختطفه
رکہتے ہو دنیا کا جینا اور پچھلا گھر بہتر ہے اور رہنے والا اور دوسری وجہ عمل کو فرصت کی وقت پر ڈال رکھنا کیونکہ بعضے دفعہ مہلت نہیں ملتی بلکہ
الموت قبل فراغه او يزداد شغله لان اشغال الدنيا يستلزم بعضها بعضا فيبقى بلا زاد ليوم المعاد فالواجب
موت فرصت کی وقت سی پہلی آپکڑتے ہی یا وہ دنیا کا دہندا بڑہتا چلا جاتا ہی کیونکہ دنیا کی کام کا سلسلہ ایک سی ایک لگا ہوا ہی پہر آخرت کے توشہ سی خالی رہجاتا
على العبد ان يبادر الى الاعمال الصالحات على اي حال كان قبل وصول الموت وحصول الفوت لقوله
سو آدمی پر یہ واجب ہے کہ جلدی سی اعمال صالح کو کیسے حال میں ہو موت سی پہلی اور فوت سی پیشتر اختیار کری اس آیت کے
تعالى وسارعوا الى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السموات والارض اعدت للمتقين فان من تعلق قلبه
مطابق اور دوڑو بخشش پر اپنی رب کی اور جنت پر جسکا پھیلاو ہی آسمان اور زمین تیار ہوی ہی واسطی پرہیزگاروں کی بیشک جسکا دل
بالدنيا واخذ منها القدر الزائد على حاجته من الطعام والشراب واللباس يكون مضرة عليه الا ان يستعين به
دنیا پر لگا ہوا ہی اور دنیا میں سی کچھ مقدار حاجت سی زیادہ کہانا اور پینا اور پوشاک حاصل کرتا ہی تو اوسکی حق میں مضر ہی ہاں اگر اوس سے طاعت الہی میں مدد لے

على طاعة الله تعالى لان كل ما احبه الانسان وظفر به لابد ان يفارقه فان كان احبه لغير الله يعذب به
اسلئے کہ آدمی جس چیز کو محبت کی راہ سے پیدا کرتا ہی تو بالضرور اوس سے جدا ہوویگا پھر اگر اوسکی محبت واسطے غیر اللہ کے تھی تو اوسکی جدائی
بفواته ان يحصل له من الالم قدر ما تعلق به قلبه ولهذا قال بعض السلف من احب الدنيا فليوطن نفسه على
سے عذاب کیجاویگا اوتنا ہی الم پیدا ہوویگا جسقدر اوس سے دل متعلق تھا اسی لئے بعض متقدمین کا قول ہی کہ جو شخص دنیا کی محبت کرے تو چاہئے کہ اپنی جان کو
تحمل المصائب فان محبها لا ينفك عن ثلث مصائب هم لازم وتعب دائم وحسرة لا تنقضي فلو لم يكن لمحبها
مصیبت کا خوگر بنالے کیونکہ دنیا کے محب تین مصیبت سے خالی نہین ہوتی فکر دائمی اور رنج ہمیشہ کا اور ارمان بے انتہا اور اگر دنیادار کو بجز کوئی
العذاب العاجل لاهذا لكفى له مصيبة فكيف اذا حيل بينه وبين محبوباته ولذاته كلها بالموت وصار
عذاب سوا اسکے نہو تو یہ مصیبت ہی اوسکی لئے کفایت کرتی ہی پھر تو کیا حال ہوگا جب موت اوسمین اور اوسکی محبوبات اور لذات کی بیچ مین آجاوے اور ابھی کے
معذبا بنفس ما كان متلذذا به على قدر لذته التي شغلته عن سعيه في طلب زاده ليوم معاده اذ لو كان
عذاب مین رہ جاوے جس سے مزہ اور مزا تا تھا موافق اوس لذت کے جسکے ادے قیامت کی زاد راہ کی کچھ سعی نکی اسلئے اگر کسیکی
لاحد الف محبوب ينزل به عند الموت في وقت واحد الف مصيبة لانه كان يحب جميعها ويسلب
ہزار محبوب ہوں تو موت کے وقت ہی اوسپر ہزار مصیبت ایکبارگی پڑ جاتے ہین اسلئے کہ اسکو سب سی محبت تھی اور وہ سب کی سب
عنه في لحظة واحدة كلها ويبقى في حسرة وندامة بعد موته فهذا اول ما يلقاه عقيب موته من الالم فضلا
ایکدم بھر مین جاتی رہتی ہین اور مرتے ہی حسرت اور ندامت مین رہ جاتا ہے اور یہ تو پہلا الم ہے جو مرتے ہی پیش آوے گا
عما اعده الله تعالى للذين استحبوا الحيوة الدنيا ورضوا بها من عذاب الاخرة والحاصل ان من احب
اوسکو تو کیا کہنے جو اللہ تعالی نے اونکے لئے جو دنیا کو محبت سے آخرت کی عذاب پر پسند کرتے ہین آخرت کا عذاب تیار کر رکھا ہی اور حاصل یہ ہے کہ جو شخص
شيئا سوى الله تعالى ولم يكن محبته له لله تعالى ولا لكونه معينا على طاعة الله تعالى يحصل له به
سوا اللہ کے ایک اور چیز کی محبت پیدا کرلی اور وہ محبت نہ خدا کے واسطے ہو اور نہ طاعت الٰہی پر مددگار ہو تو اوسکے حق مین
الضرر سواء ظفر به او لم يظفر فانه ان لم يظفر به يعيش بغصته ولا يستريح من التعب وان ظفر به يكون
ضرر ہی برابر ہے کہ وہ شئی اوسکو حاصل ہو یا نہو کیونکہ اگر نہ حاصل ہوئی تو اوسکے غم مین گرفتار رہتا ہی رنج سی آرام نہین پاتا اور اگر حاصل ہوئی تو وہ الم
ما حصل له من الالم قبل حصوله ومن الحسرة عليه بعد فواته اضعافا اضعاف ما حصل له من اللذة
کہ حصول سی پہلی دیکھا وہ کا وہ اور اوسپر فوت ہونے کے بعد چند در چند اوس لذت سے زیادہ دل کے حسرت
ولو نال العبد كل حظ من حظوظ الدنيا وكل لذة من لذاتها ومضى عمره عليها ولم يسع في تحصيل
اور اگر آدمی کو دنیا کے تمام عیش اور آرام اور ساری لذتین عمر بھر حاصل رہین اور اوسنے آخرت کی سعادت مین
السعادة في الاخرة يصير عند الموت كانه لم يظفر بشيء من حظوظها ولذاتها وتصير تلك الحظوظ
کچھ سعی نکی تو وہ مرتے ہی ایسا ہوگا کہ دنیا مین کچھ بھی مزا اور آرام نہ پایا اور وہی عیش اور آرام
واللذاة عذابا له ويصير معذبا بنفس ما كان منعما به من جهتين من جهة فوته مع شدة تعلق
اوسکے حق مین عذاب ہوجاوینگی اور وہی عیش کی چیزین دو وجہ سی عذاب کا سبب بنجاوینگے ایک تو اونکا چھوٹنا اور
قلبه به ومن جهة عدم حصول ما هو له انفع وادوم فالمحبوب الحاصل يفوت عنه والمحبوب الاعظم
دل اوسمین پھنسا ہوا ہوا دوسرے حاصل نہونا جو اوسکے لئے ہمیشہ کو مفید ہوتا اب حال کا محبوب تو ہاتھ سے جاتا رہیگا اور محبوب اعظم
لا يحصل له وهذا اول ما يلحقه من العذاب قبل عذاب النار اذ قد قال العلماء ليس الموت بعدم محض
اوسکو میسر نہوگا اور یہ تو وہ عذاب ہی جو دوزخ کے عذاب سی پہلے اوسپر گذریگا اسواسطے کہ علما کہتے ہین کہ موت عدم محض

ولانه

ولا فناء صرف وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقته عنه وتبدل من حال الى حال وانتقال من
اور نری فنا ہی نہیں ہی بلکہ موت کیا ہی روح کا علاقہ بدن سی چھوٹ جانا اور بدن سی الگ ہونا اور ایک حال سی دوسرا حال بدل جانا اور ایک جگہ سی
دار الى دار وهو اعظم المصائب وقد سماه الله تعالى مصيبة حيث قال فاصابتكم مصيبة الموت
دوسری جگہ نقل کرنا اور یہ بڑی مصیبت ہی اور بیشک اللہ تعالی نی موت کا نام مصیبت رکھا ہی چنانچہ فرمایا ہے پھر پہنچے تم پر مصیبت موت کی
فالموت هو المصيبة العظمى واعظم منه الغفلة عنه وعدم ذكره وقلة التفكر فيه وترك العمل له واتباع
سو موت ہی بڑی مصیبت ہی اور اوس سی بڑھکر غافل رہنا کہ نہ اوسکو یاد رکھی اور نہ اوسکا کچھ فکر کری اور نہ اوسکی لئی کچھ عمل کرے اور
الهوى فان اتباع الهوى سم من سموم الدين يفضي الى الهلاك يوم الدين مع ان المؤمن بنفس الايمان
ہوا وہوس میں پڑا رہی بیشک ہوا وہوس کی اطاعت دین کی حق میں ایسا زہر ہے کہ قیامت کی روز ہلاک کر دالیگا باوجودیکہ مومن صرف ہو اسطہ ایمان کے
قد عاهد الله تعالى ان لا يعصيه وذلك لان الايمان قبول والتزام فمن يقول لا اله الا الله يصير كانه
اللہ تعالی سی یہہ عہد کر لیتا ہی کہ نافرمانی نکرونگا اور یہہ اسلئی کہ ایمان قبول اور ماننے کو کہتے ہیں پھر جو شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے گویا وہ یہہ کہتا ہی
يقول اني علمت واعتقدت انه تعالى واحد في ذاته وصفاته وافعاله ولا يظهر في العالم شيء الا
کہ میں نی یقین کیا اور اعتقاد لایا کہ اللہ تعالی اپنی ذات اور صفات اور افعال میں یگانہ ہی اور عالم میں کوئی شئی اوسکی ارادہ اور علم اور
بعلمه وارادته وخلقه ولا يستحق العبادة الا هو واني التزمت عبادته ولا اعبد الا اياه فبعد هذه
پیدائش کی بدون ظاہر نہیں ہو سکتی اور کوئی سوا اوسکی مستحق بندگی کا نہیں اور میں نے اوسکی بندگی اپنی ذمہ لی اور سوا اوسکے کسیکی عبادت نکرونگا اب
المعاهدة يحرم عليه ان يعصيه في شيء من اوامره ونواهيه حتى اذا دعته نفسه الى نقض عهد مولاه
عہد کے بعد اوسکو نافرمانی کرنی حرام ہے کوئی بات ہو حکم یا ممانعت یہانتک کہ اگر اوسکا جی میں مولی کی عہد توڑنے کا خیال آوی
يلزمه ان يقول لها كما قال يوسف النبي عليه السلام لامراة العزيز حين دعته الى نفسها معاذ الله
تو اوسکو لازم ہے کہ جی میں یہہ کہی جیسے یوسف نبی علیہ السلام نے عزیز کے جورو سے کہا تھا جب اوسنی اپنی طرف طلب کیا خدا کی پناہ
انه ربي احسن مثواي انه لا يفلح الظالمون فان من اشتد ميل نفسه الى ما يشتهيه وتركه مع قدرته عليه
وہ عزیز مالک ہے میرا اچھی طرح رکھا ہی مجھکو البتہ بھلا نہیں پاتی جو لوگ بے انصاف ہیں بیشک جسکا دل شہوت پر ٹوٹ پڑی ہی اور شہوت کو قدرت ہوتی ہوئے
في موضع لا يطلع عليه الا الله تعالى يكون دليلا على صحة معاهدته مع ربه في ايمانه فان المؤمن اذا علم
ایسے مقام میں کہ سوا اللہ تعالی کی کوئی مطلع نہو سکے ترک کرے تو یہہ دلیل ہے کہ اسنے اپنی ایمانی عہد کو ربکے ساتھہ پورا کیا بیشک مومن جب یہہ سمجھتا ہے
ان رضى مولاه في ترك هواه يقدم رضى مولاه على هواه ويكون لذته وصفاه فيما يرضى مولاه وان كان مخالفا
کہ مولی کے خوشی ہوا وہوس کے ترک میں ہی تو اپنی مولی کی خوشی اپنے خواہش پر مقدم رکھتا ہی اور اوسکی لذت اور صفا مولی کی رضامندی میں ہوتی ہی اگرچہ خواہش کے
لهواه ويكون المه وجفاه فيما لا يرضى مولاه وان كان موافقا لهواه بل يكون لذته في ترك شهواته لله تعالى
اور اوسکا الم اور جفا مولی کی ناخوشی میں ہوتا ہی اگرچہ خواہش کے موافق ہو بلکہ اوسکو ترک شہوات میں لذت اس سی زیادہ ہوتے ہی کہ اس لذت کو
اعظم من لذته في تناولها بل يكون كراهته تناولها عنده في خلوته اشد من كراهته لالم الضرب و
حاصل کرے بلکہ اوسپر لذت کی بیزاری میں خلوت میں مارا اور قید کے الم سے زیادہ ہوتے ہے
الحبس الا ترى ان يوسف نبي عليه السلام حين قالت امراة العزيز في حقه وان لم يفعل ما آمره ليسجنن
کیا معلوم نہیں کہ یوسف نبی علیہ السلام کے لئے جب زلیخا عزیز کی بیوی نے یہہ کہا اور اگر نکریگا جو اوسکو میں کہتی ہوں البتہ قید پڑیگا
وليكونن من الصاغرين كيف قال رب السجن احب الي مما يدعونني اليه فان امراة العزيز لما كان قلبها
اور ہوگا بے عزت تو یوسف علیہ السلام نے کیسے یہہ ہی کہا اے رب مجھکو قید پسند ہی اس بات سی جسطرف مجھکو بلاتیاں ہیں کیونکہ زلیخا عزیز کی بیوی کا دل

خاليا عن الايمان مالت الى السوء والفحشاء مع كونها ذات زوج ويوسف النبي عليه السلام لما كان

چونکہ ایمان سے خالی تہا تو بدی اور فحش کی طرف جہکی باوجودیکہ سہاگن تہی اور یوسف نبی علیہ السلام کے

قلبه غالبا بالايمان اعرض عما ارادت منه مع كونه شابا عزبا فان من يعمل بمقتضى الايمان يكون لذته

دل پر چونکہ ایمان غالب تہا تو اوسکا کہا نہ مانا باوجودیکہ جوان اور مجرد تہے بیشک جو شخص ایمان کی مطابق عمل کرتا ہے تو اوسکو

في الصبر عما يميل اليه نفسه اذا كان فيه سخط الله تعالى ويتقيد بمحاسبة نفسه ليكون الحساب عليه

نفس کی آرزو پر اگر اوسمین غضب خدا کا ہوتا ہے تو مزا صبر میں آتا ہے اور اپنی ذات کے حساب مین لگا رہتا ہے تاکہ کل کو اوسپر حساب

اهون غدا وطريق المحاسبة ان ينظر في احواله هل اليه من حقوق الله تعالى وحقوق الناس شيء

آسان ہو جاوے اور طریق حساب لینے کا یہہ ہی کہ اپنی حال کو دیکہتا رہے کہ اوسپر کوئی حق اللہ تعالی یا حقوق عباد مین سے کچہہ باقی ہے

ام لا فيتدارك ما فاته من فرايض الله تعالى فيقضيها ويرد المظالم حبة حبة ويستحل كل من تعرض له

یا نہین پہر اگر فرایض الٰہی سے کچہہ قضا ہوا ہو تو اوسکو اوسکے عوض کر دے اور دانہ دانہ دعوی کا چکا دیوے اور جسکو

بيده ولسانه ويطيب قلوبهم بالاحسان اليهم حتى اذا مات لا يبقى عليه فريضة ولا مظلمة و

ہاتہہ یا زبان سے ستایا ہو تو معاف کرالے اور احسان کرکر اونکا دل خوش کر دے آخر جب مرے تو اوسپر کوئی فریضہ اور دعوی باقی نہو اور

يدخل الجنة بغير حساب لانه ان مات قبل رد المظالم يحيط به خصماؤه ويتشبثون فيه مخالبهم فهذا

بے حساب کتاب بہشت میں چلا جاوے کیونکہ اگر حقوق ادا کئے بغیر مر گیا تو اوسکے مدعی گہیر کر نوچینگے یہہ

يقول ضربتني وهذا يقول شتمتني وهذا يقول استخدمني وهذا يقول اخذت مالي وهذا يقول وجدتني

کہیگا تونے مجہکو مارا تہا وہ کہیگا مجہکو گالی دی تہی کوئی کہیگا مجہسے کام لیا تہا کوئی کہیگا میرا مال چہین لیا تہا کوئی کہیگا تونے مجہکو

مظلوما وكنت قادرا على دفع الظلم فما دفعت عني الظلم وهذا يقول رايتني على منكر فما نهيتني

مظلوم پایا اور تجہکو یہہ قدرت تہی کہ ظلم سے بچا دیتا پر تونے مجہکو نہ بچایا اور کوئی کہیگا تونے مجہکو گناہ مین مبتلا دیکہا اور مجہکو منع نکیا

عنه فبينما هو كذلك مبهوت متحير من كثرة الخصماء وقد ضعف عن مقاومتهم ومد عنق الرجا الى

اسی اس حال مین مدعیوں کی کثرت سے بحواس اور حیران ہو کر اونکی جواب دینے اور مقابلہ سے تنگ کر

المولى الغفار لعله ينجيه من ايديهم اذ يقرع سمعه نداء الجبار اليوم تجزى كل نفس بما كسبت لا ظلم

مولی غفار کی طرف امیدوار ہو رہیگا شاید کہ انکی ہاتہہ سے بچا لیوے ناگاہ اوسکی کانون میں آواز آویگی آج بدلا پاویگا ہر جی جیسا کمایا ظلم نہین

اليوم فعند ذلك ينخلع قلبه ويوقن بهلاك نفسه فتفكر ايها الغافل ما انزل الله تعالى في كتابه

آج اب اوسکا دل چہوٹ جاویگا اور یقین کریگا کہ مر لیا اب سوچ تو او غافل اللہ تعالی نے اپنی کتاب مین کیا نازل کیا ہے

حيث قال ولا تحسبن الله غافلا عما يعمل الظالمون ولا تتبع وسوسة الشيطان لانه عدو

جہان فرمایا ہی اور مت خیال کر کہ اللہ بے خبر ہے ان کاموں سے جو کرتے ہیں بے انصاف اور شیطان کی وسوسہ کی پیروی مت کر کیونکہ شیطان تو بنی آدم کا

لبني ادم يريد اضلالهم ليجرهم مع نفسه الى النار فيجب على المومن ان يدفع وسوسته ويتخذه

دشمن ہے راہ سے بہکاتا ہے تاکہ اپنے ساتہہ دوزخ مین کہینچ لیجاوے اب مومن پر واجب ہی کہ اوسکا خیال دور کرے اور اوسکو دشمن سمجہے

عدوا كما قال الله تعالى ان الشيطان لكم عدو فاتخذوه عدوا وذكر الفقيه ابو الليث في التنبيه

چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم سمجہہ رکہو اوسکو دشمن اور فقیہ ابو اللیث نے تنبیہ مین کہا ہے

ان لك اربعة من الاعداء يحتاج ان تجاهد مع كل واحد منهم احدهم الدنيا وهي غدارة مكارة

کہ تیرے چار دشمن ہیں اون میں سے ہر ایک کے ساتہہ لڑنا ضرور ہی ایک تو دنیا کہ عہد شکن اور فریب باز ہے

فان الدنيا

فلذلك قال الله تعالى فلا تغرنكم الحيوة الدنيا والثاني نفسك وهو شر الاعداء لما روي عن ابن عباس عن النبي عليه السلام
اسیلئی الله تعالی فرماتا ہی سو تمکو نہ بہکاوی دنیا کا جینا اور دوسرا دشمن تیرا نفس ہی یہ سب سی بدتر ہی موافق روایت ابن عباس کی نبی علیہ السلام

قال اعدی عدوك نفسك التي بين جنبيك وقد اخبر الله تعالى انها بذاتها امارة بالسوء حيث قال ان
نی فرمایا سب سی بڑا دشمن تیرا نفس ہی جو تیری دونو پہلو میں ہی اور بیشک الله تعالی خبر دیتا ہی کہ نفس خود بخود برائی کی بات بتاتا ہی جہان فرمایا ہی بیشک

النفس لامارة بالسوء والامر بالسوء دابها وعادتها لانها خلقت ظالمة جاهلة والعلم والعدل طار عليها
جی تو سکھاتا ہی برائی اور برائی کا حکم دینا اوسکا طریق اور عادت ہی اسلئی کہ اصل میں ظالم پیدا ہوا اور جاہل پیدا ہوا ہی اور علم اور عدل عارضی ہوتا ہی

وان لم يدركها رحمة الله تعالى وفضله تبقى على جهلها وظلمها وتكون من حزب الشيطان وتجر من اطاعها
اور اگر اوسکو پہنچی الله کی رحمت اور فضل نہ ہووی تو جاہل کا جاہل اور ظالم کا ظالم ہی رہی اور شیطان کی جماعت میں بہرتی ہو اور اپنی فرمان بردار کو

الى العصيان ومخالفة الرحمن لانها تجرى بطبعها في ميدان المخالفة والعبد بجهده يمنعها عن سوء المطالبة
گناہوں میں اور رحمان کی مخالفت پر لگادیوی کیونکہ نفس بالطبع مخالفت کی میدان میں چلتا ہی اور آدمی اوسکو روک کر مواخذہ کی خوف سی منع کرتا ہی

فمن اطلق عنانها فهو شريكها في فسادها والثالث شيطان الجن فاستعذ بالله تعالى منه والرابع شيطان
پہر جسنی اوسکی باگ ڈہیلی چہوڑدی تو فساد میں اوسکا شریک ہی اور تیسرا دشمن شیطان جنی ہی سو اوس سی خدا کی پناہ مانگتا رہ اور چوتہا دشمن

الانس فاحذره فانه اشد عليك من شيطان الجن لان شيطان الجن يكون اغواءه بالوسوسة واما شيطان
شیطان انسی ہی سو اوس سی بچا رہ کیونکہ یہہ شیطان جنی شیطان سی بہی تیری لئی سخت تر ہی اسلئی کہ جنی شیطان کا تو اغوا صرف خیالات سی ہوتا ہی اور انسی شیطان

الانس فهو رفيقك السوء يكون اغواؤه بالمعاينة والمواجهة لا يزال يطلب عليك وجها يزيلك عما كنت عليه
تیرا رفیق بد ہوتا ہی اسکا اغوا ظاہر کہلم کہلا آمنا سامنی ہوتا ہی ہردم یہی تلاش رکہتا ہی کہ کسیطرح تجہکو تیری وضع سی ڈگادی

كما قال بعض السلف انك تستعيذ بالله من الشيطان الرجيم فينصرف واما شيطان الانس فلا يبرح حتى يوقعك في
چنانچہ بعضی متقدمین کا قول ہی کہ جب تو شیطان رجیم سی اسکی پناہ لیتا ہی تو وہ ٹلجاتا ہی اور رہا شیطان انسی سو معصیت میں ڈالی بغیر کبہی نہین ٹلتا

المعصية ولهذا قال النبي عليه السلام لا تصحب الا مؤمنا ولا ياكل طعامك الا تقي فانه عليه السلام حذر في هذا
اسیلئی نبی علیہ السلام نی فرمایا سوای مؤمن کی کسیکی پاس مت بیٹہہ اور تیرا کہانا سوائی پرہیزگار کی کوئی اور نہ کہانی پائی بیشک نبی علیہ السلام نی اس حدیث مین

الحديث عن مصاحبة من ليس بتقي وعن مخالطته لان الصحبة والمخالطة توقع الالفة والمحبة في القلب فيلزم
بدکار کی ہمنشینی اور میل جول سی اسلئی ڈرایا ہی کہ ہمنشینی اور میل ملاپ سی دلمیں الفت اور محبت پیدا ہوجاتی ہی پہر ضرور ہی کہ موافق

ان يكون كما قال النبي عليه السلام يحشر المرء على دين خليله فلينظر احدكم من يخالل وقد قال الله تعالى الاخلاء
ارشاد نبی علیہ السلام کی آدمی اپنی دوست کی دین پر اوٹہی اب ہریک کو غور کرنا چاہی کیسی سی دوستی کرتا ہی اور الله تعالی فرما چکا ہی جتنی دوست ہین

يومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين فان كل واحد من الاخلاء غير المتقين يقول يوم القيمة يويلتى ليتني لم
اوسدن دشمن ہونگی مگر جو ہین ڈروالی بیشک جو دوست پرہیزگار نہیں ہیں وہ قیامت کی روز یہہ کہینگی ای خرابی میری کہین نہ

اتخذ فلانا خليلا ليت بيني وبينك بعد المشرقين فخليل الانسان ومحبه من يسعى في عمارة اخرته وان كان فيه
پکڑی ہوتی مینی فلانی کی دوستی کسیطرح مجہہ میں اور تجہہ میں فرق ہو مشرق مغرب کا سو انسان کا دوست اور محب وہی ہی کہ آخرت کی بنانی میں سعی کری اگرچہ اوسمین

ضرر لدنياه وعدوه من يسعى في خسارة اخرته وان كان فيه نفع لدنياه فعلى هذا ينبغي للمؤمن ان لا يتخذ
دنیا کا ضرر ہوجاوی اور دشمن وہی ہی جو آخرت کو خراب کری اگرچہ اوسمیں دنیا کا فائدہ ہو اس بیان کی مطابق مؤمن کو لازم ہی کہ دوستی ایسی سی کری

خليلا الا من يثق بدينه وامانته ويعرف صلاحه وتقواه لان المرء يكون يوم القيمة مع من احب لما روي انه عليه السلام
جسکی دین اور امانت پر اعتماد ہو اور اوسکی صلاحیت اور تقوی معلوم ہو اسلئی کہ آدمی قیامت کی روز محبوب کی ساتہہ ہوویگا اس روایت کی موافق

قال المرء مع من احب قال الحسن البصری لا یغرنکم ظاهر قوله علیه السلام المرء مع من احب فانکم لم تلحقوا
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا آدمی ساتھ محبوب کی ہوویگا حسن بصری کہتی ہیں اس حدیث کی ظاہر سے فریب نہ ہوجانا کہ آدمی ساتھ محبوب کی ہوویگا بیشک تم بدون اعمال کی

الابرار الا باعمالکم فان الیهود والنصری یحبون انبیاءهم ولا یکونون معهم یوم القیمة وهذا القول منه
ابرار سی نہیں مل سکتی کیونکہ یہود اور نصاری اپنی انبیاء کو محبوب رکھتی ہیں اور قیامت کی دن اونکی ساتھ نہونگی اونکی اصحاب میں یہہ

یشیر الی ان مجرد المحبة من غیر الموافقة فی العمل لا ینفع فان تعظیم الانبیاء والعلماء والصلحاء ومحبتهم انما
اشارہ ہی کہ نری محبت بدون موافقت اعمال کی منفعہ نہیں ہی کیونکہ انبیاء اور علماء اور صلحاء کی تعظیم اور محبت تو جب ہوتی ہی

یکون باتباعهم فیما دعوا الیه من العلم النافع والعمل الصالح واقتفاء اثارهم وسلوك طریقتهم لان من اتبعهم
کہ اونکی اطاعت کری جدہر وہ بلاتی ہیں یعنی طرف علم نافع اور عمل صالح کی اور اونکی پیروی کری اور اونکا سا طریق اختیار کری اسلئی کہ جو شخص

اتقفی اثارهم فیکون سببا لتکثیر اجورهم بمقتضی قوله علیه السلام من دعی الی هدی کان له من الاجر مثل اجور
اونکی اطاعت اور پیروی کریگا تو باعث اونکی زیادتی ثواب کا موافق ارشاد علیہ السلام کی جو شخص ہدایت کری تو اوسکو برابر ہدایت ہونی والونکی ثواب ہوویگا

من تبعه لا ینقص ذلك من اجورهم شیئا واما من لم یتبعهم ولم یقتف اثارهم بل خالفهم فی العمل واشتغل بتقبیل
اور اوسکی ثواب میں سی کچھ کم نہوویگا اور جسنی اطاعت نکی اور نہ اونکی پیروی کی بلکہ عمل میں تو اونسی مخالف اور اونکی ہاتھہ پانو چومتا

ایدیهم وتقلیب نعالهم والتملق بین ایدیهم والقیام عند رؤیتهم فلیس ذلك من التعظیم والمحبة لانه جعلهم
اور جوتیاں سیدہی کرتا اور سامنی خوشامد اور دیکھہ کی تعظیم کی لئی کہڑا ہوتا رہا تو یہہ کچھ تعظیم اور محبت نہیں ہی کیونکہ اپنی ساتھہ

مع نفسه محروما من الاجر فای تعظیم ومحبة فی ذلك المجلس الثالث والستون فی بیان محاسبة
اونکو بہی ثواب سی محروم کرکہا پہر اسمیں کیا تعظیم اور محبت ہوئی ترسیٹہویں مجلس بندہ کی محاسبہ کی بیان میں

العبد یوم القیمة والمناقشة فی الحساب قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تزول
قیامت کی دن اور حساب کی مناقشہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہل سکتی دونو

قدما عبد یوم القیمة حتی یسئل عن اربع خصال عن عمره فیما افناه وعن جسده فیما ابلاه وعن
پانو کسی آدمی کی قیامت کی روز جب تک پوچھا جاوی چار چیزوں نسی عمر سی کیونکر کہوئی اور بدن سی کیونکر پرانا کیا اور

ماله من این اکتسبه وفیما انفقه وعن علمه ما عمل فیه هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه ابن
مال سی کہاں سی کمایا اور کہاں خرچ کیا اور علم سی اوسپر کیا عمل کیا یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی ابن مسعود کی

مسعود والعبد المذکور فیه وان کان عاما لکونه نکرة فی سیاق النفی لکنه مخصوص بقوله علیه السلام
روایت سی اور عبد جو اس حدیث میں آیا ہی اگرچہ عام ہی کہ نکرہ بیچ نفی کی پڑا ہی پر بیان خاص ہی بدلیل اس حدیث کی

یدخل الجنة من امتی سبعون الفا بغیر حساب فعلی هذا یکون السؤال المذکور فیه لغیر هؤلاء السبعین
میری امت میں سی ستر ہزار بی حساب جنت میں جاوینگی اس حدیث کی موافق یہہ چاروں سوال سوا ان ستر ہزار کی اوروں سی ہونگی

الفا فلابد لکل من یؤمن بالله والیوم الاخر ان یعلم انه یسئل یوم القیمة ویناقش فی الحساب ویطالب
ہر ایک کو جو اللہ اور قیامت کی دن پر ایمان لایا ہی ضروری ہی کہ جان رکہی کہ قیامت کی دن سوال ہوگا اور حساب میں جھگڑا ہوویگا اور ذرہ ذرہ

بمثاقیل الذر من الخطرات واللحظات ویتحقق انه لا ینجیه من هذه الاخطار الا لزوم محاسبة النفس
سی خطرہ اور نگاہ کا مواخذہ ہوویگا اور ثابت ہی کہ ان خطرات سی بدون لازم کرنی حساب نفس کی نجات نہیں ہو سکتی

فی تجارتها الاخرویة ومطالبتها فی انفاسها ولحظاتها وحرکاتها وسکناتها فان من حاسب نفسه قبل ان
اوسکی تجارت کا حساب آخرت کی واسطی اور اوسکا مطالبہ حرکات اور سکنات میں دم دم اور گہڑی گہڑی کا بیشک جسنی حساب دیدی سی پہلی اپنا حساب

یحاسب یخف علیه یوم القیمة حسابه ویحضره عند السوال جوابه ویحسن منقلبه ومآبه ومن لم
درست کیا تو اوسپر روز قیامت کو حساب دینا سہل ہوویگا اور سوال ہوتے ہی جواب پیدا ہو جاویگا اور اوسکا آل اور انجام نیک ہوویگا اور جسنی حساب
یحاسبها یدوم حسراتها ویطول فی عرصات القیمة وقفاته ویعود الی الخزی والمقت سیاته فاذن
درست نکیا تو ہمیشہ کو ارمان رہیگا اور مدت دراز تک قیامت کی میدان میں کہڑا رہیگا اور اوسکی تمام گناہوں کا انجام رسوائی اور ہلاکت ہی سو اب
لابد للمؤمن ان لایغفل فی تجارته لاخرته عن مراقبة نفسه فی حرکاتها وسکناتها ولحظاتها وخطراتها
مومن کو ضرور ہی کہ آخرت کی تجارت میں اپنی نفس کی نگہبانی سی غفلت نکری اوسکی حرکات اور سکنات اور لحظات اور خطرات کو دیکہتا رہی
لان هذه التجارة ربحها الفردوس الاعلی وبلوغ سدرة المنتهی مع النبیین والصدیقین والشهداء فتدقیق
کیونکہ اس تجارت کا فائدہ فردوس اعلی اور مقام سدرة المنتہی انبیاء اور صدیقین اور شہداء کی ساتہ ہی سو اس تجارت کی
الحساب فی هذه التجارة اهم من تدقیقه فی تجارة الدنیا لان ارباح تجارة الدنیا بالقیاس الی النعیم المقیم فی
حساب کی صفائی بہ نسبت دنیا کی تجارت کی بہت ضرور ہی اسلئی کہ دنیا کی تجارت کا فائدہ بہ نسبت دائمی نعمتوں اخروی کی کمتر ناپائدار ہی
العقبی قلیلة سریعة الزوال ولاخیر فی خیر لایدوم بل شر لایدوم خیر من خیر لایدوم لان الشر الذی لایدوم اذا
اور عیش ناپائدار میں کچہ خوبی نہیں ہی بلکہ تکلیف ناپائدار عیش ناپائدار سی بہتر ہی اسلئی کہ تکلیف ناپائدار جب ہو چکی
زال یبقی الفرح دائما والخیر الذی لایدوم اذا زال یبقی الاسف دائما فعلی هذا ینبغی للمؤمن اذا صبح وفرغ
تو پہر دائمی فرحت رہیگی اور عیش ناپائدار جب ہو چکا تو ہمیشہ کو افسوس باقی رہیگا اس بیان کی موافق مومن کو لازم ہی کہ صبح ہوتی ہی
من فریضة الصبح ان یفرغ قلبه ساعة فیقول لنفسه یانفس لیس لی بضاعة الا عمری فاذا فنی
فجر کی نماز سی فارغ ہوکر ایک دم اپنے دل کو خالی کرکر اپنی نفس سی یہہ کہی ای نفس میری پاس سوای عمر کی کوئی سرمایہ نہیں ہی جب یہہ ہی ہو چکی تو
راس المال ویقع الیاس عن التجارة وطلب الربح وهذا الیوم یوم جدید قد امهلنی الله تعالی فیه و
راس مال ہو چکا پہر تجارت اور حصول منفعت کی امید نہیں ہی اور آجکا دن نیا دن ہی کہ اللہ تعالی نی مجہکو اسمیں مہلت عطا کی ہی اور
اخر فی اجلی ولوکان توفانی لکنت اتمنی ان یرجعنی الی الدنیا یوما واحدا حتی اعمل فیه صالحا فاحسب
اجل میں تاخیر کردی ہی اگر وفات دیدیتا تو یہی آرزو کرتا رہتا کہ ایکدن کی لئی مجہکو پہر دنیا میں بہیجدی تاکہ اوسدن نیک عمل کرلوں ای نفس تو یہی سمجہہ لی
یانفس انک توفیت ثم رددت الی الدنیا فایاک ثم ایاک ان تضیع هذا الیوم فان کل ساعة من ساعات العمر بل
کہ مرکر پہر دنیا میں آیا ہی سو خبردار پہر خبردار یہہ دن ضایع نہو جاوی بیشک عمر کی ایک ایک ساعت بلکہ عمر کا
کل نفس من انفاسه جوهرة نفیسة لابدل لها یمکن ان یشتری بها کنز من کنوز الجنة لایتناهی نعیمها ابد
ایک ایک دم ایسا جوہر نفیس بی نظیر ہی کہ اوسکی بدلی جنت کا ایک خزانہ مول سکتی ہیں جسکی نعمتیں کبہی تمام نہوں گی سو ایسی انفاس کا
الاباد فانقضاء هذه الانفاس ضائعة او مصروفة الی المعاصی غایة الخسران ونهایة الخذلان فان عمر الانسان
بیکار گذرنا یا معاصی میں لگا رہنا بڑا بہی خسارہ اور نہایت بی بہتی ہی کیونکہ انسان کی زندگی
زمان لاعماله الصالحة المقربة له الی الله تعالی والموجبة له جزیل الثواب فی یوم الحساب وهذه هی
اعمال صالحہ کی واسطی ہی جس سی اللہ تعالی کا قرب حاصل ہو اور قیامت کی دن بڑا ہی ثواب ملی اور یہہ ہی
السعادة التی ینبغی للانسان ان یسعی فی تحصیلها اذ لیس له منها الا ما سعی کما قال الله تعالی وان لیس
سعادت ہی جسکی لئی انسان کو ضرور سعی کرنی چاہئی اسواسطی کہ انسان کو وہی ملیگا جو آپ کرجائیگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور یہہ
للانسان الا ما سعی فکل جزء یفوت من العمر خالیا من عمل صالح یفوت من سعادة الاخرة بقدره ولهذا
کہ آدمی کو وہی ملتا ہی جو کمایا پہر عمر کا جو دم عمل صالح سی خالی کٹتا ہی وہ اتنی ہی سعادت اخروی گہٹتی ہی اور اسہی لئی

عظمت مراعاۃ السلف لانفاسہم ولحظاتہم وبادروا الی اغتنام ساعاتہم واوقاتہم ولم یضیعوا اعمارہم فی

متقدمین اپنی انفاس اور لحظہ لحظہ کی بہت ہی خبرداری کرتی تہی اور ہر دم اپنی ساعات اور اوقات کو غنیمت سمجہتی تہی اور اپنی عمر کو

البطالۃ والتقصیر قال الحسن البصری ادرکت قوما کانوا علی ساعاتہم اشفق منکم علی دنانیرکم ودراھمکم

بیکار اور تقصیر میں نہ کہوتی تہی حسن بصری کہتی ہیں میں نی ایک قوم کو دیکہا ہی کہ وہ اپنی ساعات کو اس سی زیادہ سنبہالتی تہی کہ تم اپنی اشرفی روپیہ کو سنبہالتی ہو

فان واحدا منکم کما لا یحب ان یخرج منہ درہم واحد الا فیما یعود الیہ نفعہ وہم کذلک کانوا لا یحبون

کیونکہ جیسی تم میں سی کوئی خوش نہیں ہوتا کہ روپیہ ایسی کام میں خرچ ہو جاوی کہ کچہ فائدہ نہو وہ لوگ ہی ایسی ہی خوش نہوتی تہی کہ انکی عمر میں سی ایک ساعت

ان یخرج من اعمارہم ساعۃ الا فیما یعود الیہم نفعہ فان الیوم واللیلۃ اربع وعشرون ساعۃ وقد ورد

بیفائدہ گذر جاوی بیشک دن رات چوبیس ساعت کا ہوتا ہی اور حدیث میں آیا ہی چنانچہ امام غزالی احیاء میں بیان کرتی ہیں کہ

فی الخبر علی ما ذکرہ الامام الغزالی فی الاحیاء ان العبد یعرض علیہ یوم القیٰمۃ لکل یوم ولیلۃ اربع وعشرون

آدمی کو قیامت کی دن ہر ہر دن رات کی چوبیس چوبیس

خزانۃ مصفوفۃ فیفتح لہ منہا خزانۃ فیراہا مملوۃ نورا من حسناتہ التی عملہا فی تلک الساعۃ فینالہ

خزانوں کی قطار پیش ہوویگی پہر اوسکی لئی اونمیں سی ایک خزانہ کہولیگی تو دیکہیگا کہ حسنات کی نور سی بہرا جو جو اوس ساعت میں کیا تہا پہر اوسکو

من الفرح والسرور ما لو وزع علی اہل النار لادہشہم ذلک الفرح والسرور عن احساس الم النار ویفتح لہ

اتنا فرحت اور سرور حاصل ہوگا کہ اگر وہ دوزخیوں پر تقسیم کر دیں تو بی حواس سی دوزخ کی الم کا ادراک نہ کرسکیں پہر اوسکی لئی اور خزانہ کہلیگا

خزانۃ اخری فیراہا سوداء مظلمۃ یفوح نتنہا ویتغشاہ ظلمتہا وہی الساعۃ التی عصی اللہ تعالی فیہا

اوسکو سیاہ تاریک دیکہیگا کہ بدبو پہیل رہی ہی اور اندہیرا چہا رہا ہی یہہ وہ ساعت ہوگی جسمیں اللہ تعالی کی نافرمانی کی ہی

فینالہ من الحزن والغم ما لو قسم علی اہل الجنۃ لتنغص علیہم نعیمہا ویفتح لہ خزانۃ اخری فیراہا فارغۃ

پہر اوسکو اتنا غم اور ملال پیدا ہوگا کہ اگر جنتیوں پر تقسیم کر دیں تو اونپر جنت کی تمام نعمتیں بی مزہ تلخ ہو جاویں پہر ایک اور خزانہ کہلیگا اوسکو خالی پاویگا

لیس فیہا ما یسرہ وما یسوءہ وہی الساعۃ التی نام فیہا او اشتغل بشیء من مباحات الدنیا فیتحسر علی خلوہا

نہ اوسمیں کچہ خوشی ہی اور نہ کوئی غم یہہ وہ ساعت ہوگی جسمیں سو رہا یا دنیا کی کسی مباح چیز میں مشغول ہوگیا پہر اسکی خالی ہونی پر

ویناً لہ من الالم ما ینال من قدر علی الربح الکثیر والملک الکبیر واہملہ وتساہل فیہ حتی فاتہ وہکذا یعرض

اتنا ارمان کر کر الم اوٹہاویگا جیسی کسیکو بڑی ہی فائدہ اور بڑا ملک ہاتہ آسکتا تہا پہر سستی اور دیر کی کہ وہ ہاتہ سی جاتا رہا اسی طرح خزانی

علیہ خزائن اوقاتہ طول عمرہ فینبغی لہ ان یجتہد فی تعمیرہا ولا یدعہا فارغۃ عن الکنوز التی ہی اسباب

عمر کی ساعات کی پیش آتی جاوینگی اب اوسکو سزاوار ہی کہ اوقات عمر کو آباد کری اور خزانوں کو خالی نچہوڑی جو کہ باعث انکی سعادت اور ملک کا ہیں

سعادتہ وملکہ ویسعی فی حفظ جوارحہ السبعۃ التی ہی العین والاذن واللسان والبطن والفرج والید

اور ساتوں اعضاء کی حفاظت کری کہ وہ آنکہ ہی اور کان اور زبان اور پیٹ اور شرمگاہ اور ہاتہ

والرجل لانہ ان فعل بواحد منہا معصیۃ یکون کافر النعمۃ اللہ تعالی فی جمیع الاسباب التی لا بد لہ منہا

اور پاؤں کیونکہ نمیں سی اگر کسی سی بہی گناہ کریگا تو اللہ کی نعمتوں کا تمام اسباب میں منکر ٹہریگا جن جن اسباب کی عمل کرنیمیں ضرورت ہوتی ہی اسلئی

فی اقدامہ علی العمل لان المراد من خلق الدنیا وما فیہا ان یستعین الانسان علی الوصول الی طاعۃ اللہ تعالی

کہ مقصود دنیا اور دنیا کی سامان کی پیدائش سی یہی ہی کہ انسان اللہ تعالی کی طاعت پر مدد حاصل کری

ولا یمکن الوصول الی طاعۃ اللہ تعالی الا بدوام البدن ولا یبقی البدن الا بالغذاء ولا یحصل الغذاء الا بالماء

اور طاعت الٰہی کا میسر ہونا بدون قیام بدن کی ممکن نہیں ہی اور بدن بدون غذا کی قائم نہیں رہتا اور غذا بدون پانی

والہوا

والهواء ولا يتم ذلك الا بخلق الارض والسماء فمن استعمل شيئا من اعضائه في غير طاعة الله تعالى يكون كافرا

اور ہوا کی پیدا نہیں ہوتی اور یہ سب بدون پیدائش زمین آسمان کی پورا نہیں ہوتا پھر جسنی کوئی سا عضو سوای عبادت کی کسی کام مین لگائی رکھا تو وہ اللہ کی ان تمام

لنعمة الله تعالى في جميع ذلك فلابد من حفظ الجوارح لان حفظها هو راس المال والربح بعد ذلك فمن لم يكن له راس

نعمتون کی منکر ہی اب حفاظت اعضا کی ضروری ہی کیونکہ انکی حفاظت بجای اصل مال کی ہی اور فائدہ اسکی بعد ہوویگا پھر جسکی پاس اصل مال ہی نہین

المال كيف يحصل له الربح وهذه الجوارح السبع آلة الهلاك والنجاة فمن يهلك يهلك باهمالها وعدم حفظها

تو وہ فائدہ کیونکر کر سکتا ہی اور ان ساتون اعضا سی آدمی ہلاک ہوتا ہی اور نجات بہی پاتا ہی پس جو ہلاک ہوتا ہی تو انکی چھوڑ دینی اور حفاظت نکرنی سی

ومن ينجو ينجو بحفظها وعدم ارسالها فحفظها اساس كل خير واهمالها اساس كل شر ولجهنم سبعة ابواب

اور جو نجات پاتا ہی تو انکی حفاظت اور نہ چھوڑنی سی اب اعضا کی حفاظت تمام خوبی کی جڑ ہی اور چھوڑ دینا تمام بدی کی جڑ ہی اور دوزخ کی سات دروازی ہین

وانما يتعين تلك الابواب لمن عصى الله تعالى بتلك الجوارح فيلزم حفظها عن معاصيها اما العين فيحفظها

اور وہ دروازی نافرمانون کی واسطی انہی اعضا کی نام سی مقرر ہین تو تمام اعضا کا معاصی سی بچانا ضروری ہی پہر آنکہہ کو حرام کی طرف نگاہ کرنی سی

عن النظر الى محرم نظره بل عن كل فضول مستغن عنه لان الله تعالى يسئل العبد عن فضول النظر كما يسئله عن

بچاوی بلکہ ہر زاید بیکار سی کیونکہ اللہ تعالی بندی سی فضول نگاہ کا بہی مواخذہ کریگا جیسی بیہودہ کلام سی مواخذہ کریگا

فضول الكلام فاذا حفظها عنه لا يقتنع به بل يصرفها الى ما خلقت له من النظر الى عجائب صنع الله تعالى ليستدل

اور جب نگاہ کو گناہ سی محفوظ رکہا تو اسی پر نہ بیٹہہ رہی بلکہ نظر سی نظر کا کام لی یعنی عجائب صنائع الہی کو دیکہہ کر اوسکی

به على وجوده وقدمه ووحدته وقدرته وارادته وعلمه وحيوته والنظر في كتابه وسنة رسوله وسائر

وجود اور دوام اور وحدت اور قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات پر استدلال کری اور اوسکی کتاب اور اوسکی رسول کی سنت اور تمام

كتب الدين ليتعلم امور دينه ويتعظ وهكذا يفعل في كل عضو لا سيما فيما هو رئيس الاعضاء وهو القلب الذي يلزم

کتب دین کو دیکہی تاکہ امور دینی سیکہی اور پند پذیر ہووی اور اسیطرح ہر ہر عضو کو کام مین لاوی خصوصا تمام اعضا کی رئیس کو یعنی دل جسکا

تطهيره من الاخلاق الذميمة وتزيينه بالاخلاق الحميدة وتكميله بالعلم المقرون بالعمل فان من تعلم مسئلة

عادات بد سی پاک رکہنا اور نیک سیرت سی آراستہ کرنا اور علم باعمل سی کامل بنانا ضروری ہی کیونکہ جو کوئی

من مسائل الدين ينبغي له ان يكون عاملا بها والا يسئل يوم القيمة عنها لما يدل عليه قوله عليه السلام وعن علمه ما

مسائل دینی مین سی کوئی مسئلہ سیکہی تو چاہیی کہ اوسپر عمل کری اور نہین تو قیامت کی دن اسکا مواخذہ ہوویگا اس حدیث سی معلوم ہوتا ہی اور اوسکی علم سی پوچہینگی

عمل فيه فانه مخوف لانه عليه السلام لم يقل وما قال فيه فلينظر العبد فيما علم هل عمل به وكان من الصدقين الذين اثنى

کہ اوسپر کیا عمل کیا بیشک یہہ خوف کی جگہ ہی اسلئی کہ نبی علیہ السلام نی یہہ نہین فرمایا اوسمین کیا بحث کی اب انسان کو غور کرنا چاہئی اپنی علم مین آیا اوسپر عمل کیا تاکہ صادقین

الله تعالى عليهم بقوله اولئك الذين صدقوا او خالف علمه بفعله ودخل في قوله عليه السلام اشد الناس عذابا

مین داخل ہو جنکی اللہ تعالی یہہ ثنا کرتا ہی یہہ وہ قوم ہی جنہون نی سچ مانا یا عمل اپنی علم کی برخلاف کر کی اس حدیث کی مضمون مین داخل ہوا سخت تر عذاب

يوم القيمة عالم لم ينفعه الله بعلمه وروى عن ابن مسعود انه قال ما منكم من احد الا سيخلو الله به كما يخلو احدكم

قیامت کی دن عالم کو ہی جسکی علم سی اللہ تعالی نی نفع ندیا اور ابن مسعود سی روایت ہی کہ کہتی تہی جو ہی تم مین سی سو اکیلا دیکہیگا اللہ کو جیسی دیکہتی ہو تم اکیلی

بالقمر ليلة البدر ثم يقول ما غرك بي يا ابن ادم ما عملت بما علمت يا ابن ادم ماذا اجبت المرسلين يا ابن ادم الم اكن رقيبا

چودہوین رات کی چاند کو پہر فرماویگا تو نی ای شخص میری حق مین کیا دہوکا کہایا ای شخص تو نی موافق علم کی عمل کیا ای شخص تو نی مرسلین کا کہنا کیا مانا ای شخص کیا مین تیری

على عينك وانت تنظر بها الى ما لا يحل لك الم اكن رقيبا على اذنك وهكذا على سائر الاعضاء فتفكر يا مسكين في عظيم

آنکہہ کا نگہبان نتہا اور تو آنکہہ سی حرام کی طرف نظر کرتا تہا کیا مین تیری کان کا نگہبان نہین تہا اسیطرح تمام اعضا پر اب سوچ تو ای مسکین تیری کتنی بڑی خطا ہی

خيانتك اذا ذكرك الله تعالى ذنوبك شفاها اذ يقول لك يا عبدي اما استحييت مني فبادرتني بالقبيح
جب اللہ تعالی تیری خطاؤں کو منہ در منہ یاد دلاویگا جب فرماویگا ای شخص کیا تونی مجھسی حیا نکی جلد تیسی خطا کر بیٹھا
واستحييت من خلقي واظهرت لهم الجميل اكنت اهون عليك من سائر عبادي استخففت بنظري
اور میری خلقت سی حیا کرکر اونکی سامنی اپنی نیکو کاری کا ظاہر کی کیا میں تیری نظروں میں تمام مخلوقات سی ہلکا تہا اور میری نگہبانی کو ہلکا سمجہ کر گناہ کیا اور اونکی
اليك ولم تكترث به واستعظمت نظر غيري فكيف يكون حالك وخجالتك اذا عدّ عليك
اور اوروں کی نظر کو بہت بڑا سمجہا اوسوقت تیرا کیا حال ہوگا اور کیسی شرمساری ہوگی جب تجہپر اوسکی
نعماءه ومعاصيك والاءه ومساويك فان انكرت شيئا يشهد عليك جوارحك فتفتضح على ملأ
نعمتیں اور تیری گناہ اور اوسکی خوبیاں اور تیری خطائیں شمار ہونگی پہر اگر تو کچھ انکار کریگا تو تیری اعضا تب بالتو گواہی دینگی پہر تو تمام خلق اللہ کی سامنی
الخلائق بشهادة الاعضاء الا ان الله تعالى وعد المؤمن ان يستر عليه ذنبه ولا يطلع عليه غيره
اعضاء کی گواہی کا رسوا ہوویگا ہاں بیشک اللہ تعالی نی مومن سی وعدہ کیا ہی کہ اوسکی خطا چہپادی اور غیر کو اوسپر خبردار نکری
كما روى عن ابي هريرة رضي الله عنه انه عليه السلام قال يدني الله العبد منه يوم القيمة ويضع عليه كنفه
جیسا کہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا اللہ تعالی قیامت کی دن بندہ کو پاس بلاویگا اور اوسپر پردہ ڈالکر
ويستره من الخلائق كلها ويدفع اليه كتابه في ذلك الستر فيقول له اقرأ كتابك فيمر بالحسنة فيبيض لها
تمام خلقوں سی چہپا لیگا پہر اوس پردہ کی اندر اوسکو نامۂ اعمال دیکر فرماویگا اسکو پڑہ تو سہی پہر یہ حسنات کو دیکہکر خوشی سی کہل جاویگا
وجهه ويمر بالسيئة فيسود بها وجهه فيقول الله له اتعرف يا عبدي فيقول نعم يا رب اعرف فيقول اني اعرف
اور گناہوں کو دیکہکر چہرہ سیاہ ہوجاویگا پہر اللہ تعالی فرماویگا کچہ جانتا بہی ہی عرض کریگا ہاں ای پروردگار میں تو جانتا ہوں
بك منك قد غفرتها لك فلا يزال يمر بحسنة تقبل فيسجد وسيئة تغفر فيسجد فلا يرى الخلائق منه
پہر اللہ فرماویگا میں تجہسی زیادہ جانتا ہوں کہ تجکو معاف کرچکا ہوں پہر یہی حال رہیگا کہ حسنات کو مقبول دیکہیگا پس سجدہ کریگا اور خطا کو معاف پاویگا پہر سجدہ کریگا سو خلقت کو
الا ذلك حتى ينادي الخلائق بعضها بعضا طوبى لهذا العبد الذي لم يعص قط ولا يدرون ما جرى بينه
اسکا یہی حال نظر آویگا یہاں تک کہ آپسمیں ایکدوسری سی کہیگا یہہ شخص کیا خوش نصیب ہی اسنی گناہ کبہی نہیں کیا اور یہہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالی میں
وبين الله تعالى فيما وقفه عليه والاخبار بهذا المعنى كثيرة وذلك بفضل منه فانه يخاطبه خطاب
اور اوسمیں درمیان کہڑی کہڑی کیا معاملہ گذرگیا اور اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں اور یہہ اوسکا فضل ہی حصل ہی کہ اوسکو نرمی سی مخاطب ہوکر فرماویگا
الملاطفة فيقول له هل تعرف عبدي فيقول اعرف يا ربي ويقول ممتنا عليه ومظهرا فضله لديه
ای شخص جانتا بہی ہی عرض کریگا پروردگار میں جانتا ہوں پہر منت رکہکر اور اوسپر اپنا فضل ظاہر کرکر فرماویگا
فاني سترتها عليك في الدنيا ولم افضحك بها وانا اغفرها لك اليوم قيل هذه ذنوب تاب عنها كما ذكر ابو نعيم
میں نی دنیا میں تیری پردہ پوشی کی اور عزت رکہلی آج بہی تجکو معاف کرتا ہوں بعضی کہتی ہیں یہہ گناہ توبہ کی ہوئی ہونگی چنانچہ ابو نعیم
عن الاوزاعي عن هلال بن سعد ان الله تعالى يغفر الذنوب لكن لا يمحوها عن الصحيفة حتى يوقفه عليها يوم
اوزاعی سی اور وہ ہلال بن سعد سی روایت کرتا ہی کہ اللہ تعالی گناہ تو معاف کردیتا ہی پر نامۂ اعمال سی نہیں مٹاتا تاکہ قیامت کی روز اوس سی آگاہ کردی
القيمة وان تاب عنها قال القرطبي في تذكرته نقلا عن شيخه ولا يعارض هذا ما في التنزيل والحديث من
اگرچہ توبہ کرچکا ہو قرطبی اپنی تذکرہ میں اپنی استاد سی نقل کرتا ہی اور یہہ روایت قرآن اور حدیث کی مضمون سی مخالف نہیں ہی
ان السيئات تبدل بالتوبة حسنات فلعل ذلك بعد ما يوقفه عليها ويدل على هذا ما روى عن ابن مسعود
یعنی خطائیں بعد توبہ کی حسنات ہوجاتی ہیں شاید کہ تبدیل آگاہ کرنیکی بعد ہوتی ہو اور ابن مسعود کی روایت سی ایسا معلوم ہوتا ہی

انه قال ینظر الانسان یوم القیمة فی کتابه فیری فی اوله المعاصی وفی آخرها حسنات فلما رجع فی اوله
کہ وہ کہتی ہیں کہ انسان قیامت کے دن اپنی نامہ اعمال میں نگاہ کریگا تو اول معاصی نظر آوینگی اور آخر میں حسنات پھر جب ابتدا و نامہ پڑھیگا

رای کل حسنات وروی عن ابن عباس انه قال اذا تاب العبد تاب الله علیه وانسی الحفظة ما کانوا علموا من مساوی
تو کیا دیکھتا ہی کہ سراسر حسنات ہیں اور ابن عباس سے روایت ہی کہ کہتی ہیں جب بندہ توبہ کرتا ہی تو اللہ بھی اوسپر رحمت کرتا ہی اور کراماً کاتبین کو بھلا دیتا ہی جو اوسکی گناہ

عمله وانسی جوارحه ما عملت من الخطایا وانسی مقامه من الارض وابه من السماء لیجیء یوم القیمة ولیس
لکھے چکی تھی اور اوسکی اعضا کو بھلا دیتا ہی جو جو خطا کی تھی اور زمین پر کا ٹھور ٹھکانا اور آسمان کی تکی کس جگہہ سب بھلا دیگا آخر قیامت کی دن ایسا حاضر

من المخلوقات شیء یشهد علیه قیل هی ذنوب کانت بینه وبین الله تعالی واما ما کان بینه وبین العباد فلا
آویگا کہ مخلوقات میں سی کوئی اوسکا گواہ نہیں والا ہوگا بعضی کہتی ہیں یہہ وہ گناہ ہیں جو صرف حقوق اللہ میں تہی وہ گناہ جو حقوق العباد ہیں سو انمیں ضرور ہی

فیها من القصاص بالحسنات کما روی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال من کانت عنده مظلمة لاخیه من
کہ حسنات میں سی بدلہ ہووی چنانچہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسکی ذمہ کوئی حق کسیکا ہو آبرو کا

عرض او مال فلیتحلل منه الیوم قبل ان یؤخذ منه یوم لا دینار فیه ولا درهم ان کان له عمل صالح اخذ
یا مال کا تو لازم ہی کہ آج اوس روز کی مواخذہ سی پہلی کہ نہ دینار ہوگا اور نہ درہم معاف کرا لی اگر اوسکی پاس عمل صالح ہونگی

منه بقدر مظلمته وان لم یکن له حسنات اخذ من سیات صاحبه فحمل علیه وروی عن ابی هریرة
تو بقدر حقوق کی لیلیگی اور اگر اوسکی پاس حسنات نہوئی تو مدعی کی گناہ لیکر اوسپر ڈالی جاویگی اور ابو ہریرہ سی روایت ہی

ایضا انه علیه السلام قال اتدرون من المفلس قالوا المفلس فینا من لا درهم معه ولا متاع قال ان المفلس من
کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جانتی ہو مفلس کون ہوتا ہی عرض کیا مفلس ہم میں وہ ہوتا ہی جسکی پاس نہ درہم ہو اور نہ کچھ سامان فرمایا مفلس میری امت میں

امتی من یاتی یوم القیمة بصلوة وزکوة ویاتی قد شتم هذا وقذف هذا وضرب هذا واکل مال هذا فیعطی
وہ ہوگا جو قیامت کی روز نماز اور زکوۃ لاویگا پھر کوئی آویگا کہ اسکو برا کہا تہا اور اوسکو گالی دی تہی اور اوسکو مارا تہا اور اوسکا مال کہا گیا تہا

هذا من حسناته وهذا من حسناته فان فنیت حسناته قبل ان یقضی ما علیه اخذ من خطایاهم
پھر نیکیاں کچھہ اسکو دی جاوینگی اور کچھہ اوسکو پس اگر اوسکی حسنات ادا حقوق سی پہلی ہو چکیں تو اونکی گناہ لیکر اسکی ذمہ پڑینگی

فطرحت علیه ثم طرح فی النار فاذا تقرر هذا یجب علی کل مسلم البدار الی تدارک حاله فینظر هل علیه من
پھر اوسکو دوزخ میں پھینکدینگی جب یہہ ثابت ہوا تو ہر ایک مسلمان پر واجب ہی کہ جلد اپنی حال کا تدارک کری غور کری کہ میری ذمہ حق اللہ

حقوق الله تعالی وحقوق الناس شیء ام لا فیتدارک ما فاته من فرائض الله تعالی فیقضیها ویرد للظالم
یا حق العباد کچھہ ہی یا نہیں پھر اوسکا عوض کردی جو فرائض الٰہی میں سی فوت ہوا ہو ادا کردی اور تمام حقوق دانہ دانہ واپس کری

حبة حبة ویستحل من تعرض له بیده ولسانه وسائر جوارحه ویطیب قلوبهم حتی یموت ولم یبق علیه
اور جسکو ہاتہہ سی یا زبان سی یا اور اعضا سی ستایا ہو اوسی معاف کرالی اور اونکا دل خوش کری آخر مری تو ایسا کہ اوسکی ذمہ نہ کوئی

فریضة ولا مظلمة ویدخل الجنة بغیر حساب لانه ان مات قبل رد المظالم یحیط به خصمائه ویتشبث
فریضہ ہو اور نہ کوئی حق اور بہشت میں بی حساب چلا جاوی اسلیٔی کہ اگر حقوق ادا کرنی سی پہلی مرگیا تو مدعی گہیر کر ناخن سی نوچینگی

فیه مخالبهم فهذا یقول ضربتنی وهذا یقول استخدمتنی وهذا یقول شتمتنی وهذا یقول استهزأتنی
ایک کہیگا مجھکو مارا تہا کوئی کہیگا مجھسی خدمت لی تہی یہہ کہیگا مجھکو گالی دی تہی وہ کہیگا مجھسی چہل کی تہی

وهذا یقول اغتبتنی وهذا یقول اخذت مالی وهذا یقول بایعتنی واخفیت عنی عیب متاعك وهذا
کوئی کہیگا میری غیبت کی تہی کوئی کہیگا تو نی میرا مال چہینا تہا کوئی کہیگا تو نی میری ہاتہہ مال بیچا اور اوسکا عیب ظاہر نکیا کوئی

يقول لكن بعتني في سوق متاعك وهذا يقول وجدتني مظلوما وكنت قادرا على دفع الظلم فما دفعت عني الظلم
کہیگا مال کی بیچا وئیں تونی مجھسی جہوٹ بولا اور کوئی کہیگا تونی مجہپر ظلم ہوتی دیکہا اور تو دفع کرسکتا تہا پر تونی مجہکو ظلم سی نہ بچایا

وهذا يقول رأيتني على منكر فما نهيتني عنه فبينما هو كذلك وهو مبهوت متحير من كثرة الخصماء اذ لم يبق في عمره
اور کوئی کہیگا مجہکو تونی گناہ میں مبتلا دیکہا پر مجہکو منع نکیا پس وہ اسی حالت میں مدعیوں کی کثرت سی حیران پریشان ہوگا اسواسطی کہ کوئی باقی نرہیگا

احد ممن عامله بدرهم او جالسه في مجلس الا وقد استحق عليه مظلمة بغيبة او استهزاء او خيانة او نظر
تمام عمر میں جس سی کچہہ معاملہ کیا ہو درہم سی یا بیٹہا ہو مجلس میں مگر وہ مستحق ہوگا اوسپر کسی دعوی کا غیبت کا یا خوش طبعی کا یا خیانت کا یا

بعين حقارة وقد عجز عن مقاومتهم ومد عنق الرجاء الى المولى الغفار لعله ينجيه من ايديهم اذ يقرع
حقارت سی دیکہنی کا اور بیشک اونکی مقابلہ سی تہک رہیگا اور مولی غفار کی طرف امیدوار ہوکر سر اوٹہاویگا کہ شاید دم دی اونکی ہاتہ سی بچاوی کہ اسکی

سمعه نداء الجبار اليوم تجزى كل نفس بما كسبت لا ظلم اليوم فعند ذلك ينخلع قلبه ويوقن بهلاكه فتذكر
کان میں یہہ آواز آویگی آج بدلا پاویگا ہر جی جیسا کمایا ظلم نہیں آج اسسی ہی دل چہوٹ جاویگا اور یقین کریگا کہ مرلیا سو ای غافل

ايها الغافل ما انذرك الله به في كتابه حيث قال ولا تحسبن الله غافلا عما يعمل الظالمون فما اشد فرحك
یاد کر جو اللہ تعالی نی اپنی کتاب میں ڈرایا ہی کہ فرمایا اور مت خیال کر کہ اللہ بی خبر ہی ان کاموں سی جو کرتی ہیں بی انصاف سو اب تو لوگوں کی

اليوم بتمكنك من اعراض الناس وتناول اموالهم وما اشد حسرتك في ذلك اليوم اذا وقفت على بساط العدل وشوفهت
آبرو بگاڑکر اور اونکا مال چہین کر کیسا خوش ہوتا ہی اور تجہکو اوس روز کسقدر حسرت ہوگی جب تو عدالت کی فرش پر کہڑا ہوگا اور سیاست کا

بخطاب السياسة وانت مفلس فقير عاجز لا تقدر ان ترد حقا او تظهر عذرا فعند ذلك تؤخذ من حسناتك
حکم سنیگا اور تو مفلس فقیر ہوگا طاقت نہوگی حق ادا کرنی کی یا عذر پیش لانی کی سو اوسوقت تیری حسنات تمام عمر بہر کی لیکر

التي تعبت فيها عمرك وتعطى الى خصمائك عوضا عن حقوقهم كما ورد في الاحاديث فانظر الى مصيبتك
حقوق کی بدلہ میں تیری مدعیوں کو دی جاوینگی چنانچہ حدیثوں میں آیا ہی سو اپنی مصیبت کو

في مثل ذلك اليوم اذ قلما يوجد لك حسنة سلمت من آفات الرياء ومكائد الشيطان وان سلمت حسنة
ایسی دن میں غور کر اسلئی کہ بہت کم ہوگا نیک عمل کہ ریا کی آفت اور شیطان کی مکر سی سلامت بچا ہو اور اگر مدت دراز میں

واحدة في مدة طويلة يبتدرها خصماؤك ويأخذونها وقد قيل لو كان لرجل ثواب سبعين نبيا وكان له خصم واحد
کوئی ایک عمل بچا ہی تو مدعی ترت چہین جہپٹ لینگی اور کہتی ہیں اگر کسی شخص کی پاس ثواب ستر نبیوں کی برابر ہووی اور اوسکا ایک ہی مدعی

بنصف دانق لا يدخل الجنة حتى يرضى خصمه وقيل يؤخذ بدانق قسط سبعمائة صلوة مقبولة فتعطى
نیم دانگ کا ہو بی رضامندی مدعی کی جنت میں نہیں جاسکتا اور کہتی ہیں کہ ایک دانگ کی بدلہ سات سو نمازوں کا ثواب لیکر مدعی کو دیا جاویگا

الخصم ذكره القشيري في التحبير وقال الامام الغزالي في الاحياء ولعلك لو حاسبت نفسك وانت مواظب على قيام
یہہ بیان قشیری کا ہی تحبیر میں اور امام غزالی احیاء میں کہتی ہیں اور کاشکی تو اپنی ذات کا حساب کیا کری اور رات کی قیام

الليل وصيام النهار لعلمت انك لا ينقضي عليك يوم الا ويجري على لسانك من غيبة المسلمين ما يستوفي جميع
اور دن کی صیام پر مداومت کرتا ہی تب تو بیشک معلوم کریگا کہ تجہہ پر کوئی دن ایسا نہیں گذرتا کہ تیری زبان پر مسلمان کی غیبت نہ آتی ہو جو کہ تمام

حسناتك فكيف ببقية السيئات من اكل الحرام والشبهات والتقصير في العبادات وكيف الخلاص من المظالم
حسنات کو پورا کرلیتی ہی پہر باقی گناہوں سی کیونکر بچیگی کہ مال حرام یا مشتبہ کہایا ہو اور عبادت میں کوتاہی کی ہو اور حقوق سی کیونکر رستگاری ہوگی

يوم يقتص فيه الجماء من القرناء ويقول الكافر يا ليتني كنت ترابا فاتق الله ايها المسكين في مظالم العباد فان
جس روز منڈی جانور کا سینگ والی سی بدلہ لیا جاویگا اور کہیگا کافر کسیطرح میں مٹی ہوتا سو ای مسکین حقوق العباد میں خدا کا خوف کر کیونکہ

ما كان بينك وبين الله تعالى خاصة فالمغفرة اليه اسرع واما ما كان عليك من حقوق العباد فلا بد من
جو کہ صرف حقوق الٰہی ہیں تو اوسکی مغفرت جلد ہو سکتی ہے اور جو تجھپر حقوق العباد ہیں تو اوسمیں مالکونسی ضرور
استحلال اربابها فمن عسر عليه الاستحلال فعليه ان يكثر ما قدر عليه من الاعمال الصالحات ويستغفر
معاف کرانا چاہئے اور جسکو معاف کرانا دشوار ہو تو حسب طاقت اعمال صالح زیادہ اور اپنی مظلوم مؤمن کی لئے تمام اوقات
لمن ظلمه من المؤمنين والمؤمنات في عامة الاوقات فانه اذا فعل كذلك يرجى من فضل الله تعالى وكرمه
مغفرت کیا کرے بیشک اگر یہہ تدبیر کریگا تو اللہ کی فضل وکرم سی امید ہے
ان يرضي خصمه يوم القيمة لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام بينا هو جالس اذ ضحك حتى بدت
کہ قیامت کی دن اوسکی مدعی کو راضی کردے کیونکہ ابو ہریرہ سی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام ایکوقت بیٹھی ہوئی ناگاہ اتنا ہنسی کہ دندان مبارک
ثناياه فقيل له مم تضحك يا رسول الله فقال رجلان من امتي جثيا بين يدي رب العزة فيقول احدهما
ظاہر ہوگئی کسیی پوچھا یا رسول اللہ آپ کیوں ہنستے ہیں فرمایا میری امت کی دو شخص رب العزت کی سامنی حاضر ہونگی پھر ایک کہنی لگا
يا رب خذ مظلمتي من هذا الاخ فيقول الله تعالى اعط اخاك مظلمته فيقول يا رب ما بقي من حسناتي
یا الٰہی میرا حق اس بھائی سی دلادی اللہ تعالی نی فرمایا اپنی بھائی کا حق ادا کردی عرض کیا الٰہی میری پاس کوئی حسنہ باقی نہیں رہا ہے
شيء فيقول الله تعالى ما تصنع باخيك لم يبق من حسناته شيء فيقول يا رب فليحمل عني من اوزاري
پھر اللہ تعالی نی فرمایا اب تو اپنی بھائی سی کیا معاملہ کریگا اسکی پاس تو کوئی حسنہ باقی نہیں ہے عرض کیا یہہ میری گناہ اوسپر رکھی جاوین
ففاضت عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال ان ذلك اليوم ليوم يحتاج الناس فيه ان يحمل عنهم
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑی پھر فرمایا وہ ایسا دن ہوگا کہ لوگوں کو یہہ حاجت ہوگی کہ ہماری گناہ اوروں پر پڑ جاوین
من اوزارهم ثم قال فيقول الله تعالى للطالب حقه ارفع بصرك الى الجنان فيرفع بصره فيرى ما يعجبه
پھر فرمایا پھر اللہ تعالی نی حق دار سی کہا دیکھ تو جنت کی طرف وہ آنکھ اوٹھاتی ہی کیا دیکھتا ہی کہ عجب طرح کی خیر اور نعمت
من الخير والنعمة فيقول لمن هذا يا رب فيقول الله تعالى هذا لمن يعطيني ثمنه فيقول ومن يملك ثمنه
موجود ہی پوچھا الٰہی یہہ کسکا ہی اللہ فرماویگا یہہ اوسکا جو اسکی قیمت ادا کری عرض کیا الٰہی اسکی قیمت کون دیسکتا ہی
يا رب فيقول انت فيقول بماذا يا رب فيقول بعفوك عن اخيك فيقول قد عفوت عنه يا رب فيقول
اللہ فرماویگا تو دیسکتا ہی عرض کریگا الٰہی کہاں سی اللہ فرماویگا اپنی بھائی کو معاف کردی عرض کیا الٰہی مین نی اوسکو معاف کیا پھر اللہ تعالی
الله تعالى خذ بيد اخيك وادخل الجنة ثم قال رسول الله عليه السلام فاتقوا الله واصلحوا ذات بينكم
فرماویگا اپنی بھائی کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لیجا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا اب تم اللہ سی ڈرو اور آپسمین صلح رکھو
فان الله تعالى يصلح بين المؤمنين يوم القيمة قال القرطبي في تذكرته نقلا عن شيخه هذا لبعض الناس
بیشک اللہ تعالی قیامت کی روز مسلمانوں میں صلح کراویگا قرطبی اپنی تذکرہ میں شیخ سی نقل کرتا ہی ایسی وہ لوگ ہیں
ممن اراد الله تعالى ان لا يعذبه بل اراد ان يعفو عنه ويغفر له ويرضي خصمه وكذلك ما روي عنه عليه السلام
جنکو اللہ تعالی کو عذاب کرنا منظور نہیں ہے بلکہ یہہ مرضی ہی کہ اونکو معاف کر کر بخشدی اور مدعی کو راضی کردی اور ایسی ہی یہہ حدیث
ان مناديا ينادي من تحت العرش يوم القيمة يا امة محمد اما ما كان لي قبلكم فقد وهبته لكم فبقيت التبعات
کہ منادی قیامت کی دن عرش کی تلی سی آواز دیگا ای امت محمد کی میرا حق جو تمہاری ذمہ پر باقی تہا سو میں نی معاف کیا اب حقوق عباد باقی ہیں
فتواهبوا وادخلوا الجنة برحمتي فانه ايضا لبعض الناس لا لكل احد اذ لو كان ذلك لكل احد لما دخل احد النار
سو تم معاف کر کر میری رحمت سی جنت میں چلی جاؤ یہہ بہی بعضی شخصوں کی لئی ہے ہر ایک کی لئی نہیں ہے کیونکہ اگر ہر ایک کی لئی ہوتا تو کوئی بہی دوزخ میں نہ جاتا

وقد وردت اخبار صحيحة نقلها ثقات ولا بد من الايمان بها ان من كان من اهل الايمان لا يبقى في النار
اور بیشک صحیح حدیثیں ثقات نے نقل کی ہیں اونپر ایمان لانا ضرور ہے کہ جو ایمان والا ہوگا سو گناہوں کی شامت سے دوزخ میں نہیں رہیگا

بكسب الاوزار بل يخرج منها والخروج منها لا يكون الا بعد الدخول فيها قال القرطبي في تذكرته وقد ظن بعض
بلکہ دوزخ سے نکلیگا اور دوزخ میں سے نکلنا بعد داخل ہونے کے نہیں ہو سکتا قرطبی اپنی تذکرہ میں کہتے ہیں بعض علماء یہہ گمان کرتے ہیں

العلماء ان الصيام يختص بعامله موفرا له اجره ولا يوخذ منه شيء لمظلمة ظلمها متمسكا بما قال الله تعالى
کہ روزہ صرف روزہ دار کی کام آئیگا اوسکا ثواب اوسکو پورا دیگا اسمیں سے کسیکی حق کی بدلے میں کچھہ نہ لیا جاویگا اس دلیل سے کہ اللہ تعالی نے

في الحديث القدسي الصوم لي وانا اجزي به لكن احاديث القصاص ترد هذا الظن فان الحقوق توخذ
حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ روزہ میری لئے ہے اور میں ہی اوسکی جزا دونگا لیکن بدلہ لینی کی حدیثیں اس گمان کو غلط کرتی ہیں کیونکہ حقوق تمام

من جميع الاعمال صوما كان او غيره وقيل الصوم سر بين العبد وربه لا يطلع عليه احد سواه لكونه نيته وترك
اعمال میں سے اوسکی جاوینگی روزہ ہو یا کچھہ اور ہو اور کوئی کہتا ہے روزہ درمیان بندہ اور پروردگار کے بہید ہے اوسپر سوای اوسکی کوئی مطلع نہیں ہوتا کیونکہ روزہ

المفطرات والملئكة الكتبة لا يطلعون على ما لا علم لهم فيه فاذا لم يكن معلوما لاحد ولا مكتوبا في الصحيفة
نیت ہے اور مفطرات سے بچنا اور فرشتے کرام کاتبین وہی جانا کرتے ہیں جسکا اونکو علم ہو پھر جب وہ کسیکو معلوم نہوا اور نہ اعمالنامہ میں مندرج ہوا

يستره الله تعالى ويخبره حتى يكون له جنة من النار فانهم يطرحون عليه سيئاتهم فتذهب عنهم فلا
تو اللہ تعالی اوسکو چھپا رکہتا ہے تاکہ اوسکی لئے دوزخ کی ڈہال ہو جاوی بیشک حقدار اسپر اپنی گناہ ڈالینگی سو اونسے اوتر جاوینگی پھر

تضرهم لزوالها عنهم ولا يضره ايضا لكون الصوم جنة له قال القاضي ابو بكر بن العربي في سراج المريدين
ضرر نکرینگی کیونکہ اونکی ذمہ سے موقوف ہوینگی اور اسکو بھی ضرر نہ کرینگی اسلئے کہ روزہ اسکی لئے ڈہال موجود ہے قاضی ابو بکر بن عربی سراج المریدین میں کہتے ہیں

هذا تاويل حسن ان شاء الله تعالى ولا تعارض والحمد لله المجلس الرابع والستون في بيان لزوم
یہہ خوب تاویل ہے ان شاء اللہ تعالی اسکی مقابلہ پر کچھہ نہیں ہے اور حمد اللہ کی ہے چونسٹہویں مجلس اس بیان میں

محاسبة العبد نفسه قبل ان يحاسب ويناقش فيهلك قال رسول الله صلى الله
کہ بندہ کو محاسبہ کرنا اپنی ذات کا پہلی حساب دینی سے ضرور ہے کہ مناقشہ میں ہلاک نہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

عليه وسلم ليس احد يحاسب يوم القيمة الا هلك هذا الحديث في صحاح المصابيح روته ام المؤمنين عائشة
فرمایا نہیں کوئی جسسے قیامت کی دن حساب طلب ہووے مگر ہلاک ہو ویگا یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ام المؤمنین عائشہ کی روایت

فانها لما سمعته قالت اوليس يقول الله تعالى فسوف يحاسب حسابا يسيرا فقال النبي عليه السلام فذلك العرض
سے عائشہ رض نے یہہ سنتے ہی عرض کیا اللہ تعالی یہہ نہیں فرماتا تو اوسی حساب لینا ہے آسان حساب پس نبی علیہ السلام نے فرمایا یہہ پیشی ہے

ولكن من نوقش في الحساب يهلك والمناقشة في الحساب ان يستقصى فيه بحيث لا يترك قليل ولا كثير ولا
ولیکن جسکی حساب میں مناقشہ ہوا تو وہ ہلاک ہوا اور حساب میں مناقشہ یہہ ہوتا ہے کہ حساب پورا کیا جاوی کوئی بات تہوڑی نہ بہت

صغير ولا كبير الا يسئل عنه واما العرض فهو ان يعرض على العبد عمله ولا يستقصى في حسابه والحديث يحتمل
چہوٹی نہ بڑی باقی نرہے کہ اوس سے سوال نہو اور عرض اتنا ہی ہوتا ہے کہ بندہ کی سامنے اوسکا اعمال کردیں اور پورا پورا حساب نہو اور اس حدیث کی دو معنی ہو سکتی ہیں

معنيين احدهما ان يكون نفس المناقشة هلاكا لما فيها من التوبيخ وثانيهما ان تفضي الى الهلاك فاذا ثبت
ایک یہہ کہ عین مناقشہ ہی ہلاکت ہووے کیونکہ اوسمیں زجر و توبیخ ہوتی ہے اور دوسری یہہ کہ انجام کو ہلاکت پر پہنچاوے جب یہہ امر ثابت ہوا

ان العبد يسئل يوم القيمة عن كل شيء حتى عن سمعه وبصره وفؤاده كما قال الله تعالى ان السمع والبصر
کہ آدمی سے قیامت کی دن ہر شے کا سوال ہوگا یہاں تک کہ کان اور آنکھہ اور دل سے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے بیشک کان اور آنکھہ

والفؤاد كل اولئك كان عنه مسئولا فيجب عليه ان يحاسب نفسه قبل ان يناقش في الحساب لانه هو تاجر
اور دل یہ سب پوچھی جاویگی تب آدمی پر واجب ہے کہ اپنی حال کو حساب کی مناقشہ سے پہلے پڑتالتا رہے کیونکہ آدمی آخرت کی
في طريق الآخرة وبضاعته عمره وربحه صرف عمره في الطاعات والعبادات وخسرانه صرفه في المعاصي والسيئات ونفسه
رستہ کا سوداگر ہوتا ہے اور اسکا مال عمر ہے اور عمر کو طاعات اور عبادات میں صرف کرنا اوس تجارت کا فائدہ ہے اور عمر کا معاصی اور سیآت میں تلف کرنا
شريكه في هذه التجارة هي وان كانت تصلح للخير والشر لكنها الى المعاصي اقبل والى الشهوات اميل فلابد له من مراقبتها ومحاسبتها
خسارہ ہے اور اس تجارت میں نفس اسکا ساجھی ہے اور نفس میں اگرچہ صلاحیت نیکی بدی دونو کی ہے پر وہ معاصی کیطرف بہت متوجہ اور شہوات کی طرف بہت جھکتا ہے
لانه ان اهملها لحظة تسرع في الخيانة وان تمادى في الاهمال تمادت في الخيانة حتى يذهب راس المال كله
سو آدمی کو لازم ہے کہ اوسکی حفاظت اور محاسبہ کرتا رہے کیونکہ اگر دم بھر بھی حفاظت نہ کریگا تو وہ جھٹ خیانت کریگا اور اگر مدت دراز تک چھوڑ رکھا تو ہمیشہ خیانت کرتی رہیگی
واما من لم يهملها بل راقبها وحاسبها يتبين له الربح والخسران والزيادة والنقصان
آخر وہ اصل مال تمام ہوجاویگا اور جسنے غفلت نہ کی بلکہ دیکھتا رہا اور حساب لیتا رہا تو اوسکو نفع نقصان اور گھٹنا بڑھنا معلوم ہوتا رہیگا
ودليل وجوب محاسبتها قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ما
اور محاسبہ واجب ہونیکی دلیل یہہ آیت ہے ای ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہئے کہ دیکھ لے ہر جی کیا
قدمت لغد ففي هذه الآية اشارة الى لزوم محاسبة النفس على ما مضى من الاعمال فكانه تعالى قال لينظر احدكم
بھیجا ہے کل کیواسطے سو اس آیت میں یہہ اشارہ ہے کہ گذری ہوئی اعمال پر نفس کا محاسبہ لازم ہے گویا اللہ تعالی یہہ فرماتا ہے کہ ہر ایک تم میں سے یہہ نگاہ کرتا رہے
ما قدم ليوم القيمة من الاعمال اهي من الصالحات التي تنجيه ام من الطالحات التي ترديه فان الحسنات يوم القيمة
کہ قیامت کی دن کیلئی کیا عمل کر رکھا ہے آیا وہ عمل نیک ہے جس سے نجات ہووی یا وہ عمل بد ہے کہ ہلاک کر ڈالے بیشک قیامت کی دن حساب
انما يخف على من يحاسب نفسه في الدنيا وانما يشق على من يهملها ولا يحاسبها فان من يحاسب نفسه في الرخاء
اوسی شخص پر آسان ہووی گا جو اپنی نفس کا حساب دنیا میں لیتا رہتا ہے اور اوسپر دشوار ہوگا جسنے نفس کو چھوڑ رکھا ہے اور حساب نہیں لیتا کیونکہ جو شخص اپنی نفس کا حساب آرام کے وقت
قبل حساب الشدة يعود امره الى الرضاء والغبطة ومن يهملها ولا يحاسبها يعود امره الى الندامة والحسرة فان
سختی کی حساب سے پہلے لیتا ہے تو اوسکا انجام رضامندی اور آرزومندی کیطرف ہے اور جو چھوڑ رکھتا ہے اور اوسکا حساب نہیں لیتا تو اوسکا انجام ندامت اور حسرت کی
الانسان اذا مات ينكشف له بالموت ما لم يكن له مكشوفا في حيوته كما ينكشف للمستيقظ ما لم يكن مكشوفا في نومه
ہے بیشک انسان کو مرتے ہی موت کی وہ سب باتیں معلوم ہوجاتی ہیں جو زندگی میں معلوم نہیں تہیں جیسے نیند سے جاگتے ہی وہ معلوم ہونے لگتا ہے جو سوتے میں
والناس نيام فاذا ماتوا انتبهوا فينكشف له اولا ما ينفعه من حسناته وما يضره من سيئاته فلا ينظر الى سيئة الا
معلوم نہ تہا اور آدمی اب سوتے ہیں مرینگے تو جاگینگے پہر اوسکو پہلے پہل حسنات نفع رسان اور سیئات ضرر رسان معلوم ہونگی پہر بدیوں کی طرف کمال حسرت سے
يتحسر عليها تحسرا يختار ان يخوض غمرة النار للخلاص منها فانه مادام في الدنيا كان يشغله شواغل الدنيا عن
دیکھیگا کہ یہہ پسند کریگا کہ آگ کی دریا میں ڈوبوں کسیطرح خلاصی ہو کیونکہ جبتک دنیا میں رہا تو دنیا کی کاروبار میں اسکی خبر نہ لی
الاطلاع عليها فبالموت ينقطع الشواغل وينكشف له جميع اعماله عند انقطاع النفس قبل الدفن وتشتعل فيه
اب موت سے وہ کاروبار چہوٹی تو اوسپر تمام اعمال نفس کی منقطع ہوتے ہی دفن سے پہلے ظاہر ہونگی اور جدائی کی آگ دنیائے فانی کی لذتوں سے
نار الفرقة عما كان يطمئن اليه من لذائذ الدنيا الفانية وهذا نوع من العذاب يهجم عليه قبل الدفن وبعد
جن پر جی لگا تہا یکبارگی بھڑک اوٹھیگی اور یہہ بھی ایک طرح کا عذاب ہے جو دفن سے پہلے ہجوم کریگا اور دفن کی بعد
الدفن يرد روحه الى جسده لنوع آخر من العذاب ويكون حاله كحال من تنعم زمانا في دار ملك من الملوك
[illegible] دوسری قسم عذاب کی [illegible] بدن میں ڈالی جاویگی اور اوسکا حال ایسا ہوگا جیسے کوئی تہوڑی دیر کو ایک بادشاہ کی گھر میں

عند غيبته اعتمادا على ان الملك يتساهل في امره او لا يدري ما يتعاطاه من قبيح افعاله فاخذه الملك بغتة
اوسکی پیچھے اس بہروسہ پر عیش اوڑانی لگا کہ بادشاہ اس باب میں درگذر کریگا یا یہہ نہیں سمجہتا کہ کیا بد معاملہ کر رہا ہی پہر اوسکو بادشاہ نی ایک بیک جا پکڑ
وعرض عليه جريدة قد دونت فيها جميع فواحشه وخياناته ذرة ذرة وخطوة خطوة والملك قاهر غيور
گرفتار کرکی اوسکی عمل کی فرد اوس کی جسمین اوسکی تمام بدیان اور چوریان ذرہ ذرہ اور قدم قدم کی لکہی ہوئی تہین اور بادشاہ بڑا زبردست اور صاحب غیرت
على حرمه منتقم من الجناة على ملكه غير ملتفت الى من يتشفع اليه من العصاة عليه فتفكر في امر هذا الشخص
اپنی سلطنت میں خطاوار کا سزا دینی والا اور گنہگار سفارشی پر توجہ نہیں کرتا اب خیال تو کر اس شخص کی حق میں کہ بادشاہ کی عذاب کرنی سی پہلی
ما يكون له حالة قبل وقوع عذاب الملك عليه من الخوف والخجالة والالم والندامة وهكذا يكون حال الميت
مدی خوف اور خجالت اور الم اور ندامت کی کیا کیا گذرتا ہوگا یہہ ہی حال میت کا جو دنیا کی لذتون پر
المغتر بلذات الدنيا المطمئن اليها قبل نزول عذاب القبر عند موته واما من احترز عن شهوات الدنيا واشتغل
اطمینان سی بہولا ہوا تہا عذاب قبر سی پہلی موت کی وقت ہوگا اور جو شخص دنیا کی شہوات سی الگ اور طاعات میں معروف رہتا ہی
بالطاعات ولم يكن له انس الا بذكر الله تعالى فيكون حاله كحال من كان محبوسا في مكان ضيق مظلم ففتح له
اور اوسکو سوا یاد الہی کی کوئی انس نہ تہا سو اوسکا حال ایسا ہوگا جیسی کوئی تنگ تاریک مکان میں قید ہو پہر اوسکی لئی ایک دروازہ کہل جاوی
باب فخرج منه الى بستان واسع لا يرى منتهاه وفيه انواع الاشجار والازهار والطيور والثمار والحياض
وہیں سی ایک بڑی وسیع باغ میں جا جاوی کہ جسکی کچہہ انت نظر نہ آتی ہو اور اوسمیں قسم قسم کی درخت اور پہول اور پرند اور میوی اور حوضین
والانهار فعلى هذا ينبغي للعاقل ان يقبل على نفسه ويقول لها يا نفس اما تعرفي ان بين يديك الجنة والنار
اور نہرین ہون اس صورت میں عاقل کو لازم ہی کہ متوجہ ہوکر نفس سی کہی ای نفس کیا تجہکو خبر نہیں کہ تیری آگی بہشت ہی اور دوزخ
وانت ذاهب الى احدهما عن قريب فمالك لا تستعد للموت وهو اقرب اليك من كل قريب فانك ان تراه
اور تو انمین سی ایک میں جلدی جانیوالا ہی پہر تجہکو کیا ہوا کہ موت کا سامان نہیں کرتا اور وہ ہر نزدیک شئی سی نزدیک تر ہی اور تو اوسکو گنتا ہی
بعيدا لكن الله تعالى يراه قريبا اذ قال ان الموت الذي تفرون منه فانه ملاقيكم وعساه ان يختطفك
دور سیکن پر الله کی علم میں بہت پاس ہی کیونکہ فرماتا ہی بیشک موت جس سی تم بہاگتی ہو سو وہ تمسی ملتی ہی اور شاید تجہکو آج اوچک لی
اليوم او غدا فانه اذا جاء يجيء بغتة من غير تقديم رسول اذ ليس لمجيئه سن معين ولا وقت معلوم لا في
سو یہہ جب آئیگی ناگاہ آئیگی پہلی کوئی قاصد نہ بہیجیگی کیونکہ اوسکی آنہ کا نہ کوئی سال مقرر ہی اور نہ کوئی وقت معلوم ہی اور نہ موسم گرمی کا
الصيف ولا في الشتاء ولا في الليل ولا في النهار ولا في الصبي ولا في الشباب بل كل نفس من انفاسك يمكن ان يجيء
جاڑی کا اور نہ رات اور نہ دن اور نہ لڑکپن اور نہ جوانی بلکہ ہر وقت تیری اوقات میں سی ممکن ہی کہ ناگاہ
فيه فجأة ولو لم يجيء الموت فيه فجأة وهو يفضي الى الموت فما اعجب غفلتك عنه اما تتامل قوله تعالى اقترب للناس
موت آجاوی اور اگر موت ناگاہ نہ آوی تو مرض ناگاہ پیدا ہو جاوی وہی موت تک لیجاوی اسمین تجہکو عجب غفلت ہی کیا تو اس آیت میں غور نہیں کرتا نزدیک
حسابهم وهم في غفلة معرضون وما اعجب حالك انك تدعي الايمان بلسانك واثر النفاق ظاهر عليك فان
آگیا ہی لوگون کو حساب کا وقت اور وہ بیخبری میں ہیں اور تیرا عجب حال ہی کہ زبانی تو ایمان کا دعوی کرتا ہی اور نفاق کا نشان تیری حال سی ظاہر ہی کیونکہ تیرا
سيدك ومولاك قد تكفل لك في امر الدنيا حيث قال وما من دابة في الارض الا على الله رزقها وانت تكذبه
سید اور مولی دنیا کی خرچ برچ کا ذمہ دار ہو چکا ہی کیونکہ فرماتا ہی اور کوئی نہیں پاؤن چلنی والا زمین پر مگر اللہ پر ہی اوسکی روزی اور تو اوسکو
بافعالك وتتكالب عليه تكالب المدهوش المستهتر ووكل امر الآخرة الى سعيك حيث قال وان ليس للانسان الا ما سعى
یعنی عمل کو جہٹلاتا ہی اور اوسپر دیوانہ بنا جاتا ہی جیسی مدہوش چپل ہلا اور اوسی آخرت کی معاملہ کو تیری سعی پر حوالہ کیا ہی کیونکہ فرماتا ہی اور یہہ کہ آدمی کو دی

بما سعى وانت تعرض عنها اعراض المغرور المستحقر وليس هذا من علامات الايمان فلو كان الايمان باللسان
جو کمایا اور تو انسے ایسی بے پرواہی کرتا ہی جیسی مغرور حقارت کرنیوالا اس سی منہ پھیر لیتا ہی اور زبانی دعوی ایمان کی علامت نہیں ہی پس اگر ایمان کا زبانی دعوی
يكفي فلماذا يكون المنافقون في الدرك الاسفل من النار فما اجرأك على معصية الله تعالى ان كان معتقداً
کفایت کرتا تو منافق لوگ دوزخ کی تہہ میں کیوں جاتی پس خدا تعالی کی معصیت پر تیری کیا ہی جرات ہی اگر تو یہ اعتقاد کرتا ہی
انه تعالى لا يراك فما اعظم كفرك وان كان مع علمك بانه تعالى يراك فما اشنع قبحك وما اشد حماقتك
کہ اللہ تعالی تجھکو نہیں دیکھتا تو تیرا کتنا بڑا کفر ہی اور اگر تو یہ جانتا ہی کہ اللہ تعالی دیکھتا ہی تو تیری کیا ہی بڑی قباحت ہی اور کیسی سخت حماقت ہی
فبای جسارة تتعرض لمقته وغضبه وشديد عقابه واليم عذابه افتظن انك تطيق عذابه وعقابه
پس تو کس دلیری پر خدا کی بغض اور غضب اور عقاب شدید اور دردناک عذاب کی سامنے آتا ہی کیا تو یوں جانتا ہی کہ اوسکی عذاب اور عقاب کو
هيهات هيهات كانك لا تؤمن بيوم الحساب فان يهوديا لو اخبرك في الذ طعامك انه يضرك في مرضك
سہیگا افسوس افسوس تو تو گویا قیامت کی دن پر ایمان ہی نہیں لایا کیونکہ ایک یہودی اگر تجھی مرغوب سی مرغوب طعام کو کہدی کہ اس مرض میں یہ تجھکو نقصان
لصبرت عنه وتركته افكان قول الله تعالى في كتبه المنزلة وقول الانبياء المويدين بالمعجزة اقل عندك
دیگا تو البتہ اوس پر صبر کری اور کہانا چھوڑدی پس گویا اللہ تعالی کا فرمودہ منزل کتابوں میں اور انبیا کا ارشاد جنکو معجزوں سی تائید ہوئی ہی تیری نزدیک
تاثيرا من قول يهودي يخبرك عن ظن وتخمين مع نقصان عقل ودين بل لو اخبرك طفل من الاطفال بان
یہودی کی قول سی جو گمان اور اٹکل سی کہتا ہی تاثیر میں کمتر ہی باوجودیکہ نہ اوسکی عقل درست ہی اور نہ دین بلکہ اگر تجھسی ایک بچہ یہ کہدی کہ
في ثوبك عقرباً لرميت ثوبك في الحال من غير توقف ولا سؤال افكان قول الانبياء والعلماء اقل عندك من
تیری کپڑی میں بچھو ہی تو تو ترت بلا تامل اپنی کپڑی پھینکدی نہ سوچی نہ پوچھی اب انبیا اور علما کا قول تیری نزدیک بچہ کی قول سی کمتر ہی
قول صبي وصار نار جهنم واغلالها وافاعيها وعقاربها احقر عندك من عقرب لا تحس بالمه الا يوماً
یا دوزخ کی آگ اور زنجیریں اور سانپ اور بچھو تیری نزدیک ایسی بچھو سی جنکی لہر غایت ایک دن
واقل منه فان كنت تعرف جميع ذلك وتؤمن به فما بالك تشتغل بالشهوات وتسوف العمل والموت لك بالمرصاد
یا کمتر ہوتی ہی کمتر ہیں اب اگر تو یہ تمام باتیں جانتا ہی اور یقین کرتا ہی پھر تجھکو کیا ہوا کہ شہوات میں مشغول رہتا ہی اور نیک عمل میں تاخیر کرتا ہی اور موت تیری
فلعله يختطفك من غير مهل فبماذا امنت من استعجاله فكم من مستقبل يوما لم يستكمله وكم من مؤمل غدا لم
داؤ میں ہی شاید کہ وہ تجھکو ابھی اچک لی پھر تجھکو اوسکی جلدی سی کیا بچاؤ ہی سو اکثر صبح کرنیوالی دن پورا نہیں کرنی پاتی اور اکثر اگلی دن کی امیدوار اسدن
يبلغه وعلى تقدير انك وعدت بالامهال مائة سنة واخرت العمل الى آخرها فما ظنك ان من لم يطعم الدابة
دن نہیں پکڑ سکتی اور بالفرض اگر تجھکو سو برس کی عمر کا وعدہ دیا ہی اور تو آخر تک عمل میں تاخیر کرتا ہی سو تو کیا کہتا ہی کہ جو شخص اپنی ٹٹو کو کہانا دانہ
الا في حضيض العقبة هل تقدر على قطع العقبة بها اوهل المانع عن المبادرة والباعث على التسويف سبب غير
نہیں دیوی سوای دامن کوہ کی کیا وہ اپنی طاقت رکھتا ہی کہ اوس ٹٹو پر پہاڑ پر چڑھ جاوی اور نیک عمل کرنی سی باز رہنی کا اور آج کل کرتی رہنی کا اور کیا سبب ہی سوا اسکی
عجزك عن مخالفة هواك لما في ذلك من التعب والمشقة وهل تجد يوماً يأتيك ولا يعسر فيه مخالفة الهوى هذا يوم
کہ تو اپنی خواہش کی خلاف نہیں کرسکتا کیونکہ اسمیں دشواری اور مشقت ہوتی ہی کیا تجھکو ایسا دن معلوم ہی جسمیں ہوا وہوس کی مخالفت دشوار نہو گی ایسا دن تو
لم يخلقه الله تعالى ولا يخلقه الا في الجنة والجنة محفوفة بالمكاره والمكاره لا تكون خفيفة على النفوس
اللہ تعالی نی کوئی نہیں پیدا کیا اور نہ پیدا کریگا سوای جنت کی اور جنت کی چار طرف مکارہ ہیں اور مکارہ نفس کو کبھی خوش نہیں آتی
قط هذا محال وجوده فان كنت لا تفهم هذه الامور الجلية وتركن الى التسويف فاي حماقة تزيد على هذه
یہ محال ہی ہرگز نہیں ہوسکتا پھر اگر تو ایسی ظاہر مقدمات کو نہیں سمجھتا اور عمل میں درنگ کیا جاتا ہی اسکو نسی نادانی سی زیادہ ہوگی ور اگر

الحماقة وان كنت تعتمد على كرم الله تعالى وفضله فما بالك لا تعتمد على كرمه وفضله في امور دنياك اما

تجھکو اسکی کرم اور فضل پہ بھروسہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ دنیا کی کاروبار میں اللہ تعالی کی کرم اور فضل پر بھروسا نہیں کرتا بھلا

تستعد للشتاء بقدر طول مدته فتجمع له القوت والحطب والكسوة وغيرها من اللوازم ولا تتكل على فضل الله و

کیا تو جاڑے کی لئی بقدر موسم کی تیاری نہیں کرتا کہانا اور ایندھن اور پوشاک وغیرہ ضروریات جمع کرتا ہی اور اللہ تعالی کی کرم اور فضل پر بھروسہ

كرمه حتى يدفع عنك برد الشتاء من غير جبة ونحوها فانه قادر على ذلك أفتظن ان برد زمهرير جهنم

نہیں کرتا تاکہ اللہ تعالی یوں ہی جاڑے کی سردی بلغیر جبہ وغیرہ کی دفع کردی کیونکہ اللہ تعالی کو یہہ بھی قدرت ہی کیا تجھکو یہہ خیال ہے کہ خنکی زمہریر کی جاڑے کی

اخف بردا واقل مدة من برد زمهرير الشتاء ام تظن انك تنجو منهما من غير سعي هيهات هيهات فان برد الشتاء

ٹھنڈ سی ہلکی ہی اور تھوڑی دنوں ہوگی یا تجھکو یہہ خیال ہی کہ دونوں سی بے محنت بچ رہیگا کبھی نہیں کبھی نہیں بیشک جاڑی کی ٹھنڈ

كما لا يندفع عنك الا بالجبة والحطب وسائر اللوازم كذلك لا يندفع عنك حر نار جهنم وبرد زمهريرها الا بالتحصن

جیسی بدون جبہ اور ایندھن وغیرہ لوازم کی دفع نہیں ہوتی ایسی ہی دوزخ کی گرمی اور زمہریر کی ٹھنڈ ہرگز نہیں جاتی بدون پناہ لینی

بحصن الطاعات والعبادات مع ترك المنكرات وانما كرم الله تعالى وفضله في ان يعرفك طريق التحصين لا في ان يدفع

طاعات اور عبادات کی منکرات کو چھوڑ کر اور اللہ تعالی کا کرم اور فضل یہہ ہی کہ تجھکو طریقہ بچاؤ کا بتا دیا یہہ نہیں ہے کہ اوسکی تکلیف

عنك العذاب بدون التحصن فان كرم الله تعالى وفضله في دفع برد الشتاء عنك ان يخلق لك النار و

بدون پناہ کی دور کردی بیشک اللہ تعالی کا کرم اور فضل جاڑا دفع کرنی کی باب میں یہہ ہی کہ تیری لئی آگ پیدا کردی اور

يهديك طريق استخراجه من بين الحجر والحديد حتى تدفع عن نفسك برد الشتاء فكما ان شرى الجبة والحطب

اوسکو چقماق سی نکالنی کا طریقہ ہدایت کردیا کہ اپنی جان سی خنکی جاڑی کی دفع کری پھر جیسی جبہ اور ایندھن

وسائر اللوازم مما يستغني عنه خالقك ومولاك وانما تشتريه لنفسك اذ جعله سببا لاستراحتك كذلك

اور اور تمام لوازم کی تیری خالق اور مولی کو کچھ پروا اور حاجت نہیں ہی صرف تو ہی اپنی جان کی فائدہ کو خرید لیتا ہی کیونکہ اسمیں تیرا آرام ہی ایسی ہی

طاعتك ومجاهدتك مما يستغني عنها خالقك ومولاك وانما هي طريق نجاتك من عذاب اليم ووصولك

تیری طاعت اور عبادت کی تیری خالق اور مولی کو پروا نہیں ہی عذاب الیم سی نجات کا یہہ طریقہ ہی اور عیش دائمی کا وسیلہ

الى النعيم المقيم فمن احسن فلنفسه ومن اساء فعليها والله غني عن العلمين ولعلك تقول لا يمنعني

جسنی بھلائی کی سو اپنی جان کی لئی اور جسنی برا کیا سو اپنی نقصان کو اور اللہ بی پرواہی عالمین سی اور شاید تو کہیگا کہ مجھکو راہ راست سی

عن الاستقامة الا حرصي على لذة الشهوات وقلة صبري على الالام والمشقات فان كنت صادقا في ذلك

بجز حرص مزہ داری شہوات کی اور سوای بی صبری الم اور مشقت کی اور کوئی نہیں روکتا اب اگر تو اسمیں سچا ہی تو تیری کتنی بڑی

فما اشد حمقك وما اقبح عذرك فان شهوات الدنيا فانية سريعة الزوال غير خالية عن الكدورات في

نادانی ہی اور کیا برا عذر ہی کیونکہ دنیا کی شہوت تو فانی ہی ابھی ہو چکیں گی اور کبھی کسی وقت میں کدورت سی خالی نہیں ہیں

حال من الاحوال فما بالك لا تطلب الدخول في الجنة للتنعم فيها بالشهوات الباقية الدائمة الصافية عن

اب تیرا کیا عجب حال ہی کہ جنت میں جانا طلب نہیں کرتا تاکہ اوسمیں عیش کیا کری شہوات باقیہ دائمی ہر طرح کی کدورت سی ہمیشہ کو صاف

الكدورات في جميع الاحوال فان الاخرة خير وابقى فاستعد للاخرة على قدر بقائك فيها فان بضاعتك

کیونکہ آخرت بہتر اور رہنی والی ہی اب تو آخرت کا سامان جبتک کہ تو وہاں رہی تیار کر بیشک تیرا سرمایہ

ايام عمرك وقد ضيعت اكثرها وما بقي منها الا ايام معدودة فان اتجرت فيما بقي ربحت وان ضيعت الباقية

زندگی کی کچھ دن ہیں سو تو نی اکثر کھو دیا ہی اوسمیں سی چند روز باقی رہ گئی ہیں پھر اوس بقیہ میں اگر تجارت کریگا تو فائدہ ہوگا اور اگر باقی کو بھی کھو دیا

واسترت

واستمررت على عادتك القديم خسرت خسرانا مبينا فانتبه يا مسكين من نوم الغفلة فان الموت موعدك
اور اپنی قدیم عادت پر چلتا رہا تو خوب ظاہر ٹوٹا ہوگا پس ای مسکین غفلت کی نیند سی آنکھیں کھول بیشک موت تیرا وعدہ ہی

والقبر بيتك والتراب فراشك والفزع الاكبر امامك وعسكر الموتى فى خارج البلد ينتظرونك وكلهم
اور گور تیرا گھر ہی اور مٹی تیرا بچھونا ہی اور بڑا خوف تیری سامنی ہی اور مردوں کا لشکر شہر سی باہر تیرا منتظر ہی وہ سب

آلوا بالايمان المغلظة ان لا يرجعوا من مكانهم حتى يأخذوك ويضموك الى انفسهم اما تعلم انهم يتمنون
سخت قسمیں کھائی ہوئی ہیں کہ تجھکو بغیر اپنی جگہ سی نہ ٹلینگی اور تجھکو اپنی ساتھ ملا وینگی کیا تجھی خبر نہیں کہ وہ ایک گھڑی آتی دنیا میں آنیکی آرزو کرتی ہیں

الرجعة الى الدنيا يوما ليشتغلوا فيه بتدارك ما فرط منهم وانت تضيع ايامك وتظن انهم دعوا الى الآخرة
تاکہ اپنی تقصیر کا عوض کر لیویں اور تو اپنی اوقات ضایع کرتا ہی تو یہہ خیال کرتا ہی کہ وہ تو آخرت میں بلائی گئی ہیں

وانت من المخلدين هيهات هيهات فانك فى هدم عمرك منذ خرجت من بطن امك تبنى على ظهر الارض
اور تو ہمیشہ یہاں رہیگا کبھی نہیں کبھی نہیں کیونکہ تو اپنی عمر جب سی ماں کی پیٹ سی پیدا ہوا ہی برباد کئی جاتا ہی زمین پر محل چنواتا ہی

قصرك وعن قريب يكون بطنها قبرك تفرح كل يوم بزيادة مالك ولا تحزن بنقصان عمرك تعرض عن الآخرة
اور عنقریب زمین کا گڑھا تیری قبر ہوئیگی اور روز مال بڑھنی سی خوش ہوتا ہی اور عمر گھٹنی کا تجھکو کچھ غم نہیں ہی آخرت سی منہہ پھیرتا ہی

وهى مقبلة عليك وتقبل على الدنيا وهى معرضة عنك فما اعجب حالك انك مع كونك مرتكبا لانواع
اور وہ سامنی چلی آتی ہی اور تو دنیا پر متوجہ ہوتا ہی اور وہ تجھسی الگ ہوتی جاتی ہی تیرا یہہ عجیب حال ہی باوجودیکہ سب قسم کی گناہ کئی جاتا ہی

الخطايا لا تجتهد فى عمارة آخرتك بل تشتغل بعمارة دنياك كانك غير مرتحل عنها فاحذر يا مسكين
آخرت کی درستی میں ذرہ کوشش نہیں ہی بلکہ دنیا کی درستی میں ایسا لگا ہوا ہی گویا کبھی نہیں مریگا سو ڈر اپنی جان پر ای مسکین

يوما الى الله تعالى على نفسه ان لا يترك فيه عبدا امره فى الدنيا ونهاه فيها حتى يسئله عن عمله قليله و
اوس دن سی کہ جاویگا تو خدا کی طرف کہ وہ اوس دن میں کسی آدم مکلف کو باقی نہ چھوڑیگا یہاں تک کہ اوسکی تمام اعمال کی پرسش کریگا تھوڑا ہو

كثيره دقيقه وجليله خفيه وجليه فانظر ايها الغافل باى قلب تقف بين يديه وباى لسان تجيب
یا بہت ادنی ہو یا اعلی پوشیدہ ہو یا ظاہر سو دیکھہ تو او غافل کیا منہہ لیکر سامنی کھڑا ہوگا اور کس زبان سی اوسکی سوال کا

عن سواله واعدّ للسوال جوابا وللجواب صوابا واصرف بقية عمرك الى العمل الصالح فى ايام قصار لايام
جواب دیگا سوال کا جواب تیار کر رکھہ جواب باصواب اور بچی عمر چھوٹی چھوٹی دنوں میں بڑی بڑی دنوں کی

طوال فى دار الفناء لدار البقاء فان قلت ان نفسى لا تطاوعنى على المجاهدة والمواظبة على الطاعات فما سبيل
واسطی دار فنا میں دار بقا کی واسطی اچھی نیک کام میں صرف کر اگر تو یہہ کہی کہ میرا نفس مجاہدہ کو اور دائمی طاعات کو نہیں مانتا پھر کیا

معالجتها فاعلم ان انفع اسباب علاجها على ما ذكره الامام الغزالى فى الاحياء ان تختار صحبة عبد يتجاهد
علاج ہی تو سمجھہ لی کہ اسکا بڑا مفید علاج تو موافق بیان امام غزالی کی احیاء العلوم میں یہہ ہی کہ تو صحبت ایسی شخص کی اختیار کری جو طاعت الہی میں مجاہدہ

فى طاعة الله تعالى وتلاحظ احواله وتقتدى به لكن هذا العلاج متعذر فى هذا الزمان لفقد من يجتهد
کرتا ہو اور اوسکی حالات کو ملاحظہ کر کر اوسکی پیروی کری پر یہہ علاج اس زمانہ میں دشوار ہی کیونکہ ایسا شخص

فى العبادة اجتهاد الاولين فلا علاج انفع لك فى هذا الزمان من سماع احوالهم ومطالعة اخبارهم وما كانوا
جو متقدمین کی وضع پر عبادت میں مجاہدہ کرتا ہو نہیں ملتا سو اب تیری لئی مفید علاج اس زمانہ میں اونکی حالات سننی کی برابر اور اخبار دریافت کرنی کی برابر کوئی نہیں ہی

فيه من الجهد الجهيد وقد انقضى تعبهم وبقى ثوابهم ونعيمهم لا ينقطع ابد الاباد وما اشد حسرة من لا يقتدى
کہ وہ کیا کیا دشوار مجاہدہ کرتی تہی اور بیشک اونکی محنت تو ہوچکی اور ثواب اور عیش باقی رہگیا جو کبھی تمام نہوگا اور کتنی بڑی حسرت اوسکو ہوگی جو اونکی پیروی نہیں کرتا

بهم فيمنع نفسه اياما قلائل شهوات ستكدرها ثم يأتيه الموت ويحال بينه وبين ما يشتهيه فعليك ان تطالع
اپنی نفس کو چند روز مکدر شہوات سی باز رکہی پہر اوسکو موت شہوات سی روک دیگی سو تجھکو چاہیے
احوال الصحابة والتابعين ومن بعدهم من المجاهدين وبالوقوف على احوالهم يستبين لك بعدك وبعد
اور تابعین اور انکی بعدکی مجاہدین کی احوال کا مطالعہ ضروری ہی اور انکا حال دیکہ کر تجھ پر یہہ کہل جاویگا کہ تو اور تیری زمانہ کی لوگ
اهل عصرك عن اهل الدين فان حدثتك نفسك وقالت انما تيسر الخير في ذلك الزمان لكثرة الاعوان
دینداروں سی کتنا الگ ہیں پہر تیرا نفس اگر وسوسہ سی یہہ کہی کہ خیر اور عبادت اوسی زمانہ میں ہوسکتی تہی کیونکہ اسباب بہت تہا
واما في هذا الزمان فان خالفت اهل عصرك يستهزءون بك ويقولون انه مجنون فوافقهم فيما هم فيه فلا
اور اب یہہ زمانہ اب اگر تو اہل عصر کی خلاف کریگا تو وہ مسخرہ بناکر باؤلا کہدینگی سو اونکی موافق جو وہ کرتی ہیں کی جا
يجري عليك الا ما يجري عليهم والبلية اذا عمت طابت فاياك ان تتدلى بحبل غرورها وتتخدع
جیسا اونکا حال ہو تیرا حال مرگ بانبوہ جشن ہوتا ہی سو تو بچتی رہنا مبادا اوسکی حیلہ اور فریب اور مکر اور زور میں آجاوی
بتزويرها وقل لها ارأيت لو هجم سيل يغرق كل من صادفه وثبت اهل البلد على مكانهم ولم يأخذوا حذرهم
تو اوسکو یہہ جواب دی کہ اگر پانی کی ایسی رو چڑہ آوی کہ جو سامنی آوی سو ڈوبی اور ایک گاؤں والی اپنی جگہہ پر ٹہری رہیں اور اپنا بچاؤ نکریں
وانت تقدر على ان تفارقهم وتركب سفينة وتتخلص بها من الغرق فهل يختلج في قلبك ان المصيبة
اور تجھکو اتنی قدرت ہووی کہ اون سی الگ ہوکر کشتی پر سوار ہوکر ڈوبنی سی بچ جاوی اب بہی تیری دلمیں یہہ خدشہ آویگا کہ مرگ بانبوہ جشن ہوتا ہی
اذا عمت طابت ام تترك موافقتهم وتستجهلهم في صنيعهم وتأخذ حذرك مما دهاك فاذا كنت لا تترك موافقتهم خوفا
یا اونکا ساتہ چہوڑ کر اس حرکت سی اونکو نادان بتاویگا اور اوس رو سی اپنا بچاؤ کریگا پہر اگر تو ڈوبی کا مارا اونکا ساتہہ چہوڑتا ہی
من الغرق وعذاب الغرق لا يتمادى الا ساعة من ليل او نهار فكيف لا تهرب من عذاب الابد وانت متعرض له في كل
اور حال یہہ ہی کہ ڈوبنی کی تکلیف رات یا دن میں بجز ایک ساعت کی زیادہ نہیں ہوتی پہر دائمی عذاب سی کیوں نہیں بچتا اور تو ہر وقت اوسکی سامنی چلا آتا ہی
حال ومن اين تطيب المصيبة اذا عمت فان الكفار لم يهلكوا الا بموافقة اهل زمانهم حيث قالوا
اور مرگ بانبوہ کیسی جشن ہوتا ہی بیشک کفار اہل زمانہ کی موافقت ہی سی ہلاک ہوئی ہیں کیونکہ یہی کہتی تہی
انا وجدنا اباءنا على امة وانا على اثارهم مقتدون فاياك ثم اياك ان تنظر الى اهل عصرك ومن مضى
ہمنی اپنی باپ دادی ایک راہ پر پایا ہی اور ہم اونہیں کی قدموں پر چلتی ہیں سو بچنا تو دیکہنا اہل زمانہ پر اور جو پہلی گذر گئی ہیں نگاہ نکرنا
قبلك فانك ان تطع اكثر من في الارض يضلوك عن سبيل الله نسأل الله ان يعصمنا من الضلال
بیشک اگر تو اکثر زمین کی باشندوں کی اطاعت کریگا تو اللہ کی راہ سی بہکا دینگی خدا سی دعا ہی کہ ہمکو گمراہی سی بچاوی

المجلس الخامس والستون في بيان حث الامة على التوبة ووجوبها على الفور وتحقيقها

پینسٹہویں مجلس امت کو توبہ پر رغبت دلانی میں اور واجب ہونا توبہ کا فی الفور اور توبہ کی تحقیق.

بالمعاني الثلثة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ايها الناس توبوا الى الله فاني اتوب اليه
باعتبار تینوں معانی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ای لوگو اللہ کیطرف توبہ کرو کیونکہ میں طرف اللہ کی
في اليوم مائة مرة هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه الاغر المزني وفيه حث الامة على التوبة لانه عليه السلام
ہر روز سو بار توبہ کرتا ہوں یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی اغر مزنی کی روایت سی اور اسمیں امت کو توبہ پر ترغیب ہی اسلئی کہ نبی علیہ السلام
اذا كان يتوب في اليوم مائة مرة مع عظم شانه وكونه معصوما فكيف لا يشتغل بالتوبة ليلا ونهارا
ہر روز سو بار توبہ کرتی تہی باوجود اس شوکت کی معصوم ہوکر پہر کیوں نکرات دن توبہ نکرتا رہی

من يدنس جريدة اعماله بالذنب مرة بعد اخرى لكن ينبغي ان يعلم ان التوبة لا يتحقق الا بثلثة امور
جسکا نامۂ اعمال پی درپی گناہوں سی سیاہ ہوتا رہتا ہی لیکن سمجھنی کی بات ہی کہ توبہ بدون ان تین امور مرتبہ کی نہیں ہو سکتی ہی
مرتبة علم وحال وعمل فالعلم اول والحال ثان والعمل ثالث وذلك لان العبد اذا عرف عظم ضرر الذنوب
علم اور حال اور عمل اول مرتبہ علم ہی دوسرا مرتبہ حال ہی تیسرا مرتبہ عمل ہی اور یہ اسلئی کہ آدمی جب یہہ معلوم کرتا ہی کہ گناہ سی بڑا بھی
وكونها حجابا بينه وبين محبوبه في الآخرة يحصل من هذه المعرفة في قلبه تألم ويسمى تألمه هذا ندما
نقصان ہوتا ہی اور گناہ آخرت میں میری اور محبوب کی بیچمین مثال پردہ کی ہو جاوینگا تو اس معرفت سی اوسکی دلمین الم پیدا ہوتا ہی اور اس الم کو ندامت کہتی ہین
فالمعرفة علم والندم حال حصل من العلم فاذا غلب هذا الندم على القلب يحصل منه فيه قصد الى فعل له
پس یہہ معرفت تو علم ہی اور یہہ ندامت حال ہی کہ اس معرفت سی پیدا ہوتا ہی پہر یہہ ندامت جب دلپر غالب ہو جاتی ہی تو دلمین ایسی کام کا ارادہ آتا ہی
تعلق بالحال والاستقبال والماضي اما تعلقه بالحال فبترك الذنوب واما تعلقه بالاستقبال فبالعزم
جسکو زمانہ حال اور استقبال اور گذشتہ سی لگاؤ ہوتا ہی پہر زمانہ حال سی یہہ علاقہ ہوتا ہی کہ گناہ سی باز رہتا ہی اور استقبال سی یہہ علاقہ ہی کہ عزم کرتا ہی
على تركها الى آخر العمر واما تعلقه بالماضي فبتدارك مافات بالجبر والقضاء ان كان قابلا للجبر والقضاء
کہ عمر بہر پہر گناہ نکرونگا اور زمانہ ماضی سی یہہ علاقہ ہی کہ جو بات فوت ہو گئی ہی اوسکا عوض اور قضا کری اگر قابل عوض اور قضا کی ہو
وهذا الفعل عمل حصل من الندم الحاصل من العلم والمراد من العلم ههنا الايمان واليقين بان الذنوب سموم
اوسکا یہہ فعل عمل ہی کہ ندامت سی حاصل ہوا اور ندامت علم سی ہوئی اور یہان علم سی مراد ایمان اور یقین ہی کہ گناہ آخرت مین زہر قاتل ہوتی ہین
مهلكة في الآخرة ونور هذا الايمان اذا اشرق على القلب يثمر نار الندم لانه يبصر باشراق نور الايمان عليه انه
اور اس ایمان کا نور جب دل پر چمکتا ہی تو ندامت کی آگ بہڑک اوٹھتی ہی کیونکہ ایمان کی نور سی جو اوسپر چمکتا ہی ظاہر دیکھتا ہی کہ اپنی محبوب سی الگ ہو گیا
صار محجوبا عن محبوبه فيشتعل نار المحبة فيه فينبعث بتلك النار ارادة وقصد الى الفعل المتعلق بما ذكر
اب محبت کی حرارت شعلہ زن ہوتی ہی اوس حرارت کی زور سی اس فعل کا ارادہ پیدا ہوتا ہی جو اوقات مذکورہ حال اور استقبال اور ماضی سی
من الحال والاستقبال والماضي فالعلم والندم والقصد الى الفعل المذكور ثلثة معان يطلق اسم التوبة على مجموعها
متعلق ہی سو علم اور ندامت اور ارادہ فعل مذکور کا یہہ تین امور ہین اس مجموعہ کو توبہ کہتی ہین
فاذا تحققت هذه المعاني الثلثة يتحقق التوبة وكثيرا ما يطلق اسم التوبة على الندم وحده ويجعل العلم كالمقدمة
جب یہہ تینون امر موجود ہوتی ہین تو توبہ بیشک ہوتی ہی اور اکثر اوقات توبہ صرف ندامت کو کہدیتی ہین اور علم کو اوسکا مقدمہ ٹہراتی ہین
والفعل المذكور كالثمرة وبهذا الاعتبار قال النبي عليه السلام الندم توبة اذ لا يخلو الندم عن علم يوجبه ويثمره
اور فعل مذکور کو ثمرہ جانتی ہین اور اسی اعتبار سی نبی علیہ السلام نی فرمایا ہی ندامت ہی توبہ ہی اسلئی کہ ندامت بدون علم کی کہ باعث اور موجد ہی اور
وعن عزم يتبعه ويتلوه فيكون الندم محفوفا بطرفيه احدهما ثمرته والآخر مثمره ثم ان التوبة واجبة على جميع
بغیر عزم کی کہ اوسکی پیچھی لازم ہوتا ہی نہیں ہوتی سو اب ندامت دونو طرف سی گہری ہوتی ہی ایک طرف ثمرہ اور دوسری طرف باعث اور موجد ہوتا ہی پہر بیشک توبہ تمام
المؤمنين على الفور اما وجوبها على الجميع فلقوله تعالى وتوبوا الى الله جميعا ايها المؤمنون ولقوله تعالى يا ايها الذين
مسلمانون پر بالفعل ترت واجب ہی وجوب تو سبکی اوپر اس آیت سی ثابت ہی اور توبہ کرو اللہ کی طرف سب ملکر ای ایمان والو اور اس آیت سی ای ایمان والو
امنوا توبوا الى الله توبة نصوحا وظاهر هاتين الآيتين يدل على ان التوبة واجبة على كل احد من المؤمنين
توبہ کرو اللہ کی آگی صاف دل کی توبہ اور ظاہر معنی ان دونون آیتون کی یہہ ہی دلالت کرتی ہین کہ توبہ ہر ہر شخص مؤمن پر واجب ہی
لورود الامر فيهما على العموم ونور البصيرة ايضا يرشد الى ذلك لان معنى التوبة الرجوع عما لا يرضاه الله تعالى
کیونکہ امر ان دونو آیتون مین سبکو عام ہی اور دل کی روشنی بہی یہہ ہی گواہی دیتی ہی اسواسطی کہ توبہ کی معنی اللہ تعالی کی ناراضامندی سی

الى جانب رضاه وذلك لا يتصور الا من العاقل والعقل لا يكمل الا بعد كمال الشهوة والغضب وسائر الصفات المذمومة

رضامندی کی طرف رجوع کرنا اور یہہ امر صرف عاقل ہی سے ہو سکتا ہے اور عقل کامل نہیں ہوتی بعد کامل ہونے قوی شہوانی اور غضبی اور تمام اوصاف بد کی

التي هي وسائل الشيطان الى اغواء الانسان فان الشهوة من جنود الشيطان والعقل من جنود الملئكة وليس

جو جو وسطے بہکانے انسان کی شیطان کی وسیلے ہیں کیونکہ شہوت شیطان کا لشکر ہی اور عقل فرشتوں کا لشکر ہی اور ایسا

في الوجود انسان الا وشهوته التي هي عدة الشيطان متقدمة على عقله الذي هو عدة الملئكة فيكون الرجوع

انسان کوئی نہیں ہی جسکی شہوت جو شیطانی سامان ہی عقل پر کہ فرشتوں کا سامان ہی مقدم نہو سو جب اور سابقہ سی جو شہوات کی

عما سبق من مساعدة الشهوات ضروريا في كل انسان بعد البلوغ لان من بلغ كافرا جاهلا بالدين الاسلام يجب

مددگاری میں بازرہنا ہر انسان کو بلاغت کی دل میں ضروری ہی اسلئے کہ جو شخص حالت کفر میں اسلام سی ناواقف بالغ ہو گیا تو اوسپر

عليه التوبة عن كفره وجهله بتعلم ما يحصل به الاسلام ومن بلغ مسلما تبعا لابويه غافلا عن حقيقة الاسلام

توبہ اپنی کفر اور جہالت سی واجب ہی کہ وہ باتیں سیکہی جن سی اسلام حاصل ہووی اور جو شخص ماں باپ کی ساتہہ حالت اسلام میں بالغ ہوا بی خبر اسلام کی حقیقت سی

يجب عليه التوبة عن غفلته بفهم معنى الاسلام اذ بعد البلوغ لا يفيده اسلام ابويه شيئا ما لم يسلم بنفسه

تو اوسپر توبہ اس غفلت سی واجب ہی کہ اسلام کی معنی خوب سمجہی اسلئے کہ بالغ ہو کر ماں باپ کا اسلام اسکی حق میں کچہہ مفید نہیں ہی جبتک خود مسلمان نہووی

فاذا فهم معنى الاسلام بعد البلوغ يجب عليه الرجوع عن عادته والفه بالاسترسال في الشهوات والعادات وهو اشق

پہر جب بالغ ہو کر معنی اسلام کی سمجہہ چکا تو اوسپر باز آنا اپنی عادات اور الفت سی کہ شہوات وغیرہ عادات میں بی اعتبار ہو رہا ہی واجب ہی اور اس قسم کی توبہ

ابواب التوبة وفيه هلك اكثر الخلق لعجزهم عنه لان الشهوة تكمل في الصبى قبل البلوغ وكمال العقل فيكون

سب قسموں کی نسبت دشوار ہی اسمیں اکثر خلقت عاجز ہو کر ہلاک ہو گئی ہی اسلئے کہ شہوت لڑکپن میں بلاغت اور کمال عقل سی پہلی مستحکم ہو جاتی ہی سو

جند الشيطان في الابتداء مستوليا على مملكة القلب ويفهم للقلب انس والف بمقتضيات الشهوات والعادات

شیطانی لشکر پہلی ہی دلکی ولایت کو مغلوب کر لیتا ہی اور دل کی اندر شہوات اور عادات کی محبت اور الفت پیدا ہو کر غالب آجاتی ہی

ويغلب فيه ذلك ويعسر عليه النزوع عنه ثم يلوح العقل الذي هو من حزب الله تعالى وجنده فان كان كاملا

اور اوس حالت سی اوسکو نکلنا دشوار ہوتا ہی پہر عقل کہ اللہ تعالی کا جتہا اور لشکر ہی ظاہر ہوتی ہی پہر اگر وہ کامل

قويا ينتهض لانقاذ عباد الله تعالى من ايدي اعدائه شيئا فشيئا على التدريج فيكون اول شغله قمع جنود

اور قوی ہی تو واسطی چہوڑانی عباد الہی کی دشمنوں کی ہاتہوں سی آہستہ آہستہ بتدریج تیار ہوتی ہی پہر شیطانی لشکر کا اوکہاڑنا شہوتوں کو توڑ کر

الشيطان بكسر الشهوات ومفارقة العادات ورد الطبع على سبيل القهر الى العبادات ولا معنى للتوبة الا هذا وان لم يكن

اور عادات کو چہوڑانا اور طبیعت کو بزور ہٹا کر عبادات پر لگانا اوسکا اول شغل ہی اور توبہ کی معنی سوا اسکی اور کچہہ نہیں ہیں اور اگر وہ عقل کامل

كاملا قويا تسلم مملكة القلب للشيطان وينجز اللعين وعده حيث قال لئن اخرتن الى يوم القيمة لاحتنكن ذريته

اور قوی نہووی تو دلکی مملکت شیطان کی حوالہ کر دیتی ہی اور وہ ملعون اپنا وعدہ پورا کرتا ہی جنانچہ کہتا ہی اگر تو مجکو ڈہیل دی قیامت کی دن تک تو اوسکی اولاد کو ڈاہنی دونگا

الا قليلا والمعنى انك ان اخرتني حيا الى يوم القيمة لاقودنهم حيث ماشئت

مگر تہوڑی سی اور مراد یہہ ہی کہ اگر تو مجکو جیتا چہوڑیگا قیامت تک تو بیشک اونکو جدہر چاہونگا کہینچ لیجاؤنگا

ولاستولين عليهم استيلاء قويا الا قليلا منهم وهم المخلصون من عباد الله الصالحين

اور بیشک اونپر غالب رہونگا مگر اونمیں سی بعضوں پر کہ وہ مخلص بندی ہیں اللہ کی اچہی بندی

وهذا كقول اللعين لازينن لهم في الارض ولاغوينهم اجمعين واما عرف اللعين حصول ذلك المطلب مع انه لا

اور یہہ جنانچہ وہ ملعون کہتا ہی البتہ میں اونکو بناوٹی دکہاؤنگا زمین میں اور راہ سی کہو دونگا اونکو ورنہ لعین حصول اس مطلب کا باوجودیکہ غیب دان نہیں ہی

يعلم الغيب بالاستدلال بما راى فيهم من كون مبدأ الشر متعددا ومبدأ الخير واحدا اذ في نفس الانسان قوة بهيمية
اسی دلیل سی سمجھ گیا کہ اوسنی دیکھا کہ آدمیوں کی اندر بدی کی اسباب تو بہت ہیں اور بھلائی کا سبب ایک سی ہی کیونکہ انسان کی ذات میں قوت بہیمیہ
شهوانية وقوة سبعية غضبية وقوة وهمية شيطانية وهذه الثلثة مستولية عليه من اول الخلقة داعية
شہوانی اور قوت سبعی غضبی اور قوت وہمیہ شیطانی ہی اور تینوں قوتیں ابتداء پیدائش ہی اسپر غالب ہیں اور بلاتی ہیں شر کی طرف
له الى الشر وبعد هذه الثلثة فيه قوة عقلية ملكية وهي وان كانت داعية الى الخير لكنها انما تكمل بعد استيلاء
متوجہ رکھتی ہیں اور ان تین قوتوں کی بعد اوسمیں قوت عقلی ملکی ہوتی ہی اور یہہ اگرچہ آدمیکو خیر کی طرف بلاتی ہی پر یہہ قوت جب کامل ہوتی ہی کہ
الثلثة الاول على القلب فلما راى اللعين فيه ذلك علم ان ما يريده يمكن حصوله فلو هذا ليكون التوبة فرض عين
وہ پہلی تینوں قوتیں دل پر غالب ہوجاویں جب شیطان ملعون نی انسان میں یہہ قوتیں دیکھیں تو جان گیا کہ میرا ارادہ ہو سکتا ہی اب اس بیان کی موافق ہر ہر شخص پر توبہ
على كل شخص ولا يتصور ان يستغني عنها احد من افراد البشر واما وجوبها على الفور فلما في تاخيرها من الاصرار
فرض عین ہی اور معلوم نہیں ہوتا کہ افراد انسان میں سی کوئی بھی اسکا حاجتمند نہو اور اما توبہ کا ترت فی الحال واجب ہونا سو اسلئی کہ تاخیر کرنی میں اصرار
المحرم الذي يتضاعف الذنوب به اذ يلزم بتاخيرها لحظة ذنب اخر واجب التوبة حتى قالوا يلزم بتاخير التوبة
حرام لازم آتا ہی یعنی ہٹ کرنا کہ جس سی گناہ دو گناہ بڑھتی چلی جاتی ہیں کیونکہ توبہ سی ایک دم بھر تاخیر کرنی میں ایک اور گناہ واجب التوبہ پیدا ہو جاتا ہی
عن كبيرة زمانا واحدا كبيرتان الاولى وترك التوبة عنها وزمانين اربع كبائر الاوليان وترك التوبة عن كل منهما
اتنا کہ کہتی ہیں کہ گناہ کبیرہ کی توبہ سی ایک دم بھر تاخیر کرنیمیں دو کبیرہ ہو جاتی ہیں ایک وہ ہی پہلا اور اوسکی توبہ نکرنی اور دو دم میں چار کبیرہ ہو جاتی ہیں دو تو پہلی اور دونوں کی توبہ نکرنی
وثلثة ازمنة ثماني كبائر واربعة ازمنة ستة عشر كبيرة وخمسة ازمنة اثنان وثلثون كبيرة وهكذا
اور تین دم میں آٹھ کبیرہ ہوتی ہیں اور چار دم میں سولہ کبیرہ ہوتی ہیں اور پانچ دم میں بتیس کبیرہ ہوتی ہیں اسطرح گناہ بڑھتی جاوینگی
يتضاعف الذنوب بما زاد التاخير وقد ذكر فيما سبق ان العلم بكون الذنوب سموما مهلكة من نفس الايمان فاذا ثبت
جسقدر تاخیر ہوتی جاویگی اور اوپر مذکور ہو چکا ہی کہ گناہ کو زہر قاتل سمجھنا عین ایمان ہی جب یہہ ثابت ہوا
ان هذا العلم من نفس الايمان يلزم ان يكون الايمان باعثا على ترك الذنوب فمن لم يتركها فهو فاقد لهذا الجزء من الايمان
کہ یہہ علم عین ایمان ہی تو لازم آتا ہی کہ ایمان واسطی ترک ذنوب کی باعث ہوا کری پہر جو شخص گناہ کو ترک نہیں کرتا تو اوسمیں ایمان کا یہہ جزو نہیں ہی
ولهذا قال النبي عليه السلام لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن فانه عليه السلام ما اراد به نفي الايمان الذي هو العلم
اور اسی لئی نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ زانی زنا نہیں کرتا کہ زنا کرتا ہو وہ مسلمان ہی ہو بیشک نبی علیہ السلام کی یہہ مراد نہیں ہی کہ وہ ایمان جو خدا کا پہچاننا
بالله وملئكته وكتبه ورسله فان ذلك الايمان لا ينافيه الزنى وساير الذنوب بل اراد به نفي الايمان الذي هو العلم
اور اوسکی فرشتوں کا اور کتابوں اور انبیا کا ہی جاتا رہا کیونکہ زنا اس ایمان کا منافی نہیں ہی اور نہ اور تمام گناہ بلکہ اس سی یہہ مراد ہی کہ وہ ایمان جس میں یہہ سمجھتا تھا
بكون الزنى مبعدا من الله تعالى وموجبا للمقت فعلى هذا لا يكون المصر على المعاصي كاملا في ايمانه بل يكون ناقصا فيه
کہ زنا خدا سی دور کر دیتا ہی اور ہلاک کر ڈالتا ہی باقی نہیں رہتا اس بیان کی موافق جو شخص معاصی پر جما ہو وہ ایمان کامل نہیں رکھتا بلکہ ایمان کی بابت میں ناقص ہوتا ہی
وذلك لان ترك الذنوب لا يتصور الا بالصبر والصبر لا يتيسر الا بالخوف والخوف لا يتحقق الا بالعلم بعظم ضرر الذنوب
اسلئی کہ ترک ذنوب بدون صبر کی خیال میں نہیں آتا اور صبر بدون خوف کی میسر نہیں ہوتا اور خوف پیدا نہیں ہوتا جبتک گناہوں کا بڑا ہی ضرر یقین نکری
والعلم بعظم ضرر الذنوب لا يحصل الا بتصديق الله تعالى ورسوله فمن لم يترك الذنوب واصر عليها
اور گناہوں کی ضرر کا یقین بدون تصدیق خدا اور رسول کی نہیں ہوتا پہر جو شخص گناہوں سی باز نہ آوی گناہوں پر جما ہی رہی تو گویا تصدیق خدا اور رسول
الله تعالى ورسوله فيخاف عليه امر عظيم عند الموت اذ ربما يكون موته على الاصرار سببا لزوال
نہیں کی تو اوسپر مرتی دم بڑا ہی خوف ہی اسلئی کہ ہو سکتا ہی کہ اوسکی موت اسی پیچ پر ایمان کو ڈگا دی بہہ برا انجام

الخاتمة ويبقى في جهنم ابد الاباد وان لم يختم له بسوء الخاتمة بل مات على الايمان يكون في مشيئة الله تعالى ان
خاتمہ برے ہوئی اور ہمیشہ کو دوزخ میں پڑا رہی اور اگر انجام خاتمہ برے پر نہوا بلکہ ایمان پر مرا تو اب تابع مرضی الہی کا ہی چاہی اوسکو دوزخ میں ڈالکر

شاء يدخله جهنم ويعذبه فيها بقدر ذنوبه ثم يخرجه منها ويدخله الجنة ولو بعد حين وان شاء يعفو عنه
بمقدار معاصی کی عذاب دیکر پھر دوزخ میں سی نکال کر جنت میں داخل کری اگرچہ بعد عرصہ کی ہو اور چاہی اوسکو معاف کری

ويدخله الجنة بلا عذاب اذ لا يستحيل ان يشمله عموم العفو بسبب خفي حتى لا يطلع عليه احد غير الله تعالى
اور بلا عذاب جنت میں داخل کردی اسلئی کہ کیا محال ہی کہ اوسکی عنایت عام اوسپر بھی ہو جاوی کسی پوشیدہ سبب سی جسکو بجز اللہ تعالی کی کوئی نہ جانتا ہو

كما لا يستحيل ان يدخل احد خربا لطلب كنز فاتفق ان يجده لكن من خرب بيته وضيع ماله وترك نفسه وعياله
جیسی ممکن ہی کہ کوئی اجاڑ کی اندر خزانہ کی تلاش میں جاوی پھر اتفاقا خزانہ پالیوی لیکن جسنی اپنا گھر خراب کردیا اور مال تلف کر کر اپنی جان کو اور اولاد کو

جياعا يزعم انه ينتظر من فضل الله تعالى ان يرزقه كنزا تحت الارض في بيته فانه كما يعد من الحمقى المغرورين وان
بھوکا مارا کہی کہ میں اللہ کی اس فضل کا منتظر ہوں کہ میری گھر کی اندر زمین میں سی خزانہ عنایت کری سو یہ شخص شیخی احمق اور بیوقوف سمجھا جاویگا اگرچہ اوسکی خواہش

كان ما ينتظره غير مستحيل في قدرة الله تعالى وفضله كذلك من ينتظر المغفرة من فضل الله تعالى مع كونه مصرا
بلحاظ قدرت اور فضل الہی کی کچھ محال نہیں یعنی ہو سکتی ہی ایسی ہی جو شخص بخشش کا امیدوار ہی اللہ تعالی کی فضل سی باوجودیکہ

على الذنوب غير سالك طريق المغفرة يعد من المعتوهين وبعض من هؤلاء الحمقى المغرورين يروج حماقته بكلام حسن
گناہوں پر جم رہا ہی اور بخشش کی راہ نہیں چلتا بیوقوف کہلاویگا پھر بعضی انہیں کی احمق بھولی اپنی حماقت کی ساتھ اس خوبی سی کلام کرتی ہیں

ويقول ان الله كريم لا تضيق جنته عن مثلي ولا تضره معصيتي ثم ترى ذلك الاحمق يركب البحار ويختار مشاق الاسفار
اللہ تعالی بیشک کریم ہی اوسکی جنت مجھ سوال سی تنگ نہیں ہو جاویگی اور میری معصیت سی اوسکا کیا ضرر ہی پھر تم اوس احمق کو دیکھتی ہو کہ دریا کا سفر کرتا ہی اور

في طلب الدرهم والدينار واذا قيل له ان الله تعالى كريم وخزائن دراهمه ودنانيره لا يقصر عن مثلك ولا يضره كسلك
واسطی طلب روپیہ اشرفی کی سفر کی مشقت کھینچتا ہی اور اگر یہ کہیں کہ اللہ تعالی بیشک کریم ہی اور اوسکی خزانی میں روپیہ اشرفی کی تجھ سوال کی لئی کچھ کمی نہیں ہی اور تجارت میں تیری

بترك التجارة فاجلس في بيتك عساه ان يرزقك من حيث لا تحتسب فانه يستحمق من يقول هكذا ويستهزء
سستی سی اوسکا کیا نقصان سو تو اپنی گھر بیٹھا رہ مجھکو روزی دیویگا جہاں سی تیرا گمان نہو اب اس تقریر والی کو احمق بتاتا ہی اور ٹھٹھول کی راہ سی کہتا ہی

به ويقول ما هذا الهوس فان السماء لا تمطر ذهبا ولا فضة وانما يحصل ذلك بالكسب هكذا اجرت عادة
یہ کیا واہیات ہی آسمان سی اشرفی روپیہ کبھی نہیں برستا یہ تو بدون محنت کسی کو حاصل نہیں ہوتا اسیطرح اللہ کی عادت

الله تعالى وسنته ولا تبديل لسنة الله ولا يعلم هذا الاحمق ان رب الدنيا والاخرة واحد ولا تبديل
اور قاعدہ جاری ہی اللہ کی ہاں قاعدی نہیں بدلتی اب یہ احمق نہیں سمجھتا کہ پروردگار دین دنیا کا تو ایک ہی سو اوسکی قاعدی دونو

لسنته فيهما جميعا وقد اخبرانه ليس للانسان الا ما سعى فكيف يعتقد بكونه كريما في الاخرة ولا يعتقد بكونه
جہاں میں نہیں بدلتی اور بیشک یہ فرمایا ہی اور نہیں ہی واسطی انسان کی مگر جو کمایا اب کیونکر اوسکو آخرت کی لئی تو کریم جانتا ہی اور دنیا کی باب میں

كريما في الدنيا فان من يخاف من الهلاك في هذه الدنيا الفانية اذا كان يجب عليه الاحتراز عن السموم وما
کریم نہیں سمجھتا بیشک جو شخص اس دار فانی میں ہلاکت سی ڈرتا ہو جب اوسپر یہ واجب ہی کہ زہر وغیرہ مضر اور مہلک اشیا سی

يضره من المهلكات في كل حال فالخائف من الهلاك الابدي اولى ان يجب عليه الاحتراز عن المعاصي التي هي سموم
ہر وقت احتراز کیا کری پس جو شخص ہلاک ابدی کا اندیشہ کرتا ہو اوسپر اولی تر واجب ہی کہ جملہ معاصی سی جو دین کی حق میں زہر ہیں احتراز کرتا رہی

الدين فان المخوف من هذه السموم فوات الاخرة الباقية التي ليست اضعاف اعمار الدنيا عشر عشير لها اذ
کیونکہ اس زہر سی خوف آخرت باقیہ کی فوت کا ہی جسکی برابر دنیا کی چند در چند عمریں سوین حصہ کو نہیں پہنچتی کیونکہ

لیس

ليس لمدتها غاية ولا نهاية وفيها النعيم المقيم والملك العظيم وفي فوتها نار الجحيم والعذاب الاليم المجلس السادس

اسکی مدت کا نہ کچھ انتہا ہی اوسکی نہ کچھ انتہا اور اوس میں عیش دائمی اور سلطنت بڑی اور اوسکی فوت میں دوزخ کی آگ ہی اور عذاب دردناک چھیاسٹھویں مجلس

والستون في بيان قوله عليه السلام ان الله يقبل توبة العبد ما لم يغرغر قال رسول الله صلعم ان الله يقبل توبة العبد

اس حدیث کے بیان میں بیشک اللہ تعالی بندہ کی توبہ قبول کرتا ہی جبتک حالت نزع نہ لگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالی بندہ کی توبہ

ما لم يغرغر هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابن عمر الغرغرة تردد الشيء في الحلق ويستعمل في تردد الروح

جبتک جان نکلنے نہ لگی یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی ابن عمر کی روایت سی اور غرغرہ کسی چیز کا حلق میں اندر آنا جانا اور حلق میں روح کی آمدورفت پر

وهو المراد ههنا والمعنى ان توبة المذنب مقبولة ما لم يبلغ الروح الحلقوم اذ عند الغرغرة وبلوغ الروح الحلقوم

استعمال کیا جاتا ہی اور یہاں یہی مراد ہی اور معنی یہ ہیں کہ گنہگار کی توبہ مقبول ہوتی ہی جبتک روح گلے میں نہ آوی اسلیے کہ غرغرہ کی وقت جب روح حلقوم میں آوی

يعاين ما يصير اليه من رحمة او هوان ولا ينفعه حينئذ توبة ولا ايمان كما قال الله تعالى فيما انزله من القرآن

تو اپنی انجام کو ظاہر دیکھتا ہی رحمت یا خواری اب اوسکو نہ توبہ کچھ فائدہ کریگا اور نہ ایمان چنانچہ اللہ تعالی قرآن منزل میں فرماتا ہی

فلم يك ينفعهم ايمانهم لما راوا باسنا وقال في اية اخرى وليست التوبة للذين يعملون السيئات حتى اذا حضر

پھر نہ ہوا کہ کام آوی اونکو یقین لانا اونکا جب دیکھ چکے ہمارا عذاب اور ایک اور آیت میں فرمایا اور اونکی توبہ نہیں جو کرتی جاتی ہیں برے کام اور جب سامنے آوی

احدهم الموت قال اني تبت الان لان من شرط التوبة العزم على ترك الذنب الذي تبت عنه وعدم المعاودة

ایسی کسیکو موت کہنی لگا میں نے اب توبہ کی اسواسطے کہ توبہ میں عزم کرنا ترک گناہ کا جس سی توبہ کی ہی اور اوسکو کبھی عمل میں نہ لانا شرط ہی اور یہ عزم

عليه وذلك انما يتحقق اذا تمكن التائب منه وبقي اوان الاختيار فما لم يبلغ الروح الحلقوم لا ينقطع الرجاء فيصح

جبھی ہوسکتا ہی کہ تایب کو قدرت ہو اور اختیار کا وقت باقی ہو سو جبتک روح حلق میں نہیں آتی تو امید منقطع نہیں ہوتی پس تائب کی

منه الندم والعزم على ترك الذنب فعلم من هذا ان التوبة مبسوطة للعبد حتى يعاين قابض الارواح وذلك

ندامت اور عزم ترک گناہ کا سب صحیح ہی اس سی معلوم ہوتا ہی کہ بندہ کی لیے توبہ کا وقت فراخ ہی جبتک کہ قابض الارواح کو دیکھی اور یہ جب ہی

عند الغرغرة وبلوغ الروح الحلقوم فعلى هذا يجب على العبد ان يتوب عما كان عليه من المعاصي قبل المعاينة

کہ دم اٹکنی لگی اور روح حلق میں آجاوی پس اس بیان کی موافق بندہ پر واجب ہی کہ اپنی تمام معاصی سی معاینہ اور غرغرہ سی پہلی توبہ کری

والغرغرة ولا ييأس من رحمة الله تعالى لانه تعالى قال لا ييأس من روح الله الا القوم الكفرون وقال في اية اخرى

اور اللہ تعالی کی رحمت سی ناامید نہو اسلیے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی ناامید نہیں ہوتی اوسکی فیض سی مگر وہی لوگ جو منکر ہیں اور ایک اور آیت میں فرمایا

وهو الذي يقبل التوبة عن عباده ويعفوا عن السيات فينبغي للعاقل ان يتوب في كل وقت ولا يكون مصرا على

اور وہ ہی جو قبول کرتا ہی توبہ اپنی بندوں سی اور معاف کرتا ہی برائیاں سو عاقل کو لازم ہی کہ ہر وقت توبہ کیا کری اور گناہ پر نہ اڑا رہی

الذنب فان التائب من الذنب لا يكون مصرا وان عاد في اليوم سبعين مرة وقد جاء في الحديث انه عليه السلام

کیونکہ گناہ سی توبہ کرنیوالا گناہ کا مصر نہیں ہوتا اگرچہ دن بھر میں پھر پھر کر ستر مرتبہ کری اور بیشک حدیث میں آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

قال من لزم الاستغفار جعل الله له من كل ضيق مخرجا ومن كل هم فرجا ورزقه من حيث لا يحتسب و

ہی جو شخص استغفار کو لازم کرلی تو اللہ تعالی اوسکو ہر تنگی سی رستگاری دیتا ہی اور ہر غم سی کشادگی اور رزق دیتا ہی جہاں سی گمان نہو اور

في حديث اخر انه عليه السلام قال كل بني ادم خطاء وخير الخطائين التوابون وروي انه عليه السلام قال والله

ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمام بنی آدم خطاوار ہیں اور اچھی خطاوار وہ ہیں جو توبہ کرتی ہیں اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قسم ہی اللہ کی

اني لاستغفر الله واتوب اليه في اليوم اكثر من سبعين مرة وفي حديث اخر انه عليه السلام قال يا ايها الناس

کہ میں ہر روز استغفار اور توبہ ستر مرتبہ سی زیادہ کرتا ہوں اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے لوگو

توبوا الى الله فانى اتوب اليه فى اليوم مائة مرة فانظروا يا اهل الانصاف اذا كان النبى عليه السلام يستغفر و
اللہ کی آگے توبہ کرو بیشک میں توبہ کرتا ہوں اوسکی آگے ایک دن میں سو بار تو دیکھو اے انصاف والو جب نبی علیہ السلام استغفار اور

يتوب بعد ما غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر فالذى لم يظهر حاله اغفر له ام لا كيف لا يتوب الى الله
توبہ کرتے ہوں باوجودیکہ اللہ تعالی نے انکے تمام گناہ بالفرض اگلے اور پچھلے سب معاف کر دئیے ہیں پھر جسکا حال یہہ معلوم نہیں کہ معاف ہوا ہے یا نہیں وہ اللہ کی سامنے

فى كل وقت وكيف لا يجعل لسانه ابدا مشتغلا بالاستغفار وقد روى عن ابن عباس انه عليه السلام قال هلك
ہر وقت کیونکر توبہ نہ کرے اور کیونکر ہمیشہ اپنی زبان کو استغفار میں مشغول نہ رکھے اور بیشک روایت ہے ابن عباس سے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا مارے گئے

المسوفون والمسوف من يقول سوف اتوب وهو هالك لانه يبنى الامر على البقاء الذى ليس مفوضا اليه فلعله لا يبقى
درنگ کرنیوالے اور مسوف وہ ہوتا ہے جو کہے اب توبہ کرونگا اور وہ ہلاک ہو جاتا ہے کیونکہ بقا پر بہروسہ رکھتا ہے جو کہ اسکی حوالہ نہیں ہے پھر شاید کہ جیتا نہ بچے

وان بقى فانه كما لا يقدر على ترك الذنب اليوم لا يقدر على تركه غدا لان عجزه عن الترك فى الحال ليس الا
اور اگر بچا بھی تو جیسے اب گناہ نہیں چھوڑ سکتا آگے کو بھی نہ چھوڑ سکیگا کیونکہ بالفعل اسکا مانع ترک معصیت سے بجز غلبہ شہوت کے کوئی نہیں

لغلبة الشهوة عليه والشهوة لا تفارقه غدا بل تتضاعف وتتأكد بالاعتياد فليست الشهوة التى اكدها
اور شہوت تو کل بھی ساتھ ہی بلکہ باعتبار عادت کی پہلے سے زیادہ اور مضبوط سو جس شہوت کو آدمی نے عادت کر کر

الانسان بالاعتياد كالتى لم يؤكدها وعن هذا هلك المسوفون فانهم يظنون ان بين المتماثلين فرقا ولا يدرون
قوت بخشی ہے وہ ایسی ضعیف نہیں ہوتی جسکی عادت نہیں کی اسیہی سے درنگ کرنیوالے مارے گئے کیونکہ وہ یہہ خیال کرتے ہیں کہ دو متماثل میں فرق ہوتا ہے یہہ نہیں جانتے

ان الايام متشابهة فى كون ترك الشهوة شاقا فيها وليس مثال المسوف الا مثال من يحتاج الى قلع شجرة فيراها
کہ دن سب ایک سے ہیں ترک شہوت ہمیشہ دشوار ہے اور مسوف یعنی توبہ میں دیر لگانیوالے کی مثال ایسی ہے کہ کسیکو ضرورت درخت اوکھاڑنی کی لگی سو اوسکو دیکھا

قوية لا تنقلع الا بمشقة شديدة فيقول اؤخرها سنة ثم اعود اليها فاقلعها ومن المعلوم قطعا ان الشجر
تو مضبوط پایا کہ بے مشقت شدید کی نہیں اوکھڑ سکتا اب وہ کہے کہ ایک برس بہر اور کہڑا رہنے دوں پہر آکر اسکو اکھاڑوں گا اور یہہ بات یقینی معلوم ہے کہ درخت

كلما بقيت فى الارض ازداد رسوخها فلا حماقة فى الدنيا اعظم من حماقته لانه عجز عن قلعها قبل ازدياد
جتنا زمین میں کہڑا رہیگا مضبوط اور زور ہوتا جاویگا اب دنیا میں اس سے بڑا احمق کوئی نہیں ہے کیونکہ اس سے ابتو اکھڑ نہیں سکتا کہ ابھی خوب جڑ نہیں ہوا

رسوخها ثم اخذ ينتظر القدرة على قلعها بعد ازدياد رسوخها اذا تحقق هذا فلابد للمؤمن ان لا يفرغ من التوبة
پہر یہہ ایسی قوت کا منتظر ہے کہ بعد خوب مضبوط ہونیکی اکھاڑ ڈالے جب یہہ بات ثابت ہو چکی تو مومن کو ضرور ہے کہ توبہ سے کبھی کسیوقت فارغ نہ رہے

فى وقت من الاوقات حتى يأتيه الموت وهو تائب فان التوبة فرض على جميع المؤمنين باتفاق المسلمين لقوله تعالى
اتنا کہ اگر موت آوے تو یہہ شخص تائب ہو بیشک توبہ تمام مومنوں پر فرض ہے سب مسلمانوں کی اتفاق سے بدلیل اس آیت کی

وتوبوا الى الله جميعا ايها المؤمنون وقوله تعالى يا ايها الذين امنوا توبوا الى الله توبة نصوحا فانظر الى رحمة الله تعالى
اور توبہ کرو اللہ کی آگے سب ملکر اے ایمان والو اور بدلیل اس آیت کی اے ایمان والو توبہ کرو آگے اللہ کی صاف دلکی توبہ اب تو اللہ تعالی کی رحمت

ورأفته على عباده كيف دعاهم الى التوبة وامرهم بها وسماهم مؤمنين بعد ما اذنبوا ثم بين ما لهم من الكرامة فى التوبة فقال
اور مہربندوں کی حال پر دیکھ تو کسطور انکو توبہ تعلیم کی اور توبہ کا ارشاد کیا اور انکا نام گناہ کرنیکی بعد بھی مومن رکھا پھر توبہ سے جو انکو عزت ہوگی بیان کیا فرمایا

عسى ربكم ان يكفر عنكم سيئاتكم ويدخلكم جنات تجرى من تحتها الانهار واخبر انه غفار لذنوبهم وقال و
شاید تمہارا رب اوتاری تمسے تمہاری برائیاں اور داخل کرے تمکو باغوں میں جنکے نیچے بہتی ہیں نہریں اور جتا دیا کہ میں گناہ کا بڑا بخشنے والا ہوں اور فرمایا اور

الذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوب الا الله ولم يصروا
وہ لوگ جب کر بیٹھیں کھلا گناہ یا برا کریں اپنی حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنی گناہوں کی اور کون ہے گناہ بخشتا سوا اللہ کی اور نہ اڑتے ہیں

على ما فعلوا وهم يعلمون اولئك جزاؤهم مغفرة من ربهم وجنات تجري من تحتها الانهار خالدين فيها ونعم اجر
ایسے کام پر ... اونکی جزا بخشش ہے اونکے رب سے اور باغ جنکے نیچے نہریں ... ہمیشہ رہیں اور خوب مزدوری
العاملين ونص على انه يحبهم بعد التوبة فقال ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين واشار الى ان التوبة طهارة
عمل کرنیوالوں کی ... اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنیوالوں کو اور پاکی والوں کو ... توبہ طہارت ہے
لهم عن نجاسة الاوزار فلا بد للمؤمن من التوبة لكن لها اربعة شروط ان اختل شرط منها لا تصح التوبة الاول الندم
گناہوں کی نجاست سے ... مومن کو توبہ کرنی ضروری ہے لیکن توبہ کی چار شرطیں ہیں ... پہلی شرط
بالقلب على ما فعل من الذنوب في الماضي فمعنى الندم تحزن وتوجع على ما فعل وتمني كونه لم يفعل والثاني ترك
گناہ پر دل سے نادم ہونا اور ندامت سے مراد ہے اپنی کئے ہوئے پر غمگین اور دردمند ہونا اور آرزو کرنا کہ کاش نہ کیا ہوتا اور دوسری شرط معصیت کا
المعصية في الحال والثالث العزم على ان لا يعود الى مثلها في الاستقبال والرابع ان يكون ذلك خوفا من الله تعالى
فی الفور ترک کرنا تیسری شرط نیت کرنی کہ ایسا کام آیندہ کو پھر کبھی نہ کرونگا اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اللہ تعالی کے خوف سے ہوئی ہو
لا لامر آخر فان من ندم على شرب الخمر وترك لما فيه من الصداع وزوال العقل والخلل بالمال والعرض لا يكون تائبا
اور وجہ نہو کیونکہ جو شخص شراب پینی پر نادم ہو کر اسکو چھوڑ دیوے اسلئے کہ اوس میں درد سر ہوتا ہے اور عقل جاتی ہے اور مال خرچ ہوتا ہے اور آبرو بگڑتی ہے تو ایسا شخص ہو نہیں شرع کی
شرعا وكذلك من قال بلسانه استغفر الله وقلبه مصر على المعصية فاستغفاره ذلك يحتاج الى استغفار
تائب نہیں ہے اور ایسے ہی جو شخص زبانی تو استغفر اللہ کہا کرے اور اوسکا دل معصیت پر جما ہوا ہو تو ایسی توبہ کو توبہ کرنی چاہئے جو ندامت کی ساتھ ہو
مقارن بالندم لما روي عن علي انه رأى رجلا قد فرغ من صلاته وقال اللهم اني استغفرك واتوب اليك سريعا فقال
کیونکہ حضرت علی سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے سلام پھیرتے ہی جلدی سے یہی کہا الہی میں تجھ سے مغفرت مانگتا ہوں تیری طرف توبہ کرتا ہوں تو حضرت
علي يا هذا ان سرعة اللسان بالاستغفار توبة الكذابين فتوبتك تحتاج الى توبة وعن الحسن البصري انه قال
علی نے کہا اے شخص زبانی جلدی استغفار کرنی جھوٹوں کی توبہ ہوتی ہے تیری یہ توبہ قابل توبہ کی ہے اور حسن بصری کی روایت ہے کہ وہ کہتے تھے
استغفارنا يحتاج الى استغفار قال القرطبي هذا قوله في زمانه فكيف في زماننا هذا الذي يرى فيه الانسان مكبا
ہماری توبہ قابل توبہ کی ہے قرطبی کہتے ہیں حسن بصری کا یہ قول اونکے زمانہ میں ہے ہماری زمانہ کا تو کیا حال ہے جسمیں تمام انسان ظلم پر اوندھے پڑے ہوئے
على الظلم حريصا عليه لا ينقلع عنه والسبحة في يده يزعم انه يستغفر منه وذلك استهزاء منه واستخفاف لما روي
ایسی حریص کہ ذرہ نہیں بچتی اور ہاتھ میں تسبیح ہلاتی رہتی اپنی خیال کہ ہم توبہ کرتے ہیں اور یہ اسکی ٹھٹھا بازی اور استخفاف ہے کیونکہ روایت ہے
انه عليه السلام قال المستغفر باللسان المصر على الذنب كالمستهزئ بربه وانما التوبة ان يستغفر بلسانه وينوي
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا زبانی توبہ کرنیوالا دل سے گناہ پر اڑا ہوا گویا اپنے رب کا ٹھٹھا کرتا ہے توبہ وہ ہے جو زبانی استغفار کر کر دل سے یہ نیت کرے
بقلبه ان لا يعود الى الذنب اصلا فاذا فعل ذلك يغفر الله له ذنبه وان كان عظيما اذ ليس ذنب اعظم من الكفر
کہ پھر ہرگز گناہ نہ کرونگا جب ایسا کرتا ہے تو اللہ اوسکے گناہ معاف کر دیتا ہے کتنا ہی بڑا ہو کیونکہ کفر سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے

وقد قال الله تعالى لنبيه في حق اهل الكفر قل للذين كفروا ان ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف فما ظنك فيما دونه من المعاصي
اور اللہ تعالی اپنے نبی سے کفار کے حق میں فرماتا ہے تو کہدے کافروں کو اگر باز آویں تو معاف ہوا انکو جو ہو چکا پھر تجھکو معاصی کی نسبت کفر سے کمتر کیا گمان ہے
وقد روي انه عليه السلام قال لو اخطا احدكم حتى ملا ما بين السماء والارض ثم تاب تاب الله عليه وفي حديث
اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی تم میں سے اتنے خطائیں کرے کہ آسمان اور زمین کے بیچ بھر جاوے پھر وہ توبہ کرے تو اللہ اوسکی توبہ قبول کرتا ہے اور ایک حدیث میں
آخر انه عليه السلام قال ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب الله عليه يعني انه اقر بكونه مذنبا ثم تاب وندم
ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ آدمی جب اپنے گناہ کا اقرار کر کر توبہ کرتا ہے تو اللہ بھی اوسکی توبہ قبول کرتا ہے مراد یہ ہے کہ جب وہ اپنے خطاوار ہونیکا اقرار کر کے پھر توبہ کر کر

على ما فعل من الذنوب واكتسب من السيآت وعزم ان لا يعود الى مثله يقبل الله تعالى توبته ويتجاوز عن
کسی ہوئی گناہ اور کمائی ہوئی برائیوں سی نادم ہو اور نیت کری کہ ایسا کام پہر نکرونگا تو اللہ تعالی اوسکی توبہ قبول کرتا ہی اور اوسکی گناہوں سی درگذر فرماتا ہی

سيآته لكن ينبغي ان يعلم ان الذنوب على نوعين ذنب فيما بينك وبين الله تعالى وذنب فيما بينك وبين العباد
لیکن سمجھنی کی بات ہی کہ گناہ بہی دو قسم کی ہیں ایک گناہ تیری اور خدا کی بیچمیں یعنی حق اللہ ہی اور ایک گناہ تیری اور بندی کی درمیان میں یعنی حق العباد ہی

فالذنب الذي بينك وبين الله تعالى يكفي فيه الاستغفار باللسان والندم بالقلب والعزم على ان لا يعود
پہر جو گناہ صرف حق اللہ ہی تو اسمیں صرف زبانسی استغفار اور دل سی ندامت اور پہر نکرنی کی نیت کافی ہی

فاذا فعل ذلك لا يبرح من مكانه حتى يغفر له ذنبه الا ان يكون شيئا من الفرائض فان الشرع لا يكتفي فيه
جب یہہ حال بنایا تو اپنی جگہہ سی نہیں ٹلنی پاتا کہ اوسکی گناہ معاف ہوجاتی ہیں ان اگر کوئی فریضہ ترک ہوا ہو کیونکہ شرع نی اسباب میں توبہ پر اکتفا نہیں کیا

بمجرد التوبة بل اضاف الى ذلك في البعض قضاء كالصلوة والصوم وغيرهما وفي البعض كفارة ايضا واما حقوق
بلکہ اوس توبہ کی ساتہہ بعضی جگہہ قضا لگا رکہی ہی جیسی نماز اور روزہ وغیرہ اور بعضی جگہہ کفارہ بہی لگا رکہا ہی اور رہی حقوق

الادميين فلا بد من ايصالها الى مستحقيها فان لم يوجدوا يلزم تصدقها عنهم بنية ان تكون وديعة
العباد سو پہنچانا حقوق کا مالکون کی پاس ضرور ہی پہر اگر وہ لوگ نہ ملین تو ضرور ہی اونکی طرف سی اس نیت سی خیرات کردی کہ اللہ تعالی کی یہان ودیعت

عند الله تعالى يوصلها الى اصحابها يوم القيمة فمن لم يجد السبيل لخروجه عما عليه من التبعات لاعساره
رہی قیامت کی روز مالکون کی حوالہ کری پہر جسکو ناری مفلسی کی حقوق ادا کرنیکی کوئی راہ نہ ملی تو اوسکو

فعليه ان يكثر من الاعمال الصالحة ويستغفر لمن ظلمه من المؤمنين والمؤمنات في اكثر الاوقات فانه اذا فعل
یہہ لازم ہی کہ اعمال صالحہ بہت کیا کری اور اپنی مومن مظلوموں کی حق میں اکثر اوقات استغفار کیا کری بیشک جب یہہ عمل کریگا

ذلك فيرجى من فضل الله تعالى ان يرضي خصماءه يوم القيمة قيل لبعض العلماء هل للتائب من علامة يعرف بها
تو اللہ تعالی کی فضل سی امید ہی کہ قیامت کی دن اسکی مدعیوں کو راضی کردی کسی نی ایک عالم سی پوچھا آیا تائب کی واسطی کوئی ایسی علامت ہی جس سی معلوم ہو

قبول توبته قال نعم علامته اربعة اشياء الاول ان ينقطع عن اصحاب السوء والثاني ان يكون معرضا عن
کہ توبہ قبول ہوئی کہا ان کی چار علامتیں ہیں اول یہہ کہ بدکاروں سی بیزار ہو جائی اور دوسری یہہ کہ ہر گناہ سی نفرت کری

كل ذنب مقبلا على الطاعات والثالث ان يذهب من قلبه فرح الدنيا ويرى حزن الاخرة دائما في قلبه والرابع
اور طاعات کی طرف متوجہ ہووی اور تیسری یہہ کہ اوسکی دلمیں دنیا کی فرحت نرہی اور آخرت کا فکر دلمیں ہمیشہ لگا رہی اور چوتہی یہہ

ان يرى نفسه فارغا عما ضمن الله له من امر الرزق ويكون مشغولا بما امر به فاذا وجد فيه هذه العلامات
کہ اپنی جان کو ایسی چیزوں کی فکر سی جنکا اللہ تعالی ذمہ دار ہو چکا ہی فارغ پاوی جیسی رزق اور احکام الہی کی بجا آوری میں مشغول رہی جب اوسمیں یہہ علامتیں موجود ہوتی ہیں

يكرمه الله تعالى باربع كرامات احدها ان يخرجه من الذنوب كانه لم يذنب قط والثاني ان يحبه والثالث ان
تو اوسکو اللہ تعالی چار کرامتیں عنایت کرتا ہی ایک یہہ کہ گناہوں سی ایسا صاف کردیتا ہی گویا کبہی بہی گناہ نہیں کیا اور دوسری یہہ کہ اوسکو دوست رکہتا ہی تیسری یہہ

يحفظه من الشيطان ولا يسلطه عليه والرابع ان يؤمنه من الخوف قبل ان يخرج من الدنيا لانه تعالى قال
کہ اوسکو شیطان سی محفوظ رکہتا ہی شیطان کو اوسپر تسلط نہیں دیتا چوتہی یہہ کہ خوف سی مامون رہتا ہی اس سی پہلی کہ دنیا میں سی روانہ ہو کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی

تتنزل عليهم الملئكة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التي كنتم توعدون ويجب له على الناس اربعة اشياء
اون پر اوترتی ہیں فرشتی کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کہاؤ اور خوشی سنو اوس بہشت کی جسکا تمکو وعدہ تہا اور اوسکی لوگوں پر چار حق واجب ہوجاتی ہیں

اولها ان يحبوه لانه تعالى قد احبه والثاني ان يدعوا له بالثبات على التوبة لان الثبات على التوبة اشد من
اول یہہ کہ اوس سی محبت کیا کریں کیونکہ اللہ تعالی اوس سی محبت کرتا ہی دوسری یہہ کہ اوسکی حق میں توبہ پر قایم رہنی کی دعا کیا کریں اسلئی کہ توبہ پر قایم رہنا توبہ کرنیسی

التوبة والثالث ان يجالسوه ويذاكروه ويعاونوه والرابع ان لا يعيروه بما سلف عن ذنوبه لانه تعالى قال حكاية
دشوار ترہے تیسری یہہ کہ اوسکی پاس بیٹھکر یاد الٰہی اور امداد اوسکی کریں چوتھی یہہ کہ باعتبار پہلی گناہوں کی طعنہ نہ کیا کریں اسلئی کہ اللہ تعالی حضرت یوسف
عن یوسف علیه السلام لا تثریب علیکم الیوم قال الفقیه ابو اللیث وذلك ان المؤمن لیس من شانه ان یقع فی الذنب
علیہ السلام کی طرف سے حکایت کرتا ہے کچھ الزام نہیں تمپر آج فقیہ ابو اللیث کہتے ہیں یہہ اسلئے ہے کہ مؤمن کی شان سے نہیں ہے کہ گناہ میں مبتلا ہووی
ولا یتعمده کما یدل علیه قوله تعالی وکره الیکم الکفر والفسوق والعصیان فانه تعالی قد اخبر انه بغض علی المؤمنین
اور عمداً کیا کری چنانچہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے اور برا لگایا تمکو کفر اور گناہ اور حکمی کیونکہ اللہ تعالی نے خبر دی ہے کہ ہمنے مؤمنوں پر معصیت کو ناپسند
المعصیة فلا یقع المؤمن فیها اذا کان ایمانه حقیقیا لا لسانیا الا فی حال الغفلة فاذا تاب عنها لا یجوز ان یعیر بها قال
کردیا ہے سو مؤمن گناہ میں نہیں پڑتا اگر اوسکا ایمان حقیقی ہو صرف زبانی ہی نہو مگر غفلت میں پھر جب اوسنے گناہ سے توبہ کی تو تعییر نہیں ہے کہ طعنہ نہ کریں
رسول الله صلی الله علیه وسلم الکیس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنی علی الله
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوشیار وہ ہے کہ اپنی جان کو ذلیل رکھی اور آخرت کی واسطے عمل کیا کری اور احمق وہ ہے کہ اپنی جان کو ہوا ہوس کی پیچھی لگاوی اور اللہ سے آرزو کری
هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه شداد بن اوس ومعناه ان العاقل من غلب علی نفسه وقهرها وحاسبها
طلب کری یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے شداد ابن اوس کی روایت سے اسکے یہہ معنی ہیں کہ عاقل وہ ہے جو نفس پر غالب آکر اوسکو دبالی اور محاسبہ لیکر
ونظر ما عملت لآخرتها فان وجدها عملت خیرا حمد الله تعالی ویسعی فی الازدیاد فیه وان وجدها عملت شرا اشتغل
دیکھی کہ آخرت کی لئی کیا عمل کیا ہے اگر جانی کہ نیک عمل کیا ہے تو خدا کا شکر کرکر اسمیں اور زیادہ کوشش کری اور اگر جانی کہ برا کام کیا ہے تو توبہ اور استغفار کرکر
التوبة والاستغفار واصلاح الحال بالتوجه الی الطاعات المنجیة عن العقبات فی العرصات والموصلة الی الدرجات
حال کو درست بناوی طاعات کی طرف متوجہ ہو جو قیامت کی عذاب سے نجات دی اور موت کی بعد بلند درجوں پر پہنچاوی
بعد الممات والعاجز من غلبت علیه نفسه وصار تابعا لها واعطاها ما ارادت من المحرمات والمنهیات
اور بیوقوف وہ ہے جسپر نفس غالب آکر اوسکو اپنا تابع کرلی اور جو چاہی سو محرمات اور منہیات میں سے اوسکو دیوی
وتمنی علی الله ان یغفر له ویدخل الجنة من غیر التوبة والاستغفار واصلاح الحال وهذا هو الغرور والغرور علی
اور اللہ سے یہہ تمنا کری کہ خدا بخشدی اور بی توبہ اور بی استغفار اور بلا درستی حال جنت میں داخل کردی اور یہہ ہی غرور کہلاتا ہے اور غرور جیسی
ما ذکره الامام الغزالی فی الاحیاء هو سکون النفس الی ما یوافق الهوی ویمیل الیه الطبع عن شبهة وخدعة من
امام غزالی نے احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے نفس کا اطمینان اور موافق ہوا ہوس کی طبع کا میلان بسبب شبہ اور شیطانی مکر کی ہے
الشیطان فمن اعتقد انه علی خیر اما فی العاجل او فی الآجل عن شبهة فاسدة فهو مغرور واکثر الناس یظنون فی
سو جو شخص اپنی حالت کو بالفعل یا آخر کو شبہ فاسد کی راہ سے بہتر سمجھتا ہے پس وہ دہوکہ میں گرفتار ہے اور اکثر لوگ اپنی دلمیں اپنی حال کو
انفسهم خیرا مع کونهم مخطئین آثمین فهؤلاء مغرورون وان اختلفت اصناف غرورهم وتفاوتت درجاتهم حتی
بہتر سمجھتے ہیں باوجودیکہ خطاوار اور گنہگار ہوتے ہیں اب وہ دہوکہ میں ہیں اگرچہ جہات اور طریق دہوکہ کی مختلف اور اونکی درجی کم و زیادہ ہوں یہاں تک
کان غرور بعضهم اظهر واکثر من بعض فمنهم من غرتهم الحیوة الدنیا ومنهم من غرهم بالله الغرور اما الذین غرتهم
کہ ہر ایک کا دہوکہ ایک سے فاحش اور بہت بڑہتی ہو پھر بعضی تو دنیا کی دہوکہ میں ہیں اور بعضی اللہ کی ساتھ دہوکہ میں ہیں پھر جو شخص دنیا کی
الحیوة الدنیا فهم الذین قالوا النقد خیر من النسیئة والدنیا نقد والآخرة نسیئة فاذن الدنیا خیر فلا بد من ایثارها
زندگی کی دہوکہ میں ہیں سو وہ شخص ہیں جو کہتے ہیں نقد اودہار سے بہتر ہے اور دنیا تو نقد ہے اور آخرت اودہار ہے سو اب دنیا بہتر ہے پس دنیا کا اختیار کرنا ضرور ہے
وهذا القیاس فاسد یشبه قیاس ابلیس حیث قال فی حق آدم النبی علیه السلام انا خیر منه خلقتنی من نار
اور یہہ استدلال فاسد ابلیس کا سا قیاس ہے کہ اوسنے آدم علیہ السلام کی حق میں کہا تہا میں اوس سے بہتر ہوں مجکو تونے بنایا آگ سے

وخلقته من طين والى هؤلاء الاشارة بقوله تعالى الذين اشتروا الحيوة الدنيا بالاخرة فلا يخفف عنهم العذاب
اور اسکو بنایا خاک سی اور انہی طرف اشارہ ہی اس آیت مین جنہوں نی خریدی دنیا کی زندگی آخرت دیکر سو نہ ہلکا ہوگا اونپر عذاب

ولا هم ينصرون وعلاج هذا الغرور اما التصديق بمجرد الايمان والتصديق بالبرهان اما التصديق بمجرد الايمان
اور نہ اونکو مدد پہنچی کی اور اس دہوکہ کا علاج یا تصدیق نری ایمانی سی ہی یا تصدیق برہانی سی پہر نری تصدیق ایمان کی

فهو ان يصدق الايات الواقعة في القرآن من جملتها قوله تعالى ما عندكم ينفد وما عند الله باق وقوله تعالى
تو یہہ ہی کہ آیات کی جو کہ قرآن میں آئی ہین تصدیق کری جنہین سی ایک یہہ آیت ہی جو تم پاس ہی چک جاویگا اور جو اللہ پاس ہی سو رہتا ہی اور ایک یہہ آیت

والاخرة خير وابقى وقوله تعالى وما الحيوة الدنيا الا متاع الغرور فانه عليه السلام قد اخبر به الطوائف
اور پچہلا گہر بہتر ہی اور رہنی والا اور یہہ آیت اور دنیا کا جینا یہی ہی جنس دغا کی بیشک نبی علیہ السلام نی بہت کفار کو اسکی خبر سنائی

من الكفار فصدقوه وامنوا به ولم يطالبوه بالبرهان وهذا ايمان يخرج العامة من الغرور واما التصديق
پس اونہوں نی سچ مانا اور اوس پر ایمان لائی اور کوئی برہان آپ سی طلب نکی یہہ ایسا ایمان ہی کہ عوام لوگ دہوکہ سی بچ جاتی ہین اور تصدیق برہانی

بالبرهان فهو ان يعرف وجه فساد هذا القياس الذي نظمه ابليس في قلبه فان كل مغرور فلغروره سبب و
یہہ ہی کہ اس قیاس کی فساد کو معلوم کری جو کہ ابلیس نی اپنی دلمین مرتب کیا تہا کیونکہ جو شخص دہوکہ مین آتا ہی تو اوسکا کوئی سبب ہوتا ہی اور

ذلك السبب هو دليله وكل دليل نوع قياس يقع في القلب ويورث السكون اليه وان كان صاحبه لا يشعر به
وہی سبب اوسکی دلیل ہوتی ہی اور ہر دلیل ایک طرح کا قیاس ہوتا ہی جو دلمین پیدا ہوکر دلکو تسکین دیتا ہی اگرچہ قیاس والی کو اسکی خبر نہو

ولا يقدر على نظمه بالفاظ العلماء فالقياس الذي نظمه الشيطان في قلب المغرور مركب من اصلين احدهما
اور نہ اتنی استعداد ہو کہ علماء کی طور پر عبارت مرتب کرلی پس وہ قیاس جو شیطان نی بہکی ہوئی کی دلمین مرتب کیا تہا دو اصل سی مرکب ہی ایک تو یہہ

الدنيا نقد والاخرة نسيئة وهذا صحيح والثاني النقد خير من النسيئة وهذا محل التلبيس اذ ليس الامر كذلك مطلقا
کہ دنیا نقد ہی اور آخرت ادہار ہی یہہ تو صحیح ہی اور دوسرا یہہ کہ نقد بہتر ہوتا ہی ادہار سی یہی جگہ دہوکہ کی ہی کیونکہ کلیہ یون نہین ہی

بل اذا كان النقد مثل النسيئة في المقدار والمقصود فهو خير منها واما اذا كان اقل من النسيئة فالنسيئة خير منه
بلکہ نقد اور ادہار دونو اگر مقدار اور مقصود مین برابر ہوں تو جب تو نقد بہتر ہی اور اگر نقد مقدار مین ادہار سی کمتر ہو تو پہر نقد سی ادہار بہتر ہوتا ہی

فان هذا المغرور يبذل في تجارته درهما نقدا ليأخذ عشرة نسيئة ولا يقول النقد خير من النسيئة وكذا اذا
کیونکہ یہہ مغرور ہی اپنی تجارت مین ایک روپیہ نقد خرچ کرتا ہی تاکہ دس روپیہ ادہار (یعنی انجام کو) حاصل کری اب نہین کہتا کہ نقد بہتر ہی ادہار سی اور ایسی ہی اگر

حذره الطبيب من الفواكه ولذائذ الاطعمة يترك ذلك في الحال خوفا من الم المرض في الاستقبال والتجار كلهم
طبیب میوی اور لذیذ کہانوں سی منع کردی تو آیندہ کی خوف کی مارا فوراً چہوڑ دیتا ہی اور تمام تجارت پیشہ

يركبون البحار ويختارون مشاق الاسفار في الحال لاجل الربح والراحة واللذة في الاستقبال فاذا كانت العشرة في
دریا کا سفر اور سفر کی مشقتین بالفعل گوارا کرلیتی ہین آیندہ کی منفعت اور آرام اور لذت کی واسطی پہر جب آیندہ کی دس

الاستقبال خيرا من الواحد في الحال وكذا اذا كان الربح والراحة واللذة في الاستقبال خيرا من الالم والمشقة في
حال کی ایک سی اور ایسی ہی آیندہ کی منفعت اور راحت اور لذت حال کی الم اور مشقت سی بہتر ہوئی تو

الحال فقس لذة الدنيا وراحتها من حيث مدتها بالنسبة الى مدة الاخرة فان اقصى عمر الانسان مائة سنة
پس دنیا کی لذت اور راحت کو باعتبار دنیا کی مدت کی آخرت کی مدت کی نسبت قیاس کرلی کیونکہ انسان کی بڑی سی بڑی عمر سو برس کی ہوتی ہی

قلما يتجاوز عنها وهو ليس عشر عشير من جزء من الف جزء من مدة الاخرة فكانه ترك واحدا ليأخذ الف الف
اس سی بہت کم بیشی پاتا ہی سو یہہ سوان حصہ ہی نہین ہی ہزار وین حصہ مین کا آخرت کی مدت مین سی گویا اسی ایک کو دس لاکہ لینی کی واسطی ترک کیا

بل ليأخذ ما لا نهاية له هذا من حيث المدة واما من حيث النوع فلذات الدنيا مكدرة مشوبة بانواع الآلام
بلکہ بے نہایت کی واسطے یہہ فرق ایش تو باعتبار مدت کی ہی اور باعتبار خوبی قسم کی سو دنیا کی لذتین طرح طرح کی الم سی مکدر اور تخلیف سی آلودہ ہین

والشدائد ولذات الآخرة صافية غير مكدرة فاذن يظهر غلطه في قوله النقد خير من النسيئة وعند ذلك
اور آخرت کی لذتین صاف اور مصفا اب اوسکی غلطی صاف ظاہر ہوتی ہی کہ نقد بہتر ہوتا ہی اودہار سی اور اسوقت

يرجع الشيطان الى قياس آخر وهو ان اليقين خير من الشك والدنيا يقين والآخرة شك فلا يترك اليقين وهذا
شیطان ایک اور قیاس منتظم کرتا ہی اور وہ یہہ ہی یقین بہتر ہوتا ہی شک سی اور دنیا تو یقینی ہی اور آخرت مین شک ہی سو یقین کو ترک نہین کرسکتی اور یہہ

القياس اكثر فسادا من الاول لكون كل من اصليه باطلا لان كون اليقين خيرا ليس الا اذا كان مثله لا مطلقا
قیاس پہلی قیاس سی خراب تر ہی کیونکہ اسکی دونوں اصل غلط ہین اسلئی کہ یقین جب ہی بہتر ہوتا ہی کہ شک کی مثل ہو وی کچھ کلیہ نہین ہی

الا ترى ان التاجر في تعبه على يقين وفي حصول ربحه على شك وكذا المريض يشرب الدواء البشيع الكريه وهو في
کیا تو نہین دیکہتا کہ سوداگر اپنی مشقت کو یقینی جانتا ہی اور فائدہ ہونی مین شک پر ہی اور ایسی ہی بیمار کڑوی بدمزہ دوا پیتا ہی تلخی دوا کی تو یقینی ہی

مرارة الدواء على يقين وفي حصول الشفاء على شك لكن يقول الم مرارة الدواء قليل بالنسبة الى الم امتداد المرض المؤدي
اور صحت ہونی مین شک ہی پر وہ یہہ کہتا ہی کہ الم کڑوی دوا کا بنسبت الم زیادتی مرض کی کمتر ہی جس مین

الى الهلاك فمن كان على شك في امر الآخرة يجب عليه ان يقول الصبر في ايام قلائل وهو منتهى العمر قليل بالنسبة
مر ہی جاتی ہین پہر جسکو آخرت کی باب مین شک ہو تو اوسپر یہہ تصور واجب ہی کہ صبر کرنا چند روز کا یعنی آخر حیات تک بانسبت

الى ما يقابله من امر الآخرة فان كان ما يقال فيه كذبا فما يفوتني الا التنعم ايام حياتي وقد كنت في العدم من الازل
اپنی مقابل یعنی آخرت کی کمتر ہی کیونکہ آخرت کا حال جو مشہور ہی اگر جہوٹ نکلا تو میرا اسوا عیش زندگانی کی کیا جاتا رہیگا اور مین تک مین ازل سی

الى الآن واحسب اني بقيت في العدم ولم اتنعم وان كان ما يقال فيه صدقا فابقى في النار دهرا طويلا وهذا مما
اب تک نابود ہی تہا سو مین سمجہونگا معدوم ہی رہا عیش حاصل نہوا اور اگر یہہ مشہور سچ ہوا تو مین زمانہ دراز تک آگ مین جلونگا اس مصیبت کی طاقت

لا يطاق به وكذلك قال علي لبعض الملحدين المنكرين للآخرة ان كان ما قلتم حقا تخلصتم وتخلصنا وان كان
ہرگز نہین ہی ایسا ہی علی رضی اللہ عنہ نی ایک ملحد سی جو آخرت کا منکر تہا جواب مین یہہ فرمایا جو تو کہتا ہی اگر سچ ہوا تو تم بھی بچی اور ہم بھی بچی اور اگر

ما قلنا حقا تخلصنا وهلكتم وليس هذا القول منه على شك في الآخرة بل كلم الملحد على قدر عقله وبين له
ہمارا قول حق ہوا تو ہم بچی اور تم مارے گئی اور یہہ قول علی کا آخرت میں کچھ شک کی راہ سی نہ تہا بلکہ ملحد سی اوسکی عقل کی موافق کلام کیا اور اوسکو ظاہر کردیا

انه وان لم يكن متيقنا فهو مغرور واما الاصل الثاني الذي هو ان الآخرة شك فهو باطل ايضا لان ذلك يقين
کہ بالفرض اگر وہ نہین یقین رکہتا تو وہ دہوکہ مین ہی اور اس قیاس کی دوسری اصل یعنی آخرت مشکوک ہی یہہ بہی باطل ہی اسلئی کہ مومن کی نزدیک

عند المؤمن وايمانه يدفع غرور الشيطان الا انه اذا ترك اوامر الله تعالى وضيع الاعمال الصالحة ولابس المعاصي
یقینی بات ہی اور اوسکا ایمان شیطان کی فریب کو دفع کردیتا ہی پر اتنا ہی کہ اوسنی جب احکام الہی کو ترک اور اعمال صالحہ کو ضایع کیا اور معاصی

والمنكرات يكون مشاركا للكفار في هذا الغرور لانه وان كان معترفا بكون الآخرة خيرا من الدنيا لكنه مال
اور منکرات میں مبتلا ہوا تو اس دہوکہ مین کفار کا شریک ہوگیا اسواسطی کہ اگرچہ آخرت کو دنیا سی بہتر جانتا ہی اور اقرار کرتا ہی پر دنیا کی طرف راغب ہوکر

الى الدنيا وآثرها على الآخرة واستحق ان يكون من اهل النار كالكفار الا ان امره يكون اخف لان اصل الايمان
دنیا کو آخرت پر پسند کرلیا ہی اور سزاوار ہی کہ کفار کی طرح ناری ہو وی لیکن اسکا حال بہ نسبت کفار کی خفیف تر ہی کیونکہ اصل ایمان

ينجيه من العذاب الابدي ويخرجه من النار ولو بعد حين وهذا هو فائدة مجرد الايمان وحده واما
ابدی عذاب سی بچا کر دوزخ مین سی نکال دیگا اگرچہ کچھ مدت کی بعد اتنا تو فائدہ نری ایمان کا ہی اور رہا

الفوز بالمقصود فلا یکفی له مجرد الایمان وحده بل لابد من ضم العمل الصالح الیه کما یدل علیه آیات القرآن
حاصل کرنا دریا کا مقصود سو صرف ایمان کافی نہیں ہی بلکہ اوسکی ساتھ عمل صالح بھی چاہیئی چنانچہ قرآن کی آیات سی معلوم ہوتا ہی

من جملتها قوله تعالی وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اهتدی وقوله تعالی ان رحمت الله قریب
ان میں سی ایک یہہ آیت ہی اور میری بخشش ہی اوسپر جو توبہ کری اور یقین لاوی اور کری بہلا کام پہر راہ پر رہی اور یہہ آیت بیشک مہر اللہ کی نزدیک ہی نیکی والوں سی

وقوله تعالی والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات فوعد المغفرة فی کتاب الله تعالی منوط
اور یہہ آیت قسم اوتری دن کی مقرر انسان ٹوٹی میں ہی مگر جو یقین لائی اور کئی بہلی کام پس کتاب اللہ میں بخشش کا وعدہ ایمان

بالایمان والعمل الصالح جمیعا لا بالایمان وحده فمن اقر بلسانه ان الاخرة خیر وابقی ثم ترک العمل واشتغل بالمعاصی
اور عمل صالح دونوں پر موقوف ہی نری ایمان پر نہیں پہر جسنی زبان سی یہہ اقرار کیا کہ آخرت بہتر اور رہنی والی ہی پہر عمل خیر ترک کرکر معاصی میں مشغول ہوا

فهو من المغرورین بالدنیا والمسرورین بها والمحبین لها والکارهین للموت خیفة فوات لذاتها لا خیفة فوات لذات
تو وہ دنیا کی دہوکہ میں آیا ہوا ہی دنیا پر خوش ہوتا ہی اور اوسکی محبت میں موت سی ڈرتا ہی مبادا دنیا کی لذت فوت ہو جاوی یہہ خوف نہیں ہی کہ آخرت کی لذت

الآخرة وحصول عقابها فهؤلاء هم الذین غرتهم الحیوة الدنیا وهم عن الآخرة هم غافلون والذین غرهم بالله الغرور
فوت ہوکر عذاب ہو نی لگی سو یہہ وہ لوگ ہیں جنکو دہوکہ دیا دنیا کی زندگی نی اور وہ آخرت سی بی خبر ہیں اور جنکو دہوکہ میں ڈالا اللہ کی نام سی غرور نی

فهم الذین یهملون الاعمال ویشتغلون بالمنکرات ویقولون ان الله کریم رحیم نرجو رحمته ومغفرته وهذا
وہ وہی لوگ ہیں جو اعمال میں سستی کرتی ہیں اور منکرات میں مشغول رہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اللہ کریم اور رحیم ہی اوسکی رحمت اور مغفرت کی امید ہی یہہ

الکلام وان کان صحیحا فی نفسه مقبولا فی القلوب الا ان الشیطان لا یغوی الانسان الا بکلام مقبول الظاهر
بات اگرچہ حقیقت میں راست ہی دل مانتی ہیں پر انسان کو شیطان ایسی ہی بات سی بہکاتا ہی جو ظاہر میں مقبول ہو

مردود الباطن ولولا حسن ظاهره لما انخدعت به القلوب لکن النبی علیه السلام کشف عن ذلک بقوله الکیس
اور باطن میں مردود اور اگر ظاہر میں پسندیدہ نہووی تو اوسکی بات پر دل ہرگز فریب نکہاوین لیکن نبی علیہ السلام نی اسکو ظاہر کر دیا یہہ فرمایا کہ ہوشیار

من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنی علی الله وهذا التمنی هو الغرور الذی غیر
وہ ہی کہ اپنی آپ کو حقیر سمجہی اور آخرت کی لئی عمل کری اور احمق وہ ہی کہ ہوا و ہوس کی پیچہی لگا ہی اور اللہ پر آرزو میں کری یہہ آرزو لگانی ہی دہوکا ہی جسکا شیطان نی بدلکر

الشیطان اسمه وسماه رجاء حتی خدع به کثیرا من الناس وقد شرح الله الرجاء بقوله الذین آمنوا وهاجروا
رجا نام رکہا ہی یہان تک کہ بہت لوگوں کو اس فریب میں لی لیا ہی اور رجا کی شرح اللہ تعالی نی اس آیت میں آپ کر دی ہی جو لوگ ایمان لائی اور ہجرت کی

وجاهدوا فی سبیل الله اولئک یرجون رحمت الله وقیل للحسن قوم یقولون نرجو الله ویضیعون العمل فقال
اور لڑی اللہ کی راہ میں وہ امید وار ہیں اللہ کی مہر کی کسینی حسن سی کہا ایک لوگ یہہ کہتی ہیں اللہ سی ہمکو امید ہی اور عمل خیر ضایع کرتی ہیں حسن نی کہا

هیهات هیهات تلک امانیهم یترددون فیها من رجا شیئا طلبه ومن خاف شیئا هرب منه وکما لا ینبت فی الدنیا
افسوس افسوس یہہ آرزوئیں ہیں انکی فکر میں پڑ رہی ہیں جو شخص کسیکی آرزو کرتا ہی تو اوسکو طلب کرتا ہی اور جو کسی بات سی ڈرتا ہی تو اوس سی بہاگتا ہی اور جیسی دنیا میں

زرع الا بالحراثة کذلک لا یحصل فی الآخرة اجر وثواب الا بالایمان والعمل وکما کان معتوها من رجا ولدا ولم ینکح
کہیتی بدون بوئی نہیں اگتی ایسی ہی آخرت میں اجر اور ثواب بدون ایمان اور عمل کی نہیں ملتا اور جیسی نادان کہلاتا ہی جو شخص اولاد کی آرزو کری اور نکاح نکری

اونکح ولم یجامع او جامع ولم ینزل کذلک یکون معتوها من رجا رحمة الله تعالی ولم یؤمن او آمن ولم یعمل
یا نکاح کری پر صحبت نکری یا جماع بہی کری پر منزل نہو ایسی ہی نادان کہلاتا ہی جو شخص رحمت الٰہی کی امید رکہی اور ایمان نہ لاوی یا ایمان لاوی پر عمل صالح

الصالحات او عمل الصالحات ولم یترک السیئات وکما ان من نکح وجامع وانزل ینبغی له ان یرجو حصول الولد
نکری یا اعمال صالح بہی کری پر برائیاں نچہوڑی اور جیسی جو شخص نکاح کری پہر جماع کری اور منزل ہووی تو اوسکو لایق ہی کہ اولاد کی آرزو کری

وان یخاف عدم حصوله کذلک ان من امن وعمل الصلحت وترک السیات ینبغی له ان یرجو حصول
اور اوسکے نہونیکا بہی خوف کرے ایسے ہی جو شخص ایمان لایا اعمال نیک کئے اور برائیاں چہوڑدیں تو اوسکو لایق ہے کہ اجر و ثواب کا
الاجر والثواب وان یخاف عدم حصوله فالواجب علی المؤمن ان یتوب عن السیات ویدیم علی الطاعات
متوقع ہووے اور محرومی سے ڈرتا رہے پس مؤمن پر یہ واجب ہے کہ برائیوں سے توبہ کرے اور ہمیشہ طاعات کرتا رہے
ثم یکون بین الخوف والرجا ولا یقنط من رحمة الله تعالی ولا یامن من عذاب الله تعالی فان المنهمک فی المعاصی
پہر خوف اور رجا دونو رکہے اور اللہ کی رحمت سے نا امید اور عذاب الہی سے بیخوف نہو بیشک جو شخص گناہوں میں مبتلا ہے
قد یخطر له التوبة فیقول له الشیطن انی یقبل توبتک مع ارتکابک امثال تلک الذنوب فیجب عند
اوسکے دل میں کبہی توبہ کا خیال آتا ہے پر اوسکو شیطان یوں بہکاتا ہے تیری توبہ کب قبول ہوتی ہے تو ایسے ایسے گناہوں میں گرفتار ہے پس ایسی حالت میں واجب ہے
ذلک قمع القنوط بالرجا ویقول ان الله کریم رحیم یغفر ذنوب التائبین لانه تعالی قال وانی لغفار لمن
کہ نا امیدی کو دفع کرکر امیدوار ہوجانا چاہیے اور کہے کہ بیشک اللہ کریم اور رحیم ہے توبہ کرنیوالوں کے گناہ معاف کرتا ہے اسلئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے البتہ بخشدیتا ہوں جو
تاب ووعد قبول التوبة وقال وهو الذی یقبل التوبة عن عباده فان التوبة طاعة تکفر الذنوب کلها
توبہ کرے اور توبہ قبول کرنیکا وعدہ کیا فرمایا اور وہ ہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے بیشک توبہ ایسی عبادت ہے کہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ سب اوتار
صغیرها وکبیرها حتی الکفر بخلاف سائر الطاعات فانها لا تکفر الا الصغائر فمن توقع المغفرة مع التوبة فهو
دیتی ہے یہاں تک کہ کفر کو بخلاف تمام اور عبادات کی سوا اور عبادات صرف گناہ صغیرہ کو اوتارتی ہیں پہر جو شخص توبہ کرکر بخشش کا امیدوار ہو تو وہ
راج ومن توقع المغفرة مع الاصرار فهو مغرور وکل توقع یورث التوبة والتشمر علی العبادة فهو رجاء وکل توقع
راجی ہے اور گناہ پر اڑا ہوا بخشش کی توقع کرے تو وہ مغرور ہے جس توقع میں توبہ اور عبادت کا عزم حاصل ہووے وہ ہی رجا ہے اور جس توقع میں
یوجب الفتور فی العبادة والرکون الی البطالة فهو غرور فان من خطر له ان یترک الذنوب ویشتغل بالعبادة
عبادت میں قصور اور بیہودگی کی طرف رغبت آوے وہ ہی غرور ہے کیونکہ جسکے دل میں یہ خیال آئے کہ گناہ سے بچوں اور عبادت کروں
یقول الشیطان له ما لک تؤذی نفسک وتعذبها ولک رب کریم غفور رحیم فیفتر بذلک عن التوبة والعبادة
تو شیطان اوسکو یہ وسوسہ دیتا ہے تجھکو کیا ہوا اپنی جان کو تکلیف اور عذاب دیتا ہے تیرا پروردگار تو کریم اور غفور اور رحیم ہے اس فریب میں آکر توبہ اور عبادت سے باز رہتا ہے
فهذا غرور وعند ذلک یجب علی العبد ان یستعمل الخوف ویخوف نفسه بغضب الله تعالی وعظیم عقابه
سو یہ ہی غرور ہے ایسی حالت میں ضرور ہے کہ آدمی خوف کرے اور اپنے نفس کو غضب الہی اور اوسکی بڑی عذاب سے ڈراوے اور اوسکو یہ سمجہاوے
ویقول لها ان الله تعالی کما کان غافر الذنوب وقابل التوبة فهو شدید العقاب ایضا وانه مع کونه کریما
کہ اللہ تعالی جیسے گناہ معاف اور توبہ قبول کرتا ہے پس وہ عذاب بہی بہت بڑا کرتا ہے اور کریم اور رحیم ہوکر
رحیما خلد الکفار فی النار ابد الاباد مع ان کفرهم لا یضره بل یسلط العذاب والمحن والامراض والعلل والفقر
کفار کو دوزخ میں قدیم کی لیے ڈال رکہا ہے باوجودیکہ اونکی کفر سے اوسکا کیا ضرر تہا بلکہ اوسی کی تقدیر اپنی بندوں پر عذاب محنت اور دکہ اور بیماری اور فقیری
والجوع علی عباده فی الدنیا مع کونه کریما رحیما قادرا علی ازالتها فمن کان سنته فی عباده کذلک کیف یغتر به
اور بہوک تعینات کردیتا ہے حال یہ ہے کہ کریم ہے اور رحیم ہے قدرت والا سب تکلیفیں دور کرسکتا ہے پہر جسکا بندوں کی حق میں یہ طرز ہو تو آدمی کب فریفتہ
العبد ولا یخافه وقد خوفه عقابه ورجاء اکثر الخلق فی هذا الزمان هو سبب فتورهم عن العمل واقبالهم علی الدنیا
ہو سکتا ہے کہ اوسکا خوف او ٹہا رکہے اور وہ بیشک اپنی عقاب سے ڈرا چکا ہے اور اس زمانہ میں اکثر خلق کو رجا ہے کہ عمل میں سست دنیا پر متوجہ
واعراضهم عن طاعة الله تعالی واهمالهم السعی للاخرة وهم لا یعلمون انه غرور ولیس برجاء وقد اخبر النبی علیه السلام
طاعت الہی سے بے پرواہ آخرت کی سعی میں جست کو ضعیف کردیتی ہے اللہ نہیں سمجہتے کہ یہ شیطانی دہوکہ ہے رجا نہیں ہے اور بیشک نبی علیہ السلام خبردی

ان الغرور سيغلب على اخر هذه الامة قال الامام الغزالي قد كان ما اخبر به النبي عليه السلام فان الناس في الزمان
کہتی ہیں کہ غرور آخر کو اس امت پر جلد زور پکڑ جاویگا امام غزالی کہتی ہیں کہ نبی علیہ السلام نے جو خبر دی تھی وہ ہو گئی کیونکہ اول زمانہ میں لوگ ہمیشہ
الاول كانوا يواظبون على الطاعات والعبادات ويبالغون في الاحتراز عن الشبهات والشهوات ومع ذلك كانوا
طاعت اور عبادت میں مشغول رہتی تھی اور شبہات اور شہوات سی خوب بچتی تھی اور پھر بھی اپنی حال پر
يخافون على انفسهم ويبكون في الخلوات واما الان فترى الخلق آمنين فرحين غير خائفين مع اصرارهم على
ڈرتی رہتی تھی اور تنہائی میں رویا کرتی تھی اور اب اس زمانہ میں دیکھتی ہو کہ خلقت امن کی اندر خوش وخرم بی خوف وہراس معاصی پر اڑی ہوئی
المعاصي وانهماكهم في الدنيا واعراضهم عن طاعة الله تعالى ويزعمون انهم واثقون بكرم الله تعالى وفضله و
اور دنیا میں کہپی ہوئی طاعت آلہی سی بی پرواہی اور کہتی ہیں ہمکو اللہ کی کرم اور فضل پر بڑا بھروسہ ہی اور اوسکی
راجون لعفوه ومغفرته ويقولون ان نعمته واسعة ورحمته شاملة واين معاصي العباد في بحار مغفرته ويسمون
درگذر اور بخشش کی امید ہی اور کہتی ہیں کہ اوسکی نعمت فراخ ہی اور رحمت عام اور بندوں کی معاصے کی اوسکی دریای مغفرت میں کیا اصل ہی اور اس تمنی
تمنيهم واغترارهم رجاء ويقولون ان الرجاء مقام محمود في الدين فكانهم يزعمون انهم عرفوا من كرم الله تعالى و
اور اغترار کا نام رجا رکھہ چھوڑا ہی اور کہتی ہیں کہ رجا دین میں پسندیدہ مقام ہی سو گویا یہہ کہتی ہیں کہ ہم اللہ کا کرم اور فضل
فضله ما لم يعرفه الانبياء والصحابة والسلف الصالح

المجلس الثامن والستون في بيان فضيلة التقوى

ایسا جانتی ہیں کہ انبیا اور صحابہ اور صلحاء پیشین نہیں جانتی تھی اڑسٹہویں مجلس تقوی اور حسن خلق کی فضیلت میں اور بیان دونوں کی حقیقت کا
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتدرون ما اكثر ما يدخل الناس الجنة تقوى الله وحسن الخلق هذا الحديث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا تم جانتی ہو کیا چیز ہی جو جنت میں لوگوں کو زیادہ لیجاویگی پرہیزگاری اور عادت نیک یہہ حدیث
من حسان المصابيح رواه ابو هريرة ومعناه ان اكثر اسباب السعادة الابدية انما يحصل بالجمع بين هاتين الخصلتين
مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی ابوہریرہ کی روایت سی اوسکی معنی یہہ ہیں کہ اکثر سبب سعادت ابدی کا بدون جمع کرنی ان دونو خصلتوں کی حاصل نہیں ہوسکتا
فان التقوى اشارة الى حسن المعاملة مع الخالق وحسن الخلق اشارة الى حسن المعاملة مع الخلق فعلى هذا ينبغي
کیونکہ تقوی سی اشارہ طرف نیک معاملہ کی ہی ساتھہ خالق کی اور حسن خلق اشارہ طرف نیک معاملہ کی خلقت سی اسکی موافق لایق ہی
لمن علم ان سعادة الدنيا فانية وان سعادة الاخرة باقية ان يختار سعادة الاخرة على سعادة الدنيا وسعادة
اوسکو جو یہہ جانتا ہی کہ سعادت دنیوی فنا ہونیوالی ہی اور سعادت اخروی رہنی والی کہ سعادت اخروی کو سعادت دنیوی پر پسند کری اور سعادت
الاخرة لا تحصل الا بتقوى الله تعالى لان حسن الخلق وان ذكر معها اهتماما بشانه الا انه داخل فيها لانها عبارة عن
اخروی بدون تقوی الہی کی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ حسن خلق اگرچہ اوسکی ساتھہ عظمت شان کی لئی مذکور ہی پھر بھی تقوی ہی میں داخل ہی اسلئی کہ تقوی عبارت ہی
اجتناب المنكرات والمنهي عنها واتيان المعروفات والمامور بها وبها تحصل خيرات الدنيا والاخرة اما الخيرات الدنيوية
منکرات اور ممنوعات سی بچنا اور امور حسنہ اور خدا کی فرمود کو بجالانا اور اسی میں دنیا اور آخرت کی خوبیاں موجود ہیں پہر خوبیاں دنیا کی
فمنها الحفظ والحراسة كما قال الله تعالى وان تصبروا وتتقوا لا يضركم كيدهم شيئا ومنها النجاة من الشدائد والرزق من
ایک اونہیں سی حفاظت ونگہبانی ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور اگر تم ٹہری رہو اور بچتی رہو کچہہ نہ بگڑیگا تمہارا اونکی فریب سی اور انہیں سی سختیوں سی نجات پانی اور حلال روزی
الحلال كما قال الله تعالى ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب واما الخيرات الاخروية
چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور جو کوئی ڈرتا رہی اللہ سی وہ کردی اوسکا گذارہ اور روزی دیوی اوسکو جہاں سی اوسکو خیال نہو اور آخرت کی خوبیاں تین یہہ ہی
فمنها اصلاح العمل كما قال الله تعالى يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وقولوا قولا سديدا يصلح لكم اعمالكم ومنها
درستی عمل کی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اے ایمان والو ڈرتی رہو اللہ سی اور کہو بات سیدہی کہ سنوار دی تمکو تمہاری کام اور انہیں سی

قبول العمل كما قال الله تعالى انما يتقبل الله من المتقين ومنها الاكرام والاعزاز كما قال الله تعالى ان اكرمكم
قبولیت عمل کی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے اللہ قبول کرتا ہے سو ادب والوں سے اور انہیں سے اکرام اور عزت چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے بیشک عزت اللہ کی ہاں

عند الله اتقكم ومنها البشارة كما قال الله تعالى الذين امنوا وكانوا يتقون لهم البشرى في الحيوة الدنيا
اوسیکو بڑی جسکو ادب بڑا اور انہیں سے مژدہ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے جو لوگ یقین لائے اور رہے پرہیزگاری کرتے انکو ہے خوشخبری دنیا کی جیتی

وفي الاخرة ومنها النجاة من النار كما قال الله تعالى ثم ننجي الذين اتقوا ونذر الظلمين فيها جثيا ومنها الخلود
اور آخرت میں اور انہیں سے دوزخ سے نجات چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے پھر بچا لینگے ہم انکو جو ڈرتے رہے اور چھوڑ دینگے گنہگاروں کو اوسمیں اوندھے پڑے اور انہیں سے جنت

في الجنة كما قال الله تعالى لكن الذين اتقوا ربهم لهم جنت تجري من تحتها الانهر خلدين فيها ومنها الدرجة
میں ہمیشہ کو رہنا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے انکو باغ ہیں جنکے نیچے بہتی ندیاں رہا کریں اوس میں اور انہیں سے درجہ بلند

العليا والمرتبة القصوى التي هي محبة الله تعالى كما قال الله تعالى ان الله يحب المتقين ولو لم يكن في
اور انتہا کا مرتبہ یعنی محبت الٰہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے اللہ کو خوش آتے ہیں احتیاط والے اور اگر تقوی میں

التقوى سوى هذه الخصلة لكفت فكيف لا يسعى العبد في تحصيلها مع ان لها فضائل كثيرة سواها و
سوای اسکی کوئی خصلت نہوتی تو بھی کافی تھی پھر آدمی کیونکر نہ سعی کرکر اوسکو حاصل کرے باوجودیکہ اوسمیں اسکی سوای بہت فضیلتیں ہیں اور

القران مملو بذكر فضائلها فانه تعالى قال في اية الله ولي المتقين وقال في اية اخرى والعاقبة للمتقين
قرآن اسکی فضائل سے بھرا بیشک اللہ تعالی ایک آیت میں فرماتا ہے اللہ رفیق ہے ڈرنیوالوں کا اور دوسری آیت میں فرمایا اور آخر بھلا ہے ڈرنے والوں کا

وقال في اية اخرى وازلفت الجنة للمتقين وغيرها الايات الدالة على فضيلة التقوى فانه تعالى قد وصى
اور ایک اور آیت میں فرمایا اور نزدیک لائی گئی بہشت ڈرنے والوں کی اور سوا اسکی اور آیتیں جو تقوی کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں اور اللہ تعالی نے بیشک

بها الاولين والاخرين من حيث قال ولقد وصينا الذين اوتوا الكتب من قبلكم واياكم ان اتقوا الله والحاصل
پہلوں اور پچھلوں کو وصیت کی ہے چنانچہ فرماتا ہے اور ہمنے کہہ رکھا ہے پہلی کتاب والوں کو اور تمکو کہ ڈرتے رہو اللہ سے حاصل یہ ہے

انها اجماع كل خير وهي في اللغة فرط الصيانة وفي عرف الشرع عبارة عن التوقي عما يضره في الاخرة من فعل او
کہ اسمیں تمام خوبیاں جمع ہیں اور تقوی لغت میں خوب احتیاط کرنی اور عرف شرع میں ایسی اعمال سے بچنے کو کہتے ہیں جو کرنے سے چھوڑنے سے آخرت میں ضرر

ترك فيلزم اجتناب الكبائر بالاتفاق في تحصيلها وعند البعض يلزم اجتناب الصغائر ايضا
پہنچاوے سو اسکے حصول تقوی کی کبائر سے بچتے رہنا بالاتفاق لازم ہے اور بعضوں کی نزدیک تقوی کی لئے صغائر سے بھی بچنا ضرور ہے

في تحصيلها وهو الحق وقيل لا يلزم اجتنابها لانها مكفرة عن مجتنب الكبائر
اور یہی قول حق ہے اور کوئی کہتا ہے صغائر سے اجتناب ضروری نہیں کیونکہ صغائر اوسکی اوترجاتی ہیں جو کبائر سے بچتا ہے

فلا يستحق العبد بها العقوبة لقوله تعالى ان تجتنبوا كبائر ما تنهون عنه نكفر عنكم سياتكم لكن هذا خطا
سو بندہ صغائر کی بدلے سزاوار عقوبت کا نہیں ہوتا اس آیت سے اگر تم بچتے رہو گے بڑی چیزوں سے جو تمکو منع ہوئیں تو ہم اوتار دینگے تمسے تقصیریں تمہاری لیکن یہ رائے

مخالف لقواعد اهل السنة لان العقاب على الصغيرة جائز عندهم ولو مع اجتناب الكبائر لان بعض المفسرين
خطا اور اہل سنت کی قواعد سے خلاف ہے کیونکہ اہل سنت کی نزدیک صغیرہ پر بھی عذاب کرنا جائز ہے اگرچہ کبائر سے بچتا ہے کہ بعض مفسرین نے اس آیت میں کبائر سے مراد

حملوا الكبائر في الاية على انواع الشرك كشرك اليهود والنصارى والمجوس وغيرهم لان المطلق عند عدم القرينة
اقسام شرک لئے ہیں جیسے یہود اور نصاری اور مجوس وغیرہ کا شرک کیونکہ مطلق سے بدون قرینہ کی فرد کامل مراد ہوتا ہے اور

ينصرف الى الكامل وهو الشرك وباجتنابه لا يتعين تكفير غيره بل يبقى في مشية الله تعالى ان الله لا يغفر ان
فرد کامل شرک ہے اور شرک سے بچنے میں اور گناہ کا اوترنا مقرر نہیں ہوتا بلکہ مشیت الٰہی میں رہتا ہے اس آیت سے بیشک اللہ یہ نہیں بخشتا

يُشرَكَ بِهٖ وَيَغفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَن يَّشَاءُ مع ان الاصرار على الصغائر كبيرة فلا يكون مكفرة بل لابد من اجتنابها
کرا اوسکا شریک ٹہرا وی اور اوس سی نیچی بخشتا ہی جسکو چاہی باوجودیکہ صغایر پر جمی رہنا کبیرہ ہوتا ہی پہر کفارہ کب ہوسکیگا بلکہ اون سی بہی اجتناب ضروری ہی

وقد روى عن عطية انه عليه السلام قال لا يبلغ العبد ان يكون من المتقين حتى يدع ما لا باس به حذرا
اور عطیہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا آدمی درجہ تقوی کا نہیں پاتا جبتک لا باس کو نہ چہوڑی بخوف ابتلا ادنی ذلتکی

عما به باس فهذا الحديث نص في لزوم اجتناب الصغائر في تحصيل التقوى لانها على تقدير كونها مكفرة عن مجتنب
اس حدیث سی صاف ظاہر ہی کہ اجتناب صغائر سی واسطی حصول درجہ تقوی کی ضروری ہی کیونکہ صغائر کو مانا کہ کبایر کی بچنی والی سی اوترجاتی ہین

الكبائر يكون مما لا باس به فيلزم اجتنابها مع ان المعنى اللغوي الذي هو فرط الصيانة يقتضي اجتناب الكبائر و
پہر لا باس بہ مین تو داخل ہین بس صغائر سی اجتناب لازم ہی باوجودیکہ لغوی معنی کی رعایت یعنی خوب احتیاط کرنی تقاضا یہ ہی کہ کبائر سی اور

الشبهات ايضا لكن الاحتراز عن جميع الشبهات لا يمكن في هذا الزمان كما قال قاضيخان في فتاواه ليس زماننا زمان
شبہات سی بہی بچی لیکن اس زمانہ میں تمامی شبہات سی احتراز نہیں ہوسکتا چنانچہ قاضیخان اپنی فتاوی مین کہتی ہین ہمارا زمانہ شبہات کا زمانہ نہیں ہی

الشبهات وعلى المسلم ان يتقي الحرام العائن وكذا قال صاحب الهداية في التجنيس وزمانهما قبل ستمائة سنة وقد بلغ
مسلم کا یہی ذمہ ہی کہ حرام ظاہر سی پرہیز رکہی اور ایسا ہی ہدایہ والا تجنیس مین کہتا ہی اور ان دونو کا زمانہ چہ سو برس سی پہلی ہی اور اب تو

التاريخ الآن ما بلغ ولا شك ان الفساد والتغير يزيدان بزيادة بعد الزمان عن عهد النبوة والسبب في عدم امكان
زمانہ کا حال ہی سو ہی اور اسمین کچہ شک نہیں ہی کہ عہد نبوت سی زمانہ جتنا دور ہوتا جاتا ہی فساد اور تغیر بڑہتی جاتی ہین اور اس زمانہ میں شبہات سی

الاحتراز عن الشبهات في هذا الزمان عدة امور الاول ان قوام البدن وانتظام المعاش ليس الا بالنقود والحبوب ونحوها
احتراز نہوسکنی کی کئی سبب ہین اول یہ کہ بدن کی تندرستی اور گذران کا انتظام بدون نقود اور دانہ وغیرہ کی

مما يخرج من الارض والغالب المستعمل في النقود والفسوخ ليس الا الدراهم وقد صغروها بحيث لا يعلم كم منها يبلغ قدر
جو زمین سی پیدا ہوتا ہی نہیں ہوتا اور اکثر معاملات کی کرنی اور توڑنی میں چلن سوای دراہم کی نہیں ہی سو انکو اتنا کم کرڈالا ہی کہ اصلا معلوم نہیں ہوتا کہ اتنی سی کی

وزن درهم واحد شرعي بل الطامعون من اخساء الفسقة والكفرة لا يزالون يقطعونها حتى صار المقطوع في الدراهم
درہم برابر ایک درہم شرعی کی ہوسکتی ہین بلکہ لالچی فرومایہ فاسق اور کفار ہمیشہ دراہم کو کترتی جاتی ہین یہان تک کہ کترا ہوا بہی سی زیرہتی

غالبا على غيره وسبب ذلك تركوا وزنها وجعلوها من المعدودات في التبائع والاستقراض والفضة وزنية ابدا
ہوگیا ہی اسکا باعث یہہ ہوا ہی کہ دراہم کو تولنا چہوڑ دیا ہی اور اونکو بیوع اور قرض وغیرہ مین معدود ہرا رکہا ہی اور چاندی ہمیشہ کیلی وزنی ہی

لنص الشارع عليه فلا يتبدل بالعرف لان شرط اعتباره عدم النص وهذا مذهب ابي حنيفة ومحمد ورواية ظاهرة
شارع اوسکو صاف فرماچکا ہی سو عرف کی برتاؤ سی بدل نہیں سکتی اسلئی کہ عرف وہان معتبر ہوتا ہی جہان نص موجود نہو اور یہی مذہب ہی ابو حنیفہ اور محمد کا اور یہی ہی

عن ابي يوسف وفي رواية ضعيفة عنه يعتبر العرف مطلقا فاذا كانت الفضة وزنيته ابدا يلزم بيان وزنها في
ظاہر روایت ابو یوسف سی اور ایک ضعیف روایت ابو یوسف سی یہہ ہی کہ عرف مطلق معتبر ہوتا ہی پہر جب چاندی ہمیشہ کو وزنی ہی تو اوسکا وزن بیان کردینا بیوع

التبايع والاستقراض لان بيان مقدار الثمن شرط صحة البيع ونحوه ومقدار الوزن لا يعلم بالعد كما لا يعلم
اور قرض مین ضرور ہوا باسلئی کہ ثمن کی مقدار بیان کرنی بیوع وغیرہ کی صحت کی لئی شرط ہی اور وزن کی مقدار گنتی سی معلوم نہیں ہوتی جیسی تولنی سی

مقدار العددي بالوزن فاذا لم يبين وزنه يفسد البيع والاجارة والقرض ونحوها فيكون ما اشتري بالبيع الفاسد
گنتی معلوم نہیں ہوتی پہر جب اسکا وزن معلوم نہوا تو بیع اور اجارہ اور قرض وغیرہ سب فاسد ہوئی پس جو جو بوسیلہ بیع فاسد کی خریدا

من الطعام والجارية مليكا للمشتري بعد القبض لكن لا يحل له اكل الطعام ولا وطي الجارية ولا مخلص منه و
کہانا یا لونڈی یہہ سب بعد قبض کی خریدار کی ملک ہوگئی پر اوسکو نہ تناول کہانی کا حلال ہی اور نہ صحبت لونڈی کی اور اس سی کوئی مخلصی نہیں ہی

قوله للمعنى اللغوي الذي هو فرط الصيانة
لغوی معنی کی رعایت یعنی خوب احتیاط

ولا حيلة فيه الا التمسك بالرواية الضعيفة عن ابي يوسف لتعسر الجمع بين العدد والوزن خصوصا
اور سمین کوئی حیلہ بجز تمسک اوسی ضعیف روایت کی جو ابو یوسف سی ہی کیونکہ گنتی اور تول کا جمع کرنا بہت دشوار ہی خاص کر

في حق الفقراء وقد تقرر ان الضرورات تبيح المحظورات والثاني غلبة الطمع على الناس بحيث ترى كثيرا
فقراء کی حق مین اور بیشک ظہر سکا ہی کہ ضرورت مین ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہی دوسرا سبب لوگون پر طمع کا غلبہ ہوجاتا چنانچہ تو اکثر لوگون کو دیکھتا ہی

منهم لا يرضون بحقوقهم ولا يقنعون بحظوظهم بل يتجاوزون الى الحرام والثالث غلبة الظلم بين الخلق
کہ اپنی اپنی حق پر راضی نہین ہوتی اور اپنی اپنی حصہ پر قناعت نہین کرتی بلکہ حرام تک بڑھجاتی ہین اور تیسری خلقت مین ظلم کا پہیلنا

من الغصب والسرقة والخيانة والتزوير ونحوها والرابع غلبة الجهل على التجار والصناع والاجراء والشركاء
چہین لینا چرالینا خیانت کرنی دغا کرنی اور مانند اسکی چوتہی اصل یا سبب مین جہالت کا غلبہ سوداگرون اور کاریگرون اور مزدورون اور شرکا پر

في الاصل والعلة فلا يراعون شرائط الشرع في معاملاتهم فاذن معاملاتهم لا تخلو اما ان تبطل فيكون
سو یہہ لوگ شرعی شرطون کی رعایت اپنی کاروبار معاملہ مین نہین کرتی پس اب اونکی معاملات اس سی خالی نہین یا باطل ہونگی پہر تو

مكسوبهم حراما او تفسد فتكره فتكون مكسوبهم خبيثا والحرام لا يكون ملكا بالقبض بل ان امكن الرد
اونکی کمائی حرام ہوگی یا فاسد اور مکروہ ہون کی اب اونکی کمائی خبیث مشکوک ہوگی اور حرام چیز قبضہ کرنی سی ملک نہین ہوجاتی بلکہ اگر اوسکی مالک تک

الى صاحبه يجب الرد اليه ويحصل الاثم بغيره ولا يجوز لاحد اخذه بشراء او اجارة او هبة او صدقة او
ہٹا دینا ممکن ہو تو ہٹا دینا واجب ہوتا ہی اور بدون اسکی گنہگار ہوتا ہی اور کسیکا اوسکا لینا جایز نہین خرید کر یا اجارہ سی یا ہبہ سی یا صدقہ سی یا

نحوها اذ لا يصير بها حلالا وان تعذر الرد الى صاحبه فسبيله التصدق لا غير والخبيث وان كان ملكا
کسی اور وجہ سی مانند اسکی کیونکہ کوئی وجہ حلت کی نہین ہی اور اگر مالک تک پہنچانا دشوار ہو تو اوسکی راہ بجز صدقہ دینی کی کوئی نہین اور خبیث مشکوک اگرچہ قبضہ کرنی سی ملک

بالقبض لكن يجب على مالكه التصدق ويأثم بغيره ولا يجوز لاحد اخذه الا ان يتصدق عليه وهو فقير فاذا
تو ہوجاتی ہی پر مالک کو واجب ہی کہ صدقہ دیدی اور سوا صدقہ کی گنہگار ہوتا ہی اور کسیکو اوسکا لینا جایز نہین ہی الا جسکو صدقہ دیدی اور وہ فقیر ہو جب

كان كذلك فكيف يمكن المعاملة بالناس في هذا الزمان مع الاحتراز عن الشبهات فان كثيرا ما في ايديهم
حال یہہ کہ تو اس زمانہ مین لوگون سی شبہات سی بچکر معاملہ کرنا کیونکر ممکن ہو سکتا ہی کیونکہ اکثر مال جو اونکی قبضہ مین ہین

من الاموال اما حرام او خبيث بسبب ظلم بعضهم بعضا بالغصب والسرقة والخيانة والتزوير ونحوها
یا حرام ہین یا خبیث مشکوک آپسکی ظلم سی بسبب غصب یا چوری یا خیانت یا دغا بازی وغیرہ کی

او بسبب عدم مراعاة شرائط الشرع في معاملاتهم فالاخذ بالقول الاحوط والاحتراز عن الشبهات في هذا
یا اپنی معاملات مین شرعی شرایط کی رعایت نکرنی سی پس محتاط قول کو لینا اور شبہات سی بچنا اس

الزمان يستدعي ان لا يعامل مع الناس ويقتضي العزلة عنهم والفرار الى الجبال وسكنى المغارات وبطون الاودية
زمانہ مین یہہ چاہتا ہی کہ لوگون کی ساتھ کوئی معاملہ نکیجئی اور اونسی سراسر الگ ہوکر پہاڑون مین بہاگ جائی اور غارون اور نالون کی اندر رہا کری

ويرتع العشب والكلاء وفي هذا حرج عظيم وتكليف بما لا يطاق وكلاهما منفيان في الشرع بالنص لان الانسان
اور کہاس پہونس کہا لیا کری اور اسمین بڑا ہی حرج اور طاقت سی زیادہ تکلیف ہی اور شرع کی اندر یہہ دونو بدلالت نص نہین ہین کیونکہ انسان کی طبیعت

مدني بالطبع لا يمكنه ان يعيش وحده بل لا بد له ان يعيش مع الناس فيتعين في هذا الزمان لا محالة الاخذ
ملنسار ہی یہہ کب ہو سکتا ہی کہ اکیلا گذران کری بلکہ بالضرور اوسکی گذران آدمیون مین ہوگی پس اس زمانہ مین بالضرور امداد اوسی روایت سی لینی چاہئی

بما قال محمد ومن تبعه من المشائخ من جواز اخذ مال الغير باذنه ورضائه بعوض وبغير عوض ما لم يعلم كونه
جو امام محمد کہتی ہین اور اونکی تلمیذ بعضی مشایخ کہ غیر کا مال اوسکی اجازت اور خوشی سی لینا بدلہ مین اور بن بدلہ جب تک صاف ظاہر معلوم نہو

حراما بعينه تمسكا باصول مقررة في الشرع من ان اليد دليل الملك وان الاصل في الاشياء الاباحة وان
جائز بتاتے ہیں قواعد مقررہ شرع سے تمسک کرکر کہ قبضہ دلیل ملک ہوتا ہے اور اصل اشیاء میں اباحت ہے اور
اليقين لا يزول بالشك وانما يزول بيقين مثله وان الثمن في العقود والفسوخ اذا كان من النقود لا يتعين
یقین شک سے دفع نہیں ہوتا یقین جب ہی جاتا ہے تب ویسا ہی یقین ہو اور ثمن عقود اور فسوخ میں اگر نقد روپیہ ہوتا ہے تو تعین کرنے سے
بالتعيين بل يثبت بالذمة حتى لو اشير الى الثمن النقد ودفع غيره يجوز بخلاف المبيع فانه يتعين بالعقد حتى
متعین نہیں ہوتا بلکہ ذمہ پر لازم ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر ثمن نقد کو اشارہ سے متعین کرے اور روپیہ اور دیدیوے تو جائز ہے برخلاف مبیع کے پس مبیع عقد کرنے سے متعین ہو جاتا ہے
لا يجوز استبداله باخر واقامته مقامه الا بالفسخ وتكرار العقد وبما قال الكرخي وقد صرحوا بكون الفتوى عليه
یہانتک کہ اوسکو اور مبیع سے بدل دینا اور بدلہ اوسکی جگہ رکھنا جائز نہیں ہے جبتک پہلا فسخ اور دوبارہ عقد نکیا جاوے اور تمسک کرے امام کرخی کی قول سے کہ صاف کہہ چکے ہیں
في هذا الزمان ان المشتري بحرام بعينه حلال طيب الا ان يشار اليه حين العقد ثم يسلم فحينئذ يكون ملكا خبيثا
کہ اس زمانہ میں فتوی ایسی پر ہے کہ شی خریدی ہوئی ثمن معین حرام سے حلال پاکیزہ ہوتی ہے مگر اوس صورت میں کہ عقد کرتے ہوئے اوس ثمن حرام کی طرف اشارہ کریں پھر وہی دیدیں
واجب التصدق وبما ذهب اليه ابو حنيفة من ان الخلط الرافع للتميز استهلاك موجب للتملك والضمان وبما روي
پس وہ شی ملک خبیث ہوگی اوسکا تصدق کردینا واجب ہے اور تمسک کرنا امام ابو حنیفہ کی مذہب سے کہ ملا دینا دو چیز کا جسمیں امتیاز باقی نرہے ہلاک کردینا ہے اسمیں ملک حاصل ہو جاتی ہے اور ضمان
عنه ان سبب الطيب وجوب الضمان لا اداؤه نعم ما لا يدرك كله لا يترك كله فان الاحتراز عن جميع الشبهات لما
اور تمسک کرنا جو انسے مروی ہے کہ سبب حلت کا وہی ضمان کا لازم آنا ہے اوسکا ادا کرنا نہیں ہاں جو چیز سراسر میسر نہ آوے تو سراسر چھوڑنا نہ چاہئے بیشک احتراز تمام شبہات سے چونکہ
لم يكن ممكنا في هذا الزمان لزم الاحتراز عن الشبهات التي يمكن الاحتراز عنها في تحقق التقوى لان الطاعة
اس زمانہ میں ممکن نہیں ہے تو احتراز کرنا ایسی شبہات سے جو کہ سہل ہیں واسطے ثبوت تقوی کی لازم ہے اسواسطے کہ طاعت موافق طاقت کی ہوتی ہے
بحسب الطاقة فمن اتقى عما في وسعه من الشبهات يرجى من فضل الله تعالى ان يعفو عنه ما ليس في وسعه
پھر جو شخص اپنی مقدور بھر شبہات سے بچتا ہے تو اللہ کی فضل سے امید ہے کہ اوسکو وہ معاف کردے جو اوسکی طاقت سے باہر ہے
ويجعل له ثواب المتقين واما طعام اهل الوظائف من الاوقاف او بيت المال فهو كسائر المكاسب فان الكسب
اور اوسکو ثواب متقین کا عنایت کرے اور رہا کہانا وظیفہ داروں کا اوقاف میں سے یا بیت المال میں سے سو وہ ایسا ہی جیسے اور تمام کمائی کیونکہ فائدہ لینا
بالبيع والاجارة ونحوها اذا روعي فيها شرائط الشرع كما يكون حلالا طيبا كذلك الوقف اذا صح وروعي فيه شرائط
بیع اور اجارہ وغیرہ سے اگر اوسمیں شرطیں شرعی رعایت کی جاویں جیسے حلال طیب ہوتا ہے ایسی ہی وقف اگر صحیح ہو اور شرطیں وقف کی اوسمیں
الواقف يكون حلالا طيبا وكذا بيت المال يحل لمن كان مصرفا له واخذه بقدر الكفاية وتفصيل الكفاية على ما
رعایت کی جاویں تو حلال طیب ہوتا ہے اور ایسی ہی بیت المال حلال ہوتا ہے اگر اوسکی قابل ہو اور بقدر کفایت لیا کرے اور تفصیل کفایت کی موافق بیان
في الاحياء وغيره من الكتب في السلوك ولا فرق بين الوقف وبين بيت المال وبين غيرهما من المكاسب في كون
احیاء وغیرہ کتب کی سلوک میں ہے اور درمیان وقف اور بیت المال وغیرہ آمدنیوں کی اس باب میں کچھ فرق نہیں ہے
كل منها حلالا طيبا اذا روعي فيه شرائط الشرع وفي عدم كونه حلالا اذا لم يراع فيه شرائط الشرع وذكر في الواقعات
کہ یہ سب حلال طیب ہیں اگر انمیں شرایط شرعی رعایت کیجاویں اور مردار خبیث ہوں ہیں اگر انمیں شرایط شرعی رعایت نہوویں اور واقعات میں مذکور ہے
ان الذين يقضون ويفتون ويشتغلون بالتعليم وياكلون من بيت المال فانهم ليسوا عاملين بالاجرة بل هم عاملون
کہ جو لوگ حکم کرتے ہیں اور فتوی دیتے ہیں اور درس تدریس میں مصروف رہتے ہیں اور بیت المال میں سے کہاتے ہیں سو یہ لوگ یعنی قاضی مفتی مدرس مزدور نہیں ہیں
لله تعالى واجرهم على الله تعالى وكذلك ما يعطيه الامراء والسلاطين من اموالهم الى رجل حلال ما لم يعلم انه حرام
بلکہ اللہ کا کار بار کرتے ہیں اور انکا اجر خدا پر ہے اور ایسی ہی جو کہ امراء اور سلاطین اپنی مال میں سے کسیکو کچھ دیتے ہیں سب حلال ہے جبتک معلوم نہو کہ وہ شی خاص حرام ہے

بعينه

بعينه ثم درجات الحلال كثيرة متعالية بعضها أعلى من بعض لكن في زماننا لا يمكن الأخذ بالقول الأحوط في

ان مرتبے حلال کی بہت ہیں ایک سے ایک بالا پر ہماری زمانہ میں تقوی کی باب میں احتیاط کا قول پر عمل کرنا ممکن نہیں ہی

التقوى لأن الاستقصاء البالغ في الحلال على قانون الورع الأعلى في زماننا مما يفضي إلى الحرج وهو مدفوع في الدين

کیونکہ حلال کی باب میں نہایت درجہ کا مبالغہ کرنے سے موافق قواعد اعلی تقوی کی پرہیز کی ہمارے زمانہ میں بڑا حرج ہوتا ہی اور دین کی اندر حرج نہیں ہی

بل الشرع هو الميزان المستقيم فما لا يمنعه الشرع فهو حلال رحمة من الله تعالى على عباده فإذا تمسك أحد بالشريعة

بلکہ شرع سیدہی ترازو ہی جسکو شرع ابا نکرے وہ سب حلال ہی یہہ اسد کی طرف سے بندوں کی حال پر کمال رحمت ہی اور جبکوئی شریعت سے سند لاوی

فليس لأحد أن ينكر عليه لأن الإنكار عليه استخفاف بالشريعة ومن استخف بالشريعة يخاف عليه زوال الإيمان

پہر یہہ کسیکا مقدور نہی کہ اوسی انکار کری کیونکہ اسپر انکار کرنا شریعت کی تحقیر ہی اور جو شخص شرع کی تحقیر کری اوسپر کفر کا خوف ہی

إذا تحقق هذا فالورع والتقوى في هذا الزمان أن يجعل ما في يد كل إنسان ملكا له ما لم يتيقن أنه بعينه مغصوب

جب یہہ امر ثابت ہوا تو ورع اور تقوی اس زمانہ میں یہہ ہی کہ جو چیز جس شخص کی قبضہ میں ہی اوسی کی ملک مانی جاوی جبتک یقینی معلوم نہو کہ یہہ خاص چیز چہینی ہوئی

أو مسروق وإن علم يقينا أن في ماله حراما إذ قد قال قاضيخان في فتاواه رجل دخل على سلطان فقدم إليه شيء

یا چورائی ہوئی ہی اگرچہ یہہ بات یقینی معلوم ہو کہ اسکی مال میں حرام ہی ملا جلا ہی اسلئے کہ قاضیخان اپنی فتاوی میں کہتا ہی کہ ایک شخص حاکم کی پاس گیا حاکم نے اوسی کو کچھ چیز

من المأكولات إن لم يعلم أنه بعينه غصب يحل له أن يأكل لأنه لم يعلم بالحرمة والأصل في الأشياء الإباحة

کہانیکو دی اگر یہہ نہ معلوم ہو کہ یہہ ہی خاص غصب کی ہوئی ہی تو اوسکو کہا لینا حلال ہی اسلئے کہ اوسکی حرمت معلوم نہیں ہی اور اصل اشیاء میں اباحت ہی

وإن علم أنه بعينه حرام لا يحل له أن يأكل منه لأنه علم بالحرمة وسئل أبو بكر البلخي عن الفقير أنه لو أخذ

اور اگر معلوم ہو کہ یہہ خاص چیز حرام ہی تو کہانا حلال نہیں ہی کیونکہ حرمت معلوم ہو گئی کسی نی ابو بکر بلخی سے فقیر کا حال پوچہا کہ اوسنی اگر

جائزة السلطان مع علمه أن السلطان أخذها غصبا أيحل له ذلك قال إن السلطان إن خلط الدراهم

عطیہ سلطان کا مغصوب جان بوجہ کر لیلیا تو کیا اوسکو یہہ حلال ہی جواب دیا اگر سلطان نی دراہم ایک قسم کی دوسری

بعضها ببعض فلا بأس بأخذه وإن دفع إليه عين الغصب من غير خلط لا يجوز له أخذه قال الفقيه أبو الليث

قسم میں ملا دئی تو لینی میں کچھ خوف نہیں ہی اور اگر اوسکو مغصوب درہم دئی کہ وہ ہی بدون ملانی کی دیدئی تو لینا جائز نہیں ہی فقیہ ابو اللیث کہتی ہیں

هذا الجواب يستقيم على قول أبي حنيفة إذ عنده من غصب الدراهم من قوم وخلط بعضها ببعض يملكها الغاصب

یہہ جواب ابو حنیفہ کی قول پر درست ہوتا ہی اسلئے کہ امام کی نزدیک اگر کسینی دراہم کسی سے چہین کر ایک کو دوسری میں ملا دئی تو غاصب مالک

ويكون مديونا لهم وذكر في بستان العارفين أن الناس اختلفوا في أخذ جائزة السلطان قال بعضهم يجوز ما

اور اوسکا قرضدار ہو جاتا ہی اور بستان العارفین میں مذکور ہی کہ فقہاء میں در باب قبول کرنی عطیہ سلطان کی اختلاف ہی کوئی کہتا ہی جائز ہی

لم يعلم أنه يعطيه من الحرام وقال بعضهم لا يجوز أما من أجازه فقد ذهب إلى ما روي عن علي بن أبي طالب

جبتک نہ معلوم ہو کہ یہہ حرام کا مال دیا ہی اور کوئی کہتا ہی جائز نہیں ہی پہر جو شخص جائز کہتا ہی تو اوسنی وہ اختیار کیا ہی جو علی بن ابی طالب سی روایت ہی

أنه قال السلطان يصيب من الحلال والحرام فما يعطيك فخذه فإنما يعطيك من الحلال وروي عن عمر أنه عليه السلام

کہ فرمایا سلطان کی پاس حلال اور حرام سب آتا ہی پہر جو تجکو دیتا ہی سو لیلی کیونکہ تجکو حلال ہی دیتا ہی اور عمر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی

قال من أعطي شيئا من غير مسألة فليأخذه فإنما هو رزق رزقه الله تعالى وروي عن حبيب بن أبي ثابت أنه قال

فرمایا جسکو کوئی شخص بن مانگی کچھ دیدی تو لی لینا چاہئی کیونکہ وہ اسد تعالی نی رزق بہیجا ہی اور حبیب بن ابی ثابت سی روایت ہی کہ کہتا ہی

رأيت ابن عمر وابن عباس يأتيهما هدايا المختار فيقبلانها مع كونه مشهورا بالظلم وروى محمد بن الحسن عن أبي حنيفة

کہ میںنی ابن عمر اور ابن عباس دونوکو دیکہا ہی کہ اونکی پاس ہدیہ مختار کا آتا اور وہ دونو لیلیتی باوجودیکہ مختار ظالم مشہور تہا اور محمد بن الحسن نے ابو حنیفہ سی اور وہ حماد سی

عن حماد ان ابرهیم النخعی خرج الی زهیر ابن عبد الله الازدی وکان عاملا علی حلوان یطلب جائزته هو وابو زر

روایت کرتی ہین کہ ابراہیم نخعی زہیر بن عبد اللہ ازدی کی پاس جب وہ حلوان کا عامل تہا اپنا جائزہ لینی گئی وہ اور ابوزر ہمدانی دونو

الہمدانی قال محمد وبہ نأخذ ما لم نعرف شیئا من عطائه حراما بعینه وهذا قول ابی حنیفة المجلس التاسع والستون

محمد کہتا ہی ہماری یہہ ہی سند ہی جبتک نہ معلوم ہو کہ کوئی عطیہ مین بعینہ حرام ہی اور یہہ ہی قول ابو حنیفہ کا ہی اونہترون مجلس

فی بیان لزوم طلب کسب الحلال وای اطیب من المکاسب واقبح منها قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

بیان مین تلاش حلال کمائی کی اور کونسی کمائی پاک ہی اور کونسی بری ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا

ان اطیب ما اکلتم من کسبکم وان اولادکم من کسبکم هذا الحدیث من حسان المصابیح روته ام المؤمنین

بیشک پاکیزہ تر تمہارا کہانا تمہاری کمائی کا ہی اور تمہاری اولاد بہی تمہاری کمائی ہی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین سی ہی ام المؤمنین عائشہ کی

عائشة وفیه تحریض علی الکسب الحلال لان المراد بالطیب ههنا الحلال ومعنی الکسب الطلب والسعی فی تحصیل

روایت سی اسمین کسب حلال کی ترغیب ہی اسلئی کہ طیب سی مراد یہان حلال ہی اور کسب کی معنی تلاش اور کوشش رزق کی واسطی

الرزق وانما جعل الولد کسبا لان الوالد یطلبه ویسعی فی تحصیله فیکون من جملة اکسابه فیجوز له ان یاکل

اور اولاد کو کمائی اسواسطی ٹہرایا کہ اولاد کی طلب ہوتی ہی اور اوسکی لئی سعی کرتی ہین پس تو اولاد اوسکی کمائی مین داخل ہی اب اوسکو جائز ہی کہ اگر

من کسبه اذا کان محتاجا والا فلا الا ان یطیب به نفسه قال الفقیه ابو اللیث فی بستان العارفین کره

محتاج ہووی تو اولاد کی کمائی مین سی کہالی اور نہین تو کہاوی ہان اگر وہ دل سی خوش ہوتا ہو فقیہ ابو اللیث بستان العارفین مین کہتا ہی بعضی لوگ

بعض الناس الاشتغال بالکسب وقالوا الواجب علی کل انسان الاشتغال بعبادة الله والتوکل علیه وحجتهم

کسب اختیار کرنیکو مکروہ کہتی ہین وہ لوگ یہہ کہتی ہین کہ ہر شخص پر شغل عبادت الٰہی کا اور اوسپر بہروسا کرنا واجب ہی اور اونکی دلیل

قوله تعالی وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون وقال النبی علیه السلام ما اوحی الی ان اجمع المال واکن من التاجرین

یہہ آیت ہی اور نہین جو بنائی جن اور آدمی سوا اپنی بندگی کو اور یہہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا مجہپر یہہ وحی نہین آئی کہ مال جمع کرکر تجارت کیا کرون

ولکن اوحی الی ان سبح بحمد ربک وکن من السجدین واعبد ربک حتی یاتیک الیقین وقال عامة اهل العلم الکسب

لیکن یہہ وحی آئی ہی کہ تو یاد کر خوبیان اپنی رب کی اور رہ سجدہ کرنیوالون مین اور بندگی کر اپنی رب کی جب تک پہنچی تجہکو موت اور عام اہل علم کہتی ہین کہ اتنی مزدوری کی

بمقدار ما یکفیه ولعیاله واجب فان زاد علی ذلک فهو مباح ولا یکون الاشتغال بطلب الزیادة حراما اذا لم یرد

کہ اوسکو اور اوسکی عیال کو کافی ہو واجب ہی اگر اس سی زیادہ ہووی تو مباح ہی اور زیادہ کی تلاش اگر فخر اور ریا منظور نہو تو حرام نہین ہی

به الفخر والریاء وحجتهم انه تعالی قد فرض الفرائض ولا یتاتی اداؤها الا بستر العورة وقوة البدن ولا یحصل ستر العورة

ان لوگون کی یہہ دلیل ہی کہ اللہ تعالی نی بیشک فرائض ذمہ پر مقرر کئی ہین اور وہ فرائض بدون ستر عورت اور قوت بدن کی ادا نہین ہوسکتی اور ستر عورت

الا باللباس ولا قوة البدن الا بالقوت اذ قال الله تعالی وما جعلنهم جسدا لا یاکلون الطعام وتحصیل القوة واللباس

بدون پوشاک کی اور بدن کی قوت بغیر کہانی ہوئی نہین ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور نہین بدن نہ بنائی تہی کہ کہانا نہ کہاوین اور میسر آنا قوت اور لباس کا

لا یکون فی الغالب الا بالکسب وما ذکر فی انکار ذلک من الحجة فالجواب عنه ان یقال ان التجارة اما ان یکون

اکثر اوقات بدون کسب کی نہین ہوتا اور جو دلیل اسکی انکار مین مذکور ہوئی ہی تو اوسکا یہہ جواب ہی کہ کہین تجارت یا تو واسطی طلب کفایت کی ہوتی ہی

لطلب الکفایة او لطلب الزیادة علی الکفایة فان کانت لطلب الکفایة فهی واجبة ماجور فاعلها فیکون الاشتغال

یا واسطی طلب زیادت کی قدر کفایت پر پہر اگر واسطی طلب کفایت کی ہی تو واجب ہی ایسا شخص ثواب دیا جاتا ہی پہر تو یہہ دہندا

بها اشتغالا بالعبادة وان کانت لطلب الزیادة فان کان طلب تلک الزیادة لاستکثار المال وادخاره لا لصرفه

بجای خود عبادت ہی اور اگر تجارت واسطی طلب زیادت کی ہی پہر اگر وہ زیادت واسطی کثرت مال اور خزانہ کی ہو کہ خیرات اور حسنات مین کام آوی

الى الخيرات والحسنات فهو اقبال على الدنيا التي حبها راس كل خطيئة فلا يكون الاشتغال بها اشتغالا بالعبادة

تو یہ توجہ دنیا کی ہی جسکی محبت تمام گناہوں کی سردار ہی پس یہ دہندا شغل عبادت کا نہیں ہی

بل ان وجد فيها تلبيس وخيانة يكون فسقا وظلما وان كان طلبها ليواسي بها الفقراء والضعفاء فهي افضل

بلکہ اسمیں اگر کچھ فریب اور خیانت ہووےگی تو فسق اور ظلم ہی اور اگر یہ طلب اسلئی ہی کہ اس مال سی فقرا اور ضعفا کی حاجت مروت عمل میں لاوے

من الاشتغال بالنوافل من العبادات البدنية فكيف لا يكون الاشتغال بها اشتغالا بالعبادة وقد ذكر في الاختيار

تو یہ شغل عبادت بدنیہ میں سی نفلوں کی پڑہنی سی افضل ہی پہر یہ شغل کیونکر عبادت کا شغل نہوگا حال اختیار بیشک اختیار میں مذکور ہی

ان الرسل عليهم السلام كانوا يكتسبون ويأكلون من كسبهم فآدم النبي عليه السلام زرع الحنطة وسقاها وحصدها

کہ رسل علیہم السلام اپنا کام کرکر اپنی کمائی سی کہاتی تہی پس آدم نبی علیہ السلام نی گیہوں بوئی پہر اوسکو پانی دیا پہر کاٹی

وداسها وطحنها وعجنها وخبزها واكلها ونوح النبي عليه السلام كان نجارا وابرهيم عليه السلام كان بزازا وداود

پہر گاہا پہر پیسا پہر خمیر بنایا اور پکاکر کہایا اور نوح نبی علیہ السلام کہاتی کا پیشہ کرتی تہی اور ابراہیم نبی علیہ السلام بزازی کرتی تہی اور داود

النبي عليه السلام كان يصنع الدرع وسليمن النبي عليه السلام كان يصنع المكتل من الخوص ونبينا محمد عليه السلام

نبی علیہ السلام زرہ بنایا کرتی تہی اور سلیمان نبی علیہ السلام برگ خرما کی زنبیل بنایا کرتی تہی اور ہماری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نی

رعى الغنم وذكر في الاحياء ان اصحاب رسول الله عليه السلام كانوا يتجرون في البر والبحر ويعملون في نخيلهم

بکریاں چرائی ہیں اور احیاء العلوم میں مذکور ہی کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خشکی اور دریا میں تجارت اور اپنی باغوں کی اندر کام کیا کرتی تہی

وهم القدوة فيلزم الاقتداء بهم ولا يلتفت الى جماعة انكروا ذلك وقعدوا في المساجد عيونهم طامحة الى ما

اور یہی لوگ پیشوا ہیں انکی پیروی ضرور چاہئی اور کیا اعتبار ہی اون لوگوں کا جو اسی احتراز کرکر مسجدوں میں جا بیٹہی ہیں اور اونکی آنکہیں لوگوں کی مال کو تک رہی ہیں

في ايدي الناس فيسمون انفسهم متوكلين وليسوا كذلك بل خرجوا عن حدود الشرع فانهم قد تمسكوا بقوله تعالى

اور اپنا نام متوکل رکہہ چہوڑا ہی اور حقیقت میں متوکل نہیں ہیں بلکہ یہہ ہی لوگ حد شرع سی باہر نکل گئی ہیں انکی سند یہہ آیت ہی

وفي السماء رزقكم وما توعدون لكنهم بمعناه وتاويله جاهلون فان المراد به المطر الذي هو سبب انبات

اور آسمان میں ہی روزی تمہاری اور جو کچھ تمسی وعدہ کیا پر اونکو اس آیت کی معنی اور تاویل معلوم نہیں ہی کیونکہ اس سی مراد مینہہ ہی جس سی رزق پیدا ہوتا ہی

الرزق فلو كان الرزق ينزل من السماء بغير كسب لما امرنا بالاكتساب والسعي في الاسباب وقد قال الله تعالى فاذا

اور اگر رزق ہمیں آسمان پر سی بی محنت اوترا کرتا تو ہمکو کسب اور سعی کرنیکا حکم ہرگز نہوتا اور اللہ فرماتا ہی پہر جب

قضيت الصلوة فانتشروا في الارض وابتغوا من فضل الله وقال في اية اخرى ليس عليكم جناح ان تبتغوا فضلا

تمام ہو چکی نماز تو پہیل پڑو دنیا میں اور ڈہونڈہو فضل اللہ کا اور ایک اور آیت میں ہی کچہہ گناہ نہیں تمپر کہ تلاش کرو فضل

من ربكم وروي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال من الذنوب ذنوب لا يكفرها الا الهم في طلب المعيشة وسئل

اپنی رب کا اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا گناہوں میں سی بعضی گناہ ایسی ہیں کہ اونکا کچہہ اور کفارہ نہیں سوای مشقت طلب معیشت کی اور ابراہیم سی

ابرهيم عن التاجر الصدوق اهو احب اليك ام المتفرغ للعبادة فقال التاجر الصدوق احب الي لانه في جهاد

کسینی حال سچی تاجر کا پوچہا آیا وہ تمکو محبوب ہی یا نرا عابد جواب دیا مجکو سچا تاجر محبوب ہی اسلئی کہ وہ جہاد کرتا ہی

ياتيه الشيطان من طريق الكيل والميزان ومن قبل الاخذ والاعطاء فيجاهده وقال ابو قلابة لرجل لان اراك

اوسکی پاس شیطان وسوسہ کرتا آتا ہی پیمانہ اور ترازو کی راہ سی اور لینی اور دینی کی طرف سی سو یہہ تاجر اوسپر جہاد کرتا ہی اور ابو قلابہ نی ایک شخص کو کہا اگر

تطلب معاشك احب الي من ان اراك في زاوية المسجد لكن لا ينبغي للتاجر ان يشغله معاشه عن معاده فيكون عمره

میں تجکو معاش کی طلب میں دیکہوں تو بہت بہتر ہی کہ تجکو مسجد کی کونی میں دیکہوں پر تاجر کو یہہ نہیں چاہئی کہ معاش کی دہندہی میں معاد کو بہلا جاوی پہر تو اوسکی عمر

ضائعا وصفقته خاسرة لان ما يفوته من الربح في الاخرة لا يفي به ما يناله في الدنيا فيكون ممن اشترى
برباد ہوتی اور تجارت میں ٹوٹا آیا کیونکہ جتنا اخروی فائدہ اسکا فوت ہوگا اسکا عوض جو دنیا میں پیدا کیا نہیں ہوسکتا پس انھیں سے ہوگا کہ دنیا کی

الحيوة الدنيا بالاخرة بل ينبغي له ان يشفق على نفسه في تجارته ولا ينسى نصيبه من الدنيا للاخرة كما
زندگی بعوض آخرت کی مول لی بلکہ اسکو یوں چاہئی کہ تجارت میں اپنی جان کی غمخواری کرے اور نہ بھولی اپنا حصہ دنیا میں کا آخرت کی لئی جیسا

قال الله تعالى وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا فان الدنيا مزرعة الاخرة وفيها تكتسب الحسنات والمسجد
کہ فرمایا اللہ تعالی نی اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا میں سی ف کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہی اسیمیں حسنات حاصل ہوسکتی ہیں اور مسجد

والبيت والسوق له حكم واحد وانما النجاة بالتقوى وهي تتحقق في جميع الاحوال وقد روي عن ابي ذر انه عليه السلام
اور گھر اور بازار سب کا حال ایک سا ہی اور نجات تقوی ہی سی ہوتی ہی اور تقوی ہر حال میں متحقق ہوتا ہی اور ابوذر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

قال اتق الله حيث ما كنت فان وظيفة التقوى لا تنقطع عن المجردين للدين كيف ما تقلبت بهم الاحوال
اللہ سی ڈرتا رہ جہاں رہی بیشک لوازم تقوی کی دین کی عزلت نشینوں سی کبھی دور نہیں ہوتی اونکا حال کیسا ہی بدلتا رہی

اذ فيها يرون نجاتهم وربحهم وبها يكون حياتهم وعيشهم وانما يتم شفقته على نفسه في تجارته بمراعاة
کیونکہ وہ لوگ اوسی میں اپنی نجات اور فائدہ دیکھتی ہیں اور اوسیمیں اونکی زندگی اور آرام ہی اور تجارت کی اندر غمخواری اپنی جان کی کئی امور کی لحاظ سی پوری ہوتی ہی

عدة امور الاول ان ينوي بما اكتسبه الاستعفاف عن السوال وكف الطمع عن الناس واستعانة على
اول یہ کہ اس نیت سی کماوی کہ مانگنی تانگنی سی بچا رہی اور لوگوں کی طرف طمع نہ کری اور دین کی مدد کری

الدين وقياما بكفاية عياله ليكون من المجاهدين لما روى عن ابي هريرة انه عليه السلام قال من سعى
اور اپنی عیال کی ذمہ داری بجا لاوی تاکہ مجاہدوں میں داخل ہووی کیونکہ ابوہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص اپنی عیال کی

على عياله من حله فهو كالمجاهد في سبيل الله فاذا اضمر في قلبه هذه النيات يكون عاملا في طريق الاخرة
خبر حلال مال سی لی لیوی وہ ایسا ہی جیسی اللہ کی راہ میں مجاہد جب اپنی دل میں یہ نیتیں کریگا تو آخرت کی راہ کا عامل ہوویگا

فان استفاد مالا فقد ربحه في الدنيا والاخرة وان لم يستفد مالا ربح في الاخرة والثاني ان يقصد في صنعته
پھر اگر اوسکو مال ہاتھ آیا تو اسنی فائدہ دنیا اور آخرت دونوں کا پیدا کیا اور اگر مال حاصل نہ ہوا تو آخرت ہی کا فائدہ ہوا دوسرا یہ کہ اپنی پیشی

وتجارته القيام بفرض من الفروض الكفايات اذ لو تركت الصناعات والتجارات كلها بطلت المعائش وهلك
اور تجارت سی یہ قصد کری کہ فرض کفایہ ادا کرتا ہی اسلئی کہ اگر تمام پیشی اور تجارات ترک کردیں تو گذران مشکل پڑجاوی اور خلقت

الخلق لان انتظام امر الكل بتعاون الكل وتكفل كل فريق بعمل اذ لو اقبل كلهم على صنعة واحدة لتعطلت البواقي
مرجاوی کیونکہ سب کی حال کی درستی سب کی امدادی ہوتی ہی اور ہر فریق کی ذمہ داری سی جدی جدی عمل پر اسلئی کہ اگر سب انسان ایک ہی پیشہ کرنی لگیں تو باقی کی پیشی بیکار

وهلكوا لكن الصناعات منها ما هو مهم ومنها ما هو مستغنى عنه لرجوعه الى طلب التنعم والتزين في الدنيا فينبغي
ہوجاویں اور مرجاویں لیکن بعضی پیشی تو بہت ضرور ہوتی ہیں اور بعضوں کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی اونکا مال عیش طلبی ہی اور دنیا کا سنگار اور آرائش ہی پس چاہئی

له ان يشتغل بصناعة مهمة ليكون في قيامه بها كافيا عن المسلمين مهما في الدين ولا يشتغل بصناعة
ہی کہ ضروری پیشہ کا اختیار کری تاکہ اوس پیشہ سی ضروریات دین میں سب مسلمانوں کا حاجت روا ہو اور نقاشی اور زرگری وغیرہ

النقش والصياغة وجميع ما تزخرف به الدنيا وذكر في الاختيار ان افضل اسباب الكسب التجارة ثم الزراعة
و تمام ایسی پیشی جنمیں دنیا کی زیب و زینت ہی اختیار نکری اور اختیار میں مذکور ہی کہ عمدہ اسباب کمائی کا تجارت ہی پھر کھیتی

ثم الصناعة لما روى انه عليه السلام قال الحرفة امان من الفقر ومنهم من فضل الزراعة على التجارة لكونها
پھر دستکاری کری کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ حرفہ فقیری سی بچاتا ہی اور بعضی تجارت سی کھیتی کو بہتر کہتی ہیں کیونکہ اسکا

ف کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہی

اہم

انفعها اذ قد روی انه علیه السلام قال ما من مسلم زرع زرعا وما غرس شجرة فتناول منها انسان او دابة
نفع عام ہوتا ہے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو مسلمان کھیتی کرتا ہے اور درخت لگاتا ہے پھر اوس میں سے کوئی انسان یا چوپایہ

او طیر الا کانت له صدقة والثالث ان لا یمنعه سوق الدنیا عن سوق الاخرة وهو المسجد فینبغی له ان
یا پرندہ کہاوے تو اوسکے لئے صدقہ ہوگا اور تیسری یہہ کہ دنیا کا بازار آخرت کے بازار سے نہ روک رکھے کہ وہ مسجد ہے سو اولے چاہئے کہ

یجعل اول النهار الی وقت دخول السوق لاخرته فیلازم المسجد فی ذلک الوقت ویواظب علی الاذکار والاوراد
اول روز یعنی صبح کے وقت جبتک دکانیں کہلکر بازار جاری ہو آخرت کے لئے مقرر کرے اوس وقت میں مسجد کی پیٹہا ہوا ذکر او وظیفہ میں مشغول رہے

لیکون من الذین قال الله تعالی فیهم فی بیوت اذن الله ان ترفع ویذکر فیها اسمه یسبح له فیها بالغدو
تاکہ اون زمرہ میں داخل ہو جنکے حق میں اللہ تعالی فرماتا ہے اون گہروں میں کہ اللہ نے حکم دیا ان کو بلند کرنیکا اور وہاں اوسکا نام پڑہنے کا یاد کرتے ہیں اوسکی وہاں صبح اور

والاصال رجال لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله ثم انه مهما سمع الاذان للظهر والعصر ینبغی له ان یفرغ
شام وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سوداگری میں نہ بیچنے میں اسکی یاد سے پہر جب وہ ظہر اور عصر کی اذان سنا کرے تو لائق ہے کہ شغل سے فارغ ہوکر

عن شغله وینزعج من مکانه ویدع کل ما کان فیه لان ما یفوته من فضیلة التکبیر مع الامام فی اول الوقت
اپنی جگہ سے کہڑا ہو جاوے اور سب کار بار چھوڑ دے اسلئے کہ اول وقت میں امام کی ساتھ تکبیر اولی کا ثواب جو فوت ہو جاویگا

لا یوازیه بها الدنیا بما فیها وقد جاء فی تفسیر قوله تعالی رجال لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله انهم کانوا
اوسکی برابر دنیا اور جو دنیا میں ہے کچہہ نہیں ہوسکتا اور اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے وہ مرد غافل نہیں ہوتے سوداگری میں نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے کہ وہ لوگ

حدادین وخرازین وکان احدهم اذا رفع المطرقة او غرز الاشفی فسمع الاذان لم یخرج الاشفی ولم یوقع المطرقة
لوہار اور موچی تہے اور ہر ایک کا یہہ حال تہا کہ اگر ہتوڑا اوٹہایا یا سُتاری گاڑ دی پہر اذان سن پائی تو پہر نہ سُتاری نکالتا اور وہ ہتوڑا نہ مارتا

بل رمی بها وقام الی الصلوة وهکذا یکون تجارة من یتجر لطلب الکفایة لا للتنعم فی الدنیا فان مثله یتجر فی الدنیا
بلکہ سب پہینک کر نماز کو چلی جاتی جو لوگ کفایت کی طالب ہوتی ہیں اور عیش دنیا کا مقصود نہیں رکہتی اونکی ایسی تجارت ہوتی ہے کیونکہ ایسے لوگ دنیا کی تجارت کرتے ہیں

ولا یضیع دینه فی تجارته لعلمه بان ربح الاخرة اولی بالطلب من ربح الدنیا فان من یطلب الدنیا للاستعانة
اور اس تجارت میں دین ضایع نہیں ہوتا اسلئے کہ جانتے ہیں کہ آخرت کا فائدہ طلب کرنا دنیا کی فائدہ سے بہتر ہے بیشک جو شخص دنیا آخرت کی امداد کی واسطے حاصل کرتا ہے

بها علی الاخرة کیف یدع ربح الاخرة بل ینبغی له ان لا یکون شدید الحرص علی السوق والتجارة بان یکون اول داخل
وہ آخرت کا فائدہ کیونکر چھوڑ دیگا بلکہ اوسکو یوں لازم ہے کہ بازار اور تجارت پر بہت لالچ نہ کرے کہ بازار میں سب سے پہلے جایا کرے

فیها وآخر خارج منها اذ روی عن معاذ بن جبل وعبد الله بن عمر ان ابلیس یقول لولده زلنبور بکتائبك فأت
اور سب سے پیچھے آیا کرے کیونکہ معاذ بن جبل اور عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ابلیس اپنے بچے زلنبور سے کہا کرتا ہے اپنی کتائب بازار میں لیجا

الاسواق وزین لهم الحلف والکذب والخدیعة والمکر والخیانة وکن مع اول من یدخل فیها وآخر من یخرج منها
اور اونکو بہلا بناکر دکہا خلاف اور جہوٹھ اور فریب اور مکر اور چوری اور اوسکی ساتھ رہ جو بازار میں سب سے پہلے آوے اور سب سے پیچھے جاوے

وفی الخبر ان شر البقاع الاسواق وشر اهلها اولهم دخولا وآخرهم خروجا وطریق الاحتراز عنه ان یراقب
اور حدیث میں ہے کہ سب سے بری جگہ بازار میں اور سب سے برا وہ بازاری جو پہلے آوے اور پیچھے جاوے اور طریقہ احتراز کا یہہ ہے کہ اپنی کفایت کی وقت کو دیکہتا رہے

وقت کفایته فاذا حصل له کفایة وقته ینصرف ویشتغل بتجارة الاخرة هکذا کان یفعل صلحاء السلف
اتنی لگ جاوی تو چلا آوے اور آخرت کی تجارت میں لگے صلحاء پہلے زمانہ کی یونہی کیا کرتی تہی

فمنهم من کان ینصرف بعد الظهر ومنهم من کان ینصرف بعد العصر ومنهم من کان لا یعمل فی الاسبوع الا
اونمیں سے بعضے ایسی تہی کہ ظہر کی بعد چلی آتی تہی اور کوئی ایسا تہا کہ عصر کی بعد چلا آتا تہا اور کوئی ایسا تہا کہ ہفتہ بہر میں

يوما ويومين وكانوا يكتفون بذلك ثم ينبغي للمكتسب ان يراعي في معاملته العدل ويجتنب الظلم لان
ایک روز یا دو روز کام کرتا اور سب اوسیہی پر اکتفا کرتی پہر پیشہ ورکو لازم ہے کہ اپنی معاملہ میں عدالت برتی اور ظلم سی بچتا رہی اسلئی
المعاملة قد تجري على وجه يحكم المفتي بصحتها وانعقادها لكنها تشتمل على ظلم يتعرض به العامل لسخط
کہ بعضی وقت معاملہ ایسی طور پر ہیکت جاتا ہی کہ مفتی اوسکو جایز بتادی اور عقد کو ٹھیک کہی پر اوسمین ایسا ظلم ہوجاتا ہی جس سی اہل معاملہ پر غضب
الله تعالى اذ ليس كل نهي مقتضيا لفساد العقد والمراد من الظلم ما يستضر به الغير فكل ما يستضر به الغير
الہی آجاوی کیونکہ ہر نہی ایسی نہین ہوتی کہ عقد کو فاسد کردیا کری اور مراد ظلم سی یہہ ہی کہ جسمین غیر کا نقصان ہوجاوی پہر جسمین غیر کا نقصان ہوتا ہو
فهو ظلم وانما العدل ان لا يصدر عنه ضرر لاحد والضابط فيه ان لا يحب لاحد الا ما يحب لنفسه فكل ما
وہی ظلم ہی اور عدل وہ ہی جسمین کسیکا کچہہ نقصان نہو اور قاعدہ کلیہ اسمین یہہ ہی کہ ہریک کی لئی وہ ہی بات پسند کری جو اپنی لئی پسند کرتا ہی پہر جو
عومل به لو كان يشق عليه ويثقل على قلبه ينبغي له ان لا يعامل به غيره بل ينبغي له ان يستوي عنده درهمه
معاملہ اسپر دشوار اور اوسکی دل پہ بہاری گذرتا ہو تو چاہئی کہ ویسا معاملہ غیر سی نکری بلکہ یوں لازم ہی کہ اسکی نزدیک اپنا اور پرایا روپیہ یکسان ہووی
ودرهم غيره هذا هو الاجمال واما التفصيل ففي صرة امور الاول ان لا يثني على السلعة فانه ان وصفها
یہہ تو قاعدہ مجمل ہی اور یہی تفصیل سو کئی باتون مین ہی اول یہہ کہ بکری کی چیز کی تعریف نکیا کری کیونکہ اگر ایسی تعریف کی
بما ليس فيها فان لم يقبله منه فهو كذب محض وان قبل منه فهو مع كونه كذبا تلبيس وظلم وان وصفها
جو اوسمین نہین ہی اگر خریدار نمانی پس وہ نرا جھوٹہ ہی اور اگر خریدار اسکی مان لیا تو اب وہ جھوٹ کا جھوٹ اور دہوکا اور ظلم ہی اور اگر اوسکی ایسی تعریف
بما فيها فان علم به المشتري فهو هذيان وتكلم بما لا يعنيه ويحاسب عليه لان كل كلمة تصدر عن الانسان
کی جو اوسمین ہی یعنی سچی پہر اگر خریدار کو معلوم ہی تو یہہ تعریف بیہودہ بکبک ہی اور نکمی بات اور اوسکا حساب لیا جاویگا اسلئی کہ جو بات انسان کی منہہ سی نکلتی ہی
فانه يحاسب عليها لقوله تعالى ما يلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد وان لم يعلم به المشتري ما لم يذكر
اوسپر محاسبہ ہو نیوالا ہی اس دلیل سی نہین بولتا ایک بات جو نہین اوس پاس راہ دیکہتا تیار اور اگر خریدار کو وصف معلوم نہو جبتک یہہ ذکر نکری
فلا باس بذكر القدر الموجود فيه من غير مبالغة واطناب ويكون قصده منه ان تعرفه اخوه المسلم
توجتنا ہو وتنا کہنی مین کچہہ ڈر نہین ہی مبالغہ نکری بات نہ پہیلاوی اور اس بیان سی غرض یہہ ہو کہ برادر مسلمان کو معلوم ہوجاوی تو رغبت سی خریدی
فيرغب فيه ويحصل حاجته ولا ينبغي له ان يحلف عليه البتة لانه ان كان كاذبا فقد اتى باليمين الغموس
اور اوسکا کام بن جاوی اور ہرگز لایق نہین ہی کہ اوسپر قسم کہاوی اسلئی کہ اگر جھوٹہ ہوا تو اسنی یمین غموس کہائی
وهي من الكبائر التي تذر الديار بلاقع وان كان صادقا فقد جعل اسم الله تعالى عرضة لايمانه واساء فيه
وہ یمین ایسا کبیرہ گناہ ہی کہ ملک کو اوجاڑ دیتی ہی اور اگر سچا ہی تو اسنی اللہ تعالی کی نام کو اپنی قسمون کا نشانہ بنایا اور برا کیا
لان الدنيا اخس من ان يقصد ترويجها بذكر اسم الله تعالى من غير ضرورة والثاني ان لا يكتم عيوبها وخفايا
اسلئی کہ دنیا اس مرتبہ سی کمتر ہی کہ بی ضرورت اللہ تعالی کا نام لیکر اوسکو رونق دی جاوی دوسری یہہ ہی کہ نہ اوسکی عیوب پوشیدہ کری اور نہ
صفاتها شيئا اصلا بل يجب عليه ان يظهر جميع عيوبها خفيها وجليها لانه ان اخفى شيئا منها يكون ظالما غاشا
ہرگز کوئی اور بات چہپی ہوئی چہپاوی بلکہ اوسپر یہہ واجب ہی کہ اوسکی تمام عیب چہپی اور ظاہر بیان کردی کیونکہ اگر کوئی عیب اوسمین سی چہپاویگا تو ظالم اور خائن ٹہریگا
تاركا للنصح والغش حرام والنصح واجب ومهما اظهر احسن وجهي الثوب واخفى الوجه الاخر يكون غاشا وكذلك
خیرخواہ نہوگا اور خیانت کرنی حرام ہی اور خیرخواہی واجب اور اگر تہان کا اچہا پلا دکہلاوی اور دوسرا پلا چہپالیوی تو خائن ہوتا ہی اور ایسی
اذا عرض احسن فردي الخف او النعل وامثاله وكذلك اذا عرض المتاع في موضع مظلم والحاصل ان الغش
اگر موزہ کا اچہا فرد پیش کردی اور جوتی کی اچہی پوائی اور مانند اوسکی اور ایسی ہی اگر اسباب کو اندہیری مین سامنی کری حاصل یہہ ہی کہ دغا

حرام في البيوع والصنائع جميعا فلا ينبغي للصانع ان يتهاون بعمله على وجه لو عامله به غيره لما ارتضاه بل ينبغي له

تمام بیوع اور صناعتوں میں حرام ہے سو کاریگر کو نہیں چاہیے کہ اپنے کام میں ایسی سستی برتے کہ اگر کوئی اور اوسکے ساتھ ویسا معاملہ کرے تو کبھی پسند نکرے بلکہ اوسکو چاہیے

ان يحسن الصنعة ويحكمها وان وقع فيها عيب يبين جنبها وبه يتخلص من الغش الحرام ومن كونه ظالما

کہ اپنا کام بہت درست اور مضبوط بناوے اور اگر اتفاقاً عیب دار ہو جاوے تو عیب بیان کر دے اسمیں دغا سے جو حرام ہے اور خلق پر ظلم کرنے سے بچ جاتا ہے

ومن هذا القبيل ما روي عن امام احمد انه سئل عن الرفو بحيث لا يتبين فقال لا يجوز لمن يبيعه ويخفيه و

اور اسی قسم کی امام احمد سے یہہ روایت ہے کہ اون سے کسی نے ایسی رفو کا مسئلہ پوچھا کہ ہرگز معلوم نہو پس جواب دیا بیچنے والے کو جائز نہیں ہے کہ اوس کپڑے کو بیچے اور چھپاوے

انما يحل اذا علم انه يظهره ولا يخفيه او لا يريد بيعه ويدل على تحريم الغش انه عليه السلام مر برجل يبيع الطعام

اور حلال جب ہوتا ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ یہہ بیان کر دیگا چھپاویگا نہیں یا بیچیگا نہیں اور دغا کی حرمت پر یہہ روایت دلیل ہے کہ نبی علیہ السلام ایک شخص کے پاس گذرے کہ وہ گیہوں بیچتا تھا

فاعجبه فادخل يده فرات اصابعه بللا فقال ما هذا يا صاحب الطعام فقال اصابته السماء يا رسول

سو آپکو پسند آئے پھر آپ نے اوسکے اندر ہاتھ ڈالا تو اونگلیاں بھیگ گئیں فرمایا یہہ کیا اے گیہوں والے عرض کیا یا رسول اللہ بوندیں پڑ گئیں ہیں

الله فقال النبي صلى الله عليه وسلم هلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس من غشنا فليس منا ويدل

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسکو اوپر کی طرح گیہوں کے کیوں نکر دیا تاکہ اسکو سب لوگ دیکھتے جو کوئی ہمکو دغا دیوے سو ہم میں سے نہیں اور خیر خواہی

على وجوب النصح باظهار العيوب انه عليه السلام لما بايع جريرا على الاسلام واراد ان ينصرف جذب ثوبه و

کے وجوب پر عیوب کے اظہار سے یہہ دلیل ہے کہ نبی علیہ السلام نے جب جریر سے اسلام پر بیعت لی اور اونسے روانگی کا ارادہ کیا تو آپ نے اوسکو کھینچکر

اشترط عليه النصح لكل مسلم وكان جرير اذا قام الى السلعة ليبيعها بصر عيوبها ثم خير مشتريها ويقول له

یہہ شرط کی کہ مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے رہنا اور جریر کا یہہ حال تھا جب اسباب بیچنے کھڑا ہوتا تو اوسکا عیب دکھا دیتا اور خریدار کو خبر کر دیتا پھر خریدار سے یہہ کہدیتا

ان شئت فخذ وان شئت فاترك وكان واثلة بن الاسقع واقفا فباع رجل ناقة له بثلثمائة درهم وغفل

چاہو لو اور چاہو مت لو اور واثلہ بن الاسقع کھڑے تھے کہ ایک شخص نے اپنی اونٹنی تین سو درہم کو بیچ ڈالی اور واثلہ کو خبر نہ

واثلة وذهب المشتري بالناقة فسعى وراءه وصاح به قال يا هذا اشتريتها للظهر او للحم فقال بل للظهر فقال ان

خریدار اونٹنی لیکر چلتا ہوا پھر واثلہ نے پیچھے سے دوڑ کر پکار کر کہا اے شخص یہہ اونٹنی تو نے سواری کی لی ہے یا ذبح کرنے کو جواب دیا سواری کی واسطے پھر واثلہ نے کہا

بخفها نقبا قد رايته وانها لا تتابع السير فعاد فردها فنقصه البائع مائة درهم وقال لواثلة رحمك الله قد

اسکے تلوے میں زخم ہے میں نے دیکھا ہے یہہ خوب نہیں چل سکتی پس وہ ہٹکر پھیرنے لگا پھر بائع نے سو درہم قیمت کی کم کر دی اور واثلہ سے کہا اللہ تجھپر رحم کرے تو نے

افسدت علي بيعي فقال واثلة انا بايعنا رسول الله صلعم على النصح لكل مسلم وسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم

میری بیع بگاڑ دی واثلہ نے کہا ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلم کی خیر خواہی پر بیعت کی ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

يقول لا يحل لاحد ان يبيع بيعا الا بين ما فيه ولا لمن يعلم ذلك الا بينه وقد تبين من هذا انهم قد فهموا ان النصح

کہ فرماتے تھے حلال نہیں ہے کسیکو کہ کوئی شی بیچے مگر بیان کر دے جو اوسمیں ہے اور عیب کے جاننے والے کو حلال نہیں ہے مگر کہ بیان کر دے اور بیشک اس سے ظاہر ہوا کہ وہ لوگ یہہ سمجھے تھے کہ

من الشروط الداخلة تحت بيعتهم له عليه السلام على الاسلام وهو ان لا يرضى لاخيه المسلم الا ما يرضى لنفسه

وہ شرطوں سے ہے کہ اونکی بیعت اسلام میں داخل ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی اور نصح یہہ ہے کہ پسند نکرے اپنی برادر مسلم کیواسطے مگر وہ بات جو اپنی لیے پسند کرتا ہے

وهذا امر يشق على اكثر الخلق ولن يتيسر على احد الا بان يعتقد امرين احدهما ان يعلم ان تلبيسه العيوب و

اور یہہ بات اکثر خلق پر دشوار گذرتی ہے اور بدون اعتقاد دو بات کی کسیکو میسر نہیں ہو سکتی ایک تو یقین کرے کہ عیوب کو چھپانا اور

ترويجه السلع لا يزيد في رزقه بل يمحقه ويذهب بركته وما يجمعه من متفرقات التلبيسات يهلكه الله تعالى

اسباب کو رونق دینا رزق نہیں بڑھاتا بلکہ اوسکو نیست نابود کر دیتا ہے اور برکت کھو دیتا ہے اور جو مال طرح طرح کی دغا بازیوں سے جمع کرتا ہے اوسکو اللہ تعالی ہلاک کرتا ہے

دفعة واحدة اما بالاحراق او بالاغراق او باخذ اللصوص والظلمة والكفرة والثاني ان يعلم ان ربح الآخرة خير
تلف کر دیتا ہی یا جلا دیتا ہی یا ڈبو دیتا ہی یا چور لیجاتے ہین یا ظالم اور کفار چھین لیتے ہین اور دوسرا یہہ یقین کرے کہ آخرت کا فائدہ

من ربح الدنيا وان فوائد اموال الدنيا ينقضي بانقضاء العمر ويبقى مظالمها واوزارها فكيف يختار العاقل ان يستبدل
دنیا کی فائدہ سے بہتر ہی اور مال کی دنیاوی فائدے جب عمر ہو لیتی ہی سب ہو چکتے ہین اوسکا وبال اور بوجھہ سر پر رہ جاتا ہی پھر عاقل آدمی کو کب پسند آتا ہی کہ ادنی چیز کو

الذي هو ادنى بالذي هو خير فان قيل مهما وجب على التاجر ان يذكر عيوب متاعه لايتم له المعاملة فما الطريق فيها
اعلی شی سی بدل لیوی اگر کوئی کہی جب بیچنی والی پر یہہ واجب ہوا کہ مبیع کی عیب کہدیا کری تو معاملہ کبھی پورا نہوگا پھر اسمین کونسی راہ ہی

فالجواب انه اذا التزم ان لايشتري الا الجيد بحيث لو امسك لنفسه يرتضيه فانه اذا باعه وقنع بربح يسير
تو جواب یہہ ہی کہ تاجر جب یہہ عہد کرلی کہ سواے عمدہ شی کی مول نلیا کری ایسی کہ اپنی لئی اگر بچا رکہی تو مقبول پسندیدہ ہووی سو تاجر جب اوسکو بیچی اور تہوڑی سی نفع پر قناعت

يبارك له فيه لايحتاج الى تلبيس فمن تعود هذا لايشتري المعيب فان وقع في يده نادرا يذكر عيبه ويقنع
کری تو اوسمین برکت ہووے گی دغا فریب کی کچہہ حاجت نہین ہی پھر جسکی یہہ عادت ہوجاویگی تو عیب دار چیز مول نلیگا پھر اگر اتفاقا عیب دار اوسکی ہاتہہ آجاوی تو اوسکا عیب ظاہر

بقيمته وانما يتعذر هذا على التجار لانهم لايقنعون بربح يسير بل يطلبون ربح كثير ولايحصل ذلك الا بالتلبيس
کردی اور اوسکی قیمت ہی پر قناعت کری اور یہہ بات تجار پر اسلئی دشوار گذرتی ہی کہ وہ تہوڑی نفع پر قناعت نہین کرتی بلکہ بڑی فائدہ کی طالب ہوتی ہین یہہ جبہی ہاتہہ آتا ہی

واما من يقنع بربح يسير فيسهل له ذلك وقد حكي عن السلف الصالح كثير من ذلك من جملتها ان ابن سيرين باع
اور جو تہوڑی نفع پر قناعت کرتا ہی اوسپر آسان ہی اور متقدمین صلحاء کی ایسی باتین بہت مشہور ہین اونہین سی ایک یہہ ہی کہ ابن سیرین نی ایک بکری

شاة وقال للمشتري ابين لك ما فيها من العيب انها تقلب العلف برجلها وباع الحسن بن صالح جارية وقال
بیچی اور خریدار سی کہا مین اسکا عیب تجہسی بیان کردون یہہ بکری گہاس کو پاؤن سی روندہ کر خراب کردیتی ہی اور حسن بن صالح نی لونڈی بیچی اور

للمشتري انها تنخمت عندنا مرة دما وهكذا ينبغي ان يكون اهل الدين فمن لا يقدر عليه فليترك المعاملة او
خریدار سی کہا کہ اسنی ہمارے پاس ایکدفعہ تہوکا لال تہا اور دیندار ہون تو ایسی ہون جس سی اتنا نہوسکی تو وہ معاملہ چہوڑدی یا

ليوطن نفسه على عذاب النار والثالث ان لا يجوز في المقدار وذلك بتعديل المكيال والميزان والاحتياط فيهما
دوزخ کی اندر اپنا گہر بناوی اور تیسری یہہ کہ مقدار مین کمی بیشی نکری یہہ امر پیمانہ اور ترازو کی درستی سی ہوتا ہی اور دونون مین احتیاط سی

اذ قال الله تعالى ويل للمطففين الذين اذا اكتالوا على الناس يستوفون واذا كالوهم او وزنوهم يخسرون ولا
کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی خرابی ہی گہٹانیوالون کی وہ کہ جب ناپ لیوین لوگون سی پورا بہر لیوین اور جب ناپ دین اونکو یا تول دین تو گہٹا کر دین

يخلص من هذا الا بان يزيد اذا اعطى وينقص اذا اخذ لان العدل الحقيقي قلما يتصور فان من يستقصي في
اسکا بچاؤ جب ہی کہ دیتی ہوئی کچہہ بڑہا دیوی اور لیتی ہوئی کچہہ کم لی اسلئی کہ ٹہیک پورا پورا بہت کم ہوتا ہی بیشک جو شخص اپنا حق خوب پورا لیوی

اخذ حقه بكماله يوشك ان يتعداه ولذلك اذا اشترى رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا قال للذي يزن
تو عجب نہین کہ حق سی بڑہ جاوی اور اسیلئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی شی خریدتی تو ثمن اداکرنیوالی سی فرماتی

الثمن زن وارجح وكان بعض السلف يقول لا اشتري الويل بحبة فكان اذا اخذ نقص حبة واذا اعطى زاد حبة
ثمن تول دی اور کچہہ زیادہ دی اور بعضی متقدمین کہا کرتی تہی ہم ویل کو بعوض دانہ کی نہین خریدتی پہر اگر کچہہ آپ لیتی تو بمقدار دانہ کی کم لیتی اور اگر اور کو دیتی تو بمقدار

وكان يقول ويل لمن يبيع بحبة جنة عرضها السموات والارض فكل من خلط بالبر ترابا او تبنا ثم كاله يكون
اور کہتی افسوس ہی جو جنت کو بعوض دانہ کی دیدی جسکا پہیلاؤ ہی آسمان اور زمین پس جو شخص گیہون مین مٹی یا تنکی ملاکر ناپ دیوی تو وہ

من المطففين في الكيل وكل قصاب وزن مع اللحم عظما او شيئا لم تجر به العادة يكون من المطففين في الوزن
پیمانہ کا گہٹانیوالا ہی اور جو قصائی گوشت کی ساتہہ ہڈی یا اور کچہہ خلاف رسم جیسی چہیچڑا وغیرہ تولدی تو وہ وزن کہٹانیوالا ہی

واقن

وقس على هذا سائر التقديرات حتى في الذراع الذي يتعاطاه البزاز فانه في وقت الذرع ان رسل الثوب ولم يمده
اور اسی پر تمام تقدیرات یعنی اندازہ کی چیزوں قیاس کرو یہاں تک کہ گز گت جس سی بزاز لین دین کرتا ہی پس بیشک بزاز گز گت کرتی ہوئی اگر کپڑا ڈھیلا کردی اور

اذا اشتراه ومده ولم يرسله اذا باعه فكل ذلك يكون من التطفيف الذي يعرض صاحبه للويل وآخرها ان يصدق
جب آپ خریدی اور کھینچی اور ڈھیلا نکری جب بیچی تو یہہ سب جزو ہی تطفیف ہی جس سی ویل پیش آویگا اور چوتھی ہر وقت بہاؤ کو سچ

في سعر الوقت اذ لا يجوز للانسان ان يلبس على البائع او المشتري سعر الوقت ويغتنم الفرصة ويخفي من البائع غلاء السعر
کہا کری اسلئی کہ کسیکو یہہ جایز نہیں ہی کہ بایع سی یا خریدار سی بہاؤ وقت کا چھپا لیوی اور فرصت کو غنیمت سمجھکر بایع سی بہاؤ کی گرانی

او من المشتري انحطاطه فان من يفعل هذا يكون من الظلمين التاركين للنصح الواجب وقد امر الله تعالى بالعدل و
یا خریدار سی ارزانی پوشیدہ کرلی بیشک جو ایسا کریگا وہ ظالم ہی نصح واجب کا تارک اور بیشک اللہ تعالی کا حکم ہی واسطی عدل اور

الاحسان حيث قال إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ والعدل سبب النجاة فقط وهو يجري مجرى سلامة راس
احسان کی چنانچہ یہہ فرماتا ہی بیشک اللہ تعالی حکم کرتا ہی انصاف کو اور بھلائی کو اور عدل سبب نجات کا ہوتا ہی فقط اور قایم ہی مقام سلامت یعنی اصل

المال والاحسان سبب الفوز ونيل السعادة وهو يجري مجرى الربح فكما لا يعد من العقلاء من يقنع في معاملات
مال کی اور احسان سبب مراد پانی اور حصول سعادت کا ہی اور قایم ہی مقام منفعت کی پہر جیسی کہ عاقل نہیں شمار کیا جاتا جو شخص معاملات دنیا میں

الدنيا براس ماله كذلك في معاملات الاخرة فلا ينبغي للمؤمن ان يقتصر على العدل ويدع باب الاحسان مع انه تعالى
اپنی اصل مال پر قناعت کرتا ہی ایسی ہی معاملات اخروی میں سو مومن کو لایق نہیں ہی کہ صرف عدل پر اکتفا کرکر احسان کا باب بند کردی باوجودیکہ اللہ تعالی

قال وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ وقال في اية اخرى إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ والمراد من الاحسان فيما
فرماتا ہی اور بھلائی کر جیسی بھلائی کی اللہ نی تجھسی اور ایک اور آیت میں فرماتا ہی بیشک مہر اللہ کی نزدیک ہی نیکی والوں سی اور احسان سی مراد یہاں یہہ ہی

نحن فيه ما ينتفع به في المعاملة وهو غير واجب بل هو تفضل وانما الواجب العدل وترك الظلم وينال العامل رتبة الاحسان
کہ معاملہ میں جس بات سی منفعت ہو اگرچہ یہہ واجب تو نہیں پر خوبی کی بات ہی واجب صرف عدل ہی ہی اور ظلم کا نکرنا اور احسان کا رتبہ پاتا ہی

بواحد من عدة امور الاول في الغبن فينبغي له ان لا يغبن صاحبه بما لا يتغابن به في العادة حتى لو بذل المشتري
جو کوئی ان چند امور میں سی کوئی سا عمل میں لاوی پہلی غبن میں یوں لازم ہی کہ مالک کو اتنا نقصان نہ دیوی کہ عادت کی موافق وتنا نہ تہی ہوں یہاں تک کہ اگر مشتری

زيادة على الربح المعتاد لشدة حاجته ينبغي للبايع ان يمتنع عن قبوله لان اخذ الزيادة اذا لم يكن فيه تلبيس
اپنی ضرورت کا مارا فایدہ مروج سی زیادہ دینی لگی تو بایع کو چاہیئی کہ نہ لیوی اس لیی کہ بڑھتی لینی میں اگرچہ دغابازی کی ہووی

وان لم يكن ظلما لكنه ترك للاحسان مع ان من يقنع بربح قليل يكثر معاملاته ويستفيد من تكررها ربحا
اگرچہ ظلم نہیں ہی پر احسان ترک ہوتا ہی باوجودیکہ جو کوئی تھوڑی نفع پر قناعت کرتا ہی تو اوسکی بکری بہت ہونی لگتی ہی اور اسطرح کی بکری میں بہت فائدہ ہو

كثيرا وبه يظهر البركة والثاني في احتمال الغبن فان من يشتري طعاما او متاعا من فقير ويحتمل الغبن ويتساهل
رہتا ہی اور اسیمیں برکت ہوتی ہی اور دوسری نقصان اوٹھانی میں بیشک جو شخص غلہ یا اور مال فقیر سی خریدی اور نقصان اوٹھالی اور اسپر آسانی کرکر

فيه فانه يكون به محسنا داخلا في قوله عليه السلام رحم الله امرأ سهل البيع والشراء واما من يشتري من غني
تو وہ محسن ہوتا ہی اس روایت میں داخل کر رحم کری اللہ اوسپر جو آسان کری بیع اور شراء کو اور جو شخص غنی سی یا کسی سوداگر سی خریدی

تاجر يطلب زيادة على الربح المعتاد فاحتمال الغبن منه ليس بمحمود بل هو تضييع المال من غير فائدة في الدنيا
جو فائدہ مروج سی زیادہ طلب کرتا ہو پس ایسی موقع پر نقصان اوٹھانا قابل تعریف کی نہیں ہی بلکہ بی فائدہ مال کا ضایع کرنا ہی نہ فائدہ دنیا کا نہ آخرت کا

والاخرة وقد ورد في الحديث ان المغبون لا محمود ولا ماجور والكمال ان لا تغبن ولا يغبن وقد كان خيار السلف
اور بیشک حدیث میں آیا ہی کہ مغبون کی نہ تعریف ہی اور نہ ثواب کمال کی بات یہہ ہی کہ نہ کسیکو نقصان دی اور نہ آپ نقصان اوٹھاوی اور عمدہ لوگ

یستقصون فی الشراء ثم یهبون الکثیر من المال فقیل انظروا هم یستقصون فی هذا ثم یهبون الکثیر
خریدمیں خوب پر رحمت لیا کرتی تہی پہر اکثر مال بخشدیتی تہی کسی نی پوچھا خریدنی کی وقت عونی بچکی خوب پورا کرتی ہو پہر اکثر بخشدیتی ہو
[illegible] فقال ان الواهب یعطی فضله والمغبون یضیع عقله والثالث فی استیفاء الثمن وسائر الدیون
[illegible] پرواہیں کرتی جواب دیا بخشنی والا اپنا فضل عطا کرتا ہی اور مغبون اپنی عقل ضایع کرتا ہی اور تیسری ثمن اور قرض پورا لینی میں
والاحسان فیه یکون تارة بالمسامحة وتارة بالامهال والتاخیر وتارة بالمساهلة فی طلب جودة النقد وکل
مسیں احسان کبہی تو درگذر کرنی میں ہی اور کبہی درنگ اور مہلت کرنیمیں اور کبہی سہولت برتنی میں کہرا روپیہ لینی سی اور یہہ تمام امور
ذالك مندوب الیه محثوث علیه لقوله علیه السلام رحم الله امرأ سهل البیع سهل القضاء سهل الاقتضاء
محبوب اور مرغوب ہیں دلیل اس حدیث کی رحم کری الله اوس شخص پر جو آسانی برتی بیع میں آسانی برتی ادامیں آسانی برتی تقاضا میں
فینبغی ان یغتنم دعاء رسول الله صلی الله علیه وسلم وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال اسمح یسمح لك
اوسکو چاہیی کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم کی دعاکو غنیمت سمجہی اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیه السلام نی فرمایا درگذر کر درگذر ہوگی تجہسی
وفی حدیث انه علیه السلام قال من انظر معسرا او ترك له حاسبه الله حسابا یسیرا وفی لفظ اخر اظله
اور ایک حدیث میں ہی کہ نبی علیه السلام نی فرمایا جسنی مہلت دی مفلس کو یا اوسکو معاف کیا تو اوسکی الله تعالی آسانی سی حساب لیگا اور ایک روایت میں ہی اوسکو
الله تحت ظل عرشه یوم لا ظل الا ظله فهذا هی طرق التجارات فی السلف فقد اندرست فمن قام بها فی هذا
الله تعالی اپنی عرش کا سایہ دیگا اوس روز کہ سوا اوسکی کوئی سایہ نہوگا سلف میں تجارت کا یہی طریق تہا جواب پرانا ہوگیا جو شخص اس زمانہ میں
الزمان یکون ممن احیی هذه السنة ویرجی له من فضل الله تعالی جزیل الرحمة

المجلس السبعون

اوسکو پہر قایم کری تو وہ جلانی والا ہی اس سنت کا اوسکی لئی فضل الہی سی رحمت کی بڑی امید ہی
ستروین مجلس میں

فی بیان حرمة الاحتکار وسائر ما یتعلق به من الاحکام الشرعیة

قال رسول الله
بیان احتکار کی حرمت کا اور تمام احکام شرعی جو اس سی متعلق ہیں رسول الله
صلی الله علیه وسلم من احتکر فهو خاطئ هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه عمر بن عبد الله ومعناه
صلی الله علیه وسلم نی فرمایا جسنی احتکار کیا پس وہ خطاوار ہی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سی ہی عمر بن عبد الله کی روایت سی اسکی
ان من یجمع الطعام الذی یجلب الی البلد ویحبسه لیبیعه وقت الغلاء فهو اثم لتعلق حق العامة به و
جو شخص غلہ جمع کرلی جو کہ شہر کی طرف بیچنی آتی ہی اور اوسکو روک رکہی اسلئی کہ گران کر کر بیچی تو وہ گنہگار ہی کیونکہ اوسمیں سب عوام کا حق ہی اور
هو بالحبس والامتناع عن البیع یرید ابطال حقهم وتضییق الامر علیهم وهو ظلم عام وصاحبه ملعون لما
محتکر اوسکو روک کر بیچنی سی بند کر کر اونکا حق باطل اور اونکا حال تنگ کیا چاہتا ہی اور یہہ ظلم عام ہی اور ایسا شخص ملعون ہی کیونکہ
روی انه علیه السلام قال الجالب مرزوق والمحتکر ملعون فانه علیه السلام بین فی هذا الحدیث ان الذی
روایت ہی کہ نبی علیه السلام نی فرمایا غلہ لانیوالا رزق دیاجاتا ہی اور محتکر پر لعنت ہی بیشک نبی علیه السلام نی اس حدیث میں فرمایا کہ جو شخص
یجلب الامتعة والاقوات لیبیعها لتحصیل الربح یحصل له الربح ولا اثم علیه لان الناس ینتفعون به فینا له برکة
اسباب اور قوت لا کر واسطی تحصیل فائدہ کی بیچتا ہی تو اوسکو نفع ہوجاتا ہی اور کچہ اوسپر گناہ نہیں ہی اسلئی کہ سب خلقت اوس سی فائدہ لیتی ہی
دعائهم والذی یشتری الطعام الذی یجیء الی البلد ویحبسه لیبیعه وقت الغلاء فهو ملعون بعید عن رحمة
پہونچتا اونکی دعا سی فائدہ ہوتا ہی اور جو شخص تمام غلہ شہر کی رسدکا خرید کر روک رکہتا ہی تاکہ مہنگا کر بیچی سو وہ ملعون اور الله کی رحمت سی دور
الله تعالی ولا یحصل له البرکة مادام فی ذلك الفعل فاذا رفع امره الی القاضی یامره القاضی ببیع ما یفضل
ہوتا ہی اور اوسکو کبہی برکت نہیں ہوتی جبتک یہہ کار کرتا رہی پہر اگر اوسکی فریاد قاضی تک پہونچی تو اوسکو قاضی وہ تمام غلہ کی بیچنا دیکی [illegible] اوسکی

من قوته وقوت عياله على السعة بمثل القيمة بان يقول له بع كما يبيع الناس ولا يسعّر لقوله عليه السلام
عیال کی فراغت کی ساتھ کہانی سی بڑہی قیمت برابر سی بیچنی کا حکم دی اسطور کہدی کا اسکو بیچ ڈال جیسی اچھی لوگ بیچتی ہیں اور بہاؤ نہ ٹہراوی بدلیل اس حدیث کی
لا تسعّروا فان الله هو المسعّر القابض الباسط الرازق وفي هذا الحديث مبالغة في النهي عن التسعير
تم بہاؤ نہ ٹہراؤ بیشک بہاؤ اسپہی مقرر کرتا ہی جو تنگ کرتا ہی اور فراخ اور رزق دیتا ہی اور اس حدیث میں بہاؤ ٹہرانی کی بڑی ممانعت ہی
اذ بيّن فيه ان التسعير مما يتولاه الله تعالى بنفسه ولم يكله الى غيره من عباده فليس لهم ان يتكلفوا فيه
اسلئی کہ اسمین یہہ بیان ہی کہ بہاؤ کا متولی اللہ تعالی بذات خود ہی اسکو کسی اور پر اپنی بندوں میں سی حوالہ نہیں کیا سو انکو نہیں چاہیی کہ اسمین تکلف کریں
وان فعلوا لا يحصل لهم الا الضيق وشدة عقوبتهم على معارضتهم له تعالى في قضاياه فعلى هذا ينبغي للقاضي
اور اگر کرینگی تو اونکی لئی بجز تنگی اور سختی عذاب کی کچہہ نہوگا کیونکہ مقابلہ کرتی ہیں احکام الہی میں اس بیان کی موافق قاضی کو چاہیی
ان يتعرض لحقه الا اذا كان فيه ضرر للعامة بان يتعدى ارباب الاموال عن قيمتها تعديا فاحشا بان
کہ اوسکی حق میں دخل نہ دیوی ہان اگر عوام کا ضرر ہوتا ہو اسطور کہ مال والی اوسکی قیمت میں تعدی فاحش کرتی ہوں
يبيعوها بضعف قيمتها فح يسعّر القاضي بمشورة اهل الرأي والبصيرة صيانة لحقوق الناس ثم ان من
کہ دو چند قیمت کو بیچنی لگیں تب قاضی اہل رائی اور بصیرت کی صلاح سی عوام کا حق بچانیکی لئی بہاؤ مقرر کردی پہر اگر کسی نی
باع منهم بما قدره القاضي وان صح بيعه لكونه غير مكره على البيع لكن ان كان اذا نقص يخاف ان يضربه
اونمیں کسی قاضی کی بہاؤ پہ بیچا اگرچہ بیع جائز ہی کیونکہ بیع پر زبردستی نہیں ہوئی ہی لیکن اگر ایسا حال ہو کہ اگر اوس بہاؤ سی کم کری تو خوف قاضی کا
القاضي لا يحل للمشتري ما باعه البايع لانه في معنى المكره فيلزم للمشتري ان يقول له عند الشراء بعني ما تحب
ہو تو مشتری کو بایع کا بیچا ہوا حلال نہیں ہی کیونکہ یہہ بہی گویا زبردستی کی بیع ہی سو اب مشتری کو یوں چاہیی کہ خریدنی وقت یہہ لفظ کہدی میری ہاتہہ
فح باي شيء يبيعه يحل فعلى هذا يلزم للقاضي اذا رفع اليه امر المحتكر ان لا يعجل بالعقوبة ولا بالتسعير بل ينهاه
اپنی مرضی کی موافق بیچدی اسوقت جتنی کو بیچیگا حلال ہو دیگا اس صورت میں قاضی کو لازم ہی کہ جب اوسکی پاس محتکر کی فریاد آوی تو نہ عقوبت میں جلدی کری اور نہ بہاؤ مقرر کری
عن الاحتكار ويزجره عنه ويامره بالبيع وان لم يمتثل يعظه ويهدده وان امتنع ولو بعد يحبسه ويعزره
منع اور ملامت کردی اور کہدی کہ بیچڈال اور اگر نہ مانی تو سمجہاوی اور دہمکاوی اور اگر پہر بہی نہ مانی اور نہ بیچی تو اوسکو قید کری اور تعزیر دی
حتى يمتنع عن سوء عمله لانه بارتكاب ما لا يحل له استحق العقوبة وليس فيه حد مقدر فيعزر دفعا للضرر
یہان تک کہ اپنی فعل قبیح سی باز آوی کیونکہ ممنوع بات اختیار کرکر عقوبت کا سزاوار ہوگیا ہی اور اسمین کوئی حد تو مقرر نہیں ہی ناچار واسطی دفع ضرر عوام کی تعزیر
عن الناس بل الصحيح انه ان امتنع عن البيع يبيعه القاضي اتفاقا وهذا فيما يضر حبسه عند الحاجة اليه
دیجاوی بلکہ صحیح یہہ ہی کہ اگر وہ آپ نہ بیچی تو سب فقہاء کی نزدیک قاضی بیچ ڈالی یہہ حکم اوس مبیع کا ہی جسکا بند کر رکہنا حاجت کی وقت ضرر کرتا ہو
مما هو قوت البشر والبهائم كالبر والشعير والتمر والتين والزبيب وقال ابو يوسف كل ما يضر بالناس حبسه سواء
جیسی قوت آدمیوں کا اور جانوروں کا جیسی گیہوں اور جو اور چہارا اور انجیر اور مویز اور امام ابو یوسف کہتی ہیں جس چیز کا روک رکہنا عوام کو ضرر کری برابر ہی
كان ماكولا او غير ماكول فهو احتكار لا يجوز حبسه وان كان ثوبا او ذهبا او فضة ومدة الحبس قيل اربعون
کہ خوردنی ہو یا نہ خوردنی وہ سب احتکار ہوتا ہی اوسکا روکنا جائز نہیں ہی اگرچہ کپڑا ہو یا سونا یا چاندی اور مدت روک رکہنی کی یعنی احتکار کی کوئی کہتا ہی
يوما لما روي انه عليه السلام قال من احتكر اربعين يوما فقد برئ من الله وبرئ الله منه وفي حديث
چالیس دن ہیں کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی احتکار کیا چالیس دن بیشک بیزار ہوا اللہ سی اور اللہ بیزار ہوا اوس سی اور ایک اور حدیث میں ہی
آخر انه عليه السلام قال من احتكر اربعين يوما ثم تصدق به لم تكن صدقته كفارة لاحتكاره وقيل شهر
کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی چالیس روز احتکار کیا پہر وہ شی صدقہ کردی تو یہہ صدقہ کفارہ احتکار کا نہیں ہوسکتا اور کوئی کہتا ہی ایک مہینہ ہی

وهذا في حق المعاقبة في الدنيا واما الاثم فهو حاصل وان قلت المدة ومن حبس غلة ارضه لا يكون محتكرا لانه
اور یہہ مدت واسطی سزاء دنیاوی کی ہی اور لیکن گناہ وہ بہرصورت ہوتا ہی اگرچہ مدت کمتر ہو اور جس شخص نی اپنی زمین کا غلہ جمع کر رکہا تو محتکر نہیں ہوتا اسواسطی
خالص حقه لم يتعلق به حق العامة لكن لو كان للناس اليه حاجة فالافضل له ان يبيعه ولو امتنع عن
کہ یہہ اوسکا خالص حق ہی اس سی حق عوام کا متعلق نہیں ہی لیکن اگر عوام کو اوسکی حاجت ہووی تو پہر افضل یہہ ہی کہ بیچ ڈالی اور اگر نہ بیچی
البيع يكون مسيئا لسوء نيته وقلة شفقته على المسلمين واما ما جلبه من بلد اخر ففيه اختلاف والاحتياط
تو برا کرتا ہی کیونکہ اسکی نیت بری اور مسلمانوں پر شفقت نہیں ہی اور جو غلہ وغیرہ بہر کو دوسرے شہر سی لاوی سو اوسمین اختلاف ہی احتیاط اسمین ہی
في بيعه بسعر يومه حتى ينال الثواب الموعود بقوله عليه السلام من جلب طعاما فباعه بسعر يومه فكانما
کہ اوسی روز کی بہاؤ سی بیچ ڈالی تاکہ وہ ثواب پاوی جسکا اسی حدیث میں وعدہ ہی جو غلہ بہر لیاوی اور اوسی روز کی بہاؤ سی بیچ ڈالی تو گویا
تصدق به وفي لفظ اخر فكانما اعتق رقبة وقد حكي عن بعض السلف انه كان بواسط فجهز سفينة حنطة
اوسنی وہ تمام صدقہ کر دیا اور ایک اور روایت میں ہی گویا اوسنی غلام آزاد کر دیا کسی بزرگ کی حکایت ہی کہ واسط میں تہا اوسنی ایک کشتی گیہوں کی بصرہ کو روانہ کی
الى البصرة وكتب الى وكيله بع هذا الطعام يوم يدخل البصرة ولا تؤخره الى غد فوافق سعة في السعر فقال له
اور گماشتہ کو لکہہ بہیجا اس غلہ کو بصرہ میں پہنچتی ہی بیچ دینا اگلی دن تک نہ رکہنا پہر کشتی پہنچی تو بہاؤ ارزان ہو گیا تاجروں نی
التجار ان اخرته جمعة ربحت فيه اضعافه فاخره جمعة فربح امثاله فكتب الى صاحبه بذلك فكتب اليه صاحبه
کہا اگر جمعہ تک اسے تہام لو تو کئی گونہ فائدہ ہو جاوی اوسنی جمعہ تک تہام لیا تو خوب فائدہ ہوا اور مالک کو اوسکی خبر لکہہ بہیجی مالک نی گماشتہ کو پہر لکہا
يا هذا انا كنا قد قنعنا بربح يسير مع سلامة ديننا وانك قد خالفت فاذا وصل اليك كتابي هذا فخذ المال كله فتصدق
ای شخص ہمنی تو تہوڑے نفع پر دین کی سلامتی کی لئی قناعت کی تہی اور تونی اوسکی خلاف کیا اس خط کی پہنچتی ہی وہ سبکا سب بصرہ کی فقراء کو صدقہ دیدینا
به على فقراء البصرة لعلي انجو من اثم الاحتكار راسا براس فقد علم من هذا ان الاحتكار لا يخلو عن الكراهة
کہ شائد کہ مجکو احتکار کی گناہ سی نجات ملی برابر برابر اس سی معلوم ہوتا ہی کہ احتکار کراہت سی خالی نہیں ہی
وان اتسعت الاطعمة وكثرت الاقوات واستغنى الناس عنها ولم يرغبوا فيها وذلك لان المحتكر ينتظر مبادي
اگرچہ غلہ بہت موجود ہو اور کہانا کثرت سی ملتا ہو اور عوام کو اوسکی نہ پروا ہو اور نہ اوسمین کچہ رغبت ہو اور یہہ اسلئی کہ محتکر کو اسباب ضرر رسانی پر
الاضرار التي هي ارتفاع الاسعار وانتظار مبادي الاضرار محظور كانتظار عينه لكنه دونه والحاصل ان التجارة في
نظر رہتی ہی کہ وہ گران ہونا بہاؤ کا ہی اور اسباب ضرر پر نگاہ رکہنی ایسی ممنوع ہی جیسی نظر رکہنی عین ضرر پر گو اس سی کمتر ہی حاصل یہہ ہی کہ تجارت
الاطعمة والاقوات لطلب الربح مما لا يستحب بل ينبغي طلب الربح في شيء اخر وفي حكم الاحتكار على هذا التفصيل تلقي
غلہ وغیرہ قوت کی منفعت کی واسطی اچہی نہیں ہی بلکہ منفعت اور شی مین حاصل چاہیی اور احتکار ہی مین داخل ہی اسیہی تفصیل پر بڑہ کر
الجلب وهو بفتحتين ما يجلب من بلد الى بلد فانه اذا قرب الى البلد يكره استقباله واشتراؤه ثمه لتعلق حق
جالینا جلب کا اور جلب جیم اور لام کی زبر سی ہی یعنی رسد ایک شہر سی اور شہر کی طرف سوداگر جب شہر کی پاس آپہنچی تو بہر آگی بڑہ کر وہاں جا خریدنا مکروہ ہی کیونکہ اوس سی
العامة به والمتلقي يريد ابطال حقهم وتضييق الامر عليهم وقد نهى النبي عليه السلام عن تلقي الجلب وقال لا تلقوا
عوام کا حق متعلق ہو جاتا ہی اور آگی بڑہ کی لینی والا انکا حق باطل اور انکو تنگ کیا چاہتا ہی اور بیشک نبی علیہ السلام نی تلقی جلب سی منع فرمایا ہی رسد کو آگی بڑہ کر
الجلب وفي حديث اخر انه عليه السلام قال لا تلقوا السلع حتى يهبط بها الى السوق وهذا اذا لم يلبس السعر على الواردين
مت خریدو اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا نہ جاؤ خرید اسباب کو جبتک بازار میں نہ اوتری اور یہہ حکم جب ہی کہ بہاؤ بیوپاری والوں کو معلوم ہو
واما اذا لبس عليهم السعر واشترى منهم متاعهم باقل من قيمته فيتعدد الكراهة ويتاكد الحرمة لان هذا الصنع
اور اگر اونکو بہاؤ معلوم نہو اور اونکی متاع اونسی قیمت کہٹا کر جا خریدی تو اب کئی کراہت جمع ہونگی اور حرمت سخت ہو جاویگی اسلئی کہ یہہ عمل

من الغش الحرام المضاد للنصح الواجب المفسر بان لا يرضى لاخيه ما لا يرضى لنفسه بل هو من الظلم لانه كلما يتضرر
غش خیانت حرام میں داخل ہے اور نصح واجب کی جو خلاف جسکی یہہ تفسیر ہے کہ اپنی بھائی کی واسطی جو اپنی واسطی پسند نکری بلکہ یہہ ظلم ہے اسواسطی کہ جس چیز سے
به المسلم فهو ظلم وانما العدل ان لا يضر احد لاخيه المسلم ولا يحب له الا ما يحب لنفسه لما روي انه عليه السلام
مسلم کا نقصان ہوتا ہو وہ سب ظلم ہے اور عدل وہی ہے کہ کوئی اپنی برادر مسلم کو نقصان نہ دے اور پسند نکرے اوسکی حق میں سوا اوسکی کہ پسند کرے اپنی واسطی کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام
قال لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه قال بعض العلماء من باع شيئا بدرهم فانه لو كان لا يشتريه
نے فرمایا مؤمن نہیں ہوتا کوئی تم میں سے یہاں تک کہ محبوب جانے واسطے اپنے بھائی کی جو محبوب رکھے واسطے اپنی بعض علماء کہتے ہیں جس شخص نے کوئی شی ایک درہم کو بیچی اور اگر وہ شی اور کسیکی
الا بنصف درهم فهو يكون ممن ترك النصح المامور به ولم يحب لاخيه ما احب لنفسه وقد حكي ان يونس بن
ہوتی تو آپ آدھے ہی سے زیادہ کو ہرگز نہ لیتا پس وہ شخص نصح مامور بہ کا تارک ہے اور سے اپنی بھائی کی لئے وہ بات پسند نکی جو اپنے لئے پسند کی تھی حکایت کرتی ہیں کہ یونس بن
عبيد الله انه كان عنده حلل مختلفة الاثمان قيمة بعضها اربعمائة وقيمة بعضها مائتان فذهب الى الصلوة
عبید اللہ کی پاس چادریں مختلف قیمت کی تہیں کوئی چارسو کی تہی اور کوئی دوسو کی پہر یونس اپنی بہتیجی کو
وترك ابن اخيه في الدكان فجاء اعرابي وطلب حلة باربعمائة فعرض عليه من حلل المائتين فاستحسنها واشترى
دکان میں بٹہاکر نماز کو چلا گیا پہر ایک اعرابی نے آکر چادر چارسو درہم کی مانگی اوس لڑکی نی دوسو والی اوسکی سامنی کردی اوسنی پسند کرکی چارسو کو خریدکر
منه باربعمائة وذهب فاستقبله يونس وراى حلته في يده وعرفها فقال بكم اشتريتها فقال باربعمائة
چلا تو اوسکی سامنی سی یونس آگیا وہ چادر اوسکی ہاتہ میں دیکہکر پہچان لی پوچہا کتنی کو لی جواب دیا چارسو کو
فقال لا تساوي اكثر من مائتين فارجع حتى تردها قال هذه تساوي ببلدنا خمسمائة درهم وانا ارتضيها ولا
یونس نی کہا یہہ چادر دوسو سی زیادہ کی نہیں ہے چل پہیر دی اوسنی جواب دیا یہہ چادر ہماری شہر میں پانسو درہم کی ہے میں پسند کرلی ہے میں
اردها فقال له يونس انك وان رضيتها لكن النصح في الدين خير من الدنيا بما فيها فرده الى الدكان ورد عليه
نہیں پہیرتا پہر یونس نی اوس کہا اگرچہ تم نے پسند کرلی ہے لیکن دین کی خیر خواہی بہتر ہے دنیا اور ما فیہا کی خیر خواہی سی پہر اوسکو دکان پر پہٹلایا اور سو روپیہ پہیر دئی
مائة درهم ثم توجه الى ابن اخيه وقال له اما خشيت الله تعالى حتى ربحت مثل الثمن وتركت النصح
پہر بہتیجی کی طرف متوجہ ہو کر کہا تجہکو خدا کا خوف نہ آیا کہ ثمن کی برابر تو نی نفع لیا اور مسلمانوں کی خیر خواہی ترک کردی
للمسلمين فقال له ابن اخيه والله ما اخذها الا وهو راض بها قال فهلا رضيت له ما ترضى لنفسك وابلغ من
بہتیجی نی جواب دیا خدا کی قسم اسنی تو خوب پسند کرکی تہی یونس نی کہا پہر تو نی اوسکی لئی وہ کیوں نکیا جو اپنی لئے پسند کرتا ہے اور اس سے بڑہکر
ذلك ما حكي عن رجل من التابعين انه كان بالبصرة وله غلام بالسوس يجهز اليه السكر فكتب اليه غلامه
ایک شخص تابعی کی حکایت ہے کہ وہ بصرہ میں تہا اور اوسکا غلام سوس میں تہا اوسکی پاس شکر بہیجا کرتا تہا پہر اوسکی غلام نی لکہا
ان قصب السكر قد اصابه افة في هذه السنة فاشتر السكر فانه يربح كثيرا فاشترى من رجل سكرا كثيرا
کہ اس سال میں اکیہہ ماری گئی ہیں شکر خرید لینا اسمیں خوب نفع ہو ویگا سو اوسنی ایک شخص سی بہت سی شکر خرید لی
فلما جاء وقته باعه وربح فيه ثلثين الف درهم فانصرف الى بيته فتفكر ليلته فقال ربحت ثلثين الفا و
پہر جب وقت آیا تو وہ بیچی اور تیس ہزار درہم نفع ہوا پس وہ اپنی گہر چلا گیا پہر تمام شب دل میں سوچا اور کہا میں نے تیس ہزار درہم نفع لیا اور
تركت نصح رجل من المسلمين فلما اصبح غدا اليه فدفع اليه ثلثين الفا فقال بارك الله لك فيها فقال و
خیر خواہی ایک مرد مسلمان کی ترک کی جب فجر ہوئی تو صبح دم اوسکی پاس جاکر تیس ہزار درہم اوسکو دیدئی اور کہا تیری لئی خدا اسمیں برکت دے اوسنی کہا
من اين صارت هذه لي فقال اني كتمتك حقيقة الحال وكان السكر قد غلا في ذلك الوقت فقال رحمك
یہہ درہم میری کیونکر ہو گئی جواب دیا میں نی تجہسی اصل حال چہپا لیا تہا شکر اوس وقت مہنگی ہو گئی تہی اوسنی کہا خدا تجہہ پر رحم کری

قد علمتني الآن وقد طيبتها لك فرجع الى بيته فتفكر وقال ما نصحته لعله استحيى منه فتركها لي فبكر اليه
مجکو اب جتادیا میں تجکو حلال کی وہ پہر اپنی گہر چلا آیا پہر سوچ کر کہا یہہ خیر خواہی نہوئی شاید اوسنے شرم کی مارے مجکو دیدی ہوں پہر جب صبح ہوئی اوسکی پاس

فقال عافاك الله خذ مالك فهو اطيب لقلبي فاخذ منه ثلثين الفا وعلم من هذا ان ليس لاحد ان
گیا اور کہا خدا تجکو معاف کرے اپنا مال لے میرے دل کو یہہ بہت پسند آتا ہے پہر اوسنے تیس ہزار درہم لیلئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسیکو یون نہ چاہیے

ينتهض الفرصة ويخفي من البايع غلاء السعر ومن المشتري انحطاطه فان من يفعل ذلك يكون ظالما
کہ فرصت کو غنیمت سمجھ کر بایع سے گرانی چھپاوے اور خریدار سے ارزانی چھپایا کرے بیشک جو ایسا عمل کریگا وہ ظالم اور خائن

غاشا تاركا للنصح الواجب فان المعاملة قد تجري على وجه يفتي المفتي بصحتها وانعقادها لكنها تشتمل على ظلم
اور نصح واجب کا تارک ہے کیونکہ معاملہ بعضی وقت ایسے طور سے ہوجاتا ہے کہ مفتی اوسکو درست اور منعقد بتادیوی پر اوسمین ایسا ظلم ہوجاتا ہے

يتعرض به العامل لسخط الله تعالى اذ ليس كل نهي مقتضيا لفساد العقد كالبيع عند الاذان الاول الجمعة فانه
کہ اوسکا کرنیوالا نشانہ غضب الہی کا ہوجاوے اسلیے کہ ہر نہی تو عقد کو فاسد نہیں کردیتی جیسے بیع جمعہ کی روز پہلی اذان کی ہوتی ہوئی بیع

وان كان جائزا لكنه مكروه لان فيه اخلالا بواجب السعي هذا اذا قعدا او وقفا فتبايعا اذ قد قال الله تعالى اذا
اگرچہ جایز ہے پر مکروہ ہے اسلیے کہ اسمین سعی واجب میں دیر ہوتی ہے یہہ اوس صورت میں کہ بایع اور مشتری بیٹھ جاوین یا کھڑے رہکر بیع کرین کیونکہ الله تعالی فرماتا ہے

نودي للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع واما اذا تبايعا حال مشيهما فلا كراهة فيه
جب اذان ہو نماز کی دن جمعہ کی تو دوڑو الله کی یاد کو اور چہوڑو بیچنا ہان اگر وہ دونو چلتے چلتے بیع کرلیں تو اسمین کچہہ کراہت نہیں ہے

وكذا يكره النجش وهو ان يزيد في الثمن من لا يريد الشراء بعدما بلغت السلعة قيمتها ليرغب غيره فيها وانما
اور ایسے ہی نجش مکروہ ہوتا ہے نجش یہہ ہے کہ قیمت مبیع کی ایسا شخص بڑھاوے جسکو خریداری منظور نہو جبکہ وہ سودا اپنی قیمت پر آچکا ہو تاکہ غیر کو اسمین رغبت پیدا ہو

كره ذلك لانه تغرير المسلم وظلم له مع انه عليه السلام نهى عن النجش وقال لا تناجشوا هذا اذا بلغت السلعة
اور مکروہ اسلیے ہے کہ اسمین ایک مسلم کی ساتھ دہوکہ اور ظلم ہوتا ہے باوجودیکہ نبی علیہ السلام نے نجش سے منع فرمایا ہے کہ نجش مت کرو یہہ اس صورت میں کہ مبیع

قيمتها واما اذا لم تبلغ قيمتها وزاد في الثمن من لا يريد الشراء الى ان تبلغ السلعة تمام قيمتها لا يكره وكذا يكره
اپنی قیمت پہ آچکی ہو اور اگر ابہی قیمت پر نہیں آئی اور کسی نے ثمن بدون ارادہ خریداری کی بڑھا دیا تا کہ مبیع کی قیمت پوری ہوجاوی تو مکروہ نہیں ہے اور ایسا ہی مکروہ ہے

السوم على سوم غيره بعد رضائهما بثمن لقوله عليه السلام لا يسوم الرجل على سوم اخيه وهو نهي بصيغة
ثمن بڑھانا بارادہ خریدنے کی دوسرے کی خریداری پر جب کہ وہ دونو رضامند ہوچکے ہوں بسبب کہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے اپنی بہائی کی خرید پر کوئی اپنی خرید کا ارادہ نکرے اور

النفي فيكون ابلغ واما اذا لم يركن احدهما الى الآخر فلا باس للغير ان يساومه ويشتريه لانه بيع من يزيد ولا
لا یسوم نہی ہے صورت نفی پر سو اسمین بڑا مبالغہ ہے ہان اگر ابہی ایک دوسرے کی طرف مائل نہیں ہے تو غیر کو کچہہ مضائقہ نہیں کہ قیمت بڑھا کر خرید لے کیونکہ یہہ بیع من یزید ہے

كراهة فيه لورود الاثر فيه وهو ما روي عن انس انه عليه السلام باع قدحا وحلسا ببيع من يزيد وكذا يكره
اسمین کچہہ کراہت نہیں ہے کیونکہ اسمین آثار آئے ہیں ایک یہہ کہ انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک پیالہ اور ٹاٹ بطور بیع من یزید کی بیچا اور ایسے ہی [illegible]

بيع الحاضر للبادي لقوله عليه السلام لا يبيع الحاضر للبادي وهذا اذا كان اهل البلد في قحط وهو يبيع من
بیع شہر والی کی صحرا نشین سے مکروہ ہے واسطے ارشاد نبی علیہ السلام کی کہ شہر والا جنگلی کی ہاتہ نہ بیچا کرے یہہ اس صورت میں ہے کہ شہر کی اندر قحط ہو اور بایع گران قیمت کی لالچ سے

اهل البدو طمعا للثمن الغالي لما فيه من الاضرار بهم واما اذا لم يكن كذلك فلا باس به لانعدام الضرر وقيل
صحرا نشین لوگوں کی ہاتہ بیچے کیونکہ اسمین شہر والوں کو ضرر ہے اور ایسا حال نہیں قحط نہو تو کچہہ مضائقہ نہیں کیونکہ کوئی ضرر نہیں ہے اور بعضی

صورته ان يجيء البادي بسلعة الى المصر فيقول له الحاضر دع سلعتك عندي لابيعها لك بثمن غال ويحبسه
کہتے ہیں اسکی صورت یوں ہے کہ کوئی صحرا نشین شہر میں سودا لیکر آوے سو ایک شہری اوسکو کہے اپنا مال میرے پاس چہوڑ جا میں گران قیمت سے بیچ رکہوں گا پہر اپنے پاس اوسکو

عنده الى ان يغالي في الثمن وهذا مكروه في ايام العسرة ثم ينبغي ان يعلم ان البيع عند الحنفية كما ينعقد بالقول

اتنی وقت رکہہ چہوڑی کہ مہنگا ہو جاوی اور ایسا معاملہ تنگی کی وقتوں میں مکروہ ہی پہر جاننی کی بات ہی کہ بیع حنفیوں کی نزدیک جیسی منعقد یعنی پوری ہو جاتی ہی

ركنه الايجاب والقبول كذلك ينعقد بالفعل وركنه التعاطي فلا بد فيه من الاعطاء من الجانبين عند

اوسکا رکن ایجاب وقبول ہی ایسی ہی ہاتہ کی حرکت سی پوری ہو جاتی ہی اور اسکا رکن لین دین ہی اس بیع میں بایع اور مشتری دونوں کی طرف سی ثمن اور مبیع حوالہ کرنا

البعض وعند البعض يكفي الاعطاء من احد الجانبين اذا بين الثمن او كان معلوما كما لو قال رجل لمن يبيع الحنطة

ضروری ہی اور بعضوں کی نزدیک صرف ایک طرف سی حوالہ کر دینا کفایت کرتا ہی اگر ثمن مقرر ہو چکا ہو یا کسی طور سی معلوم ہو جیسی کوئی شخص گیہوں بیچنی والی سی پوچہی

كيف تبيع الحنطة فقال قفيزا بدرهم فقال كل لي خمسة اقفزة وكال فذهب بها فهذا بيع وعليه خمسة دراهم

کہ گیہوں کیا بہاؤ بیچتا ہی وہ کہی بارہ صاع ایک درہم کی پہر وہ خریدار کہی پانچ قفیز میری لئی ناپ دی اور وہ ناپ دی اور وہ لی گیا سو یہ بیع پوری ہی اور اوسکی ذمہ پانچ

وكذا لو قال البايع للمشتري بعت هذا منك بدرهم فقبضه المشتري ولم يقل شيئا ينعقد البيع وعليه درهم

اور ایسی ہی اگر بایع مشتری سی کہی میں نی یہ سودا تیری ہاتہ ایک درہم کو بیچا پہر مشتری اوس شی کو قبضہ کر لی اور کچہہ نہ بولی تو یہ بیع بہی پوری ہی اور اوسکی ذمہ ایک درہم

وكذا لو اشترى وقرا من الحطب بثمانية ثم قال ائت بوقر اخر والقه ههنا ففعل يكون ذلك بيعا وليطلب

اور ایسی ہی اگر ایک گٹہہ لکڑی کا آٹہہ پیسی کو مول لیا پہر کہا ایک گٹہہ اور لا کر یہاں ڈالدی اور اوسنی لا ڈالا تو یہ بیع پوری ہی اور وہ آٹہہ پیسی

الثمانية وكذا لو كان لرجل على اخر الف درهم وقال المديون لدائنه اعطيك بدينك دنانير ولم يقع بينهما بيع

مانگ لی اور ایسی ہی اگر ایک شخص کی دوسری کی ذمہ ہزار درہم قرض آتی ہوں اور مدیون یعنی قرضدار قرض خواہ سی کہی میں تیری قرضہ کی بابت اشرفیاں اوسی دیتا

بل فارقه ثم اتى بالدنانير ودفعها اليه يكون في تلك الساعة بيعا بالتعاطي واما لو اشترى رجل من اخر وسائد

بلکہ وہ چلا گیا پہر اشرفیاں لا کر اوسکی حوالہ کر دیں تو اب اسوقت تعاطی سی بیع پوری ہو جاوی گی اور اگر ایک شخص کسی دوسری سی تکیی اور فرش

وطنافس وهي منسوجة بعد ولم يضرب الاجل حتى يصير سلما فلا يجوز ولو نسج الوسائد والطنافس وسلمها اليه لا يجوز

خریدی اور وہ ابہی تیار نہوں اور مدت بہی نہ ٹہرا دیں تاکہ بیع سلم ہی ہو جاوی تو یہ بیع جایز نہیں ہی اور اگر تکیی اور فرش تیار کر کر اوسکو حوالہ کر دی تو بہی بیع

ايضا لان التعاطي انما يكون بيعا اذا لم يكن مبنيا على بيع فاسد او باطل واما اذا كان مبنيا عليه فلا فعلى هذا

جایز نہیں ہی اسلئی کہ طرفین سی لین دین کی بیع جب جایز ہوتی ہی کہ اوسکی بنیاد بیع فاسد یا باطل پر نہو اور اگر اوسکی بنیاد بیع فاسد یا باطل پر ہو گی تو جایز نہیں ہوتی اس

ما يفعله اكثر الناس في هذا الزمان من اخذ ما ارادوا من صاحبه من الماكولات وغيرها من غير عقد صحيح

اس زمانہ میں جو اکثر لوگوں کا عمل ہی کہ جو چاہتی ہیں سودا دوکاندار سی کہانی پینی کا سامان اور سوا اوسکی بدون عقد صحیح کی لیلیتی ہیں

ولا معاطاة ولا بيان الثمن الى وقت المحاسبة فذلك حرام وكل من ياكل منه او ينتفع به مع العلم به فهو متعمد

اور نہ ترتیب سی لین دین کرتی ہیں اور نہ حساب کی وقت تک ثمن بیان کرتی ہیں سو یہ سب حرام ہی اور جو شخص اوسمیں سی کہاتا ہی یا جان بوجہ کر فائدہ اوٹہاتا ہی سو وہ قصدا

لاكل الحرام والانتفاع به ومرتكب للاثم اذ فيما سوى الخبز واللحم لا بد من بيان الثمن ليكون بيعا بالتعاطي ثم

حرام خوری کرتا ہی اور نفع حرام لیتا ہی اور گناہ اختیار کرتا ہی اسلئی کہ بجز روٹی اور گوشت کی سب چیزوں میں ثمن مقرر کرنا ضروری ہی تاکہ بیع تعاطی کی ہو جاوی پہر

ينبغي ان يعلم ان البيع الذي لا يجوز ثلثة انواع فاسد وباطل وموقوف اما الفاسد فهو منعقد لكن لا يفيد الملك

یاد رکہنا چاہیی کہ بیع جو جایز نہیں ہوتی تین قسم پر ہی فاسد اور باطل اور موقوف بیع فاسد منعقد تو ہو جاتی ہی پر صرف عقد سی ملک کا فائدہ نہیں دیتی

بمجرد العقد بل انما يفيد بعد قبض المشتري المبيع باذن البايع صريحا او دلالة فانه اذا قبضه في مجلس العقد

بلکہ مفید جب ہوتی ہی کہ خریدار بایع کی صاف اجازت سی یا قرینہ سی مبیع پر قبضہ کر لی پس جب خریدار مجلس عقد میں بایع کی سامنی مبیع پر قبضہ کری

بحضرة البايع ولم ينهه البايع يملكه ملكا خبيثا ولهذا قيل لا يحل له ان يتصرف فيه بتمليك وانتفاع حتى لو

اور بایع اوسکو منع نکری تو خریدار ملک مردار سی اوسکا مالک ہو جاتا ہی اسی لئی کہتی ہیں کہ خریدار کو اوسمیں تصرف کرنا حلال نہیں ہی کسیکو مالک کریگا یا برتیگا

كان طعاما لا يحل له اكله ولو كان جارية لا يحل له وطئها بل يجب على كل واحد من البائع والمشتري فسخ العقد

طعام ہو تو اوسکا کھانا حلال نہیں ہے اور اگر لونڈی ہے تو اوس سے صحبت حلال نہیں بلکہ ہر ایک بائع اور مشتری کو واسطے دفع فساد کی عقد کا فسخ کرنا

دفعا للفساد وان لم يفسخا وباع المشتري ما قبضه بالشراء الفاسد بعقد صحيح ينفذ بيعه لانه ملكه وثالث

واجب ہے اور اگر دونو نے فسخ عقد نکیا بلکہ مشتری نے شراء فاسد سے قبضہ کرکر بطور عقد صحیح کی اوس کو بیچ ڈالا تو اوسکی بیع ہوجاویگی

تمليكه لغيره بالبيع وغيره فلا يتصور بعده الفسخ لتعلق حق العبد به ووجوب الفسخ سابقا كان لحق الشرع

کہ جب مبیع کا مالک ہے تو اوسکی تملیک کا بھی مختار ہے بیع وغیرہ کی مالکیت ہے پھر اوسکی فسخ نہیں ہوسکتا کیونکہ اب اوسی حق عبد متعلق ہوگیا اور پہلی وجوب فسخ عقد

واذا اجتمع حق الشرع وحق العبد يقدم حق العبد لحاجته ثم كان الاولى للمشتري الثاني ان يتنزه عن شرائه

اذ قيل من غلب على ظنه ان اكثر معاملة اهل السوق على الفساد ينبغي له ان يتنزه عن شراء شيء منهم ومع هذا لو

کیونکہ کہتے ہیں جسکو یوں معلوم ہو کہ اکثر معاملات اس بازار والوں کی فساد سے خالی نہیں ہیں تو اوسکو چاہیے کہ اون سے کوئی شی مول نہ لیوی اور پھر بھی اگر اونسے

اشترى منهم شيئا يحل له الانتفاع به اذ كان العقد الاخير صحيحا ومما ينبغي ان يتعلم ان من اشترى متاعا بالف درهم

کوئی شی مول لیویگا تو اوسکو برتنا حلال ہے اگرچہ پچھلا عقد صحیح واقع ہوا ہو اور معلوم رکھنا چاہیے کہ اگر کسی نے ہزار روپیہ کا مال شراء فاسد سے مول لیکر قبضہ کرلیا

شراء فاسدا وقبضه ثم باعه وربح فيه لا يحل له الربح بل يجب عليه ان يتصدق به ومن باع متاعا بالف درهم

پھر اوسکو فائدہ سے بیچ ڈالا تو اوسکو وہ فائدہ حلال نہیں ہے بلکہ اوسپر واجب ہے کہ خیرات کردی اور اگر کسی نے ہزار روپیہ کا مال بیع

بيعا فاسدا وقبض الثمن ثم اشترى به شيئا وباعه وربح فيه يحل له الربح ولا يجب عليه ان يتصدق به والفرق

فاسد سے بیچا اور قیمت لی پھر اوس روپیہ سے اور مال مول لیا اور وہ فائدہ سے بیچا تو اوسکو یہ فائدہ حلال ہے اوسپر خیرات کرنا واجب نہیں ہے اور فرق

بينهما على ما ذكر في الهداية ان المتاع مما يتعين بالتعيين فيتعلق العقد به فيتمكن الخبث في الربح والدراهم والدنانير

ان دونو صورتوں میں موافق بیان صاحب ہدایہ کی یہ ہے کہ اسباب تعیین کرنی سے متعین ہوجاتا ہے سو عقد اسباب معین سے متعلق ہوجاتا ہے پس خباثت فائدہ میں اثر کرجاتی ہے

لا يتعينان في العقود والفسوخ بل يثبت الثمن في ذمة المشتري فلا يتعلق العقد الثاني بعينها فلا يتمكن

عقود اور فسوخ میں متعین نہیں ہوتی بلکہ مشتری کی ذمہ مطلق ثمن ثابت ہوجاتا ہے سو دوسرا عقد اوس دراہم اور دنانیر خاص سے متعلق نہیں ہوتا

الخبث في الربح الا ان يشير اليها وينقد منها فيتعلق سلامة الشراء بها لوقوعها ثمنا فيكون ملكا خبيثا واجب التصدق

اسلئے خباثت فائدہ میں اثر نہیں کرتی ہاں اگر اوسی کی طرف اشارہ کری پھر اوسی میں سے ہم کو دیوی تو اب خریداری اوسی سے متعلق ہوگی کیونکہ وہ ثمن ہے تو اب ملک مردار ہوگی خیرات کرنا

واما الباطل فهو غير منعقد فلا يفيد الملك اصلا ولهذا قيل من غلب على ظنه ان اكثر معاملة اهل السوق على

اور بیع باطل سرے سے منعقد نہیں ہوتی سو کچھ فائدہ ملک کا ہرگز نہیں دیتی اسیلئے کہتے ہیں کہ جسکو یوں معلوم ہو کہ اکثر معاملات اس بازار والوں کی باطل ہوتی ہیں

البطلان ليس له ان يشتري منهم شيئا ولا يحل له ما اشتراه منهم واما الموقوف فهو بيع مال الغير بغير اذنه فانه

تو اوسکو کوئی چیز اونسے مول لینی جایز نہیں ہے اور اونسے جو مول لیگا حلال نہیں ہوگا اور بیع موقوف غیر کی مال کا بے اجازت بیچ ڈالنا ہے یہ بیع اگرچہ منعقد ہو

وان كان منعقدا ومفيد الملك على سبيل التوقف على اجازة مالكه لكن لا يفيد تمام الملك لتعلق حق الغير به

اور فائدہ ملک کا بطور موقوف دیتی ہے یعنی اگر مالک جایز رکھ لی لیکن اجازت بغیر ملک پوری نہیں ہوتی اسلئے کہ غیر کا حق اوس میں اٹکا ہے

وجميع المعاملات الجارية في جميع المغصوبات والغارات الواقعة في هذا الزمان من هذا القبيل ولهذا قال

اور تمام معاملات جو اس زمانہ میں تمام چھینے اور لوٹے ہوئی اشیا میں جاری ہیں سب اسی طرح کی ہیں اور اسیلئے

صاحب البزازية في ايام غارة المسلمين لا يشتري من العسكر شيء لانه حرام ملك الغير ثم ينبغي للتجار ان

صاحب بزازیہ کہتا ہے مسلمانوں کی غارت گری کی عہد میں لشکر والوں سے کوئی شی مول نہ لیوی کیونکہ حرام غیر کی ملک ہے پھر تاجروں کو لائق یہ ہے

يراعي في معاملته العدل ويجتنب الظلم والمراد بالظلم ان يتضرر به الغير فكما يتضرر [illegible]

کہ اپنی معاملہ میں عدل کا لحاظ رکھے اور ظلم سے بچے اور ظلم سے مراد یہ ہے کہ جس سے غیر کو نقصان ہو سو جس میں غیر کا نقصان ہو [illegible]

العدل ان لا يتضرر بمعاملته بشيء ولا يتيسر ذلك الا بالاحتراز عن عدة امور يجمعها ان لا يبخس في

عدل وہی ہے کہ جس میں کسی کا کچھ نقصان نہ ہو اور یہ امر خیال میں نہیں آتا جب تک کئی باتوں سے احتراز نہ کرے ایک یہ کہ مقدار میں تفاوت

المقدار وذلك بتعديل المكيال والميزان والاحتياط لانه تعالى قال ويل للمطففين الذين اذا اكتالوا

نہ کرے اور یہ پیمانہ اور ترازو پوری پوری اور احتیاط رکھنے سے ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خرابی ہے کم دینے والوں کی وہ کہ جب ناپ لیں

على الناس يستوفون واذا كالوهم او وزنوهم يخسرون ولا ينجو من هذا الا من يزيد اذا اعطى وينقص اذا

لوگوں سے پورا بھر لیں اور جب ناپ دیں ان کو یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں اور اس سے وہی بچتا ہے جو دیتے وقت کچھ زیادہ دے اور لیتے وقت کچھ کم لے

اخذ لان العدل الحقيقي قلما يتصور فان من يستقصي في اخذ حقه بكماله يوشك ان يتعداه ولذلك

اسلئے کہ عدل حقیقی بہت ہی کم خیال میں آتا ہے بیشک جو شخص اپنا حق پورا پورا لینا چاہے تو غالب ہے کہ اس پر تعدی کر بیٹھے اور اسی وجہ سے

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اشترى شيئا يقول للوزان زن وارجح وكان بعض السلف يقول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کچھ مول لیتے تو قیمت ادا کرنے والے سے فرماتے تول دو اور کچھ زیادہ دو اور بعضے متقدمین کہتے تھے

لا اشتري الويل بحبة وكان اذا اخذ نقص حبة واذا اعطى زاد حبة ويقول ويل لمن يبيع بحبة جنة عرضها

کہ میں ایک دانہ کی بدلے عذاب نہیں لیتا اور اگر کچھ مول لیتے تو ایک دانہ کم لیتے اور اگر دیتے تو ایک دانہ زیادہ دیتے اور کہتے افسوس ہے جو دانہ کے بدلے جنت دیدے جس کا پھیلاؤ

السموت والارض والثاني ما يجب الاحتراز عنه ان لا يمدح السلعة فانه ان وصفها بما ليس فيها فان لم

آسمان اور زمین ہیں اور دوسرا امر جس کا احتراز واجب ہے یہ ہے کہ مال کی تعریف نہ کیا کرے کیونکہ اگر ایسی تعریف کی جو اس میں نہیں ہے پھر خریدار نے اسکا قول نہ

يقبل قوله فهو كذب محض وان قبل فهو مع كونه كذبا تلبيس وظلم وان وصفها بما فيها فان علم به المشتري

مانا تو یہ صرف جھوٹ ہی جھوٹ ہے اور اگر مان لیا تو جھوٹ کا جھوٹ اور دغابازی اور ظلم ہے اور اگر سچی تعریف کی تو پھر اگر خریدار بھی جانتا ہے

فهو هذيان وتكلم بما لا يعنيه فيحاسب عليه لان كل كلمة تصدر عن الانسان فانه يحاسب عليها لقوله تعالى

تو وہ بیہودہ بک ہے اور کلام بے فائدہ اس پر بھی حساب ہوگا کیونکہ انسان کی زبان سے جو کلمہ نکلتا ہے اس پر حساب ہوگا بدلیل اس آیت کی

ما يلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد وان لم يعرف المشتري ما فيها ما لم يذكر فلا باس بذكر القدر الموجود فيها من

نہیں بولتا ایک بات جو نہیں اس پاس راہ دیکھتا تیار اور اگر خریدار نہیں جانتا جب تک بیان نہ کرے تو پھر جتنا ہے اتنی ہی بیان کرے

غير مبالغة واطناب ولا يحلف البتة لانه ان كان كاذبا يكون يمينه غموسا وهو من الكبائر التي تذر الديار

بدوں مبالغہ اور تطویل کی کچھ مضائقہ نہیں اور قسم ہرگز نہ کھاوے اسلئے کہ اگر جھوٹی ہے تو یمین غموس ہوگی اور یہ قسم ایسی کبیرہ ہے کہ ملک کو اجاڑ دیتی ہے

بلاقع وان كان صادقا فقد جعل اسم الله تعالى عرضة لايمانه واساء فيه لان الدنيا اخس من ان يقصد

اور اگر سچی ہے تو بیشک اللہ کے نام کو اپنی قسموں کا نشانہ بنایا اور اسمیں برا کیا اسلئے کہ دنیا اتنی درجہ کی نہیں ہے کہ اسکو بلا ضرورت

ترويجها بذكر اسم الله تعالى من غير ضرورة حتى قال الفقهاء يكره للتاجر ان يذكر اسم الله تعالى او يصلي على النبي صلى

پر درود — اللہ کے نام سے رونق دیجاوے یہاں تک کہ فقہا کہتے ہیں تاجر کو مکروہ ہے کہ اپنا مال کھولتے ہوئے ترویج کی نیت سے بسم اللہ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

الله عليه وسلم عند فتح متاعه على قصد ترويجه بان يقول اللهم صل على محمد ما اجود هذا والثالث مما

پڑھا کرے اسطور پر کہ کہے سبحان اللہ کیا مال ہے یا اللہم صل علی محمد کیا خوب مال ہے اور تیسرا امر جس کا احتراز کرنا چاہئے

يجب الاحتراز عنه ان يكتم شيئا من عيوب السلعة بل يجب عليه ان يظهر جميع عيوبها خفيها وجليها لانه

یہ ہے کہ مال کا کوئی عیب چھپا رکھے بلکہ بائع پر واجب ہے کہ اسکے تمام عیب ظاہر و باطن جتلا دیوے کیونکہ

اذا اخفى شيئا منها يكون ظالما تاركا للنصح الواجب فمن اظهر احسن وجهي الثوب او عرضه في الموضع المظلم
اگر کچھ بھی عیب چھپاویگا تو خیانت پیشہ نصح واجب کا تارک ہوگا پھر جس نے تھان کا اچھا پلہ دکھلادیا یا اندھیری کی اندر سامنے کیا
وعرض احسن فردي الخف او النعل ونحوهما يكون ظالما والغش حرام في البيوع والصنائع جميعا فلا ينبغي للصانع
یا موزہ یا جوتی کی اچھی اپنی دکھلادی تو یہ شخص خائن ہے اور تمام بیوع اور کاریگریوں میں خیانت کرنی حرام ہے سو کاریگر کو لائق نہیں کہ
ان يتهاون بعمله على وجه لو عامله به غيره لا يرتضيه بل ينبغي له ان يحسن الصنعة ويحكمها ثم يبين عيبها
کہ اپنی کار میں ایسی سستی کیا کرے کہ اگر اوسکی ساتھ کوئی اور کرے تو پسند نہ کرے بلکہ یہی چاہیے کہ کار خوب صورت اور مضبوط بنایا کرے پھر اوسکا عیب بیان کردے
ان وقع فيها عيب فان قيل اذا وجب على التجار ان يذكر عيوب متاعه لا يتم له المعاملة فما الطريق فيها فاعلم ان
اگر اتفاقا عیب واقع ہوگیا ہو اور اگر کوئی یہہ اعتراض کرے کہ جب تاجر پر مال کا عیب بیان کرنا واجب ہوا تو اوسکا معاملہ کبھی پورا نہ ہوگا پھر اسکا کونسا راہ ہی تو سمجھ لے
التاجر اذا شرط على نفسه ان لا يشتري للبيع الا الجيد وقنع بربح يسير يبارك له فيه ولا يحتاج الى تلبيس فمن
کہ تاجر جب اپنی اوپر یہہ شرط کرلے کہ بیچنے کی لئے سواء مال جید کی کبھی نہ لونگا اور تھوڑے سی نفع پر قناعت کرے تو اوسی میں برکت ہووے گی دغابازی کی کچھ حاجت نہیں ہے
تعوّد هذا لا يشتري معيبا فان وقع في يده نادرا يذكر عيبه ويقنع بقيمته وانما يتعذر هذا على التجار لانهم
پھر جسکی یہہ عادت پڑجاتی ہے تو عیب دار مال نہیں لیتا پھر اگر اتفاقا اوسکی ہاتھ آبھی جاوے تو اوسکا عیب بیان کردے اور اوسکی اصل قیمت پر قناعت کرے اور تجاروں پر اسلیے
لا يقنعون بربح يسير بل يطلبون ربحا كثيرا ولا يحصل ذلك الا بالتلبيس والتلبيس حرام فلا يجوز للبايع ولا للمشتري
دشوار ہوتا ہے کہ تھوڑے نفع پر قناعت نہیں کرتے بلکہ بڑی فائدہ کی طالب ہوتے ہیں اور بڑا فائدہ بدون دغابازی کی نہیں ہوتا اور دغابازی حرام ہے سو جایز نہیں ہے نہ
ان يلبس احدهما الآخر لان من يفعل هذا يكون ظالما تاركا للنصح على المسلمين وقد روي انه عليه السلام قال
کہ ایک دوسرے سے فریب کیا کرے اسلیے کہ جو ایسا کریگا وہ ظالم ہے اور مسلمانوں کی خیرخواہی ترک کی اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا
البيعان اذا صدقا ونصحا بورك لهما في بيعهما واذا كذبا وكتما نزعت بركة بيعهما ومن لم يعرف الزيادة والنقصان
بائع اور مشتری دونوں اگر سچ بولیں اور خیرخواہی کریں تو ان کی بیع میں برکت ہوویگی اور اگر جھوٹ بولیں اور عیب چھپالیں تو بیع کی برکت نکل جاویگی اور جو شخص نہ پہچانتا ہو کمی بیشی کو
الا بالمكيال والميزان لا يصدق هذا الحديث ولا يعرف ان الدرهم الواحد قد يبارك فيه ويكون سببا لسعادته
بدون پیمانہ اور ترازو کی نہیں جانتا تو اس حدیث کی تصدیق نہیں کرتا اور وہ یہ نہیں جانتا کہ ایک درہم میں کبھی ایسی برکت ہوتی ہے جسمیں سعادت دین اور دنیا کی حاصل ہو جاوے
في الدين والدنيا بان يصرفه فيما يجب عليه من امر دينه ودنياه وان الالاف المؤلفة قد ينزع عنها البركة وتكون
بطور کہ اوسکو اپنی واجبات دینی اور دنیوی میں صرف کرے اور بیشک ہزاروں جمع کیے ہوئے میں سے کبھی برکت نکل جاتی ہے وہ ہی اوسکو
سببا لهلاكه في الدنيا والآخرة اما في الدنيا فكما يشاهد في هذا الزمان من تسلط الظلمة عليه واخذ ماله بانواع
دین اور دنیا میں لے ڈوبتا ہے چنانچہ اس زمانہ میں دیکھتے ہیں کہ ظالم لوگ غالب ہوکر اوسکی تمام مال متاع طرح طرح کی عذاب دیکر
العقوبات واما في الآخرة فبان يصرفها في المحرمات والمنكرات لا سيما في الرشوة التي يكون بها كل واحد من الراشي
چھین لیتے ہیں اور رہا آخرت میں سو اس وضع سے کہ مال کو حرام اور ممنوعات میں خرچ کرتا ہے خاص کر رشوت میں جسکی باعث سے ہر ایک ملعون ہو رشوت دینے والا
والمرتشي والساعي بينهما مطعونا بلعن رسول الله صلى الله عليه وسلم فمن اراد ان يتيسر عليه النصح للمسلمين فلا بد له
اور رشوت لینے والا اور بیچ کا دلال ملعون ہو جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت سے پس جسکا یہہ ارادہ ہووے کہ اوسکو نصیحت اہل اسلام کی
من امرين احدهما ان يعلم ويعتقد ان تلبيسه لا يزيد في رزقه بل يمحقه ويذهب بركته فان ما يجمعه من
میسر ہووے تو اوسکو دو باتیں لازم ہیں ایک تو یہ سمجھے اور یقین کرے کہ فریب اور مکر سے روزی نہیں بڑھتی بلکہ تلف ہو جاتی ہے اور برکت جاتی رہتی ہے بیشک جتنا مال
متفرقات التلبيسات قد يهلكه الله تعالى دفعة واحدة اما بالاغراق او بالاحراق او باخذ اللصوص والظلمة
طرح طرح کی فریب سے جمع کرتا ہے اوسکو بعضی دفعہ تو اللہ تعالی ایک بارگی تلف کردیتا ہے یا ڈبوکر یا جلا کر یا چور اچکے لیتے ہیں یا ظالم

الكفرة والقلة ان يعلم ويعتقد ان نعيم الآخرة خير من نعيم الدنيا وان فوائد اموال الدنيا ينقطع [illegible]
اور اسکا فرق کتنا ہی بڑا ... تب سمجھ اور یقین کری کہ آخرت کا فائدہ دنیا کی فائدہ سی بہتر ہی اور بیشک دنیا کی مالوں کی فائدہ منقطع ہوجاتی ہیں جب زندگی ...

العمر وتبقى مظالمها واوزارها فكيف يرضى العاقل ان يستبدل الذي هو ادنى بالذي هو خير والخير كله في
اور اسکا وبال اور بوجھ سر پر رہجاتا ہی عاقل آدمی کب پسند کرتا ہی کہ ادنی چیز کو اعلی چیز سی بدلا لیوی اور خوبی سب ہر

سلامة الدين يسر الله سلامة الدين **المجلس الحادي والسبعون في بيان اي تاجر يحشر**
دین کی سلامتی میں ہی الٰہی ہمکو دین کی سلامتی نصیب کر اکہترویں مجلس اس بیان میں کہ کونسا تاجر قیامت کی دن فاجر ہو کر اوٹھیگا

يوم القيمة فاجرا واي صادقا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التجار يحشرون يوم القيمة فجارا
اور کونسا صادق ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا تاجر لوگ قیامت کی دن فاجر ہو کر اوٹھینگی

الا من اتقى وبر وصدق هذا الحديث من حسان المصابيح رواه عبيد بن رفاعة عن ابيه والاصل في الفجور الميل
مگر جو کہ متقی ہی اور نیکوکار اور سچا یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی عبید بن رفاعہ اپنی باپ سی روایت کرتا ہی اور اصل میں فجور کا پھر جانا

عن القصد ومنه يقال الكاذب فاجر وعلى هذا المعنى سمي التجار في الحديث فجارا اذ من عادتهم في تجارتهم
راستی اور میانہ روی سی اسی جگہ سی جھوٹی کو فاجر کہتی ہیں اور اسی اعتبار سی سوداگروں کو حدیث شریف میں فجار کہا کیونکہ تجارت میں

غالبا التدليس والتهالك على ترويج السلع بما تيسر لهم من الايمان الكاذبة ونحوها وهذا حكم عليهم في الحديث
عیب کا چھپا لینا اور اسباب کی رواج دینی پر گر پڑنا اکثر اونکی عادت ہوتی ہی جسطور ہوسکی جھوٹی قسموں سی یا مانند اوسکی اسی لئی حدیث میں اونکی حق میں حکم ہوا

بانهم يحشرون يوم القيمة في زمرة الكذابين الذين كثر منهم الكذب الا من اتقى الكذب وبر في يمينه وصدق
کہ تاجر قیامت کی دن ایسی جھوٹوں میں داخل ہونگی جنکا جھوٹ کثرت سی ہی مگر وہ تاجر جو جھوٹ سی بچتا رہا اور قسم میں پاک اور بات میں سچا رہا

في حديثه فانه لا يحشر معهم بل يحشر مع الابرار كما روى عن ابي سعيد انه قال التاجر الصدوق الامين يحشر
سو ایسا تاجر جھوٹوں میں داخل نہیں ہوویگا بلکہ ابرار کی ساتھ اوٹھیگا چنانچہ ابو سعید خدری سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا سچا اور امانت دار تاجر

مع النبيين والصديقين والشهداء فعلم من هذا ان اللازم للتاجر في معاملته ان يستعمل الصدق والامانة
نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی ہمراہ ہوویگا اس سی معلوم ہوا کہ تاجر کو لازم ہی کہ اپنی معاملہ میں صداقت اور امانت سی کیا کری

ويجتنب الكذب والخيانة حتى يحشر مع الابرار ولا يحشر مع الفجار بل الواجب عليه ان يراعي في تجارته
اور جھوٹ اور خیانت سی بچتا رہی تاکہ ابرار میں داخل ہووی اور فجار میں نہ مل جاوی بلکہ تاجر پر یہہ واجب ہی کہ تجارت میں عدل اور انصاف کا

العدل والانصاف ويجانب الظلم والاعتساف لان المعاملة قد تجري على وجه يحكم المفتي بصحتها وانعقادها
لحاظ رکہی اور ظلم اور بی راہی سی بچی اسلئی کہ معاملہ بعضی دفعہ ایسی طور پہ ہوجاتا ہی کہ مفتی اوسکو درست اور منعقد بتادی

لكنها تشتمل على ظلم يتعرض به المعامل لسخط الله تعالى اذ ليس كل نهي مقتضيا لفساد العقد والمراد من الظلم ما
پر اوسمیں ایسا ظلم ہوجاتا ہی جس سی وہ شخص غضب الہی کا بن جاتا ہی کیونکہ ہر نہی سی عقد فاسد نہیں ہوجاتا اور ظلم سی مراد وہ عمل ہی جسمیں

يتضرر به الغير فكل ما يتضرر به الغير فهو ظلم وانما العدل ان لا يتضرر منه احد بشيء ولا يتصور ذلك الا بالاحتراز
غیر کا نقصان ہوجاوی سو جس عمل میں غیر کا نقصان ہوتا ہو وہ ہی ظلم ہی اور عدل وہی ہی کہ جسمیں کسیکا کچھ نقصان نہووی اور عدل جب ہو سکتا ہی کہ چند باتوں سی

عن عدة امور الاول ترويج الزيوف من النقود فانه ظلم عام يتضرر به الناس لان من يروج شيئا منها الى غيره
احتراز کری اول کہوٹی نقود کی برتاوی بیشک یہہ ظلم عام ہی اسمیں سبکا نقصان ہی اسلئی کہ جو شخص کوئی کہوٹا نقد اور کو دیویگا

فذلك الغير ان لم يعرف انه زيف فهو يتضرر به وان عرف انه زيف فهو يروجه الى غيره وغيره الى غيره وهكذا
پہر اوسنی اگر نہ پہچانا کہ وہ کہوٹا ہی تو وہ نقصان پاویگا اور اگر پہچانا کہ یہہ کہوٹا ہی تو وہ اور کو دیویگا اور وہ اور کو دیوی گا اور اسیطرح

لا يزال يتردد في ايدي الناس فيعظم ضرره ويشيع فساده ويكون وبال الكل من حين ترويجه الى وقت انقراضه راجعا
لوگوں کی ہاتھوں میں پھرتا رہیگا اور سب کا نقصان ہوتا رہیگا اور فساد پھیلتا جاوی گا اور سبکا وبال جب سی اسنی دیا تہا اوسکی گشتی تک کا اسکی سر پر ہیگا
اليه بمقتضى قوله عليه السلام من سن سنة سيئة فعمل بها من بعده كان عليه وزرها ووزر من عمل بها لا
بدلیل اس حدیث کی جسنی برا طریقہ نکالا پھر اوسپر لوگوں نی بعد اوسکی عمل کیا تو اوسکا اور جو جو اوسپر عمل کرینگی سب کا بوجھ اسپر ہوویگا
ينقص من اوزارهم شيء ولهذا قال بعض السلف انفاق درهم واحد من الزيف اشد من سرقة مائة درهم
اونکی گناہ سی کچھ کم نکریگی اسیواسطی بعضی متقدمین کا قول ہی کہ کہوٹی ایکدرہم کا چلانا چوری سو درہم کی چوری سی بدتر ہی
من الجياد لان سرقة المائة معصية واحدة منقضية واما انفاق الزيف فهو معصية مستمرة يعمل بها الى ان ينعدم
اسلئی کہ چوری سو درہم کا ایک گناہ ہی کہ ہوچکا اور کہوٹی روپیہ کا گناہ جاری ہی عمل میں آتی جاتی ہی جبتک وہ کہوٹا
ذلك الزيف يتردد في ايدي الناس فيكون عليه في حياته وبعد مماته اثم ما افسد ونقص من اموال الناس بسببه
روپیہ لوگوں کی ہاتھوں میں پھرتا رہتا ہی سو اوسکی زندگی بہر اور بعد موت کی گناہ باقی رہیگا جسقدر لوگوں کا مال اوسکی سبب سی خراب اور تلف ہوویگا
الى ان يفنى ذلك الزيف وتنقرض فطوبى لمن يموت ويموت معه ذنوبه وويل لمن يموت ويبقى بعده ذنوبه
جبتک وہ کہوٹا روپیہ گلکر فنا نہو جاوی سو مژدہ ہی اوسکو جو مرجاوی اور اوسکی تمام گناہ ہو چکیں اور افسوس ہی اوسکی لئی جو مرجاوی اور بعد اوسکی گناہ قایم رہیں
وقد قيل انفاق الدرهم الردي على من يعلمه اكبر ذنبا من انفاقه على من لا يعلمه لان الاول متعمد والثاني
اور کوئی کہتا ہی کہ جانکار کو کہوٹی روپیہ کا دیدینا بڑا گناہ ہی انجان کو دینی سی اسلئی کہ جانکار تو متعمد ہی اور دوسرا خطاوار ہی لیکن خطا بھی انجان کی گناہ بندونکی حق میں
مخطئ لكن الخطأ في حق العباد غير موضوع فعلى هذا يجب على التاجر ان يتعلم احوال النقود ليميز الزيف من غيره
معتبر نہیں ہوتا اسکی موافق تاجر کو واجب ہی کہ روپیہ کا پرکہنا بہی سیکہی تاکہ کہوٹا کہرا پہچان لیا کری
لا ليستقصي لنفسه بل لئلا يسلمه الى غيره بعدم علمه فيكون اثما لتقصيره في تعلم ما يلزمه في معاملته اذ لكل
اس نیت سی نہیں کہ اپنا حق پورا لیا کری بلکہ اس نیت سی کہ انجان پنی سی غیر کو نہ دیدی پہر گنہگار ہوگا اسلئی کہ معاملات کی لوازم سی سیکہنی میں جو قصور کیا کیونکہ ہر
عمل علم يجب تحصيله لمن يباشره كيلا يقع في الاثم ولهذا كان السلف يتعلمون احوال النقود نظرا لدينهم لا لدنياهم
کار و بار کی لئی علم ہوتا ہی کہ اوس کاروالی کو اوسکا سیکہنا واجب ہوتا ہی تاکہ گناہ میں نہ پہنچ جاوی اور اسیواسطی متقدمین نقود کا پرکہنا واسطی لحاظ دین کی سیکہا کرتی تہی دنیا کی
فان من يقع في يده شيء من الزيوف ينبغي له ان يجتهد في اعدامه وافنائه ومحو اثره ولا يسعى في ترويجه لانه
بیشک جسکی ہاتھ کوئی کہوٹا روپیہ پیسا آجاوی تو اوسکو لائق ہی کہ اوسکی کہونی اور فنا کرنی میں اور اوسکا نشان مٹانی میں کوشش کری اوسکی چلانی میں سعی نکری کیونکہ
ان روجه الى من لا يعرفه يكون اثما لايصاله اليه الضرر وان روجه الى من يعرفه يكون اثما ايضا لان من
اگر انجان کو دیدیا تو اسلئی گنہگار ہوگا کہ اوسکا نقصان کیا اور اگر جانکار کی حوالہ کیا تو تو بھی گنہگار ہوگا اسلئی
يأخذه لا يأخذه غالبا الا ليروجه الى غيره اذ لو لم يكن قصده ذلك لكان لا يرغب في اخذه اصلا فيكون
کہ لینی والا اکثر اسی لئی لیلیتا ہی کہ اور کو دیدی کیونکہ اگر اوسکی ایسی نیت نہوتی تو ہرگز بھی نہ لیتا تو ایسی شخص کو
تسليمه اليه تسليطا له على الفساد واعانة له على الشر ومشاركة معه في الاثم واما من يأخذه ليكون من الذين
کہوٹا روپیہ دیکر اوسکو فساد پر قایم کیا اور بدی پر امداد کی اور گناہ میں شریک ہوا اور رہا وہ شخص جو اسواسطی لیتا ہی کہ اوس زمرہ میں
دعا لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم بقوله رحم الله امرأ سهل البيع سهل الشراء سهل القضاء سهل الاقتضاء فلا بأس
داخل ہووی جنکی حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی دعا خیر فرمائی ہی اسی حدیث میں رحم کری اللہ اوس شخص پر جو آسانی سی بیچی آسانی سی خریدی آسانی سی ادا کری آسانی
له ان يأخذه على قصد اعدامه وافنائه ومحو اثره لا على قصد ترويجه في معاملته اذ لو كان قصده ذلك لكن
اوسکو ضرور ہی کہ اس نیت سی لیوی کہ اوسکو توڑی اور فنا کردی اور نشان مٹاوی نہ اس نیت سی کہ اوسکو معاملات میں جاری کری اگر اوسکی یہ نیت ہی

یکون داخلا فی شر روجه الشیطان الیه فی معرض الخیر والمراد بالزیوف من الدراهم ما لیس فیه فضة
تو وہ اوس برائی میں داخل ہی جسکو شیطان نی خوب صورت بنا کر دکہایا ہی اور کہوٹی سی وہ مراد ہی جسمیں نہ کچہ چاندی ہو
ولا ذهب اصلا بل هو طموه وأما ما فیه فضة وذهب فالعبرة فیه الغالب ان کان الغالب علی الدراهم
اور نہ سونا بلکہ صرف ملمع ہو اور جسمیں چاندی اور سونا ہو تو اوسمیں اکثر کا اعتبار ہی اگر درہم میں چاندی زیادہ ہو دی
الفضة فهی فضة وان کان الغالب علی الدنانیر الذهب فهی ذهب لان النقود لا تخلو عن قلیل غش
تو وہ چاندی ہی اور دینار میں اگر سونا زیادہ ہو دی تو وہ سونا ہی کیونکہ نقود ایسی کم ہوتی ہیں جسمیں کچہ نہ کچہ کہوٹ نہ ہو
اما خلقة کما فی الردی من الفضة والذهب او عادة بسبب انها تتفتت ولا تنطبع بدون الغش وانما
یا اصلی ہوتی ہی جیسی نرسی چاندی اور کہوٹا سونا یا عادت کی موافق اس سبب سی کہ اوسکو کوٹتی ہیں اور بیدون ہونی کہوٹ کی ٹہپا نہیں جاتا
تنطبع بخلط الغش بها فعلی هذا یعتبر الغالب لان المغلوب فی مقابلة الغالب کالمعدوم فاذا کان الغالب
مگر اوس وقت ہی جاتا ہی کہ اوسمیں ملا دیا اس حال کی موافق اکثر کا اعتبار ہوتا ہی کیونکہ غالب کی سامنی مغلوب کی کچہ ہستی نہیں ہوتی پس تو اگر درہم میں چاندی
علی الدراهم الفضة وعلی الدنانیر الذهب فهما فی حکم الفضة والذهب وان کان الغالب علیهما الغش فان کانتا
غالب ہو اور دینار میں سونا پہر وہ دونو چاندی اور سونی میں داخل ہیں اور اگر اونکی اندر میل زیادہ ہو تو پہر اگر اونکا
نقد البلد فما دام رواجهما باقیا فهما ثمن لا یتعلق العقد بعینهما بل انما یتعلق بجنسهما وان ارتفع رواجهما
چلن جاری ہی تو جب تک اونکا چلن باقی رہی گا تب تک وہ ثمن یعنی نقد میں عقد اونکی تعیین سی متعلق نہیں ہوتا بلکہ اوس سکہ کی درہم اور دنانیر سی متعلق ہوگا وہ چلن اوٹہ گیا اور
فهما سلعتان ای العقد بعینهما ان علم المتعاقدان حالهما وعلم کل واحد منهما ان صاحبه یعلم حالها وان لم یعلما
تو پہر وہ جنس اور چیز بست میں داخل ہیں عقد میں متعین ہو جاینگی اگر اونکا حال بایع اور مشتری کو معلوم ہو اور دونو یہ بہی جانتی ہوں کہ ہر ایک کو اس درہم دنانیر کا
او لم یعلم احدهما او علما لکن لم یعلم کل واحد منهما ان صاحبه یعلم فالعقد لا یتعلق بهما بل انما یتعلق بالرائج
دونوں کو معلوم نہیں یا ایک کو معلوم نہیں یا دونو کو معلوم تو ہی پر دونو کو یہ خبر نہیں کہ وہ دوسرا بہی جانتا ہی تو عقد ایسی درہم و دنانیر سی علاقہ نہیں رکہتا بلکہ چلن بازاری
فی تلک البلد وان لم یرتفع رواجهما بالکلیة بل کانتا بحیث یقبلهما البعض دون البعض فهما کالزیوف لا یتعلق العقد
علاقہ رکہتا ہی اور اگر اونکا رواج چلن بالکل نہیں گیا بلکہ ایسا ہی کوئی تو لیتا ہی اور کوئی نہیں لیتا تو وہ درہم و دنانیر کہوٹوں میں داخل ہیں عقد
بعینهما بل انما یتعلق بجنسهما من الزیوف ان کان البایع یعلم حالهما لثبوت الرضی منه بجنس الزیوف وان کان
متعین نہیں ہوں گی بلکہ عقد میں اوس سکہ کی کہوٹی درہم اور دنانیر دینی ہوں گی اگر بایع کو اونکا حال معلوم تہا کیونکہ بایع اوس سکہ کی کہوٹوں پر راضی ہو چکا ہی اور اگر
البایع لا یعلم حالهما لا یتعلق العقد لا بجنسهما من الجید لعدم ثبوت الرضی منه بجنس الزیوف والثانی مما
بایع کو اونکا حال ہی اطلاع نہیں تہی تو پہر عقد میں اوس سکہ کی کہری دینی ہونگی کیونکہ بایع کی رضا اوس قسم کی کہوٹوں پر ثابت نہیں ہی اور دوسرا امر جس سی
یجب الاحتراز عنه مدح السلعة فان من یصفها بما لیس فیها ولم یقبل قوله فهو کذب وان قبل قوله فهو
احتراز کرنا واجب ہی اسباب کی تعریف کرنی ہی بیشک جو شخص اسباب کی ایسی تعریف کری جو اوسمیں موجود نہیں ہی اور وہ مال بہی نہیں لیا تو وہ صرف جہوٹ ہی اور اگر اوسکا
مع کونه کذب تلبیس وظلم وان وصفها بما فیها فان کان المشتری یعلم به فهو هذیان وتکلم بما لا یعنیه ویحاسب
کہا مان لیا تو وہ جہوٹ کا جہوٹ اور دغابازی اور ظلم ہی اور اگر ایسی تعریف کی جو اوسمیں ہی یعنی سچی پہر اگر مشتری کو وہ معلوم ہی تو مفت کی بک بک اور بیفائدہ کلام ہی اسپر محاسبہ ہوگا
علیه اذ ما من کلمة تصدر عن الانسان الا یحاسب علیها لقوله تعالی ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب
کیونکہ جو بات انسان کی زبان سی نکلتی ہی سو ہی محاسبہ طلب ہی بدلیل اس آیت کی نہیں بولتا ایک بات جو نہیں اوس پاس ایک راہ دیکہتا
عتید وان کان المشتری لا یعلم ما فیها فلا باس بذکر القدر الموجود فیها من غیر مبالغة وافراط ویکون
تیار اور اگر مشتری کو معلوم نہیں ہی تو جو مکان عیب نقد نہیں ہی کہ جتنی بات اوسمیں واقعی ہو بے مبالغہ بی کم و کاست کہدی اس نیت سی

قصدا منه ان يعرفه اخوه المسلم ويرغب فيه ويحصل مقصوده ولا يحلف البتة لانه ان كان كاذبا يكون
کہ اپنی بہائی مسلمان کو جتلا کر تو رغبت کرے اور اوسکا مقصود حاصل ہو جاوے اور قسم ہرگز نہ کہاوے کیونکہ اگر جہوٹی ہی

يمينه غموسا وهي من الكبائر التي تذر الديار بلاقع وان كان صادقا فقد جعل اسم الله تعالى عرضة لايمانه
تو یہ یمین غموس ہی ایسی کبیرہ ہی کہ ملکوں کو اوجاڑ دیتی ہی اور اگر سچی ہی تو بیشک اللہ تعالی کی نام کو اپنی قسموں کا نشانہ بنایا

واساء فيه لان الدنيا اخس من ان يقصد ترويجها بذكر اسم الله تعالى من غير ضرورة حتى قال الفقهاء يكره
اور برا کیا کیونکہ دنیا کا اتنا درجہ کہاں ہی کہ بلا ضرورت خدا کا نام لیکر اوسکو رونق دیجئی یہاں تک کہ فقہا کہتی ہیں تاجر کو

للتاجر ان يذكر الله تعالى او يصلي على النبي عليه السلام عند فتح متاعه على قصد ترويجه بان يقول اللهم
مکروہ ہی کہ اسباب کہولتی ہوئی ترویج کی نیت سی بسم اللہ کہا کری یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑہا کری اسطور کہ کہا کری اللهم

صل على محمد ما اجود هذا والثالث مما يجب الاحتراز عنه كتم عيوب السلعة فان من يكتم شيئا منها يكون
صل علی محمد کیا خوب مال ہی اور تیسرا امر جس سی احتراز واجب ہی مال کا عیب چہپا لینا بیشک جو شخص کوئی عیب چہپا لیتا ہی تو وہ

ظالما تاركا للنصح الواجب مرتكبا للغش الحرام فالواجب عليه ان يظهر جميع عيوبها خفيها وجليها وهذا امر
ظالم اور خیرخواہی کا تارک کہ جو اوسپر واجب تہی اور اختیار کرنیوالا دغا حرام کا ہوتا ہی پس تاجر پر واجب ہی کہ مبیع کی تمام عیوب ظاہر و باطن بیان کر دیا کری اور یہ بات

يشق على اكثر الخلق فمن لا يقدر عليه فليترك التجارة او ليوطن نفسه على عذاب النار والرابع مما يجب الاحتراز
اکثر لوگوں پر دشوار گذرتی ہی پہر جس سی یہ بات نہو سکی تو اوسکو لازم ہی کہ تجارت موقوف کری یا اپنی جان کی واسطی دوزخ ٹہکانا بناوی اور چوتہا امر جس سی احتراز کرنا

عنه الخيانة فان من يخون لا يخلو اما ان يكون خيانته في المقدار او في السعر او في المرابحة والتولية فاما
واجب ہی خیانت کرنی بیشک جو شخص خیانت کرتا ہی تو اس سی خالی نہیں کہ یا تو مقدار میں خیانت کرتا ہی یا بہاؤ میں یا نفع لینی میں یا ان کی انند بیچنی میں پہر

من يكون خيانته في المقدار فهو يدخل تحت قوله تعالى ويل للمطففين الذين اذا اكتالوا على الناس يستوفون
جو شخص مقدار میں خیانت کرتا ہی تو وہ اس آیت کی مضمون میں داخل ہی خرابی ہی کہٹانیوالوں کی وہ کہ جب ماپ لیں لوگوں سی پورا بہر لیں

واذا كالوهم او وزنوهم يخسرون ولا ينجو من هذا الا من يزيد اذا اعطى وينقص اذا اخذ لان العدل الحقيقي
اور جب دیں اونکو یا تول دیں تو گہٹا کر دیں اور اس وبال سی وہ ہی بچتا ہی جو دینی میں کچھ زیادہ دیدی اور لینی میں کچھ کم لیلی اسلئی کہ حقیقی عدل تو

قلما يتصور فان من يستقصي في اخذ حقه بكماله يوشك ان يتجاوزه ولذلك كان النبي عليه السلام اذا
بہت کم خیال میں آتا ہی بیشک جو کوئی اپنا حق پورا پورا لیا چاہی تو کیا بعید ہی کہ حد سی بڑہ جاوی اور اسی واسطی نبی علیہ السلام جب

اشترى شيئا يقول للذي يزن الثمن زن وارجح وكان بعض السلف يقول لا اشتري الويل بحبة وكان اذا اخذ
کوئی شی مول لیتی تو ثمن دینی والی سی فرمادیتی کہ ثمن تول دی اور کچھ زیادہ دی اور بعضی متقدمین کا قول ہی ہم بعوض ایک دانہ کی دوزخ نہیں خریدتی اور اونکا یہہ حال تہا

نقص حبة واذا اعطى زاد حبة وكان يقول ويل لمن يبيع بحبة جنة عرضها السموات والارض واما من يكون
کہ جب لیتی تو کچھ کم لیتی اور جب دیتی تو کچھ بڑہا دیتی اور یہہ کہتی افسوس اوسکی حق میں جو دانہ کی بدلہ ایسا جنت بیچ ڈالی جسکا پہیلاؤ آسمان اور زمین ہی اور جو شخص

خيانته في السعر فهو من الظالمين التاركين النصح الواجب اذ ليس لاحد ان يلبس على البايع او المشتري سعر الوقت
بہاؤ میں خیانت کرتا ہی سو وہ ایسا ظالم ہی کہ نصیحت جو اوسپر واجب تہی ترک کی کیونکہ کسیکو جائز نہیں ہی کہ بایع یا مشتری پر بہاؤ اوسوقت کا دہوکا دیوی

وينتهز الفرصة ويخفي من البايع غلاء السعر ومن المشتري انحطاطه فان من يفعل ذلك يكون من الذين لا يحب
اور فرصت کو غنیمت سمجہی بایع سی تو گرانی بہاؤ کی چہپالی اور مشتری سی ارزانی بیشک جو ایسا کام کرتا ہی وہ اون لوگوں میں داخل ہی کہ نہیں پسند کرتا

احدهم لاخيه المسلم ما يحب لنفسه وقد روي انه عليه السلام قال لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب
اپنی بہائی مسلم کی واسطی جو اپنی واسطی پسند کرتا ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا مؤمن نہیں ہوتا کوئی تم میں سی جبتک نہ پسند کری اپنی بہائی کی

لنفسه واما من يكون خيانته في المرابحة والتولية فلابد له من معرفتهما حتى يمكن له الاحتراز عنهما

حق میں جو اپنی حق میں پسند کرتا ہی اور جو شخص نفع پر بیچتی ہیں اور دام کی دام پر بیچنے میں خیانت کرتا ہی تو اوسکو بھی ان دونو کا سمجھنا چاہیئے تاکہ اونسی بچ سکی

اما المرابحة فهي بيع ما ملكه بمثل ما قام عليه بزيادة ربحه واما التولية فهو بيع ما ملكه بمثل ما قام عليه

مرابحت تو بیچنا مال کا جتنی کو اسکو پڑا ہو اوسپر کچھ نفع لیکر اور تولیہ بیچنا مال کا جتنی کو اسکو پڑا ہو

بدون زيادة ربح وكل منهما انما يصح اذا كان راس المال مثليا لان مبناهما على الامانة والاحتراز

بدون نفع لئی یعنی دام کی دام کو اور یہ دونو بیع جب صحیح ہوتی ہیں کہ راس المال مثلی یعنی ذوات الامثال سی ہو کیونکہ ان دونوں کی بنیاد امانت اور خیانت سی

عن الخيانة وشبهتها فان الغبي الذي لا يهتدي في التجارة يعتمد على الفعل الذكر الذي يهتدي فيها و

اور خیانت کی شبہ سی احتراز پر ہی بیشک بھولا بیچارہ جو تجارت کی ڈھنگ نہیں جانتا وہ بھروسا کیا کرتا ہی ایسی شخص کی ذکر کرنی پر جو تجارت کا مشتاق ہو اور

يطيب نفسه بمثل ما اشتراه بزيادة ربح في المرابحة وبدونها في التولية وان لم يكن راس المال مثليا

اپنی جی میں خوش ہوتا ہی خرید کی قیمت سی فائدہ بڑھتی دیکر مرابحہ میں اور بدون فائدہ کی تولیہ میں اور اگر راس المال ذوات الامثال سی نہ ہو

بل كان فيما يكون قدره مجهولا لا يعلم الا بالظن والتخمين فيتمكن شبهة الخيانة فلا يتحقق المرابحة

بلکہ ذوات القیم سی ہو تو اوسکی مقدار مجہول ہوویگی اگر معلوم ہو تو گمان اور اٹکل سی ہو پھر اسمین خیانت کا شبہ قایم ہو جاتا ہی پھر مرابحہ اور تولیہ دونو ثابت

والتولية الا ان يكون المشتري مرابحة وتولية ممن ملك ذلك البدل بوجه من الوجوه فح يمكن للبايع ان

نہین ہوتی الا وہ بیع مرابحہ اور تولیہ کی او شخص سی کہ مالک ہو گیا ہو اسی بدل یعنی ثمن کا کسیطرح پر پس اسوقت روا ہی بایع کو یعنی پہلے مشتری

يبيع منه ما اشتراه بذلك البدل وبربح معلوم في المرابحة او بدونه في التولية ومن اشترى متاعا

بیچنا مالک بدل کی ہاتھ جو چیز کہ خریدی تہا مشتری اول نی عوض اسی بدل کی مع نفع معلوم کی بیع مرابحہ میں یا بدون نفع کی بیع تولیہ میں اور جس شخص کچھ مال

بالنقود يجوز له ان يضم الى الثمن اجرة القصار والصباغ والحمال وغير ذلك مما يزيد في عين المبيع او

نقدون خریدا تو اوسکو جایز ہی کہ ثمن میں مزدوری دہوبی اور رنگ ریز اور پلہ دار وغیرہ کی جس سی کہ عین مبیع یا

قيمته كسوق الغنم فانه يزيد في قيمتها كما يزيد الحمل في قيمة المتاع لان القيمة تختلف باختلاف المكان ويقول

قیمت مبیع بڑہ جاوی جیسی بکریاں ہکالیجانا اس سی بہی بکری کی قیمت بڑہتی ہی جیسی لیجانی سی قیمت مال کی بڑہتی ہی اسواسطی کہ مکان بدلنی سی قیمت بدل جاتی ہی اور یون کہی

قام على بكذا ولا يقول اشتريت بكذا تحرزا عن الكذب وان فعل شيئا من هذه المذكورات بنفسه لا يضمه

کہ مجکو اتنی میں پڑی ہی یہ نہکہی میںنی اتنی کو خریدی ہی تاکہ جھوٹ سی بچ جاوی اور اگر کوئی کام ان مذکورہ سابقہ سی بذات خود سرانجام کر لیا ہو تو اوسکی مزدوری ثمن

وكذا لا يضم نفقة نفسه ولا جعل الابق ولا كراء بيت الحفظ ولا اجر الطبيب والمعلم والراعي والدلال لان

اور ایسی ہی اپنی ذات کا خرچ اور نہ انعام بہاگی ہوی غلام کا اور نہ کرایہ حفاظت کی مکان کا اور نہ نذرانہ طبیب اور اوستاد کا اور نہ اجرت چرواہی اور دلال کی کیونکہ

هذه المذكورات لا تزيد في المبيع شيئا ومن اشترى ثوبا بعشرين وقبضه ثم باعه مرابحة بثلثين وتقابضا

ان اخراجات سی مبیع میں کچھہ نہیں بڑہتا اور اگر کسی نی ایک تہان پارچہ کا بیس روپیہ کو لیکر قبضہ کر لیا پہر اوسکو بطور مرابحہ تیس روپیہ کو بیچکر دونو نی اپنا اپنا مال پر

ثم اشتراه من مشتريه بعشرين واراد ان يبيعه مرابحة يطرح الربح ويبيعه على عشرة ويقول قام على

پہنچی دوبارہ وہ ہی تہان اپنی خریدار سی بیس روپیہ کو خرید لیا اب اگر اوس تہان کو بطور مرابحہ بیچی تو اول کا نفع کم کر کی دس روپیہ پر نفع لی اور یون بیان کری کہ یہ تہان

بعشرة ولو كان اشتراه بعشرين وباع باربعين ثم اشتراه بعشرين لا يبيعه مرابحة اصلا لانه قبل شرائه

دس روپیہ کو پڑا ہی اور اگر پہلی بیس روپیہ کو لیکر چالیس کو بیچا ہو پہر اوسکو دوبارہ بیس کو لیا ہو تو اس صورت میں ہرگز مرابحہ سی نہ بیچی اسلئی کہ دوبارہ خریدنی سی پہلی

ثانيا يحتمل ان يرد عليه بعيب ويسقط الربح الذي ربحه فلما اشتراه ثانيا تاكد ذلك الربح الذي كا

شاید کہ وہ تہان بواسطہ عیب کی پہر جاتا تو جسقدر اس نی نفع لیا ہی یعنی بیس روپیہ وہ جاتا رہتا جبکہ اسنی دوبارہ خرید لیا تو وہ نفع جو ساقط ہونیکو تہا قایم

على شرف السقوط فيصير الشراء الثاني شبهة حصول الربح به وللتأكيد حكم الإيجاب ففي المسألة الأولى يصير
اور ثابت ہو گیا اب دوبارہ خریدنے میں یہ شبہ ہوا کہ اس خرید کے سبب سے نفع ملا اور تاکید کیلئے بھی حکم ایجاب کا ہوتا ہے سو پہلی صورت کا انجام یہ ہے
كأنه اشترى ثوبا وعشرة دراهم بعشرين فيقابل العشرة بالعشرة فيبقى الثوب بعشرة فلا يبيعه مرابحة
کہ گویا اس نے ایک تھان اور دس روپیہ بیس روپیہ کو لیا پھر دس روپیہ تو دس روپیہ کے برابر ہو گئے اور تھان دس میں پڑ گیا سو اسکو بطور مرابحہ
وتولية إلا على عشرة وفي المسألة الثانية يصير كأنه اشترى ثوبا وعشرين درهما بعشرين فيقابل العشرون
اور تولیہ کے نہ بیچے مگر دس روپیہ پر اور دوسری صورت کا انجام یہ ہے کہ گویا ایک تھان اور بیس روپیہ بیس روپیہ کو لیا پھر بیس روپیہ تو بیس روپیہ کے برابر ہوئے
بالعشرين فيبقى الثوب مجانا فلا يبيعه مرابحة ولا تولية احترازا عن شبهة الخيانة لأنها كحقيقتها فيهما
اور وہ تھان مفت پڑ گیا سو مرابحہ اور تولیہ سے نہ بیچے تاکہ شبہ خیانت کا نہ رہے کیونکہ مرابحہ اور تولیہ میں خیانت کا شبہ بھی
احتياطا ولهذا لو كان لرجل على آخر عشرة دراهم فصالحه منها على ثوب لا يبيع ذلك الثوب مرابحة ولا تولية
احتیاطاً حقیقی خیانت کی طرح ہے اسی واسطے اگر کسی کا دوسرے پر دس روپیہ قرض آتے ہوں پھر ان دس سے ایک تھان پر صلح کر لی تو اس تھان کو بطور مرابحہ اور تولیہ کے
على عشرة لأن مبنى الصلح على الحط والإسقاط بخلاف ما إذا تخلل ثالث لأن التأكيد يحصل بغيره ومن اشترى
دس روپیہ پر نہ بیچے اس واسطے کہ بنیاد صلح کی کمی اور معافی پر ہوتی ہے برخلاف اس صورت کے کہ تیسرا شخص بیچ میں آ جاوے اس لئے کہ اب تاکید غیر سے حاصل ہوئی اور جس
أشياء صفقة واحدة بثمن واحد ليس له أن يبيع بعضها مرابحة على حصتها من الثمن لأن ذلك لا يكون
نے کئی چیزیں ایک عقد میں سب کی ایک ثمن پر خرید کر لیں تو اسکو جائز نہیں ہے کہ ان میں سے بعض کو بطور مرابحہ کے ثمن میں کا حصہ ٹھہرا کر بیچے کیونکہ حصہ ثمن میں سے
إلا باعتبار القيمة وتقسيمها لا يخلو عن شبهة الغلط ومن اشترى جارية سليمة فاعورت بآفة سماوية أو وطئها
ٹھہرانا بدون اعتبار قیمت کے نہیں ہو سکتا اور تقسیم کرنے میں غلطی کا شبہ باقی رہتا ہے اور اگر کسی نے ایک لونڈی اچھی بھلی خریدی پھر آفت سماوی یعنی بے اختیاری سے کانی ہو گئی یا اسکی
وهي ثيبة ولم ينقصها الوطء يجوز له أن يبيعها مرابحة أو تولية لكن يجب عليه بيان عيبها ولا يجب عليه بيان
ثیبہ تھی یعنی شوہر دیدہ تھی صحبت کی اور کچھ نقصان نہ ہوا تو اسکو جائز ہے کہ لونڈی کو بطور مرابحہ یا تولیہ کے بیچ ڈالے لیکن اسپر اتنا واجب ہے کہ عیب بیان کر دے اور یہ واجب نہیں ہے
حدوث العيب عنده ما لم يسأله المشتري ولا بيان وطئها إذ لم يحتبس عنده شيء يقابل الثمن لأن الأوصاف
کہ یہ عیب میرے پاس پیدا ہوا ہے جبتک خریدار نہ پوچھے اور نہ صحبت کا بیان کرنا واجب ہے اس لئے کہ اسکی کوئی ایسی شی نہیں رکھ لی جو ثمن کے مقابلہ ہو کیونکہ اوصاف کے
لا يقابلها شيء من الثمن وكذا منافع البضع إذا لم ينقصها الوطء لا يقابلها شيء من الثمن وأما إذا فقأ المشتري
مقابلہ میں ثمن کچھ نہیں ہوتا اور ایسے ہی بضع کے منافع اگر انکو وطی سے کچھ نقصان نہ آیا ہو تو ثمن انکے مقابلہ میں کچھ نہیں ہوتا ہاں اگر خود مشتری ہی نے
عينها أو فقأها أجنبي وأخذ المشتري أرشها أو وطئها المشتري وهي بكر فلا يبيعها إلا بالبيان لأنه حبس بعض المبيع
اسکی آنکھ پھوڑ دی یا کوئی غیر شخص اسکی آنکھ پھوڑ دی اور مشتری نے جرمانہ لیا ہو یا مشتری نے اس سے صحبت کر لی اور وہ باکرہ تھی تو اسکو بدون بیان کے نہ بیچے کیونکہ اب مبیع میں سے گویا کچھ حق
لكون ما فات منه كالسالم له معنى بأخذ بدله إذا جنى غيره وكذا إذا جنى نفسه إذ لو لم يكن ملكه لكان
لے رکھا ہے اس لئے کہ جو آنکھ کہ خراب ہو گئی ہے وہ گویا اسکے پاس ہے عوض لینے سے اگر خطا غیر کی ہو اور ایسے ہی اگر آپ بذات خود خیانت کی ہو اس واسطے کہ اگر لونڈی اسکی ملک نہ ہوتی
مضمونا عليه فصار سقوط الضمان عنه كأخذ البدل فلا يمكنه بيع الباقي مرابحة وتولية بكل الثمن بلا
تو بیشک ضمان اسکے ذمہ پڑتا بس تو اب ضمان کا ذمہ پر سے اٹھ جانا بمنزلہ عوض لینے کے ہے سو اسکو بطور مرابحہ یا تولیہ کے پوری اصل ثمن سے باقی کا بیچنا بدون بیان کے روا
بيان لأن الأوصاف إذا صارت مقصودة بالإتلاف يصير لها حصة من الثمن وكذا العذرة يصير لها
نہیں ہے اس لئے کہ جب اوصاف تلف کرنے سے مقصود ہو جاتے ہیں تو انکے مقابلہ میں حصہ رسد ثمن ہوا کرتا ہے اور ایسے ہی بکارت کے مقابلہ حصہ ثمن کا
حصة من الثمن لكونها جزء من العين وقد حبسها فلا بد من البيان ومن اشترى ثوبا فأصاب قرض فأرة
ہوتا ہے کیونکہ بکارت اصل کا جزء ہوتا ہے سو اسکو اسنے روک رکھا تو اب بیان کرنا ضرور چاہیے اور جس نے تھان خریدا پھر اسکو چوہے نے کتر دیا

او حرق نار يجوز له ان يبيعه مرابحة او تولية بلا بيان عند ابي حنيفة اذ لم يقابلها ...
یا کچھ جل گیا تو اوسکا بیچنا بطور مرابحہ یا تولیہ کی بغیر جتوی جائز ہے ... ممنوع علی کرا گی کہ ...

لا يقابلها شيء من الثمن وان تكسر بنشره او وطئه لا يجوز له ان يبيعه مرابحة وتولية بلا بيان لانه صار
ہیں ... مقابلہ میں ثمن کچھ نہیں ہوتا اگر پھیل جاتی اور تہہ کرتی ہو بگڑ گیا تو اب جائز نہیں کہ بطور مرابحہ یا تولیہ کی بلا اظہار بیچے کیونکہ اصلی کو وصف تلف کرنی

مقصودا بالاتلاف ومن اشترى دارا او دابة واصاب من غلتها شيئا يجوز له ان يبيعها مرابحة او تولية بلا
سی مقصود ہو گیا اور جس نی کوئی گھر یا جانور خریدا اور اوسکی کرایہ سی کچھ نفع پیدا کیا تو اوسکو جائز ہے کہ دونو کو بطور مرابحہ یا تولیہ کی بلا

بيان لان الغلة ليست متولدة من العين بل هي استيفاء منفعة واستيفاء المنفعة لا يمنع بيع المرابحة والتولية
اظہار بیچے کیونکہ کرایہ اصل چیز سی نہیں پیدا ہوتا بلکہ کرایہ منفعت کا پورا کرنا ہے اور منفعت کا پورا کرنا بیع مرابحہ و تولیہ کا منع نہیں کرتا

بخلاف ما لو اشترى شاة واصاب من لبنها وصوفها فانه اذا باعها مرابحة او تولية يطرح من راس المال قدر
برخلاف اس صورت کی کہ اگر بکری مول لی اور اوسکا دودھ پیا اور اون کترلی تو یہ شخص اگر بکری کو بطور مرابحہ یا تولیہ کی بیچے تو اصل قیمت میں سی جتنا

ما اصاب منها ولو اشترى جارية او شاة او نخيلا فولدت الجارية والشاة او اثمر النخيل باع الاصل مع الزيادة
فائدہ اٹھایا ہے کم کردے اور اگر لونڈی مول لی یا بکری یا میوہ دار درخت پھر لونڈی جنی یا بکری بیاہی یا درخت پھلا تو اصل کو مع افزائش ...

مرابحة او تولية ولو استهلك الزيادة لا يبيع الاصل مرابحة او تولية حتى يبين ما استهلك منها ولو اشترى شيئا
بطور مرابحہ یا تولیہ کی بیچے اور اگر وہ افزائش یعنی بچہ اور پھل تلف ہو جاوے تو اصل کو بطور مرابحہ یا تولیہ کی نہ بیچے جب تک بیان نکرے کہ جسقدر اوس میں سی تلف ہوا ہے اور اگر کوئی شی

بثمن ثم زاد في الثمن او حط البائع عنه او زاد في المبيع يلتحق كل من الزيادة والحط باصل العقد ويظهر حكم الالتحاق
ثمن معین کر کر مول لی پھر ثمن پر مشتری نی کچھ بڑھا دیا تو یہ تمام کمی بڑھتی اصل عقد میں ملجاوی گی اور حکم اس کی ملجانی کا مرابحہ اور تولیہ میں جاکر ظاہر ہوگا

في المرابحة والتولية حتى اذا اراد ان يبيع ذلك الشيء مرابحة او تولية لا يبيعه الا بما بقي من الثمن بعد الحط في صورة
یہانتک کہ اگر اوس شی کو بطور مرابحہ یا تولیہ کی بیچنا چاہے تو کمی کی صورت میں اوس ثمن پر بیچے جو کم کرنی کی بعد باقی رہا تھا

الحط او بما زاد على اصل الثمن او على اصل المبيع في صورة الزيادة ومن اشترى متاعا بالف درهم نسيئة وباعه بربح
اور بڑھتی کی صورت میں اوس ثمن پر جو اصل ثمن پر یا اصل مبیع پر بعد بڑھانی کی ہو گیا ہے اور جس شخص نی کچھ مال ہزار روپیہ کو اودھار مول لیا اور اوسکو سو روپیہ نفع

مائة ولم يبين للمشتري ذلك فعلم المشتري فهو مخير ان شاء رده وان شاء قبله بالف ومائة لان للاجل شبها بالمبيع
گیارہ سو کو بیچا اور مشتری سی حال اودھار کا بیان نکیا پھر مشتری کو معلوم ہو گیا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے ... وہ مال پھیر دی ... چاہے گیارہ سو کو رکھ لے اسلئے کہ میعاد ...

ان يزاد في الثمن لاجل الاجل والشبهة في هذا الباب ملحقة بالحقيقة فصار كانه اشترى شيئين وباع احدهما
مدت کی سبب سی ثمن بڑھ جایا کرتا ہے اور شبہ خیانت کا اس باب یعنی مرابحہ میں بعینہ خیانت ہوتی ہے تو انجام یہ ہوا کہ گویا اس نی دو چیزیں مول لیں اور ایک چیز ...

بثمنهما مرابحة والمرابحة توجب الاحتراز عن مثل هذه الخيانة يسرنا الله تعالى الاحتراز عن جميع الشبهات والخيانات
کل ثمن کو بطور مرابحہ کی بیچدی اور مرابحہ میں ایسی ایسی خیانت سی احتراز واجب ہے الٰہی تمام شبہات و خیانات سی احتراز کرنا ہمپر آسان کر

المجلس الثاني والسبعون في تحريض التاجر على ملازمة الصدق والامانة في جميع اقواله

بہترویں مجلس تاجر کو رغبت دلانی میں صدق و امانت کی تمام اقوال اور افعال میں لازم اختیار کرنی

وافعاله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التاجر الصدوق الامين مع النبيين والصديقين والشهداء هذا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا سچا اور امانتدار تاجر نبیوں اور صدیقوں اور شہداء کی ہمراہ ہوگا یہ

الحديث من حسان المصابيح رواه ابو سعيد وفيه تحريض التاجر على ملازمة الصدق والامانة في جميع اقواله
حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے ابو سعید کی روایت سی اس میں تاجر کو رغبت دلانی ہے سچ اور امانت اختیار کرنی پر تمام اقوال

واشغاله لا سيما في بيعه وشرائه كما هو مقتضى صيغة المبالغة في الصدوق والامين فان رب الارباب ومسبب
اور اشغال میں خاص کر بیع اور شرا میں جیسی کہ مطلب مبالغہ کی صیغہ کا ہی لفظ صدوق اور امین میں بیشک پروردگار عالم اور مسبب
الاسباب جعل الآخرة دار الثواب والعقاب وجعل الدنيا دار التشمر والاكتساب لكن ليس التشمر في الدنيا مقصورا
الاسباب نے آخرت کو ثواب اور عذاب کا گھر بنایا ہی اور دنیا کو محنت کشی اور تحصیل کا گھر مقرر کیا لیکن دنیا میں صرف آخرت کی لئے محنت کشی
على الآخرة بدون المعيشة بل المعيشة ذريعة الى الآخرة ولا يكون المعيشة ذريعة الى الآخرة ما لم يتأدب المتشمر في
بدون معیشت کی نہیں ہی بلکہ معیشت آخرت کا وسیلہ ہی اور معیشت آخرت کا وسیلہ نہیں ہوسکتی جب تک دنیا کا طالب طریقہ شرعی
طلبها بآداب الشرع فان الشرع اعتبر في طلبها اركانا وشروطا يجب عليه رعايتها عند مباشرته في طلبها حتى يكون
اختیار نکری کیونکہ شرع نی دنیا کی طلب کیواسطی ارکان اور شرطیں مقرر کی ہیں جب دنیا کی طلب کری تو انکی رعایت واجب ہوتی ہی تاکہ
كسبه صحيحا خاليا عن البطلان والفساد خالصا عن شائبة الحرمة والكراهة اذ لو ترك رعايتها لا يكون كسبه
اسکی کمائی درست بطلان اور فساد سی خالی اور حرمت اور کراہت کی ملونی سی صاف ہو کیونکہ اگر ان قواعد شرعی کی رعایت نکریگا تو اسکی کمائی
صحيحا بل تارة يكون باطلا وتارة يكون فاسدا فلا يكون خاليا عن الحرمة والكراهة فعلى هذا لا بد له من معرفة
درست نہوگی بلکہ بعضی دفعہ باطل اور بعضی دفعہ فاسد ہوگی پہر حرمت اور کراہت سی کبہی پاک نہوگی اس بیان کی موافق اوسکو بیع اور شرا
البيع والشراء وكيفية انعقادهما حتى يتميز عنده الباطل من الفاسد والفاسد من الصحيح ويتخلص من الحرمة والكراهة
اور کیفیت انعقاد کی معرفت پیدا کرنی ضرور چاہی تاکہ باطل کو فاسد سی اور فاسد کو صحیح سی الگ کرسکی اور حرمت اور کراہت سی بچ جاوی
ويتيسر له الصدق والامانة فيهما فالبيع مبادلة المال بالمال وينعقد بالايجاب والقبول والمراد بالايجاب الكلام الصادر
اور بیع اور شرا میں صدق اور امانت میسر ہوسکی تو اب بیع بدلنا مال کا مال سی ہی اور ایجاب اور قبول سی پوری ہوتی ہی اور مراد ایجاب سی کلام اول کی ہی
من احد العاقدين اولا بايعا كان او مشتريا والمراد بالقبول الكلام الصادر من الآخر ثانيا بايعا كان او مشتريا
جو دونوں میں کسی ایک سی صادر ہو بایع ہو یا مشتری اور قبول سی مراد کلام دوسری کی ہی جو دوسری سی صادر ہو بایع ہو یا مشتری
وانما ينعقد بهما اذا كانا بلفظ الماضي مثل ان يقول البايع للمشتري بعت منك هذا بكذا فيقول المشتري اشتريت
اور بیع ایجاب اور قبول سی جب گنتی ہی کہ وہ دونوں ماضی کی لفظ ہوں جیسی بایع مشتری سی کہی یہہ مال میں تیری ہاتہہ اتنی کو بیچ چکا پہر مشتری کہی میں لی چکا
او يقول المشتري للبايع اشتريت منك هذا بكذا فيقول البايع بعت لان البيع انشاء تصرف شرعي والانشاء اثبات ما
یا پہلی مشتری بایع سی کہی میں تجہسی یہہ چیز اتنی کو مول لی چکا پہر بایع کہی میں بیچ چکا اس لئی کہ بیع انشا یعنی نیا تصرف شرعی ہوتا ہی اور انشا میں قایم کرنا
لم يكن ثابتا وهو لا يعرف الا بالشرع لان واضع اللغة لم يضع له لفظا خاصا والشرع قد استعمل فيه اللفظ الموضوع
معدوم کا ہوتا ہی اوسکا علم بدون شرع کی نہیں ہوتا اسواسطی کہ لغت بنانیوالی نی اسکی لئی کوئی خاص لفظ نہیں وضع کیا اور شرع نی اسمیں ایسا لفظ
للاخبار المستعمل في الماضي الذي يدل على الوجود حتى يدل على ان هذا التصرف مما يراد وجوده فينعقد به البيع و
جو ماضی میں خبر کی واسطی مستعمل ہوتا ہی استعمال کیا ہی جسمیں وجود پر دلالت ہوتی ہی تاکہ یہہ معلوم ہو کہ یہہ تصرف مقصود ہی پہر اوس سی بیع منعقد ہو جاتی ہی
لا ينعقد بلفظين احدهما امر بل لا بد فيه من ثلثة الفاظ كما اذا قال المشتري للبايع بع مني هذا بكذا وقال البايع
اور ایسی لفظوں سی منعقد نہیں ہوتی جو ایک امر ہو بلکہ اسمیں تین لفظوں کی ضرورت پڑتی ہی جیسی اگر مشتری بایع سی کہی یہہ مال میری ہاتہہ اتنی کو بیچ ڈال اور بایع کہی
بعت فما لم يقل المشتري ثانيا اشتريت لا ينعقد البيع وكذا اذا قال البايع للمشتري اشتر مني هذا بكذا وقال المشتري
میں نی بیچا پہر جبتک مشتری دوبارہ یوں نکہیگا کہ میں نی خریدا تو بیع منعقد نہوگی اور ایسی ہی اگر بایع مشتری سی کہی مجہسی یہہ اتنی کو خرید لی اور مشتری کہی
اشتريت فما لم يقل البايع ثانيا بعت لا ينعقد البيع واما اذا كان احد اللفظين او كلاهما مضارعا فينعقد البيع اذا
میں نی خریدا پہر جبتک بایع دوبارہ یوں نکہیگا کہ میں نی بیچا تو بیع منعقد نہوگی اور اگر دونوں میں سی ایک کلام یا دونوں کلام مضارع ہوں تو بہی بیع منعقد ہو جاتی ہی

النية ويحمل لفظ المضارع على الحال وكذا ينعقد البيع بكل لفظ يدل على معنى بعت واشتريت كذا اذا قال البايع
نیت ہو اور اوس لفظ مضارع کو حال کے معنی پر لیں گے اور ایسے ہی بیع ہر لفظ سے جس سے بعت کے معنی ہوں منعقد ہو جاتی ہے جیسے بایع مشتری سے کہے
للمشتري بعت منك هذا بكذا وقال المشتري قبلت او قال المشتري للبايع اشتريت منك هذا بكذا وقال البايع
میں نے یہ شی تیرے ہاتھ اتنے کو بیچی اور مشتری کہے میں نے قبول کی یا مشتری بایع سے کہے میں نے تجھ سے فلانی چیز اتنے کو مول لی اور بایع کہے
خذه ينعقد البيع في كلتا الصورتين اما في الصورة الاولى فظاهر واما في الصورة الثانية فلانه لما امر ان
لے لی تو بیع دونوں صورتوں میں منعقد ہو جاوے گی پہلی صورت میں تو ظاہر ہے اور یہی دوسری صورت سو اسلیے کہ جب بایع نے اوسکو
ياخذه بالبدل وهو لا يكون الا بالبيع صار كانه قال بعته منك به فخذه فيقدر البيع اقتضاء فيثبت العقد
عوض بدل کے لے لینے کی اجازت دی تو یہ بدون بیع کے نہیں ہوتا تو انجام اوسکا یہ ہوا گویا بایع نے کہا میں نے تیرے ہاتھ اتنے کو بیچی سو تو لے لے پس بیع
باعتباره لا بلفظين احدهما امر حتى ينافي ما سبق لان المعنى هو المعتبر في هذه العقود ولهذا ينعقد البيع بالتعاطي
باعتبار اقتضاء کے مقدر ہو گی پس انعقاد بیع کا اس اعتبار سے ہوگا اور بیع منعقد نہیں ہوتی ایسے دو لفظوں سے کہ اون میں سے ایک امر ہے کہ منافی بیان سابق کے ہو اسلیے کہ ان عقود
في الخسيس والنفيس هو الصحيح لتحقق المرضيات لكن لا بد فيه من الاعطاء من الجانبين عند البعض وعند البعض
مبیع کم بہا ہو یا بیش بہا یہی مذہب صحیح ہے کیونکہ رضامندی ہو جاتی ہے لیکن اس صورت میں بعضوں کے نزدیک ضرور ہے کہ دونو طرف سے ثمن اور مبیع ...
يكفي الاعطاء من جانب واحد فان محمدا اشار في الجامع الصغير الى ان تسليم المبيع يكفي في تحقق البيع هذا
ایک طرف سے ادا کرنا بھی کفایت کرتا ہے کیونکہ امام محمد رح نے جامع صغیر میں یہ اشارہ کیا ہے کہ مبیع کا حوالہ کر دینا واسطے ثبوت بیع کے کافی ہے یہ اس صورت میں
اذا بين الثمن او كان معلوما كما اذا قال رجل لبايع الحنطة بكم تبيع الحنطة فقال قفيز بدرهم فقال كلني
ہے کہ ثمن بیان کر دیں یا کسی طرح سے معلوم ہو جیسے کوئی گیہوں بیچنے والے سے پوچھے گیہوں کیا بھاو بیچتا ہے اوسنے کہا فی روپیہ ایک پیمانہ پھر اوسنے کہا مجکو پانچ
خمسة اقفزة فكاله فذهب بها فهذا بيع فعليه خمسة دراهم وكذا لو اشترى وقرا من الحطب بثمانية ثم
قفیز ناپ دے پھر اوسنے ناپ دی پھر وہ لیکر چلا گیا یہ بیع پوری ہے اور اوسکے ذمے پانچ روپیہ ہیں اور ایسے ہی اگر ایک بہار لکڑی کا آٹھ پیسے کو خریدا پھر
قال ائت بوقر آخر والمسئلة بحالها ففعل فهذا بيع وله ان يطلب الثمانية ولو قال لبايع الحطب بكم تبيع هذا الوقر
کہا ایک بہار اور لا کر یہاں ڈال دے اوسنے لا ڈالا تو یہ بیع پوری ہے اور اوسکو مطالبہ آٹھ پیسے کا پہنچتا ہے اور اگر لکڑی والے سے کہا یہ گٹھا لکڑی کا کتنے کو
من الحطب فقال بثمانية فقال سق الحمار فساقه اختلفوا فيه قال بعضهم لا يكون بيعا ما لم يسلم الحطب ولم ينقد
بیچتا ہے اوسنے کہا آٹھ پیسے کو پھر اوسنے کہا گدھا ہانک لا پھر وہ ہانک لیگیا اسمیں اختلاف کرتے ہیں بعضے کہتے ہیں بیع پوری نہیں ہوتی جبتک لکڑیاں حوالہ نکر دی
الثمن وقال بعضهم يكون بيعا لانهما تراضيا على التمليك والتملك والتراضي هو المعتبر في الباب الا انه لما كان
اور پیسے نہ لیلے اور بعضے کہتے ہیں بیع ہو گئی کیونکہ دونو لینے دینے پر راضی ہیں اور تملیک اور دونو کی رضامندی ہی بیوع میں معتبر ہے اتنا ہے کہ دلکی رضامندی
باطنا اقيم الايجاب والقبول مقامه لدلالتهما عليه فاذا اوجب احد العاقدين بايعا كان او مشتريا كما اذا قال البايع
امر مخفی ہے ایجاب قبول کو اوسکی جگہ ٹھہرا دیا ہے اس سے رضا معلوم ہو جاتی ہے پھر جب ایک نے ایجاب کیا بایع ہو یا مشتری جیسے کہ بایع مشتری سے کہے
للمشتري بعت منك هذا بكذا او قال المشتري للبايع اشتريت منك هذا بكذا فالاخر بالخيار ان شاء قبل
میں نے تیرے ہاتھ فلانی شی اتنے کو بیچی یا مشتری بایع سے کہے میں نے تجھسے اتنے کو مول لی اب دوسرے کو اختیار ہے چاہے اوس مجلس میں عقد کو قبول کرے
العقد في المجلس وان شاء رده وهذا الخيار يسمى خيار القبول ويمتد الى آخر المجلس ولا يبطل بالتاخير اليه و
اور چاہے رد کرے اور اس اختیار کو خیار قبول کہتے ہیں اور یہ اختیار آخر مجلس تک باقی رہتا ہے مجلس تک تاخیر سے باطل نہیں ہوتا
ان طال ما لم يظهر ما يبطله اذ يحتاج اليه المرء للتروي وليس له ان يقبل العقد في البعض دون البعض لانه
اگرچہ مجلس دراز ہو جاوے جبتک ایسی حرکت ظاہر نہو جس سے خیار باطل ہو جاوے کیونکہ آدمی کو مہلت کی حاجت دریافت کرنیکے لیے ہوتی ہے اور اوسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ مبیع کو

تفریق الصفقة فتضرر به احد العاقدین لان المبیعان کان واحدا یلزمه ضرر الشرکة وان کان متعددا فالعادة
صفقہ یعنی عقد پورا نہیں رہتا پہر دونوں میں سی کسی ایک کا نقصان ہوگا کیونکہ مبیع اگر ایک شئی ہی تو نقصان شرکت کا لازم آتا ہی اور اگر کئی ہیں تو عادت یوں پڑی ہی کہ
ضم الجید الی الردی ونقص ثمن الجید لترویج الردی فلو ثبت له خیار القبول فی البعض یقبل الجید ویترک
عمدہ کو ناقص کی ساتھ ملا کر ناقص کی نکاسی کی لئے عمدہ کی قیمت کچھ کم کر دیتی ہیں اب اگر اوسکو یہہ اختیار رہودی کہ جو نسی چاہی چہانٹ لی تو وہ عمدہ کو لیلیگا اور
الردی فیزول الجید عن ید البایع باقل من ثمنه وفیه ضرر له الا اذا کرر العقد وبین ثمن کل واحد بان
ناقص کو نہ لیگا تو بایع کی ہاتہہ سی عمدہ مبیع کم قیمت کو جاتی رہی گی اور اسمین بایع کا بڑا ضرر ہی ہان اگر دوبارہ عقد کری اور ہر ایک کا ثمن جدا جدا بیان کر دی
قال بعت هذا بکذا وهذا بکذا فحینئذ ینتفی الضرر عنه فالم یحصل القبول یبطل الایجاب بقیام واحد منهما
اسطور کہ میںنی یہہ اتنی کو اور یہہ اتنی کو بیچا اب اوسکا کچھ ضرر نہیں ہی پہر جبتک قبول نہودی تو ایجاب دونون میں سی ایک کی کہڑی ہونی
ایهما کان ولا یبقی لواحد منهما ولایة القبول بعده لان القیام دلیل الرجوع وکذا لو قال البایع للمشتری بعت
کو خواہ کوئی کہڑا ہوجاوی پہر ان دونون میں سی کسیکو اختیار قبول کا باقی نہیں رہتا کیونکہ کہڑا ہو جانا رجوع کی دلیل ہی اور ایسی ہی اگر بایع نی مشتری سی کہا مینی تیری ہاتہہ بیچ
منك هذا بکذا ولم یقل المشتری شیئا حتی کلم البایع انسانا فی حاجة لم یبطل الایجاب واذا حصل الایجاب
اتنی کو بیچا وہی مشتری نی کچھ جواب نہیں دیا کہ بایع اور شخص سی کچھ بات چیت کرنی لگا تو ایجاب باطل نہیں ہوگا اور جب ایجاب قبول دونو ہوگئی
والقبول یتم العقد ولا یکون لواحد منهما خیار اصلا لا فی المجلس ولا بعده الا من عیب او عدم رؤیة
ہیں تو عقد پورا ہو جاتا ہی اب دونون میں سی ہرگز کسیکو کچھہ اختیار پہیری نی پہیرنیکا نہیں ہی نہ مجلس میں نہ بعد مجلس کی مگر بسبب عیب کی یا نہ دیکہنی کی
وفی العوض المشار الیه مبیعا کان او ثمنا یکفی الاشارة فی صحة البیع بلا علم بقدره ووصفه وفی غیر
اور عوض میں جو سامنی موجود ہو مبیع ہو یا ثمن واسطی صحت بیع کی بدون دریافت مقدار اور وصف کی اشارہ کفایت کرتا ہی اور جو سامنی نہو
المشار الیه لابد من علم بقدره ووصفه لان التسلیم واجب بالعقد ویمتنع حصوله بالجهالة المفضیة
تو اوسکی مقدار اور وصف کا علم ضرور چاہئی اسلئی کہ بعد عقد کی تسلیم واجب ہو گی اور بسبب جہالت کی جس سی جہگڑا پیدا ہوتا ہی ہرگز نہیں ہو سکتی
الی النزاع ویصح البیع بثمن حال وثمن مؤجل لاطلاق قوله تعالی واحل الله البیع ولما روی انه علیه السلام
اور بیع ثمن حالی یعنی نقد اور ثمن مؤجل یعنی اودہار دونو صحیح ہو جاتی ہی کیونکہ آیت میں کوئی قید نہیں ہی اور حلال کی اللہ نی بیع کو اور اسلئی کہ روایت ہی کہ
اشتری من یهودی طعاما الی اجل ورهن درعه لکن لابد ان یکون الاجل معلوما اذ لو لم یکن معلوما بل
ایک یہودی سی ایک مدت پر اودہار غلہ مول لیا اور زرہ گروی رکہہ دی لیکن مدت کا معلوم ہونا ضرور چاہئی اسواسطی کہ اگر مدت معلوم نہو گی بلکہ
کان مجهولا کالبیع الی قدوم الحاج او الی الحصاد او الی الدیاس او الی القطاف او الی الجزاز لکانت جهالته مانعة من
مجہول ہو گی جیسی بیچنا بشرط اودہار ثمن حاجیوں کی آنی پر یا کہیتی کٹنی پر یا پہیر اوٹہنی پر یا انگور توڑنی پر یا اون کترنی پر تو یہہ جہالت بیشک تسلیم ثمن سی
التسلیم الواجب بالعقد لان هذه الاوقات تتقدم تارة وتتاخر اخری فربما یطالبه البایع فی قریب المدة و
مانع ہوگی جو عقد سی واجب ہو گئی ہی اسلئی کہ یہہ اوقات کہیں اگیتی ہوتی ہیں اور کہیں پچہیتی سو کبہی بایع اول وقت میں مطالبہ کریگا اور
المشتری یؤخره الی بعیدها ویقع بینهما التنازع الموجب لفساد العقد ولو انهما تبایعا الی هذه الاجال ثم تراضیا
مشتری کو پچہلی وقت تک ٹالدیگا پہر اون دونو میں جہگڑا پڑیگا جس سی عقد فاسد ہو جاتا ہی اور اگر دونو نی بیع انہی اوقات مذکورہ پر کی پہر دونو راضی ہوکر
باسقاط الاجل قبل قدوم الحاج وشروع الناس فی الحصاد والدیاس وغیرهما ینقلب البیع صحیحا لارتفاع المفسد
حاجیوں کی آنی سی اور کہیتی کی کاٹنی سی اور پہیر کی اور وہان وغیرہ سی پہلی مدت موقوف کی تو وہی بیع صحیح ہو جاویگی کیونکہ مفسد پہلی
قبل تقرره ولو وقع بینهما البیع مطلقا ثم اجل الثمن الی هذه الاوقات یجوز لان هذا تاجیل الدین والجهالة
جاتا رہا اور اگر دونو میں بیع بلا شرط واقع ہوئی پہر بعد اسکی ثمن کی یہہ اوقات مقرر کر دی تو جائز ہی اسلئی کہ یہہ دین کی مدت ہی اور تہوڑی سی

البیع

اليسيرة متحملة فيه لان كل دين حال اجله صاحبه الى اجل معلوم او الى اجل مجهول [illegible]
جہالت کی اسمیں گنجایش ہو سکتی ہی [illegible] ہو جب قرض خواہ اوسکی مدت [illegible] جیسی مدت
الى هذه الاوقات يصير ذلك الدين مؤجلا ويكون تاجيله لازما الا القرض فان تاجيله لا يكون لازما
ان اوقات مذکورہ کی تو وہ دین مؤجل ہو جاتا ہی اور اوسکی مدت لازم ہو جاتی ہی   سواء قرض اوسکی [illegible] اوسکی مدت لازم نہیں ہوتی
بل يجوز ابطاله لكونه من التبرعات ولا جبر فيها كما في الاعارة ولو اراد ان يكون تاجيله لازما فطريقه ان يحيل
بلکہ اوسکا ابطال جایز ہی کیونکہ یہہ قرض صرف احسان ہوتا ہی اسمیں کوئی زبردستی نہیں چلتی جیسے عاریت میں اور اگر چاہو کہ قرض نقد کی مدت لازم ہو جاوی تو یوں طریقہ ہی
المستقرض المقرض على رجل بدينه فيؤجل المقرض ذلك الرجل مدة معلومة فحينئذ يكون التاجيل لازما
کہ قرضدار قرض خواہ کو اپنی دین کا حوالہ اوس شخص پہ کردی پہر قرض خواہ اوس شخص کی ایک مدت معلومہ مقرر کردی پس تب مدت لازم ہو جاویگی
حتى لو اراد المقرض ان يطالبه قبل تلك المدة ليس له ذلك فمن اشترى شيئا مما ينقل لا يجوز له ان يبيعه حتى
یہانتک کہ اگر قرض خواہ اوس مدت سی پہلی طلب کرنا چاہی تو اوسکو اختیار نہیں ہی اور جسنی کوئی شی منقول مول لی تو اوسکو قبضہ کرلینی سی پہلی بیچ ڈالنا جایز نہیں ہی
يقبضه لما روي انه عليه الصلوة والسلام نهى عن بيع ما لم يقبض ولان فيه غرر انفساخ العقد على تقدير
اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نی   منع فرمایا ہی بی قبضہ کی ہوئی بیع سی کیونکہ اسمیں احتمال عقد ٹوٹنی کا ہوتا ہی اگر مبیع
هلاكه فانه لو هلك قبل قبضه ينفسخ العقد ويعود الى قديم ملك البائع فيكون المشتري بايعا ملك غيره
تلف ہو جاوی پہر اگر مبیع   قبضہ سی پہلی ہلاک ہو جاوی تو عقد ٹوٹ جاتا ہی اور مبیع بایع کی اصلی ملک میں داخل ہو جاتا ہی تو گویا مشتری غیر کا مال
واما اذا قبضه فحينئذ يتم البيع فيكون بايعا ملك نفسه فلما كان قبل القبض لا يدري ان البيع يتم فيكون
بیچتا ہی اور اگر مشتری قبضہ کرچکا تو اب بیع پوری ہو چکی اب اپنا مال بیچتا ہی   اور چونکہ قبضہ سی پہلی نہیں معلوم کہ آیا بیع پوری ہوگی کہ اپنا مال بیچتا ہی
بايعا ملك نفسه او ينفسخ فيكون بايعا ملك غيره حكم بعدم الجواز بخلاف بيع العقار قبل قبضه فانه يجوز
یا ٹوٹ جاویگی کہ بیگانہ مال بیچتا ہی تو اسلیی حکم عدم جواز کا ہی   برخلاف بیع زمین وغیرہ کی قبضہ سی پہلی کہ یہہ بیع جایز ہی
لعدم المانع فيه وهو غرر انفساخ العقد على تقدير الهلاك لان الهلاك في العقار نادر ويجوز التصرف في الثمن
کیونکہ اسمیں وہ مانع یعنی شبہ عقد ٹوٹ جانیکا بشرط ہلاک مبیع کی نہیں ہی   اسلیی کہ زمین کم ہلاک ہوتی ہی   اور ثمن میں قبضہ سی پہلی تصرف جایز
قبل قبضه سواء كان مما لا يتعين كالنقود او مما يتعين كالمكيل والموزون حتى لو باع متاعا بدراهم او بكر حنطة
ہی   برابر ہی کہ غیر معین ہو جیسی نقود   یا متعین ہو جیسی مکیل   اور موزون یہانتک کہ اگر بیچا مال اسباب بدراہم یا کُر گیہوں کی
يجوز له ان ياخذ بدلهما شيئا آخر لوجود المجوز وهو الملك وانتفاء المانع وهو غرر الانفساخ بالهلاك لان الثمن
بیچا تو بایع کو جایز ہی کہ اونکی بدلہ کوئی اور چیز مشتری سی لیلیوی کیونکہ جایز کرنیوالی یعنی ملک موجود ہی اور مانع نہیں ہی یعنی شبہ عقد ٹوٹنی کا ہلاک ہونی سی کیونکہ   ثمن
يثبت في الذمة ولا يتعين بالتعيين والمكيل والموزون وان كان مبيعا من وجه لكنه ثمن من وجه فلا ينفسخ
ذمہ پر ثابت ہوجاتا ہی اور تعیین کرنی سی معین نہیں ہوتا اور مکیل اور موزون اگر چہ ایک وجہ سی مبیع ہیں   پر ایک وجہ سی ثمن ہیں سو بیع اوسکی ہلاک ہونی سی
البيع بهلاكه والمراد بجواز التصرف في الثمن قبل قبضه جواز تمليكه ممن عليه الدين ولو بعوض لا جواز تمليكه من
نہیں ٹوٹیگی اور ثمن میں تصرف قبل قبض جو جایز ہی اس سی یہہ مراد ہی کہ جسکی ذمہ پر ثمن ہوتا ہی اوسکو مالک کردی تو جایز ہی اگرچہ بدلہ میں یہہ مراد نہیں ہی
غير من عليه الدين لان تمليك الدين من غير من عليه الدين ليس بمشروع ويجوز بيع الحنطة وغيرها من
کہ سوا اوسکی یعنی ذمہ دار کی اور کو مالک کرنا جایز ہی اسلیی کہ دین کا مالک کرنا اور کو سوا دین دار کی جایز نہیں ہی   اور بیچنا گیہوں وغیرہ دانہ کا
الحبوب مكايلة ومجازفة وباناء لا يعرف قدره ولا ينكبس بالكبس واما اذا كان ينكبس بالكبس كالزنبيل ونحوه فلا يجوز
پیمانہ سی   اور تخمین سی یعنی ڈہیری اور ایک ایسی پیمانہ سی ناپ کر جسکی مقدار معلوم نہو اور کہینچنی سی نہ بڑہتا ہو جایز ہی اور جب اگر کہینچنی سی بڑہتا ہو   جیسی زنبیل وغیرہ

فمن اشترى كيليا مجازفة يجوز له ان يبيعه او ياكله قبل ان يكيله لان البيع يقع على المشار اليه لا على مقدار
اور جس نے کیلی شی کی ڈھیری اٹکل سے مول لی تو اوسکو جایز ہی کہ بیچے یا کھالے قبل اوس کے کہ کیل کرے اسواسطی کہ اس صورت میں بیع موجود کی ہوتی ہی نہ مقدار معین کی تو یہ سب ہوگی
معين فيكون الكل له وان اشتراه بشرط الكيل لا يبيعه ولا ياكله حتى يكيله لاحتمال ان يزيد على المشروط
وہ سب کا سب اوسی کا ہی اور اگر ڈھیری بشرط کیل کے مول لی تو بغیر کیل کئے نہ بیچی اور نہ کھاوی اسواسطی کہ شاید مقدار مشروط سے کچھ بڑھ جاوی
وهو للبائع والتصرف في مال الغير حرام يجب الاحتراز عنه ويكفي كيل البائع بعد بيعه بحضرة المشتري في الصحيح لان
اور وہ بایع کا مال ہوگا اور غیر کی مال میں تصرف حرام ہی اس سے بچنا ضرور ہی اور بیچنے کی بعد مشتری کے سامنے بایع کا کیل کرنا صحیح مذہب میں کفایت کرتا ہی کیونکہ
المبيع يصير به معلوما ويتحقق معنى التسليم ولا اعتبار بكيله قبل البيع ولو بحضرة المشتري لان الشرط كيل
مبیع اس سے بھی معلوم ہو جاتا ہی اور تسلیم ثابت ہو جاتی ہی اور بیچنے سے پہلی بایع کی کیل کا کچھ اعتبار نہیں ہی اگرچہ مشتری کی سامنے ہو اسلئے کہ شرط کیل
البائع او المشتري وهو ليس بواحد منهما ولا بكيل بعد البيع بغيبة المشتري لان الكيل من باب التسليم اذ به يصير
بایع کا ہی یا مشتری کا اور قبل البیع وہ کوئی بھی نہیں ہی نہ بایع ہی اور نہ مشتری اور بعد بیع کی کیل کا کچھ اعتبار مشتری کی بس غیبت میں کیل قسم تسلیم
المبيع معلوما ولا تسليم الا بحضرته وكذا لو اشترى ما يوزن او يعد بشرط الوزن او العد لا يبيعه ولا ياكله حتى
مبیع معلوم ہوتا ہی اور تسلیم مشتری کی موجود ہونی بغیر نہیں ہوتی اور ایسی ہی اگر تول کی شی یا گنتی کی شی بشرط وزن یا شمار کی مول لی تو بیوزن تولی یا گنی نہ بیچی اور نہ کھاوی
يزنه او يعده الا ان البائع لو وزنه او عده بعد البيع بحضرة المشتري يكفي ولو اشترى ما يذرع بشرط الذرع
جبتک تول یا گن نہ لے مگر بایع بیع کی بعد مشتری کی سامنے تول دے یا گن دے تو کفایت کرتا ہی اور اگر گز گت کی شی بشرط گز گت کی مول لی
يجوز له ان يبيعه قبل الذرع لان الذراع وصف لا يقابله شيء من الثمن فيكون الكل له قال الزيلعي هذا اذا لم يسم
تو جایز ہی کہ ناپنے سے پہلی بیچ ڈالی اسلئے کہ گز گت ایسا وصف ہی کہ اوسکی مقابلہ میں ثمن کچھ نہیں ہوتا وہ سب اوسیکا ہی زیلعی کہتا ہی یہہ اوس صورت میں ہی
البائع لكل ذراع ثمنا واما اذا سمى وقال كل ذراع بكذا فلا يحل للمشتري ان يتصرف فيه حتى يذرعه ومن باع
کہ بایع فی ذرع ثمن نہ ٹھہراوی اور اگر فی ذرع ثمن معین کر دی مثلا چار آنہ گز تو مشتری کو حلال نہیں ہی کہ گز گت کئی بغیر اوسمین تصرف کری اور اگر کسینے
صبرة كل قفيز بكذا ولم يذكر عدد قفزانها لا يجوز البيع عند ابي حنيفة الا في قفيز واحد لتعذر صرف العقد الى
اناج کا ڈھیر بیچا ہر پیمانہ اتنی کو اور بیان نکیا کتنی پیمانہ ہی تو امام ابی حنیفہ کی نزدیک بیع جایز نہیں ہی بجز ایک پیمانہ کی کیونکہ عقد تمام ڈھیر پر نہیں پڑ سکتا
الكل لجهالة المبيع والثمن جهالة تفضي الى النزاع لان البائع يطلب الثمن اولا بموجب العقد والمشتري لا يدفعه
اسلئے کہ مبیع اور ثمن دونو ایسی مجہول ہیں جسمین جھگڑا اٹھ کھڑا ہو جاوی اسواسطی کہ بایع موافق تقاضا عقد کی ثمن پہلی طلب کریگا اور مشتری نہیں دیوےگا
لكونه غير معلوم لكون المبيع غير معلوم واذا تعذر صرفه الى الكل يصرف الى الواحد وهو معلوم ولو زالت
کیونکہ ثمن کی مقدار معلوم نہیں ہی اسلئے کہ مبیع معلوم نہیں ہی اور جبکہ عقد کو تمام مبیع پر صرف نہیں کر سکتی تو ایک پیمانہ پر لگاوینگی اور ایک تو معلوم ہی اور اگر
الجهالة في المجلس بالكيل او بذكر جميع القفزان يجوز البيع في جميعها لكن يكون المشتري مخيرا وهكذا الحكم
مجلس کی اندر جہالت دفع ہو جاوی کیل کر لی سہی یا تمام پیمانہ بیان کر دیئی سہی تو بیع تمام ڈھیر کی جایز ہو جاویگی لیکن مشتری کو لینی نہ لینی کا اختیار ہوگا اور تمام
في جميع الموزونات والمعدودات المتقاربة ولو باع قطيع غنم كل شاة بكذا ولم يذكر عددها لا يجوز البيع في جميعها
موزونات اور معدودات میں جو ایک سی ہوں ایسا ہی حکم ہی اور اگر ریوڑ بکریوں کا اسطور بیچا کہ ہر بکری اس اتنی کو اور انکی گنتی بیان نکی تو امام ابو حنیفہ کی نزدیک
عند ابي حنيفة كما ذكر ان العقد يصرف الى الواحد وهو متفاوت لكون افراد الشاة متفاوتة وتفاوت الافراد
بیع سراسر جایز نہیں ہی چنانچہ ذکر ہو چکا ہی کہ عقد ایک عدد پر مصروف ہوتا ہی اور وہ متفاوت ہی اسلئی کہ راس بکریوں کی ایک سی نہیں ہوتی اور تفاوت افراد کا
يقتضي الجهالة المفضية الى النزاع وكذا الحكم في كل معدود متفاوت اذا باع عدل ثوب كل ثوب بكذا ولم يذكر
ایسی جہالت ہوتی ہی کہ جسمین جھگڑا اٹھ کھڑا ہو جاوی اور ہر ایک معدود متفاوت کا ایسا ہی حکم ہی اگر گٹھڑی تھان کی اسطور بیچی کہ ہر ایک تھان اتنی کو اور گنتی بیان

عددها لا يجوز البيع في جميعها للجهالة المفضية الى النزاع وعندهما يجوز البيع في جميعها كذا ذكر في
گنتی تو بیع سراسر جایز نہوگی بسبب جہالت کی جو جھگڑا کرادیتی ہی اور صاحبین کی نزدیک بیع تمام کی جایز ہی اور فتاویٰ قاضیخان میں
فتاوى قاضيخان ان الفتوى على قولهما تيسيرا على الناس ولو ذكر عددها وقال المشتري بعت منك هذا
مذکور ہی کہ لوگوں پہ آسانی کی واسطی صاحبین کی قول پہ فتوی ہی اور اگر بایع نی گنتی بیان کر کر مشتری سی کہا میں نی تیری ہاتھ یہ ریوڑ
القطيع على انه مائة شاة او هذا العدل على انه مائة ثوب بكذا يصح البيع لكون كل من المبيع والثمن معلوما
کہ سو بکریاں ہیں اور یہ گٹھڑی کہ سو تھان ہیں اتنی کو بیچا تو بیع صحیح ہی اسواسطی کہ مبیع اور ثمن نام لینی سی دونو معلوم ہوگئی ہیں
بالتسمية لكن ان وجده المشتري اقل او اكثر يفسد البيع اما فساده اذا وجده اكثر فلعدم دخول الزوائد
لیکن اگر مشتری نی کم یا زیادہ پائی تو بیع فاسد ہوجاویگی پھر فساد بیع کا زیادتی کی صورت میں اسواسطی ہی کہ فرد زائد عقد کی
تحت العقد فيجب رده وهو مجهول لكون افراد الشاة او الثوب متفاوتة واما فساده اذا وجده اقل فلوجوب
تلی نہیں آیا تو اوسکا پھیر دینا واجب ہی اور وہ معلوم نہیں کونسا ہی اسلئی کہ اس بکریوں کی یا تھان کپڑی کی ایکسی نہیں ہیں اور فساد بیع کا کمی کی تقدیر میں اسلئی ہی کہ
سقوط حصة الناقص من الثمن عن ذمته وهي مجهولة اذ لا يدري ان الناقص كان جيدا او وسطا او رديا ولو
مقدار قیمت کمتی فرد کی منجملہ ثمن کی اوسکی ذمہ سی کم کرنی چاہیی اور وہ معلوم نہیں کیا معلوم ہی کہ کمی کا تھان یا راس عمدہ ہی یا درمیانہ یا نکمّا اور اگر
بيّن لكل منها ثمنا وقال كل شاة او كل ثوب بكذا يصح البيع في الاقل لكن يكون المشتري مخيرا ان شاء اخذ الموجود
بایع نی ہر ایک کا ثمن بیان کردیا کہ ہر ایک راس اور ہر ایک تھان اتنی کو تو بیع کمی کی صورت میں صحیح ہی لیکن مشتری کو اختیار ہی چاہی موجود کو حصہ
بحصته من الثمن لكونه معلوما وان شاء تركه ويفسد في الاكثر لجهالة المبيع ومن قال لغيره بعت منك كرا من
ثمن میں سی مول لیلی کیونکہ معلوم ہی اور چاہی نہ لیوی اور زیادتی کی صورت میں فاسد ہی کیونکہ مبیع مجہول ہی اور جس نی دوسری سی کہا میں نی تیری ہاتھ پیمانہ
الحنطة التي في هذا الانبار او من هذا الكدس ثم اعطاه حنطة من موضع آخر لا يجوز لان ما سوى النقود يتعين
گیہوں کا اس ڈھیر میں سی یا اس خرمن میں سی بیچا پھر اوسکو گیہوں اور جگہ سی حوالہ کئی تو جایز نہیں ہی اسلئی کہ سب شی سوای نقود کی تعین کرنی سی
بالتعيين فلا يجوز استبداله واقامة الآخر مقامه الا بالفسخ وتكرار العقد ومن باع شيئا وقال للمشتري بعته منك
معین ہوجاتی ہی پس اوسکا بدلنا اور دوسری کا اوسکی جگہ قایم کرنا جایز نہیں ہی ہاں وہ عقد توڑ کر دوبارہ عقد کری تو جایز ہی اور جس نی کوئی شی بیچی اور مشتری سی کہا میں نی تیری ہاتھ
بغير ثمن يكون البيع باطلا لان الثمن اذا انتفى ينتفي ركن البيع فلا يكون بيعا ولو باعه وسكت عن ثمنه لا يبطل البيع
بغیر ثمن کی بیچی تو یہ بیع باطل ہی کیونکہ جب ثمن نہیں ہوتا تو بیع کا رکن نہیں ہوتا تو بیع کب ہوگی اور اگر کوئی شی بیچی اور ثمن سی چپ کر رہا تو بیع باطل نہیں ہوتی
بل يفسد لان مطلق البيع يقتضي المعاوضة واذا سكت عن الثمن يكون غرضه القيمة ويصير كانه باعه
بلکہ فاسد ہوتی ہی اسلئی کہ مطلق بیع معاوضہ کو چاہتی ہی اور جب اوسنی ثمن بیان نکیا تو اوسکی غرض قیمت لینیکی ہی اسکا انجام یہ ہی کہ گویا قیمت کو بیچا
بقيمته وبيع الشيء بقيمته فاسد لا باطل والحاصل ان البيع اذا لم يكن صحيحا فهو قد يكون باطلا وقد يكون
اور شی کو قیمت سی بیچنا فاسد ہوتا ہی باطل نہیں ہوتا اور حاصل یہ ہی کہ بیع اگر صحیح نہیں ہوتی تو پھر وہ بعضی دفعہ باطل ہوتی ہی اور کبھی
فاسدا فلا بد من بيان كل منهما ليمكن الاحتراز عنهما فالبيع الباطل ما لا يصح باصله ووصفه ولا يفيد الملك اصلا
فاسد اب ہر ایک کا بیان کرنا ضرور ہوا تاکہ ان دونوں سی بچ سکیں سو بیع باطل تو وہ ہی کہ اپنی اصل اور وصف میں صحیح نہو اور ہرگز فائدہ ملک کا نہیں دیتی
ولهذا قيل من غلب على ظنه ان اكثر معاملات اهل السوق على البطلان ليس له ان يشتري منهم شيئا ولا يحل له ما
اسیواسطی کہتی ہیں جسکو گمان غالب یوں ہو کہ اکثر معاملات ان بازار والوں کی باطل ہوتی ہیں تو اوسکو جایز نہیں ہی کہ اونسی کوئی چیز مول لی اور جو مال اونسی لیگا
اشتراه منهم والبيع الفاسد ما يصح باصله لا بوصفه ويفيد الملك في المبيع بعد قبض المشتري اياه لكن لا على
حلال نہوگا اور بیع فاسد وہ ہی جو اصل میں صحیح ہو وصف میں غیر صحیح اور مبیع پہ جب مشتری قبضہ کر لیتا ہی تو فائدہ ملک کا دیتی ہی لیکن پاکیزگی کی

وجه الطیب بل علی جهة الخبث ولهذا قیل لا یحل له ان یتصرف فیه بتملیک او انتفاع حتی لو کان طعاما
راہ سے نہیں بلکہ خباثت کی راہ سے اسی واسطے کہتے ہیں کہ ایسی مبیع میں تصرف یعنی کسی کو مالک کرنا یا نفع لینا حلال نہیں ہے یہاں تک کہ اگر طعام ہو

لا یحل له اکله ولو کان جاریة لا یحل له وطیها بل یجب علی کل واحد من البایع والمشتری فسخ العقد رفعا للفساد
تو کھانا حلال نہیں ہے اور اگر لونڈی ہے تو صحبت حلال نہیں ہے بلکہ ہر ایک بائع اور مشتری پر واسطے اٹھانے فساد کی عقد کا توڑنا واجب ہے

وان لم یفسخا بل باع المشتری ما قبضه بالشراء الفاسد بعقد صحیح ینفذ بیعه لانه لما ملکه ملک تملیکه لغیره
اور اگر دونوں نے عقد بیع نہ توڑی بلکہ مشتری نے وہی مبیع بیع فاسد کا قبضہ میں لیکر اور کسی کے ہاتھ عقد صحیح سے بیچ ڈالا تو اوسکی بیع قایم رہیگی کیونکہ جب مبیع کا مالک ہوا تو

بالبیع وغیره فلا یتصور بعده الفسخ لتعلق حق العبد به لان وجوب الفسخ سابقا کان لحق الشرع واذا اجتمع
بذریعہ بیع وغیرہ کسی دوسرے کا بھی مالک ہوا اب بعد اسکی فسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ اب بندہ کا حق متعلق ہو گیا اسلئے کہ پہلی تو اسلئے حق شرع کی فسخ واجب تھا اور جب حق عبد اور حق شرع

حق العبد مع حق الشرع یقدم حق العبد لحاجته ثم کان الاولی للمشتری ان یتنزه عن شرائه اذ قیل من ظن
جمع ہو جاتی ہیں تو حق عبد کا مقدم رکھتی ہیں کیونکہ عبد حاجتمند ہے اب مشتری کو اولیٰ ہے کہ اوسکو مول نہ لیتا کیونکہ کہتے ہیں جسکو یہ معلوم ہو

ان اکثر معاملات اهل السوق علی الفساد ینبغی له ان یتنزه عن شراء شیء منهم ومع هذا لو اشتری منهم شیئا
کہ اکثر معاملات اہل بازار کی فاسد ہوتی ہیں تو بہتر یہی ہے کہ اون سے کوئی چیز مول نہ لیوی اور تس بھی اگر اون سے کوئی چیز مول لیلیگا

یحل له الانتفاع به اذا کان العقد الاخیر صحیحا وذلک لان البیع رکنه مبادلة المال بالمال فکل بیع یوجد خلل
تو اوسی نفع اوٹھانا حلال ہوگا اگر یہ عقد اخیر کا صحیح ہے اسلئے کہ بیع کا رکن یہی ہے بدلنا مال کا بعوض مال کی ہے پھر جس بیع کی رکن میں

فی رکنه فهو باطل وکل بیع لا یوجد خلل فی رکنه بل فی غیره کالتسلیم والتسلم الواجبین به والانتفاع المقصود منه
خلل ہوتا ہے تو وہ باطل ہوتی ہے اور جس بیع کی رکن میں خلل نہیں ہوتا بلکہ وصف میں ہووے جیسے تسلیم اور تسلم جو عقد سے واجب ہوتی ہیں اور انتفاع جو مبیع سے

وغیر ذلک فهو فاسد فحینئذ البیع بالدم والمیتة التی ماتت حتف انفها ونحوهما باطل لانه لا یصح باصله ووصفه
مقصود ہوتا ہے اور سوا اسکی تو وہ بیع فاسد ہوتی ہے پس اب بیع بعوض لہو اور مردار یعنی خود بخود مری ہوئی جانور کی اور مانند انکی باطل ہے اسلئے کہ اپنی اصل اور وصف دونوں میں

لعدم وجود رکنه الذی هو مبادلة المال بالمال لان صفة المالیة للشیء انما تثبت بتمول کل الناس او بعضهم
صحیح نہیں ہے کیونکہ اسکا رکن یعنی بدلنا مال کا مال سے موجود نہیں ہے اسواسطے کہ شی میں وصف مالیت کا جب ہوتا ہے کہ تمام لوگ یا بعضی لوگ اوسکو مال سمجھیں

ایاه وهذه الاشیاء لا تعد مالا عند احد ممن له دین سماوی والبیع بالخمر والخنزیر ونحوهما یکون فاسدا لانه یصح
اور یہ چیزیں یعنی لہو اور مردار کوئی شخص دین سماوی والا مال نہیں سمجھتا اور بیع بعوض شراب اور سور کی اور مانند انکی فاسد ہوتی ہے اسلئے کہ اصل میں

باصله لوجود رکنه الذی هو مبادلة المال بالمال لان هذه الاشیاء تعد مالا عند بعض اهل الکفر ولا یصح بوصفه
صحیح ہے اوسکا رکن موجود ہے یعنی مبادلہ مال کا مال سے اسلئے کہ یہ چیزیں بعضی کفار کی نزدیک مال ہوتی ہیں اور وصف میں صحیح نہیں ہے

لعدم تقومها لان التقوم للشیء انما یثبت باباحة الانتفاع به شرعا والشرع قد ابطل الانتفاع بهما فی حق المسلمین
اسلئے کہ یہ چیزیں قیمتی نہیں ہیں کیونکہ کوئی شی صاحب قیمت جب ہوتی ہے کہ شرع میں اوسکا برتنا مباح ہووے اور شرع ان دونو کا برتنا مسلمانوں کی حق میں باطل

ومن باع کرا من الحنطة ولم یکن فی ملکه حنطة فیبطل البیع لعدم وجود رکنه الذی هو مبادلة المال بالمال
اور جس نے ایک پیمانہ گیہوں کا بیچا جبکہ اوسکی ملک میں گیہوں نہیں ہیں تو بیع باطل ہوگی کیونکہ اوسکا رکن موجود نہیں ہے یعنی مبادلہ مال کا مال سے

لان المال موجود یمیل الیه الطبع ویجری فیه البذل والمنع والمعدوم لیس بمال ولو کانت فی ملکه حنطة لکن کانت اقل
اسلئے کہ مال موجود ہوتا ہے کہ اوسکی طرف طبیعت راغب ہو اور اوسکو چاہے خرچ کرے چاہے روک رکھے اور شی معدوم مال نہیں ہوتی اور اگر اسکی ملک میں گیہوں تو ہوتی پر مقدار

مما سماه یبطل البیع فی المعدوم ویفسد فی الموجود ولا یجوز بیع زیت علی ان یوزن بظرفه ویطرح عنه بازاء الظرف
مقرری مبیع سے کمتی تو معدوم میں بیع باطل اور موجود میں بیع فاسد ہوتی اور جایز نہیں ہے بیچنا تیل کا اس شرط کہ برتن سمیت تول کر بعوض وزن برتن کی

كذا رطلا لانه شرط لا يقتضيه العقد وانما مقتضاه ان يطلع ... وزن الظرف [illegible]
اتنے رطل تیل کہ [illegible] اسلئے کہ یہ شرط مقتضی عقد سے خارج اور الگ ہے عقد کا مقتضا تو یہ ہے [illegible]
كذا رطلا يكون شرطا مخالفا لمقتضى العقد لجواز ان يكون وزن الظرف اقل من ذلك او اكثر فيؤدي الى جهالة
کمی کریں تو یہ شرط مقتضا عقد سے مخالف ہوئی کیونکہ شاید کہ وزن برتن کا اوس مقدار سے کمتی یا زیادہ ہو تو ثمن میں ایک تو مبیع مجہول ہو جاتا ہی
المبيع ووقوع بعض الزيت بغير ثمن او بعض الثمن بمقابلة ما لم يكن موجودا من الزيت وان شرط ان يطرح عنه
دوسری یا کچھ تیل مفت جاتا ہی یا کچھ ثمن بدون تیل کی مفت دینا پڑتا ہی اور اگر یہ شرط کریں کہ جتنا وزن برتن کا ہوی
وزن الظرف يجوز لانه يوافق مقتضى العقد وما يوافق مقتضى العقد لا يفسد العقد بل يؤكده وكذا لا يجوز بيع
وہ نا کم کریں تو جائز ہی اسلئے کہ مقتضاء عقد کی موافق ہی اور جو شرط موافق مقتضاء عقد کی ہو عقد کو فاسد نہیں کرتی بلکہ عقد کو مقرر کرتی ہی اور ایسی ہی دریا میں
السمك في الماء لانه قبل الاصطياد به غير مملوك فيكون عدم الجواز بمعنى البطلان وبعد الاصطياد له والقائه
تیرتی مچھلی کی بیع جائز نہیں ہی کیونکہ شکار کئی بغیر مملوک نہیں ہوتی پس عدم جواز بطلان کی معنوں میں ہی اور شکار کر کر جاوے کو حوض میں
في الحظيرة ان كانت الحظيرة كبيرة لا يمكن اخذه منها الا بتكلف واحتيال فهو غير مقدور التسليم فيكون عدم
چھوڑ دیں اگر وہ حوض اتنا بڑا ہووی کہ وہ مچھلی بدون تکلف اور حیلہ یعنی جال وغیرہ کی ہاتھ نہیں آتی تو اوسکی تسلیم قابو میں نہیں ہی اب عدم
الجواز بمعنى الفساد وان كانت الحظيرة صغيرة يمكن اخذه منها بلا تكلف واحتيال يجوز بيعه لانه مقدور التسليم
جواز بیع سی فساد مراد ہوویگا اور اگر حوض اتنا چھوٹا ہی کہ بلا تکلف اور بے حیلہ مچھلی ہاتھ آسکتی ہی تو اس صورت میں بیع جائز ہی کیونکہ حوالہ کر سکتا ہی
لكن اذا سلم الى المشتري فله خيار الرؤية وان رآه قبل ذلك في الماء لان السمك يتفاوت خارج الماء وكذا لا يجوز
لیکن جب مشتری کو دی چکا تو مشتری کو خیار رویت حاصل ہی اگرچہ پہلی پانی کی اندر دیکھ چکا ہو اسلئے کہ مچھلی پانی سی باہر آکر متفاوت ہو جاتی ہی اور ایسی ہی
بيع الطير في الهواء لانه قبل الاخذ به غير مملوك فيكون عدم الجواز بمعنى البطلان وبعد الاخذ به وارساله
بیع اوڑتی ہوئی جانور کی جائز نہیں ہی اسلئے کہ پکڑنے سے پہلی مملوک نہیں ہوتا تو اب عدم جواز باطل کی معنوں میں ہی اور جب اوسکو پکڑ کر ہاتھ سی پھر چھوڑ دیا
من يده ان كان لا يرجع اليه فهو غير مقدور التسليم فيكون عدم الجواز بمعنى الفساد وان كان يرجع اليه كالحمام
اگر اسکی بلانے سی نہیں آتا تو تسلیم کرنا اوسکی قابو میں نہیں ہی پس اب عدم جواز سی فاسد مراد ہی اور اگر اسکی پاس چلا آتا ہی جیسی کبوتر
يجوز بيعه لانه مقدور التسليم وكذا لا يجوز بيع اللبن في الضرع لانه مشكوك الوجود لاحتمال كونه انتفاخا فلا يكون
تو اسکی بیع جائز ہی اسلئے کہ تسلیم کر سکتا ہی اور ایسی ہی دودھ کا تھنوں کی اندر ہی بیچنا جائز نہیں ہی اسلئے کہ اوسمیں شک ہوتا ہی شاید کہ پھول رہا ہو پھر تو
مالا فعلى هذا يبطل البيع او لانه يزداد شيئا فشيئا والبيع لا يتناول الزيادة لعدم وجودها عند العقد فيختلط المبيع
وہ کچھ مال نہوگا پس اب بیع باطل ہوویگی یا اسلئے کہ دودھ تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہی اور عقد بیع میں بڑھتی مال داخل نہیں ہوتا کیونکہ وہ عقد کی وقت موجود نہیں ہوتا پس مبیع
بغيره على وجه يتعذر تمييزه فعلى هذا يفسد البيع وكذا لا يجوز بيع الصوف على ظهر الغنم لوجهين احدهما انه متصل بالحيوان
میں بیگانہ شی ایسی مل گئی کہ تمیز نہیں ہو سکتی سو اب یہ بیع فاسد ہوویگی اور ایسی ہی اون کی بیع بکری کی کمر پر یعنی بغیر کترے جائز نہیں ہی دو وجہ سی ایک تو یہ کہ اون حیوان سی
فهو له وصف محض بخلاف ما هو متصل بالشجر فانه عين مال مقصود من وجه فيجوز بيعه والوجه الثاني انه ينمو من
جبتک ملی ہوئی تو وہ حیوان کا نرا وصف ہی وصف ہی برخلاف اوسکی جو درخت میں لگا رہتا ہی بیشک وہ ایک وجہ سی عین مال مقصود ہوتا ہی سو اوسکی بیع جائز ہی دوسری وجہ یہ ہی کہ
اسفله فيختلط المبيع بغيره بخلاف القوائم المتصلة بالشجر فانها تزداد من اعلاها فلا يختلط المبيع بغيره ويعلم ذلك
اون نیچے کیطرف سی بڑھتی ہی سو مبیع غیر کی مال میں ملجاتی ہی برخلاف ٹہنیوں کی جو درخت سی ملی ہوتی ہی کیونکہ یہ اوپر کی جانب سی بڑھتی ہی سو مبیع غیر کی ساتھ نہیں ملتی اور یہ
ان الصوف على ظهر الغنم اذا خضب يبقى المخضوب بعد ايام على راسه لا في اصله واما القوائم فلو ربط خيط في اعلاها
اسطرح معلوم ہوا کہ اون کو بکری کی پیٹھ پر اگر رنگ دیویں تو بعد چند روز کی رنگی ہوئی اوپر کی طرف ہو جاتی ہی جڑ میں نہیں رہتی اور رہی قوایم اگر اوسمیں سرکی اوپر دھاگا

يبقى ذلك الخيط بعد ايام اسفل مما هو اسفل الآن والا على ملك المشتري وما يحدث من الزيادة يحدث في ملكه و

بعد چند روز کی مرسی ہو اب یہی نیچی کی طرف رہ جاتا ہی اور اوپر کی جانب ملک خریدار کی ہی اور جو کچھ بڑھتا جاویگا سو اوسکی ملک میں بڑھیگا اور

كذا لا يجوز بيع جلد الميتة قبل ان يدبغ لكونه غير منتفع به لنجاسته وقد قال النبي عليه السلام لا تنتفعوا من

ایسی ہی مردار کی کہال کا بیچنا بدون دباغت کی جائز نہیں ہی کیونکہ ناپاکی کے سبب اوس سی نفع نہیں لی سکتی اور بیشک نبی علیہ السلام نی فرمایا ہی مردار کی چمڑی کو مت

الميتة باهاب وهو اسم لغير المدبوغ وبعد الدباغ يجوز بيعه والانتفاع به لطهارته بالدباغ فان قيل نجاسته

لاؤ اب ایسی چمڑی کو کہتی ہیں جو دباغت نہوا ہو اور بعد دباغت کی بیچنا اور برتنا سب جائز ہی اسلئی کہ دباغت سی پاک ہو جاتا ہی پہر اگر کوئی اعتراض کری

باتصال الدسومات به وذلك لا يمنع جواز البيع كالثوب النجس فالجواب ان الدسومات في الجلد خلقية فما لم تزل بالدباغ

کہ نجاست تو چکنائی کی ملی سی ہوتی ہی اس سی بیع ممتنع نہیں ہوتی جیسی ناپاک کپڑا تو جواب یہہ ہی کہ جلد میں چکنائی پیدائشی ہوتی ہی جب تک اوسکو دباغت سی دور

تكون كعين الجلد وبهذا الاعتبار يكون الجلد محرم العين بخلاف النجاسة في الثوب فانها ليست خلقية بل جاورته

نکرو گویا عین جلد ہی اور اسی اعتبار سی چمڑی کی ذات حرام ہوتی ہی برخلاف ناپاک کپڑی کی سو یہہ پیدائشی نہیں ہوتی بلکہ کپڑی سی لگ جاتی ہی

بعد ما لم تكن متصلة به فلا يتغير حكمه من جواز بيعه والانتفاع به فكما يجوز بيع جلد الميتة والانتفاع به بعد

بعد اسکی کہ وہ پاک ہوتا ہی سو اسکا حکم جواز بیع اور برتنی کا بدل نہیں سکتا پہر جیسی کہ دباغت کی بعد مردار کا چمڑا بیچنا اور برتنا جائز ہی

الدباغ كذا الشيء يجوز بيع عظمها وقرنها وعصبها وصوفها وشعرها ووبرها والانتفاع بها اذا لم تكن عليها دسومة

ایسی ہی مردار کی ہڈیاں اور سینگ اور پٹھی اور انکو بہیڑ کی پشم اور بال اور اونٹ کی اون بیچنی اور برتنی جائز ہی جبکہ ان پر چربی نہو

لانها طاهرة لا يحلها الموت لعدم الحيوة فيها بل فيها النمو كالنبات واما اذا كانت عليها دسومة فهو نجسة لا يجوز بيعها

کیونکہ یہہ سب پاک ہوتی ہیں انمیں موت کا اثر نہیں ہوتا اسلئی کہ انمیں جان نہیں ہوتی بلکہ انمیں صرف بڑھنا ہوتا ہی جیسی گہانس پہونس ہاں اگر ان پر چربی ہوگی تو ناپاک ہوگی

ولا الانتفاع بها وكذا لا يجوز بيع الجذع في السقف والذراع في الثوب اذ لا يمكن تسليمه الا بضرر لا يوجبه العقد

اور نہ استعمال اور ایسی بیچنا شہتیر چہت میں جڑی ہوئیکا اور ایک گز کا کپڑی میں سی جائز نہیں اسلئی کہ بی نقصان اوٹھائی تسلیم نہیں کرسکتا اور عقد ہرگز نہیں

لو قلع البايع الجذع او قطع الذراع قبل ان يفسخ المشتري العقد يعود البيع صحيحا لزوال المفسد الذي هو الضرر

اور اگر بایع نی شہتیر کو اوکہاڑ لیا اور گز بہر کپڑا پہاڑ دیا کہ ابہی مشتری نی عقد کو نہیں توڑا تو بیع پہر صحیح ہو جائیگی کیونکہ مفسد یعنی ضرر تقرر سی پہلی دفع ہوگیا

قبل تقرره هذا اذا كان الجذع معينا والثوب مما يضره التبعيض كالقميص ونحوه اذ لو لم يكن الثوب مما يضره التبعيض

یہہ اوس صورت میں ہی کہ شہتیر معین ہو اور کپڑا ایسا ہو جسکی پہاڑنی سی نقصان ہوتا ہو جیسی کرتہ وغیرہ سو اسلئی کہ اگر کپڑا ایسا نہو جسکی پہاڑنی سی نقصان ہوتا ہو

كالكرباس يجوز البيع ولو لم يكن الجذع معينا لا يعود البيع صحيحا للجهالة فان قيل اذا باع جلد الشاة المعينة قبل

جیسی گاڑھا تو بیع جائز ہی اور اگر شہتیر معین نہوگا تو پہی بیع جہالت کی سبب درست نہیں ہی اگر کوئی یہہ اعتراض کری اگر ایک بکری کا چمڑا ذبح کرنی سی پہلی

الذبح لا يجوز ولو ذبح الشاة وسلخ جلدها وسلمه الى المشتري لا ينقلب البيع صحيحا وان كان الجلد عينا موجودا كالجذع

بیچڈالی تو جائز نہیں ہی پہر اگر بکری کو ذبح کرکی چمڑا اودہیڑ کر مشتری کی حوالہ کری تو بیع درست نہیں ہو جاتی اگرچہ چمڑا معین موجود ہی جیسی شہتیر

في السقف وكذا لو باع كرشها او اكارعها ثم ذبحها وسلم ما باع منها فالجواب ان الجلد وان كانت عينا موجودا لكنه

چہت کی اندر موجود ہی اور ایسی ہی اگر بکری کا پیٹا اور پایہ بیچدی پہر ذبح کرکی جو بیچا تہا حوالہ کردی تو جواب یہہ ہی کہ چمڑا اگرچہ عین موجود ہی پر وہ غیر مبیع کی ساتھ

متصل بغير المبيع خلقة فيكون تابعا له فيكون العجز عن التسليم معنى اصليا لا حكميا بخلاف الجذع فانه

پیدائشی متصل ہی سو اسی کا تابع ہی پہر تسلیم میں عجز اصلی ثابت ہی کچہہ عجز حکمی نہیں ہی برخلاف شہتیر کی کہ وہ

عين مال في نفسه وانما ثبت الاتصال بينه وبين غيره بعارض فعل العباد والعجز عن التسليم حكمي

بذات خود جداگانہ مال ہی اور غیر کی ساتھ جو کچہہ متصل ہوگیا ہی تو یہہ آدمیوں کا کام ہی یہاں تسلیم میں حکماً عجز ہی

لما فيه من افساد بناء غير مستحق بالعقد فاذا قلعوا التزم الضرر بزوال المانع فيجوز ومن باع جارية ثم
کیونکہ اسمیں ایک مکان خراب ہوتا ہی جسکو عقد نہیں چاہتا جب اوسی اوکھاڑ دیا تو اپنا ضرر قبول کیا تو مانع جاتا رہا پس بیع جایز ہوگئی اور جو شخص لونڈی کو بیچکر

انكر بيعها لا يحل له وطيها ما لم يترك المشتري الخصومة فاذا تركها وعزم البايع انه تركها يحل له وطيها ومن
مکر جاوی تو اوس سی صحبت کرنی حلال نہیں ہی جبتک مشتری دعوی نہ چھوڑی جب مشتری کا دعوی چھوڑدی اور بایع ٹھان لی کہ دعوی ترک کیا تب صحبت حلال ہوگی اور جو شخص

اشترى جارية ثم انكر شراءها لا يحل للبايع ان يطأها ما لم يعزم على ترك الخصومة لان البيع لا ينفسخ بمجرد
لونڈی خریدکر مکر جاوی تو بھی بایع کو صحبت کرنی حلال نہیں ہی جبتک پکا قصد ترک خصومت کا نکری اسلیے کہ بیع مشتری کی انکار کرنی ہی نہیں

جحود المشتري ما لم يعزم البايع على ترك الخصومة فاذا عزم على تركها يتم الفسخ بتراضيهما فيحل له وطيها كما
ٹوٹ جاتی جبتک بایع دعوی نہ ترک کری پھر جب بایع نی مخاصمت ترک کی تو دونوں کی رضامندی سی فسخ کامل ہوگیا پھر صحبت حلال ہی جیسی

اذا اشترى جارية على انه بالخيار ثلثة ايام وقبضها ثم رد على البايع في ايام الخيار جارية وقال هي
کہ کسینی ایک لونڈی تین دن تک کی اختیار پر خریدکر قبضہ کرلیا پھر خیار کی مدت کی اندر اندر لونڈی بایع کو پھیر دی اور بیان کیا یہ وہ ہی لونڈی ہی

التي اشتريتها وقبضتها كان القول قوله لانه ينكر قبض غيرها فان رضي البايع بها يحل له وطيها لان المشتري
جو مین مول لی گیا تھا تو اب اسی کا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ دوسری لونڈی کی لینی کا انکار کرتا ہی پھر اگر بایع اسپر راضی ہوگیا تو اوسکو اوس سی صحبت حلال ہی اسلیے کہ

لما رد غير ما اشتريها فقد رضي بتملك البايع اياها بالاولى فاذا رضي البايع بها يتم البيع بينهما بطريق التعاطي
جب اوس لونڈی چہاکردی تو بایع کی ملکیت پر لونڈی کی حق مین پہلی کی بدلہ راضی ہوا پھر اگر بایع بھی اوس لونڈی پر راضی ہوا تو اون دونوں مین تعاطی کی بیع ہوگئی

وكذا القصار اذا رد على صاحب الثوب ثوبا غير ثوبه ورضي بها صاحب الثوب ومن اشترى شيئا مما يتسارع اليه
اور ایسی ہی دھوبی اگر کپڑی کی مالک کو بدلکر اور کپڑا اپنی ملک کا دیدیوی اور وہ راضی ہوکر لیلیوی اور اگر کسینی ایسی چیز جو جلد بگڑکر بس لیجاتی ہو

الفساد كاللحم والسمك ونحوهما ولم يقبضه بل ذهب الى بيته ليجيء بالثمن وطال مكثه وخاف البايع ان يفسد
جیسی گوشت اور مچھلی یا ایسی اور شی مول لی اور قبضہ نکیا بلکہ اپنی گھر چلا گیا تاکہ ثمن لادیوی اسمین دیر لگ گئی اور بایع کو یہ خوف ہوا کہ مبیع

ذلك الشيء يجوز له ان يبيعه من غيره استحسانا وللمشتري الثاني ان يشتريه منه وان كان يعلم بذلك
بگڑ جاوی تو بایع کو استحسانا جایز ہی کہ اوسکو اور کی ہاتھ بیچ ڈالی اور اس دوسری مشتری کو بھی خریدنا جایز ہی اگرچہ پہلی بیع کو جانتا ہو

لان البايع رضي بالفسخ وكذا المشتري الاول ظاهرا ثم ان كان الثمن الثاني اكثر الاول كان عليه ان يتصدق
اسلیے کہ بایع اور ایسی پہلا مشتری بظاہر حال فسخ پر راضی ہی پھر اگر دوسری دفعہ ثمن پہلی دفعہ سی زیادہ ہاتھ آیا تو اوسکو لازم ہی کہ زیادتی کو خیرات کردی

بالزيادة وان كان اقل كان النقصان عليه لا على المشتري الاول ولو جاء صبي الى القاضي بفلس او خبز وطلب
اور اگر کمتر ہی تو یہ نقصان بایع کا ہی مشتری اول پر نہیں پڑیگا اور اگر کوئی لڑکا نابالغ پیسہ یا روٹی لیکر کسی دکاندار پاس آیا اور کوئی ایسی چیز

منه شيئا مما ينتفع به في البيت كالملح والاشنان ونحوهما يجوز له ان يبيعه منه وان طلب منه جوزا او فستقا
مانگی جو گھروں مین کام آتی ہی جیسی نمک اور اشنان یا اونکی مانند تو جایز ہی کہ اوسکی ہاتھ بیچی اور اگر جوز یا پستہ

او نحو ذلك مما يشتريه الصبي لنفسه لا يبيعه منه لانه في الوجه الاول مأذون ظاهرا وفي الوجه الثاني لا ومن دفع
یا انکی مثل مانگی جو لڑکی اپنی واسطی لیا کرتی ہیں تو اوسکی ہاتھ نہ بیچی اسلیے کہ پہلی صورت مین وہ لڑکا بظاہر حال ماذون ہی اور دوسری صورت مین ماذون نہیں ہی اور اگر کسینی

الى خباز دراهم وقال له اشتريت منك بهذه الدراهم كذا منا من الخبز وجعل ياخذ كل يوم منه خمسة امناء
نان بائی کو دراہم حوالہ کیی اور کہا مین نی تجھسی اس نقد کی بدلہ اتنی سیر روٹی خریدی اور ہر روز بعوض ایک درہم کی پانچ سیر روٹیاں لینی شروع کی

بدرهم فالبيع فاسد وما ياكله ياكله بعقد فاسد فهو مكروه واما لو اعطاه دراهم ولم يقل اشتريت منك
تو بیع فاسد ہی اور جو کہاتا ہی عقد فاسد سی کہاتا ہی سو وہ مکروہ ہی ہاں اگر اوسکو دراہم حوالہ کیی اور یہ نکہا کہ مین تجھسی

كنا منا من الخبز وجعل ياخذ كل يوم منه خمسة امناء بدرهم فالبيع جائز وما ياكله حلال وان كان نيته
اتنی سیر روٹیاں مول لی جاویں گی اور ہر روز دس ہی پانچ سیر روٹیاں ایک ایک درہم کی یعنی مشروط نہیں تو بیع جائز ہی اور جو کچھ کہاتا ہی حلال ہی اگرچہ دراہم دیتی ہوئی
عند الدفع الشراء اذ تجرد النية لا ينعقد البيع وانما ينعقد عند الاخذ وعند الاخذ كل من المبيع والثمن معلوم
خریداری کی نیت ہو وہی اسواسطی کہ نری نیت سی بیع نہیں ہو جاتی بیع جبہی ہوتی ہی کہ جب لیوی اور لیتی وقت مبیع اور ثمن دونوں معلوم ہیں
ويجوز بيع الثمر على الشجر سواء بدا صلاحه او لم يبد لانه مال متقوم لكونه منتفعا به في الحال او في المآل و
اور بیع پہل درخت پر لگی ہوئی کی جائز ہی برابر ہی کہ کام کی لایق ہوا ہو یا نہیں جلی کہ وہ مال قیمت دار ہی اوس سی اب یا آگی کو فائدہ ہوسکتا ہی
على المشتري قطعه في الحال تفريغا لملك البايع وهذا اذا اشتراه مطلقا او بشرط القطع واما اذا اشتراه بشرط
لیکن مشتری کو لازم ہی کہ ترت توڑ کر بایع کا درخت خالی کر دی اور یہہ اوس صورت میں ہی کہ مطلقا خرید کیا ہو یا توڑ لینے کی شرط کر لی ہو اور اگر درخت پر چہوڑنی کی
تركه على الشجر فيفسد البيع لانه شرط لا يقتضيه العقد وفيه نفع لاحد المتعاقدين اذ يحصل فيه للمشتري زيادة
شرط کر لی ہو تو بیع فاسد ہی اسلئی کہ یہہ شرط عقد سی خارج ہی اور اسمیں مشتری کا فائدہ ہی اسواسطی کہ مشتری کا پہل اب خوب تیار
جودة وطراوة ولو اشتراه مطلقا وتركه على الشجر باذن البايع يطيب له الفضل وان تركه بغير اذنه يتصدق
اور تر و تازہ ہو ویگا اور اگر پہل کو مطلق خرید کر کر بایع کی اجازت سی درخت پر لگی رہنی دیا تو فضل یعنی فائدہ حلال ہی اور اگر بی اجازت درخت پر رکہا
بما زاد في ذاته لحصوله بجهة محظورة وهي حصوله بقوة الارض المغصوبة وهذا اذا تركه قبل ان يتناهى
تو جتنا فائدہ پہل کی ذات میں پیدا ہوا ہی وہ خیرات کر دی کیونکہ بطور ممنوع حاصل ہوا ہی یعنی زمین مغصوب کی زور سی اور یہہ اس صورت میں ہی کہ پہل جتنا بڑہنا ہی اوس سی
عظمه واما اذا تركه بعد ان يتناهى عظمه فلا يتصدق بشيء منه لان هذا تغير حال من النيء الى النضج لا
پہلی خرید کر درخت پر رکہی اور اگر جتنا بڑہ سکتا بڑہ لیا پہر بی اجازت درخت پر رکہا تو اسمیں سی کچہہ خیرات کرنا لازم نہیں ہی کیونکہ اب صرف تغیر حال کا ہی کچا تہا پک گیا
زيادة في جسمه وان الثمر اذا بلغ ذلك المبلغ لا يزيد فيه شيء من ملك البايع بل يكون نضجه من الشمس ولونه
کچہہ مادہ جسم کا نہیں بڑہتا کیونکہ پہل جب اپنی مقدار کو پہنچ جاتا ہی تو پہر اوسمیں بایع کی ملک میں سی کچہہ نہیں بڑہتا بلکہ آفتاب کی گرمی سی پکتا ہی اور چاند کی
من القمر وطعمه من الكواكب فلا يوجد فيه الا عمل الشمس والقمر والكواكب وذلك بتقدير العزيز الحكيم المجلس
تاثیر سی رنگت پکڑتا ہی تاروں کی اثر سی مزہ دار ہوتا ہی پہر اوسمیں بجز تاثیر سورج اور چاند اور تاروں کی کچہہ نہیں ہی یہہ تقدیر عزیز حکیم کی ہی

الثالث والسبعون في بيان حقيقة الربوا واحكام غوائله

قال رسول الله صلى الله
تہترویں مجلس ربوٰ کی حقیقت اور اوسکی انجام بد کی بیان میں رسول الله صلی الله علیه وسلم نی
عليه وسلم لياتين على الناس زمان لا يبقى منهم احد الا اكل الربوا فان لم ياكله اصابه من غباره وفي رواية
فرمایا البتہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ اونمیں کوئی بہی سود کہائی نہ بچیگا اگر سود نہ کہاویگا تو اوسکو سود کا غبار ہی پہنچیگا اور ایک روایت میں
من بخاره هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابو هريرة وقد بين فيه ان الناس لياتي عليهم زمان يكثر
اوسکا بخار یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سی ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اسمیں یہہ بیان ہی کہ لوگوں پر ایسا وقت آویگا جسمیں سود کی کثرت ہوگی
فيه الربوا ولا يبقى فيه منهم احد لا ياكله فان لم ياكله يصيبه من غباره او بخاره والبخار ما يرتفع من الماء
اوسوقت اونمیں سی کوئی سود کہائی بغیر نہ رہیگا اگر صاف نہ کہاویگا تو اوسکو سود کا غبار یا بہاپ پہنچیگی اور بخار وہ ہی جو پانی میں سی جوش کہاتی ہوئی
عند غليانه كالدخان والماء لا يغلي الا بالنار التي توقد تحته والربوا لكونه يوم القيمة نارا يغلي منه دماغ آكله
دہوئیں کی مثال اوٹہتا ہی اور پانی کو بغیر آگ کی جو اوسکی تلی دہکائی جاوی جوش نہیں آتا اور سود قیامت کی دن جو آگ بن جاویگا کہانی والی کا دماغ اوس سی
ويخرج منه بخار ناسب ان ينسب البخار اليه وكذا الغبار اذا ارتفع ينتشر في الجو فيصيب كل من كان تحته
جوش کریگا اور اوسمیں سی بہاپ نکلیگی اس مناسبت سی سود کی طرف بخار کو نسبت دی اور ایسی ہی غبار اور گرد زمین و آسمان کی درمیان میں پہیلتا ہی پہر جو نیچی ہوتا ہی اوس پر پڑتا ہی

منه فعلى هذا يكون معنى الحديث على ما ذكره التوربشتي ان الربوا يكثر تعاطيه فينتقل عند التعامل من يد
اسکی موافق معنی حدیث کی مطابق بیانات توربشتی کی یہہ ہین کہ سود کا لین دین بہت پہیل جاویگا پہر جب ایکہاتہہ سی دوسری مین گیا تو منتقل ہوکر
الى يد فيختلط باموال الناس فيأكلونه من غير قصد فيه فلا يسلم احد من اثمه وضرره وان سلم من تناوله
تمام لوگون کی مال مین ملجاویگا پہر سب اوسکو لاچار بی ارادہ کہاوینگی پہر کوئی بہی اوسکی گناہ اور ضرر سی سلامت نرہیگا اگرچہ ظاہر مین لین دین سی سلامت رہی
وتعاطيه وسبب ذلك شيوع الجهل وعدم العلم باحكام البيع والشرى اذ قلما يوجد من يخبر بما اخبر به النبي عليه السلام
اور اسکا سبب یہہ ہی جہالت کا پہیلنا اور بیع اور شرا کی احکام کی بی علمی ہی اسلیی کہ ایسا شخص بہت کم ملتا ہی کہ حدیث کی معنی بتادی
ويعمل به فتجد المتدين يأكل الربوا وهو لا يعلم انه ربوا فيكون اثما لتقصيره في امر دينه فان من يبيع ويشتري من غير
اور اوسپر عمل کری پہر تو تو دیکہیگا کہ دیندار آدمی بی خبر سود کہاتا ہی اور نہیں جانتا کہ یہہ سود ہی سو وہ بہی گنہگار ہوتا ہی کہ دین کی باب مین تقصیر کی ہی کہ جو شخص مسائل
ان يتعلم احكام البيع والشرى يأكل الربوا شاء ام ابى ولهذا كان عمر يطوف في السوق ويضرب التجار بالدرة ويقول لا يبيع في
اور احکام بیع اور شرا کی سیکہی بدون تجارت کرنی لگی تو وہ سود کہاویگا دل چاہی یا انکار کری اور اسیلی عمر رض بازار مین پہرتی اور سوداگرون کو کوڑی مارتی اور کہتی ہمارے
سوقنا من لم يتفقه في الدين ولا يأكل الربوا شاء ام ابى فعلى هذا يجب على المؤمن ان يتعلم احكام البيع والشرى حتى يمكن
بازار مین جو شخص مسائل دینی نہ جانتا ہو سودا نکیا کری نہیں تو وہ سود کہاویگا دل چاہی یا انکار کری اس بیان کی موافق مومن پر واجب ہی کہ بیع شرا کی مسایل سیکہا کری
له الاحتراز عن الربوا لان الربوا حرام حرمه الله تعالى في كتابه وشدد الامر فيه بآيات من جملتها قوله تعالى الذين
تاکہ سود سی بچ سکی کیونکہ سود حرام ہی سود کو اسد تعالی نی اپنی کتاب مین حرام کرکر کئی آیات مین تشدد کیا ہی اونمین سی ایک یہہ آیت ہی جو لوگ
يَأْكُلُونَ الرِّبٰوا لَا يَقُومُونَ اِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ فانه تعالى قد اخبر في هذه الآية ان الذين
کہاتی ہین سود نہ اوٹہینگی قیامت کو مگر جسطرح اوٹہتا ہی جسکی حواس کہو دئی جن نی لپٹ کر بیشک اسد تعالی نی اس آیت میں یہہ خبر دی ہی کہ جو لوگ
يأكلون الربوا لا يقومون من قبورهم اذا بعثوا الا كقيام المصروع من الجنون الذي يكون فيهم بسبب اكلهم الربوا
سود کہاتی ہین وہ قبرون مین سی جو نکالی جاوینگی تو ایسی اوٹہینگی جیسی مرگی مارا ہوا سڑہن سی جو اونکی اندر سود کہانی سی پیدا ہوگی
فيكون قيامهم وسقوطهم كالمصروع لكن لا لاختلال عقولهم بل لان الله تعالى يربي في بطونهم ما اكلوه من الربوا
پہر اونکا اوٹہنا اور گرنا مرگی والی کا سا ہوویگا پر اسلیی نہیں کہ اونکی عقل مین فتور ہووی بلکہ اسواسطی کہ اسد تعالی اونکی پیٹ مین سود کو پرورش کریگا اونکی
فيثقلهم يصيرون كالحبالى يقومون تارة ويسقطون اخرى وهذه العقوبة تشملهم يوم القيمة يعرفون بها عند
بوجہہ کی مارے حاملہ کیطرح کبہی اوٹہینگی اور کبہی گرینگی اور یہہ عذاب قیامت کی دن اونکو ایسا پکڑیگا کہ اسہی سی اہل محشر کو معلوم ہوجاویگی
اهل المحشر فان كل احد من اهل الموقف يعرف انهم اكلة الربوا وقد روي انه عليه السلام قال ليلة اسري بي اتيت على قوم
بیشک ہر ہر شخص اہل موقف مین سمجہہ جاویگا کہ یہہ بیاج خور ہین اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ معراج کی شب کو مین ایک قوم پر پہنچا
بطونهم كالبيوت فيها حيات وعقارب ترى من ظاهر بطونهم فقلت يا جبرئيل من هؤلاء فقال اكلة الربوا فعلى هذا
کہ اونکی پیٹ اتنی فراخ تہی جیسی گہر اونکی اندر بہت سانپ اور بچہو باہر سی نظر آتی تہی مین نی پوچہا جبرئیل یہہ کون لوگ ہین جواب دیا بیاج خور اس بیان کی موافق
ينبغي لمن يتجر ان يتعلم من العلم مقدار ما يحتاج اليه في تجارته ليسلم من اكل الربوا فان الربوا من الكبائر وهو في
تاجر کو لازم ہی کہ اتنی مسائل جنکی تجارت کی اندر حاجت پڑتی ہی ضرور سیکہہ لی تاکہ سود کہانی سی بچی کیونکہ سود لینا کبیرہ گناہ ہی اور سود
اللغة مطلق الفضل وفي الشريعة فضل خال عن عوض شرط في احد البدلين وهو نوعان ربوا الفضل وربوا
اصل لغت مین مطلق زیادت کو کہتی ہین اور اصطلاح شرعی مین وہ زیادت جسکا بدلہ احد البدلین مین مشروط نہو اور سود کی دو قسم ہین ایک سود زیادت کا
النسيئة اما ربوا الفضل فشرطه ان يكون العوضان من جنس واحد وان يكونا من جنس المكيل او الموزون وان يكونا
اور ایک سود ادہار کا سو زیادت مین تو یہہ شرط ہی کہ دونو عوض ایک جنس کی ہون اور یہہ شرط کہ دونو جنس مکیل سی ہون یا جنس موزون سی اور یہہ شرط کہ دونو

مما يدخل تحت المعيار الشرعي وهو الكيل في المكيلات والوزن في الموزونات ويعبر عنهما بالقدر فعلى هذا فضل
ایسی ہوں کہ مقدار شرعی کی تلی داخل ہوں کہ وہ مکیلات میں کیل ہے اور موزونات میں وزن ہے اور ان دونوں کو قدر کہتے ہیں اب اس بیان کی موافق زیادت
قفيز الشعير على قفيز بر لا يكون ربوا لعدم كونهما من جنس واحد وفضل مذروع على مذروع كفضل ذراعي
دو پیمانہ جو کی ایک پیمانہ گیہوں پر سود نہ ہوگا کیونکہ دونوں ایک جنس نہیں ہیں اور زیادت گز گت کی گز گت پر جیسی زیادت دو گز کپڑی کی
ثوب على ذراع منه وفضل معدود كفضل بيضتين على بيضة لا يكون ربوا لعدم كونهما من جنس المكيل
ایک گز کپڑی پر اور زیادت معدود کی جیسی زیادت دو انڈوں کی ایک انڈی پر سود نہیں ہے کیونکہ یہہ دونوں جنس کیل میں
او الموزون وفضل حفنتي حنطة على حفنة منها لا يكون ربوا لعدم دخولهما تحت المعيار الشرعي لان
اور نہ جنس موزون اور زیادت دو مٹھی گیہوں کی ایک مٹھی گیہوں پر سود نہیں ہے اسلئی کہ یہہ دونوں قدر شرعی کی تلی داخل نہیں ہے
المعتبر في تقدير المكيلات في الشرع نصف الصاع لا ما دونه وفضل كري بر وكري شعير على كر بر وكر
ہے اسلئی کہ شرع میں تقدیر مکیلات میں معتبر آدھا صاع ہے اس سی کمی نہیں اور زیادت دو پیمانہ گیہوں اور دو پیمانہ جو کی اوپر ایک پیمانہ گیہوں اور ایک
شعير لا يكون ربوا لان الاول وان كان فاضلا على الثاني الا انه غير خال عن العوض بصرف الجنس الى خلاف
جو کی سود نہیں ہے اسلئی کہ اول اگرچہ دوسری سی بڑھتی ہے لیکن بدلہ سی خالی نہیں ہے بسبب لگا دینی ایک جنس کی بدلہ خلاف جنس کی
الجنس فان الجنس اذا قوبل بالجنس يقابل كل جزء من احدهما بكل جزء من الاخر فان وجد في احدهما فضل يصير
کیونکہ جب ایک جنس اپنی جنس کی ساتھ مقابل ہوتی ہے تو ہر ہر جزو ایک کا دوسری کی ہر ہر جزو کی مقابلہ ہوتا ہے پھر اگر ایک جنس میں زیادت ہوتی ہے تو وہ زیادت
ذلك الفضل تاويا على مالكه فلصيانة اموال الناس عن التوى وجب الشارع فيهما المماثلة بالقدر واذا قابل
مالک سی مفت جاتی ہے سو لوگوں کا مال تلف ہونی سی بچانی کو شارع نی اوسمیں مماثلت قدر کی واجب کردی ہے اور جب ایک جنس خلاف
الجنس بغير الجنس لا يتصور مقابلة جزء بجزء حتى يتحقق التوى لان التوى انما يتحقق عند مقابلة الجنس
جنس کی مقابلہ ہووی تو ہر مقابلہ جز کا جز سی متصور نہیں تاکہ مفت جانا ثابت ہووی اسلئی کہ مفت جانا جب ہی ثابت ہوتا ہے کہ جنس کا مقابلہ
بالجنس مع وجود الفضل في احدهما واما ربوا النسيئة فشرطه ان يكون الجنس او القدر متحدا في العوضين
جنس سی ہو اور ایک بڑھتی ہو اور رہا سود اودہار کا سو اوسمیں یہہ شرط ہے کہ دونوں عوض میں جنس یا قدر ایک ہی ہووی
لان علة الربوا عند العلماء الحنفية الكيل مع الجنس والوزن مع الجنس فاذا وجد الوصفان اي الجنس والمعنى
اسلئی کہ علت سود کی علماء حنفیہ کی نزدیک کیل مع الجنس ہے یا وزن مع الجنس ہے پس جب دونوں وصف یعنی جنس اور اوسکی ساتھ لی ہوئی معنی یعنی کیل
المضموم اليه من الكيل والوزن يحرم الفضل والنساء لوجود العلة المحرمة لهما واذا عدما يحل الفضل والنساء
اور وزن موجود ہوں تو زیادت اور اودہار دونوں حرام ہوتی ہیں اسلئی کہ علت دونوں کی حرام کرنیوالی موجود ہے اور جب یہہ دونوں وصف نہوں تو زیادت اور اودہار
لعدم العلة المحرمة لهما واذا وجد احدهما وعدم الاخر يحل الفضل ويحرم النساء لان جزء العلة وان
دونوں حلال ہیں کیونکہ علت دونوں کی حرام کرنیوالی نہیں ہے اور جب ایک وصف ہو اور دوسرا نہو تو زیادت حلال ہے اور اودہار حرام اسلئی کہ علت کا جز اگرچہ
كان لا يوجد الحكم لكنه يورث الشبهة وهي في باب الربوا ملحقة بالحقيقة وان كانت ادنى منها فلا بد من
حکم کو پیدا نہیں کرسکتا پر شبہ کو پیدا کرسکتا ہے اور سود کی باب میں شبہہ حقیقت کی ساتھ شمار ہوا ہے اگرچہ شبہہ حقیقت سی کم رتبہ ہے پس
اعتبار الطرفين ففي النسيئة احد البدلين معدوم وبيع المعدوم لا يجوز فيصير هذا المعنى مرجحا لثالث
اعتبار دونوں طرف کا ضرور ہے سو اودہار میں احد البدلین معدوم ہوتا ہے اور بیع معدوم کی جایز نہیں ہے پھر یہہ بات شبہہ کو قوی کردیتی ہے
الشبهة وفي غير النسيئة هذه الشبهة لا تعتبر لكونها ادنى من الحقيقة والحاصل ان حرمة الفضل بوجود الوصفين
اور بدون اودہار کی اس شبہہ کا کچھ اعتبار نہیں ہے کیونکہ شبہہ حقیقت کی سامنی پی حقیقت ہوتا ہے خلاصہ یہہ ہی کہ حرمت زیادت کی دونوں وصف کی ہونی پر ہے

وحرمة النساء بوجود احدهما اما القدر او الجنس فعلى هذا لزم بيان ما كان من جنس واحد وما لم يكن من جنس واحد
اور حرمت ادھار کی ایک وصف پر یا قدر ہو یا جنس ہو اسکی موافق لازم ہوا بیان کرنا ایک جنس کا اور جو ایک جنس نہیں ہے

فالعنب جنس واحد وان اختلفت الوانه واسماؤه وكذا الزبيب حتى لا يجوز بيع بعضها بالبعض الا متساويا وكذا
سو انگور سب ایک جنس ہیں اگرچہ اونکی رنگ اور نام جدی جدی ہوں اور ایسی ہی مویز یہان تک کہ ایک قسم کی بیع دوسری قسم سی جائز نہیں مگر برابر برابر اور ایسی ہی

ثمار النخل كلها جنس واحد وان اختلفت انواعها حتى لا يجوز بيع بعضها بالبعض الا متساويا وكذا كل نوع من
چھوارے تمام ایک جنس ہیں اگرچہ اونکی قسمیں مختلف ہیں یہان تک کہ ایک قسم کی بیع دوسری قسم سی سوا برابر برابر کی جائز نہیں اور ایسی ہی پھل ہر ایک

الشجر كالكمثرى وغيره جنس واحد لا يجوز بيع نوع منه بنوعه الا متساويا وكذا البقر والجواميس جنس واحد لا يجوز
درخت کا جیسی امرود وغیرہ ایک ہی جنس ہی ایک قسم کی بیع دوسری نوع سی کمتی بڑھتی جائز نہیں اور ایسی ہی گائی اور بھینس ایک جنس ہی ایک کا گوشت

بيع لحم احدهما بلحم الاخر الا متساويا وكذا الابل عرابها وبخاتيها جنس واحد لا يجوز بيع لحم احدهما بلحم الاخر الا متساويا
دوسری کی گوشت سی کم و زیادہ بیچنا جائز نہیں اور ایسی ہی اونٹ عربی ہو یا بختی ایک جنس ہیں ایک کا گوشت دوسری کی گوشت سی کم و زیادہ بیچنا جائز نہیں

وكذا الغنم ضأنها ومعزها جنس واحد لا يجوز بيع لحم احدهما بلحم الاخر الا متساويا ولحم الابل والبقر والغنم والبانها اجناس
اور ایسی ہی گوسفند یعنی بھیڑ اور بکری ایک جنس ہیں ایک کا گوشت دوسری کی گوشت سی کم و زیادہ بیچنا جائز نہیں اور اونٹ اور گائی اور بکری کا گوشت اور انکا دودھ

مختلفة وكذا الالية واللحم وشحم البطن اجناس مختلفة وكذا الحديد والرصاص والنحاس والصفر اجناس مختلفة حتى
مختلف جنسیں ہیں اور ایسی ہی چکی اور گوشت اور پیٹ کی چربی مختلف چیزیں ہیں اور ایسی ہی لوہا اور رانگ اور تانبا اور کانسی مختلف جنسیں ہیں یہان تک

يجوز بيع بعض هذه الاجناس ببعض الاخر متساويا ومتفاضلا لا نسيئة لوجود احد جزئي العلة وهو الوزن في
کہ بیع ہر ایک کی انہیں میں سی دوسری جنس سی برابر برابر اور کمتی بڑھتی دونو طرح جائز ہی اور ادھار نہیں جائز ہی کہ ان سب میں علت کا ایک جز موجود ہی یعنی وزن

جميعها والاصل فيه قوله عليه السلام الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر
اور اصل اسمین یہہ حدیث ہی سونا بدلہ سونی کی اور چاندی بدلہ چاندی کی اور گیہون بدلہ گیہون کی اور جو بدلہ جو کی اور چھوہارا

بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل يدا بيد فمن زاد واستزاد فقد اربى الآخذ والمعطي سواء وهو حديث مشهور تلقاه
بدلہ چھوہاری کی اور نمک بدلہ نمک کی برابر برابر دست بدست پس جسنی زیادہ دیا اور زیادہ لیا بیشک سود لیا لینی والا اور دینی والا دونو برابر ہیں اور یہہ حدیث مشہور ہی

بالقبول واتفقوا على ان الحكم ليس مقصورا على هذه الاشياء الستة بل النص معلول وعلته عند الحنفية في الذهب
اسکو علما نے قبول کر کر اسپر متفق ہوئی ہیں کہ حکم انہی چھوں اشیاء پر حصر نہیں ہی بلکہ یہہ نص معلول ہی اور اسکی علت علماء حنفیہ کی نزدیک سونی

والفضة الوزن مع الجنس فيتعدى الى كل موزون كالحديد ونحوه وفي الاربعة الباقية الكيل مع الجنس فيتعدى
اور چاندی میں وزن مع الجنس ہی سو اسکا اثر ہر ایک موزون میں پہنچتا ہی جیسی لوہا وغیرہ اور باقی کی چاروں میں کیل مع الجنس ہی اسکا اثر

الى كل مكيل كالجص ونحوه لان المراد بالمثل المذكور في الحديث الكيل في المكيلات والوزن في الموزونات لما جاء
ہر کیلی میں پہنچتا ہی جیسی چونہ وغیرہ اسلئی کہ مراد لفظ مثل سی جو حدیث میں آیا ہی مکیلات میں کیل اور موزونات میں وزن ہی چنانچہ

في رواية اخرى وزنا بوزن وكيلا بكيل مكان قوله مثلا بمثل وروى الحديث بروايتين بالنصب والرفع اما النصب
ایک اور روایت میں وزنا بوزن وکیلا بکیل آیا ہی یعنی وزن اور کیل میں برابر بجای مثلا بمثل کی اور اس حدیث کی دو روایت ہیں زبر اور پیش زبر کی صورت میں

فتقديره بيعوا الذهب بالذهب فيكون الكلام امرا واما الرفع فتقديره يباع الذهب بالذهب فيكون الكلام
تقدیر کلام کی یہہ ہی بیچو تم سونی کو سونی سی تو یہہ امر ہوا اور رہا پیش اس صورت میں تقدیر کلام یہہ ہی بیچا جاوی سونا سونی سی اب یہہ

خبرا وخبر الرسول آكد من الامر فلما كان الامر للوجوب مع كون البيع مباحا صرف الوجوب الى رعاية المماثلة والمراد بالمماثلة
خبر ہوئی اور خبر رسول کی بجای امر کی ہوتی ہی اور چونکہ امر وجوب کی لئی ہوتا ہی اور بیع اصل میں مباح ہی تو اس وجوب کو رعایت مماثلت پر لگا دیا اور مراد مماثلت سی

المماثلة في القدر لا في الوصف لما روي عن عبادة بن الصامت انه عليه الصلوة والسلام قال جيدها
قدر کی مماثلت ہی وصف کی مماثلت نہیں ہی کیونکہ عبادہ بن الصامت سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا اچھی عمدہ

ورديها سواء وكلام الرسول يفسر بعضه بعضا فكل ما ورد فيه النص من الشارع انه يباع بالكيل كالبر والشعير
اور ناقص برابر ہیں اور ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر کیا کرتی ہی پہر جس چیز میں شارع کی طرف سی یہہ نص آئی ہی کہ کیل سی بیچی جاوی جیسی گیہوں اور جو

والتمر والملح فهو كيلي ابدا وان ترك الناس فيه الكيل وكل ما ورد فيه النص من الشارع انه يباع بالوزن كالذهب
اور چہوارے اور نمک سو وہ ہمیشہ کیلی ہی اگرچہ لوگ اوسمیں کیل کو ترک کردیں اور جس چیز میں شارع سی یہہ نص آئی ہی وزن سی بیچی جاوی جیسی سونا

والفضة فهو وزني ابدا وان ترك الناس فيه الوزن وكل ما لم يرد فيه النص من الشارع انه يباع بالكيل
اور چاندی سو وہ ہمیشہ وزنی ہی اگرچہ آدمی اوسمیں وزن کرنا چہوڑدیں اور جس چیز میں شارع کی طرف سی کچہہ نص نہیں ہی کہ اوسکو کیل سی بیچو

او الوزن فهو محمول على عرف الناس وعاداتهم فلو بيع الحنطة بجنسها متساويا في الوزن او بيع الذهب بجنسه
یا وزن سی تو اوسکو لوگوں کی رسم اور عادت پر قیاس کرینگی پہر اگر گیہوں گیہوں سی وزن میں برابر کرکر اور سونا سونی سی کیل میں برابر کرکر

متساويا في الكيل لا يجوز لتوهم الفضل على ما هو المعيار الشرعي في كل واحد منهما وهو الكيل في الحنطة والوزن
بیچا جاوی تو جایز نہیں ہی اسلئی شاید معیار شرعی میں جو دونوں کی باب میں مقرر ہی کمی زیادتی ہو اور وہ کیل ہی گیہوں میں اور وزن ہی

في الذهب وكذا لو بيع الحنطة بجنسها او الذهب بجنسه مجازفة فلا يجوز اذا لم يعرف العاقدان القدر في
سونی میں اور ایسی ہی اگر گیہوں کو گیہوں سی یا سونی کو سونی سی انکل سی بیچیں تو جایز نہیں ہی اگر بایع اور مشتری کو مقدار

الحنطة والذهب وان كانت في الواقع الحنطة متساوية بجنسها في الكيل والذهب متساويا بجنسه في الوزن
گیہوں اور سونی کی معلوم نہو اگرچہ واقع میں گیہوں گیہوں سی کیل میں اور سونا سونی سی وزن میں برابر ہی ہو

لان العلم بالتساوي وقت العقد شرط لصحة العقد حتى لو تبايعا الحنطة بالحنطة والذهب بالذهب مجازفة وتقابضا
اسواسطی کہ برابری کا معلوم ہونا وقت عقد کی واسطی صحت عقد کی شرط ہی یہان تک کہ اگر دونوں گیہوں گیہوں سی اور سونا سونی سی انکل کرکر بیچا اور قبضہ بہی کرلیا

ثم علم التساوي بكيل الحنطة ووزن الذهب لا ينقلب العقد جائزا فعلى هذا يكون معنى الحديث اذا بيع شيء من
پہر گیہوں کیل کرنی سی اور سونا تولنی سی معلوم ہوا کہ برابر ہیں تو عقد صحیح نہیں ہوجاویگا اس بیان کی موافق حدیث کی معنی یہہ ہیں اگر کوئی شی

الموزونات او المكيلات بجنسه يجب ان يباع وزنا بوزن وكيلا بكيل فان بيع متفاضلا يكون حراما لانه
وزنی یا کیلی ہم جنس سی بیچی جاوی تو واجب ہی کہ وزن میں اور کیل میں برابر ہو اور اگر کم و زیادہ بیچیں تو حرام ہی اسواسطی کہ نبی

عليه الصلوة والسلام اخبر في هذا الحديث ان من اعطى الزيادة او اخذها فانه يدخل في الربوا والمعطي والآخذ
علیہ الصلوۃ والسلام نی اس حدیث میں فرمایا ہی کہ جسنی زیادہ دیا یا زیادہ لیا وہ سب سود ہی اور دینی والا اور لینی والا

سواء في الاثم واللعن الذي جاء في حديث رواه جابر انه عليه الصلوة والسلام لعن آكل الربوا وموكله وكذا يجب
گناہ اور لعنت میں دونوں برابر ہیں جو کہ جابر کی حدیث میں وارد ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نی سود کہانیوالی پر اور کہلانی والی پر لعنت کی ہی اور ایسی ہی واجب ہی

ان يباع يدا بيد لكن المعتبر في غير الصرف مما يجري فيه الربوا تعيين البدلين في مجلس العقد لا تقابضهما فيه حتى لو
کہ ہاتہہ بہ ہاتہہ ہو لیکن سوا بیع صرف کی جن اشیا میں سود ہوسکتا ہی اونمیں بدلین کا مجلس عقد میں متعین کرنا معتبر ہی طرفین کا قبضہ ضروری نہیں ہی یہان تک

باع حنطة بحنطة بعينها وتفرقا قبل القبض يجوز البيع لان المراد من قوله عليه الصلوة والسلام يدا بيد عينا بعين
کہ اگر گیہوں بدلہ گیہوں کی متعین کرکر بیچی پہر وہ دونو قبضہ سی پہلی جدی ہوگئی تو بیع جایز ہی اسلئی کہ لفظ یدًا بیدٍ سی جو حدیث میں ہی مراد عینًا بعینٍ ہی یعنی دونو متعین

بدليل ان عبادة بن الصامت رواه هكذا عينا بعين بخلاف الصرف فانه نوع من البيع يكون كل واحد من عوضيه من
اس دلیل سی کہ عبادہ بن الصامت یون روایت کرتی ہین کہ عینًا بعینٍ برخلاف بیع صرف کی کیونکہ یہہ اس قسم کی بیع ہی کہ اسمین دونو عوض

جنس الاثمان وهی النقود فاذا بیع منها الجنس بجنسه کما اذا بیع الذهب بالذهب او الفضة بالفضة

جنس ثمن سے ہوتی ہیں یعنی نقود اسمیں اگر ایک جنس کو اپنی جنس سے بیچیں جیسے سونا سونے سے یا چاندی چاندی سے تو وزن میں برابر ہونا

بشرط التساوی فی الوزن والتقابض قبل الافتراق بالابدان واذا بیع منها الجنس بغیر جنسه کما اذا بیع الذهب

شرط ہے اور افتراق جسمانی سے پہلے قبضہ بھی شرط ہے اور اگر ایک جنس دوسری جنس سے بیچیں جیسے سونا

بالفضة او الفضة بالذهب لا یشترط التساوی فی الوزن بل یجوز التفاضل والمجازفة لکن یشترط التقابض

چاندی سے یا چاندی سونے سے تو وزن میں برابر ہونا شرط نہیں بلکہ کمی بیشی اور اٹکل سے بھی جائز ہے لیکن قبضہ طرفین کا

قبل الافتراق بالابدان لقوله علیه الصلوة والسلام الفضة بالفضة هاء وهاء وفی حدیث اخر انه علیه الصلوة

افتراق جسمانی سے پہلے شرط ہے واسطے ارشاد نبی علیہ السلام کی چاندی بعوض چاندی کی اوہر لی اودہر دی اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلوة

والسلام قال الذهب بالورق هاء وهاء وهو بالمد وفتح الهمزة صوت بمعنی خذ والمراد به التقابض قبل الافتراق

والسلام نے فرمایا سونا بعوض چاندی کی اوہر لی اودہر دی اور ہا مد اور ہمزہ کی زبر سے آواز ہے بمعنی لی اس سے مراد ہے دونو کا قبضہ جسمانی افتراق سے

بالابدان لان المعنی ان کل واحد من المتعاقدین یقول لصاحبه هاء فیتقابضان قبل الافتراق بالابدان وان

پہلے کیونکہ معنی یہہ ہیں کہ بایع اور مشتری ہر ایک دوسرے سے کہے لے تاکہ دونو کا قبضہ افتراق بدنی سے پہلے ہو جاوے اور اگر

کانا یمشیان معا فی جهة واحدة حتی لو مشیا فرسخا ثم تقابضا قبل الافتراق یصح لقول ابن عمر رضی الله عنه

وہ دونو ایک طرف کو ہمراہ چلے جاتے ہوں یہاں تک کہ اگر کوس بہر جاکر پہر قبضہ کریں افتراق سے پہلے تو درست ہے کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے

وان وثب من سطح فثب معه ولیس المراد من هذا الکلام الامر بالوثبة المهلکة بل المراد منه المبالغة فی ترک

اگر وہ چہت سے کود پڑے تو بہی اوسکے ساتہہ کود اور اس کلام سے مراد کود پڑنے کا حکم نہیں ہے جو ہلاک کر دیتا ہے بلکہ مراد مبالغہ ہے کہ قبضہ سے پہلے ساتہہ ہرگز

الافتراق قبل القبض ولا یشترط وجود العوضین فی ملکهما وقت العقد حتی لو باع احدهما من الاخر دینارا

نہ چہوڑے اور یہہ شرط نہیں ہے کہ عقد کے وقت دونو عوض طرفین کی ملک میں ہوں یہاں تک کہ اگر ایک نے دوسرے کے ہاتہہ ایک دینار

بعشرة دراهم ولم یکن فی ملکهما شیء من العوضین واستقرض کل منهما ما وجب علیه اداؤه من الدین

بعوض دس درہم کے بیچا اور نہ ایک کے پاس دینار ہے اور نہ دوسرے کے پاس درہم پہر دونوں نے اپنا اپنا دین واجب الادا ایک نے دینار اور دوسرے نے درہم

ودفعه الی صاحبه قبل الافتراق یجوز فعلی هذا یکون من الربوا ما یفعله کثیر من الناس فی هذا الزمان

قرض لیکر افتراق سے پہلے ادا کر دیا تو جائز ہے اس بیان کے موافق جو اکثر لوگ اس زمانہ میں عمل کرتے ہیں سب سود میں داخل ہے

وهو ان احدهم یذهب الی واحد من اهل السوق فیعطیه دینارا او قرشا فیقول له اعطنی به دراهم فیعطیه

یعنی ایک شخص بازار میں دکاندار کے پاس جاکر ایک دینار یا قرش اوسکو دیکر کہتا ہے اسکے مجہے دراہم دیدے پہر وہ اوسکو

بعضا من الدراهم او لا یعطیه شیئا بل یقول له لیس عندی دراهم فات بعد ساعة فاعطیک دراهمک فیذهب

کبہی تو تہوڑے سے دراہم دیدیتا ہے اور بعضی دفعہ کچہہ بہی نہیں دیتا بلکہ اوس سے کہتا ہے اسوقت درہم میرے پاس نہیں ہیں پہر کہڑی بہر کے بعد آجانا تمہارے دراہم حوالہ کرونگا

من غیر قبض جمیع الدراهم وهذا باطل داخل فی الربوا لوجود الافتراق قبل القبض الواجب فی الصرف وعلی تقدیر

پہر وہ دراہم لئے بغیر چلا جاتا ہے یہہ سب باطل سود میں داخل ہے کیونکہ افتراق قبضہ سے پہلے جو صرف میں واجب ہے ہو جاتا ہے اور بالفرض تمام دراہم پر

قبض الدراهم کلها قبل الافتراق یقبضها بالعدد لا بالوزن وهو وان کان جائزا فی الدینار لعدم وجوب الوزن عند اختلاف

قبل الافتراق قبضہ بہی کرتے ہیں تو گنکر قبضہ کرتے ہیں وزن کرکر نہیں کرتے ایسا قبضہ اگرچہ دینار میں جائز ہے کیونکہ جب جنس بدل جاتی ہے تو وزن واجب نہیں

الجنس لکن لا یجوز فی القرش لوجوب الوزن عند اتحاد الجنس حتی یعلم التساوی فی الوزن والظاهر ان القرش

ہوتا لیکن قرش میں جائز نہیں ہے اسلئے کہ جب جنس متحد ہووے تو وزن واجب ہوتا ہے تاکہ برابری وزن میں معلوم ہو جاوے اور ظاہر یہہ ہے کہ قرش

اكثر وزنا من الدراهم المعدودة فيكون ربوا وطريق الخلاص من الربوا اذا بيع بلا وزن الفضة الكثيرة بالفضة
دراہم معدودہ سی وزن میں زیادہ ہوتا ہی پہر سود ہی ہوویگا اور حیلہ سود سی بچنے کا اگر بیچی وزن بڑہتی چاندی تہوڑی چاندی سی تو یہ ہی

القليلة ان يجعل في قليلها وزنا شئ من خلاف الجنس مما له قيمة اذ لو لم يكن له قيمة كحفنة من التراب لا يصح البيع
کمہ وزن میں تہوڑی چاندی کی ساتہ کچہہ چیز قیمت دار خلاف جنس دین اسلئی کہ اگر بی قیمت شی ہوگی جیسا ایک مٹھی مٹی تو بیع جایز نہوگی

واقل ما يكون قيمته مشروطة لجواز البيع فلس ثم قيمة الخلاف ان كانت مثل قيمة الزيادة يجوز البيع ولا يكره
اور کم سی کم قیمت دار شی جنسین بیع درست ہوجاوی پیسا ہی پہر اگر قیمت اوس شی مخالف کی برابر اوسکی بڑہتی چاندی کی ہو تو بلا کراہت بیع جایز ہی

وان كانت شيئا قليلا يجوز البيع لكن يكره كذا روى عن محمد فقيل له كيف تجده في قلبك قال مثل الجبل ولو
اور اگر وہ تہوڑی ہووی تو بیع جایز ہی پر مکروہ امام محمد سی یہہ ہی روایت ہی کسی نی اونسی پوچہا تمہاری دلمین کیسی معلوم ہوتی ہی کہا جیسی پہاڑ اور اگر

بعثه رجل الحي في الصرف مع الرسول دينارا ليصرف له لا يصح لوجوب التقابض قبل الافتراق بالابدان وقبض الرسول وتسليمه
کسی شخص صرفکی پاس رسول کی ہاتہ دینار بہیجا تاکہ بہنا لاوی تو جایز نہیں ہی کیونکہ قبضہ فراق جسمانی سی پہلی واجب ہی اور رسول کا قبضہ اور تسلیم کا

لا يعتبر فينبغي ان يوكله لان الوكيل يقوم مقام الموكل فيعتبر قبضه وتسليمه فيوجد التقابض قبل الافتراق
کچہہ اعتبار نہیں ہی اب یون لازم ہی کہ اوسکو وکیل کردی اسلئی کہ وکیل موکل کی جگہہ ہوتا ہی اوسکا دیا لیا سب معتبر ہی اب طرفین کا قبضہ افتراق جسمانی سی پہلی

بالابدان ولا يجوز التصرف في ثمن الصرف قبل قبضه فان من باع دينارا بعشرة دراهم ولم يقبض الدراهم بل
ہو جاویگا اور بیع صرف مین قبضہ سی پہلی ثمن مین تصرف جایز نہیں ہی بیشک اگر کسینی ایک دینار دس دراہم کو بیچا اور دراہم پر ابہی قبضہ نہیں کیا کہ دراہمکا

اشترى بها ثوبا يفسد البيع في الثوب لفوات القبض الواجب بالعقد حقا لله تعالى والقياس كان يقتضي جوازه
ایک تہان مول لیلیا تو کپڑی کی بیع فاسد ہی کیونکہ قبضہ جو بسبب عقد کی حق اللہ واجب ہوا تہا فوت ہوگیا اور قیاس چاہتا تہا کہ جایز ہووی

لان الدراهم والدنانير لا تتعين فينصرف العقد الى مطلقها وانما لم يجز لان الصرف بيع ولا بد فيه من مبيع وليس
بیچی کہ دراہم اور دنانیر متعین نہیں ہوتی تو یہہ عقد مطلق ثمن کی طرف کہماویگا اور جایز اسواسطی نہیں کہ صرف بیع ہی اسمین مبیع کا ہونا ضروری ہی اور

فيه سوى الثمنين وليس احدهما اولى بكونه مبيعا من الآخر فيجعل كل واحد منهما مبيعا من وجه وثمنا من
اسمین بجز دونو ثمن کی کچہہ نہیں ہوتا اور ایک کو دوسری پر کچہہ فوقیت نہیں ہی جو مبیع ٹہرایا جاوی اب لاچار ہر ایک ایک وجہ سی مبیع ہی اور ایک وجہ سی ثمن

وجه وان كان الثمنان خلقة والثمن في باب الصرف مبيع من وجه وبيع المبيع قبل القبض لا يجوز وليس من ضرورة
ہی اگرچہ خلقی یعنی اصل میں دونو ثمن ہیں اور ثمن باب صرف میں ایک وجہ سی مبیع ہوتا ہی اور مبیع کی بیع قبضہ سی پہلی جایز نہیں ہی اور مبیع ہونی سی یہ ضرور

كونه مبيعا ان يكون متعينا فان المسلم فيه ليس بمتعين مع كونه مبيعا في السلم يسر الله تعالى عملا موافقا
نہیں ہی کہ متعین ہی ہوجاوی کیونکہ سلم میں مسلم فیہ یعنی بدہنی کی چیز مبیع ہوکر متعین نہیں ہوتی الہی ہمیں اعمال موافق اپنی رضامندی کی

لرضاته المجلس الرابع والسبعون في بيان حقيقة السلم واحكامه وغيره من انواع
آسان کری جو ہترویں مجلس حقیقت بیع سلم کی بیان میں اور اوسکی احکام اور سوا اوسکی اور اقسام

العقود قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سلف في شئ فليسلف في كيل معلوم ووزن معلوم
عقود کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جو شخص کسی شی میں بدہنی بہی تو چاہی کہ کیل معلوم ہوئی اور وزن معلوم ہو

الى اجل معلوم هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابن عباس مع ذكر سببه وهو انه عليه الصلوة والسلام
اور مدت معلوم ہو یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابن عباس کی روایت سی اسکی ساتہ سبب بہی بیان کیا وہ یہہ ہی کہ نبی علیہ السلام

قدم المدينة وهم يسلفون في الثمار السنة والسنتين والثلث اي يعطون الثمن في الحال ويشترون الثمار
مدینہ میں تشریف لائی تو وہاں کہ لوگ ثمر درخت میں بدہنی کیا کرتی تہی ایک سال کی اور دو سال کی اور تین سال کی یعنی ثمن اب دیدیتی اور پہل ایکسال کا یا زیادہ کا خریدتی

الى سنة او اكثر فقال النبي صلى الله عليه وسلم من اسلف في شيء فليسلف في كيل معلوم ووزن معلوم
لیتی تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیع سلم کسی شئی میں کری تو چاہیے کہ بیع سلم کیل معلوم اور وزن معلوم میں مدت معلوم تک

الى اجل معلوم فانه عليه الصلوة والسلام امرهم ان يبينوا قدر الكيلي بالكيل وقدر الوزني بالوزن
کری پس نبی علیہ الصلوة والسلام نے انکو فرمادیا کہ کیلی کی مقدار کیل سے کہول لیا کریں اور وزنی کی مقدار وزن سے کہول لیا کریں

اذا اشتروا شيئا منهما بطريق السلف وهو بفتحتين وان كان له معنيان احدهما القرض والآخر السلم
جب ان دونوں میں سے کسی چیز میں بیع سلف کریں اور سلف کے معنی دو لوز بری اگرچہ دو ہیں ایک قرض اور دوسری بیع سلم

الا ان المراد به ههنا السلم الذي هو نوع من البيع ويكون المبيع فيه دينا على البائع ويسمى المبيع مسلما فيه
پر یہاں مراد سلم ہی ہے کہ وہ ایک قسم کی بیع ہی اور اسمین مبیع بائع کی ذمہ پر دین ہوا کرتا ہی اور مبیع کو مسلم فیہ کہتے ہیں

والبائع مسلما اليه والثمن رأس المال والمشتري رب السلم ويجوز في كل ما يعلم قدره ووصفه كالمكيلات
اور بائع کو مسلم الیہ اور ثمن کو راس المال اور مشتری کو رب السلم اور ہر ایک شئی میں جسکی مقدار اور وصف معلوم ہو سکتا ہو جایز ہی جیسے اشیاء کیلی

والموزونات والمذروعات والمعدودات المتقاربة التي لا يتفاوت احادها تفاوتا فاحشا كالجوز والبيض فان
اور وزنی اور گزگت اور گنتی کی جو ایک سی ہیں اور اوسکی احاد میں فرق ظاہر نہوتا ہو جیسے جوز اور انڈا کیونکہ

الكبير والصغير منهما سواء لاصطلاح الناس على اهدار التفاوت فيهما اذ لا يباع جوز بفلس وآخر بفلسين و
انمیں بڑا اور چھوٹا برابر ہوتا ہی اسلیے کہ اس تفاوت کی چھوڑنے پر سب لوگ متفق ہیں یہ نہیں کہ ایک جوز ایک پیسہ کو بکی اور دوسرا دو پیسے کو اور

كذلك البيض بخلاف البطيخ والرمان فان احادهما متفاوتة تفاوتا فاحشا وتتفاوت احادهما في المالية
ایسی ہی انڈی بخلاف خربزہ اور انار کی بیشک انکی احاد میں ظاہر فرق ہوتا ہی اور انکی احاد کی مالیت مختلف ہوتی ہی

يعرف كونهما من العددي المتفاوت لا من العددي المتقارب لان الضابط في معرفتهما تفاوت احادهما في المالية
معلوم ہوتا ہی کہ یہ عددی متفاوت ہیں عددی متقارب نہیں ہیں کیونکہ انکی پہچان کا یہی قاعدہ ہی کہ انکی احاد مالیت میں الگ الگ ہوں

وهذا هو المروي عن ابي يوسف ويؤيده ما روي عن ابي حنيفة ان السلم لا يجوز في بيض النعامة لتفاوت احادها
یہ تقریر امام ابو یوسف سے روایت ہی اور اسکی تائید ہی جو کہ روایت امام ابو حنیفہ سے ہی کہ بیع سلم شتر مرغ کی انڈوں میں جایز نہیں ہی اوسکی احاد مالیت میں

في المالية ثم انه في المعدودات المتقاربة كما يجوز عددا يجوز كيلا لان المقدار يعرف بالعدد تارة وبالكيل اخرى
مختلف ہوتی ہیں پھر بیع سلم معدودات متقاربہ میں جیسی گنتی کر کر جایز ہی کیل سے بھی جایز ہی اسلیے کہ مقدار کبھی گنتی سے معلوم ہوتی ہی اور کبھی کیل سے

ولا يجوز في كل ما لا يعلم قدره ووصفه كالحيوانات واطرافها ولحومها وجلودها ولكن لا يجوز فيما لا يوجد من
اور جسکی مقدار اور وصف معلوم نہوتی ہو اوسمین سلم جایز نہیں ہی جیسے حیوانات اور انکی اطراف اور گوشت اور چمڑی اور ایسی ہی اوس شی میں جو عقد کے وقت سے

حين العقد الى حلول الاجل بان ينقطع عند العقد او عند حلول الاجل او فيما بينهما وحد الانقطاع ان لا يوجد
آخر مدت مقرری تک موجود نہ رہے جایز نہیں ایسا کہ یا عقد کے وقت نہو یا مدت گزرنے پر باقی نہ رہی یا ان دونوں کی بیچ میں ہو چکی اور انقطاع کی حد یہ ہی کہ بازار میں جہاں وہ

في السوق الذي يباع فيه ولا عبرة بوجوده في البيوت لعدم امكان تحصيله بالاكتساب وتسليمه الى صاحبه وكذا
شی بکتی ہی نہ ملی اور گھروں میں اگر ہووی تو اسکا اعتبار نہیں ہی کیونکہ ممکن نہیں کہ کسی سبب سے پیدا کر کر رب السلم کی حوالہ کردی اور ایسی ہی

لا يجوز في طعام قرية بعينها وثمرة نخلة بعينها لاحتمال الانقطاع بعروض الآفة فينتفي القدرة على التسليم وكذا
کسی خاص گانو کی غلہ میں اور کسی خاص درخت کی پہل میں جایز نہیں ہی شاید کہ وہ کسی آفت سے فنا ہو جاوی پہر کہاں سے دے سکیگا اور ایسی ہی

لا يجوز بمكيال رجل بعينه او ذراع رجل بعينه اذا لم يعلم مقداره لان التسليم يتاخر فيه فيحتمل ان يضيع ذلك
ایک شخص خاص کی پیمانہ سے یا کسی شخص کی گز سے جایز نہیں ہی اگر اوسکی مقدار معلوم نہو کیونکہ اس صورت میں تسلیم کو دیر لگیگی اس مدت میں شاید کہ وہ پیمانہ

كيلا يا وذلك الذراع فيفضي الى المنازعة ومن الثاني اصل السلم لا يصح عند ابي حنيفة الا بسبعة شرائط ذكرها

یا اوس ذراع جاتا رہی تو جھگڑا ہی کا پیدا ہو گا تو اصل یہ ہی کہ بیع سلم امام ابو حنیفہ کی نزدیک جائز نہیں ہی مگر سات شرطوں کی ایک تو

بيان جنسه كحنطة او شعير وبيان نوعه كسقي او بخسي وبيان وصفه كجيد او ردي وبيان قدره ككذا كيلا

بیان جنس جیسی گیہوں یا جو اور بیان نوع جیسی سیحی یا خریفی اور بیان وصف جیسی عمدہ یا کھٹیل اور بیان مقدار جیسی

كذا وكذا رطلا وبيان اجله واقله شهر في الاصح وبيان قدر راس ماله ان كان كيليا او وزنيا او عدديا وبيان

پیمانہ یا اتنی رطل اور بیان مدت اور کم سے کم اصح روایت میں ایک مہینہ ہی اور بیان راس المال کا اگر کیلی ہو یا وزنی ہو یا عددی ہو اور بیان

مكان ايفائه ان كان لحمله مؤنة يحتاج الى ظهر واجرة وان لم يكن لحمله مؤنة كالمسك والعنبر يوفيه حيث

مکان ادا کا اگر اوس کی باربرداری میں خرچ ہو اور ایسا ہو کہ حاجت سواری کی اور مزدوری کی پڑتی ہو اور اگر اوسکی باربرداری میں کچھ خرچ نہو جیسی مشک اور عنبر

اسلم وقبض راس المال قبل الافتراق بالابدان فليس بشرط الصحة بل هو شرط لبقائه على الصحة فانه ينعقد

تو جہاں چاہی ادا کر دے اور راس المال پر قبضہ افتراق بدنی سے پہلے سو یہ صحت عقد کی شرط نہیں ہی بلکہ یہ شرط ہی واسطی باقی رہنی عقد کی صحت پر بیشک یہ عقد

صحيحا ثم يبطل بالافتراق قبل القبض وحد الافتراق ان يتوارى كل واحد منهما عن عين صاحبه حتى لو اسلم

صحیح ہو جاتا ہی پھر افتراق قبل قبض سی باطل ہو جاتا ہی اور افتراق کی حد یہ ہی کہ ہر ایک دوسری کی نظر سی چھپ جاوی یہاں تک کہ اگر کسی نی بیس درہم کا

رجل عشرة دراهم في كر بر ولم يكن عنده الدراهم ودخل بيته ليخرج الدراهم وتوارى عن عين صاحبه

گیہوں کی ایک کر میں عقد سلم کیا اور اوسکی پاس درہم نہیں تھی وہ درہم لینی کی واسطی گھر میں گیا اور مسلم الیہ کی نظر سی غائب ہو گیا

يبطل السلم وان لم يتوار لا يبطل بل يبقى على الصحة وكذا لو سار ميلا او اكثر ولم يفترقا الا بعد القبض لا يبطل

تو سلم باطل ہو جاویگی اور اگر غائب نہوا تو باطل نہو گی بلکہ درست رہیگی اور ایسی ہی اگر دونوں کوس بھر یا زیادہ چلی گئی اور بدون قبض کی جدا نہوئی تو سلم باطل نہیں ہوتی

السلم بل يبقى على الصحة ومن اسلم الى رجل دينا له عليه وافترقا قبل النقد لا يجوز وان نقد قبل الافتراق يجوز

بلکہ درست رہتی ہی اور اگر کسی نی ایک شخص سی قرض کی بدلہ جو اوس کی ذمہ تھا بیع سلم کی اور پھر نقد دینی سی پہلی جدا ہو گئی تو جائز نہیں ہی اور اگر افتراق سی پہلی پرکھ دی

ولا يجوز التصرف في راس المال والمسلم فيه قبل القبض اما عدم جواز التصرف في راس المال فلان فيه تفويت القبض

تو جائز ہی اور راس المال اور مسلم فیہ میں قبضہ سی پہلی تصرف جائز نہیں ہی راس المال میں تو تصرف اسواسطی جائز نہیں ہی کہ اسمیں قبض فوت ہوتا ہی جو

الواجب بالعقد واما عدم جواز التصرف في المسلم فيه فلانه مبيع والتصرف فيه قبل القبض لا يجوز وكذا لا يجوز فيه

عقد سی واجب ہوا تھا اور مسلم فیہ میں تصرف اسواسطی جائز نہیں ہی کہ وہ مبیع ہی اور مبیع میں تصرف قبضہ سی پہلی جائز نہیں ہی اور ایسی ہی مسلم فیہ میں

قبل القبض الشركة والتولية ونحوهما لانه تصرف فيه قبل القبض فصورة الشركة ان يقول رب السلم لرجل اعطني نصف

قبضہ سی پہلی نہ شرکت جائز ہی اور نہ تولیہ وغیرہ کیونکہ یہ سب قبل القبض تصرف ہی پس شرکت کی صورت یہ ہی کہ رب السلم کسی سی یہ کہی کہ مجھکو آدھا راس المال

راس المال ليكون نصف المسلم فيه لك وصورة التولية ان يقول رب السلم لرجل اعطني جميع راس المال ليكون

دیدی تو آدھا مسلم فیہ تیرا ہو گا اور تولیہ کی صورت یہ ہی کہ رب السلم کسی کو کہی کہ تمام راس المال مجھکو دیدی تمام مسلم فیہ تیرا ہو گا

جميع المسلم فيه لك ومن اسلم في كر بر فلما حل الاجل اشترى المسلم اليه من رجل كر بر وامر رب السلم ان يقبضه

اور اگر کسی نی گیہوں کی پیمانہ میں سلم کی پھر جب مدت گزر گئی تو مسلم الیہ نی کسی شخص سی پیمانہ گیہوں کا مول لیکر رب السلم سی کہا کہ اوس سی گیہوں اپنی حق کی

قضاء لحقه وقبضه لا يكون قضاء لحقه حتى لو هلك المقبوض في يد رب السلم يهلك من مال المسلم اليه ولو

لیلی اور اوسنی لیلی تو اوسکا حق یعنی مسلم فیہ ادا نہو گا یہاں تک کہ اگر وہ مقبوض رب السلم کی قبضہ میں تلف ہو جاوی تو مسلم الیہ کا جاویگا اور اگر اوسکو

امره ان يقبضه له ثم لنفسه فاكتاله له ثم لنفسه يجوز لاجتماع الصفقتين بشرط الكيل فلا بد من الكيل مرتين

یوں کہی کہ وہ گیہوں پہلی میری طرف سی قبضہ کر پھر اپنی لیی پھر اوسنی پہلی اوسکی لیی کیل کی پھر اپنی لیی کیل کی تو جائز ہی کیونکہ یہاں دو عقد کیل کی شرط پر جمع ہو گئی تو دو دفعہ کیل کرنا ضرور ہی

لنهي النبي عليه الصلوة والسلام عن بيع الطعام حتى يجري فيه صاعان [illegible]
کیونکہ نبی علیہ السلام نے غلہ کی بیچنے سے منع کیا ہے جب تک کہ اس میں دو پیمانے جاری نہ ہو جائیں [illegible]
الى المسلم اليه غرائر وامره ان يكيل المسلم فيه فيها ففعل وهو غائب ولم يكن في الغرائر حين جعل المسلم فيه شيء لا يكون
تو وہی مسلم الیہ کو گون یا تھیلے دیئے اور کہا کہ مسلم فیہ یعنی مبیع اسمیں ناپ دینا مسلم الیہ نے [illegible] جب مسلم فیہ کی جنس کا کچھ نہیں تھا
قضاء حتى لو هلك يهلك من مال المسلم اليه لان امره لم يصادف ملكه لكون حقه في الدين لا في العين ويصير
تو یہ ادا نہیں ہوا یہانتک کہ اگر تلف ہو جاوین تو مسلم الیہ کا مال تلف ہوگا [illegible]
المسلم اليه كانه استعار الغرائر وجعل ملكه فيها ولو اجتمع الدين والعين بان اسلم رجل في كر بر فلما حل
یوں ہو جاتی ہی کہ گویا مسلم الیہ نے تھیلے عاریۃ مانگ کر اپنا مال اوسمین بھر دیا اور اگر دین اور عین جمع ہو جاوین [illegible]
الاجل اشترى من المسلم اليه كرا آخر معينا ودفع اليه غرائر ليجعل فيها الكر العين والكر الدين فان جعل العين
اور جب اسلم کی مدت آئی [illegible] مسلم الیہ سے ایک اور پیمانہ گیہوں کا خریدا اور اسکو تھیلے دیئے [illegible]
فيها اولا يصير المشتري قابضا لهما جميعا اما العين فلصحة امره فيه لمصادفته ملكه لانه ملكه بالشراء فيكون
اوسمین پہلے بھر دیئے تو مشتری دونوں کا قابض ہو گیا [illegible]
فعل المامور كفعل الآمر واما الدين فلاتصاله بملكه برضاه وبالاتصال بالملك بالرضى يثبت القبض وان جعل
اب عمل مامور کا بجای عمل آمر کی ہی اور دین یعنی مسلم فیہ اسکا قابض ہوا [illegible]
الدين فيها اولا لا يصير المشتري قابضا لشيء منهما اما الدين فلعدم صحة امره فيه لعدم مصادفته ملكه لان حقه
مسلم الیہ نے مسلم فیہ کو پہلے بھر دیا تو مشتری [illegible]
في الدين لا في العين وههنا عين فيكون المامور بجعله في الغرائر متصرفا في ملك نفسه فلا يكون فعله كفعل الآمر
حق دین میں ہی عین میں نہیں ہی [illegible] سو اسکا کیا مانند آمر کی نہیں ہی
واما العين فلانه خلطه بملكه قبل التسليم وهو استهلاك عند ابي حنيفة فينفسخ البيع وههنا نوع آخر من البيع
اور رہا عین سو اسلئے کہ بائع نے تسلیم سے پہلی اپنی ملک میں ملا دیا اور یہ امام ابو حنیفہ کی نزدیک ہلاک کر دینا ہے سو بیع فسخ ہو جاویگی اور یہان ایک اور قسم کی بیع کا
يسمى استصناعا وهو ان يقول رجل لصانع اصنع لي من مالك شيئا صورته كذا وقدره كذا بكذا درهما بلا ذكر
جسکو استصناع کہتی ہیں وہ یہ ہی کہ ایک شخص کاریگر سے کہی میری لئی اپنی مال میں سے فلانی چیز اس صورت کی اور اتنی بڑی کہ اتنی قیمت کو بنا دے اور مدت کا کچھ ذکر نہیں کیا
اجل معلوم فان كان ذلك الشيء مما جرى فيه التعامل كالخف والطشت والقمقمة ونحوها يصح استحسانا
پھر اگر وہ ایسی شی ہو ایسی جسمیں لوگوں کا عمل درآمد رواج پڑ رہا ہی جیسی موزہ اور لگن اور قمقمہ وغیرہ تو استحسانا درست ہی
للاجماع الثابت بالتعامل من زمن النبي عليه السلام الى يومنا هذا ويكون بيعا لا عدة حتى يجبر الصانع على تحصيله
کیونکہ رواج کی سبب نبی علیہ السلام کی عہد سے آج تک اجماع ہو آتا ہی اور یہ بیع ہی ہوتی ہی کچھ وعدہ نہیں یہان تک کہ کاریگر پر بنانی کی الزام کیا
ولا يرجع الآمر عنه ولو كان عدة لكان للآمر الرجوع ولم يكن على الصانع الجبر والمبيع هو العين لا عمل حتى لو جاء بما
اور بنانی دینی والا پھر نہیں سکتا اگر وعدہ ہی ہوتا تو بنانی والا پھر جا سکتا اور کاریگر پر زور نچلتا اور مبیع وہ شی یعنی موزہ وغیرہ ہو تی ہی عمل نہیں [illegible]
صنعه قبل العقد او صنعه غيره يصح ولو كان المبيع عمله لما صح ولا يتعين المبيع للآمر بلا اختياره حتى يصح
عقد سے پہلی کا بنا ہوا یا اور کاریگر کی ہاتھ کا دیوی تو جائز ہی اور اگر مبیع عمل ہی ہوتا تو کیونکر جائز ہوتا اور مبیع بغیر آمر کی متعین نہیں ہو جاتی یہان تک کہ
للصانع بيعه قبل رؤية الآمر ولو تعين له لما صح بيعه وللآمر الخيار عند الرؤية لانه اشترى ما لم يره فيكون له خيار
کاریگر کو اختیار ہی کہ آمر کی دیکھنی سی پہلی بیچ دی [illegible] اور بنانی والی کو دیکھنی کی وقت اختیار ہی کیونکہ ان دیکھی چیز خریدی ہی

الروية وان لم يكن ذلك الشيء مما جرى فيه التعامل كالثياب ونحوها لا يصح الا اذا ذكر فيه اجل معلوم وبينت
روایت حاصل ہی اور اگر وہ شی ایسی نہیں ہی جسمیں لوگوں کا عرف اور معاملہ ہو جیسے کپڑا وغیرہ تو جائز نہیں ہی جبتک کہ اوسمیں مدت نہ ٹہری اور ساتوں شرطیں سلم کی
شرائط السلم فحينئذ يصح بطريق السلم لا بطريق الاستصناع ثم لما كان احد معنى السلف القرض ناسب بيانه
نہ بیان ہوں سو اوسوقت بطور بیع سلم کی جائز ہوگی بطور استصناع کی نہیں پھر چونکہ ایک معنی سلف کی قرض کی تھی تو بیان اوسکا یہہ بیان مناسب معلوم ہوا
ههنا وان لم يكن مرادا به لان الشرع قد اذن فيه واجمع الامة على جوازه وهو ما تعطيه غيرك من المال لتتقاضى
اگرچہ مراد نہیں ہی کیونکہ شرع نے اوسمیں اجازت دی ہی اور اوسکی جواز پر امت کا اجماع ہی اور قرض یہہ ہی کہ تو اپنا مال غیر کو دیوی تاکہ وہ اوسکو پھر ادا کری
ويجري في كل كيلي ووزني وعددي متقارب لا فيما كان متفاوتا كالحيوان والثوب والخشب والاصل فيه ان
اور قرض ہر ایک کیلی اور وزنی اور عددی متقارب میں جائز ہی عددی متفاوت میں جائز نہیں ہی جیسی حیوان اور کپڑا اور لکڑی اور قاعدہ کلیہ یہہ ہی
كل ما كان من ذوات الامثال ويكون عند الاستهلاك مضمونا بالمثل لا بالقيمة يجوز استقراضه وكل ما لم يكن
کہ جو شی ذوات الامثال سے ہی اور ہلاک ہونی پر اوسکا ضمان بالمثل ہوتا ہی ضمان بالقیمت نہیں ہوتا تو اوسکا قرض لینا جائز ہی اور جو شی
من ذوات الامثال ولا يكون عند الاستهلاك مضمونا بالمثل بل بالقيمة لا يجوز استقراضه حتى لو استقرض
ذوات الامثال سے نہیں ہی اور ہلاک ہونی پر ضمان بالمثل نہیں آتا بلکہ ضمان بالقیمہ آتا ہی تو اوسکا قرض لینا جائز نہیں ہی یہانتک کہ اگر کسی شخص نی
رجل من اخر عبدا وحيوانا اخر فقضى به دينه يضمن قيمته لان قرض الحيوان فاسد والقرض الفاسد
دوسری سے غلام یا اور حیوان اودہار لیکر اپنا قرض ادا کیا تو اوسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطی کہ حیوان کا قرض لینا فاسد ہی اور قرض فاسد قبضہ کی بعد
يفيد الملك بالقبض ويكون عند الاستهلاك مضمونا بالقيمة كالبيع الفاسد ومن دفع الى غيره مالا و
ملک میں آجاتا ہی اور ہلاک ہونی پر اوسکی قیمت ذمہ پر آجاتی ہی جیسی بیع فاسد میں اور اگر کسی نی دوسری کو مال دیکر
قال له خذ هذا المال واصرفه الى حوائجك يكون ذلك المال قرضا لا هبة لان هذا القول وان كان
کہا یہہ مال لی اور اپنی کاروبار میں لگالی تو یہہ مال قرض ہووے گا ہبہ نہیں ہووے گا اسلئی کہ اس قول میں اگرچہ
يحتملهما الا ان الثابت به لا يكون هبة بل يكون قرضا لكونه ادناهما ولو دفع اليه ثوبا وقال له اكتس به
دونوں اوہ ہوسکتی ہیں پر اس سی ہبہ بالخصوص ثابت نہیں ہوتا بلکہ قرض ثابت ہوتا ہی کیونکہ قرض دونوں میں کمتر ہی اور اگر کپڑا دیکر کہا کہ لی اس سی کو پڑا اوڑھایا کر
لا يكون قرضا لكون قرض الثوب فاسدا بل يكون هبة تصحيحا لتصرفه ومن اخذ من القصاب لحما
تو قرض نہیں ہوگا کیونکہ کپڑا کا اودہار فاسد ہی بلکہ ہبہ ہووے گا تاکہ اوسکا تصرف درست رہی اور اگر کسی نی قصائی سی گوشت لیا
ولم يذكر انه قرض او شراء يكون قرضا فاسدا يملكه بالقبض ولا يحل له اكله وذكر في المنتقى ان اللحم
اور یہہ نہ کہا کہ اودہار لیتا ہوں یا مول تو یہہ قرض فاسد ہوگا قبضہ کی بعد ملک ہو جاویگا اور کہانا حلال نہ ہوگا اور منتقی میں مذکور ہی کہ گوشت کا
يجوز استقراضه وزنا عند اصحابنا وذلك لانه على ما ذكر في نوادر ابن رستم عن محمد مثلي يضمن بالمثل
قرض لینا وزنا ہمارے اصحاب کی نزدیک جائز ہی اسلئی کہ گوشت موافق بیان نوادر ابن رستم کی امام محمد سی مثلی ہی اسکا ضمان بالمثل ہی
وذكر في الجامع الكبير انه يضمن بالقيمة وقال الاسبيجابي هذا محمول على ما اذا انقطع عن ايدي الناس
اور جامع کبیر میں مذکور ہی کہ گوشت کا ضمان بالقیمۃ آتا ہی اور اسبیجابی کہتا ہی کہ ضمان بالقیمۃ اس صورت میں ہی کہ لوگوں کی قابو میں نہ رہی
وفي شرح الطحاوي ان كل موزون مثلي وهذا يقتضي ان يكون اللحم مثليا وكذا يقتضي ان يكون العنب والغزل
اور شرح طحاوی میں ہی کہ وزنی چیزیں سب مثلی ہیں اس سی لازم آتا ہی کہ گوشت مثلی ہووی اور ایسی ہی لازم آتا ہی کہ انگور اور سوت
مثليا ويجوز استقراض الكاغذ عددا لانه عددي متقارب ومن اتلف دبس غيره يضمن قيمته لان
مثلی ہووی اور اودہار کرنا کاغذ کا گنکر جائز ہی اسلئی کہ عددی متقارب ہی اور اگر کسی نی شیرہ خرما وغیرہ تلف کردیا تو قیمت دیوے گا اسلئی

ما كان من صنع العباد لا يمكنهم مراعاة المماثلة فيه لتفاوتهم في الحذاقة فعلى هذا كان ينبغي أن لا يجوز
کہ جو چیز کہ آدمیوں کی بنائی ہوئی ہوتی ہی اوسمیں مماثلت ممکن نہیں ہی کیونکہ کاریگری مختلف ہوتی ہی پس اس تقریر کی بنا پر چاہیئے کہ کاغذ کا
استقراضه لكن قيل يجوز استقراضه لكونه مثليا على قولهما والعصير مثلي لكن إذا صار دبسا بغير نار
قرض لینا جایز نہووی لیکن کہتے ہیں کہ قرض لینا جایز ہی کیونکہ صاحبین کے قول پر مثلی ہی اور شیرہ انگور کا مثلی ہی اور ایسی ہی اگر بغیر آگ کے شیرہ شراب ہو جاوی
والدقيق والخبز قيمي فعلى هذا كان ينبغي ان لا يجوز استقراضهما لكن ذكر في فتاوى قاضيخان ان استقراض الدقيق
اور آٹا اور روٹی قیمتی ہی اسکی موافق یوں چاہیئے تھا کہ انکا ادھار لینا جایز نہوتا پر فتاوی قاضیخان میں مذکور ہی کہ ادھار لینا آٹے کا
يجوز وزنا وكيلا وكذا يجوز استقراض الخبز وزنا وعددا عند محمد وعند أبي يوسف يجوز وزنا لا عددا وعليه
وزن یا کیل کر کر جایز ہی اور ایسی ہی ادھار لینا روٹی کا وزن سی یا گنکر امام محمد کی نزدیک جایز ہی اور امام ابو یوسف کی نزدیک وزن کر کر تو جایز ہی گنکر جایز نہیں
الفتوى ولو استقرض جماعة من رجل دراهم وامروه ان يدفعها الى واحد منهم ودفعها اليه ليس له ان يطلب منه
اور اسی پر فتوی ہی اور اگر ایک جماعت نے ملکر ایک شخص سی دراہم قرض مانگی اور سب نی کہا کہ ہم میں سی فلانی شخص کو دیدینا اور اوسنی اوسکی حوالہ کئی اب اوسکو اختیار نہیں
الا حصته فقط والتوكيل بقبض القرض صحيح كما اذا قال رجل لاخر اقرضني كذا درهما ثم وكل رجلا بقبضه يصح
کہ اوس فلانی سی سوای اوسکی حصہ کی طلب کری اور وکالت واسطی قبضہ قرض کی درست ہی جیسی کوئی شخص کہی کہ مجھکو اتنی درہم قرض دیدی پھر کسیکو قبضہ کی لئی وکیل کری تو صحیح
ولا يصح التوكيل بالاستقراض حتى لا يثبت الملك للموكل فيما استقرض له لانه تفويض التصرف في ملك الغير
اور قرض نکلوانی میں وکیل کرنا صحیح نہیں ہی یہان تک کہ جو قرض اوسکی لئی نکلوایگا اوسمیں موکل کی ملک ثابت نہوگی اسواسطی کہ غیر کی ملک میں تصرف کا حوالہ کرنا ہی
فلا يجوز بخلاف الرسالة فانها صحيحة اذ ليس فيها تفويض التصرف لكون الرسول سفيرا محضا لانه يقول ارسلني
سو جایز نہیں ہی برخلاف رسالہ کی رسالت صحیح ہی کیونکہ اسمیں حوالہ کرنا تصرف کا غیر کی ملک میں نہیں ہی اسلئی کہ رسول صرف واسطہ ہوتا ہی کیونکہ جاکر یہہ ہی کہیگا
اليك فلان ويستقرض منك كذا فحينئذ يثبت الملك للمرسل والتوكيل بالاقراض صحيح لانه تفويض التصرف في
مجھکو فلانی نی تیری پاس بھیجا ہی اتنی درہم تجھسی قرض مانگتا ہی اب ملک بھیجنی والی کی ثابت ہوگی اور وکالت قرض دینی میں درست ہی اسواسطی کہ اپنی ملک میں تصرف
ملك نفسه ومن كان له على اخر حنطة وباعها منه بدراهم الى اجل لا يجوز لانه بيع الدين بالدين وقد نهى عنه
اوسکی حوالہ کرتا ہی اور اگر کسیکی گیہوں دوسری کی ذمہ آتی ہوں اور وہ اوسکی ہاتھہ ایک مدت پر بیچڈالی تو جایز نہیں ہی کیونکہ یہہ بیع دین کی دین سی ہی اور اس سی بیشک
النبي عليه السلام وطريق الجواز ان يشتري بها منه ثوبا ويقبضه ثم يبيعه منه بدراهم الى اجل وهذا
نبی علیہ السلام نی منع کیا ہی اور حیلہ جواز کا یون ہی کہ اوس ہی عوض گیہوں کی کپڑا خرید کر قبضہ کر لی پھر وہ کپڑا اوسکی ہاتھہ بعوض درہم کی مدت پر بیچڈالی اور یہہ
مما يجب حفظه في هذا الزمان لان بعض الناس يستقرض حنطة او شعيرا او غير ذلك مما يجوز استقراضه
اس زمانہ میں اسکی حفاظت واجب ہی اسلئی کہ بعضی آدمی گیہوں یا جو وغیرہ جو بطور استقراض کی لینا درست ہی قرض لیکر کہا بیچاتی ہین
ويتلفها ثم يطالبه المالك بها ويعجز عن ادائها ويشتريها منه بدراهم الى اجل وهو فاسد لا يجوز ثم ينبغي ان يعلم
پھر مالک مانگتا ہی تو ادا نہیں کرسکتی اور اوسکو مدت پر بدلہ دراہم کی خرید لیتا ہی یہہ بیع فاسد ہی جایز نہیں ہی اور یاد رکہنی کی بات ہی
ان كل دين حال اذا اجله صاحبه يصير ذلك الدين مؤجلا ويكون تاجيله لازما الا القرض فان تاجيله
جو دین بلا مدت ہووی اگر مالک اوسمیں مدت ٹہراوی تو وہ دین موجل ہی اور مدت لازم ہوجاتی ہی بجز قرض کی کہ اسمیں مدت
لا يكون لازما بل يجوز للمقرض طلبه متى شاء لانه في الابتداء اعارة وبهذا الاعتبار لا يلزم فيه التاجيل لكونه
لازم نہیں ہوجاتی بلکہ قرض خواہ کو جایز ہی جب چاہی مانگ لی کیونکہ قرض ابتدا مین عاریت ہوتی ہی پس اس اعتبار سی اسمین مدت نہیں ہوتی اسلئی
من التبرعات ولا جبر فيها كما في الاعارة وفي الانتهاء معاوضة وبهذا الاعتبار لا يصح فيه التاجيل لكونه
کہ صرف احسان ہی احسان پر کسیکا کچھ زور نہیں ہی جیسی عاریت میں اور آخر کو ادلا بدلا ہوجاتا ہی اور اس اعتبار سی بہی مدت درست نہیں ہی اسواسطی

بيع الدراهم بالدراهم نسيئة وهو ربوا وهذا يقتضي ان لا يجوز القرض وانما جوز نظرا الى ابتدائه لكن بلا
کہ یہہ بیع درہم کی درہم سی ادہار ہی اور یہہ سود ہوتا ہی اور اس سی لازم آتا ہی کہ قرض بہی جایز نہو سو جایز صرف بلحاظ ابتدا کی ہی لیکن
لزوم الاجل فيه ولو اراد ان يكون الاجل لازما فيه فطريقه ان يحيل المستقرض المقرض على رجل بدين له عليه فيجعل
اسمین مدت لازم نہیں ہی اور اگر اسمین متصل مدت بہی لازم کرنا چاہی تو یون کری کہ قرضدار قرضخواہ کو کسی اور پر حوالہ کردی اب قرضخواہ
المقرض ذلك الرجل مدة معلومة فحينئذ يكون الاجل لازما حتى لا يكون للمقرض ان يطالب ذلك الرجل قبل تمام
اوسکی لئی مدت معین مقرر کردی اب مدت لازم ہوجاویگی یہان تک کہ قرضخواہ کو اختیار نہیں ہی کہ اوس شخص سی تمام مدت سی
تلك المدة المجلس الخامس والسبعون في بيان السوال الحرام والوعيد فيه وفي اي موضع
پہلی مانگی پچہترین مجلس سوال حرام کی بیان میں اور اسمین کیا وعید ہی اور کس موقع پر
يجوز قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما يزال الرجل يسئل الناس حتى ياتي يوم القيمة ليس في وجهه
جایز ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا آدمی ہمیشہ سوال کرتا رہتا ہی آخر قیامت کو آویگا اوسکی چہری پر گوشت
مزعة لحم هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابن عمر والمزعة بضم الميم وسكون الزاء المعجمة وبالعين المهملة
نہین ہوگا یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سی ہی ابن عمر کی روایت سی اور مزعہ میم کی پیش اور زا نقطہ دار کی سکون اور عین بی نقطہ سی
قطعة لحم والمراد بعدمها يوم القيمة في وجه السائل ما يلحقه في الاخرة من الفضاحة والهوان لان السوال
گوشت کی تکڑا کو کہتی ہین اور قیامت کی دن سائل کی منہہ پر گوشت نہونی سی یہہ مراد ہی کہ آخرت مین وہ نہایت فضیحت اور خوار ہوویگا اسلئی کہ سوال اصل مین
حرام في الاصل ولا يباح الا عند الضرورة وانما كان الاصل فيه الحرمة لانه لا ينفك عن عدة امور محرمة
حرام ہی اور بدون ضرورت کی مباح نہین ہی اور سوال اصل مین حرام اسلئی ہی کہ سوال بدون کئی حرام باتون کی نہین ہوسکتا
الاول اظهار الشكوى من الله تعالى فكما ان العبد المملوك اذا سئل يكون سواله شنيعا على مولاه فكذلك
اول یہہ کہ اللہ تعالی کی شکایت ظاہر کرنی سو جیسی غلام مملوک اگر بہیک مانگنی لگی تو اوسکا مانگنا مولی پر دشوار گذرتا ہی ایسی ہی
سوال العبد يكون شنيعا على الله تعالى وهذا يقتضي ان يحرم السوال ولا يحل الا عند الضرورة والثاني اذلال
بندہ کا سوال اللہ کو برا لگتا ہی اس سی لازم آتا ہی کہ سوال حرام ہو اور بلا ضرورت کبہی حلال نہووی جیسی مردار کہانا بلا ضرورت حلال نہین دوسرا
في نفسه لغير الله تعالى وليس للمؤمن ان يذل نفسه لغير الله تعالى بل الواجب عليه ان يذل نفسه لله تعالى
اپنی تئین سوا اللہ تعالی کی اور کی سامنی خوار کرنا اور مومن کو نہین چاہی کہ آپ کو غیر اللہ کی سامنی ذلیل کری بلکہ واجب یہہ ہی کہ اپنی جان کو خدا کی سامنی خوار کری
اذ فيه عزه وشرفه في الدنيا وفي الاخرة والثالث ايذاء المسئول غالبا لانه ربما لا يسمع نفسه بالبذل ويستحيي
کیونکہ اسمین دنیا اور آخرت کی عزت اور شرافت ہی اور تیسری مسئول کو اکثر حال مین ستانا اسلئی کہ بعضی اوقات دینی کو دل نہین چاہتا اور حیا آتی ہی
ان يرى بالمنع في صورة البخلاء ففي البذل نقصان ماله وفي المنع نقصان جاهه وبكل منهما يحصل له الايذاء
کہ منع سی بخیل کی صورت بنتا ہی سو دینی مین تو مال کا نقصان ہی اور منع مین عزت کا نقصان اور دونون بات سی رنجیدہ ہوتا ہی اور ایذا آوبہا تا ہی
والايذاء حرام لا يحل الا عند الضرورة ثم انه ان بذل لا يبذل الا حياء او رياء فيحرم على الاخذ اخذه اذا
اور تکلیف دینی حرام ہی بلا ضرورت حلال نہین ہی پہر اگر وہ دیگا بہی تو شرم کا مارا یا ریا کی واسطی دیگا سو ایسا دیا لینی والی پر یہہ لینا حرام ہی جب
فهمت هذه المحظورات فهمت قوله عليه السلام مسئلة الناس من الفواحش ما احل من الفواحش
تونی یہہ خرابیان سمجہہ لین تو اس حدیث کی معنی بہی تجہکو آ گئی سوال کرنا آدمیون سی فواحش سی ہی فواحش مین سی سوا اسکی کوئی حلال نہین ہی
غيرها فانظر كيف سماها فاحشة ولا خفاء ان الفاحشة لا تباح الا عند الضرورة واختلف العلماء في ان
دیکہ تو کیسی اسکا نام فاحشہ رکہا ہی اور ظاہر ہی کہ فاحشہ بلا ضرورت کبہی مباح نہین ہوتا اور علما کو اسمین اختلاف ہی کہ سوال کس

الا ما اضطررتم

وقت

وقت يحل السؤال فقال بعضهم من وجد غداء يومه وعشاء ليلته لا يحل له السؤال وقال بعضهم من قدر
وقت حلال ہوتا ہے بعضے کہتے ہیں جسکے پاس ایک دن رات کا کہانا موجود ہے اوسکو سوال کرنا حلال نہیں ہے اور بعضے کہتے ہیں جو شخص کما سکتا ہو اوسکو

على الكسب ليس له ان يسأل الا اذا استغرق اوقاته لطلب العلم وقال بعضهم ليس لنا وضع المقادير بل نستدرك
سوال کرنا نہ چاہیے اگر وقت کہ اوسکا سارا وقت علم کی تحصیل میں مشغول ہو اور بعضے کہتے ہیں ہمکو اختیار نہیں کہ اندازہ ٹھہرادیں بلکہ اسکا علم

ذلك بالتوقيف وقد ورد في الحديث انه عليه السلام قال استغنوا بغناء الله تعالى قالوا وما هو يا رسول الله
نقل پر موقوف ہے اور بیشک حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا غنی رہو اللہ کی غنا سے صحابہ نے پوچھا وہ کیا ہے یا رسول اللہ

قال غداء يوم وعشاء ليلة وفي حديث اخر انه عليه الصلوة والسلام قال من سئل وله خمسون درهما
فرمایا کہانا صبح کا اور کہانا رات کا اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص مانگے اور اوسکے پاس پچاس درہم

او عدلها من الذهب فقد سئل الحافا وفي لفظ اخر اربعون درهما فمهما اختلفت الروايات في التقديرات يلزم
یا اتنا اور مال سونے کا ہو تو اوسکا سوال لجاجت کا ہے اور ایک روایت میں چالیس درہم آئے ہیں اور جب تقدیرات کی روایتیں مختلف ہوئیں تو لازم ہے

ان تحمل على احوال مختلفة فما يحتاج اليه السائل في الحال من طعام يومه وليلته ولباس يلبسه ومأوى يسكنه
کہ اختلاف احوال پر قیاس کیجاوے پھر جس چیز کا سائل فی الحال محتاج ہووے مثلاً دن اور رات کی کہانیکا اور کپڑے کی پہننے کا اور رہنے کی گہر کا

فلا شك فيه واما سؤاله للمستقبل فله فيه ثلث درجات احدها ما يحتاج اليه غدا والثانية ما يحتاج اليه
تو اسکی جواز میں کچھ شک نہیں ہے اور سوال کرنا آیندہ کی لیے اسمیں سائل تین درجہ پر ہوتا ہے ایک درجہ یہہ ہے کہ اگلے دن اوسکا حاجتمند ہووے اور دوسرا یہہ کہ

بعد اربعين يوما او خمسين يوما والثالثة ما يحتاج اليه في السنة فقطعا من معه ما يكفيه ولعياله سنة
بعد چالیس یا پچاس دن کی اوسکا محتاج ہووے تیسرا یہہ کہ سال بہر میں محتاج ہو سو ہمکو یقین ہے کہ جسکے پاس اتنا کچھ ہو کہ اوسکو اور اوسکے عیال کو سال بہر

فسؤاله حرام لان ذلك غاية الغناء فان كان يحتاج اليه قبل السنة لكن يقدر على السؤال في ذلك الوقت ولا
کفایت کری تو اوسکو مانگنا حرام ہے کیونکہ یہہ بڑا ہی غنا ہے پہر اگر سال تمام ہونے سے پہلے حاجتمند ہووے لیکن اوس وقت حاجت پر بہی سوال کر سکتا ہے

يفوت فرصة السؤال لا يحل له السؤال لانه مستغن عن السؤال في الحال وربما لا يعيش الى الغد فيكون قد
فرصت سوال کی اوسسے نہیں جاتی تو اوسکو اب سوال کرنا حلال نہیں کیونکہ بالفعل سوال کی حاجت نہیں ہے اور بعضے وقت اگلے روز تک جیتا نہیں رہتا

سئل ما لا يحتاج اليه اذ وجد عنده ما يكفيه من غداء يومه وليلته وان كان يفوته فرصة السؤال ولا
تو اس صورت میں ناحق سوال کیا اسلئے کہ اوسکے پاس اتنا تہا جو صبح اور شام کی کہانے کو کفایت کرے اور اگر ایسا حال ہے کہ فرصت اوسسے جاتی ہے

يجد من يعطيه لو اخرت السؤال يباح له السؤال لان البقاء الى السنة غير بعيد وهو بتاخير السؤال يخاف ان
اگے سوال پیچھے پر رکھیں تو دینے والا نملیگا تو اب سوال کرنا مباح ہے کیونکہ برس بہر جینا کچھ بعید نہیں ہے اور سوال پیچھے پر رکھنے میں خوف یہہ ہے

يبقى مضطرا عاجزا عما يغنيه والمدة التي يحتاج فيها الى السؤال لا يقبل الضبط وهو منوطة باجتهاده ونظره
کہ مبادا عاجز لاچار رہ جاوے اور مقرر کرنا اس مدت کا جسمیں حاجت سوال کی پڑ جاوے قابل ضبط کی نہیں ہے وہ صرف اسکی قیاس او جہد پر

لنفسه فيستفتي قلبه ويعمل به ولا يصغى الى تخويف الشيطان لانه يعد الفقر ويأمر بالفحشاء التي بحث الضرورة
اور جان کی خیر خواہی پر موقوف ہے سو یہہ شخص اپنے دل سے فتوے لیوے اور اوسپر عمل کرے اور شیطان کی ڈرانے پر کان نہ دہرے کہ وہ تو فقر کا وعدہ اور فحشا کا امر کیا کرتا ہے

فان من عجز عن الكسب واشتد جوعه وخاف على نفسه يلزمه السؤال لان السؤال نوع اكتساب لما روي انه
بیشک جو شخص کمانے سے لاچار ہوا اور بہوک مرنے لگی اور جانکا خوف ہو تو اوسکو سوال کرنا چاہیے کیونکہ سوال بہی ایک طرح کا کمانا ہے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی

عليه الصلوة والسلام قال السؤال اخر الكسب فان ترك السؤال في تلك الحالة حتى مات يأثم لانه القى نفسه
علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سوال لاچاری کی کمائی ہے پہر اگر ایسی حالت میں سوال نکیا آخر مرگیا تو گنہگار ہوگا کیونکہ اپنی جان کو ہلاک کیا

الی التهلکة اذ کان السوال یوصله الی ما یقوم به نفسه فی تلك الحالة کالکسب ولا ذل فی السوال فی تلك

اس مطلب کہ سوال کی وجہ سے چیز میسر ہوتی ہی جس سے اوسکی جان ایسی حالت میں بچ جاتی جیسی کمانی سی اور ایسی حالت میں سوال سی کچھ ذلت نہیں ہوتی

الحالة وانما الذل اذا سال من غیر حاجة فان من له قوت یومه لا یحل له السوال لانه یذل نفسه من

ذلت تو جبھی ہی کہ بلا ضرورت مانگی بیشک جسکی پاس ایکدن کا کہانا ہووی اوسکو سوال کرنا حلال نہیں ہی اسلی کہ اپنی تئین بی ضرورت

غیر ضرورة وهو حرام لما روی انه علیه السلام قال لا یحل للمسلم ان یذل نفسه وان عجز عن طلب القوت

ذلیل کرتا ہی اور یہہ حرام ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ مسلم کو حلال نہیں ہی کہ اپنی تئین ذلیل کری اور اگر وہ اپنی کہانی اور کمانی سی عاجز ہو

بنفسه یفترض علی کل من علم حاله ان یطعمه او یدل علیه من یطعمه صونا له عن الهلاك وان امتنعوا

تو ہر واقف حال پر یہہ فرض ہی کہ اوسکو کہانا دیوی یا ایسی کو جتا دی کہ وہ اوسکو کہانا دیوی تاکہ وہ مرنی سی بچی اور اگر نہیں سی کسیتی نہ دیا

من ذلك حتی مات یشترکون فی الاثم وان اطعمه واحد یسقط الاثم عن الباقین قال الحسن البصری وابو

آخر وہ مرگیا تو گناہ میں سب شریک ہیں اور اگر کسی ایک نی بہی کہلا دیا تو سب سی گناہ جاتا رہا حسن بصری اور ابو عبید

عبید من کان له اربعین درهما فهو غنی وذهب الثوری وابن المبارك وابن احمد بن حنبل وطائفة من

کہتی ہیں جسکی پاس چالیس درہم ہوں تو وہ غنی ہی اور ثوری اور ابن مبارک اور احمد بن حنبل اور ایک جماعت علما کا یہہ مذہب ہی

العلماء الی ان من کان له خمسون درهما او قیمتها من الذهب لا یدفع الیه شیء من الزکوة وقالت الحنفیة

جسکی پاس پچاس درہم ہوں یا اوس قیمت کا سونا تو ایسی کو زکوة نہ دینی چاہئی اور علماء حنفیہ کہتی ہیں

یجوز دفع الزکوة الی من یملك دون النصاب وان کان صحیحا مکتسبا مع قولهم من کان له قوت یومه

ایسی شخص کو زکوة دینی درست ہی جو مالک پوری نصاب کا نہو اگرچہ بہلا چنگا کماؤ ہو باوجودیکہ یہہ بہی کہتی ہیں جسکی پاس ایک روز کا قوت ہووی

لا یحل له السوال وذکر فی الخانیة القدرة علی الغداء والعشاء یحرم سؤال الغداء والعشاء ویجوز معها سؤال

اوسکو سوال حلال نہیں ہی اور خانیہ میں مذکور ہی کہ صبح شام کی کہانی کی قدرت صبح شام کا کہانا مانگنا حرام کر دیتی ہی تسپر مانگنا کرتہ

الجبة والکساء وقال الزیلعی وکذا الفقیر القوی یحرم علیه السوال وروی ان عمر سمع سائلا یسئل بعد

اور چادر کا جائز ہی اور زیلعی کہتا ہی اور ایسی ہی ہٹی کٹی فقیر کو سوال کرنا حرام ہی اور روایت ہی کہ عمر رض نی سائل کو بعد مغرب کی مانگتی ہوئی سنا

المغرب فقال لواحد من خدامه عش الرجل فقام وعشاه ثم سمعه ثانیا یسئل فقال لخادمه الم اقل لك

سواپنی ایک خادم سی کہا شام کی خوراک اس سائل کو دیدی وہ اوٹہا اور دیدی پہر اوسکو دوبارہ سنا کہ مانگتا ہی پہر خادم سی کہا میں نی تجہسی کہا نہیں تہا

عش الرجل فقال قد عشیته یا امیر المؤمنین فنظر عمر فاذا تحت ابطه مخلاة مملوة خبزا فقال انك لست

کہ اسکو شام کی خوراک دیدی عرض کیا یا امیر المؤمنین میں نی دیدی پہر عمر کیا دیکہتی ہیں کہ اوسکی بغل میں تہیلا روٹیوں سی بہرا ہوا ہی فرمایا تو ہرگز سائل نہیں ہی

بسائل بل انك تاجر ثم اخذ مخلاته ونثر ما فیها بین یدی ابل الصدقة وضرب بالدرة فلو لم یکن سواله

بلکہ تو سوداگر ہی پہر اوسکا تہیلا لیکر جو اوسمیں تہا خیرات کی اونٹوں کی آگی بکہیر دیا اور اوسکو کوڑی سی تعزیر دی اب اسکو اگر سوال کرنا حرام نہوتا

حراما لما ضربه ولما اخذ مخلاته ونثر ما فیها بین یدی الابل اما ضربه فکان للتادیب فیجوز تادیب السائل

تو اوسکو کیوں مارتی اور اوسکا تہیلا لیکر اونٹوں کی آگی کیوں ڈالدیتی البتہ اوسکا مارنا تادیب کی لئی تہا سو سائل کی تادیب اور اوسکا

وزجره اذا کان سؤاله علی غیر وجه الشرع واما اخذ ماله فانه رآه مستغنیا عن السوال وعلم ان ما اعطاه

دہمکانا جب سوال برخلاف شرع کرتا ہو تو جائز ہی اور رہا اوسکی مال کا لیلینا سو اسلئی کہ اوسکو سوال سی غنی دیکہا اور جانا کہ جسنی اسکو دیا ہی

انما اعطاه علی اعتقاد انه محتاج وقد کان کاذبا فی اظهار الحاجة ولم یدخل فی ملکه باخذه مع التلبیس

محتاج سمجہہ کر دیا ہی اور یہہ سائل بیشک حاجتمندی ظاہر کرنی میں جہوٹہا تہا سو اسکی ملک میں نہیں آیا مکر سی جو لیا ہی

وعن عمر [illegible] ورده الى الصدقة [illegible] اصحابه باعمالهم [illegible]

[illegible]

المسلمين وابل الصدقة وجعلها من مصالح المسلمين فضربه [illegible] فعلم بهذا ان السائل اذا تجاوز حد

واجب ہی اور صدقہ کی اونٹ اور لگایا جاتا مصالح مسلمین ہی پہ سوار کیا آگے ڈالدیا حضرت عمر کی اس فعل سے معلوم ہوا کہ سائل اگر حد شرعی سے تجاوز کری

الشرع يجوز زجره وتاديبه واما قوله تعالى واما السائل فلا تنهر فهذا في حق السائل للحاجة فان من كان

تو اسکو زجر اور تادیب جائز ہی اور رہی یہہ آیت اور جو مانگتا ہو اسکو نہ جھڑک سو یہہ حاجتمند سائل کی حق میں ہی بیشک جو شخص

يسئل لفاقة وحاجة وكان سواله على وجه الشرع يكون زجره معصية لكونه يريد الآخرة على ما قال ابرهيم النخعي

فاقہ اور حاجت کا مارا مانگتا ہو اور اسکا سوال موافق شرع کی ہو تو ایسی کا زجر گناہ ہی کیونکہ وہ آخرت کا طالب ہی موافق قول ابراہیم نخعی کی

ان السائل بريد الآخرة الى باب احدكم اتبعثون شيئا الى اهليكم وقال ابرهيم بن ادهم نعم القوم السؤال يحملون

کہ بیشک سائل آخرت کا طالب ہوتا ہی جو تمہاری دروازے پر آکر کہتا ہی کیا دیتی ہو کچھہ اپنی اہل کو اور ابراہیم بن ادہم کہتی ہیں کیا خوب لوگ ہیں مانگنی والی ہمارا

زادنا الى الآخرة فاذا كان كذلك لا ينبغي ان يرد محروما بل ينبغي ان يعطى له شيئ ما ولو كان قليلا خيفة ان يكون

توشہ آخرت میں اوٹھا لیجاتی ہیں جب حال یہہ ہی تو لائق نہیں ہی کہ سائل محروم چلا جاوی بلکہ اسکو کچھہ نہ کچھہ دیا چاہیی اگرچہ تھوڑا سا ہو کیونکہ خوف ہی شاید کہ

صادقا في اظهار الحاجة فيهلك من يرده محروما اذا قدر على اعطائه شيئا واما اذا لم يقدر على اعطائه شيئا فينبغي

اپنی حاجت سچ بیان کرتا ہو پہر اسکی خرابی ہی جو محروم ہٹا دیوی اگر کچھہ دی سکتا ہی اگر کچھہ دینی کا مقدور ہی نہیں تو لائق یوں ہی کہ اچھی نرم بات کہکر

له ان يرده برد جميل من القول لا يزجره ولا يغلظ له القول الا اذا الح عليه فحينئذ يجوز زجره وتغليظ القول

ہٹا دی نہ جھڑکی اور نہ سخت بات کہی ہان اگر وہ الحاح کری جا بجا تو جھڑکنا اور سخت کہنا جائز ہی

عليه كما قال بعض العلماء اذا سئل فقير من انسان شيئا فرده برد جميل من القول ثم الح عليه الفقير يجوز ان

چنانچہ بعضی علماء کہتی ہیں جب فقیر کسی شخص سی کچھہ مانگی پہر وہ اسکو اچھی بات سی ٹلادی پہر فقیر وہیں گڑگڑا ہی جاوی تو جھڑک دینا

يزجره ويغلظ عليه القول بان يقول له ما هذا الالحاح خف الله تعالى ولا تؤذ الناس بالحاحك فان الالحاح

اور سخت کہنا جائز ہی کہ اسطور کہی یہہ کیا الحاح ہی خدا سی ڈر اپنی الحاح سی لوگوں کو کیوں ستاتا ہی بیشک الحاح

ممنوع وكذا السائل الذي يسئل في المسجد ويؤذي الناس بتخطي رقابهم لا ينبغي ان يتصدق عليه لانه اعانة

ممنوع ہی اور ایسی ہی جو سائل مسجد میں مانگتا ہو اور نمازیوں کو ستا کر گردنوں پر کو اپچتا ہو تو ایسی کو دینا اچھا نہیں اسلئی کہ یہہ مسجد میں گناہ کی

له على الاثم في المسجد كما قال قاضيخان في فتاواه لا ينبغي ان يتصدق على السائل في المسجد الجامع لان ذلك

امداد ہی چنانچہ قاضیخان اپنی فتاوی میں کہتا ہی بہتر نہیں کہ مسجد جامع کی سائل کو خیرات دیجاوی کیونکہ نمازیوں کی ستانی کی

اعانة له على اذى الناس وعن ابي نصر العياضي انه قال من اخرج السؤال من الجامع ارجوان يغفر الله له

امداد ہی اور ابی نصر عیاضی سی روایت ہی کہ کہتا ہی جو شخص سائل کو مسجد جامع سی باہر کردی مجھکو امید ہی کہ خدا اسکو بخشدی

باخراجهم من المسجد وعن خلف بن ايوب انه قال لو كنت قاضيا لم اقبل شهادة من يتصدق على السائل في

اونکو جو مسجد میں سی نکالدیا اور خلف بن ایوب سی روایت ہی کہ کہتا تہا اگر میں قاضی ہوتا تو مسجد کی سائل کو خیرات دینی والی کی گواہی قبول نکرتا

المسجد وعن ابي بكر بن اسمعيل انه قال هذا فلس واحد يحتاج الى سبعين فلسا ليكون تلك السبعون كفارة لذلك

اور ابی بکر بن اسماعیل سی روایت ہی کہ کہتا تہا یہہ ایک پیسہ ہی اس ایک پیسہ کی واسطی ستر پیسی چاہئیں تا کہ وہ ستر اس ایک پیسہ کی کفارہ ہوں

الفلس الواحد وعن ابي مطيع البلخي انه قال لا يحل للرجل ان يعطي سؤال المساجد لما فيه من الوعيد فان كان

اور ابو مطیع بلخی سی روایت ہی کہ کہتا تہا کہ مسجدوں کی سائلوں کو دینا کسیکو حلال نہیں ہی کیونکہ اسمیں وعید آئی ہی پس اگر سائل

[illegible] بين يدي المصلي ولا يسأل الحافا ولا يسأل [illegible]

[illegible] گردنوں کی [illegible]

[illegible] السؤال كانوا يسألون على عهد رسول الله عليه الصلوة والسلام في المسجد حتى روي ان عليا

[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد میں بھی منگتے مسجد میں مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ روایت ہے کہ علی رضی

تصدق بخاتمه وهو في الركوع فمدحه الله تعالى بقوله ويؤتون الزكوة وهم راكعون وذكر في نصاب الاحتساب

عین رکوع کی حالت میں اپنی انگوٹھی دیدی تھی اور اللہ تعالی اس آیت میں اونکی مدح کرتا ہے اور دیتے ہیں زکوۃ اور وہ رکوع کرتے ہیں نصاب الاحتساب میں ذکر ہے

ان القاضي سئل عن التصدق على سؤال المسجد الجامع في وقت الخطبة وقبلها هل يجوز ام لا فقال [illegible]

کہ قاضی سے پوچھا گیا جامع مسجد کی مانگنے والوں پر عین خطبہ کی وقت اور خطبہ سے پہلے کیا جائز ہے یا نہیں قاضی نے جواب دیا

لا يجوز التصدق بحال من الاحوال وان خيف الهلاك على السائل لان في وقت الخطبة لا يجوز الصلوة التي هي

خطبہ کی وقت تصدق کسی حالت میں جائز نہیں ہے اگرچہ سائل مر جاوے اسلئے کہ خطبہ کی وقت نماز بھی جائز نہیں ہے جو تمام عبادات میں

رأس العبادات واساسها ولا التسبيح والتهليل وقراءة القرآن فضلا عن التصدق واما قبل الخطبة فهي على

عمدہ اور عبادات کی بنیاد ہے اور نہ سبحان اللہ پڑھنا اور نہ تلاوت قرآن صدقہ کی تو کیا اصل ہے اور خطبہ سے پہلی اسکی

وجهين ان كان السائل يلزم مكانه ولا يدور من صف الى صف ولا يتخطى رقاب الناس فالتصدق عليه يجوز

دو حال ہیں اگر سائل اپنی جگہ بیٹھا رہے صفوں کو چیرتا نہیں پھرتا اور نہ نمازیوں کی گردنوں پر کود جاتا ہے تو ایسی کو دینا جائز ہے

ويثاب عليه واما اذا كان يتخطى رقاب الناس فالتصدق عليه حرام ومن تصدق عليه يشاركه في وزره

اور ثواب ہے اور وہ سائل جو نمازیوں کی گردنوں پر کود جاوی سو ایسی کو دینا حرام ہے اور جو شخص ایسی کو دیگا تو اوس سائل کی گناہ میں

الذي يعتريه من المرور بين يدي المصلي وتشوش في القراءة وتخطي رقاب الناس وروي انه عليه الصلوة والسلام

جو اوسپر مصلیوں کی سامنے سے چلنے سے اور قراءت میں خیال بٹانے سے اور نمازیوں کی گردنوں پر کودنے سے گناہ ہوتا ہے اوسمیں شریک ہوگا اور روایت ہے کہ نبی

[illegible] علیہ الصلوۃ والسلام نے

قال اذا كان يوم القيمة ينادي مناد ليقم اعداء الله فلا يقوم الا سؤال المساجد لان المساجد انما بنيت

فرمایا جب قیامت کا روز ہوگا تو منادی آواز دیگا سو خدا کی دشمن کھڑی ہو جاویں سو بجز مسجد کی منگتوں کی کوئی نہ کھڑا ہوگا کیونکہ مسجدیں صرف نماز

للصلوة والذكر لا للسؤال والشكاية من الله تعالى فان الانسان اذا جاء دار ملك وهو جالس مع اصدقائه

اور یاد الہی کی واسطے بنی ہیں کمائی اور اللہ تعالی کی شکوہ شکایت کی واسطے نہیں ہیں بیشک کوئی انسان جب بادشاہ کی دربار میں جاوی کہ وہ اپنی دوستوں میں بیٹھا ہو

فشكى منه بين يدي اصدقائه فانه يغضب عليه لا محالة فكذلك ههنا فعلى هذا كان القياس ان لا يجوز

پھر اوسکی شکایت اوسکی دوستوں کی سامنے کرنے لگی تو وہ بادشاہ بیشک اوسپر غصہ کریگا ایسا ہی یہاں اسکی موافق قیاس میں یوں آتا ہے کہ مسجد کی

التصدق على سؤال المساجد اصلا لما ذكر من المنقول والمعقول لكن استحسن في السائل الذي يسئل لحاجة

منگتوں کو صدقہ دینا ہرگز جائز نہو ان دلائل عقلی اور نقلی سے جو مذکور ہو چکی ہیں لیکن ایسی سائل کی لئے جو حاجتمند ہووی

ولا يتخطى رقاب الناس ولا يسئل الحافا بالنصوص العامة في التصدق وفي حق السائل والحاصل ان السؤال

اور نمازیوں کی گردنوں پر کود نہ جاتا ہو اور لپٹ کر سوال نہ کرتا ہو استحسانا جائز ہے کیونکہ نصوص صدقہ دینے میں اور سائل کی حق میں عام ہیں خلاصہ یہ ہے کہ سوال میں

قد ورد فيه ما يدل على جوازه وما يدل على عدم جوازه فيكون قسمين احدهما جائز فيجوز الاعطاء لاجله

دونو طرح کی روایات ہیں بعضی سے جواز معلوم ہوتا ہے اور بعضی سے عدم جواز سو سوال دو قسم کا ہوا ایک تو جائز سو اوسمیں دینا بھی جائز ہے

والآخر غير جائز فلا يجوز الاعطاء لاجله واذا لم يعلم حال السائل هل يسئل عن حاجة

اور دوسرا ممنوع تو اوسمیں دینا بھی جائز نہیں اور اگر سائل کا حال معلوم نہو کہ آیا حاجتمند ہے

[illegible]

محروما او رأى قد [illegible] على اعطائه شيئا لانه [illegible] ان يكون محتاجا فلا يخلو من [illegible] يديه

محروما اذا قدر على اعطائه شيئا وقد حكي عن بعض الفقراء انه ضعف من الجوع حتى لم يقدر [illegible] الا انه لم يسئل فالسؤال

اگر کچھ دینی کی مقدور رکھتا ہو اور کسی فقیر کی حکایت ہی کہ وہ مارے بھوک کے ناتوان ہوگیا یہی کہا تو [illegible] نہیں مانگا

حلال عليك الآن فقال اخاف ان اسئل الناس فيردوني محروما مع قدرتهم على الاعطاء فيهلكهم الله تعالى

تو اس حالت میں سوال کرنا حلال ہی [illegible] کہا مجھکو یہ ڈر ہی کہ میں لوگوں سی مانگوں [illegible] محروم کریں اور [illegible] تعالی ہلاک کرے

ثم ينبغي ان يعلم ان العلماء اذا سئلوا في مجلس علمهم شيئا عن الناس لا يحل لهم ذلك لكون ذلك اكتسابا بالعلم

پھر سمجھنی کی بات ہی کہ اگر علماء وعظ یا تدریس کی مجلس میں لوگوں سی کوئی شی طلب کریں تو یہ انکو حلال نہیں ہی کیونکہ علم اور طاعت سی کمائی ہی

والطاعة بمنزلة سؤالهم لانفسهم او لغيرهم ومن السؤال المذموم اهداء قليل لاخذ كثير كما يفعل في دعوة العرس

برابر ہی کہ اپنی لیے طلب کریں یا غیر کی واسطے اور ایک برا سوال یہ ہی کہ تھوڑا تحفہ دیکر بہت سا لینا چاہے جیسی عرس اور ختنوں کی دعوت

والختان واتخاذ الغنم لاجل النسل اذ قيل فيه نزل قوله تعالى ولا تمنن تستكثر ثم ينبغي ان يعلم ايضا انه عليه السلام

میں ہوتا ہی اور لی لینا غنم کا واسطے حصول نسل کی کیونکہ کہتی ہیں کہ یہ آیت اسی باب میں نازل ہوئی ہی اور نہ کر احسان کہ عوض [illegible] پھر یہ بھی جاننا چاہیے کہ

قال لابي بكر وابي ذر وثوبان لا تسئل احدا شيئا وان سقط سوطك وكان ابو بكر وثوبان ينزلان عند سقوط

ابو بکر اور ابو ذر اور ثوبان سی فرمایا کسی سی کچھ نہ مانگنا اگرچہ کوڑا گر پڑے یہ ابو بکر اور ثوبان کا یہ حال تھا کہ اگر انکا کوڑا لوگوں کی

سوطهما او اجمع ما يكون من الناس ولا يقولان الشاة عندهما ناولنيه فدل هذا على ان حرمة السؤال لا تقتصر

مجمع میں بھی گر پڑتا تو اتر کر اٹھاتے کسی پاس کی پیادہ یا سی نہ کہتے ذرا کوڑا پکڑا دینا اس سی معلوم ہوا کہ سوال کی حرمت کچھ مال پر منحصر نہیں ہی

على سؤال المال بل تعم الاستخدام وسؤال النفقة عمن لا حق له فيه خصوصا ان كان صبيا او مملوكا للغير

بلکہ خدمت لینی کو بھی شامل ہی اور سوال نفقہ کو بھی ایسی شخص سی کہ اسمیں حق اسکا نہیں خاص کر اگر بچہ نابالغ ہو یا غیر کا غلام ہو

اما صبي نفسه فيجوز استخدامه لتهذيبه وتاديبه وكذلك يجوز استخدام مملوكه واجيره وزوجته في مصالح

ہاں اگر اپنا بچہ ہو تو اس سی خدمت لینی واسطے تہذیب اور تادیب کی درست ہی اور ایسی ہی اپنی غلام سی اور مزدور سی خدمت لینی جائز ہی اور اپنی بی بی سی

داخل بيته وتلميذه باذنه ان كان بالغا وباذن وليه ان كان صبيا يسر الله تعالى علما موافقا لرضاه

گھر کی اندر کی کاروبار میں اور اپنی شاگرد سی بشرط اجازت اگر بالغ ہو اور باجازت ولی کی اگر نابالغ ہو اللہ ہمیں عمل موافق اپنی رضا کی آسان کرے

المجلس السادس والسبعون في بيان حقوق المماليك على المولى وغيره من الاحكام

چھہترویں مجلس غلاموں کی حقوق میں مولی پر اور سوا اسکی اور احکام

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للمملوك طعامه وكسوته ولا يكلف من العمل الا ما يطيق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واسطے غلام کی ہی اسکا کھانا اور پہننا اور طاقت سی زیادہ کام کی تکلیف نہ دیا جاوے

هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة ومعناه ان المملوك عبدا كان او امة يجب على مولاه من

یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اسکی معنی یہ ہیں کہ مملوک کہ خواہ غلام ہو یا لونڈی خرچ بقدر کفایت

نفقته قدر ما يكفيه وكسوته قدر ما يحتاج اليه وليس له ان يكلفه من العمل الا ما يطيقه كما قال في كتاب

اور کپڑا موافق حاجت کی مولی پر واجب ہی اور مولی کو نہیں چاہیے کہ کام کاج میں ایسی تکلیف دے جو طاقت نہ رکھتا ہو اسواسطی کہ

الكريم ولا يكلف نفسا الا وسعها كما روي عن علي ابن ابي طالب انه عليه السلام قال في خطبته يا ايها الناس

کیونکہ کتاب بزرگ میں فرماتا ہے کہ ... اور بیشک علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے خطبہ میں فرمایا اے لوگو

الله الله فيما ملكت ايمانكم فاطعموهم مما تاكلون والبسوهم مما تلبسون ولا تكلفوهم ما لا يطيقون فانهم لحم ودم

ڈرو اللہ سے ... غلام لونڈیوں کے حق میں اونکو کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور اونکو پہناؤ جو تم پہنتے ہو اور وہ تکلیف مت دو جو اونسے نہو سکے کیونکہ وہ بھی گوشت اور خون ہیں

وخلق امثالكم فمن ظلمهم فانا خصمهم يوم القيامة والله حاكمهم وفي حديث آخر انه عليه السلام قال اخوانكم

تمہاری مثل پیدا ہوئے ہیں پھر جو اونپر ظلم کریگا تو قیامت کو میں اونکا دشمن ہونگا اور اللہ اونکا حاکم ہوگا اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہارے

جعلهم الله تعالى تحت ايديكم فمن جعل الله تعالى اخاه تحت يديه فليطعمه مما ياكل وليلبسه مما يلبس ولا

خدا نے اونکو تمہارے ہاتھ تلے کر دیا ہے سو اللہ تعالی نے جسکے ہاتھ تلے یعنی فرمان بردار بہائی کو کر دیا ہے تو اوسکو وہی کہانا دیوے جو آپ کہاتا ہے اور وہی پہناوے جو آپ

يكلفه من العمل ما يغلبه فان كلفه ما يغلبه فليعنه عليه فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان المماليك

اور کام اتنی تکلیف کا نہ دیوے جو اوسپر غالب آجاوے اور اگر ایسی ہی تکلیف دے تو اوسکی مدد کرے بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں بیان فرمایا کہ مملوک

من العبيد والاماء اخوان لملاكهم اما من جهة كونهم من بني آدم او من جهة كونهم مسلمين فمن كان

غلام لونڈیاں اپنے مالکوں کی بہائی ہیں یا اس جہت سے کہ سب بنی آدم ہیں یا اس جہت سے کہ مسلمان ہیں پھر جسکے ہاتھ تلے اوسکا بہائی ہووے

اخوه تحت يده يجب عليه ان يطعمه مما ياكل ويلبسه مما يلبس ولا يكلفه من العمل الا ما يتمكن ان يخرج

تو اوسپر واجب ہے کہ اوسکو وہی کہانا دیوے جو آپ کہاتا ہے اور وہی پہناوے جو آپ پہنتا ہے اور وہ نہ کام کہے جسکو وہ بجا لا سکے

من عهدته ويطيق ان يدوم عليه لا على ما يطيق عليه يوما او يومين او اكثر ثم يعجز عنه بل ان كلفه امرا

اور اوسکو ہمیشہ کر لیا کرے ایسا کام نہ کہے کہ ایک دو دن یا کچھ زیادہ کر کر پھر تہک رہے بلکہ اگر کوئی کام دشوار کہے

صعبا يعينه عليه ولا يجمع عليه عملين او اكثر مثل ان يامره بالخبز والطبخ والغسل لما روي ان رجلا دخل

تو اوسکی مدد کرے اور دو کام یا زیادہ اوسپر نہ ڈالے مثلا اوسکو حکم کرے روٹی پکا اور سالن پکا اور نہلا کیونکہ روایت ہے کہ ایک شخص سلمان کی

على سلمان وهو يعجن فقال يا ابا عبد الله ما هذا فقال بعثت الخادم في شغل فكرهت ان اجمع عليه

پاس آیا وہ آٹا گوندتے تھے اوسنے تعجب سے کہا یا ابا عبد اللہ یہ کیا ہے جواب دیا میں نے غلام کو ایک کام بہیجا ہے مجھکو پسند نہیں آتا کہ اوسپر دو کام

عملين وقد جاء في الحديث انه عليه السلام قال لا يدخل الجنة سيئ الملكة والمراد بسيئ الملكة من يسيئ

ڈالدوں اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا برا مالک جنت میں نہیں جاویگا اور مراد برا مالک سے وہ شخص ہے کہ اپنے غلام سے بری

مملوكه وذكر في كتب الفقه ان المولى يجب عليه نفقة مملوكه فان ابى عن الانفاق عليه فان كان المملوك

ساتہہ برائی کرے اور فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ غلام کا خرچ مولی کے ذمہ واجب ہے پہر اگر مولی اوسکے خرچ سے انکار کرے تو وہ غلام اگر

قادرا على الكسب يؤمر المولى ببيعه لما روي عن ابي ذر انه عليه السلام قال من لائمكم من مملوكيكم فاطعموهم

کما سکتا ہے تو قاضی مولی سے کہے کہ اوسکو بیچ ڈال کیونکہ ابو ذر سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو غلام تمہارا موافق ہو تو اوسکو اپنی کہانی میں سے

مما تاكلون واكسوهم مما تكسون ومن لا يلائمكم منهم فبيعوهم فلا تعذبوا خلق الله تعالى يعني ان من كان

کہلاؤ اور اپنی کپڑوں میں سے کپڑا پہناؤ اور جو موافق نہو اوسکو بیچ ڈالو اللہ کی بندوں پر عذاب مت کرو مراد یہہ ہے کہ جو لونا

مملوكيكم موافقا لكم فاحسنوا اليهم ومن لم يكن منهم موافقا لكم فبيعوهم ولا تعذبوهم وذكر الفقيه ابو الليث

غلام تمہارے موافق ہووے تو اوسکے ساتھ بھلائی کرو اور جو تمہارے موافق نہیں ہے تو اوسکو بیچ ڈالو اونکو عذاب مت کرو اور فقیہ ابو اللیث

في التنبيه عن عطاء بن يسار ان ابا ذر ضرب وجه غلام له فاستعدى عليه النبي عليه السلام قال لا تضرب

تنبیہ الغافلین میں عطا ابن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ ابو ذر نے اپنی غلام کی منہہ پر مارا سو نبی علیہ السلام نے اوسکی فریاد رسی کی فرمایا مسلمان کی منہہ پر مت مارو

وجع المسلمين واطعموهم مما تأكلون والبسوهم مما تلبسون فانما هم اخوانكم [illegible]
[illegible] اور انکو پہنا ؤ جو تم پہنتے ہو [illegible]
انه قال كنت اضرب غلاما لي فسمعت من خلفي صوتا اعلم ابا مسعود لله اقدر عليك منك عليه
کہ وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے غلام کو مارتا تھا تو سنی میں نے پیچھے سے ایک آواز سنی جان اے ابو مسعود الله تجھ پر زیادہ قادر ہے بہ نسبت تیرے اس غلام پر
فالتفت فاذا هو رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت هو حر لوجه الله تعالى فقال عليه السلام اما لو لم تفعل للفحتك
میں جو مڑ کر دیکھا تو رسول الله صلی الله علیہ وسلم تھے میں نے عرض کیا یہ واسطے خدا کے آزاد ہے پھر رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو یوں نہ کرتا تو تجھ کو
النار او لمستك النار وفي حديث آخر رواه ابن عمر انه عليه الصلوة والسلام قال من ضرب غلاما له حدا
آگ جھلس دیتی یا بیشک تجھکو آگ لگتی اور ایک اور حدیث میں ہے ابن عمر کی روایت سے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسنے اپنے غلام کو ناحق حد ماری
لم ياته او لطمه فان كفارته ان يعتقه يعني ان من ضرب غلامه على ذنب لم يفعلها او لطمه فاثم ذلك
یا طمانچہ مارا تو اوسکا کفارہ یہ ہے کہ اوسکو آزاد کر دے مراد یہ ہے کہ جسنے اپنی غلام کو خطا کی بنا پر مارا جو اوس سے نہیں ہوئی یا طمانچہ مارا تو اوس مار کا گناہ
الضرب لا يزول الا باعتاقه هذا اذا لم يصدر عنه ذنب واما اذا صدر عنه ذنب فقد رخص النبي عليه السلام
بدون آزاد کئے نہیں جاتا یہ اوس صورت میں ہے کہ اوس سے خطا نہ ہوئی ہو لیکن اگر اوس سے خطا ہوئی ہو تو بیشک نبی علیہ السلام نے اجازت دی ہے
في تاديبه بقدر ذنبه فان العقوبة بالضرب على وجه التعزير ينبغي ان لا يبلغ حد اقل الحد واقلها اربعون
کہ بقدر گناہ کے ادب دیا چاہیے کیونکہ بطور تعزیر کے مار کر سزا دینی بہتر یہ ہے کہ کم سے کم حد کو نہ پہنچ جاوے اور حد کی کم سے کم چالیس درے ہیں
سوطا وهو حد العبيد والاماء في القذف والشرب فينبغي ان يكون التعزير عند ابي حنيفة اقل من ذلك
اور یہ حد غلام اور لونڈیوں کی ہے گالی دینے اور شراب خوری میں اب مناسب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک تعزیر اس مقدار سے کم ہو
بان يكون اكثره تسعة وثلثين سوطا واقله ثلثة وانما كان اقله ثلثة اذ باقل منها لا يقع الزجر فيضربه
یعنی زیادہ سے زیادہ انتالیس درے ہوں اور کم سے کم تین درے اور کم سے کم تین اسلئے ہیں کہ اس سے کمتر میں کچھ دھمکی نہیں ہوتی پھر تین سے لیکر
منها الى تسعة وثلثين قدر ما يرى انه يزجر منه لكن لا يضربه عند غضبه بل يضربه بعد انتفاء غضبه
انتالیس تک اختیار ہے جتنی میں دیکھے کہ اب مان گیا لیکن اوسکو غصہ کے وقت نہ مارے بلکہ جب غصہ جاتا رہے تو مارے
اذ قد يضربه بالغضب زيادة على قدر ذنبه فيوخذ بقدر الزيادة يوم القيمة بل ينبغي له عند غضبه عليه
اسلئے کہ غصہ میں شاید کہ گناہ سے زیادہ مار بیٹھے پھر اوس بڑھتی کے بدلے قیامت کے دن مواخذہ ہووے بلکہ یوں چاہیے کہ جب غلام پر کسی
بجرم وخيانة ان يتفكر في معاصيه وجناياته على الله تعالى وتقصيره في طاعة الله تعالى ويرى تقصير مملوكه
جرم اور خیانت سے غصہ آوے تو فکر کرے کہ میں نے الله تعالی کے گناہ کتنے کئے ہیں اور طاعت الہی میں کیا کیا قصور کیا ہے پھر مملوک کی تقصیر
في خدمته ناشيا من تقصيره في خدمة خالقه ويعفو عنه في اليوم والليلة سبعين مرة لما روي عن عبد الله
اپنی خدمت میں دیکھ کر خیال کرے کہ یہ خدمت خالق کی تقصیر کا وبال ہے اور رات دن میں اوسکی ستر خطائیں معاف کر دیا کرے اسلئے کہ عبد الله
بن عمرو ان رجلا جاء الى النبي عليه السلام فقال يا رسول الله كم نعفو عن الخادم فسكت ثم اعاد الكلام فصمت
ابن عمرو سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی الله علیہ وسلم سے آکر پوچھا یا رسول الله ہم خادم کو کے بار معاف کریں آپ چپ ہو رہے اوس نے دوبارہ عرض کیا پھر چپ رہے
فلما كانت الثالثة قال اعفوا في كل يوم سبعين مرة وفي حديث آخر انه عليه الصلوة والسلام قال اذا ضرب
پھر جب تیسری بار عرض کیا تو فرمایا ہر روز ستر بار معاف کیا کرو اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی
احدكم خادمه فذكر الله تعالى فليمسك اي ليتنح عنه بالعفو ويتذكر قصاص يوم القيمة ولا يضربه على زلة
اپنے غلام کو مارے اور وہ الله کا نام لیوے تو چاہیے کہ باز رہے یعنی معاف کر کے الگ ہو جاوے اور قیامت کے دن کا قصاص یاد کرے اور اوسکو ادنی لغزش

عملهن ولا على كسر الاناء [illegible] عن كعب بن عجرة انه عليه السلام قال لا تضربوا اماءكم على كسر انائكم

ضرب [illegible] کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنی لونڈیوں کو برتن ٹوٹنے پر مت مارا کرو

فان لها آجالا كآجال الناس وفي حديث آخر رواه الصعق انه عليه السلام قال لا تغضبوا ولا تسخطوا في

کیونکہ برتنوں کی بھی عمر ہوتی ہے جیسے آدمیوں کی اور ایک اور حدیث میں آیا ہے جو صعق کی روایت سے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا برتن ٹوٹنے پر غصہ مت کرو اور مت جھنجلاؤ

كسر الآنية فان لها آجالا كآجال الانس وقد حكي ان ميمون بن مهران كان عنده ضيف فاستعجل على جاريته بالعشاء

بیشک برتنوں کی عمریں ہیں انسان کی سی اور حکایت ہے کہ میمون ابن مہران کے پاس مہمان آگیا اونسے جلدی کی لونڈی کو کہ شام کا کھانا منگوایا

فجاءت مسرعة وفي يدها قصعة مملوة بطعام حار فعثرت واراقتها على راس سيدها قال سيدها احرقتني يا جارية

وہ بھاگی آئی اور اوسکی ہاتھ میں پیالہ گرم گرم کھانا تھا بھرا ہوا تھا سو پھسل کر گرپڑی اور وہ کھانا مولی کی سر پر گرگیا مولی نے کہا اے لونڈی تونے مجھکو جلا دیا

فقالت الجارية يا معلم الخير ويا مؤدب الناس ارجع الى ما يقول الله تعالى قال وما يقول الله تعالى قالت يقول

وہ لونڈی بولی اے معلم الخیر اور اے مؤدب الناس خیال کر اللہ تعالی کیا فرماتا ہے مولی نے کہا اللہ تعالی کیا کہتا ہے بولی فرماتا ہے

والكاظمين الغيظ فقال كظمت غيظي قال تزيد فان الله تعالى يقول والعافين عن الناس قال قد عفوت

اور دبالیتے ہیں غصہ میمون نے کہا میں نے اپنا غصہ دبالیا لونڈی بولی زیادہ کر اللہ تعالی فرماتا ہے اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو میمون نے کہا میں نے تجھکو معاف کیا

عنك قالت ان الله تعالى يقول والله يحب المحسنين قال انت حرة لوجه الله تعالى وقيل للاحنف

لونڈی نے کہا اللہ تعالی فرماتا ہے اور اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو میمون نے کہا تو واسطے خدا کے آزاد ہے اور احنف بن قیس سے

بن قيس ممن تعلمت الحلم قال من قيس بن عاصم انه كان في داره جالسا اذ اتت جارية بسفود عليه شواء فسقط

کسی نے پوچھا تونے حلم کس سے سیکھا ہے کہا قیس بن عاصم سے وہ اپنے گھر میں بیٹھا تھا یکایک اوسکی لونڈی کباب کی جلتی ہوئی سیخ لیے ہوئی آئی سو وہ سیخ اوسکی ہاتھ سے

من يدها السفود على ابن له فعقره فمات فدهشت الجارية فقال لا يسكن روع هذه الجارية الا العتق فقال

چھوٹ کر قیس کے بیٹے پر گر پڑی اوسکو زخمی کر دیا پھر وہ مر گیا اسمیں یہ لونڈی ہکابکا رہ گئی پھر قیس نے کہا اس لونڈی کا خوف بدون آزاد ہوئے نہیں جاویگا پھر کہا

انت حرة لوجه الله تعالى يا جارية لا باس عليك وروي عن ابي امامة انه عليه الصلوة والسلام وهب لعلي

اے جاریہ تو واسطے خدا کے آزاد ہے ڈر مت اور ابو امامہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت علی کو ایک غلام دیا

غلاما فقال له لا تضربه فاني نهيت عن ضرب اهل الصلوة وقد رايته يصلي فانه عليه السلام اشار في

اور فرمایا اسکو مارنا مت کیونکہ مجھکو نمازیوں کی مار ڈالنے سے ممانعت ہوئی ہے اور میں نے اسکو نماز پڑھتے دیکھا ہے بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں اشارہ

هذا الحديث ان المصلي لا ياتي غالبا بما يستحق الضرب لان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر وروي عن الحسن البصري

فرمایا کہ نمازی اکثر ایسی خطا نہیں کرتا جسمیں مار کھاوے اسلیے کہ نماز فحشاء اور منکرات سے بچا رکھتی ہے اور حسن بصری کی روایت ہے

انه سئل عن مملوك يرسله مولاه في حاجة وتحضره صلوة الجماعة او الجمعة باي ذلك يبدا قال بحاجة مولاه

کہ اونسے کسی نے حال غلام کا پوچھا کہ اوسکو مولی کسی کام کو بھیجے اور اوسکو جماعت کی یا جمعہ کی نماز پیش آجاوے تو اب کیا کرے جواب دیا مولی کا کام

قال الفقيه ابو الليث هذا اذا كان في الوقت سعة ولا يخاف فوت الصلوة واما اذا خاف فوتها فلا يجوز له

فقیہ ابو اللیث کہتے ہیں یہ جب ہے کہ وقت میں گنجایش ہو اور نماز کی فوت کا خوف نہو اور اگر فوت کا خوف ہو تو پھر نماز کی وقت سے تاخیر

تاخيرها عن وقتها لما روي انه عليه السلام قال لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق وذكر في المظهرات السيد

جائز نہیں ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا خدا کی گناہ میں بندہ کی تابعداری نہیں ہے اور مظہرات میں مذکور ہے کہ مولی کو

لا يجوز له ان يمنع عبده عن اداء فرائض الله تعالى لاجل خدمته واذا ادى العبد فرائض الله تعالى لا يجوز

جائز نہیں ہے کہ غلام کو اپنی خدمت کی نظر سے فرایض الہی ادا نکرنے دے اور غلام جب فرایض الہی ادا کرچکے تو اوسکو جایز نہیں ہے

له ان يترك خدمة سيده ويشتغل بعبادة غير [illegible] عليه الا ان باذن [illegible] حتى لو احرم
کہ مولی کی خدمت چہوڑ کر عبادت غیر واجبہ کرنی لگی [illegible] تو وہ [illegible] نہیں یہانتک کہ [illegible]

للحج بغير اذن سيده يجوز للسيد ان يخرجه من الاحرام ويمنعه عن اتمام الحج ولو حج وفات عنه خدمة
لئی احرام باندہا تو مولی کو جایز ہی کہ اوسکو احرام مین سی نکال لی حج پورا نہ کرنی دی اور اگر غلام نی حج کیا اور اوسکی خدمت مولی کی فوت ہو گئی

سيده يكون اثما وكذا يجوز للسيد ان يمنعه عن صلوة النفل وصوم النفل ولا يجوز له ان يمنعه
تو گنہگار ہوگا اور ایسی ہی مولی کو جایز ہی کہ غلام کو نماز نفل اور روزہ نفل سی روکدی اور مولی کو یہہ جایز نہیں ہی کہ تشہد اور الحمد

عن تعلم التشهد والفاتحة وعدة سور من القرآن وفرائض الصلوة والصوم لان هذه الاشياء واجبة
اور چند سورتین قرآن کی اور فرائض نماز روزہ کی نہ سیکہنی دی اسلئی کہ یہہ سب واجب ہین

لا يجوز اهمالها بخلاف غيرها وينبغي للعبد ان يغتنم ايام رقه لما روي انه عليه السلام قال اذا نصح العبد لسيده
انکا ترک جایز نہیں ہی اس سی علاوہ کا ترک مضائقہ نہین اور غلام کو چاہیی کہ اپنی غلامی کا زمانہ غنیمت سمجہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب غلام

واحسن عبادة ربه كان له الاجر مرتين وفي حديث اخر انه عليه السلام قال نعما للملوك ان يتوفاه الله تعالى
اور عبادت اپنی رب کی اچہی ادا کرتا ہی تو اوسکو دوہرا ثواب ہوتا ہی اور ایک اور حدیث مین ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کیا اچہا غلام ہی جسکو اللہ تعالی وفات دی

يحسن عبادة ربه وطاعة سيده نعما له وقد روي انه عليه السلام قال في وعيد الابق من مولاه اذا
کہ رب کی عبادت اور مولی کی اطاعت اچہی کر گیا اوسکو نعمت ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی غلام کی حق مین جو مولی سی بہاگ جاوی فرمایا جب غلام بہاگ جاتا ہی

ابق العبد لم يقبل له صلوة وفي حديث اخر انه عليه السلام قال ايما عبد ابق برئت منه الذمة وينبغي
تو اوسکی نماز قبول نہین ہوتی اور ایک اور حدیث مین ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو غلام بہاگ جاتا ہی اوس سی ذمہ خالی ہی اور مولی کو

للمولى اذا طالت مدة مملوكه في خدمته ان يعتقه لعله يجزيه بما بقي عليه من حقوقه ومظالمه راسا
لازم ہی کہ جب غلام کو خدمت کرتی ہوئی مدت دراز ہو جاوی تو اوسکو آزاد کر دی کیا بعید ہی کہ اسکی سبب باقی حقوق اور مظالم سی برابر برابر چہوٹ جاوی

براس ولعل الله تعالى يعتق بكل عضو منه عضوا منه لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال
شاید کہ اللہ تعالی غلام کی ہر عضو کی بدلہ اسکی اعضا کو آزاد کری کیونکہ ابوہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

من اعتق رقبة مسلمة اعتق الله تعالى بكل عضو منه عضوا من النار حتى فرجه بفرجه وفيه اشارة
جسنی غلام مسلمان آزاد کیا تو اللہ تعالی اوسکی ہر عضو کی بدلہ اسکی اعضا آگ سی آزاد کریگا یہانتک کہ اسکی شرمگاہ اوسکی شرمگاہ کی بدلہ اسمین یہہ اشارہ ہی

الى استحباب اعتاق كامل الاعضاء بان لا يكون مجبوبا او خصيا اتماما للمقابلة اذ فهم منه انه تعالى
کہ آزاد کرنیکا حق یہہ ہی کہ اعضا کامل ہون ایسا کہ ذکر بریدہ یا خوجہ نہو تاکہ پورا مقابلہ ہو جاوی اسلئی کہ اس حدیث سی یون معلوم ہوتا ہی

يعتق فرج المعتق من النار بمقابلة اعتاق فرج مملوكه من الرق ولذلك قيل المستحب ان يعتق الرجل
کہ اللہ تعالی معتق کی شرمگاہ آگ سی آزاد کر دیتا ہی بدلہ مین آزادگی شرمگاہ غلام کی غلامی سی اسیلئی کہتی ہین کہ مستحب یہہ ہی کہ مرد تو غلام آزاد کیا کری

عبدا والمراة امة تحقيقا للمقابلة وكذا ينبغي للسيد اذا اتى مملوكه بطعام قد اصلحه ان يقعده معه
اور عورت لونڈی تاکہ مقابلہ ثابت ہو جاوی اور ایسی ہی سید کو لازم ہی کہ جب غلام کہانا پکا کر لاوی تو اوسکو اپنی ساتہہ دسترخوان پہ بٹہالی

على الخوان وان لم يقعده يعطيه لقمة ويقول له كل هذه لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام
اور اگر نہ بٹہاوی تو ایک لقمہ ہی دیدی اور کہدی کہ لی کہالی کیونکہ ابوہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

قال اذا صنع لاحدكم خادمه طعامه ثم جاء به وقد ولي حره ودخانه فليقعده معه فلياكل فان
جب تمہاری لئی غلام کہانا پکاوی پہر لیکر آوی اور بیشک اوسنی گرمی اوٹہائی اور دہوان کہایا تو چاہیی کہ اوسکو کہانی کو ساتہہ بٹہالی اگر

كان الطعام مشتهيا فليناوله منه اكلة او اكلتين وفي الفتاوى رجل لا ينفق على عبده
کھانا اگر بہت ہوں اور کھانا اشتہا ہو تو اوسکی ہاتھ پہ حصہ میں سی ایک یا دو لقمہ رکھدی اور فتاوی میں ہی کہ ایک شخص غلام کا خرچ نہیں اوٹھاتا
ان كان العبد قادرا على الكسب لا ياكل من مال مولاه بلا رضاه وان لم يكن قادرا على الكسب او منعه
اگر وہ غلام کما سکتا ہی تو مولی کی مال میں سی اوسکی بلا رضا نہ کہاوی اور اگر کما نہیں سکتا یا مولی کمانی نہیں
مولاه عن الكسب يجوز له ان ياكل من مال مولاه بلا رضاه والامة تاكل مطلقا روي عن ام سلمة رض
دیتا تو سب جائز ہی کہ مولی کی مال میں سی بلا اجازت کہالی اور لونڈی بہرحال کہا یا کری ام سلمہ سی روایت ہی
انه عليه السلام كان يقول في مرضه الصلوة وما ملكت ايمانكم فانه عليه السلام قرن المماليك بالصلوة
کہ نبی علیہ السلام مرض کی حالت میں فرماتی تھی نماز کی اور مملوک کی حفاظت کرو بیشک نبی علیہ السلام نی ممالیک کو نماز کی ساتھ ملاکر
وامر بحفظهم كما امر بحفظها ليعلم ان القيام بمقدار حاجتهم من الطعام واللباس وتعلم الدين واجب
انکی حفاظت کا حکم دیا جیسی نماز کی حفاظت کا تاکہ معلوم ہو کہ ممالیک کی خدمت بقدر حاجت کہانی پہنی اور دین سیکہنی کی مالکوں کی ذمہ
على من يملكهم كما يجب الصلوة عليهم فان المسلم كما يجب عليه نفقة عبيده وامائه بقدر ما يكفيهم كذلك
ایسیہی واجب ہی جیسی اونپر نماز واجب ہی بیشک مسلمان پر جیسی خرچ غلاموں اور لونڈیوں کا بقدر کفایت واجب ہی ایسیہی
يجب عليه ان يعلمهم ما فرض الله تعالى عليهم وما نهيهم عنه فان هذا امر قد اهمل اكثر العلماء في هذا
اوسپر یہہ واجب ہی کہ سکہاوی اللہ تعالی نی کیا کیا اونپر فرض کیا ہی اور کیا کیا منع کیا ہی بیشک یہہ ایسا کام ہی کہ اس زمانہ میں اکثر علما نی چہوڑ دیا ہی
الزمان فضلا عن العوام فان العبيد والاماء في هذا الزمان لا يقصدون بالتعليم اصلا بل انما يقصدون
عوام کو کیا کہیں بیشک غلام لونڈیاں اس زمانہ میں دین سیکہنی کا ارادہ ہرگز نہیں کرتی بلکہ بجز مقاصد
لقضاء المآرب الدنيوية فقط كانهم عندهم كحيوان بهيمي لا تكليف عليهم فان كثيرا ممن يدعي
دنیوی کی کچہہ ارادہ نہیں کرتی گویا وہ اپنی مالکوں کی پاس بیل ڈنگر ہیں اونکی ذمہ احکام شرعی نہیں ہیں بیشک اس زمانہ میں اکثر شخص جو اسلام کا
الاسلام في هذا الزمان يكون عنده عبيد واماء فلا يامرهم بواجب ولا ينهاهم عن حرام بل يكون العبد و
دعوی کرتی ہیں اونکی پاس غلام لونڈیاں ہیں پہر اونکو کسی واجب کا حکم کرتی ہیں اور نہ حرام سی منع کرتی ہیں بلکہ غلام لونڈیوں کو
الجارية في ملكه عدة سنين لا يصليان الصلوة المفروضة ويرتكبان امورا كثيرة من المناهي والمنكرات
اونکی ملک میں کئی برس گذر جاتی ہیں کہ فرض نماز نہیں پڑہتی اور بہتیری اعمال مناہی اور منکرات کئی جاتی
وهو يريهما ويتغافل عنهما ويظن ان اثمهما عليهما لا عليه ولا يعلم ذلك المسكين بانه مؤاخذ بما صدر عنهما
او دیکہا کرتی ہیں اور کچہہ نہیں کہتی اس خیال میں ہیں کہ اونکی گناہ اونہیں پر ہی مجہپر نہیں ہی اور بیچارہ کو یہہ خبر نہیں کہ جو گناہ اونسی ہوگا وہ پکڑا جاویگا
ومسئول عنه ومعاقب عليه يوم القيمة لما روي عن عمر بن الخطاب انه عليه السلام قال كلكم راع
اور اوسی پوچہہ ہوگی اور قیامت کی دن اوسپر عذاب ہوگا کیونکہ عمر بن الخطاب سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا تم سب نگہبان ہو
وكلكم مسئول عن رعيته فاذا علم الانسان ان يسئل عن عبيده وامائه يوم القيمة لا يتركهم كالبهائم
اور نگہبانی کی سب سی پوچہہ ہوگی جب کوئی کو یہہ معلوم ہو کہ قیامت کو غلام لونڈیوں کی بہی پوچہہ ہوگی تو اونکو شتر بی مہار
المرسلة بلا ضابط ديني ولا زاجر شرعي بل يشدهم بزمام الشريعة ويقيدهم بالاحكام الدينية ويصونهم
بی ضابطہ دینی اور بغیر زاجر شرعی کی کہلا چہوڑیگی بلکہ اونکو شریعت کی رسی میں باندہی اور احکام دینی میں گہیری اور عذاب اخروی کی
عن موجبات العقوبات الاخروية اذ قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا قوا انفسكم واهليكم نارا فان الاهل
موجبات سی بچاوی اللہ تعالی فرماتا ہی ای ایمان والو بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنی گہر والوں کو اس آگ سی بیشک لفظ اہل کا

وان كان الاصل فيه ان يطلق على القرابة لكن يطلق على الاتباع ايضا ولا يبعد ان يكون المراد هنا
اگرچہ اصل میں قرابت دار پر بولتے ہیں لیکن اتباع کو بھی کہتے ہیں اور کیا بعید ہے کہ یہاں عموم کی جہت سے

المعنى العموم فعلى هذا يجب على المؤمن ان يعلم عبيده واماءه من احكام الاسلام قدر ما يجب عليهم
یہی معنی مراد ہوں اس تقریر کی موافق مومن پر واجب ہے کہ اپنی غلام لونڈیوں کو احکام دینی جس قدر اونپر واجب ہیں سکھادوے

ثم يامرهم باداء الفرائض والواجبات وينهاهم عن ارتكاب المعاصي والمحرمات بالرفق فان ابوا
پھر اونسے فرائض اور واجبات ادا کرا دے اور معاصی اور محرمات سے نرمی سے منع کر دے پھر اگر نہ مانیں

يغلظ الكلام عليهم فان ابوا يضربهم فمن لم يدخل منهم طريق الصلاح بعد ذلك فليبيعه لانه مادام
تو سختی سے جھڑکے پھر بھی اگر باز نہ آئیں تو مارے پھر بھی اگر کوئی اونمیں سے طریقہ خوبی کا نہ لے تو اوسکو بیچ ڈالے اسلئے کہ جب تک اوسکی ملک

في ملكه يجب عليه حفظه كما قال قاضيخان في فتاويه رجل له عبد مريض لا يقدر على الوضوء عن
میں رہیگا اوسکی حفاظت کا ذمہ دار ہے چنانچہ قاضیخان اپنی فتاوی میں کہتے ہیں ایک شخص کا ایک غلام بیمار ہے وضو نہیں کرسکتا

محمد يجب على المولى ان يوضيه لانه مادام في ملكه كان عليه تعاهده لكن ينبغي ان يعلم ان المولى و
امام محمد سے ہے کہ مولی پر وضو کرانا واجب ہے اسلئے کہ جبتک اوسکی ملک میں ہے تبتک اوسکا ذمہ دار ہے لیکن سمجھنا چاہیے کہ مولی کو اگرچہ غلام کا مارنا

ان جاز له ان يضرب عبده اذا اتى بما لا يوجب الحد لكن اذا اتى بما يوجب الحد فليس له ان يقيم عليه
جائز ہے اگر وہ ایسی خطا کرے کہ جسمیں حد نہ آتی ہو لیکن اگر ایسا کام کریگا جسمیں حد آتی ہو تو مولی کو اختیار نہیں ہے کہ مقدمہ پیش کرکے پھر جبتک حاکم

الحد الا باذن الحاكم بعد المرافعة اليه وثبوته عنده فاذا اقام عليه الحد ولم ينزجر بيبيعه ولو بثمن بخس
ثابت کرکے حکم نہ دے اسپر حد جاری کرے پھر جب اوسپر حد جاری ہو چکی تو بھی نہ باز آوے تو بیچ ڈالے اگرچہ کم مول سستا

لما روي عن ابي هريرة رض انه قال اذا زنت امة احدكم فتبين زناها فليجلدها الحد ولا يثرب عليها ثم ان
اسواسطے کہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب کسی کی لونڈی زنا کرے اور وہ ظاہر ہو جاوے تو اوسکو حد لگانی چاہیے اور اوسکو کچھ سرزنش نہ کرے پھر اگر

زنت فليجلدها الحد ولا يثرب عليها ثم ان زنت الثالثة فليبعها ولو بحبل من شعر وفي ذكر الامة على الاطلاق
دوبارہ زنا کرے تو پھر حد مارنی چاہیے اور کچھ سرزنش نہ کرے پھر اگر تیسری دفعہ زنا کرے تو اوسکو بیچ ڈالے اگرچہ بالوں کی رسی کے اور مطلق لونڈی کی ذکر کرنے میں

اشعار بان حدها منكوحة كانت او غيرها الجلد لا انه نصف جلد الحرائر لقوله تعالى فان اتين بفاحشة
یہ اشارہ ہے کہ لونڈی کی حد منکوحہ ہو یا غیر منکوحہ درے ہیں اتنا ہے کہ آزاد عورت سے آدھے ہیں بدلیل اس آیت کی پھر اگر کریں بیحیائی کا کام

فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب والمراد بالفاحشة في الاية الزنا وبالمحصنات الحرائر وبالعذاب
تو انپر ہے آدھی سزا جو بیبیوں پر مقرر ہے اور مراد لفظ فاحشہ سے اس آیت میں زنا ہے اور محصنات سے مراد آزاد عورتیں ہیں اور عذاب سے مراد

الجلد لا الرجم لانه لا ينتصف واستدل الشافعي بهذا الحديث على ان للمولى اقامة الحد على مملوكه وقال
درے ہیں سنگسار نہیں ہے کیونکہ سنگساری کا آدھا نہیں ہے اور امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ مولی کو اپنی غلام پر حد جاری کرنیکا اختیار ہے اور

الحنفيون ليس له ذلك الا باذن الامام لقوله عليه السلام اربع الى الولاة وذكر منها الحدود والولاة جمع الوالي
حنفیہ کہتے ہیں کہ بدون اذن امام کی مولی کو اختیار نہیں ہے بدلیل اس حدیث کی کہ چار باتیں والیوں کی اختیار میں ہیں انہیں میں حدود کو ذکر کیا اور ولاۃ جمع والی کی

وهو اذا اطلق ينصرف الى من له ولاية عامة وهو السلطان او نائبه واما التصريح بالنهي عن التثريب
اور اسکو جب قید بولتے ہیں تو وہ حاکم مراد ہوتا ہے جسکو حکومت عام ہو یعنی بادشاہ یا اوسکا نائب اور صریح ممانعت سرزنش سے لونڈیوں کو

عليها بعد الامر بجلدها فلان عقوبة الزنا قبل ان يشرع الجلد كان التثريب وهو التوبيخ والتعيير
بعد حکم دینے درے زنی کی اسواسطے ہے کہ زنا کی عقوبت درے مقرر ہونے سے پہلے تثریب تھی یعنی جھڑکنا اور شرم دلانی

فيكون معنى الحديث لا يقتصر على تعييرها بل يقيم عليها الحد وقيل معناه لا تثريب عليها بعد اقامة الحد
تو معنی حدیث کی یہہ ہوئی کہ سرزنش پر کفایت نکریں بلکہ اوس پر حد جاری کیجاوی اور بعضی کہتی ہیں اسکی معنی یہہ ہیں کہ جب حد جاری ہو چکی تو اب سرزنش نہیں ہی

عليها واما الامر ببيعها في الثالثة فلما فيه من ترك المخالطة مع الفساق واهل المعاصي فان قيل كيف يكره
اوس پر حکم بیچنیکا تیسری دفعہ میں اسلئی ہی کہ اسمیں فساق اور فجار کا ملاپ اور صحبت چھوٹتی ہی پھر اگر کوئی اعتراض کری یہہ کیونکر ہی

شيئا لنفسه ويرتضيه لاخيه المسلم مع انه عليه السلام قال لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب
کہ ایک شی کو اپنی لئی برا سمجھی اور بھائی مسلمان کی لئی پسند کری باوجودیکہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہی مومن نہوگا کوئی تم میں سی جبتک کہ پسند کری واسطی بھائی

لنفسه فالجواب انه يبيعها على قصد ان تستعف عند مشتريها بضبطها او بالاحسان اليها والتوسعة عليها
مسلمان کی جو اپنی لئی تو اسکا جواب یہہ ہی کہ اوس نیت سی بیچی کہ مشتری کی پاس جاکر اوسکی ضبط یا احسان کرنی سی اور فراخی برتنی سی عفیفہ ہو جاوی

وذكر في نصاب الاحتساب ان من اعتاد ان يشتم مماليكه كل يوم وكل ساعة لا يقبل شهادته وان كان
اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہی کہ جسکی یہہ عادت پڑجاوی کہ غلاموں کو ہر روز اور ہر وقت گالیاں دیا کری تو اوسکی گواہی مردود ہی اور اگر کبھی کبھی گالی دیتا ہو

احيانا تقبل ان لم يكن قذفا وان كان قذفا يسقط العدالة ويوجب الجلد لكن لا يضرب في الدنيا لان المولى
تو گواہی اوس صورت میں قبول ہوگی کہ گالی تہمت زنا کی نہو اور اگر قذف ہو تو وہ عادل نہیں رہتا اور درّے لازم آتی ہیں لیکن دنیا میں نہیں لگتی کیونکہ مولی

لا يعاقب في الدنيا بسبب عبده بل يضرب في الآخرة لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال من قذف
دنیا میں غلام کی جہت سی معاقب نہیں ہوتا بلکہ آخرت میں لگیگی کیونکہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص اپنی غلام کو

مملوكه وهو بريء مما قال جلد يوم القيمة الا ان يكون كما قال وذكر الفقيه ابو الليث في التنبيه عن عامر الشعبي
گالی دیوی اور وہ اوس گالی سی پاک ہی تو قیامت کی دن درّہ لگینگی مگر اوس صورت میں کہ وہ ایسا ہی ہو اور فقیہ ابو اللیث تنبیہ میں عامر شعبی سی روایت کرتا ہی

انه قال استسقى رجل من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم من اهل بيت فدعت المرأة خادمتها فابطأت
کہ ایک شخص نی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سی ایک اہل بیت سی پانی مانگا سو بی بی گھروالی نی لونڈی کو بلایا اوسنی دیر کی

فقذفتها فقال ذلك الرجل اما انك تستحدين لها يوم القيمة او تقيمين اربعة انها كما قلت فاعتقها
پہر بی بی نی اوسکو گالی دی پہر اوس شخص نی کہا بیشک قیامت کی دن تجپر حد لگیگی یا چار گواہ لاؤ کہ یہہ لونڈی ایسی ہی جو تو کہتی ہی پہر بی بی نی اوسکو آزاد کردیا

قال عسى ان يكفر هذا عنك هذا الحديث وان دل على ان قذف المملوك يوجب الحد لكن لا
اوس شخص نی کہا امید ہی کہ تیرا یہہ عوض ہوجاوی اس حدیث سی اگرچہ معلوم ہوتا ہی کہ غلام کو گالی دینی سی حد لازم آتی ہی لیکن حد

يوجبه لعدم الاحصان فيه لان شرط الاحصان في حد القذف خمسة الحرية والاسلام والعقل و
واجب نہیں ہوتی اسلئی کہ محصن نہیں ہی اسلئی کہ حد قذف میں احصان کی شرطیں پانچ ہیں آزادگی اور اسلام اور عقل اور

البلوغ والعفة عن الزنا فمن لم يوجد فيه واحد من هذه الشروط الخمسة لا يكون محصنا فقذفه
بلوغ اور پاک ہونا زنا سی پہر جسمیں ان پانچ شرطوں میں سی کوئی سی ایک بہی موجود نہو گی تو وہ محصن نہیں ہوگا ایسی کی تہمت سی حد نہیں آتی

لا يوجب الحد بل يوجب التعزير البالغ غايته وهو تسعة وثلثون سوطا عند ابي حنيفة وعند ابي يوسف في
بلکہ بڑی سی بڑی تعزیر آتی ہی اور وہ نزدیک امام ابو حنیفہ کی انتالیس درّے ہیں اور امام ابو یوسف کی نزدیک ایک

رواية خمسة وخمسون وفي رواية تسعة وسبعون فان لم يضرب في الدنيا يضرب في الآخرة بسياط
روایت میں پچپن درّے ہیں اور ایک روایت میں اناسی درّے ہیں سو دنیا میں اگر نہ لگینگی تو آخرت میں سب کی سامنی آگ کی درّے لگینگی

من النار على رؤس الاشهاد ومن يوجد فيه هذه الشروط الخمسة كلها يكون محصنا ويوجب قذفه الحد
اور جسمیں یہہ پانچوں شرطیں تمام موجود ہوں تو وہ محصن ہی اوسکی قذف سی حد لازم آتی ہی

فهو ثمانون سوط الحر ونصفها للعبد مع عدم قبول شهادتهما ولو بعد التوبة لقوله تعالى والذين يرمون
یعنی اسی درّہ آزاد کی اور اسکا آدھا غلام کی اور اسکی گواہی بھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ توبہ کرلیں بدلیل اس آیت کی جو لوگ عیب لگاتی ہیں
المحصنت ثم لم ياتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئك هم
قیدوالیوں کو پھر نہ لائیں چار شاہد تو مارو ان کو اسی چوٹ درّوں کی اور مت مانو ان کی کوئی گواہی کبھی اور وہی لوگ ہیں
الفسقون الا الذين تابوا من بعد ذلك واصلحوا فانه تعالى قد بين في هذه الاية ان الذين يرمون المحصنت
بے حکم مگر جنہوں نے توبہ کی اس پیچھے اور سنوار پکڑی بیشک اللہ تعالی نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ تہمت زنا کی لگاتے ہیں پاکدامنوں پر
بالزنا ثم لم ياتوا باربعة شهداء يتوجه عليهم ثلثة احكام وجوب جلدهم ورد شهادتهم وكونهم فاسقين الا
پھر نہیں لاتے چار گواہ تو ان پر تین حکم جاری ہونگی بالضرور درّہ لگنا اور گواہی مردود اور وہ فاسق ہیں پر اتنا ہی
انهم ان تابوا واقروا بالكذب ببراءة المقذوف واستحلوا منه واصلحوا ما افسدوا من كسر العرض وهتك الستر
کہ اگر وہ توبہ کریں اور مانیں جھوٹ اور مقذوف کی برات کی قائل ہوجاویں اور اوس سے معاف کرالیں اور جو خرابی کی تھی اوسکو درست کریں یعنی آبروئی اور پردہ دری
يرتفع عنهم الفسق بالاستثناء الواقع في الاية ولا يرتفع عنهم الجلد ولا رد الشهادة عند العلماء الحنفية والحاصل
تو فسق دور ہو جائیگا اسلئے کہ آیت میں استثنا واقع ہے اور درّہ معاف نہیں ہونیکا اور نہ گواہی مقبول ہوسکی نزدیک علماء حنفیہ کی اور حاصل یہ ہے
ان في الاية تصريحا بترتيب الاحكام الثلثة عليهم بمجرد العجز عن اقامة البينة بلا اشتراط الكذب في الحقيقة
کہ آیت میں صاف تینوں حکم اونپر مرتب کر دئے ہیں گواہ کرنے سے عاجز ہونے ہی سے اور جھوٹ شرط نہیں ہے کہ حقیقت اور نفس الامر میں
ونفس الامر لان القذف خبر يحتمل الصدق والكذب الا انهم هتكوا ستر العفة بلا فائدة حيث عجزوا عن الاثبات
جھوٹ ہووی اسلئے کہ قذف خبر ہے احتمال صدق اور کذب دونوں رکھتی ہے لیکن وہ عفت کی پردہ دری بلا فائدہ کرکر ثابت نہ کرسکی
كانوا فاسقين مستحقين للعقوبة التي هي الجلد ورد الشهادة وان كانوا صادقين في نفس الامر اذ قال الله تعالى
فاسق ہوگئی اور سزاوار اس عذاب کی ہوئی یعنی درّہ اور رد شہادت اگرچہ واقع میں سچے ہی ہوں اسواسطے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے
لولا جاءو عليه باربعة شهداء فاذ لم ياتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكذبون فعلم من هذا ان ما لا حجة
کیوں نہ لائی وہ اس بات پر چار شاہد پھر جب نہ لائی شاہد تو اللہ کی ہاں وہ ہی ہیں جھوٹے پس یہی معلوم ہوا کہ جس بات پر حجت نہ ہوگی
عليه فهو في حكمه تعالى كذب ولذلك رتب عليه الحد لعدم الفائدة في الاخبار به من الحسبة
وہ حکم الہی میں جھوٹ ہے اسی لئے اوسپر حد قائم ہوئی کیونکہ اس خبر میں کوئی سا فائدہ نہیں ہے نہ تنبیہ
والزجر والسياسة بل هو مجرد هتك الستر وكسر العرض وهذا اذا كانوا صادقين فكيف اذا كانوا
اور نہ زجر اور نہ سیاست بلکہ یہ صرف پردہ دری اور بے آبروئی ہے یہ اس صورت میں ہے اگر سچے ہوں پھر کیا کہوں اگر
كذبين وهم يحسبونه هينا وهو عند الله عظيم ولهم في الاخرة عذاب اليم ثم من راى رجلا يزني
جھوٹے ہوں اور وہ لوگ سہل سمجھتی ہیں اور وہ اللہ کی ہاں بڑی ہے اور انکو بھی آخرت میں دکھ کی مار ہے پھر جو شخص کسی کو زنا کرتی دیکھے
يحل له ان يقتله وانما لا يقتله لانه لا يصدق انه قتله لانه راه يزني

المجلس السابع والسبعون

تو اوسکو اوسکا قتل کرنا حلال ہے اور قتل اسلئے نہیں کرتا کہ ثابت نہ کرسکیگا کہ میں نے زنا کرتا دیکھ کر قتل کیا ہے — ستترواں مجلس

في بيان حرمة اللواطة وعقوبتها وغيرها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اخوف ما
اغلام کی حرمت کی بیان میں اور اسکی سزا وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھکو بڑی سی بڑا خوف
اخاف على امتي عمل قوم لوط هذا الحديث من حسان المصابيح رواه جابر وفيه تنبيه عظيم على كون عملهم
اپنی امت پر عمل قوم لوط کا ہے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے جابر کی روایت سے اور اسمیں بڑی تنبیہ ہے کہ انکا یہ عمل

لذلك ترى قطعت عليهم ... الله تعالى بما لم يعاقب به امة من الامم وجمع عليهم من انواع العذاب ما لم
اسی واسطے ... اللہ تعالی نے ان کو ایسا عذاب دیا کہ تمام امتوں میں سے کسیکو نہیں دیا اور اون پر کئی قسم کی عذاب جمع کر دئیے جو اور کسی

يجمعه على غيرهم حتى انه ... كرر قصتهم في عدة سور من كتابه الكريم حتى يرتدع من علمهم الذين يؤمنون
پر جمع نہیں کئے ... اور بار بار انکا قصہ اپنی کتاب کریم کی کئی سورتوں میں بیان کیا تاکہ جو لوگ خدا اور قیامت کی

بالله واليوم الآخر اشد الارتداع ويحترزوا عنه وعن مباديه كالنظر والمصاحبة واللمس والقبلة اشد
دن پر ایمان لائے ہیں اس سے خوب باز آویں اور اس سے اور اوسکے اسباب سے جیسا دیکھنا اور پاس بیٹھنا اور ہاتھ لگانا اور منہ چومنا

الاحتراز فلا يقربوا من صورة ولا يحوموا حوله فضلا عن ان يفعلوه اذ قد روي ان طباع جميع الحيوان البتة
احتراز کریں پس اسکی شکل کے نزدیک بھی نہ جاویں اور اوسکے گرد نہ پھریں چہ جائیکہ اوسکو کریں اسواسطے کہ روایت ہے کہ تمام حیوانات کی طبیعتیں بجز سور اور بندر کے اوس سے

تأباه الا الخنازير والقردة وفي رواية الا الخنزير والحمار فمن يميل طبعه اليه يكون في الدناءة والخساسة
نفرت کرتی ہیں اور ایک روایت میں ہے سوائے سور اور گدہے کے پس جسکی طبیعت اوس پر مائل ہو وہ کمینگی اور خساست

والخباثة مثل الخنزير والقردة والحمار بل هو ادنى منها حالا لما روي انه عليه السلام قال الخنازير والقردة
اور خباثت میں سور اور بندر اور گدہے کی برابر ہے بلکہ اونسے بھی بدتر اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سور اور بندر

اعقل عند الله تعالى ممن يرتكب المعاصي وذلك لان من يرتكب المعاصي على الاستمرار من غير التوبة والاستغفار
اللہ کے نزدیک زیادہ ہوشیار ہیں جو معاصی اختیار کرتا ہے اسلئے کہ جو شخص معاصی میں ہمیشہ گرفتار رہتا ہے بے توبہ اور استغفار کے

يكون من الذين قال الله تعالى فيهم اولئك كالانعام بل هم اضل فانه تعالى شبههم بالبهائم في كون مشاعرهم
وہ اون لوگوں میں ہے جنکو اللہ تعالی فرماتا ہے وہ جیسے چوپائے بلکہ اونسے زیادہ بے راہ کیونکہ اللہ تعالی نے انکو بہائم سے تشبیہ دی کہ انکی دل و دماغ

متوجهة الى اسباب الدنيا ومقصورة عليها وعدم التفكر فيما يقرع اذانهم من الايات وعدم الانتفاع بها بل
اسباب دنیوی کی طرف متوجہ ہو کر اسی کی ہو رہی اور انکا کچھ فکر نہیں ہے جو آیات سنتے ہیں اور اونسے کچھ نفع نہیں لیتے ہیں بلکہ ایسی لوگوں کو

جعلهم اضل منها لانها تدرك ما من شانها ان تدركه من المنافع والمضار وتجتهد غاية جهدها في جلب
اونسے بھی گمراہ تر ٹھہرایا کیونکہ وہ تو وہ سمجھتی ہیں جو اونکی سمجھ کے لایق ہے فائدہ اور نقصان کو منفعت کی وصول میں اور مضرت کی دفع میں خوب کوشش کرتی ہیں

ما ينفعها وسلب ما يضرها وتنقاد لصاحبها وتميز من يحسن اليها ممن يسيء اليها وهؤلاء ليسوا كذلك حيث لا يميزون
اور اپنے مالک کی مطیع رہتی ہیں اور اپنے محسن اور ایذا رسان میں تمیز کرتی ہیں اور یہ لوگ بدکار ایسی نہیں ہیں کیونکہ یہ منفعت

بين المنافع والمضار ويجتهدون غاية جهدهم في جلب ما يضرهم وسلب ما ينفعهم ولا ينقادون لربهم ولا يعرفون
اور مضرت میں فرق نہیں کرتی اور مضرت حاصل کرنیکو اور منفعت کھونے پر ٹوٹ پڑتی ہیں اور اپنی پروردگار کی فرمان برداری نہیں کرتی اور اوسکی احسان

احسانه اليهم من اساءة الشيطان الذي هو عدو لهم ويقدمون على العذاب الاليم ولا يقدمون على
کی تمیز کرتی ہیں شیطان کی بدی سے جو کہ اونکا بڑا ہی دشمن ہے اور سخت عذاب پر دوڑتی ہیں اور عیش دائمی

النعيم المقيم ويكونون من الذين قال الله تعالى فيهم يعلمون ظاهرا من الحيوة الدنيا وهم عن الاخرة هم
کی طرف متوجہ نہیں ہوتی اور اون لوگوں میں داخل ہیں جنکو اللہ تعالی فرماتا ہے جانتی ہیں اوپر اوپر دنیا کا جینا اور وہی لوگ آخرت سے

غافلون يعني انهم يعلمون ظاهرا حقيرا خسيسا من الدنيا وهو ما يشاهدونه من زخارفها وملاذها وسائر
خبر نہیں رکھتی یعنی وہ لوگ دنیا میں سے بہت حقیر بے حقیقت کو سمجھ رہے ہیں اور وہی جو دیکھتی ہیں دنیا کی زیب و زینت اور لذتیں اور تمام

احوالها الموافقة لشهواتهم الملائمة لاهوائهم وهم عن الاخرة التي هي مطلب الاعلى والمقصد الاقصى غافلون
حالات جو اونکی شہوات کی موافق ہیں اور ہوا و ہوس کی مناسب اور یہ لوگ آخرت سے جو بڑا مطلب اور غایت درجہ کا مقصد ہے غفلت میں ہیں

لا یخطر ببالهم ولا یدرکون من احوال الدنیا ما یؤدی الی معرفتها ولا یتفکرون فیها حتی یحصل لهم علم بها
اسکا خیال دلمیں نہیں لاتی اور دنیا کی حالات میں سی اوسپر نظر نہیں ڈالتی جس سی آخرت کی سمجھ آوی اور نہ اوسمیں فکر کرتی ہیں تاکہ انکو آخرت کا علم آوی

فان العلم بامور الاخرة موقوف علی العلم بوجود الباری تعالی وقدرته وارادته وعلمه وحیٰوته وذلک العلم لا یحصل
کیونکہ علم اخروی امور کا وجود باری تعالی اور اوسکی قدرت اور اراده اور علم اور حیات کی علم پر موقوف ہی اور یہ علم بدون نگاه

الا بالنظر الی المصنوعات والتفکر فی احوالها المتغیرة وهم قصروا النظر علی الظواهر الحسیسة کالبهائم ولم یتفکروا فی
کرنیکی مصنوعات میں اور بغیر فکر کرنیکی بدلتی حالات میں حاصل نہیں ہوسکتا اور انہوں نی ڈنگروں کی طرح صرف ظاہر ہی حقیقت پر نگاه کر رکھی ہی

عجائب صنعه تعالی لیستدلوا بها علی وجوده وصفاته التی یتوقف علیها وجود الممکنات فیعلموا ان ما اخبر به من امور
اور عجائبات صنع الٰہی میں فکر نہیں کرتی تاکہ اونکی وسیلہ سی اوسکی وجود اور صفات پر استدلال کرسکیں جسپر وجود ممکنات کا موقوف ہی اور معلوم کریں کہ امور اخروی جنکی خبر

الاخرة امور ممکنة یلزم ثبوتها وکون المکلفین فیها فریقین فریق فی الجنة وفریق فی السعیر بحکم صلاح الاعمال
آئی ہی امور ممکنہ ہیں انکا ثبوت لازم ہی اور مکلف لوگ اسمیں دو قسم پر ہیں اعمال کی خوبی اور بدی کی لحاظ سی ایک قسم جنت میں اور ایک قسم دوزخ میں ہوگی پھر انکا سبب

وفسادها ثم ان سبب محبة العبد المعاصی والفجور فساد العلم او فساد القصد او فسادهما جمیعا بل قد قیل فساد
آدمی کی محبت کا معاصی اور فجور سی یا تو علم کا فساد ہی یا تو قصد کا فساد یا مگر دونو کا فساد بلکہ بعضی کہتی ہیں

القصد من فساد العلم فان من علم ما فی المضار من المضرة حقیقة العلم لا یمیل الیه الا تری ان من علم
قصد کا فساد بھی علم کی فساد ہی سی ہی اسلئی کہ جسکو خوب معلوم ہو وی کہ مضر چیز میں نقصان ہی تو اودہر رغبت نہیں کرتا تو دیکھتا نہیں کہ جسکو یقینی معلوم ہو

من طعام لذیذ انه مسموم لا یقدم علیه فعلی هذا ان الایمان الحقیقی هو الذی یحمل صاحبه علی فعل
کہ فلانی لذیذ کہانی میں زہر ملا ہی اوسمیں ہاتھ نہیں ڈالتا اس بیان کی موافق بیشک حقیقی ایمان وہ ہی جس سی آدمی منفعت اخروی کو اختیار کری

ما ینفعه فی الاخرة وترک ما یضره فیها فاذا لم یفعل ما ینفعه فی الاخرة ولم یترک ما یضره فیها لا یکون ایمانه حقیقیا
اور مضرات اخروی کو چھوڑی پھر اگر آدمی نی تو منفعت اخروی پر عمل کری اور نہ مضرات اخروی کو چھوڑی تو اسکا ایمان حقیقی نہیں ہی

بل لسانیا لا قلبیا فان المؤمن بالنار حقیقة الایمان حتی کانه یراها لا یسلک طریقها الموصلة الیها فضلا
بلکہ زبانی ہی دلی نہیں کیونکہ جو شخص دوزخ پر ایسا حقیقی ایمان لایا گویا اوسکو دیکھ رہا ہی تو ایسا راه نہیں چلیگا جو اودہر لیجاوی اور سعی کرکر

عن ان یسعی فی دخولها والمؤمن بالجنة حقیقة الایمان حتی کانه یراها لا یمهل عن طلبها بل یسعی فی دخولها
داخل ہوئیکا تو کہاں مرتبہ اور جو جنت پر ایسا حقیقی ایمان لایا ہی گویا کہ اوسکی آنکہ کی سامنی ہی اوسکی طلب میں سستی نہیں کریگا بلکہ سعی کرکر داخل ہوگا

وهذا امر یجده الانسان فی نفسه عند سعیه فی امور الدنیا من دفع ما یضره وجلب ما ینفعه فعلی هذا کل من اعتاد
اور یہ تو ایسی بات ہی کہ آدمی جب دنیاوی کاموں میں لگتا ہی تو اپنی دلمیں سوچ لی کہ نقصان سی حتی المقدور بچتا ہی اور منفعت کو حاصل کرتا ہی اس بیان کی موافق

ان یعمل عمل قوم لوط لا یکون ایمانه حقیقیا بل لسانیا لان جرمه لا یشبه سائر الجرائم ولهذا اختلف العلماء
جسکی عادت عمل قوم لوط کی پڑ جاوی تو اوسکا ایمان حقیقی نہیں ہی بلکہ زبانی ہی کیونکہ اسکی خطا اور خطاؤنسی نہیں ملتی اسی لئی اسکی حد میں علماء کو اختلاف ہی

فی حده فذهب قوم الی ان الفاعل یحد حد الزنا فانه ان کان محصنا یرجم وان لم یکن محصنا یجلد مائة جلدة
ایک گروه کا یہ مذہب ہی کہ فاعل پر حد زنا کی جاری ہو پھر اگر فاعل محصن ہی تو سنگسار کریں اور اگر محصن نہیں تو سو دره ماریں

وهو قول الشافعی وابی یوسف ومحمد بن الحسن والحسن البصری وعطاء والنخعی وقتادة والاوزاعی وذهب قوم
اور یہی ہی قول شافعی اور ابو یوسف اور محمد بن الحسن اور حسن بصری اور عطاء اور نخعی اور قتاده اور اوزاعی کا ہی اور ایک قوم کا یہ مذہب ہی

الی انه یرجم محصنا کان او غیر محصن وکذا المفعول به وهو قول مالک واحمد واستدلوا علی ذلک بان الله تعالی
کہ سنگسار کریں محصن ہو یا غیر محصن اور ایسی ہی مفعول بہ کو اور قول مالک اور احمد کا یہ ہی اور انکا استدلال یہ ہی کہ الله تعالی

اهلك قوم لوط بالرجم كما قال في محكم تنزيله وامطرنا عليهم حجارة من سجيل وجه الاستدلال ان شريعة
نے قوم لوط کو پتھر برسا کر ہلاک کیا جیسا کہ اپنی کتاب میں فرمایا ہے اور برسائے ہم نے اوپر ان کے پتھر کنکر کی وجہ استدلال کی یہ ہے کہ پہلی شریعتیں

من قبلنا شريعة لنا اذا قصه بلا انكار ولم يظهر نسخها وقد حكيت بلا انكار ولم يظهر نسخها بل روى انه عليه السلام
ہمیشہ ہماری شریعت ہیں اگر اونکا بیان بلا انکار آوے اور اسکا نسخ ظاہر نہو اور اسکی حکایت بلا انکار ہے اور اسکا نسخ بھی ظاہر نہیں ہوا بلکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے

قال من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به واتفق عليه الصحابة وان اختلفوا في كيفيته فان
فرمایا جسکو دیکھو کہ عمل قوم لوط کا کرتا ہے فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کرو اور صحابہ تمام اسپر متفق ہیں اگرچہ طریقہ قتل میں مختلف ہیں کیونکہ

اربعة من الخلفاء احرقوهم وهم ابوبكر وعلى وعبد الله بن زبير وهشام بن عبد الملك ويروى عن ابى بكر انه قال هدم
چار خلفاء نے اونکو جلوا دیا ہے یعنی ابوبکر اور علی اور عبد اللہ بن زبیر اور ہشام بن عبد الملک نے اور ابوبکر سے یہہ روایت ہے کہ کہتا تھا اونکے اوپر

عليه البيت وقال ابن عباس ينظر اعلى بناء فيرمى منه منكوسا ثم يتبع بالحجارة لان قوم لوط اهلكوا كذلك حيث
گھر کو گرا دیں اور ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک بلند مکان تجویز کریں اوسپر سے سر کے بل گرا دیں پھر پیچھے سے پتھر ماریں کیونکہ قوم لوط اسی طرح ہلاک کیا گیا ہے کیونکہ

حملت قريتهم ونكست بهم ولا شك في اتباع الهدم بهم حال نزولهم وذكر صدر الشريعة في درر الاحكام ان الصحابة
اونکی گانوکو اوٹھا کر اوندھا ڈالدیا تھا اور بیشک جب وہ گری ترت اونکے اوپر مکان گرے اور صدر الشریعہ نے درر الاحکام میں ذکر کیا کہ صحابہ

اختلفوا في وجهه من الاحراق بالنار وهدم الجدار والتنكيس من محل مرتفع واتباع الاحجار وعند ابى حنيفة يعزر
اسکی سزا میں یعنی آگ میں جلانے اور دیوار گرانے اور اونچے مکان سے اوندھا گرا کر پتھر مارنے میں اختلاف کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو ایسی کی

بامثال هذه الامور وهذا هو المناسب في هذا المحل لغلظ الجناية ووجود الموافقة للصحابة فان التعزير بهذا الوجه و
تعزیر دیں اور اس محل میں یہہ مناسب ہے کیونکہ گناہ بہت سخت ہے اور صحابہ کی رائے سے اتفاق ہے بیشک اسطرح کی تعزیر

ان كان فوق الحد لكن يجوز على طريق السياسة حتى لا يبقى للوطى رخصة في الميل الى اللواطة فان عدم لزوم الحد
اگرچہ حد سے زیادہ ہے لیکن سیاست کی واسطے جائز ہے تاکہ لوطی کی واسطے لواطت کی طرف میلان کا باقی نرہے اور حد کا لازم نہونا

فيها عند ابى حنيفة ليس لخفة امرها فان حرمتها عنده وعند جميع العلماء اعظم من حرمة الزنا بل لكون خبثها
اس گناہ میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسلئے نہیں ہے کہ یہہ گناہ ہلکا ہے کیونکہ اسکی حرمت تو اونکی اور تمام علماء کی نزدیک زنا کی حرمت سے بڑھکر ہے بلکہ اسکی خباثت

مركوزا في الطباع لان المحل مستقذر لا يميل اليه من له طبع سليم ولا تستدعي زاجرا للامتناع عنها بل اكتفى فيها
سب لوگوں میں گرمی ہے کیونکہ یہہ جگہہ نجس ناپاک ہے جسکی طبیعت سلیم ہے اودہر کبھی خیال نہیں کرتا اور اسکو کسی زاجر مانع کی حاجت ہے بلکہ اسمیں نفرت طبیعی

بالمانع الطبعي كما اكتفي به في اكل الرجيع وشرب البول لكن لما كان في النفوس الخبيثة المتعادية لحدود الله تعالى اقوى الداعي
روکنے کو کافی ہے جیسے کہ نفرت طبیعی گوہ کھانے اور موت پینے میں کافی ہے لیکن چونکہ خبیث نفسوں کو جو حدود الہی سے تجاوز کرتے ہیں اور ہر بڑا اسکا شوق ہے تو خوب سختی سے

اليها وجب الزجر عنها بابلغ وجه فانها في هذا الزمان قد شاعت في هذه الامة المحمدية وانتشرت بين عربها وعجمها وعالمها و
روکنا واجب ہوا کیونکہ لواطت اس زمانہ میں درمیان امت محمدی کی بہت پھیل گئی ہے اور درمیان عرب اور عجم کی اور عالم اور

جاهلها وخواصها وعوامها وبلغت مبلغا كانوا يفتخرون بها ويلومون من لا امرد له ويطعنون فيه ويقولون انه
جاہل اور خاص و عام میں منتشر ہو کر یہہ نوبت ہوگئی ہے کہ اسمیں فخر کرتے ہیں اور جسکی پاس امرد نہووی اوسکو ملامت اور طعن کرتے ہیں کہتے ہیں یہہ

ليس بادمي ولا مذاق له ويفتخرون بقيام الامردين بين ايديهم ويلبسونه احسن الثياب من المحرمات ليرى على احسن
کیا آدمی ہے اسکو کچھ مذاق نہیں ہے اور ناز کرتے ہیں کہ اونکی سامنے امرد موجود ہے اور اوسکو اچھے اچھے حرام کپڑے پہناتے ہیں تاکہ اچھی صورت نظر آوے

الهيئة وقد روى انه عليه السلام قال من سره ان يتمثل له الرجال قياما فليتبوأ مقعده من النار فان هذا الوعيد
اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسکو پسند آوے کہ مرد اوسکی آگے تصویر کی طرح کھڑے رہیں تو وہ اپنی بیٹھک دوزخ میں بناوے بیشک یہہ وعید

في قيام الرجال فكيف في قيام المرد الذين لا يجوز النظر اليهم ولما ذكر في النوازل ان الغلام اذا كان صبيحا لا يجوز

مردوں کے قیام سے ہی پہلو ہو کی قیام سے جنکی طرف دیکھنا ہی جایز نہیں دیکھیں کیا ہوتا ہی چنانچہ نوازل میں مذکور ہے کہ اگر لڑکا خوبصورت ہو تو اوسکی طرف دیکھنا جایز نہیں ہے

النظر اليه لما روي انه عليه السلام قال واياكم ومجالسة اولاد الاغنياء فان لهم صورة العروبة وفتنتهم اشد من

کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بچو اولاد اغنیا کی ہمنشینی سے کیونکہ اونکی صورت عورتوں کی سی ہوتی ہے اور اونکا فتنہ عورتوں کے

فتنة النساء وذكر في ملتقط الناصري ان الغلام اذا بلغ مبلغ الرجال ولم يكن صبيحا فحكمه حكم الرجال وان كان

فتنہ سے بدتر ہے اور ملتقط ناصری میں مذکور ہے کہ لڑکا جب مردوں کی حد کو پہنچے اور خوبصورت نہووے تو اوسکا حکم مردوں کا سا ہے اور اگر

صبيحا فحكمه حكم النساء وهو عورة من قرنه الى قدمه لا يحل النظر اليه عن شهوة واما السلام والنظر لا عن شهوة

خوبصورت ہووے تو اوسکا حکم عورتوں کا سا ہے اور وہ عورت ہی سر سے پانوں تک بنظر شہوت اوسکو دیکھنا حلال نہیں اور سلام کرنے اور بے شہوت دیکھنے میں

فلا باس به ولهذا لم يؤمر بالنقاب وقد جاء في الاخبار ان عبد الله بن عمر كان جالسا في باب داره مع بعض اصحابه

کچھ مضائقہ نہیں اور اسی لئے اوسکو نقاب ڈالنے کا حکم نہیں ہے اور اخبار میں آیا ہے کہ عبد اللہ بن عمر اپنے گھر کے دروازہ میں اپنے یاروں کے ساتھ بیٹھے تھے سو اونہوں نے

فرأى غلاما صبيحا قد اقبل من السكة فقام ودخل داره فلما قالوا ذهب خرج من الدار فقيل له هذا من عندك

ایک لڑکا خوبصورت دیکھا کہ کوچہ میں سے سامنے آگیا تو کھڑے ہو کر گھر میں گھس گئے جب یاروں نے کہا وہ چلا گیا تب گھر میں سے نکل آئے کسی نے پوچھا یہ اپنی طرف سے احتیاط ہے

يا ابا عبد الرحمن ام سمعت شيئا من رسول الله عليه الصلوة والسلام فقال سمعت رسول الله عليه السلام يقول النظر

یا ابو عبد الرحمن یا کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جواب دیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ لڑکوں کی طرف

اليهم حرام والكلام معهم حرام ومجالستهم حرام وقال القاضي سمعت الامام يقول ان مع كل امراة شيطانين ومع

دیکھنا حرام ہے اور بولنا حرام ہے اور ہمنشینی حرام ہے اور قاضی کہتا ہے میں نے امام سے سنا ہے کہتے تھے بیشک ہر عورت کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں اور ہر

كل صبيح ثمانية عشر شيطانا وكان محمد بن الحسن صبيحا وكان ابو حنيفة يجلسه خلفه او خلف سارية المسجد

خوبصورت لڑکے کے ساتھ اٹھارہ شیطان ہوتے ہیں اور محمد بن الحسن خوبصورت تھے امام ابو حنیفہ باوجود کمال تقوی کے اونکو اپنی پشت پیچھے بٹھایا کرتے تھے یا مسجد کے ستون پیچھے

حتى لا يقع عليه بصره مخافة خيانة العين مع كمال تقواه وقال سفيان يكون في هذه الامة ثلثة اصناف من

تاکہ اوسپر نگاہ نہ پڑے مبادا آنکھ سے خیانت ہو جاوے اور سفیان کا قول ہے کہ اس امت میں تین قسم کے لوطی ہونگے

اللوطيين صنف ينظرون وصنف يصافحون وصنف يعملون والشر في الصبيان اكثر من النساء لان من مال قلبه الى

ایک قسم جھانکنے والی نظرباز اور ایک قسم دست بوسی کرنیوالی اور ایک قسم عمل کرنیوالی اور لڑکوں میں بہ نسبت عورتوں کے بڑا فتنہ ہے اسلئے کہ اگر کسی کا دل عورت سے

امراة يمكن استباحتها بالنكاح والنظر الى وجه الصبي يورث الحب فلا يمكن استباحة اللواطة بوجه من الوجوه

مبتلا ہو تو اوسکا مباح کرنا بوسیلہ نکاح کے ممکن ہے اور لڑکوں کو دیکھنا جو عشق پیدا کرتا ہے تو لواطت کا مباح ہونا ہرگز کسی صورت میں ممکن نہیں ہے

فاذا غلب عليه محبته يرتكب الفعل القبيح ويكون من الهالكين المستهزئين بايات الله تعالى ودينه اذ قد يشتد بينهما

پھر جب اوسکا عشق غالب ہوویگا تو فعل بد کریگا اور ہلاک ہو کر آیات اور دین الہی سے ٹھٹھا کرنیوالوں میں پڑیگا کیونکہ بعضے دفعہ دونوں میں

الاتصال ويحصل فيهما من الاقتران والمخالطة مثل ما يحصل بين الزوجين حتى ان فجار الفسقة يسمونهما زوجين

نہایت محبت ہو جاتی ہے اور ہر دم کی ملاقات اور رلنا ملنا ایسا ہوتا ہے جیسے میاں بی بی میں یہاں تک کہ فاسق بدکار اونکو خصم جورو نام رکھتے ہیں

ويقولون تزوج فلان بفلان والحاضرون يسمعون قولهم ويرون حالهم ولا يمنعونهم بل يضحكون ويعجبهم مثل ذلك

اور کہتے ہیں فلانے نے فلانی کو جورو بنایا ہے اور پاس بیٹھنے والے اونکی یہ باتیں سنا کرتے ہیں اور اونکا حال دیکھا کرتے ہیں اور منع نہیں کرتے بلکہ ہنسا کرتے ہیں اور ایسی چیز اونکو بہت

المزاح ولا يبالون بخروج الايمان والاسلام عنهم وقد قال قاضيخان في فتاواه يكره بيع الغلام الامرد من رجل فاسق

پسند آتی ہے اور ایمان اور اسلام جاتے رہنے کا کچھ خیال نہیں کرتے اور قاضیخان نے اپنی فتاوی میں کہا ہے امرد غلام کا مرد فاسق کے ہاتھ بیچنا مکروہ ہے

يعلم انه يبغض الله تعالى به لانه مخالفة لكل المعصية واتفق العلماء من السلف والخلف على كون اللواطة حراما
حکم [illegible] گناہ [illegible] اور سلف و خلف کے علما نے اتفاق کیا ہے کہ لواطت حرام ہی

لانه تعالى خلق الخلق ذكرا وانثى وخلق لكل منهما اعضاء متميزة وجعل لكل واحد من تلك الاعضاء الى ما خلق
کیونکہ سبحانہ تعالی نے خلق کو نر و مادہ پیدا کیا ہی اور ہر ایک کو اعضاء الگ الگ دیئے ہیں [illegible]

له وجعل الانثى محل الحرث كما اخبر به في كتابه وقال نساؤكم حرث لكم فاتوا حرثكم انى شئتم فهل يليق العاقل
اور عورت کو محل کھیتی بنایا جیسا اپنی کتاب میں خبر دی [illegible] عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تمہاری سو جاؤ اپنی کھیتی میں جسطرح چاہو پھر عاقل کو لائق

ان يصرف عضوا من اعضائه الى غير ما خلق له وهل يكون له الحرث فيما ليس محل الحرث فان قيل سلمنا ان الغلام
[illegible] اور کیا کھیتی کسی کو ملتی ہی ایسی جگہ جو محل کھیتی کا نہیں پھر اگر کوئی کہے ہم نے مانا کہ لڑکا

ليس محل الحرث لكنه محل لقضاء الشهوة واستيفاء اللذة فاذا كان مملوكا له لا يجوز لصاحبه ان يتصرف فيه
کھیتی کی جگہ نہیں ہی لیکن محل قضاء شہوت کا اور استیفاء لذت کا تو ہی پھر اگر وہ مملوک ہووی [illegible] کیوں جائز نہیں کہ اوسمیں تصرف کرے

كما يتصرف في سائر ما يملكه من المأكولات والملبوسات فالجواب ان الانسان وان كان له ان يتصرف في ماله لكنه
جیسے [illegible] کھانے اور پہننے کی چیزوں میں تصرف کرتا ہی جواب یہ ہی کہ بیشک آدمی کو اگرچہ اپنے مال میں ہر طرح کا تصرف حاصل ہی پر اوسکو

محجور عن التصرف التام فيه لان ما في يده من المال ليس له في الحقيقة بل هو في يده عارية اذن له في الشرع ان يتصرف
تمام تصرف سی ممانعت ہی اسلئے کہ جو مال اسکی قبضہ میں ہی حقیقت میں اسکا نہیں ہی بلکہ اسکی قبضہ میں مستعار ہی شرع نے ایسا اجازت دی ہی کہ اوس میں

فيه بوجه ومنع عن التصرف فيه بوجه آخر ولم ياذن له الشرع ان يتصرف في هذا المحل المكروه لغاية خباثته ونهاية
ایک طرح کا تصرف کرے اور ممانعت ہی کہ ایک وجہ سی تصرف نکرے اور شرع نے اجازت نہیں دی کہ اس محل مکروہ میں تصرف کرے کیونکہ غایت درجہ کی خباثت اور نہایت درجہ کی

قذارته الا ترى ان وطي الزوجة في القبل مع كونه محلا لا قد وقع المنع عنه حال الحيض لاجل الاذى بقوله تعالى
نجاست ہی کیا معلوم نہیں کہ جماع بی بی کا قبل میں باوجودیکہ حلال ہی لیکن اوس میں بھی ممانعت ہی حیض میں گندگی کی سبب سے واسطے ارشاد الہی کہ

ويسئلونك عن المحيض قل هو اذى فاعتزلوا النساء في المحيض وهي ايام يسيرة من الشهر فكيف لا يمنع عن موضع
اور پوچھتے ہیں تجھسے حکم حیض کا تو کہہ وہ گندگی ہی سو تم پرے رہو عورتوں سے حیض کی وقت. اور وہ تمام مہینی میں چند روز ہوتا ہی پھر کیونکر نہ ممانعت ہووی ایسی جگہ

لا يفارقه النجاسة التي اشد من دم الحيض اصلا فعلم من هذا ان مجرد الملك لا يقتضي التصرف فيما لم ياذن فيه
جہاں ایسی نجاست ہمیشہ ضرور رہتی جو کہ حیض کی خون سے زیادہ تر نجس ہی اس سی معلوم ہوا کہ صرف ملکیت سی یہ نہیں ہو سکتا کہ بدون اذن شرع کی سب تصرف کیا کرے

الشرع الا ترى ان الامة المجوسية او الوثنية مع كونها محل الحرث لا يجوز لصاحبها ان يتصرف فيها بالتقبيل والتمهيد
دیکھتا نہیں کہ لونڈی مجوسیہ آتش پرست یا وثنیہ بت پرست باوجودیکہ محل کھیتی کا ہی لیکن اوسکی مالک کو جائز نہیں کہ اوس میں کچھ تصرف کرے بوسہ لینا یا تمہید وغیرہ

وغيرها من دواعي فضلا عن الجماع وكذا البهيمة مع كونها محلا لقضاء الشهوة لا يحل لمالكها قضاء الشهوة فيها
جو جماع کی لوازم ہیں جماع کی تو کہاں نوبت ہی اور ایسی ہی چارپایہ باوجودیکہ اوس سی قضاء شہوت ہو سکتی ہی پر مالک کو چارپایہ سی قضاء شہوت جائز نہیں ہی جب یہ بات مستحکم ہوئی

اذا تقرر هذا فالواجب على كل مسلم ان يحترز عن هذا الفعل القبيح لما روي انه عليه السلام قال من عمل قوم لوط
تو ہر مسلم پر واجب ہی کہ ایسی فعل بد سی کنارہ کرے کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسنی قوم لوط کا سا عمل کیا

يعذب في النار منكوسا وروي ايضا انه عليه السلام قال اذا علا الذكر الذكر اهتز العرش وتقول السموات ربنا
دوزخ میں اوندھا لٹکایا جاویگا اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب مرد پر مرد چڑھتا ہی تو عرش کانپ اٹھتا ہی اور افلاک کہتی ہیں کہ ای رب ہمکو

يا رب باهلاكه وتقول الارض يا رب مرنا ان نبتلعه فيقول الله تعالى دعوه فان طريقه علي ووقوفه بين يدي
حکم دی کہ اوسکو ہلاک کریں اور زمین کہتی ہی ای رب ہمکو حکم ہو تو اسکو نگلجاوین اور اللہ تعالی فرماتا ہی تم جانے دو اسکا رستہ میری طرف ہی آخر میری سامنے کھڑا ہونا ہی

وروى انصاري رضي الله عنه قال لو اغتسل اللوطي بالبحار السبع لجيئ يوم القيامة لا جنبا وذكر في الخالصة
اور یہ بھی روایت ہے کہ ... فرمایا لوطی اگر ساتوں دریاؤں میں نہاوے ... قیامت کو جنبی ہوگا
الصحيح عن سفيان ان اللواطة لا تكون في الجنة لان الله تعالى استخبثها واستقبحها وقال ما سبقكم بها
صحیح میں سفیان سے نقل ہے کہ لواطت جنت میں نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالی نے اسکو خبیث ... اور فرمایا تم سے پہلے نہیں کی
من احد من العالمين وسماها خبيثة حيث قال ونجيناه من القرية التي كانت تعمل الخبائث والجنة منزهة
یہ کسی نے جہان میں اور اسکا نام خبیثہ رکھا جہاں کہ بیان کیا ہے ... اور جنت میں
عن الخبائث قيل قد يعلم من هذا ان الجنة لكونها طيبة لطيفة في غاية اللطافة اذا كانت لا تقبل اللواطة
خباثت کا کیا کام ... جب جنت ... لواطت نہیں ہو سکتی
لكونها فعلا خبيثا يلزم ان لا يقبل من يفعلها في الدنيا لكونه خبيثا خسيسا في غاية الخباثة والخساسة لان
... جو دنیا میں لواطت کرتا ہے ... خبیث ... ہے
المتصف بالخبث خبيث الا ان يتداركه الله بالتوبة النصوح الماحية لجميع الذنوب **المجلس الثامن**
جو خباثت کا کام کرے وہ بھی خبیث ہوتا ہے مگر اس صورت میں کہ اللہ تعالی توبہ خالص سے اسکا بدلہ کردے جس سے تمام گناہ دور ہو جاتے ہیں اٹھترویں مجلس
والسبعون في بيان حرمة شرب الخمر وبيان عقوبتها وتمام المنكرات قال رسول الله صلى الله
میں بیان شراب کی حرمت اور اوسکی عقوبت کا اور تمام منکرات کا رسول اللہ صلی اللہ
عليه وسلم من شرب الخمر في الدنيا فمات وهو يدمنها ولم يتب منها لم يشربها في الآخرة هذا الحديث
علیہ وسلم نے فرمایا جسنے دنیا میں شراب پی پھر مرگیا اور ہمیشہ پیتا رہا اور توبہ نکی تو قیامت میں اوسکو نہ پی سکیگا یہ حدیث
من صحاح المصابيح رواه ابن عمر ومعناه ان من داوم على شرب الخمر فمات ولم يتب منها لا يدخل الجنة
مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ابن عمر کی روایت سے اسکے یہ معنی ہیں جو ہمیشہ شراب پیتا رہا پھر مرگیا اور توبہ نہیں کی تو جنت میں نہیں جاویگا
ولا يشرب من خمرها لان نوعا من شرابها الخمر لقوله تعالى وانهار من خمر لذة للشاربين يعني ان في
اور نہ وہاں کی شراب نصیب ہوگی اسلیے کہ ایک قسم وہاں کی شراب خمر ہی بدلیل اس آیت کی اور نہریں ہیں شراب کی جسمیں مزہ ہی پینے والوں کا مراد یہ ہے کہ
الجنة انهارا من خمر لذيذة ليس فيها كراهة الطعم والريح ولا غائلة السكر والخمار وانما هي تلذذ محض
جنت میں مزہ دار شرابوں کی نہریں ہیں جسکا مزہ اور بو مکروہ ہی اور نہ رنج نشہ اور خمار کا وہ نرا مزہ ہی مزہ ہی
يتلذذ بها الشاربون فمن يدخل الجنة لا بد ان يشرب منها ولا يكون محروما عنها فيكون عدم شربه
پینے والی مزہ اور لطف لینگی پھر جو جنت میں جاویگا وہ بالضرور پیویگا اوس سے محروم ہرگز نہوگا اب نہ ملنا شراب کا
منها كناية عن عدم دخوله فيها بسبب شرب الخمر في الدنيا لان خمر الدنيا حرام نجس نجاسة غليظة لا يحل
اشارہ ہی کہ دنیا کی شراب پینے سے جنت میں نہ جاویگا کیونکہ دنیا کی شراب حرام ناپاک مغلظ ہی اوسکا پینا حلال نہیں
شربها ومن شرب منها طائعا ولو قطرة يقام عليه الحد وهو ثمانون جلدة للحر ونصفها للعبد فان لم يضرب
ہی اور جو شخص بطیب خاطر اگرچہ ایک قطرہ پیوی اوسپر حد جاری کیجاویگی یعنی اسی دُرّے آزاد کی اور چالیس دُرّے غلام کی اگر دنیا میں نلگیگی
في الدنيا يضرب في الآخرة بسياط من النار على رؤس الاشهاد ويكفر مستحلها ويحرم بيعها وشراؤها واكل
تو آخرت میں آگ کی دُرّے سب کی سامنے لگیں گی اور جو شخص حلال سمجھے وہ کافر ہی اور اوسکا بیچنا اور خریدنا اور اوسکی قیمت
ثمنها ويمنع اهل الذمة من اظهار شربها وبيعها وقد ذكر في كتب الفقه ان اجارة بيت بالامصار وبقرانا
کھانا سب حرام ہی اور ذمی لوگ برملا پینی اور بیچنی نہ پاویں اور فقہ کی کتابوں میں مذکور ہی کہ کہ دکان کرایہ دینا شہروں میں اور ہماری قریوں میں شراب

ممن يبيع فيه الخمر مسلما كان أو كافرا لا يجوز لانه اعانة على المعصية وقد قال الله تعالى تعاونوا على البر
فروش کو مسلم ہو یا کافر جائز نہیں ہے اس واسطے کہ معصیت کی امداد ہے اور اللہ تعالی کا یہ حکم ہے اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور

والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان وما نقل عن ابي حنيفة انه يجوز ذلك في السواد فمراده بالسواد على
پرہیزگاری کا پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم و زیادتی پر اور وہ روایت جو ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ سواد میں بیچنا یا کرایہ دینا جائز ہے سواد کی مراد سواد ہی

ما صرح به العلماء سواد الكوفة لان غالب اهلها كان اهل الذمة واما سوادها في زماننا فاعلام الاسلام فيها
موافق تصریح علماء کی گروہ کوفہ کا ہے اس لئے کہ اکثر باشندے وہاں کے ذمی تھے اور ہمارے گرد ہمارے شہروں کا سو اسلام کے نشانات وہاں

ظاهرة فلا يمكنون فيها كما لا يمكنون في الامصار وهو الصحيح وقد ذكر في نصاب الاحتساب ان المحتسب لو احرق
غالب ہیں یہاں ان کو بھی اتنی قدرت نہیں جیسی شہروں میں قدرت نہیں اور یہی صحیح ہے اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہے کہ محتسب اگر ایسا مکان جو

الخمار المشهور لا يضمن اذا علم انه لا ينزجر بدونه لتعينه طريقا للحسبة ثم ان اصحابنا لم يروا عنهم في
شراب خانہ مشہور ہو پھونک دے تو ضمان نہیں ہے اگر سمجھے کہ بدون اس کے نہ باز آویگا کیونکہ یہی طریقہ احتساب کا ہے ان ہمارے علماء سے درباب جلا دینے کے قول خانہ کی

احراق البيت شيء وانما ورد عنهم هدم البيت وكسر الدنان لكن ذكر في الفصل الثامن من كتاب الصلوة من
کوئی روایت نہیں ہے ان سے یہی مروی ہے کہ گھر کو گرا دے اور مٹکے توڑ دے لیکن محیط کی آٹھویں فصل میں کتاب الصلوۃ سے مذکور ہے

المحيط انه عليه السلام قال لقد هممت ان آمر رجلا يصلي بالناس وانظر الى قوم يتخلفون عن الجماعة فاحرق
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نے ارادہ کیا تھا کہ ایک شخص واسطے امامت جماعت کے مقرر کر دوں اور میں ان لوگوں کو دیکھوں جو جماعت سے پیچھے رہ جاتے ہیں پھر ان کے گھر

بيوتهم وهذا الخبر يدل على جواز احراق بيت من يتخلف عن الجماعة لان الهم على المعصية لا يجوز من الرسول لانه
پھونک دوں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تارک جماعت کا گھر پھونک دینا جائز ہے اس واسطے کہ عزم معصیت کا رسول سے نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ بھی

معصية فاذا علم جواز احراق البيت على ترك السنة المؤكدة فما ظنك في احراق البيت على ترك الواجب و
معصیت ہے پھر جب گھر کا پھونک دینا سنت مؤکدہ کی ترک سے جائز ہو تو اب گھر جلانا ترک واجب اور فرض پر بہتر خیال کیجئے

الفرض وقد ذكر في الباب الثالث من شرح ادب القاضي للخصاف ان عمر خطب الناس يوما فقال بلغني ان في بيت
اور خصاف کی شرح ادب القاضی کی تیسرے باب میں مذکور ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز لوگوں کو خطبہ سنایا کہا میں نے سنا ہے کہ

فلان وفلان مسكرا فاتي بيوتهما فان كان حقا احرق بيوتهما وهما رجلان رجل من قريش ورجل
فلانی اور فلانی کے گھر میں شراب ہے میں دونوں کی تلاشی لونگا اگر سچ نکلا تو دونوں کے گھر پھونک دونگا اور وہ شخص ایک قریش میں سے تھا اور ایک

ثقيف فسمع القريشي بذلك في نفره فاخرج ما في بيته من المسكر واراقه ولم يفعل الثقفي وكان اسمه رشد فاتى
ثقیف میں سے سو قریشی نے یہ بات سن پائی اور جو اس کے گھر میں تھا سب پھینک دیا اور ثقفی نے کچھ پروا نکی اور اسکا نام رشد تھا پھر

عمر بيت القريشي فلم يجد فيه شيئا من المسكر واتى بيت الثقفي فوجد فيه خمرا فاحرق بيته وقال يا انت
عمر قریشی کی گھر گئے تلاشی لی تو کچھ نہ پایا پھر ثقفی کے گھر گئے تو وہاں شراب موجود تھی سو اس کا گھر پھونک دیا اور فرمایا تو مرشد

بمرشد وعنهم [illegible] ان المحتسب اذا بلغه خبر من المنكرات ينبغي له ان يعلم ويهدد عليه [illegible]
نہیں ہے [illegible] منکرات کی بستی تو اسکو چاہئے کہ مشہور کرے اور دھمکی دے کیونکہ عمر نے

[illegible] احرقه [illegible] اشتهر [illegible]
[illegible] تو خطبہ اور [illegible] میں ظاہر کیا اور پھر پھونک اپنی سے دکھایا اور قریشی نے نصیحت مانی اسکا کہا

[illegible] ولا يليق [illegible] ان نخل شيء [illegible]
اور [illegible] دھمکی دی تھی پھر [illegible] خرافات سے کہ دھمکی تو دیوی اور اوپر عمل نہ کیا اور یہ بات ہے کہ اہل شام

اهل الشام شربوا الخمر وقالوا هی لنا حلال لانه تعالی قال ليس على الذين امنوا وعملوا الصلحت جناح فيما طعموا

یعنی شام کے چند آدمیوں نے شراب پی اور کہنے لگے یہہ حلال ہی اسلئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے اونپر نہیں گناہ جو کچھہ پہلے کہا چکے

فكتب فيهم الى عمر ابن الخطاب وكتب عمر ان ابعثوا بهم الى فلما قدموا جمع لهم عمر اصحاب رسول الله عليه السلام

سو یہہ بات عمر کے پاس لکہی آئی عمر نے جواب لکہا کہ اونکو یہاں بھیجدو جب وہ آئی تو عمر نے اونکی لئے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کر کر

وشاورهم فيهم فقالوا يا امير المؤمنين انهم افتروا على الله تعالى وشرعوا فى دينه ما لم ياذن به فاضرب اعناقهم

مشورہ کیا سب نے کہا یا امیر المؤمنین ان لوگوں نے اللہ پر افترا کیا اور اوسکی دین میں زیادہ نکالا جسکی اجازت نہیں ہی سو انکو قتل کر

وعلى فى القوم ساكت فقال له عمر ما ترى فيهم يا على فقال ارى ان تستتيبهم فان تابوا فاضرب كل واحد منهم

اور علی رض سب میں چپ تھی عمر رض نے اونسی پوچھا یا علی انکی باب میں آپکی کیا رائی ہی کہا میری نزدیک انسی توبہ کراؤ اگر توبہ کریں تو ہر ایک کو

ثمانين جلدة وان لم يتوبوا فاضرب اعناقهم فاستتابهم فتابوا وضرب كل واحد منهم ثمانين جلدة والجواب

اسی اسی درے مارو اور اگر توبہ نکریں تو انکو قتل کرو سو اونسی توبہ کرائی تو انہوں نے توبہ کی اور ہر ایک کو اسی اسی درے مارا اور جواب

عن الاية التى استدلوا بها على اباحة الخمر ما روى عن ابن عباس انه قال لما نزل تحريم الخمر قالوا يا رسول الله كيف

اوس آیت کا جس سی اونہوں نے اباحت خمر پر حجت کی تھی یہہ ہی جو روایت ہی ابن عباس سی کہ جب شراب کی حرمت قرآن میں آئی تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ

باخواننا الذين ماتوا وهم يشربون الخمر فنزل قوله تعالى ليس على الذين امنوا وعملوا الصلحت جناح فيما طعموا

ہماری بہائیوں کا کیا حال ہوگا جو مر گئی اور شراب پیتی تھی تب یہہ آیت اوتری جو لوگ ایمان لائی اور کام نیک کئی اونپر نہیں گناہ جو کچھہ پہلی کہا چکی

يعنى ان الذين شربوا الخمر قبل تحريمها لا اثم عليهم انما الاثم على الذين يشربونها بعد تحريمها فان قيل تحريم

مراد یہہ ہی کہ جنہوں نے حرام ہونی سی پہلی شراب پی وہ گنہگار نہیں ہیں گنہگار وہ ہی ہیں جو بعد حرمت کی پیتی ہیں اگر کوئی کہی کہ حرمت

شرب ما يزيل العقل الذى هو ملاك معرفة الله تعالى وشكر نعمه حسن لا شبهة فيه فلم كان حلالا للامم

ایسی چیز کی پینی کی جو عقل کو کہو دیوی کہ وہ معرفت الٰہی اور نعمتوں کی شکر کی جڑ ہی بہت خوب ہی اسمیں کچہ شبہ نہیں ہی پر پہلی امتوں کی واسطی کیوں حلال تہی

السالفة مع احتياجهم الى ذلك فالجواب ان العقل لا يزول بشرب القليل منه وانما يزول بالسكر والسكر حرام

اسکی وہ بہی تو حاجتمند تہی سو جواب یہہ ہی کہ تہوڑی پینی میں عقل نہیں جاتی عقل جب ہی جاتی ہی کہ نشہ چڑہی اور نشہ

فى جميع الاديان لكن القليل من الخمر قد حرمت على هذه الامة المشهود لهم بالخيرية تكرامة لهم من الله تعالى

تمام دینوں میں حرام رہا ہی لیکن اس امت کی حق میں جسکی عمدگی کی گواہی گذر چکی ہی تہوڑی شراب بہی حرام ہوگئی ہی یہہ اللہ تعالی کی طرف سی کرامت ہی

لئلا يقعوا فى المحظور الذى هو السكر لان قليلها يدعو الى كثيرها وهذا من خواصها وهو ان يزداد لذة شاربها

اکہ نشہ میں جو کہ ممنوع ہی مبتلا ہوجاویں کیونکہ تہوڑی شراب بہت کا مزہ لگا دیتی ہی یہہ ہی اسکا خاصہ ہی اسیوں نی شرابی کا مزہ شراب بڑہاتی ہی

بالاستكثار منها بخلاف سائر المشروبات فالقليل الداعى للكثير كان موجودا فيها فلم لم تحرم ابتداء وثم حرمت

زیادہ پیتا جاتا ہی بر خلاف اور شربتوں کی اگر کوئی کہی کہ وہ خاصہ کہ تہوڑی بہت کو بلاوی ہمیشہ موجود تہا پہر پہلی ہی ابتداء اسلام میں کیوں نہ حرام ہوئی

بالتدريج قلنا الجواب ان الشهادة بالخيرية لم تكن اذ ذاك [illegible] ما يقع المعرفة من الاسلام فانهم فى

[illegible] تو جواب یہہ ہی کہ عمدگی کی گواہی اوس وقت نہ تہی [illegible] اسلام کی معرفت میں [illegible] کو نہ وہ لوگ

[illegible] بشربها لكونهم مونسين بشربها الظهر الله تعالى بفضله وحسانه ربه بتحريمها [illegible]

[illegible] اللہ تعالی نی [illegible] اپنا احسان [illegible]

[illegible] فى شانه [illegible] نزل [illegible] الدنيا والاعتاب تتخذون

[illegible]

سكر او زوال العقل ... من السكر الخمر فقال كبراء الصحابة لو كان فيها خير لما حرم من ارزاق الحسن

... ان وصف ... لا نعلم ... في الحطة ...

ثم ان عمر ومعاذ ونفرا من الصحابة قالوا يا رسول الله افتنا في الخمر والميسر فانهما مذهبة للعقل ومسلبة

للمال فنزل قوله تعالى يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما

فالله تعالى لم يحرمهما بل نبه بذلك على اجتنابهما ... لان الحكم في الامور للاغلب فامتنع كثير

منهم عنها فقال لا حاجة لنا فيما فيه الاثم الكبير وقال بعضهم نأخذ نفعها ونترك اثمها فلما صنع عبد

الرحمن بن عوف طعاما فدعا جماعة من الصحابة واتاهم بخمر فشربوا وسكروا وحضرت صلوة المغرب فقدموا

احدهم فقرأ قل يايها الكفرون اعبد ما تعبدون الى اخر السورة بحذف لا فنزل قوله تعالى يايها الذين امنوا

ای ایمان والو

لا تقربوا الصلوة وانتم سكرى فهذه الآية اشد من الاولى لانه تعالى حرم فيها السكر في مواقيت الصلوة لان مرجع

النهي ليس هو المقيد مع بقاء القيد مرخصا بحاله بل مرجع النهي انما هو القيد مع بقاء المقيد لازما بحاله

لان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا فكانه تعالى قال يايها الذين امنوا لا تسكروا في اوقات الصلوة فترك

اکثرهم شربها فشربها قليلهم في غير اوقات الصلوة فمنهم من كان يشربها بعد صلوة العشاء فيصبح وقد زال عنه

السكر ومنهم من كان يشربها بعد صلوة الصبح فيصحو عند مجئ وقت الظهر فجعل اكثر اوقاتهم عن الشرب فمنهم قل

نقلهم الى التحريم المطلق ثم ان عتبان بن مالك دعا رجالا من المسلمين وشوى لهم رأس بعير فاكلوا وشربوا الخمر

فلما سكروا تفاخروا وتناشدوا الاشعار وكان فيهم سعد بن ابي وقاص فانشد شعرا فيه هجاء الانصار فاخذ رجل

منهم لحي البعير فضرب به رأس سعد فشجه موضحة فانطلق سعد الى رسول الله عليه السلام فشكى اليه وكان

پھر سعد نے رسول اللہ صلی اللہ کی پاس آکر فریاد کی

[illegible]

... فقال اللهم بين لنا في الخمر بيانا شافيا ... [illegible]

[illegible]

... رجس من عمل الشيطان ... ان يوقع بينكم العداوة ...

[illegible]

في الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلوة فهل انتم منتهون فقال عمر ... [illegible]

[illegible]

على تحريم الخمر قطعا من عشرة اوجه احدها انه تعالى قرنها بالميسر الذي هو القمار وهو حرام بالاتفاق وكذا ما

[illegible]

قرن به والثاني انه تعالى قرنها بالانصاب وهي في الحرمة كالشرك والثالث انه تعالى قرنها بالازلام وهي في الحرمة

[illegible]

كالفسق ... والرابع انه تعالى سماها رجسا وهو اسم للحرام النجس الخبيث والخامس انه تعالى جعلها من عمل الشيطان وهو

[illegible]

حرام تعاطيها شر بحت والسادس انه تعالى امر باجتنابها والامر للوجوب فيلزم الامتثال والسابع انه تعالى وعد

[illegible]

الفلاح على ذلك الاجتناب والفلاح لا يحصل الا باجتناب الحرام والثامن انه تعالى قال انما يريد الشيطان ان يوقع

[illegible]

بينكم العداوة والبغضاء وما يؤدي الى ذلك فهو حرام والتاسع انه تعالى بين ان مراد الشيطان ان يصدكم

دشمنی اور بیر پیدا کر دے ... اور جس سے دشمنی و بیر پیدا ہو وہ حرام ہے نویں یہ کہ اللہ تعالی نے بیان کیا کہ شیطان کی یہ غرض ہے کہ یاد الہی

عن ذكر الله وعن الصلوة وذلك حرام والعاشر انه تعالى امر بالانتهاء عنها والانتهاء لا يجب الا عما هو حرام

اور نماز سے روک دے اور یہ سب حرام ہے دسویں یہ کہ اللہ تعالی نے فرمایا اس سے باز آؤ اور باز آنا اسی سے واجب ہوتا ہے جو حرام ہو

فثبت بهذه الوجوه حرمة الخمر قطعا فتركوا شربها جميعا حتى روي عن انس انه قال كنت مع جماعة من الصحابة

اب ان وجوہات سے حرمت شراب کی قطعی ثابت ہوئی پھر سب نے اس کا پینا ترک کیا یہاں تک کہ انس سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں صحابہ کی جماعت کے ساتھ

في دار ابي طلحة الانصاري وهم يشربون الخمر وانا ساقيهم اذ مر علينا رجل فقال ان الخمر قد حرمت فوالله

ابو طلحہ انصاری کے گھر میں تھا اور وہ شراب کا چل رہا تھا اور میں ان کو پلا رہا تھا ناگاہ وہاں ایک شخص آیا کہا شراب تو بیشک حرام ہو گئی پھر خدا کی قسم

ما توقفوا وما سألوا عنها حتى قالوا اهرق ما في انائك يا انس فاهرقته وما عادوا فيها ابدا حتى لقوا الله تعالى وروي

ذرہ دیر نہ کی اور نہ کچھ پوچھا یہی کہا انس جتنی تیزی برتن میں ہے پھینک دو ... اور کبھی پھر نہ پی یہاں تک کہ مر گئے اور

عن علي انه قال لو وقعت قطرة منها في البير فبنيت مكانها منارة لم اؤذن عليها ولو وقعت قطرة منها

علی سے روایت ہے کہ کہتے تھے کہ اگر شراب کی ایک بوند کنویں میں گر جاوے پھر کنوئیں کی جگہ مینار بنا دیں تو میں اوپر اذان نہ کہوں اور اگر شراب کی ایک بوند

في البحر ثم جف فنبتت فيه الكلاء لم ارعه وروي عن عثمان انه قال اجتنبوا الخمر فانها ام الخبائث

دریا میں گرے پھر وہ خشک ہو کر گھاس جم آوے تو میں نہ چراؤں اور عثمان سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ کنارہ کرو شراب سے بیشک یہ تمام خبائث کی ماں ہے

فوالله لا يجتمع الايمان والخمر في قلب رجل الا يوشك ان يذهب احدهما بالاخر

قسم ہے اللہ کی کہ کسی شخص کے دل میں ایمان اور شراب دونوں جمع نہیں ہوتی مگر قریب ہے کہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو کھو دے

[illegible] شرب الخمر [illegible] على لسانه كلمة الكفر [illegible]

[illegible]

ولا يستحيي [illegible] لسانه [illegible] الشيطان [illegible] الكفر [illegible] الدنيا

[illegible]

فالغرض ان اكثر ما يزيل الايمان من العبد عند الموت [illegible] ذنوبه التي [illegible] في جهنم الناس

[illegible]

ابدا وقد روي ان اهل النار يساقون الى النار فاذا دنوا منها يستقبلهم الملائكة بمقامع من حديد وناد

[illegible]

لا يبقى منهم عضو الا يلزمه عذاب اما حية تنهشه واما عقرب تلسعه او نار تسفعه او ملك

[illegible]

يضربه بمقمع فاذا ضربه الملك ضربة يهوي في النار مقدار اربعين عاما لا يبلغ قعرها ثم يرفعه

[illegible]

اللهب فاذا بلغ اعلاها ضربه الملك ضربة اخرى فيهوي فيها فيعذب فيها ما شاء الله تعالى ان يعذبهم

[illegible]

يدعون خزنة جهنم قالوا لهم ادعوا ربكم يخفف عنا يوما من العذاب فلا يجيبونهم ثم يدعون مالكا فلا

دوزخ کی نگہبانوں کو پکار کر یہ کہینگے ... سو کچھ جواب نہ دینگے ... پھر وہ مالک کو پکارینگے وہ بھی

يجيبهم فيقولون قد دعونا الخزنة ودعونا المالك فلم يجيبونا هلموا فلنجزع فلا يغني عنهم ثم يقولون هلموا

جواب نہ دیگا پھر کہینگے ہم نگہبانوں کو پکار چکے اور مالک کو پکار چکے سو کوئی جواب نہیں دیتا تو ہم بیقراری کریں سو کچھ فائدہ نہوگا پھر کہینگے آؤ

فنصبر فيصبرون ولا يغني عنهم فيقولون سواء علينا اجزعنا ام صبرنا ما لنا من محيص فهذا العذاب و

صبر کریں پھر صبر کرینگے اور کچھ فائدہ نہوگا پھر کہینگے برابری ہماری حق میں ہم بیقراری کریں یا صبر کریں ہمکو خلاصی نہیں پس یہ عذاب

ان كان للكفار لكن المسلم اذا شرب الخمر يجري على لسانه كلمة الكفر ويتعود لسانه ان يتكلم بكلمة الكفر

اگرچہ کفار کی لئے ہی ہے لیکن مسلم بھی اگر شراب پیتا ہی تو اوسکی زبانسی کلمہ کفر کا نکلتا ہی اور اوسکی زبان کو عادت پڑجاتی ہے کلمہ کفر کا بکنیکی

فينزع عنه الايمان فيصير من جملة الكفار فيبقى ابدا في عذاب النار فينبغي للمؤمن ان يمتنع عن شربها و

سو اوسکا ایمان جاتا رہتا ہی اور کفار میں داخل ہوجاتا ہی پھر ہمیشہ کو دوزخ میں پڑا رہیگا اب مؤمن کو چاہیی کہ شراب پینی سی باز رہی اور

ينقطع عمن يشربها ويتفكر في هول يوم القيامة فان من يتفكر في هوله لا يميل قلبه الى شربها والى صحبة من

شرابی کی پاس نہ بیٹھی اور قیامت کی ہول کا خیال رکھی کیونکہ جو شخص قیامت کی ہول کا خیال رکھتا ہی اوسکا دل نہ شراب پینی کو چاہی نہ شرابی کی صحبت کو

يشربها لكن لا بد من معرفة حقيقتها وهي التي من ماء العنب اذا غلا واشتد وقذف بالزبد واذا لم يقذف بالزبد

لیکن شراب کی حقیقت بھی دریافت کرنی چاہیی شراب وہ ہی جو انگور کی شیرہ کی ہوتی ہے جب خوب جوش کہا کر کف گرانی لگی اور جبتک کف نہ گرانی لگی

لا يصير خمرا عند ابي حنيفة وعندهما اذا اشتد يصير خمرا وان لم يقذف بالزبد واما المثلث وهو ما طبخ

امام ابو حنیفہ کی نزدیک شراب نہیں ہوتی اور صاحبین کی نزدیک جب خوب جوش کہا جاوی خمر ہوجاتی ہی اگرچہ کف نہ گراوی اور مثلث وہ ہوتی ہی جو انگور کا شیرہ

من عصير العنب حتى ذهب ثلثاه وبقي ثلثه ثم غلا واشتد وصلح مسكرا فعند محمد واكثر الفقهاء قليله وكثيره

پکتی پکتی دو تہائی جل کر ایک تہائی رہ جاوی پھر خوب جوش کہا کر مسکر ہو جاوی سو امام محمد اور اکثر فقہاء کی نزدیک اسمیں سی تہوڑی اور بہت

حرام وكذا كل ما هو مسكر من كل شراب سواء كان مما يتخذ من الحبوب كالحنطة والشعير والذرة او من الثمار
سب حرام ہے اور ایسی ہی ہر ایک شراب جس کا پینا بھی جو مسکر ہو برابر ہے کہ دانوں سے بنی ہو جیسے گیہوں اور جو اور جوار یا دودھ
والعسل والتين وعند ابي حنيفة وابي يوسف يحل شربه ما لم يسكر واذا اسكر الشارب به لا يحل شربه حتى قال ابو
اور شہد اور انجیر کا اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب تک نشہ نہ لاوے پینا حلال ہے اور جب پینے والے کو مست کردے تو پینا حلال نہیں
الليث في التنبيه الشارب المطبوخ اعظم ذنبا واثما من شارب الخمر لان شارب الخمر مقر بانه شارب الخمر الحرام فيصير
الليث تنبیہ میں کہتا ہے کہ مطبوخ کا پینے والا بڑا گنہگار ہے شراب پینے والے سے اسلئے کہ شراب پینے والا اقرار کرتا ہے کہ میں شراب حرام پی رہا ہوں سو وہ فاسق
فاسقا وشارب المطبوخ يشرب المسكر ويراه حلالا وقد اجمع المسلمون على ان شرب المسكر حرام واذا استحل ما هو
ہوتا ہے اور مطبوخ پینے والا مسکر پیتا ہے اور حلال جانتا ہے اور مسلمان اسپر سب متفق ہیں کہ مسکر کا پینا حرام ہے اور جب حرام بالاجماع کو حلال سمجھے تو
حرام بالاجماع يصير كافرا وشرب المطبوخ ما لم يسكر انما يحل اذا لم يقصد به اللهو والطرب فاما اذا قصد به اللهو
کافر ہو جاتا ہے اور مطبوخ غیر مسکر کا پینا جبھی تک حلال ہے کہ اوس سے لہو اور طرب مقصود نہو اور اگر یہ نیت لہو اور
الطرب فلا يحل شربه حتى سئل عنه ابو حفص الكبير فقال لا يحل شربه فقيل له خالفت الشيخين فقال لا لانهما
طرب کی ہے تو حلال نہیں یہانتک کہ ابو حفص کبیر سے پوچھا تو کہا اوسکا پینا حلال نہیں ہے کسی نے کہا شیخین کے خلاف کہتے ہو جواب دیا نہیں اسلئے کہ وہ دونوں
كانا يحلانه لاستمراء الطعام والناس في زماننا يشربونه للفجور والتلهي فعلم من هذا ان الخلاف فيما قصد به التقوي
ہضم طعام کے لئے حلال کہتے تھے اور اس زمانہ کے لوگ فجور اور لہو کے لئے پیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ خلاف اوس صورت میں ہے کہ مقصود عبادت کی قوت ہو
على العبادة واما اذا قصد به التلهي فلا يحل اتفاقا بل اذا شرب الماء وغيره من المباحات بلهو وطرب على هيئة
اور اگر صرف لہو مقصود ہو تو اتفاقا حلال نہیں بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات لہو اور طرب سے فاسقوں کی وضع پر پیوے گا
الفسقة حرمت ايضا **المجلس التاسع والسبعون في بيان حرمة الغلول ووجوب التقسيم بين**
تو یہ بھی حرام ہے اناسی مجلس میں بیان غنیمت کی چوری کی حرمت کا اور تقسیم واجب ہونیکا غانمین میں
الغانمين كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ادوا الخياط والمخيط واياكم والغلول فانه عار على
رسول الله صلى الله عليه وسلم فرماتے تھے ادا کر دیا کرو سوئی اور دھاگا اور بچو غنیمت کی چوری سے قیامت کے دن
اهله يوم القيمة هذا الحديث من حسان المصابيح رواه عبادة بن الصامت والمراد من الغلول الخيانة في
غلول کرنیوالوں پر بڑی شرم ہوگی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے عبادة بن الصامت کی روایت سے اور مراد غلول سے غنیمت کی
الغنيمة ما اخذ من الكفار عنوة وهي لم تكن حلالا للامم السالفة لكن الله تعالى تفضل لهذه الامة فجعلها
خیانت ہے اور غنیمت وہ مال ہے جو غالب ہوکر کفار سے چھین لیں اور غنیمت پہلی امتوں کو حلال نہ تھی لیکن اللہ تعالی نے اس امت پر اپنا فضل کرکر انکو غنیمت
حلالا لهم حيث قال فكلوا مما غنمتم حلالا طيبا وحكمها بعد اخراجها الى دار الاسلام ان يجمع ما في ايدي الغزاة
حلال کر دی ہے چنانچہ فرمایا ہے سو کھاؤ جو غنیمت لاؤ حلال ستھری اور غنیمت کا حکم جب دار الاسلام میں لے آویں تو یہ ہے کہ جو غازیوں کے پاس ہووے سب یکجا
حتى ما فضل من ماكلهم ومعالفهم سوى النفل وسياتي بيانه ثم يخرج منها الخمس لليتيم والمسكين وابن السبيل ثم
جمع کریں یہانتک کہ جو کھانا اور دواب کی گھاس سے بچ رہی بجز تنفیل یعنی عطاء زائد کی جسکا بیان اب آتا ہے پھر اوس میں سے پانچواں حصہ واسطے یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے
يقسم باقيها بين الغانمين فيعطي للراجل سهم وللفارس سهمان عند ابي حنيفة وعند غيره يعطي للفارس ثلثة
نکال کر پھر باقی غانمین میں یعنی لشکر پر بانٹ دیں اب امام ابو حنیفہ کے نزدیک پیادہ کو ایک حصہ اور سوار کو دوہرا حصہ اور سوائے انکے اور کہتے ہیں کہ سوار کو تہرا حصہ ہے
اسهم وليس للامام على ما ذكر في فتاوى قاضيخان ان يقسم الغنائم في دار الحرب قبل اخراجها الى دار الاسلام الا
اور موافق مذکور فتاوی قاضیخان کے امام کو یہہ اختیار نہیں ہے کہ غنایم کو دار الحرب کے اندر دار الاسلام میں لانے سے پہلے تقسیم کر دے ہاں

[illegible] فتح الامام بلدة من بلاد اهل الحرب وقسم الغنائم فيها لم يجز قسمتها لانه لما فتحها صار تلك البقعة من

[illegible] کا فتح کرکر اوسمین غنایم تقسیم کردی تو اب تقسیم جایز ہی کیونکہ جب امام نی شہر فتح کر لیا تو وہ جگہہ دار الاسلام کی ہوگئی

[illegible] قسمة الغنائم فيها هذا حكم الشرع في الغنيمة لكن في هذا الزمان قد ترك هذا الحكم

[illegible] غنایم کی بانٹنی غنیمت مین شرع کا تو یہہ حکم ہی لیکن اس زمانہ مین یہہ حکم چہوٹ چہٹ کر ایسا ہوگیا ہی

[illegible] كالشريعة المنسوخة حيث لا يقسم الغنائم بين الغانمين ولا يخرج خمسها لان العادة في هذا الزمان

جیسی [illegible] کیونکہ نہ تو غنایم لشکر مین بٹتی ہین اور نہ اوسمین سی خمس نکلتا ہی کیونکہ اس زمانہ مین یہہ عادت ہی

انهم [illegible] دخلوا دار الحرب وغلبوا على الكفار ينهبون اموالهم فيأخذ بعضهم شيئا كثيرا وبعضهم

[illegible] مین جاکر کفار پر غالب ہوتی ہی اور اونکا مال لوٹتی ہین تو کوئی تو بہت کچہہ لیلیتا ہی اور کوئی تہوڑا

شيئا قليلا وبعضهم لا يأخذ شيئا بل يبقى محروما ثم يتفرقون على تلك الحالة بلا قسمة بينهم ولا اخراج الخمس

اور کسیکو کچہہ نہین ملتا بلکہ محروم رہجاتا ہی پہر ایسی ہی ادہر ادہر ہوجاتی ہین اور اونمین قسمت نہین ہوتی اور نہ خمس نکلتا ہی

وهذا هو الغلول الذي ورد من الشارع وعيدات شديدة في احاديث كثيرة منها ما روى عن ابي هريرة ان

اور یہہ ہی غلول ہی جسمین شرع نی بہت حدیثون مین سخت سخت وعید فرمائی ہین ایک یہہ ہی جو ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ

رجلا اهدى لرسول الله صلى الله عليه وسلم غلاما يقال له مدعم فبينما هو يحط رحلا لرسول الله صلى الله

ایک شخص نی غلام دیا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدیہ بہیجا اسکا نام مدعم تہا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ اوتار رہا تہا

عليه وسلم اذ اصابه سهم من عدو فقتله فقال الناس هنيئا له الجنة فقال رسول الله عليه السلام كلا

ناگاہ دشمن کی طرف کا اوسکی تیر آ لگا اور اوسکو مار ڈالا سو لوگ بولی اسکو جنت مبارک ہو پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ہرگز نہین

والذي نفسي بيده ان الشملة التي اخذها يوم خيبر من المغانم لم يصبها المقاسم لتشتعل عليه نارا فلما

قسم ہی اوس ذات کی کہ میری جان اوسکی قبضہ مین ہی وہ کملی جو خیبر کی دن تقسیم سی پہلی غنیمت مین سی لیلی تہی آگ کا شعلہ ہو رہی ہی جب

سمع الناس ذلك فزعوا فجاء رجل بشراك او شراكين فقال اصبت هذا يوم خيبر فقال رسول الله صلى

یہہ لوگون نی سنا تو کانپ اوٹہی پہر ایک شخص ایک تسمہ پاپوش کا یا دو تسمی لایا عرض کیا یہہ خیبر کی دن مینی لی تہی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی

الله عليه وسلم من نار شراك او شراكان من نار ومنها ما روى عن زيد بن خالد ان رجلا من اصحاب النبي عليه السلام

فرمایا آگ کا ایک تسمہ ہی یا دو تسمی آگ کی ہین اور ان حدیثون مین سی ایک یہہ ہی جو زید بن خالد سی روایت ہی کہ ایک صحابی نی

توفي يوم خيبر فذكروا ذلك لرسول الله عليه السلام فقال صلوا على صاحبكم فتغير وجوه الناس فقال ان

خیبر کی روز وفات پائی سو یہہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی بیان کی آپ نی فرمایا اپنی یار پر تم ہی نماز پڑہو یہہ سنکر لوگون کی چہرہ بدل گئی پہر فرمایا

صاحبكم قد غل في سبيل الله ففتشنا متاعه فوجدنا خرزا من خرز يهود لا يساوي درهمين ومنها ما روى

تمہاری یار نی غنیمت مین خیانت کی ہی سو ہمنی اوسکی اسباب مین ڈہونڈہا تو ایک مہرہ یہود کی مہرون مین سی پایا دو درم کا بہی نہین تہا اور ایک یہہ ہی

عن عبد الله بن عمرو انه عليه السلام كان اذا اصاب غنيمة امر بلالا فينادي في الناس فيجيئون بغنائمهم فيخمسه

جو عبد اللہ بن عمرو سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام بروقت حصول غنیمت کی بلال کو فرماتی وہ لوگون مین پکار دیتا وہ اپنی اپنی غنیمت لاکر جمع کردیتی پہر آپ خمس نکال

ويقسمه فجاء رجل بعد ذلك بزمام من شعر فقال هذا فيما اصبناه من الغنيمة فقال النبي عليه السلام اسمعت

تقسیم کردیتی پہر ایک شخص بعد تقسیم کی ایک مہار بالون کی رسی کی لیکر آیا اور عرض کیا غنیمت مین سی یہہ لی تہی پس نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ تو نی بلال کو

بلالا ينادي ثلثا قال نعم قال فما منعك ان تجيء به فاعتذر فقال كن انت الذي تجيء به يوم القيمة فلن اقبل عنك

آواز دیتی سنا تہا عرض کیا ہان فرمایا پہر تو کیون نہ لایا اوسنی کچہہ عذر کیا پہر فرمایا تو ہی رکہہ قیامت کی روز لیکر آئیو مین تجہسی نہین لیتا ۔

[illegible] اشتر النبي عليه السلام [illegible] الزمام لانه كان فيه [illegible] الغانمين بعشر [illegible]

[illegible]

نصيب كل واحد منهم [illegible] ذلك الزمام الى صاحبه [illegible] لانه [illegible]

حصہ اون کا نہیں ہے جو حصہ نکال کر بھیجنا ممکن نہیں تھا اور نبی کے پاس سچی [illegible] ہوتا کیونکہ وہ [illegible] سبب تھا

فعلى هذا ما يأخذه غزاة زماننا من الغنائم بلا قسمة ولا اخراج الخمس لا يحل [illegible] ان يأكل منها لان

[illegible] ہمارے زمانہ کے غازی جو غنایم بلا قسمت لیتے ہیں اور خمس بھی نہیں نکالتے [illegible]

اخذهم لم يكن على طريق الشرع ومع هذا نسمع كثيرا منهم يقولون لقد وصلنا من اهل الحرب مال هو حلال

اونکا قبضہ شرع کی موافق نہیں ہے — سننے میں آتا ہے کہ اکثر [illegible] کہتے ہیں ہمیں کفار کا ایسا مال حلال حاصل ہوا ہے

لنا من المال الموروث من آبائنا وامهاتنا ولا يعرف هؤلاء المغرورون انهم اخذوه على غير طريق الشرع فلا يكون حلالا

کہ ویسا ماں باپ کی میراث کا بھی نہیں ہوتا — اور ان مغرور لوگوں کو یہ خبر نہیں ہے کہ انہوں نے خلاف شرع لیلیا ہے پھر حلال کیونکر ہوگا

لانه فيه حق الفريقين من المستحقين احدهما اليتمى والمساكين وابن السبيل لان الخمس حقهم وهو باق فيه والثاني

کیونکہ اسمیں حق دونو فریق مستحق کا ہے ایک فریق تو یتیم اور مساکین اور مسافر ہیں اسلئے کہ خمس انہیں کا حق ہے کہ وہ اوسمیں باقی ہے اور دوسرا فریق

الغزاة الذين كانوا معهم لان الباقي بعد الخمس حقهم وهو باق فيه لم يقسم بينهم على طريق الشرع فكيف يكون حلالا

وہ غازی ہیں جو انکے ہمراہ تھے اسلئے کہ خمس نکالکر جو بچا اسمیں انکا بھی حق ہے وہ اوسمیں باقی ہے کہ بطور شرع انہیں تقسیم نہیں ہوا پھر حلال کیونکر ہوگا

بل لو كان المأخوذ جارية لا يجوز للآخذ على هذا الوجه ان يتصرف فيها لكونها مشتركة مستحقة البعض ولو

بلکہ اس طرح کی لی ہوئی اگر لونڈی ہو وے تو لینی والیکو اوسمیں تصرف جایز نہیں ہوگا — کیونکہ وہ مشترک ہے کچھ اسکا حق ہے — اگرچہ

بعد اخراج خمسها لبقاء حق باقي الغزاة فيها ولا خلاف ان الجارية المشتركة يحرم وطئها على جميع الشركاء ولا فرق

خمس نکل چکا ہو کیونکہ حق لشکر کا اسمیں باقی رہتا ہے — اور اسمیں کسیکو خلاف نہیں ہے کہ مشترک لونڈی سے تمام شرکا کو وطی حرام ہے — اور حرمت میں

في الحرمة بين من قل نصيبه او كثر وقد اتفقوا على ان احدا من الغانمين لا يجوز له ان يطأ جارية من السبي قبل القسمة

اسکی کچھ فرق نہیں ہوتا کہ حصہ تھوڑا ہو یا بہت اور سب متفق ہیں کہ لشکر میں سے کسیکو جایز نہیں ہے کہ قیدیوں میں سے لونڈی کو قسمت سے پہلی وطی کرے

واختلفوا فيما يجب عليه اذا وطئها فقال مالك يحد لانه زان وقال ابو حنيفة لا حد عليه بل عليه عقوبة

اور اسمیں اختلاف ہے کہ وطی پر کیا لازم آتا ہے اگر وطی کری سو امام مالک کہتے ہیں حد آتی ہے کیونکہ وہ زانی ہے اور ابو حنیفہ کہتے ہیں اوسپر حد نہیں ہے بلکہ اوسپر عذاب ہے

وان حصل منها ولد فهو مملوك يرد الى الغنيمة فاذا كان الامر كذلك يخاف على من يقتل الكافر لكفره

اور اگر بچہ جنی تو وہ غلام ہے غنیمت میں شامل کیا جاوے جب حال یہہ ہے تو خوف ہے اوسپر — جو کافر کو کفر کی سبب قتل کرتا ہے ایسا نہو

ان يكفر هو بنفسه باستحلال الغنائم الغير المقسومة والفروج المشتركة ثم يسري

کہ وہ آپ کافر ہو جاوے غنایم بلا تقسیم کو اور فروج مشترکہ کو حلال سمجھہ کر — پھر یہ فساد

هذا الفساد الى كل من يملك منهم الجواري وغيرها وهذا داء عضال عسير الزوال لان

آگی کو چلیگا — جو جو شخص کہ لونڈیاں وغیرہ اونسی خریدیگا — یہہ بڑا سخت مرض ہے اسکا جانا دشوار ہے — کیونکہ

اكثر الاجناد في هذا الزمان نبذوا احكام الاسلام وراء ظهورهم كانهم

اس زمانہ کی اکثر لشکریوں نے احکام اسلامی پس پشت ڈالدیے ہیں — گویا کہ اونکو

لم يكلفوا بها فلا يبالون بما فعلوا فكيف يمكن العلاج بجمع ما في ايديهم من الغنائم

کچھ حکم ہوا ہی نہیں — سو جو کرتے ہیں — اوسکی کچھ پروا نہیں ہے پھر اسکا کیا علاج کہ جو جو غنایم اونکی قبضہ میں ہیں کہاں سی جمع کریں

[illegible]

فمن كان فقيرا يجوز ان يصرفه الى نفسه ومن كان غنيا لا يجوز له ان يتصرف فيه بل يتصدق به

پھر جو شخص فقیر ہو تو اوسکو جایز ہے کہ اپنے اوپر صرف کرے اور جو غنی ہو اوسکو جایز نہیں ہے کہ اوسمیں تصرف کرے بلکہ اوسکو لازم ہے کہ کسی فقیر پر خیرات کرے

به على فقير لكن ان اراد ان يتملكه من ذلك الفقير بالاستيهاب او بالشراء هذا اذا كان ما في يده ماخوذا من غير تنفيل

پھر اگر چاہے کہ اوس فقیر سے لیکر مالک ہو جاوے ... یا خرید کر یہہ سب اوس صورت میں ہے کہ جو اوسکے قبضہ میں ہے وہ بغیر تنفیل

واما اذا كان اخذه بطريق التنفيل فهو له خاصة لا يشاركه فيه احد لكن لا يملكه الا بعد اخراجه الى دار الاسلام

اور جس صورت میں کہ بطور تنفیل ... تو وہ خاص اوسکی ملک ہے ... لیکن اوسکا مالک نہیں ہوتا جبتک دار الاسلام میں نہ لاوے

حتى لو قال الامام او امير العسكر من اصاب جارية فهي له فاصاب احد من الغزاة جارية واستبراها لا يحل له

یہاں تک کہ اگر امام نے یا سالار لشکر نے حکم دیا کہ جسکو لونڈی ہاتھ آوے وہ اوسی کی ہے پھر کسی غازی کو لونڈی ہاتھ آوی اور حیض سے پاک کرلی تو بھی درست نہیں

وطيها ولا بيعها قبل اخراجها الى دار الاسلام والمراد من التنفيل التحريض على القتال باعطاء شيء زائد على سهم الغنيمة

وطی اور بیع جبتک دار الاسلام میں نہ لاوے اور مراد تنفیل سے لڑائی کی رغبت دلانی ہے کچھ حصہ غنیمت سے زیادہ دیکر

وهو مندوب لقوله تعالى يا ايها النبي حرض المؤمنين على القتال فينبغي للامام ولامير العسكر ان يتنفل بان يقول

اور مستحب ہے بدلیل اس آیت کی ای نبی شوق دلا مسلمانوں کو لڑائی کا سو امام کو یا سالار لشکر کو چاہیے کہ عطا زیادہ کرے یوں اسطور کہے

من قتل قتيلا فله سلبه او يقول لسرية ما اصبتم فهو لكم او ربعه او ثلثه ونحو ذلك ولا ينفل بكل الماخوذ

جسنے مارا کسی کافر کو تو اسی کا ہے سامان اوسکا یا چھوٹی لشکر کو حکم دے لوٹ سب تمہاری ہے یا اوسکا چوتھائی یا تہائی یا مانند اسکی اور تمام لوٹ کو معاف نکرے

اذ فيه ابطال حق الكل وان فعل ذلك مع سرية يجوز اذ قد يكون المصلحة فيه كذا ذكر في الهداية وذكر في شرح المجمع

کیونکہ اسمیں سبکا حق تلف ہوتا ہے اگر ایسا حکم سریہ کو دے تو جایز ہے اسلئے کہ بعضی وقت اسی مین مصلحت ہوتی ہے ہدایہ مین یہی مذکور ہے اور شرح مجمع مین مذکور ہے

ان الامام لا ينفل بكل الماخوذ اذ فيه ابطال القسمة المشروعة في الغنيمة وذكر في السير الكبير ان الامام اذا قال للعسكر

کہ امام تمام لوٹ کو نفل نکرے کیونکہ اسمین قسمت جو غنیمت مین شرعا چاہیے باطل ہوتی ہے اور سیر الکبیر میں مذکور ہے کہ امام اگر تمام لشکر کو حکم دے کہ

جميعا ما اصبتم فهو لكم بعد الخمس لا يجوز لان المقصود من التنفيل التحريض على القتال وانما يحصل ذلك بتخصيص

لوٹ تمہاری ہے خمس نکالکر تو جایز نہیں ہے اسلئے کہ غرض تنفیل سے لڑائی پر اوبھارنا ہوتا ہے یہہ جب ہوتی ہے کہ کسیکو خاص کر

البعض بشيء وفي التعميم ابطال تفضيل الفارس على الراجل وكذا اذا قال ما اصبتم فهو لكم ولم يقل بعد الخمس اذ فيه

کچھ مقرر کریں اور تعمیم میں سوار کی فضیلت جو پیادے پر ہے باطل ہوتی ہے اور ایسی ہی جایز نہیں اگر حکم دے جو لوٹ ہے سب تمہاری اور بعد الخمس نکہے اسلئے کہ اسمیں

ابطال الخمس الذي اوجبه الله تعالى في الغنيمة فعلى هذا ما ذكر في فتاوى قاضيخان ان الامام اذا قال من اصاب شيئا

خمس جو اللہ تعالی نے غنیمت میں واجب کیا ہے باطل ہوتا ہے اس بیان کی موافق جو فتاوی قاضی میں مذکور ہے کہ امام حکم دے کہ جسکو جو شی ہاتھ لگی

فهو له فاصاب واحد منهم شيئا في دار الحرب يكون له خاصة ولا يجب فيه الخمس ولا يشاركه فيه غيره وان

وہ اوسی کی ہے پھر کسیکو کوئی شی دار الحرب میں ہاتھ لگی تو خاص اوسی کی ہو جاویگی نہ اسمیں خمس واجب ہے اور نہ کوئی اور اسمیں شریک ہے اور اگر

مات في دار الحرب فما اصابه يكون ميراثا عنه وكذا ما ذكر في منية المفتي ان الامام اذا قال من اصاب شيئا فهو له

دار الحرب میں وہ مر جاوے تو وہ شی اوسکی میراث ہوویگی اور ایسی ہی جو کہ منیۃ المفتی میں مذکور ہے کہ امام اگر حکم دے کہ جسکو جو ہاتھ آوے وہ اوسی کا ہے

يدخل الامام في التنفيل ينبغي ان يحمل على كون قول الامام مقولا لسرية لا لكل العسكر لئلا يفهم منه المخالفة لسائر

تو امام بھی تنفیل میں داخل ہوتا ہے ... حمل اس حال پر ہوں کہ امام نے یہہ حکم سریہ کو دیا تمام لشکر کو نہیں تاکہ سب مطلب تمام کتابوں کی مخالف

[illegible]

المعتقى يجعل حال الحكم والحاصل ان من اخذ شيئا في دار الحرب بغير التنفيل [illegible] له [illegible] بل الخمس

اور حاصل یہ ہے کہ جس نے کوئی چیز دار الحرب میں بلا تنفیل ہو لی تو وہ اوسکی نہ ہوگی بلکہ غنیمت ہو ویگی اور اوس میں خمس [illegible]

على ما ذكر في فتاوى قاضيخان ان سرية اذا خرجوا بغير تنفيل الامام وخرجوا لطلب العلف فما اصابوا يكون غنيمة فيها

موافق روایت فتاوی قاضیخان کی کہ سریہ اگر بغیر تنفیل امام کی لڑائی کو جاوے یا گھاس وغیرہ کی تلاش میں جاوے تو جو اونکو ہاتھ آویگا غنیمت ہوویگا اوس میں

الخمس ولا يختص به السرية وكذا لو قتلوا كافرا يكون سلبه غنيمة ولا يختص به القاتل وذكر فيها ايضا ان الغازي اذا اخذ

خمس واجب ہی اور سریہ کی اوس میں کچھ خصوصیت نہیں ہی اور ایسے ہی اگر کافر کو قتل کریں تو اوسکا اسباب غنیمت ہوگا اور بی قاتل کی کچھ خصوصیت نہیں اور اسی میں یہ بھی مذکور ہی

في دار الحرب شيئا من المباحات التي لا تكون في يد احد ان كان له قيمة كالطير والسمك والحطب والكنز يكون ذلك

کہ غازی اگر دار الحرب میں کوئی ایسی چیز مباحات میں سے لیوے جو کسی کی نہیں ہوتی اگر اوسکی کچھ قیمت ہو جیسے پرند یا مچھلی یا لکڑی یا خزانہ تو یہ سب

الشيء غنيمة يجب فيها الخمس وان لم يكن له قيمة فهو لمن اخذه ولا خمس فيه لانه بمنزلة الماء والكلاء وذكر فيها

غنیمت ہوگی اوس میں خمس واجب ہی اور اگر اوسکی کچھ قیمت نہیں تو اوس لینے والے کی ہی اوس میں خمس نہیں ہی کیونکہ پانی اور گھاس کی برابر ہی اور اسمیں یہ بھی

ايضا ان الغازي اذا ذبح غنم الغنيمة او بقرها للاكل عند الحاجة رد جلدها الى الغنيمة لان الجلد ليس مأكول ولا

اوسی میں مذکور ہی کہ غازی اگر غنیمت کی بکری یا گائی کہانے کی لیے حاجت کی وقت ذبح کر ڈالی تو اوسکا چمڑا غنیمت میں شامل کرے کیونکہ چمڑا نہ کھانے کی چیز ہی اور نہ

من العلف وذكر في الهداية ان المسلمين اذا خرجوا من دار الحرب لا يجوز لهم ان يعلفوا دوابهم من الغنيمة ولا ان

گھاس ہی اور ہدایہ میں مذکور ہی کہ مسلمان جب دار الحرب سے باہر نکل آویں تو اونکو جائز نہیں کہ اپنے جانوروں کو غنیمت میں سے چارہ دیویں یا آپ

ياكلوا منها لان الضرورة قد ارتفعت والاباحة باعتبارها ومن فضل معه علف او طعام رده الى الغنيمة قبل القسمة

اوس میں سے کھاویں کیونکہ ضرورت کا وقت گذر گیا اور اباحت ضرورت کی واسطی تھی اور جسکی پاس گھاس یا کھانا بچ رہ گیا تو قسمت سے پہلے غنیمت میں شامل کر دی

وان انتفع به رد قيمته الى المغنم وبعد القسمة ان كان غنيا تصدق به وان انتفع به تصدق بقيمته وان كان

اور اگر اوسکو برت لیا تو اوسکی قیمت غنیمت میں شامل کر دی اور قسمت کی بعد اگر غنی ہی تو خیرات کر دی اور اگر اوس سے نفع اوٹھا لیا تو اوسکی قیمت خیرات کر دی اور اگر

من المحاويج انتفع به لانه صار في حكم اللقطة لتعذر الرد على الغانمين فاذا كان الحكم في الغنيمة كذلك مع ان

محتاج ہی تو برت لی کیونکہ اب حکم پائی ہوئی چیز کا سا ہی اب غانمین پر تقسیم کرنا دشوار ہی اور جب غنیمت میں یہ حکم ہی باوجودیکہ

للغانمين فيها حقا لكونهم شركاء فيها فما ظنك في مكاسب الظلم من الغصب والغارات التي شاعت في بلاد الاسلام

غانمین کا اوسمیں حق ہوتا ہی کیونکہ اوس میں سب شریک ہیں پھر تیرا کیا خیال ہی ظلم کی کمائی میں غصب اور لوٹ سے جو ان دنوں بلاد اسلام میں پہیل رہی ہی

في هذه الايام لا سيما عند تحصيل بيت المال فان الذين نصبوا لتحصيله ياخذون اموال الناس ظلما في البنادر و

خاص کر بروقت تحصیل بیت المال کی بیشک جو لوگ اوسکی تحصیل پر متعین ہوتی ہیں وہ لوگوں کا مال ظلم سے بندروں میں اور

الاسواق وغيرها باسم العشر والزكوة ويشددون على اصحابها تشديدا عظيما وقد كان النبي عليه السلام اذا بعث

بازاروں وغیرہ میں عشر اور زکوۃ کی بہانہ چھین لیتی ہیں اور مالکوں پر بڑی ہی سختی کرتی ہیں اور نبی علیہ السلام کا یہ حال تھا کہ جب

من اصحابه احدا في بعض امره يقول بشروا ولا تنفروا ويسروا ولا تعسروا اي بشروا الناس بالاجر على الطاعات وانواع الخيرات

کسی اصحاب کو کسی کام کو بھیجتی تو فرما دیتی مژدہ دینا گھبرا نہ دینا آسانی کرنا تنگ نہ کرنا یعنی لوگوں کو طاعات اور انواع خیرات پر ثواب کا مژدہ سنانا

[illegible] لاتصطحب الملائكة رفقة فيها جرس [illegible] ملكوت [illegible]

جیسی [illegible] اور [illegible] کی بشارت دیتا ہو اور کو رحمت کی سی [illegible] اگر [illegible]

مباشرین [illegible] الا من تولاها وطيبوا انفسهم بقبولها وسهلوا عليهم الامر ولا يأخذ ما يجب عليهم

اور حرام [illegible] اچھی عادت پر رغبت دلانا اور لوگوں کی [illegible] خوشی کر کر ادا کریں اور ان پر آسانی رکھنا اور ان کی ناجائز

من العشر والخراج وزكوة السوائم واموال التجارة بسهولة ولطف ولا تشددوا عليهم بالاخذ ما لا يجب عليهم او بالاخذ اكثر

اور خراج اور چارپایہ چرنے والے اور تجارت کے مال کی زکوۃ لینی میں سہولت اور لطف سے اور زیادہ سختی نہ کرنا کہ جو ان پر واجب نہیں ہے وہ لینا یا زیادہ

ما يجب عليهم اذ روى انه عليه السلام قال لا يدخل الجنة صاحب مكس وفي حديث اخر انه عليه السلام قال صاحب

سی زیادہ جو واجب ہے [illegible] کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جنت میں نہیں جاویگا صاحب مکس اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا صاحب

المكس في النار قال البغوى اراد بصاحب المكس من يأخذ من التجار مكسا باسم العشر اذا مروا عليهم وقال الحافظ

مکس دوزخ میں [illegible] بغوی نے کہا ہے کہ صاحب مکس سے مراد وہ شخص ہے جو سوداگروں سے عشر کا نام رکھ کر محصول لیتا ہے جب وہ ان کے پاس گذرتے ہیں اور حافظ نے کہا ہے اور

واما الان فانهم يأخذون مكسا باسم العشر ومكوسا اخر ليس لها اسم بل كل ما يأخذونه حرام وسحت وقد قال الله تعالى

اب تو وہ لوگ سوا اس کے ایک خراج تو عشر کی نام لیتے ہیں اور کتنی ہی اور خراج لیتے ہیں کہ ان کا کچھ بھی نام نہیں ہے بلکہ جو وہ لیتے ہیں سب حرام اور نہایت مردار ہے اور اللہ تعالیٰ نے

ويل للمطففين الاية فاذا كان حال المطفف هكذا مع ان اخذه شيء قليل من راس الكيل او الوزن فماذا يكون

خرابی ہے کم تولنے والوں کی جب حال کم تولنے والے کا یہ ہے حالانکہ وہ کیل یا وزن میں سے تھوڑا سا رکھ لیتا ہے پھر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا

حال الملتزمين الذين يأخذون اموال الناس بلا كيل ولا وزن ويقولون هو حق السلطان او حق فلان ويخونون

جو خواہ مخواہ مال لوگوں کا لیتے ہیں نہ تول ہیں اور نہ ناپ ہیں اور بیان کرتے ہیں یہ سلطان کا حق ہے یا فلانی کا حق ہے اور ایمان سے باہر

عن الايمان اذ قد ذكر في كثير من كتب الفتاوى ان من قال لبيت المال هذا مال السلطان يكفر فكيف لغيره بل انهم

ہوجاتے ہیں مسئلہ کہ اکثر فتاووں میں مذکور ہے کہ جو شخص بیت المال کو کہے یہ سلطان کا مال ہے وہ کافر ہوجاتا ہے پھر کیونکر نہ ہو جب اوروں کا بتاوے

يخونون في بيت المال ايضا وقد روى انه عليه السلام بين في هذا الحديث انه يتصرفون فيه بغير امر الله تعالى

بلکہ وہ لوگ بیت المال میں بھی خیانت کرتے ہیں اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں بیان فرمایا جو لوگ بیت المال میں راہ نکالتے ہیں اور اس میں بے حکم

ورسوله فلهم النار يوم القيمة فان بيت المال على ما ذكر في البزازية وغيرها اربعة انواع الاول الصدقات وما

خدا و رسول کی تصرف کرتے ہیں سو ان کی لئے قیامت کی دن آگ ہے کیونکہ بیت المال موافق بیان بزازیہ وغیرہ کی چار قسم کا ہے اول تو صدقات اور جو

في معناها كالعشر فيصرف الى المصارف التي ذكرت في قوله تعالى انما الصدقت للفقراء والمسكين والعاملين عليها والمؤلفة

اسکی مثل ہے جیسے عشر سو خرچ ہوگا ان مصارف پر جو اس آیت میں مذکور ہیں زکوۃ جو ہے سو حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور اس کام پر جانے والوں کا اور

قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل فهم ثمانية اصناف لكن سقط منهم مؤلفة القلوب وبقي

جن کا دل پرچانا ہے اور گردن چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں اور اللہ کی راہ میں اور راہ کی مسافر کو بس یہ آٹھ قسم کی لوگ ہیں پر انہیں سے مؤلفۃ القلوب اب باقی نہیں رہے اور

سبعة اصناف وهم الفقراء والمسكين والعاملون والمكاتبين والمديونون ومنقطع الغزاة وابناء السبيل والثاني

یہ سات قسم کی رہیں فقیر اور مسکین اور ان کی کرنیوالی اور مکاتب غلام اور قرضدار لوگ اور مفلس غازی اور مسافر اور دوسرا

خمس الغنائم والمعادن والركاز فيصرف الى ما ذكر في قوله تعالى واعلموا انما غنمتم من شيء فان لله خمسه وللرسول

بیت المال غنیمتوں کا خمس اور کہان کی اور دبا خزانہ اسکا مصرف اس آیت میں مذکور ہے اور جان رکھو کہ جو غنیمت لاؤ کچھ چیز سو اللہ کی واسطے اس میں سے پانچواں حصہ

ولذي القربى واليتمى والمسكين وابن السبيل وهم ستة اصناف لكن ذكر الله تعالى للتبرك وسهم الرسول وذوي القربى

اور قرابت والی کی اور یتیم کی اور محتاج کی اور مسافر کی یہ چھ قسم کی لوگ ہیں لیکن اللہ کا نام تو برکت کی واسطے ہے اور حصہ رسول کا اور ذوی القربی کا

قال ان رجالا يتخوضون في مال الله بغير حق فلهم النار يوم القيمة [illegible]

ساقط

ساقط فبقي ثلثة اصناف وهم اليتمى والمسكين وابن السبيل الا ان فقراء ذوي القربى يدخلون فيهم
اب خمس ہی اب تین قسم باقی رہی یتیم بچی اور مساکین اور مسافر اتنا ہی کہ ذوی القربی میں سی فقرا انہیں داخل

ويقدمون عليهم دون اغنياءهم والثالث ما يوخذ من خراج الارض وجزية الرؤس وما اهدى الى الامام
اور اونپر مقدم رہیں غنی لوگ داخل نہیں ہیں اور تیسرا بیت المال وہ ہی جو زمینوں کا محصول حاصل ہوتا ہی اور جزیہ آدمی سری کا اور امام کو جو اہل حرب نذرانہ

من اهل الحرب وما ياخذه العاشر من اهل الذمة والمستامن فيصرف الى مصالح المسلمين من سد الثغور
دیویں اور جو کہ عاشر ذمی اور مستامن تاجروں سی لیوی یہہ سب مسلمانوں کی مصالح میں خرچ میں آویگا یعنی راہ آمد کی روکنا

وعمارة الرباطات والجسور وحفر انهار العامة وارزاق العلماء النافعين والقضاة العادلين والغزاة
اور خانقاہوں کی تیاری اور پل بنانی اور عام نہریں کھدوانی اور علماء نفع رسان اور عادل قاضیوں کی اور غازیوں

والمحتسبين والرابع اللقطة وتركة الميت الذي لا وارث له فيصرف الى معالجة المرضى وادويتهم واطعمتهم
اور محتسبوں کی مشاہرہ اور چوتھا بیت المال پایا ہوا مال اور لاوارث میت کا ترکہ یہہ خرچ ہوگا بیماروں کی علاج اور ادویات اور کھانی میں

واكفان الموتى ونفقة اللقيط ومن هو عاجز عن الكسب فعلى الامام ان ينظر في هذه الاموال ويضعها مواضعها
اور مردوں کی کفنوں میں اور لاوارث بچوں اور کمائی سی عاجزوں کی نفقہ میں سو امام کو لازم ہی کہ ان تمام مالوں کو غور کر کر الگ الگ محل پر رکھی

فان الشارع قدر لها المصارف وجعل لكل مال قوما فان تعدى فيه وصرفه الى شهواته ولذاته يكون من
کیونکہ شارع انکا مصرف مقرر کر چکا ہی اور ہر ایک مال کی لئی حق دار ٹھہرا دیا ہی پھر جو کوئی اسمین تعدی کری اپنی ہوا اور ہوس اور لذات میں صرف کر ڈالی

الخاسرين لانه تعالى لم يوله على المسلمين ليكون رئيسا اكلا شاربا مستريحا بل لينصر الدين ويرفع فساد المفسدين
وہ ٹوٹی والا ہی کیونکہ اوسکو اللہ تعالی نی والی مسلمانوں کا اسلئی نہیں کیا کہ سردار ہو کر کھاوی پیوی چین اوڑاوی بلکہ اسلئی کہ دین کی مدد اور مفسدوں کا فساد دفع کری

وينظر الى العلماء والفقراء وسائر المستحقين وينزلهم منازلهم ويعطيهم كفايتهم من بيت المال الذي هو امانة
اور علماء اور فقراء اور تمام حق داروں پر شفقت رکھی اور اونکی مراتب میں فرق نکری اور اونکو بقدر کفایت بیت المال میں سی جو اوسکی پاس امانت ہی عطا کیا کری

عنده فليس له فيه الا كواحد منهم اذ قد ذكر في التجنيس ان الواجب على الائمة والسلاطين والولاة ان يصرفوا هذه
اور امام کا اوسمین بہی اتنا ہی حق ہی جتنا کسی ایک کا اونمیں سی اسواسطی کہ تجنیس میں مذکور ہی کہ اماموں اور سلاطین اور والیوں پر یہہ واجب ہی کہ یہہ حقوق

الحقوق الى اربابها ولا يحبسوها عنهم وان قصروا فيه فوباله عليهم يسئلون عنه يوم القيمة وذكر في شرح المجمع
حق داروں کو پہنچا دیں اونسی روک نہ رکہیں اور اگر اسمین کچھ قصور کریں تو اسکا وبال اونکی اوپر ہی قیامت کی دن اسکی پوچھ ہوگی اور شرح مجمع میں مذکور ہی

ان الواجب على الامراء ان يجعلوا لكل نوع من تلك الاموال بيتا على حدة ويصرفوا كلا منها الى مصرفه ولو اخذوا منها لانفسهم
کہ امرا پر یہہ واجب ہی کہ ہر ہر قسم کی بیت المال کی لئی مکان جدا جدا بنالی اور ہر قسم کی خزانہ کو اوسکی مصرف پر خرچ کریں اور اگر امرا اوسمین سی کچھ اپنی لئی

اكثر مما يكفيهم او خلطوها او صرفوها الى غير المصارف ولم يراعوها يكونون من الظالمين وقال الزيلعي وعلى الامام ان
قدر کفایت سی زیادہ لیلیں یا اوسکو ملا جلا کر بی محل صرف کر دیں اور رعایت نکریں تو وہ ظالم ہونگی اور زیلعی کہتا ہی اور امام کو لازم ہی

يجعل لكل نوع من هذه الانواع بيتا يخصه ولا يخلط بعضه ببعض لان لكل نوع حكما يختص به وان لم يكن في بعضها
کہ ہر ہر قسم کی خزانہ کی واسطی خاص خاص مکان تیار کری اور ایک دوسری میں نہ ملاوی کیونکہ ہر خزانہ کا جدا خاص حکم ہی اور اگر اتفاقا کسی ایک خزانہ میں

شئ فللامام ان يستقرض عليه من النوع الآخر ويصرفه الى اهل ذلك النوع ثم اذا حصل من ذلك النوع شئ يرده
کچھ باقی نرہی تو امام کو اختیار ہی کہ اوس خزانہ پر دوسری خزانہ سی قرض لیکر مقروض خزانہ کی حق داروں پر صرف کر دی پھر جب اوس خزانہ میں مال آجاوی تو اوس

في المستقرض منه الا ان يكون المصروف من الصدقات او من خمس الغنائم على اهل الخراج وهم فقراء فانه لا يرد فيه
خزانہ مستقرض منہ میں ادا کر دی مگر اوس صورت میں کہ مصروف صدقات سی یا خمس غنایم سی اہل خراج پر ہو اور وہ لوگ فقیر ہوں تو اب کچھ ادا کرنا نہیں

شيئا لانهم يستحقون بالفقر وكذا في غيره اذا صرفه الى المستحق ويجب على الامام ان يتقي الله تعالى ويصرف الى
اسواسطی کہ فقر کی جہت سی وہ حق دار ہیں اسیطرح اور وں میں بھی ہے اور خزانہ میں اگر حق دار پر خرچ ہوا ہو اور امام پر واجب ہی کہ اللہ سی ڈری اور ہر ہر مستحق کو
كل مستحق قدر حاجته من غير زيادة وان قصر في ذلك كان الله تعالى عليه حسيبا وذكر في المحيط ان الامام ان
بقدر حاجت دیدیا کری زیادہ نہ دیوی اور اگر اسمیں قصور کریگا تو اللہ اوسپر حساب لینی والا ہی اور محیط میں مذکور ہی کہ امام اگر بیت المال
استقرض على مال بيت الصدقات من بيت مال الخراج وصرفه الى الفقراء لا يصير قرضا عليهم لان الخراج له حكم
صدقات پر بیت المال خراج سی کچھ قرض لیکر فقراء پر صرف کردی تو قرض نہیں ہوتا اسلی کہ خراج کو حکم
الفيء والغنيمة وللفقراء فيه حظ وانما لا يعطى لهم لاستغنائهم بالصدقات فاذا احتاجوا اليه يصرف اليهم فعلى الامام
فی اور غنیمت کاہی اور فقراء کا اسمیں حصہ ہوتاہی اور ان کو دیتی اسلئے نہیں کہ صدقات کی جہت سی مستغنی ہوتی ہیں جب ان کو احتیاج ہوئی تو دینا چاہیئی سو امام کو
ان يتقي الله في صرف هذه الاموال الى مصارفها وفي ايصال هذه الحقوق الى اربابها على ما يرى من تفضيل وتسوية
لازم ہی کہ اللہ سی ڈری کہ ان اموال کو اسکی حق داروں پر صرف کری اور یہ حقوق حق داروں کو پہنچاوی جیسا نیک سمجھی کم زیادہ یا برابر برابر
من غير ان يميل في ذلك الى الهوى ولا يحبسها عنهم ولا يجعل لهم الا قدر ما يكفيهم ويكفي اعوانهم بالمعروف وان قصر
اسمیں خواہش کی طرف داری نکری اور حق داروں سی روک نرکھی اور ان کا اتنا ہی مقرر کری جو ان کو اور ان کی مدد گاروں کو دستور کی موافق کفایت کرجای اور اگر
في ذلك وقعد عنهم كان الله عليه حسيبا فقد ظهر من هذا ان السلطان ليس ما في يده من بيت المال ملكا له بل
اسمیں قصور کری بیٹھ رہی گا تو اللہ تعالی اوسپر حساب لینی والا ہی اس سی معلوم ہوا کہ جو سلطان کی قبضہ میں ہوتا ہی خزانہ بیت المال کا اوسکی ملک نہیں ہوتا بلکہ
هو امانة عنده يجب عليه ان يصرفه الى مصارفه لكن لما كان هو ايضا من المصارف جاز له ان ياخذ من مال الخراج
اسکی پاس امانت ہوتا ہی کہ اوسپر واجب ہی کہ اوسکو مصارف مقرری پر خرچ کری لیکن چونکہ سلطان بھی مصارف میں داخل ہی تو اوسکو جائز ہی کہ خراج کی مال میں سی فقط
قدر كفايته فقط لا غير ولو اخذ اكثر من قدر كفايته وصرفه الى مماليك اصطفاها وزينها بانواع الملابس المحرمة
بقدر کفایت لیلی زیادہ نہیں اور اگر قدر کفایت سی زیادہ لیکر اپنی محبوب غلاموں پر صرف کری اور انکو اچھی اچھی کپڑی جو پہننی حرام ہیں پہنا اوسکا کر
وافتخر بقيامها بين يديه يكون من الخائنين وقد روي انه عليه السلام قال من سره ان يتمثل له الرجال قياما
فخر کی واسطی سامنی کھڑا رکھی خیانت والوں میں ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسکو پسند آوی کہ اوسکی آگی آدمی تصویر کی طرح کھڑی رہیں
فليتبوا مقعده من النار ثم ينبغي ان يعلم ان من له عطاء من بيت المال ان كان من المصارف يجوز له ان يصرفه
تو اپنا ٹھکانا دوزخ میں کرلی پھر جان رکھو کہ جسکی لئی بیت المال میں سی روزینہ مقرر ہو اگر وہ شخص مصارف میں داخل ہی تو اوسکو جائز ہی کہ اپنی کام میں لاوی
الى مصالحه وان لم يكن من المصارف لا يجوز له ان يصرفه الى مصالحه بل يلزمه ان يتصدق به الى الفقراء واذا
اور اگر مصارف میں نہیں ہی تو اوسکو جائز نہیں ہی کہ وہ روزینہ اپنی کام میں لگاوی بلکہ اوسکو لازم ہی کہ فقراء کو خیرات دیدی اور اگر
مات لا يورث عنه بل يصير حلالا فللسلطان او نائبه ان يقرر فيه من كان من المصارف وان قرر فيه من
چھوڑ مریگا تو وہ ورثہ میں نہیں آویگا بلکہ فقراء کو حلال ہوگا سو سلطان یا اوسکی نائب کو لازم ہی کہ اوسکی جگہ ایسی کو مقرر کردی جو مصارف میں داخل ہو اور اگر اتفاقا
ليس من المصارف يجب عليه ان يخرجه ويقرر فيه من هو من المصارف وان لم يفعل يكون اثما بوجهين كما ذكر في البزازية
ایسی کو مقرر کردی جو مصارف میں نہیں ہی تو اوسپر واجب ہی کہ اوسکو موقوف کری اور ایسی کو قائم کری جو مصارف میں ہو اگر نہیں کریگا تو دو وجہ سی گنہگار ہوگا چنانچہ بزازیہ میں مذکور ہی
ان من له عطاء في الديوان ان مات عن ابنين فاصطلحا ان يكتب في الديوان اسم احدهما وياخذ العطاء ولا يكون
کہ جسکی لئی روزینہ کچہری میں مقرر ہووی اگر وہ دو بیٹی چھوڑ کر مرجاوی تو وہ دونو صلح کرلیں کہ دفتر میں ایک کی نام پر لکھا ہی وہ ہی روزینہ لیا کری اور
للاخر شيء من العطاء وبذل لمن كان له العطاء مالا معلوما فالصلح باطل ويرد بدل الصلح والعطاء للذي جعل الامام
دوسرا روزینہ سی محروم اور وہ روزینہ لینی والا کچھ مال متعین اوسکو دیدیا کری تو یہ صلح باطل ہی اور بدل صلح کا یعنی وہ مال ہٹا دیا جاویگا اور وہ روزینہ اسی کا ہوگا

العطاء

ما له لان الاستحقاق للعطاء باثبات الامام لا دخل فيه برضى الغير ويحصله غير ان [illegible] المستحق
یہی امام تجویز کری اسلئی کہ حقیقت رضامندی کا اور [illegible] دخل نہیں ہی سوا اسکی کہ سلطان [illegible]
في الظلم مرتين في قضية واحدة حرمان المستحق واثبات غير المستحق مقامه يسر الله علينا موافقة [illegible]
اور ایک مقدمہ میں دو بار گناہ ہوگا مستحق کا محروم کرنا اور غیر مستحق کا اوسکی جگہ قائم کرنا آسان کری اللہ ہم پر مطابق اپنی رضامندی کی

المجلس الثمانون في بيان ظهور الفتن وما يخالف الشرع وكيف يعمل حينئذ قال رسول الله

یہ مجلس اسی میں بیان فتنوں اور مخالف شرع کی ظہور کا کہ اوس وقت کسطرح عمل کیا جاوی رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم بادروا بالاعمال فتنا كقطع الليل المظلم يصبح الرجل مؤمنا ويمسي كافرا ويمسي مؤمنا ويصبح
صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جلدی کرلو اعمال فتنوں سی جو مثل اندھیری رات کی ٹکڑی کی ہونگی صبح کو شخص مؤمن ہوگا اور شام کو کافر یا شام کو مؤمن ہوگا اور صبح کو
كافرا يبيع دينه بعرض من الدنيا هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة فانه عليه السلام اشار فيه الى
کافر اپنا دین بعوض سامان دنیا کی بیچ دیگا یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سی ہی ابو ہریرہ کی روایت سی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی اشارہ فرمایا طرف
ظهور الفتن المتكاثرة المتراكمة كتراكم ظلام الليل المظلم لا يعرف احد طريق الخلاص منها وامر بالمسارعة الى الاعمال
ظہور بہت فتنوں کی تہ بر تہ جیسی اندھیرا تاریک شب کا تہ بر تہ ہوتا ہی کسیکو رستہ خلاصی کا معلوم نہیں ہوگا اور حکم کیا جلدی اعمال صالحہ کی فتنہ
الصالحة قبل مجيئها اذ عند مجيئها يشتد الامر ولا يقدر احد فيها على الاشتغال بالاعمال الصالحة بل يصبح الرجل
پیدا ہونی سی پہلی اسلئی امر فرمایا کہ جب فتنہ پیدا ہو جاتیگا تو بڑی مشکل پڑیگی پہر نیک عمل کرنیکی کسیکو طاقت نہ رہیگی بلکہ آدمی صبح کو
مؤمنا ويمسي كافرا ويمسي مؤمنا ويصبح كافرا وسبب وقوع المسلم في الكفر عند ظهور الفتن يحتمل ان يكون بوقوع
مؤمن ہوگا تو شام کو کافر یا شام کو مؤمن تو صبح کو کافر اور فتنوں کی ظہور پر مسلمان کفر میں شاید کہ اسلئی مبتلا ہونگی کہ اونمیں واقع ہوگا
القتال بينهم فيستحل كل واحد منهم دم الآخر وماله فيكفر كل واحد منهم باستحلال دم الآخر وماله ويحتمل ان يكون
لڑائی سو ہر ایک طرفین سی ایک دوسرے کا خون اور مال حلال سمجھیگا سو ہر ایک دوسرے کا خون اور مال حلال سمجھ کر کافر ہو جاویگا اور شاید کہ اس سببی کہ
بوقوع الاختلاف بينهم فيغلب الكفار على بلادهم فيدعونهم الى دينهم فيرتد بعضهم لطلب الجاه والمال منهم
آپسمیں مختلف ہو جاویں سو کفار اونکی ملک پر غالب ہو جاوینگی پہر وہ اپنی دین کی دعوت کرینگی پہر کوئی جاہ اور مال کی ہوس میں مرتد ہو جاویگا
كما اشير اليه في آخر الحديث حيث قيل يبيع دينه بعرض من الدنيا فان العرض بفتح الراء متاع الدنيا وحطامها
چنانچہ آخر حدیث میں یہہ ہی اشارہ ہی چنانچہ فرمایا کہ اپنا دین بعوض سامان دنیا کی بیچدیگا بیشک عرض راء کی زبر کے ساتھ دنیا کی سامان اور نفع کو کہتی ہیں
ويحتمل ان يكون بغلبة الظلم والفساد عليهم فلا يراعون الشرع في الحكومات بل يخرجون منه الى انواع الظلم و
اور شاید کہ بسبب کثرت ظلم اور فساد کی کہ فیصلوں میں شرع کی رعایت نہیں کرینگی بلکہ شرع سی نکل کر قسم قسم کی ظلم اور
السياسات ويسفكون الدماء ويأخذون الاموال بغير حق ويعتقدون انهم على الحق في ارتكابهم تلك الآثام
سیاست میں مبتلا ہونگی اور خون ریزی کرینگی اور ناحق لوگوں کی مال چھین لینگی اور اپنی تئیں ان گناہوں کی عمل کرنی میں حق پر سمجھیں گی
ولا يدرون انهم بذلك الاعتقاد يخرجون من الاسلام وربما يصلبون السارق ويقتلونه باعتقاد جواز
اور یہ نہیں سمجھینگی کہ ہم اس اعتقاد میں اسلام سی باہر ہوئی اور بعضی دفعہ چور کو سولی دینگی اور قتل کر ڈالینگی اس اعتقاد سی کہ چور کو
صلبه وقتله فيكفرون بذلك الاعتقاد لان حد السارق ليس صلبه وقتله بل حده قطع يده لقوله تعالى
سولی دینا اور قتل کرنا جائز ہی سو اسی اعتقاد سی کافر ہو جاوینگی اسلئی کہ چور کی حد سولی اور قتل نہیں ہی بلکہ اسکی حد ہاتھ کاٹنا ہی بدلیل اس آیت کی
والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما وربما يغضب ملكهم على واحد منهم فيأمرهم بقتله من غير سبب يوجب قتله
اور جو کوئی چور ہو مرد یا عورت تو کاٹ ڈالو اونکی ہاتھ اور بعضی دفعہ بادشاہ کسی پر غصہ کرکی اوسکی قتل کا حکم دیتا ہی اور کوئی وجہ اوسکی قتل کی نہیں ہوتی

فيقتلونه باعتقاد كون امره حقا واجبا عليهم فيكفرون بذلك الاعتقاد اذ لا طاعة للمخلوق في معصية
سو وہ لوگ اسکو قتل کرتے ہیں یہ سمجھ کر کہ حکم بادشاہ حق ہے پیروی جسکی ہم پر واجب ہے سو اسی اعتقاد سے کافر ہو جاتے ہیں اسلئے کہ خدا کی

الخالق على ما ورد في الحديث فان قيل مجرد الامر من السلطان بلا تهديد ولا وعيد اكراه فاذا كان اكراها فهل
نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے چنانچہ حدیث میں ہے اگر کوئی کہے صرف حکم بادشاہ کا بغیر دھمکی اور وعید کے اکراہ ہوتا ہے پھر جب اکراہ ہوا تو آیا

يرخص لهم قتله فالجواب ان قتل المسلم بغير حق لا يحل لضرورة على ما ذكر في اكراه شرح الهداية ان من اكره بقتل على
انکو اسکے قتل کی اجازت ہے تو جواب یہ ہے کہ ناحق قتل مسلم کا کسی ضرورت میں بھی حلال نہیں ہے موافق بیان ہدایہ کی باب اکراہ میں اگر کسیکو قتل سے

قتل غيره بغير حق لا يسعه ان يقدم عليه بل يصبر حتى يقتل فان قتله يكون اثما لان قتل المسلم بغير حق مما
اکراہ کیا کسیکے ناحق قتل پر تو اسکو گنجائش نہیں ہے کہ اسپر پیش دستی کرے بلکہ صبر کرے یہاں تک کہ جان دے اور اگر اسکو قتل کریگا تو گنہگار ہوگا اسلئے کہ ناحق

لا يستباح لضرورة ما فكذا بالاكراه وذكر في الاصول ان دليل الرخصة خوف الهلاك والقاتل والمقتول
قتل مسلم کا کسی ضرورت میں مباح نہیں ہے ایسے ہی اکراہ سے اور اصول میں مذکور ہے کہ رخصت کی دلیل خوف ہلاک کا ہے اور قاتل اور مقتول اسمیں

فيه سواء فاذا استويا لا يحل للفاعل قتل غيره لتخليص نفسه لان الله تعالى عظم امر قتل المسلم حيث قال و
دونوں برابر ہیں پھر جب دونو برابر ہوئے تو فاعل کو غیر کا قتل اپنی جان بچانے کو جائز نہیں ہے اسواسطے کہ اللہ تعالی نے قتل مسلم کو بڑا بھاری گناہ ٹھہرایا ہے چنانچہ فرمایا اور

من يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها فاذا كان كذلك ينبغي ان يعلم ان كثيرا من ولاة زماننا وقضاة
جو کوئی مار ڈالے مسلمان کو قصد کر کر تو اسکی سزا دوزخ ہے پڑا رہے اوسمیں جب یہ ٹھہرا تو یہ جاننا چاہیے کہ ہمارے زمانہ کی اکثر والیان نے اور ہماری عہد کی اکثر قاضیوں نے

عصرنا قد هجروا الشرع المحمدي واتخذوا طريقا غير مرضي وسموه عرفا وشاع بينهم العمل به حتى كادوا ان يرفضوا الشرع
شرع محمدی کو چھوڑ دیا ہے اور نیا رستہ ناپسندیدہ نکالا اوسکا نام عرف رکھا ہے اور سب اوسی پر عمل کرتے ہیں یہاں تک کہ اب یہ حال ہے کہ شرع بالکل ترک

به لانهم كانوا لا يفصلون قضية بمحض الشرع بلا لحاظ العرف لكنهم كانوا يفصلون قضايا كثيرة بمحض العرف بلا لحاظ
ہو جاوے کیونکہ وہ کوئی مقدمہ صرف شرع سے بدون عرف کی فیصلہ نہیں کرتے لیکن بہتیری قضیہ صرف عرف سے بدون لحاظ شرع کے فیصل کرتے ہیں

الشرع ويعتقدون ان بمحض الشرع لا يتم النظام ولا يستقيم حال الانام ويقولون ذلك جهرا ولا يعدونه منكرا فتامل
اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ نری شرع سے نظام پورا نہیں ہوتا اور خلقت کا حال درست نہیں رہتا اور یہ بات علی الاعلان کہتے ہیں اور کچھ برا نہیں جانتے اب سوچ تو

ايها المنصف هل لهذا القول ولهذا الاعتقاد محمل غير القول بنسخ الشريعة المحمدية بما ابتدعوه بآرائهم الفاسدة من
ای منصف آیا کچھ اس قول اور اس اعتقاد کی یہی معنی ہیں بجز اسکی کہ شریعت محمدی کو بسبب سیاسات بد اور تعذیبات سخت کی جو اپنی فاسد عقلوں سے نکال کر

السياسات الشنيعة والتعذيبات الشديدة وما حملهم على ذلك الاعتقاد وما جراهم على ذلك الفساد الا ما يرونه من
ٹھہرائی ہیں منسوخ کہتے ہیں اور اونکا یہ اعتقاد اور یہ جرأت اس فساد پر اسلئے ہوئی ہے کہ دیکھتے ہیں

ظهور السارق والقاتل احيانا بتهديداتهم البليغة وتشديداتهم الا انه نعم قد يظهر السارق والقاتل احيانا بتهديداتهم
کہ بعضی دفعہ چور اور قاتل اونکی غایت درجہ کی دھمکیوں اور سخت گیری سے ظاہر آجاتے ہیں ہاں سچ کبھی چور اور قاتل تو اونکی دھمکی

وتشديداتهم لكن الى ان يظهر ظالم واحد يظلم خلقا كثيرا في انفسهم واعراضهم بل يهلك بعضهم بانواع العقوبات
اور سختی سے پیدا ہو جاتا ہے پر جب تک ایک ظالم ہاتھ لگے اتنی بہتیری خلقت کی جان اور ابرو پر ظلم گذر جاتا ہے بلکہ بعضی الگ طرح طرح کی عقوبت

واصناف التعذيبات ويتعطل اعضاء بعضهم واما اخذ اموالهم واهلاكها فلا يعدونها شيئا بل يبيحونها ويستحلونها
اور قسم قسم کی عذاب میں ہلاک اور بعضوں کی اعضاء بیکار ہو جاتی ہیں اور مال لے لینا یا تلف کر دینا یہ تو کچھ شمار نہیں ہے بلکہ یہ تو مباح اور حلال جانتے

فاذا كان السعي في رفع ظلم ظالم واحد متضمنا لمظالم كثيرة غير منحصرة فتفكر ايها العاقل هل يليق مثله
پھر جب ایک ظالم کا ظلم دفع کرنے کی سعی میں بہت سی ظلم غیر منحصر عمل میں آئیں اب فکر کی بات ہے ای عاقل کیا اہل ایمان کو ایسا ہی عمل لایق ہے

لاهل الايمان وهل يجوز [illegible] والاسلام [illegible]

اور دار الاسلام میں ایسا کام کہان جایز ہی [illegible]

الحكمة وظهور غلبة مضارها على منفعتها فان الحكيم لا يحكم [illegible] الا في المنفعة العامة التي [illegible]

اور اسکا نقصان بہ نسبت فائدہ کی زیادہ معلوم ہوتا ہی بیشک حکیم وہی حکم دیتا ہی جسمیں منفعت [illegible] جسمیں فائدہ

يغلب منفعته على مضرته لا بما يغلب مضرته على منفعته الا ترى ان الخمر والميسر لم يحرمهما الله تعالى في

نقصان سی زیادہ ہو وہ حکم نہیں دیتا جسکی مضرت منفعت سی زیادہ ہو کیا معلوم نہیں کہ شراب اور جوئی کو اللہ تعالی نی قرآن میں

القرآن بعد ما نص فيه بنفعهما حيث قال يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما

کیسی حرام کیا بعد اسکی کہ انکی فائدہ بہی کہہ چکا چنانچہ فرمایا تجسی پوچہتی ہین حکم شراب اور جوئی کا تو کہہ انمین گناہ بڑا ہی اور فائدہ بہی ہین لوگون کو اور انکا

لان جانب النفع اذا غلب عليه جانب الضرر يحمى جانب الضرر فان اهل العرف في هذا الزمان كثيرا ما يظلمون اهل بلدة و

کیونکہ نفع کی جانب جب ضرر کی جانب غالب ہو جاتی ہی تو ضرر کی جانب کا لحاظ ہوتا ہی بیشک اہل عرف اس زمانہ میں ایک ظالم کی واسطی شہر کی شہر کو اور

اهل قرية بانواع المظالم بسبب ظالم واحد ومع هذا لا يظفرون بذلك الظالم فيكون مظالمهم اشد بالف مرتبة

گانوکی گانو بہت قسم کی اکثر ظلم کرڈالتی ہین اور تسپر بہی وہ ظالم ہاتہ نہیں آتا اسکا ظلم اوس ظالم کی ظلم سی ہزار گونہ ہو جاتا ہی

من ظلم ذلك الظالم مع بقاء ظلمه فليس مثلهم الا كمثل من يقصد احراق حشيش نبت خلال زرع غيره فالنار

اور وہ کا وہ باقی رہتا ہی انکی مثال ایسی ہی جیسی کوئی کہاس جلانی کا ارادہ کری جو کہیت کی اندر اوگتا ہی پہر اوس کہیت کی اندر آگ جلا دی

وسط زرعه فيحترق الزرع واما الحشيش الذي قصد احراقه فربما يحترق وربما لا يحترق فلعمر الله ليس هذا

اور تمام کہیت پہک جادی اور وہ کہاس جسکا جلانا منظور تہا کبہی جلجاتا ہی اور بعضی دفعہ قایم رہتا ہی سو اللہ کی قسم ہی کہ یہہ

من الاصلاح بل هو من الافساد فلو كان في هذا العرف خير لكان القرون التي يستعمل هذا العرف فيها خيرا من

انتظام نہیں ہی بلکہ کہندت ہی اگر اس عرف مین کچہہ خوبی ہوتی تو بیشک یہہ زمانہ جسمین یہہ عرف خوب برتا جاتا ہی اون عہد سی

القرون التي لم يستعمل فيها هذا العرف كقرون النبي عليه السلام والخلفاء الراشدين والتابعين ولا شك ان خير

جنمین یہہ عرف نہین برتا گیا بہتر ہوتا جیسی عہد نبی علیہ السلام کا اور عہد خلفاء راشدین کا اور تابعین کا اور اسمین شک نہین کہ

القرون قرن النبي عليه السلام ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم فشا الكذب والفساد الى قرننا الذي هو شر

سب سی بہتر زمانہ نبی علیہ السلام کا ہی پہر اونکا جو اونسی متصل ہین پہر اونکا جو اونسی متصل ہین پہر جہوٹ اور فساد پہیل گیا ہماری زمانہ تک جو سب سی بدتر ہی

القرون يشهد بذلك الاحاديث المشهورة بل المتواترة ولو بالقدر المشترك فان قيل تلك القرون لكونها قرون

مشہور حدیثین بلکہ متواتر اسکی گواہ ہین اگرچہ معنی جلتی مضمون سی پہر اگر کوئی کہی وہ زمانہ چونکہ رشد

الرشد والصلاح وعهد الصدق والفلاح كان الامر يتم بسهولة الشرع ولا يحتاج الى صعوبة العرف واما هذه

اور صلاح کی اور عہد صدق اور فلاح کی تہی تو انتظام شرع کی سہولت سی ہو جاتا تہا عرف کی اس صعوبت کی حاجت نہین ہوتی تہی اور اب یہہ

القرون فلما كان الغالب فيها الفسق والفساد والكذب والعناد اضطر العقلاء الى اجراء العرف الشديد لما رأوا

زمانہ اسمین فسق اور فساد اور جہوٹ اور عناد جو غالب ہوگیا ہی تو عقلا نی لاچار ہو کر یہہ عرف سخت جاری کیا کیونکہ دیکہتی تہی

من عدم انزجار اهلها بالشرع السديد فالجواب ان هذا السؤال لا يبقى له مورد بعد ما عرف في اجراء العرف من

کہ اس زمانہ کی لوگ صرف شرع محکم سی باز نہین آتی سو جواب یہہ ہی کہ اس سوال کا ٹہکانا نہین ہی جب عرف کی جاری کرنی مین مفاسد

المفاسد وما في الشرع من كفايته في جميع الاعصار لجميع المقاصد ثم ان ما ذكر من كون القرون السابقة قرون

مال ہی اور شرع کی کفایت تمام عہدون مین تمام مطالب کی لئی تسلیم کرلی پہر وہ جو مذکور ہوا کہ وہ زمانہ رشد

الرشد وصلاح ... وهذه القرون ... ... ليس الا ببركة اجزاء الشريف في تلك القرون وبشامة احداث

اور صلاح کی تھی اور یہہ زمانہ فسق ... ... ہی مگر بسبب برکت اجزاء شرع شریف کی اوس عہد میں اور بسبب نحوست پیدا کرنی

العرف الخبيث في هذه القرون اذ في هذه القرون كثر اولاد الزنا بسبب اكراه اهل العرف اهل كل بلدة واهل كل قرية

خبیث عرف کی اس ... ... میں حرام کی اولاد بہت ہوگئی ہی اسلئی کہ اہل عرف ہریک شہر پہ اور ہریک گانو پہ

في كل سنة ... كل شهر مرارا على الحلف بالطلاق في انواع القضايا فيلزم الحنث بالضرورة وبهذا السبب كثر

ہر سال بلکہ ہر ماہ کئی کئی بار زور اور ظلم سی ہریک قضیہ میں طلاق کی قسمیں دلاتی ہی پہر قسم کا ٹوٹنا بالضرورۃ لازم آجاتا ہی اس سبب سی

اولاد الزنا في هذا الزمان واشتغلوا بالتزويرات والتلبيسات وانواع الفساد اذ لا يصدر من الذوات الخبيثة

اس زمانہ میں حرام کی اولاد بہت ہوگئی اور مکر اور فریب اور طرح طرح کی فساد کرنی لگی کیونکہ بدذات آدمی سی سوا بدذاتی کی

الا الاعمال الخبيثة فان قيل العقوبة المتجاوزة عما عينه الشرع قد صدرت عن السلف وذكر في الكتب المعتبرة

اور کیا ہوتا ہی پہر اگر کوئی کہی کہ ایسی عقوبت جو شرع کی حد معین سی بڑہ جاوی بیشک سلف سی بہی عمل میں آئی ہی اور معتبر کتابوں میں مذکور ہی

انها محمولة على السياسة قلنا لم لا يجوز ان يكون العرف المذكور محمولا على السياسة ايضا فالجواب ان السياسة على

کہ وہ عقوبت سیاست پر محمول ہی پہر کیوں نہیں جایز کہ یہہ عرف مذکور بہی سیاست پر محمول ہووی سو اسکا جواب یہہ ہی کہ سیاست

ما ذكر في معين الحكام نوعان احدهما ظالمة والاخرى عادلة اما الظالمة فالشرع يحرمها ويحكم بعدم جوازها

موافق مضمون معین الحکام کی دو قسم کی ہی ایک تو ظالمہ ہی اور دوسری عادلہ ظالمہ کو تو شرع نی حرام اور مطلق ناجایز کہا ہی

والعرف المذكور عينها وبسببها ينفتح ابواب المظالم الشنيعة ويوخذ الاموال ويسفك الدماء بغير الشريعة واما

اور یہہ عرف مذکور بعینہ وہی ہی اور اسہی کی سبب سی ظلم شنیع کی دروازی کہل جاتی ہیں اور مال چہنتی ہیں اور خلاف شرع خونریزی ہوتی ہی اور دوسری

العادلة فالشرع يوجب المصير اليها والاعتماد عليها وهي ما ذكر في العناية تغليظ جناية لها حكم شرعي حسما لمادة

عادلہ سو شرع نی اوسکی طرف توجہ اور اوسپر اعتماد کرنا واجب ہی اور وہ ہی سیاست عادلہ وہ ہی جو کتاب عنایہ میں مذکور ہی خطا حکم شرعی سی فساد کی بیخ

الفساد وقيل هي الشريعة مغلظة وبسببها يخرج الحق من الظالم ويندفع كثير من المظالم ويرتدع اهل الفساد من

کاٹنی کی واسطی تنگ پکڑنا اور کوئی کہتا ہی کہ وہ بہی شریعت بہاری ہی اور اوسکی سبب سی حق ظالم کی قبضہ سی نکل آتا ہی اور اور بہت مظالم بند ہوجاتی ہیں اور مفسد لوگ

الفساد وباهمالها يضيع الحقوق ويتعطل الحدود فلا بد من اعتبارها لكن بعد معرفة طريق اجرائها لئلا يتجاوز

فساد کرنا چہوڑ دیتی ہیں مگر اوسکو چہوڑ دیجئی تو حقوق تلف ہوتی ہیں اور حدود بیکار سو اسکا اعتبار ضرور ہی لیکن پہلی اوسکی اجرا کو سمجہ لینا چاہئی تاکہ اوس سی بڑہ کر

منها الى غيرها اذ لا يمكن رفع الفساد من وجه الارض الا بعقوبة المتهمين بالاجرام المشهورين بها بعقوبات الشرع

اور کچہہ نہ کر بیٹہی اسواسطی کہ روئی زمین سی فساد دور نہیں ہوسکتا جب تک مفسدوں کو عقوبت شرعی نہو جنکی نام پر جرم لگی ہوئی ہیں اور اوس باب میں

بقدر تهمتهم وشهرتهم بها اما بالحبس كما ذكر في حدود فتاوى قاضيخان ان من يتهم بالقتل والسرقة وضرب الناس يحبس

مشہور ہیں جسقدر اونپر تہمت اور جتنا اونکا شہرہ ہو یا تو قید کرکر چنانچہ حدود فتاوی قاضی خان میں کہ جنکی نام پر خون اور چوری اور ایذا رسانی لوگوں کی تہمت ہو تو

ويخلد في السجن الى ان يظهر توبته وذكر في باب الحبس من قضاء الخلاصة والبزازية ان الدعار وهم الذين يقصدون اتلاف

اوسکو قید کریں اور قید خانہ میں اتنی پڑا رکہیں کہ وہ توبہ کری اور خلاصہ کی قضا کی باب الحبس میں اور بزازیہ میں مذکور ہی کہ دعار یعنی وہ لوگ جو لوگوں کا مال اور

اموال الناس وانفسهم يحبسون حتى يعرف توبتهم بظهور شعار الصالحين في سيماهم او بالضرب كما ذكر في اكراه البزازية

جان تلف کیا چاہتی ہیں قید کئی جاویں جبتک کہ اونکی توبہ معلوم ہو کہ اونکی چہروں پر اطوار صلحا کی سی ظاہر ہو جاویں یا مار مار کر چنانچہ بزازیہ کی اکراہ میں مذکور ہی

ان حسن بن زياد سئل عن المتهم بالسرقة ايحل ضربه حتى يقر قال ما لم يقطع اللحم ولم يظهر العظم يعني ان ضربه

کہ حسن بن زیاد سی پوچہا گیا چور کو چوری کی تہمت میں مارنا جایز ہی تاکہ اقرار کری کہا جبتک کہ گوشت نہ کٹی اور ہڈی نہ نکل آوی مراد یہہ ہی کہ ایسا

بيني

ينبغي ان لا يخرج عن صفة ضرب الحدود ولا يعاقب بغير عقوبة ...

... اور کسی ... عقوبت سے ... حد کی وضع سے مخالف ہو جاوے

بالقتل كما ذكر في سير البزازية ان عطاء بن حمزة سئل عن قتل الاعونة والظلمة والسعاة في ايام الفترة قال

قتل کرکر چنانچہ سیر بزازیہ میں مذکور ہے کہ عطاء بن حمزہ سے پوچھا کہ ایام فترت میں باغیوں اور ظالموں کا ... قتل کرنا جائز ہے جواب دیا

قتلهم لانهم يسعون في الارض بالفساد وقيل انهم يشتغلون عن السعي في الفساد ايام ... وهم تواروا قال ذلك امتناع

انکا قتل مباح ہے کیونکہ وہ ملک میں فساد کرتے ہیں ... اور جب چھپ گئے ہیں ... جاری ...

ضرورة ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه وكذلك قال الامام السيد ابو شجاع وزاد بان قال يثاب قاتلهم قال لان من

اور اگر پھر وہ ہی حال ہو تو پھر وہ ہی کریں جو انکو منع ہوا تھا اور ایسے ہی امام سید ابو شجاع نے کہا ہے اور اسقدر زیادہ کہا کہ انکے قاتل کو ثواب ہوگا کیونکہ

شرط الاسلام الشفقة على الخلق والفرح بفرحهم والحزن بحزنهم وهم على عكس ذلك وذكر في كراهية البزازية انه كان

کیسا ہوگا کہا اسلئے کہ اسلام کی شرط ہے کہ خلق پر شفقت کریں اور انکی خوشی سے خوش ہوں اور لوگوں کے غم سے غمگین ہوں اور وہ لوگ اسکے برخلاف ہیں اور بزازیہ کی کراہیۃ میں مذکور ہے

يفتى بكفرهم والمختار للمشايخ ان لا يفتى بكفرهم وجواز القتل لا يدل على الكفر قال الله تعالى انما جزاء الذين يحاربون

کہ انکے کفر پر فتوی تھا اور مشایخ کا مختار یہی ہے کہ کفر پر فتوی نہ دیں اور قتل جائز ہونے سے کفر نہیں ثابت ہوتا اللہ تعالی فرماتا ہے یہی ہے سزا ان لوگوں کی جو لڑائی کرتے ہیں

الله ورسوله ويسعون في الارض فسادا ان يقتلوا والاعونة من الظلمة بين الله ورسوله وذكر في باب السعاية من

اللہ سے اور اسکے رسول سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو کہ انکو قتل کریں یا سولی چڑھاویں اور مددگار ہیں اللہ اور رسول سے لڑنے والے ہیں اور باب السعایہ میں

جنايات البزازية ان المشايخ لفساد الملك بسبب السعاية افتوا بان قتل الاعونة والسعاة في زمان الفترة جائز والتقييد

جنایات بزازیہ میں مذکور ہے کہ مشایخ نے اسلئے کہ بسبب سعایہ کے ملک میں فساد پھیل گیا تھا فتوی دیا تھا کہ قتل باغی کے مددگار کا زمانہ فترت میں جائز ہے اور قید سے

لكونهم في مثل ذلك الزمان اشد ضررا فيلحقون بالذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الارض فسادا فعلى هذا

کیونکہ اونسے ایسے زمانہ میں بڑا ضرر ہوویگا پھر وہ ان لوگوں میں مل جاویگے جو اللہ اور رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں اس رای کے موافق

يجوز قتلهم لكن باسهل الطرق واقلها عذابا كالصلب وضرب العنق لا باصعبها واكثرها عقابا كالسياسات الجارية

انکا قتل جائز ہے پر آسانی سے جسمیں تکلیف نہو جیسے سولی اور سر اوتارنا دینا سخت عذاب سے نہیں جسمیں تکلیف زیادہ ہو جیسے سیاسات اس زمانہ میں

في هذا الزمان لما روي انه عليه السلام قال اذا قتلتم فاحسنوا القتلة فعلم من هذا النقل ان اجراء هذه العقوبات

مروج ہیں کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو ان نقلوں سے معلوم ہوا کہ ان عقوبات کا جاری کرنا

انما يجوز اذا كان المدعى عليه متهما بالجرائم مشهورا بها وانكر ما ادعى عليه واما اذا لم يكن متهما بها بل كان رجلا صالحا

جب جائز ہے کہ مدعی علیہ جرم میں بدنام اور خطاوں میں مشہور ہو اور وہ دعوی سے منکر ہو اور اگر اوسپر کچھ تہمت نہو بلکہ وہ نیک خوبی سے مشہور ہو

مشهورا بالصلاح فلا يجوز عقوبته اصلا بل يحلف ويخلى سبيله ان لم يقم عليه بينة وان كان مجهول الحال لا يعرف ببر

تو ایسے کی عقوبت ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ قسم لیکر چھوڑ دیں اگر گواہ نہوں اور اگر مجہول الحال ہو یعنی نہ تو نیکوکار مشہور ہے اور نہ بدکار تو ایسے کو

ولا فجور يجوز حبسه يوما او يومين حتى يتبين حاله بالبينة او بالاقرار وان لم يظهر شيء منهما يحلف ويخلى سبيله ولا

ایک یا دو دن قید کرنا جائز ہے یہاں تک کہ اوسکا حال یا گواہوں سے یا اقرار سے ظاہر ہو جاوے اور اگر کچھ بھی ظاہر نہو تو قسم لیکر چھوڑ دیں اور

يجوز ضربه كما ذكر في سرقة الخلاصة والبزازية ان عصام بن يوسف دخل على الامير فاتي بسارق فانكر السرقة فقال الامير

مارنا جائز نہیں ہے چنانچہ خلاصہ اور بزازیہ کے باب السرقہ میں مذکور ہے کہ عصام بن یوسف امیر کے پاس گیا وہیں ایک چور پکڑ آیا سو اوسنے چوری سے انکار کیا امیر نے

لعصام بن يوسف ايش يجب عليه فقال عصام عليه اليمين وعلى المدعي البينة فقال الامير هاتوا لي بالسوط والعقابين

عصام بن یوسف سے پوچھا اسپر کیا واجب ہے عصام نے کہا اسپر قسم ہے اور مدعی پر گواہ امیر نے کہا کوڑا اور دو رسیاں تو لاؤ

ثم ما ضربه عشرا حتى اقر واتى بما سرقه فقال عصام سبحان الله ما رايت ظلما اشبه بالعدل من هذا فانظر كيف
پهر دس کوڑی نہین لگائی تہی کہ اوسنی اقرار کیا اور چوری کا مال لاویا عصام نی کہا سبحان الله مین نی اس ظلم سی زیادہ عدل سی ملتا ہوا کوئی ظلم نہین دیکہا اب دیکہو تو کیونکر

سماه ظلما مع ظهور الحق ولم يجعله عدلا بل جعله شبيها به لعدم وجود علامة ظاهرة موجبة لذلك
اسکا نام ظلم لیا با وجودیکہ حق ظاہر ہو گیا تہا اوسکو عدل نہین ٹہرایا بلکہ عدل کا مشابہ کیونکہ کوئی ظاہر دلیل جس سی ضرب واجب ہو جاوی نہین تہی

لانه وان ظهر به الحق في هذه المرة لكن كثيرا ما لا يظهر فيكون ظلما محضا بخلاف المتهم بالجرايم فان ضربه
اسواسطی کہ اگرچہ اوسوقت تو حق ظاہر ہو گیا لیکن اکثر حق ظاہر نہین ہوا کرتا پہر نرا ظلم ہی ظلم ہوتا ہی برخلاف اوسکی جو جرایم سی بدنام ہو رہا ہو بیشک ہو

ليس لمجرد استخراج الحق بل ليمتنع عن افعاله المذمومة سواء ظهر الحق ولم يظهر فافترقا وكل ما ذكر الى هنا من جواز
اوسکا مارنا صرف حق پیدا کرنی کی لیی نہین ہی بلکہ اس لیی کہ اپنی افعال بری سی باز آوی برابر ہی کہ حق ظاہر ہو یا نہ ظاہر ہو سوان دونون مین فرق ہی اور یہان تک جو مذکور ہوا

اجراء العقوبة على المتهمين بالجرايم انما هو قبل ثبوتها بالبينة او الاقرار واما بعد ثبوتها باحدهما فيقام عليهما ما
یعنی اجرا عقوبت کا جایز ہونا جرایم کی بدناموں پر ثبوت سی پہلی پہلی ہی گواہی سی ہو یا اقرار سی اور اگر جرم ثابت ہو جاوی کسی ایک وجہ اقرار یا بینہ سی تو پہر اونپر

عين لهم في الشرع من الحد والتعزير يسر نا الله تعالى علا موافقا لرضائه

المجلس الحادي والثمانون في بيان احكام القضاء

وہی قایم ہوویگا جو شرع نی مقرر کیا ہی حد اور تعزیر الله تعالی ہم پر اعمال موافق اپنی رضا کی آسان کر
اکیاسی مجلس احکام قضا کی بیان مین

واخذه بالرشوة وحكومته بشهادة الزور قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما انا
اور عہدہ قضا کو رشوت سی لینی مین اور جہوٹی گواہی پر حکم کرنی مین رسول الله صلی الله علیه وسلم نی فرمایا مین تو

بشر وانكم تختصمون الي ولعل بعضكم يكون الحن بحجته من بعض واقضي له على نحو ما اسمع منه فمن
خدا کا بندہ ہون اور تم میری پاس فیصلہ لاتی ہو اور شاید کہ بعضا تم مین سی حجت مین ہوشیار ہو بعضی سی اور جیسا اوس سی سونگا مین فیصلہ کر دونگا پہر

قضيت له بشيء من حق اخيه فلا ياخذنه فانما اقطع له قطعة من النار هذا الحديث من صحاح المصابيح
مین جسکو دوسری کی حق مین سی دلانی لگون تو وہ ہرگز نہ لیوی یہہ ہی ہی کہ اوسکی واسطی ٹکڑا آگ کا جدا کر دیتا ہون یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی

رواه ام المؤمنين ام سلمة ومعناه انكم تختصمون الي وربما يكون بعضكم مبطلا في دعواه ولا اعرف
ام المؤمنین ام سلمہ کی روایت سی اسکی معنی یہہ ہی کہ تم اپنی فیصلہ میری پاس لاتی ہو اور بعضی وقت کوئی اپنی دعوی مین جہوٹا ہوتا ہی اور مجکو وہ اپنی

كونه مبطلا في دعواه الا انه افطن بحجته واقدر على تقريرها بحيث اظنه صادقا في دعواه اقضي له
دعوی مین جہوٹا معلوم نہین ہوتا لیکن چونکہ وہ حجت مین ایسا قوی اور تقریر مین اتنا چسپ ہوتا ہی کہ مین اوسکی دعوی کو سچا گمان کرکر اوسکی دعوی کی

على وفق دعواه فيكون ما قضيته له من حق اخيه قطعة من النار لكونه حراما يسوقه الى النار فانه عليه السلام
موافق دلا دیتا ہون پہر وہ جو مین اوسکو دلاتا ہون بہائی کی حق مین سی آگ کا ٹکڑا ہوتا ہی کیونکہ وہ حرام ہی دوزخ مین کہینچ لیجاویگا بیشک نبی علیه السلام نی

صدر كلامه في هذا الحديث بقوله انما انا بشر تنبيها على جواز عدم مطابقة حكمه لما في نفس الامر لكونه بشرا لا
اپنی کلام اس حدیث مین اس لفظ سی شروع کی کہ مین آدمی ہون اس تنبیہ کی واسطی کہ حکم نفس الامر سی غیر مطابق ہو سکتا ہی کہ وہ بشر ہین

يعلم من الغيب ولا يطلع على الضمائر الا ما يوحى اليه ولا يلزم منه ان يكون حكمه خطاء اذ ليس هذا من قبيل الخطاء
غیب دان نہین ہین دل کی بہید پر جب ہی خبر ہوتی ہی کہ وحی آوی اور اس سی یہہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ حکم بیجا ہی اسواسطی کہ یہہ حکم مین غلطی نہین ہی

في الحكم لان الحاكم مامور مكلف بان يحكم بين الخصمين بالظاهر على حسب ما يسمعه من كلامهما وعلى ما يقتضيه
کیونکہ حاکم کی ذمہ یہہ ہی کہ دونو مدعی مدعی علیہ مین ظاہر کی موافق جیسا کہ اونکی کلام سنکر معلوم ہو اور جو اونکی حجت سی ثابت ہو حکم کر دی

حجتهما لا بما في نفس الامر حتى ان من كان مبطلا في دعواه اذا اتى بشاهدي الزور ولم يعلم القاضي بكذبهما وقضى
یہہ نہین ہی کہ نفس الامری حکم ہو یہان تک کہ جسکا دعوی جہوٹا ہو اور وہ جہوٹی دو گواہ گذار دی اور قاضی کو دونکا جہوٹ معلوم نہو اور وہ اونکی گواہی کی

بشهادتهما بعد تعديلهما فهو محق فی الحکم وان لم يکن ما حکم به ثابتا فی نفس الامر فعلم من هذا ان حکم القاضی
موافق تعدیل کی بعد حکم کردی تو قاضی کا حکم حق پر ہی اگر چہ وہ مدعا نفس الامر میں ثابت نہو اس سی معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم

بشهادة الزور لا يحل ما کان حراما ولا يحرم ما کان حلالا ولا ينفذ قضاؤه الا ظاهرا وهذا متفق عليه
جھوٹی گواہی سی حرام کو حلال نہیں کر دیتا اور نہ حلال کو حرام اور اوسکا حکم ظاہر ہی میں جاری ہوتا ہی یہہ بات املاک مرسلہ

فی الاملاك المرسلة التی لم يذکر فيها سبب معين من اسباب الملك واما فی العقود کالبيع والشراء والنکاح
کہ جنمیں کوئی خاص سبب ملک کا بیان نہو متفق علیہ ہی اور بہی عقود جیسی بیع اور شرا اور نکاح

والاجارة ونحوها وفی الفسوخ کالاقالة والطلاق ونحوهما فعند ابی حنيفة ينفذ ظاهرا وباطنا وعند غيره
اور اجارہ اور مانند اوسکی اور فسوخ عقد جیسی اقالہ اور طلاق اور مانند انکی سو امام ابو حنیفہ کی نزدیک حکم قاضی کا ظاہر اور باطن میں جاری ہوتا ہی اور اوروں

انما ينفذ ظاهرا لا باطنا لهم ان القضاء اظهار ما کان ثابتا لا اثبات ما لم يکن ثابتا وادعی من العقود والفسوخ لم يکن
نزدیک فقط ظاہر میں جاری ہوتا ہی باطن میں نہیں ہوتا انکی یہہ دلیل ہی کہ قضا ظاہر کرنا ثابت کا ہی غیر ثابت کا ثابت کرنا نہیں ہی اور دعوی عقود میں اور فسوخ میں ثابت

ثابتا عند کون الدعوی باطلة والشهود کاذبة فلا ينفذ القضاء فيه الا ظاهرا واما باطنا فلا لان القضاء انما
نہیں ہوتا جس صورت میں کہ دعوی جھوٹا ہوا اور گواہ جھوٹی ہوں تو اب قضا صرف ظاہر میں نافذ ہوگی باطن میں نہیں ہوگی اسلئی کہ قضا حجت کی

ينفذ بقدر الحجة والحجة باطلة فی الباطن لکون شهادة الزور حجة فی الظاهر لا فی الباطن والمشهود له
موافق نافذ ہوتی ہی اور یہہ حجت تو باطن میں غلط ہی کیونکہ گواہ جھوٹی ہیں ظاہر میں حجت ہی باطن میں نہیں اور گواہوں والا

يعلم ذلك والقاضی لا يعلمه فينفذ قضاؤه ظاهرا لا باطنا کما فی الاملاك المرسلة وله ان القاضی اذا قامت عنده
اسکو جانتا ہی اور قاضی نہیں جانتا سو قضا ظاہر میں نافذ ہوگی باطن میں نہیں ہوگی جیسی املاک مرسلہ میں اور امام صاحب کی یہہ دلیل ہی کہ قاضی کی پاس

البينة وعدلت يکون عليه القضاء واجبا حتی لو امتنع عن القضاء اوأخره يکون آثما لکن لما کان القضاء اظهار
جب گواہ آئی اور تعدیل ہو چکی تو اوسپر حکم دینا واجب ہی یہان تک کہ اگر کچہ حکم نہ دیوی یا دیرنگ کری تو گنہگار ہوتا ہی لیکن چونکہ قضا ظاہر کرنا

ما کان ثابتا ولم يکن ما ادعی من العقود والفسوخ ثابتا عند کون الدعوی باطلة والشهود کاذبة وجب اثباته
ثابت کا ہوتا ہی اور مدعا عقود اور فسوخ ثابت نہیں ہوتا جس صورت میں کہ دعوی باطل اور گواہ جھوٹی ہوں تو اب بطور اقتضا کی

اقتضاء لئلا يلزم ان يکون القاضی مکلفا بما ليس فی وسعه فان قضاء القاضی فيما يحتمل الانشاء ولم يکن فی المحل
مدعا ثابت کرنا ضرور ہوا تا کہ قاضی کی تکلیف طاقت سی زیادہ لازم نہ آوی بیشک حکم قاضی ایسی محل میں ہی کہ احتمال نئی سری ہونیکا ہی اور اس محل میں

مانع وکانت الشهود کاذبة يکون انشاء لانه مامور بالقضاء بالحق ولا يکون قضاؤه بالحق فيما يحتمل الانشاء ولم
کوئی مانع نہیں ہی اور گواہ جو جھوٹی تھی تو انشا یعنی از سر نو اب ہو جائیگا کیونکہ قاضی قضا بر حق کا ماموری اور اوسکی قضا بر حق ایسی محل میں کہ احتمال انشا کا ہووی اور

يکن فی المحل مانع وکانت الشهود کاذبة الا بالحمل علی الانشاء والعقود والفسوخ مما يحتمل الانشاء وللقاضی ولاية الانشاء
وہان مانع بہی نہو اور گواہ بہی جھوٹی ہوں نہیں ہو سکتی بدون حمل کئی انشا پر اور عقود اور فسوخ میں انشا یعنی از سر نو کا احتمال ہی اور قاضی از سر نو کر دینیکا

فی الجملة فيجعل قضاؤه انشاء بطريق الاقتضاء فيصير کانه قال فی دعوی عقد النکاح له زوجتك اياه وحکمت
فی الجملہ مختار ہی سو اوسکی قضا بطریق اقتضاء انشا از سر نو ہوگی اسکا انجام یہہ ہی گویا قاضی عقد نکاح کی دعوی میں یہہ کہتا ہی میںنی تیرا نکاح اوسکی ساتھ کر دیا

بينکما بالنکاح وفی دعوی فسخ النکاح يصير کانه قال فرقتك عنه وحکمت بينکما بالطلاق وکذا فی غير ذلك
اور میں نی تمہ دونوں میں نکاح کا حکم دیا اور فسخ نکاح کی دعوی میں یہہ انجام ہوتا ہی گویا قاضی کہتا ہی میں نی تجکو اوس سی اب جدا کیا اور تم دونوں میں طلاق کا حکم دیا اور ایسی ہی اور

مما ادعی من العقود والفسوخ بخلاف الاملاك المرسلة فان القضاء فيها بشهادة الزور لا ينفذ الا ظاهرا لان
دعووں میں جو جو دعوی عقود اور فسوخ کی ہوں برخلاف املاک مرسلہ یعنی بی قید کی بیشک اوسمیں قضا جھوٹی گواہی سی صرف ظاہر میں نافذ ہوگی کیونکہ

للملك لابد له من سبب في الاسباب بكثرة ومزاحمة ولا يمكن للقاضي ان يعين شيئا منها بدون الحجة اذ ليس بعضها
ہر ملک کی ملکیت کو کوئی سبب چاہیئے اور سببہا سے تو بہت ہیں ایک دوسرے کا مخالف قاضی سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اون میں سے کسی ایک کو بدون حجت کی مقرر کرے کیونکہ ایک
اولى من البعض فحينئذ لا يمكن اثبات شيء منها سابقا على القضاء بطريق الاقتضاء لان الملك ليس مما يحتمل الانشاء
ایک پر کچھ فوقیت نہیں ہے سو اب بطریق اقتضاء قضا سے پہلے کچھ بھی ثابت نہیں ہو سکتا اسلئے کہ ملک میں احتمال انشا کا یعنی از سر نو کا نہیں ہے
والقاضي ليس مأمورا بالقضاء بالملك بل هو مأمور بالقضاء بقصر يد المدعى عليه عن المدعي فهذا هو النافذ منه
اور قاضی کو یہ حکم نہیں کہ ملک کا حکم دیا کرے بلکہ اوسکو یہ حکم ہے کہ مدعی علیہ کا ہاتھ مدعی سے کوتاہ کر دے سو یہ ہی کہ ظاہر میں نافذ ہوتی ہے
ظاهرا لا غير بيانه ان رجلا اذا ادعى على رجل بيعا او شراء في جارية او طعام واقام شاهدي الزور وقضى القاضي
فقط اسکی تفصیل یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک شخص پر ایک لونڈی یا طعام کی بیع کا یا شراء کا دعوی کیا اور دو جھوٹے گواہ گذرانے اور قاضی نے
بينهما بالبيع او الشراء ينفذ قضاؤه ظاهرا وباطنا حتى يحل لمن حكم له بالجارية او الطعام ان يطأ الجارية بعد الاستبراء
اون دونوں میں بیع یا شراء کا حکم دیا تو یہ حکم ظاہر اور باطن میں نافذ ہو جائیگا یہاں تک کہ جسکو وہ لونڈی یا طعام دلایا گیا ہے حلال ہے کہ لونڈی سے بعد رحم صاف کرنے کی
ويأكل الطعام لثبوت الملك له بالثمن الذي وقع الشهادة به واما اذا ادعى رجل على رجل ملكا مطلقا في جارية او
وطی کرے اور کہانا کہا لیوے کیونکہ اوسکی ملک ثمن سے ثابت ہوئی جسکی گواہ گذر چکے ہیں اور رہی یہ صورت کہ ایک شخص ایک شخص پر لونڈی یا طعام کی مطلق ملکیت کا دعوی
طعام من غير تعيين سبب من اسباب الملك واقام شاهدي الزور وقضى القاضي بينهما بالملك لا ينفذ قضاؤه الا
کرے اور کوئی سبب خاص ملک کا بیان نہ کرے اور دو جھوٹے گواہ گذرانے تو قاضی دونوں میں حکم ملکیت کا دیدیوے تو اب اوسکا حکم فقط ظاہر میں نافذ ہوگا
ظاهرا حتى لا يحل لمن حكم له الجارية او الطعام ان يطأ الجارية او يأكل الطعام لعدم ثبوت الملك له فيما بينه وبين
یہاں تک کہ جسکو لونڈی یا طعام دلا دیا ہے حلال نہیں ہے کہ لونڈی سے صحبت کرے یا طعام کو کہا لیوے کیونکہ اوسکی ملک فیما بینہ وبین اللہ یعنی واقع میں ثابت
الله تعالى ومن امثلة العقود ان احدا من الرجال والنساء اذا ادعى على اخر نكاحا واقام شاهدي الزور وقضى
نہیں ہے اور ایک مثال عقد کی یہ ہے کہ کوئی مرد ہو یا عورت اگر دوسرے پر نکاح کا دعوی کرکر دو جھوٹے گواہ گذار دے اور قاضی
القاضي بينهما بالنكاح ينفذ قضاؤه ظاهرا وباطنا حتى يحل للرجل الوطي وللمرأة التمكين هذا اذا لم يكن المرأة في
اون میں حکم نکاح کا کر دے تو اب قضا ظاہر اور باطن میں نافذ ہو جائیگی یہاں تک مرد کو وطی اور عورت کو اپنے اوپر قبضہ دینا حلال ہے یہ اوس صورت میں ہے کہ وہ عورت
نكاح الغير او عدته فاما اذا كانت في نكاح الغير او عدته فالقضاء انما ينفذ ظاهرا فقط لا باطنا ومن امثلة الفسخ
اور کی نکاح میں یا عدت میں نہو اور اگر اور کسی کی نکاح یا عدت میں ہوگی تو قضاء صرف ظاہر میں نافذ ہوگی باطن میں نہوگی اور مثال فسخ کی یہ ہے
ان احد الزوجين اذا ادعى على اخر فسخ النكاح واقام شاهدي الزور وقضى القاضي بينهما بالفرقة ينفذ قضاؤه ظاهرا و
کہ خاوند جورو میں سے کسی نے دوسرے پہ فسخ نکاح کا دعوی کرکر دو جھوٹے گواہ گذار دئے اور قاضی نے اون میں جدائی کا حکم دیدیا تو یہ حکم ظاہر و باطن میں نافذ ہوگا
باطنا حتى يحرم للرجل الوطي وللمرأة التمكين ويجوز لها التزوج بزوج اخر ويجوز للزوج الاخر وطؤها وان علم ان الزوج
یہاں تک کہ اوس خاوند کو اب وطی اور جورو کو اپنے اوپر قبضہ دینا حرام ہے اور عورت کو جائز ہے کہ اور خصم کر لے اور اوس دوسرے خاوند کو اوسکی وطی جائز ہے اگرچہ معلوم ہو کہ پہلے
الاول لم يطلقها بان كان احد شاهدي الزور وهذا كله وقد كان ظاهرا معلوما مما ذكر لكن ينبغي ان يعلم ايضا ان
خاوند نے اسکو طلاق نہیں دی ہے اسطور کہ اون دو جھوٹے گواہوں میں کا ایک یہ ہی ہو اور یہ تمام مذکور سابق سے ظاہر اور معلوم ہے پر یہ بھی سمجھ لو کہ
قضاء القاضي في العقود والفسخ بشهادة الزور وان كان نافذا ظاهرا وباطنا ومفيدا للحل عند ابي حنيفة لكونه
قاضی کا حکم عقود اور فسوخ میں جھوٹی گواہی سے اگرچہ ظاہر و باطن میں نافذ اور امام کی نزدیک حلت کا فائدہ بھی دیتا ہے کیونکہ عقد یا فسخ
انشاء بطريق الاقتضاء الا ان المدعي والشهود لا يخلو من ان يتعرضوا لسخط الله تعالى وعقابه حيث ارتكبوا ما نهى الله
بطور اقتضاء کی از سر نو ہو جاتا ہے اتنا ہے کہ مدعی اور گواہ دونو غضب الہی اور عقاب سے نہ بچینگے کیونکہ اونہوں نے وہ عمل کیا ہے جو اللہ

در رسوله وسعوا فی ابطال حق الغیر وظلمه لاسیما اذا لم یکن الثمن الذی شهد به مساویا للقیمة اما المدعی فانه ارتکب
اور اوسکے رسول کی منع کیا ہی اور غیر کی حق تلفی اور ظلم میں سعی کی ہی خاص کر اوس صورت میں کہ ثمن جسکی گواہی دی ہی قیمت کی برابر نہو مدعی نی تو جہوٹ بولا

الکذب ولادعی ما لیس له وقد روی انه علیه السلام قال من ادعی ما لیس له فلیس منا فلیتبوأ مقعده من النار واما الشهود
اور ایسا دعوی کیا جو اوسکا حق نہیں ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی دعوی کیا جو اوسکا حق نہیں ہی وہ ہم میں سی نہیں ہی چاہیی کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالی اور

فانهم ارتکبوا الکبیرة التی شابهت الشرک وهی شهادة الزور وکذا المدعی حیث رضی بها وقد روی انه علیه السلام
یہی گواہ سو وہ نہوں نی وہ گناہ کبیرہ اختیار کیا کہ شرک کی مانند ہی یعنی جہوٹی گواہی ایسی ہی مدعی کہ اوسپر رضامند ہوا اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی

قال عدلت شهادة الزور بالاشراک بالله تعالی ثلث مرات ثم قرأ قوله تعالی فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور فانه
تین بار فرمایا جہوٹی گواہی اشراک باللہ کی برابر ہی پہر یہ آیت پڑہی سو بچتی رہو بتوں کی گندگی سی اور بچتی رہو جہوٹی بات سی بیشک علیہ السلام نی

بین فی هذا الحدیث ان شهادة الزور کانت مساویة للشرک فی حصول الاثم الموجب لدخول النار الا ان الشرک موجب للخلود
نی اس حدیث میں بیان فرمایا کہ جہوٹی گواہی گناہ میں شرک کی برابر ہی جس سی بالضرور دوزخ میں داخل ہوتا ہی اتنا ہی کہ شرک سی مدام کو دوزخ ہی

فیها وشهادة الزور غیر موجبة له ومما ینبغی ان یعلم ایضا ان قضاء القاضی بشهادة الزور فی العقود والفسوخ انما ینفذ ویفید
اور جہوٹی گواہی سی مدام نہیں ہی اور یہ بہی سمجہنی کی بات ہی کہ قاضی کا حکم جہوٹی گواہی سی عقود اور فسوخ میں جب نافذ ہوتا ہی وحلت کا فائدہ

الحل اذا اخذ القاضی القضاء بغیر رشوة واما اذا اخذ القضاء بالرشوة فلا یکون قاضیا ولا ینفذ حکمه علی ما ذکر فی عامة
دیتا ہی کہ قاضی کو عہدہ قضا بغیر رشوت ملا ہو اور اگر قضا رشوت سی لی ہی تو وہ قاضی نہیں ہی اور نہ اوسکا حکم نافذ ہی چنانچہ تمام کتابوں میں مذکور ہی

الکتب فعلی هذا لا یوجد فی هذا الزمان قاض ینفذ حکمه اذ قلما یوجد قاض لم یاخذ القضاء بالرشوة فان القضاة فی هذا
اس روایت کی موافق اب اس زمانہ میں ایسا کوئی قاضی نہیں ہی جسکا حکم نافذ ہو کیونکہ بہت کمتر قاضی ہیں جنکو قضا بدون رشوت کی ملا ہو بیشک اس زمانہ کی قاضی

الزمان یسعون فی اخذ القضاء بالرشوة سعیا بلیغا ویبذلون فی تحصیله مالا کثیرا سموه باسماء غیر الرشوة مع کونه کله
رشوت دیکر قضا لینی میں نہایت درجہ کی سعی کرتی ہیں اور قضا کی لئی خوب مال خرچ کرتی ہیں اوسکا نام سوای رشوت کی کچہہ اور رکہہ چہوڑا ہی باوجودیکہ سب

رشوة فکیف یوجد فیهم قاض ینفذ حکمه فانهم باخذهم القضاء بالرشوة یکونون سببا لابطال کثیر من الاحکام الشرعیة
رشوت ہی پہر کہاں ہی ایسا قاضی جسکا حکم نافذ ہووی کیونکہ قاضی تو رشوتوں سی قضا لیکر بہتیری احکام شرعی باطل کرتی ہیں

لان کثیرا من امور المسلمین مفوض الی رایهم وموقوف علی حکمهم وهم اذا اخذوا القضاء بالرشوة لا ینفذ حکمهم فی شیء
سلئی کہ اکثر امور مسلمانوں کی اونکی رای پر مفوض اور اونکی حکم پر موقوف ہیں اور اونہوں نی جب قضا رشوت دیکر لی تو اونکا حکم کسی فیصلہ شرعی میں نافذ نہیں ہوتا

من الحکومات الشرعیة فیلزم بطلان کثیر من امور المسلمین لاسیما النکاح الذی یکون مفوضا الیهم فان القاضی الذی اخذ
تو اب مسلمانوں کی بہتیری امور باطل ہوتی ہیں خاص کر نکاح جو اونکی طرف مفوض ہی بیشک جس قاضی نی رشوت دیکر

القضاء بالرشوة اذا عقد النکاح الذی فوض الیه یکون ذلک النکاح باطلا فیلزم ان یکون الزوج والزوجة زانیین ما داما
قضا حاصل کی ہی جب وہ کسیکا عقد نکاح کریگا جو اوسکی طرف مفوض ہی تو وہ نکاح باطل ہوگا اب یہ لازم آتا ہی کہ دونو خاوند جورو زانی ہوں جب تک

تحت ذلک النکاح ولیس هذا الا لکثرة محبتهم الدنیا وقلة مبالاتهم فی الدین فانهم لغلبة غفلتهم عن الآخرة یاخذون القضاء
اوس نکاح میں رہیں اور یہ حال اسی لئی ہی کہ دنیا کی محبت بہت ہی اور دین کی پروا کمتر ہی کیونکہ یہ قاضی آخرت سی خوب غافل ہوکر قضا کو رشوت سی

بالرشوة ولا یبالون بکونهم ملعونین بلعن رسول الله علیه السلام بل یفتخرون به مع ان کثیرا من السلف امتنعوا عن قبوله
حاصل کرتی ہیں اور اوسکی کچہہ پروا نہیں کہ اونپر رسول علیہ السلام کی لعنت پڑتی ہی کہ اوسپر فخر کرتی ہیں باوجودیکہ سلف میں اکثر لوگوں نی باوجود ہنایت کرہ کی

حتی اکرهوا اکراها بلیغا علی قبوله فلم یقبلوه فضلا عن بذل المال فی حدیثه الا تری ان ابا حنیفة دعی الی القضاء ثلث مرات
قبول نہیں کیا اور اوسکی لئی مال خرچ کرنیکا تو کیا ذکر ہی دیکہو نہیں کہ امام ابو حنیفہ کو قضا کی لئی تین دفعہ بلایا

فابى حتى حبس وضرب فى كل مرة ثلثين سوطا فلما خاف على نفسه قال حتى استشير اصحابى فشاورهم فقال ابو يوسف
پر انکار ہی کیا آخر کو قید ہوئے اور ہر بار تیس تیس کوڑے کہائے پہر جب جان کا خوف ہوا تو کہا میں اپنے یاروں سے مشورہ لیلوں پہر مشورہ کیا تو ابو یوسف نے کہا
لو تقلدت لانتفع الناس فنظر اليه ابو حنيفة نظر المغضب وقال لو امرت ان اعبر البحر سباحة لكنت اقدر عليه
اگر قضا لیلو تو لوگوں کا بڑا فائدہ ہی پہر ابو حنیفہ نے اونکی طرف غصہ سے گہور کر کہا اگر مجکو یہہ حکم ہوتا کہ دریا کو تیر کر اوتر جاؤں تو البتہ مجکو قدرت تہی
فكانى بك قاضيا فاعرض ولم ينظر اليه بعد ذلك وكذلك دعى محمد الى القضاء فابى حتى قيد وحبس نيفا وخمسين يوما
میری سمجہہ تو ہی قاضی ہی پہر منہہ پہیر لیا اور اونکی طرف پہر نظر نکیا اور اسیطرح امام محمد کو قضا کی واسطی بلایا سو انکار کیا یہاں تک کہ قید ہوئی اور پچاس اور کئی دن محبوس
واضطر فتقلده وانما امتنع هؤلاء الكرام عن تقلده لما روى عن ابى هريرة انه عليه السلام قال من جعل قاضيا
رہی بعد لاچار ہو کر قضا لیلی اور اس جماعت بزرگ نی اسیلئی نمانا کہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص لوگوں پر قاضی ہوا
بين الناس فقد ذبح بغير سكين والمراد من الذبح فى هذا الحديث القتل فان القتل بغير سكين كسقى السم مثلا لا يؤثر
بیشک وہ بغیر چہری کا ذبح ہوا اور ذبح سی مراد اس حدیث میں قتل ہی بیشک قتل بغیر چہری کی جیسی زہر پلا دینا سو ظاہر میں کچھ اثر نہیں کرتا
فى الظاهر وانما يؤثر فى الباطن بازهاق الروح كذا القضاء لا يؤثر فى الظاهر لانه فى الظاهر رفعة وعظمة وانما يؤثر
اور باطن میں ایسا اثر کرتا ہی کہ جان نکل جاتی ہی ایسی ہی قضا ظاہر میں کچہہ اثر نہیں کرتی کیونکہ ظاہر میں تو رفعت اور عظمت ہی باطن میں ایسا اثر کرتی ہی
فى الباطن باهلاك الدين لان القاضى قلما يعدل بين الخصمين بل ربما يميل فى الحكم الى الاصدقاء والاقرباء او الى من
کہ دین ہلاک کر دیتی ہی اسلئی کہ قاضی خصمین بیچ بہت ہی کم عدل کرتی ہیں بلکہ اکثر حکم میں دوست کی اور اقربا کی طرفداری کر جاتی ہیں یا کسی منصب والی کی
له منصب توقعا نواله او يخاف بلاءه وربما يوسوس له نفسه على قبول الرشوة فمن كان حاله كذلك فالموت خير
جس سی کچہہ وصول کی توقع . یا اوسکی بلا کا خوف ہو اور بعضی وقت دلمیں رشوت لینی کا خطرہ گذرتا ہی پہر جسکا ایسا حال ہو وہ تو ایسی قضا سی موت بہتر ہی
من القضاء لان الموت يقطعه عن المعاصى والقضاء يوقعه فى المعاصى فان قيل القضاء بالحق من اقوى الفرائض
کیونکہ موت تو معاصی سی الگ کر دیتی ہی اور قضا معاصی میں مبتلا کر دیتی ہی پہر اگر کوئی کہی حکم حق پر دینا عمدہ فرائض سی ہی
واشرف العبادات لكونه امرا بالمعروف ونهيا عن المنكر وقد امر الله به النبيين كما قال فى كتابه انا انزلنا التورية
اور عبادات میں اشرف ہی اسلئی کہ امر بالمعروف اور بند کرنا بدی سی ہی اور الله نی انبیاء کو یہہ حکم کیا ہی چنانچہ قرآن میں فرماتا ہی ہمنی اوتاری توریت
فيها هدى ونور يحكم بها النبيون وقال لنبينا عليه السلام انا انزلنا اليك الكتب بالحق لتحكم بين الناس فما وجه
اسمیں ہدایت اور روشنی اوسپر حکم کرتی پیغمبر اور ہماری نبی علیہ السلام کو فرمایا ہمنی اوتاری تجکو کتاب سچی کہ تو انصاف کری لوگوں میں پہر اس سی
الامتناع عنه فالجواب انه وان كان من اقوى الفرائض واشرف العبادات لكن ذكر فى كتب الفقه ان من كان
رکنی کی کیا وجہ ہی جواب یہہ ہی کہ قضا اگرچہ بڑا فریضہ اور عبادات میں اشرف ہی پر فقہ کی کتابوں میں مذکور ہی کہ جو شخص
صالحا له ينبغى له ان لا يطلبه بقلبه ولا يسئله بلسانه فان دعى اليه بلا طلبه قال بعض العلماء يكره له الدخول فيه
قضا کی لایق ہو اوسکو لازم ہی کہ دل سی اوسکا طالب نہووی اور نہ زبانسی اوسکا سوال کری پہر اگر بلا طلب اوسکی لئی مقرر کریں تو بعضی علماء کہتی ہیں کہ اختیاراً قضا میں
مختارا لما روى عن انس انه عليه السلام قال من ابتغى القضاء وسئله وكل الى نفسه ومن اكره عليه انزل الله تعالى
پہنسنا مکروہ ہی اسلئی کہ انس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی قضا تلاش کی اور سوال کیا تو اپنی ذات پر حوالہ کیا جاتا ہی اور جو زبردستی قاضی کیا گیا تو الله تعالی
عليه ملكا يسدده فانه عليه السلام اشار فى هذا الحديث الى ان من يطلب القضاء بقلبه ويسئله بلسانه يفوض امره
اوسپر فرشتہ تعین کر دیتا ہی وہ اوسکو راستی پر رکہتا ہی سو نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں یہہ اشارہ کیا کہ جو شخص قضا کو دل سی تلاش اور زبانسی سوال کرتا ہی تو وہ اوسکی
الى نفسه ومن يفوض امره الى نفسه لا يهدى الى الصواب لان النفس امارة بالسوء تجر صاحبها الى المخالفة وسوء المطالبة
ذات پر حوالہ ہی اور جسکا امر اوسکی ذات پر حوالہ رہا صواب کا راہ نہیں پاتا اسلئی کہ نفس برائی ہی بتاتا ہی اپنی یار کو مخالفت اور بری مطالب کی طرف کہینچتا ہی

فراہم

فلا يسلم من الوقوع في الظلم والمعصية ولذلك من يطلب القضاء ويسئله يجعله على نفسه ورغبة فيكون صاحب عجب
کھینچتا ہی سو ظلم اور معصیت سی سلامت نہیں رہتا اسیواسطی یہہ ہی کہ جو قضا کی طلب اور سوال کرتا ہی تو اپنی علم اور پرہیز پر بھروسہ کرتا ہی اسیواسطی عجب کرنیوالا

فيحرم التوفيق واما من يكره عليه فانه يصير منكسر القلب بالاكراه فيعتصم بحبل الله تعالى ويتوكل على الله
اور توفیق سی محروم ہو گا اور جسپر قضا کی لئی زور ہوتا ہی تو اکراہ سی آزردہ دل ہوکر اللہ کی رسی کا سہارا لیتا ہی اور اللہ پہ توکل کرتا ہی

ومن يعتصم بالله فقد هدي الى صراط مستقيم ومن يتوكل على الله فهو حسبه فيلهمه الرشد ويوفقه
اور جو اللہ کا سہارا پکڑتا ہی بیشک سیدھی راہ پاتا ہی اور جو شخص اللہ پر توکل کری وہ اوسکا ذمہ دار ہی پھر اوسکی ذہن رشد پیدا کردیتا ہی اور

الصواب يسر نا الله تعالى عملا مطابقا لرضائه بلطفه وكرمه المجلس الثاني والثمانون في بيان
صواب میں پہنچاتا ہی اللہ ہمپر عمل مطابق اپنی رضا کی اپنی لطف اور کرم سی آسان کر بیاسی مجلس اوس شخص کی بیان میں

من يجوز له الوعظ للناس ومن لا يجوز وما يتفرع عليه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
جسکو لوگون کی لئی وعظ کہنا جائز ہی اور جسکو نہیں جائز اسپر کیا پیدا ہوتا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا

لا يقص الا امير او مامور او مختال هذا الحديث من حسان المصابيح رواه عوف بن مالك ومثله ما رواه ايضا انه
وعظ نہیں بیان کرتا مگر امیر یا مامور یا شیخی خورا یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون میں ہی عوف ابن ملک کی روایت سی اور ایسی ہی مضمون کی وہ حدیث ہی

قال القصاص ثلثة امير ومامور ومختال والقص التكلم بالقصص ويستعمل في الوعظ وهو المراد ههنا والمعنى الذين
علیہ السلام نی فرمایا وعظ کہنی والی تین ہین امیر اور مامور اور شیخی خورا اور قصہ کی معنی ہین قصہ بیان کرنا اور قص وعظ میں برتا جاتا ہی اور یہان وعظ ہی مراد ہی اور معنی یہہ ہین

يعظون الناس ثلثة احدهم الامير وهو الحاكم فان الحكام في الزمان الاول كانوا يعظون الناس ويقصون عليهم اخبار
جو شخص لوگون کو وعظ کہتی ہین تین ہین ایک تو امیر یعنی حاکم بیشک پہلی زمانہ میں حاکم ہی لوگون کو وعظ کیا کرتی تہی اور گذری ہوئی خبرین اونکو سناتی تہی

الماضية ليعتبروا وثانيهم المامور وهو الذي امره الامير بالوعظ واذن له فيه وثالثهم المختال وهو الذي ليس بامير
تاکہ عبرت پذیر ہون اور دوسرا مامور یعنی جسکو امیر نی واسطی وعظ کی مقرر کیا اور اجازت دی ہی اور تیسرا مختال یعنی نہ وہ امیر ہی

ولا مامور من جهته بل هو فضولي يفعل ذلك تكبرا على الناس وطلبا للرياسة بينهم ويرائيهم بقوله وفعله وفيه
اور نہ امیر کی طرف سی مامور بلکہ وہ شخص زاید ہی یہہ پیشہ لوگون پر بزرگ ہونی کو اور اونمین ریاست لینی کو اختیار کرتا ہی اور اونکو اپنا قول اور فعل دکہلاتا ہی اسمین

زجر للواعظ عن الوعظ بغير اذن الامام وانما كان كذلك لان الامام يجب عليه ان يقوم بمصالح الرعية ويرتب
واعظ کو کہ بیواذن امام کی وعظ کہی ممانعت ہی اور ممانعت اسلئی ہی کہ امام پر واجب ہی کہ واسطی اصلاح رعیت کی مستعد رہی اور ہر ہر گانو میں

في كل قرية وفي كل محلة عالما متدينا يعلم الناس دينهم فينظر في العلماء فمن يرى فيه علما وديانة وحسن عقيدة
اور ہر ہر محلہ میں ایک ایک عالم دیندار تعین کری کہ وہ لوگون کو دین تعلیم کیا کری پہر علماء میں غور کری جسمین علم اور دیانت اور نیک عقیدہ دیکھی

ياذن له ان يعظ الناس ومن لا يرى فيه هذه الصفات لا ياذن له في الوعظ لئلا يوقع الناس في البدعة والضلالة
اوسکو اجازت دی کہ لوگون کو وعظ کیا کری اور جسمین یہہ صفات نہ پاوی تو اوسکو وعظ کی اجازت نہ دی تاکہ لوگون کو بدعت اور گمراہی میں نہ پہنسا دی

كما هو واقع في هذا الزمان وذلك لان الخلق لا يولدون بالعلم وانما يولدون بالجهل والجهل مرض من امراض القلوب
جیسا اس زمانہ میں ہو رہا ہی اور یہہ اسواسطی ضروری ہی کہ خلق عالم نہیں پیدا ہوتی بلکہ جہالت میں پیدا ہوتی ہی اور جہالت دلکی بیماریون میں سی ایک مرض ہی

فلا بد له من طبيب حاذق يعالجهم ويزيل مرضهم بتعليم احكام الدين في اصله وفرعه ومن لم يكن حاذقا
سو اس مرض کی لئی کوئی پکا طبیب چاہئی کہ علاج کرکر دین کی اصلی اور فرعی احکام سکہا کر اونکا دلی مرض کہو دی اور جو پکا طبیب نہیں ہی

لا يزيل مرضهم بل يزيدهم مرضا فيهلكهم وقد ذكر في الاحياء ان الدنيا دار المرض اذ ليس في بطن الارض الا ميت
تو اونکا دکہہ نہیں کہو دیگا بلکہ اور دکہہ بڑہا کر ہلاک کر دیگا اور احیاء میں مذکور ہی کہ دنیا بیماری کا گہر ہی کیونکہ جو زمین کی اندر ہی سو مردہ ہی

ولا على ظهرها الا سقيم ومرض القلوب اكثر من مرض الابدان وانما صار كذلك لثلث علل احديها ان من كان
اور جو اوس کی باہر ہی سو بیمار ہی اور دلکی دکہہ جسمانی بیماریسی زیادہ ہیں اور یہہ حال تین سبب سی ہوگیا ہی ایک تو یہہ کہ جو
مريض القلب لا يدري كونه مريضا والثانية ان عاقبة مرض القلب لا يشاهد قبل الموت بخلاف مرض البدن
دلکا دکہیا ہی وہ اپنی تئیں دکہیا نہیں سمجہتا اور دوسرا سبب یہہ ہی کہ دلکی بیماریکا انجام موتسی پہلی ظاہر نظر نہیں آتا برخلاف مرض بدنی کی
فان عاقبته موت مشاهد تنفر عنه الطباع وتكون ما بعد الموت غير مشاهد قلت النفرة عن الذنوب
کہ اوسکا انجام موت نظر آتی ہی سو سبھی طبیعتیں اوس سی نفرت کرتی ہیں اور موت کی بعد کا حال جو ظاہر نہیں نظر آتا اسلئی گناہوں سی نفرت کم ہوگئی ہی
ويتكل مرتكبها على فضل الله تعالى ولا يشتغل بعلاج مرض قلبه بل يشتغل بعلاج مرض بدنه من غير اتكال
اور گنہگار اللہ تعالی کی فضل پر تکیہ کرلیتا ہی اور اپنی دلکی دکہہ کا علاج نہیں کرتا بلکہ بدنی مرض کا علاج فضل الہی پر بی تکیہ کئی کرتا ہی
على فضل الله تعالى مع كون فضل الله تعالى عاما في الدنيا والاخرة والثالثة وهي الداء العضال فقد الطبيب
باوجودیکہ اللہ تعالی کا فضل دنیا اور آخرت دونوں میں برابر ہی اور تیسرا سبب یہہ ہی اور یہہ بڑا سخت دکہہ ہی یعنی طبیب کا نہونا
فان الاطباء هم العلماء وهم في هذا الزمان قد مرضوا مرضا شديدا حتى عجزوا عن علاج انفسهم فضلا عن
کیونکہ اسکی طبیب تو علماء ہیں سو اس زمانہ میں وہ خود ہی سخت بیمار ہیں یہانتک کہ اپنا ہی علاج نہیں کرسکتی غیر کی تو کیا کرسکتی ہی اس سبب سی یہہ دکہہ
علاج غيرهم وبهذا السبب عم الداء وانقطع الدواء وهلك الخلق بل اشتغل الاطباء بفنون الاغواء فليتهم
اور بہی زیادہ پہیل گیا اور علاج جاتا رہا اور خلق مرگئی بلکہ طبیب طرح طرح کی اغوا میں مشغول ہیں کاشکی وہ طبیب
اذا لم يصلحوا لم يفسدوا وليتهم سكتوا ولم ينطقوا فانهم اذا تكلموا لا يقصدون في مواعظهم الا استمالة قلوب العوام
اگر علاج نکرتی تو دکہہ بہی نہ بڑہاتی اور کاشکی یہہ خاموش رہتی کچہہ نہ بولتی بیشک جب وہ بولتی ہیں تو اوس وعظ سی سواء بہلانی قلوب عوام کی کچہہ اور غرض نہیں
ولا يتوصلون اليها الا بذكر الرجاء والرحمة لكون ذلك الذ في الاسماع واخف على الطباع فينصرف الخلق عن مجلس
ہوتی اور اوسکا وسیلہ یہہ ہی امید اور رحمت کا ذکر بڑا رکہا ہی کیونکہ یہہ ہی کانوں میں لذیذ اور طبیعت پر ہلکا ہی پہر خلقت مجلس وعظسی جب اوٹہتی ہی
وعظهم وقد استفادوا مزيد جرأة على المعاصي ومهما كان الطبيب كذلك يهلك المريض بالدواء حيث يضعه
تو اونکو گناہوں پر اور بہی جرات پیدا ہوجاتی ہی اور جب طبیب ہی ایسا ہووی تو دکہیا دوا ہی سی مریگا کیونکہ طبیب بی محل دوا
في غير موضعه فان الخوف والرجاء دواءان لكن لشخصين متضادي العلة فالذي غلب عليه الخوف حتى هجر
دیتا ہی بیشک خوف اور رجا دو دوائیں ہیں پر ایسی دو شخص کی جو ایک ہی بیمار ہوں پہر جسپر خوف اتنا غالب آیا کہ دنیا بالکل ترک کی
الدنيا بالكلية وكلف نفسه ما لا يطيق وضيق عليه العيش يكسر سورة خوفه بذكر اسباب الرجاء وسعة رحمة
اور اپنی جان طاقت سی زیادہ تکلیف میں ڈالی اور عیش تنگ کرلیا تو اوسکی خوف کی شدت کو اسباب رجا کی اور فراخی رحمت الہی کا ذکر کرکی
الله تعالى ليعود الى الاعتدال وكذا المصر على الذنوب المشتهي للتوبة الممتنع عنها بحكم القنوط واليأس استعظاما
گہٹادی تاکہ وہ اعتدال پر آجاوی اور ایسی ہی جو گناہ پر اڑا ہوا توبہ کا آرزومند کہ بسبب ناامیدی اور یاس کی اپنی گناہوں کو سخت سخت سمجہہ کر
لذنوبه التي سبقت يعالج ايضا بذكر اسباب الرجاء وسعة رحمة الله تعالى حتى يطمع في قبول توبته فيتوب
جو اوس سی عمل میں آئی ہیں توبہ نکرتا ہو ایسی کا علاج بہی یہی ہی ذکر کرنا اسباب رجا کا اور فراخی رحمت الہی کا تاکہ اوسکو توقع قبول توبہ کی پیدا ہو پہر وہ توبہ کری
فاما معالجة المغرور المسترسل في المعاصي بذكر اسباب الرجاء وسعة رحمة الله تعالى فيضاهي معالجة المحرور
اور رہا دہوکی میں پڑا ہوا معاصی میں بی قید اسکا علاج ذکر اسباب رجاسی اور بیان فراخی رحمت الہی سی ایسا ہی جیسی تپ چڑہی کو
بالعسل وذكر في موضع اخر من الاحياء ان هذا الزمان زمان لا ينبغي ان يذكر فيه للخلق اسباب الرجاء وسعة
شہد پلادیا اور احیاء کی ایک اور جگہ میں مذکور ہی کہ یہہ ایسا زمانہ ہی کہ اسمیں خلقت کی سامنی ذکر اسباب رجا کا اور بیان فراخی

رحمة

رحمة الله تعالى لان ذكرهما يهلكهم بالكلية لكنهما لما كانت اخف على النفوس واللذ في القلوب ولم يكن غرض
رحمت الٰہی کا اچھا نہیں کیونکہ یہہ دونو ذکر خلقت کو سراسر کہو دیتی ہیں لیکن یہہ ذکر لوگوں پر جو ہلکا ہے اور دلوں کی دلوں میں لذیذ معلوم ہوتا ہے اور واعظوں کی
الوعاظ الا استمالة القلوب واستنطاق الخلق بالثناء عليهم كيف ما كانوا مالوا الى الارجاء حتى ازداد الفساق فسادا
غرض بہی دلوں کی بہلانی اور مخلوقت سے اپنی تعریف کرانی کی سوا کچھہ اور نہیں ہی خلق کا حال کچھہ ہی ہو اکرو تو واعظ خواہ مخواہ رجا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یہانتک کہ فاسقوں کی
والمنهمكون في طغيانهم تماديا وذكر في موضع اخر ان الخلق الموجودين في هذا الزمان كان الاصلح لهم غلبة الخوف بشرط
اور بہی فساد بڑہ گیا اور طغیانی میں بہیسی بڑی لوگ اور بہی ڈوب گئی اور ایک اور جگہہ میں مذکور ہی کہ اس زمانہ کی خلقت کی لئے اصلح یہہ ہی کہ اونپر خوف غالب کیا جاوی بشرطیکہ
ان لا يخرجهم الى الياس وترك العمل وقطع الطمع من المغفرة فيكون ذلك سببا للتكاسل عن العمل وداعيا الى الانهماك
کہ وہ نا امید ہوکر عمل ترک نکردیں اور مغفرت کی طمع نچہوڑیں کیونکہ اب عمل میں سست اور لاچار معاصی میں کہپ جاوینگی سو یہہ درجہ یاس کا ہی
في المعاصي فان ذلك قنوط وليس بخوف بل الخوف هو الذي يحث على العمل ويكدر جميع الشهوات ويزعج القلب
خوف کا نہیں ہی بلکہ خوف یہہ ہوتا ہی کہ عمل کی رغبت ہو اور تمام شہوات بی مزہ ہو جاویں اور دل دنیا کی رغبت سی بیزار ہوکر
عن الركون الى دار الغرور ويدعوه الى الميل الى دار السرور وهذا هو الخوف المحمود لا الياس الموجب للقنوط فاذا كان
اور کہڑا جاوی اور آخرت کی رغبت ہوتی لگی اور یہہ حالت اچہی خوف کی ہی یاس کا درجہ نہیں جسمیں نا امید ہو جاوی جب حال ایسا ہی
الامر كذلك فالطريق الذي ينبغي ان يسلكه الواعظ في وعظه مع الخلق في هذا الزمان اذا كان مأمونا من
تو وہ رستہ جو واعظوں کو وعظ میں اس زمانہ کی خلقت کی ساتھہ چلنا چاہئی جب کہ واعظ ظلم کی طرف سی مامون ہو تو یہہ ہی کہ
جهة الامام ان يذكر ما في القرآن من الآيات المخوفة للمذنبين وما ورد في الاخبار والآثار في ذم المجرمين ومدح التائبين
کہ قرآن میں سی وہ آیات بیان کری جنمیں گنہگاروں کی واسطی خوف ہی اور وہ احادیث اور آثار جنمیں گنہگاروں کی ہجو اور توبہ کرکر اطاعت کرنیوالوں کی مدح ہی
المطيعين ويستكثر منها ان كان وارث رسول رب العالمين فانه عليه السلام ما خلف دينارا ولا درهما وانما
اور اسی قسم کی کثرت رکہی اگر رسول رب العالمین کا وارث ہی بیشک نبی علیہ السلام نی نہ دینار چہوڑا ہی اور نہ درہم یہہ ہی
خلف العلم والحكمة وورثه كل عالم بقدر ما اصابه ثم ينبغي له ان يقرر عندهم ان تعجيل العقوبة على الذنب متوقع
علم اور حکمت چہوڑ گئی ہیں اور ہر عالم اوسکا وارث ہوا جتنا اوسکی نصیب میں تہا پہر اونہں چاہئی کہ اونکی سامنی تقریر کری کہ گناہ کی وبال ہی دنیا میں ایسی عقوبت ہونی
في الدنيا ويبين لهم ان كل ما يصيب الانسان من المصائب في الدنيا فهو بسبب ذنبه كما قال الله تعالى وما اصابكم
ممکن ہی اور بیان کری کہ انسان پر دنیا میں جو مصیبت پڑجاتی ہی سو وہ سبب گناہوں کی وبال سی ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اور جو پڑتی تمپر
من مصيبة فبما كسبت ايديكم فينبغي له ان يخوفهم بذلك لان بعض الناس يخاف من العقوبة في الدنيا ما لا يهتم بها
کوئی سختی سو بدلہ اوسکا جو کمایا تمہاری ہاتہوں نی اب لازم ہی کہ اونکو یہہ ہی خوف دلاوی اسلئی کہ بعضی آدمی دنیا ہی کی عقوبت سی ڈرتی ہیں اور آخرت کی
في امر الآخرة لفرط جهله فيلزمه ان يبين له ان الذنوب كلها يتعجل في الدنيا شؤمها في غالب الامر ويضيق عليه رزقه
بات ہیچ جانتی ہیں ساری سہولت برتتی ہیں تو اب واعظ کو لازم ہی کہ اونکی سامنی یہہ ہی بیان کری کہ گناہوں کی شامت اکثر دنیا میں جلد آجاتی ہی اور اوسکی سبب سی روزی تنگ
بسببها لما روي انه عليه السلام قال ان العبد ليحرم الرزق بسبب ذنب يصيبه ثم ينبغي له ان يفخم امر الوعظ ويرفع
ہوجاتی ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ آدمی گناہ کی سبب رزق سی محروم ہوجاتا ہی پہر اوسکو چاہئی کہ وعظ عظمت سی اور پکار کر کہی
صوته ويكون منه في وعظه ما يشعر بالحال الذي هو فيه من الترغيب والترهيب لما روي عن جابر انه عليه السلام
اور وعظ میں جو بیان کرتا ہو ویسا ہی حال بنالی کہ صورت سی ترغیب اور خوف معلوم ہو کیونکہ جابر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام کا
كان اذا خطب احمرت عيناه وعلا صوته كانه منذر جيش وكذا ينبغي له اذا تكلم بكلام ان يكرره ثلث مرات
یہہ حال تہا کہ جب وعظ فرماتی تو آنکہیں سرخ اور آواز بلند ہو جاتی گویا فوج سی ڈراتی ہیں اور ایسی ہی لازم ہی کہ جب کوئی بات کہی تو تین بار کہی

ليفهمه سامعوه ويتمكن في قلوبهم ويحفظونه لما روي عن انس انه عليه السلام كان اذا تكلم بكلمة اعادها ثلثا
تاکہ سننے والے سمجھ لیں اور اونکی دلوں میں جم جاوے اور یاد کر لیں کیونکہ انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام اگر کوئی بات فرماتے تو تین بار کہتے
حتى تفهم عنه لكن يجب عليه ان يحترز عن خلط كلامه البدعة لما ذكر في الاحياء ان الواعظ اذا مزج كلامه البدعة
تاکہ خوب سمجھ لیں لیکن واعظ پر واجب ہے کہ اپنی کلام میں بدعت کی باتیں نہ ملاوے کیونکہ احیاء میں مذکور ہے کہ واعظ اگر بدعت بیان کرنے لگے
يجب منعه ولا يجوز حضور مجلسه الا على قصد الرد عليه ان قدر وان لم يقدر لا يحضر مجلسه وكذا لو كان كلامه
تو اوسکا روکنا واجب ہے اور اوسکی مجلس میں جانا جائز نہیں مگر بارادہ رد کی جاوے اگر قدرت رکھتا ہو اور اگر قدرت نہو تو اوسکی مجلس میں نجاوے اور ایسے ہی اگر اوسکی کلام
مائلا الى الارجاء وتجرئة الناس على المعاصي وزاد بسببه رجاء الخلق على خوفهم فهو منكر يجب منعه لكون
ارجا کی طرف جھکتی ہو اور لوگوں کو معاصی پر جرأت ہوتی ہو اور اس باعث سے خلق کو رجا خوف سے زیادہ بڑھ جاوے اب وہ واعظ نہیں منکر ہے اوسکا روکنا چاہیے
فساده عظيما بل الاقرب والاليق بطباع الخلق ان يرجح خوفهم على رجائهم لانهم الى الخوف احوج وذكر في الرسالة
اسکا بڑا فساد ہے بلکہ خلقت کی حال کی مطابق یہہ ہے کہ اونپر رجا سے خوف غالب رہے کیونکہ خوف کی زیادہ تر محتاج ہیں اور امام غزالی کی رسالہ میں
المسماة بايها الولد للامام الغزالي ان الواعظ ينبغي له ان يكون عزمه وهمته ان يدعو الناس من الدنيا الى
جسکا نام ایہا الولد ہے مذکور ہے کہ واعظ کو چاہیے کہ اوسکا قصد اور ہمت یہہ ہی ہووے کہ لوگوں کو دنیا سے آخرت کی طرف بلاوے اور معصیت سے طاعت کی طرف
الاخرة ومن المعصية الى الطاعة ومن الحرص الى القناعة ويحبب اليهم الاخرة ويبغض عليهم الدنيا ويعلمهم
طلب کرے اور حرص سے قناعت کی طرف اشارہ کرے اور اونکو آخرت کی محبت اور دنیا کا بغض دلاوے اور اونکو عبادت
العبادة والتقوى لان الغالب في طباعهم الزيغ عن منهج الشرع والسعي فيما لا يرضى الله تعالى فيلقي في قلوبهم
اور پرہیزگاری تعلیم کرے اسلیے کہ اونکی طبیعتوں میں اکثر شرع کی راہ سے کجی اور برخلاف رضامندی اللہ تعالی کی سعی ہوتی ہے سو اونکی دلوں میں خدا کا خوف
الرعب ويخوفهم عما يستقبلهم من المخاوف لعل صفات باطنهم تتغير ومعاملة ظاهرهم تتبدل ويظهر
ڈالے اور اونکو سامنے آنیوالی خوفناک چیزوں سے ڈراوے شاید کہ اونکی صفات باطنی بدل جاویں اور ظاہر کا معاملہ پلٹ جاوے اور اونسے طاعت کی حرص
الى الطاعة والرجوع عن المعصية وهذا هو طريق الوعظ والنصيحة وكل واعظ لا يكون وعظه هكذا فوعظه وبال
اور معصیت سے رجوع ظاہر ہونے لگی اور یہہ ہی طریقہ وعظ اور نصیحت کا اور جس واعظ کا وعظ ایسا نہووے تو اوسکا وعظ کہنے
على القائل والسامع بل قيل انه شيطان في صورة الانسان يخرج الخلق عن طريق الحق ويهلكهم فيجب عليهم ان يفروا
اور سننے دونوں پر وبال ہے بلکہ بعضے کہتے ہیں کہ وہ انسان کی صورت میں شیطان ہے کہ خلقت کو طریق حق سے بہکا کر ہلاک کرتا ہے سو خلق پر واجب ہے کہ اوس سے ایسا بھاگیں
منه فرارهم من الاسد لان ما يفسده هذا الواعظ من دينهم لا يستطيع ان يفسد بمثله الشيطان ومن كان له يد و
جیسے شیر سے بھاگتے ہیں کیونکہ یہہ واعظ جتنا انکا دین برباد کریگا شیطان کی قدرت نہیں کہ اتنا برباد کرے اور جسکو قابو اور قوت ہووے
قدرة يجب عليه ان ينزله من منابر المسلمين ويمنعه عما باشره لانه من جملة الامر بالمعروف والنهي عن المنكر وكذا الوعاظ
واجب ہے کہ اوسکو مسلمانوں کی منبر سے اوتار دے اور وعظ کہنے سے منع کرے کیونکہ یہہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل ہے اور ایسے ہی وہ واعظ
الذين يشتغلون بالقصص التي يتطرق اليها الزيادة والنقصان والكذب والبهتان قد ورد نهي السلف عن الجلوس في
کہ کہانیاں بیان کرتے ہیں جسمیں زیادتی کمتی اور جھوٹ اور بہتان ملا ہوا ہے متقدمین انکی مجلس میں جانے سے منع کر گئے ہیں
مجلسهم لان القصص منها ما ينفع سماعه ومنها ما يضر سماعه وان كان صدقا فمن فتح على نفسه ذلك الباب يختلط
اسلیے کہ بعضی قصوں کا سننا مفید ہوتا ہے اور بعضی قصوں کا سننا ضرر کرتا ہے اگرچہ سچا ہووے پھر جو شخص اپنی اوپر یہہ دروازہ کھول لیگا تو اوسپر
عليه الصدق بالكذب والنافع بالضار وقال احمد بن حنبل القصة ان كانت من قصص الانبياء والصالحين
سچ جھوٹ میں اور نافع مضر میں ملا ہوا ہوگا تمیز نہوگی اور احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ قصہ اگر انبیا اور صلحا کا ہو

فيها

فيما يتعلق بامور الدين وكانت صحيحة الرواية فلا ارى به باسا فليحذر الكذب وحكاية احوال تومئ الى هفوات
جو امور دینی سے متعلق ہیں اور سند اسکی صحیح ہو تو اوس میں کچھ مضائقہ نہیں معلوم ہوتا سو جھوٹ سے اور ایسے احوال بیان کرنے سے پرہیز کرے جس میں خطا
ومساهلات يقصر فهم العوام عن درك معانيها فان العامي يتمسك بذلك في مساهلاته وهفواته ويمهد لنفسه
اور سہل انگاری ہو اور عوام کا فہم اوسکے معانی سمجھنے سے قاصر ہو کیونکہ عام لوگ اوس حکایت سے اپنی سہل انگاری اور خطا کی سند پکڑ لیتے ہیں اور ایک عذر بنا کر
عذرا فيها ويقول قد صدر عن بعض المشائخ وبعض الاكابر كيت وكيت وكلنا بصدد المعاصي فلا غرو
پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیشک بعض مشائخ اور بزرگوں سے ایسی ایسی باتیں ہو گئی ہیں اور ہم سب تو گناہوں میں ہیں سو اگر ہم گنہگار ہوئے
ان صدر مني ذنب فقد صدر عمن هو اكبر مني ويفيده ذلك جرءة على الله تعالى من حيث لا يدري وبعد الاحتراز
اگر ہم سے کوئی گناہ ہو گیا تو کیا تعجب ہے جبکہ ہم سے بڑے بزرگوں سے وہ ہو گیا ہے اور اسمیں عوام کو خدا پر ایسی جرأت پیدا ہوتی ہے کہ اونکو خبر نہیں ہوتی اور
عن هذين فلا باس به وعند ذلك يرجع القصص المحمودة الى ما اشتمل عليه القران وصح في الكتب الصحيحة من الاخبار
ان دونوں امر سے پرہیز کرے تو کچھ خوف نہیں ہے اب وہ اچھی اچھی حکایات مطابق اوسکے ہیں جو قرآن میں آئی ہیں اور تاریخ کی معتبر کتابوں میں صحیح مذکور ہوئی ہیں
واما ما يوجد في بعض الكتب التي يذكر فيها من قصص الانبياء ما لا يليق بحالهم فيجب تنزيههم عنها كقصة داود النبي
اور یہ وہ قصے جو بعض کتابوں میں ملتے ہیں جنمیں انبیا علیہم السلام کے قصے ایسی طرح ہیں کہ انبیاء کے حال کے لائق نہیں ہیں ایسے قصوں سے انکو پاک سمجھنا واجب ہے جیسے
فانها على ما يرويها القصاص من انه عليه السلام دخل ذات يوم محرابه واغلق بابه وجعل يصلي ويقرا الزبور
داود نبی علیہ السلام کا سو یہ قصہ موافق روایت قصاص کی کہ داود علیہ السلام نے ایکروز اپنی محراب میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا اور نماز اور زبور کی تلاوت میں مشغول ہوئے
فبينما هو كذلك اذ جاء الشيطان في صورة حمامة من ذهب فمد يده ليأخذها لابن له صغير فطارت فاتبعها
وہ اسی حال میں تھے کہ ناگاہ شیطان سونے کا کبوتر بنکر آگیا سو داود علیہ السلام نے چھوٹے بیٹے کی کھلونے کیواسطے اوسکے پکڑنے کو ہاتھ لپکایا وہ اوڑ گیا پھر اوسکے پیچھے لپکایا
فطارت فوقعت في كوة فتبعها فابصر امراة جميلة قد نقضت شعرها فغطى بدنها وهي كانت امراة رجل
وہ اوڑ کر تابدان میں گر پڑا اوسکے پیچھے گئے تو ایک عورت خوبصورت کو کہ اونے اپنے بال کھول کر بدن ڈھک لیا نظر پڑ گئی اور وہ ایک شخص کی جورو تھی
يقال له اوريا وكان من غزاة البلقاء فكتب الى صاحب بعث البلقاء وهو ايوب بن صوريا ان ابعث
نام اوسکا اوریا اور بلقاء کے غازیوں میں تھا پھر داود نے بلقا کے سردار لشکر یعنی ایوب بن صوریا کو یہ لکھا کہ میں اوریا کو بھیجتا ہوں
اوريا فقدمه على التابوت وكان من يتقدم على التابوت لا يحل له ان يرجع حتى يفتح الله تعالى على يديه او يستشهد
سو تو اوسکو تابوت کے پیش کر دینا اور قاعدہ یوں تھا کہ جو شخص تابوت پر پیش ہوتا تھا اوسکو حلال نہیں تھا کہ بدون فتح کی ہوئی پھرے یا شہید ہو جاوے
ففتح الله تعالى على يديه وسلم وامره ان يرده مرة اخرى وثالثة حتى قتل واتاه خبر قتله ولم يحزن كما يحزن على
سو اللہ تعالی نے اوسکے ہاتھ پر فتح دی اور وہ سلامت بچا پھر اوسکو حکم دیا کہ اوریا کو دوبارہ اور سہ بارہ روانہ کرے آخر وہ مارا گیا اور داود علیہ السلام کو خبر اوسکے قتل کی آئی تو
الشهداء فتزوج امراته فهذا وامثاله افك مبتدع تمجه الاسماع ومنكر مخترع تنفر عنه الطباع ناش من عدم
اوسکا غم نہ کیا جیسا کہ شہیدوں پر ہوتا تھا پھر اوسکی بی بی سے نکاح کر لیا سو یہ قصہ اور ایسے قصے بہتان ہیں جنکو کان سننا ناپسند کرتے ہیں اور بیہودہ بنائی ہوئی بات ہے جس سے طبیعتوں کو نفرت ہوتی ہے
العلم بما يجب وما يستحيل وما يجوز في حق الانبياء فويل لمن ابتدعه واشاعه وتبا لمن اخترعه واذاعه اذ يقبح
اس بات سے پیدا ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں کیا واجب ہے اور کیا محال ہے اور کیا جائز ہے سو افسوس ہے جسنے اسکو گھڑا اور مشہور کیا اور ہلاکت ہو جسنے بنایا اور پھیلایا کیونکہ
ان يحدث به عن بعض المتسمين بالصلاح من افراد المسلمين فضلا عن بعض اعلام الانبياء والمرسلين ولذلك
قبیح ہے کہ ایسی بات مسلمانوں میں سے کسی صالح سے منقول ہو چہ جائیکہ بزرگ انبیاء اور مرسلین سے اسی لئے علی کرم اللہ وجہہ نے کہا ہے
قال علي كرم الله وجهه من حدثكم بحديث داود النبي عليه السلام على ما يرويه القصاص جلدته مائة وستين
کہ جو شخص داود علیہ السلام کی بات موافق روایت قصاص کی بیان کریگا تو میں اوسکو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا

وهذا اسند الفرية على الانبياء وروى ان عمر بن عبد العزيز حدث بذلك وكان عنده رجل من اهل الحق فكذب

اور نبیوں پر تہمت لگانی ہے یہہ حد ہی اور روایت ہی کہ عمر بن عبد العزیز کی سامنی یہہ بیان ہوا اور اونکی پاس ایک شخص حقانی موجود تہا سو اوسنی

المحدث به وقال ان القصة ان كانت على ما في كتاب الله تعالى فما ينبغي ان يلتمس خلافها بان يقال غير ذلك

اوس قصے کو جھٹلایا اور کہا کہ قصہ داود کا اگر کتاب اللہ کی موافق ہی تو کیا سبب ہی کہ اوسکی خلاف تلاش کرین کہ اوسکی سوا کچھ اور بیان ہو

وان كانت على ما ذكرت فقد كف الله تعالى عنها سترا على نبيه فما ينبغي اظهارها عليه فقال عمر بن عبد العزيز

اور اگر تیری اظہار کی موافق ہو تو بیشک اللہ تعالی نی اسکا اپنی نبی پر پردہ رکھا تو اوسکا بیان کرنا لایق نہیں ہی عمر بن عبد العزیز نی کہا

لسماعي هذا الكلام احب الي مما طلعت عليه الشمس وانما قال ذلك لانها قصة زل فيها كثير من الناس وقالوا

یہہ بات مجھکو سب سے زیادہ محبوب تہی جس پر آفتاب چمکتا ہی اور یہہ اسلئی کہا کہ یہہ ایسا قصہ ہی کہ اسمین بہت لوگ پھسل پڑی ہیں اور داود

في نبي الله داود عليه السلام ما لا يليق بحال الانبياء فان اصل القصة على ما ذكر في بعض التفاسير ان داود النبي عم

نبی علیہ السلام کو ایسا کہنی لگی ہیں کہ انبیاء کی حال سی مناسب نہیں ہی اور اصل قصہ موافق بعضی تفسیروں کی یون ہی کہ داود نبی کی نظر ایک

راى امراة رجل يقال له اوريا فمال قلبه اليها فساله ان يطلقها فاستحيى ان يرده ففعل فتزوجها وهي ام سليمان

جورو پر پڑ گئی تو اوسپر اونکا دل آگیا سو داود نی اوریا کو کہا کہ اوسکو طلاق دیدی اوسنی حیا کی ماری سوال رد نکیا جب اوسنی طلاق دیدی اونہونی نکاح کر لیا

النبي عم وكان ذلك جائزا في شريعته معتادا بين امته غير مخل بالمروة حيث كان يسئل بعضهم بعضا ان ينزل له

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ماں وہی ہی اور یہہ طریقہ اونکی شریعت میں جائز اور امت میں مروج تہا اور خلاف مروت نتہا کیونکہ جب کسیکی بی بی کسیکو پسند آتی تہی تو ایک دوسری سی سوال کرتا

عن امراته فيتزوجها اذا اعجبته وكان الانصار في صدر الاسلام يواسون المهاجرين بمثل ذلك من غير نكير خلا انه عليه السلام

کہ اپنی بی بی میری لئی چھوڑ دی پہر وہ نکاح کر لیتا اور انصار ابتداء اسلام میں اسیطرح بی بی طلاق دیکر مہاجرین کی ساتہ طریق مروت برتتی تہی ان داود علیہ السلام کو

لعظم منزلته وارتفاع مرتبته وعلو شانه لم يكن ينبغي له ان يتعاطى ما يتعاطاه احاد امته ويسال رجلا ليس له

بسبب عظمت منزلت اور رفعت قربت اور علو شان کی مناسب نتہا کہ ایسا معاملہ کرین جو کہ اونکی امت کی ادنی آدمی کرتی تہی اور وہ بہی ایسی شخص سی سوال کرین کہ اوسکی

الا امراة واحدة ان ينزل له عنها فيتزوجها مع كثرة نسائه بل كان ينبغي له ان يغالب هواه ويقهر نفسه ويصبر

پاس ایک ہی بی بی تہی کہ میری لئی چھوڑ دی پہر اوس سی نکاح کر لیں باوجودیکہ انکی پاس بی بیان بہت تہیں بلکہ اونکو یون لازم تہا کہ ہوا کو مغلوب کرتی اور نفس کو دبا لیتی

على ما امتحن به فعلى هذا القول لا يلزم في حق داود عم الا ترك الاولى لان وقوع بصره عليها كان من غير قصده

اور اس امتحان پر صبر کرتی اس بیان کی موافق حضرت داود کی حق مین یہی لازم آتا ہی کہ ترک اولی ہوا کیونکہ اوس عورت پر نظر تو بلا قصد پڑ گئی تہی

فلا يكون ذنبا وكذا ميل قلبه اليها عقيب النظر لا يكون ذنبا لان الاحتراز عنه غير مقدور للبشر وانما عوتب كل

سو کچھ گناہ نہیں ہی اور ایسا ہی دیکھنی کی بعد دل کا آجانا کچھ گناہ نہیں ہی کیونکہ یہہ امر آدمی کی بس مین نہین ہی اور یہہ تمام عتاب الہی

هذا العتاب حتى بعث الملئكة بالخصومة عنده تمثيلا لحاله وتقريرا لذلك لديه لان الانبياء يواخذون بادنى شيء

کہ انکی پاس فرشتی جہگڑتی ہوئی اونکی حال کی صورت اور تقریر لیکر آئی تو اسلئی ہوا کہ انبیاء علیہم السلام سی مواخذہ ایسی ذرہ بات پر ہو جاتا ہی

كان منهم مما لا يواخذ بذلك غيرهم بل يعد ذلك من غيرهم من ارفع الاعمال واجلها الا ترى ان يونس النبي عم لما دعى

کہ اوروں سی اوسپر مواخذہ نہیں ہوتا بلکہ وہ بات اوروں کی حق مین بڑا عمل اور نیک تر ہوتا ہی کیا معلوم نہیں کہ یونس نبی علیہ السلام نی جب اپنی قوم کو

قومه الى الايمان وابوا عن قبوله واصروا على الكفر والعصيان وبالغوا في العناد والطغيان حتى عيل صبره ولم

ایمان پر بلایا اور اونہوں نی تسلیم سی انکار کیا اور کفر اور عصیان پر اڑ گئی اور عناد اور سرکشی حد کو پہنچا دی یہان تک کہ اونکو صبر دشوار ہوگیا اور

يطق على المصابرة معهم خرج من بينهم غضبا لله تعالى وبغضا للكفر وهذا وان كان يعد من ارفع الاعمال

طاقت صبر کی نرہی تو اون میں سی خدا کی واسطی غصہ ہو کر کفر کی دشمنی کی ماری چلی گئی یہہ بات اگرچہ اور مومن کی حق مین عمدہ اور نیک تر عمل

واجلها بالنسبة الی غیره من احاد المؤمنین لکن لما کان خروجه من بینهم بلا اذن من الله تعالی وکان علیه
شمار میں آتا ہی — پھر حضرت یونس کا اونمیں سی چلا جانا — جو بغیر حکم اللہ تعالی کی تہا — اور اونکو لازم یہہ تہا
ان یصبر وینتظر الاذن من الله تعالی عوتب وحبس فی بطن الحوت مقدار ما شاء الله تعالی والحاصل
کہ صبر کرتی اور اللہ تعالی کی حکم کی منتظر رہتی تو عتاب ہوا اور مچھلی کی پیٹ میں بمقدار مشیت الٰہی رہی — حاصل یہہ ہی
ان الانبیاء فی زمان نبوتهم معصومون عن الکبائر مطلقا وعن الصغائر عمدا لکن یجوز صدور الصغائر عنهم
کہ انبیاء نبوت کی زمانہ میں کبائر سی تو مطلقا معصوم ہوتی ہیں اور عمدا صغائر سی بہی لیکن اون سی صغیرہ کا سہو ہوجانا
سهوا او علی سبیل النسیان او علی سبیل الخطاء فی التاویل ویسمی ذلک زلة وهی الصغیرة التی یفعل من غیر قصد
اون سی سہو یا بہول کر — یا تاویل میں چوک کر جایز ہی — اور اسکو زلہ کہتی ہیں — یعنی صغیرہ جو بلا ارادہ ہو جاوی
الیها کما قال الامام السرخسی ما الزلة فلا یوجد فیها القصد الی عینها وانما یوجد فیها القصد الی اصل الفعل
چنانچہ امام سرخسی کہتا ہی — کہ زلہ میں وہ فعل خاص مقصود نہیں ہوتا اوسمیں وہ اصل فعل مراد ہوتا ہی
لانها ماخوذة من قولهم زل الرجل فی الطین اذا لم یوجد منه القصد الی الوقوع ولا الی الثبات بعد الوقوع
کیونکہ لفظ زلہ کا — اوسکی اس محاورہ سی لیا ہی — آدمی کیچڑ میں پہسل پڑا — جب اوسکا — ارادہ گرنیکا نہیں ہوتا اور نہ ثبات کا بعد گرنیکی
وان وجد منه القصد الی المشی فی الطریق وانما یؤاخذ الانبیاء علیها لانها لا تخلو عن نوع تقصیر یمکن المکلف
اگرچہ — اوس سی راہ میں قصد چلنی کا پایا گیا اور — انبیاء سی اتنی بات پر اسلئی مواخذہ ہوتا ہی کہ اسمیں بہی کچہہ تقصیر ہی کہ جو مکلف اگر ثابت رہی
الاحتراز عنه عند التثبت واما المعصیة حقیقة فهی فعل حرام یقصد الیه مع العلم بحرمته فیستحیل صدوره
تو بچ سکتا ہی — اور رہی معصیت حقیقی — سو وہ فعل حرام ہی کہ اوسکی حرمت جان کر اوسکی طرف قصد کری — سو ایسی بات انبیاء سی ہونی محال ہی
عنهم وما یوجد ما یوهم صدور الذنب عنهم فی زمان نبوتهم من قصصهم الواقعة فی القران والاحادیث والاثار فالجواب
اور یہہ جو زمانہ نبوت میں گناہ ہونیکا وہم اونکی قصوں سی پیدا ہوتا ہی جو قرآن — اور حدیث اور آثار میں آئی ہیں — تو ان قصوں کا
عن تلک القصص اجمالا ان ما کان منها منقولا بالاحاد یجب رده لان نسبة الخطاء الی الرواة اهون من نسبة
مجمل جواب یہہ ہی کہ جو قصی احاد سی منقول ہیں اونکا رد کرنا واجب ہی — کیونکہ راوی کی طرف خطا کا لگا دینا انبیاء کی طرف خطا لگانی سی آسان
المعاصی الی الانبیاء وما کان منها منقولا بالتواتر فما دام له محمل اخر یحمل علیه ویصرف عن ظاهره لدلائل العصمة
ہی — اور جو قصی بالتواتر منقول ہیں — پھر جبتک اوکی اور معنی بن سکیں تو ظاہر سی پھیر کر اوسپر حمل کریں — کیونکہ دلایل عصمت کی موجود ہیں
وما لا یوجد له محیص یحمل علی انه کان من قبیل ترک الاولی او من الصغائر الصادرة عنهم سهوا ونسیانا..
اور جسمیں کوئی خلاصی نہیں ہی تو اوسکو یہہ قیاس کریں کہ ترک اولی ہوا — یا صغیرہ ہی کہ اون سی سہوا — یا بہول کر ہو گیا اور ترک اولی ہونا
یا فی تسمیته ذنبا کما فی قوله تعالی لیغفر لک الله ما تقدم من ذنبک وما تاخر ولا الاستغفار عنهم کما فی قصة
یا صغیرہ کا سہوا یا بہول کر ہونا اسکی منافی نہیں ہی کہ اوسکا نام گناہ ہووی چنانچہ اس آیت میں نام رکہا گیا کہ جو آگی ہوئی تیری گناہ اور جو پیچہی ہی اور نہ اوس سی استغفار
داود النبی ع ولا الاعتراف بکونه ظلما کما فی قصة ادم النبی ع لانه وان کان حسنة بالنسبة الی غیرهم لکن
داود نبی علیہ السلام کی قصہ میں اور نہ اقرار اوسکی ظلم ہونیکا جیسی کہ آدم نبی علیہ السلام کی قصہ میں کیونکہ وہ اگرچہ اوروں کی حق میں حسنہ ہی لیکن بنسبت انبیاء کی گناہ ہی
بالنسبة الیهم یعد ذنبا ویستغفرون عنه ویعترفون بکونه ظلما لکون حسنات الابرار سیئات المقربین ولهذا
انبیاء اوس سی استغفار اور اوسکی ظلم ہونیکا اقرار کرتی ہیں کیونکہ حسنات ابرار کی — مقربوں کی حق میں بمنزلہ سیآت کی ہوتی ہیں اور اسیلئی
قال اهل العرفان من کان فی مقام القرب مع الله تعالی وتحرکت همته بالتصرف فی نهاره لتدبر ما یفطر فی لیلة
اہل عرفان کہتی ہیں کہ جو شخص اللہ تعالی سی قرب رکہتا ہو — اور دن میں اوسکی ہمت صرف ہو تاکہ آنا پیدا کری کہ رات کو روزہ افطار کری

تكتب له خطيئة لان ذلك من قلة الوثوق بفضل الله تعالى وقلة اليقين برزقه الموعود وهذه مرتبة الانبياء
تو اوسکی حق میں خطا لکھی جاتی ہے کیونکہ اسمیں فضل الٰہی پر بھروسہ کامل اور اسکی روزی موعود پر یقین کم ہے اور یہ رتبہ انبیاء

والصديقين والاولياء المقربين

المجلس الثالث والثمانون في بيان ان الله يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد الدين

اور صدیقین اور اولیاء مقربین کا ہے — تراسی مجلس اس بیان میں کہ اللہ تعالی اس امت کی لیے ہر صدی کی سری پر ایسا شخص پیدا کرتا ہے کہ دین از سر نو قائم کر دے

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله يبعث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالی

لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابو هريرة والمراد
اس امت کی واسطے ہر صدی کی سری پر ایسا شخص پیدا کرتا ہے کہ دین کو از سر نو قایم کرے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے ابو ہریرہ کی روایت سے اور مراد

من راس كل مائة سنة اولها من هجرة النبوية والمراد من تجديد الدين للامة احياء ما اندرس من العمل بالكتاب
ہر صدی کی سری سے صدی کا ابتدا ہے ہجرت نبوی سے اور دین نیا کرنے سے امت کی لیے زندہ کر دینا ہے اُنکی اعمال کا موافق کتاب اور سنت کی

والسنة والامر بمقتضاهما فان المبعوث على راس المائة والمجدد للدين قيل يلزم ان يكون رجلا مشهورا بالعلم
اور انکی موافق امر کرنا مراد ہے پس صدی کی سری پر دین کا مجدد جو مبعوث ہو تو کہتے ہیں کہ ضرور ہے کہ وہ شخص علم میں مشہور اور فضیلت میں

معروفا بالفضل مشارا اليه في الدين وان ينقضي المائة وهو حي ولا يعلم ذلك المجدد الا بغلبة الظن ممن
معروف اور دین میں مشار الیہ ہو اور ساری صدی میں زندہ رہے اور وہ مجدد ایسا ہم عصر علماء میں سے گمان غالب سے

عاصره من العلماء بقرائن احواله والانتفاع بعلمه اذ المجدد للدين لا بد ان يكون عالما بالعلوم الدينية الظاهرة
پہچانا جاتا ہے قرائن احوال اور افادۂ علم کی معلوم ہوتا ہے کیونکہ دین کا مجدد ضرور ہے کہ تمام علوم دینی ظاہری اور باطنی کا عالم

والباطنة ناصرا للسنة قامعا للبدعة وان يعم علمه اهل زمانه وانما كان التجديد على راس كل مائة سنة
اور سنت کا حامی بدعت کا اوکھاڑنیوالا اور اوسکا علم تمام اہل زمانہ پر عام ہو اور ہر ہر صدی کی سری پر تجدید دین کی اسلئے ہوتی ہے

لانخرام العلماء فيه غالبا واندراس السنن وظهور البدع فيحتاج حينئذ الى تجديد الدين فياتي الله تعالى من
کہ اس مدت میں اکثر علماء کم ہو جاتی ہیں اور سنتیں پرانی اور بدعتیں ظاہر ہو جاتی ہیں سو اب تجدید دین کی ضرورت پڑتی ہے سو اللہ تعالی خلق میں سے

الخلق بعوض من السلف اما واحدا او متعددا فكان عند المائة الاولى عمر بن عبد العزيز وعند المائة الثانية
بعوض متقدمین کی کسیکو موجود کر دیتا ہے یا ایک یا کئی سو پہلی صدی کی سری پر تو عمر بن عبد العزیز تھے اور دوسری صدی پر

الامام الشافعي وعند المائة الثالثة ابن سريج والاشعري وعند المائة الرابعة الباقلاني وعند المائة الخامسة
امام شافعی اور تیسری صدی پر ابن سریج اور اشعری اور چوتھی صدی پر باقلانی اور پانچویں صدی پر

الامام الغزالي وعند المائة السادسة الامام فخر الدين الرازي والرافعي وعند المائة السابعة ابن دقيق العيد
امام غزالی اور چھٹی صدی پر امام فخر الدین رازی اور رافعی اور ساتویں صدی پر ابن دقیق العید

وعند المائة الثامنة الحبر البلقيني والحافظ زين الدين وعند المائة التاسعة الامام السيوطي وعند المائة
اور آٹھویں صدی پر حبر بلقینی اور حافظ زین الدین اور نویں صدی پر امام سیوطی اور دسویں

العاشرة لم يتبين من هو قال السيوطي ونظير هذا الحديث ما ورد ان راس كل مائة سنة يكون عندها
صدی پر معلوم نہیں کون ہے سیوطی کہتا ہے اس حدیث کی نظیر وہ ہے جو وارد ہوا کہ ہر صدی کی سر پر ایک امیر ہوتا ہے

امير فكان عند المائة الاولى الحجاج الذي عم ظلمه وفساده فجدد الله تعالى بعمر بن عبد العزيز وكان عند
سو پہلی صدی پر تو حجاج تھا جسکا ظلم اور فساد عام ہو گیا سو اللہ تعالی نے دین کی تجدید عمر بن عبد العزیز سے کی اور دوسری

المائة الثانية فتنة المامون الذى خالطه المعتزلة فحسنوا له القول بخلق القران وغير ذلك
اور دوسری صدی پر مامون کا فتنہ ہوا کہ معتزلیوں کی خالطت سے سمجہا کر اوسکو حدوث قرآن کا اور سوا اسکی
من البدع الاعتقادية حتى امتحن العلماء بذلك امتحانا عاما فى الاقطار ومن لم يجب فبعضهم
اور بدعات اعتقادی کا قایل کر دیا یہانتک کہ اوسنی اس مسئلہ میں عام علماء روی زمین کا امتحان لیا اور جسنی نمانا پہر بعضوں کو
ضرب وبعضهم قيد وحبس وبعضهم قتل وهذه من اعظم الفتن فى هذه الامة ولم يدع خليفة قبله الى
مارا اور کسیکو قید اور حبس کیا اور کسیکو جان سی مارا اس امت میں اسکی برابر کوئی فتنہ نہیں ہوا اور اس سی پہلی کسی خلیفہ نی بدعت کو اتنا رواج
شئ من البدع فقيض الله تعالى عند هذه المائة الشافعى فطبق الارض بعلومه وهو اول من افتى
نہیں دیا سو الله تعالی نی اس صدی پر شافعی کو پیدا کیا پس اونہنی اپنی علم سی زمین کو پر کر دیا اور اونہوں نی سب سی پہلی
بقتل من قال بخلق القران وتكفيره وكان عند المائة الثالثة فتنة القرامطة فى كثير من البلاد
واسطی قتل اور کفر ایسی شخص کی جو حدوث قرآن کا قائل ہو فتوی دیا اور تیسری صدی پر قرامطہ کا فتنہ اکثر شہروں میں پہیلا
حتى دخلوا مكة وقتلوا الحجيج فى المسجد الحرام قتلا ذريعا وطرحوا القتلى فى بير زمزم وضربوا الحجر الاسود
یہانتک کہ مکہ میں جاکر حاجیوں کو مسجد حرام میں بہت قتل کیا اور لاشیں چاہ زمزم میں ڈالدیں اور حجر اسود کو
بالدبوس فكسروه ثم قلعوه وحملوه الى بلادهم وبقى عندهم اكثر من عشرين سنة ثم اشترى منهم
گرز مارکر توڑ ڈالا پہر اوکہاڑ کر اپنی ملک کو لیگئی اور بیس برس سی زیادہ اونکی پاس رہا پہر اونسی تیس ہزار دینار کو خرید کر
بثلثين الف دينار واعيد الى مكة فى محله وكان عند المائة الرابعة فتنة الحاكم بامر الله وناهيك ما فعل
مکہ میں لائی اور اوسی جگہہ پر رکہا اور چوتہی صدی پر فتنہ حاکم بامر الله کا ہوا اور کچہہ حد نہیں جو فساد
من الفساد بل هو اعظم شرا ممن كان قبله بكثير فانه امر الناس بالسجود له اذا ذكر اسمه فى الخطبة و
کہ اوسنی کیا بلکہ اسکا فساد پہلی کی نسبت کئی درجہ بدتر تہا کیونکہ اسنی لوگوں کو یہہ حکم دیا کہ جب خطبہ میں میرا نام آوی تو سجدہ کرو اور
من كان قبله لم يامر احدا بالسجود له اذا ذكر اسمه فى الخطبة وكان عند المائة الخامسة استيلاء
جو مفسد اس کی پہلی تہی کسینی اپنی لئی سجدہ کا حکم نہیں دیا تہا کہ جب خطبہ میں میرا نام آوی تو سجدہ کرو اور پانچویں صدی پر اکثر شام کی شہروں پر
الفرنج على كثير من البلاد الشامية حتى دخلوا بيت المقدس وقتلوا فيه وحده اكثر من سبعين الفا
فرنگیوں کا غلبہ ہو گیا یہانتک کہ اونہوں نی بیت المقدس میں جاکر صرف وہاں ستر ہزار آدمیوں سی زیادہ قتل کر ڈالی
وذهب الناس هاربين من الشام الى العراق مستغيثين على الفرنج وبقى بيت المقدس فى ايديهم احدى
اور خلقت فرنگیوں کی فریادی شام سی عراق کو بہاگ گئی اور بیت المقدس تین مہینی ایک روز انکی قبضہ میں رہا
وتسعين يوما الى ان خلصه الله تعالى عنهم بيد السلطان صلاح الدين بن ايوب وكان عند المائة
آخر الله تعالی نے انکی قبضہ میں سی سلطان صلاح الدین بن ایوب کی ہاتہہ پر چہوڑایا اور چہٹی صدی پر
السادسة خروج التتار وعموم الفساد حتى ان العلماء حكموا بكفرهم واختلفوا فى البلاد التى استولوا عليها
قوم تتار نی غلبہ کرکر فساد عام کر دیا یہانتک کہ علماء نی اونکی کفر کا فتوی دیا اور اون شہروں میں جن پر غالب ہو گئی تہی اختلاف ہی
هل هى من بلاد الاسلام او لا وقالوا البلاد التى فى ايديهم اليوم لا شك انها من بلاد الاسلام لعدم اتصالها
آیا وہ شہر دار الاسلام ہیں یا نہیں اور کہتی ہیں کہ جو شہر آج اونکی قبضہ میں ہیں بیشک وہ دار الاسلام ہیں کیونکہ دار الحرب سی متصل نہیں ہیں
ببلاد الحرب ولم يظهروا فيها احكام الكفر بل البلاد التى عليها والى مسلم من جهتهم يجوز فيها اقامة الجمع و
اور نہ اونمیں احکام کفر کی جاری کئی ہیں بلکہ جس شہر میں اونکی طرف سی مسلمان حاکم ہی اوسمیں نمازیں جمعہ اور

الاعياد واخذ الخراج وتقليد القضاة وتزويج اليتامى لاستيلاء المسلم عليها وطاعة الكفرة اما موادعة
عیدین کی پڑھنی اور خراج کا لینا اور قاضیوں کا منصوب ہونا اور یتیموں کا نکاح کر دینا جائز ہے کیونکہ ان شہروں پر مسلم کا غلبہ ہے اور وہ کفار کا جو مطیع ہے یا تو صلح کی رو سے
او مخادعة واما البلاد التي عليها ولاة كفار فيجوز فيها ايضا اقامة الجمعة والعيدين والقاضي قاض بتراضي
یا فریب کی رو سے اور جن شہروں پر کفار حاکم ہیں سو انمیں بھی جمعہ اور عیدین کا قائم کرنا جائز ہے اور قاضی بھی قاضی ہوگا مسلمانوں کی رضی
المسلمين اذ قد تقرر ان ببقاء شيء من العلة يبقى الحكم وقد حكمنا بلا خلاف بان هذه الديار قبل استيلاء
سے اسلئے کہ یہہ بات ثابت ہوئی ہے کہ جبتک کچھہ علت باقی ہے حکم باقی رہتا ہے اور بیشک بلا خلاف ہمنے یقین کر رکھا ہے کہ یہہ شہر قوم تتار کی غلبہ سے
التتار من ديار الاسلام وبعد استيلائهم اعلان الاذان والجمع والجماعات والحكم بمقتضى الشرع والفتوى انهم
پہلے دیار اسلام تھے اور اونکی غلبہ کی بعد برملا ہونا اذان اور جمعہ اور جماعات کا اور حکم مطابق شرع اور فتوی کی جاری ہے
بلا نكير من ملوكهم فالحكم بانها من بلاد الحرب لا جهة له اصلا وان بيع الخمر واخذ الضرائب والمكوس برسم التتار
اور انکی بادشاہوں کو اسمیں کچھہ تکرار نہیں پہر حکم کرنا کہ دار الحرب ہے اسکی کوئی وجہہ نہیں ہے اور ظاہر شراب کا بکنا اور چنگی اور خراج کا لینا موافق رسم تتار کی ایسا ہے
كاعلان بني قريظة في المدينة باليهودية وطلب الحكم من الطاغوت في مقابلة رسول الله عليه السلام ومع ذلك كانت المدينة
جیسے بنی قریظہ مدینہ میں یہودیت ظاہر کرتے تھے اور بتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقابلہ میں حکم لیتے تھے تسپر بھی مدینہ بلاشبہہ
بلدة الاسلام بلا ريب ثم ان من قال منهم انا مسلم وشهد بكلمتي الشهادة يحكم باسلامه لكن في الخلاصة مسئلة يجب التنبيه
دار الاسلام تھا پہر بیشک جو شخص انمیں سے کہے میں مسلم ہوں اور دونو کلمہ شہادت کی گواہی دے تو اوسکی اسلام کا حکم ہوویگا لیکن خلاصہ میں ایک مسئلہ ہے اوسکی طرف
عليها وهي ان اهل بلدة اذا كانوا يدعون الاسلام ويصلون ويصومون ويقرءون القران ومع ذلك يعبدون الاوثان
اطلاع دینی چاہیے یعنی اگر ایک شہر والے دعوی اسلام کا کرتے ہوں اور نماز پڑھتے ہوں اور روزہ رکھتے ہوں اور قرآن کی تلاوت کرتے ہوں اور تسپر بت پرستی کرتے ہوں
فاغار عليهم المسلمون وسبوهم واراد انسان ان يشتري من تلك السبايا ان كانوا يقرون بالعبودية لملكهم جاز الشراء
پہر مسلمان اونپر غارت کرکر گرفتار کر لاویں اور کوئی شخص اون قیدیوں میں سے کسیکی خریداری کا ارادہ کرے تو اب اگر اپنی پادشاہ کی عبودیت کا اقرار کرتے ہیں تو خریدنا جائز ہے
وان لم يكونوا مقرين بالعبودية لملكهم جاز شراء النساء والصبيان دون الكبار قال قاضيخان في فتاواه
اور اگر اقرار اپنی پادشاہ کی عبودیت کا نہیں کرتے تو خرید لینا عورتوں اور بچوں کا جائز ہے بڑے مردوں کا جائز نہیں قاضیخان اپنی فتاوی میں کہتا ہے
لانهم لما اقروا بالاسلام ثم عبدوا الاوثان كانوا مرتدين فيجوز استرقاق نسائهم وصغارهم ولا يجوز استرقاق كبارهم
اسلئے کہ جب اونہوں نے اسلام کا اقرار کیا اور پہر بت پرستی کی تو وہ مرتد ہوئے تو اب انکی عورتوں اور بچوں کا غلام کر لینا جائز ہے اور بالغ مردوں کا غلام کر لینا جائز نہیں
الا ان يكونوا مقرين بالعبودية لملكهم فيجوز استرقاقهم فاذا ملكهم السابي يجوز له بيعهم وكان عند المائة
مگر اگر اپنی پادشاہ کی عبودیت کی قائل ہوں تو اب اونکا بھی غلام کر لینا جائز ہے جب قید کرنیوالا اونکا مالک ہوا تو اونکی بیع بھی جائز ہے اور ساتویں
السابعة غلاء وفناء عظيمان في ديار مصر والشام بحيث اكلت الحمر والبغال والكلاب وكان عند المائة الثامنة فتنة
صدی پر قحط گرانی اور وبا دیار مصر اور شام میں اسقدر ہوئی کہ گدہے اور خچر اور کتے کہا لئے اور آٹھویں صدی پہ فتنہ
تمرلنك واما المائة التاسعة فقد قال العلامة الناصري لا شك ولا ارتياب ان فتنة المائة التاسعة هي فتنة السلطان
تیمورلنگ کا ہوا اور نویں صدی پر علامہ ناصری کہتا ہے کہ اسمیں مجھکو کچھہ شک اور شبہ نہیں ہے کہ فتنہ نویں صدی کا وہ فتنہ سلطان سلیم خان کا ہے
سليم خان وحربه مع اخوته وقتله اياهم واولادهم ثم حربه مع صاحب الشرف وكسره وقتله واخذ بلاده ثم اجتماعه
اور اوسکی لڑائیاں بہائیوں سے اور اونکی اولاد کا قتل کرنا پہر اوسکی جنگ وجدال صاحب الشرف سے اور اوسکا توڑنا اور مار ڈالنا اوسکا ملک چہین لینا پہر
بعسكر مصر وقتل سلطانها واكابر امرائها ثم دخوله مصر وفعله فيها مع اهلها ما فعل وفي المائة العاشرة ظهرت فتن
مصر کی لشکر کی ساتہہ جمع ہونا اور وہاں کی سلطان کو اور بڑی بڑی امیروں کو قتل کرنا پہر مصر میں جا کر وہاں کی باشندوں کی ساتہہ جو کچھ کیا اور دسویں صدی میں بہت سے

كثيرة متوالية غير منقطعة الى الآن حتى كان اهل الاسلام يتعامل بعضهم مع البعض معاملة الكفار في قتل بعضهم
پے درپے پیدا ہوئی جو آج تک چلی آتی ہیں یہاں تک کہ اہل اسلام ایک دوسری کی ساتھ کفار کا سا معاملہ کرتا ہی کہ کسیکو مار ڈالتا ہی

بعضا وقد روى عن جرير انه عليه السلام قال في حجة الوداع لا ترجعن بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض
اور جریر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ تم میری بعد کافر مت ہو جانا کہ ایک دوسری کو قتل کرنا شروع کرو

يعني ان شان الكفار ان يقتل بعضهم بعضا فلا تتشبهوا بهم ايها المؤمنون في قتل بعضكم بعضا ولا يكن افعالكم شبيهة
مراد یہ ہی کہ یہ کفار کا چلن ہی کہ کوئی کسیکو مار ڈالی سو تم مؤمن ہو کر آپس کی خونریزی میں اونکی مثل نہو جانا اور تمہارا چلن مسلمانوں کی

بافعالهم في ضربهم رقاب المسلمين وروى عن ابي بكرة انه عليه السلام قال اذا التقى المسلمان فحمل احدهما السلاح على
قتل میں اونکی افعال سی نہ ملتی ہو اور ابو بکرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب دو مسلمان مقابل ہوتی ہیں پھر کوئی اپنی بھائی پر ہتھیار اوٹھاتا

اخيه فهما في جرف جهنم فاذا قتل احدهما صاحبه دخلاها جميعا فان القاتل يدخلها بفعله والمقتول يدخلها بسعيه
تو وہ دونو دوزخ کی کنارے ہیں جب ایک دوسری کو قتل کر دیتا ہی تو دونو دوزخ میں جاتی ہیں قاتل تو اوسکو مار کر دوزخ میں جاتا ہی اور مقتول اپنی بھائی کی قتل کی سعی کی

في قتل اخيه كما اجاب به النبي عليه السلام في حديث اخر رواه ابو بكرة ايضا انه عليه السلام قال اذا التقى المسلمان
دوزخ میں جاتا ہی چنانچہ اسکا جواب بھی نبی علیہ السلام نے ایک حدیث میں دیا ہی وہ بھی ابو بکرہ ہی روایت کرتا ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب دو مسلمان تلوار لیکر

بسيفيهما فالقاتل والمقتول في النار قال ابو بكرة قلت يا رسول الله هذا القاتل فما بال المقتول قال انه كان حريصا
مقابل ہوتی ہیں تو قاتل اور مقتول دونو جہنمی ہیں ابو بکرہ کہتا ہی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو قاتل ہی مقتول کا کیا قصور ہی فرمایا وہ بھی اپنی بھائی کی

على قتل اخيه وروى عن ابي هريرة انه عليه السلام قال بادروا بالاعمال فتنا كقطع الليل المظلم يصبح الرجل مؤمنا ويمسي
قتل پر حریص تھا اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جلدی کرو اعمال کی فتنوں سی جیسی ٹکڑی اندھیری رات کی صبح کو آدمی مسلمان ہوگا اور شام کو

كافرا ويمسي مؤمنا ويصبح كافرا يبيع دينه بعرض من الدنيا فكانه عليه السلام قال سياتي فتن كالليل المظلم لا يعرف احد
کافر اور شام کو مسلمان ہوگا اور صبح کو کافر اپنا دین بعوض اسباب دنیا کی بیچ ڈالیگا سو گویا نبی علیہ السلام نے فرمایا اب نزدیک ایسی فتنی آوینگی جیسی اندھیری رات

طريق الخلاص منها ولا يقدر صاحب الورد على محافظة الوظائف والاوقات فيها فاسرعوا بالاعمال الصالحة قبل ان ياتيكم الفتن
کسیکو خلاصی کا رستہ نہ ملیگا اور اوسمیں صاحب ورد کو قدرت محافظت وظائف اور اوقات کی نرہیگی سو جلدی کرو صالح اعمال میں اس سی پہلی کہ تمپر فتنی آجاویں

اذ عند مجيئها لا يخلو اما ان يقتتل طائفتان من المؤمنين ويستحل كل منهما دم الاخرى ومالها فيكفر بهذا الاعتقاد واما
کیونکہ جب فتنی آوینگی تو کوئی دو جماعت مؤمنین کی نہ باقی رہینگی ہر ایک دوسری کا خون اور مال حلال سمجھیگا سو اس عقیدہ سی کافر ہو جائیگا اور

ان يغلب الفسقة ويريقون دماء المسلمين وياخذون اموالهم بغير حق ويزنون ويشربون الخمر ويلبسون الحرير ويعتقدون
یا فساق غالب ہو کر مسلمانوں کی خونریزی کا کرینگی اور ناحق اونکی مال چھین لینگی اور زنا کرینگی اور شراب پیوینگی اور حریر پہنینگی اور اعتقاد کرینگی

انهم على الحق ويفتيهم بعض علماء السوء بجواز افعالهم وربما يقتلون السارق ويصلبونه باعتقاد جواز قتله
کہ ہم حق پر ہیں اور بعضی علماء بد اونکو فتوی دینگی کہ یہ افعال جائز ہیں اور بعضی وقت جائز سمجھ کر چور کو قتل کرینگی اور سولی چڑھاوینگی

وصلبه ويكفرون بذلك الاعتقاد لان حد السارق ليس القتل والصلب بل حده قطع يده لقوله تعالى والسارق
اور اسی اعتقاد سی کافر ہو جاوینگی اسلئے کہ چور کی حد قتل اور سولی نہیں ہی بلکہ چور کی حد ہاتھ کاٹنا ہی بدلیل اس آیت کی اور جو کوئی چور مرد

والسارقة فاقطعوا ايديهما وليس ذلك الا وقوع ما روى عن عبد الله بن عمرو بن العاص انه عليه السلام قال ان
یا عورت تو کاٹ ڈالو اونکی ہاتھ اور یہ اوسی روایت کا ظہور ہی جو عبد اللہ بن عمرو بن العاص سی ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بیشک

الله تعالى لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالما اتخذ الناس
اللہ علم یوں نہیں اوٹھالیگا کہ آدمیوں کی دلوں سی نکال لی لیکن علماء کو قبض کر کر اوٹھا لیگا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہیگا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گی

رءوساً جهالاً فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان الله تعالى لا يقبض
جب دنیا سے رخصت ہو جاوینگے تو وہ جہالت سے فتوی دینگے پھر آپ بھی گمراہ ہونگے اور اونکو گمراہ کرینگے بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں بیان فرمایا کہ اللہ تعالی علم کو
العلم من بين الناس على طريق محوه من صدور العلماء ورفعه من بينهم الى السماء فان ذلك وان كان جائزاً في قدرة
لوگوں میں سے یوں نہیں قبض کریگا کہ علماء کے دلوں سے بھلا دیوے اور اونکے اندر سے آسمان پر لیجاوے کیونکہ اسطرح ہے اگرچہ باعتبار قدرت الہی کی ہو سکتا ہے
الله تعالى الا ان هذا الحديث يدل على عدم وقوعه بل الواقع انه تعالى يقبض العلم بقبض ارواح العلماء فانه تعالى
پر یہہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ یوں نہوگا بلکہ یوں قبض ہوگا کہ اللہ تعالی علماء کی روحیں قبض کر کر علم کو اوٹھا لیگا اور جب اللہ تعالی
اذا قبض ارواح العلماء ولم يترك عالماً يبقى الجهال فيتخذهم الناس لكونهم في زي العلماء قضاة ومفتين فيقضي قاضيهم
علماء کی روح قبض کر لیگا اور کوئی عالم نہ چھوڑیگا تو جاہل باقی رہ جاوینگے سو لوگ اونکی سند پکڑینگے کیونکہ وہ جاہل علماء اور قاضی اور مفتیوں کی صورت ہونگے پھر اون میں کے
بغير علم ويفتي مفتيهم بغير علم فيكونون ضالين ومضلين قال الدميري هذا الحديث يبين ان المراد بقبض العلم في الاحاديث
قاضی بدون علم کے حکم جاری کریگا اور مفتی بدون علم کی فتوی دیگا سو آپ بھی گمراہ ہونگے اور اونکو گمراہ کرینگے دمیری کہتا ہے یہہ حدیث بیان کرتی ہے کہ علم کی اوٹھ جانی سے مراد احادیث
المطلقة ليس محوه من صدور حفاظه بل معناه انه يموت حملته ويتخذ الناس رءوساً جهالاً يحكمون بجهالتهم ويفتون بها
مطلقہ میں یہہ نہیں ہے کہ حافظوں کے سینے میں سے محو ہو جاویگا بلکہ یہہ مراد ہے کہ حافظ سب مر جاوینگے پھر لوگ جہال کو سردار بنا لینگے کہ وہ اپنی جہالت سے حکم دینگے اور اسی سے
فيضلون ويضلون قال القرطبي معنى الحديث ان الله تعالى يقبض العلماء ويبقى الجهال الذين يتعاطون مناصب العلماء
فتوی آپ بھی گمراہ ہونگے اور اونکو گمراہ کرینگے قرطبی کہتا ہے حدیث کی یہہ معنی ہیں کہ اللہ تعالی علماء کو اوٹھا لیگا اور ایسے جہال باقی رہ جاوینگے کہ علماء کی مناصب فتوی
في الفتوى والتعليم فيفتون بغير علم ويعلمون من غير علم وينتشر الجهل وقد ظهر ذلك ووجد ما اخبر النبي عليه السلام فكان
اور تعلیم آپ لینگے پھر بغیر علم کی فتوی دینگے اور بغیر علم کی سکھلا دینگے اور جہل پھیل جاویگا اور بیشک ظاہر ہو چکا ہے اور نبی علیہ السلام نے جو خبر دی تھی سو پائی گئی
دليلاً من ادلة نبوته خصوصاً في هذه الازمنة ثم جاء في الترمذي عن ابي الدرداء ما يدل على ان الذي يرفع هو العمل
سو یہہ بھی دلائل نبوت میں سے ایک دلیل ہے خاص کر اس زمانہ میں اتنا ہے کہ ترمذی میں ابو الدرداء سے روایت آئی ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل اوٹھ جاویگا
حيث قال كنا مع رسول الله عليه السلام فشخص ببصره الى السماء ثم قال هذا اوان يختلس فيه العلم من الناس حتى لا يقدروا
چنانچہ کہتا ہے کہ ہم رسول اللہ علیہ السلام کی ساتھ تھے اور آپ نے آسمان کی طرف دیکھا پھر فرمایا یہہ وقت ہے کہ اسمیں لوگوں سے علم اوچک لینگے اتنا کہ کچھ قدرت باقی نہ رہیگی
فيه على شيء فقال زياد بن لبيد الانصاري كيف يختلس العلم منا وقد قرانا القران ولنقرئنه نساءنا وابناءنا فقال النبي
زیاد بن لبید انصاری نے عرض کیا ہم سے علم کیونکر اوچک لینگے اور ہم قرآن پڑھ چکے اور بالضرور اپنی عورتوں کو اور بچوں کو پڑھائینگے نبی علیہ السلام نے فرمایا
ثكلتك امك يا زياد هذه التوراة والانجيل عند اليهود والنصارى فماذا تغني عنهم وظاهر هذا الحديث يدل على ان الذي
اے زیاد تجھکو تیری ماں روئے یہہ توریت اور انجیل یہود اور نصاری کی پاس ہے پھر اونکو کیا فائدہ ہوتا ہے اور ظاہر معنی اس حدیث کی یوں دلالت کرتی ہیں
يرفع هو العمل لا نفس العلم بخلاف ما ظهر من الحديث السابق فانه صريح في رفع العلم وقيل لا تباعد بينهما فان العلم اذا
کہ عمل اوٹھ جاویگا خود علم نہیں جاویگا برخلاف اول معنوں کی جو پہلی حدیث سے معلوم ہوتی ہیں بیشک اوس سے علم کا اوٹھنا صریح معلوم ہوتا ہے اور بعضی کہتی ہیں ان دونوں میں کچھ
ذهب بموت العلماء يخلفهم الجهال ويفتون بالجهل ويعمل به فيذهب العلم والعمل وان كانت المصاحف والكتب بايدي
فرق نہیں علم جاتا رہا اونکی بعد جہال رہینگے اور جہالت سے فتوی دینگے اور اسی پر عمل ہوویگا پھر علم اور عمل دونو گئی اگرچہ قرآن اور کتابیں لوگوں کی سامنی دھری رہیں
الناس كما كان كذلك اهل الكتابين ولذلك قال النبي عليه السلام لزياد ثكلتك امك يا زياد هذه التوراة والانجيل
جیسے حال دونو کتابوں والوں کا ہے اور اسی لئے نبی علیہ السلام نے زیاد کو فرمایا تجھکو تیری ماں روئے یہہ توریت اور انجیل یہود اور
عند اليهود والنصارى فماذا تغني عنهم فان علماءهم لما انقرضوا خلفهم جهالهم وخالفوا الكتاب وحرفوه وجهلوا معناه
نصاری کی پاس ہیں پھر کیا فائدہ ہے کیونکہ اونکی علماء جب گذر گئی تو اونکی پیچھے جہال رہ گئی اور کتاب کی برخلاف رہی لگی اور کتاب کو بدل ڈالا پھر معنی

فعملوا بالجهل وافتوا بغير علم فارتفع العلم والعمل وبقيت اشخاص الكتب عندهم لا تغني عنهم شيئا يسرنا

اور جہل پر عمل کیا اور بغیر علم کی فتوی دیا پہر علم اور عمل دونو جاتی رہی اور کتابیں اونکی پاس بیفائدہ دہری رہ گئیں آسان کی ہمپر

الله تعالى عملا موافقا لرضائه المجلس الرابع والثمانون في بيان كيفية السلام وافضلية من

عمل موافق اپنی رضا کی سہل کر مجلس چوراسی طرز سلام کی بیان میں اور افضلیت سلام

بدأ به قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اولى الناس بالله تعالى من بدأ بالسلام هذا الحديث من

پہلی کرنیوالی کی رسول الله صلی الله علیه وسلم نی فرمایا بیشک لوگون میں سی اولی نزدیک الله تعالی کی وہ ہی جو سلام پہلی کری یہہ حدیث

حسان المصابيح رواه ابو امامة ومعناه ان احق الناس برحمة الله تعالى واقربهم اليها من بدأ بالسلام

مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی ابو امامہ کی روایت سی اسکی معنی یہہ ہین کہ لوگون میں سی بڑا مستحق رحمت الہی کا اور رحمت سی بہت نزدیک وہ ہی جو سلام پہلی کری

وظاهره يدل على كون السلام افضل من الرد وقد ذهب اليه بعض العلماء وقال بعضهم الرد افضل لانه فرض

ظاہر اس حدیث سی یہہ معلوم ہوتا ہی کہ سلام رد سلام سی افضل ہی اور بیشک بعضی علما کا یہہ ہی مذہب ہی اور بعضی کہتی ہین رد سلام افضل ہی کیونکہ جواب

والسلام سنة فاجر الفرض اكثر من السنة ودليل فرضيته قوله تعالى واذا حييتم بتحية فحيوا باحسن

سلام کا فرض ہی اور سلام سنت ہی سو ثواب فرض کا سنت سی زیادہ ہوتا ہی اور دلیل فرضیت کی یہہ آیت ہی اور جب تمکو دعا دیوی کوئی تم بہی دعا دو اوس سی بہتر

منها او ردوها فان كل واحد من قوله تعالى فحيوا او ردوا امر وظاهره الوجوب فيكون رد السلام واجبا لكن

یا وہی کہو اولٹ کر اس آیت میں دونو لفظ فحیوا اور ردوا امر ہین اور ظاہر امر کا وجوب ہوتا ہی پہر رد سلام واجب ہوویگا پر

على وجه التخيير الزيادة على السلام بذكر الرحمة والبركات وبين تركها فان من سلم على الغير فقال السلام عليك

سلام پر زیادہ بڑہانی میں اختیار ہی ذکر رحمت اور برکت کا زیادہ کری یا نہ کری پہر جسنی دوسری کو سلام کرتی ہوی کہا السلام علیک

يكون ذلك الغير مخيرا في الرد بين ان يقول وعليك السلام ورحمة الله بزيادة الرحمة والبركات معا او يقول

تو دوسرا رد سلام میں مختار ہی اسمین کہ علیک السلام ورحمة الله رحمت اور برکت دونو بڑہا کر جواب دی یا اتنا ہی کہی

وعليك السلام بغير زيادة شئ منهما وهذا القدر فرض والزيادة فضل وليس المراد من الرد ان يقول رددت

وعلیک السلام دونو میں سی کچہہ بغیر بڑہائی اتنا تو فرض ہی اور زیادہ کرنا افضل ہی اور رد سلام سی یہہ مراد نہین ہی کہ رددت

عليك سلامك بل المراد به كون الجواب قدر السلام فان اقل ما يتادى به سنة السلام اذا سلم على واحد ان

علیک السلام کہدی بلکہ مراد یہہ ہی کہ جواب برابر سلام کی ہو بیشک کم سی کم حسن سی سلام کی سنت ادا ہو جاوی جب کسیکو سلام کری تو یہہ ہی

يقول السلام عليك بحرف التعريف ولو قال سلام عليك بغير حرف التعريف بل بالتنوين يصح لان احدهما يقوم

کہ السلام علیک کہی حرف تعریف یعنی الف لام سی اور اگر یون کہی سلام علیک بدون الف لام کی بلکہ میم کی تنوین کی ساتہہ تو بہی درست ہی کیونکہ ایک دوسری کی

مقام الآخر وبدونهما لا يصح ولا يكون سلاما والاولى ان يقول في السلام على الواحد السلام عليكم بحرف التعريف

جگہ ہو جاتا ہی اور بدون دونو یعنی تنوین اور لام کی درست نہین ہی اور سلام نہین ہوتا اور بہتر یون ہی کہ ایک شخص پر سلام کرتی ہوی کہی السلام علیکم ساتہہ تعریف کی

او سلام عليكم بغير حرف التعريف بل بالتنوين مع ضمير الجمع فيهما ليكون سلاما عليه وعلى ملئكته لان المسلم لا يكون

یا سلام علیکم بدون حرف تعریف کی بلکہ میم کی تنوین سی دونو صورت میں ضمیر جمع کی تاکہ اوسپر اور اوسکی فرشتون پر سلام ہو جاوی اسلئی کہ مسلمان اکیلا کبہی نہین

وحده بل يكون معه على اصح الاقاويل خمس من الملئكة واحد عن يمينه يكتب الحسنات وواحد عن يساره

ہوتا بلکہ اوسکی ساتہہ موافق اصح قول کی پانچ فرشتی ہوتی ہین ایک تو داہنی طرف جو نیکیان لکہتا ہی اور ایک بائین طرف

يكتب السيات وواحد امامه يلقنه الخيرات وواحد وراءه يدفع عنه المكاره وواحد عند ناصيته يكتب ما

جو برائیان لکہتا ہی اور ایک سامنی جو خیرات کی ہدایت کرتا ہی اور ایک پیچہی جو مکروہات سی بچاتا ہی اور ایک پیشانی کی پاس جو درود کو

يصلي على النبي عليه السلام ويبلغه اياه فينبغي ان يحافظ في السلام ومن يدخل بيته يستحب له ان يسلم على اهله لانهم

کہتا ہی جو نبی علیہ السلام پر جنتی ہی اور اوسکو پہنچاتا ہی سو لائق ہی کہ اوسکو بھی سلام میں شامل کریں اور جو شخص اپنی گہر میں جاوی تو مستحب ہی کہ اپنی اہل پر سلام کرے

احق بالسلام من غيرهم وقد روي عن انس انه عليه السلام قال يا بني اذا دخلت على اهلك فسلم عليهم يكون

کیونکہ وہ اوروں کی نسبت سلام کی زیادہ مستحق ہیں اور انس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ای بچی جب تو اپنی اہل پاس جاوی تو اونپر سلام کر وہ

بركة عليك وعلى اهل بيتك وذكر في فتاوى قاضيخان ان من اتى باب دار انسان يجب عليه ان يستأذن قبل

تجہہ پہ اور تیری اہل پہ برکت ہووی گی اور فتاوی قاضیخان میں مذکور ہی جب کوئی کسی شخص کی دروازہ پر آوی تو اوسپر واجب ہی کہ پہلی سلام کر کر اجازت

السلام ثم اذا دخل يسلم اولا ثم يتكلم وان كان في الفضاء يسلم اولا ثم يتكلم وحكي عن بعض الصالحين على ما ذكر

طلب کری پہر جب اندر جاوی تو پہلی سلام کری پہر بات چیت کری اور اگر میدان میں ہو تو پہلی سلام کری پہر بات کری اور بعضی صلحاء کی حکایت ہی چنانچہ

في بستان العارفين ان واحدا من اصدقائه استقبله وقال كيف اصبحت فقال له الرجل الصالح ويحك ما هذا

بستان العارفین میں مذکور ہی کہ اوسکا ایک دوست سامنی سی آگیا کہنی لگا مزاج اچہا ہی اوس مرد صالح نی کہا افسوس تجہکو یہہ کیا کہا

فهلا قلت السلام عليكم فيكون لك عشر حسنات وارد عليك فيكون لي عشر حسنات فاذا اجتمع عشرون

اور یہہ کیوں نہ کہا السلام علیکم کہ تیری لئی دس نیکیاں ہوتیں پہر میں جواب دیتا تو میری لئی دس نیکیاں ہوتیں اور جب بیس نیکیاں جمع ہو جاتیں

حسنة يرجى عند ذلك نزول الرحمة وحصول المغفرة واما الانحناء فمكروه في كل حال لكل احد لما روي عن انس ان

تو پہر نزول رحمت اور حصول مغفرت کی امید ہوتی اور رہا جہکنا سو ہر حال ہر ایک کو مکروہ ہی کیونکہ انس سی روایت ہی

رجلا قال يا رسول الله الرجل منا يلقى اخاه اينحني له قال لا قال النووي هذا الحديث صحيح لم يات له معارض

کہ ایک شخص عرض کیا یا رسول اللہ کوئی شخص ہم میں سی جب اپنی بہائی سی ملتا ہی تو اوسکی لئی جہکی فرمایا نہیں نووی کہتا ہی یہہ حدیث صحیح ہی اسکی معارض کوئی

ولا مصير الى مخالفته ولا ينبغي ان يغتر بكثرة من يفعله ممن ينتسب الى علم وصلاح فان الاقتداء لا يكون الا

حدیث نہیں ہی اور نہ ٹہکانا اسکی مخالفت کا اور سزاوار نہیں ہی کہ بہت سی علم اور صلاح والوں کو جہکتا دیکہہ کر دہوکا کہا جاویں کیونکہ پیروی تو نبی علیہ السلام ہی کی ہی

بالنبي عليه السلام لانه تعالى قال وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا وقال في اية اخرى فليحذر الذين

اسلئی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور جو دی تمکو رسول سو لیلو اور جس سی منع کری سو چہوڑ دو اور ایک اور آیت میں فرمایا سو ڈرتی رہیں جو لوگ

يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم وقد قال الفضيل بن عياض كلاما معناه اتبع طرق

خلاف کرتی ہیں اوسکی حکم کا کہ پڑی اونپر کچہہ خرابی یا پہنچی اونکو دکہہ کی مار اور فضیل بن عیاض نی ایک بات کہی ہی اوسکی یہہ معنی ہیں ہدایت کی رستی

الهدى ولا يضرك قلة السالكين واياك وطرق الضلالة ولا تغتر بكثرة الهالكين واما المصافحة فسنة عند التلاقي

اختیار کر اور کم چلنی والوں سی کچہہ ضرر نہیں ہی اور گمراہی کی رستی سی بچ اور ہالکین کی کثرت سی دہوکہ میں نہ آ اور رہا مصافحہ سو ملتی وقت سنت ہی

لما روي عن البراء انه عليه السلام قال ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان الا غفر لهما قبل ان يفترقا ويستحب

کیونکہ براء سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا نہیں کوئی دو مسلمان کہ ملیں اور مصافحہ کریں مگر جدا ہونی سی پہلی بخشی جاتی ہیں اور مستحب ہی

ان يكون معها بشاشة بالوجه ودعاء بالمغفرة لما روي عن البراء ايضا انه عليه السلام قال ان المسلمين اذا التقيا

کہ مصافحہ کی ساتہہ چہری پر خوشی کی آثار ہوں اور مغفرت کی دعا کیونکہ براء سی یہہ بہی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا بیشک دو مسلمان جب ملکر

فتصافحا وتحابا بود ونصيحة تناثرت خطاياهما بينهما وفي رواية انه عليه السلام قال اذا التقى مسلمان فتصافحا و

مصافحہ کرتی ہیں اور محبت اور خیر خواہی جمع ہوتی ہیں تو اونکی گناہ دونوں کی بیچ میں جہڑ پڑتی ہیں اور ایک روایت میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب دو مسلمان ملکر مصافحہ اور

حمدا الله تعالى واستغفراه غفر الله لهما وفي حديث اخر رواه انس انه عليه السلام قال ما من عبدين متحابين

اللہ کی حمد کرتی ہیں اور مغفرت مانگتی ہیں تو اللہ دونوں کو بخشدیتا ہی اور ایک اور حدیث میں انس کی روایت سی ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا نہیں کوئی دو شخص اللہ ہی دوست

في الله يستقبل احدهما الآخر فيصافحه فيصليان على النبي الا لم يفترقا حتى يغفر الله من ذنوبهما ما تقدم

کہ دو آدمی سامنے ہو کر مصافحہ کریں پھر درود بھیجیں نبی پر تو نہیں جدا ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انکے گناہ جو ہو چکے ہیں

منها وما تأخر وهذه المصافحة يكون من تمام السلام بينهما لما روي انه عليه السلام قال تمام تحياتكم بينكم المصافحة

اور جو ہونگے سب بخش دیتا ہے اور یہہ مصافحہ اونمیں سلام کی تمامی ہوتی ہے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمامی تمہاری آپس کی سلام کی مصافحہ کرنا ہے

والمراد من التحية السلام والاصل في السلام قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستأنسوا

اور تحیہ سے مراد ہے اور اصل بیچ سلام کی یہہ آیت ہے اے ایمان والو مت جایا کرو کسیکی گھروں میں اپنی گھروں کی سوا جبتک اجازت لیلو

وتسلموا على اهلها ذلكم خير لكم ان الاستيذان والتسليم خير لكم من ان تدخلوا بغتة وتحية الجاهلية كان

کو اور سلام دیلو اوس گہر والوں پر یہہ بہتر ہے تمہارے حق میں یعنی اجازت لینی اور سلام کرنا تمہارے حق میں اس سے بہتر ہے کہ اچانک گہس جاؤ اور جاہلیت کا سلام یوں تھا

الرجل منهم اذا دخل بيتا غير بيته قال حييتم صباحا وحييتم مساء ودخل فربما اصاب الرجل مع امرأته في لحاف

جبکوئی شخص سوا اپنی گہر کی اور کسی گہر جاتا تو کہتا ہے کہ تحیہ کیا تمہے صبح کو اور تحیہ کیا شام کو اور گہس جاتا سو اکثر مرد کو بیوی کی ساتھ ایک لحاف

وروي ان رجلا قال للنبي عليه السلام استأذن على امي قال نعم قال انها لا خادم لها غيري استأذن كلما دخلت

اور روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کیا ماں سے بھی اجازت لیا کروں فرمایا ہاں عرض کیا اوسکی پاس کوئی خدمتگار بجز میرے نہیں ہے پہر کیا جب

قال تحب ان تراها عريانة قال لا قال فاستأذن لعلكم تذكرون متعلق بمحذوف اي انزل عليكم او قيل لكم هذا

جایا کروں اجازت لیا کروں فرمایا کیا تجھکو پسند آتا ہے کہ ماں کو ننگی دیکھے عرض کیا نہیں فرمایا تو پس اجازت لیا کر لعلکم تذکرون یہہ کلام عبارت محذوف سے متعلق ہے یعنی انزل علیکم سے

ارادة ان تذكروا وتعلموا ما احسن لكم فان لم تجدوا فيها احدا ياذن لكم فلا تدخلوها حتى يؤذن لكم حتى ياتي من

يأذن لكم فان المانع من الدخول ليس الاطلاع على العورة فقط بل وعلى ما يخفيه الناس عادة من ان التصرف في ملك الغير بغير

اذنه حرام واستثنى ما عرض من حرق او غرق او كان فيه منكر ونحوها فان قيل لكم ارجعوا فارجعوا هو

اجازت کی حرام ہے اسے استثنا کی گئی ہے ضرورت جو پیش آوے قسم جلنے یا ڈوبنے سے یا اوسمیں کوئی بات خلاف شرع ہو ہو تو اگر تمکو کہا کہ پہر جاؤ تو پہر جاؤ

ازكى لكم اي الرجوع اطهر لكم وانفع لدينكم فان من يدخل بيتا ينبغي له ان يسلم على من كان فيه فان لم يكن

اسمیں خوب ستہرائی ہے تمہاری یعنی ہٹ جانا تمہاری لئے طہارت اور دین میں مفید ہے بیشک جو شخص کسیکی گہر میں جاوے تو اوسکو لائق ہے کہ گہر والوں پر سلام بہیجے اور اگر وہاں

فيه احد يسلم على نفسه بان يقول السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين لانه تعالى قال فاذا دخلتم بيوتا فسلموا

کوئی نہو تو اپنی اوپر سلام بہیجے اسطور کہے سلام ہمپر اور خدا کی صالح بندوں پر کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پہر جب جانے لگو کبہی گہروں میں تو

على انفسكم فالآية تقتضي هذين الامرين جميعا وهما التسليم على الاهل عند وجودهم وعلى نفسه عند عدم

سلام کہو اپنی اوپر پس آیت سے دونوں امر لازم ہیں یعنی سلام کرنا گہر والوں پر اگر وہاں موجود ہوں اور اپنی اوپر اگر وہاں کوئی نہو

وجود احد منهم وادنى ما يتادى به الرد ان يقال وعليك السلام بواو العطف حتى لو ترك الواو لا يصير ردا

اور کم سے کم جسمیں سلام کا جواب ادا ہو جاوے اتنا ہے وعلیک السلام ساتہ واو عاطفہ کی یہانتک کہ اگر واو کو ترک کریگا تو جواب نہو دیگا

لان الوارد في الشرع الرد مع الواو فاذا ترك لا يعتد به ولا يسقط الفرض بدونه وكمال السلام ان يقال السلام

اسلئے کہ شرع میں جواب واو کی ساتہ آیا ہے جب اوسکو ترک کیا تو عبارت کا کچہ اعتبار نہیں ہے اور نہ بدون اوسکی فرض ادا ہوتا ہے اور کمال سلام کا یہہ ہے کہ یوں کہے

عليكم ورحمة الله وبركاته لما روي انه عليه السلام قال من قال السلام عليكم كتب له عشر حسنات ومن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص کہے السلام علیکم اوسکے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جسنے کہا

السلام عليكم ورحمة الله كتب له عشرون حسنة ومن قال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته كتب له ثلاثون
السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا اوسکی لئے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا اوسکی لئے تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں
حسنة فانه عليه السلام قد بين في هذا الحديث ان في السلام عشر حسنات وفي ضم الرحمة اليه عشرون حسنة
اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں فرمایا کہ سلام میں دس نیکیاں ہیں اور اوسپر رحمۃ کی ملانی میں بیس نیکیاں ہیں
وفي ضم البركات اليهما ثلاثين حسنة وهي النهاية لانتظامها لجميع فنون المطالب التي هي السلامة عن المضار ونيل المنافع
اور اوسپر برکات ملانی میں تیس نیکیاں ہیں اور یہہ انتہا کا درجہ ہی اسمیں تمام اقسام کے مطالب آگئی یعنی سلامتی اسباب ضرر سے اور حصول منفعت کا
ودوامها ونماؤها ولا ينبغي ان يزاد على ذلك لما روي عن ابن عباس انه قال لكل شيء منتهى ومنتهى السلام البركات
ہمیشہ کو اور اونکی افزایش اور سزاوار نہیں ہی کہ اس سی زیادہ بڑہاوی اسلئے کہ روایت ہی کہ ابن عباس نے کہا ہر شی کا انتہا ہوتا ہی اور سلام کا انتہا برکات ہی
ثم ينبغي ان يعلم ان من يسلم على احد انما يصير مؤديا حق السنة اذا رفع صوته مقدار ما يحصل به الاسماع
پھر سمجھنا چاہیے کہ جو شخص کسی پر سلام بھیجتا ہی اوس کا حق سنت جب ادا ہوتا ہی کہ اتنی بلند آواز سی کہی کہ وہ سن لی
فان لم يحصل به الاسماع لا يصير مؤديا حق السلام فلا يجب الرد لان الشرط في ثبوت الحكم للشيء العلم به فاذا
اور اگر وہ نہ سنی تو اوس سی حق سلام کا ادا نہیں ہوتا اور جواب بھی واجب نہیں ہوتا اسواسطے کہ کسی شی کی حکم ثابت ہونی میں اوس شی کا علم شرط ہی جب
لم يحصل العلم بالسلام لا يكون الرد فرضا وكذا من يرد السلام انما يكون مؤديا فرض الرد اذا رفع صوته مقدار
سلام کی خبر نہوئی تو جواب بھی فرض نہیں ہوتا ایسی ہی جو سلام کا جواب دیتا ہی اوس ہی فرضیت جواب کی جب ادا ہوتی ہی کہ آواز اتنی بلند کری
ما يحصل به الاسماع فان لم يحصل به الاسماع لا يسقط فرض الرد فان من يسلم على واحد يكون الرد فرضا عليه
کہ وہ سن لی اگر وہ جواب مسموع نہوا تو فرضیت جواب کی ساقط نہو گی پس جو شخص کسیکو سلام کرتا ہی تو اوسپر جواب فرض ہو جاتا ہی
حتى لو لم يرد يكون آثما ومن سلم على جماعة يكون الرد فرضا عليهم حتى لو تركه كلهم يكونون آثمين وان رد
یہاں تک کہ اگر جواب نہ دیگا تو گنہگار ہوگا اور اگر کسینی ایک جماعت کو سلام کیا تو جواب ان سب پر فرض ہو جاتا ہی یہاں تک کہ اگر کوئی بھی جواب نہ دیگا تو سب گنہگار ہونگے
بعضهم يسقط الفرض عن الباقين لكن الافضل ان يرده كلهم ولو كان فيهم صبي ولم يرده الا الصبي لا يسقط
اور اگر کسی ایک نی بھی جواب دیدیا تو سب کی ذمہ سی فرض ساقط ہو جاتا ہی پر افضل یہہ ہی کہ سب جواب دیوین اور اگر اوس جماعت میں بچہ نابالغ ہو اور اوسنے ہی جواب دیا ہو اور بچی کی سوا
عنهم الفرض لان الصبي ليس من اهل الفرض ويشترط في الرد ان يكون على الفور حتى لو اخره لا يعد ردا ويستحب
کوئی جواب نہ دیوی تو اونکی ذمہ سی فرض ساقط نہیں ہوتا اسلئے کہ بچہ کی ذمہ پر کچہہ فرض نہیں ہوتا اور جواب کی یہہ شرط ہی کہ فورا جواب دیوی اگر دیر کی بعد جواب دیگا تو جواب نہیں
لمن سلم على واحد واسمعه سلامه وتوجه عليه الرد بشروطه فلم يرد ان يجعله في حل منه فيقول ابرأته من حقي
گنا جاتا اور جو شخص کسیکو سلام کری اور اوسکو سلام سنادی اور جواب اوسکی ذمہ پر سلام کی شرطوں سی لازم آجاوی پہر وہ جواب نہ دیوی تو مستحب ہی کہ سلام کرنیوالا اپنی طرف سی معاف
في رد سلامي وجعلته في حل منه او نحو ذلك فاذا قال هذا يسقط به حقه واذا دخل جماعة على قوم يسن لجميعهم
کردی یہہ کہدی کہ مینی اپنا حق سلام کی جواب کا معاف کیا یا مانند اسکی جب ایسا کہیگا تو اوسکا حق ساقط ہو جائیگا اور اگر ایک جماعت جمع ہوکر
ان يسلموا ويكره لهم ترك السلام فان سلم بعضهم يسقط الكراهة عن الباقين لان السلام سنة على الكفاية
ایک قوم کی پاس آوی تو سبکو مسنون ہی کہ سلام علیک کرین اور سلام کا ترک کرنا اونکو مکروہ ہی پہر اگر بعضوں نی سلام علیک کرلی تو کراہت سبکی ذمہ سی اوتر گئی کیونکہ سلام سنت کفایہ ہی
كما ان الرد فرض على الكفاية على ما روي عن زيد بن وهب انه عليه السلام قال اذا مر قوم بقوم فسلم احد
جیسی سلام کا جواب فرض کفایہ ہی چنانچہ زید بن وہب سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب ایک جماعت ایک جماعت پر گذریگی اور ایک شخص
منهم اجزاهم واذا رد واحد منهم اجزا عنهم واذا دخل واحد على جماعة قليلة يعمهم سلام واحد يكفي سلام واحد
اون میں سی سلام علیک کری تو سبکو کافی ہی اور اگر ایک شخص جواب دیدی تو اونکی طرف سی کافی ہی اور اگر ایک شخص چھوٹی جماعت کی پاس آوی تو سبکو ایک سلام کرلی سب پر

على جميعهم وما زاد من تخصيص بعضهم فهو ادب ويكفي في الرد ان يرد واحد منهم فمن زاد فهو ادب

اور جو زیادہ کری کسی خاص کو تو یہہ ادب ہی اور جواب میں کافی ہی اگر ایک شخص جواب دیدی پہر اگر اونمین سی کسی اور نی جواب دیا تو یہہ

وان كان جمعا عظيما لا ينتشر فيهم سلام واحد كالجامع والمسجد العظيم فالسنة ان يسلم عليهم اذا شاهدهم

ادب ہی اور اگر بڑی جماعت ہو تو ایک سلام کہان پہیلتا پہریگا جیسی مسجد جامع اور بڑی مسجد تو سنت یہہ ہی کہ اونکو سلام کرتا جاوی جبس سی ملجاوی

ويكون مؤديا حق السلام في جميع من سمعه فان اراد ان يجلس فيهم يسقط عنه سنة السلام فيمن لم يسمع سلامه

اور حق اونکی سلام کا ادا کر چکیگا جو جو سن لینگی پہر یہہ شخص اگر انہین بیٹہنا چاہی تو اسکی ذمہ سی سنت سلام کی ساقط ہوئی بہ نسبت باقیون کی

من الباقين وان اراد ان يجلس فيمن لم يسمع سلامه ففيه وجهان احدهما ان سنة السلام عليهم حصلت بالسلام

جنہون نی سلام نہین سنا اور اگر اوس قوم مین بیٹہنا چاہی جنہون نی سلام نہین سنا تو اسمین دو وجہ ہین ایک یہہ کہ اب سنت سلام اونکی حق کی پہلون پر سلام کرنی سی

على اوائلهم لكونهم جمعا واحدا فلو اعاد السلام عليهم يكون ادبا والوجه الثاني كون سنة السلام باقية في حق

ادا ہو چکی کیونکہ یہہ سب ایک ہی جماعت ہی پہر اگر اسنی انکو بہی سلام کیا تو ادب ہی اور دوسری یہہ وجہ ہی کہ سنت سلام انکی حق کی جنکو اسکا سلام

من لم يبلغهم سلامه والسنة ان يسلم الراكب على الماشي والماشي على القاعد والصغير على الكبير والقليل

نہین پہنچا باقی ہی اور مسنون یہہ ہی کہ سوار پیادہ کو سلام کری اور چلتا ہوا بیٹہی کو اور چہوٹا بڑی کو اور چہوٹی جماعت

على الكثير ولو خالفوا وسلم الماشي على الراكب والكثير على القليل والكبير على الصغير لا يكره بل يكون تاركا لما

بڑی جماعت کو اور اگر اسکی خلاف کیا یعنی پیادہ نی سوار کو سلام کیا یا بڑی جماعت نی چہوٹی جماعت کو اور بڑی نی چہوٹی کو تو مکروہ نہین ہی بلکہ اپنا حق ترک کیا

يستحقه من سلام غيره عليه ومن مر على قارئ القرآن لا ينبغي ان يسلم عليه كيلا يشغله عن القراءة فان

کہ دوسرا اسکو سلام کرتا اور جو شخص قرآن کی تلاوت کرتی پاس جا پہنچا تو اوسکو سلام کرنا نہین چاہئی تاکہ تلاوت سی نہ روکدی پہر اگر اسنی

سلم عليه قال بعضهم لا يجب عليه الرد وقال بعضهم يجب وهو اختيار فقيه ابي الليث ومن مر على من اتى

سلام کیا تو بعضی کہتی ہین اوسپر جواب واجب نہین ہی اور بعضی کہتی ہین واجب ہی فقیہ ابو اللیث نی یہہ ہی اختیار کیا ہی اور جو شخص ایسی پاس پہنچا

الخلاء وهو يتغوط او يبول ينبغي له ان لا يسلم عليه في هذه الحالة فان سلم عليه قال ابو حنيفة رضي يرد عليه بقلبه

جو بیت الخلاء مین یا پاخانہ پہرتا ہی یا پیشاب کرتا ہی تو چاہئی کہ اس حالت مین اوس سی سلام علیک نکری پہر اگر اوسپر سلام علیک کی تو ابو حنیفہ کہتی ہین کہ دل سی جواب

لا بلسانه وقال ابو يوسف لا يرد عليه بقلبه ولا بلسانه ولا بعد الفراغ ايضا وقال محمد يرد عليه بعد الفراغ و

دی زبان سی نہ بولی اور ابو یوسف کہتی ہین نہ دل سی جواب دی نہ زبان سی اور نہ بعد فراغت کی اور امام محمد کہتی ہین فارغ ہو کر جواب دی اور

لا يسلم على احد وقت الخطبة فان سلم والخطيب في الخطبة لا يجب الرد على السامع ومن كان جالسا مع قوم

خطبہ کی وقت کسی سی سلام علیک نکری پہر اگر سلام کیا اور خطیب خطبہ مین ہو تو سننی والی پر جواب نہین ہی اور جو شخص ایک جماعت مین بیٹہا ہوا تہا

ثم قام للذهاب فالسنة ان يسلم عليهم لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال اذا انتهى احدكم الى المجلس فليسلم

پہر جانی لگا تو سنت یہہ ہی کہ وہ ہی اونکو سلام کری کیونکہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب کوئی مجلس مین آوی تو سلام کری

فاذا اراد ان يقوم فليسلم فليست الاولى باحق من الاخرى قال الامام النووي ظاهر هذا الحديث يقتضي ان يجب على

پہر اگر کہڑا ہووی تو سلام کری سو پہلی جماعت بڑی حق دار نہین ہی دوسری سی امام نووی کہتی ہین ظاہر اس حدیث کا یون چاہتا ہی کہ جماعت کی

الجماعة رد السلام على هذا الذي سلم عليهم وفارقهم وقال بعض العلماء جرت عادة بعض الناس بالسلام عند

ذمہ جواب سلام کا اس شخص پر واجب ہی جسنی سلام کیا تہا اور جدا ہوا ہی اور بعضی علماء کہتی ہین بعضی لوگون کو سلام کرنیکی عادت پڑی ہوئی ہی

مفارقة القوم وذلك دعاء يستحب له الجواب لان السلام انما يكون عند اللقاء لا عند الانصراف وانكر هذا القول

جب جماعت سی جدا ہون اور یہہ دعا ہی اوسکی لئی جواب مستحب ہی اسلئی کہ سلام ملاقات کی وقت ہوتا ہی جدا ہونی کی نہین ہوتا اور امام ابو بکر شافعی

الامام ابو بكر الشافعي وقال ان هذا القول فاسد لان السلام كما كان سنة عند اللقاء كذلك هو سنة عند الانصراف
اس بات سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے اسواسطے کہ سلام جیسے ملتے وقت سنت ہے ایسے ہی جدا ہوتے ہوئے سنت ہے
على ما دل عليه الحديث السابق ومن كتب كتابا وكتب فيه سلاما على احد او ارسل اليه سلاما بالرسول فبلغه
چنانچہ اسپر حدیث سابق دلالت کرتی ہے اور اگر کسی نے خط لکھا اور اس میں کسیکو سلام لکھدیا یا کسیکو سلام زبانی رسول کی کہلا بھیجا پھر اوسکے پاس
الكتاب او الرسالة يجب عليه الرد على الفور لان السلام على الغائب لا يكون الا بالرسالة او بالكتاب فعليه ان يرد بمثله
خط یا زبانی سلام پہنچا تو اوسپر فورًا جواب واجب ہے اسلئے کہ سلام غائب پر نہیں ہو سکتا مگر زبانی رسول کی یا خط میں سو اوسپر لازم ہے کہ ویسا ہی جواب دے
او باحسن منه لكن ينبغي ان يعلم ان من بلغ الغير سلام احد ينبغي لذلك الغير ان يرد عليهما ويقول عليك
یا اوس سے بہتر لیکن سمجھنا چاہئے کہ جسنے کسی غیر کو کسیکا سلام پہنچایا تو اوس غیر کو لازم ہے کہ سلام کا جواب دونو کو دے اسطور علیک
وعليه السلام لما روي ان رجلا قال للنبي عليه السلام ان ابي يقرئك السلام فقال النبي عليه السلام عليك
وعلیہ السلام اسلئے کہ روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرا باپ آپکو سلام کہتا ہے سو نبی علیہ السلام نے فرمایا تجھپر
وعلى ابيك السلام ومن سلم على احد ثم لقيه ثانيا او رآه ثانيا يستحب له ان يسلم عليه ثانيا لما روي انه عليه السلام
اور تیرے باپ پر سلام اور اگر کسی نے کسیکو سلام کیا پھر اوس سے دوبارہ ملگیا یا دوبارہ دیکھا تو مستحب ہے کہ اسکو دوبارہ سلام کرے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام
كان اذا دخل المسجد يسلم على اصحابه ثم اذا صعد المنبر واقبل عليهم يسلم عليهم ثانيا وروي عن ابي هريرة انه عليه السلام
جب مسجد میں آتے تو اپنے اصحاب سے سلام علیک کرتے پھر جب منبر پر چڑھکر اونکے آمنا سامنے ہوتے تو دوبارہ سلام علیک کرتے اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام
قال اذا لقي احدكم اخاه فليسلم عليه فان حالت بينهما شجرة او جدار او حجر ثم لقيه فليسلم عليه وكان اصحاب رسول
نے فرمایا جب کوئی تم میں سے اپنے بھائی سے ملے تو سلام کرے پھر اون دونوں کے بیچمیں اگر درخت یا دیوار یا پتھر آجاوے اور پھر ملے تو سلام کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
الله عليه السلام اذا ساروا في طريق فاستقبلهم شجرة فاجتازوها يسلم بعضهم على بعض واذا التقى الاثنان
وسلم کی اصحاب جب رستہ چلتے اور اونکے سامنے درخت آجاتا تو اوس سے بڑھکر آپسمیں سلام کیا کرتے اور جب دو شخص ملیں
وقال كل واحد منهما للاخر دفعة او على الترتيب السلام عليكم قبل ان يصير كل واحد منهما مسلما على الاخر ولا يقوم ذلك
اور ہر ایک دونوں میں سے دفعۃً یا بترتیب سلام علیک کرے کہتے ہیں کہ دونو کی طرف سے سلام علیک ہو جاتی ہے اور یہ سلام جواب کی جگہ
مقام الرد بل يجب على كل واحد منهما الرد والصواب على ما ذكره النووي ان سلام احدهما ان كان بعد سلام الاخر
نہیں ہوگا بلکہ دونو پر جواب واجب ہے اور صواب موافق ذکر نووی کے یہ ہے کہ ایک کا سلام اگر بعد دوسری کی سلام کے ہے
يكون ردا لكون هذا اللفظ صالحا للرد والا فلا ومن لقي احدا فقال له ابتداء عليكم السلام لا يكون ذلك سلاما
تو جواب ہو جاتا ہے کیونکہ یہ لفظ قابل جواب کی ہے اور نہیں تو نہیں اور اگر کوئی کسی سے ملا اور پہلی ہی کہا علیکم السلام تو یہ عبارت سلام نہیں ہوتا
حتى لا يستحق الرد لان هذه الصيغة مشروعة للرد لا للابتداء فلا تقوم مقام السلام على الاحياء بل هي تحية
یہاں تک کہ وہ مستحق جواب کا نہیں کیونکہ یہ عبارت شرع میں جواب کے واسطے مقرر ہے ابتدا کے واسطے نہیں ہے تو زندوں پر سلام کے قایم مقام نہوگی بلکہ یہ سلام
الموتى على ما روي ان رجلا اتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال عليك السلام يا رسول الله فقال النبي عليه السلام لا تقل
موتی کا ہے موافق اس روایت کے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا علیک السلام یا رسول اللہ سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیک السلام
عليك السلام عليك السلام تحية الموتى فانه عليه السلام قد بين في هذا الحديث ان هذه الصيغة ليست
مت کہا کر علیک السلام موتی کا سلام ہے بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان کر دیا کہ یہ عبارت اسلئے نہیں ہے
مما يسلم بها على الاحياء بل انما يسلم بها على الاموات لان الاحياء وضع لهم في الشرع عند السلام صيغة وعند الرد
کہ زندوں پر سلام کیجئے بلکہ اس عبارت سے مردوں پر سلام کرتے ہیں کیونکہ شرع میں زندوں کے واسطے سلام کی اور عبارت ہے اور جواب کی واسطے

صيغة

صيغة فلا يحسن ان يوضع في موضع الرد صيغة السلام واما الاموات فلا رد عليهم فيستوي في حقهم السلام

اور عبارت سوا نہیں ہی کہ جو عبارت جواب کی لی ہی وہ سلام جگہ استعمال کریں اور مردوں پر تو جواب نہیں ہوتا ہی اوسکی حق میں سلام

عليهم بالصيغتين لما روي انه عليه السلام كان يسلم على اهل القبور بقوله السلام عليكم دار قوم مؤمنين

علیک دونو عبارت سی برابر ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام اہل قبور پر سلام علیک اس عبارت سی کرتی تہی السلام علیکم ملک قوم مؤمنین کی

ومن سلم على اصم يستحب له ان يتكلم السلام بلسانه لقدرته عليه ويشير بيده حتى يحصل الافهام فيستحق

اور جو شخص بہری کو سلام کری تو مستحب ہی کہ سلام زبانسی کہی کیونکہ اسکو قدرت ہی اور ہاتہہ سی اشارہ کردی تاکہ وہ سمجہہ جاوی اور یہہ مستحق جواب کا ہو

الرد ولو لم يجمع بينهما لا يستحق الرد ولو سلم عليه اصم واراد ان يرد عليه يلزمه ان يتكلم الرد بلسانه لقدرته

اور اگر دونو بات نکریگا تو مستحق جواب کا نہیں ہی اور اگر بہرہ اسکو سلام کری اور یہہ جواب دیا چاہی تو لازم ہی کہ جواب زبانسی دی کیونکہ اسپر قادر ہی

عليه ويشير بيده ليحصل الافهام ويسقط عنه الرد ولو سلم على اخرس فاشار الاخرس بيده يسقط عنه الفرض

اور ہاتہہ سی اشارہ کردی تاکہ وہ سمجہہ جاوی اور اسکی ذمہ سی جواب ادا ہو جاوی اور اگر گونگی کو سلام کیا اور گونگی نی ہاتہہ سی اشارہ کردیا تو اوسکی ذمہ سی فرض ادا ہو جاتا ہی

لان اشارته قائمة مقام العبارة ولو سلم عليه الاخرس بالاشارة يستحق الرد والنساء بعضهن مع بعض في

کیونکہ اوسکا اشارہ قائم مقام بولنی کی ہی اور گونگی نی اشارہ سی اسکو سلام کیا تو وہ مستحق جواب کا ہی اور عورتیں عورتیں آپسمین سلام علیک کی باب مین

حكم السلام كالرجال واما الرجل اذا سلم على امراة فان كانت زوجته او جاريته او كانت من محارمه فعليه الرد

مانند مردوں کی ہیں اور اگر مرد عورت کو سلام کری اگر وہ عورت اوسکی بی بی ہی یا لونڈی ہی یا اوسکی کوئی محرم ہی تو اوسپر جواب دینا لازم ہی

وان كانت اجنبية شابة لا يجوز لها الرد ويكون الرجل مفرطا في السلام عليها وكذا المراة ان سلمت على رجل فاذا

اور اگر کوئی غیر جوان ہی تو اوسکو جواب دینا جایز نہیں اور وہ مرد اس سلام مین بیجا پر ہی اور ایسی ہی عورت اگر مرد کو سلام کری پہر اگر

كانت زوجته او جاريته او كانت من محارمه او كانت عجوزا لا يخاف منها الفتنة فعليه الرد وان كانت شابة يميل

وہ اوسکی جورو یا لونڈی یا اوسکی کوئی محرم ہی یا ایسی بڑہیا ہی کہ اوسپر کچہہ خوف فتنہ کا نہیں تو مرد کی ذمہ جواب لازم ہی اور اگر ایسی جوان ہی کہ

اليها النفس يكره له الرد وتكون المراة مفرطة في السلام عليه واما الصبيان فالسنة ان يسلم عليهم لما روي عن

نفس کو اوسکی طرف رغبت ہوتی تو جواب دینا مکروہ ہی اور عورت اس سلام مین بیجا پر ہی اور نابالغ بچوں کو سلام کرنا مسنون ہی اسلئی کہ انس سی روایت ہی

انس انه مر على صبيان فسلم عليهم وقال كان النبي عليه السلام يفعله وفي رواية انه عليه السلام مر على غلمان

کہ وہ لڑکوں پر گذری تو انکو سلام کیا اور کہا نبی علیہ السلام یہی کیا کرتی تہی اور ایک روایت مین ہی کہ نبی علیہ السلام لڑکوں کی پاس آگئی

فسلم عليهم ولو سلم صبي على بالغ فالصحيح وجوب رد سلامه لقوله تعالى واذا حييتم بتحية فحيوا باحسن منها واما

تو انکو سلام کیا اور اگر نابالغ لڑکا بالغ کو سلام کری تو صحیح یوں ہی کہ جواب دینا واجب ہی بدلیل اس آیت کی اور جب تمکو دعا دیوی کوئی تو تم بہی دعا دو اوس سی بہتر

المبتدعة ومن اقترف ذنبا عظيما ولم يتب منه فينبغي ان لا يسلم عليهم ولا يرد سلامهم قال البزازي يسلم على لاعب

اور بدعتی لوگ اور جو بڑی گناہ کرتی ہیں اور اوس گناہ سی توبہ نہیں کرتی تو سزاوار ہی کہ انکو سلام نکری اور نہ انکی سلام کا جواب دی بزازی کہتا ہی کہ امام کی

الشطرنج عند الامام ليشغله عن ساعة الرد لا عندهما لان المجاهر بالفسق في معتقده ولو مجتهدا لا يستحق الاكرام

نزدیک شطرنج باز کو سلام کرلی تاکہ دم بہر جواب دیتا ہوا شطرنج سی باز رہی صاحبین کی نزدیک سلام نکری اسلئی کہ فاسق علی الاعلان اپنی معتقد مین اگرچہ اجتہاد

وقال النووي فمن اضطر الى السلام على الظلمة اذا دخل عليهم وخاف ان يترتب عليه في دينه ودنياه ضرر ان لم يسلم

ہو سزاوار عزت کا نہیں ہی اور نووی کہتا ہی جو شخص ظالموں کو سلام کرنی مین لاچار ہو جب اونکی پاس جاوی اور یہہ ڈر ہو کہ اگر انکو سلام نہیں کرتا تو دین کا یا دنیا کا

عليهم يسلم عليهم وينوي ان السلام اسم من اسماء الله تعالى ليكون المعنى ان الله عليكم رقيب فيجازيكم بما

تو اونکو سلام کرلی اور یہہ نیت کرلی کہ سلام الله کا نام ہی تاکہ یہہ معنی ہو جاویں کہ الله تمہارا اوپر نگہبان ہی سو تمکو تمہاری لایق سزا دیویگا

بہتر

تستحقون واما اهل الذمة فيكره للمسلم ان يسلم عليهم ابتداء لما روى عن ابي هريرة انه عليه السلام
اور یہی ذمی لوگ سو مسلم کو مکروہ ہے کہ اونکو پہلی سلام کرے کیونکہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا
قال لا تبدءوا اليهود والنصارى بالسلام قال قاضيخان في فتاواه هذا اذا لم يكن للمسلم حاجة اليه واما
کہ یہود اور نصاریٰ کو پہلی سلام مت کرو قاضیخان اپنی فتاویٰ میں کہتا ہے یہہ اوس صورت میں ہے کہ مسلمان کی کوئی غرض نہ اوس سے لگی ہو
اذا كانت فلا باس ان يسلم عليه ومن سلم على من لم يعرفه فبان انه ذمي يستحب له ان يسترد سلامه فيقول
اور اگر کوئی غرض ہی تو سلام کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر کسی نے کسی ناواقف کو سلام کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ ذمی ہے تو اوسکو مستحب ہے کہ اپنا سلام پھیر لے یوں کہے
رد علي سلامي لما روي ان عبد الله بن عمر سلم على رجل فقيل له انه يهودي فتبعه فقال له رد علي سلامي
پھیر دے میرا سلام کیونکہ روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے ایک شخص کو سلام کیا پھر کسی نے کہا یہہ تو یہودی ہے پھر عبد اللہ نے اوسکے پیچھے جا کر کہا میرا سلام پھیر دے
واذا سلم ذمي على مسلم ينبغي للمسلم ان لا يزيد في الرد عليه على قوله عليك لما روي عن انس انه عليه السلام
اور اگر ذمی مسلمان کو سلام کریگا تو مسلمان کو چاہیے کہ جواب میں اس سے کچھ زیادہ نہ کہے اتنا ہی کہے علیک کیونکہ انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا
قال اذا سلم عليكم اهل الكتاب فقولوا وعليكم قال الخطابي هكذا يرويه عامة المحدثين وعليكم بالواو وكان
جب اہل کتاب تمکو سلام کریں تو کہو وعلیکم خطابی کہتا ہے کہ عام محدث یہہ ہی روایت کرتے ہیں وعلیکم واو سمیت اور
سفيان بن عيينة يرويه عليكم بغير الواو وهو الصواب اذ بغير الواو يصير ما قالوه بعينه مردودا عليهم وبالواو
سفیان بن عیینہ علیکم روایت کرتا ہے بدون واو کی اور حق یہہ ہی ہے اسواسطے کہ بدون واو کی جو اہل کتاب کہتے ہیں بعینہ وہ ہی اونپر رد ہوگا اور واو
يقع الاشتراك معهم والدخول فيما قالوه لان الواو حرف عطف يجمع بين الشيئين وقال النووي اتفقوا على لزوم الرد
سے اونکی ساتھ شرکت اور جو اونہوں نے کہا ہے اسمیں شامل ہونا ہو دیگا اسلیے کہ واو حرف عطف کا ہے کہ دو شی کو جمع کر دیتا ہے اور نووی کہتا ہے سب علماء متفق ہیں
على اهل الكتاب لكن لا يذكر السلام بل يردونه بان يقال وعليكم بالواو وعليكم بدونها اذ قد جاءت الاحاديث
کہ اہل کتاب کا جواب دینا لازم ہے لیکن سلام کو ذکر نہ کرے بلکہ بدون سلام کی اسطرح کہے وعلیکم واو کی اور علیکم بدون واو کی اسلیے کہ حدیثیں واو کی ساتھ بھی
باثبات الواو وحذفها واثباتها اكثر فعلى هذا يكون في معناها وجهان احدهما كونها للعطف والتشريك لانهم
آئی ہیں اور بدون واو کی بھی اور واو کی ساتھ زیادہ ہیں اب اسکی معنی دو طرح ہیں ایک تو یہہ کہ واو عاطفہ ہو اور شرکت کی لیے کیونکہ
كانوا يقولون للمسلمين السام عليكم وقد فسر السام بالموت فيكون المعنى نحن وانتم فيه سواء كلنا نموت والثاني كونها
وہ لوگ مسلمانوں کو یہہ کہا کرتے تھے السام علیکم اور سام کی معنی موت کے ہیں اب یہہ مراد ہوئی ہم اور تم موت میں برابر ہیں ہم سب مر جاوینگے اور دوسری یہہ
للاستيناف لا للعطف والتشريك فيكون المعنى ونحن نقول عليكم ما قلتم وتستحقونه او ما تريدون بنا وقيل اذا
کہ واو استیناف کا ہو اور عطف و شرکت کا نہو اب یہہ مراد ہوگی اور ہم بھی کہتے ہیں تمپر ہی جو تم کہتے ہو یا جسکی تم لایق ہو یا جو تم ہمارے ساتھ ارادہ کرتے ہو اور کوئی
لم يكن منهم تعريض بالدعاء علينا يكون اثبات الواو في الرد عليهم دعاء لهم بالاسلام لكونه مدار السلام في الدارين
کہتا ہے اگر وہ نیت میں ہمپر بددعا نکرتے ہوں تو جواب میں واو کی ہونے سے اونکی لیے اسلام کی دعا ہوگی کیونکہ دارین میں یہہ ہی سبب سلامتی کا ہے

المجلس الخامس والثمانون في بيان هجران اخيه المسلم فوق ثلثة ايام قال رسول الله صلى الله عليه
پچاسی مجلس بیان میں برادر مسلمان کو چھوڑ دینے میں زیادہ تین روز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وسلم لا يحل لرجل ان يهجر اخاه فوق ثلث ليال يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا وخيرهما الذي يبدأ بالسلام
حلال نہیں ہے کسیکو کہ اپنی بھائی کو زیادہ تین رات سے چھوڑ رکھے جب ملیں تو یہہ ادہر کو ہو جاوے اور وہ ادہر کو اور اونمیں اچھا وہ ہے جو پہلی سلام کرے
هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه سعد بن ابي وقاص وهو بمنطوقه يدل على حرمة هجران المسلم اكثر من
یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے سعد بن ابی وقاص کی روایت سے اسکا منطوق دلالت کرتا ہے کہ چھوڑ دینا مسلم کا زیادہ

ثلثة ايام واما جواز هجرانه ثلثة ايام فانما يدل عليه بمفهومه لا بمنطوقه فمن التزم حجية المفهوم جاز له
تین روز سی زیادہ حرام ہی اور تین دن تک چہوڑ دینا جواز اسکی مفہوم سی معلوم ہوتا ہی منطوق سی نہیں معلوم ہوتا پہر جو شخص مفہوم کو حجت مانتا ہی اوسکو
ان يقول ان الادمي مجبول على الغضب وسوء الخلق فرخص له في الثلث لقلتها حتى يذهب عنه ذلك الغضب
جایز ہی کہ کہی بیشک آدمی کو غضب خلق عادت ہی سو آپ نی تین دن کی اجازت دی کیونکہ مدت قلیل ہی تاکہ اوسکا غصہ اوتر جاوی
ولم يرخص له فيما فوق ذلك لكثرته فقوله عليه السلام يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا بيان كيفية هجرانهما
اور اس سی زیادہ کی اجازت نہیں دی یہ مدت زیادہ ہی اسپہ جملہ حدیث کا کہ ملتی ہین پہر یہ ادہر ہو جاتا ہی اور وہ ادہر یہ چہوڑ دینی کی کیفیت کا بیان ہی
وقوله وخيرهما الذي يبدأ بالسلام حث على ترك الهجران فانه يزول بالسلام على ما ذهب اليه الجمهور وتخصيص
اور یہ جملہ اونمین اچہا وہ ہی جو پہلی سلام کری رغبت ہی جدائی کی ترک پر کیونکہ موافق مذہب جمہور کی جدائی سلام سی جاتی رہتی ہی اور خاص
الاخ بالذكر يشعر بالعلية والمراد به الاخ في الدين دون القرابة بدليل قوله عليه السلام في حديث اخر لا يحل
اخ کو ذکر کرنا تعلیل معلوم ہوتا ہی اور اس سی برادر دینی برادری ہی قرابت کا مراد نہیں بدلیل ارشاد نبی علیہ السلام کی ایک اور حدیث مین کہ مسلم کو
لمسلم ان يهجر مسلما فوق ثلث ليال فانهما ناكبان عن الحق ما داما على صرامهما واولهما فيأ يكون سبقته بالفيء كفارة له
حلال نہیں ہی کہ مسلم کو زیادہ تین رات سی چہوڑ رکہی بیشک یہ دونو جبتک لڑتی رہین حق سی پہرے ہین اور اونمین سی پہلی باز آنی والی کو اوسکی سبقت ہی کفارہ ہی
وروي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال تفتح ابواب الجنة يوم الاثنين ويوم الخميس فيغفر لكل عبد لا يشرك بالله
اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا پیر کو اور جمعرات کو جنت کی دروازی کہلتی ہین پہر ہر ایک بندہ کہ اللہ کی ساتہ کچہ شریک نکرتا ہو بخشا
شيئا الا رجل كانت بينه وبين اخيه شحناء فيقال انظروا هذين حتى يصطلحا وفي رواية انه عليه السلام قال يعرض
جاتا ہی سوای اوس شخص کی کہ اوسمین اور اوسکی بہائی مین کینہ ہو پہر حکم ہوتا ہی ان دونو کو رہنی دو جبتک آپسمین صلح کرین اور ایک روایت مین ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا
اعمال الناس في كل جمعة مرتين يوم الاثنين ويوم الخميس فيغفر لكل عبد مؤمن الا عبدا بينه وبين اخيه شحناء
کہ ہر ہفتہ مین لوگون کی اعمال دو بار پیش ہوتی ہین پیر کی دن اور جمعرات کی دن سو ہر ایک بندہ مؤمن بخشا جاتا ہی مگر وہ بندہ کہ اوسمین اور اوسکی بہائی مین کینہ ہو
فيقال اتركوا هذين حتى يفيئا والمراد بالجمعة ايام الاسبوع بدليل انه عليه السلام بينها بقوله يوم الاثنين
حکم ہوتا ہی انکو رہنی دو جبتک ملاقات کرلین اور مراد جمعہ سی ہفتہ کی ایام ہین اس دلیل سی کہ نبی علیہ السلام نی اسکو پیر کی دن اور
ويوم الخميس على طريق التعبير عن الشئ باخر جزئه والشحناء العداوة والمعنى اتركوا مغفرتهما حتى يرجعا من
جمعرات کی دن سی تفسیر کیا جسطور ایک شئ کا اخیر جزء بیان کرتی ہین اور شحناء کی معنی دشمنی کی ہین اور معنی یہ ہین چہوڑ دو انکی بخشش کو جبتک
العداوة الى الصداقة لان الاخوة الدينية تقتضي الصداقة وتنافي العداوة فان المؤمنين اخوة من حيث انهم
دونو دشمنی سی دوستی کیطرف آوین اس واسطی کہ دینی برادری دوستی کا تقاضا کرتی ہی اور عداوت کی برخلاف ہی کیونکہ تمام مؤمن بہائی ہوتی ہین اس واسطی کہ
ينتسبون الى اصل واحد هو الايمان الموجب للحيوة الباقية كما ان الاخوة من النسب ينتسبون الى اصل واحد هو
سب ایک اصل کی نسبت رکہتی ہین یعنی ایمان سی جس سی دائمی زندگی ہوتی ہی جیسی نسبی برادر ایک اصل سی منسوب ہوتی ہین یعنی
الاب الموجب للحيوة الفانية فالاخوة الدينية اقوى من الاخوة النسبية لان الاخوة النسبية اذا خلت [illegible] اخوة
باپ سی جس سی حیات فانیہ ہوتی ہی سو دینی برادری نسبی برادری سی بہت قوی ہوتی ہی اسلئی کہ نسبی برادری کا جب دینی برادری [illegible]
الدينية لا تعتبر الا ترى ان المسلم اذا مات وكان له اخ كافر يكون ماله للمسلمين لا لاخيه الكافر فعلى هذا يجب
ہی تو اسکا کچہ اعتبار نہیں ہوتا دیکہتا نہیں کہ مسلمان اگر مر جاوی اور اوسکا بہائی کافر موجود ہو تو اوس مسلم کا مال مسلمانون کو ملیگا کافر بہائی کو نہیں [illegible]
على المسلمين ان يتركوا ما ينافي الاخوة الدينية الموجبة للصداقة والمزيلة للعداوة لما روي عن ابي هريرة عنه عليه السلام
کی موافق مسلمانون پر واجب ہی کہ مخالفات دینی برادری کو ترک کری جو دوستی کو واجب اور دشمنی دور کرتی ہی کیونکہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی

قال لا يحل لمسلم ان يهجر اخاه فوق ثلث فمن هجر فوق ثلث فمات دخل النار يعني انه استحق ان يدخل النار لانه
فرمایا مسلم کو حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو تین روز سے زیادہ چھوڑ دے اور جس نے تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھا پھر وہ مرگیا تو دوزخ میں جاویگا مراد یہ ہے کہ اسی
مات عاصيا غير تائب وذلك يستدعى ان يكون من اهل النار هذا اذا كان الهجران لامر دنيوي كالتقصير في
کیونکہ گنہگار بلا توبہ مرا ہے اس سے لازم آتا ہے کہ دوزخی ہو دے یہ اوس صورت میں ہے کہ یہہ ترک ملاقات دنیاوی سبب سے ہو
حقوق الصحبة والعشرة واما اذا كان في حق الدين لفسق ومعصية فالزيادة على الثلث مشروع فان هجران
جیسے حقوق صحبت اور عشرت کی ادا کرنیکا قصور اور اگر بسبب حق دینی کے ہو جیسے فسق اور معصیت تو تین دن سے زیادہ بھی جایز ہے کیونکہ گنہگاروں کا
اهل العصيان يجوز الى ان يزول عنهم ذلك العصيان ويظهر توبتهم لانه من قبيل الامر بالمعروف والنهي عن المنكر و
ترک کرنا جایز ہے جبتک کہ وہ گنہگاری ترک کریں اور انکی توبہ ظاہر ہووے کیونکہ یہہ عمل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل ہے اور
قد قال الله تعالى لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الاخر يوادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا اباءهم
الله تعالی فرماتا ہے تو نہ دیکھیگا کوئی لوگ جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن پر پھر دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ کی اور اوسکی رسول کی پڑے ہی
او ابناءهم او اخوانهم او عشيرتهم فدلت هذه الاية على ان من يرتكب المعاصي والمنكرات يجب هجره
اپنے ماباپ یا اپنے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے گہرانے والے تو اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ معاصی اور منکرات پر عمل کرنیوالے کی ترک ملاقات واجب ہے
وان كان من الاقرباء لا سيما في حق من ظلم الغير وعصى الله تعالى به فان عدم الاعراض عنه احسان
اگرچہ سگا سودہرا ہو خاص کر ایسے کی ملاقات جو غیر پر ظلم اللہ خدا کی نافرمانی کرتا ہو کیونکہ ایسے شخص سے اعراض نہ کرنا گویا اوسپر احسان ہے
اليه فلا يحسن الاحسان اليه لان الاحسان اليه اساءة للمظلوم وحق المظلوم اولى بالمراعاة وتقوية
سو ایسے پر احسان کرنا اچھا نہیں ہے کیونکہ احسان ظالم کی ساتھ بدی ہے اور رعایت مظلوم کی حق کی اولی ہوتی ہے اور مظلوم کا دل
قلبه بالاعراض عن الظالم احب الى الله تعالى من تقوية قلب الظالم وقد هجر النبي عليه السلام الثلثة الذي
قوی کرنا ظالم سے منہہ پہیر کر اللہ کو بہت محبوب ہے ظالم کا دل قوی کرنے سے اور بیشک نبی علیہ السلام نے تین شخصوں کو جو
تخلفوا عن غزوة تبوك ولم يكلمهم خمسين يوما وامر الناس بهجرهم حتى انزل الله تعالى توبتهم وروي انه
جنگ تبوک سے بیٹھ رہے تھے چھوڑ دیا تھا اور پچاس روز تک اونسے نہیں بولے تھے اور لوگونسے فرمایا تھا کہ انکو چھوڑ دو یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اونکی توبہ قبول کی
عليه السلام لما اعتل بعير صفية قال لزينب اعطيها بعيرا وكان عندها فضل بعير فقالت انا اعطي تلك
اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے جب صفیہ کا اونٹ بیمار ہوگیا تھا تو زینب سے کہا تو اوسکو اونٹ دیدی اور اوسکی پاس بڑہتی اونٹ تھا سو زینب نے عرض کیا
اليهودية فغضب النبي عليه السلام فهجرها ذا الحجة والمحرم وبعض صفر قيل لم يوجد في السنة مدة الهجر اكثر
میں اوس یہودیہ کو دونگی پھر نبی علیہ السلام غضبناک ہوئے اور اونکو تمام ذالحجہ اور تمام محرم اور چند روز صفر کی چھوڑے رکھا کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ مدت ترک کی سنت میں
من ذلك لكن قد وجد من السلف من هجر اخاه المسلم في امر مكروه من امور الدين السنة والسنتين ومنهم من
نہیں ملتی لیکن بعضی متقدمین ایسے گذری ہیں کہ اپنے بھائی مسلمان کو بسبب امر مکروہ دینی کی ایک برس اور دو برس چھوڑے رکھا ہے اور بعضی ایسے ہیں
هجر صاحبه في ذلك مدة عمره ورأوا انفسهم في فسحة من ذلك ما لم يرجع المهجر عما ارتكب وكان الامام احمد ممن
کہ اپنے صاحب یعنی مسلم کو اسی بابت تمام عمر چھوڑ رکھا ہے اور اپنے تئیں اس باب میں بی قصور جانتے تھے جبتک کہ وہ مہجور اوس عمل سے نہ باز آیا اور امام احمد بھی ان میں سے
يهجر اهل المعاصي ومن يقارن الافعال الردية فانه هجر بعض اصحابه ممن كان يتعلم منه وكان يتردد اليه ولا
کو اور جو کہ افعال ناکارہ کرتا چھوڑ دیا کرتے تھے بیشک انہوں نے ایک شاگرد کو جو اونسے پڑہتا تھا چھوڑ دیا تھا وہ آتا جاتا تھا پر
يكلمه فلم يزل يسأله عن تغير حاله ولا يذكر حتى قال له يوما بلغني انك طينت حائط دارك من جانب الشارع
بات نکرتے تھے وہ ہمیشہ پوچھتا رہتا کہ آپ کیوں بیزار ہیں اور وہ کچھ نہ کہتے آخر ایک روز یہہ کہا میں نے سنا ہے کہ تو نے اپنی گہر کی دیوار شارع عام کی

فقد اخذت تمد يسمك الطين من شارع المسلمين فلا تضل لشغل العلو وهجر ابن عمر ابناله الى ان مات في اصل

طرف سے ایسی ہی سو تو نے برابر دل گارے کی مسلمانوں کی شارع عام میں سے لیلیا تو نہیں ہو سکیگا فلاں کی نہیں ہی اور ابن عمر نے اپنے بیٹے کو مرتے دم تک چھوڑ دیا اور

ذلك لان من وقف على منكر ولم يستطع ان ينكره بيده ولسانه وامكنه ان يظهر دلائل الانكار يلزمه ذلك

اصل اسکی یہہ ہی کہ جسکو کوئی امر بد معلوم ہو اور ساتھ ہاتھ اور زبان سے منع نہیں کر سکتا اور یہہ ہو سکتا ہی کہ بیزاری کی علامات ظاہر کرے تو اوسکو یہہ ہی لازم ہی

اذ لا ينبغي للمؤمن ان يترك احدا على منكر لقرابته او لصداقته ومودته فان صداقته ومودته يوجب له ان

اسلئے کہ مؤمن کو یہہ اچھا نہیں ہی کہ کسیکو امر منکر پر بسبب لحاظ قرابت یا صداقت اور مودت کی رہنے دے کیونکہ صداقت اور مودت کا تو حق یہہ ہی کہ اوسکو

ينظر اليه بنظر الرحمة ويرى اقدامه على المنكر مصيبة على نفسه ويكون مغتما حزينا من تعرضه لعقاب

نظر رحمت سے دیکھے اور اوسکے منکر میں مبتلا ہونے کو اپنے حال پر مصیبت سمجھے اور غمگین اور حزین ہووے کہ یہہ اب عتاب الہی میں

الله تعالى ويقصد تخليصه منه بالانكار عليه اذ ليس من مقتضى الرحمة له ترك الانكار عليه وعدم التعرض

گرفتار ہوا اور بیزار ہو کر اوسکی بچانی کا قصد کرے مقتضے رحمت کا یہہ نہیں ہی کہ اوس سے بیزار نہو اور اوسکو منع نکرے

له بل من كمال الرحمة له الانكار عليه ورده الى المنهج القويم والصراط المستقيم والا انقلب صداقته

بلکہ یہہ بیزاری اور طریق درست و راہ راست پر لانا اوسکے حق میں کمال رحمت ہی اور نہیں تو قیامت کے دن یہہ ہی دوستی

عداوة يوم القيمة كما اخبر الله تعالى عن ذلك وقال الاخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين فان كل

دشمنی ہو جاویگی چنانچہ الله تعالی اسکی خبر دیتا ہی فرماتا ہی جتنی دوست ہیں اوس دن دشمن ہو نگے مگر پرہیز گار والے بیشک ہر

واحد من الاخلاء الغير المتقين يقول في ذلك اليوم يا ويلتى ليتني لم اتخذ فلانا خليلا ليت بيني وبينه بعد المشرقين

ایک دوست نا پرہیز گار اوس روز کہیگا خرابی میری کاشکی میں فلانی کو دوست نکرتا کاشکی میری اور اوسکی بیچ میں مسافت مشرقین کی

فصديق الانسان من يسعى في عمارة آخرته وان كان فيه ضرر لدنياه وعدوه من يسعى في خسارة آخرته وان

ہوتی پس آدمی کا دوست وہ ہی ہی جو آخرت کی درستی میں کوشش کرے اگر چہ اسمیں دنیا کا نقصان ہووے اور دشمن وہ ہی جو آخرت کو خراب کردے اگرچہ

كان فيه نفع لدنياه وقد قال الله تعالى وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان ولا شك ان من

اوسمیں دنیا کا فائدہ ہو اور الله تعالی فرماتا ہی مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نکرو گناہ پر اور زیادتی پر اور بیشک جسنے

رأى اخاه المسلم على منكر ولم ينهه عنه فقد اعانه عليه بالتخلية بينه وبين ذلك المنكر وعدم الاعتراض عليه

کسی برادر مسلمان کو بری کار پر متوجہ دیکھا اور منع نکیا تو بیشک اوسکی امداد کی کہ اوسکو منکر پر قائم رکھا اور اعتراض نکیا

وروي عن ابي هريرة ان رجلا يتعلق برجل يوم القيمة وهو لا يعرفه فيقول له مالك تتعلق بي وما رأيتك قط فيقول

اور ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ ایک شخص ایک شخص کا قیامت کے روز دامنگیر ہوگا اور وہ اوسکو پہچانتا نہوگا وہ کہیگا تو کون ہے مجھکو پکڑتا ہی میں نے تجھکو

بلى قد رأيتني يوما على منكر فلم تغيره وروي عن ابن عمر ان رجلا يؤمر به الى النار ويؤمر بجلسائه ايضا فيقولون

کبھی نہیں دیکھا وہ کہیگا ہاں تو نے بیشک مجھکو ایک روز منکر پر دیکھا اور منع نکیا اور ابن عمر سے روایت ہی کہ ایک کو دوزخ کا حکم ہوگا اور اوسکے ہمنشینوں کو بھی سو وہ عرض کرینگے

ما لنا فيقال لهم الستم تأمرونه الستم تنهونه فيقولون لا فيقال اذهبوا به الى النار وهذا امر خطر قلما يقع السلامة

ہمارے کیا خطا ہی جواب ہوگا کیا تم اوسکو امر کرتے تھے کیا تم اوسکو منع کرتے تھے وہ کہینگے نہیں پھر حکم ہوگا کہ اوسکے ساتھ ہمنشینوں کو دوزخ میں لیجاو یہہ بات بڑی مشکل ہی

عنه لان كثيرا من المنكرات تظهر في كل زمان فلا تغير بل يقع السكوت عنها لاستيناس النفوس بها ولذلك قال النبي عم

اس سے کم بچا جاتا ہی اسلئے کہ ہر زمانہ میں منکرات کی کثرت ہی اور ممانعت نہیں ہوتی بلکہ چپ ہو رہتی ہیں کیونکہ نفسوں کو منکرات کی محبت ہی اسلئے نبی علیہ السلام

في حديث رواه ابو سعيد لا تصاحب الا مؤمنا ولا ياكل طعامك الا تقي فانه عليه السلام حذر المؤمن في هذا الحديث

نے فرمایا ایک حدیث میں کہ ابو سعید کی روایت سے ہی پاس مت بیٹھ سوا مومن کے اور کھانا مت دے کا سوا پرہیزگار کے بیشک نبی علیہ السلام اس حدیث میں مومن کو

عن مصاحبة من ليس بتقي وعن مخالطته لان الصحبة والمخالطة توقع الالفة والمحبة في القلب فيلزم ان يكون
نا پرہیزگار کی پاس بیٹھنی اور میل جول کا منع کیا ہی کیونکہ پاس بیٹھنی اور میل جول سی دلوں میں الفت اور محبت پیدا ہو جاتی ہی پہر ضروری کہ وہی ہو
كما قال النبي عليه السلام في حديث رواه ابو هريرة يحشر المرء على دين خليله فلينظر احدكم من يخالل يعني ان من
جیسا نبی علیہ السلام نی فرمایا اوس حدیث میں جو ابو ہریرہ روایت کرتی ہیں آدمی دوست کی دین پر اوٹہیگا اب سب خیال کریں کسکو دوست بناتا ہی یعنی جو
يريد ان يعرف حال نفسه فلينظر الى صديقه فان كان صديقه صالحا فهو من الصلحين وان كان صديقه
جو کوئی اپنا حال دریافت کیا چاہی تو اپنی دوست کو دیکھ لی پہر اگر اوسکا دوست صالح ہی تو وہ بہی صالح ہی اور اگر اوسکا دوست
فاسقا فهو من الفاسقين لكون الطباع مجبولة على التشبيه والاقتداء والطبع يسرق من الطبع من حيث لا يدرى
فاسق ہی تو وہ بہی فاسق ہی کیونکہ طبیعت کو مشابہت اور پیروی کی عادت ہوتی ہی اور طبیعت طبیعت سی ایسا چرا لیتی ہی کہ آدمی کو خبر نہیں ہوتی
الانسان ومشاهدة المنكر يهون امر المعصية في القلب ويذهب نفرته عنها فلا يوجد فيه اضعف الايمان المذكور
اور منکر کو دیکھتی دیکھتی گناہ دل پر آسان ہو جاتا ہی اور اوسکی نفرت دل سی جاتی رہتی ہی پہر اوسمیں ضعیف ایمان بہی نہیں رہتا جو حدیث میں مذکور ہی
فيما روى عن ابي سعيد انه عليه السلام قال من راى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان
ابو سعید سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص منکر کو دیکھی تو ہاتہ سی منع کری اور اگر طاقت نہو تو زبان سی اور اگر
لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان فاذا لم يوجد فيه اضعف الايمان فما ذا يرجى ان يوجد فيه المجلس
طاقت نہو تو دل سی بیزار ہو اور یہہ بہت ضعیف ایمان ہی پہر اگر اوسمیں ضعیف ایمان بہی نہو تو پہر کیا توقع ہی کہ اوسمیں ایمان ہوگا چہیاسی
السادس والثمانون في بيان التحذير من سوء الظن وهي التجسس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
مجلس ڈرانی کی بیان میں بدگمانی سی کہ وہ تلاش ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا
اياكم والظن فان الظن اكذب الحديث ولا تجسسوا هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة وفيه تحذير
بچی رہو بدگمانی سی بیشک بدگمانی بڑی جہوٹہ بات ہی اور تلاش نکیا کرو یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اور اسمین
من الظن ونهي عن التجسس اما الظن فهو في الشريعة قسمان محمود ومذموم والمراد به ههنا ما هو المذموم المسمى الذي
بدگمانی سی ڈراوا ہی اور تلاش سی ممانعت شریعت میں ظن کی دو قسم ہیں ایک محمود دوسرا مذموم اور یہاں مراد وہ ہی جو مذموم ہی
هو عقد القلب وحكمه على شخص بالسوء من غير علامة ظاهرة تقتضي ذلك واما الخواطر وحديث النفس التي لا يمكن
یعنی دل میں ایک شخص پر برائی کا گمان بدون ظاہر علامت کی جس سی ثابت ہو جاوی ٹہان لینا اور یقین کر لینا اور رہی خطرات اور نفس کی خیالات جو دفع
دفعها فانها اذا لم تستقر ولم تستمر فيعفو عنها لان العبد انما يكلف بما في وسعه لا بما ليس في وسعه وحد الظن
نہیں ہو سکتی تو وہ اگر جم نہ جاویں اور مستمر نہو ویں تو معاف ہیں کیونکہ بندہ کو وہ ہی تکلیف دی جاتی ہی جو اوس سی ہو سکی وہ نہیں ہوتی جو نہو سکی اور بدگمانی کی
السيء حمل فعل المؤمن على وجه فاسد مع امكان حمله على وجه حسن وهذا ينقسم الى قسمين الاول هو الذي يكون
حد یہہ ہی کہ مومن کی عمل کو وجہ فاسد پر قیاس کرنا باوجودیکہ اچہی وجہ پر بہی قیاس ہو سکتا ہی اور اسکی دو قسم ہیں پہلی قسم وہ ہی جسکا باعث آدمی کی
منشاؤه سوء اعتقادك فيه حتى لو صدر منه فعل له وجهان يحملك سوء اعتقادك فيه على حمله على الوجه
جانب تیری بد اعتقادی ہو یہاں تک کہ اگر اوس سی کوئی کام ذوجہتین ہووی تو تو اپنی بد اعتقادی سی اوسکی برائی پر قیاس کری
الاردى من غير علامة تخصصه به وهذا جناية عليه بالقلب وهو حرام في حق كل مؤمن القسم الثاني هو
بدون ایسی علامت کی جو برائی سی خاص کر دی اور یہہ اوسکی ایسی خطا ہی جو دل سی ہوئی اور یہہ خطا ہر مومن کی حق میں حرام ہی دوسری قسم وہ ہی
الذي يستند الى علامة فانها تحرك الظن تحريكا ضروريا لا يقدر الانسان على دفعه والذي يميز الظنون
جسکی کچہ علامت موجود ہو بیشک وہ علامت گمان کو ایسی حرکت دیتی ہی کہ آدمی اوسکو ہٹا نہیں سکتا اور جس سی ظنون واجب الاجتناب

التی یجب اجتنابها عما عداها ان کل ظن لم یظهر له علامة صحیحة ولم یعرف له سبب ظاهر فانه حرام
دوسری قسم سی الگ ہو جاوی یہہ ہی کہ جس گمان کی لئی کوئی علامت صحیح ظاہر نہو اور نہ اوسکا کچھ سبب ظاہر معلوم ہو تو ایسا گمان حرام
واجب الاجتناب وذلک اذا کان المظنون به ممن شوهد منه الخیر والصلاح فی الظاهر فظن الشر والفساد به
واجب الاجتناب ہی اور یہہ جب ہی کہ جسکی حق مین گمان کیا ہی وہ ایسا شخص ہو کہ ظاہر مین اوس سی خیر اور صلاح دیکھنی مین آتی ہو اوسکی
حرام بخلاف من اشتهر بین الناس بتعاطی الریبة والمجاهرة بالمعاصی فان حسن الظن به لا یجوز اذ للظن حالتان
گمان شر اور فساد کا اوسکی حق مین حرام ہی بخلاف ایسی شخص کی جو لوگون مین فریب باز مشہور ہو اور گناہون مین ظاہر مبتلا ہو ایسکی حق مین نیک گمان جایز نہین ہی کیونکہ
الاولی ان یقع فی القلب شیء ویعرف ویقوی بوجه من وجوه الامارات فیجوز الحکم به لان اکثر احکام الشرع مبنیة
گمان کی دو حالتین ہین پہلی یہہ کہ دل مین کچھ خیال آوی اور معلوم ہو اور کسیطرح کی نشانی سی قوی ہو جاوی تو اوسپر حکم کرنا جایز ہی اسلئی کہ اکثر شرعی احکام غلبۂ ظن پر
علی غلبة الظن کالقیاس وخبر الواحد وغیر ذلک من قیم المتلفات وارش الجنایا والحالة الثانیة ان یقع فی النفس
مبنی ہین جیسی قیاس اور خبر واحد اور سوا اسکی جیسی قیمت تلف کی ہوئی چیزون کی اور خطاؤن کا تاوان اور دوسری حالت یہہ ہی کہ نفس کی اندر
شیء من غیر دلالة علی کون ذلک الشیء اولی من ضده فلا یجوز الحکم به بل هو منهی عنه لقوله تعالی یا ایها الذین امنوا
کوئی خطرہ آوی بدون ایسی دلالت کی کہ اسکی یہہ ہی جانب ضد سی اولی ہی تو اوسپر حکم جایز نہین ہی بلکہ یہہ ممنوع ہی اس آیت سی ای ایمان والو
اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا فانه تعالی قد نهی فی هذه الایة عن
بچتی رہو بہت تہمتین کرنی سی مقرر بعضی تہمت گناہ ہی اور بہید نہ ٹٹولو کسیکا اور برا نکہو پیٹھ پیچھی ایک دوسرے کو بیشک اللہ تعالی نی اس آیت مین بدگمانی
الظن السیء ثم عن التجسس ثم عن الغیبة لان اول ما یقع فی قلب الانسان الظن السیء ثم یحتاج الی التجسس ثم یشرع
سی ممانعت کی پہر تجسس سی پہر غیبت سی منع کیا کیونکہ پہلی جو انسان کی دل مین آتا ہی تو بدگمانی پہر اوسکو تلاش کی حاجت پڑتی ہی پہر غیبت
فی الغیبة وسبب تحریم ظن السیء ان اسرار الانسان لا یعلمها الا الله تعالی ولیس لاحد ان یعتقد فی غیره سوءا الا اذا
کرنی شروع کرتا ہی اور بدگمانی کی حرمت کا یہہ سبب ہی کہ آدمی کی دل کی بات خدا ہی جانتا ہی اور کسیکو جایز نہین ہی کہ اور کسیکی حق مین اعتقاد بد کیا کری الا
انکشف له حاله بوجه لا یحتمل التاویل فعند ذلک لا یمکنه ان لا یعتقد فیه ما علمه منه بامارة ومشاهدة بعینه
اوسکا حال ایسی وجہ سی ظاہر ہو جاوی کہ تاویل کی گنجایش نرہی اب بس ہی نہین ہو سکتا کہ اوسکا اعتقاد نہ کری جو کہ علامت سی معلوم کیا اور انکہون سی دیکہا
وسمعه باذنه واما ما لم یعلمه بامارة ولم یشاهده بعینه ولم یسمعه باذنه بل وقع فی قلبه من غیر سبب ظاهر فهو شیء
اوسکا اوس سی سنا اور جبتک نشان سی معلوم نہین ہوا اور نہ انکہون سی دیکہا اور نہ کانون سی سنا بلکہ بی سبب ظاہر خود بخود دل مین خیال آگیا تو یہہ ایسا خطرہ ہی
القاه الشیطان فی قلبه فینبغی له ان یکذبه لانه افسق الفاسقین وقد قال الله تعالی یا ایها الذین امنوا ان جاءکم
کہ شیطان نی دلین ڈالا ہی تو چاہیی کہ اسکو جہوٹہ مانی کیونکہ شیطان بڑا ہی فاسق ہی اور اللہ تعالی فرماتا ہی ای ایمان والو اگر آوی تمہا پاس
فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین روی فی سبب نزول هذه الایة انه علیه الصلوة
ایک گنہگار خبر لیکر تو تحقیق کرو کہین جا نہ پڑو کسی قوم پر نادانی سی پہر کل کو لگو اپنی کئی پر پچہتانی شان نزول اس آیت کی یون مروی ہی کہ نبی علیہ السلام نی
والسلام بعث ولید بن عقبة مصدقا الی بنی المصطلق فلما سمعوا به استقبلوه فحسب انهم مقاتلوه اذ کان
ولید بن عقبہ کو صدقات کی اوگہائی کو بنی المصطلق پاس بہیجا تہا جب انہون نی یہہ سنا تو اوسکی پیشوائی کو نکلی اوسی جانا لڑنی آتی ہین کیونکہ
بینه وبینهم عداوة فرجع وقال لرسول الله علیه السلام انهم ارتدوا ومنعوا الزکوة فهم رسول الله علیه السلام
اوسمین اور اونمین دشمنی چلی آتی تہی سو بہاگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی عرض کیا کہ وہ تو سب مرتد ہو گئی اور زکوٰۃ نہ دی پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی
بقتالهم فنزلت هذه الایة لبیان وجوب الاحتراز عن الاعتماد علی قول الفاسق لان من لا یتحامی الفسق لا یتحامی الکذب
اون سی جہاد کا اہتمام کیا تب یہہ آیت اوتری کہ اس بیان کی لئی کہ فاسق کی بات پر بہروسہ کرنی سی احتراز واجب ہی کیونکہ جو فسق سی پرہیز نہین کرتا جہوٹ کی

الذي نوع منه بل يريد القاء الفتنة بين الناس فيها فكأنه ضل ان يفعل شيئا بجهالة من غير ان يتعرف حقيقة
کہ وہ بھی ایک قسم کا فسق ہی بلکہ لوگون مین فتنہ ڈالنا چاہتا ہی اور اسمین یہہ دلالت ہی کہ جو شخص کوئی عمل جہالت سی بدون سمجھی حقیقت حال کی

الحال يصير نادما البتة ولو بعد زمان والندم هم دائم على ما وقع مع تمني انه لم يقع وقال بعض العلماء المراد بالظن
کر بیٹھتا ہی بالضرور وہ شرمسار ہوتا ہی اگرچہ کچھ مدت کی بعد اور شرمساری ایک دائمی غم ہی گذری ہوئی بات پر اس امید مین کہ کاشکی یہہ بات نہوتی اور بعضی علما کہتی

الواقع في الاية والحديث التهمة كمن يتهم بالفاحشة او بشرب الخمر او نحو ذلك ولم يظهر عليه ما يقتضي ذلك فان
ہین مراد ظن سی جو آیت اور حدیث مین ہی تہمت لینی ہی جیسی کوئی فاحشہ کی یا شراب خوری کی یا مثل اسکی بدون ظہور علامت مثبت کی تہمت لگاوی بیشک

من حكم بالظن على غيره بشر بعثه الشيطان على ان يطول فيه اللسان بالغيبة والبهتان او يقصر في القيام
جو شخص گمان سی غیر پر برائی کا یقین کرتا ہی تو اوسکو شیطان ابھارتا ہی کہ اوسکی غیبت اور بہتان مین زبان درازی کرے اور اسکی ادائے حقوق مین قصور اور حرمت مین فتور کرے

بحقوقه او يتوفى في اكرامه ان ينظر اليه بعين الاحتقار ويرى نفسه خيرا منه وكل ذلك من المهلكات ولذلك منع
کہ حقارت کی آنکھ سی دیکھی اور اپنی آپکو اوس سی بہتر سمجھی یہہ تمام اطوار مہلکہ ہین اور اسیلئی نبی علیہ السلام نی تہمت کی جگہ جانی سی منع کیا ہی

النبي عليه السلام من التعرض لمواضع التهم فقال اتقوا مواضع التهم حتى انه عليه السلام احترز من ذلك اذ روي
فرمایا ہی بچی رہو تہمت کی جگہ سی یہان تک کہ نبی علیہ السلام نی اس سی خود احتراز فرمایا ہی کیونکہ

عن علي بن الحسين ان صفية بنت حيي قالت ان النبي عليه السلام كان معتكفا فاتيته فحدثته عنده فلما انصرفت
علی بن الحسین سی روایت ہی کہ صفیہ بنت حیی کہتی تھی کہ نبی علیہ السلام معتکف تھی مین اونکی پاس آکر باتین کرتی لگی جب مین وہان سی چلی تو پیغمبر علیہ السلام

قام ومشى معي فمر رجلان من الانصار فسلما ثم مضيا فدعاهما النبي عليه السلام فقال انها صفية بنت حيي فقالا
میری ساتھ چلی آئین دو شخص انصاری آگئی اور سلام کر کر چلی پھر نبی علیہ السلام نی اونکو بلا کر فرمایا یہہ صفیہ بنت حیی تھی ان دونون نی عرض کیا

يا رسول الله ما نظن بك الا خيرا قال ان الشيطان يجري من ابن ادم مجرى الدم واني خشيت ان يدخل عليكما فانظر
یا رسول اللہ ہمکو آپ پر سوای خیر کی کچھ گمان نہین ہی آپ نی فرمایا شیطان آدمی کی اندر ایسا پھرتا ہی جیسی لوہو اور مجکو خوف آیا مبادا تمہین دخل کر جاوی اب دیکھو

انه عليه السلام كيف اشفق عليهما بل على جميع الامة وعلمهم طريق الاجتناب عن التهمة حتى لا يتساهل العالم المعروف
کہ نبی علیہ السلام نی اونپر کیا شفقت فرمائی بلکہ تمام امت پر اور اونکو تہمت سی بچاو کا طریقہ سکہا دیا تاکہ کوئی عالم جو صالح مشہور ہو

بالصلاح في احواله ويقول لا يظن بمثلي الا الخير عجبا بنفسه فان من كان من المؤمنين اورع الناس واتقاهم واعلمهم
اپنی احوال مین سہل انگاری نکری کہ اپنی عجب مین یہہ کہنی لگی کہ مجھ سی شخص مین سوای خیر کی کب بدگمانی ہو سکتی ہی اسلئی کہ کوئی کیسا ہی مومن سب سی بڑا پرہیزگار

لا ينظر اليه الناس كلهم بعين واحدة بل ينظر اليه بعضهم بعين الرضى وبعضهم بعين السخط فعلى هذا يجب على المؤمن
اور بڑا متقی اور بڑا عالم ہو تو بھی تمام خلقت اوسکو ایک نظر سی نہین دیکھتی بلکہ بعضی اوسکو اعتقاد کی نگاہ سی دیکھتی ہین اور بعضی غصہ سی اس بیان کی موافق مومن پر

الاحتراز عن مواضع التهم لئلا يتهم الناس بالمنكرات ودليل كون الظن بمعنى التهمة في الاية والحديث ورود النهي
واجب ہی کہ تہمت کی مقام سی احتراز کری تاکہ لوگ منکرات سی بدنام نکرین اور اسکی دلیل کہ ظن جو آیت اور حدیث مین ہی تہمت کی معنون میں ہی وارد ہونا نہی کا ہی

بعده عن التجسس فان الانسان قد يقع له خاطر التهمة ابتداء فيريد ان يتجسس ليتحقق ما وقع له من خاطر
بعد اوسکی تجسس سی کیونکہ آدمی کی دل مین بعضی وقت پہلی تہمت کا خطرہ آتا ہی پھر اوسکی تلاش پڑتی ہی تاکہ جو خطرہ تہمت کا واقع ہوا ہی ثابت ہو جاوی

تلك التهمة لان التجسس من ثمرات سوء الظن فان من وقع في قلبه خاطر لا يقنع بالظن بل يطلب التحقيق
کیونکہ تجسس بدگمانی کا پھل ہوتا ہی بیشک جسکی دل مین کچھ خطرہ آتا ہی تو اوسپر اکتفا نہین کیا کرتا بلکہ تحقیق کی لئی

فيشتغل بالتجسس فنهى الله تعالى ورسوله عن التجسس وهو البحث عن عيوب الناس وطلب الامارات المعرفة لها
تجسس مین لگ جاتا ہی سو اللہ تعالی اور اوسکی رسول نی تجسس کی ممانعت کی اور تجسس لوگون کی عیوب بیان کرنی اور ایسی نشانیان تلاش کرنی جنسی یقین ہو جاوی

فان

فان حصلت امارة من امارات المعرفة بلا تجسس او سرقت معرفة جاز العمل بمقتضاها فاما طلبها فلا رخصة

پھر اگر کوئی علامت یعنی پہچان بے تلاش حاصل ہو جاوی یا پہچان ہی یقین ہو جاوی تو اوسپر عمل جائز ہی اور بے علامت تلاش سو اوسکی ہرگز

فيه اصلا وقد روي عن عبد الله بن المبارك انه قال لغلام له سهيل ما رضيت عن سهيل فقال له سهيل

رخصت نہیں ہی اور عبد اللہ بن مبارک سی روایت ہی کہ اوس نے اپنی غلام سہیل کی باپ سی کہا کیا تجھ سہیل سی خوش ہی سہیل نی اوس سی کہا کیا تجکو

أليس قد نهاك الله عن التجسس فتصاغرت الى عبد الله نفسه فكل امر اذا فتشت منه ثقل على صاحبك

اللہ تعالی نی تجسس سی منع نہیں کیا پس عبد اللہ اپنی دلمیں شرمندہ ہوگئی سو جو بات کہ تو اوسکی تلاش کرےگا اور تیری دیا پر اوسکی آگاہی دشوار گذری

مطالعتك اياه واسرره منك فهو تجسس قال ابن الجوزي رحمه الله لا ينبغي لاحد ان يسترق السمع على دار غيره ليسمع

اور وہ تجھسی اوسکو چھپاوی پس وہ بھی تجسس ہی ابن الجوزی کہتا ہی کسیکو نہیں چاہیی کہ غیر کی گھر پر کان لگاوی تاکہ باجون کی آواز سنی

صوت الاوتار ولا ان يتعرض للشم ليدرك رائحة الخمر ولا ان يمس ما ستر بثوب ليعرف الملاهي ولا ان يستخبر الجيران

اور نہ سونگھنی کا قصد کری تاکہ شراب کی بو پاوی اور نہ ٹٹولی جو کپڑی سی ڈھکا ہوا رکھا ہو کہ وہ کیا ہی اور نہ پڑوسیون کی خبر لیتا پھری

بما جرى فان فعل شيئا من ذلك يدخل في مذمة التجسس ومذمة قوله تعالى والذين يؤذون المؤمنين

اور نہیں کیا گذرا اگر اسمین سی کچھ بھی کریگا تو وہ تجسس کی مذمت میں داخل ہوگا اور اس آیت کی مذمت میں جو لوگ تہمت لگاتی ہین مسلمان مردون کو اور

والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثما مبينا وروي عن ابن عمر انه عليه السلام صعد المنبر فنادى

عورتون کو بن کیی کام کی تو اوٹھایا اونہون نی بوجھ جھوٹ کا اور صریح گناہ کا اور ابن عمر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام منبر پر تشریف لی گئی پہر بلند آواز سی

بصوت رفيع فقال يا معشر من اسلم بلسانه ولم يفض الايمان الى قلبه لا تؤذوا المسلمين ولا تعيروهم ولا تتبعوا

پکار کر فرمایا ای وہ جماعت جو زبانی مسلمان ہو اور دلون مین ایمان کا اثر نہیں ہی مسلمانون کو مت ستاؤ اور نہ عار دلاؤ اور نہ اونکی

عوراتهم فان من تتبع عورة اخيه تتبع الله عورته ومن تتبع الله عورته يفضحه ولو في جوف بيته

پوشیدہ عیب ڈھونڈو بیشک جو شخص اپنی بھائی کی چھپی عیب تلاش کرتا ہی اللہ تعالی اوسکی چھپی عیب ظاہر کرتا ہی اور جسکی چھپی عیب اللہ ظاہر کرتا ہی تو خوار کر دیتا ہی اگرچہ گھر کی اندر ہو

وقال بعض السلف من اراد ان يسلم من الغيبة فليسد على نفسه باب الظنون فان من سلم من الظن سلم من

اور بعضی متقدمین کا قول ہی جو شخص چاہی کہ غیبت کرنی سی سلامت رہی تو لازم ہی کہ اپنی اوپر گمانیون کا دروازہ بند کر دی کیونکہ جو شخص بدگمانی سی بچا رہتا ہی

التجسس ومن سلم من التجسس سلم من الغيبة ومن سلم من الغيبة سلم من الزور ومن سلم من الزور سلم من البهتان

تو تجسس سی بچ رہتا ہی اور جو تجسس سی بچا غیبت سی بچا اور جو غیبت سی بچا جھوٹ سی بچا اور جو جھوٹ سی بچا وہ بہتان سی بچا

فلو ظهر من مسلم علامة تدل على فساده لا يجوز عقد القلب عليها واساءة الظن بالمسلم بما روي انه عليه السلام

پھر اگر کسی مسلمان سی ایسی علامت ظاہر ہو جاوی کہ فساد پر دلالت کرتی ہو تو اوسکو دلمین بٹھالینا اور اوسکی سبب مسلم پر بدگمانی جائز نہیں ہی اسلئی کہ نبی علیہ السلام

قال ان الله تعالى حرم من المسلم دمه وماله وعرضه وان يظن به ظن السوء فلا يستباح ظن السوء الا بما يستباح

نی فرمایا بیشک اللہ تعالی نی مسلمان کا خون اور مال اور عزت اور اوسکی حق مین بدگمانی کرنی حرام کردی ہین پھر بدگمانی اوسی طرح سی مباح ہوتی ہی جسطرح

به المال وهو يقين عن مشاهدة او بينة عادلة وان خطر لك سوء الظن ولم يكن لك يقين ينبغي لك ان

اوسکا مال مباح ہوتا ہی یعنی یقین سی مشاہدہ ہو یا ہو عادل گواہ ہون اور اگر دلمین بدگمانی آئی اور تجکو اوسپر یقین نہیں ہی تو تجکو لازم ہی کہ

تدفعه عن نفسك وتقرر عليها ان حاله مستور عندك فما رأيته منه من العلامة يحتمل الخير والشر فكيف

اوس خطرہ کو دلمین سی دور کردی اور اوسکو یون ٹہرالوی کہ اوسکا حال مجھسی پوشیدہ ہی اور جو علامت نظر آتی ہی وہ نیک اور بد دونو احتمال رکھتی ہی

تحكم عليه بالشر ولو اما اذا اخبرك به عدل ومال قلبك الى تصديقه كنت معذورا لانك لو كذبته تكون

پھر بدی ہی کا کیون یقین کرتا ہی اور اگر اوسکی خبر کوئی عادل تجکو سناوی اور تیرا دل اوسکی تصدیق پر مائل ہو تو آپ تو معذور ہی اسلئی کہ اگر تو اوسکو جھوٹا کہی

جانيا عليه حيث ظننت به الكذب وهذا من سوء الظن ايضا فلا ينبغي لك ان تحسن الظن باحد
تو اسکا گنہگار ہوتا ہی اسواسطی کہ اسکی حق میں گمان جھوٹ کیا یہہ بھی ایک بدگمانی ہی سو تجھکو لایق نہیں ہی کہ ایک کی حق میں گمان اچھا اور

وتسيئه بالاخر بل ينبغي لك ان تبحث عن حالهما هل بينهما عداوة ومحاسدة وتعنت ام لا فان كان بينهما
دوسری کی حق میں برا کری بلکہ تجھکو یہہ چاہیی کہ ان دونو کا حال دریافت کری کہ آیا ان دونو میں دشمنی اور حسد اور سرکشی ہی یا نہیں پہر اگر ان دونوں میں

شيء منها يتطرق التهمة والشرع قد رد شهادة الاب العدل للتهمة فلك ان تتوقف عند ذلك ولا تحكم
کچھ حسد وغیرہ ہو تو اب تہمت کی راہ پاتی اور شرع نی تو عادل باپ کی گواہی کو بسبب تہمت کی قبول نہیں مانا اب تجھکو چاہیی کہ کچھ یقین نکری نہ جھوٹ اور نہ سچ

عليه بكذب ولا بصدق وتقول ما ذكر من حاله كان في ستر الله تعالى عندي وكان امره محجوبا عني وقد بقي كما
اور اوسکی حال مذکور کو کہنا چاہیی کہ وہ مجھسی اللہ تعالی کی پردہ پوشی میں ہی اور اوسکا حال مجھسی پوشیدہ ہی اور وہ ویساہی ہی جیسا کہ

كان لم ينكشف لي من امره شيء هذا اذا اخبرك عدل واحد واما اذا اخبرك عدلان فلا تمهال لك من عدم تصديقهما
تہا مجھکو اوسکا حال کچھہ معلوم نہیں یہہ اوس صورت میں ہی کہ ایک عادل بیان کری اور اگر تجھکو دو عادل خبر دیوین تو اب تصدیق کرنی ہی تجھکو کوئی علاج نہیں

لانهما حجة في الشرع لكن ينبغي ان يعلم ان الانسان لعدم كونه خاليا عن الخطاء والنقصان لا يوجد احد
کیونکہ یہہ دونو شرع کی حجت ہین لیکن جاننا چاہیی کہ کوئی آدمی ازبسکہ خطا اور نقصان سی خالی نہیں ہوتا تو جو مومن ہوگا

من المؤمنين الا وله محاسن ومساوي فمن غلبت محاسنه على مساويه فهو يعد من الصالحين ولذلك قال
اوسکی حسنات بہی ہونگی اور جرایم بہی پہر جسکی خوبیاں برائیوں سی زیادہ ہوں وہ صلحا میں شمار کیا جاتا ہی اسیی لئی

الامام الشافعي ما احد من المسلمين يطيع الله تعالى ولا يعصيه ولا احد من المؤمنين يعصي الله ولا يطيعه
امام شافعی نی کہا ہی کوئی مسلمان ایسا نہیں ہی کہ سراسر اللہ کا مطیع ہو اور نافرمانی نکرتا ہو اور نہ کوئی ایسا مومن جو سراسر گناہ کرتا ہو اور کچھ اطاعت بجا نہ لاتا ہو

فمن كان طاعاته اكثر من معاصيه فهو عدل في حكم الشرع فاذا كان مثل هذا عدلا في حق الله تعالى فكونه
پہر جسکی طاعات معاصی سی زیادہ ہوں تو وہ شرع میں عادل ہی جب ایسا شخص حق اللہ میں عادل ہووی تو تیری نظروں میں

عدلا عندك اولى واحرى وروي ان رجلا اثنى على رجل عند النبي عليه السلام فلما كان من الغد ذمه فقال
اولی اور سزاوار تر ہی کہ عادل ہو اور روایت ہی کہ ایک شخص نی نبی علیہ السلام کی سامنی ایک کی ثنا اور تعریف کی جب اگلا دن ہوا تو اوسکو برا

والله لقد صدقت عليه بالامس وما كذبت عليه اليوم فانه ارضاني بالامس فقلت في حقه احسن ما علمت فيه
کہنی لگا اور کہا قسم خدا کی بیشک میں نی کل سچ عرض کیا تہا اور نہ آج جہوٹ کہتا ہوں کل تو اوسنی مجھکو خوش کیا تہا سو میں نی اوسکی حق میں جو نیک معلوم تہا

واغضبني اليوم فقلت في حقه اقبح ما علمت فيه فقال النبي عليه السلام ان من البيان سحرا فكانه عليه السلام
کہہ دیا تہا اور آج اوسنی ناخوش کیا تو مجھکو جو برائی معلوم تہی وہ کہہ دی پہر نبی علیہ السلام نی فرمایا بیشک بعضی تقریر جادو ہی گویا نبی علیہ السلام کو

كره ذلك وشبهه بالسحر اذ ما من شخص الا ويمكن تحسين حاله وتقبيحها بما يوجد فيه من الخصال المحمودة والمذمومة
مکروہ معلوم ہوا اور جادو سی مشابہت دی کیونکہ ایسا کوئی نہیں کہ اوسکی حال پر بلحاظ عادات نیک و بد کی تحسین یا تقبیح نہو سکی

المجلس السابع والثمانون في بيان النهي عن المصاحبة والمماكلة مع الفاسق

قال رسول
ستاسی مجلس ممانعت کی بیان میں فاسق کی صحبت اور ساتھہ کہانی سی رسول

الله صلى الله عليه وسلم لا تصحب الا مؤمنا ولا يأكل طعامك الا تقي هذا الحديث من حسان المصابيح
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا مت ساتہہ ہو سوا مومن کی اور مت کہلا نا دی سواء پرہیزگار کی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی

رواه ابو سعيد والمراد بالمؤمن المذكور فيه المؤمن الخاص الذي يقابله الفاسق كما في قوله تعالى افمن
ابوسعید کی روایت سی اور مومن سی مراد اس حدیث میں وہ مومن خاص ہی جسکی مقابلہ میں فاسق ہوتا ہی جیسی اس آیت میں بہلا ایک جو

كان

كان مؤمنا كمن كان فاسقا لا يستوٗن فكانه عليه السلام قال لا تصاحب الا صالحا ولا تخالل الا تقيا فانه
جو ہی ایمان پر برابر اوسکی جو بی علم ہی نہیں برابر ہوتی گویا نبی علیہ السلام نی فرمایا مت ساتھ ہو سوا صالح کی اور دوستی مت کر سوا پرہیزگار کی بیشک
عليه السلام قد حذّر المؤمن في هذا الحديث عن مصاحبة من ليس بتقي وزجره عن مخالطته ومواكلته
نبی علیہ السلام نی اسحدیث میں مؤمن کو ناپرہیزگار کی صحبت سی ڈرایا ہی اور اسکی ملنی جلنی اور ساتھ کہانی سی منع کیا
لان الصحبة والمخالطة توقع الالفة والمحبة في القلب فيلزم ان يكون كما قال النبي عليه السلام في حديث رواه
اسلئی کہ ہمنشینی اور ملاقات سی دلمیں الفت اور محبت پیدا ہو جاتی ہی پہر یہہ ہی ہو کر رہیگا جیسا نبی علیہ السلام نی حدیث میں ابوہریرہ کی روایت
ابو هريرة يحشر المرء على دين خليله فلينظر احدكم من يخالل يعني ان من كان صديقه صالحا يكون صالحا
سی فرمایا ہر شخص اپنی دوست کی دین پر اوٹہیگا اب ہریک خیال کری کسکو دوست بناتا ہی مراد یہہ ہی جسکا دوست صالح ہوگا وہ بہی صالح ہوگا
ومن كان صديقه فاسقا يكون فاسقا فيدخل في عموم قوله تعالى الاخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين
اور جسکا دوست فاسق ہوگا وہ بہی فاسق ہوگا پہر اس آیت کی عام مضمون میں داخل ہوگا جتنی دوست ہیں اوسدن دشمن ہونگی آپسمیں مگر جو ڈر والی
فان كل واحد من الاخلاء الغير المتقين يقول يوم القيمة يا ويلتى ليتني لم اتخذ فلانا خليلا يا ليت بيني وبينه بعد
بیشک ہریک دوست ناپرہیزگار قیامت کی دن یہہ ہی کہیگا ای خرابی میری کاش میں نہ کی ہوتی میں فلانی کی دوستی کسیطرح مجہ میں اور اوسمیں فرق ہو
المشرقين فعلى هذا ينبغي للمؤمن ان لا يتخذ خليلا الا من يثق بدينه وامانته ويعرف صلاحه وتقواه اذ لا يصلح
مشرق اور مغرب کا سا اس بیان کی موافق مؤمن کو لازم ہی کہ دوست اوسی کو پکڑی جسکی دین اور امانت پر اعتماد کلی ہو اور اوسکی خوبی اور تقوی معلوم ہو کیونکہ ہر
للصداقة كل احد بل لا بد ان يكون فيمن يؤثر صداقته عدة خصال الاولى العقل اذ لا خير في صداقة الاحمق لان
شخص دوستی کی قابل نہیں ہوتا بلکہ ضرور ہی کہ جسکی دوستی پسند کرتا ہی اوسمیں کئی خصلتیں ہوں اول عقل اسواسطی کہ احمق کی دوستی میں کچھ خوبی نہیں ہی
احسن احواله ان يضرك وهو يريد نفعك وترجع الى القطيعة والوحشة عاقبتها وان طالت مدتها ولذلك
اوسکا اچہی سی اچہا حال یہہ ہوتا ہی کہ بہلائی کرنی میں نقصان کر دی اور اسکا انجام ترک ملاقات اور وحشت ہوگی اگرچہ دوستی پر مدت گذر جاوی اسی لئی
قيل العدو العاقل خير من الصديق الاحمق والمراد من العاقل من يفهم الامور على ما هي عليه اما بنفسه او بتعليمه
کسیکا قول ہی دانا دشمن نادان دوست سی بہتر ہی اور عاقل سی مراد وہ ہی کہ امور کی حقیقت اور اصل کو سمجہتا ہو یا خود بخود یا سیکہہ سمجہہ کر
وتفهيمه وقد روي عن الحسن انه قال هجران الاحمق قربان الى الله تعالى وقال عيسى النبي عليه السلام اني
اور حسن سی روایت ہی کہ وہ کہتا ہی احمق سی الگ رہنا اللہ تعالی کی قربت ہی اور عیسی نبی علیہ السلام کہتی ہیں میں
ما عجزت من احياء الموتى وقد عجزت عن معالجة الاحمق والثانية حسن الخلق اذ لا خير في صداقة من لا يملك
مردی کو زندہ کرتا ہوا عاجز نہیں ہوا پر احمق کی علاج سی لاچار ہو گیا ہوں دوسری حسن خلق اسلئی کہ جو غصہ اور شہوت کیوقت اپنی قابو میں نرہی
نفسه عند الغضب والشهوة فان العاقل وان كان يدرك الاشياء على ما هي عليه لكن اذا غلبه الغضب والشهوة
تو اوسکی دوستی میں کیا خوبی ہی بیشک عاقل اگرچہ اشیاء کی اصل سی واقف ہوتا ہی پر جب اوسپر غصہ اور شہوت غلبہ کریگی تو اپنا طرفدار
يطيع نفسه ويفعل ما يقتضيه هواه والثالثة الصلاح اذ لا خير في صداقة الفاسق لان من يرتكب الكبيرة لا يخاف الله
ہو ویگا اور وہی کام کریگا جو اوسکی خواہش ہی اور تیسری صلاح اسواسطی کہ فاسق کی دوستی میں کچہہ خیر نہیں ہی کیونکہ جو شخص گناہ کبیرہ کرتا ہی تو خدا سی نہیں ڈرتا
ومن لا يخاف الله تعالى لا يؤمن غائلته ولا يوثق بصداقته والرابعة الصدق اذ لا خير في صداقة الكذاب لان
اور جو خدا سی نہ ڈرتا ہو تو اوسکی بدی سی نہیں بچا جاتا اور نہ اوسکی دوستی پر بہروسہ اور چوتہی صدق کیونکہ جہوٹی کی دوستی میں کوئی بہلائی نہیں ہی کیونکہ
مثله مثل السراب يقرب اليك البعيد ويبعد منك القريب وتكون منه دائما على الغرور والخامسة الشجاعة اذ لا
اوسکی مثال ایسی ہی جیسی دہوکہا جیسی دور کو نزدیک کر دیتا ہی اور نزدیک کو دور اور ہمیشہ فریب دیتا رہیگا پانچویں مردانگی اسواسطی کہ ڈرپوک کی

في صداقة الجبان لانه يترك نصرتك واعانتك عند الشدة ويخونك بل يختفي ويغيب عنك والسادسة الوفاء اذ
دوستی میں کچھ فائدہ نہیں ہے کیونکہ خوف اور سختی کے وقت تیری نصرت اور اعانت سے بیٹھ رہیگا اور تجھکو ذلیل کریگا بلکہ چھپ کر غائب ہو جائیگا چھٹی وفا اس واسطے

لا خير في صداقة من لا وفاء له ومعنى الوفاء الثبات على المحبة والدوام عليها والمحبة الدائمة هي التي تكون في الله لان
بیوفا کی دوستی میں کچھ فائدہ نہیں ہے اور معنی وفا کے محبت پر قایم اور دائم رہنا اور دائمی محبت وہی ہوتی ہے جو خدا کے واسطے ہو اسلئے

ما يكون لغرض من الاغراض يزول بزوال الغرض فلا يتحقق الوفاء لان ما ينافي الوفاء لا يكون من الوفاء فمن الوفاء في
کہ جو محبت کسی غرض کے واسطے ہوتی ہے تو جب غرض نکلجاتی ہے محبت بھی ہو لیتی ہے پھر وفا کہاں کیونکہ جو وفا کے برخلاف ہو وہ وفا میں داخل نہیں ایک وفا

حق صديقه مراعاة جميع اصدقائه واقاربه والمتعلقين به لان مراعاتهم اوقع في قلبه من مراعاة نفسه فيكون
داری دوست کی یہ ہے کہ اسکے تمام دوستوں اور اسکے سود ہروں اور علاقہ داروں کی رعایت کرے کیونکہ ان لوگوں کی رعایت اسکے دل میں بہت جگہ کرتی ہے بہ نسبت

فرحه بتفقد من يتعلق به اكثر لانه على تعدي المحبة منه الى من يتعلق به حتى قالوا ان الكلب الذي يكون في باب دار صديقه
اپنی رعایت کی پھر اسکی خوشی اسکے متعلقوں پر عنایت کرنے سے زیادہ تر ہو گی کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی محبت بڑھ کر متعلقوں تک پہنچی ہے یہانتک کہتے ہیں کہ جو کتا دوست کی

ينبغي ان يتميز في قلبه عن سائر الكلاب فمن الوفاء ان لا يصادق عدو صديقه اذ قال الامام الشافعي اذا اطاع صديقك عدوك
دروازہ پر ہو چاہیے کہ دل میں وہ بہ نسبت اور کتوں کے متمیز ہو اور ایک وفاداری یہ ہے کہ دوست کے دشمن سے دوستی نکرے کیونکہ امام شافعی کہتے ہیں جب تیرا دوست تیرے دشمن کا

فقد اشتركا في عداوتك ومن الوفاء ان لا يتغير حاله في التواضع مع صديقه وان ارتفع شانه واتسعت ولايته وعظم جاهه
فرمانبردار ہو تو دونو تیری دشمنی میں شریک ہیں اور ایک وفاداری یہ ہے کہ دوستکی تواضع کرنیمیں حال نبدل جاوے اگرچہ شان بلند اور ولایت فراخ اور مرتبہ عظیم ہو جاوے

ومن الوفاء ان يتورع عما يوجب الفرقة بينهما اذ من تمام الوفاء ان يكون شديد الجزع من المفارقة ولذلك قال بعض السلف
اور ایک وفاداری یہ ہے کہ اسباب فرقت سے خوفناک رہے اسلئے کہ پورا کا دوستی یہ ہے کہ مفارقت سے بہت ڈرتا ہو اور اسیلئے بعضے متقدمین نے کہا ہے

وجدت جميع مصيبات الزمان هينة سوى مفارقة الاحباب وقال ابن المبارك الذ الاشياء مجالسة الاحباب ومن الوفاء الموافقة
میں زمانہ کی تمام مصیبتوں کو سہل پاتا ہوں بجز جدائی دوستوں کی اور ابن مبارک کہتے ہیں بڑی مزہ دار چیز دوستوں کی ہمنشینی ہے اور ایک وفاداری یہ ہے کہ

فيما لا يخالف الحق واما فيما يخالف الحق فما يتعلق بالدين فليس من الوفاء الموافقة فيه بل من الوفاء المخالفة فيه والتنبيه على ما هو الحق كما
جو حق کے برخلاف نہو اوسمیں ساتھ دے اور جو وہ بات جو دینیات میں حق کے برخلاف ہو تو اوسمیں موافقت کرنی وفاداری نہیں ہے بلکہ اب مخالفت میں اور حق کی جتلانی میں وفا

حكي عن الامام الشافعي انه واخى محمد بن الحكم وكان يبره ويقبل عليه ويقول ما يقيمني بمصر غيره فلما راى الناس صدق
داری ہے چنانچہ امام شافعی سے حکایت کرتے ہیں کہ وہ محمد بن الحکم سے الفت برادرانہ رکھتے تھے اور اسکو پاس بٹہاتے اور اوسکے پاس جایا کرتے اور کہتے تھے کہ مجھکو مصر میں اسکے سوا کوئی نہیں

مودتهما ظنوا انه يفوض اليه امر مجلسه بعد وفاته فقالوا له في مرضه الذي توفي فيه الى من تفوض امر مجلسك بعدك
جب لوگوں نے صدق مودت اسقدر دیکھا تو خیال کیا کہ اپنی وفات کے بعد اپنی مجلس کا خلیفہ اسی کو کرینگے سو لوگوں نے اون سے مرض الموت میں پوچھا اپنے بعد خلافت مجلس کی کسکو تفویض کریگا

وكان محمد بن الحكم عند راسه واستشرف ليومي اليه فقال الشافعي سبحان الله يجلس مجلسي ابو يعقوب البويطي ومال اصحاب الشافعي
اور اوسوقت محمد بن الحکم بہی سرہانے کہڑا تہا سو سامنے ہوا تاکہ اسکی طرف اشارہ کرین تب امام شافعی نے کہا پاک ہے اللہ میری جگہ ابو یعقوب البویطی بیٹھے اور شافعی کے تمام شاگرد

الى البويطي فانكر له محمد بن الحكم مع انه كان حمل عنه مذهبه كله الا ان البويطي كان افضل واقرب الى الزهد والورع فان بعض
بویطی کی طرف متوجہ ہو گئے سو محمد بن الحکم کو یہ بات بری لگی باوجودیکہ اونسے تمام مذہب سیکھا تھا مگر بویطی افضل اور بڑا زاہد اور متورع تھا بیشک بعضا شخص

من يشتهر بالعلم والفضل بين الخلق قد يكون غيره افضل منه اما مطلقا او بخصوصية فيه لكن لا يتفطن ذلك كثير من الناس
جو خلقت کے اندر علم اور فضل میں مشہور ہو جاتا ہے کبھی اور شخص اوس سے افضل ہوا کرتا ہے یا ہر باب میں یا کسی خاص امر میں لیکن اس بات کو اکثر لوگ سمجھا نہیں کرتے

فيعرضون عن غير المشهور ويشتغلون بالمشهور عندهم فيفوتهم تحصيل فضيلة من ليس بمشهور عندهم فنصح الامام الشافعي
تو اب غیر مشہور کو چھوڑ کر جو ان میں مشہور ہوتا ہے اوسی میں مصروف ہو جاتے ہیں سو اونسے اور غیر مشہور کی فضیلت فوت ہو جاتی ہے سو امام شافعی نے واسطے اسکے اور مسلمانوں کی

لله تعالی وللمسلمین واختار الافضل وترك المداهنة ولم یوثر رضی الخلق علی رضاء الله تعالی فلما توفی الامام
منفعت کی لیی خیر خواہی کی اور افضل کو پسند اور غلطی کو ترک کیا اور خلقت کی رضامندی اللہ کی رضامندی پر اختیار نکی پہر جب امام شافعی نی وفات کی
الشافعی انقلب محمد بن الحکم عن مذهبه ورجع الی مذهب ابیه ودرس کتب مالك واما البویطی فاثر الزهد و
تو محمد بن الحکم اونکی مذہب سی پہر کر اپنی باپ کی مذہب پر ہوگیا اور امام مالک کی کتابونکا درس شروع کیا اور بویطی زہد اور خلوت لیکر عبادت میں
الخمول واشتغل بالعبادة ولم یعجبه الجمع والجلوس فی الحلقة فظهر من هذا کله ان الصالح للصداقة من یجتمع فیه
مشغول ہوا اور اوسکو جماعت کا ہونا اور حلقہ میں بیٹھنا پسند نہ آیا اس تمام بیان سی ظاہر ہوا کہ دوستی کی لایق وہ ہی ہی جسمیں یہہ خصلتیں جمع ہوں
هذه الخصال فان لم یجتمع فیه هذه الخصال فعلیك باعتزال الناس جملة وملازمة بیتك اذ لیس للعاقل فی
پہر اگر اوسمیں یہہ خصال جمع نہوں تو پہر تمام خلقت سی الگ ہوکر اپنی گہر کی اندر بیٹہا رہ اسلئی کہ عاقل کو اس زمانہ میں
هذا الزمان الا التحصن بالسکوت وملازمة البیوت وقد قال ابو سلیمان الخطابی دع الراغبین فی صحبتك والتعلم منك
سوائی خاموشی کی اور گہر میں ہمیشہ رہنی کی کوئی پناہ نہیں ہی اور ابو سلیمان خطابی کہہ چکی ہیں چہوڑ اپنی ہمنشینوں اور شاگردوں کو
فلیس لك منهم صدیق ولا رفیق اخوان العلانیة واعداء السر اذا لقوك مدحوك واذا غبت عنهم اغتابوك من یاتك
کہ انہیں نہ تیرا کوئی دوست ہی اور نہ رفیق ظاہر کی بہائی ہیں باطن میں دشمن جب ملیں تعریف کریں اور جب تو اونسی غایب ہووی تو غیبت کریں جو کہیں
منهم کان علیك رقیبا واذا خرج من عندك کان علیك خطیبا فلا تغتر بجمعهم لدیك وتملقهم بین یدیك
اونمیں سی جو تیری پاس آتا ہی تو تیرا رقیب ہوتا ہی اور جب تیری پاس سی چلا جاتا ہی تو تیری بدگوئی کرتا ہی سو یہہ فریب نکہانا کہ تیری پاس جمع ہوتی ہیں اور تیری سامنی
فما غرضهم العلم بل غرضهم ان یتخذوك سلما الی اوطارهم وحمارا فی حاجاتهم وان قصرت فی غرض من اغراضهم
خوشامد کرتی ہیں سو اونکی غرض علم نہیں ہی بلکہ اونکی غرض یہہ ہی کہ تجہکو اپنی حاجات کا زینہ اور اپنی بوجہ کا گدہا بار بردار بنالیں اور اگر تو نی اونکی کسی غرض میں ذرہ قصور کیا
یکونون اشد اعدائك ویعدون ترددهم الیك منة علیك ویرونه حقا واجبا لدیك ویعرضون علیك ان تبذل
تو پہر وہ تیری بڑی ہی دشمن ہیں اور اپنی آمد رفت کو تیری اوپر احسان جتلاوین اور اوسکو تیری اوپر حق واجب سمجہیں اور خواہش کریں کہ تو اپنی
لهم عرضك ودینك وتکون لهم تابعا خسیسا بعد ان کنت متبوعا رئیسا وقد روی عن ابن عمر انه علیه السلام قال
آبرو اور دین اونکی لیی کہودی اور اونکا اونی فرمان بردار بن کر رہی بعد اسکی کہ تو حاکم اور سردار تہا اور ابن عمر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا
الشیخ فی قومه کالنبی فی امته وانما یکون الشیخ فی قومه کذلك لانه یعلمهم دینهم کما علم کل نبی امته دینهم ومن حق
کہ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہی کہ نبی اپنی امت میں اور شیخ اپنی قوم میں اس مرتبہ پر اسلئی ہوتا ہی کہ اونکو دین سکہاتا ہی جیسی نبی اپنی امت کو دین سکہاتی تہی اور شاگرد پر استاد کا حق
المتعلم فی حق من علمه خیرا ولو حرفا واحدا ان یحترمه ظاهرا وباطنا لکونه مثل ابیه بل هو اولی لما روی عن ابی هریرة انه
کہ خیر سکہائی ہو اگرچہ ایک حرف سنایا ہو یہہ ہی کہ ظاہر و باطن سی اوسکی عزت کری کیونکہ بجائی باپ کی ہی بلکہ بہتر اسلئی کہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی
علیه السلام قال انما انا لکم مثل الوالد لولده وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال خیر الاباء من علمك وسبب ذلك
علیہ السلام نی فرمایا میں تمہاری لیی ایسا ہوں جیسی کہ بیٹی کی لیی باپ اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا اچہا باپ وہ ہی جو تجہکو علم سکہاوی وجہ اسکی یہہ ہی
ان المعلم یقصد الانقاذ من نار الاخرة وهو اهم من انقاذ الابوین لولدهما من نار الدنیا ولذلك کان حق المعلم اعظم
کہ استاد آخرت کی آگ سی بچاتا ہی اور یہہ مقصود تر ہی اس سی کہ ماں باپ اپنی اولاد کو دنیا کی آگ سی بچاتی ہیں اور ایسی ہی استاد کا حق بہی ماں باپ کی حق سی
من حق الوالدین فانهما وان کانا سببین للوجود والحیوة الفانیة لکن لولا المعلم وافادته ما هو سبب للحیوة الاخرویة
بڑا ہی کیونکہ ماں باپ اگرچہ سبب وجود اور حیات فانی کی ہیں لیکن اگر استاد اور اوسکی فائدہ رسانی نہوتی جس سی حیات اخروی دائمی حاصل ہوتی ہی
الدائمة لساق ما حصل من جهتهما الی الهلاك الدائم ثم انه لما کان مثل الاب یلزمه ان یجری المتعلم مجری ابنه ویشفق
تو بیشک جو ماں باپ کی جہت سی حاصل ہوا ہی قدیم کو ہلاک کر دیتا پہر جب استاد بجائی باپ کی ہوا تو اوسکو لازم ہی کہ شاگرد کو بجائی بیٹی کی سمجہی اوسپر شفقت کری

علیه ویمنعه عن تجاوزه مرتبته الی مرتبة لم یستحقها ولم یجئ اوانها ویبین له ان المقصود من العلم تحصیل سعادة
اور ایسا مرتبہ لینی سے جسکا وہ ابھی مستحق نہیں ہے اور اوسکا ابھی وقت نہیں آیا منع کرے اور اوس سے بیان کردے کہ علم سے سعادت اخروی مطلوب ہوتی ہے

الاخرة لا طلب الریاسة والمفاخرة کما حکی ان ابا یوسف لما عقد مجلسا للتدریس من غیر اعلام ابی حنیفة ارسل
ریاست اور عزت مطلوب نہیں ہوتی چنانچہ حکایت ہے کہ ابو یوسف نے جب مدرسہ بدون اطلاع امام ابو حنیفہ کی تجویز کیا تو امام نے اونکے پاس آدمی بھیجا

الیه ابو حنیفة رجلا لیسئله عن عدة مسائل من جملتها انه سأله عن قصار جحد الثوب ثم جاء به مقصورا اهل یستحق
تاکہ اون سے چند مسئلہ پوچھے تو اونہیں ایک یہہ مسئلہ پوچھا ایک دہوبی ہے کپڑے کا منکر ہو گیا پھر دہو کر لے آیا تو آیا وہ اجرت کا مستحق ہے

الاجرام لا فقال ابو یوسف یستحق فقال الرجل اخطأت فقال لا یستحق فقال اخطأت فتحیر ابو یوسف فقال الرجل ان کانت
یا نہیں ابو یوسف نے کہا مستحق ہے اوس شخص نے کہا غلط پھر کہا مستحق نہیں پھر اوس شخص نے کہا غلط پھر ابو یوسف حیران ہوئے تو اوس شخص نے کہا

القصارة قبل الجحد یستحق والا فلا وهکذا اخطاه فی کل ما اجاب من سائر المسائل فعلم ابو یوسف قصوره فعاد الی
اگر انکار کرنے سے پہلے دہو چکا ہے تو اجرت کا مستحق ہے اور نہیں تو نہیں اسیطرح تمام مسائل کی جواب میں غلطی پکڑی اب ابو یوسف اپنا قصور پاگئے پھر امام کے پاس

ابی حنیفة وحین جاء قال له ابو حنیفة ما جاء بك الا مسئلة القصار فانك تزببت قبل ان تحصرم سبحان الله
حاضر ہوئے اور جب وہ آئے تو ابو حنیفہ نے کہا تجہکو صرف دہوبی کا مسئلہ لایا ہے بیشک تو انگور بنگیا سے پہلی تو ڑا سبحان اللہ

من رجل یعقد مجلسا ویتکلم فی دین الله ولا یحسن مسئلة فی الاجارة ثم قال من ظن انه استغنی عن التعلم فلیبك
ایک شخص مجلس بنا کر اسکے دین میں گفتگو کرے اور اجارہ کا مسئلہ ٹہیک نہیں آتا پھر فرمایا جسکو یہہ خیال ہو کہ علم سیکہنے کی مجکو حاجت نہیں تو وہ

علی نفسه وکان سبب تفرده حل ما ذکر فی مناقب الکردری انه مرض مرضا شدیدا فعاده الامام فقال لقد کنت
اپنی جان کو رووے اور سبب ابو یوسف کی جدا ہونیکا موافق مذکور مناقب کردری کی یہہ ہے کہ وہ سخت بیمار ہوئے امام اونکی عیادت کو گئے اور فرمایا مجکو تجہ سے امید تہی

ارجوك بعدی للمسلمین ولئن اصبت لیموتن علم کثیر فلما برأ اعجب بنفسه وعقد مجلس الامالی ولم یتفطن ان فی قول
کہ میری بعد مسلمانوں کا رئیس اور پیشوا ہوتا اور اگر تو مر گیا تو بہت علم جاوینگے پھر جب وہ اچھے ہو گئے تو اپنی دلمیں خوش ہوئے اور مدرسہ تیار کیا اور یہہ نہ سمجھے کہ امام کا

الامام لقد کنت ارجوك بعدی المسلمین اشارة الی ان المتعلم لا ینبغی له ان یستبد بنفسه فی زمن استاذه بلا
اذن
مجکو امید تہی کہ میرے بعد مسلمانوں کا بیشک رئیس اور پیشوا ہوتا اشارہ ہے کہ شاگرد کو نہیں چاہیے کہ اپنے آپ اوستاد کے سامنے بے اذن مستقل ہو جاوے

منه ثم لما علم قصوره ترك مجلسه وعاد الی ابی حنیفة واشتغل بالتعلم منه قال ابن المبارك لا یزال المرء عالما ما
پہر اونکو جب اپنا قصور ثابت ہوا تو وہ مجلس تو تیار چہوڑی اور امام ابو حنیفہ کی پاس آکر پڑہنا شروع کیا ابن المبارک کہتے ہیں کہ آدمی ہمیشہ عالم رہتا ہے

طلب العلم فاذا ظن انه علم فقد جهل وقال الامام الغزالی فی الاحیاء کل متعلم استبقی لنفسه رأیا واختیارا دون اختیار
جبتک علم طلب کرتا ہے پہر جب یہہ خیال ہند کہ میں سیکہ چکا تو اب جاہل ہو اور امام غزالی احیاء میں کہتے ہیں جو شاگرد اپنی کوئی رای تجویز کر کر علاوہ

المعلم فاحکم علیه بالخسران

المجلس الثامن والثمانون فی بیان افضل الاعمال الحب فی الله والبغض فی الله

اوستاد کی رای کی پسند کرے تو اوسکو خاسر سمجہ لو اٹہاسی مجلس افضل اعمال کی بیان میں کہ محبت برائے خدا اور بغض برائے خدا ہے

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم افضل الاعمال الحب فی الله والبغض فی الله هذا الحدیث من حسان المصابیح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچہی سی اچہا عمل للہ دوستی اور للہ دشمنی ہے یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں

رواه ابو ذر وفیه اشارة الی ان المؤمن لا بد له ان یکون له اصدقاء یحبهم فی الله تعالی واعداء یبغضهم فی الله
ابو ذر کی روایت سے اور اسمیں یہہ اشارہ ہے کہ مؤمن کی لئے بالضرور بعضی دوست ہوا کریں کہ برای خدا اونکو محبوب رکہا کرے اور بعضی دشمن کہ برای خدا

فانه اذا احب احدا لکونه مطیعا الله تعالی فلا بد له ان یبغضه عند کونه عاصیا الله تعالی لان من یکون محبوبا بسبب
اونکو مبغوض رکہا کرے بیشک اگر کسیکو اللہ کا فرمان بردار دیکہکر محبوب رکہیگا تو پہر بالضرور اوسکو مبغوض رکہیگا جبکہ وہ اللہ کی نافرمانی کریگا اسلئے کہ جو شخص کسی سبب سے

فبالضرورة يكون مبغوضا لضده وهو مطرد في الحب والبغض لكن كل واحد منهما دفين في القلب انما يترشح

محبوب ہوجاتا ہے تو بالضرور اوسکا خلاف اوسکا ضد بھی مبغوض ہو جاویگا اور آدمی محبت اور بغض میں یکساں ہوتا ہے لیکن حب اور بغض دونوں دل میں گڑی ہوتی

عند الغلبة انه عند غلبة الحب يظهر افعال المحبين من المقاربة والموافقة ويسمى موالاة وعند غلبة البغض

اور غلبہ کی حالت میں ظاہر ہوجاتی ہیں اسلئے کہ محبت کی غلبہ میں دوستوں کی سی افعال ہونی لگتی ہیں مقاربت اور موافقت اسی کو دوستی کہتی ہیں اور بغض کی حالت میں

يظهر افعال المبغضين من المباعدة والمخالفة ويسمى معاداة فان قيل باى طريق يمكن اظهار البغض فالجواب

عداوت کی سی افعال ہونی لگتی ہیں دوری اور مخالفت اسکا نام دشمنی ہے اگر کوئی پوچھے بغض کو کسطرح پر ظاہر کرے تو جواب یہ ہے

ان اظهاره لا يخلو اما ان يكون في القول او في الفعل اما في القول فيكون تارة بكف اللسان عن مكالمته ومحادثته

کہ بغض کا اظہار دو حال سے خالی نہیں یا تو گفتگو میں ہوگا یا افعال میں گفتگو میں تو بعضی وقت اوسکی ساتھ بولنی اور بات چیت سے رکنا

وتارة بتغليظ القول عليه واما في الفعل فيكون تارة بقطع السعي في اعانته وتارة بالسعي في اساءته وافساد ماربه

اور کبھی سخت بولنا اور کاروبار میں کبھی تو اوسکی امداد میں تندہی نہ کرنی اور کبھی اوسکی بگاڑ کی اور اوسکا مقصد خراب کرنی کی سعی

فيما يفسد عليه طريق المعصية لا فيما لا يؤثر فيه وهذا اذا صدر عنه المعصية على طريق القصد كبيرة كانت او

اسطور کہ اوسکی لیے طریقہ معصیت کا باقی نہ رہے نہ ایسا افساد کہ طریق معصیت میں اثر نکرے اور یہ اوس صورت میں ہے کہ معصیت قصدا کرتا ہو کبیرہ ہو یا

صغيرة واما ما جرى مجرى الهفوة التي يعلم انه نادم عليها غير مصر عليها فالاولى فيه الاغماض والستر لا سيما اذا كانت

صغیرہ اور جو گناہ کہ قائم مقام لغزش کی ہو کہ معلوم ہوتا ہو وہ اسپر شرمندہ ہے اصرار نہیں کرتا تو اسمیں اولی یہ ہے کہ چشم پوشی اور پردہ پوشی کری خاص کر اوسوقت

معصية بالجناية على حقك او حق من يتعلق بك فعدم الاعتراض حسن لان العفو عمن ظلمك واساء اليك

کہ وہ معصیت تیری حق میں یا تیری کسی متعلق کی حق میں ظلم ہو تو اوسپر اعتراض نکرنا بہت اچھی ہے کیونکہ درگذر کرنا ایسی سے جو تجھپر ظلم کری اور تیری ساتھ برائی

من اخلاق الصديقين واما من ظلم غيرك وعصى الله تعالى به فعدم الاعتراض عنه احسان اليه فلا يحسن الاحسان

کری صدیقین کی عادت ہے اور جو شخص دوسری پر ظلم کرکے اللہ کی نافرمانی کری تو اوسپر بازپرس نکرنا اوسپر احسان ہے سو ایسی پر احسان کرنا اچھا نہیں ہے

اليه لان الاحسان اليه اساءة الى المظلوم وحق المظلوم اولى بالمراعاة وتقوية قلبه بالاعراض عن الظالم احب

کیونکہ اسپر احسان کرنا مظلوم کی حق میں برا ہے اور رعایت مظلوم کی حق کی اولی ہوتی ہے اور مظلوم کا دل ظالم سے اعراض کرکر قوی کرنا

الى الله تعالى من تقوية قلب الظالم وقد اتفق السلف على اظهار البغض والعداوة للظلمة والمبتدعة وكل من عصى الله

اللہ تعالی کو ظالم کی تقویت سے زیادہ تر محبوب ہے اور متقدمین سب متفق ہیں کہ ظالم اور بدعتیوں کی ساتھ اور ہر جو کوئی خدا کی ایسی نافرمانی کرتا ہو

بمعصية متعدية منه الى غيره واما من عصى الله تعالى في حق نفسه فقد اختلفوا فيه فمنهم من نظر اليه بنظر

کہ اوسکا اثر غیر تک پہنچی اوسکی ساتھ بغض اور عداوت ظاہر کیا کری اور رہا وہ شخص کہ گناہ کا وبال صرف اپنی جان پر لیتا ہے تو اسمیں اختلاف ہے سو بعضی تو اوسکی طرف بنظر

الرحمة ولم يعرض عنه ومنهم من شدد الانكار عليه واختار المهاجرة عنه لقوله تعالى لا تجد قوما يؤمنون بالله

رحمت دیکھتی ہیں بیزار نہیں ہوتی اور بعضی اوسپر بہت تشدد کرکر اوس سے مہاجرت اختیار کرتی ہیں بدلیل اس آیت کی تو نہ دیکھیگا کوئی لوگ جو یقین رکھتی ہوں اللہ

واليوم الاخر يوادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا اباءهم او ابناءهم او اخوانهم او عشيرتهم فدلت الاية على ان

اور پچھلی دن پر پھر دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئی اللہ کی اور اوسکی رسول کی اور چاہے وہ اپنی باپ ہوں یا اپنی بیٹی یا اپنی بھائی یا اپنی گہرانی کی سو یہ آیت دلالت کرتی ہے

من يرتكب المعاصي والمنكرات يجب هجره ولو كان من الاقرباء ويكون هذا الهجر على وجه العقوبة والتاديب

کہ جو شخص معاصی اور منکرات پر عمل کرتا ہے اوسی الگ رہنا واجب ہے اگرچہ سگا سو دہرا ہووی اور یہ چھوٹ جانا بطور سزا اور تادیب کی

بمنزلة التعزير واما النظر اليه بنظر الرحمة فيفضي الى المداهنة لان اكثر البواعث على الاعضاد على المعاصي المداهنة

بجای تعزیر کی ہوتی ہے اور اوسکی طرف نظر رحمت سے دیکھنا دین میں سستی پیدا کرتا ہے اسلئے کہ اکثر اسباب گناہ کی امداد کی یہی سستی ہیں مداہنت

ومراعاة القلوب والخوف من نفرتها ووحشتها فيظن الغبي الاحمق انه ينظر اليه بنظر الرحمة ومحال ذلك لانه ان
اور دلداری کرنی اور نفرت اور وحشت سی خوف کرتا اب احمق نادان یہہ خیال کرتا ہی کہ میری طرف نظر رحمت سی دیکھتا ہی اور اسکا اتفاق نہیں ہی کہ اگر
كان يترحم عليه عند جنايته على حقه ويقول هذا شيء قد قدر له فكيف لا يفعله والقدر لا ينفع منه الحذر
یہہ حال ہوتا کہ اوسپر اپنی حق میں تعدی کرنی سی رحمت کرکے یہہ کہتا کہ تقدیر سی یون ہی ہونا تہا یہہ کیونکر نہ کرتا اور تقدیر سی نہیں بچا کا جاتا
يصلح ان يترحم عليه عند جناية على حق الله تعالى وان كان يغتاظ عليه عند جنايته على حقه ويترحم عليه
تو مضائقہ نہیں کہ اوسپر حقوق الٰہی میں تعدی کرنی پر رحم کرتا اور اگر اپنی حق تلفی پر غیظ و غضب کرتا ہی اور اللہ تعالی کی گناہ پر
عند جنايته على حق الله تعالى فهو مداهن مغرور بكيد الشيطان فان قيل العصاة والفساق على مراتب
رحمت کرتا ہی تو یہہ ضعیف الایمان شیطان کی مکر میں پہنسا ہوا ہی اور اگر کوئی پوچہی گنہگار اور فاسق مختلف
مختلفة فهل نسلك في جميعهم مسلكا واحدا ام لا فالجواب ان المخالف لامر الله تعالى لا يخلو اما ان يكون في اعتقاده
درجہ کی ہوتی ہین پہر کیا سب کی ساتہہ ایکہی طریقہ برتی یا نہیں تو جواب یہہ ہی کہ اللہ تعالی کی حکم کا مخالف دو حال سی خالی نہیں ہی یا تو اعتقاد میں ہی
او في عمله والمخالف في الاعتقاد ثلثة اقسام الاول الكافر وهو ان كان حربيا يستحق القتل والاسترقاق وان كان
یا عمل میں ہی اور جو اعتقاد میں مخالف ہی تین قسم پر ہی اول تو کافر اور کافر اگر حربی ہی تو لائق قتل اور غلام بنانی کی ہی اور اگر
ذميا لا يجوز ايذاؤه الا بالاعراض عنه والكف عن مخالطته ومعاملته ويكره كراهة شديدة تكاد تنتهي الى
ذمی ہی تو اوسکا ستانا جایز نہیں ہی مگر کم توجہی سی اور مخالطت اور معاملہ ترک کرنی سی اور سخت مکروہ ہی بلکہ قریب حرام کی ذمی کی
التحريم الانبساط معه والاسترسال اليه كالاسترسال الى الاصدقاء والثاني المبتدع الذي يدعو الى بدعته فان
ساتہہ خوشیان منانی اور تحفہ بہیجنا جیسی دوستون کو بہیجا کرتی ہین اور دوسرا بدعتی جو اورون کو بدعت سکہاوی بیشک
بدعته ان كانت بحيث يكفر بها فامره اشد من الذمي لانه لا يقر بجزية ولا يسامح بعقد الذمة وان كانت مما
اوسکی بدعت اگر ایسی ہی کہ اوس سی کافر ہو جاتا ہی تو اوسکا حال ذمی سی بدتر ہی اسلئی کہ بدعتی نہ اقرار جزیہ کا کرتا ہی اور نہ پروا ذمی ہونی کی کرتا ہی اور اگر بدعت
لا يكفر بها فامره بينه وبين الله تعالى اخف من امر الكافر لا محالة الا ان الانكار عليه اشد منه على الكافر لان شر
ایسی نہیں ہی جو کافر کردی تو اوسکا معاملہ اللہ سی بہ نسبت کافر کی بہت سہل ہی مگر اتنا ہی کہ بدعتی سی متارکت بہ نسبت کافر کی زیادہ کرنی چاہیئی اسلئی کہ کافر
الكافر غير متعد لان المسلمين لا يلتفتون اليه ولا يقبلون قوله لكونه كافرا واما المبتدع الذي يدعو الى بدعته و
کا کفر اورون میں اثر نہیں کرتا کیونکہ مسلمان ادہر متوجہ نہیں ہوتی اور کافر سمجہ کر نہ اوسکا کہا مانتی ہین اور وہ بدعتی جو اورونکو بدعت سکہاوی اور
يزعم ان ما يدعو اليه حق فهو سبب لغواية الخلق فشره متعد فالاستحباب في اظهار بغضه ومعاداته والانقطاع
کہی جو مین کہتا ہون حق ہی سو یہہ شخص خلقت کو گمراہ کردیگا اسکی بدی بڑہنی والی ہی ایسی سی بغض اور عداوت ظاہر کرنی اور اوسکو ترک کرنا
عنه والتشنيع عليه ببدعته وتنفير الناس عنه وان سلم في الملا فترك الجواب اولى تنفيرا للناس عنه وتقبيحا لبدعته
اور بدعت میں اوسکی شناعت کرنی اور لوگون کو اوس سی متنفر کرنا مستحب ہی اور اگر مجمع میں سلام کری تو جواب نہ دینا بہتر ہی تا لوگون کو نفرت اور بدعت کی برائی ظاہر ہو
لان جواب السلام وان كان واجبا لكن يسقط بادنى غرض وغرض الزجر عن البدعة اهم والثالث المبتدع العامي الذي
اسلئی کہ سلام کا جواب اگرچہ واجب ہی پر ادنی غرض سی ساقط ہو جاتا ہی اور بدعت کی ممانعت تو بڑی ضروری غرض ہی اور تیسرا اگلا بدعتی جو
لا يقدر على الدعوة فالاولى ان لا يفاتح بالتغليظ والاهانة بل ينبغي ان يتلطف به في النصح لان قلوب العوام سريعة
اورونکو نہیں سکہا سکتا تو بہتر یہہ ہی کہ پہلی ہی اوسکی تغلیظ اور اہانت نکرین بلکہ یون چاہیئی کہ اوسکو نرمی سی نصیحت کرین کیونکہ عوام کی دل جلد
التقلب فان لم ينفع النصح وكان في الاعراض عنه تقبيح لبدعته في عينه تاكد الاستحباب في الاعراض عنه لان
پلٹ جاتی ہین پہر اگر نصیحت نمانی اور اوسکی نظر مین کم توجہی سی بدعت کی اہانت ہوتی ہو تو اب اوسطرف متوجہ ہونا زیادہ تر مستحب ہی اسواسطی

البدعة

البدعة اذا لم يبالغ في تقبيحها والتشنيع بين الخلق وبيان فسادها وقبحها ولذلك قال الشيخ علاء الدين السمرقندي رحمه الله المسلم
کہ بدعت کو اگر خوب برا نہ کہیں اور خلقت میں مرتبہ اوسکا فساد بیان نہ کیا جائے اسی لیے شیخ علاء الدین سمرقندی نے کہا ہے کہ ہر مسلمان کو مناسب ہے کہ
اذا رأى رجلا يتعاطى شيئا من الاهواء والبدع ويتهاون بشيء من السنن ان يهجره ويتبرأ منه ويتركه حيا وميتا فلا
کہ جب کسیکو کچھ بدعات و اہواء اور بدعت کا کرتا دیکھے یا کسی سنت میں سستی کرتا پاوے تو اوس سے الگ رہے اور بیزار ہو جاوے اور جیتا مرتا سب چھوڑ دے
يسلم عليه اذا لقيه ولا يجيبه اذا ابتدأ بالسلام عليه الى ان يترك بدعته ويرجع الى الحق وان مات لا يشيع جنازته
اور جب ملے تو سلام نکرے اور اگر وہ سلام کرے تو اوسکا جواب نہ دے یہاں تک کہ بدعت سے باز آوے اور حق کی طرف متوجہ ہووے اور اگر وہ مر جاوے تو جنازہ کے
والنهي عن الهجران فوق ثلث ليال انما هو فيما يقع بين الرجلين من جهة التقصير في حقوق الصحبة والعشرة
اور ممانعت ہجران تین دن سے زیادہ کی جو آئی ہے تو اوس صورت میں ہے کہ دو شخصوں میں بسبب کمی ادائی حقوق ملاقات اور حق عشرت کی ہو جاوے
دون ما كان في حق الدين فان هجران اهل الاهواء والبدع دائم الى ان يتوبوا فقد مضت الصحابة والتابعون و
اوس میں نہیں جو واسطے حق دین کی ہو بیشک مفارقت اہل ہوا اور بدعتیوں کی ہمیشہ کو ہے یہاں تک کہ توبہ کریں بیشک تمام صحابہ اور تابعین اور
اتباعهم وعلماء السنة على هذا مجتمعين متفقين على معاداة اهل البدعة وهجرانهم وعن سهل في تفسير قوله تعالى
تبع تابعین اور علماء اہل سنت اس حکم پر مجتمع اور متفق ہو گئے ہیں کہ اہل بدعت سے دشمنی کرنی چاہیے اور انکو چھوڑنا چاہیے اور سہل سے اس آیت کی تفسیر میں
لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله انه قال من صحح ايمانه واخلص توحيده فانه لا
آیا ہے تو نہ دیکھیگا کوئی لوگ جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن پر پیار دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ سے اور اوسکے رسول سے کہ کہا جسنے اپنا ایمان صحیح کیا
يجالس مع مبتدع ولا يؤاكله بل يظهر له من نفسه العداوة والبغضاء ومن داهن مبتدعا سلب الله تعالى عنه
تو وہ بدعتی کی ساتھ نہ بیٹھی اور نہ ساتھ کھاوے بلکہ اپنی طرف سے اوسکی حق میں دشمنی اور بغض ظاہر کرے اور جسنے بدعتی کی ساتھ مداہنت کی تو اللہ تعالی اوس سے
حلاوة اليقين ومن اجاب الى مبتدع لطلب العز والغنى في الدنيا اذله الله تعالى بذلك العز وافقره بذلك الغنى
حلاوت یقین کی لے لیتا ہے اور جسنے بدعتی کو واسطے تلاش عزت اور تونگری دنیا کی مقبول رکھا اللہ تعالی اوسکو اوس عزت میں خوار اور اوس تونگری میں مفلس کریگا
ومن ضحك في وجه مبتدع نزع الله تعالى نور الايمان من قلبه وعن الثوري من سمع من مبتدع لم ينفعه الله تعالى
اور جو شخص بدعتی کو دیکھکر خوش ہوتا ہے تو اللہ تعالی ایمان کا نور اوسکی دلمیں سے نکال لیتا ہے اور ثوری سے روایت ہے کہ جسنے بدعتی کی بات سنی تو اللہ تعالی اوس بات سے
بما سمع ومن صافحه فقد نقض عروة الاسلام وعن فضيل من احب صاحب بدعة احبط الله تعالى عمله واخرج نور الاسلام
فائدہ نہیں دیتا اور جو اوس سے مصافحہ کرتا ہے تو توڑ دیتا ہے پیوند اسلام کا اور فضیل سے روایت ہے جو بدعتی کو دوست رکھے اللہ تعالی اوسکی اعمال حبط کرتا ہے اور اسلام کا نور
من قلبه وعنه من جلس مع صاحب بدعة فاحذره وعنه اذا رأيت مبتدعا في طريق فخذ طريقا آخر وقال الفضيل
اوسکی دل سے نکال دیتا ہے اور اوسی سے روایت ہے جو شخص بدعتی کا ہمنشین ہو تو اوس سے بچو اور اوسی سے روایت ہے اگر تو بدعتی کو کسی راہ میں دیکھے تو دوسرا راہ اختیار کر اور فضیل
من احب صاحب بدعة اخرج نور الايمان من قلبه واما العاصي بفعله وعمله لا باعتقاده فهو الذي يفسق في نفسه بشرب
کہتے ہیں جو شخص بدعتی سے ملی گیا تو ایمان کا نور اوسکی دلمیں سے نکل جاتا ہے اور گنہگار فعل اور عمل میں بدون اعتقاد کی سو وہ ہے جو آپ اپنی ذات سے بدکار ہے شراب
الخمر او ترك الواجب او مقارفة محظور يخصه ولا يتعدى منه الى غيره فانه ان صود في وقت مباشرته المنكر يجب منعه
پیکر یا کوئی واجب ترک کرکر یا امر محظور کو چھوڑ کر جو اوسکی ساتھ خاص ہے اور وہ فسق اوروں میں اثر نکرتا ہو سو ایسے شخص کو اگر عین اوس عمل منکر میں پاویں تو اوسکی ممانعت واجب ہے
بما يمتنع منه ولو بالضرب او بالقتل عند القدرة لكون النهي عن المنكر واجبا ووجوبه لا يختص بالولاة بل يجب
جسطور منع کیا جاوے اگرچہ مار پیٹ سے یا قتل سے اگر قدرت ہو کیونکہ ممانعت امر منکر کی واجب ہے اور منکر کی ممانعت کچھ نرا حاکم پر واجب نہیں ہے بلکہ
لكل واحد من آحاد الرعية اقامته بالقول والفعل على حسب استطاعته سواء كان حرا او عبدا او امرأة لكن ينبغي
عوام رعایا میں سے ہر ہر شخص کو ضروری ہے کہ ممانعت کرے زبان سے اور ہاتھ سے موافق طاقت کی برابر ہے کہ حر ہو یا غلام یا عورت لیکن چاہیے

ان یکون بالتدریج من الاغلظ الی الاغلظ بحسب حال المنکر کما ذکر فی المحیط ان من رای غیرہ مکشوف الرکبۃ
کہ تدریج کی ساتھ ہو دو کا پہلی کچھ سختی پھر زیادہ سختی معصیت کی حال کی موافق چنانچہ محیط میں مذکور ہے کہ جو کسی کسیکو گھٹنا کھولی ہوئی دیکھا

ینکر علیہ برفق ولا ینازعہ ان لج وفی الفخذ ینکر علیہ بعنف ولا یضربہ ان لج وفی السوءۃ یضربہ وان لج یقتلہ
تو نرمی سے منع کر دے اور اس سے جھگڑا نکری اگر وہ اصرار کری اور ران کھلی ہوئی ہے تو سختی سے منع کری اور مارے نہیں اگر وہ ضد کری اور شرمگاہ میں تو اوسکو مارے اور اگر وہ ضد کری تو قتل

وھکذا الحکم فی سائر المنکرات عند الاستطاعۃ وعند عدم الاستطاعۃ ینبغی ان یکون حزینا مغتما اذ
اور تمام معاصی میں بوقت طاقت کی یہی حکم ہی اور بی طاقتی کی حالت میں چاہیے کہ دل سے بیزار اور غمناک ہووی اسلئے

قد ورد فی الحدیث انہ علیہ السلام قال یاتی علی الناس زمان یذوب قلب المؤمن فیہ کما یذوب الملح فی الماء لکثرۃ ما
کہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے کہ مؤمن کا دل ایسا گھل جاویگا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے معاصی کی کثرت

یری من المنکرات ولا یقدر علی دفعہا وروی عن ابی ہریرۃ ان رجلا یتعلق برجل یوم القیمۃ وھو لا یعرفہ فیقول لہ
جو دیکھیگا اور منع کرنے کی قدرت نہوگی اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص قیامت کی دن کسیکا دامن گیر ہوگا اور وہ اوسکو نہ پہچانتا ہوگا کہیگا تو

مالک تتعلق بی وما رایتک قط فیقول بلی قد رایتنی یوما علی منکر فلم تغیرہ فہذا امر خطر قلما یقع السلامۃ منہ اذ نظہر
مجھ سے کیوں لپٹتا ہے میں نے تجھکو کبھی نہیں دیکھا وہ کہیگا ہاں تو نے مجھکو ایکدن معصیت پر دیکھا پر منع نہیں کیا اب یہ بات بڑی مشکل ہے اس سے نہیں بچا جاتا کیونکہ

فی کل حین وزمان کثیر من المنکرات ولا تغیر بل یقع السکوت عنہا لاستیناس النفوس بہا ولھذا قال بعض العلماء واللہ
ہر وقت و ہر دم بہتیرے منکرات عمل میں آتی ہیں اور کچھ روکتے نہیں بلکہ چپ رہنا پڑتا ہے کیونکہ معاصی دلوں میں مانوس ہوگئی ہیں اسلئے بعضوں نے کہا کہ واللہ

ما ابالی بکثرۃ المنکرات والبدع وانما ابالی واخاف من تانیس القلوب بہا لان الاشیاء اذا توالت مباشرتہا انستہا النفس
مجھکو منکرات اور بدعت کی کثرت کا کچھ خوف نہیں مجھکو تو بڑا خوف یہ ہے کہ دلیں محبوب نہو جاویں کیونکہ جو چیزیں بار بار عمل میں آتی ہیں تو نفس کو محبوب ہو جاتی ہیں

والنفس اذا انست شیئا قل ان تتارکہ ویوضحہ الحدیث الوارد فی تغییر المنکر وھو ما روی عن ابی سعید انہ
اور نفس کو جو چیز محبوب ہوتی ہے تو کم چھوڑتا ہے اسکی تفصیل وہ حدیث ہے جو تغیر منکرات میں آئی ہے ابو سعید سے روایت ہے کہ نبی

علیہ السلام قال من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک
علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی تم میں سے منکر دیکھے تو لازم ہے کہ ہاتھ سے روکے اور اگر طاقت نہو تو زبان سے اور اگر طاقت نہو تو دل سے اور یہ

اضعف الایمان فانہ علیہ السلام اخبر فی ھذا الحدیث ان التغییر بالقلب اضعف الایمان وھو ما یجدہ المؤمن
ضعیف ایمان ہے بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ دل سے بیزار ہونا ضعیف ایمان ہے یعنی مؤمن جو اپنی دل میں اوس کام کی

فی قلبہ من البغض لذلک الفعل المرئی وانزعاجہ وقلقہ وھو فی الغالب انما یحصل فیما یندر وقوعہ واما
مشاہدہ سے بغض اور اوسکا اوکھاڑنا اور دفع کرنا پاتا ہے وہ ایسی حالت دلی اغلب اوس کام میں ہوتی ہے جو کبھی گاہی ہوتا ہے اور

الاشیاء التی تشاھد فی کل حین وزمان فتستانسہا النفس فلا یوجد فی القلب القلق والانزعاج الذی ھو اضعف
جو کام ہر وقت اور ہر لحظہ دیکھنے میں آتی ہیں سو نفس سے مانوس ہو جاتی ہیں پھر اوسکا کچھ قلق اور دفعیہ کہ وہ اضعف الایمان ہی

الایمان واذا لم یوجد فی القلب اضعف الایمان فماذا یرجی ان یوجد فیہ ویزیدہ ایضاحا ما ذکر فی قوت القلوب
وہ بھی دلیں نہیں رہتا اور جب دلیں اضعف الایمان بھی نہوا تو پھر کیا توقع باقی رہ گئی اور اسکی بڑی تفصیل تو وہ ہے جو قوت القلوب میں مذکور ہے

ان الحسن البصری قال اول بدعۃ رایت بلت الدم ثم بعد ذلک بلت اصفر ثم عاد الامر الی العادۃ فانہ لقوۃ ایمانہ
کہ حسن بصری نے کہا پہلی بدعت جو میں نے دیکھی تو لہو موتا پھر اوسکی بعد زرد پیشاب آیا پھر اسکی عادت پڑ گئی کیونکہ اونکو بسبب قوت ایمان

ورؤیتہ بالم یعھدہ قوی انزعاجہ حتی تغیر مزاجہ وظہر اثرہ فی مائہ فان مزاج الانسان اذا تغیر یظہر اثرہ فی مائہ
بدعت خلاف عادت دیکھ کر بہت غصہ آیا ایسا کہ اونکا مزاج متغیر ہو کر اوسکا اثر پیشاب میں ظاہر ہو گیا کیونکہ آدمی کا مزاج جب بدلتا ہے تو اوسکا اثر پیشاب

الا تری

الا ترى ان الاطباء يستدلون على داء المريض من مائه فلما استمر تلك البدعة ولم يقدر على تغييرها تغير
کیا نہیں جانتا کہ طبیب لوگ دکھیا کی مرض پر پیشاب سی استدلال کرتی ہیں پھر جب بدعت قرار پکڑ گئی اور روک کی قدرت نہیں ہوئی
ذلك الانزعاج الاول لاستيناس النفس بها وبقي عنده من الانزعاج قدر ما يلزمه من التغيير بالقلب لان الانكار
تو پہلی مدافعت دلی بدل گئی کیونکہ نفس کو چندان اجنبی نہ معلوم ہوئی اور دل میں اوسکی مدافعت کا خیال جتنا باقی رہگیا ویسا ہی تغیر ہوا اسواسطی کہ دل کا
بالقلب لا يسقط بوجه من الوجوه اذ لا مانع يمنع منه ولا يقتصر عليه الا هو ضعيف الايمان سواء استطاع
انکار کسیطرح نہیں جاتا اسلیئے کہ اسکا کوئی مانع نہیں ہوتا اور اتنی پر اکتفا وہ ہی کرتا ہی جو ضعیف الایمان ہووی برابر ہی کہ انکار
الانكار باليد واللسان ولم يستطع لكن عند عدم الاستطاعة يسقط عنه الاثم ويبقى مع ضعف الايمان
ہتہ سی اور زبان سی کرسکتا ہو یا نکر سکتا ہو لیکن بیمقدوری کی حالت میں گناہ نہیں ہوتا ایمان میں ضعف بدستور رہتا ہی
فان المنكر اذا كثر ولم يقدر المؤمن على منعه وسكت ولم يتكلم بشئ لا يأثم لان التكليف بقدر الوسع لما قال
بیشک معصیت جب کثرت سی ہوتی لیکن اور مؤمن کو ممانعت پر قدرت نہو اور وہ چپ ہوکر کچھ نہ کہی تو گنہگار نہیں ہوتا اسلیئے کہ تکلیف موافق طاقت
الله تعالى لا يكلف الله نفسا الا وسعها المجلس التاسع والثمانون في بيان متابعة الرسول في الامر
چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جو اسکی گنجائش ہو نواسی مجلس اس بیان میں کہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا امر اور نہی میں لازم ہی اسمیں مخالفت
والنهي قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما نهيتكم عنه فاجتنبوه وما امرتكم به فافعلوا منه ما استطعتم
جایز نہیں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تمکو میں منع کروں تو اوس سی پرہیز کرو اور جو تمکو حکم کروں تو اوسکو جہاں تک ہوسکی عمل میں لاؤ
فانما اهلك الذين من قبلكم كثرة مسائلهم واختلافهم على انبيائهم هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه
کیونکہ تمسی پہلی اسیمیں اسی لئی تباہ ہوگئیں کہ اپنی انبیاء سی بہت پوچھ پوچھ کر خلاف کرتی رہیں یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابوہریرہ کی
ابو هريرة والخطاب فيه خطاب مشافهة والخطاب المشافهة مختص بالموجودين الحاضرين في ذلك الوقت وتناوله
روایت سی اور اسمیں خطاب جو ہی تو خطاب آمنا سامنی کا ہی اور آمنا سامنی کا خطاب اونہیں ہوتا ہی جو اوسوقت میں موجود اور حاضر ہوتی ہیں
لغيرهم ممن يكون من اشباههم ممن يوجد بعدهم الى يوم القيامة فليس بطريق الحقيقة بل اما بطريق تغليب الفريق
اور اونکی حق میں جو ہونگی سوائی صاحب ہوتی ہیں اور جو ونکی بعد قیامت تک پیدا ہونگی بطور حقیقت کی نہیں ہوتا بلکہ اونپر یا تو بطور تغلیب فریق
الاول على الثاني او بطريق تعميم حكمه اليهم بدليل خارجي فان الاجماع منعقد على ان آخر هذه الامة مكلف
اول کی ثانی پر یا اوس حکم کو کسی دلیل خارجی سی عام کردینی سی ہوتا ہی کیونکہ اس امر پر اجماع ہو چکا ہی کہ اس امت کی آخر پر بھی وہ ہی حکم ہی
بما كلف به اولها كما يشير اليه قوله عليه السلام الحلال ما جرى على لساني الى يوم القيامة والحرام ما جرى على
جو اول پر تہا چنانچہ اسحدیث میں یہ ہی اشارہ ہی قیامت تک حلال ہی جو میری زبان پر آچکا ہی اور قیامت تک حرام ہی جو میری زبان پر
لساني الى يوم القيامة ثم ان الحديث المذكور سابقا من جوامع الكلم التي اوتيها النبي عليه السلام وهو قاعدة عظيمة
آچکا ہی پہر وہ حدیث جو سابق میں مذکور ہوئی گویا جوامع الکلم ہی جو نبی علیہ السلام کو ملا ہی اور وہ اسلام کی قواعد میں سی
من قواعد الاسلام اذ عليه يدور جملة الاحكام التي هي الوجوب والندب والحرمة والكراهة والاباحة لان
بڑا قاعدہ ہی اسواسطی کہ جو احکام یعنی وجوب اور مستحب اور حرمت اور کراہت اور اباحت کا وہ ہی مدار ہی کیونکہ
النهي يتناول الحرمة والكراهة كما يتناول الامر ما عداهما فيكون الحديث موافقا لقوله تعالى فاتقوا الله ما
نہی میں حرمت اور کراہت داخل ہی جیسی امر میں ان دونوں کی سوا داخل ہیں سو یہہ حدیث موافق اس آیت کی ہی سو ڈرو اللہ سی
استطعتم لان التقوى وان كانت عبارة عن اجتناب جميع المنهيات واتيان جميع المامورات الا انها مقيدة
جہاں تک تمکو اسلیئے کہ تقوی اگرچہ تمام منہیات سی اجتناب اور تمام مامور بہا کرنیکو کہتی ہیں مگر مقید ہی کہ استطاعت کی قید

سورۃ البقرہ ع ۴۰

بالاستطاعة واما قوله تعالى اتقوا الله حق تقاته فالصحيح الصواب الذي جزم به المحققون ان قوله تعالى فاتقوا الله
کتا ہی ہی اور یہہ آیت ڈرتی رہو اللہ سی جیسا چاہی تو صحیح صواب جو مختار محقق لوگوں کا ہی یہہ ہی کہ یہہ آیت سو ڈرو اللہ سی

ما استطعتم مفسرة له ومبين للمراد به لانه تعالى لم يكلف عباده الا المستطاع حتى قال لا يكلف الله نفسا الا وسعها
جہان تک ہو سکو اوسکی تفسیر ہی اور اوس ہی جو مراد ہی کہول دیتی ہی اسلئی کہ اللہ تعالی اپنی بندون کو طاقت سی زیادہ کی تکلیف نہیں دی ہی یہان تک فرمایا

وقال في اية اخرى وما جعل عليكم في الدين من حرج ثم ان النهي في قوله عليه السلام ما نهيتكم عنه فاجتنبوه
مگر جو اوسکی گنجایش ہو یہ آیت میں فرمایا ہی اور نہیں رکہی تم پر دین میں کچہہ مشکل پہر نہی جو اس حدیث میں ہی کہ جو میں تمکو منع کرون تو اوس سی پرہیز کرو

يقتضي ترك جميع ما نهي عنه مطلقا اذ لا يحصل الامتثال الا بذلك بخلاف الامر في قوله عليه السلام وما امرتكم
یہہ ہی تقاضا کرتی ہی کہ تمام منہیات مطلقا عمل میں نہ آوین کیونکہ بدون اسکی اطاعت نہیں ہوتی برخلاف امر کی اس حدیث مین اور جو میں تمکو امر کرون

به فافعلوا منه ما استطعتم فانه لا يقتضي الا الاتيان بما يقدر عليه ثم ان من كان مريضا اذ لم يقدر على القيام في الصلوة
تو جسقدر تمسی ہو سکی وہ کرو اس سی عمل کرنا بقدر استطاعت ہی کی لازم آتا ہی جیسی کوئی بیمار ہو اگر نماز میں کہڑا نہیں ہو سکتا تو بیٹھ کر پڑہ لی

يصلي قاعدا بركوع وسجود وان لم يقدر على الركوع والسجود يصلي بالايماء قاعدا ويجعل سجوده اخفض من ركوعه
رکوع اور سجود ادا کری اور اگر رکوع اور سجود ہی نہیں ادا کر سکتا تو بیٹھ کر اشارہ سی پڑہ لی اور سجدہ کو بہ نسبت رکوع کی زیادہ پست کری

ليتحقق الفرق بينهما وان لم يقدر على القعود يصلي بالايماء مضطجعا او مستلقيا وكذا اذا كان راكبا على الدابة
تاکہ دونون میں فرق رہی اور اگر بیٹہ بہی نہیں سکتا تو اشارہ سی ادا کری کروٹ پر پڑا ہوا یا چت اور ایسی ہی اگر چوپایہ پر سوار ہو

وخاف عند النزول على نفسه او دابته من سبع او لص او كان في طين يغيب وجهه فيه ولا يجد مكانا
اور اوترنی میں اپنی جان کا یا اوس سواری کا خوف کرتا ہو درندہ سی یا چور سی یا مینہہ کی رو پڑتی ہو یا ایسا کیچڑ گارا ہو کہ جسمین منہہ چہپ جاوی اور کوئی

جافا او كان عاجزا عن النزول والركوب لكبر سنه او ضعف مزاجه او كان دابته جموحا لا يمكنه الركوب بلا معين
خشک جگہہ نہ ملی یا سواری سی اوترنی مین عاجز ہو بدی بڑہاپی کی یا ناتوانی مزاج سی یا اوسکا گہوڑا ابدکتا ہو کہ بدون مددگار کی نہیں چڑہ سکتا

او كانت القافلة في البادية تسير ويخاف على نفسه وثيابه لو نزل فانه يصلي على الدابة بالايماء كيف ما يمكنه وكذا المرأة
یا قافلہ جنگل میں چلا جاتا ہو اور اگر اوتری تو خوف ہی جان کا یا کپڑون کا تو یہہ بہی سواری کی اوپر اشارہ سی جسطرح بن آوی پڑہ لی اور ایسی ہی عورت

اذا لم يكن لها محرم ولم تستطع النزول والركوب بنفسها تصلي على الدابة بالايماء فبذلك يحصل الامتثال في
جب اوسکی ساتہ محرم نہو اور وہ اپنی آپ اوتر چڑہ نہ سکتی ہو تو دابہ کی اوپر اشارہ سی پڑہ لی ان تمام صورتون میں اتنی ہی میں امتثال

جميع ذلك وكذلك لو لم يجد من الثياب ما يستر به عورته ومن الماء ما يغسل به اعضاء وضوئه مرة واحدة
ہو جاویگا اور ایسی ہی اگر اتنا کپڑا میسر نہو کہ عورت ڈہک سکی اور اتنا پانی نہ ملی کہ اعضاء وضو کی ایک ایک بار دہو لی

او عجز عن استعمال الماء في بعض اعضائه في الوضوء والغسل او عن اتيان بعض اركان الصلوة او بعض شروطها
یا وضو میں یا غسل میں بعض اعضاء پر پانی نہ لگا سکی یا کوئی رکن یا کوئی شرط نماز کی ادا نہ کر سکی

فباتيان الممكن يحصل الامتثال وقوله عليه السلام فانما اهلك الذين من قبلكم كثرة مسائلهم [illegible]
تو پہر جتنا ادا کر سکتا ہی وہی پورا امتثال ہی اور یہہ ارشاد نبوی علیہ السلام کا کہ تمسی پہلون کو کثرت کی بوجہا پاچہہ نی ہلاک کر دیا مسلم میں

في كتاب مسلم عن ابي هريرة فانه قال خطبنا رسول الله عليه السلام فقال "يا ايها الناس قد فرض الله عليكم الحج
ابو ہریرہ رضی سی روایت ہی وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی ہمکو خطبہ سنایا فرمایا ای لوگو بیشک اللہ نی تم پر حج فرض کر دیا ہی

فحجوا فقال رجل اكل عام فسكت النبي عليه السلام حتى قالها ثلاثا فقال النبي عليه السلام لو قلت نعم لوجبت ثم
اسکو حج کیا کرو ایک شخص نی عرض کیا کیا ہر سال پہر نبی علیہ السلام چپ ہو رہی یہان تک کہ تین دفعہ کہی پہر نبی علیہ السلام نی فرمایا اگر میں یہہ کہدیتا کہ ہان

قال النبي عليه السلام ذروني ما تركتكم فانما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على انبيائهم فاذا امرتكم
نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھکو اسی پر رہنے دو جیسے میں تمکو چھوڑ رکھا ہوں جو تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے ہیں بہت پوچھا پاچھی کا اور اپنے انبیاء کی خلاف کرنے سے جب میں تمکو
بشيء فاتوا منه ما استطعتم واذا نهيتكم عن شيء فدعوه فانه عليه السلام كانه قال اتركوني في حد تركي
سو جب میں تمکو کوئی بات کہا کرو تو اوسکو جتنا تمسی ہو سکی کیا کرو اور جب منع کیا کرو کسی بات سے تو وہ چھوڑ دیا کرو اب نبی علیہ السلام نے گویا یہ فرمایا یوں ہی رہنی دیا کرو
اياكم من الامر بالشيء او النهي عنه ولا تلحوا علي في السؤال ولا تبالغوا في الاستقصاء والا يشدد عليكم كما شدد على
جتنک میں تمکو کسی بات کی امر میں یا ممانعت میں چھوڑے رکھوں اور خواہ مخواہ مجھسی سوال مت کیا کرو اور سر پیدا کرنے میں حد سی بڑہا کرو اور نہیں تو تمپر ایسا تشدد ہوگا
بني اسرائيل حين وقع فيهم قتيل ولم يدروا من قتل وسألوا موسى النبي عليه السلام ان يبينه لهم فقال لهم موسى النبي
جیسی بنی اسرائیل پر تشدد ہوا تہا جب اونمیں ایک مردہ ملا اور اوسکا قاتل نہ معلوم ہوا پھر اونہوں نے نبی علیہ السلام سی پوچہا کہ ہمکو قاتل بتادو سو موسی علیہ السلام
ان الله يأمركم ان تذبحوا بقرة وتضربوه ببعضها فيحيى ويخبر بقاتله فلما سمعوا منه هذا القول تعجبوا من امره
اونسی کہا کہ اللہ تعالی تمکو فرماتا ہی کہ ایک گائی ذبح کرو اور اوسکا ایک ٹکڑا مردی سی لگا دو وہ زندہ ہوکر اپنا قاتل تمکو بتا دیگا جب اونہوں نی حضرت موسی سی یہ بات سنی
ميتة يضرب ببعضها ميت فيحيى ويخبر بقاتله فشرعوا في السؤال عن حالها صفتها وسنها ولونها حتى امروا ان يذبحوا بقرة على صفة
کہ مردہ گائی کا گوشت مردہ سی لگائیں تو مردہ زندہ ہوکر اپنا قاتل کا نام تمکو بتاوےگا بس اب اونہوں نے گائی کا حال اور قسم اور عمر اور رنگ پوچہنا شروع کیا آخر کو ایسی گائی ذبح کرنیکا
لم توجد تلك الصفة الا في بقرة واحدة ولم يبعها صاحبها الا بملء جلدها ذهبا فاشتروها بذلك وذبحوها وضربوا
حکم ہوا کہ جیسی ایک ہی گائی تہی اور اوسکی مالک نی بیچی تو اوسکا چمڑا سونی سی بہر والیا پہر اوسی قیمت کو مول لیکر ذبح کی اور گوشت کا کچھ مردہ سی لگایا
المقتول ببعضها فحيي وسمى لهم قاتله فانهم في ابتداء الامر لو ذبحوا بقرة اية بقرة كانت لكانوا ممتثلين لامر الله تعالى
پہر وہ زندہ ہوا اور قاتل کا نام بتایا اگر وہ پہلی حکم ہوتے ہی کوئی سی گائی ذبح کردیتے تو فرمان الٰہی ادا ہو جاتا پر وہ اپنی اوپر سختی لینی کو
لكنهم شددوا على انفسهم بالاستقصاء في السؤال فشدد الله تعالى عليهم وقد اشار النبي عليه السلام الى ذلك
سوال کرنی گئی اللہ تعالی نی اونپر شدت کی اور بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی ادہر ہی اشارہ کیا ہی
بقوله فانما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على انبيائهم وانما كان كثرة السؤال والاختلاف على الانبياء
کہ جو تمسی پہلی گذری ہیں بہت سوال کرنیسی اور انبیاء علیہم السلام کا خلاف کرنی سی ہلاک ہوئی اور کثرت سوال اور انبیاء کا خلاف کرکر
سببا للهلاك لان الله تعالى انما بعثهم ليعلموا الناس ما يحتاجون اليه في دينهم ويبينوا ما فيه مصالح دنياهم واخراهم
اسلئی ہلاک ہوگئی کہ اللہ تعالی نی انبیاء کو اسی لئی بہیجا ہی کہ لوگوں کو حاجت کی باتیں دین کی سکہاویں اور جس امر میں اونکی دنیا اور دین کا بہلا ہو جتلا دیں
وجعل كلا منهم امينا على مصالح امته ولا يجوز لهم ان يسكتوا عند الحاجة او يتكلموا على خلاف المصلحة فكثرة السؤال
اور اللہ تعالی نی ہر ایک نبی کو امت کی کاربار کا امین پیدا کیا ہی اور اونکو جائز نہیں ہی کہ حاجت کی وقت چپ رہیں یا برخلاف مصلحت کچھ کہہ اوٹھیں
على من كان شانه هذا والاختلاف عليه امارة عدم الثقة بقوله وعلامة سوء الظن به ولا شك ان سوء الظن
اور ایسی لوگوں سی بار بار سوال کرنا اور اونسی خلاف کرنا نشانی بی اعتمادی کی اونکی کہنی پر اور علامت بدگمانی کی ہی اور بلاشک نبی پر بدگمانی
بالنبي يوجب الهلاك وقد قال المشائخ من قال لاستاذه لم فهو لا يفلح ابدا فما ظنك بمن لا يتادب بين يدي الرسول
ہلاک کردیتی ہی اور مشائخ کا قول ہی جو کوئی استاد کی سامنی کبھی کیوں کہی اوسکا کبھی بہلا نہیں ہوتا پہر تیرا کیا خیال ہی اوسکی حق میں جو رسول علیہ السلام کی
ويتجاوز مقام التسليم والقبول ثم انه عليه السلام اشار بذكر كثرة السؤال الى ان بعض السؤال لا يضر وهو ما كان
ادب نکری اور تسلیم اور قبولیت کی مقام سی بڑہ جاوی پہر نبی علیہ السلام نی کثرت سوال کی ذکر کرنی میں اشارہ فرمایا ہی کہ بعضا سوال نقصان نہیں کرتا یعنی
بقدر الحاجة واما السؤال عما لا يعنيهم ولا يليق بهم فهو تضييع للعمر ودليل على التردد وقد يكون سببا للوقوع في
... نشانی ہی اور بعضی وقت ...

الزيغ والبدع لسوء الفهم وضعف البصيرة ومن اجل ذلك ضل من كان قبلهم من الامم السالفة واستوجبوا اللعن
بسبب ناسمجھی اور ضعف بصیرت کی کجی اور بدعتوں میں جا پھنستا ہی اور اسی سبب سے تھی پہلی امتیں گمراہ ہوکر ملعون ہوگئیں اور اونکی
والمسخ وغير ذلك من البلايا والمحن وقوله عليه السلام واختلافهم معطوف على الكثرة لا على السوال لان الاختلاف
صورتیں بدل گئیں اور سوا اسکی اور بہت بلائیں اور محنتیں بھگتیں اور حدیث کا لفظ واختلافهم کثرت پر معطوف ہے سوال پر معطوف نہیں اسلئے کہ انبیاء
على الانبياء غير جائز قليلا كان او كثيرا لانه تعالى لم يجعل احدا منهم مستعدا لنبوته وامينا لوحيه الا وقد تكفل
کی مخالفت اصلا جائز نہیں نہ تھوڑی نہ بہت اسلئے کہ اللہ تعالی نی اونکو لائق نبوت کی اور امین اپنی وحی کا تب کیا ہی کہ آپ اونکی صواب اندیشی کا ذمہ دار
له بالاصابة وايده بالهداية الى الاصلح والارشد فعلى كل واحد من امته ان يلقي سمعه اليه ويشهد بقلبه بين
ہولیا ہی اور امور اصلح اور ارشد میں ہدایت کی تائید کی ہی اب امت کی ہر ہر شخص کو لازم ہی کہ اونکی بات کان لگاکر سنی اور دلسی اونکی سامنی گواہی دی
يديه ويغتنم كلامه اذا تكلم وسكوته اذا سكت ويسد عنده باب الاختلاف ولا يفتح عليه باب الاعتراض بل يتبعه
اور اونکی کلام کو جب کچھہ فرماوین اور اونکی خاموشی کو جب چپ رہین غنیمت سمجھی اور دروازہ اختلاف کا تیغہ کری اور اعتراض کا باب کبھی نہ کھولی بلکہ اطاعت کری
اذ في معنى نبينا محمد عليه السلام غيره من الانبياء وقد قال الله تعالى في حقه واتبعوه لعلكم تهتدون وعلم من دين
کیونکہ اور سب انبیاء اطاعت میں بمنزلہ ہماری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں اور بیشک اللہ تعالی نی اونکی حق میں فرمایا ہی اور اونکی تابع رہو شاید تم راہ پاؤ اور
الصحابة ضرورة انهم كانوا يتبعونه في جميع افعاله واقواله من غير توقف ولا تردد اصلا الا ما قام فيه دليل على
صحابہ کی معاملات دینی سی یقینی معلوم ہی کہ صحابہ تمام افعال اور اقوال میں اونکی اطاعت کرتی تھی اصلا توقف اور تردد نہیں ہوتا تھا ہاں اگر کوئی دلیل
اختصاصه به فانهم قد خلعوا نعالهم حين خلع نعله ونزعوا خواتيمهم حين نزع خاتمه وكانوا يبحثون بحثا عظيما
کسی کام کی کہ ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سی خاص ہی پیدا ہو جاتی بیشک صحابہ جوتیاں نکالتی جب نبی آپ نکالتی اور انگشتریاں نکالڈالتی جب نبی انگوٹھی نکالتی
عن هيئة جلوسه ونومه وكيفية اكله وشربه وغير ذلك ليقتدوا به وانهم حين ارادوا التبتل والانقطاع
اور آپ کی طرز نشست اور خواب اور طریقہ کھانی اور پینی وغیرہ کی بہت بحث اور پوچھا پاچھ رکھتی تھی تاکہ اونکی پیروی کریں اور جب صحابہ نی ارادہ کیا
للعبادة ليلا ونهارا قال لهم اما انا فاكل واشرب وانام واتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني فانظر كيف
رات دن صرف عبادت ہی کی ہو رہیں تو آپ نی فرمایا میں کھاتا ہوں پیتا ہوں اور سوتا ہوں اور عورتوں سی نکاح بھی کرتا ہوں جو میری سنت سی پھر جاوی وہ میرا نہیں تو دیکھ
ردهم بفعله عما قصدوه مع ان التبتل للتامل يرى انه من اكبر الطاعات وافضل العبادات ولذلك قال ابو بكر الصديق
اب دیکھہ تو نبی صلعم نی صحابہ کو اونکی ارادہ سی اپنا کام بتلاکر کیسا ہٹا دیا ہی باوجودیکہ اول سی یہی ظاہر میں معلوم ہوتا ہی کہ بڑی ہی طاعت اور افضل عبادت ہی اور اسی لئی ابوبکر
ديننا مبني على المنقول لا على مناسبات العقول وقال الامام الغزالي في اصول الدين اياك ان تتصرف بعقلك
صدیق کہتی ہیں ہماری دین کی بنیاد منقول پر ہی مناسبات عقلی پر نہیں ہی اور امام غزالی اصول الدین میں کہتی ہیں بچارہ عقلی تصرفات سی کہ
وتقول ما كان خيرا ونافعا فهو كلما كان اكثر كان انفع فان عقلك لا يهتدي الى اسرار الامور الالهية وانما
تو یہ نہ کہنی لگی جو بات بہتر اور مفید ہی تو جتنی زیادہ ہوگی مفید تر ہوگی کیونکہ امور الہی کی اسرار کو تیری عقل کہاں پا سکتی ہی اون اسرار کو
يتلقفها قوة النبي عليه السلام فعليك بالاتباع فان خواص الامور لا تدرك بالقياس او ما ترى كيف نوديت الى
قوت نبوی ہی اوٹھا سکتی ہی سو تجھکو صرف اتباع ہی لازم ہی کیونکہ بعضی خاص امور قیاس سی معلوم نہیں ہوا کرتی کیا تو نہیں جانتا کیونکر تجھکو واسطی نماز کی بلایا
الصلوة ونهيت عنها جميع النهار وامرت بتركها بعد الصبح وبعد العصر وعند الطلوع والغروب والزوال وذلك ينتهي الى
اور دنمیں سبی ہر وقت پڑھنی کی ممانعت کی اور بعد صبح کی اور بعد عصر کی اور عین طلوع اور غروب اور زوال پر حکم ترک نماز کا ہوا اور یہ تمام زمانہ
قدر ثلث النهار وكيف اثر الفساد ظاهر في قياسك هذا فانه كقولك الدواء نافع للمريض فكلما كان كان انفع ومن المعلوم
بقدر تہائی دن کی ہوتا ہی کیونکہ تیری اس قیاس میں تو فساد ظاہر معلوم ہوتا ہی یہ قیاس تو ایسا ہی جیسی دوا بیمار کو سودمند ہوتی ہی پھر جتنی زیادہ ہوگی دینا کا

لكثرة الدواء ربما يقتل وقال في الاحياء اعلم ان الطبيب الحاذق كما يطلع في المعالجات على اسرار يستبعدها
کہ دوا کی کثرت بعضی وقت مار ڈالتی ہی اور احیاء میں کہا ہی سمجھ تو طبیب حاذق جیسے معالجات میں ایسی ایسی اسرار جانتا ہی کہ ناواقف لوگ حیران ہوتے ہیں
من لا يعرفها فكذلك الانبياء اطباء القلوب والعلماء باسباب الحيوة الاخروية فلا تحكم على سنتهم بمعقولك
ایسے ہی انبیاء دلوں کے طبیب ہیں اور اخروی زندگی کی اسباب سے واقف ہیں سو تو انکی وضع پر عقلی تحکم مت لگا.
فتهلك فكم من شخص يصيبه عارض في اصبعه فيقتضي عقله ان يطليه حتى ينبهه طبيب حاذق ان علاجه
تو ہلاک ہو رہیگا بہت شخص ہوتی ہیں کہ انکی انگلی دکہنی لگتی ہی اوسکی عقل میں آتا ہی کہ اسپر لیپ کرنا چاہیے یہان تک کہ طبیب حاذق تجویز کرتا ہی کہ اسکا علاج
ان يطلى الكتف من الجانب الآخر من البدن فيستبعد ذلك من حيث انه لا يعلم كيفية انشعاب الاعصاب فكذا
بدن کی دوسری طرف کی مونڈھے پر لیپ کرنا چاہیے پہر اسمیں وہ حیران ہوتا ہی اسلیے کہ پٹھون کی راہ اور کیفیت سی واقف نہیں ہی ایسا ہی
الامر في طريق الآخرة ودقائق سننهم ليس في وسع العقل الاحاطة بها كما ان في خواص الاحجار امورا غاب عنا
حال آخرت کی راہ کا ہی اسکی دقیقے عقل کی احاطہ میں نہیں سما سکتی جیسی پتھرون میں بعضی ایسی خواص ہین کہ ہم نہیں جانتی
علمها حتى لا نعرف السبب الذي به يجذب المقناطيس الحديد والعجائب في العقائد والاعمال اكثر مما في الادوية
یہانتک کہ ہمکو اسکا سبب معلوم نہین کہ مقناطیس لوہے کو کیون کہینچ لیتا ہی اور عقاید اور اعمال کی عجایب تو دوا دارو سی بہت زیادہ ہین
فكما ان العقول تقصر عن ادراك منافع الادوية مع ان التجربة سبيل اليها فكذلك العقول تقصر عن ادراك
جیسی عقلیں دارو کی تاثیرات سی واقف نہیں ہین باوجودیکہ تجربہ کو بہی ادہر راہ ہی ایسی ہی عقلین حیات اخروی کی معیدینی کی سمجہ سی قاصر ہین
ما ينفع في الحيوة الآخرة مع ان التجربة غير متطرقة اليها وانما يكون ذلك لو رجع الينا بعض الاموات فاخبرونا
باوجودیکہ تجربہ کو بہی ادہر کوئی راہ نہین یہہ حال جب معلوم ہوتا اگر کوئی مردہ ہماری پاس چلا آتا پہر ہمکو بتا دیتا
عن الاعمال المقربة الى الله تعالى والمبعدة عنه وكذا العقائد وذلك مما لا مطمع فيه فيكفيك من منفعة العقل
کونسی اعمال اللہ تعالی سی نزدیک کر دیتی ہین اور کونسی دور ڈالدیتی ہین اور ایسی ہی عقاید اور اسکی تو کوئی امید نہین ہی اب عقل کا اتنا فائدہ ہی بہت ہی
ان يهديك الى صدق النبي عليه السلام ويفهمك موارد اشاراته ثم اعزله عن التصرف ولازم الاتباع فانك
کہ تجہکو واسطی تصدیق نبی علیہ السلام کی ہدایت کرتی ہی اور موارد اشارات سمجہا دیتی ہی پہر عقل کو تصرف سی بیکار رکہہ کر اتباع لازم کر لی تیری
لا تسلم الا به قال بعض العلماء العقل يوصلك الى صدق النبي عليه السلام ثم تتركه وتقتدي بالنبي عليه السلام
سلامتی اسیہی میں ہی بعضی علماء کہتی ہین عقل تجہکو نبی علیہ السلام کی تصدیق تک پہنچا دیتی ہی پہر تو اوسکو چہوڑ اور افعال اور ترک افعال مین نبی کی
في افعاله وتركه كالفرس في سفرك الظاهر فانه يوصلك الى البحر ثم تتركه وتركب في السفينة وتقتدي بالملاح في
پیروی کر جیسی گہوڑا ظاہری سفر مین دریا تک پہنچا دیتا ہی پہر تو اوسکو چہوڑ کر کشتی مین سوار ہو جا اور اوسکی چلانی اور ٹہرانی مین ملاح کی پیروی کر
جريها ومرسيها وقال الشيخ الكلاباذي ان الله تعالى لم يبن امور الدين على عقول العباد ولم يعد ولم يوعد
اور شیخ کلاباذی کہتا ہی کہ اللہ تعالی نی امور دین کی بنیاد بندون کی عقلون پر نہین رکہی ہی اور نہ وعدہ کیا ہی اور نہ وعید
على ما يحتمله عقولهم ويدركونه بافهامهم او يقيسونه بآرائهم بل وعد واوعد بمشيته وارادته وامر ونهى
موافق عقلی احتمالات کی کہ اوسکو وہ اپنی فہم اور رائی سی سمجہ لین اور جانچ لین بلکہ وعدہ اور وعید اپنی مشیت اور ارادہ کی موافق اور امر اور نہی
بحكمته وعلمه ولو كان كل ما لا يدركه العقول مردودا لكان اكثر الشرائع مستحيلا على موضوع عقول العباد و
اپنی حکمت اور علم کی مطابق کیا ہی اور اگر جو امر کہ عقل سی دریافت نہیں ہو سکتا ہو مردود ہوتا تو اکثر احکام شرعی موافق موضوع عقول عباد کی محال ہو جاتی اور
ذلك ان الله تعالى اوجب الغسل بخروج المني الذي طاهر عند بعض الصحابة وكثير من فقهاء الامة واوجب غسل
وہ یہہ امور ہین کہ اللہ تعالی نی منی نکلنی سی جو کہ نزدیک بعضی صحابہ کی اور اکثر فقہاء امت کی پاک ہی نہانا واجب کیا ہی

الاطراف من خروج الغائط الذي لا اختلاف بين الامة وسائر من يقوم به العقل من غيرها على نجاسته و
اور پاخانہ کی نکلنے سے صرف ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء وضو کا دھونا واجب کیا جسکی نجاست اور پلیدی اور بدبو میں کسیکو امت میں سے
قذارته ونتنه واوجب بريح تخرج من موضع الحدث ما اوجبه بخروج الغائط الكثير الفاحش فباي عقل
اور تمام عقلاء و دیانت داروں کو اختلاف نہیں ہی اور موضع حدث سے ہوا کی نکلنے پر بھی وہی واجب کیا جو پاخانہ کی نکلنے پر جو بہت ہی فاحش ہی پس کس عقل
تستقيم هذا وباي راي يجب مساواة ريح ليس لها عين قائمة لما يقوم عينه ويزيد على الريح نتنا وقذارة
سے یہ درست ہو سکتا ہی اور کونسی رائے میں ہوا جسکی کچھ جسمیت قائم نہیں ہی برابر ہو سکتی ہی اوسکی ساتھ جو جسم ہی اور ہوا پر بدبو اور نجاست کو زیادہ رکھتی
واوجب قطع يمين مؤمن بسرقة عشرة دراهم وعند البعض بثلاثة دراهم او دون ذلك ثم يسوى بين هذا القدر
اور دس درہم چوری پر اور بعضوں کی نزدیک تین درہم کی چوری کی اوس سے کم پر مؤمن کا داہنا ہاتھ کاٹنا واجب کیا ہی پھر اتنی مقدار مال سے بڑھ کر
من المال وبين مائة الف دينار ويكون القطع فيهما سواء واعطى الام من ولدها الثلث ثم ان كان للمتوفى اخوة
لاکھ اشرفی تک وہ بھی داہنا ہاتھ کاٹنا برابر ہی اور ماں کو بیٹا بیٹی کی ترکہ میں سے تہائی دلایا ہی پھر اگر میت کی اوپر دو بھائی بہن ہوں
جعل لها السدس من غير ان يرث الاخوة من ذلك الميت شيئا فباي عقل يدرك هذا الا تسليما وانقيادا ليسرنا
تو ماں کی لئی چھٹا حصہ ہی حالانکہ وہ بھائی بہن بھی میت کی کچھ وارث نہیں ہوتی اب یہ کونسی عقل میں آسکتا ہی بجز تسلیم اور اطاعت کی اللہ ہمکو
الله تعالى بلطفه وكرمه تسليما وانقيادا
اپنی لطف سے ہمکو تسلیم اور اطاعت آسان کر دے

المجلس التسعون في بيان سبق رحمة الله وغلبتها على غضبه و

نوی مجلس رحمت الٰہی کی سبقت میں اور اوسکی غلبہ میں غضب پر اور اوسکی حقیقت میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما قضى الله الخلق كتب كتابا فهو عنده فوق عرشه ان رحمتي سبقت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالی خلقت کو پیدا کر چکا تو ایک حکم لکھا سو وہ عرش کی اوپر اوسکی پاس ہی بیشک میری رحمت میری غضب سے
غضبي وفي رواية ان رحمتي غلبت غضبي هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة ومعناه ان الله تعالى
سابق ہی اور ایک روایت میں ہی بیشک میری رحمت میری غضب پر غالب ہی یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سے اسکی معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالی نے
لما خلق الخلق حكم حكما جازما ووعد وعدا لازما ان رحمته سبقت وغلبت غضبه فالرحمة عبارة عن
جب خلقت کو پیدا کر چکا تو حکم یقینی اور وعدہ ضروری دیا کہ اوسکی رحمت غضب پر سابق اور غالب ہی سو رحمت کیا ہی ارادہ ثواب دینے کا
ارادة الاثابة للمطيع والغضب عبارة عن ارادة الانتقام من العاصي فعلى هذا كان كل واحد منهما صفة من
مطیع کو اور غضب ارادہ بدلا لینے کا گنہگار سے اس بیان کی موافق رحمت اور غضب دونو
صفات الله تعالى راجعة الى الارادة ومن المعلوم قطعا ان صفاته تعالى كلها قديمة لا يوصف بعضها بكونه
اللہ تعالی کی صفات ہیں انجام انکا ارادہ ہی اور یقینی معلوم ہی کہ تمام صفات الٰہی قدیم ہیں کوئی کسی پر نہ سابق ہو سکتی ہی
سابقا او غالبا على الآخر فلزم ان يقال المقصود من هذا الكلام بيان سعة رحمة الله تعالى وشمولها على الخلق
اور نہ غالب اسلئے قائل ہونا پڑا کہ اس سے مقصود بیان کرنا وسعت رحمت الٰہی کا ہی اور اسکا عموم اور شمول خلق پر
لانها تتعلق بالمطيع والعاصي والصغير والكبير واما الغضب فلا يتعلق الا بالعاصي ثم ان قسط الخلق من الرحمة اكثر
کیونکہ رحمت مطیع اور گنہگار اور صغیر اور کبیر سب پر ہوتی ہی اور رہا غضب سو فقط عاصی ہی پر ہوتا ہی پھر بیشک رحمت میں سے حصہ خلقت کا زیادہ ہی
من قسطهم من الغضب لانهم ينالون الرحمة من غير استحقاق ولا ينالون الغضب الا باستحقاق فصارت الرحمة
بہ نسبت حصہ غضب کی کیونکہ وہ لوگ بدون استحقاق کی بھی رحمت پاتی ہیں اور غضب میں بدون استحقاق کی گرفتار نہیں ہوتی اب گویا رحمت
كانها السابقة الغالبة بالنسبة الى الغضب ثم ان الرحمة تقتضي دفع المضار عن الغير وايصال المنافع اليه وان
غضب سے سابق اور غالب ہی پھر بیشک رحمت غیر سے مضرت دور کرنیکا اور فائدہ پہنچانیکا تقاضا کرتی ہی اگرچہ

كرهها نفسه وشقّت عليها وهذه هي الرحمة الحقيقية ألا ترى أن الأب كان من رحمته بولده أن يمنعه عن شهواته

اوسکا نفس پسند نکرے اور اوسپر دشوار ہو تو مرتبہ حقیقی رحمت کا یہی ہی کیا تو نہیں جانتا کہ باپ کی رحمت بیٹے کی حق میں یہہ ہی کہ اوسکو شہوات سے بند کرے

ويكرهه على العلم والأدب بالضرب وغيره وحتى أهمل ذلك من ولده كان ذلك من عدم رحمته به وإن ظن أنه من

اور علم وادب پر مار کر سکہاوے اور یہہ خرابیاں اگر بیٹے میں سستی موقوف رکہی گا تو باپ کی بے رحمی ہے اگرچہ بیٹا یہہ سمجھا

رحمته به فإن هذه الرحمة مقرونة بالجهل كرحمة الأم ولذلك كان من رحمة الله تعالى بعباده أن يبتليهم

کہ یہہ بھی رحمت ہے کیونکہ یہہ رحمت جہالت کی راہ سے ہے جیسے ماں کی رحمت ہوتی ہی رحمت الٰہی بندوں پر یہہ ہے کہ اونکو امر ونواہی میں

بالأوامر والنواهي لا لحاجة منه إليهم بما أمرهم به ولا بخل منه عليهم بما نهاهم عنه بل ليهتدوا إلى صراط مستقيم

آزماتا ہی مامورات میں اوسکی اللہ تعالی کی کوئی غرض نہیں ہے اور نہ ممنوعات میں اونسے کچھ بخل ہے بلکہ اسلئے کہ سیدہی راہ چلیں

ويدخلوا في النعيم المقيم ومن رحمته أيضا أنه نغّص عليهم الدنيا وكدّرها وسلّط عليهم البلاء فيها لحميتهم عنها لئلا

اور دائمی عیش میں داخل ہوں اور یہہ بھی اوسکی رحمت ہی کہ دنیا کو ان پر مکدر کیا اور بلا اونپر مسلط کر رکہی ہی کہ دنیا سے بچیں تا کہ دنیا میں

يطمئنوا إليها وبالغوا فيها وينقطعوا عن منازل الآخرة فإنه تعالى ساقهم إلى تلك المنازل بسياط الابتلاء فمنعهم

بالمیں خاطر ہو کر غایت درجہ کی محبت نکریں اور منازل آخرت سے الگ نہ ہو رہیں بیشک اللہ تعالی نے اونکو ان منازل پر ابتلا کی تازیانوں سے روانہ کیا ہی سو اونکو

ليعطيهم وابتلاهم ليعافيهم وأماتهم ليحييهم فإن العبد متى ابتلي يضعف سورة نفسه ويذهب صفات بشريته

بند کیا تا کہ عطا کرے اور مبتلا کیا تا کہ درگذر کرے اور موت دی تا کہ پہر زندہ کرے کیونکہ بندہ جب مبتلا ہو جاتا ہی تو اوسکی نفس کی تیزی کہٹ جاتی ہی اور صفات بشری جاتی رہتی ہی

وينقطع عنه مواد الهوى ولذة الدنيا ويتوجه عند كل سراء وضراء إلى مولاه ويألف الإقبال عليه ويستوطن

اور مادہ ہوا وہوس اور دنیا کی لذت منقطع ہو جاتی ہی اور ہر حال خوشی اور رنج میں اپنی مولی کیطرف متوجہ رہتا ہی اور اوسکی طرف توجہ سے الفت پکڑ کر اوسکی سامنے

بالصبر والرضى بين يديه إلى أن يرفعه إلى درجة الأولياء والأحباب لأن البلاء يسبك العبد فكأنه تعالى يسبك

صبر اور رضا کو وطن کر لیتا ہی یہاں تک کہ اوسکو اولیا اور احباب کی درجہ پر سربلند کر دیتا ہی کیونکہ مصیبت بندہ کو سانچہ میں لوٹاتی ہی

عبده المؤمن بنار المحنة والبلاء ليصفيه من كدورات أخلاق البشرية ليصلح لولايته ومحبته وهذا هو السعادة

گویا اللہ تعالی اپنی مومن بندہ کو بلا اور محنت کی آگ سے ڈالتا ہی تا کہ اخلاق بشری کی میل سے صاف ہو کر قابل ولایت اور محبت کی ہو جاوے اور سعادت عظمی

العظمى والكرامة الكبرى لكن وقع الجهل من بني آدم وطلبوا السعادة والكرامة بالدين الفاسد والدنيا الفانية وهما

اور کرامت کبری یہہ ہی ہی لیکن بنی آدم سے بڑی جہالت ہوئی کہ اونہوں نے سعادت اور کرامت دین فاسد اور دنیا فانی کی وسیلہ سے طلب کی اور یہہ دونوں

في الحقيقة ضد المطلوب ففاتهم مطلوبهم من حيث قصدوه ووقعوا في الألم من حيث اجتنبوه وذلك لأن الأعمال التي

حقیقت میں مطلوب کی ضد ہیں سو اونکا مطلوب جس راہ سے طلب کیا تہا فوت ہو گیا اور بچتی ہوئی الم میں پڑی اور یہہ اسواسطی کہ لوگ جو اعمال

يعملها الناس إما أن يتخذوها دينا أو لا وما يتخذوها دينا إما أن يكون دينا حقا أو لا والنعيم المقيم لا يكون إلا في الدين

کرتی ہیں یا تو اوسکو دین سمجھتی ہیں یا نہیں سمجھتی اور جسکو دین سمجھتی ہیں یا وہ دین حق ہوتا ہی یا دین حق نہیں ہوتا سو عیش دائمی تو صرف دین حق ہی میں ہوتی ہی

الحق فأهله هم أصحاب النعيم المقيم كما أخبر الله تعالى به في كتابه في مواضع عديدة من جملتها قوله تعالى في حق المتقين

اور اہل دین حق کی وہی اصحاب عیش دائمی کی ہیں چنانچہ اللہ تعالی اپنی کتاب میں کئی جگہ اسکی خبر دیتا ہی انہیں سے ایک یہہ آیت ہی پرہیزگار ہدایت والوں کی حق میں

المهتدين أولئك على هدى من ربهم وأولئك هم المفلحون وقوله تعالى فمن اتبع هداي فلا يضل ولا يشقى وقوله تعالى

اونہوں نے پائی ہی راہ اپنی رب کی اور وہی ہیں مراد کو پہنچی اور یہہ آیت پہر جو چلا میری بتائی راہ سو نہ وہ بہکیگا نہ تکلیف میں پڑیگا اور یہہ آیت

فمن تبع هداي فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون وقوله تعالى إن الأبرار لفي نعيم وإن الفجار لفي جحيم والقرآن مملوء بذلك

تو جو کوئی چلا میری بتائی پر نہ ڈر ہوگا اونکو اور نہ اونکو غم اور یہہ آیت بیشک نیک لوگ ہیں آرام میں اور بیشک گنہگار دوزخ میں ہیں اور قرآن اس وعدہ

النعيم المقيم لاهل الهداية والعمل الصالح في الآخرة وبوخشب الجحيم لاهل الضلالة والعمل السيئ فيها وذلك مما
اور وعدہ سی پر ہی کہ آخرت میں ہدایت اور نیک کاموں والون کی لئی عیش دائمی ہی اور گمراہوں اور بد کاروں کی واسطی دوزخ ہی اور اسی مضمون پہ
اتفق عليه الرسل من اولهم الى آخرهم واما المصائب التي تصيبهم في الدنيا فان لم يكن لهم ذنب تكون تلك
تمام رسل اول سی آخر تک متفق ہیں اور یہی وہ مصیبتیں جو دنیا میں پڑجاتی ہیں اگر ان لوگون خطا کی ہین تو اون مصائب سی عقبی
المصائب لرفع الدرجات في العقبى على ما جاء في الحديث ان الرجل لتكون له عند الله منزلة فما يبلغها بعمله
میں رفع درجات ہو دیگا چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ بعضی شخص کا اللہ کی نزدیک مرتبہ ہوتا ہی اور وہ بذریعہ عمل کی حاصل نہیں کرسکتا
فما يزال الله تعالى يبتليه بما يكره حتى يبلغه اياها والاحاديث في هذا المعنى كثيرة وان كان لهم ذنب تكون
پہر اللہ تعالی ہمیشہ اوسکو مکروہات میں مبتلا رکہتا ہی آخر وہ درجہ لیلیتا ہی اور اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں اور اگر وہ لوگ خطاوار ہیں تو وہ
تلك المصائب بسبب ذنوبهم كما قال الله تعالى وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم فتكون تلك
مصیبتیں اونکی گناہوں کا وبال ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور جو پہنچی تمپر کوئی سختی سو بدلا اوسکا جو کمایا تمہاری ہاتہوں نی پہر وہ مصیبتیں
المصائب كفارة لذنوبهم على ما روى عن ام المؤمنين عائشة انه عليه السلام قال اذا كثر ذنوب العبد
اونکی گناہ صاف کردیتی ہیں موافق روایت ام المؤمنین عائشہ کی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب آدمی کی گناہ بڑہ جاتی ہیں
ولم يكن له ما يكفرها ابتلاه الله تعالى بالحزن ليكفرها وفي حديث آخر رواه ابو هريرة انه عليه السلام قال
اور کفارہ ہوتا نہیں تو اللہ تعالی غم میں مبتلا کردیتا ہی تاکہ گناہوں کو صاف کردی اور ایک اور حدیث میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا
لا يزال البلاء بالمؤمن والمؤمنة في نفسه وماله وولده حتى يلقى الله تعالى وما عليها من خطيئة الا ان بعض
ہمیشہ مومن مرد اور مومن عورت پہر بلا نازل رہتی ہی جان پر اور مال پر اور اولاد پر یہانتک کہ اللہ تعالی کی ہان صاف ہوکر چلا جاتا ہی اوسکی ذمہ کوئی گناہ
منهم مع كونه متلوثا بالآثام يظن انه قائم على الدين الحق بالتمام ويتهم ربه لجهله ولا يعلم احسانه اليه
نہیں ہوتا لیکن بعضی لوگ باوجودیکہ گناہوں میں آلودہ ہوتی ہیں پہر گمان پکاتی ہیں کہ ہم دین حق پر خوب قایم ہیں اور اپنی جہالت سی رب پر تہمت لیتی ہیں یہہ نہیں جانتی
ويقول اذا اصابه نوع من البلاء يا رب ما ذنبي حتى فعلت بي هذا ويعتقد ان السلامة والراحة في الدنيا للصالحين
کہ اوسکا کتنا احسان ہی اور جب اوسپر کسیطرح کی بلا آتی ہی تو کہتا ہی آلہی میری کیا خطا ہی جو تو نی میری ساتہہ ایسا کیا اور یون سمجہتا ہی کہ دنیا میں سلامتی اور آرام
والمحنة والمشقة فيها للطالحين ويعتمد على ذلك الاعتقاد وذلك الاعتقاد فتنة عظيمة صدت كثيرا من الخلق
صلحا کی لئی ہی اور محنت مشقت بدکارونکو ہی اور اسی پر بہروسہ کئی ہوئی ہی اور ایسا اعتقاد بڑا ہی فتنہ ہی اس فتنہ نی بہت خلقت کو دین حق پر قایم رہنی سی
عن القيام على الدين الحق واصله الجهل بحقيقة الدين الحق ومن هذا الجهل تولد الاعراض عن القيام على
بند کردیا ہی اور اصل میں یہہ جہالت ہی کہ دین حق کی حقیقت نہیں جانتا اور اس جہالت سی بہت ایسی غفلتیں پیدا ہوتی ہین جنکی مارے دین حق پہ
الدين الحق حتى فسد بذلك الاعتقاد كثير من عابد جاهل لا بصيرة له في امور الدين وناسك منتسب الى
قایم نہیں رہتا یہانتک کہ اس اعتقاد سی بہت جہال عابد بگڑ گئی جنکو امور دین میں کچہہ سمجہہ نہ تہی اور بہت پرہیزگار نام کی عالم جنکو
العلم لا معرفة له بحقائق الدين اذ من المعلوم قطعا ان العبد وان كان مؤمنا بما جاء به النبي عليه السلام
حقائق دین سی کچہہ معرفت نہ تہی اسواسطی کہ اتنی بات یقینا معلوم ہی کہ آدمی اگرچہ احکام شرعی نبی کی لائی ہوئی پہ ایمان لایا ہو
الا انه محتاج الى ما لا بد له منه من جلب النفع ودفع الضر واذا اعتقد ان القيام على الدين الحق ينافي ذلك ومن تمسك
مگر وہ اپنی ضروریات کا محتاج ہوتا ہی نفع اوٹہانا اور نقصان دفع کرنا اور جب یہہ اعتقاد کریگا کہ دین حق پہ قایم ہونا اسکی برخلاف ہی اور جسنی دین حق کا
به يتعرض بما لا يقدر عليه من البلاء ويفوته حظوظه ومنافعه العاجلة ويلزم من ذلك اعراضه عن حال
تمسک کیا تو نشانہ ایسی بلا کا ہوگا جسکی طاقت نہو اور اوسکو منفعت حالی سی کچہہ بہرہ نہوگا تو اس سی لازم آتا ہی کہ وہ مقرب لوگ گذری ہوون کی حال پہ

السابقین المقربین بل عن حال المقتصدین اصحاب الیمین بل دخوله فی زمرة الظالمین بل فی زمرة المنافقین حتی
متوجہ نہو بلکہ راست والوں کی حال تک بھی جو داہنی ہاتھ والی ہیں بلکہ لازم آتا ہی کہ ظالموں کی زمرہ میں داخل ہو بلکہ منافقوں میں یہاں تک
یسمع من بعضہم یقول اذا انبت الی اللہ تعالی وعملت عملا صالحا یضیق رزقی ویکدر معیشتی واذا رجعت الی
کہ سنا گیا ہی کہ بعضی یوں کہتی ہیں کہ جب میں اللہ کیطرف رجوع اور اعمال نیک کرتا ہوں تو میری روزی تنگ اور عیش کی لذت جاتی رہتی ہی اور اگر معصیت کر
المعصیۃ واعطیت نفسی مرادہا یتسع رزقی ویحسن معیشتی وھذا من جہلہ بدین اللہ ووعدہ ووعیدہ وما
بیٹھکر نفس کی مراد ہوا و ہوس پوری کرتا ہوں تو رزق فراخ اور معیشت درست ہو جاتی ہی اور یہہ اسلئی کہ اللہ کی دین کو اور اوسکی وعدہ اور وعید کو نہیں جانتا
معہ من الدین الحق حیث یظن انہ قائم علی الدین الحق ویفعل ما امر بہ ویترک ما نہی عنہ مع انہ کثیرا ما یترک
اور نہ اپنی دین کو جانتا ہی کیونکہ یہہ خیال کرتا ہی کہ میں دین حق پر قایم ہوں اور مامور بہ پر عمل اور منہیات کو ترک کرتا ہوں باوجودیکہ اکثر اوقات بہتیری ایسی
کثیرا من الامور الواجبۃ علیہ لعدم علمہ بہا او لا بوجوبہا فیکون من اہل التقصیر فی العلم بل کثیرا ما یترکہا بعد العلم
امور جو اوسپر واجب ہوتی ہیں بی علمی مطلق سی یا غیر واجب سمجھ کر ترک کر دیتا ہی سو علم کی باب میں صاحب تقصیر ہو جاتا ہی بلکہ اکثر امور واجبہ جان بوجھ کر
بہا وبوجوبہا اما کسلا وتہاونا او لنوع من التاویل الباطل او لظنہ انہ مشتغل بما ہو اہم منہا او لغیر ذلک
ترک کرتا ہی یا تو ماری سستی اور کاہلی کی یا کوئی جھوٹا بہانہ کرکی یا اوس وہم کی کہ ہم اوس سی بہی ضروری کام میں لگ رہی ہیں یا اور کسی وہم سی
بل کثیرا ما یتعبد اللہ تعالی بترک ما ہو واجب علیہ من الامر بالمعروف والنہی عن المنکر مع قدرتہ علیہ ویزعم
بلکہ اکثر اوقات اللہ کی عبادت کرتا ہی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو جو اوسکی ذمہ واجب ہی قدرت ہوتی سواتی ترک کر دیتا ہی اور کہتا یوں ہی
انہ متقرب الی اللہ تعالی بترک ما لا یعنیہ ویظن انہ قائم علی الدین الحق ولا یعلم انہ من امقت الخلق الی
کہ ہم بیہودہ امور کو ترک کرکر قربت الہی پیدا کرتی ہیں اور خیال یہہ کرتا ہی کہ دین حق پر قایم ہوں اور یہہ خبر ہی نہیں کہ خدا تعالی کا سب سی زیادہ مردود
اللہ تعالی وابغضہم لہ بل کثیرا ما یتعبد اللہ تعالی بما حرمہ اللہ تعالی علیہ ویعتقد انہ طاعۃ وعبادۃ وحال
اور سب سی زیادہ مبغوض ہی بلکہ اکثر اوقات حرام کو عمل میں لاکر عبادت کرتا ہی اس اعتقاد پر کہ یہہ طاعت اور عبادت ہی اب اسکا حال
فی ذلک شر من حال من یفعل ذلک ویعتقد انہ معصیۃ وذنب کاصحاب التغنی الذین یتقربون الی اللہ تعالی
اوس شخص سی بدتر ہی جو حرام کو گناہ اور معصیت سمجھ کر کرتا ہی جیسی کی پیرزادہ مزامیر سنکر خدا کی قربت چاہتی ہیں
ویظنون انہم اولیاء اللہ تعالی واحباؤہ وکثیر من الناس اذا غلب علیہ عدوہ وہو عند نفسہ من الصالحین
اور گمان کر رہی ہیں کہ ہم خدا کی دوست اور محبوب ہیں اور اکثر لوگ جب اونپر دشمن غالب ہو جاتا ہی اور وہ اپنی گمان میں صالح ہیں
وعدوہ من الفاسقین وفی ظنہ انہ من کل وجہ محق ومظلوم وعدوہ باطل وظالم یقول ان اہل الحق فی
اور اونکا دشمن فاسق ہی اور اپنی گمان میں بہرحال حق پر ہیں اور مظلوم ہیں اور دشمن باطل پر ہی اور ظالم ہی تو کہتی ہیں کہ حق والی دنیا میں
الدنیا مغلوب ومقہور واہل الباطل مرفوع ومنصور مع ان الامر فی الحقیقۃ لیس کذلک بل قد یکون معہ
مغلوب اور مقہور ہی ہوتی ہیں اور اہل باطل سربلند اور فتحیاب ہوتی ہیں باوجودیکہ حقیقت میں حال یوں نہیں ہی بلکہ کبھی وہ خود ہی
نوع من الظلم والباطل ومع عدوہ نوع من الحق والعدل الا ان الانسان لکونہ مجبولا علی حب نفسہ وعلی
کچھ نہ کچھ ظلم اور باطل پر اور اوسکا دشمن ایک طرح کی حق اور عدل پر ہوتا ہی لیکن آدمی اپنی محبت اور دشمن کی عداوت پیدایشی رکھتا ہی
بغض خصمہ لا یری الا محاسن نفسہ ومساوی خصمہ بل قد یشتد حبہ لنفسہ حتی یری مساویہا محاسن
اوسکو بجز اپنی خوبیوں اور دشمن کی برائیوں کی کچھ نہیں سوجھتا بلکہ بعضی دفعہ اپنی محبت اتنی بڑھ جاتی ہی کہ اپنی برائیوں کو بھی حسنات سمجھتا ہی
ویشتد بغضہ لخصمہ حتی یری محاسنہا مساوی وھذا من جہلہ المقرون بالظلم والہوی وبعماہ بعد
اور دشمن کی عداوت اتنی ہو جاتی ہی کہ اوسکی خوبیوں کو بھی برا جانتا ہی اور یہہ جہالت اوسکی ظلم اور ہوس کی ساتھ ملی ہوئی ہی اور ... خدا ... وعدہ

الله تعالى ووعيده وما معه من الدين الحق فانه تعالى قد ضمن في كتابه نصر دينه الحق والقائمين به علما
اور وعیدکا اور اپنی دین حق کا علم نہیں ہی بیشک اللہ تعالی اپنی کتاب مین دین حق کی اور جو دین پر باعتبار علم اور عمل کی قایم ہین انکی امداد کا ضامن
وعملا ولم يضمن نصر الباطل ولو اعتقد صاحبه انه على الحق وكذا كل من العزة والرفعة انما يكون لاهل
ہو لیا ہی اور باطل کا مددگار نہین ہی اگرچہ باطل والا اپنی تئین حق پر جانا کری اور ایسی ہی تمام عزت اور رفعت واسطی دینداروں کی ہی
الدين الذي به بعث الله رسله وانزل كتبه كما قال الله تعالى ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين وقال
جسکی واسطی اللہ تعالی نی رسول بھیجی اور کتابین اوتارین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور زور اللہ کا ہی اور اوسکی رسول کا اور ایمان والوں کا اور فرمایا
الله تعالى وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين فللعبد من العزة والرفعة بحسب ما معه من الايمان وحقائقه
اللہ تعالی نی اور تم ہی غالب رہوگی اگر تم ایمان رکھتی ہو سو آدمی کی لئی عزت اور رفعت وتنی ہوتی ہی جتنا باعتبار علم اور عمل کی اوسکا ایمان
علما وعملا فاذا فاته حظ من العزة والرفعة ففي مقابلة ما فاته من حقايق الايمان علما وعملا وكذا النصر
اور ایمانی حقایق ہوتی ہین پہر اگر اوسکی عزت اور رفعت کچھہ گھٹ جاتی ہی سو تنی ہی جو اوسکی ایمان مین باعتبار علم اور عمل کی فرق آتا ہی اور ایسی ہی پوری
التام والتائيد الكامل انما يكون لاهل الايمان الكامل وقد يقع الغلط في كثير من الناس ويعتقد انه تعالى
امداد اور کامل تائید اوسہی کی ہی کہ جسکا ایمان کامل ہی اور بیشک اکثر لوگوں کو غلطی ہو جاتی ہی کہ یہہ اعتقاد کرتا ہی کہ اللہ تعالی
لا يؤيد صاحب الدين الحق ولا ينصره ولا يجعل له العافية في الدنيا بوجه من الوجوه بل يعيش فيها طول
دین حق والی کی نہ تائید کرتا ہی اور نہ نصرت اور نہ اوسکو کسیطرحکا دنیا مین آرام دیتا ہی بلکہ دنیا مین تمام عمر
عمره مظلوما مقهورا مع امتثاله بما امر به ظاهرا وباطنا وانتهائه عما نهى عنه ظاهرا وباطنا ويظن ان
مظلوم اور مغلوب رہتا ہی باوجودیکہ ماموربہ کی ظاہر و باطن مین اطاعت کرتا ہی اور منہیات سی ظاہر اور باطن مین بچتا ہی اور یہہ خیال کرتا ہی
اهل الدين الحق يكونون في الدنيا اذلاء مقهورين واذا ذكر بما وعده في القران يقول هذا في الاخرة فقط ولا يثق
کہ دین حق والی دنیا مین خوار اور مغلوب ہی ہوتی ہین اور جب اوسکی سامنی قرآن کا وعدہ بیان کرو تو کہنی لگی یہہ صرف آخرت ہی مین ہی اور اللہ کی وعدہ
بوعد الله تعالى بنصر دينه واهله في الدنيا والاخرة وهذا من سوء الفهم لانه تعالى بين في كتابه انه ينصر
پر یقین نہین کرتا کہ اپنی دین اور دینداروں کا دنیا اور آخرت دونو مین مددگار ہی اور یہہ اوسکی نافہمی ہی کیونکہ اللہ تعالی نی اپنی کتاب مین بیان فرمایا ہی
المؤمنين في الدنيا والاخرة قال انا لننصر رسلنا والذين امنوا في الحيوة الدنيا ويوم يقوم الاشهاد وقال تعالى
کہ مؤمنوں کی دنیا اور آخرت مین مدد کریگا فرمایا ہم مدد کرتی ہین اپنی رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی جیتی اور جب کہڑی ہونگی گواہ اور فرمایا اللہ تعالی نی
ولو قاتلكم الذين كفروا لولوا الادبار ثم لا يجدون وليا ولا نصيرا سنة الله التي قد خلت من قبل ولن تجد
اور اگر لڑتی تمسی کافر تو پہیرتی پیٹہہ پہر نہ پاوینگی حمایتی نہ مددگار رسم پڑی ہی اللہ کی جو چلی آتی ہی پہلی سی اور نہ تو دیکہیگا
لسنة الله تبديلا وهذا خطاب للمؤمنين القائمين بحقائق الايمان ظاهرا وباطنا وقال الله تعالى
رسم اللہ کی بدلتی اور یہہ خطاب اون مؤمنوں کو ہی جو حقایق ایمان پر ظاہر و باطن مین قایم ہین اور فرمایا اللہ تعالی نی
والعاقبة للمتقين والمراد بالعاقبة العافية في الدنيا قبل الاخرة لانه تعالى ذكر ذلك في سورة الاعراف حكاية عما
اور آخر بہلا ہی ڈروالوں کا اور مراد عاقبت سی دنیا کا انجام ہی آخرت سی پہلی اسلئی کہ اللہ تعالی نی اسکو سورۂ اعراف مین موسی نبی علیہ السلام کی
قال موسى النبي عليه السلام لقومه استعينوا بالله واصبروا ان الارض لله يورثها من يشاء من عباده
زبانسی قوم کی لئی بیان فرمایا ہی مدد مانگو اللہ سی اور ثابت رہو زمین ہی اللہ کی اوسکا وارث کری جسکو چاہی اپنی بندوں مین سی
والعاقبة للمتقين بل ذكر مثل ذلك في سورة هود عقيب قصة نوح النبي عليه السلام ونصره على قومه
اور آخر بہلا ہی ڈروالوں کا بلکہ ایسا ہی سورۂ ہود مین بعد قصۂ نوح علیہ السلام کی اونکی قوم پر نصرت کرکر فرمایا ہی

فقال تلك من انباء الغيب نوحيها اليك ما كنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا فاصبر ان العاقبة
یہہ بعضی چیزیں ہیں غیب کی کہ ہم بھیجتے ہیں تیری طرف انکو جانتا نتہا تو اور نہ تیری قوم اسی پہلی سو تو ٹہر اسد البتہ آخر بہلا ہی

للمتقين فيكون المعنى ان عاقبة النصر تكون لك ولمن تبعك كما كانت لنوح النبي عليه السلام ولمن تبعه و
ڈرنیوالوں کا سو اب معنی یہہ ہونگی کہ آخر کو نصرت تیری اور تیری ساتہیوں کی ہوگی جیسی نوح علیہ السلام کی اور اوسکی ساتہیوں کی ہوئی تہی اور بہی

قال تعالى وكان حقا علينا نصر المؤمنين وقال تعالى فايدنا الذين امنوا على عدوهم فاصبحوا ظاهرين فمن نقص
فرمایا اللہ تعالی نے اور حق ہی ہمپر مدد ایمان والوں کی اور فرمایا اللہ تعالی نے پہر مدد دیا ہمنی اونکو جو یقین لائی تہی اونکی دشمنوں پہ پہر ہو رہی غالب پہر جسکی

عمله بمقتضى الايمان ينقص نصيبه من النصر والتائيد ولهذا قيل ما اصاب العبد من مصيبة في نفسه او
اعمال مقتضای ایمان سی کمتر ہوتی ہیں اوسکا حصہ بہی نصرت اور تائید کا کمتی ہوجاتا ہی اسیلئی کہا گیا ہی کہ آدمی پہ جو مصیبت آتی ہی جان پہ یا

ماله او بغلبة العدو عليه فانما هو بذنوبه اما بترك واجب او فعل محرم ثم ان ههنا امور الابد من معرفتها
مال پہ یا دشمن کی غلبہ سی تو یہہ سب گناہوں کا وبال ہی یا تو واجب ترک ہوتا ہی یا حرام عمل میں آتا ہی پہر یہاں کئی بات ہیں سمجہنی چاہئیں

الاول ان ما يصيب الانسان في بعض الازمان من غلبة العدو عليه وايذائه له فامر لازم للطبيعة البشرية
اول یہہ کہ آدمی پہ بعضی وقت جو مصیبت آتی ہی دشمن کا غلبہ اور اوسکی ایذا سو یہہ بات موافق ارادۂ الہی اور حکمت ربانی کی

والنشاة الانسانية بالارادة الالهية والحكمة الربانية كالحر الشديد والبرد القوي والامراض والهموم و
طبیعت بشری اور عادات انسانی کی لوازم سی ہی جیسی گرمی کی شدت اور جاڑی کی لہر اور بیماریاں اور غم و غصہ

الغموم اللاحقة له حتى الاطفال والبهائم فلو تجرد الخير عن الشر والنفع عن الضر واللذة عن الالم لكان هذا
جو آدمی پہ گذرتا ہی یہاں تک کہ بچوں اور جانوروں پہ پہر اگر خیر شر سی اور نفع ضرر سی اور لذت الم سی خالی اور صاف ہوکری

العالم عالما اخر غير هذا العالم ونشأة اخرى غير هذه النشاة والثاني ان الانسان مدني بالطبع لا يمكنه ان
تو یہہ عالم اور ہی عالم ہوجاوی یہہ عالم نرہی اور پیدایش ہوجاوی سوا اس پیدایش کی اور دوسری بات یہہ ہی کہ آدمی ملنسار ہوتا ہی اکیلا

يعيش وحده بل لا بد له ان يعيش مع الناس وللناس ارادات واعتبارات يطلبون منه ان يوافقهم عليها
زندگی نہیں کرسکتا بلکہ اوسکو ضرور ہی کہ آدمیوں کی ساتہہ رہا کری اور اون لوگوں کی کچہہ کچہہ ارادی اور اعتبارات ہوتی ہیں کہ اونہیں دوسری کو اپنی موافق

وان لم يوافقهم يؤذونه ويعذبونه وان وافقهم وكان موافقته اياهم على باطل يحصل له العذاب والالم من
کیا کرتی ہیں اور اگر موافق نہو تو ایذا دیتی ہیں اور ستاتی ہیں اور اگر اونسی موافق ہوا اور وہ موافقت باطل پہ ہوئی تو اوسکو اور طرح کا عذاب اور الم ہوویگا

وجه اخر ولا ريب ان الم المخالفة لهم في باطلهم اسهل من الالم المرتب على موافقتهم فالم يسير يعقبه لذة
اور اسمیں کچہہ شک نہیں ہی کہ باطل میں مخالفت کا الم اوس الم سی بہت سہل ہی کہ اونکی موافقت سی ہوویگا پس تہوڑا سا الم کہ اوسکی پیچہی بڑی لذت

عظيمة دائمة اولى بالاحتمال من لذة يسيرة يعقبها الم عظيم دائم والثالث ان البلاء الذي يصيب
دائمی ہووی اوٹہانا اولی ہی بہ نسبت ایسی تہوڑی سی لذت کی کہ اوسکی بعد بڑا الم دائمی ہووی تیسری بات جو بلا کہ آدمی پہ حق کی راہ میں گذرتی ہی

الانسان في طريق الحق لا يخلو اما ان يكون في نفسه او ماله او عرضه او اهله واشد هذه الاقسام ما كان
اس حال سی خالی نہیں ہی کہ اوسکی جان پہ ہووی یا اوسکی مال پہ یا آبرو پہ یا اہل پہ ان قسموں میں سی بڑی سخت وہ ہی

في نفسه وغايته ان يقتل ويكون شهيدا وهذا اشرف الموتات واسهلها لان الشهيد لا يجد من الالم الا
جو جان پہ ہووی اور اوسکا انجام یہہ ہی کہ مارا جاوی اور شہید ہوجاوی اور یہہ موت سب موتوں میں اشرف ہی اور سب سی سہل اسلئی کہ شہید کو اتنا ہی الم ہوتا ہی

مثل القرصة وليس في قتل الشهيد الم زائد على ما هو المعتاد لبني ادم عند موتهم على فرشهم ولا موت مقدم على
کہ جیسی پسو کاٹی یا چٹکی لو اور شہید کی قتل میں کوئی الم زیادہ اسی نہیں ہوتا جو بنی آدم کی بی بستر مرتی ہوئی دیکہا جاتا ہی اور کوئی موت حال مقرری پہ مقدم نہیں ہی

اجله لان المسطور فی الکتب الکلامیة ان المیت مقتول باجله فمن فر من الموت او من القتل وظن انه
اجلی کہ عقائد کی کتابوں میں یہہ لکھا ہوا ہی کہ مقتول اپنی اجل پر مرتا ہی پہر جو شخص موت سی یا قتل سی بہاگی اس خیال پر کہ بہاگنی سی عمر دراز

بفراره یطول عمره ویتمتع بالعیش الکثیر فقد کذبه الله تعالی فی هذا الظن وقال قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم
ہوگی اور خوب عیش اوڑاوںگا تو اللہ تعالی اوسکو اس خیال میں جہٹلاتا ہی تو کہہ ہرگز نہ فائدہ دیگا تمکو بہاگنا اگر بہاگو گی

من الموت او القتل واذا لا تمتعون الا قلیلا فانه تعالی بین فی هذه الآیة ان الفرار من الموت او القتل لا ینفع
مرنی سی یا مری جانی سی اور پہر بہی پہل نہ پاؤگی مگر تہوڑی دنوں پس اللہ تعالی نی اس آیت میں بیان کردیا کہ موت یا قتل سی بہاگنا کچہ فائدہ نہیں دیگا

الا قلیلا اذ لا خلاص لاحد من الموت بل لا بد له منه فیفوته بهذا الفرار ما هو خیر له منه من الحیوة الابدیة
مگر کچہہ تہوڑا کیونکہ موت سی کسیکو مخلصی نہیں ہی بلکہ موت ضرور ہی سو اس بہاگنی میں جو موت کہ بہتر ہی اوسی سی جاتی رہتی ہی یعنی ہمیشہ کی زندگی

التی تحصل للشهید عند ربه فان من اختار فی الدنیا الراحة علی التعب فی سبیل الله اتعبه الله تعالی اضعاف
کہ رب کی یہاں شہید کو ملتی ہی بیشک جو شخص دنیا کا آرام پسند کرتا ہی اللہ کی رستی کی محنت پر تو اللہ تعالی اوسکو کئی گونہ زیادہ محنت دیتا ہی

ما ناله فی غیر سبیل الله تعالی الا تری ان ابلیس لما امتنع من السجود لآدم النبی علیه السلام فرارا من الخضوع
جو اوسکو رستہ میں اوٹہاتا ہی کیا نہیں دیکہتا کہ ابلیس نی جو آدم نبی علیہ السلام کی سجدہ سی ذلت سی بچنی کو باز رہا تو اللہ تعالی نی اوسکو

جعله الله تعالی اذل الاذلین وصیره خادما لفساق ذریته وفجارهم الی یوم الدین وکذلک کل من یمتنع
سب سی زیادہ خوار کرکر قیامت تک آدم کی ذریت میں سی فساق اور فجار کا خادم بنادیا اور ایسی ہی جو شخص اپنی ذات کو

ان یذل نفسه لله تعالی ویتعب بدنه فی طاعته ومرضاته لا بد ان یذل لمن کان اظلم خلق الله تعالی
ذلیل کرنی سی واسطی اللہ کی اور بدن کو اللہ کی طاعت اور مرضی کی محنت اوٹہانی سی بچاوی تو ضرور ہی کہ وہ شخص ایسی کی سامنی ذلیل ہو کہ تمام خلق اللہ میں

وافسدهم ویتعب نفسه وبدنه فی طاعته ومرضاته عقوبة له من الله تعالی ولذلک قال بعض العارفین
ظالم اور مفسد ہو اور بسبب عقوبت الہی کی اوسکی جان اور بدن اوسہی کی طاعت اور مرضی کی محنت میں مبتلا ہی اور اسہی لئی بعضی عارف کہتی ہیں جو شخص

من لم یعبد الحق اختیارا یعبد الخلق اضطرارا فینعزل عن خدمة الخالق الی خدمة المخلوق فعلی هذا کان
اپنی اختیار سی حق کی بندگی نہیں کرتا تو وہ لاچار ہوکر خلق کی بندگی کرتا ہی پس خالق کی خدمت سی معزول ہوکر مخلوق کی خدمت کرنی لگتا ہی اس بیان کی موافق

الواجب علی العبد ان یشتغل بعبادة الله تعالی وطاعته ویترک الاعتراض علیه ویرضی بقضائه فی کل ما
آدمی پہ واجب ہی کہ اللہ تعالی کی عبادت اور طاعت کیا کری اور کسیطرحکا اعتراض نکری اور اوس حکم پر راضی رہی اوسکی یہاں سی جو

جاء من عنده من النفع والضر والصحة والمرض والمنع والعطاء والالم والاذی ویلاحظ قوله تعالی عسی ان تکرهوا
آوی نفع یا نقصان صحت یا مرض روک یا بخشش الم یا تکلیف اور اس آیت کا مضمون کو لحاظ کری شاید تمکو

شیئا وهو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا وهو شر لکم والله یعلم وانتم لا تعلمون ویتیقن انه تعالی ارحم بعباده من
بری لگی ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمکو اور شاید تمکو خوش لگی ایک چیز اور وہ بری ہو تمکو اور اللہ جانتا ہی اور تم نہیں جانتی اور یقین کرجانی کہ اللہ تعالی اپنی بندوں پر اس سی زیادہ

الوالدة بولدها وانه تعالی اعلم بمصلحته من نفسه ثم اذا ظهر عطاء یشکر الله تعالی واذا وقع بلاء یحاسب نفسه
رحمت والا ہی کہ ماں اپنی اولاد پہ اور اللہ تعالی اوسکی مصلحت کو اوس سی زیادہ جانتا ہی پہر اگر عطا ظاہر ہوئی تو اللہ کا شکر بجالاوی اور اگر بلا آوی تو اپنا حساب لیوی

فیما صدر منها حتی استحق ذلک اذ قال الله تعالی وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر
کہ ایسی کیا خطا ہوئی کہ جسمیں اس بلا کا سزاوار ہوا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی جو پڑتی تمپر کوئی سختی سو بدلا اوسکا جو کمایا تمہاری ہاتہوں نی اور معاف کردیتا ہی

فانه تعالی بین فی هذه الآیة ان ما اصاب العبد من مصیبة ای مصیبة کانت فهی بسبب ذنوبه التی اکتسبها
بیشک اللہ تعالی نی اس آیت میں یہہ بیان فرمایا کہ آدمی پر جو مصیبت آتی ہی کوئی مصیبت ہو سو وہ گناہوں کا وبال ہی جو آپ کمائی ہیں

بنفسه

بنفسه واللہ تعالی یعفو عن کثیر منها فلا یعاقب علیها فی الدنیا واما فی العقبی فهو فی مشیۃ اللہ تعالی

اور اللہ تعالی بہتیری گناہ معاف کردیتا ہی سو اونپر دنیا میں عذاب نہیں کرتا اور عقبی میں اگر توبہ نہیں کی تو مشیت الہی میں ہی

ان لم یتب عنها فانه تعالی ان شاء یعفو عنه ویدخله الجنة بلا عذاب وان شاء یعذبه فی جهنم

بیشک اللہ تعالی چاہی معاف کرکر بلا عذاب جنت میں داخل کردی اور چاہی گناہوں کی موافق دوزخ میں عذاب دی

بقدر ذنوبه ثم یخرجه منها ویدخله الجنة قال علی للمؤمن عند اللہ تعالی خمس نقمات فاولها المرض

پہر دوزخ سی نکال کر جنت میں داخل کری حضرت علی کہتی ہیں مؤمن کی حق میں اللہ تعالی کی ان پانچ عقوبتیں ہیں پہلی تو دکھ

ثم المصائب فان کانت ذنوبه اکثر من ذلک یعذب فی قبره فان کانت اکثر من ذلک یحبس علی الصراط وان

پہر مصیبتیں پہر اگر اسکی گناہ اس سی بہی زیادہ ہوئی تو گور میں عذاب ہوگا پہر اگر اس سی بہی زیادہ ہیں تو پلصراط پر رکیگا اور اگر

کان اکثر من ذلک یعذب فی جهنم علی قدر ذنوبه ثم یخرج منها بالتوحید المجلس الحادی والتسعون

اس سی بہی زیادہ ہیں تو گناہوں کی موافق دوزخ میں رہکر پہر توحید کی برکت سی نکلیگا اکیانوین مجلس

فی بیان ان الشیطن یجری من الانسان مجری الدم قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم

اس بیان میں کہ شیطان انسان کی اندر مثال خون کی پہرتا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نی فرمایا

ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواته ام المؤمنین صفیة

بیشک شیطان انسان کی اندر خون کی مثال پہرتا ہی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ام المؤمنین صفیہ کی روایت سی

والمراد بالشیطان ههنا وسوسته لا نفسه فی المجری یحتمل ان یکون اسم مکان فیکون المعنی ان کید

اور شیطان سی مراد اسجگہہ شیطانی وسوسہ ہی عین شیطان نہیں ہی پس اب لفظ مجری میں احتمال ہی کہ اسم ظرف ہو وی اب معنی یوں ہوجائیگی کہ

الشیطن ووسوسته یجری فی الانسان جریان الدم فان الدم کما یجری فی اعضاء الانسان من غیر احساس الانسان

شیطان کا مکر اور وسوسہ انسان میں لوہو کی طرح پہرتا ہی بیشک لوہو جیسی انسان کی اعضا میں پہرتا ہی اور آدمی کو اوسکی خبر نہیں ہوتی

بجریانها فکذلک وسوسة الشیطن تجری فی اعضاء الانسان من غیر احساس الانسان بجریانها وقیل یجوز

ایسی ہی شیطانی وسوسہ انسان کی اعضا میں پہرتا ہی اور آدمی کو خبر نہیں ہوتی اور کوئی کہتا ہی کہ جائز ہی

ان یراد بالشیطان نفسه لا وسوسته فانه لکونه غیر کثیف لا یبعد ان یجری فی عروق الانسان لان غیر

کہ عین شیطان مراد لیں وسوسہ نہ مراد لیں اسلئی کہ شیطان مادی جو نہیں ہی تو کیا تعجب ہی کہ انسان کی رگوں میں پہرتا ہو اسلئی کہ غیر مادہ شی

الکثیف یدخل فی الکثیف کالهواء النافذ فی البدن فیجری الشیطن فی الانسان مجری الدم ویصادف نفسه

مادی میں گہس جاتی ہی جیسی ہوا بدن میں سو اب شیطان بہی انسان کی اندر خون کی طرح پہرتا ہی اور اوسکی جان کی پاس ہوکر

ویسئلها عما تحبه وترید فاذا عرف مقصودها ومرادها یستعین بها علی الانسان فی اضلاله واخراجه

پوچہتا ہی تجہکو کیا پسند ہی تیرا کیا ارادہ ہی پہر اوسکا مقصود اور مراد پاکر راہ سی بہکانی میں اور طریق مستقیم سی نکالنی میں

عن الطریق المستقیم فانه یورده الموارد التی تخیل الیه ان فیها منفعة ثم یصدره المصادر التی فیها عطبه

انسان کی مدد کرتا ہی پس وہ شیطان آدمی کو ایسی گہاٹ لگادیتا ہی جہاں یہہ خیال ہو کہ اسمیں یہہ فائدہ ہی پہر ایسی جگہ پہنچتا ہی جہاں عطام تباہی

ثم یتبرأ منه ویسلمه ویقف یشمت به ویضحک منه فانه یامره بالسرقة والزنا وقتل النفس ثم یدل علیه

پہر اوس سی الگ ہوکر اوسہی کی حوالہ کر دیتا ہی اور آپ ٹہٹہا مارتا اور ہنستا ہی سو آدمی سی پہلی تو چوری اور زنا اور خون کرادیتا ہی پہر ظاہر کرکر

ویفضحه کما فعل بالراهب انه زنا بامراة فلما ولدت امره بقتلها وقتل ولدها ثم دل علیه اهلها وکشف

فضیحت کردیتا ہی جیسی ایک راہب کی ساتہہ کیا کہ اوسی ایک عورت سی زنا کیا پہر وہ جنی تو اوسی اوسکو اور اوسکی بچہ کو قتل کرایا پہر عورت کی مالکوں کو بتادیا

لهم امره فلما اراد واصلیه امره بان یسجد له لیتخبه فلما سجد له فر منه وترکه وفیه نزل قوله تعالیٰ
اور اوسکا سبب حال کہول دیا جب وہ لوگ اوسکو صولی دینے لگی تو اپنی تئین سجدہ کرایا کہ بچا دونگا جب اوسی سجدہ کیا تو اوسکو چہوڑ کر بہاگ گیا اسہی قصہ میں یہہ آیت اوتری
کمثل الشیطن اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بریٔ منک انی اخاف الله رب العلمین ولا
جیسی کہاوت شیطان کی جب کہی انسان کو تو منکر ہو پہر جب وہ منکر ہوا کہی مین الگ ہون تجہسی مین ڈرتا ہون اللہ سی جو رب ساری جہان کا اور
یختص هذا بالذی ذکرت هذه القصة عنه بل هو عام فی کل من یطیع الشیطان فی امره بالکفر والعصیان
شیطان کا یہہ مکر کچہہ اوس سی خاص نہین ہی جسکا یہہ قصہ مذکور ہوا بلکہ علی العموم ہر کسی سی جو شیطان کا کفر اور معصیت مین مطیع ہی
لینصره ویقضی حاجته ثم یتبرأ منه ویسلمه کما یتبرأ من جملة اولیائه یوم القیمة ویقول
تاکہ وہ نصرت کری اور حاجت روا کری پہر اوسکو اوسی پر ڈال کر الگ ہو جاتا ہی جیسی اپنی تمام دوستون سی قیامت کو الگ ہو جاویگا یہہ کہکر
لهم انی کفرت بما اشرکتمون من قبل فانه یلجم اولیاءه فی الدنیا ثم یتبرأ منه یوم القیمة فعلی هذا ینبغی للعاقل
مین نہین قبول رکہتا جو تمنی مجکو شریک ٹہرایا تہا پہلی بیشک یہہ شیطان اپنی دوستون کو دنیا مین ایک کہاٹ پر لگا دیتا ہی پہر اونسی قیامت کو الگ ہو جاویگا اس لئی
ان یجتهد فی دفع وسوسته عن نفسه اذ لیس تسلطه علی الانسان بالقهر والالجاء بل تسلطه علیه بالتزیین
عاقل کو لازم ہی کہ اپنی دلین سی اسکا وسوسہ جسطرح بنی دور کری اسلئی کہ انسان پر شیطان کا غلبہ جبر اور زور سی نہین ہی بلکہ معاصی کی زینت دینی اور
والاغواء لما روی انه علیه السلام قال خلق ابلیس مزینا ولیس الیه من الاضلال شیء فانه علیه السلام
بہکانی سی ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ابلیس زینت دینی کو پیدا ہوا ہی اور گمراہ کرنی کی کوئی بات اوسکی اختیار مین نہین ہی بیشک نبی علیہ السلام
بین فی هذا الحدیث ان الشیطن لیس بمسلط علی بنی ادم بحیث یامرهم بالمعصیة ویلجئهم علیها اذ لو کان
اس حدیث مین فرمایا کہ شیطان بنی آدم پر اسطور غالب نہین ہی کہ معصیت کا حکم کر کر گناہ پر لاچار کر دی اگر یہہ حال ہوتا
الامر کذلک لما نجا من شره احد بل شانه ان یوسوس فی صدورهم ویزین المعصیة الیهم ولیس بیده اکثر
تو اوسکی بدی سی کوئی بہی نہ بچتا بلکہ اسکا یہہ طریق ہی کہ بنی آدم کی دلون مین وسوسہ پیدا کرتا ہی اور معصیت کو اونکی نظرون مین خوبصورت بنا دیتا ہی
من ذلک کما اخبر الله تعالیٰ عنه انه یقول لاهل النار یوم القیمة وما کان لی علیکم من سلطن الا ان دعوتکم
اس سی زیادہ کچہہ مقدور نہین ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ اسکی خبر دیتا ہی کہ قیامت کی دن دوزخیون سی یون کہیگا اور تم پر مجکو حکومت نہ تہی مگر مین نی تمکو بلایا
فاستجبتم لی فلا تلوموني ولوموا انفسکم یعنی ان دعوتی ایاکم الی الباطل لم یکن بطریق القهر والالجاء ولا
پہر تمنی مان لیا سو مجکو مت الزام دو اور الزام دو اپنی تئین مراد یہہ ہی کہ میرا بلانا تمکو باطل پر کچہہ بطور قہر اور لاچار کر نہین تہا اور نہ
بحجة وبرهان یدل علی صدقی بل بمجرد تزیین وتسویل فاستجبتم لی لموافقة دعوتی اهواءکم واغراضکم
کسی حجت اور دلیل سی تہا کہ میری صدق پر دلالت کرتی ہو بلکہ صرف زینت اور آرایش سی تہا سو تمنی میرا کہا اپنی ہوا ہوس اور غرضون کی موافق دیکہہ کر مان لیا
ولم تستجیبوا لربکم الذی دعاکم الی الحق دعوة مقرونة بالحجج والبینت لعدم موافقة دعوته اهواءکم
اور اپنی رب کا کہا نہ مانا جسنی حق پر دلائل اور بینات کی ساتہہ بلایا تہا کیونکہ اللہ کی طلب تمہاری ہوا ہوس اور غرض کی
واغراضکم فان عدو الله تعالیٰ لما امتنع عن السجود لادم النبی علیه السلام واخرج من زمرة الملئکة المقربین
مطابق نہ تہی بیشک شیطان نی جب آدم علیہ السلام کو سجدہ نکیا اور مقرب ملائک کی زمرہ سی یا جنت میں سی نکالا گیا
ومن الجنة وسال ان ینظر الی یوم یبعث فیه ادم النبی علیه السلام وذریته للجزاء فانظر الی یوم الوقت
اور اسنی سوال کیا کہ اوس دن تک کہ آدم نبی اور اوسکی اولاد جزا کی لئی اوٹہائی جاوین مہلت ملی پہر اوسکو اوسوقت
المعلوم الذی هو وقت النفخة الاولیٰ التی علم الله تعالیٰ ان من فی السموت ومن فی الارض یصعق عندها
معلوم تک مہلت ملی جو کہ وقت پہلی نفخہ کا ہی اللہ جانتا ہی کہ جو آسمان اور زمین میں ہین اوسوقت سب بیہوش ہو جاوینگی

الا من شاء الله تعالی قال رب بما اغویتنی لازینن لهم فی الارض ولاغوینهم اجمعین الا عبادك
مگر جسکو الله بچاوے کہا تو شیطان نے یہہ کہا ای رب جیسا تونے مجھکو راہ سے کہویا میں انکو بہار دکہلاؤنگا زمین میں اور راہ سی کہو دونگا سبکو مگر جو تیری
منهم المخلصین واستثنی عباد الله الذین اخلصهم الله تعالی لطاعته وعبادته وطهرهم عن تاثیر
چنی بندی ہیں اور اوسنی اون بندوں کو جدا کیا جنکو الله تعالی نی واسطی اپنی طاعت اور عبادت کی خاص کیا ہی اور انکو اوسکی بہکاوی کی اثر سی
اغوائه فیهم فلما استثناهم وکان طریقهم مرضیا عند الله تعالی قال الله تعالی هذا صراط علی مستقیم
پاک کر رکہا ہی پہر جب اونکو جدا کیا اور اونکا چلن الله تعالی کو پسند تہا تو الله تعالی نی فرمایا یہہ راہ ہی مجھ تک سیدہی
ان عبادی لیس لك علیهم سلطان الا من اتبعك من الغاوین فانه تعالی قد اخبر فی هذه الایة ان عبادی
جو میری بندی ہیں تجھکو اونپر زور نہیں مگر جو تیری راہ چلا خراب لوگوں میں بیشک الله تعالی نی اس آیت میں خبر دی ہی کہ میری بندی
الذین اخلصهم لطاعته وعبادته لعدوه علیهم سلطان بل سلطانه علی الذین اتبعوه من الغاوین ولحیر
جو خالص طاعت اور عبادت کی لئی ہیں اونپر میری دشمن کو غلبہ نہیں ہی بلکہ اوسکا غلبہ اون لوگوں پر ہی جو گمراہ اوسکی تابع ہیں اور دوسری
فی ایة اخری ان عباده المؤمنین المتوکلین لا سلطان له علیهم فقال انه لیس له سلطان علی الذین امنوا
آیت میں خبر دی ہی کہ بیشک میری بندی مؤمن اور متوکل اونپر شیطان کو غلبہ نہیں ہی فرمایا اوسکا زور نہیں چلتا اونپر جو یقین رکہتی ہیں اور
علی ربهم یتوکلون انما سلطانه علی الذین یتولونه والذین هم به مشرکون وهذه الایة تضمنت امرین احدهما
اپنی رب پہ بہروسہ کرتی ہیں اوسکا زور اونہا پہ ہی جو اوسکو رفیق سمجہتی ہیں اور جو اوسکو شریک ٹہراتی ہیں اور اس آیت میں دو باتیں ہیں ایک تو یہہ
نفی سلطانه علی اهل الایمان وعلی الذین یفوضون امرهم الی الله تعالی فی کل ما یاتون ویذرون فان وسوسته
کہ ایمان والوں پہ اور جو لوگ اپنی کاربار الله پہ حوالہ کر دیتی ہیں تمام جو کرتی ہیں یا نہیں کرتی اون پہ غلبہ نہیں ہی بیشک شیطان کا وسوسہ
لا تؤثر فیهم ودعوته غیر مستجابة عندهم والثانی اثبات سلطانه علی اهل الشرك وعلی الذین یتخذونه ولیا
اونمیں اثر نہیں کرتا اور اوسکا بولاوا اونکو مقبول نہیں ہی اور دوسری یہہ کہ مشرکوں پر اور جو لوگ شیطان کو اپنا دوست رکہتی ہیں
ویطیعون وسوسته ویستجیبون دعوته والمراد بسلطانه علیهم تسلطه علیهم بالوسوسة والدعوة المستتبعة
اور اوسکی وسوسہ کی مطیع ہیں اور اوسکا بولاوا مانتی ہیں اونپر غلبہ ثابت ہی اور اونپر غلبہ جو ہی تو اوس سی یہہ مراد ہی کہ تسلط وسوسہ سی اور بولانی سی ہی
للاستجابة لا بالقسر والالجاء لانه منتف من الکل لما سبق من قوله تعالی حکایة عنه وما کان لی علیکم من سلطن
کہ تم ان باتوں پہ چلو اور لاچار کر کر نہیں ہی کیونکہ ایسا تسلط تو کسی پہ بہی نہیں ہی اسلئی کہ اوسکا قول بطور حکایت کی گذر چکا ہی اور مجھکو تمپر حکومت نہ تہی
الا ان دعوتکم فاستجبتم لی ولما علم عدو الله تعالی انه تعالی لا یسلطه علی عباده المخلصین قال فبعزتك
مگر میں نی تمکو بلایا پہر تمنی مان لیا اور جب شیطان کو یقین ہوا کہ الله تعالی اپنی خاص بندوں پر غلبہ نہیں دیتا بولا تو قسم ہی تمہری عزت کی
لاغوینهم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین وقد اخبر الله تعالی ان عدوه ابلیس حین وبخه بقوله تعالی
میں گمراہ کرونگا اون سبکو مگر جو بندی ہیں انمیں تیری چنی اور الله تعالی نی خبر دی ہی کہ جب شیطان کو یہہ جہڑکی ملی
وما منعك الا تسجد اذ امرتك قال فبما اغویتنی لاقعدن لهم صراطك المستقیم ثم لاتینهم من بین ایدیهم ومن خلفهم
اور تجھکو کیا مانع تہا کہ سجدہ نکیا جب میں نی فرمایا بولا تو جیسی تونی مجھی سر راہ کیا ہی میں بیٹہونگا اونکی تاک میں تیری سیدہی راہ پہ پہر اونپر آونگا آگی سی اور پیچہی سی
وعن ایمانهم وعن شمائلهم ولا تجد اکثرهم شاکرین قال جمهور المفسرین والنحاة کلمة علی هنا محذوفة ونصب صراطك
اور داہنی سی اور بائیں سی اور نہ پاویگا تو اکثر اونمیں شکر گذار تمام مفسر اور نحوی کہتی ہیں کہ یہاں سی لفظ علی کا محذوف ہی اور زبر صراط کا
علی نزع الخافض کانه قیل لاقعدن علی صراطك المستقیم ثم لاتینهم من جمیع جهاتهم وهذا تفصیل لما جمله
حرف جر دور کرنی سی ہی گویا عبارت یوں ہی لاقعدن علی صراطك المستقیم پہر اون پاس سب طرفوں سی آونگا اور یہہ تفصیل اوس اجمال کی ہی

فی قوله فبعزتک لاغوینهم اجمعین و تمثیل الوسوسته الیهم وتسویله علیهم ما امکنه وقدر علیه اذ ما من
جو اس عبارت میں ہی قسم تیری عزت کی میں سبکو گمراہ کرونگا اور تمثیل وسوسہ کی اور آرایش کی ہی جو اوسپر آویگی اور جسپر قادر ہوگا کیونکہ جو
طریق خیر الا والشیطان قاعد علیه یقطعه علی السالکین فیه بانواع مکائده وغروره فانه یشام نفس الانسان
نیک راستہ ہی سو اوسپر شیطان بیٹھا ہوا چلنے والوں پر طرح طرح کی مکر اور فریب سی راہ مارتا ہی کیونکہ شیطان انسان کی نفس پر غور کر کر
لیعلم ای القوتین غالب علیها هل هی قوة الاقدام ام هی قوة الاحجام فان رای ان الغالب علیها قوة الاحجام یاخذ
معلوم کرتا ہی کہ دونوں قوتوں میں سی اسپر کونسی غالب ہی آیا قوت عمل کی یا قوت باز رہنے کی پہر اگر دیکہتا ہی کہ اوسپر قوت باز رہنے کی غالب ہی تو اوسکی
فی تثبیطه واضعاف همته وارادته عن المامور به ویثقله علیه ویهون علیه ترکه حتی یترکه جملة
بہت سی سستی کا بڑہانا اور مامور بہ سی ارادہ کا پہیرنا شروع کرتا ہی اور اوسپر عمل دشوار اور ترک کرنا آسان کر دیتا ہی آخر وہ اوسکو سراسر ترک کرتا ہی
او یقتصر فیه ویتهاون به وان رای ان الغالب علیها قوة الاقدام یاخذ فی تقلیل المامور به عنده ویوهم انه
یا اوس میں قصور کرتا ہی یا اوس میں سستی کرتا ہی اور اگر دیکہتا ہی کہ اوسپر قوت عمل کی غالب ہی تو مامور بہ کو اوسکی نظر میں کہٹانا شروع کرتا ہی اور وہم میں ڈالتا ہی
لا یکفیه بل یحتاج الی مبالغة وزیادة ویقصر بالاول ویتجاوز بالثانی وقد قال بعض السلف ما امر الله بامر الا
کہ یہ کافی نہوگا بلکہ حاجت مبالغہ اور زیادت کی ہی اور اول میں تقصیر ہوتی ہی اور دوسری میں بڑہ جاتا ہی اور بعضی متقدمین کا قول ہی کہ اللہ تعالی جو
وللشیطان فیه نزغتان اما الی تفریط وتقصیر او الی فرط وغلو ولا یبالی بایهما ظفر وقد قطع کثیرا من
حکم ہی سو اوس میں شیطان کی دو جہکیں ہیں یا بطرف کوتاہی اور تقصیر کی یا بطرف زیادتی اور افزایش کی اور یہہ پروا نہیں کرتا کہ کسپر فتحیاب ہو اور اکثر
الناس فی هذین الوادیین وادی التفریط والتقصیر ووادی الافراط والتجاوز والثابت منهم علی الطریق
لوگوں پر شیطان نے انہوں دونو میدان میں رہ زنی کی ہی ایک میدان تفریط اور تقصیر کا اور ایک میدان افراط اور تجاوز کا اور ان لوگوں میں سی اوس
الذی کان علیه رسول الله علیه السلام واصحابه قلیل جدا اذ منهم الذین یبنون المساجد والمدارس
رستہ پر قایم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب کا ہی بہت ہی کمتر ہیں اسلئے کہ بعضی ایسی شخص ہیں کہ مسجدیں اور مدرسی
والقناطر والرباط من اموال جمعوها من الظلم بالغصب والنهب والرشوة والجهات المحظورة ویظنون انهم
اور پل اور خانقاہ ایسی مال سی بناتی ہیں کہ جو ظلم سی اور چہین چہپٹ اور رشوت اور بیجا طریق سی جمع کیا ہی اور خیال باندہ رکہا ہی کہ ہم
استحقوا بذلک مغفرة من الله تعالی وثوابا کثیرا ولا یعرفون انهم تعرضوا لسخط الله تعالی فی جمعها وانفاقها
اسکے بدلہ میں اللہ کی طرف سی سزاوار مغفرت کی اور بڑی ثواب کی ہیں اور یہہ نہیں سمجہتی کہ وہ قابل غضب الٰہی تکی ہیں اس مال کی جمع کرنی میں بہی اور خرچ کرنی میں
اذ کان الواجب علیهم الامتناع عن جمعها علی هذا الوجه فلما عصوا الله تعالی بجمعها علی هذا الوجه کان الواجب
بہی اسواسطے کہ اونپر یہہ واجب تہا کہ اس وجہ سی مال جمع نکرتی پہر اگر اونہوں نے اسی وجہ سی جمع کرنی میں نافرمانی کی تو اب اونپر یہہ واجب تہا
علیهم التوبة والرجوع الی الله تعالی وردها الی اصحابها ان امکن والا فالی ورثتهم ان وجدوا والا کان الواجب
کہ توبہ اور خدا کی طرف رجوع کرتی اور مال مالکوں کو ہٹا دیتی اگر ہو سکتا اور نہیں تو اونکی وارثوں کو اگر پاتی اور نہیں تو یہہ واجب تہا
علیهم تفریقها علی الفقراء بنیة ان تکون ودیعة عند الله تعالی یوصلها الی اصحابها یوم القیمة وهم لعدم
کہ فقرا پر اس نیت سی تقسیم کرتی کہ اللہ تعالی کی پاس امانت رہی قیامت کی روز مالکوں کو پہنچا دیوی اور وہ مال جو فقرا پر
تفریقها علی الفقراء بقیت علیهم وتوخذ من اعمالهم یوم القیمة ومنهم من یستغفر الله تعالی ویسبحه ویهلله
تقسیم نہوی تو اونکی ذمہ باقی رہی قیامت کی روز اونکی اعمال میں سی لیئی جاوینگی اور بعضی لوگ خدا سی مغفرت مانگتی ہیں اور زبانسی ہر روز سبحان
بلسانه فی الیوم مائة مرة ثم لا یزال یغتاب الناس ویشتمهم ویمزق اعراضهم ویتکلم بما لا یرضاه الله تعالی
سو سو مرتبہ پڑہتی ہیں پہر متصل لوگوں کی غیبت کرتی ہیں گالیاں سناتی ہیں اور اونکی آبروئی لیجاتی ہیں اور خلاف رضامندی خدا تعالی کی

طول نهاره من غیر حصر ولا عد ویظن ان حسناته اکثر من سیاته لعدم محاسبة نفسه وعدم تفقد معاصیه
تمام دن بی انتہا اور بی شمار باتیں بکی جاتی ہیں اور گمان یہہ رکھتی ہیں کہ ہماری حسنات گناہوں سی زیادہ ہیں کیونکہ اپنی نفس کا محاسبہ اور گناہوں کی تلاش نہیں کرتی
ویکون نظره الی عدد تسبیحه وتهلیله ویغفل عن هذیانه الذی لو کتب لکان مثل تسبیحه وتهلیله مائة
اب اپنی تسبیح اور تہلیل کی گنتی پہ تو نگاہ ہی اور بیہودہ باتوں کا اگر لکھی جاویں تو تسبیح اور تہلیل کی برابر سو بار بلکہ ہزار بار ہو جاویں
مرة بل الف مرة وقد کتبه کرام الکاتبون ووعد الله تعالی علی کل کلمة عقابا حیث قال ما یلفظ من قول الا لدیه
کچھ خیال نہیں اور بیشک کراما الکاتبین اوسکو لکھ چکی ہیں اور اللہ تعالی نی ہر کلمہ پر عقاب کا وعدہ کر چکا ہی چنانچہ فرمایا نہیں بولتا ایک بات جو نہیں اوس پاس
رقیب عتید فهو ابدا یتامل فی فضائل التسبیحات والتهلیلات ولا یلتفت الی ما ورد فی عقوبة المغتابین والنمامین
ایک راہ دیکھتا طیار سو وہ شخص ہر دم تسبیحات اور تہلیلات کی فضائل تو سوچتا رہتا ہی اور ادہر خیال نہیں کرتا کہ غیبت کرنیوالوں اور چغل خوروں
والکذابین وغیر ذلک ممن لا یحترز من آفات اللسان ولعمر الله لو کان الکرامون الکاتبون یطلبون منه اجرة لما
اور جھوٹوں کی لئی کیا عقاب تجویز ہوا ہی اور سوا اسکی اوسیطرح اور زبانی آفات جن سی احتراز نہیں ہی اور قسم ہی اگر کراما کاتبین اوسکا اجرت لیا کرتی کہ جو
یکتبونه من هذیانه الذی زاد علی تسبیحه وتهلیله الف مرة لکان یکف لسانه حتی عده جملة من مهماته وکان یعد
اوسکی بیہودہ باتیں کہ تسبیح اور تہلیل سی ہزار گونہ زیادہ ہوتی ہیں اور وہ لکھتی ہیں تو بیشک اپنی زبان بند رکھتا اور اوسکو اپنا ضروری کام سمجھتا اور بولنی کو
ما نطق به فی فتراته ویحسبه ویوازنه بتسبیحاته حتی لا یفضل علیه اجرة الکتابة فیا عجبا لمن یحاسب نفسه
اپنی لغزش میں گنتا اور حساب کرتا اور تسبیحات کی برابر رکھتا ایسا نہو کہ کتابت کی مزدوری زیادہ دینی آجاوی پہر بڑا تعجب ہی کہ اپنی نفس کا حساب
ویحتاط خوفا من ذهاب قیراط فی الاجرة ولا یحتاط خوفا من فوات فردوس الاعلی جنة الماوی فی الآخرة ولیس هذه
اور احتیاط اس خوف کا مارا تو کری کہ کوئی کوڑی اجرت میں نہ جاتی رہی اور اس خوف کی احتیاط نکرے کہ فردوس اعلی اور جنت الماوی آخرت میں ہاتہہ نہ آویگا اور یہہ
الغفلة الا مصیبة عظیمة لمن یتفکر فیها وقد وقعنا فی امر ان شککنا فیه نکون من الکفرة الجاحدین وان صدقنا
غفلت تو بڑی مصیبت ہی اسمیں کوئی فکر کری اور ہم ایسی بلا میں آگئی ہیں کہ اگر اسمیں شک کریں تو منکر کافر ہوتی ہیں اور اسکی تصدیق کریں
به نکون من الجهلة المغرورین ولیس هذا عمل من صدق بما جاء به القرآن ورسول رب العلمین المجلس الثانی و
تو جاہل مغرور ہیں اور یہہ کام اوسکا نہیں ہی جو احکام قرآن اور رسول رب العالمین کی تصدیق کرتا ہی بانوینمجلس

التسعون فی بیان عدم المواخذة بالوسوسة ما لم تعمل بها او تتکلم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اس بیان میں کہ وسوسہ پر کچھہ مواخذہ نہیں ہی جبتک عمل میں نہ آوی اور زبان پر نگذری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا
ان الله تعالی تجاوز عن امتی ما توسوست به صدورها ما لم تعمل به او تتکلم هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه
بیشک اللہ تعالی نی میری امت کو معاف کیا ہی جو اونکی دلوں میں خیالات آویں جبتک عمل نکریں یا زبان پر نہ لاویں یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں
ابو هریرة وفیه دلیل علی ان المرفوع عن هذه الامة لم یکن مرفوعا من الامم السالفة لان التخصیص بالذکر لا بد له
ابو ہریرہ کی روایت سی اور اسمیں یہہ دلیل ہی کہ جو اس امت کو معاف ہی پہلی امتوں کو معاف نتہا اسلئی کہ اس امت کی خاص مذکور ہونیکا کوئی فائدہ چاہئی
من فائدة والمعنی انه تعالی عفی عن هذه الامة ما یخطر فی قلوبهم من الخواطر المذمومة واحادیث النفس فان ما یقع فی
اور معنی یہہ ہیں کہ اللہ تعالی نی اس امت کو خیالات بد اور نفسانی وہم جو اونکی دلوں میں گذرتی ہیں معاف کردئی ہیں پہر دلمیں جو خیالات نکی
القلب من الخواطر الدنیة المذمومة یسمی وسوسة وما یقع فیه من الخواطر المرضیة المحسنة یسمی الهاما ثم الوسوسة
بد گذرتی ہیں وسوسہ کہلاتی ہیں اور دلمیں جو خیال پسندیدہ نیک آتی ہیں الہام کہلاتی ہیں پہر وسوسہ
اما ضروریة او اختیاریة فالضروریة هی الخواطر التی تدخل فی القلب من غیر اختیار وهذا معفو عن جمیع الامم لکونه
یا تو ضروری ہوتی ہی یا باختیار پہر ضروری تو وہ خیالات ہیں جو دلمیں بی اختیار آتی ہیں اور یہہ تو تمام امتوں کو معاف ہوئی ہیں اسواسطی

خارجا عن حد الاستطاعة والاختيار فهي الخواطر التي تدخل في القلب وتستجلبها الطبع وتتبعها النفس وترددها
کہ حد استطاعت سے باہر ہی اور اختیاری وہ خیالات ہیں جو دل میں آتی ہیں اور طبیعت اونکو کھینچ لاتی ہی اور نفس اوسکی پیچھے لگا رہتا ہی اور بار بار

وتتلذذ منها فتميل إلى العمل والتكلم بها وهذا النوع هو الذي عفي عن هذه الامة دون سائر الامم تشريفا لنبينا وتفضيلا
ہی اور لذت اوٹھاتا ہی پھر اوسپر عمل کی یا بیان کی رغبت کرتا ہی اور یہہ ہی وہ قسم ہی جو اس امت سے علاوہ تمام امتوں کی بسبب شرافت ہمارے نبی کی اور فضیلت ونکی امت کی

لامته وأما العقائد الفاسدة ومساوي الأخلاق وما ينضم اليها من أعمال القلوب فهي بمعزل عن الدخول في جملة ما
معاف ہوا ہی اور رہی فاسد عقیدے اور عادات بد اور جو انکیں مل ہوئی ہیں یعنی اعمال قلوب سو یہہ وسوسہ دلی میں داخل نہیں بلکہ وہ

وسوست به الصدور بل هي من أعمال القلوب التي يؤاخذ بها الانسان والحاصل ان ما يقع في القلب على خمس مراتب الاولى
بلکہ یہہ وہ اعمال قلوب ہیں جسمیں انسان سے مواخذہ ہوویگا اور حاصل یہہ ہی کہ دلکی خیالات پانچ درجہ پر ہیں پہلا تو

الهاجس وهو ما يقع فيه ابتداء ثم الخاطر وهو جريان ما يقع فيه ثم حديث النفس وهو التردد فيما يقع فيه هل يفعل
ہاجس کہ وہ دل میں پہلی ہی آتا ہی پھر اوسکی بعد خاطر یعنی اوسکا جاری ہونا جو دل میں آیا ہی پھر حدیث النفس یعنی اوسمیں تردد جو دل میں آیا ہی کہ کرون

ام لا ثم الهم وهو ترجيح جانب الفعل ثم العزم وهو القطع على الفعل والجزم به وهذه الخواطر ان كانت في المعاصي ففيها
یا نہیں پھر ہم یعنی کرنی کی جانب کو غالب کرنا پھر عزم یعنی فعل پہ ٹوٹ پڑنا اور جزم کرنا اور یہہ خیالات اگر گناہوں کی ہوتی ہیں تو اسمیں

تفصيل أما الهاجس فلا يؤاخذ به إجماعا لانه ليس من فعل العبد وانما هو شيء ورد عليه لا قدرة له على دفعه ولا
تفصیل ہی ہاجس سے تو متفق علیہ ہی کہ مواخذہ نہیں ہی کیونکہ یہہ بندہ کا کیا ہوا نہیں ہی یہہ تو ایسی بات ہی کہ خود بخود آجاتی ہی اسکو یہہ نہیں کہ دفع کردی یا

على منعه وأما الخاطر الذي بعده فالعبد قادر على دفعه بصرف الهاجس اول وروده ومع هذا هو وما بعده من حديث
روک دی اور خاطر جو اسکی بعد ہی سو آدمی کو اسکی دفع پہ قدرت ہوتی ہی کہ ہاجس کو آتی ہی پھیر دی تسپر بھی یہہ اور اسکی بعد کا یعنی حدیث النفس

النفس مرفوعان عن الامة بالحديث الصحيح الوارد في ارتفاع حديث النفس عن هذه الامة وهو قوله عليه السلام عفي عن امتي
اس امت کو سب معاف ہیں بدلیل حدیث صحیح کی جو کہ اس باب میں ہی کہ حدیث نفس اس امت کو معاف ہی وہ حدیث یہہ ہی کہ میری امت کو معاف ہی

ما حدثت به نفوسهم فاذا ارتفع حديث النفس ارتفع ما قبله بالطريق الاولى وهذه الثلاثة لو كانت في الحسنات لا
جو اونکی نفس حدیث کرتی ہیں پھر جب حدیث النفس معاف ہوا تو اوس سے پہلی کی خیالات بطریق اولی معاف ہونگی اور یہہ تینوں اگر حسنات میں ہیں تو اسکا

يكتب له بها اجر لعدم القصد وأما الهم فقد بين في الحديث الصحيح ان الهم بالحسنة يكتب حسنة وان لم تفعل لظهور
کچھ ثواب نہیں ہوتا کیونکہ قصد نہیں ہی اور رہا ہم سو حدیث صحیح میں آیا ہی کہ نیک ہم کا ثواب ہوتا ہی اگرچہ بسبب کسی مانع کی عمل میں

مانع والهم بالسيئة لا يكتب سيئة بل ينتظر فان تركها العبد لله تعالى يكتب عليه حسنة وان فعلها يكتب عليها
نہ آوی اور بد ہم کا کچھ گناہ نہیں ہوتا بلکہ ملتوی رہتا ہی اگر آدمی نے اوسکو اللہ کے لئے ترک کیا تو اوسکو ثواب ہوتا ہی اور اگر کر بیٹھا تو اوس عمل کا گناہ

اثم الفعل وحده لا اثم الهم لان الهم مرفوع عن هذه الامة وأما العزم على السيئة فبعض العلماء وان جعله من الهم المرفوع
ہوتا ہی ہم کا کچھ گناہ نہیں ہوتا کیونکہ ہم اس امت کو معاف ہی اور رہا عزم بدی کا سو بعضی علما نے اسکو اگرچہ اوس ہم میں داخل کیا ہی جو معاف ہی

الا ان المحققين على كون العبد مؤاخذا به لكن ان ندم على عزمه وترك الفعل خوفا من الله تعالى يكتب له حسنة
پر محقق اسپر ہیں کہ اسمیں بندہ سے مواخذہ ہوویگا لیکن اگر اپنی عزم پہ نادم ہوا اور اللہ کی خوف سے وہ کام نکیا تو اوسکو ثواب ہوتا ہی

لان عزمه على السيئة وان كان سيئة لكن امتناعه عنها حسنة فيكتب حسنة وأما اذا فات عنه الفعل بعائق
کیونکہ عزم گناہ کا اگرچہ گناہ ہی لیکن اوس سے باز رہنا نیک عمل ہی سو ثواب ہوتا ہی اور جس صورت میں کہ وہ کام کسی مانع کی سبب یا

تركه بعذر لاحق لا خوفا من الله تعالى يكتب عليه سيئة لان عزمه فعل اختياري من افعال القلوب فيؤخذ به
کسی عذر کی وارد ہونی سے ہوا اگر اوسکو خوف الہی سے نہیں چھوڑا تو اب گناہ ہوتا ہی کیونکہ عزم افعال قلوب میں سے فعل اختیاری ہی سو عازم کی پکڑ ہوگی

صاحبه اذ قد روي انه عليه السلام قال يحشر الناس على نياتهم ولا شك ان من عزم في الليل ان يصبح يقتل مؤمنا
اسلیے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمام لوگ اپنی اپنی نیتوں پر محشور ہونگے اور اسمیں کچھ شک نہیں ہے کہ جو شخص رات کو یہ عزم کریگا کہ صبح ہوتے ہی کسی مسلم کو قتل

او يزني بامرأة او يشرب خمرا او يرتكب غير ذلك من الذنوب فمات الليلة يموت عاصيا مصرا على الذنب ويحشر على
یا کسی عورت سے زنا کرونگا یا شراب پیونگا یا کوئی اور گناہ کرونگا پھر وہ اوسی شب میں مرگیا تو گناہ پر اصرار کرتا ہوا گنہگار مریگا اور اپنی نیت پر اوٹھیگا

نيته مع ان الواقع منه العزم على المعصية دون فعلها والدليل الدال عليه ما روي انه عليه السلام قال اذا التقى
باوجودیکہ اوسکو صرف معصیت کا عزم ہی تھا کچھ عمل نہیں کیا اور دلیل اس مطلب پر یہہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب دو مسلمان

المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول في النار قيل يا رسول الله هذا القاتل فما بال المقتول قال لانه اراد قتل
تلوار لیکر مقابل ہوتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونو جہنمی ہیں کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ بھلا یہہ تو قاتل تھا اب مقتول نے کیا کیا فرمایا اسلیے کہ یہہ بھی اپنی

صاحبه وهذا نص في كون المقتول من اهل النار بمجرد الارادة مع انه قتل مظلوما فكيف لا يواخذ العبد بالنية
یار کی قتل کا ارادہ رکھتا تھا اور یہہ نص ہے کہ مقتول نری ارادہ سے جہنمی ہے باوجودیکہ مظلوم قتل ہوا ہے پھر کیونکر آدمی سے نیت کا مواخذہ نہیں ہے

والعزم وكل ما يدخل تحت اختياره فهو مواخذ به الا ان يكفره بحسنة ونقض العزم بالندم حسنة فلذلك يكتب
اور عزم اور جو چیز آدمی کی اختیار کی ہے سو اوسکا مواخذہ ہوتا ہے الا اگر نیک کام سے اوسکا بدلا کردے تو خیر اور ندامت سے عزم کا توڑ دینا بھی نیک کام ہے اسی لیے

حسنة واما فوات المراد بعائق فليس بحسنة فلذلك يكتب سيئة فيواخذ بها فكيف لا يواخذ العبد باعمال القلوب
ثواب ہوتا ہے اور رہی وہ صورت جو کسی مانع کی سبب سے امر فوت ہوجاوے سو یہہ حسنہ نہیں ہے اسلیے گناہ ہوتا ہے پھر مواخذہ ہوگا اب کیونکر آدمی کا مواخذہ اعمال قلوب

والكبر والعجب والرياء والحسد والنفاق وجملة الخبائث من اعمال القلوب وقد قال الله تعالى ان السمع والبصر والفؤاد كل
اور کبر اور تکبر اور ریا اور حسد اور نفاق پر نہوویگا اور جتنی خباثتیں ہیں سو اعمال قلوب ہیں اور بیشک اللہ تعالی نے فرمایا ہے بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سبکی

اولئك كان عنه مسئولا فانه تعالى قد بين في هذه الاية ان العبد بكل واحد من تلك الاعضاء يكون مسئولا فيما يدخل
اوس سے پوچھ ہے اب اللہ تعالی نے اس آیت میں بیان کیا کہ آدمی سے ان عضو ہر ہر عضو کی پوچھ ہوگی جو جو کام انکی اختیار میں ہیں

تحت اختياره مثلا لو وقع بصره على اجنبية بغير اختيار منه لا يواخذ بهذه النظرة فان اتبعها نظرة ثانية يكون
مثلا اگر نامحرم عورت پر بطور عادت کے بے اختیار نگاہ پڑجاوے تو اس نگاہ کا کچھ مواخذہ نہیں ہے پھر اگر اوسپر دوبارہ نظر دوڑائی تو اس دوسری نظر کا

مواخذا بهذه النظرة الثانية لكونه مختارا فيها كذلك خواطر القلوب تجري هذا المجرى بل القلب اولى بالمواخذة لانه
مواخذہ ہوویگا کیونکہ اسمیں اختیار تھا ایسی ہی دل کی خیالات اسی کی قائم مقام ہیں بلکہ دل کا مواخذہ اولی ہے کیونکہ سبکی اصل ہے

الاصل فان من حكم قلبه بشيء وكان مخطئا فيه يصير مجزيا به ان خيرا فخير وان شرا فشر كمن ظن انه متطهر وحضر
بیشک جسکا دل کسی خیالات پر حکم کرے تو ویسی ہی بدلا ملیگا اگر نیک ہے تو نیک اور برا ہے تو برا جیسے کسی نے گمان کیا کہ میں باوضو ہوں اور

الجمعة وصلاها ثم تذكر انه كان غير متطهر يكون مثابا بفعله وان تركها ثم تذكر يكون معاقبا على تركه ومن وجد على فراشه امرأة
جاکر جمعہ کی نماز ادا کی پھر یاد آیا کہ پاک نہیں ہے تو بھی اسکا ثواب ہوگا اور اگر جمعہ کو ترک کیا پھر یاد آیا تو اس ترک پر عقاب ہوگا اور جسنے اپنے بستر پر عورت پائی

فظنها زوجته فوطئها لا يكون عاصيا بوطئها وان كانت اجنبية وان ظنها اجنبية فوطئها بهذا الظن يكون عاصيا
اور گمان کیا کہ میری بی بی ہے پھر اوس سے جماع کیا تو اس جماع کا گنہگار نہیں ہوگا اگرچہ غیر عورت ہو اور اگر اوس عورت کو غیر سمجھا پھر اوسی خیال پر جماع کیا تو اس جماع سے

بوطئها وان كانت زوجته كل ذلك بالنظر الى القلب دون الجوارح فان الوسوسة انما تكون مرفوعة عن هذه الامة اذا
گنہگار ہوگا اگرچہ وہ اوسکی بی بی ہو یہہ تمام اعتبار دل کی ہے جوارح کا لحاظ نہیں ہے کیونکہ وسوسہ تو سراسر اس امت کو معاف ہے ہی جبتک

لم تبلغ رتبة العزم فاما اذا بلغت تلك المرتبة فلا تكون مرفوعة بل يواخذ به العبد فيلزم عليه نقضها بالندم والاستغفار
عزم کا مرتبہ نہ پاوے پھر اگر اوس درجہ تک جا پہنچے تو پھر معاف نہیں ہے بلکہ اسپر آدمی سے مواخذہ ہوتا ہے سو لازم ہے کہ اس عزم کو ندامت و استغفار سے توڑدے

حتى تنقلب حسنة لكن ينبغي ان يعلم ان الوسوسة قد تكون من جهة تلبيس ابليس فان الشيطان قد تلبس على
تاکہ پلٹ کر عمل نیک ہو جاوی لیکن سمجھنی کی بات ہی کہ وسوسہ بعضی وقت ابلیس کی فریب سی ہوتا ہی بیشک شیطان بعضی وقت انسان پر یہہ شبہ ڈالتا ہی
الانسان فيقول العمر طويل والصبر على ترك الشهوات طول العمر الم شديد فكيف تترك اللذات والشهوات فعند ذلك
کہتا ہی کہ عمر بہت دراز ہی اور ترک شہوات پر تمام عمر صبر کرنا بڑا ہی سخت عذاب ہی اب لذتین اور شہوات کیونکر ترک کر دیجیی اب ایسی وقت آدمی کو
يلزم للعبد ان يذكر عظيم ثواب الله تعالى واليم عقابه ووعده ووعيده ويجدد ايمانه ويقينه ويقول نعم الصبر عن
لازم ہی کہ اللہ تعالی کا بڑا ثواب اور سخت عذاب اور اوسکی وعدی اور وعید یاد کری اور از سر نو ایمان اور یقین کو سنبھالی اور کہی البتہ صبر کرنا
الشهوات شديد لكن الصبر على النار اشد فلا بد من اختيار اخفهما فاذا ذكر العبد ذلك يخنس الشيطان ويهرب اذ لا يستطيع
شہوات سی سخت ہی لیکن آگ پر صبر کرنا اور بہت سخت ہی سو کمتر کو اختیار کرنا چاہیی جب آدمی یہہ بات یاد کرتا ہی تو شیطان پس پشت بہاگ جاتا ہی کیونکہ شیطان کی
ان يقول ليس الصبر على النار اشد من الصبر على المعصية ولا يملك ان يقول المعصية لا تفضي الى النار لان
یہہ طاقت نہین ہی کہ کہوی آگ پر صبر کرنا معصیت پر صبر کرنی سی سخت نہین ہی اور نہ یہہ کہہ سکتا ہی کہ معصیت دوزخ مین نہ لیجاویگی اسواسطی کہ آدمی کا
ايمان العبد يدفعه وينقطع عنه وسوسته بنور الايمان فان العبد اذا كان ايمانه حقيقيا لا لسانيا بل
ایمان اوسکو دفع کر دیتا ہی اور ایمان کی نور سی اوسکا وسوسہ کٹ جاتا ہی بیشک جب آدمی کا ایمان حقیقی ہوتا ہی نرا زبانی نہین ہوتا بلکہ
قلبيا يقينيا يدفع عن نفسه وسوسة الشيطان ويتخذه عدوا امتثالا لقوله تعالى ان الشيطان لكم عدو
دلی یقینی ہوتا ہی تو اپنی دلسی شیطانی وسوسہ دور کر دیتا ہی اور شیطان کو دشمن جانتا ہی اس آیت کی موافق تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہی
فاتخذوه عدوا فانه تعالى بين في هذه الاية ان الشيطن عدو لبني ادم وامرهم ان يتخذوه عدوا لانه
سو تم سمجہ رکہو اوسکو دشمن اللہ تعالی نی اس آیت مین بیان کیا کہ شیطان بنی آدم کا دشمن ہی اور یہہ حکم کیا کہ وہ بہی اوسکو دشمن سمجہین کیونکہ
يريد اضلالهم ليجرهم مع نفسه الى النار فعلى هذا ينبغي للعاقل ان يعرف عدوه ويجتهد في دفع وسوسته
اونکو گمراہ کیا چاہتا ہی تاکہ اپنی ساتہہ دوزخ مین کہینچ لیجاوی اس بیان کی موافق عاقل کو چاہیی کہ اپنا دشمن پہچان کر اوسکا وسوسہ بزور دفع کر دیکی
ولا يندفع وسوسته الا بمخالفة الهوى فمن منع نفسه عن الهوى يكون من عباد الله الذين لا يتسلط عليهم
اور بدون مخالفت ہوا ہوس کی اوسکا وسوسہ دفع نہین ہوتا پہر جسنی اپنی نفس کو ہوا سی روک رکہا تو وہ اون لوگون مین ہوتا ہی جن پر شیطان غالب نہین ہوتا
الشيطن على ما اخبر الله تعالى بذلك وقال ان عبادي ليس لك عليهم سلطن فدلت الاية على ان الشيطان
موافق مضمون اس آیت کی وہ میری بندی ہین اونپر نہین تیری حکومت یہہ آیت دلالت کرتی ہی کہ شیطان
لا يتسلط على من كان من عباد الله تعالى وانما يتسلط على من لم يكن من عباد الله تعالى فمن يتبع الهوى لا يكون
اونپر جو اللہ کی عبادت کرنیوالی ہین غلبہ نہین کر سکتا اونہی پر غلبہ کرتا ہی جو اللہ کی عابد نہین ہین پہر جو شخص اپنی ہوا کا تابع ہی وہ
من عباد الله تعالى بل يكون من عباد الهوى اذ قال الله تعالى ارءيت من اتخذ الهه هوىه اشار الى كون
اللہ تعالی کا عابد نہین ہی بلکہ ہوا کا پوجنی والا ہی اسلئی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی بہلا دیکہہ تو جسنی پوجنا پکڑا اپنی چاؤ کا یہہ اشارہ ہی کہ
الهوى الهه ومعبوده والى كونه من عباد الهوى لا من عباد الله تعالى فمن لم يكن من عباد الله تعالى بل كان
ہوا ہی اوسکا خدا اور معبود ہی اور وہ ہوا کا بندہ ہی اللہ کا بندہ نہین ہی پہر جو شخص اللہ کا بندہ نہووی بلکہ ہوا کا
من عباد الهوى يتسلط عليه الشيطان بواسطة الهوى الذي يتشعب منه الشهوات فكما ان الشهوات
بندہ ہووی تو اوسپر شیطان بوسیلہ ہوا کی جسمین سی شہوات کی شاخین نکلتی ہین غالب رہتا ہی سو جیسی شہوتین انسان کی
سارية في لحم الانسان ودمه كذلك سلطنة الشيطان سارية في لحم الانسان ودمه ومحيطة به من
گوشت پوست اور خون مین پہیلی ہوئی ہین ایسی ہی شیطان کی سلطنت آدمی کی اندر گوشت اور لہو مین سیر کرتی ہی اور ہر طرف سی گہیری ہوئی ہی

جميع جوانبه ولذلك قال النبي عليه السلام ان الشيطان ليجري من ابن ادم مجرى الدم فضيقوا مجاريه
اسیسے نبی نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ شیطان ابن آدم میں مثل خون کی پھرتا ہے اب تم اوسکی آمد کا رستہ بھوک سے بند کرو

بالجوع وانما امر النبي عليه السلام بتضيق مجاري الشيطان بالجوع لان تسلط الشيطان على الانسان ليس
اور نبی علیہ السلام نے شیطان کا رستہ بھوک سے بند کرنے کو اسلئے فرمایا ہے کہ شیطان کا غلبہ انسان پر بدون وسیلہ شہوت کے

الا بواسطة الشهوة والشهوة تنكسر بالجوع فمن يريد ان يسلم من تسلط الشيطان عليه فعليه الملازمة بالصوم حتى يسلم
نہیں ہوسکتا اور شہوت بھوک سے ٹوٹ جاتی ہے پھر جو شخص چاہے کہ میں شیطان کے غلبہ سے سلامت رہوں تو اوسکو روزہ رکھنا چاہئیں

من تسلط الشيطان عليه فان من يتبع مقتضى الشهوة المنشعبة عن الهوى يظهر تسلط الشيطان عليه بواسطة
تاکہ شیطان کے غلبہ سے سلامت رہے بیشک جو شخص شہوت کی پیچھے پڑا رہتا ہے جو ہوا کی شاخ ہے تو اوسپر بوسیلہ ہوا کی شیطان کا غلبہ ہوجاتا ہے

الهوى لان الهوى مرعى الشيطان ومرتعه ولما لم يكن احد خاليا عن الشهوة المنشعبة عن الهوى لم يوجد احد
کیونکہ ہوا و ہوس شیطان کے بیٹھ اور چراگاہ ہے اور چونکہ کوئی شخص شہوت سے جو شاخ ہوا و ہوس کی ہے خالی نہیں ہے تو ایسا بھی کوئی نہیں ہے

خاليا عن ان يكون للشيطان فيه تسلط ولذلك قال النبي عليه السلام في حديث رواه ابن مسعود ما منكم من
کہ اوسپر شیطان کا کچھ بھی غلبہ نہو اور اسیلئے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے حدیث میں جو ابن مسعود سے روایت ہے تم میں سے ایسا کوئی نہیں کہ

احد الا وله شيطان قالوا وانت يا رسول الله قال عليه السلام وانا الا ان الله تعالى اعانني عليه فاسلم فلا يامر
اوسکا شیطان نہو عرض کیا اور تم یا رسول اللہ فرمایا اور میں بھی پر اتنا ہے کہ اللہ تعالی نے اوسپر میری مدد کی سو وہ مسلمان ہوگیا اب وہ سوا

الا بالخير بيانه على ما ذكره الامام الغزالي في الاحياء ان الشيطان لا يتصرف في الانسان الا بواسطة الشهوة فمن
خیر کی کچھ نہیں کہتا اسکی تفصیل موافق بیان امام غزالی کی احیاء میں یہ ہے کہ شیطان انسان میں بدون وسیلہ شہوت کی تصرف نہیں کرسکتا پھر جسکی

اعانه الله تعالى على كسر شهوته حتى يصير لا ينبسط الا حيث ينبغي والى الحد الذي ينبغي فشهوته لا تدعوه
اللہ تعالی نے شہوت توڑنے پر امداد کی یہاں تک کہ ایسا بن جاوے کہ اودہر متوجہ ہو کہ جہاں چاہیئے اور اوس حد تک جو مناسب ہے سو اوسکی شہوت شر کی طرف نہیں بلاتی

الى الشر والشيطان المتدرع بها لا يامر الا بالخير فعلم من هذا الحديث ان بني ادم لا يتصور ان ينفك الشيطان عنهم
اور شیطان جو شہوت کا لباس پہنی ہوئی ہے سوا خیر کی نہیں کہتا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خیال میں نہیں آتا کہ کوئی آدمی شیطان سے جدا ہو

وانما يتميز بعضهم عن بعض بموافقتهم اياه ومخالفتهم اياه فمن يغلب عليه مقتضيات الشهوة يجد الشيطان
اور آپس میں ایک دوسرے سے اتنا ہی فرق ہے کہ شیطان سے کتنا موافق ہے یا اوس سے کتنا مخالف ہے پھر جسپر مقتضیات شہوت غالب ہیں اوسمیں شیطان

فيه مجالا فيتسلط عليه ولاكتناف الشهوات للانسان من جوانبه قال ابليس على ما اخبر الله تعالى عنه لاقعدن
بھی قدرت پاتا ہے اور اوسپر تسلط کرلیتا ہے اور انسان کو جو شہوات نے ہر طرف سے گھیر رکھا ہے تو ابلیس کا یہ قول ہے جیسا کہ اللہ تعالی خبر دیتا ہے میں بیٹھوں گا

لهم صراطك المستقيم ثم لآتينهم من بين ايديهم ومن خلفهم وعن ايمانهم وعن شمائلهم ولا تجد اكثرهم
ونکی تاک میں تیری سیدھی راہ پر پھر اونپر آونگا آگے سے اور پیچھے سے اور داہنے سے اور بائیں سے اور نہ پاویگا تو اونمیں سے اکثر

شاكرين فانه ياتي الانسان من جميع جهاته بانواع مكائده ويحبب اليه الفعل الذي يضره حتى يخيل اليه
شکرگذار پھر شیطان انسان کی ہر ایک طرف سے طرح طرح کی مکر لاتا ہے اور وہ کام اوسکو پسند کرا دیتا ہے جو مضر ہے یہاں تک کہ وہ خیال کرتا ہے

انه من انفع الاشياء اليه ويكره اليه فعل الذي ينفعه حتى يخيل اليه انه من اضر الاشياء اليه وبهذا الطريق
کہ یہ کام سب سے زیادہ مفید ہے اور وہ کام ناپسند کرا دیتا ہے جو نافع ہو یہاں تک کہ خیال کرتا ہے کہ یہ کام سب سے زیادہ مضر ہے اور اس طریق سے

كاد كثيرا من الناس حتى القاهم في الاهواء المختلفة والاراء المتنوعة واوصلهم الى الكفر والضلال واوقعهم في الاثام
بہت لوگوں کو فریب دیئے ہیں یہاں تک کہ اونکو مختلف ہوس میں اور الگ الگ رائے میں لگا دیا ہے اور کفر اور گمراہی میں پہنچا دیا ہے اور گناہ اور وبال میں

والوبال ومع هذا يعدهم الفوز بالجنات مع الكفر والفسوق والعصيان ويخوف المومنين من جنده واوليائه
بھیجتا وبال ہی اور تسپر اس کفر اور فسق اور عصیان پر دخول جنت کا وعدہ کرتا ہی اور مومنوں کو اپنی لشکر اور رفقا سی اتنا ڈراتا ہی

حتى لا يجاهدونهم ولا يامرونهم بالمعروف ولا ينهونهم عن المنكر وهذا من عظيم كيده لاهل الايمان وقد اخبر الله
کہ وہ اونسی جہاد نہیں کرتی اور نہ امر بالمعروف اور نہ نہی عن المنکر کرتی ہیں اور اہل ایمان کو یہہ بڑا ہی دم دی رکہا ہی اور اللہ تعالی

بذلك في كتابه فقال انما ذلكم الشيطن يخوف اولياءه فلا تخافوهم وخافون ان كنتم مؤمنين والمعنى عند جميع
اپنی کتاب میں فرماتا ہی یہہ جو ہی سو شیطان ہی کہ ڈراتا ہی اپنی دوستوں سی سو تم اونسی مت ڈرو اور مجہسی ڈرو اگر ایمان رکہتی ہو اور تمام مفسروں کی

المفسرين انه يخوفكم باوليائه فلا تخافوهم قال قتادة يعظمهم في صدوركم ولهذا قال فلا تخافوهم وخافون ان كنتم
نزدیک یہہ معنی ہیں کہ شیطان تمکو اپنی رفیقوں سی ڈراتا ہی سو تم اونسی مت ڈرو قتادہ کہتی ہیں کہ اونکو تمہاری جی میں بڑا کر دکہاتا ہی اسی واسطی کہا تم اونسی مت ڈرو اور مجہسی ڈرو اگر تم

مؤمنين فان ايمان المؤمنين كلما كان قويا يزول عنه خوف اولياء الشيطان فيامر بالمعروف وينهى عن المنكر
مؤمن ہو بیشک مؤمن کا ایمان جتنا قوی ہوتا ہی وتنا ہی شیطان کی رفیقوں کا خوف دور ہوتا ہی پہر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا شروع کرتا ہی

وكلما كان ضعيفا يقوى فيه خوف اولياء الشيطان فلا يامر بالمعروف ولا ينهى عن المنكر ومن كيده ايضا انه يخدع
اور جتنا ضعیف ہوتا ہی وتنا ہی اوسپر شیطان کی رفیقوں کا خوف قوی ہوجاتا ہی پہر نہ امر بالمعروف کری اور نہ نہی عن المنکر اور یہہ بہی اوسکا کید ہی کہ اونکو فریب دیتا

الذين احكموا العلوم الشرعية العلمية والعملية حتى انهم كانوا يشتغلون بها ويتعمقون فيها لكنهم يهملون تفقد
جنہوں نی علوم شرعی علمی اور عملی خوب یاد کی ہیں یہاں تک کہ وہ اوس علم میں مشغول رہتی ہیں اور غور کئی جاتی ہیں پر اعضا بدن کو معاصی

الجوارح ولا يحفظونها عن المعاصي ولا يستعملونها في الطاعات ويظنون انهم بلغوا عند الله تعالى من العلم مرتبة
نہیں بچاتی اور نہ اونکو طاعات میں صرف کرتی ہیں اور گمان یہہ رکہتی ہیں کہ ہمکو اللہ تعالی کی ہاں وہ مرتبہ حاصل ہوگیا ہی

لا يعذبون ولا يطالبون بذنوبهم بل يقبل في الخلق شفاعتهم فانهم لو تاملوا العلم لان العلم علمان علم المعاملة
کہ عذاب نہیں ہوگا اور نہ گناہوں کی پرسش ہوگی بلکہ خلقت کی حق میں ہماری شفاعت منظور ہوگی یہہ لوگ اگر تامل کریں تو جانیں کہ علم دو ہوتی ہیں ایک علم معاملہ

وعلم المكاشفة فاما علم المعاملة فهو معرفة الحلال والحرام ومعرفة الاخلاق المحمودة والمذمومة وهي علوم لا تراد
یعنی ظاہری اور علم مکاشفہ کا باطنی علم معاملہ کا تو یہہ ہی دریافت کرنا حلال اور حرام کا اور پہچاننا اخلاق نیک اور بد کا یہہ ایسی علم ہیں کہ انہیں عمل ہی

الا للعمل ولولا الحاجة الى العمل لم تكن لهذه العلوم قيمة فكل علم يراد للعمل لا يكون له قيمة بدون العمل فمن احكم
مقصود ہی اور اگر عمل کی طرف حاجت نہوتی تو ان علوم کی کچہ قدر نہوتی اب جو علم کہ عمل کی لئی مقصود ہوتا ہی اوسکی قدر بدون عمل کچہ نہیں ہوتی پہر جسنی علم

علم الطاعات ولم يواظب عليها واحكم علم المعاصي ولم يجتنبها واحكم علم الاخلاق المحمودة ولم يزين نفسه بها واحكم علم
طاعات کا خوب سیکہا اور طاعت نکی اور علم معاصی کا خوب سیکہا اور معاصی سی باز نہ آیا اور علم اخلاق محمودہ کا خوب یاد کیا اور تہا اخلاق سی مزین نکیا اور علم

الاخلاق المذمومة ولم يطهر نفسه عنها فهو مغرور ويكيد الشيطان اذ يقول له الشيطن مطلبك القرب
اخلاق ذمیمہ خوب یاد کیا اور اپنی آپکو اونسی پاک نکیا تو وہ شیطان کی فریب میں پہنسا ہوا ہی اسلئی کہ شیطان یوں سمجہاتا ہی کہ تیری غرض تو قرب الہی

من الله تعالى ونيل ثوابه والعلم يقربك من الله ويوصلك الى ثوابه ويتلو عليه الايات والاخبار الواردة
اور ثواب حاصل کرنا سو یہ علم اللہ تعالی سی قریب اور ثواب حاصل کر دیتا ہی اور اوسکی سند آیات اور احادیث جو علم کی فضایل میں آئی ہیں پڑہ سناتا ہی

في فضائل العلم فمن كان من اهل الهوى يريد ذلك موافقا لهواه فيطمئن اليه قلبه ويهمل العمل ومن كان
پہر جو شخص اہل ہوا ہی اوسکو اوسکی مرضی کی موافق ہوتی ہیں اوسکی تو جی ہی لگ جاتا ہی کچہ کام نہ کرتا اور جو عالم

من اهل الخير يقول له الشيطان تذكر في ما ورد في فضائل العلم فتذكر ما ورد في العلماء التاركين للعمل
در والی ہوتی ہیں تو شیطان سی کہتی ہیں کہ تو وہ روایات تو یاد رکہتا ہی جو علم کی فضائل میں ہیں اور وہ یاد نہیں رکہتا جو علماء تارک عمل کی حق میں آئی ہیں

فان الذي اخبر بفضيلة العلم هو الذي اخبر بعقوبة العلماء السوء فانه تعالى قال مثل الذين حملوا التورية
بیشک جسنے فضیلت علم کی بتائی ہی اوسی نے علماء بدکار کا عذاب بھی بتایا ہی بیشک اللہ تعالی فرماتا ہی کہاوت ہی اونکی جنپر لادی توریت
ثم لم يحملوها كمثل الحمار يحمل اسفارا وقال الله تعالى في اية اخرى فمثله كمثل الكلب فاي خزي اعظم
پھر نہ اوٹھائی اونہوں نے جیسے کہاوت گدہے کی پیٹھ پہ لیجاتا ہی کتابیں اور ایک اور آیت میں فرمایا ہی تو اوسکا حال جیسے کتا گدہے اور کتے کی مشابہت سے
من التمثيل بالحمار والكلب وقال النبي عليه السلام اشد الناس عذابا يوم القيمة عالم لم ينفعه الله بعلمه وقال
کونسی رسوائی زیادہ ہی اور نبی علیہ السلام نے فرمایا سب سے زیادہ عذاب میں قیامت کے دن وہ عالم ہوگا جسکو علم سے اللہ نے نفع نہ دیا اور نبی
عليه السلام في حديث اخر من ازداد علما ولم يزدد هدى لم يزدد من الله الا بعدا وبعد ورود امثال تلك
علیہ السلام نے ایک اور حدیث میں فرمایا جو شخص علم میں بڑھا اور ہدایت میں نہ بڑھا تو اللہ تعالی کی ان سوائے دوری کے نہیں بڑھیگا اور بعد وارد ہونے
التشديدات مما لا يحصى في حق العالم التارك العمل كيف يعتقد انه على خير مع تاكد حجة الله تعالى عليه
ایسی ایسی شدائد بیشمار کے عالم تارک العمل کے حق میں کیونکر اعتقاد کرتا ہی کہ وہ نیک راہ پر ہی باوجودیکہ اوسپر حجت الہی خوب قایم ہی
واما علم المكاشفة فهو العلم بالله تعالى وصفاته واسمائه فمن احكم هذا العلم ثم اهمل العمل وضيع امر
اور علم مکاشفہ کا یعنی الہی سو وہ علم معرفت الہی اور اوسکی صفات اور اسماء کا ہی سو جسنے یہ علم خوب حاصل کیا پھر عمل نکیا اور امر الہی کو ضایع کیا
الله تعالى فهو مغرور ايضا فغروره يدل على انه لم يحصل من معرفة الله الا الاسامي دون المعاني لانه لو
تو وہ بھی شیطان کی فریب میں ہی بس اوسکی شوریدگی دلالت کرتی ہی کہ اوسکو معرفت الہی سے سوا نام کی کچھ حاصل نہیں ہوا معانی تک نہیں پہنچا کیونکہ اگر
عرف الله تعالى حق معرفته لخشيه واتقاه كما قال الله تعالى انما يخشى الله من عباده العلماء نسال الله تعالى
عارف باللہ ہوتا جو حق ہی تو اوس سے ڈرتا اور تقوی کرتا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اللہ سے ڈرتے وہ ہی ہیں اوسکی بندوں میں جنکو سمجھ ہی ہم سوال کرتے ہیں
ان يجعلنا ممن يخشى الله تعالى

المجلس الثالث والتسعون في بيان ان للشيطان لمة بابن ادم وللملك لمة

کہ ہمکو اللہ سے ڈرنیوالا بنادے ترانویں مجلس اس بیان میں کہ ابن آدم سے شیطان کو ایک قرب ہوتا ہی اور فرشتے کو ایک قرب ہوتا ہی

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان للشيطان لمة بابن ادم وللملك لمة فاما لمة الشيطان فايعاد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ابن آدم سے شیطان کو ایک قرب ہوتا ہی اور فرشتہ کو ایک قرب تو پھر قرب شیطان کا تو
بالشر وتكذيب بالحق واما لمة الملك فايعاد بالخير وتصديق بالحق فمن وجد ذلك فليعلم انه من الله تعالى
برائی کا خیال اور حق کی تکذیب اور فرشتہ کا قرب خیر کا الہام اور حق کی تصدیق پھر جو شخص دلمیں یہی پاوے تو جان لے کہ اللہ تعالی کی طرف سے ہی
فليحمد الله تعالى ومن وجد الاخرى فليتعوذ بالله تعالى من الشيطان الرجيم هذا الحديث من حسان المصابيح
اب اللہ کی حمد کرے اور جسنے وہ دوسرا پایا تو شیطان راندہ سے اللہ کی پناہ مانگے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی
رواه ابن مسعود واللمة المذكورة فيه من الالمام وهو القرب فان كل واحد من الملك والشيطان يقرب
ابن مسعود کی روایت سے اور لفظ لمہ جو اس حدیث میں آیا ہی الہام سے مشتق ہی یعنی قرب بیشک ہر ایک فرشتہ اور شیطان انہیں دونو کام کی
من الانسان لهذين الامرين وهما الايعاد بالخير والايعاد بالشر والمراد بهما الالهامان اللذان يقع في القلب احدهما
لیے انسان کی ساتھ ہوتا ہی یعنی ایعاد بالخیر اور ایعاد بالشر اور ان دونوں سے مراد وہی دو الہام ہیں جو کسیکے دلمیں آتے ہیں ایک
بواسطة الملك والاخر بواسطة الشيطان فما يقع بواسطة الملك يسمى الهاما وما يقع فيه بواسطة الشيطان
فرشتہ کے واسطے سے اور دوسرا شیطان کی جہت سے تو جو فرشتہ کے واسطے سے ہوتا ہی الہام کہلاتا ہی اور شیطان کی جہت سے جو ہوتا ہی
يسمى وسوسة والقلب متجاذب بينهما فانه باصل فطرته صالح لقبول اثار الملك ولاثار الشيطان صالحين
وسوسہ کہلاتا ہی اور دل دونوں جانب کا رزار ہوتا ہی اسلیے کہ باعتبار اصل پیدایش کے فرشتے کا اثر بھی لے سکتا ہی اور شیطان کا اثر بھی

صلاحا متساويا لا يترجح احدهما على الآخر الا باتباع الهوى والاكباب على الشهوات او بمخالفة الهوى والاعراض
برابر برابر کسی جانب کو دوسری پر غلبہ نہیں ہوتا مگر باعتبار پیروی ہوا کی اور شہوت پر اوندھا گرنے کی یا باعتبار مخالفت ہوا کی اور شہوات سے

عن الشهوات فان الانسان اذا اتبع مقتضى الشهوة والغضب يظهر تسلط الشيطان على قلبه بواسطة الهوى ويصير
منہ پھیرنے کی کہ بیشک انسان جب شہوت اور غضب کی پیروی کرتا ہے تو اوسکے دل پر شیطان کا غلبہ بوسیلہ ہوا کی ظاہر ہو کرتا ہے اور اسکا دل

قلبه عش الشيطان ومقره لكون الهوى مرعى الشيطان ومرتعه واذا جاهد نفسه ولم يتبع مقتضى الشهوة و
شیطان کا گھونسلا اور مقام ہو جاتا ہے کیونکہ ہوا ہوس شیطان کی چراگاہ اور بیٹھک ہے اور اگر اوسنے نفس کو مارا اور دم شہوت اور

الغضب يكون قلبه مستقر الملئكة ومهبطهم لكن لما لم يكن قلب من القلوب خاليا عن الشهوة والغضب والحرص
غضب کی پیروی نکی تو اوسکا دل ملائکہ کا مقام اور گذرگاہ ہو جاتا ہے لیکن چونکہ کوئی دل کیسا ہی شہوت اور غضب اور حرص

والطمع وغير ذلك من الصفات البشرية المنشعبة عن الهوى لم يتصور ان يوجد قلب خال من ان يكون فيه
اور طمع وغیرہ صفات بشری سے جو ہوا کی شاخیں ہیں خالی نہیں ہوتا تو خیال میں نہیں آتا کہ کوئی دل ایسا ہو کہ جہاں شیطان کی وسوسہ

للشيطان جولان بالوسوسة ولا يزول وسوسته الا بذكر شيء سوى ما وسوس به فيه اذ عند حصول ذكر شيء
کا گذر نہو تا ہو اور اوسکا وسوسہ کبھی نہیں جاتا بدون ذکر کسی اور بات بجز اوس وسوسہ کی اسواسطے کہ جب کسی اور چیز کا ذکر آتا ہے

فيه ينعدم ما كان فيه من قبل الا ان كل شيء سوى ذكر الله تعالى وما يتعلق به يجوز ان يكون مجالا للشيطان
تو پہلی بات جاتی رہتی ہے اتنا ہے کہ ہر ایک بات سوا ذکر الہی کی اور جو اوسکی متعلق ہے گذرگاہ شیطان کا ہو سکتا ہے

فذكر الله تعالى هو الذي يؤمن جانبه ويعلم انه ليس مجالا للشيطان فان القلب مثاله مثال حصن له ابواب
سو ایسا تو ذکر الہی ہے کہ جسکی طرف سے خاطر جمع ہے اور معلوم ہے کہ گذرگاہ شیطان کا نہیں ہے بیشک دلکی مثال ایسی ہے جیسے ایک قلعہ کئی دروازہ والا

كثيرة والشيطان يريد ان يدخل فيه من كل باب ويملكه ويستولي عليه فلا بد للعبد من حفظه ولا
اور شیطان چاہتا ہے کہ اوسمیں ہر ایک دروازہ سے آکر مالک اور مستولی ہو جاوے اب آدمی کو اوسکی حفاظت کرنی چاہیے اور

يقدر على حفظه الا بحراسة ابوابه وسد مداخله ومواضع ثلمه وابوابه ومداخله الصفات المذمومة
اوسکی حفاظت بدون نگہبانی دروازوں کی اور روکنی آمد کی راہ اور کسیکی رخنہ کی نہیں ہو سکتی اور قلعہ کی دروازہ اور آمد کی راہ صفات مذمومہ ہیں

فليس للآدمي صفة من صفات المذمومة الا وهي قوة من قوات الشيطان وسلاح من اسلحته وباب من
سو آدمی کی کوئی صفت صفات مذمومہ میں سے ایسی نہیں ہے کہ وہ شیطان کا کوئی قوت اور اوسکی ہتیاروں میں کا ایک ہتیار اور اوسکی دروازوں

ابوابه ومدخل من مداخله وهذه الابواب والمداخل كثيرة بعضها ظاهرة وبعضها غامضة وكلها
میں کا ایک دروازہ اور اوسکی آمد کا راہ نہو اور یہ دروازے اور آمد کی راہ بہت ہیں بعضی ظاہر ہیں اور بعضی پوشیدہ اور شیطان کی لئے سب

مفتوحة للشيطان وليس للملك فيه الا باب واحد وقد يلتبس ذلك الواحد بهذه الكثير فالعبد فيه مثاله
کھلی ہوئی ہیں اور اون میں سے فرشتہ کی لئے ایک ہی دروازہ ہے اور کبھی وہ ایک بھی ان سب میں مل جاتا ہے اس صورت میں آدمی کی کہاوت ایسی ہے

مثال المسافر الذي بقي في بادية كثيرة الطرق غامضة المسالك في ليلة مظلمة فلا يكاد يعلم الا بعين بصيرة وطلوع
جیسے مسافر تنہا جنگل میں جہاں چار طرف باریک رستے جاتی ہوں اندھیری رات میں سو یہہ مسافر بدون عین بصیرت اور روشنی چمکتی

شمس مشرقة والمراد بعين البصيرة ههنا هو القلب المصفى بالتقوى والمراد بالشمس المشرقة هو العلم المستفاد من
سورج کی نہیں سنبھل سکتا اور عین بصیرت سے یہاں تقوی سے صاف کیا ہوا دل مراد ہے اور آفتاب روشن سے وہ علم مراد ہے جو

كتاب الله تعالى وسنة رسوله اذ بهما يعلم غوامض طرقه وابوابه ومداخله التي يدخل منها في القلب الامراض
کتاب اللہ اور سنت رسول سے حاصل ہوا ہو کیونکہ انہیں دونوں سے باریک رستے اور اوسکی دروازے اور دلکا رستہ جس سے بیماری علاج کی

المحتاجة الى العلاج وعلاج الشيء لا يكون الا بضده وضد جميع الوساوس الشيطانية ذكر الله بالاستعاذة
محتاج دل مین اسکی علاج کی ہی اور ہر مرض کا علاج اوسکی ضد سی ہوتا ہی اور تمام وسوسہ شیطانی کی ضد اللہ کا ذکر ہی ساتھہ اعوذ باللہ کی

والتبري من الحول والقوة بان يقال اعوذ بالله من الشيطان الرجيم لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم
اور بری ہونا حول اور قوت سی اسطور سی پڑہی کہ پناہ لیتا ہون اللہ کی شیطان مردود سی اور نہ پہرنا گناہ سی اور نہ قوت طاعت کی مگر اللہ بزرگ برتر سی

فان قيل هل يكفي في الدفع مجرد ذكر الله تعالى ام لا بد فيه من العلاج فما العلاج فيه فالجواب ان العلاج فيه سد
اگر کوئی پوچہی آیا دفع کی لیی صرف ذکر اللہ کافی ہی یا اسمین کچہہ علاج بہی چاہیی پہر اسمین علاج کیا ہی سو جواب یہہ ہی کہ اسمین علاج یہہ ہی

مداخله بتطهير القلب من الصفات المذمومة وتعميره بالتقوى حتى يتمكن الذكر فيه ولا يقدر على ذلك
کہ اوسکی آمد کی راہ دلکو صفات مذمومہ سی پاک اور تقوی سی آباد کرکر بند کردی تاکہ دل کی اندر ذکر قایم ہی اور اسپر سوا متقیون کی

الا المتقون الذين طهروا قلوبهم من الصفات المذمومة وعمروها بالتقوى وغلب عليهم ذكر الله تعالى فان
کسیکی قدرت نہین جنہون نی اپنی دل صفات مذمومہ سی پاک اور تقوی کاسی آباد کر رکہی ہین اور اونپر یاد الہی غالب ہوگئی ہی بیشک ذکر الہی

الذكر لا يتمكن في القلب الا بعد عمارته بالتقوى وتطهيره من الصفات المذمومة فلا بد من تطهيره ليتمكن الذكر
دلمین جبہی قایم رہتا ہی کہ تقوی سی آباد اور صفات مذمومہ سی پاک ہوچکی اب اوسکا پاک کرنا ضرور ہوا تاکہ اوسمین ذکر قایم رہی

فيه لان الذكر لو لم يتمكن فيه يصير حديث النفس فلا يدفع وسوسة الشيطن ولذلك قال الله تعالى ان الذين
اسلیی کہ اگر ذکر دلمین قایم نہوا تو وہ حدیث النفس ہوگا پہر اس سی شیطانی وسوسہ دفع نہین ہوسکیگا اور اسیہی لیی اللہ تعالی فرماتا ہی جو لوگ

اتقوا اذا مسهم طائف من الشيطن تذكروا فاذا هم مبصرون فانه تعالى قد خص ذلك بالمتقين فان القلب اذا
ڈرر کہتی ہین جہان پڑگیا اونپر شیطان کا گذر چونک گئی پہر تبہی انکو سوجہہ آگئی بیشک اللہ تعالی نی اس بات کو پرہیزگارونسی خاص کیا ہی کیونکہ دل اگر

تطهر من الصفات المذمومة لا يكون الشيطان فيه استقرار بل انما يكون فيه اجتياز ويمنعه من الاجتياز
صفات مذمومہ سی پاک ہوجاتا ہی تو اوسمین شیطان کا قیام نہین ہوتا بلکہ یہہ ہی آمد رفت ہوتی ہی اور آمد رفت سی بہی اوسکو ذکر الہی بند کردیتا ہی

ذكر الله تعالى فمثاله مثال كلب جائع يقرب منك فان لم يكن بين يديك شيء من الطعام ينزجر بقولك اخسأ فبمجرد
سو اوسکی مثال ایسی ہی جیسی بہوکا کتا تیری پاس چلا آوی پہر اگر تیری سامنی کچہہ کہانا نہو تو اتنا ہی کہنی سی چلا جاتا ہی ادب پس صرف

الصوت يدفع وان كان بين يديك شيء من الطعام يهجم عليه ولا يندفع بمجرد الكلام فالقلب الخالي عن الهوى
دہتکار اوسکو دفع کردیتی ہی اور اگر تیری سامنی کوئی کہانا موجود ہو تو حملہ کرتا ہی اور صرف دہتکار سی نہین جاتا سو جو دل ہوا سی خالی ہو

ينزجر الشيطان عنه بمجرد الذكر اذ لا يطرقه الشيطان الا عند غفلته وخلوه عن ذكر الله تعالى فاذا عاد الى الذكر
تو شیطان وہانسی صرف ذکر سی چلا جاتا ہی کیونکہ شیطان غفلت ہی کیوقت دلمین جب ذکر الہی سی خالی پاوی تو جاسکتا ہی پہر جب وہ ذکر کرتا ہی تو

يخنس الشيطان فاما القلب المعلق بالهوى فلكون الهوى قوي الشيطان يستقر فيه الشيطان ولا يندفع بالذكر
پیچہلی پانو بہاگتا ہی اور جو دل ہوا مین لگا ہوا ہی قرہنا ہوس جو شیطان کی قوت بازو ہی تو وہان شیطان جگہہ پکڑ لیتا ہی اور ذکر سی نہین ٹلتا

والحاصل ان القلب مهما غلب عليه مقتضيات الهوى يجد الشيطان مجالا فيوسوس فيه ومهما اشتغل بالذكر يرتحل
خلاصہ یہہ ہی کہ دل پر اگر لوازم ہوا کی غالب ہوجاتی ہین تو شیطان کا گذر ہوجاتا ہی پہر اوسمین وسوسہ پیدا کرتا ہی اور جب ذکر مین مشغول ہوتا ہی تو شیطان

عنه الشيطان ويقبل اليه الملك فيه ويلهم فيه والتطارد بين جندي الملك والشيطان في معركة القلب
وہانسی چلدیتا ہی اور فرشتہ وہان آکر الہام کرتا ہی اور قلب کی معرکہ مین درمیان دونو لشکر فرشتہ اور شیطان کی ہمیشہ جنگ دہنگا چل رہی ہی

دائم الى ان ينفتح القلب لاحدهما فاكثر القلوب قد فتحها الشيطان وملكها فامتلأت بالوساوس الداعية الى ايثار
آخر کو کسی ایک کی فتح ہوجاتی ہی سو اکثر دل تو شیطان فتح کرکر مالک ہوگیا ہی پہر وہ ایسی وسوسون سی بہر گئی ہین جو کہ طرف اختیار کرنی دنیا

الدنيا واطراح الآخرة ومهد امتلاءها اتباع الهوى ولا يمكن فتحها بعد ذلك الا بتخليتها عن الهوى وتحليتها بذكر
اور الگ کرتی آخرت کی بلائیں ہیں اور سبب وسوسہ ہونیکا ہواکی پیروی ہے اب اوسکا فتح ہونا ممکن نہیں ہے بدون اسکے کہ ہواسی خالی کرکر ذکر الٰہی سے رونق پائے
الله تعالى وذلك لا يتيسر الا بمعرفة الخواطر الداخلة فيها فان الخواطر الداخلة فيها تنقسم الى ما يعلم قطعا انه داع
اور یہہ حالت میسر نہیں ہوتی بدون دریافت خطرات کی جو دلوں کی اندر ہوتی ہیں کیونکہ اندر جو خطرے آتے ہیں تو تین قسم ہیں کہ یقینی معلوم ہے کہ وہ خیر کی طرف بلاتا ہے
الى الخير فلا يخفى فى كونه الهاما والى ما يعلم قطعا انه داع الى الشر فلا يخفى فى كونه وسوسة والى ما يتردد فيه فلا
اب وہ بلا شبہ الہام ہے دوسرا یہہ کہ یقینی معلوم ہے کہ بدی کیطرف بلاتی ہے پس وہ بلا شبہ وسوسہ ہے تیسری تردد یعنی دودلی نہیں
يدرى انه من لمة الملك او من لمة الشيطان اذ من مكائد الشيطان ان يعرض الشر فى معرض الخير وتمييز ذلك
معلوم کہ وہ فرشتہ کی اثر سے ہے یا شیطان کی اثر سے کیونکہ شیطان کا مکر یہہ بھی ہوتا ہے کہ بدی کو خوبی کی لباس میں پیش کردے اسکی تمیز بہت
غامض وبه يهلك كثير من العباد والزهاد والعلماء والصلحاء والفقراء والاغنياء وسائر اصناف الخلق ممن يكرهون
دشوار ہے اور اس مکر سے بہت لوگ عابد اور زاہد اور عالم اور صالح اور فقیر اور غنی اور تمام قسم کی خلقت ہلاک ہوگئی ہے جو جو لوگ
ظاهر الذنب ولا يرضون لانفسهم الخوض فى المعاصى الصريحة فان الشيطان لا يقدر ان يدعوهم الى الشر الصريح
کہ ظاہر گناہ کو ناپسند کرتے ہیں اور اپنی لیے صریح گناہ میں خوض کرنی پر راضی نہیں ہوتے تو شیطان کی طاقت نہیں ہے کہ اونکو صریح گناہ پر بلاوے اب اوس گناہ کو
فيصوره بصورة الخير وتلبيساته من هذا الجنس لا نهاية لها ومكائده فيما يتعلق بالعقائد والاعمال لا حصر لها فان
خیر کی صورت دیدیتا ہے اور اسطرح کی تلبیسات کی کوئی نہایت نہیں ہے اور شیطان کی مکر جو عقاید اور اعمال سے علاقہ رکھتی ہیں بیشمار ہیں بیشک
تلبيسه فى الاعتقادات والعبادات قد انتشر فى البلاد وشاع بين العباد فينبغى للعبد ان يقف عند كل هم يخطر
شیطان کی مکر اعتقادات اور عبادات کی تمام شہروں میں منتشر اور تمام خلقت میں مشہور ہیں اب انسان کو چاہیے کہ ہر ہر تخم جو اوسکی دل میں گذرتا ہے
بباله ليعلم انه من لمة الملك او من لمة الشيطان ويمعن النظر فيه بنور البصيرة لا بهوى الطبع لان الوسواس يجاذب
تامل کرکر سوچے تاکہ معلوم ہووے کہ فرشتہ کا اثر ہے یا شیطان کا اثر اور بصیرت کی نور سے اوسمیں خوب غور کرے ہوائے طبیعی سے نہ سوچے اسلیے کہ وسوسہ دلکو کھینچکر
القلب وينازعه ويلهيه عن ذكر الله تعالى فلا بد من المجاهدة وهذه المجاهدة لا آخر لها الى الموت ولا يتخلص
جھگڑتا ہے اور اللہ کی ذکر سے بہلاکر لہو میں ڈالدیتا ہے سو اوسمیں مجاہدہ ضرور چاہیے اور یہہ مجاہدہ موت تک پورا نہیں ہوتا اور زندگی بہر شیطان سے کوئی
احد من الشيطان ما دام حيا فانه ما دام حيا فابواب القلب للشيطان منفتحة غير منغلقة ومهما كان الباب
نہیں چھوٹتا کیونکہ آدمی جبتک زندہ رہتا ہے تو شیطان کی واسطے دروازے دلکی کھلی رہتی ہیں بند نہیں ہوتی اور جب دروازا
مفتوحا والعدو غير غافل لا يدفع الا بالحراسة والمجاهدة ولذلك لما قال رجل للحسن يا ابا سعيد اينام ابليس تبسم
کھلا ہو اور دشمن چوکس ہوا تو بدون نگہبانی اور مجاہدہ کی دفع نہیں ہوگا اسیلیے جب کسی شخص نے حسن سے پوچھا کہ اے ابو سعید کیا ابلیس سوتا ہے تو تبسم کرکر
وقال لو كان ينام لوجدنا راحة فان قيل هل يؤاخذ العبد بجميع وساوس القلوب وخواطرها او لا يؤاخذ بجميعها
کہا اگر ابلیس سویا کرتا تو ہم آرام سے ہی رہتے اگر کوئی پوچھے کیا انسان سے تمام وسوسوں دلی اور خواطر کا مواخذہ ہوویگا یا سبکا مواخذہ نہیں ہے
بل ببعضها فالجواب ان ذلك غامض لا يوقف عليه ما لم يعلم تفصيل وساوس القلوب وخواطرها من مبدء وقوعها
بلکہ کسی کسی کا ہے تو جواب یہہ ہے کہ یہہ امر بہت مشکل ہے معلوم نہیں ہوسکتا جبتک تفصیل دلکی وسوسوں اور خطرات کی ابتدا پیدا ہونی سے معلوم نہووے
الى ان يظهر فى الجوارح آثارها فان ما يقع فى قلب الانسان كما ذكره الامام الغزالي فى الاحياء على اربع مراتب الاولى
یہاں تک کہ اعضاء پر کیا اثر ظاہر ہوا اسلیے کہ انسان کی دلی خطرات موافق ذکر امام غزالی کی احیاء میں چار مرتبہ پر ہیں پہلا مرتبہ یہہ ہے کہ
ان يرد على قلبه ابتداء من غير قصد وهو الخاطر ويسمى حديث النفس كما لو خطر على قلبه النظر الى امرأة كانت
کہ اوسکی دل پر چھوٹتی ہے بے قصد خیال آوے اور اسکو حدیث النفس کہتے ہیں جیسے اسکی دلمیں یہہ خیال آوے کہ عورت کو جو پس پشت

ورآء ظهره في الطريق بحيث لو التفت اليها لراها والثانية هيجان الرغبة في قلبه الى الفعل الذي هو النظر اليها
راستہ میں ہو دیکھنا چاہیئے ایسا کہ اگر منہ پھیری تو البتہ دیکھ لی اور دوسرا مرتبہ دل میں اوس کام کی رغبت کا جوش کرنا یعنی رغبت اوس عورت کی دیکھنے کی
وهو حركة الشهوة التي تكون في الطبع وتتولد من الخاطر الاول ويسمى ميل الطبع والثالث حكمه بان هذا الفعل
اور یہ شہوت کی حرکت ہی جو خود بخود طبیعت میں ہوتی ہی اور اوس پہلی خیال سی پیدا ہوتی ہی اسکو میل طبع کہتی ہیں تیسرا مرتبہ حکم کرنا کہ یہ کام
الذي هو النظر اليها ينبغي ان يفعل وهو يتبع الخاطر والميل ويسمى اعتقادا والرابعة تصميم عزمه على الفعل الذي
یعنی اوس عورت کا دیکھنا ہی چاہیئے اور یہ مرتبہ خاطر اور میل دونوں کی پیچھی ہوتا ہی اور اسکو اعتقاد کہتی ہیں اور چوتھا مرتبہ اوس کام پر عزم کا مصمم مقرر کرنا
هو النظر اليها ويسمى هذا هما وقصدا ونية وهذا الهم قد يكون له مبدأ ضعيف لكن اذا اصغى القلب الخاطر حتى
یعنی عورت کی دیکھنی پر اور اسکو ہم اور قصد اور نیت کہتی ہیں اور اس ہم کا مبدا کبھی ضعیف ہوتا ہی لیکن اگر دل خاطر کو صاف کرتا ہی یہاں تک
طالت محادثته للنفس تاكد هذا الهم ويصير ارادة مجزومة اذا ثبت هذا فالخاطر لا يؤاخذ به العبد لانه لا
کہ آپس میں بات کہو نفس کی دراز ہو جاوے تو ہم پکا ہو جاتا ہی اور ارادہ بالجزم ہو جاتا ہی جب یہ معلوم ہو چکا تو خاطر پر بندہ سی مواخذہ نہیں ہی کیونکہ یہ خیال
يدخل تحت الاختيار وكذا الميل وهو هيجان الشهوة لا يؤاخذ به العبد لعدم دخوله تحت الاختيار وهو
اختیاری نہیں ہی اور ایسا ہی میل یعنی جوش شہوت کا آدمی سی مواخذہ نہیں ہی کیونکہ اختیار میں نہیں ہی اور اسیکو حدیث میں یہ مراد ہی
المراد بقوله عليه السلام عفي عن امتي ما حدثت به انفسها لان حديث النفس عبارة عن الخواطر التي يقع
میری امت سی حدیث النفس معاف ہوا ہی اسلئی کہ حدیث النفس خیالات ہوتی ہیں جو دل میں بے قصد آجاتی ہیں اور اونپر
في القلب ولا يتبعها عزم اذ لا يسمى العزم حديث النفس واما الثالث وهو اعتقاد وحكم القلب فمتردد بين ان
کچھ عزم نہیں ہوتا کیونکہ ہم اور عزم حدیث النفس نہیں کہلاتا اور رہا تیسرا مرتبہ کہ وہ دل کا اعتقاد اور حکم ہی سو وہ دو حال سی زیادہ نہیں ہی
يكون اختياريا او اضطراريا فالعبد يؤاخذ بالاختياري ولا يؤاخذ بالاضطراري واما الرابع وهو الهم فيؤاخذ
یا اختیاری ہوگا یا اضطراری سو اختیاری میں آدمی سی مواخذہ ہی اور اضطراری میں مواخذہ نہیں ہی اور رہا چوتھا مرتبہ یعنی ہم سو اسمیں
به العبد الا انه ان ندم على همه وترك الفعل خوفا من الله تعالى يكتب له حسنة لان همه وان كان
بندہ سی مواخذہ ہی اتنا ہی کہ اگر اپنی ہم پر نادم ہو کر اوس کام کو اللہ تعالی کی خوف سی ترک کیا تو ثواب ہوتا ہی اسواسطی کہ ہم انسان کا اگرچہ
سيئة لكن امتناعه ومجاهدة نفسه يكون من الحسنات التي يستحق بها صاحبها الثواب وان تعوق
بدی پر اوس سی باز رہنا اور اوسپر نفس کا مجاہدہ حسنات میں ہی جسکی عوض میں انسان مستحق ثواب کا ہوتا ہی اور اگر وہ کام
الفعل بعائق وتركه لعذر لا خوفا من الله يكتب له سيئة لان همه فعل اختياري للقلب فيؤاخذ به صاحبه
کسی اور مانع کی سبب نہو سکا اور کسی عذر سی نکیا کچھ خوف الہی سی نہیں چھوڑا تو گناہ ہوتا ہی کیونکہ ہم تو دل کا فعل اختیاری ہی سو اسپر مواخذہ ہوتا ہی
فان من عزم على معصية ونعذر عليه فعلها بسبب او غفلة لا يكون تركه خوفا من الله تعالى فكيف يكتب
بیشک جسنی معصیت پر عزم کیا اور کسی سبب سی اوسپر عمل دشوار ہو گیا یا غفلت سی رہ گیا تو یہ خوف الہی کی سبب سی باز نہیں رہا اب اوسکو ثواب
له حسنة وقد روي انه عليه السلام قال يحشر الناس على نياتهم ولا شك ان من عزم في الليل ان يصبح ويقتل
کیسا ہووی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہی کہ آدمی اپنی اپنی نیتوں پر اوٹھینگی اور اسمیں شک نہیں ہی کہ اگر رات کو کسینی یہ عزم کیا کہ صبح ہوتی فلانی کو
مسلما او يزني بامراة او يشرب الخمر او يفعل غير ذلك من الذنوب فمات تلك الليلة يموت عاصيا مصرا على الذنو
قتل کرونگا یا فلانی عورت سی زنا کرونگا یا شراب پیونگا یا کوئی اور گناہ کرونگا پھر اوسی رات میں مرگیا تو گنہگار گناہوں پر ڈٹا ہوا مریگا
ويحشر على نيته مع ان الواقع منه العزم على المعصية دون فعلها والدليل عليه ما روي انه عليه السلام قال اذا
اور اپنی نیت پر اوٹھیگا باوجودیکہ اوس سی صرف گناہ کا عزم واقع ہوا ہی کیا کچھ بھی نہیں ہی اور اسکی دلیل یہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب

التقی المسلمان بسیفهما فالقاتل والمقتول فی النار قیل یا رسول الله هذا القاتل فما بال المقتول قال لانه اراد
دو مسلمان تلوار لیکر مقابل ہوتی ہیں تو قاتل مقتول دونو جہنمی ہیں کسینی عرض کیا یا رسول اللہ یہہ تو قاتل تہا مقتول کی کیا خطا ہی فرمایا اسلئی کہ وہ بہی

ان یقتل صاحبه وهذا نص فی کون المقتول من اهل النار بمجرد الارادة مع انه قتل مظلوما فکیف لا یواخذ
تو یار کو قتل کیا چاہتا تہا اور یہہ صاف بیان ہی کہ صرف ارادہ ہی مقتول بہی دوزخی ہی باوجودیکہ مظلوم مارا گیا ہی اب بندہ سی نیت اور عزم پر کیونکر مواخذہ نہیں

العبد بالنية والعزم وكل ما يدخل تحت اختياره فهو مواخذ به الا ان يكفره بحسنة ونقض العزم بالندم حسنة
ہوگا اور جو باتیں اختیاری ہی سو اوسمیں مواخذہ ہی یا اوسکا عوض کسی حسنہ سی کر دی اور عزم کا ندامت سی توڑنا بہی حسنہ ہوتا ہی

فلذلك يكتب حسنة واما فوت المراد بعائق فليس بحسنة فلذلك يكتب سيئة فيواخذ بها العبد فكيف لا يواخذ
اسیطرح ثواب لکہا جاتا ہی اور اوسکا کام کا فوت ہونا کسی مانع سی سو یہہ حسنہ نہیں ہی اسی لئی گناہ لکہا جاتا ہی اور اوسپر آدمی سی مواخذہ ہی اب آدمی سی

العبد باعمال القلوب والكبر والعجب والرياء والحسد والنفاق وجملة الخبائث من اعمال القلوب وقد قال الله تعالى
افعال قلوب یعنی کبر اور خود بینی اور ریا اور کینہ اور نفاق پر کیونکر مواخذہ نہو اور خباثت تمام اعمال قلب ہی ہیں اور اللہ تعالی فرماتا ہی

ان السمع والبصر والفؤاد كل اولئك كان عنه مسؤلا فانه تعالى اخبر في هذه الاية ان العبد بكل واحد من
بیشک کان اور آنکہ اور دل ان سب کی اوس سی پوچہ ہو گی بیشک اللہ تعالی نی اس آیت میں یہہ خبر دی ہی کہ آدمی سی بعوض ہر ہر عضو کی

تلك الاعضاء يكون مسؤلا عنه فيما يدخل تحت اختياره مثلا لو وقع بصره على محرم بغير اختياره لا يواخذ بهذه
جو باتیں اختیاری ہیں پوچہ ہو گی مثلا اسکی نگاہ کسی حرام پر بی اختیار جا پڑی تو اس نظر کا کچہہ مواخذہ نہیں ہی پہر اگر اسکی بعد دوبارہ

النظرة فان اتبعها نظرة ثانية يكون مواخذا بهذه النظرة الثانية لكونه مختارا فيها وكذلك خواطر القلوب تجري
نگاہ کی تو اس نگاہ ثانی کا مواخذہ ہوویگا کیونکہ اسمیں اختیار تہا اور ایسی ہی دلی خطرات کا بہی ہی

هذا المجرى بل القلب اولى بالمواخذة لانه الاصل فان من حكم قلبه بشيء وكان مخطا فيه يصير مجزيا به ان خيرا
راہ ہی بلکہ دل پر مواخذہ اولی ہی کیونکہ سب کی اصل ہی بیشک جسکی دل نی کسی بیجابات پر عزم کیا تو اوسکا عوض ہوتا ہی اگر نیک ہی تو نیک

فخير وان شرا فشر كمن ظن انه متطهر وحضر الجمعة وصلاها ثم تذكر انه كان غير متطهر يكون مثابا بفعله وان
اور اگر بد ہی تو بد جیسی کوئی خیال کری کہ میں پاک ہوں اور جاکر نماز جمعہ ادا کی پہر یاد آیا کہ میں پاک نہ تہا تو اس نماز کا ثواب ہوگا اور اگر نماز

تركها ثم تذكر يكون معاقبا بتركه ومن وجد على فراشه امرأة فظن انها امرأته فوطئها بهذا الظن لا يكون عاصيا بوطئها
ایسی ہی ترک کی پہر یاد آیا تو نماز چہوڑنیکا عقاب ہوگا اور اگر کسینی اپنی بستر پر عورت دیکہی گمان کیا کہ میری بی بی ہی پہر اسی خیال پر اوس سی جماع کیا تو اس جماع سی گنہگار

وان كانت اجنبية وان ظن انها اجنبية فوطئها بهذا الظن يكون عاصيا بوطئها وان كانت زوجته كل ذلك بالنظر
اگرچہ غیر عورت ہو اور اگر اسکو اجنبی خیال کیا پہر اسی خیال پر جماع کیا تو اس جماع پر گنہگار ہوگا اگرچہ اوسکی بی بی ہی ہوئی یہہ تمام باعتبار عزم

الى القلب دون الجوارح فان الوسوسة انما تكون مرفوعة من هذه الامة اذا لم يبلغ مرتبة العزم فاما اذا بلغت تلك المرتبة
دل کی ہی جوارح پر نہیں ہی کیونکہ وسوسہ اس امت کو جبتک عزم کی درجہ کو نہ پہنچی معاف ہی اور اگر اوس درجہ کو جا پہنچا

فلا تكون مرفوعة بل يواخذ بها العبد فيجب عليه ان ينقضها بالندم والاستغفار حتى تنقلب حسنة والا يكون
تو پہر معاف نہیں ہی بلکہ آدمی سی اوسپر مواخذہ ہی سو اوسکو واجب ہی کہ عزم کو ندامت سی توڑی اور استغفار کری تاکہ ثواب ملی اور نہیں تو

الشيطان مستوليا على مملكة القلب وينجز اللعين وعده الذي حكاه الله تعالى عنه حيث قال لئن اخرتن الى
شیطان دل کی مملکت پر غالب ہو جاویگا اور لعین اپنا وعدہ پورا کریگا جسکی اللہ تعالی حکایت کرتا ہی چنانچہ فرمایا اگر تو مجکو ڈہیل دی

يوم القيمة لاحتنكن ذريته الا قليلا والمعنى انك ان اخرتني حيا الى يوم القيمة لاقود نهم حيث ما شئت و
قیامت کی دن تک تو اوسکی اولاد کو ڈہانٹی دیلوں مگر تہوڑی اور معنی یہہ ہیں کہ اگر تو مجکو قیامت تک زندہ باقی رہنی دیگا تو البتہ میں اونکو جہاں چاہونگا کہینچ لیجاؤنگا

لاستولين عليهم استيلاء قويا الا قليلا منهم وهم المخلصون من عبادك الصالحين وهذا كقول اللعين لأزينن
اور پہر خوب قابو کرلونگا مگر کچہہ تہوڑون پر جو تیری بندی مخلص صلحا ہونگی اور یہہ ایسا ہی ہی جیسی لعین کا یہہ قول ہی البتہ زینت

لهم في الارض ولاغوينهم اجمعين وانما عرف اللعين حصول هذا المطلب له مع انه لا يعلم الغيب استدلالا بما رأى
اونکو بہارین دکہاؤنگا زمین مین اور راہ سی بہکاؤنگا سبکو اور شیطان مردود اس مطلب کا حصول باوجودیکہ غیب دان نہین ہی اس دلیل سی جان گیا

فيهم من كون مبدأ الشر متعددا ومبدأ الخير واحدا اذ في نفس الانسان قوة بهيمية شهوانية وقوة سبعية
کہ اونمین آثار بدی کی بہت پائی اور مبداء خیر کا ایک کیونکہ انسان کی نفس مین قوت بہیمی شہوانی ہوتی ہی اور قوت سبعی غضبی

غضبية وقوة وهمية شيطانية وهذه الثلثة مستولية عليه من اول الخلقة داعية له الى الشر وبعد هذه
اور قوت وہمی شیطانی اور یہہ تینون قوتین تو آدمی پر ابتداء پیدائش سی غالب ہوتی ہین شر کیطرف بلاتی ہین اور ان

الثلثة فيه قوة عقلية ملكية وهي وان كانت داعية الى الخير لكنها انما تكمل بعد استيلاء الثلث الاول على القلب
تین کی بعد قوت عقلیہ ملکی ہوتی ہی اور یہہ قوت اگرچہ خیر کی راہ بتاتی ہی پر کامل جب ہوتی ہی کہ یہہ تینون پہلی قوتین دل پر غالب ہوچکین

فلما رأى اللعين ذلك علم ان ما يريده يمكن حصوله فان الشهوة والغضب قد ينقادان للانسان انقيادا تاما
پہر جب لعین نی یہہ حال دیکہا تو جان گیا کہ میرا ارادہ ہوجانا ممکن ہی کیونکہ شہوت اور غضب بعضی دفعہ انسان کی خوب مطیع ہوکر

فيعيناته على طريقه الذي يسلكه ويحسنان مرافقته في سفره الذي هو بصدده وقد يستعصيان عليه استعصاء
جس راستہ وہ چلتا ہی اوسکی امداد کرتی ہین اور وہ جس سفر کی درپی ہوتا ہی اوسمین رفاقت خوب کرتی ہین اور کبہی اوسپر نہایت سرکشی بغاوت

وتمردا حتى يملكانه ويستعبدانه وفيه هلاكه وانقطاعه عن سفره الذي به وصوله الى سعادة الابد فينبغي له
اور تمردی کرتی ہین یہان تک کہ اوسکی مالک ہوکر اوسکو مطیع کرلیتی ہین اور اسمین انسان ہلاک ہوجاتا ہی اور اوس سفر سی جسمین سعادت ابدی وصول ہوتی رہ جاتا ہی

ان يستعين عليهما بالعقل وان ترك الاستعانة به وسلطهما على نفسه يهلك هلاكا بينا ويخسر خسرانا عظيما و
اب انسان کو یون تدبیر کرنی چاہی کہ اونپر عقل سی مدد لیوی اور اگر عقل سی مدد نہ لی اور اپنی اوپر اونکو تسلط دیدیا تو ظاہر مارا گیا اور بڑا ہی ٹوٹا اوٹہایا اور

ذلك حال اكثر الخلق فان عقولهم صارت مسخرة لشهواتهم في استنباط الحيل لقضاء الشهوة وكان من حقهم ان يكون
اکثر خلق کا یہہ ہی حال ہی کیونکہ اونکی عقلین قضاء شہوت کی لئی حیلہ حوالی نکالنی کو شہوت کی مطیع ہوگئی ہین اور اونکو یون چاہی تہا کہ

شهواتهم مسخرة لعقولهم فيما يفتقر اليه العقل فان المؤمن قد يقع في قلبه خاطر الهوى فيدعوه الى الشر فيلحقه
اونکی شہوات عقلون کی مطیع ہوتی جہانتک عقل کو حاجت ہی بیشک مومن کی دلمین کبہی خطرہ ہوا کا آکر بدی کی طرف بلاتا ہی تو پہر اوسکو

خاطر الايمان فيمنعه عن الشر ويدعوه الى الخير فينبعث الشيطان الى نصرة خاطر الشر فيقوي داعي الهوى ويحسن التمتع
خطرہ ایمانی بدیسی روک کر خیر کی طرف بلاتا ہی اب شیطان بدخطرہ کی قوت کو ابہارتا ہی سو خواہش ہوا کی زور پکڑجاتی ہی اور دنیا کی لذتون سی

والتنعم بملاذ الدنيا فيميل النفس اليها فينبعث العقل الى نصرة خاطر الخير ويوبخ النفس ويقبح فعلها وينسبها الى الجهل و
عیش اور چین کو پسند کرتا ہی اب نفس کو اودہر رغبت ہوتی ہی پہر عقل اوسکی مدد کو اوٹہ کر نیکی دلمین ڈالتی ہی اور نفس کو جہڑکتی ہی اوسکی برا کہہ کر اور جہل کو

يشبهها بالبهائم في هجومها على الشر وعدم اكتراثها بالعواقب فيميل النفس الى نصح العقل فيحمل الشيطان على النفس حملة و
نسبت دیکر ڈنگرون مین ملاتی ہی کہ تجہکو برائی کی کثرت اور انجام سی بی پرواہی ہی اب نفس کو عقل کی نصیحت پر رغبت ہوتی ہی پہر شیطان نفس پر یکبارہ حملہ کرکر سمجہاتا ہی

يقول لها مالك تمتنعين عن هواك وهل يوجد احد من اهل عصرك يخالف هواه اما ترين ان اكثر علماء زمانك لا
تجہکو کیا ہوا کہ اپنی عیش سی الگ ہوتا ہی تیری زمانہ مین کوئی ایسا ہی جو عیش سی الگ رہتا ہو دیکہتا نہین کہ تیری زمانہ کی اکثر علماء

يحترزون عن الهوى ولو كان شرا لامتنعوا عنه افتترك لهم ملاذ الدنيا يتمتعون بها وتبقى محروما متعبا يضاد عليك
عیش رانی سی پرہیز نہین کرتی اگر عیش و آرام برا ہوتا تو وہ بہی باز رہتی کیا عیش و لذت دنیا کی اونکو دیتا ہی اور تو مشقت مین محروم رہی تجہپر تیری ہمسر

کہ وہ جیسی اوڑاتی ہین

اهل وقتك فيميل النفس الى وسوسة الشيطان فيحمل العقل على النفس حملة ويقول لها هل هلك الا من اتبع هواه ونسي
اب نفس کو وسوسۂ شیطانی پر رغبت آنی لگتی ہی پھر عقل نفس پہ حملہ کر کر سمجھاتی ہی کہ وہی خراب ہوا جو ہوا کی پیچھی لگا اور
الآخرة وداواه ان تقنعين بلذة يسيرة وتتركين لذة الجنة التي لا يتناهى نعيمها ابد الآباد ام تستحقين الم النار وتغترين
آخرت کی سختی کو بھول گیا کہ تو اس تھوڑی لذت پہ قناعت کر کر جنت کی بے انتہا لذت جو کبھی تمام نہووی گا چھوڑ دیتا ہی کیا سزاوار دوزخ عذاب کا ہوا چاہتا ہی
بغفلة الناس واتباعهم اهواءهم مع ان عذاب النار لا يخفف عنك بمعصية غيرك افترى ان الناس كلهم لو وقفوا في الشمس
اور لوگوں کی غفلت سی کہ اپنی ہوا ہوس کی پیچھی لگ رہی ہیں دھوکہ میں آتا ہی باوجودیکہ تجھسی دوزخ کا عذاب اور کی معصیت کی سبب ہلکا نہیں ہوگا دیکھ تو اگر تمام
يوم الصيف وكان لك بيت بارد كنت تساعدهم على القيام في الشمس ام تخالفهم وتذهب من الشمس الى ظل بيتك
دھوپ میں ہوں اور تیری ایک سرد خانہ ہو تو کیا تو اونکی ساتھ دھوپ میں کھڑا رہیگا یا اونکی برخلاف تو دھوپ سی اپنی گھر کی سایہ میں چلا جاویگا
فانك اذا كنت تخالفهم فرارا من حر الشمس فكيف لا تخالفهم فرارا من حر النار فعند ذلك تميل النفس الى راى العقل وهي لا تزال
پھر تو جب اونکی برخلاف آفتاب کی گرمی سی بھاگتا ہی پھر کیونکر اونکی برخلاف آگ کی گرمی سی نہیں بھاگتا پھر اب اس فہمایش عقلی سی نفس عقل کی مشورہ پر متوجہ ہوتا ہی اور نفس
تتردد متجاذبة بين هذين الجدالين الى ان يغلب على قلب الانسان ما هو اولى به فان كان الغالب عليه الصفات الشيطانية
اسی طرح دلی میں کبھی ادھر کبھی اودھر تردد کیا جاتا ہی آخر انسان کی دل پر وہی غالب آجاتا ہی جو اوسکی حال کی مناسب ہو اگر اوسپر صفات شیطانی غالب ہوئیں
يميل الى الشر ويجري على جوارحه بسابق القضاء ما هو سبب لبعده من الله تعالى وان كان الغالب عليه الصفات الملكية
تو شر کی طرف متوجہ ہو اور اوسکی اعضا سی بسبب سابقہ تقدیر کی وہی ہوتا ہی جو اللہ تعالیٰ سی دور ڈالدی اور اگر اوسپر صفات ملکی غالب ہوئیں
يميل الى الخير ويظهر على جوارحه بسابق القضاء ما هو سبب لقربه من الله تعالى وهذه الطاعات والمعاصي اذا ظهرت تكون
تو خیر کیطرف جھکتا ہی اور اوسکی جوارح سی بسبب سابقہ تقدیر کی وہ ہی عمل میں آتا ہی جس سی قرب الٰہی حاصل ہو اور یہہ طاعات اور معاصی جب ظاہر ہوتی ہیں
علامات يعرف بها سوابق القضاء والقدر وهي انما تظهر من خزائن الغيب بواسطة خزائن القلب فانه خزائن الملكوت
تو یہہ نشانیاں ہیں کہ انسی قضا اور قدر کا حکم معلوم ہو جاتا ہی اور طاعات اور معاصی خزانہ غیب سی بواسطہ خزانہ دل کی ظاہر ہوا کرتی ہیں کیونکہ دل خزانہ
فمن خلق للجنة يسرت له الطاعات واسبابها ومن خلق للنار يسرت له المعاصي واسبابها فانه تعالى خلق الجنة وخلق
باطنی ہی پس جو شخص جنتی پیدا ہوا ہی اوسکو طاعات اور اسباب طاعات میسر ہو جاتی ہیں اور جو شخص دوزخی پیدا ہوا ہی اوسکو معاصی اور اسباب معاصی سہل ہو جاتی ہیں
لها اهلا فاستعملهم بالطاعات وخلق النار وخلق لها اهلا فاستعملهم بالمعاصي ثم عرف الخلق علامة اهل الجنة واهل النار
بیشک اللہ تعالیٰ نی جنت پیدا کیا اور جنتی پیدا کر کر طاعات میں لگا دئی ہیں اور دوزخ پیدا کیا اور دوزخی پیدا کر کر معاصی میں لگا دئی ہیں پھر خلقت کو نشانی جنتی اور
فقال ان الابرار لفي نعيم وان الفجار لفي جحيم نسال الله تعالى ان يجعلنا من اهل الجنة ولا يجعلنا من اهل النار المجلس
دوزخی کی بتادی ہی فرمایا بیشک نیک لوگ آرام میں ہیں اور بیشک گنہگار دوزخ میں ہیں الٰہی ہمکو جنتی کرنا اور نہ گردان ہمکو اہل نار مجلس

الرابع والتسعون في بيان ظهر الاسلام غريبا وسيعود غريبا

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بدأ
چورانویں اس بیان میں کہ اسلام غریب شروع ہوا اور پھر ہو جاویگا جیسا ظاہر ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اسلام ابتدا میں
الاسلام غريبا وسيعود غريبا كما بدأ فطوبى للغرباء هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة ومعناه ان
غریب شروع ہوا تھا پھر غریب ہو جاویگا جیسی شروع ہوا تھا اب غریبوں کو خوشی ہووی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی
الاسلام في ابتدائه ظهر في احاد من الناس وقلة منهم ثم انتشر وشاع وصار قويا وبعد ذلك سيلحقه النقص والاختلال
اسکی معنی یہہ ہیں کہ اسلام ابتدا میں کسی کسی آدمی سی ظاہر ہوا اور بہت تھوڑا پھر پھیل گیا اور مشہور ہوا اور قوی ہو گیا اور بعد اسکی پھر اوسپر نقصان اور خلل آویگا
حتى لا يبقى الا في احاد من الناس وقلة منهم وهم الغرباء وقد جاء تفسير الغرباء في حديث آخر انهم النزاع من القبائل يعني
یہاں تک کہ باقی نہیں رہیگا مگر کسی کسی میں بہت تھوڑا یعنی غربا میں اور غرباء کی تفسیر ایک اور حدیث میں یوں آئی ہی کہ وہ تھوڑی ہیں قبیلوں میں سی یعنی

انهم الذين كانوا قليلا فلا يوجد فی كل قبيلة منهم الا الواحد او الاثنان بل لا يوجد واحد منهم فی القبائل والبلدان
یہہ وہ لوگ ہیں جو تہوڑے سی تھی سو ہر قبیلہ میں نہیں ہیں سوا ایک یا دو کی نہیں ہوتی بلکہ ایک بہی انہیں کا قبیلوں اور شہروں میں نہیں ہوگا
كما كان كذلك فی اول الاسلام وفی حديث اخر انهم الذين يصلحون اذا فسد الناس يعنی انهم قوم صالحون عاملون بالسنة
جیسی اول اسلام میں نہیں تہی اور ایک اور حدیث میں ہی کہ یہہ وہ لوگ ہیں جو بہلائی کرتی ہیں جب لوگ بگڑ جاتی ہیں مراد یہہ ہی کہ وہ اصلاح پہ ہیں سنت پر عمل کرتی ہیں
فی زمن فساد الناس وفی حديث اخر انهم الذين يصلحون ما افسده الناس بعدی من سنتی فهؤلاء هم الغرباء الممدوحون
جس زمانہ میں لوگ فساد کرتی ہیں اور ایک اور حدیث میں ہی کہ یہہ وہ لوگ ہیں جو درست کرینگی جو کہ اور لوگ میری بعد میری سنت کو بگاڑ ڈالینگی سو یہہ جماعت غربا کی ہی
المغبوطون ولقلتهم فی الناس جدا سموا غرباء وهم قسمان احدهما من يصلح نفسه عند فساد الناس والثانی من يصلح
جسکی رشک ہوتی اور اونکی سی مرتبہ کی آرزو ہوگی اور چونکہ یہہ لوگ بہت کمتر ہیں تو انکا نام غربا ہوا انکی دو قسم ہیں ایک تو وہ جو اپنا حال درست کرلی جب لوگ بگڑ جاویں دوسری قسم کا
ما افسده الناس من السنة وهو اعلی القسمين وهم القائمون بوظيفة الامر بالمعروف والنهی عن المنكر فهؤلاء اقل الناس
جو اور لوگوں کی بگاڑی ہوئی سنت کو درست کریں اور یہہ دونوں میں اعلی درجہ کی ہیں یہہ ہی لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وظیفہ پر قایم ہو گئی سو یہی
فی اخر الزمان ولذلك وصفوا بالغربة لقلتهم كما جاء فی بعض الروايات انهم قوم صالحون قليل فی قوم سوء كثير من
آخر زمانہ میں بہت کمتر ہونگی اور اسی لئی غربت انکا وصف ٹہرا ہی کیونکہ قلیل ہیں چنانچہ بعضی روایات میں آیا ہی کہ وہ لوگ صالح ہیں اور کمتر بری قوم کی اندر
يبغضهم اكثر ممن يطيعهم فی هذا اشارة الی قلتهم وقلة المستجيبين لهم وكثرة المخالفين لهم والعاصين لامرهم وهذا
جو بہت ہوں اونکی بدخواہ بہ نسبت اطاعت کرنیوالوں کی بہت زیادہ اور اسمیں اونکی اور انکی توابع کی قلت کا اور دشمنوں کی اور نا فرمانوں کی کثرت کا اشارہ ہی اور اس
الفضل العظيم الموعود لاهل الغربة انما هو لغربتهم بين الناس وتمسكهم بالسنة بين ظلم الاهواء فاذا رای المؤمن ما كان
فضل بزرگ کا جو اہل غربت کی لئی وعدہ ہوا ہی تو اسی لئی کہ وہ لوگ سب لوگوں میں غریب ہیں اور ہوا و ہوس کی تاریکی میں وہ سنت کو پکڑ لیتی ہیں پس جب کوئی مؤمن اس زمانہ کی لوگوں کا
عليه الناس فی هذا الزمان من البدع والضلالات وعدولهم عن الصراط المستقيم الذی كان عليه رسول الله عليه السلام
حال دیکہی یعنی بدعتیں اور بی راہیاں اور سیدہی راہ سی الگ چلنا جسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
واصحابه ودعاهم اليه وقدح فيما هم عليه من المنكرات فهناك تقوم قيامتهم وينصبون له الحبائل ويجلبون
اور اوسکی اصحاب تہی اور اونکو اوس راہ مستقیم پر بلائی اور اونکی عمل منکرات کو توڑی پس اوسوقت اونمیں قیامت برپا ہوگی اور اوس مؤمن کی لئی جال بچہاوینگی اور اوسپہ
عليه بخيلهم ورجلهم فهو غريب فی دينه لفساد اديانهم غريب فی تمسكه بالسنة لتمسكهم بالبدع غريب فی اعتقاده
اپنی سوار اور پیادی چڑہا دینگی اب وہ شخص اپنی دین میں غریب ہی کیونکہ اونکی دین سب فاسد ہیں اور یہہ شخص سنت سی تمسک کرنیمیں غریب ہی کیونکہ وہ سب لوگ بدعتوں سی
لفساد عقائدهم غريب فی طريقته لفساد طرقهم غريب فی معاشرته معهم لانه لا يعاشرهم فيما تهوی انفسهم وبالجملة
تمسک کرتی ہیں اپنی اعتقاد میں غریب ہی کیونکہ اونکی عقائد فاسد ہیں اپنی طریق میں غریب ہی کیونکہ اونکی سب طریقی فاسد ہیں اونکی ساتہ گذران میں غریب ہی کیونکہ اونکی ساتہ نہیں
فهو غريب فی امور دنياه واخرته لا يجد مساعدا ولا معينا وقد قال الله تعالی تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا
گروہ تمام امور دنیا میں اور اخروی میں غریب ہی نہ اوسکا کوئی مددگار ہی اور نہ کوئی معین اور بی شک اللہ تعالی فرماتا ہی آپسمیں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مت مدد کرو
علی الاثم والعدوان فهو عالم بدينه بين قوم جاهلين بدينهم صاحب سنة بين اهل بدع داع الی الله تعالی ورسوله
گناہ پر اور زیادتی پر پس وہ ہی ایک ایسی قوم میں جو اپنا دین نہیں جانتی اپنی دین کا عالم ہی بدعتیوں میں صاحب سنت ہی اللہ اور اوسکی رسول کی طرف
بين دعاة الی البدع والضلال امر بالمعروف ناه عن المنكر بين قوم المعروف عندهم منكر والمنكر معروف ولهذا قال النبی عليه السلام
بلاتا ہی اوس قوم میں جو بدعتوں اور گمراہیوں پر بلاتی ہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہی اون لوگوں میں کہ معروف اونکی نزدیک منکر ہی اور منکر اونکی نزدیک معروف ہی
يأتی علی الناس زمان الصابر فيهم علی دينه كالقابض علی الجمر فانه عليه السلام بين فی هذا الحديث ان الذی ياخذ النار
لوگوں پر ایک زمانہ آویگا کہ اونمیں دین پر صبر کرنیوالا ایسا ہی جیسی ہاتہ میں چنگاری ہوئی بیشک نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں بیان فرمایا کہ جو شخص ہاتہ میں انگارا لیوی

بالكف كما لا يمكنه الاخذ بالسهولة الا بالصبر الشديد فكذلك من يتمسك بالسنة ويعمل بها في اخر الزمان لا يمكنه المحافظة
جیسے اوسکو آگ کا لینا بدون سخت صبر کے سہل نہیں ہے ایسے ہی وہ جو سنت سے تمسک کرتا ہے اور سنت پر عمل کرتا ہے آخر زمانہ میں اوسکو دین کی محافظت

على دينه بالسهولة الا بالصبر الشديد ولذلك كان اجره كثيرا كما قال النبي عليه السلام من تمسك بسنتي عند فساد
بدون بڑے صبر کے سہل نہیں ہے اسی واسطے اوسکا ثواب بھی بہت بڑا ہے چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص میری سنت کو اختیار کرے جب میری امت

امتي فله اجر مائة شهيد وروي عن ابي امامة انه عليه السلام قال ان لكل شيء اقبالا وادبارا وان من اقبال الدين ما كنتم
فاسد ہو جاوے تو اوسکے لیے سو شہید کا ثواب ہے اور ابو امامہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہر شے کا اقبال ہوتا ہے اور ادبار اور بیشک دین کا اقبال یہ ہے

عليه من العمى والجهالة وما بعثني الله به وان من اقبال الدين ان تفقه القبيلة باسرها حتى لا يوجد فيها الا الفاسق
کہ تم سب اندھے اور جاہل تھے مجھکو اللہ نے بھیجا اور اقبال دین کا یہ ہے کہ تمام قبیلہ دانا ہو گیا یہاں تک کہ اوسمیں فاسق سوائے ایک

والفاسقان فهما مقهوران ذليلان وان من ادبار الدين ان تجفو القبيلة باسرها حتى لا يرى فيها الا الفقيه والفقيهان
یا دو کے نہیں ہے سو وے مغلوب اور خوار اور دین کا ادبار یہ ہے کہ تمام قبیلہ میں ڈھونڈھے پھرو تو اوسمیں سوائے ایک یا دو فقیہوں کی نہ ملے

فهما مقهوران ذليلان لا يجدان على ذلك اعوانا ولا انصارا فانه عليه السلام وصف المؤمن العامل بالسنة الفقيه
اور وہ بھی مغلوب اور خوار اس حال پر نہ پاوینگے کوئی مددگار اور نہ یار پس نبی علیہ السلام نے مؤمن کا وصف جو سنت پر عمل کرے دین کا فقیہ ہو

في الدين بانه يكون في اخر الزمان عند الناس مقهورا ذليلا لا يجد معينا ولا نصيرا ولذلك قال الثوري اذا رايت العالم
یہ بیان کیا کہ وہ آخر زمانہ میں جب تمام لوگ فاسد ہو جاوینگے مغلوب ہوگا اور خوار نہ معین پاویگا اور نہ مددگار اور اسی لیے ثوری نے کہا ہے جب تم دیکھو کہ عالم کے

كثير الاصدقاء فاعلم انه مخلط لانه ان نطق الحق ابغضوه وعن كعب الاحبار انه قال ليأتين عليكم زمان تكره فيه الموعظة
بہت دوست ہیں تو سمجھو کہ وہ خالص نہیں ہے کیونکہ اگر وہ حق بولتا تو اوسکے سب دشمن ہو جاتے اور کعب احبار سے روایت ہے کہ اونہوں نے کہا البتہ تم پر ایک ایسا زمانہ آویگا

حتى يختفي المؤمن بايمانه كما يختفي الفاجر بفجوره ويعير المؤمن بايمانه كما يعير الفاجر بفجوره وانما يعظم ذل المؤمن في
یہاں تک کہ مؤمن اپنا ایمان لیکر ایسے چھپتا پھریگا جیسے بدکار بدکاری لیکر چھپتا ہو اور مؤمن اپنے ایمان میں مطعون ہوگا جیسے بدکار فجور سے مطعون ہوتا ہے اور مؤمن کی ذلت آخر

اخر الزمان لكثرة اهل الفسق والظلم والبدع ويكون بينهم غريبا لانهم يكرهونه ويؤذونه لمخالفة طريقه لطريقهم
زمانہ میں اسیلیے بڑھ جاویگی کہ فاسق اور ظالم اور بدعتی بہت ہو جاوینگے اور وہ اونمیں تنہا ہو ویگا سب کے سب اوسکی تحقیر کر کر ایذا دینگے کیونکہ اوسکا رستہ

ومباينة مقصوده لمقصودهم وعدم موافقته لهم فيما هم عليه لاسيما ان امرهم بمعروف ونهاهم عن منكر كما قال حذيفة
اونکے رستہ سے مخالف اور اوسکا مقصود اونکے مقصود سے الگ ہو ویگا اور اونکی چال چلن سے موافق نہیں ہوگا خاص کر اوس وقت کہ معروف کا اونکو حکم اور برائی سے اونکو منع کرے

اليماني ياتي على الناس زمان يكون فيهم جيفة حمار احب اليهم من مؤمن يامرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر وروي عن ابن عباس
بن الیمان نے کہا ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آویگا کہ اونکو مردار گدھا زیادہ محبوب ہوگا ایسے مؤمن سے کہ اونکو نیک بات بتادے اور گناہ سے بند کرے اور ابن عباس سے

انه عليه السلام قال ياتي على الناس زمان يذوب فيه قلب المؤمن كما يذوب الملح في الماء قيل بم ذلك يا رسول الله قال
روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آویگا کہ مؤمن کا دل ایسا گھل جاویگا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے کسی نے عرض کیا کس لیے یا رسول اللہ فرمایا

مما يرى من المنكر فلا يستطيع تغييره فان من السلف من راى منكرا فلم يقدر على ازالته فبال دما ومنهم من مرض
اسلیے کہ منکرات دیکھیگا اور بدل نہ سکیگا بیشک بعضے متقدمین نے منکر کو دیکھا اور ممانعت کی قدرت نہیں ہوئی تو خون موتنے لگا اور بعضا مدت

اياما وقد قال النبي عليه السلام اشد الناس بلاء الانبياء ثم الصالحون فكما ان الانبياء لم يخلو عن الابتلاء بالجاحدين
اور بیشک نبی علیہ السلام نے فرمایا تمام لوگوں سے زیادہ بلاء میں انبیاء ہیں پھر صلحاء سو جیسے انبیا منکروں کی ابتلا سے خالی نہیں ہوتے

كذلك لا يخلو العلماء والصلحاء والآمرون بالمعروف والناهون عن المنكر عن الابتلاء بالمصرين على المعاصي فان من
ایسے ہی علما اور صلحا اور معروف کی امر کرنیوالے اور منکرات سے روکنے والے ان لوگوں کی ابتلا میں ہیں جو معاصی پر اڑے ہوئے ہیں بیشک جو شخص

امر بالمعروف ونهی عن المنکر فی هذا الزمان یکون قائما بالرکن الاعظم فی الدین والمهم الذی بعث الله به جمیع ٥٠
اس زمانہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے تو وہ دین کا بڑا رکن سنبھال رکھا ہے اور بڑا ضروری کام جسکی لئے اللہ تعالی نے تمام مرسلین کو بھیجا ہے
المرسلین ولذلک قال النبی علیه السلام من امر بالمعروف ونهی عن المنکر فهو خلیفة الله فی ارضه وخلیفة
اور اسی لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے امر بالمعروف کیا اور منکر کی ممانعت کی تو وہ زمین میں اللہ کا خلیفہ اور اوسکی کتاب
کتابه ورسوله وانما کان کذلک لان الانبیاء ما بعثوا الا للامر بالمعروف والنهی عن المنکر وذلک وظیفتهم التی
اور رسول کا خلیفہ ہے اور یہ درجہ اسلئے ہے کہ انبیاء اسی واسطے بھیجے گئے ہیں کہ نیک بات بتادیں اور بدی سے منع کریں اور یہی اونکا وظیفہ ہے جو
جاءوا بها فمن تبعهم فیها وامر ونهی یکون نائبا عنهم فی هذا الامر العظیم وتلی منزلته منزلتهم فی هذا الخطب الجسیم
لیکر آئے ہیں پھر جو شخص اونکا تابع ہوا اس باب میں اور امر کیا اور نہی کی تو اس امر عظیم میں اونکا نائب ہوا اور اسکا مرتبہ اونکی مرتبے سے اس کار بزرگ میں قریب ہو جاوےگا
کما اشیر الیه فی قوله تعالی ان الذین یکفرون بایت الله ویقتلون النبیین بغیر حق ویقتلون الذین یامرون
چنانچہ اسکا اشارہ اس آیت میں ہے جو لوگ منکر ہیں اللہ کی آیتوں سے اور مارڈالتے ہیں نبیوں کو ناحق اور مارڈالتے ہیں جو کوئی کہی
بالقسط من الناس فبشرهم بعذاب الیم فانه تعالی ذکر الذین یامرون بالعدل بعد الانبیاء فی الترتیب وقد
انصاف کو لوگوں میں سے سو اونکو خوشخبری سنا دکھ والی مار کی سو اسلئے اون لوگوں کا جو عدل کا حکم کرتے ہیں بعد انبیاء کی ترتیب سے ذکر کیا اور اس
ذکر فی تفسیر هذه الایة انه علیه السلام قال قتل بنو اسرائیل ثلثة واربعین نبیا فی اول النهار فی ساعة واحدة
آیت کی تفسیر میں مذکور ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل نے تینتالیس نبی اول روز ایک ساعت میں قتل کئے ہیں
فقام مائة واثنا عشر رجلا من عباد بنی اسرائیل فامروهم بالمعروف ونهوهم عن المنکر فقتلوهم جمیعا فی اخر
ایک سو بارہ شخص بنی اسرائیل کی عابد مستعد ہوئی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا شروع کیا سو آخر وقت اون سبکو قتل کیا
النهار وهم الذین ذکرهم الله تعالی فی قوله ویقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس فان اهل الدین من الامرین
یہی وہ لوگ ہیں جنکا ذکر اللہ تعالی نے اس آیت میں کیا اور مار ڈالتے ہیں جو کوئی کہی انصاف کو لوگوں میں سے بیشک دیندار امر بالمعروف
بالمعروف والناهین عن المنکر قلما ینفک عن ضروب الاذی والواع البلاء بالاخراج من البلاد والسعایة
اور نہی عن المنکر کرنیوالے شہر والوں سے نکالے جاتے ہیں اقسام تکلیف سے اور انواع بلیات سے بہت کم بچتے ہیں
الی السلاطین والحکام والشهادة علیهم بالکفر والخروج عن الدین ونسبتهم الی الخوارج فمنهم من المدعوة عما
سلاطین اور حکام کی پاس اونکی چغلی کہاتے ہیں اور اون پر کفر کی اور دین سے نکل جانے کی گواہی دیتے ہیں اور خوارج کی نسبت کردیتے ہیں جس میں اونکا ہلاک ہو جانا
وغیر ذلک مما هو خیر لهم فی الدنیا والاخرة فعلی هذا ینبغی للامر بالمعروف والناهی عن المنکرات یوطن نفسه علی الصبر
ہو جاوے بد حقیقت اور سوا اسی وغیرہ جو کہ اونکی حق میں دنیا اور آخرت میں بہتر ہے سو اسی لئے لائق ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے ہر دکھ پر صبر کرے
علی ما یصیبه من اذی الخلق لانه تعالی قد ذکر الصبر فی مواضع من کتابه وامر به فی بعضها وقال یا ایها الذین
کہ خلقت کی ہاتھ سے جو تکلیف پہنچی اوسپر خوب صبر کرے اسلئے کہ اللہ تعالی نے صبر کو اپنی کتاب میں کئی جگہ ذکر کیا ہے اور بعضی جگہ صبر کا حکم فرمایا اے ایمان والو
امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا الله لعلکم تفلحون وقال فی ایة اخری واصبروا ان الله مع الصبرین
ثابت رہو اور مقابلہ میں مضبوطی کرو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم مراد کو پہنچو اور ایک اور آیت میں فرمایا اور ٹھہرے رہو اللہ ساتھ ہے ٹھہرنے والوں کے
وقد جمع الله تعالی للصابرین من الاجور ما لم یجمعها لغیرهم وقال اولئک علیهم صلوت من ربهم ورحمة
اور اللہ نے صبر کرنے والوں کی لئے اتنا ثواب جمع کیا ہے جو اوروں کی لئے جمع نہیں کیا اور فرمایا ایسی لوگ اون کو پر شاباشیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور
اولئک هم المهتدون قال العلماء کفی بالصبر اجرا ان الاعمال کلها تضاعف بعشر امثالها الی سبعمائة الا
وہ ہی ہیں راہ پر علماء کہتے ہیں صبر کا یہی اجر بہت ہے کہ تمام اعمال دس گونہ ہو جاتے ہیں سات سو تک سوا

الصبر فان اجره يوفى بغير حساب كما قال الله تعالى انما يوفى الصبرون اجرهم بغير حساب وقد جاء الامر
صبر کی کہ اوسکا ثواب بے حساب ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے صبر کرنیوالوں ہی کو ملتا ہے اونکا نیگ بلا گنتی اور بیشک صبر کا حکم

بالصبر مقارنا بالامر بالمعروف والنهي عن المنكر مصرحا في قوله تعالى وامر بالمعروف وانه عن المنكر واصبر على ما
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ اس آیت میں صاف آیا ہے اور سکہلا بھلی بات اور منع کر برائی سے اور سہار جو

اصابك ان ذلك من عزم الامور وفي هذه الاية اشارة الى ان من يامر بالمعروف وينهى عن المنكر قد يوذى فاذا
تجھ پر پڑے بیشک یہ ہیں ہمت کے کام اور اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنیوالے کو تکلیف دیتے ہیں جب

اوذى يجب عليه ان يصبر ويعلم ان ما يجري عليه من اذى الخلق فهو بمشية الله تعالى وقضائه وقدره فيراه كالاذى
اوسکو تکلیف دیویں تو اوسکو واجب ہے کہ صبر کرے اور سمجھے کہ جو اوسپر خلقت کیطرف سے تکلیف گذرتی ہے سو موافق مشیت اور قضا اور تقدیر الٰہی کے ہے سو اوسکو ایسا سمجھے جیسی

بالحر والبرد والمرض فاذا شاهد هذا يستريح ويتيقن ان ذلك كائن لا محالة لان ما شاء الله تعالى يكون ويجب وجوده
تکلیف گرمی جاڑے کی یا بیماری کی جب یہ سمجھیگا تو رنج نہ ہوویگا اور یقین کریگا کہ یہ تکلیف بالضرور ہونی ہی تھی کیونکہ جو اللہ چاہتا ہے ہوکر رہتا ہے اوسکا ہونا ضروری

وما لم يشأ لا يكون بل يمتنع وجوده فليس للجزع منه وجه بل لا بد له فيه من الصبر لان من لا يصبر على ما يصيبه
اور جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ اوسکا ہونا محال ہے اب گہبراہٹ کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ اسمیں صبر ضروری ہے اسلئے کہ جو شخص مصیبت پر باختیار صبر نہیں کرتا

اختيارا وهو محمود يصبر على اكثر منه اضطرارا وهو مذموم فينبغي له ان يصبر ويترك الانتقام لانه ان لم يترك
حالانکہ محمود ہے تو وہ اوس سے بڑی مصیبت پر لاچار ہوکر صبر کرتا ہے اور یہ مذموم ہے سو اوسے یہی چاہیے کہ صبر کرے انتقام کی درپے نہو اسلئے کہ اگر انتقام معاف

الانتقام بل اشتغل به يعقبه الخوف والذل والندامة اذ يحصل بسببه العداوة والعاقل لا يامن من عدوه ولو كان
نکریگا بلکہ انتقام میں مصروف ہوویگا تو اوسکے بعد خوف اور ذلت اور ندامت ہوویگی اسلئے کہ عداوت پیدا ہوجاتی ہے اور مرد عاقل دشمن سے اگرچہ حقیر ہووے نڈر نہیں رہتا ہے

حقيرا فاذا غفر وعفى ولم يشتغل بالانتقام يامن من حصول العداوة ويتحرز من وقوع الندامة مع ان في العفو
اور اگر بخشدیگا اور معاف کردیگا اور انتقام پر متوجہ نہوگا تو عداوت سے کچھ خوف نہوگا اور ندامت سے بچا رہیگا باوجودیکہ عفو میں

عزة اذ قد صح انه عليه السلام قال ما زاد الله عبدا بعفو الا عزا بل ينبغي له ان يقابله بالاحسان اليه لانه قد
بڑی عزت ہے اسلئے کہ ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ معاف کرنیوالے بندہ کو عزت ہی دیتا ہے بلکہ اوسکو چاہیے کہ اوسپر کچھ احسان کردے کیونکہ اوسنے

اهدى اليه حسناته ونقلها من صحيفته الى صحيفة نفسه ويرى ان اساءته اليه نعمة من الله تعالى عليه حيث
اپنی حسنات تحفہ دی ہیں اور اپنے نامہ اعمال میں سے اوسکے نامہ اعمال میں نقل کی ہیں اور یہ سمجھے کہ میرے ساتھ اوسکی برائی میری حق میں اللہ کی نعمت ہے کیونکہ

جعله مظلوما يترقب النصر في الدنيا والاجر في العقبى ولم يجعله ظالما يتسلط في الدنيا والاخرة والعاقل لو
مجھکو مظلوم بنایا کہ دنیا میں اوسکی نصرت کی اور عقبیٰ میں ثواب اور ظالم نہیں بنایا کہ دنیا اور آخرت میں ہلاکت ہووے اور جس عاقل کو

خير بين هاتين الحالتين لاختار ان يكون مظلوما لان ما يصيبه من اذى الخلق تكون كفارة لخطاياه اذ لا يصيب
ان دونوں حالت کا اختیار دیں تو البتہ مظلومیت کو پسند کرے اسلئے کہ اوسکو جو تکلیف خلقت سے پہنچتی ہے اوسکی گناہوں کا عوض ہوویگا کیونکہ مومن کو

المؤمن هم ولا غم ولا اذى الا كفر الله تعالى به من خطاياه وذلك في الحقيقة دواء يستحسنه ادواء الخطايا لان ما
جو ہم یا غم یا کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اوسکی بدلے اوسکی گناہ اوتار دیتا ہے اور حقیقت میں یہ اوسکی دوا ہے کہ اسی گناہوں کی دکہہ نکلتی ہیں کیونکہ

يصيبه من اذى الخلق يكون له كالدواء المر الكريه فينبغي له ان لا ينظر الى مرارة الدواء وكراهته ولا الى من
اوسکو جسقدر خلقت سے تکلیف ہوگی گویا وہ بیمزہ دوا ہے سو یوں چاہیے کہ دوا کی تلخی اور بدمزگی پر نظر نہ کرے اور نہ اوسپر جسکی طرف سے آتی ہے

يصل اليه من جهته بل ينبغي له ان ينظر الى نفعه ووصوله اليه من جهة من ينفعه بمضرته المجلس الخامس
بلکہ یوں چاہیے کہ نفع پر نگاہ کرے اور جسکی طرف سے آتی وہ اپنی مضرت سے فائدہ دیتا ہے پچانویں مجلس

والتسعون

والتسعون في بيان نعمة الصحة والفراغ وبيان مغبونية صاحبهما قال رسول الله صلى الله عليه
اس بیان میں کہ تندرستی اور فراغت نعمت ہے اور اس بیان میں کہ صحت اور فراغت والے کو نقصان ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وسلم نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس الصحة والفراغ هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابن عباس
دو نعمتیں ہیں کہ ان میں اکثر لوگ خسارہ میں پڑھتے ہیں تندرستی اور فراغت یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ابن عباس کی روایت سے
ومعناه ان الصحة والفراغ نعمتان عظيمتان لكن لا يعرف كثير من الناس قدرهما ما داموا فيهما حيث لا يعملون
اسکے یہ معنی ہیں کہ تندرستی اور فراغت دو بڑی نعمتیں ہیں پر اکثر لوگ انکی قدر نہیں جانتے جبتک تندرست اور فارغ رہتے ہیں کیونکہ نہ اعمال صالح
الصالحات ولا يتهيأون ليوم الممات فان الانسان في حال صحته يقدر على كسب الخيرات ببدنه وماله
کرتے ہیں اور نہ موت کے دن کا کچھ سامان کیونکہ انسان تندرستی کی حالت میں اپنے بدن اور مال سے بھی خیرات حاصل کر سکتا ہے
واذا مرض يضعف بدنه عن العمل ويقصر يده عن ماله فيما زاد على الثلث فلا يقدر على الطاعة ببدنه ولا على
اور جب بیمار ہوا تو بدن تو عمل سے تھک رہتا ہے اور ہاتھ تہائی مال کی زیادہ سے کوتاہ ہو جاتا ہے اب نہ بدن کو طاعت پر قدرت ہوتی ہے اور نہ
التصرف في ماله الا مقدار ثلثه فينبغي له ان يغتنم صحته ويجتهد في اكتساب الخيرات ببدنه وماله وكذا في
مال پر قابو سوائے تہائی حصہ کی سو لائق یہ ہے کہ اب صحت کو غنیمت جانکر بدن اور مال سے خیرات کرلے اور ایسے ہی
حال فراغه يقدر على الطاعة بلا مانع فاذا ابدل الفراغ بالاشتغال يظهر الموانع فلا يقدر على الطاعة فان
فراغت میں طاعت پر بے روک ٹوک قدرت ہوتی ہے پھر اگر فراغت کی بعد دھندے میں لگ گیا تو موانع پیدا ہو جاوینگے پھر طاعت کا اختیار کہاں رہتا ہے کیونکہ
الانسان قد يكون صحيحا لكن لا يكون متفرغا بل يكون مشتغلا بامر المعاش وقد يكون مستغنيا لكن لا يكون
انسان کبھی بھلا چنگا ہوتا ہے لیکن فارغ نہیں ہوتا بلکہ کمائی کی کاربار میں لگا ہوتا ہے اور بعضی وقت تو نگر ہوتا ہے پر تندرست نہیں ہوتا
صحيحا فاذا اجتمع فيه الصحة والفراغ فغلب عليه الكسل عن الطاعة فهو مغبون بيان ذلك ان الدنيا مزرعة
اور جب اسکو صحت اور فراغت دونوں ہوں پھر سستی کی بدی طاعت نکری تو وہ ٹوٹے میں ہے اسکا بیان یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی
الآخرة وفيها التجارة التي يظهر ربحها في الآخرة فمن استعمل فراغه وصحته في طاعة الله تعالى فهو المغبوط لان
ہے اور دنیا میں ایسی تجارت ہوتی ہے جسکا فائدہ آخرت میں کھلتا ہے پر جسنے اپنی فراغت اور تندرستی کو اللہ تعالی کی عبادت میں صرف کیا تو وہ ضبط والا ہے
الفراغ يعقبه الشغل والصحة يعقبها السقم ومن استرسل في الصحة مع نفسه الامارة بالسوء الخالدة الى الراحة
کہ فراغت کی بعد کاربار لگجاتے ہیں اور تندرستی کی بعد بیماری لگی ہوتی ہے اور جو شخص صحت میں ہمراہ نفس امارہ کی جو ہمیشہ آرام طلب ہی ہے بہ جاوے پھر تا رہا
فترك المحافظة على الحدود والمواظبة على الطاعات يكون مغبونا وكذلك اذا كان فارغا فان المشغول قد يكون
اور نگہبانی حدود پر اور مداومت طاعات پر نکی تو وہ خسارہ دیکھنے والا اور ایسے ہی اگر فارغ ہووے کیونکہ کاربار کو بعضے وقت
له معذرة بخلاف الفارغ اذ ترتفع عنه المعذرة ويقوم عليه الحجة فينبغي له ان يغتنم فراغه ويسعى في
عذر ہوتا ہے برخلاف فارغ کی اسلئے کہ فارغ کو کوئی عذر نہیں ہوتا اور اسپر حجت قایم ہوتی ہے اب لائق یوں ہے کہ فراغت کو غنیمت سمجھکر صالح اعمال میں
تحصيل الاعمال الصالحات ولا يضيع عمره فيما لا يعنيه فان كل نفس من انفاس العمر جوهرة نفيسة لا قيمة لها لانها
خوب سعی کرے اور عمر کو بیہودہ برباد نکرے کیونکہ عمر میں کی ہر ہر دم ایک نفیس بیبہا جوہر ہوتا ہے اسواسطے
صالحة لان توصله الى سعادة الابد وتنقذه من شقاوة السرمد فاي جوهرة انفس من هذه الجوهرة فاذا ضيعها
کہ وہ اسکی وسیلہ سے سعادت ابدی میسر ہو سکتی ہے اور ہمیشہ کی بدبختی سے بچ سکتا ہے پھر اس جوہر سے کونسا جوہر بہتر ہو سکیگا پھر اگر اسکو غفلت میں کھو دیا
في الغفلة قد خسر خسرانا عظيما واذا صرفها الى المعصية فقد هلك هلاكا مبينا فان عمر الانسان ميدان الاعمال
تو بڑا ہی ٹوٹا اٹھایا اور جب اسکو معصیت میں لگایا تو بیشک ظاہر مارا گیا کیونکہ آدمی کی زندگی صالح اعمال کی سی فراخ میدان ہے

الصالحة المقربة له من الله تعالى والموجبة له جزايل الثواب في يوم الحساب وهذه هي السعادة التي ليس
جو اللہ تعالی سے نزدیک اور قیامت کی دن بڑا ثواب واجب کردی اور یہہ ہی وہ سعادت کہ انسان کی لئی

للانسان منها الا ما سعى كما قال الله تعالى وان ليس للانسان الا ما سعى فكل وقت يفوت من عمره خاليا من عمل صالح
اسمین سے وہی ہوتا ہی جو کرےگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور یہہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہی جو کیا پہر جو دم زندگی کا عمل صالح سے خالی گذرتا ہی

يكون حسرة وندامة عليه يوم القيمة على ما جاء في الخبر ما من ساعة ياتي على العبد لا يذكر الله تعالى فيها الا كانت
ہو پہر قیامت کی روز افسوس اور ندامت ہوگی چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ جب آدمی پر ایسی ساعت گذرتی ہی کہ اسمین اسکی یاد نہیں کرتا وہی اوسپر

عليه حسرة وروى عن ابي هريرة انه عليه السلام قال ما من احد يموت الا ندم قالوا وما ندامته يا رسول
حسرت ہوگی اور ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو آدمی مرتا ہی سو نادم ہووےگا عرض کیا یا رسول اللہ ندامت کیا ہوگی

الله قال ان كان محسنا ندم ان لا يكون ازداد وان كان مسيئا ندم ان يكون نزع وروى عن ابن عباس انه قال
فرمایا اگر وہ نیکوکار ہی تو یوں نادم ہوگا کہ زیادہ کیوں نکیا اور اگر بدکار ہی تو یہہ ندامت ہوگی کہ کیوں باز آیا اور ابن عباس سے روایت ہی

في تفسير النفس اللوامة ما من احد الا ويلوم نفسه يوم القيمة يلوم المحسن نفسه ان لا يكون ازداد احسانا والمسيء
کہ نفس لوامہ کی تفسیر میں کہا ہی جو کوئی ہی سو قیامت کی دن اپنی آپکو ملامت کریگا محسن اپنی آپکو یہہ ملامت کریگا کہ حسنات زیادہ کیوں نکیں اور بدکار

المسيء نفسه ان لا يكون رجع عن اساءته فيا ايها العاقل لا تضيع عمرك في الغفلة فاجتهد في تحصيل امتعة الاخرة قبل
اپنی آپکو یہہ ملامت کریگا کہ بدی سے باز کیوں نہ آیا سو ای عاقل اپنی عمر غفلت میں مت کہو اور آخرت کا سامان ... کرنیمیں کوشش کر اوس وقت کے پہلے

ان يجيء يوم لا تقدر على تحصيلها في ذلك اليوم فانك عن قريب تعاين ذلك اليوم فتندم على ما فات من عمرك في غير طاعة
کہ ایسا دن آوے کہ تو اوس روز کچہہ حاصل نہ کرسکیگا اور البتہ جلد اوس دن کو دیکھیگا اور گذر گئی ہوئی عمر پر جو رب کی عبادت سے خالی گئی ہی

ربك ولا ينفعك الندم فان العبد اذا كان في شغل من اشغال الدنيا وكان شغله يمنعه من العمل واحال ذلك العمل على فراغه
ندامت ہووےگی اور ندامت سے کچہہ فائدہ نہوگا بیشک جب آدمی دنیا کی کسی دہندہ میں لگا رہتا ہی اور وہ مشغولی عمل سے روک لیتی اور اوس عمل کو فراغت کی وقت پر ٹالتا ہی

وقال اذا فرغت عملت فذلك من حماقته من وجهين احدهما ايثار الدنيا على الاخرة وليس هذا من شان العقلاء وقد
اور کہے کہ فرصت ہوگی تو کرونگا سو یہہ اوسکی حماقت ہی دو وجہہ سے ایک دنیا کا پسند کرنا آخرت پر سو یہہ عقلاء کی شان سے نہیں ہی

قال الله تعالى بل تؤثرون الحيوة الدنيا والاخرة خير وابقى وثانيهما تسويفه العمل الى اوان فراغه فانه قد لا يجد مهلة
اللہ تعالی فرماتا ہی کوئی نہیں تم آگی رکہتی ہو دنیا کا جینا اور پیچہلا گہر بہتر ہی اور رہنی والا اور دوسری وجہہ عمل کو فراغت کی وقت تک ملتوی رکہنا کیونکہ بعضی وقت

بل يختطفه الموت قبل فراغه ولو فرغ لا يشغله لان اشغال الدنيا يستلزم بعضها بعضا فيبقى بلا زاد ليوم المعاد
فرصت نہیں ملتی بلکہ موت فرصت سے پہلی اچک لیتی ہی ... دنیا کی کار وبار آپسمیں ملی ہوئی مسلسل ہوتی ہیں پہر یہہ شخص معاد کی لئی خالی بی توشہ رہ جاتا ہی

فالواجب على العبد ان يبادر الى الاعمال الصالحات على اي حال كان قبل وصول الموت وحصول الفوت لقوله تعالى
پس آدمی پر واجب ہی کہ اعمال صالحہ میں جلدی کرے کیسا ہی وقت ہووے موت سے پہلی اور فوت ہونی سے آگی کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی

وسارعوا الى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السموت والارض اعدت للمتقين فان من تعلق قلبه بالدنيا و
اور دوڑو بخشش پر اپنی رب کی اور جنت پر جسکا پہیلاو ہی آسمان اور زمین تیار ہوئی ہی واسطی پرہیزگاروں کی بیشک جسکا دل دنیا میں الجہتا ہی اور

اخذ منها القدر الزائد على حاجته من الطعام والشراب واللباس يكون مضرة عليه الا ان يستعين به على
دنیا میں سے حاجت سے زیادہ کہانا پینا لباس حاصل کرلیتا ہی تو اسکی حق میں مضر ہوتی ہی ان اگر اوس سے طاعت الہی کی استمداد لی

طاعة الله تعالى لان كل ما احبه الانسان وظفر به لا بد ان يفارقه فان كان احبه لغير الله تعالى يعذب
تو مضر نہیں کیونکہ جو چیز آدمی کو محبوب ہوتی ہی اور حاصل کرلیتا ہی تو بالضرور اوس سے جدا ہووےگا اگر اوسکی محبت سوا اللہ کی اور وجہہ سی تہی تو اوسکا فوت ہونا

به بفواته اذ یحصل له من الالم قدر ما تعلق به قلبه فان من معه ما یکفیه فهو فارغ القلب فلو وجد مائة
پس عذاب ہوویگا اسی کو جتنا ہی الم ہوتا ہی جتنا اوسکی دل کو لگاؤ ہوتا ہی کیونکہ جسکی پاس سرمایہ بقدر کفایت ہوتا ہی تو فارغ دل ہوتا ہی پھر اگر سو
دینار ینبعث من قلبه عشر شهوات یحتاج کل شهوة منها الی مائة دینار فلا یکفیه ما وجده بل یحتاج
اشرفیاں اوسکو ہاتھ لگ جاویں تو اوسکی دلمیں شہوت کی دس شاخیں ایسی پیدا ہوتی ہیں کہ ہر شہوت میں سو سو دینار کی حاجت ہووے اسپر جو اوسکو ہاتھ آیا تہا کافی نہیں ہوتا بلکہ
الی تسعمائة اخری وقد کان قبل وجود المائة مستغنیا فالآن وجدها وظن انه صار غنیا بها ولا یشعر انه
نوسو کی اور حاجت ہوتی ہی اور حال یوں ہی کہ جب یہہ سو نہ تہی تو مستغنی تہا اب جو وہ پائی تو گمان کرتا ہی کہ غنی ہوگیا اور یہہ نہیں سمجھتا
صار محتاجا الی تسعمائة اخری لیشتری دارا ویعمرها ویشتری جاریة ولباسا فاخرا لها ولنفسه وکل منها
کہ نوسو کا اور محتاج ہوگیا تاکہ مکان خریدی اور چنوا دی اور لونڈی مول لیوی اور اوسکی اور اپنی لئی ستہری ستہری پوشاک بنوا اور ہر یکی کی لئی
یستدعی ما یناسب ویلیق به مما لا آخر له فیقع فی هاویة آخرها قعر جهنم ولا آخر لها سواه وقد حکی ان واحدا
لوازم جو اوسکی مناسب اور لایق ہو بیشمار چاہیں سو یہہ ایسی گڑھی میں گرتا ہی جسکا انجام دوزخ کا گہراؤ ہی سوا اوسکی کوئی انتہا نہیں ہی اور حکایت ہی کہ ایک
من الملوك حمل الیه قدح من فیروزج وکان ذلك القدح مرصعا بالجواهر ولم یر مثله ففرح به الملك فرحا شدیدا
بادشاہ کی پاس فیروزہ کا پیالہ آیا اور اوسمیں جواہرات جڑی ہوئی تہی اوسکی مثل دیکہنی میں نہیں آیا تہا بادشاہ اوس سی بہت خوش ہوا
وکان عنده حکیم فقال له الملك کیف تری ذلك قال اراه علیك مصیبة وفقرا قال کیف قال لان کل ما یملکه
اور اوسکی پاس ایک حکیم تہا بادشاہ نی فرمایا حکیم جی تم اسکو کیسا سمجہتی ہو عرض کیا مجہکو تیری حق میں مصیبت اور فقر معلوم ہوتا ہی کہا کیونکر عرض کیا اسلئی کہ انسان کی ملک
الانسان فی الدنیا لا یدوم فهذا القدح ان ضاع او انکسر تصیر محتاجا الیه ولا یوجد مثله ویکون علیك مصیبة
دنیا میں جو ہوتی ہی ہمیشہ نہیں رہتی پھر یہہ پیالہ اگر جاتا رہا یا ٹوٹ گیا تو تمکو اسکی حاجت ہوویگی اور ایسا نہیں ملیگا تو تمپر ایسی مصیبت ہوویگی
لا جبر لها وقد کنت قبل ان یحمل الیك فی امن من المصیبة والفقر ثم فی یوم من الایام قد اتفق ان القدح قد انکسر فعظمت
جسکا کچہہ علاج نہیں ہی اور بیشک تم اسکی پہلی کہ یہہ پیالہ تمہاری پاس آوی مصیبت اور احتیاج سی امن میں تہی پہر ایک روز اتفاقاً وہ پیالہ ٹوٹ گیا تو
فیه مصیبة الملك وقال ما قال الحکیم کان حقا لیته لم یحمل الی وامثال هذه المصیبة بل اعظم منها تنزل بکل
بادشاہ کو بڑا ہی رنج ہوا اور کہا حکیم جی سچ کہتی تہی کاشکی یہہ پیالہ میری پاس نہ آتا اور ایسا ہی رنج ہوتا ہی بلکہ اس سی بہی بہت زیادہ جو شخص دنیا سی
من له علاقة بالدنیا فانهم معذبون بالحرص علیها والتعب العظیم فی تحصیلها والحسرة الشدیدة عند فواتها
علاقہ رکہتی ہیں یہہ لوگ بہی اوسکی حرص میں جلا کرتی ہیں اور اوسکی لئی سخت محنت اوٹہاتی ہیں اور اوسکی حسرت میں تڑپا کرتی ہیں جب کہ جاتی رہتی ہی
ولهذا قال بعض السلف من احب الدنیا فلیوطن نفسه علی تحمل المصائب فان محبها لا تنفك عن ثلث مصائب
اور اسی لئی بعض متقدمین کا قول ہی کہ جسنی دنیا کو دوست کیا تو اپنی جان کو مصیبتوں کی لئی تیار رکہی کیونکہ دنیا کا دوست تین مصیبتوں سی خالی نہیں ہوتا
هم لازم وتعب دائم وحسرة لا تنقضی فلو لم یکن لمحبها من العذاب العاجل الا هذا لیکون له مصیبة فکیف اذا حیل
فکر ہر وقت کا اور تعب دایمی اور حسرت بی انتہا اگر دنیا کی دوست کو حال کا عذاب سوا اس کی کچہہ نہ ہوتا تو یہی مصیبت کافی تہی پہر کیا حال ہوگا جب بیچ میں
بینه وبین محبوباته ولذاته کلها بالموت وصار معذبا بنفس ما کان متلذذا به علی قدر لذته التی شغلته عن
اور اوسکی تمام محبوبات اور لذات میں موت حایل ہو جاویگی اور عذاب دیکہیگا جتنی لذت اوٹہاتا تہا موافق اوسی لذت کی جسنی زاد اخروی کی سعی سی روک رکہا تہا
سعیه فی طلب زاده لیوم معاده اذ لو کان لاحد الف محبوب ینزل به عند الموت فی وقت واحد الف مصیبة لانه
اسلئی کہ اگر کسیکی ہزار محبوب ہوں تو مرتی وقت ایکدم میں اوسپر ہزار مصیبتیں پڑ جاوینگی کیونکہ اوسکی سب
کان یحب جمیعها ویسلب عنه فی لحظة واحدة کلها ویبقی فی حسرة وندامة بعد موته وهذا اول ما یلقاه عقیب
محبوب تہی اور ایک لحظہ بہر میں سب سی جدا ہوگیا اور موت کی بعد حسرت اور ندامت میں پڑا رہیگا اور یہہ تو وہ الم ہی جو مرتی ہی پیش آویگا

مؤنة من الالم فضلا عما اعدّه الله تعالى من عذاب النار للذين استحبوا الحيوة الدنيا ورضوا بها والحاصل
سوا اوسکی جو اللہ تعالی نے دوزخ کا عذاب تیار کر رکھا ہے اونکی لئے جو دنیا کی زندگی دوست رکھتی ہیں اور پسند کرتے ہیں غرض یہہ ہے کہ

ان من احبّ شيئا سوى الله تعالى ولم يكن محبته لله تعالى ولا لكونه معينا له على طاعة الله تعالى يحصل
کہ سوائی اللہ کی جو کسی شی کو محبوب رکھتا ہے اور اوسکی محبت واسطی اللہ کی نہو اور نہ اسلئی کہ وہ طاعت الہی پر امداد کرتی ہے تو اوسی ضرر حاصل ہوتا ہے

له به الضرر سواء ظفر به او لم يظفر فانه ان لم يظفر به يعيش بغصته ولا يستريح من التعب وان ظفر به
برابر ہے کہ وہ شی حاصل ہو جاوی یا نہ حاصل ہو کیونکہ اگر نہ ہاتھ آئی تو غصہ میں رہتا ہے اور تعب سے آرام نہیں پاتا اور اگر میسر آگئی

يكون ما حصل له من الالم قبل حصوله ومن الحسرة عليه بعد فواته اضعاف اضعاف ما حصل له من اللذة ولو نال
تو جیسا آنیسی پہلی کا الم جو ہو چکا اور پہر اوسکی گم ہونی کی حسرت جو لذت سی چند در چند ہوگی اور اگر بندہ کو

العبد كل حظ من حظوظ الدنيا وكل لذة من لذاتها ومضى عمره عليها ولم يسع في تحصيل سعادة الاخرة يصير
دنیا کی تمام عیش اور دنیا کی ساری لذتیں میسر آئیں اور عمر اسی میں تمام کر دی اور سعادت اخروی کی تحصیل میں سعی نکی تو مرتی ہی

عند الموت كانه لم يظفر بشيء من حظوظها ولذاتها وتعود تلك الحظوظ واللذات عذابا له ويصير معذبا
گویا کچہہ نہ تہا نکوئی عیش تہا اور نہ کچہ لذت تہی اور وہ ہی عیش اور چین عذاب ہو جاوینگی اور وہ دو جہت سی عذاب

بنفس ما كان متنعما به من جهتين من جهة فوته مع شدة تعلق قلبه به ومن جهة عدم حصول ما هو انفع له
بہگتی کا جسکا آرام پاتا تہا اس جہت سی کہ وہ فوت ہو گئی اور دلکو اوسی بڑا لگاؤ تہا اور اس جہت سی کہ جو بہت نافع

وادوم فالمحبوب الحاصل يفوت عنه والمحبوب الاعظم لا يحصل له فهذا اول ما يلحقه عقيب موته من
اور دوام کی لئی تہا حاصل نہوا سو محبوب اتنا آیا سو جاتا رہیگا اور بڑا محبوب حاصل نہوگا یہہ تو وہ عذاب ہی جو مرتی ہی دوزخ کی عذاب سی پہلی

العذاب قبل عذاب النار لان الموت ليس بعدم محض وفناء صرف بل هو مفارقة الدنيا وقدوم على الله تعالى و
بہگتیگا اسلئی کہ موت عدم محض اور صرف فنا نہیں ہی بلکہ موت دنیا کی مفارقت ہی اور اللہ کی سامنی ہونا اور

لا يبقى مع العبد عند الموت الا شيئان العلم والعمل وهما للعبد من المنجيات والباقيات الصالحات ويوصلانه
آدمی کی ساتہ مرتی دم دو ہی چیزیں رہتی ہیں علم اور عمل اور یہہ ہی آدمی کو نجات دیتی ہیں اور نیک پس ماندہ ہیں اور اللہ تعالی کی

الى الله تعالى والى لذة لقائه وهذه هي السعادة التي تتعجل له عقيب الموت ويصير قبره روضة من رياض
دیدار کی لذت تک پہنچا دیتی ہیں اور یہہ ہی سعادت ہی کہ مرنی کی بعد جلدی سی حاصل ہوتی ہی اور اسکی گور ایک چمن بہشت کا بن جاتی ہی

الجنة الى ان يدخل اوان الرؤية في الجنة والمراد بالعلم العلم بالله تعالى وصفاته وافعاله وملئكته وكتبه ورسله وسائر
یہانتک کہ وقت جنت میں کی دیدار کا آجاتا ہی اور علم سی مراد علم معرفت الہی کا ہی اور صفات کا اور افعال کا اور فرشتوں کا اور کتابوں کا اور رسولوں کا

ما يجب العلم به من الاعتقاديات والعمليات والمراد بالعمل العبادة الخالصة لوجه الله تعالى الموافقة لكتاب
اور اور جو جو علم واجب ہیں معتقدات اور عملیات کا اور عمل سی مراد عبادت ہی جو خالص لله اور کتاب الله

الله تعالى وسنة رسوله ثم كل من العلم والعمل لا يحصل الا ببقاء البدن وصحته وبقاؤه وصحته لا يتيسر الا
اور سنت رسول کی موافق ہو پہر کوئی علم اور عمل حاصل نہیں ہو سکتا بجز باقی رہنی بدن اور تندرستی کی اور بدن کی بقا اور تندرستی نہیں میسر ہوتی

بالقوت واللباس والمسكن وكل منها يحتاج الى اسباب فالقدر الذي لا بد منه من هذه الثلثة ان اخذه
بجز کہانی پینی اور گہر کی اور ان سبکی لئی اسباب چاہئی پہر وہ مقدار جو ان تینوں کی لئی کافی ہو اگر آدمی نی دنیا میں سی

العبد من الدنيا للاخرة لا يكون من ابناء الدنيا بل يكون الدنيا في حقه مزرعة الاخرة فان الدنيا والاخرة
آخرت کی لئی لی لیا تو یہہ شخص دنیا داروں میں نہیں ہی بلکہ دنیا اسکی حق میں آخرت کی کہیتی ہی کیونکہ دنیا اور آخرت

عبارتان عن حالتين من احوال الانسان فالقريب الداني يسمى دنيا وهو كل ما ينقضي لذته قبل الموت والمتراخي
انسان کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ سو اول حالت نزدیک کی دنیا کہلاتی ہی یعنی جسکی لذت موت سی پہلی ہو جاوی اور پچھلی حالت
المتأخر يسمى آخرة وهو كل ما لا ينقضي لذته بعد الموت فعلى هذا ان جميع ما يكون للانسان اليه ميل ويكون له
دیر کی آخرت کہلاتی ہی یعنی جسکی لذت بعد موت کی تمام نہووی اس بیان کی موافق جو جو چیزیں کہ آدمی کو اوسطرف رغبت ہوتی ہی اور اونکا
حظ عاجل ليس بمذموم بل كل ما كان له فيه حظ عاجل قبل الموت ولا يبقى له ثمرة بعد الموت فهو من الدنيا في حقه
حظ ابھی ہی سب مذموم نہیں ہیں بلکہ جسمیں کہ ابھی حظ ہووی کا موت سی پہلی اور اوسکا ثمرہ موت کی بعد نہ رہی وہ اوسکی حق میں دنیا ہی
وكل ما يكون له فيه حظ عاجل قبل الموت ويبقى ثمرته بعد الموت كالطاعات والعبادات وما يكون له اعانة عليها فهو
اور جسکا حظ ابھی موت سی پہلی ہو اور اوسکا ثمرہ موت کی بعد بھی باقی رہی جیسی طاعات اور عبادات اور جو اسباب عبادت کی مددگار ہیں سو وہ
ليس من الدنيا في حقه بل هو من الآخرة اذ روي انه عليه السلام قال حبب الي من دنياكم ثلث الطيب والنساء
اوسکی حق میں دنیا نہیں ہیں بلکہ آخرت میں داخل ہیں اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا مجھکو تمہاری دنیا میں سی تین چیزیں محبوب ہیں خوشبو اور عورتیں
وقرة عيني في الصلوة فانه عليه السلام جعل الصلوة من جملة ملاذ الدنيا ولذلك اضافها اليها لان التلذذ بتحريك
اور ٹھنڈک میری آنکھوں کی نماز میں ہی سو نبی علیہ السلام نی نماز کو دنیا کی لذتوں میں گنا اسواسطی دنیا کی طرف نسبت کیا اسلئی کہ تلذذ ہاتھ پانو ہلانیکا
الجوارح في الركوع والسجود انما يكون في الدنيا وكل ما يدخل في الحس والمشاهدة فهو من عالم الشهادة فيكون من الدنيا
رکوع اور سجود میں دنیا ہی میں ہوتا ہی اور جو چیز محسوس اور مشاہد ہو آنکھ کی موافق الرضا ہم سو وہ عالم ظاہری کی ہی دنیا ہی کی ہوگی
لكن لا يعد منها بل يعد من الآخرة لبقاء ثمرته يسرنا الله تعالى المجلس السادس والتسعون في بيان ذم من اكل
لیکن آخرت میں شمار ہوتی ہی کیونکہ اوسکا ثمرہ باقی رہتا ہی الہی ہمکو بھی موافق اپنی پسند کی آسان کر چھیانویں مجلس بیچ بیان مذمت اوس شخص کی جو
ما فيه رائحة كريهة من دخول المسجد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن
بودار چیز کھاوی مسجد میں آنی سی رسول الله صلی الله علیہ وسلم نی فرمایا جو شخص اس درخت بدبو کی کہاوی تو ہماری مسجد کی نزدیک
مسجدنا فالملئكة تتاذى مما يتاذى منه الانس هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة واسم الاشارة
ہرگز نہ آوی کیونکہ فرشتی ایذا پاتی ہیں جس سی آدمیوں کو ایذا ہوتی ہی یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اور اسم اشارہ یعنی لفظ
الواقعة فيه للاشارة الى جنس ماله رائحة كريهة والمعنى ان من اكل شيئا ماله رائحة كريهة فلا يقربن مسجدنا والظاهر من
ہذہ جو اس حدیث میں آیا ہی اس سی اشارہ ہی طرف جنس بدبو کی اور مراد اس سی یہ ہی کہ جو شخص بودار چیز کھاوی تو ہرگز ہماری مسجد کی نزدیک نہ آوی اور اضافت کا
الاضافة ان يكون المراد من المسجد مسجد النبي عليه السلام لكن الجمهور قالوا هو عام لكل مسجد لقوله عليه السلام
ظاہر یہ ہی کہ مسجد سی مراد مسجد نبوی ہی صلی الله علیہ وسلم لیکن تمام علما کہتی ہیں کہ یہ سب مساجد کی حق میں عام ہی اسلئی کہ ایک اور
في حديث آخر فلا يقربن المساجد والحقوا به كل مجمع الخير كمجلس العلم ومصلى العيد والجنازة وغيرها لوجود العلة
حدیث میں یوں آیا ہی وہ مسجدوں کی نزدیک نہ آوی اور علما نی تمام انبوہ خیر کو جیسی مجلس علم کی اور عیدگاہ اور جنازہ وغیرہ کو مساجد میں داخل کیا ہی کیونکہ علت
التي هي تاذي الملئكة والناس فيها ثم ان هذا ليس نهيا عن دخول المسجد وحضور الجماعة لان الجماعة سنة مؤكدة تشبه
موجود ہی یعنی ملائکہ کی اور آدمیوں کی تکلیف پھر یہ مسجد میں آنی سی اور جماعت میں جانی سی منع نہیں ہی اسلئی کہ جماعت سنت مؤکدہ واجب کی مثل ہوتی ہی
الواجب فلا ينبغي تركها باستعمال ما يمنع من حضورها بل هو نهي عن تناول ما يمنع من دخول المسجد وحضور الجماعة
سو جماعت کا ترک کرنا ایسی چیز کی استعمال سی جو جماعت سی بند رکھی لایق نہیں ہی بلکہ یہ ممانعت ہی ایسی چیز کی کہانی کی جو مسجد میں آنی اور حضور جماعت سی منع کری
وقد روي انه عليه السلام كان اذا وجد من رجل في المسجد ريح البصل او الثوم امر به فاخرج الى البقيع ولهذا قال
اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام اگر کسی شخص میں سی بو پیاز یا لہسن کی پاتی تو حکم کرتی کہ اوسکو بقیع میں نکال دیں اسیلئی فقہا کہتی ہیں

الفقهاء كل من وجد فيه رائحة كريهة يتاذى به الانسان يلزم اخراجه من المسجد ولو بجره بيده او رجله
جسمیں سے ایسی بو آتی ہو کہ آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہو اوسکا مسجد میں سے نکالدینا لازم ہے اگرچہ ہاتھ یا پاؤں سے کھینچکر

دون اللحية وشعر راسه فعلى هذا يلزم ان يمنع من قربان المسجد من يتناول الدخان الذي ظهر في هذا الزمان
نہ ڈاڑھی اور سر کے بال سے کھینچے سو اس بیان کے موافق لازم ہے کہ مسجد میں آنے سے جو لوگ دھواں کھینچتے ہیں یعنی حقہ نوش منع کئے جاویں کہ اس زمانہ میں

من قبل الكفرة العدوة لاهل الايمان وابتلى به كافة الانام من الخواص والعوام لكراهة رائحته اشد من كراهة
کفار کی طرف کا جو اہل ایمان کی دشمن ہیں پیدا ہوا ہے اور تمام خلقت خاص اور عام اوسمیں مبتلا ہوگئیں ہیں کیونکہ اسکی بو پیاز اور لہسن کی بو سے بدتر ہے

رائحة البصل والثوم بل يلزم اخراجه من المسجد ولو بجره من يده او رجله كما هو راى الفقهاء في كل من يوجد
بلکہ اوسکا مسجد میں سے نکالدینا لازم ہے اگرچہ ہاتھ یا پاؤں سے کھینچکر چنانچہ فقہاء کی یہی رای ہے ہر شخص میں کہ ایسی بو آتی ہو

فيه رائحة كريهة يتاذى به الخلق واما عند عدم اتيان المسجد فهل يحل استعماله كما يحل اكل البصل والثوم ام لا
کہ خلقت کو ایذا ہوتی اور جس صورت میں کہ مسجد میں نہ آوے تو آیا اوسکا استعمال حلال ہے یا نہیں جیسے پیاز لہسن کہانا حلال ہے

لا شك انه ليس كالبصل والثوم لانهما من مصلحات الطعام ومما يكون للفقراء الغذاء والادام وهذه الدخان
اسمیں کچھ شک نہیں کہ حقہ مثل پیاز اور لہسن کے نہیں ہے کیونکہ پیاز لہسن سے تو کھانا سنورتا ہے اور فقراء کے لئے غذا اور سالن ہے اور حقہ میں ہرگز

لا يصلح لشئ من ذلك اصلا وقد كثر فيه الاقاويل فالحق الذي عليه التعويل ان الفعل الاختياري الصادر عن المكلف
کچھ بھی نہیں ہوسکتا اور اسمیں گفتگو بہت ہے اور حق بات جسپر اعتماد ہے یہہ ہے کہ اختیاری کام جو آدمی عاقل بالغ سے عمل میں آوے

ان لم يترتب عليه فائدة دينية او دنيوية فهو دائر بين العبث واللعب واللهو وفي كتاب اللغة لم يفرق بين هذه الثلثة
اگر اوسمیں کوئی فائدہ دینی یا دنیوی نہیں ہوتا تو وہ یا عبث ہے یا لعب ہے یا لہو ہے اور لغت کی کتابوں میں ان تینوں میں کچھ فرق نہیں

لكن لا بد من الفرق لعطف بعضها على بعض في القران وهو على ما ذكره بعض العلماء وكان حقيقا بالقبول ان العبث
بیان کیا لیکن فرق ضرور چاہیے کیونکہ قرآن میں ایک کو ایک پر عطف کیا ہے اور وہ فرق موافق ذکر بعضی علماء کی کہ قابل قبول کی ہے یہہ ہے کہ عبث وہ کام ہوتا ہے

الفعل الذي ليس فيه لذة ولا فائدة واما الذي فيه لذة بلا فائدة فهو لعب ومثله اللهو الا ان فيه زيادة حظ
جسمیں نہ لذت ہوتی ہے اور نہ فائدہ اور جس کام میں لذت ہو بلا فائدہ وہ لعب کہلاتا ہے اور ایسا ہی لہو ہوتا ہے پر اسمیں حظ نفس

النفس بحيث تشتغل به عما يهمها والكل حرام لانها لم تذكر في القران الا على طريق الذم فلما علم حرمة اللعب واللهو
زیادہ ہوتا ہے ایسا کہ اسمیں ضروری کام رہ جاتی ہیں اور یہہ سب حرام ہیں اسواسطے کہ جہاں قرآن میں آئی ہیں سو بطریق ہجو کی آئی ہیں پھر جب لعب اور لہو

والعبث علم حرمة استعمال الدخان لدخوله اما في اللعب او العبث او في اللهو بل هو بالعبث انسب لخلوه
اور عبث کی حرمت معلوم ہوئی تو حقہ کی بھی حرمت معلوم ہوئی اسلئے کہ حقہ یا لعب ہے یا عبث ہے یا لہو ہے بلکہ وہ عبث سے زیادہ مناسب ہے کیونکہ اسمیں

عن اللذة التي في اللعب واللهو اللهم الا ان يستلذه نفوس بعض المستعملين له بتسويل شيطان فحينئذ يدخل في
لذت نہیں ہے یا الہی شاید کہ کسی حقہ پینے والے کو بسبب تسویل شیطانی کے کچھ لذت آتی ہو اب لعب میں داخل ہوگا

اللعب او في اللهو مع كونه عارية عن الفائدة الدينية وهو ظاهر وعن الفائدة الدنيوية ايضا لانه لا يصلح لشئ من
یا لہو میں باوجودیکہ فائدہ دینی سے خالی ہے یہہ تو ظاہر ہے اور فائدہ دنیاوی سے بھی کیونکہ ہرگز کچھ نہیں بن سکتا

الغذاء او الدواء اصلا بل هو مضر لاتفاق الاطباء على ان مطلق الدخان مضر قال ابن سينا لولا الدخان والقتام
نہ غذا اور نہ دوا بلکہ مضر ہے اسواسطے کہ تمام طبیب متفق ہیں کہ مطلق دھواں یعنی سب مضر ہیں شیخ ابن سینا کہتا ہے اگر دھواں اور گرد غبار نہوتا

لعاش ابن ادم الف عام وقال جالينوس اجتنبوا ثلثة وعليكم باربعة ولا حاجة لكم الى الطبيب اجتنبوا الدخان والغبار والنتن
تو آدمی ہزار برس تک جیتا اور جالینوس کہتا ہے کہ تین چیز سے بچو اور چار چیز ایسی اوپر لازم کرلو اب تمکو طبیب کی حاجت نہوگی دہوئیں اور غبار اور بدبو سے بچو

وعليكم بالدسم والحلوى والطيب والحمام وذكر في القانون ان جميع اصناف الدخان مجفف بجوهره الارضي وفيه
اور چکنا کھا اور میٹھا کھا اور خوشبو اور حمام لازم کر لو اور قانون مین مذکور ہی کہ تمام قسم کی دہوئین اجزاء ارضی کی تاثیر سی خشکی کرتی ہین اور اسمین
نارية يسيرة قال بعض الفضلاء فاذا كان جميع اصناف الدخان مجففا يكون هذا الدخان مجففا للرطوبات البدنية
کچھ تہوڑی نارية یعنی حرارت ہوتی ہی بعضی فضلاء کہتی ہین جب تمام قسم کا دہوان مجفف یعنی خشکی کرتا ہو تو حقہ رطوبات بدنیہ کو خشک کرتا ہوگا
فيكون موديا لحصول امراض كثيرة فلا يجوز استعماله لوجوب صيانة النفس عن لحوق الضرر وقد ذكر في نصاب الاحتساب
پہر تو اسی بہت سی امراض پیدا ہونگی بس تو اسکا پینا جایز نہین ہی اسلئی کہ ضرر سی جان کا بچانا واجب ہی اور نصاب الاحتساب مین مذکور ہی
ان استعمال المضر حرام فان قيل بعض الاطباء قد يعالجون بعض الامراض ببعض اصناف الدخان ويشاهد نفعه
کہ مضر شی کا برتنا حرام ہی پہر اگر کوئی اعتراض کری کہ بعضی طبیب کبہی کبہی بعضی مرضون کا کسی قسم کی دہوین سی علاج کیا کرتی ہین اور اسکا فائدہ ظاہر ہوگیا
فكيف يصح المنع عن استعمال جميع اصنافه فالجواب انهم يعالجون لحظة يسيرة لا على الدوام حتى يحصل ما ذكر من التجفيف فان
پہر ممانعت تمام قسم کی دہوئین سی کیونکر درست ہی سو جواب یہ ہی کہ وہ دم بہر کی لئی علاج کرتی ہین ہمیشہ کی لئی نہین کرتی تاکہ اوسمین خشکی پیدا ہو جاوی پہر اگر
قيل ما ذكر من التجفيف لا يضر في البلغمي لكثرة رطوباته وانتفاعه بتجفيفها فما وجه المنع عن هذا الدخان فالجواب
کوئی کہی کہ خشکی بلغمی مزاج والی کو ضرر نہین کرتی کیونکہ رطوبت بہت ہوتی ہی اور خشکی سی نفع ہوتا ہی اب حقہ کی ممانعت کی کیا وجہ ہی تو جواب یہ ہی
ان حد الانتفاع به مجهول فلا بد من معرفة ذلك من طبيب حاذق عارف بالامزجة والقدر الذي ينتفع به والا فالاقدام
کہ انتفاع کی حد معلوم نہین ہی سو اسکا معلوم کرنا ایسی طبیب حاذق سی ہی جو مزاجون سی واقف ہو اور اوس مقدار کا معلوم کرنا جسمین نفع ہو ضرور چاہیئی ورنہ تو پینا
عليه حرام مطلقا لوقوع التردد بين السلامة وعدمها فان العقلاء ممن كان يستعمله قد اختلفوا فيه فمنهم من يقول بضرره
مطلق حرام ہی کیونکہ سلامتی اور عدم سلامتی مین تردد ہی بیشک عقلا اشخاص جو حقہ پیتی ہین اختلاف کرتی ہین بعضا ضرر کا قایل ہی
ومنهم من يقول بعدم ضرره ومنهم من يشك فيه لكن الفريق الاغلب الذي بجانب الحق اليه اقرب لمزيد ديانتهم يقول
اور کوئی کہتا ہی ضرر نہین کرتا اور کسیکو اسمین شک ہی لیکن فریق اغلب جنکی طرف باعتبار افزونی دیانت کی حق پایا جاتا ہی کہتا ہی
انه يحدث في ابتداء قوة في الجسم وحدة في البصر ونشاطا في الاعضاء وهضما في الطعام فاذا حصلت المداومة يورث
کہ ابتدا مین تو جسم مین قوت اور بینائی مین تیزی اور اعضا مین نشاط اور طعام مین ہضم پیدا کرتا ہی اور جب عادت پڑجاتی ہی تو بینائی پر
غشاوة في البصر وثقلا في الاعضاء وامساكا في الهاضمة وضعفا في البدن لانه كما قال الاطباء يجفف مع نوع حرارة
پردہ سا اور اعضا مین بوجہہ اور ہاضمہ مین امساک اور بدن مین سستی آجاتی ہی اسلئی کہ موافق قول طبیبون کی حرارت کی ساتھ خشکی کرتا ہی
فيفعل في ابتدائه ما ذكره اولا وفي انتهائه ما ذكره اخرا على انه لو تحقق نفعه فبعد النفع يمنع من استعماله لانه حينئذ
سو اول اول تو وہی تاثیر ہوتی ہی جو اول بیان کیا اور انجام کو وہی ہوتا ہی جو پہر بیان کیا علاوہ یہ ہی اگر نفع ثابت بہی ہو تو بعد نفع کی پینا منع ہی اسلئی کہ اب
يكون دواء ولا يجوز استعمال الدواء بعد زوال المرض لانه اذا لم يجد مرضا يزيله ياخذ من البدن الا ترى ان الخمر المحرمة بالنص
دوا ہوگا اور دوا کا استعمال کرنا بعد زوال مرض کی جایز نہین ہی اسلئی کہ جب مرض نہین ہوتا جسی دوا دور کری تو بدن مین اثر کرتی ہی دیکہو تو شراب قطعی حرام ہی اور قرآن
قد اخبر القران بنفعها كما قال الله تعالى يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما
سی اوسکا نفع ثابت ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی تجہسی پوچہتی ہین حکم شراب اور جوئی کا تو کہہ انمین گناہ بڑا ہی اور فائدہ بہی لوگون کو اور انکا گناہ فائدی
لكن جانب النفع اذا قابله جانب الضرر يمحو جانب الضرر حتى قال الفقهاء لو كان في شيء وجوه كثيرة توجب الحل والجواز ووجه
سی بڑا ہی لیکن نفع کی جانب جب ضرر کی مقابل پر آتی ہی تو ضرر کا لحاظ کیا کرتی ہین یہان تک کہ فقہاء کہتی ہین اگر ایک شی مین کئی وجہ حلت اور جواز کی ہون اور ایک
واحد يوجب الحرمة وعدم الجواز يرجح جانب الحرمة احتياطا ثم في معرفة حرمة الاشياء واباحتها وجه حسن يرجع الى
[illegible] عدم جواز [illegible] ترجیح [illegible] ہوگی احتیاط کی لئی حرمت کی جانب کو [illegible] ہر شی کی حرمت اور اباحت دریافت کرنی کی اچہی وجہ ہی کہ رجوع

الی الاصول وهو ان الحق فی الاشیاء قبل البعثة ان لا یکون فیها حکم وبعد البعثة اختلف العلماء فیها علی ثلثة اقوال

اصول کی طرف یعنی حق یوں ہی کہ اشیاء میں نبوت سے پہلی کسی طرح کا خاص حکم نہو اور بعد نبوت کی علماء کی مختلف تین قول ہیں قول اول یہہ ہی

الاول انها متصفة بالحرمة الا ما دل دلیل الشرع علی اباحته والثانی انها متصفة بالاباحة الا ما دل دلیل الشرع علی

اشیاء سب حرام ہیں سوائے اوسکی کہ شرعی دلیل اوسکی اباحت بیان کرے دوسرا قول کہ تمام اشیاء مباح ہیں سوا اوسکی کہ شرعی دلیل حرمت پر

حرمته والثالث هو الصحیح ان یکون فیها تفصیل وهو ان المضار متصفة بالحرمة بمعنی ان الاصل فیها الاباحة لقوله تعالی

دلالت کرے اور تیسرا قول جو صحیح ہی یہہ ہی کہ اشیاء میں تفصیل ہی کہ ضرر کی چیزیں حرام ہیں یعنی اصل اونمیں حرمت ہی اباحت ہی بدلیل ارشاد حق کی

هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا فانه تعالی ذکره فی معرض الامتنان ولا یمتن الا بالحلال الجائز فکانه تعالی قال هو

وہ ہی ہی جسنی بنایا تمہارے واسطی جو کچھہ زمین میں ہی سب کیونکہ اللہ تعالی اسکو امتنان کی جگہہ فرماتا ہی اور منت بدون حلال اور جایز کی نہیں ہوتی سو اللہ تعالی گویا یہہ

الذی خلق لاجلکم جمیع ما فی الارض من المنافع لتنتفعوا بها وعلی هذا القول الثالث الصحیح یخرج حکم هذا الدخان ایضا فانه

فرماتا ہی کہ اللہ وہ ہی کہ تمام جو زمین میں منافع ہیں تمہاری لئی پیدا کئی ہیں تاکہ اون سی فائدہ لو اور اسی تیسری صحیح قول پر حقہ کا حکم بہی نکل آتا ہی کیونکہ حقہ

لو کان نافعا لکان الاصل فیه الاباحة لکن قد ثبت باخبار الحذاق من الاطباء انه مضر ولو فی الاجل فیکون الاصل فیه الحرمة

اگر مفید ہوتا تو اصل اوسمیں اباحت ہوتی لیکن حاذق طبیبوں کی بیان سی ثابت ہوا ہی کہ وہ مضر ہی اگرچہ انجام میں سو اصل اسمیں حرمت ہی ہوویگی

بل لو وقع الشك فی امره تغلب جانب الحرمة کما هو القاعدة الشرعیة فانه علیه السلام قال الحلال بین والحرام بین و

بلکہ اگر اسمیں شک ہووی تو بہی حرمت کی جانب غالب ہوگی چنانچہ یہہ ہی قاعدہ شرعی ہی کیونکہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ حلال ظاہر ہی اور حرام ظاہر ہی اور

بینهما مشتبهات لا یعلمهن کثیر من الناس فمن اتقی الشبهات فقد استبرأ لدینه وعرضه ومن وقع فی الشبهات کان

انکی بیچمیں مشتبہات ہیں اکثر لوگوں کو معلوم نہیں ہوتی پہر جو شخص شبہات سی بچتا رہا تو اوسنی اپنا دین اور عزت بچائی اور جو شخص شبہات میں پڑگیا تو

کالراعی یرعی حول الحمی یوشك ان یقع فیه واختلف العلماء فی حکم هذه الشبهات فذهب بعضهم الی حرمتها لانه

ایسا ہی جیسی چرواہا بیڑ کی گرد چراتا ہو اسی بیڑ کی اندر جا گھسیگا اور علماء کو ان شبہات کی حکم میں اختلاف ہی سو بعضی تو حرمت کی طرف گئی ہیں اسلئی کہ نبی

اخبر فی هذا الحدیث ان من ترك ما اشتبه علیه حکمه ولم ینکشف له حقیقة امره یکون دینه سالما مما یفسده

علیہ السلام نی اس حدیث میں خبر دی ہی کہ جسنی ترک کیا عمل جسکا حکم مشتبہ ہوا اور حقیقت حال اوسکی معلوم نہوئی ہو تو اوسکا دین مفسدہ اور نقصان سی

او ینقصه ونفسه ناجیا مما یعیبه ویلام علیه ومن لم یترك بل فعله یقع فی الحرام وهذا الدخان مما اشتبه حکمه

سلامت اور اوسکا نفس عیب اور ملامت سی بچا ہوا ہی اور جسنی نچھوڑا بلکہ عمل کیا تو حرام میں مبتلا ہوگا اور حقہ کا حکم مشتبہ ہی

ولم ینکشف حقیقة امره فمن ترکه ولم یستعمله یکون دینه سالما من الفساد والنقصان ونفسه ناجیا من العیب

اور اسکی حقیقت حال ظاہر نہیں ہوئی پہر جسنی چھوڑا اور نہ پیا تو اوسکا دین فساد اور نقصان سی اور اوسکا نفس خلقت میں عیب اور ملامت سی

واللوم ومن لا ومن لم یترکه بل استعمله یکون واقعا فی الحرام وذهب بعضهم الی کراهتها لما جاء فی حدیث آخر انه علیه السلام

بچا رہا اور جسنی نچھوڑا بلکہ پیا تو وہ حرام میں واقع ہوا اور بعضی علماء کہتی ہیں کیونکہ ایک اور حدیث میں آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

قال الامور ثلثة امر تبین لك رشده فاتبعه وامر تبین لك غیه فاجتنبه وامر اختلف فیه فدع ما یریبك الی ما لا یریبك

امور تین طرح کی ہیں ایک وہ جسکی خوبی ظاہر ہی سو اوسکو اختیار کر اور ایک وہ جسکی کجی ظاہر ہو سو اوس سی بچتا رہ اور ایک وہ امر کہ جسمیں اختلاف ہو سو چھوڑ شک میں ڈالنی کو

ولا شك ان امر الدخان ما ارتاب وارتقع فی الاضطراب فاقل مراتبه الکراهة ولا یظن انه ینتهی الی درجة الاباحة بتعلل

طرف اوسکی جو شک میں نہ ڈالی اور اسمیں کچھہ شک نہیں ہی کہ حقہ کا حکم مشکوک ہی اور اضطراب میں ڈال رکہا ہی اسکا حکم کم سی کم مرتبہ کراہت کا ہی اور یہہ گمان نہیں ہی کہ اباحت تک پہونچی حیلہ

کثیر مما یتعاطاه انه نافع ودواء لکل داء وانهم وجدوا فی استعماله دواء لامراضهم لان ذلك من تلبیس ابلیس علیهم وتزیینه

ان دلائل سی کہ اکثر بیان کرتی ہیں کہ فائدہ کرتا ہی اور ہر درد کی دوا ہی اور بعضی لی اپنی امراض کو مفید پایا اسلئی کہ یہہ تقریر شیطانی ہی اور ابلیس کی تزیین

ه الحرمة وان المضار متصفة بالاباحة ... (margin note, partly illegible)

لهم حتى تتولد من تكاثفه الادواء من صاقية تامة لان تكراره يؤدي ما يقابله فيتولد منه الحرارة فيكون في عاقبة امره داء
تاکہ آخر کو اوسکی کثافت سے بیماریاں پیدا ہو جاویں کیونکہ اسکا تکرار اپنے مقابل کو ایذا دیتا ہے پھر اس سے حرارت پیدا ہو جاتی ہے آخر کو مرض ہو جاتا ہے

لا دواء ثم يلزم على قولهم ان يكون الناس كلهم مرضى وان يكون مرضهم في جميع الفصول الاربعة من نوع واحد وان يكون
دوا نہیں ہوتا پھر اونکے قول کی موافق لازم آتا ہے کہ تمام لوگ بیمار ہوں اور سب کا مرض ایک ہی تمام چاروں فصلوں میں ایک ہی طرح کا ہووے اور اونکا

معالجتهم فيها بشيء واحد على جهة واحدة وبطلانه غير خفي على احد من العقلاء ثم فيه اضاعة المال لانه يشترى
علاج بھی تمام فصلوں میں ایک ہی شی اسکا ایک ہی طرح پر ہووے اور اسکا بطلان کسی عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے پھر اسمیں مال ضایع ہوتا ہے کیونکہ خوب مہنگا

بثمن غال فيدخل في الاسراف المحرم وقد كتب بعض المالكية في الديار الحجازية جوابا عن سوال يتعلق بالدخان وهو ان
خریدتا ہے اب اسراف ہوتا ہے جو حرام ہے اور کسی مالکی مذہب والے نے دیار حجاز میں ایک سوال کا جواب لکھا ہے جو دھوئیں کی باب میں ہے یعنی

استعمال الدخان حرام كاصله لان اصله الخشب والنار لكونه اجزاء من الخشب ممزوجة باجزاء من النار وهو من حيث اجزائه
دخان کا استعمال کرنا حرام ہے جیسے اوسکی اصل اصلی کہ اوسکی اصل لکڑی ہے اور آگ کیونکہ لکڑی ہی کے اجزا آگ کی اجزا میں ملی ہوتی ہیں اور وہ باعتبار اجزاء ناری کی

النارية التي فيه يحرم استعماله لقوله تعالى ان الذين يأكلون اموال اليتمى ظلما انما يأكلون في بطونهم نارا فدلّ النص
استعمال کرنا حرام ہے بدلیل اس آیت کی جو لوگ کھاتے ہیں یتیموں کی مال ناحق وہ یہہ ہی کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ اب اس نص سے

على حرمة النار فيحرم الدخان الحاصل منها وايضا انه تعالى جعله مما يعذب به حيث قال في حق قوم يونس عليه السلام
حرمت آگ کی معلوم ہوئی سو دھواں بھی حرام ہوا جو آگ سے نکلتا ہے اور یہہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے دھوئیں کو عذاب کی اسباب میں مقرر کیا ہے چنانچہ یونس علیہ السلام کی

لما امنوا كشفنا عنهم عذاب الخزي في الحيوة الدنيا فان العذاب المكشوف عنهم كان دخانا وقال في اية اخرى فارتقب
قوم کی حق میں فرماتا ہے جب یقین لائے کھولدیا ہمنے اونپرسے ذلت کا عذاب دنیا کی جیتے کیونکہ جو عذاب اونپر سے دفع ہوا تھا دہواں ہی تھا اور ایک اور آیت میں فرمایا ہے

يوم تاتي السماء بدخان مبين يغشى الناس هذا عذاب اليم والمراد بالدخان المذكور في هذه الاية معناه الحقيقي على قول
سو تو راہ دیکہہ جسدن کہ لاوی آسمان دہواں صریح جو گھیر لے لوگوں کو یہہ ہے دکہہ کی مار اور دخان سے اس آیت میں جو مذکور ہے ایک قول کی موافق حقیقی معنی مراد ہیں

وعلى هذا القول يكون النظم الكريم صريحا في كون الدخان عذابا اليما وما به التعذيب يحرم استعماله فان الفقهاء
اور اس قول کی مطابق مضمون آیت کا صریح ہے کہ دخان سخت عذاب ہوتا ہے اور جس شی میں تعذیب واقع ہوئی ہے اوسکا استعمال حرام ہے کیونکہ تمام فقہاء

قد اتفقوا على وجوب الفرار من محل العذاب كبطن محسر فانه على لفظ اسم الفاعل من التحسير اسم واد اهلك الله تعالى
متفق ہیں کہ محل عذاب سے بھاگنا چاہیے جیسے بطن محسر محسر اسم فاعل کی وزن پر تحسیر میں سے ایک جنگل کا نام ہے جہاں اللہ تعالی نے اصحاب فیل کو

فيه اصحاب الفيل فاذا وجب الفرار من محل العذاب فوجوب الفرار مما به العذاب اولى ثم ان المستعملين له تراهم انه يخرج
ہلاک کیا تھا اور جب محل عذاب سے بھاگنا واجب ہوا تو جس شی کے ساتھ عذاب ہوا سو اولی تر بھاگنا واجب ہے پھر حقہ پینے والوں کو تو دیکھتا ہے کہ اونکی حلق

من حلوقهم وانوفهم وفيه تشبيه باهل النار وبالذي يهلكون في اخر الزمان من الاشرار كما جاء في الخبر انه يكون في اخر
اور ناک سے دہوئیں نکلتا ہے اور اسمیں دوزخیوں کی مشابہت ہے اور اونکی مشابہت ہے جو آخر زمانہ میں شریر لوگ ہلاک ہونگے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں

الزمان دخان يملأ الارض يقيم على الناس اربعين يوما اما المؤمن فيصيبه منه كهيئة الزكام واما الكافر فيخرج من انفه واذنيه
دہواں پیدا ہوکر تمام زمین کو بھر دیگا لوگوں پر چالیس دن تک رہیگا مومن کو تو اوسکا اتنا اثر ہوگا جیسے زکام اور رہا کافر سو اوسکی ناک میں سے اور کانوں میں

وعينيه حتى يصير راس احدهم كالراس الحنيذ اي المشوي فلا ينبغي المؤمن ان يتشبه باهل العذاب ولا ان يستعمل
اور آنکھوں میں سے دہواں نکلیگا یہاں تک کہ ایک ایک کا سر بھنا ہوا سا ہو جاویگا اب مومن کو لایق نہیں ہے کہ عذاب والوں کی مثل بنے اور نہ یہہ چاہیے کہ ایسی چیز برتے

ما هو من نوع العذاب ولا ما هو من ملابسات اهل العذاب وقد كره جمع من العلماء التختم بالحديد والنحاس لما ثبت في
جو عذاب کی ہو اور نہ وہ جو اہل عذاب کی مناسب ہو اور اکثر علماء لوہے اور تانبے کی انگوٹھی پہننا مکروہ کہتے ہیں کیونکہ حدیث میں ثابت ہو چکا ہے

الحديث انهما حلية اهل النار ذکرہ علی ما ذکرہ البلالی فی مختصر الاحیاء انه علیه السلام کان یکرہ الطعام السخن
کہ یہہ دونو دوزخیوں کی زیور ہیں اور موافق بیان بلالی کی مختصر الاحیاء میں ثابت ہی کہ نبی علیہ السلام گرم کہانا مکروہ جانتی تہی

ویقول ان الله تعالی لم یطعمنا نارا وهذا الدخان اولی بالکراهة لانه مختلط باجزاء ناریة کما مر فلو لم یکن فی استعماله
اور فرماتی کہ اللہ تعالی نے ہمکو آگ کہانی نہیں بتائی اور یہہ دخان تو اولی تر مکروہ ہی اسلیئے کہ اجزاء ناری سی ملا ہوا ہی چنانچہ گذر چکا ہی پہر اگر اسکی استعمال میں

الا احیاء سنة الکفار الذین اخرجوه واظهروه فی بلاد الاسلام توصل الی اضرار اهل الایمان لکان باعثا للعاقل
کچہہ نہو تا سوا مردہ کرنی طریقہ کفار کی جنہوں نی ایجاد کرکر بلاد اسلام میں پہیلایا تاکہ ایمان والوں کا ضرر ہووی اتنا بہی عاقل کی واسطی اجتناب کرنیکو

علی اجتنابه ومانعا عن ارتکابه بل لو لم یکن فی استعماله الا تسوید الثیاب والابدان وکراهة الریح والانتان لکان
بڑا باعث تہا اور اختیار کرنی سی بڑا مانع تہا بلکہ اسکی استعمال میں اگر کچہہ نہو تا سوا سیاہ ہونی کپڑوں اور بدن کی اور بو اور سڑاہند کی تو بہی

زاجرا للعاقل عن استعماله لکن اکثر اهل الزمان طبایعهم جامدة صعبة الانقیاد مائلة دائما الی مالا یعنیهم ان نصحوا
عاقل کو اسکی استعمال سی روکنیوالا موجود تہا لیکن اس زمانہ کی طبیعتیں اکثر کند غیر مطیع ہیں ہمیشہ بیہودہ کام کی طرف متوجہ رہتی ہیں اگر بہلی بات کہو تو نہ مانی

لا یقبلوا وان علموا لم یتعلموا وان فهموا لم یفهموا وان فهموا لم یعملوا بما فهموا وهم من الذین ان یروا سبیل الرشد
اور اگر سکہاؤ تو نہ سیکہیں اور اگر سمجہاؤ تو نہ سمجہیں اور اگر سمجہیں تو اوسکی موافق کبہی عمل نہ کریں یہہ اون لوگوں میں ہیں اگر دیکہیں راہ سنوار کی

لا یتخذوه سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوه سبیلا یسر الله تعالی عملا موافقا لرضائه بلطفه وفضله وکرمه
وہ نہ ٹہراویں راہ اور اگر دیکہیں راہ اولٹی اوسکو ٹہراویں راہ الہی ہمپر عمل موافق اپنی رضا کی اپنی لطف اور فضل اور کرم سی آسان کر

المجلس السابع والتسعون فی بیان لزوم ترک مالا یعنیه من القول والفعل

قال رسول الله صلی الله
ستانویں مجلس اس بیان میں کہ ترک بیہودہ کا لازم ہی بات ہو یا کام رسول اللہ صلی اللہ

علیه وسلم من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه ابو هریرة ومعناه ان
علیہ وسلم نی فرمایا مرد کی اسلام کی خوبی ہی کا بیہودہ کا ترک کرنا یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اسکی معنی یہہ

اسلام الرجل لا یکون کاملا وحسنا الا اذا ترک من الاقوال والافعال ما لا منفعة له فیه اصلا لا فی الدنیا ولا فی الاخرة
ہیں کہ اسلام آدمی کا کامل اور خوب نہیں ہوتا مگر جب وہ اقوال اور افعال چہوڑ دی جنمیں اوسکا ہرگز کچہہ فائدہ نہووی نہ دنیا کا اور نہ آخرت کا

ومما لا منفعة له فیه اصلا الدخان الذی ظهر فی هذا الزمان من قبل الکفرة العدوة لاهل الایمان وابتلی
اور جسمیں ہرگز کچہہ منفعت نہیں انکی حقہ بہی ہی جو اس زمانہ میں کفار کی طرف سی جو اہل ایمان کی دشمن ہیں پیدا ہوا ہی اور اوسکی

بشربه کافة الانام من الخواص والعوام فانه قد ظهر فی اوائل القرن الحادی عشر وصار فتنة عظیمة علی عامة البشر
پینی میں تمام خلق خاص وعام مبتلا ہو گئی ہیں بیشک حقہ گیارہویں قرن کی اول میں نکلا اور تمام خلق پر بڑا ہی فتنہ ہو گیا ہی

اذ شاع تناوله فی البلدان بین الرجال والنساء والصبیان فلزم علی علماء الدین بیان حکمه للمسلمین هل یحل استعماله
اسواسطی کہ اسکا پینا شہروں کی اندر مردوں اور عورتوں اور بچوں میں پہیل گیا ہی سو علماء دین پر مسلمانوں کی لئی اسکا حکم بیان کرنا لازم ہی آیا اسکا پینا حلال ہی

ام یجب اجتنابه فاستمعوا یا اولی الالباب ما یقال لکم فی هذا الباب قد کثر فیه الاقاویل والحق الذی علیه التعویل ان
یا اسّی اجتناب واجب ہی سو اسی ہوش والو جو اس باب میں مذکور ہوتا ہی سنو اسمیں بہت سی گفتگو ہی اور حق جسپر اعتماد ہو سو یہہ ہی

الفعل الاختیاری الصادر عن المکلفان لم یترتب علیه فائدة دینیة او دنیویة فهو دائر بین العبث واللعب
کہ فعل اختیاری جو عاقل بالغ سی صادر ہوتا ہی اگر اوسمیں کوئی فائدہ دین کا یا دنیا کا نہووی تو اوسکی تفصیل پر ہی کہ عبث ہی یا لعب ہی یا

اللهو وفی کتب اللغة لم یفرق بین هذه الثلثة لکن لا بد من الفرق لعطف بعضها علی بعض فی القران وهو علی ما ذکره
لہو اور لغت کی کتابوں میں ان تینوں میں کچہہ فرق نہیں بیان کیا پر فرق ضرور چاہیئی کیونکہ قرآن میں ایک کو ایک پر عطف کیا ہی اور وہ فرق موافق بیان

بعض الفحول لو كان حقيقا بالقبول ان العبث الفعل الذي ليس فيه لذة ولا فائدة واما الذي فيه لذة بلا فائدة
بعضے علماء کی جو قابل قبولیت کی ہی یہ ہی کہ عبث وہ فعل ہوتا ہی جسمیں نہ کچھ فائدہ ہو اور نہ لذت — اور جس کام میں لذت ہو وی بلا فائدہ
فهو لعب ومثله اللهو الا ان فيه زيادة حظ النفس بحيث تشتغل به عما يهمها والكل حرام لانها لم تذكر في القرآن
تو لعب ہوتا ہی اور ایسا ہی لہو اتنا ہی کہ اسمیں نفس کو زیادہ حظ ہوتا ہی ایسا کہ لہو میں ضروری کار بھی رہ جاتی ہیں اور یہ سب حرام ہیں انکا ذکر قرآن میں
الا على طريق الذم فلما علم حرمة هذه الثلثة علم حرمة استعمال الدخان لدخوله اما في اللعب او في اللهو او في
جہاں آیا ہی سو بطور ہجو کی ہی پھر جب ان تینوں کی حرمت معلوم ہوئی تو حقہ کی بھی حرمت معلوم ہوئی — اسلئی کہ حقہ یا لعب ہی یا لہو ہی — یا
العبث بل هو بالعبث انسب لخلوه عن اللذة التي في اللعب واللهو اللهم الا ان يستلذه نفس بعض المستعملين له
عبث ہی بلکہ عبث سی زیادہ تر مناسب ہی کیونکہ حقہ میں حلاوت نہیں ہی جو لعب اور لہو میں ہوتی ہی یا الہی شاید کہ بعضے پینے والوں کو شیطانی تسویل یعنی دھوکہ سی
بتسويل شيطاني فحينئذ يدخل في اللعب او اللهو وعلى اي وجه كان فهو عار عن الفائدة الدينية وهو ظاهر وعن الفائدة
لذت حاصل ہوتی ہو وہ اب لعب یا لہو ہوگا — اور ہر صورت فائدہ دینی سی تو خالی ہی — یہ بات تو ظاہر ہی اور دنیا کی فائدہ سی بھی
الدنيوية ايضا لانه لا يصلح لشيء من الغذاء والدواء اصلا بل هو مضر لاتفاق الاطباء على ان مطلق الدخان مضر
خالی ہی — کیونکہ ہرگز کسی کام کا نہیں ہی نہ غذا ہی اور نہ دوا ہی — بلکہ وہ مضر ہی کیونکہ تمام طبیب اسپر متفق ہیں کہ مطلق دھواں مضر ہوتا ہی
قال ابن سينا لولا الدخان والقتام لعاش ابن ادم الف عام وقال جالينوس اجتنبوا ثلثة وعليكم باربعة ولا حاجة
شیخ ابن سینا کہتا ہی کہ اگر دھواں اور گرد وغبار نہ ہوتا تو البتہ آدمی ہزار برس جیتا اور جالینوس کہتا ہی تین چیزوں سی بچتی رہو اور چار چیز کو لازم کرلو پھر تمکو طبیب
لكم الى الطبيب اجتنبوا الدخان والغبار والنتن وعليكم بالدسم والحلوى والطيب والحمام وذكر في القانون ان جميع
کی کچھ حاجت نہیں — دھوئیں اور غبار اور بدبو سی بچتی رہو اور چکنائی اور مٹھائی اور خوشبو اور حمام لازم کرلو اور قانون میں مذکور ہی
اصناف الدخان مجفف بجوهره الارضي وفيه نارية يسيرة قال بعض الفضلاء فاذا كان جميع اصناف الدخان مجففا يكون
کہ دھوئیں کی سب قسمیں جوہر ارضی کی تاثیر سی خشکی کرتی ہیں اور اسمیں کچھ ناریت یعنی حرارت ہوتی ہی بعضے فضلاء کہتی ہیں جب سب قسمیں دھوئیں کی خشکی کرتی ہیں تو حقہ
هذا الدخان مجففا للرطوبات البدنية فيكون مؤديا الى حصول امراض كثيرة فلا يجوز استعماله لوجوب صيانة
بدنی رطوبات کو خشک کرتا ہی — اب اسمیں بہت امراض پیدا ہوینگی — سو اسکا پینا جایز نہیں ہی کیونکہ مضرتی سی نفس کا بچانا واجب ہی
النفس عن لحوق الضرر وقد ذكر في نصاب الاحتساب ان استعمال المضر حرام فان قيل بعض الاطباء قد يعالجون بعض
اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہی — کہ مضر کا استعمال کرنا حرام ہی — اگر کوئی کہی کہ بعضی طبیب کبھی کبھی — بعضی
الامراض ببعض اصناف الدخان ويشاهدون نفعه فكيف يصح المنع عن استعمال جميع اصنافه فالجواب انهم يعالجون
بیماریوں کا علاج کسی قسم کی دھوئیں سی کیا کرتی ہیں اور اوسکا نفع ظاہر ہوتا ہی اب ممانعت تمام قسم کی دخان کی کیونکر درست ہی سو جواب یہہ ہی کہ وہ دم بھر کی
به لحظة يسيرة لا على الدوام حتى يحصل ما ذكر من التجفيف فان قيل ما ذكر من التجفيف لا يضر البلغمي لكثرة رطوباته
علاج کرتی ہیں مداومت کی طرح نہیں کرتی تا کہ اوس سی خشکی پیدا ہووی — اگر کوئی کہی خشکی بلغمی مزاج والی کو ضرر نہیں کرتی کیونکہ اوسمیں رطوبت بہت ہوتی ہیں
وانتفاعه بتجفيفها فما وجه المنع عن هذا الدخان فالجواب ان حد الانتفاع به مجهول فلا بد في معرفة ذلك من طبيب
اور خشکی سی فائدہ ہوتا ہی اب حقہ سی وجہ ممانعت کی کیا ہی — سو جواب یہہ ہی کہ حد انتفاع کی معلوم نہیں ہی اب اسکی معرفت کسی طبیب حاذق سی
حاذق عارف بالامزجة والقدر الذي ينتفع به والا فالاقدام عليه حرام مطلقا لوقوع التردد بين السلامة وعدمها فان
جو مزاجوں کو جانتا ہو اور اوس مقدار کی جسمیں فائدہ ہو ضرور چاہئی اور نہیں تو اوسپر قدم رکھنا مطلق حرام ہی کیونکہ صحت اور مرض میں تردد ہی — کیونکہ
العدول من مستعمليه قد اختلفوا فيه فمنهم من قال بضرره ومنهم من قال بعدم ضرره ومنهم من شك فيه لكن
عادل لوگ حقہ پینی والی اسمیں اختلاف کرتی ہیں بعضی تو اسکی ضرر کی قائل ہیں اور بعضی کہتی ہیں ضرر نہیں کرتا — اور بعضوں کو اسمیں شک ہی — لیکن

الفريق الاغلب الذي جانب الحق اليه اقرب قال انه يحدث في ابتدائه قوة في الجسم وحدة في البصر ونشاطا في
فریق اغلب جسکی جانب قریب بحق ہی کہتی ہیں کہ حقہ پہلی پہلی جسم میں قوت اور نظر میں تیزی اور اعضا میں نشاط

الاعضاء وهضما في الطعام فاذا حصلت المداومة يورث ضعفا في البدن وثقلا في الاعضاء وغشاوة في البصر
اور طعام میں ہضم پیدا کرتا ہی پھر جب مداومت ہو جاتی ہی تو بدن میں ناتوانی اور اعضاء میں بوجھ اور نظر پر پردہ

وامساكا في الهاضمة وذلك لانه كما قال الاطباء يجفف مع نوع حرارة فيفعل في ابتدائه ما ذكر اولا وفي انتهائه
اور ہاضمہ میں امساک پیدا کر دیتا ہی اور یہہ ثابت ہی اسلئی کہ طبیب اسکو کچھ حرارت کی ساتھ مجفف کہتی ہیں سو اول میں تو وہ ہی پیدا کرتا ہی جو اول بیان کیا اور انجام کو

ما ذكر اخرا على انه لو تحقق نفعه فبعد النفع يمتنع من استعماله لانه حينئذ يكون دواء ولا يجوز استعمال الدواء بعد
جو پھر بیان کیا علاوہ یہہ ہی کہ اگر نفع ثابت بھی ہو گا تو بعد نفع کی پینا ممنوع ہی اسلئی کہ اب دوا ہو ویگا اور صحت میں دوا کا استعمال کرنا جایز نہیں ہی

زوال المرض لانه اذا لم يجد مرضا يزيله ياخذ من البدن فيؤدي الى الضرر وما يؤدي الى الضرر يمنع من استعماله الا ترى ان
اسلئی کہ دوا جب بیماری کو نہیں پاتی کہ جسی دور کری تو بدن میں اثر کرتی ہی کہ پھر مضر ہو جاتا ہی اور جو چیز نقصان کرتی ہو اوسکا استعمال جایز نہیں ہی دیکھو تو

الخمر المحرمة بالنص قد اخبر القران بنفعها كما قال الله تعالى يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس
شراب نص سی حرام ہی اور اوسکی نفع کی قرآن خبر دیتا ہی چنانچہ اللہ فرماتا ہی تجسی پوچھتی ہیں حکم شراب اور جوئیکا تو کہہ انہیں گناہ بڑا ہی اور فایدہ ہی لوگوں کو

لكن جانب النفع اذا قابله جانب الضرر يمحى جانب الضرر حتى قال الفقهاء لو كان في شيء وجوه كثيرة توجب الحل والجواز
لیکن نفع کی جانب اگر نقصان کی مقابل آ پڑتی ہی تو نقصان کا لحاظ کرتی ہیں یہاں تک کہ فقہاء کہتی ہیں کہ اگر ایک شئی کی حلت اور جواز کی وجہیں لازم آتا ہو

ووجه واحد يوجب الحرمة وعدم الجواز يرجح جانب الحرمة احتياطا فان قيل ان المستعملين له يدعون انهم يجدون
اور ایک وجہ سی حرمت اور عدم جواز تو حرمت کی جانب کو احتیاطا ترجیح دینگی اگر کوئی کہی کہ حقہ پینی والی کہتی ہیں کہ ہم حقہ پی کر

عقيب استعماله خفة في البدن فكيف يصح القول بعدم النفع فيه فالجواب على ما ذكره بعض المتناولين له لتجربة نفعه
بدن میں خفت پاتی ہیں اب بی فایدہ کہنا کیونکر صحیح ہی تو جواب موافق بیان حقہ پینی والوں کی جو نفع ضرر کا تجربہ کر چکی ہیں یہ ہی

وضرره ان المستعملين له يحصل لهم حال استعماله الم شديد وعند فراغهم عنه ينجون من ذلك الالم ويحصل لهم
کہ حقہ پینی والوں کو حقہ پینی میں سخت الم ہوتا ہی اور جب پی چکتی ہیں تو اوس الم سی نجات اور راحت ہوتی ہی

راحة فيظن هؤلاء المساكين ان تلك الراحة حصلت من استعماله ولا يدرون انها انما حصلت من خلاصهم عن استعماله
سو یہہ بیچاری یوں سمجھتی ہیں کہ یہہ راحت حقہ پینی سی ہوئی یہہ نہیں سمجھتی کہ حقہ بند کرنی سی ہوئی ہی

ثم في معرفة حرمة الاشياء واباحتها وجه حسن يرجع الى الاصول وهو ان الحق في الاشياء قبل البعثة ان لا يكون فيها حكم وبعد
پھر اشیاء کی حرمت اور اباحت دریافت کرنی کی خوب وجہ جسکا رجوع اصول ہی یہہ ہی کہ حق یوں ہی کہ نبوت سی پہلی اشیاء میں کوئی حکم نہو اور نبوت کی بعد

البعثة اختلف العلماء فيها على ثلثة اقوال الاول انها متصفة بالحرمة الا ما دل دليل الشرع على اباحته والثاني انها متصفة
علماء کی مختلف تین قول ہیں قول اول یہہ کہ اشیاء سب حرام ہیں بجز اوسکی کہ دلیل شرعی سی مباح معلوم ہو جاوی اور دوسرا قول یہہ ہی

بالاباحة الا ما دل دليل الشرع على حرمته والثالث هو الصحيح ان يكون فيها تفصيل وهو ان المضار متصفة بالحرمة بمعنى ان
کہ سب اشیاء مباح ہیں بجز اوسکی جو دلیل شرعی سی حرام معلوم ہوئی تیسرا قول یہہ ہی اور یہہ ہی صحیح ہی کہ اشیاء میں تفصیل ہو کہ نقصان کی چیزیں سب حرام یعنی

الاصل فيها الحرمة وان المنافع متصفة بالاباحة بمعنى ان الاصل فيها الاباحة لقوله تعالى هو الذي خلق لكم ما في الارض
اصل میں حرمت ہی اور نفع کی چیزیں سب مباح یعنی اصل اونمیں اباحت ہی بدلیل اس آیت کی وہ ہی ہی جسنی بنایا تمہاری واسطی جو کچھ ہی زمین میں

جميعا فانه تعالى ذكره في معرض الامتنان ولا يكون الامتنان الا بالنافع المباح فكانه تعالى قال هو الذي خلق لاجلكم
سب ... احسان ... ہوتا ہی کہ نافع اور مباح ہو تو گویا ... ارشاد ...

جميع ما في الارض من المنافع لتستنفعوا بها وعلى هذا القول الثالث الصحيح يخرج حكم هذا الدخان ايضا فانه لو كان
فائدہ کی لیے جو زمین میں ہی پیدا کیا تاکہ تم نفع اوٹھاؤ اور اسی تیسری صحیح قول پر حقہ کا حکم بہی نکلتا ہی کیونکہ حقہ اگر
نافعا لكان الاصل فيه الاباحة لكن قد ثبت باخبار الحذاق من الاطباء انه مضر ولو كان في الآجل فيكون الاصل فيه
نافع ہوتا تو اصل اسمیں اباحت ہوتی لیکن حاذق طبیبوں کی بیان سی ثابت ہوا ہی کہ حقہ مضر ہی اگرچہ انجام کو ہو سو اصل اسمیں
الحرمة بل لو وقع الشك في امره لغلب جانب الحرمة كما هو القاعدة الشرعية اذ روي انه عليه السلام قال الحلال بين والحرام
حرمت ہی ہی بلکہ اگر اسمیں شک بہی ہو تو بہی حرمت کی جانب غالب ہو گی چنانچہ شرعی قاعدہ یہہ ہی اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا حلال ظاہر ہی
بين وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات
اور حرام ظاہر ہی اور ان دونوں کی بیچ میں مشتبہات ہیں انکو اکثر لوگ نہیں جانتی پہر جو شخص مشتبہات سی بچا رہا اوسنی اپنا دین اور حرمت بچائی اور جو شبہات میں پڑ گیا
وقع في الحرام كالراعي حول الحمى يوشك ان يقع فيه واختلف العلماء في حكم هذه الشبهات فذهب بعضهم الى حرمتها لانه
حرام میں مبتلا ہوا جیسی چرواہا بیڑ کی گرد اپنی بیڑ کی اندر کہیں جا ویگا اور علماء کو ان مشتبہات کی حکم میں اختلاف ہی بعضی تو حرمت کی طرف گئی ہیں اسلئی کہ نبی
عليه السلام قد اخبر في هذا الحديث بان من ترك ما اشتبه عليه حكمه ولم ينكشف له حقيقة امره يكون دينه سالما
علیہ السلام نی اس حدیث میں خبر دی ہی کہ جسنی ترک کیا ایسی چیز کو جسکا حکم مشتبہ ہی اور حقیقت حال ظاہر نہیں ہی تو اسکا دین فساد اور نقصان سی
مما يفسده او ينقصه ونفسه ناجيا مما يعيبه ويلام عليه ومن لم يتركه بل فعله يقع في الحرام وهذا الدخان مما اشتبه
اور اوسکی جان عیب اور ملامت سی سلامت ہی اور جسنی نہ چہوڑا بلکہ عمل میں لایا تو وہ حرام میں واقع ہوا اور حقہ کا حکم بہی مشتبہ ہی
حكمه ولم ينكشف حقيقة امره فمن تركه ولم يستعمله يكون دينه سالما من الفساد او النقصان ونفسه ناجيا من العيب
اسکی حقیقت حال ظاہر نہیں ہی تو اب جسنی اسکو ترک کیا اور نہ پیا تو اوسکا دین فساد اور نقصان سی پاک اور اوسکی جان خلقت میں عیب
واللوم بين الانام ومن لم يتركه بل استعمله يكون واقعا في الحرام وذهب بعضهم الى كراهتها لما جاء في حديث آخر
و ملامت سی صاف ہی اور جسنی نہ چہوڑا بلکہ پینی لگا تو وہ حرام میں واقع ہوا اور بعضی اسکو مکروہ کہتی ہیں اسلئی کہ اور حدیث میں آیا ہی
انه عليه السلام قال الامور ثلثة امر تبين لك رشده فاتبعه وامر تبين لك غيه فاجتنبه وامر اختلف فيه
کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کام تین طرح پر ہوتی ہیں ایک وہ جسکی خوبی ظاہر ہو تو اوسکو اختیار کر اور ایک وہ جسکی برائی ظاہر ہی سو اوس سی پرہیز کر اور ایک وہ جسمیں اختلاف
فدع ما يريبك الى ما لا يريبك ولا شك ان امر الدخان مما ارتيب او وقع في الاضطراب وادنى مرتبته الكراهة ولا يظن
ہو وہ کام سو چہوڑ شک میں ڈالنی کو اور لی جو شک میں نہ ڈالی اور اسمیں شک نہیں ہی کہ حقہ بہی شک میں اور اضطراب میں ڈال رکہا ہی اور اسکا کم سی کم درجہ کراہت کا ہی
انه ينتهي الى مرتبة الاباحة بتعلل كثير ممن يتعاطاه انه نافع ودواء لكل داء وانهم وجدوا في استعماله دواء لامراضهم
اور یہہ گمان نہیں ہوتا کہ اباحت کی مرتبہ کو پہنچ جاوی ان دلائل سی کہ حقہ نوش بیان کرتی ہیں کہ حقہ نافع ہی اور ہر مرض کی دوا ہی اور ہمی حقہ پی کر اپنی بیماریوں کی لئی
لان ذلك من تلبيس ابليس عليهم وتزيينه لهم حتى يتوارد من كثافته في عاقبة امره الادواء فان تكراره يسود ما يقابله
علاج پایا کیونکہ یہہ تمام شیطان کی شبہات ہو تزیین ہی تاکہ اسکی کثافت سی آخر کو بیمار ہو جاوی اسلئی کہ اسکا بار بار پینا اپنی مقابل کو سیاہ کر دیتا ہی
فيتولد منه الحرارة فيكون في عاقبة امره داء لا دواء ثم يلزم على دعوهم ان يكون الناس كلهم مرضى وان يكون
پہر اوس سی حرارت پیدا ہوتی ہی پہر آخر کو مرض ہو جاتا ہی دوا نہیں ہوتا پہر لوگوں کی دعوی کی موافق یہہ لازم آتا ہی کہ تمام خلقت بیمار ہو گی اور انکا
مرضهم في جميع الفصول الاربعة من نوع واحد حتى يكون معالجتهم فيها بشيء واحد على جهة واحدة وبطلانه
مرض بہی تمام چاروں فصلوں میں ایک طرح کا ہی اور ان سب کا علاج ان فصلوں میں ایک شی ہی ایک ہی طرح پر ہو اور اسکا بطلان
لا يخفى على احد ... ثم قال فيدخل في الاسراف المحرم مع ... رائحته
کسی عاقل پر پوشیدہ نہیں ہی پہر اسمیں مال ضائع ہوتا ہی کیونکہ ... قیمت ... اب اسراف حرام ... ہوا باوجودیکہ اسکی بدبو

وأذيته لمشامة الذين لا يستعملونه وقد جاء في الحديث كل مؤذ في النار وقال المكناسي الرائحة المنتنة
حقہ سے یعنی دھوئیں کی دماغ کو تکلیف دیتی ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ ایذا دینے والا دوزخی ہے اور مکناسی کہتا ہے کہ بدبو نتھنوں کو

تخرق الخياشيم وتصل الى الدماغ وتؤذي الانسان ولذا قال النبي عليه السلام من أكل من هذه الشجرة
پھاڑ کر دماغ میں گھس جاتی ہے اور آدمی کو ایذا دیتی ہے اور اسی لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا جسنے اس درخت میں سے کھایا

فلا يقربن مسجدنا لانه يؤذينا بريحه والمراد من هذه الشجرة جنس ما له رائحة كريهة يتأذى بها الانسان
تو ہماری مسجد کی گرد نہ آوے کہ ہمکو اپنی بو سے ستاتا ہے اور مراد ہذہ الشجرہ سے جنس ہے جسمیں ایسی بدبو ہووے کہ لوگ ایذا پاویں

بدليل تعليله عليه السلام والمعنى ان من أكل شيئا ما له رائحة كريهة يتأذى بها الانسان فلا يقربن مسجدنا
اس دلیل سے کہ نبی علیہ السلام نے بدبو کو علت ٹھرایا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جسنے کچھ کھایا کہ اسمیں ایسی بدبو ہووے کہ آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہو تو ہماری مسجد کی گرد نہ آوے

لانه يؤذينا برائحته الكريهة وقد ثبت في صحيح مسلم انه عليه السلام كان اذا وجد من رجل في المسجد ريح البصل او
اس لئے کہ ہمکو بدبو سے ستاتا ہے اور صحیح مسلم میں ثابت ہو چکا ہے کہ نبی علیہ السلام کو اگر مسجد کے اندر کسی شخص میں سے پیاز یا لہسن کی بو آتی

الثوم امر به فاخرج الى البقيع ولهذا قال الفقهاء كل من وجد فيه رائحة كريهة يتأذى بها الانسان يلزم اخراجه من
تو اسکو بقیع کی طرف نکلوا دیتے اور اسیلئے فقہاء نے کہا ہے کہ جسمیں ایسی بدبو آتی ہو کہ آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہو تو اسکا مسجد میں سے نکالدینا لازم ہے

المسجد ولو بجره من يده او رجله دون لحيته وشعر رأسه مثل هذا يلزم اخراج كثير من الائمة والمؤذنين من المسجد
اگرچہ ہاتھ یا پاؤں سے کھینچکر داڑھی اور سر کے بال سے نہ کھینچے اس صورت کی موافق بہتیرے امام اور مؤذنوں کا مسجد

والجامع في هذا الزمان لوجود الرائحة الكريهة فيهم بسبب مداومتهم على استعمال الدخان الكريه الرائحة بل انهم قد
اور جامع مسجد میں سے اس زمانے میں نکالدینا لازم آتا ہے کیونکہ ان میں بسبب مداومت بدبودار تمباکو پینے کی بدبو موجود ہوتی ہے بلکہ یہ لوگ

يستعملونه في داخل المسجد والجامع فيكون الكراهة في حقهم اشد واكثر وقد كتب بعض المالكية في الديار الحجازية
کبھی کبھی مسجد اور جامع کے اندر پیتے ہیں سو انکے حق میں کراہت سخت تر اور زیادہ تر ہے اور کسی مالکی مذہب نے حجاز کی دیار میں

جوابا عن سؤال يتعلق بالدخان وهو ان استعمال الدخان حرام كأصله لان اصله الخشب والنار لكونه اجزاء
ایک سوال کا جواب لکھا ہے جو حقہ سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ استعمال دخان کا حرام ہے جیسے اوسکی اصل کیونکہ اوسکی اصل لکڑی اور آگ ہے کیونکہ اوسکی اجزاء

من الخشب ممزوجة باجزاء من النار فهو من حيث اجزائه النارية التي فيه يحرم استعماله لقوله تعالى ان الذين يأكلون
لکڑی کے اجزاء ناری سے ملی ہوئی سو وہ باعتبار اجزاء ناری کی جو اسمیں ملی ہیں استعمال کرنا حرام ہے بدلیل اس آیت کی جو لوگ کھاتے ہیں

اموال اليتمى ظلما انما يأكلون في بطونهم نارا فدل النص على حرمة النار فيحرم الدخان الحاصل منها وايضا انه تعالى
یتیموں کی مال ناحق وہ یہی کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ اس نص سے آگ کی حرمت معلوم ہوتی ہے سو دھواں بھی جو آگ سے پیدا ہوتا ہے حرام ہے اور اللہ تعالیٰ نے

جعله مما يعذب به حيث قال في حق قوم يونس النبي عليه السلام لما امنوا كشفنا عنهم عذاب الخزي في الحيوة الدنيا
اسکو عذاب کی اسباب میں سے ٹھرایا ہے چنانچہ یونس علیہ السلام کی قوم کی حق میں کہتا ہے جب یقین لائے کہولدیا ہم نے اونپر سے ذلت کا عذاب دنیا کی زندگی

فان العذاب المكشوف عنهم كان دخانا وقال في اية اخرى فارتقب يوم تأتي السماء بدخان مبين يغشى الناس هذا
بیشک جو عذاب کہ اون پر سے موقوف ہوا تھا دھواں ہی تھا اور ایک اور آیت میں فرمایا ہے سو تو راہ دیکھ جس دن کہ لاوے آسمان دھواں صریح گھیر لے لوگوں کو

عذاب اليم والمراد بالدخان المذكور في هذه الاية حقيقة الدخان على قول وعلى هذا القول يكون النظم الكريم صريحا
یہ ہے دکھ کی مار اور مراد دخان سے اس آیت میں سے حقیقی دخان کی ہیں ایک قول پر اور اس قول پر مضمون آیت کریمہ کا اس باب میں صریح ہے

في كون الدخان عذابا اليما وما به التعذيب يحرم استعماله فان الفقهاء قد اتفقوا على وجوب الفرار من محل العذاب كبطن
کہ دخان عذاب الیم ہے اور جس شی سے تعذیب واقع ہوتی ہے اوسکا استعمال کرنا حرام ہے کیونکہ فقہاء متفق ہیں کہ محل عذاب سے بھاگنا واجب ہے جیسے بطن

محسر

محسّر فانه علی لفظ اسم الفاعل من التحسیر اسم واد اهلک الله تعالی فیه اصحاب الفیل فاذا وجب الفرار من
محسّر اسم فاعل کی وزن پر تحسیر سی اوس وادی کا نام ہی جہاں اللہ تعالی نی اصحاب فیل کو ہلاک کیا تہا جب محل عذاب سی بہاگنا واجب ہوا
محل العذاب فوجوب الفرار مما به العذاب اولی واحری ثم ان المستعملین له ترىهم انه یخرج من انفهم وحلوقهم
تو عذاب کی چیز سی بہاگنا اولی اور لایق تر ہی پہر تو حقہ نوشون کو دیکہتا ہی کہ اونکی ناک میں سی اور حلق میں سی دہوان نکلتا ہی
وفیه تشبیه باهل النار وبالذین یهلکون فی اخر الزمان من الاشرار کما جاء فی الحدیث انه یکون فی اخر الزمان دخان
اور اسمیں دوزخیوں کی اور اونکی جو اخیر زمانہ میں شریر لوگ ہلاک ہونگی مشابہت ہی چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ آخر زمانہ میں ایسا دہوان
یملا الارض یقیم علی الناس اربعین یوما اما المؤمن فیصیبه منه کهیئة الزکام واما الکافر فیخرج من منخریه واذنیه
پیدا ہوویگا کہ زمین کو بہر دیگا اور لوگوں پر چالیس روز تک قایم رہیگا مومن کو تو اتنا اثر ہوویگا جیسی زکام اور مرد کافر اوسکی نتہنوں میں سی اور کانون
وعینیه حتی یصیر راس احدهم کالراس الحنیذ ای المشوی فلا ینبغی للمؤمن ان یتشبه باهل العذاب فلا ان یستعمل
میں سی اور آنکہوں میں سی نکلیگا یہاں تک کہ ایک ایک کا سر ایسا ہوویگا جیسی سر جلا بہنا سو مومن کو لایق نہیں ہی کہ اہل عذاب سی مشابہت پیدا کری اور نہ یہہ لایق
ما هو من نوع العذاب ولا ما هو من ملابسات اهل العذاب وقد کره جمع من العلماء التختم بالحدید والنحاس لما جاء فی
ہی کہ عذاب کی چیز کو استعمال کری اور نہ جو چیز کہ اہل عذاب کی مناسب ہی اور تمام علما با اتفاق کرتی ہیں تانبی کی انگوٹہی کو مکروہ کہتی ہیں اسلیے کہ حدیث میں آیا ہی
الحدیث انهما حلیة اهل النار وصح علی ما ذکره البلالی فی مختصر الاحیاء انه علیه السلام کان یکره الطعام السخن
کہ یہہ دوزخیوں کا زیور ہی اور موافق بیان بلالی کی مختصر الاحیاء میں ثابت ہوا ہی کہ نبی علیہ السلام گرم کہانا مکروہ رکہتی تہی
ویقول ان الله تعالی لم یطعمنا نارا فهذا الدخان اولی بالکراهة لانه مختلط باجزاء ناریة کما مر فلو لم یکن فی
اور فرماتی کہ اللہ تعالی نی ہمکو آگ کہانی نہیں بتائی اب یہہ دہوان اولی تر مکروہ ہی کیونکہ اجزار ناری سی ملا ہوا ہی جیسی گذر چکا اور اگر اسکی
استعماله الا تسوید الثیاب والابدان وکراهة الریح والانتان لکفی زاجرا للعاقل عن استعماله بل لو لم یکن فی استعماله
استعمال میں بجز سیاہی کپڑوں اور بدن کی اور ہوای بدبو اور سڑاہند کی کچہہ نہوتا تو بہی عاقل کی واسطی اسکی استعمال کا باز رہنا تہا بلکہ اگر اسکی استعمال میں
الا احیاء سنة الکفار الذین اخرجوه واظهروه فی بلاد الاسلام توصلا الی اضرار اهل الایمان لکفی باعثا للعاقل
کچہہ نہوتا سوا رونق طریقہ کفار کی جو اسکو نکال لائی ہیں اور واسطی ضرر دینی اہل اسلام کی بلاد اسلام میں رواج کر دیا ہی تو بہی عاقل کی لئی
علی اجتنابه ومانعا عن ارتکابه لکن اکثر اهل الزمان طبایعهم جامدة صعبة الانقیاد مائلة دائما الی اللوم لا یعنیهم
اسکی اجتناب کرنیکو کافی باعث اور اسکی اختیار کرنیکا بڑا مانع تہا لیکن اس زمانہ میں اکثر طبیعتیں کندہ ہیں اور بڑی نافرمان ہمیشہ بیہودگی کیطرف متوجہ
ان نصحوا لم یقبلوا وان علموا لم یتعلموا وان نبهوا لم ینتبهوا وان فهموا لم یعملوا وهم من الذین ان یروا سبیل الرشد
اگر اونکو نصیحت کیجیی تو نہ مانیں اور اگر سکہاؤ کبہی نہ سیکہیں اور اگر سمجہاؤ تو کبہی نہ سمجہیں اور اگر سمجہیں تو کبہی عمل نہ کریں یہہ اون لوگوں میں ہیں اگر دیکہیں
لا یتخذوه سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوه سبیلا المجلس الثامن والتسعون فی بیان الوصیة
سنواری کی راہ تو نہ ٹہراویں راہ اور اگر دیکہیں راہ الٹی اوسکو ٹہراویں راہ اٹہانویں مجلس میں بیان وصیت کا
فی حق النساء حال المعاشرة لهن قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فی خطبة حجة الوداع اتقوا الله
عورتوں کی حق میں اونکی ساتہہ گذران کرتی ہوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی حجة الوداع کی خطبہ میں فرمایا اللہ سی ڈرو
فی النساء فانکم اخذتموهن بامان الله واستحللتم فروجهن بکلمة الله ولکم علیهن ان لا یوطئن فرشکم احدا
عورتوں کی حق میں تمنی انکو اللہ کی امن میں لیا ہی اور انکی فروج کو کلمة اللہ سی حلال کیا ہی اور تمہارا حق ہی او پر یہہ ہی کہ تمہاری بستر پر قدم نہ رکہنی دیں جسکا
تکرهونه فان فعلن ذلک فاضربوهن ضربا غیر مبرح ولهن علیکم رزقهن وکسوتهن بالمعروف هذا الحدیث من
تم بیزار ہو اور اگر وہ ایسا کریں تو اونکو اتنا مارو کہ ہڈی نہ ٹوٹی اور اونکا حق تمہاری او پر کہانا اور پہننا موافق دستور کی یہہ حدیث

صحاح المصابیح رواہ جابر فکانه علیه السلام قال اتقوا الله فی امر النساء فلا تؤذوهن بالباطل بل عاشروهن
مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی جابر کی روایت سی پس گویا نبی علیہ السلام نی فرمایا ڈرو اللہ سی عورتوں کی باب میں سو تم اونکو ناحق نہ ستاؤ بلکہ اونکی ساتھ

بالمعروف کما قال الله تعالی و عاشروهن بالمعروف فانکم اخذتموهن بعهد الله الذی عهد الیکم فیهن من الرفق بهن والشفقة
گذران کرو جیسی اللہ تعالی فرماتا ہی اور گذران کرو عورتوں کی ساتھ معقول کیونکہ تمنی اونکو اللہ کی عہد پر لیا ہی جو اونکی حق میں تمہاری ساتھ عہد ہوا ہی یعنی اونکی ساتھ

علیهن واستحللتم فروجهن بامر الله تعالی وحکمه فان نقضتم عهده الذی عهد الیکم وخنتم فی امانته ینتقم
نرمی اور اونپر شفقت برتو اور تمنی اونکی فروج امر الہی اور اوسکی حکم سی حلال کرلیں ہیں اگر تمنی اوسکا عہد توڑ ڈالا جو تمہاری ساتھ ہو چکا ہی اور تمنی اوسکی امانت میں

منکم لهن وذلک لانهن اماء الله تعالی فاذا تزوجتموهن بامر الله تعالی وحکمه یکن عندکم امانة وودیعة من
خیانت کی تو اونکی لیے تمسی انتقام لیگا اور یہہ اسلیے کہ عورتیں اللہ تعالی کی لونڈیاں ہیں جب تمنی اونکو اللہ کی امر اور حکم سی اپنا جوڑا بنایا تو وہ تمہارے پاس امانت ہیں اور

الله تعالی فاذا اذیتموهن بالباطل ولم تعاشروهن بالمعروف فکانکم نقضتم عهده تعالی وخنتم فی امانته فینتقم منکم
اللہ کی طرف سی سپرد ہیں پہر اگر تمنی اونکو ناحق ستایا اور دستور کی موافق گذران نکی تو گویا تمنی اللہ تعالی کا عہد توڑ ڈالا اور اوسکی امانت میں خیانت کی سو اونکی لیے تمسی

لهن ولکم علیهن من الحقوق ان لا یاذن لاحد ان یدخل بیوتکم بغیر اذنکم فان فعلن ذلک فاضربوهن ضربا غیر مبرح
بدلہ لیگا اور تمہارا حق اونکی اوپر یہہ ہی کہ کسیکو بے اجازت نہ دیں کہ تمہاری گہروں میں تمہاری بے اجازت آسکی اور اگر وہ آنی دیں تو اونکو اتنا مارو کہ ہڈی نہ ٹوٹی

بحیث یولمهن ولا یکسر عظمهن ولا یبدی جسمهن ولهن علیکم من الحق رزقهن وکسوتهن بالمعروف فعلم من هذا
اسطور کہ دکہ پہنچی اور ہڈی نہ ٹوٹی اور اونکا بدن لہو لہان نہو جاوی اور تمپر اونکا حق کہانا اور پہنا دستور کی موافق اسی معلوم ہوا

ان بین الزوجین حقوقا یجب رعایتها اما ما کان علی الرجل من حقوق النساء فالانفاق علیهن بالمعروف اذ قد قال الفقهاء
کہ زوج زوجہ میں ایسی حقوق ہیں کہ اونکی رعایت واجب ہی اور عورتوں کی حق جو مرد پر ہیں تو انکا خرچ ہی دستور کی موافق اسلیے کہ فقہا کا قول ہی

یجب علی الرجل نفقة زوجته سواء دخل بها ولو لم یدخل بها وسواء کانت مسلمة او ذمیة او فقیرة او غنیة لان عناءها
کہ مرد پر نفقہ بی بی کا واجب ہی برابر ہی کہ اوس سی صحبت کی ہو یا نکی ہو اور برابر ہی کہ بی بی مسلمہ ہو یا ذمیہ یا کنگال ہو یا دولتمند اسلیے کہ اوسکی تکلیف اوسکا حق نفقہ کا

لا یبطل حقها فی النفقة علی زوجها سواء کانت کبیرة او صغیرة قابلة للوطی وان لم تکن قابلة للوطی لا یجب علیه نفقتها
بر خاوند پر سی باطل نہیں کردیتی برابر ہی کہ کبیرہ ہو یا نابالغہ قابل وطی کی ہو اور اگر قابل وطی کی نہو گی تو اوسکا نفقہ واجب نہیں ہی

والنفقة الواجبة علی ما روی هشام عن محمد الطعام والکسوة والسکنی اما الطعام فالدقیق والماء والملح والدهن فان
اور نفقہ واجب موافق روایت ہشام کی امام محمد سی کہانا ہی اور کپڑا اور مکان رہنی کا کہانا تو آٹا اور پانی ایندہن اور نمک اور روغن پہر اگر

قالت المرأة لا اطبخ ولا اخبز قال قاضیخان فی فتاواه لا تجبر علی الطبخ والخبز وعلی الرجل ان یاتیها بالطعام المهیأ او یاتیها
عورت کہی میں سالن نہیں پکاتی اور نہ روٹی پکاؤں قاضی خان نی اپنی فتاوی میں کہا ہی کہ روٹی اور سالن پکانی پر زبردستی نہیں چلتی مرد پر لازم ہی کہ اوسکو تیار کہانا

بمن یکفیها عمل الطبخ والخبز هذا فی القضاء واما فی الدیانة فیجب علیها ان تفعل کل خدمة فی داخل الدار من الطبخ والخبز
لاوی یا ایسا آدمی کہ سالن روٹی پکادیا کری یہہ حکم تو قضا کا ہی اور دیانت میں عورت پر واجب ہی کہ جو کاروبار گہر کی اندر ہو دی جیسی سالن روٹی پکانا

وغسل الثیاب وغیرها حتی لو لم تفعل شیئا منها تکون آثمة وان لم تجبر علیها وان کان لها خادم یجب علی زوجها نفقة
کپڑی دہونی اور سوا اسکی تمام کیا کری یہاں تک کہ اگر کچہ بہی نکریگی تو گنہگار ہوگی اگرچہ اوسپر زور نہیں ہی اور اگر عورت کا کوئی خادم ہووی تو خاوند پر اوسکی

خادمها ان کان الخادم یطبخ ویخبز وان کان لا یطبخ ولا یخبز لا یجب علیه نفقته لان نفقته فی مقابلة خدمته فاذا
خادم کا بہی خرچ واجب ہی جبتک خادم سالن روٹی پکایا کری اور اگر وہ سالن پکاتی نہ روٹی تو اوسکا خرچ واجب نہیں ہی اسلیے کہ خادم کا خرچ خدمت کی بدلہ

لم یطبخ ولم یخبز لا یجب علیه نفقته بخلاف المرأة فان نفقتها لیست فی مقابلة الخدمة بل فی مقابلة الاحتباس
اور اگر وہ سالن روٹی نہیں پکاتا تو اوسکا خرچ بہی واجب نہیں ہی برخلاف بی بی کی کیونکہ اسکا خرچ خدمت کی بدلہ میں نہیں ہی بلکہ اپنی گہر میں روک رکہنی کی بدلہ کا

فقد جلست نفسها بالحق زوجها فكانت نفقتها على زوجها وينبغي له ان يوسع عليها في النفقة اذا وسع الله عليه
سو وہ چاہیے. آپکو خاوند کی حوالہ کر چکی اب اوسکا خرچ خاوند پر لازم ہوویگا اور خاوند کو چاہیے کہ خرچ مین بی بی پر فراخی کر دی جب خدا اوسکو زیادہ عنایت
ويعتدل فيها من غير تقتير ولا اسراف كما قال الله تعالى كلوا واشربوا ولا تسرفوا واهم ما يجب عليه ان يطعمها
کری اور اوسمین اعتدال رکہی بدون کمی زیادتی کی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہاؤ اور پیو اور مت اڑاؤ اور خاوند پر بڑا ضروری لازم ہی کہ اوسکو حلال
من الحلال ولا يدخل لاجلها مداخل السوء فان ذلك خيانة عليها لا رعاية لحقها وينبغي له ان يامرها بالتصدق
کہانا دیا کری اور اوسکی خاطر برا طریقہ چوری وغیرہ کا نہ اختیار کری کیونکہ یہہ بی بی کی حق کی تلفی ہی حق کی رعایت نہین ہی اور خاوند کو چاہیے کہ اوسکو یہ اجازت
ببقايا الطعام وما يفسد لو ترك واما الكسوة فقدرها محمد بدرعين وخمارين وملحفة في كل سنة واراد بالدرعين
دی کہ بچا کہانا اور جو چیز بیٹھی سی بگڑ جاوی خیرات کر دیا کری اور کپڑا کا اندازہ امام محمد نی یہہ کیا ہی دو درع اور دو اوڑہنی اور ایک لحاف ہر سال مین اور درعین
والخمارين صيفيا وشتويا فالصيفي ما يكون رقيقا يصلح لزمان الحر والشتوي ما يكون ثخينا يصلح
اور خمارین سی مراد گرمی جاڑی کی ہین سو گرما کی دونون کا باریک ہو جو گرمی کی لایق ہی اور جاڑی کا گاڑہا جو سردی کو دفع کری
لدفع البرد ولم يذكر الخف والكعب لان ذلك انما يحتاج اليه للخروج وليس على الزوج تهيئة اسباب الخروج
اور موزی اور جوتی کا ذکر نہین کیا کیونکہ انکی حاجت باہر نکلنی کی لیی ہوتی ہی اور خاوند کا ذمہ باہر پہرنیکی سامان کا نہین ہی
ولم يذكر السراويل ايضا ولا يحتاج اليه في الشتاء حتى قال قاضيخان في فتاواه هذا في عرفهم واما في ديارنا فيجب السراويل
اور پائجامہ کا بہی ذکر نہین کیا اور جاڑون مین اسکی ضرورت ہوتی ہی یہان تک کہ قاضیخان نی اپنی فتاوی مین کہا ہی یہہ لباس انکی چلن کا ہی اور ہمارے ملک مین پائجامہ
وثياب اخر كالجبة والفراش الذي ينام عليه واللحاف وما يدفع الحر والبرد ويجب لخادمها قميص وازار وكساء وخف لا
اور اور کپڑا بہی جیسی کرتہ اور بستر جسپر سوتی ہی اور لحاف اور جو چیز گرمی اور جاڑی کو دفع کری واجب ہی اور عورت کی خادم کی لیی قمیص اور ازار اور چادر اور موزہ
تحتاج الخروج للمصالح الخارجة من الرسالة الى الابوين ونحو ذلك ولا يجب لها الخمار لان شعرها ليس بعورة واما السكنى فحقها
واجب ہی کیونکہ خادم کو کاروبار کی لیی باہر جانا ضرور ہی کہ بی بی کی ماباپ کی پاس اور کسی کام کو بہیجی اور خادمہ کی لیی اوڑہنی کی حاجت نہین اسلیی کہ اوسکی بال عورت نہین ہین اور
في الدار بيت على حدة تامن على متاعها ولا تستحي عن غيرها في معاشرة زوجها فان كان للزوج احماء من والدة او اخت
مکان سکونت مین اوسکا حق احاطہ کی اندر علیحدہ کوٹہری چاہیے جسمین اوسکا اسباب محفوظ رہی اور خاوند کی سات معاملہ مین غیر سی پردہ رہی اور اگر خاوند کا کوئی ہیا مثل ماں
وولد من غيرها فقالت اجعلني في بيت على حدة كان لها ذلك لانها لا تامن على متاعها وتستحي عن المعاشرة مع زوجها
یا بہن اور دوسری بی بی سی اولاد اب بی بی کہی کہ مجہکو گہر علیحدہ تجویز کر دی تو بی بی کا یہہ حق ہی اسلیی کہ اسباب کی گم ہونیکا خوف ہی اور خاوند کی ساتہ معاشرت مین شرم
ان كان البيت في الدار واحدا وان كان متعددا فاعطاها بيتا يغلق ويفتح لم تكن لها ان تطلب بيتا آخر ان لم يكن
آویگی اگر احاطہ کی اندر ایک ہی کوٹہا ہووی اور اگر کئی کوٹہی ہون اور خاوند نی ایک کوٹہا اوسکو دیدیا کہ جب چاہی بند کری اور جب چاہی کہولی تو اب اوسکا یہہ حق نہین کہ اور
في الدار من احماء الزوج من يؤذيها الا ان يكون الزوج يضربها ويؤذيها فشكت الى القاضي وسئلت ان يسكنها بين قوم
کوٹہا طلب کری اگر احاطہ کی اندر جیٹہہ دیور یعنی خاوند کی بہائی بند ستانی والی نہون مگر اوس صورت مین کہ خاوند اوسکو مارتا ہو اور ستاتا ہو اور وہ قاضی کی سامنی نالش کری اور کہی
صالحين يعرفون احسانه واساءته فالقاضي ان علم ان الامر كما قالت يزجره عن ذلك ويمنعه عن التعدي وان لم
کہ مجہکو ایسی صلحا قوم مین مکان دلوی کہ اوسکی بہلی بری کو دیکہتی ہین سو قاضی کو اگر یقین ہو کہ عورت سچی ہی تو خاوند کو گہرک دیوی اور تعدی سی منع کر دی اور اگر
يعلم ان الامر كما قالت ينظر في جيران الدار ان كانوا قوما صالحين يسئلهم هل الامر كما قالت فان قالوا ان الامر كما قالت
یقین نہو کہ عورت سچی ہی تو اب اوس گہر کی ہمسایون کو دیکہی اگر وہ صلحاء ہون تو اونسی دریافت کری کہ آیا یہہ عورت سچی ہی اگر وہ گواہی دین کہ عورت سچی ہی
يزجره عن ذلك ويمنعه عن التعدي وان قالوا ليس الامر كما قالت يتركها في تلك الدار وان لم يكونوا قوما صالحين
تو اوسکو گہرک دی اور تعدی سی منع کر دی اور اگر وہ کہین کہ عورت غلط کہتی ہی تو اوسکو اوسی گہر مین رہنی دی اور اگر ہمسایہ صلحاء نہون

او كانوا يميلون اليه يأمره ان يسكنها بين قوم صالحين كي يعرفوا احواله في حقها ويخبروا عن ذلك عند الحاكم اذ لا
یا خاوند کی طرف دار ہوں تو خاوند کو یہہ حکم دے کر بی بی کو کسی صلحا قوم میں گھر تجویز کر دے تاکہ خاوند کا معاملہ بی بی کی حق میں دیکھتے رہیں اور حاکم کو خبر دیا کریں

يجوز للرجل ان يتعدى في حق النساء بل يلزمه حسن الخلق معهن واحتمال الاذى منهن وعدم الالتفات الى
اس واسطے کہ مرد کو جایز نہیں ہے کہ عورتوں کی حق میں تعدی کرے بلکہ مرد کو عورتوں کی ساتھ خوش خلقی برتنی چاہیے اور ان کی ایذا کی برداشت کرنا اور ان کی بعضی بیہودہ

بعض معايبهن مالم يكن اثما ترحما عليهن لقصور عقولهن بل ينبغي له ان يزيد على احتمال الاذى الملاعبة فيما ليس
جبتک عیب گناہ کی نہوں اوپر رحمت کی لئی توجہ نکرے کہ عورتیں بے وقوف ہوتی ہیں بلکہ مرد کو چاہیے کہ ایذا کی برداشت پر ملاعبت بڑہا دے پر ایسی ملاعبت کیا کرے

بما لا اثم فيه فان ملاعبة الرجل مع نسائه ليست من اللهو الباطل الذي نهي عنه في الدين بل هي اللهو الجائز رخص
جسمیں گناہ نہو   بیشک مرد کی ملاعبت بی بی کی ساتھ لہو باطل کی قسم نہیں ہے جو دین کی اندر ممنوع ہے   بلکہ یہہ لہو جایز ہے دین میں اسکی اجازت ہے

فيه في الدين فانه عليه السلام كان يمزح مع نسائه وينزل الى درجات عقولهن حتى روى انه عليه السلام كان
کیونکہ نبی علیہ السلام اپنی ازواج کی ساتھ ہنسا کرتے تھے اور انہوں کی وضع پر کلام کرتے تھے یہاں تک کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام عائشہ کی

يسابق مع عائشة في العدو وجاء في الخبر انه عليه السلام كان من افكه الناس مع نسائه اي من اطيبهم وامزحهم معهن
ساتھ شرط کر کر دوڑے   اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام سب سے زیادہ ازواج کی ساتھ ظرافت اور چہل کرتے تھے بہت خوش مزاج انسے ہلی جلی رہتے

وروى انه عليه السلام قال اكمل المؤمنين ايمانا احسنهم خلقا والطفهم باهله وفي حديث اخر انه عليه السلام
اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ایمان میں بڑا کامل مؤمن وہ ہے جو اپنی اہل سے خوش خلق اور لطف سے ہو اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے

قال خيركم خيركم لاهله لكن ينبغي له ان لا ينبسط معهن في حسن الخلق والملاعبة الى حد يفسد خلقهن ويسقط
فرمایا تم میں اچھا وہ ہے جو اپنی اہل سے اچھا ہو لیکن مرد کو یوں چاہیے کہ خوش خلقی میں اتنا انبساط اور صحبت نکرے کہ عورتوں کی عادت بگڑ جاوے اور اوس کی

بالكلية هيبته عندهن بل يراعي الاعتدال في ذلك فلا يدع الهيبة والانقباض مهما راى منكرا ولا يفتح باب المساعدة
ہیبت سراسر جاتی رہے   بلکہ اس باب میں اعتدال کا لحاظ رکھے سو ہیبت اور دہمکی کو او چہاندے جب بری بات دیکھے اور بری باتوں میں امداد کا دروازہ

في المنكرات البتة بل مهما راى منهن ما يخالف الشرع يمنعهن ويغضب لان الله تعالى جعله قواما عليهن حيث قال
ہرگز نہ کھولے بلکہ انسے جب کچھ شرع کی خلاف دیکھے تو منع کرے   اور غصہ کرے اسلئے کہ مرد کو اللہ تعالی نے عورتوں پر حاکم بنایا ہے   چنانچہ فرمایا ہے

الرجال قوامون على النساء فيلزمه ان يقوم عليهن بالامر والنهي ولا يتغافل عن مبادي الامور التي يخشى غوائلها
مرد حاکم ہیں عورتوں پر   سو مرد کو لازم ہے کہ بی بیوں پر امر   اور نہی کرتا رہے اور ایسی کاموں میں غفلت نکرے جنکی انجام کا خوف ہووے

بل ينبغي له ان يكون صاحب غيرة لكن لا يبالغ في التعنت واساءة الظن وتجسس البواطن اذ روى انه عليه السلام نهى
بلکہ یوں چاہیے کہ صاحب غیرت رہے   لیکن کمال درجہ کی عیب جوئی   اور بدگمانی اور باطن کی تلاش نکرے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے

ان يتتبع عورات النساء وفي لفظ اخر ان يتعنت النساء فان غيرة الرجل على اهله من غير ريبة يبغضها الله تعالى
عورتوں کی عیب ڈھونڈھنے سے منع کیا ہے اور دوسری عبارت میں کہ عورتوں کی عیب کی تلاش سے منع کیا کیونکہ مرد کی غیرت اپنی اہل پر بدون شک کی اللہ تعالی کو

كما جاء في الحديث انه عليه السلام قال غيرة يبغضها الله تعالى وهي غيرة الرجل على اهله من غير ريبة لان ذلك من
ناپسند ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک ایسی غیرت ہے کہ اللہ تعالی کو ناپسند ہے یعنی مرد کی غیرت اپنی اہل پر بدون شک کی کیونکہ یہہ

سوء الظن الذي وقع النهي عنه فان بعض الظن اثم واما الغيرة في محلها فلا بد منها وهي محمودة لما روى انه عليه السلام
بدظنی ہے جسکی ممانعت آئی ہے اسلئے کہ بعضی گمان گناہ ہیں   اور یہی وہ غیرت جو ٹھیک موقع ہو تو ضرور چاہیے اور محمود ہے اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ

قال ان الله يغار وان المؤمن يغار وغيرة الله ان يأتي المؤمن ما حرم الله عليه وفي حديث اخر انه عليه السلام
السلام نے فرمایا بیشک اللہ غیرت کرتا ہے اور بیشک مؤمن غیرت کرتا ہے اور اللہ کی غیرت یہہ ہے کہ مؤمن وہ عمل کرے جو اللہ نے اوسپر حرام کیا تھا اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے

الی الغنیمة وحالة لا یغار الا منکوس القلب والطریق المغنی عن الغیرة ان لا یدخل علیهن رجل ولا یخرجن الی
جن میں بہت غیرت ہو وہ ہیں اور نہیں ہے کوئی جو غیرت نکرے مگر الٹے دل والا اور سیدھی راہ جو غیرت سی بچا دے یہ ہے کہ داخل نہ ہو انکے پاس کوئی مرد نا محرم اور وہ رستوں پر نہ پہریں
الطرقات لان خروجهن یعد من عدم الغیرة فیلزم الرجل ان یمنع زوجته عن الخروج من البیت ولا یاذن لها
کیونکہ انکا نکلنا بے غیرتی ہے سو مرد کو لازم ہے کہ اپنی بی بی کو گھر میں سے نکلنے نہ دے اور سوائے کئی خاص جگہ کے نکلنے کی اجازت نہ دے
بالخروج الا فی مواضع مخصوصة وهی ما قال صاحب الخلاصة نقلا عن مجموع النوازل یجوز للزوج ان یاذن لها
وہ جگہ جو خلاصہ والا مجموع النوازل سے نقل کرتا ہے اور خاوند کو جائز ہے کہ اپنی بی بی کو
بالخروج الی سبعة مواضع زیارة الابوین وعیادتهما وتعزیتهما او احدهما وزیارة المحارم وبعد بیان هذه
سات جگہ جانے کی اجازت دیوے ماں باپ کی ملاقات اور دونوں کی بیمار پرسی اور دونوں کی یا ایک کی تعزیت اور محرموں کی ملاقات اور یہ سات جگہ بیان
السبعة قال فان کانت قابلة او غسالة او کانت لها حق علی اخر او لاخر علیها حق تخرج بالاذن وبغیر الاذن
کرکر کہا ہے پہر وہ عورت اگر دائی یا مردہ شو ہوگی یا اوسکا کسی پر حق آتا ہو یا اور کسیکا حق اسپر آتا ہو تو جایا کرے اجازت سے اور بے اجازت
وفیما عدا ذلک من زیارة الاجانب وعیادتهم والولیمة لا یاذن لها ولو اذن وخرجت کانا عاصیین والاذن
اور انکے سوائے غیروں کی ملاقات کو جانا یا غیر کی عیادت کو یا ولیمہ میں جانے کی اجازت نہ دے اور اگر اسنے اجازت دی اور وہ گئی تو دونو گنہگار ہونگے اور اجازت
قد یکون بالسکوت وهو کالقول لان النهی عن المنکر فرض وان ارادت ان تخرج الی مجلس العلم بغیر رضی الزوج لیس
کبھی چپ رہنے سے بھی ہوتی ہے اور سکوت مانند بولنے کی ہوتا ہے اسلئے کہ ممانعت بری بات کی فرض ہے اور اگر عورت علم کی مجلس میں بغیر خوشی خاوند کی جانا چاہے
لها ذلک الا ان تقع لها نازلة وامتنع الزوج من السؤال لها فحینئذ یسعها الخروج من غیر رضی الزوج لان طلب العلم
تو یہ اختیار نہیں ہے ہاں اگر عورت پر کوئی واقعہ گذرے اور خاوند اوسکو نہ پوچھ دیوے تو اب مضائقہ نہیں ہے کہ بے مرضی خاوند کی چلی جاوے اسلئے کہ علم کی تلاش
فیما یحتاج الیه فرض علی کل مسلم ومسلمة فیقدم علی حق الزوج وان سئل الزوج من العالم واخبرها بذلک لا یسعها
حاجت کی وقت ہر مسلم مرد اور عورت پر فرض ہے سو یہ تلاش خاوند کی حق پر مقدم ہے اور اگر خاوند نے کسی عالم سے پوچھ کر بتا دیا تو اب نکلنے کا اختیار نہیں ہے
الخروج وان لم یقع لها نازلة لکن ارادت ان تخرج الی مجلس العلم لتعلم مسئلة من مسائل الوضوء والصلوة ان
اور اگر عورت کو کوئی واقعہ تو نہیں پیش آیا پر مجلس علم میں اسلئے جایا چاہتی ہے کہ کچھ مسئلہ وضو اور نماز کی سیکھ لے اگر
کان الزوج یحفظ المسائل ویذکرها عندها فله ان یمنعها وان کان لا یحفظ فالاولی ان یاذن لها احیانا
اوسکا خاوند مسائل یاد رکھتا ہے اور اوسکو بتا دیتا ہے تو خاوند کو اختیار ہے کہ نجانے دے اور اگر اوسکو مسائل نہیں آتے تو بہتر ہے کہ کبھی کبھی جانے دیا کرے
وان لم یاذن لا شیٔ علیه ولا یسعها الخروج ما لم یقع علیها نازلة وان خرجت من بیت زوجها بغیر اذنه یلعنها
اور اگر نہ جانے دیوے تو اوسکو کچھ گناہ نہیں ہے اور نہ اوسکو جانیکا اختیار ہے جبتک کوئی واقعہ پیش نہ آوے اور اگر وہ خاوند کی گھر میں سے اوسکی بے اجازت چلی جاویگی
کل ملک فی السماء وکل شیٔ تمر علیه الا الانس والجن فخروجها من بیته بغیر اذنه حرام علیها قال ابن الهمام حیث
تو آسمان و زمین کی فرشتے اور ہر شی جسپر گذرتی ہے وہ لعنت کرتی ہیں سوائے انسان اور جن کی سو عورت کا نکلنا خاوند کی گھر میں سے بے اجازت حرام ہے ابن ہمام کہتا ہے کہ
ابیح لها الخروج فانما یباح بشرط عدم الزینة وتغییر الهیئة الی ما لا یکون داعیا الی نظر الرجال واستمالتهم قال الله تعالی
اور عورت کو جہاں جانا مباح ہے تو بشرط نہونی زیب زینت کی ہے اور بدون ایسی صورت کی جس سے مردوں کو اودہر دیکھنے کی رغبت اور چاؤ ہو اسواسطی کہ اللہ تعالی فرماتا ہے
ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولی والتبرج علی ما ذکره فی الصحاح اظهار المرأة زینتها ومحاسنها للرجال فالمرأة کلما
اور دکہاتی نہ پہرو جیسی دکہانا دستور تہا پہلی وقت نادانی کی اور تبرج موافق بیان صحاح کی عورت کا ظاہر کرنا اپنی زینت اور خوبی کو سامنی مردوں کی سو عورت جس قدر
کانت مخفیة من الرجال کان دینها اسلم لما روی انه علیه السلام قال لابنته فاطمة ای شیٔ خیر للمرأة قالت ان
مردوں سے پوشیدہ ہے تو اوسکا دین سلامت ہے اسلئے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی بیٹی فاطمہ سے پوچھا عورت کی لئے کیا بات بہتر ہے عرض کیا

لا ترى رجلا ولا يراها رجل فاستحسن قولها وضمها اليه وقال ذرية بعضها من بعض وكان اصحاب
نہ دیکھی کسی مرد کو دیکھی اور نہ کوئی مرد اوسکو دیکھے تو آپ نے اونکا قول پسند کرکر سینہ سے لگالیا اور فرمایا اولاد ایک کی ایک سے ہی اور اصحاب

النبي صلى الله عليه وسلم يسدون الثقب والكوى في الحيطان لئلا تطلع النساء على الرجال ورأى معاذ امرأته
نبی علیہ السلام کی دیواروں کی سوراخ اور جھروکی بند کردیا کرتی تھی تاکہ عورتیں مردوں کی سامنے نہ آوین اور معاذ نے اپنی بی بی کو دیکھا

تطلع في كوة فضربها فينبغي للرجل ان يفعل كذلك ويمنع امرأته عن مثل ذلك ثم ان كان في قلبها بدعة يزيلها
کہ سوراخ سے جھانکتی تھی سو اوسکو مارا اب مرد کو چاہیے کہ ایسا ہی کیا کری اور اپنی بی بی کو ایسی حرکات سے منع کری پھر اگر عورت کی دل میں کوئی بدعت ہووی تو دفع

ويلقنها اعتقاد اهل السنة والجماعة ويعلمها من احكام الصلوة والحيض والنفاس ما تحتاج اليه وان تساهلت
کردی اور اوسکو عقیدہ اہل سنت اور جماعت کا بتادی اور احکام نماز کی اور حیض اور نفاس کی جتنی حاجت ہو سکھادیوی اور اگر عورت دین کی

في امر الدين او كانت تاركة للصلوة يؤدبها لكن يتدرج في تاديبها فيقدم اولا الوعظ والتخويف بالله تعالى
باب میں سستی کری یا بی نماز ہووی تو اوسکو ادب دیوی لیکن آہستہ آہستہ ادب دیوی پہلی سمجھاوی اور خدا سے ڈراوی

فان لم ينجع يولي اليها ظهره في المضجع او ينفرد عنها بالفراش ويهجرها الى ثلث ليال فان لم ينجع يضربها ضربا
اگر وہ نمانی تو سوتی ہوئی اوسکی طرف سی منہہ پھیر کر بیٹھ کردی یا اوسی جدا سوئی اور تین رات تک چھوڑ رکھی پھر بھی نہ مانی تو اوسکو اتنا ماری

غير مبرح ولا يضرب وجهها لورود النهي عنه فان لم ينجع يطلقها كما قال قاضيخان في فتاويه رجل له امرأة
کہ ہڈی نہ ٹوٹی اور منہہ پر نماری اسکی ممانعت آئی ہی پھر بھی نمانی تو طلاق دیدیوی چنانچہ قاضیخان اپنی فتاوی میں کہتا ہی ایک مرد ہی کہ اوسکی بی بی

لا تصلي يطلقها وان لم يكن له مال يوفي مهرها وقال البزازي لان يلقى الله تعالى ومهرها في عنقه اولى من
بی نماز ہی طلاق دیدی اگرچہ اتنا مال نہووی کہ اوسکا مہر پورا کردی اور بزازی کہتا ہی اگر مہر گردن پر لیکر اللہ سے ملی تو اس سے بہتر ہی کہ بی نماز عورت سے وطی کری

ان يطئ امرأة لا تصلي وقد مدح الله تعالى اسمعيل النبي عليه السلام بقوله وكان يامر اهله بالصلوة والزكوة
اور بیشک اللہ تعالی نے اسمعیل نبی علیہ السلام کی اس آیت میں مدح کی ہی اور حکم کرتا تہا اپنی گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا

وقالوا حمل اهل بيته على الصلوة سبب لافتتاح باب الرزق وقال صاحب الخلاصة للزوج ان يضرب المرأة على
اور کہتی ہیں اپنی اہل بیت کو نماز پر قائم کرنا سبب کشادگی دروازہ رزق کا ہی اور خلاصہ والا کہتا ہی خاوند کو اختیار ہی کہ بی بی کو چار باتوں پر

اربع خصال وما هو في معنى الاربع احدها الخروج عن منزله بغير اذنه بعد ايفاء مهرها والثانية ترك الزينة
مارے یا کوئی اور بات ان چار کی مانند ہو ایک تو خاوند کی گھر سے بے اجازت باہر جانا بعد مہر لینی کی دوسری سنگار نہ کرنا

اذا اراد الزوج الزينة والثالثة ترك الاجابة اذا اراد الزوج الجماع وهي طاهرة والرابعة ترك الصلوة وبمنزلة
اگر خاوند کا دل سنگار کو چاہی تیسری کہا نہ ماننا جس وقت خاوند جماع کا ارادہ کری اور وہ عورت پاک ہو چوتھی نماز نہ پڑھنی اور قائم مقام

ترك الصلوة ترك الغسل عن الجنابة والحيض ثم انه ان اراد ان يتزوج باخرى وعلم انه يعدل بينهما يجوز له ذلك
ترک نماز کی ہی جنابت یا حیض سی غسل نہ کرنا پھر مرد اگر اور عورت سی نکاح کیا چاہی اور جانی کہ میں دونوں میں عدالت کرونگا تو یہ امر جائز ہی

لكن ان لم يفعل فهو ماجور لتركه ادخال الغم عليها لاسيما اذا كانت امرأة صالحة فان صلاحها وعفتها نعمة عظيمة
لیکن اگر نہ کری تو ثواب پاویگا کیونکہ اپنی بی بی کو غم نہیں دیا خاص ایسی صورت میں کہ وہ بی بی صالحہ ہو بیشک عورت کی صلاحیت اور عفت بڑی نعمت ہی

لا يكافيها شكر وان خاف انه لا يعدل بينهما لا يجوز له ان يفعل ذلك لان الله تعالى وان جعل له ذلك حلالا لاجل
اسکا شکر ادا نہیں ہوسکتا اور اگر یہ خوف ہووی کہ دونوں میں عدالت نہو سکیگی تو دوسرا نکاح جائز نہیں ہی اسلئے کہ اللہ تعالی نے اگرچہ حلال کردیا ہی چنانچہ

قال فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلث وربع الا انه تعالى عقيب ذلك قال فان خفتم ان لا تعدلوا فو
فرمایا ہی تو نکاح کرو جو تمکو خوش آوین عورتیں دو دو تین تین چار چار لیکن اسکی بعد فرماتا ہی پھر اگر ڈرو کہ برابر نہ رکھوگی تو ایک ہی بس ہی

فان من كانت له امرأتان او اكثر يجب عليه ان يقسم ويعدل بينهن سواء كان صحيحا او مريضا فيكون عند
بیشک جسکی نکاح میں دو عورتیں یا زیادہ ہوں تو اوسپر واجب ہے کہ اونمیں وقت کی تقسیم اور عدالت کرے برابر ہے کہ اچھا چنگا ہو یا بیمار سو ہر ایک کے پاس
كل واحدة منهن يوما وليلة او ثلثة ايام ولياليها ولا يقيم عند احدٰهن اكثر من ذلك الا باذنهن والثيب و
ایک دن رات یا تین دن رات رہا کرے اور کسی کے پاس اس سے زیادہ نہ رہا کرے مگر اون کی اجازت سے اور اس تقسیم وقت میں
البكر والمراهقة والبالغة والعاقلة والمجنونة والمسلمة والكتابية والصحيحة والمريضة سواء في القسم وكذا
رانڈ اور کواری اور قریب بجوانی اور جوان اور ہوشیار اور باولی اور مسلمہ اور کتابیہ اور اچھی چنگی اور بیمار سب برابر ہیں اور ایسی ہی
الجديدة والعتيقة سواء في القسم عندنا سواء كانت الجديدة بكرا او ثيبا فانه ان اقام عند الجديدة ثلثة ايام
نئی اور پرانی قسم میں ہماری نزدیک برابر ہیں برابر ہے کہ نئی باکرہ ہو یا رانڈ اگر چاہے کہ نئی کی پاس تین دن
او سبعة ايام يقيم عند العتيقة كذلك ولا يميل الى بعضهن لما روي انه عليه السلام قال من كانت له امرأتان
یا سات دن رہے تو پرانی کی پاس بھی رہنا چاہئے اور کسی ایک کی طرف زیادہ میلان نہ کرے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسکی نکاح میں دو جوروں
فمال الى احدهما دون الاخرى وفي رواية ولم يعدل بينهما جاء يوم القيمة واحد شقيه ساقط يعني ان احد جنبيه
ہوں پھر ایک طرف پیار کرے سوا دوسری کی اور ایک روایت میں ہے اور دونوں میں برابری نکرے تو قیامت کی دن آویگا اور اوسکی ایک کروٹ گری ہوئی ہوگی اور یہہ ہی کہ ایک
يكون مجروحا ساقطا بحيث يراه اهل العرصات ليكون له هذا زيادة في التعذيب فان الافتضاح اشد العذاب
کروٹ زخمی ہوگی گری ہوئی ایسا کہ دیکھیں میدان والے سب دیکھیں گی تاکہ یہہ اور زیادہ عذاب ہووے کیونکہ بیعزتی کا بڑا عذاب ہوتا ہے
لكن ينبغي ان يعلم ان القسم والعدل انما يجب في العطاء والمبيت دون الحب والوقاع لان الحب لا يدخل تحت الاختيار
لیکن جاننا چاہئے کہ تقسیم اور برابری خرچ دینے میں اور سونے میں واجب ہے محبت میں اور صحبت میں واجب نہیں ہے اسلئے کہ محبت اختیار سے نہیں ہوتی
والوقاع يبتني على النشاط فلا يقدر على التسوية فيهما لما روي انه عليه السلام كان يقسم بين نسائه فيعدل ثم
اور صحبت کرنا نشاط پر موقوف ہے سو ان دونوں میں برابری اختیار میں نہیں ہے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام اپنی ازواج میں عدالت سے تقسیم کرتے تھے
يقول اللهم هذا قسمي فيما املك فلا تلمني فيما تملك ولا املك قيل اراد به الحب لان عائشة رض كانت احب نسائه
پھر فرماتے الٰہی یہہ میری تقسیم ہے جسمیں میں مختار ہوں سو مجھکو ملامت نکرنا جسکا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں ہوں کہتے ہیں کہ اس سے مراد محبت ہے اسلئے کہ عائشہ رض آپکو سب ازواج
اليه وكانت سائر نسائه يعرفن ذلك الا انه عليه السلام كان يقسم بينهن ويعدل في العطاء والبيتوتة حتى
سے زیادہ محبوب تھیں اور تمام ازواج اس حال سے آگاہ تھیں لیکن نبی علیہ السلام سب کو دینے میں اور سونے میں برابر برابر رکھتے تھے یہاں تک
في مرضه الذي توفي فيه آخر روي انه عليه السلام كان يطاف به محمولا في مرضه في كل يوم وليلة فيبيت عند كل
کہ اوس مرض میں بھی جسمیں وفات پائی اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کو مرض کی حالت میں ہر روز و شب اوٹھائے پھرتے تھے پھر اونمیں سے ایک ایک کے ہر ایک کی پاس شب باشی کرتے
واحدة منهن وكان يقول اين انا غدا ففطنت ازواجه انه يريد يوم عائشة فاذن له ان يكون حيث شاء فقد
تھے اور پوچھا کرتے کل کہاں کی باری ہے سو ازواج مطہرہ سمجھ گئیں کہ عائشہ کی باری ڈھونڈتے ہیں پھر سب نے اجازت دیدی کہ جہاں چاہیں رہیں پھر آپنے
فقد رضيتن بذلك فقلن نعم قال حولوني الى بيت عائشة فكان في بيتها حتى مات عندها ومما يجب على الزوج من
پوچھا تم سب اسپر راضی ہو سب نے عرض کیا ہاں فرمایا مجھکو عائشہ کی گھر لیچلو سو عائشہ کی گھر رہے یہاں تک کہ اونکی پاس وفات کی صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک حق بی بی کا خاوند پر
حقها ان يؤدي اليها مهرها كاملا ان كان قادرا على ادائه وان لم يكن قادرا على ادائه ينوي ان يؤدي اليها اذا قدر
یہہ ہے کہ اوسکا مہر پورا ادا کردے اگر ادا کر سکتا ہے اور اگر ادا نہیں کرسکتا تو ادا کرنے کی نیت رکھے جب طاقت پاوے اسلئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے
لانه تعالى قال وآتوا النساء صدقاتهن نحلة اي فريضة من الله تعالى فان اعطاء النساء مهورهن مما فرضه الله تعالى
اور دے ڈالو عورتوں کو مہر اونکی خوشی سے یعنی اللہ کا فرض کیا ہوا ہے . بیشک عورتوں کا مہر دیدینا اللہ تعالی نے ملت اور دین میں

في الملة والدين فمن نوى ان لا يؤدي اليها مهرها يجيء يوم القيمة زانيا لما روي انه عليه السلام قال ايما رجل تزوج
غرض کیا ہی پہر جسکی یہہ نیت ہووی کہ بی بی کا مہر ادا نکری تو قیامت کی دن زانیوں کی صورت مین آویگا اسلئی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ جو شخص عورت

امرأة على اقل من المهر او اكثر وليس في نفسه ان يؤدي اليها حقها لقي الله تعالى يوم القيمة وهو زان ولا يطلب منها
سی نکاح کری مقدار مہر کی کمتر ہو یا اس زیادہ پر کہ اوسکا حق ادا کرنیکی قدرت نہو تو قیامت کی دن خدا کی سامنی ایسا ہو ویگا جیسا زانی اور بی بی سی ادا مہر کی

المهلة لاداء مهرها الا ان يكون فقيرا او تحلله المرأة طوعا لا كرها ولا يكلفها ان تهب له مهرها لان الله تعالى بعدما
لئی مہلت نہ مانگی ہاں اگر کنگال ہو یا بی بی اپنی خوشی سی مہلت دیدی نہ ڈر سی نہیں اور بی بی کو تکلیف نہ دی کہ بخشو الی اسواسطی کہ اللہ تعالی بعد اس آیت کی

قال وآتوا النساء صدقاتهن نحلة قال فان طبن لكم عن شيء منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا فمعناه على ما في التيسير وانوار
اور دی ڈالو عورتوں کو مہر اونکی خوشی سی فرمایا ہی پہر اگر وہ اوسمین سی کچہہ چہوڑ دین تمکو خوشی سی تو وہ کہاؤ رچتا پچتا سو اسکی معنی موافق تیسیر اور انوار

التنزيل انهن ان وهبن لكم بعضا من الصداق عن غاية الرضا وطيب القلب بلا اكراه ولا افتداء من سوء العشرة فتنعموا
التنزیل کی یہہ ہین کہ عورتین اگر تمکو کچہہ مہر مین سی اپنی عین رضامندی اور دلکی خوشی سی بی زور اور بی خوف بد معاملگی کی بخشدین تو کہاؤ پیو

به بلا تبعة فعلم من هذا ان الاستكثار في الاستيهاب مكروه لانه تعالى كما جعل عقد النكاح بيد الزوج ان شاء
پیچہی نہ پڑو اس سی معلوم ہوا کہ بہت کچہہ کر بخشوانا مکروہ ہی اسواسطی کہ اللہ تعالی جیسی عقد نکاح کو خاوند کی اختیار مین رکہا ہی چاہی

يمسكها وان شاء يرسلها بلا اختيار منها كذلك جعل حلقة سلسلة المهر في رقبته وذمته فعقد النكاح يجرها اليه
عورت کو رکہی اور چاہی چہوڑ دی عورت کو کچہہ اختیار نہین ایسی ہی حلقہ مہر کی زنجیر کا اوسکی گردن مین اور ذمہ پر رکہا ہی سو عقد نکاح سی عورت کو خاوند

وسلسلة المهر تجره اليها فاستيهاب كل المهر ابطال لحقها وابقاء لحقه وفيه ترك المعادلة وهو نوع من الظلم ولا يطلقها
کہینچتا ہی اور مہر کی زنجیر سی عورت خاوند کو کہینچتی ہی سو تمام مہر کا بخشوا لینا اوسکی حق تلفی اور اپنا حق باقی رکہنا ہی اور اسمین بی انصافی ہی اور یہہ طرح کا ظلم ہی اور بی ضرورت

بغير ضرورة الا ان تكون سيئة الخلق فاسدة الدين تاركة الصلوة لان الطلاق وان كان مباحا لكنه من ابغض
بی بی کو طلاق نہ دی ہان اگر بد خو بد دین بی نماز ہووی اسلئی کہ طلاق اگرچہ مباح ہی پر یہہ مباح اللہ کی ہان

المباحات عند الله تعالى لما فيه من ايذاء الغير ولا يباح ايذاء الغير من غير ضرورة الا بجناية من جانبها فاذا عزم
بہت ناپسند ہی اسلئی کہ اسمین غیر کی ایذا ہی اور بی ضرورت کسیکو ایذا دینی مباح نہین ہی ہان اگر اوسکی کچہہ خطا ہووی پہر اگر کسی

على تطليقها بسبب الضرورة ينبغي له ان يراعي عدة امور احدها ان يطلقها في طهر لم يجامعها فيه لان الطلاق في الحيض
ضرورت سی طلاق کا ارادہ کری تو لایق یوں ہی کہ کئی باتوں کا لحاظ رکہی ایک یہہ کہ اوسکو ایسی طہر مین طلاق دیوی جسمین جماع نکیا ہو اسلئی کہ طلاق حیض مین

والطهر الذي جامعها فيه حرام والثاني ان يقتصر على طلقة واحدة ولا يجمع الثلث لانه بدعي قبيح والطلقة الواحدة
اور جس طہر مین کہ جماع کیا ہو حرام ہی دوسری یہہ کہ ایک ہی طلاق پر اکتفا کری تین طلاق نہ جمع کر دی اسلئی کہ طلاق قبیح ہی اور ایک طلاق مین بہی

بعد انقضاء العدة تفيد المقصود مع انها ابعد من الندم لتمكنه من التدارك بالرجعة في العدة وتجديد النكاح بعد
بعد گذر جانی عدت کی مقصود حاصل ہو سکتا ہی باوجودیکہ ندامت سی بچی کیونکہ عدت کی اندر رجعت سی اور بعد عدت کی از سر نو نکاح سی تدارک کا اختیار

العدة واما اذا طلقها ثلثا فربما يندم ولا يمكنه التدارك الا بالحلة وعقد الحلة منهي عنه ويكون هو الساعي فيه
باقی رہتا ہی اور اگر اوسکو تین طلاق دیدین تو بعضی وقت شرمسار ہوتا ہی اور اوسکا تدارک بجز حلالہ کی نہین ہو سکتا اور عقد حلالہ ممنوع ہی اور اس عقد کا یہہ ہی ساعی ہو

ويحتاج الى الصبر مدة ويكون قلبه معلقا بزوجة الغير يرجو ان يطلقها حتى تعود اليه بعد انقضاء عدتها وكل
اور مدت تک صبر کرنا پڑتا ہی اس حال مین کہ اسکا دل بیگانی بی بی سی لگا رہتا ہی اس امید پر کہ طلاق دی تو بعد عدت کی میری پاس آوی یہہ تمام خرابی

تلك ثمرة الجمع وفي الواحدة يحصل المقصود من غير محظور والثالث ان يتلطف في تطليقها من غير عنف ولا استخفاف
طلاق جمع کرنیکا پہل ہی اور ایک طلاق مین بلا کراہت مقصود حاصل ہوتا ہی اور تیسری یہہ کہ طلاق دینی مین لطف برتی خشونت اور حقارت نکری

ویطیب قلبها بان یعطیها شیئا زایدا علی مهرها علی سبیل المتعة وهی درع وخمار وملحفة عوضا عن ایحاشها
اور اوسکا دل خوش کر دے اسطور کہ مہر سے زیادہ کچھہ جوڑہ وغیرہ بطور متعہ کے یعنی کرتا اور دوپٹہ اور چادرہ وحشت اور غم کی بدلے میں دیدے

والرابع ان لا یفشی سرها ثم انه ان طلقها علی مال وهو خلع یکره له ان یاخذ ذلك المال ان کان النشوز من
اور چوتھی یہہ کہ اوسکا بھید نہ ظاہر کرے پھر اگر اپنی مال کی بدلہ طلاق دی جسے خلع کہتے ہیں تو خاوند کو مکروہ ہے کہ اوس مال کو لیلے اگر بدخوئی ناسازگاری

جانبه لانه اوحشها بالاستبدال فلا یزید فی ایحاشها باخذ المال وقد قال الله تعالی وان اردتم استبدال زوج مکان
خاوند کی طرف سے ہی اوٹھی کہ اوسکو چھوڑنے سے ایک تو رنج دیا پھر اوسکا مال لیکر وحشت نہ بڑھاوے اور اللہ تعالی فرماتا ہے اور اگر بدلا چاہو ایک عورت کی جگہ

زوج واتیتم احدهن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئا فانه تعالی نهی عن اخذ شیء یسیر من القنطار الذی هو المال
دوسری عورت اور دے چکی ہو ایک کو ڈھیر مال تو پھیر نہ لو اوسمیں سے کچھہ بیشک اللہ تعالی نے قنطار میں سے جو بہت مال ہوتا ہے تھوڑا سا بھی لینے سے منع کیا ہے

الکثیر فضلا عن الکثیر وان کان النشوز من جانبها یکره له ان یاخذ الزائد علی ما دفع الیه من المهر ثم انه ان
بہت لینے کا تو کیا ہی پوچھنا اور اگر ناسازگاری عورت کی جانب سے ہی تو اوس سے زیادہ لینا جو مہر اوسکو دے چکا ہے مکروہ ہے پھر اگر مرد نے

اکرهها علی الخلع والتزمت ان تعطیه مالا للخلاص منه او اسقطت ما علیه من المهر ونحوه یقع الطلاق بلا لزوم
اوسپر خلع کی زبردستی کی اور عورت نے اپنا پلہ چھڑانے کو مان لیا کہ مال دونگی یا جو خاوند کی ذمہ مہر وغیرہ تھا ساقط کر دیا تو بدون لازم ہونے

ما التزمته من المال وبلا سقوط ما علیه من المهر ونحوه لان الرضا شرط فی لزوم المال وسقوطه والاکراه یعدم
مال مانی ہوئی کی اور بدون ساقط ہونے مہر وغیرہ کی جو خاوند کی ذمہ تھا طلاق پڑجاوے گی اسلئے کہ مال لازم ہو جانے میں اور ساقط ہونے میں رضامندی شرط ہے اور

الرضا علی ما بین فی موضعه هذا الذی ذکر الی ههنا ما کان علی الزوج من حقوق الزوجة واما ما کان علی الزوجة
زبردستی میں رضامندی نہیں ہوتی چنانچہ اپنی جگہ میں بیان ہو چکا ہے یہان تک وہ حقوق بیان ہوئے جو بی بی کی حق خاوند کے ذمہ ہیں اور رہے خاوند کی حقوق

من حقوق الزوج فالقول الشافی فیه ان النکاح نوع رق والزوجة رقیقة الزوج کما قال النبی علیه السلام
جو بی بی کی ذمہ ہیں سو قول شافی اوسمیں یہہ ہے کہ نکاح غلامی کی قسم ہے اور زوجہ خاوند کی لونڈی ہوتی ہے چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

النکاح رق فلینظر احدکم این یضع کریمته فانه علیه السلام بین فی هذا الحدیث ان الاحتیاط فی حقها اهم
کہ نکاح غلامی ہی سو تم دیکھہ لو کہ اپنی پیاری بچی کو کہاں دیتے ہو بیشک نبی علیہ السلام نے اسی حدیث میں بیان فرمایا کہ عورت کی حق میں احتیاط ضرور تر ہے

لکونها رقیقة بالنکاح لا مخلص لها بوجه من الوجوه الا بتطلیق الزوج واما الزوج فهو قادر علی الخلاص منها
کیونکہ وہ نکاح کی سبب سے لونڈی ہو جاتی ہے بدون خاوند کی چھوڑنے کسیطرح نہیں چھوٹ سکتی اور رہا خاوند سو طلاق دیکر عورت سے آپ چھوٹ سکتا ہے

بتطلیقها فاذا کانت المرأة رقیقة الزوج یلزمها ان تصبر علی غیرته وترجو علی ذلك من الله الثواب فان ذلك
پھر جب عورت خاوند کی لونڈی ہوئی تو لازم ہے کہ خاوند کی غیرت پر صبر کرے اور اسپر اللہ تعالی سے ثواب کی امیدوار رہے اور بیشک اسکا یہہ ہی

جهادها لما ورد فی الحدیث ان جهاد المرأة حسن التبعل وهو حسن المعاشرة مع زوجها فعلیها ان تطیعه فی کل
جہاد ہے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ عورت کا جہاد حسن تبعل ہے یعنی خاوند کی ساتھہ نیک گذران پس عورت کی ذمہ ہے کہ خاوند کی اطاعت کرے

ما یامرها بها الا معصیة فیها اذ قد ورد فی عظیم حقه علیها اخبار کثیرة من جملتها ما روی انه علیه السلام قال
جو کہے جسمیں گناہ نہو اسلئے کہ حدیثیں بہت وارد ہوئی ہیں کہ خاوند کا بی بی پر بڑا حق ہے از انجملہ وہ کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

لو کنت امرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها من عظم حقه علیها وقالت عائشة اتت فتاة
اگر میں کسیکو سجدہ کا حکم دیتا کسیکی لئے تو البتہ عورتکو حکم دیتا کہ خاوند کو سجدہ کیا کرے کیونکہ خاوند کا بی بی پر بڑا حق ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ایک جوان عورت

الی النبی صلی الله علیه وسلم فقالت یا نبی الله انی فتاة اخطب فما حق الزوج علی الزوجة فقال النبی علیه السلام لو
نبی علیہ السلام کی پاس آئی عرض کیا اے نبی اللہ کے میں جوان عورت ہوں نکاح کیا چاہتی ہوں سو خاوند کا بی بی پر کیا حق ہے پس نبی علیہ السلام نے فرمایا

كان من قرنه الى قدمه صديدا فلحسته ما ادت شكره وقال ابن عباس اتت امراة الى النبي صلى الله عليه وسلم
اگر خاوند کی سر سی پانو تک پیپ بہتی ہو پہر بی بی چاٹ لی تو بہی اوسکا شکر ادا نہیں کیا اور ابن عباس کہتی ہین ایک عورت نبی علیہ السلام کی پاس آئی

وقالت يا نبي الله اني امراة ايم واني اريد ان اتزوج فما حق الزوج على المراة فقال النبي عليه السلام من حق الزوج
عرض کیا یا نبی اللہ کہ مین عورت بی خاوند ہون میرا ارادہ نکاح کا ہی سو خاوند کا بی بی پر کیا حق ہی 　 نبی علیہ السلام نی فرمایا ایک حق خاوند کا

على المراة اذا ارادها في نفسها وهي على ظهر البعير ان لا تمنعه ومن حقه ان لا تعطي شيئا من بيته الا باذنه
بی بی پر یہہ ہی کہ اگر خاوند اوسکی طرف رغبت کری اور وہ عورت اونٹ کی کوہان پر ہو تو انکار نکری اور خاوند کا ایک یہہ حق ہی کہ اوسکی گہر مین سی اوسکی بی اجازت

فان فعلت كان الوزر عليها والاجر له ومن حقه ان لا تصوم تطوعا الا باذنه فان فعلت جاعت وعطشت
کچہ نہ دی اگر دیگی تو وہ گنہگار ہوگی اور ثواب خاوند کو ہوگا اور اوسکا حق یہہ ہی کہ نفل روزہ اوسکی بی اجازت نرکہی اگر روزہ رکہی گی تو بہوکی پیاسی مریگی

ولم يقبل منها ومن حقه ان لا تخرج من بيته الا باذنه فان فعلت لعنتها الملئكة حتى ترجع الى بيتها وروي
اور قبول نہوگا اور اوسکا حق یہہ ہی کہ اوسکی گہر مین سی بی اجازت باہر نجاوی 　 اگر جاویگی تو جبتک پہر گہر آویگی اوسکو فرشتی لعنت کرتی جاوینگی 　 اور روایت ہی

انه عليه السلام قال اني رايت ليلة اسري بي امراة معلقة بلسانها فقلت يا جبرئيل ما شانها فقال انها
کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ معراج کی شب کو مین نی ایک عورت دیکہی کہ زبان کو لٹکی ہی مین نی پوچہا یا جبرئیل اسکی کیا خطا ہی 　 عرض کیا یہہ عورت

كانت تؤذي زوجها وجيرانها بلسانها ورايت امراة اخرى معلقة بثديها وهي التي تضع بغير اذن زوجها و
زبان سی اپنی خاوند اور ہمسایون کو ستاتی تہی 　 اور ایک اور عورت دیکہی کہ اپنی پستان سی لٹکی ہی 　 وہ ایسی تہی کہ خاوند کی بی اجازت دودہ پلاتی تہی 　 اور

رايت اخرى معلقة برجليها وهي التي تخرج بغير اذن زوجها ورايت اخرى معلقة بيديها وهي التي تفسد مال زوجها
ایک اور عورت دیکہی کہ اپنی پانو سی لٹکی تہی وہ خاوند کی بی اجازت گہر سی چلی جاتی تہی اور ایک اور دیکہی کہ اپنی ہاتہ سی لٹکی تہی وہ وہ تہی کہ خاوند کا مال خراب کرتی تہی

وروي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال اذا دعا الرجل امراته الى فراشه فابت فبات غضبان لعنتها الملئكة
اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب کوئی مرد اپنی بی بی کو اپنی بستر پر بلاوی اور وہ نہ آوی پہر وہ مرد غصہ ہوکر سو رہی تو صبح تک فرشتی اوسپر لعنت

حتى تصبح وفي رواية انه عليه السلام قال والذي نفسي بيده ما من رجل يدعو امراته الى فراشه فتابى الا
کرتی ہین 　 اور ایک روایت مین ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا قسم ہی اپنی مالک کی کہ جو مرد اپنی بی بی کو اپنی بستر پر بلاوی 　 اور وہ نہ آوی تو

كان الذي في السماء ساخطا عليها حتى يرضى عنها والحاصل ان اللازم لها ان تطلب رضاه ولا تمنع نفسها عنه
جو کہ آسمان مین ہی اوس سی بیزار ہوگا جبتک خاوند راضی ہووی خلاصہ یہہ ہی کہ بی بی کو لازم ہی کہ خاوند کی رضا طلب کرتی رہی اور آپکو اوسکی حوالہ کردی

ولا تتعلل بالحيض ولا تؤخر الاجابة بل تطيعه فور طلبه ان كانت طاهرة عن الحيض واما في حال الحيض فتخبر
اور حیض کا بہانہ نکری اوسکی حکم پہیر پر نہ رکہی بلکہ ترت کہتی ہی اطاعت کری اگر حیض سی پاک ہووی 　 اور حیض کی حالت 　 مین اپنا حال

عن حالها وتلبس خلاق ثيابها تقليلا لميل الزوج اليها ويستحب لها اذا دخل وقت الصلوة ان تتوضأ وتجلس في
جتاوی 　 اور پرانی کپڑی پہن لی تاکہ خاوند کا دل اودہر نلوبہاوی 　 اور حائضہ کو مستحب ہی کہ جب نماز کا وقت آوی تو وضو کرکر گہر مین

مسجد بيتها وتسبح وتهلل قدر اداء الصلوة كيلا يزول عنها عادة العبادة وقد روي انه عليه السلام قال اذا استغفرت
نماز کی جگہ نشست پر جتنی دیر نماز کو لگتی ہی سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ پڑہا کری تاکہ عبادت کی عادت نہ جاتی رہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب حائضہ عورت

الحائض في وقت كل صلوة سبعين مرة كتب له الف ركعة وغفر لها سبعون ذنبا ورفع لها درجة واعطي لها لكل
ہر نماز کی وقت ستر بار استغفار پڑہتی ہی تو اوسکو ہزار رکعت کا ثواب ہوتا ہی اور ستر گناہ معاف ہو جاتی ہین اور اوسکا درجہ بڑہ جاتا ہی اور استغفار کی

حرف من استغفارها نور ويكتب بكل عرق في جسدها حج وعمرة وفي غير حال الحيض تلبس حسن ثيابها وتطهر
ہر ہر حرف کی بدلہ نور ملتا ہی 　 اور بدن کی رگون کی شمار پر حج اور عمرہ لکہا جاتا ہی 　 اور اگر پاک ہو تو اچہا لباس پہنا کری 　 اور جہان تک بنی

نسخہ: یا زبان سی لٹکائی ہوئی تہی
نسخہ: یا پستان سی لٹکائی ہوئی تہی
نسخہ: یا پانو سی لٹکائی ہوئی تہی / یا ہاتہ سی لٹکائی ہوئی تہی

المودة الی زوجها ما استطاعت وتکون متعطرة متنظفة فی نفسها ومستعدة فی الاحوال کلها لاستمتاع الزوج
خاوند سے پیار ظاہر کیا کرے۔ اور خوشبو اور پاکیزہ اور ہر وقت خاوند کی تمتع کے لیے جب وہ خواہش کرے تیار رہا کرے
بها متی شاء وتکون قاعدة فی قعر بیتها ملازمة لمغزلها من حین زفت الیه الی ان تزف الی القبر ولا تخرج من بیتها
اور گھر کے اندر تنہا بیٹھی رہا کرے اوس دن سے کہ خاوند کے پاس گئی ہے یہانتک کہ قبر میں جاوے اور گھر میں سے خاوند کی بے اجازت
الا باذن زوجها واذا خرجت باذنه تخرج مختفية فی هیئة رثة وتطلب المواضع الخالیة دون الشوارع والاسواق
نہ جایا کرے اور اگر باجازت جاوے تو چھپکر بری صورت بناکر اور خالی اوجاڑ رستے کو جاوے بیچ سڑک اور بازاروں میں کو
ولا تخرج عطرة متبرجة ولا تتحدث مع رجل فی الطریق لما روی ان عمر رای امرأة مع رجل یتحدثان فی الطریق
اور خوشبو لگاکر زیب زینت سے نہ جاوے اور رستہ میں کسی مرد سے بات نکرے کیونکہ روایت ہے کہ عمر رض نے ایک عورت کو مرد سے رستہ میں بات کرتی ہوئی دیکھا
فضربهما بالدرة فقال رجل یا امیر المؤمنین هی امرأتی فقال له عمر لو کانت امرأتك فلم لم تدخلها فی بیتك
سو دونوں کو تعزیر دی اوس مرد نے عرض کیا یا امیر المؤمنین یہہ میری بی بی ہے عمر نے جواب دیا اگر تیری بی بی ہے تو اپنے گھر میں کیوں نہیں بیٹھاتا
حتی لا یتهمك احد فی الطریق ولا تخرج الی الحمام وان اذن لها زوجها لما روی عن عائشة انه علیه السلام قال الحمام
تاکہ رستہ میں تجھپہ کوئی تہمت نہ لے اور حمام میں نہ جاوے اگرچہ خاوند اجازت دیدے کیونکہ عائشہ رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا حمام
حرام علی نساء امتی فان اقتضت الضرورة الی دخولها فی الحمام لعذر المرض والنفاس یشترط ان تدخل بمئزر ولا تکون
میری امت کی عورتوں پر حرام ہے اور اگر بسبب مرض یا نفاس کے حمام میں جانیکی ضرورت آلگی تو شرط یہہ ہے کہ ازار پہن کر جاوے اور حمام میں کوئی
فیه احد من النساء مکشوفة العورة ولا تخرج بزینة فاذا لم یوجد واحد من هذه الشروط لا یحل لها الخروج الی الحمام
عورت ننگی نہو وے اور سنگار کرکر نہ نکلے اور ان سب شرطوں میں سے ایک بھی فوت ہووےگی تو حمام میں جانا حلال نہیں ہے
وکذا لا یحل لها الخروج الی المقابر لما ذکر فی نصاب الاحتساب ان القاضی سئل عن جواز خروج المرأة الی المقابر فقال لا
اور ایسی ہی عورت کو گورستان میں جانا حلال نہیں کیونکہ نصاب الاحتساب میں مذکور ہے کہ قاضی سے کسی نے پوچھا کیا عورت کو گورستان میں جانا جایز ہے جواب دیا
تسئل عن الجواز فی مثل هذا وانما تسئل عن مقدار ما یلحقها من اللعن فانها لما نوت الخروج کانت فی لعنة الله تعالی
اس باب میں جواز کو کیا پوچھتا ہے یہہ پوچھہ اوسپر کتنی لعنت پڑتی ہے کیونکہ عورت جب جانیکا ارادہ کرتی ہے تو خدا کی اور فرشتوں کی
وملئکته واذا خرجت تحفها الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبر یلعنها روح المیت واذا رجعت کانت فی
لعنت میں ہوتی ہے اور جب چلی تو ہر طرف سے شیطان اوسکے ساتھہ ہوتے ہیں اور جب قبر پر پہنچی تو مردہ کی روح لعنت کرتی ہے اور جب لوٹتی ہے تو
لعنة الله تعالی وملئکته حتی تعود الی منزلها وفی الخبر ایما امرأة خرجت الی مقبرة یلعنها ملئکة السموات
الله تعالی کی اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے جبتک اپنے گھر میں آوے اور حدیث میں ہے کہ جو عورت گورستان میں جاتی ہے تو اوسکو فرشتے ساتوں آسمان
والارضین السبع وتمشی فی لعنة الله تعالی وایما امرأة دعت للمیت بخیر ولم تخرج من بیتها یعطیها الله تعالی
اور زمین کی لعنت کرتے ہیں اور خدا کی لعنت میں جاتی ہے اور جو عورت گھر میں بیٹھی ہوئی مردے کی حق میں دعاء خیر کرتی ہے تو اوسکو الله تعالی ثواب حج
ثواب حجة وعمرة وعن سلمان وابی هریرة انه علیه السلام ذات یوم خرج من المسجد فوقف علی باب داره واتت
اور عمرہ کا دیتا ہے اور سلمان اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام ایک روز مسجد سے نکل کر اپنے گھر کے دروازہ پر ٹھہر گئے پھر حضرت فاطمہ رض آگئیں
فاطمة فقال لها من این جئت قالت خرجت من منزلة فلانة التی ماتت فقال علیه السلام هل ذهبت
تب نے فرمایا تو کہاں سے آئی عرض کیا فلانی عورت جو مرگئی ہے اوسکے گھر سے آئی ہوں پھر نبی علیہ السلام نے پوچھا کیا اوسکی قبر پر بھی گئی تھی
قبرها قالت معاذ الله افعل بعد ما سمعت منك ما سمعت فقال علیه السلام لو زرت قبرها لم ترحی رائحة الجنة
عرض کیا خدا کی پناہ کیا آپسے سنکر جو سنا ہے ایسا کرتی پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تو اوسکی قبر پر جاتی تو جنت کی بو نہ سونگھتی

وروي انه عليه السلام لما قدم المدينة خرج الى جنازة فرأى النساء يتبعن الجنازة فقال هل اتحملن مع من
اور یہ روایت ہے کہ جب نبی علیہ السلام مدینہ میں تشریف لائے تو ایک جنازہ کی ساتھ چلے پہر عورتوں کو دیکھا کہ جنازہ کے پیچھے آتی ہیں آپ نے اونسے پوچھا کیا تم سب کی ساتھ
يحمل فقلن لا فقال عليه السلام اتصلين مع من يصلي فقلن لا فقال عليه السلام انصرفن مازورات
جنازہ اوٹھاؤگی عرض کیا نہیں پہر نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تم سب کی ساتھ نماز پڑھوگی عرض کیا نہیں پہر آپنے فرمایا گنہگار ہوکر بے ثواب جاؤ
غير ماجورات فدل ذلك على ان المراة لا يباح لها الخروج الى المقبرة ولا تشيع الجنازة بل يلزمها ان يكون من همها
اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو گورستان میں جانا جایز نہیں ہے اور نہ جنازہ کی ہمراہ جایا کرے بلکہ عورت کو لازم ہے کہ تمام ہمت
اصلاح شانها وتدبير منزلها ولا تدخل في بيت زوجها من يكره دخوله فيه من الرجال والنساء وتقدم حقه على
اپنا حال درست اور گہر کا کاروبار کیا کرے اور خاوند کی گہر میں کسی مرد یا عورت کو جسکا آنا خاوند ناپسند کرتا ہو نہ آنے دے اور اپنی اور تمام سگی سودہر دکی
حق نفسها وسائر اقاربها ولا ترفع صوتها فوق صوته ولا تجهر له بالقول ولا تكون منفعتها عن كسبه اذا
حق پر خاوند کا حق مقدم رکہے اور اپنی آواز خاوند کی آواز پر بلند نہ کرے اور خاوند کی پیچ پیچ کر نہ کہے اور اپنا خرچ خاوند کی حرام کمائی میں سے نکرے
كان حراما اذ قد كانت النساء في السلف اذا خرج الرجل من منزله تقول له امراته وابنته اياك وكسب الحرام فانا
کیونکہ سلف کی عورتیں ایسی تہیں کہ جب مرد گہر میں سے باہر جاتا تو اوسکی جورو بیٹی کہدیتیاں حرام کمائی سے پرہیز کرنا ہمسے بہوکہ پر صبر ہوسکتا ہے آگ پہ
نصبر على الجوع ولا نصبر على النار وتكون قانعة من زوجها بما رزقه الله تعالى ولا تكلفه ما لا يطيقه ولا تدخل
صبر نہیں ہوسکتا اور جو خداتعالیٰ نے خاوند کو رزق دیا ہے اوسپر قناعت کرے اور خاوند کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے اپنی خرچ کا غم نہ ڈالے
غما في امر النفقة بل تكون صابرة متوكلة كما حكي ان رجلا من السلف هم بالسفر فكره جيرانه سفره فقالوا لزوجته
بلکہ صبر و توکل پر رہے چنانچہ حکایت ہے کہ ایک شخص سلف میں سفر کا ارادہ کیا ہمسایوں کو اوسکا سفر پسند نہ آیا ہمسایوں نے اوسکی بی بی سے کہا
لم ترضين بسفره ولم يدع لك نفقة فقالت زوجي عرفته اكالا وما عرفته رزاقا ولي رزاق يذهب الاكال ويبقى
تو اوسکی سفر پر کیوں راضی ہوگئی اور تجہہ تیری لئے خرچ نہیں دے جاتا اوسنے جواب دیا میں اوسکو کہانے والا جانتی ہوں رزاق نہیں جانتی اور میرا لئے رزاق اور ہے سو اکال جاتا ہے
الرزاق ولا تتفاخر بجمالها بل تكون كما روي عن الاصمعي انه قال دخلت البادية فرايت امراة من احسن الناس وجها
اور رزاق باقی ہے اور اپنی جمال پر ناز نکیا کرے بلکہ ایسی ہو جیسی اصمعی سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں جنگل میں گیا تو میں نے ایک عورت نہایت خوبصورت پاس
تحت رجل قبيح الوجه في الغاية فقلت يا عجبا مثلك تحت مثله فقالت يا هذا قد اخطات في قولك لعله احسن
ایک مرد نہایت بدصورت کی دیکھی میں نے کہا کیا عجب ہے تجہسی پری ایسی جیسی کیلئی وہ بولی ای شخص تونے بیجا کہا شاید کہ اسنے اپنی خالق کی
فيما بينه وبين خالقه فجعلني ثوابه ولعلي اسات فيما بيني وبين خالقي فجعله عقوبتي افلا ارضى الله لي وبما
کوئی عبادت کی ہے سو مجہکو اوسکی لئے اوس عبادت کا ثواب ٹہرایا ہے اور شاید مجہسے اپنی خالق کی کوئی خطا ہوگئی ہے سو اسکو میری لئے عذاب مقرر کیا ہے پہر اللہ سے
يجب من حقه عليها ديانة ان تفعل كل خدمة في داخل الدار من الطبخ والخبز وغسل الثياب وغيرها حتى لو لم تفعل
کیوں ناپسند کروں اور حق خاوند کا بی بی پر از روی دیانت کی واجب ہے یہ ہے کہ گہر میں تمام کاروبار جیسے سالن روٹی پکانا کپڑے دہونی وغیرہ کیا کرے یہاں تک کہ اگر کچہہ
شيئا منها تكون اثمة وان لم تجبر عليها وترى تقصيرها في خدمته ولا تسال طلاق ضرتها لان لها ما قدر لها ولا
بہی نکرے گی تو گنہگار رہوگی اگرچہ اسمیں کچہہ اوسپر زور نہیں ہے اور خاوند کی خدمت میں اپنی آپکو مقصر سمجہتی ہے اور اپنی سوکن کی طلاق خواہش نکرے کیونکہ جو اسکی قسمت کا ہے
تمنعه عن نكاح ثلث سواها لانه تعالى جعل له ذلك حلالا بشرط العدل حيث قال فانكحوا ما طاب لكم من النساء
سو ملیگا اور خاوند کو اور تین نکاح سے منع نکرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اوسکو یہ اختیار دیا ہے بشرط عدالت حلال ہے چنانچہ فرمایا ہے تو نکاح کرو جو تمکو خوش آویں عورتیں
مثنى وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة وتصبر على غيرة الضرائر راجية من الله تعالى الثواب كما صبرت
دو دو تین تین چار چار پہر اگر ڈرو کہ برابر نرکہوگی تو ایک ہی اور سوکنوں کی رشک پر صبر کرکر اللہ تعالیٰ سے امیدوار ثواب کی رہے جیسے نبی علیہ السلام کی

ازواجه النبی علیه السلام حتی وهبت سودة نوبتها لعائشة حین یئست وعلمت محبته علیه السلام لعائشة ولا
ازواج نے صبر کیا یہان تک کہ سودہ نے بڑہاپی مین اپنی باری حائشہ کو دے دی جب اوسکو عائشہ کی حق مین نبی علیہ السلام کی محبت معلوم ہوئی اور

تسأل الطلاق من غیر بأس وفاقة لما روی انه علیه السلام قال ایما امرأة سألت زوجها الطلاق فحرام علیها
بدون ناامیدی اور فاقہ کی طلاق نہ مانگی اسلئی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو عورت اپنی خاوند سی طلاق مانگی تو اوسپر جنت کی بو حرام ہی

رائحة الجنة ولا تظهر زینتها لغیر زوجها ومحارمها لانه تعالی قال فی حق المؤمنات ولا یبدین زینتهن
اور سوائی اپنی خاوند اور محرمون کی اپنا سنگار نہ دکہاوی اسلئی کہ اسد تعالی نے مؤمنات کی حق مین فرمایا ہی اور نہ کہولین اپنا سنگار

الا لبعولتهن او آبائهن او آباء بعولتهن او ابنائهن او ابناء بعولتهن او اخوانهن او بنی اخوانهن او بنی اخواتهن
مگر اپنی خاوند کی آگی یا اپنی باپ کی یا سسری یا اپنی بیٹی کی یا سوتیلی بیٹی کی یا اپنی بہائی کی یا اپنی بہتیجون کی یا اپنی بہانجون کی

او نسائهن والزینة ما تتزین به المرأة من الثیاب والحلی وغیرهما وهی ظاهرة وباطنة اما الظاهر فلا یجب
یا اپنی عورتون کی اور زینت وہی ہی جو عورت کپڑون اور زیور وغیرہ سی سنگار کرتی ہی اور زینت ایک ظاہر کی ہی اور ایک باطن کی ظاہر کی زینت کا چہپانا تو واجب نہین ہی

سترها ولا یحرم للاجنبی النظر الیها لقوله تعالی ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها لکن اختلف فیها فقیل هی
اور اجنبی مرد کو اوسپر دیکہنا بہی حرام نہین ہی بدلیل اس آیت کی اور نہ دکہاوین اپنا سنگار مگر جو کہلی چیز ہی لیکن اسمین اختلاف ہی کوئی کہتا ہی کہ زینت

الثیاب وهذا قول ابن مسعود وقیل هی الکحل والخاتم وهذا قول ابن عباس وروی عن اصحابنا انه اراد بهما
ظاہری صرف کپڑی ہین یہہ قول ابن مسعود کا ہی اور کوئی کہتا ہی سرمہ اور انگوٹہی یہہ قول ابن عباس کا ہی اور ہماری علما سی روایت ہی کہ ان دونوں سی مراد

الوجه والکفین لان الکحل من زینة الوجه والخاتم من زینة الکف فلما ابیح النظر الی زینة الوجه والکف کان
چہرہ اور دونو ہاتہہ ہین اسلئی کہ سرمہ چہرہ کی زینت ہی اور انگوٹہی ہاتہہ کی زینت ہی جب چہرہ اور ہاتہہ کی زینت کا دیکہنا مباح ہوا تو یہہ ہی

اباحة النظر الی الوجه والکف وهذا اذا کان النظر بغیر شهوة واما اذا کان بالشهوة فلا یجوز الا عند العذر وهو
اباحت چہرہ اور ہاتہہ دیکہنی کی ہی اور یہہ اباحت اوس صورت مین ہی کہ بغیر شہوت نظر کری اور اگر نگاہ شہوت سی ہووی تو جایز نہین ہی مگر عذر کی وقت اور وہ عذر

القضاء من القاضی والشهادة من الشاهد والعلاج من الطبیب وکذلک اذا اراد الرجل ان یتزوج امرأة فیجوز
قضا قاضی کی ہی اور گواہی گواہ کی اور علاج طبیب کا اور ایسی ہی اگر کوئی مرد کسی عورت سی نکاح کا ارادہ کری تو اوسکو جایز ہی

له ان ینظر الیها لکن لا یجوز له ان ینظر الیها حاسرة ولا الی شیء مما هو عورة فی حقه بل انما یباح له ان ینظر الی وجهها
کہ اوس عورت کو دیکہہ لی پر یہہ جایز نہین ہی کہ ننگی کر کر دیکہی اور نہ ایسا عضو جو اوسکی حق مین عورت ہو بلکہ اتنا ہی مباح ہی کہ فقط چہرہ

وکفیها فقط لانها لیست بعورة فی حقه وذکر فی شرح الکرخی ان النظر الی وجه الاجنبیة لیس بحرام لکن یکره
اور دونو ہاتہہ دیکہہ لی کیونکہ اوسکی حق مین عورت نہین ہی اور شرح کرخی مین مذکور ہی کہ اجنبی عورت کا مہنہ دیکہنا حرام نہین ہی لیکن بی ضرورت مکروہ ہی

بغیر حاجة اذ لا یؤمن عن الشهوة وذکر فی نصاب الاحتساب ان الحرة تمنع من کشف الوجه والکف والقدم فیما
اسلئی کہ شہوت کا ڈر ہی اور نصاب الاحتساب مین مذکور ہی کہ حرہ کو منہہ اور ہاتہہ پانو کہولنا جسپر اجنبی کی نظر پڑی ممنوع ہی

یقع علیه نظر الاجنبی لانها لا تأمن عن شهوة بعض الناظرین الیها الا ان یکون عجوزا فحینئذ یجوز النظر الی وجهها
کیونکہ یہہ ڈر ہی کہ بعضی دیکہنی والی شہوت سی نظر کرینگی ہان اگر بڑہیا ہو تو اب اوسکا چہرہ دیکہنا جایز ہی

ویحل مصافحتها عند الامن عن الشهوة لکن لا تخلو برجل شابا او شیخا لان الخلوة بالاجنبیة وان کان معها غیرها
اور بی شہوت اوس سی مصافحہ کرنا بہی حلال ہی لیکن ہمراہ کسی مرد کی خلوت مین نہ جاوی جوان ہو یا بوڑہا اسلئی کہ خلوت اجنبی عورت کی ساتہہ اگرچہ اوسکی ساتہہ اور

من النساء مکروه کراهة تحریم لما روی عن ابن عباس انه علیه السلام ... لا یخلون رجل بامرأة الا معها محرم
عورتیں ہوں مکروہ تحریمی ہی کیونکہ ابن عباس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ... خلوت مین ہو مگر اوس وقت ...

واما الزينة الباطنة فهي القرط والقلادة والدملج والخلخال واختلف في السوار فروي عن عائشة رض انها من
اور باطنی زینت بالی اور ہار اور بازوبند اور پازیب اور کنگن میں اختلاف ہے سو عائشہ رضی سے روایت ہے کہ کنگن

الزينة الباطنة وهو الاشبه لمجاوزتها الكف وهذه الزينة الباطنة يحرم ان ينظر اليها الاجانب لا المحارم
باطنی زینت میں ہے اور یہی زیادہ حق معلوم ہوتی ہے اسواسطے کہ کفسے زیادہ ہوتا ہے اور اس زینت باطنی پر اجنبی مرد پر نظر کرنا حرام ہے محرم کو حرام نہیں

لانه تعالى قد سوّى في ذلك بين الزوج ومن ذكر معه فاقتضى ذلك اباحة النظر الى مواضع الزينة لهؤلاء المذكورين
سو جیسا کہ اللہ تعالی نے اس باب میں خاوند کو اور جو اوسکی ساتھ آیت میں مذکور ہیں سبکو برابر کر دیا ہے یعنی ان لوگوں کو موضع زینت پر نظر کرنی مباح ہے

كما هو للزوج والمراد من نسائهن المؤمنات قال ابن عباس رض ليس للمسلمة ان تتجرد بين نساء اهل الذمة ولا تبدي
جیسی خاوند کو جائز ہے اور مراد نسائہن سے مؤمنات ہیں ابن عباس رض کہتے ہیں مسلمہ کو جائز نہیں ہے کہ اہل ذمہ کی عورتوں میں کپڑے اوتارے اور کافر عورت کی

للكافرة الا ما تبدي للاجانب الا ان تكون امة لها ان تظهر زينتها الباطنة للاجانب فانها ان اظهرها لم لا يكون لها
سامنے وہ نہ ظاہر کرے جو اجنبی مرد کے لیے جائز ہے ہاں اگر لونڈی ہو تو اوسکو جائز ہے کہ اپنی باطنی زینت اجنبی مرد سے ظاہر کر دے لونڈی اگر باطنی زینت اجنبی مرد کو دکھاویگی تو حرام

حرمة كما روي عن ابي بكر الاعمش انه خرج الى بعض الرستاق وكانت النساء على شط النهر كاشفات الرءوس والذراع
نہیں ہے چنانچہ ابو بکر اعمش سے روایت ہے کہ وہ کسی شہر میں گیا وہاں عورتیں نہر کی کنارہ پر سر ننگی اور باہیں کھولی ہوئی تھیں

وهو جعل يخالطهن ولا يتحامى عن النظر اليهن فقيل له كيف فعلت هذا فقال لا حرمة لهن انما اشك في ايمانهن
اور یہ اون کی ساتھ مل رہا تھا اور اونکی دیکھنے سے پرہیز نہیں کرتا تھا کسی نے اوس سے کہا تو نے یہ کیا کیا جواب دیا انکی حرمت نہیں ہے مجھکو انکی ایمان میں شک ہے

كلهن حربيات وروي عن عمر انه هجم في المدينة على نائحة وضربها بالدرة حتى سقط خمارها فقيل له يا امير المؤمنين
یہ تمام حربی عورتیں ہیں اور عمر رض سے منقول ہے کہ مدینہ میں کسی نوحہ گر عورت کو جا پکڑا درّہ سے اسقدر مارا کہ اوڑھنی اوتر گئی کسی نے کہا یا امیر المؤمنین

قد سقط خمارها فقال لا حرمة لها في الشريعة فقوله لا حرمة لها في الشريعة قيل معناه انها لما اشتغلت بما لا يحل
اسکی اوڑھنی اوتر پڑی ہے جواب دیا اسکی شریعت میں کچھ حرمت نہیں ہے پس اس عبارت سے کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ جب اس عورت نے ایسا کام کیا جو

في الشريعة اسقطت حرمة نفسها والتحقت بالاماء فلا يلزم الاحتراز عن النظر اليها المجلس التاسع والتسعون والمائة
شریعت میں حلال نہیں ہے تو اسنے اپنی حرمت آپ کھو دی لونڈیوں میں مل گئی سو اسکی دیکھنے سے احتراز ضروری نہیں ہے ننانویں مجلس اسحدیث کی بیان میں

في بيان قوله عليه السلام استوصوا بالنساء قال رسول الله صلى الله عليه وسلم استوصوا بالنساء خيرا
اچھی وصیت کرو عورتوں کی حق میں آخر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی باب میں اچھی وصیت کیا کرو

فان المرأة خلقت من ضلع فان اعوج شيء في الضلع اعلاه فان ذهبت تقيمه كسرته وان تركته لم يزل اعوج
کیونکہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے بیشک پسلی میں ٹیڑھی جگہ اوپر کی ہے اگر تو اوسکو سیدھی کرتا ہے تو توڑ دیگا اور اگر اوسی حال پر رہنے دیگا تو ٹیڑھی رہیگی

هذا الحديث منه رواه ابو هريرة ومعنى الاستيصاء قبول الوصية فكانه عليه السلام قال اني اوصيكم بالنساء
یہ حدیث بعضہ سے کا ہے ابو ہریرہ کی روایت سے اور معنی استیصاء کی وصیت قبول کرنی سو گویا نبی علیہ السلام نے یہ فرمایا میں تمکو عورتوں کی باب میں

خيرا فاقبلوا وصيتي فيهن واعملوا بهن خيرا ولا تغضبوا عليهن اذا فعلن فعلا غير مرضي عندكم ما لم تكن فيه
اچھی وصیت کرتا ہوں اونکی حق میں میری وصیت قبول کرو اور اونکی ساتھ بھلائی کرو اور اگر تمہاری نامرضی کوئی کام کر بیٹھیں تو اونپر غصہ مت کرو جبتک اوس کام میں

اثم فانهن خلقن من شيء اعوج وهو الضلع مما ثبت في الاخبار ان اول النساء وهي حوا خلقت من ضلع آدم النبي
گناہ نہو کیونکہ عورتیں ٹیڑھی چیز سے پیدا ہوئی ہیں یعنی پسلی سے پسلی کہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ پہلی عورت یعنی حوا آدم نبی علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئی ہے

كما قال الله تعالى خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها فيكون في هذا الحديث اشارة الى المرأة خلقت خلقا
چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے بنایا تمکو ایک جان سے اور اوسی سے بنایا اوسکا جوڑا سو اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ عورت کی ایسی پیدایش ہے

فيه اعوجاج لا يستطيع احد ان يقيمها او يغيرها عما خلقت عليه فلا ينكر اعوجاجها لانها من ابتداء خلقتها
کہ جسمیں کجی ہی کیسیکی بہی طاقت نہیں کہ اوسکو سیدہا کردی یا اوسکی عادت بدلدی سو اوسکی کجی برا نہیں ہی کیونکہ ابتدا پیدایش
واصل فطرتها ركب فيها الاعوجاج فلا يمكن الانتفاع بها الا بمداراتها والصبر على اعوجاجها اذ لو شرعت ان تقيمها
اور اصل فطرت سی عورت کی ذات میں کجی داخل ہی سو عورت سی منفعت حاصل کرنی بدون مدارات کی اور اوسکی کجی پر صبر کرنیکی نہیں ہوسکتی اسلیئے اگر تو اوسکو راست
وتجعلها مستقيمة في افعالها واقوالها لا يمكنك الانتفاع بها بل يؤدي الى كسرها وهو طلاقها فلما علم من هذا
درست کیا چاہی اور تمام افعال اور اقوال میں سیدہی بنادی تو ممکن نہیں کہ تو اوس سی نفع لی سکی بلکہ آخر کو ٹوٹ جاویگی یعنی طلاق ہوگی پہر جب اس حدیث سی عورتون
الحديث حال النساء في ابتداء خلقتهن لزم للرجل حسن المعاملة معهن ورعاية حقوقهن والانفاق عليهن بالمعروف
کی ابتداء پیدایش کا حال معلوم ہوا تو مرد کو لازم ہی کہ انکی ساتہہ معاملہ نیک اور حقوق کی رعایت کیا کری اور انکا خرچ اچھی طرح دیا وی
اذ قال الفقهاء يجب على الرجل نفقة زوجته سواء دخل بها او لم يدخل بها وسواء مسلمة او ذمية او فقيرة او غنية
اسواسطی کہ فقہاء کہتی ہین کہ خاوند پر بی بی کا خرچ واجب ہی خواہ وطی کی ہو یا نہ کی ہو اور برابر ہی کہ وہ مسلمہ ہو یا ذمیہ ہو یا کنگال ہو یا تونگر
لان غناءها لا يبطل حقها في النفقة سواء كانت كبيرة او صغيرة قابلة للوطي وان لم تكن قابلة للوطي لا يجب عليه
اسلیئی کہ تونگری سی اوسکا حق نفقہ کا باطل نہین ہوتا خواہ بالغہ ہو یا نابالغہ قابل وطی کی ہو اور اگر قابل وطی کی نہو تو خرچ واجب نہین
نفقتها والنفقة الواجبة الطعام والكسوة والسكنى على ما روي عن هشام انه قال سالت محمدا عن النفقة فقال هي الطعام
ہی اور نفقہ واجب کہانا ہی اور کپڑا اور رہنی کا گہر موافق روایت ہشام کی کہ وہ کہتا ہی مین نی محمد سی مقدار نفقہ کی پوچہی جواب دیا کہانا
والكسوة والسكنى اما الطعام فالدقيق والماء والحطب والملح والدهن فان قالت المراة لا اطبخ ولا اخبز قال قاضيخان في
اور کپڑا اور رہنیکا گہر کہانی مین تو آٹا اور پانی اور ایندہن اور نمک اور روغن پہر اگر بی بی کہی کہ مین سالن روٹی نہین پکاتی تو قاضیخان اپنی
فتاواه لا تجبر على الطبخ والخبز بل على الرجل ان ياتيها بطعام مهيأ او ياتيها بمن يعملها على الطبخ والخبز هذا في القضاء و
فتاوی میں کہتی ہین سالن روٹی پکانی پر زبردستی نہیں ہی بلکہ خاوند کا ذمہ ہی کہ پکا پکایا کہانا حاضر کیا کری یا ایسا آدمی کہ وہ اوسکی لئی سالن روٹی پکا دیا کری
اما في الديانة فيجب عليها ان تفعل كل خدمة في داخل الدار من الطبخ والخبز وغسل الثياب وغيرها حتى لو لم تفعل شيئا
اور رہی دیانت سو عورت کو واجب ہی کہ گہر کی اندر کی تمام کاروبار سالن روٹی پکانا کپڑی دہونی وغیرہ سب کیا کری اگر کچہ بہی نہ کیا کریگی
منها تكون اثمة وان لم تجبر عليها وان كان لها خادم يجب على زوجها نفقة خادمها ان كان الخادم يطبخ ويخبز لان نفقته
تو گنہگار ہوگی اگرچہ اوسپر کچہ زور نہیں ہی اور اگر بی بی کی پاس کوئی خادم ہو تو خاوند پر اوس خادم کا خرچ بہی واجب ہی اگر وہ خادم سالن روٹی پکاتا ہو اسلئیکہ
في مقابلة خدمته واذا لم يطبخ ولم يخبز لا يجب عليه نفقته بخلاف المراة فان نفقتها ليست في مقابلة الخدمة بل في
اسکا خرچ بعوض خدمت کی ہی اور اگر سالن روٹی نہ پکاوی تو اوسکا خرچ نہین برخلاف عورت کی کیونکہ بی بی کا خرچ بعوض خدمت کی ملا نہیں ہی بلکہ
مقابلة الاحتباس فقد حبست نفسها لحق زوجها فكانت نفقتها على زوجها وينبغي ان يوسع عليها في النفقة اذا وسع الله
ایک رہنی کی بدلہ ہی سو وہ اپنی تئین خاوند کو دی چکی اب اوسکا خرچ خاوند کی ذمہ ہی اور لایق ہی کہ جب اللہ تعالی خاوند کو وسعت دی تو عورت کا خرچ
تعالى عليه ويعتدل فيها بلا تقتير ولا اسراف اذ قال الله تعالى كلوا واشربوا ولا تسرفوا واهم ما يجب عليه ان يطعمها من
بہی بہاری اور بدن کی زیادتی کی اعتدال پر رکہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہاؤ اور پیو اور مت حد سی بڑہو اور ضرور تر خاوند پر بہی یہ ہی کہ اوسکو
الحلال ولا يدخل مداخل السوء لاجل نفقتها فان ذلك خيانة عليها لا رعاية لحقها وينبغي له ان يامرها بالتصدق با
حلال کہانا کہلاوی اور اوسکی خرچ کی لئی برا طریقہ یعنی چوری چکاری نہ اختیار کری کیونکہ یہ اوسکا حق تلفی ہی اوسکی حق کی رعایت نہیں ہی اور خاوند کو چاہیئی کہ اجازت دی
بقايا الطعام وما يفسد لو ترك واما الكسوة فقد قدرها محمد بدرعين وخمارين وملحفة في كل سنة والمراد بالدرع
بچتا کہانا اور ایسی چیز جو رکہی رہی بگڑ جاوی خیرات کر دیا کری اور کپڑی کا اندازہ امام محمد نی یہ کیا ہی کہ دو کرتی اور دو اوڑہنی اور ایک چادر ہر سال اور مراد کرتی

والخمار صيفيا وشتويا فالصيفي ما يكون رقيقا يصلح في زمان الحر والشتوي ما يكون ثخينا يصلح لدفع البرد ولم يذكر
اور دوپٹہ بھی گرمی جاڑے کی ہیں گرمی کا باریک ہو جو گرمیوں میں کام آوے اور جاڑے کا وہ جو گاڑھا ہو جسمیں سردی دور ہو اور موزی

الخف والكعب لان ذلك انما يحتاج اليه للخروج وليس على الزوج تهيئة اسباب الخروج ولم يذكر السراويل ولا بد منه في الشتاء
اور جوتی کا ذکر نہیں کیا اسلئے کہ حاجت باہر جانیکی ہی ہوتی ہے اور خاوند کی ذمہ نہیں ہے کہ باہر پہرنیکا سامان تیار کیا کرے اور ازار کبھی ذکر نہیں کیا اور ازار جاڑے میں

حتى قال قاضيخان في فتاواه هذا في عرفهم وأما في ديارنا فيجب السراويل وثياب اخر كالجبة والفراش الذي تنام عليه
ضرور چاہیے یہاں تک کہ قاضی خان نے اپنی فتاوی میں کہا ہے کہ یہہ انکا عرف ہے اور ہمارا ملک سو ازار بھی واجب ہے اور اور کپڑے جیسے جبہ اور بچھونا جسپہ سووے

واللحاف وما يدفع الحر والبرد ويجب لخادمها قميص وازار وكساء وخف لانها تحتاج الى الخروج للمصالح الخارجة من الرسالة
اور لحاف اور اور جس سے گرمی جاڑا دفع ہو اور خادم کی واسطے قمیص ہو ازار اور چادر اور جوتی واجب ہے کیونکہ خادم کو باہر کی کاروبار کی واسطے باہر جانے کی حاجت ہے

الى الابوين ونحو ذلك ولا يجب لها الخمار لان شعرها ليس بعورة وأما السكنى فحقها في الدار بيت على حدة تامن على متاعها
جیسے اپنے ماں باپ کے پاس بھیجی اور مانند اسکی اور اسکی لیے اوڑھنی واجب نہیں ہے کیونکہ اوسکی سر کے بال عورت نہیں ہیں اور رہنے کا گہر سو اوسکا حق احاطہ کی اندر الگ ہے اپنی اسباب

ولا تستحيي عن غيرها في معاشرة زوجها فان كان للزوج احماء من والدة او اخت او ولد من غيرها فقالت اجعلني في بيت على حدة
سے بے فکر ہے اور خاوند کی ساتھ رہنے میں غیر سے حیا نہ آوے پھر اگر خاوند کی اقربا ماں بہائی ہوں یا بہن ہو یا اور بی بی کی اولاد ہو اور بی بی کہے مجھکو اور گہر تجویز کردے

كان لها ذلك لانها لا تامن على متاعها وتستحيي عن المعاشرة مع زوجها ان كان البيت في الدار واحدا وان كان متعددا
تو بی بی کا حق ہے اسلئے کہ چیز بست کا ڈر رہتا ہے اور خاوند کی ساتھ رہنے میں حیا آتی ہے اگر وہ کوٹھا احاطہ میں ایک ہی ہووے اور اگر کئی کوٹھے ہوں

فاعطاها بيتا يغلق ويفتح لم يكن لها ان تطلب بيتا آخر ان لم يكن في الدار من احماء الزوج من يؤذيها الا ان يكون
اور اسکو ایسا کوٹھا حوالہ کیا جسمیں کھولنے بند کرنیکا بلا شرکت اختیار ہو تو اب اسکا حق نہیں کہ اور گہر مانگے اگر اوس احاطہ میں خاوند کی بہائی بند ستانیوالے نہوں مگر اوس صورت میں

الزوج يضربها ويؤذيها فشكت الى القاضي وسئلت ان يسكنها بين قوم صالحين يعرفون احسانه واساءته فالقاضي
کہ خاوند اوسکو مارتا اور ستاتا ہو اور وہ قاضی کی پاس فریاد کرکے یہہ کہے کہ مجھکو بھی صالح قوم میں مکان دے کہ اسکی بہلائی برائی دیکھتے رہیں پھر قاضی کو

ان علم ان الامر كما قالت يزجره عن ذلك ويمنعه عن التعدي وان لم يعلم ان الامر كما قالت ينظر الى جيران الدار فان كانوا
اگر یقین ہو کہ عورت سچی ہے تو خاوند کو دھمکا دے اور تعدی سے منع کردے اور اگر یقین نہو کہ عورت سچی ہے تو اوسکی گہر کی ہمسایوں کو دیکھے اگر وہ

قوما صالحين يسألهم عن هذا الامر كما قالت فان قالوا ان الامر كما قالت يزجره عن ذلك ويمنعه عن التعدي وان قالوا
قوم صلحا ہوں تو اون سے یہہ حال جو عورت بیان کرتی ہے دریافت کرے پھر اگر وہ گواہی دیں کہ عورت سچی ہے تو خاوند کو دھمکا دے اور تعدی سے منع کردے اور اگر وہ

ليس الامر كما قالت يتركها في تلك الدار وان لم يكونوا قوما صالحين او كانوا يميلون اليه يامره ان يسكنها بين قوم
ہمسایہ کہیں کہ عورت سچی نہیں ہے تو اوسی گہر میں رہنے دے اور اگر وہ ہمسایہ صلحا نہیں ہیں یا خاوند کی طرفدار ہوں تو اوسکو حکم دے کہ اس عورت کو صلحا میں

صالحين يخبرونه باحسانه واساءته اذ لا يجوز للرجال ان يتعدى في حق النساء لما روي انه عليه السلام قال الله
مکان بنا دے کہ وہ بھلائی برائی کی خبر کیا کریں اسلئے کہ مرد کو جائز نہیں ہے کہ عورتوں کی حق میں تعدی کرے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا عورتوں کی باب میں

الله في النساء فانهن عوان عندكم اخذتموهن بعهد الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله فانه عليه السلام حذر
اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو بیشک عورتیں تمہاری مددگار ہیں تمنے اونکو اللہ کی عہد سے لیا ہے اور اللہ کی کلمہ سے اونکی فروج حلال کیں ہیں بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں

امته في هذا الحديث عن سوء العشرة مع نسائهم لان قوله عليه السلام الله الله في النساء بمنزلة ان يقال اتقوا الله في
اپنی امت کو عورتوں کی ساتھ بدسلوکی سے ڈرایا ہے اسلئے کہ قول علیہ السلام اللہ اللہ فی النساء بمنزلہ اس قول کے ہے عورتوں کی باب میں اللہ سے ڈرو

امر النساء فلا تؤذوهن بالباطل لكونهن في ايديكم كالاسارى بل عاشروهن بالمعروف كما قال الله تعالى وعاشروهن
سو انکو ناحق نہ ستاؤ کیونکہ وے تمہاری قابو میں قیدیوں کی مثال ہیں بلکہ اونکی ساتھ خوبی سے گذران کرو چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے اور گذران کرو عورتوں

بالمعروف فانکم اخذتموهن بعهد الله الذی عهد الیکم من الرفق بهن والشفقة علیهن واستحللتم فروجهن

معقول کیونکہ تمنی اونکو اللہ کی عہد پہ لیا ہی جو کہ اللہ تعالی نی اونکی ساتھ نرمی کا اور اون پر شفقت کا تمسی عہد کیا ہی اور تمنی اونکی فرج کو اللہ کی

بامر الله تعالی وحکمه فان نقضتم عهده الذی عهد الیکم فی حقهن وخنتم فی امانته ینتقم منکم لهن

حکم سی حلال کیا ہی پہر اگر تمنی اسکا عہد توڑا جو تمہاری ساتھ اونکی حق میں کیا ہی اور اسکی امانت میں خیانت کی تو اللہ تمسی اونکا بدلہ لیگا

وذلک لانهن اماء الله تعالی فمن تزوجهن بامر الله تعالی وحکمه تکن عنده امانة وودیعة من الله تعالی

اور یہہ اسلئی کہ عورتین اللہ کی لونڈیان ہین پہر جسنی اونکو اللہ تعالی کی حکم سی اپنا جوڑا بنایا تو وہ اوسکی پاس اللہ تعالی کی امانت اور سپردگی ہین

فاذا اذاهن بالباطل ولم یعاشرهن بالمعروف یصیر کانه نقض عهده تعالی وخان فی امانته فینتقم منه لهن

پہر جسنی اونکو ناحق ستایا اور خوبی سی گذران نکی تو گویا اوسنی اللہ کا عہد توڑ دیا اور اوسکی امانت مین خیانت کی سو اللہ اوس سی اونکا بدلہ لیگا

فعلی هذا یلزم للرجل حسن الخلق معهن واحتمال الاذی منهن وعدم الالتفات الی بعض ما لیهن ما لم یکن اثما

اس بیان کی موافق مرد کو لازم ہی کہ اونکی ساتھ نیک چلن برتی اور اونکی ایذا کی برداشت کری اور بعضی عیبوں پر ترحم کی راہ سی جبتک گناہ نہوں توجہ نکری

ترحما علیهن لقصور عقولهن وقد کان بعض العلماء یقول الاحتمال علی اذی واحد من المرأة فهو فی الحقیقة احتمال

کیونکہ کم عقل ہوتی ہین اور بعضی علماء کا قول ہی کہ عورت کی ایک ایذا پر برداشت کرنی حقیقت مین بہت سی ایذاؤں کی برداشت ہی

علی اذیة کثیرة اذ فی ذلک الاحتمال الواحد نجاة الولد من اللطمة والقدر من الکسر والثوب من الخرق بل ینبغی له ان

کیونکہ ایک برداشت کرنی مین فرزند کی نجات طمانچہ کہانی سی اور ہانڈی کی نجات ٹوٹنی سی اور کپڑی کی نجات پہٹنی سی ہی بلکہ خاوند کو لازم ہی

یزید علی احتمال الاذی الملاعبة معهن فیلاعبهن بلا اثم فیه فان ملاعبة الرجل مع نسائه لیست من اللهو

کہ ایذا کی برداشت پر اونکی ساتھ ملاعبت زیادہ کری سو اونکی ساتھ وہ کہیل کیا کری جسمین گناہ نہو بیشک ملاعبت خاوند کی بی بی کی ساتھ لہو باطل مین داخل

الباطل الذی نهی عنه فی الدین بل هی من اللهو الجائز الذی رخص فیه فی الدین فانه علیه السلام کان یمزح مع

نہیں ہی جسکی دین مین ممانعت ہی بلکہ یہہ ہو جائز ہی جسکی دین مین اجازت ہی بیشک نبی علیه السلام ازواج کی ساتھ خوش طبعی کیا کرتی تہی

نسائه وینزل الی درجة عقولهن حتی روی انه علیه السلام کان یسابق مع عائشة فی العدو وجاء فی الخبر انه ع

اور اونکی ہی موافق پہنچاتی تہی یہان تک روایت ہی کہ نبی علیه السلام حضرت عائشہ کی ساتھ شرط کر کر دوڑتی اور حدیث مین آیا ہی کہ نبی علیه السلام

کان من افکه الناس مع نسائه ای من اطیبهم وامزحهم معهن وروی انه علیه السلام قال خیرکم خیرکم لاهله

ازواج کی ساتھ سب سی زیادہ ظرافت کرتی یعنی اونکی ساتھ بہت خوش خلقی اور بہت مزاح فرماتی اور روایت ہی کہ نبی علیه السلام نی فرمایا تم مین اچہا وہی ہی جو اپنی بی بی کی

وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا والطفهم باهله لکن لا ینبغی ان ینبسط

اچہا ہو اور ایک اور حدیث مین ہی کہ نبی علیه السلام نی فرمایا سب مؤمنون مین کامل ایمان والا وہی ہی جو اپنی اہل کی ساتھ نیک خلق اور لطف برتی لیکن ایسا نچاہئی

معهن فی حسن الخلق والملاعبة الی حد یفسد خلقهن ویسقط بالکلیة هیبته عندهن بل یراعی الاعتدال فی

کہ اونکی ساتھ اس درجہ کا حسن خلق اور ملاعبت برتی کہ اونکی عادت بگڑ جاوی اور اوسکی سر اسر ہیبت جاتی رہی بلکہ اس باب مین اعتدال کا لحاظ رکہی

ذلک فلا یدع الهیبة والانقباض مهما رای منهن منکرا ولا یفتح باب المساعدة البتة بل مهما رای منهن ما یخالف الشرع

سو ہیبت اور دباؤ موقوف نکری اگر اون سی کچہہ بری بات دیکہی تو مدد اونکا بالکل نکہولی بلکہ اونسی جبکوئی امر خلاف شرع دیکہی

یغتضب لان الله تعالی جعله قواما علیهن حیث قال الرجال قوامون علی النساء فیلزمه ان یقوم علیهن بالامر والنهی

تو غصہ کری کیونکہ اللہ تعالی نی مرد کو عورتون پر حاکم بنایا ہی چنانچہ فرمایا ہی مرد حاکم ہین عورتون پر سو خاوند کو لازم ہی کہ اونپر حکومت کی ساتھ قایم رہی

ولا یتغافل عن مبادی الامور التی یخشی غوائلها بل ینبغی له ان یکون صاحب غیرة لکن لا یبالغ فی التعنت واساءة

اور ایسی کام کی مبادی کا غفلت نکری جسکی بد انجامی کا خوف ہو بلکہ یون چاہئی کہ غیرت کی ساتھ رہی لیکن غایت درجہ کی عیب جوئی اور بد گمانی

الظن وتجسس البواطن اذ روي انه عليه السلام نهى ان تتبع عورات النساء وفي لفظ ان يتعنت النساء فان غيرة
اور باطن کی تلاش نہ کری اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام سی کہ عورتوں کی چھپی باتیں تلاش کیجیاوین اور ایک روایت مین ہی کہ عورتون کی عیب جوئی نکرین
الرجل على اهله من غير ريبة يبغضها الله تعالى كما جاء في الحديث انه عليه السلام قال غيرة يبغضها الله تعالى
کیونکہ مرد کی غیرت بی بی پر بدون وقوع شبہ کی اللہ تعالی کو ناپسند ہی چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ایک غیرت ہی کہ اللہ تعالی کو ناپسند ہی
وهي غيرة الرجل على اهله من غير ريبة لان ذلك من سوء الظن الذي وقع النهي عنه فان بعض الظن اثم واما الغيرة
یعنی مرد کی غیرت بی بی پر بدون شبہ کی کیونکہ یہہ صرف بدگمانی ہی جسکی ممانعت واقع ہوئی ہی بیشک بعضی گمان گناہ ہین اور جو ہی وہ غیرت
في محلها فلا بد منها وهي محمودة لما روي انه عليه السلام قال ان الله يغار وان المؤمن يغار وغيرة الله ان ياتي
جو ٹھیک مقام ہو وہ تو ضرور چاہیئی اور محمود ہی اسلئی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا بیشک اللہ غیرت کرتا ہی اور مومن غیرت کرتا ہی اور اللہ کو غیرت اسپر آتی ہی
المؤمن ما حرمه الله عليه وفي حديث اخر انه عليه السلام قال اني لغيور وما امرء لا يغار الا منكوس القلب والطريق
کہ مومن حرام کام عمل مین لاوی اور ایک اور حدیث مین ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا مین بڑا غیرت والا ہون اور کوئی شخص ہی کہ غیرت نکری مگر اوندہی دل اور وہ طریق
المغني عن الغيرة ان لا يدخل عليهن رجل ولا يخرجن الى الطرقات يعد من عدم الغيرة فيلزم للرجل ان يمنع زوجته
کہ بیغیرتی سی بچاوی یہہ ہی کہ کوئی مرد ان کی پاس نہ آنی پاوی اور عورتین باہر رستہ پر نجانیا کرین کیونکہ عورتون کا رستہ پر جانا بیہ بیغیرتی ہی مرد کو لازم ہی کہ
عن الخروج من البيت ولا ياذن لها بالخروج الا في مواضع مخصوصة وهي ما قال صاحب الخلاصة نقلا عن مجموع النوازل
بی بی کو گہر مین سی نہ نکلنی دی اور سوا کسی خاص جگہ کی نکلنی کی اجازت ندی وہ جگہہ ہین جو خلاصہ والی نی مجموع النوازل مین سی نقل کی ہین
يجوز للزوج ان ياذن لها بالخروج الى سبعة مواضع زيارة الابوين وعيادتهما وتعزيتهما او احدهما وزيارة المحارم
خاوند کو جایز ہی کہ بی بی کو سات جگہ جانی کی اجازت دی ماں باپ کی ملاقات کو بیمار پرسی کو اور دونو کی یا ایک کی تعزیت کو اور محرمون کی ملاقات کو
ويعد بيان هذه السبعة قال فان كانت قابلة او غسالة او كان لها حق على اخر او لاخر عليها حق تخرج بالاذن وبغير الاذن
اور یہہ سات جگہ بیان کر کرکہا پہر اگر وہ عورت دائی ہو یا مردہ شو یا اوسکا حق کسی پر ہے یا کسیکا حق اسپر آتا ہو تو با اجازت اور بلا اجازت چلی جایا کرے
وفيما عدا ذلك من زيارة الاجانب وعيادتهم والوليمة لا ياذن لها ولو اذن وخرجت كانا عاصيين والاذن قد
اور ایسی موقع کی سوا جیسی غیرون کی ملاقات اور بیمار پرسی کو اور ولیمہ میں اجازت ندیوی اور اگر خاوند نی اجازت دیکا اور وہ چلی گئی تو دونو گنہگار ہونگی اور اجازت بعضی
يكون بالسكوت وهو كالقول لان النهي عن المنكر فرض وان ارادت ان تخرج الى مجلس العلم بغير رضى الزوج ليس لها
وقت خاموشی سی بہی ہو جاتی ہی اور یہہ خاموشی مانند بولنی کی ہوتی ہی اسلئی کہ ممانعت بری بات سی فرض ہی اور اگر عورت چاہی کہ علم کی مجلس مین بدون مرضی خاوند کی جاوی
ذلك الا ان يقع لها نازلة وامتنع الزوج من السوال لها فحينئذ يسعها الخروج من غير رضى الزوج لان طلب العلم فيما
تو اوسکو اختیار نہین ہی ہان اوس صورت مین کہ کوئی واقعہ پیش آوی اور خاوند پوچہ کر نہ بتاوی بس اب بی بی کو بلا رضی خاوند کی جانی کی گنجایش ہی اسلئی کہ علم کی تلاش حاجت
يحتاج اليه فرض على كل مسلم ومسلمة فيقدم على حق الزوج وان سئل الزوج من العالم واخبرها بذلك لا يسعها الخروج وان
کی وقت ہر مسلم مرد اور مسلمہ عورت پر فرض ہی سو فرض خاوند کی حق پر مقدم ہی اور اگر خاوند نی عالم سی پوچہ کر بتا دیا تو پہر باہر جانی کی گنجایش نہین رہی اور اگر
لم يقع لها نازلة لكن ارادت ان تخرج الى مجلس العلم لتتعلم مسئلة من مسائل الوضوء والصلوة ان كان الزوج يحفظ المسائل
اوسکو کوئی واقعہ تو پیش نہین آیا پر دل چاہتا ہی کہ مجلس علم مین جاوی تاکہ مسائل وضو اور نماز کی سیکہی بی اب اگر خاوند کو مسایل یاد ہین
ويذكرها عندها فله ان يمنعها وان كان لا يحفظ فالاولى ان ياذن لها احيانا وان لم ياذن لا شيء عليه ولا يسعها
اور اوسکو بتاتا رہتا ہی تو اوسکو منع کرنیکا اختیار ہی اور اگر خاوند کو مسایل نہین آتی تو اولی یہ ہی کہ کبہی کبہی اجازت دیا کری اور اگر اجازت ندی تو اوسپر کچہہ الزام نہین ہی اور نہ وہ
الخروج ما لم يقع لها نازلة وان خرجت من بيت زوجها بغير اذنه يلعنها كل ملك في السماء وكل شيء تمر عليه الا الانس والجن
جاسکتی ہی جبتک کوئی واقعہ پیش نہ آوی اور اگر بی بی خاوند کی گہر مین سی بی اجازت چلی جاوی تو اوسپر تمام فرشتہ آسمان کی اور تمام شی جو رستہ مین آتی ہین لعنت کرتی

والحاصل ان خروجها من بيت زوجها بغير اذنه حرام عليها واذا خرجت باذنه تخرج متغطية بهيئة رثة وتطلب
خلاصہ یہ ہے کہ عورت کا خاوند کے گھر میں سے بے اجازت باہر نکلنا اوسپر حرام ہے اور اگر اجازت سے نکلی تو پرانے کپڑے سے ہیئت بنا کر نکلے اور ڈھونڈھے
المواضع الخالية دون الشوارع والاسواق ولا تخرج عطرة متزينة ولا تتحدث مع رجل في الطريق لما روي ان عمر رأى
رستہ سے جاوے سڑک یعنی بازاروں میں کو نہ جاوے اور خوشبو لگا کر بن ٹھن کر نہ جاوے اور رستہ میں کسی مرد سے نہ بولے کیونکہ روایت ہے کہ عمر رض نے ایک
امراة مع رجل يتحدثان في الطريق فضربها بالدرة فقال الرجل هي امرأتي يا امير المؤمنين فقال له عمر لو كانت امرأتك
عورت کو مرد سے رستہ میں بات کرتی دیکھا تو درے سے کوڑے مارے اوس مرد نے کہا یا امیر المومنین یہ عورت میری بی بی ہے عمر رض نے جواب دیا اگر تیری بی بی تھی تو
فلم لم تدخلها في بيتك حتى لا يتهمك احد في الطريق ولا تخرج الى الحمام وان اذن لها زوجها لما روي عن عائشة انه عليه
گھر میں کیوں نہ بٹھائی تاکہ رستہ میں کوئی تجھ پر تہمت نہ لیتا اور عورت حمام میں نہ جاوی اگرچہ خاوند اجازت دیوی اسلئے کہ عائشہ رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ
السلام قال الحمام حرام على نساء امتي فان اقتضت الضرورة الى دخولها في الحمام لعذر مرض او النفاس يشترط ان تدخل
السلام نے فرمایا میری امت کی عورتوں پر حمام حرام ہے پھر اگر حمام میں جانیکی کوئی ضرورت آ لگی کسی مرض یا نفاس کی عذر سے تو یہ شرط ہے کہ ننگی
بمئزر ولا يكون فيه احد من النساء مكشوف العورة ولا تخرج بزينة فاذا لم يوجد واحد من هذه الشروط لا يحل لها
نہ جاوی اور وہاں کوئی عورت ننگی نہو اور سنگار کر کر نہ نکلی پھر اگر ایک بھی شرط فوت ہوویگی تو حمام میں جانا
الخروج الى الحمام وكذا لا يحل لها الخروج الى المقابر لما ذكر في نصاب الاحتساب ان القاضي سئل عن جواز خروج المراة الى
حلال نہیں ہے اور ایسے ہی عورت کو گورستان میں جانا حلال نہیں ہے اسلئے کہ نصاب الاحتساب میں مذکور ہے کہ کسینے قاضی سے پوچھا کہ عورت کو گورستان میں جانا
المقابر فقال لا تسئل عن الجواز في مثل هذا وانما تسئل عن مقدار ما يلحقها من اللعن فانها لما نوت الخروج كانت في
جایز ہے یا نہیں جو اسنے کہا ایسے مقام پر جواز کو کیا پوچھتا ہے یہ پوچھ کہ اوسپر کتنی لعنت برستی ہے کیونکہ وہ عورت جب سے جانیکا ارادہ کرتی ہے تو اللہ تعالی
لعنة الله تعالى وملئكته واذا خرجت تحفها الشياطين من كل جانب واذا اتت القبر يلعنها روح الميت واذا رجعت
اور اوسکے فرشتوں کی لعنت میں رہتی ہے اور جب نکلتی ہے تو ہر طرف سے شیاطین گھیر لیتے ہیں اور جب قبر پر آتی ہے تو مردہ کی روح لعنت کرتی ہے اور جب پھرتی ہے
يكون في لعنة الله تعالى وملئكته حتى تعود الى منزلها وفي الخبر ايما امراة خرجت الى مقبرة يلعنها ملئكة السموت
تو اللہ تعالی اور اوسکے فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے جبتک اپنے گھر پہنچی اور ایک حدیث میں ہے جو عورت گورستان میں جاوے اوسپر ساتوں آسمان
السبع والارضين السبع وتمشي في لعنة الله تعالى وايما امراة دعت للميت بخير ولم تخرج من بيتها يعطيها الله تعالى
اور ساتوں زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں اور اللہ کی لعنت میں جاتی ہے اور جو عورت گھر میں بیٹھی ہوئی مردے کیلئے دعاء خیر کرتی ہے تو اوسکو اللہ تعالی
ثواب حجة وعمرة وعن سلمان وابي هريرة انه عليه السلام ذات يوم خرج من المسجد فوقف على باب داره فاتت فاطمة
حج اور عمرہ کا ثواب دیتا ہے اور سلمان اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام ایک روز مسجد میں سے نکل کر اپنے گھر کی دروازہ پر ٹھہر گئے وہیں فاطمہ آگئیں
فقال لها من اين جئت قالت خرجت الى منزلة فلانة التي ماتت فقال هل ذهبت قبرها قالت معاذ الله ان افعل
آپ نے پوچھا تو کہاں سے آئی عرض کیا میں فلانی عورت کی گھر گئی تھی وہ جو مر گئی ہے پھر آپنے پوچھا کیا اوسکی قبر پر گئی تھی عرض کیا خدا کی پناہ میں ایسا کرتی
شيئا بعد ما سمعت منك فقال لو زرت قبرها لم تريحي رائحة الجنة وروي انه عليه السلام لما قدم المدينة
بعد اسکی کہ آپ سے سن چکی ہوں جو سنا پھر فرمایا اگر تو اوسکی قبر پر جاتی تو جنت کی بو نہ سونگھ سکتی اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام جب مدینہ میں تشریف لائی
خرج الى جنازة فراى النساء يتبعن فقال لهن اتحملين مع من يحمل فقلن لا فقال عليه السلام اتصلين مع من يصلي
تو ایک جنازہ کی ساتھ چلے دیکھا کہ عورتیں پیچھے چلی آتی ہیں آپنے فرمایا کیا تم سب کی ساتھ جنازہ اوٹھاؤگی عرض کیا نہیں پھر آپنے فرمایا کیا سب کی ساتھ نماز
فقلن لا فقال انصرفن مازورات غير ماجورات فدل ذلك على ان المراة لا يباح لها تشييع الجنازة ولا الخروج الى المقبرة
پڑھوگی عرض کیا نہیں پھر آپنے فرمایا کہ جاؤ گنہگار ہوکے ثواب نہیں ملیگا اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو جنازہ کی ساتھ جانا مباح نہیں ہے اور نہ قبرستان میں جانا

بل لا ينبغي لها ان تكون قاعدة في قعر بيتها ملازمة لمغزلها من غير ان تخرج الى زوجها الى ان ترف الى قبرها ولا تخرج من
بلکہ عورت کو یہ لازم ہے کہ گھر کے اندر بیٹھی رہے چرخا کاتا کرے سوا اسکے خاوند کے پاس نکلے یہی جبتک کہ گور میں جاویگی اور گھر سے باہر
بيتها بغير اذن زوجها قال ابن الهمام وحيث ابيح لها الخروج فانما يباح بشرط عدم الزينة وتغيير الهيئة الى ما لا يكون
بدون اجازت خاوند کے نہ نکلے ابن الہمام نے کہا ہے عورت کو جہاں جانا مباح ہے تو اس شرط سے کہ سنگار نہ کرے اور ایسی ہیئت بنا لے کہ اوسپر مردوں کو
داعيا الى نظر الرجال واستمالتهم انه قال الله تعالى ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى والتبرج على ما ذكر في الصحاح اظهار
نظر کی رغبت اور میلان نہ ہوئے اسلئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اور دکھلاتی نہ پھرو جیسے دکھلانا دستور تھا پہلی وقت نادانی کی اور تبرج کی معنی مطابق بیان صحاح
المرأة زينتها ومحاسنها للرجال وكان ذلك عادة نساء اهل الجاهلية الاولى وهي على ما قيل ما بين آدم ونوح عليهما السلام فنهى
دکھلانا عورت کا اپنا سنگھار اور خوبی مردوں کو اور جاہلیت اولی میں عورتوں کی یہ عادت تھی اور جاہلیت اولی موافق ایک قول کی آدم علیہ السلام سے تا نوح علیہ
الله المؤمنات عن التشبه بهن وامرهن بالقرار في بيوتهن فان المرأة كلما كانت مخفية من الرجال يكون دينها اسلم لما
السلام تک ہے سو اللہ تعالی نے مؤمنہ عورتوں کو اونکی مشابہت سے منع کیا اور انکو حکم دیا کہ اپنے گھروں میں بیٹھی رہیں بیشک عورت جبتک مردوں سے پوشیدہ رہیگی اوسکا دین
روي انه عليه السلام قال لابنته فاطمة اي شيء خير للمرأة قالت ان لا ترى رجلا ولا يراها رجل واستحسن قولها
سلامت رہیگا اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی بیٹی فاطمہ سے پوچھا عورت کے حق میں کیا بہتر ہے عرض کیا نہ وہ مرد کو دیکھے اور نہ مرد اوسکو دیکھے سو آپ نے اونکا قول
وضمها اليه وقال ذرية بعضها من بعض وكان اصحاب النبي عليه السلام يسدون الثقب والكوى في الحيطان لئلا
پسند کر کر سینہ سے لگا لیا اور فرمایا اولاد ایک کی ایک سے ہے اور نبی علیہ السلام کی اصحاب دیواروں کی سوراخ اور روشندان بند کر دیا کرتی تھی تاکہ
تطلع النساء على الرجال ورأى معاذ امرأته تطلع في كوة فضربها فينبغي للرجال ان يفعل كذلك ويمنع امرأته عن مثل ذلك
عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں اور معاذ نے اپنی بی بی کو روشندان سے جھانکتی ہوئی دیکھ لیا تو اسکو خوب مارا سو مردوں کو بھی لازم ہے کہ ایسا ہی کیا کریں اپنی بی بی کو
ثم انه ان كان في قلبها بدعة يزيلها ويلقنها اعتقاد اهل السنة والجماعة ويعلمها من احكام الصلوة والحيض والنفاس
منع کریں پھر اگر عورت کی دل میں کوئی بدعت ہو تو اوسکو دفع کریں اور اوسکو عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کا تلقین کریں اور مسائل نماز کی اور حیض اور نفاس کی
ما تحتاج اليه وان تساهلت في امر الدين او كانت تاركة الصلوة يؤدبها لكن يتدرج في تاديبها فيقدم اولا الوعظ والتخويف
اور جو حاجت پڑتی ہو سب سکھلا دیوی اور اگر دین کی باب میں سستی کرتی ہو یا بے نماز ہو تو ادب دیوی لیکن اوسکی ادب دینے میں آہستگی برتے پہلی تو زبانی پند دے اور خدا
بالله تعالى وان لم يجع يولي لها ظهره في المضجع او ينفرد عنها بالفراش ويهجرها ثلث ليال وان لم يجع يضربها ضربا
ڈراوے اگر باز نہ آوی تو سوتی میں غصہ سے اوسکی طرف پشت کر لے یا اوس سے جدا سوئے اور تین رات تک لوگوں سے الگ رہے پھر بھی نہ باز آوے تو اتنا مارے
غير مبرح بحيث يولمها ولا يكسر عظمها ولا يدمي جسمها ولا يضرب وجهها لورود النهي عنه فان لم يجع يطلقها كما
کہ ہڈی نہ ٹوٹے ایسا کہ دکھ تو ہو اور ہڈی نہ ٹوٹے اور اوسکا بدن بھی لہو لہان نہ ہو جاوے اور موہنہ پر نہ مارے اسکی ممانعت آئی ہے اب بھی نہ مانے تو طلاق دیدے جیسا کہ
قال قاضيخان في فتاواه رجل له امرأة لا تصلي يطلقها وان لم يكن له مال يدفع مهرها وقال البزازي لان يلقى الله تعالى
قاضیخان نے اپنی فتاوی میں کہا ہے ایک شخص کی بی بی بے نماز ہو اوسکو طلاق دیدے اگرچہ خاوند کے پاس اتنا مال نہو کہ مہر پورا کرے اور بزازی کہتا ہے اگر وہ مہر
ومهرها في عنقه اولى من ان يطأ امرأة لا تصلي وقد مدح الله تعالى اسماعيل النبي عليه السلام بقوله وكان يأمر
گردن پر لیکر اللہ کی سامنے جاوی تو اس سے بہتر ہے کہ عورت بے نمازی سے وطی کرے اور بیشک اللہ تعالی نے اسمعیل نبی علیہ السلام کی اس آیت میں مدح کی ہے اور حکم کرتا تھا
اهله بالصلوة والزكوة وقالوا حمل اهل بيته على الصلوة سبب لافتتاح باب الرزق وقال صاحب الخلاصة للزوج ان
اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا اور کہتے ہیں کہ اہل بیت کو نماز پر مستعد کرنے سے دروازہ روزی کا کھلتا ہے اور خلاصہ والا کہتا ہے خاوند کو اختیار ہے کہ
يضرب المرأة على اربع احدها الخروج عن منزله بغير اذنه بعد ايفائها مهرها والثانية ترك الزينة اذا اراد الزوج التزينة
بی بی کو چار بات پر مارے ایک تو اوسکی بے اجازت گھر سے نکلنے پر جب کہ اپنا مہر لے چکی ہو اور دوسری سنگار نہ کرنے پر اگر خاوند کا دل سنگار کو چاہے

والثالثة ترك الاجابة اذا اراد الزوج الجماع وهي طاهرة والرابعة ترك الصلوة وبمنزلة ترك الصلوة ترك الغسل
اور تیسرا کہا نہ ماننی ہے جسوقت خاوند جماع کی رغبت کرے اور وہ عورت پاک ہو اور چوتھا نماز نہ پڑھنا ہے اور جنابت اور حیض سے غسل نہ کرنا بھی قایم
عن الجنابة والحيض ثم انه ان اراد ان يتزوج اخرى وعلم انه يعدل بينهما يجوز له ذلك لكن ان لم يفعل فهو اجود
مقام ترک صلوۃ کے ہے پھر اگر خاوند دوسرا نکاح کیا چاہے اور یقین کرتا ہو کہ دونوں میں عدالت کریگا تو جایز ہے لیکن اگر نکاح نہ کریگا تو خوب بہتر ہوگا
لترك ادخال الغم عليها لا سيما عند كونها امراة صالحة فان صلاحها نعمة عظيمة لا يمكن فيها شكر وان خاف ان لا يعدل
کیونکہ بی بی کو غم سے بچایا خاص اس صورت میں کہ بی بی صالحہ ہو کیونکہ اوسکا تقوی بڑی نعمت ہے اسکا شکر ادا نہیں ہوسکتا اور اگر یہ خوف ہو کہ عدالت
بينهما لا يجوز ان يفعل ذلك لان الله تعالى وان جوز له ذلك صريحا بقوله فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلث
نہ کرسکونگا تو جایز نہیں کہ دوسرا نکاح کرے اسلئے کہ الله تعالی نے اگرچہ اوسکو حلال تو کیا ہے اس آیت میں سو نکاح کرو جو تمکو خوش آویں عورتیں دو دو اور تین تین
وربع الا انه تعالى عقيب ذلك قال فان خفتم الا تعدلوا فواحدة فان من كانت له امراتان او اكثر يجب عليه
اور چار چار پر الله تعالی نے اوسکے بعد فرمایا ہے پھر اگر تمکو ڈر ہو کہ عدالت نکرو تو بس ایک ہے بیشک جسکے پاس دو عورتیں ہوں یا زیادہ تو اوسپر واجب ہے
ان يقسم ويعدل بينهن سواء كان صحيحا او مريضا فيكون عند كل واحدة منهن يوما وليلة او ثلثة ايام ولياليها
کہ ان میں برابر قسم اور عدالت کرے برابر ہے کہ بیلی چنگی ہو یا بیمار پھر ان میں سے ہر ایک کے پاس ایکدن رات یا تین دن تین رات رہا کرے
ولا يقيم عند احديهن اكثر من ذلك الا باذنهن والثيب والبكر والمراهقة والبالغة والعاقلة والمجنونة والمسلمة
اور کسیکے پاس اس سے زیادہ نہ ٹہرا کرے ہاں اونکی اجازت سے مضائقہ نہیں اور رانڈ اور کواری اور قریب بلوغ اور بالغہ اور ہوشیار اور باولی اور مسلمہ
والكتابية والصحيحة والمريضة سواء كانت الجديدة بكرا او ثيبا فانه ان قام عند الجديدة ثلثة ايام او سبعة
اور کتابیہ اور تندرست اور بیمار سب برابر ہیں اگرچہ نئی باکرہ ہو یا رانڈ بیشک اگر خاوند نئی کے پاس تین دن یا سات دن رہے
ايام يقيم عند العتيقة مثل ذلك ولا يميل الى بعضهن لما روي انه عليه السلام قال من كانت له امراتان فمال الى
تو پرانی کے پاس بھی وہ تنا ہی رہے اور بعضی کی طرف زیادہ میلان نہ کرے اسلئے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے جسکے پاس دو عورتیں ہوں پھر ایک کی طرف
احديهما جاء يوم القيمة واحد شقيه ساقطة يعني ان احد جنبيه يكون مجروحا ساقطا بحيث يراه اهل العرصات
رغبت کرے تو قیامت کے دن ایسی حالت میں آویگا کہ اوسکی ایک جانب گری ہوئی ہو گی یعنی اوسکی کروٹ ایسی زخمی گری ہوئی ہوگی کہ اہل عرصہ سب دیکھینگے
ليكون له هذا زيادة في التعذيب فان الافتضاح اشد العذاب لكن ينبغي ان يعلم ان القسم والعدل انما يجب
تاکہ یہہ رسوائی اوسے زیادہ عذاب ہووے کیونکہ رسوائی میں سخت تر عذاب ہوتا ہے لیکن یاد رکھنے کی بات ہے کہ قسم اور عدالت یہہ ہی خرچ دینے میں
في العطاء والمبيت دون الحب والوقاع لان الحب لا يدخل تحت الاختيار والوقاع مبني على النشاط فلا يقدر على التسوية
اور سونے میں واجب ہے محبت میں اور جماع میں واجب نہیں اسلئے کہ محبت اختیاری نہیں ہوتی اور جماع نشاط دلی پر موقوف ہے انہیں برابری کی قدرت نہیں
فيهما لما روي انه عليه السلام كان يقسم بين نسائه ويعدل ثم يقول اللهم هذا قسمي فيما املك فلا تلمني فيما تملك
ہے اسواسطے کہ نبی علیہ السلام اپنی ازواج میں قسم اور عدالت کیا کرتے پھر کہتے یا الٰہی مجھسے یہہ ہو سکتا ہے جسکا مجھے اختیار ہے سو مجھکو ملامت مت کرنا
ولا املك قيل اراد به الحب لان عائشة كانت احب نسائه اليه وكانت سائر نسائه يعرفن ذلك الا انه عليه السلام
جسمیں تجھے مختار ہے اور میں مختار نہیں کہتے ہیں کہ اس سے محبت مراد ہے اسلئے کہ عائشہ آپکو سب ازواج سے زیادہ تر محبوب تھیں اور تمام ازواج کو یہہ حال معلوم تھا لیکن نبی علیہ السلام
كان يقسم ويعدل في العطاء والبيتوتة حتى في مرضه الذي توفي فيه اذ روي انه عليه السلام كان يطاف به
دینے میں اور رات کو رہنے میں قسم و عدالت کیا کرتے تھے یہاں تک کہ مرض الموت میں بھی اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کو مرض کے اندر جہروزا اوٹھا کے پھرا کرتے
محمولا في مرضه كل يوم وليلة فيبيت عند كل واحدة منهن وكان يقول اين انا غدا اين انا غدا ففطنت ازواجه انه يريد
تھے پھر سبکو ہر ایک کے ان رہا کرتے اور پوچھا کرتے کل کہاں کی باری ہے کل کہاں کی باری ہے اسسے ازواج سمجھ گئیں کہ عائشہ کی باری

يوم عائشة فاذنّ له ان يكون حيث شاء فقال هل رضيتن بذلك فقلن نعم قال عليه السلام حوّلوني الى بيت عائشة
پوچھتی ہیں پہر سب نے اجازت دیدی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں پہر آپ نے پوچھا تم سب اسپر راضی ہو عرض کیا ہاں علیہ السلام نے فرمایا مجھکو عائشہ کی گھر پہنچاؤ

فكان في بيتها حتى مات عندها ومما يجب على الزوج من حقها ان يؤدي اليها مهرها كمله ان كان قادرا على ادائه وان لم
پہر عائشہ کی گہر رہے یہان تک کہ انکی پاس وفات کی صلی اللہ علیہ وسلم اور بی بی کا جو حق خاوند پر واجب ہے یہ ہے کہ اوسکا پورا مہر ادا کردے اگر قدرت ادا کی رکھتا ہو اور اگر

يكن قادرا على ادائه ينوي ان يؤديه اذا قدر اذ قال الله تعالى وآتوا النساء صدقاتهن نحلة اي فريضة من الله تعالى فان
ادا کی صورت نہیں ہے تو ادا کی نیت رکہے جب قدرت پاوی اسلئی کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے دیدو عورتوں کو مہر انکی خوشی سے یعنی اللہ تعالی کا فرض کیا ہوا بیشک

اعطاء النساء مهورهن مما فرض الله تعالى في الملة والدين فمن نوى ان لا يؤدي اليها مهرها يجيء يوم القيمة زانيا لما
عورتوں کو مہر دیدینا دین وملت میں اللہ ہی کا فرض کیا ہوا ہے پہر جسکی یہ نیت ہو کہ بی بی کا مہر ادا نکریگا تو قیامت کی دن زانی ہو کر آویگا اسلئی

روي انه عليه السلام قال ايما رجل تزوج امرأة على ما قل من المهر او كثر ليس في نفسه ان يؤدي اليها حقها لقي الله تعالى
کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا مقدار مہر کمتر ہو یا اس سے زیادہ ہو پر اوسکی ادا کرنی کی نیت نہیں تو اللہ کے پاس

وهو زان ولا يطلب منها المهلة لاداء مهرها الا ان يكون فقيرا ان توجه المرأة طوعا لا كرها ولا يكلفها ان تهب له مهرها
زانی ہوکر آویگا اور مہر ادا کرنیکی واسطی بی بی سی مہلت نہ مانگے ہاں اگر کنگال ہو تو بی بی اپنی خوشی سے مہلت دیدے کچہ زور نہیں ہے اور یہہ دباؤ نہ ڈالی کہ

لانه تعالى بعد ما قال وآتوا النساء صدقاتهن نحلة قال فان طبن لكم عن شيء منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا فمعناه
مہر بخشدی اسلئی کہ اللہ تعالی اس آیت کی بعد اور دیدو عورتون کو انکی مہر فرماتا ہے پہر وہ اگر اوسمیں سے کچہ چہوڑدیں تمکو دلکی خوشی سے تو وہ کہاؤ رچتا پچتا سو اس

على ما في التفسير وانوار التنزيل ان وهبن لكم بعضا من الصداق عن غاية الرضاء وطيب القلب بلا اكراه ولا اقتداء
آیت کی معنی تفسیر انوار التنزیل میں یہہ ہیں بیشک اگر عورتین تمکو کچہ مہر میں سے بخشدیں عین رضا اور دلکی خوشی سے بی دباؤ اور بدمعاملگی کے نہ

من سوء العشرة فانتفعوا به بلا تبعة فعلم من هذا ان الاستكثار في هبتها مكروه لانه تعالى كما جعل عقد النكاح بيد الزوج ان شاء
سو وہ لیاو پیو بدون بہجی ... اس آیت سے معلوم ہوا کہ زیادہ خواہش کرنی مہر بخشوانی کی مکروہ ہے اسلئی کہ اللہ تعالی نے جیسے کہ عقد نکاح خاوند کی اختیار

يمسكها وان شاء يرسلها بلا اختيار منها كذلك جعل حلقة سلسلة المهر في رقبته وذمته فعقد النكاح يجرها اليه وسلسلة
مین رکہا ہے اگر چاہے بی بی کو روک رکہے اور اگر چاہے اوسکو چہوڑدے عورت کو کچہ اختیار نہیں ہے ایسی ہی مہر کی زنجیر خاوند کی گردن میں ڈالدی ہے ... عقد نکاح عورت کو خاوند کی

المهر يجره اليها فاستيهاب كل المهر ابطال لحقها وابقاء لحقه وفيه ترك المعادلة ونوع من الظلم ولا يطلقها بغير ضرورة
خاوند کو عورت کی طرف کہینچتی ہے سو کل مہر بخشوانا عورت کی حق تلفی ہے اور اپنا حق باقی رکہنا ہے اور اسمیں بے انصافی اور ایک طرحکا ظلم ہے اور بی بی کو بی ضرورت

الا ان تكون سيئة الخلق فاسدة الدين تاركة الصلوة لان الطلاق وان كان مباحا لكنه من ابغض المباحات عند الله تعالى
طلاق نہ دیوی ہاں اگر بد خو بد مزاج بی دین بی نماز ہووی تو خیر اسلئی کہ طلاق اگرچہ مباح ہے پر مباحات میں سے اللہ تعالی کی نزدیک بہت ناپسند

لما فيها من الايذاء ولا يباح ايذاء الغير من غير ضرورة الا بجناية من طرفها فاذا عزم على تطليقها بسبب الضرورة ينبغي له ان
ہے کیونکہ اسمیں ایذا دہی ہے اور بلا ضرورت کسیکو ایذا دینی مباح نہیں ہے مگر عورت کی خطا پر پہر جب کسی ضرورت میں طلاق دینی کا ارادہ کری تو چاہیئی کہ

يراعي عدة امور احدها ان يطلقها في طهر لم يجامعها فيه لان الطلاق في الحيض والطهر الذي جامعها فيه حرام والثاني
کئی باتکا لحاظ رکہے ایک تو یہہ کہ ایسی طہر میں طلاق دی جسمیں جماع نکیا ہو اسلئی کہ طلاق حیض میں اور ایسی طہر میں کہ جماع کرچکا ہو حرام ہے دوسرا یہہ

ان يقتصر على طلقة واحدة ولا يجمع بين الثلث لانه يدخل فيه والطلقة الواحدة بعد انقضاء العدة تفيد المقصود مع انه
کہ ایک ہی طلاق پر اکتفا کری تین طلاق اکہٹی نہ دی کیونکہ یہہ بہت قبیح ہے اور ایک طلاق سے ہی بعد گذر جانی عدت کی وہ ہی مقصود حاصل ہوتا ہے

ابعد من الندم لتمكنه من التدارك بالرجعة في العدة وتجديد النكاح بعد العدة واما اذا طلقها ثلثا فربما يندم ولا يمكنه التدارك
باوجودیکہ ندامت سے بہت الگ ہے کیونکہ اسکا تدارک کرسکتا ہے عدت میں تو رجعت سے اور بعد عدت کی نئی نکاح سے اور اگر اوسکو تین طلاق دیں تو بعضی دفعہ پچتاوے

الا بالحلة وعقد الحلة منهی عنه ورد فیه اللعن ویکون هو الداعی فیه ویحتاج الی الصبر مدة مع کون قلبه متعلق
اوسکا تدارک نہیں ہوسکتا اور حلالہ کی ممانعت آئی ہی اسمیں لعنت وارد ہوئی ہی اور اسمیں یہہ ہی شخص باعث ہوگا اور مدت تک صبر کرنا پڑیگا ایسی حال
بزوجة الغیر فیرجو ان یطلقها حتی تعود الیه بعد انقضاء عدتها وکل ذلک ثمرة الجمع فی الواحدة یحصل المقصود من
میں کہ دل بیگانی جورو کی طرف لگکر رہیگا اس امید پر کہ وہ کب طلاق دیکہ بعد عدت کی میری پاس آوی یہہ سب خرابیاں تین طلاق کی ثمرہ ہیں اور ایک طلاق میں
غیر محذور والثالث ان یتلطف فی تطلیقها من غیر عنف ولا استخفاف ویطیب قلبها بان یعطیها شیئا زائدا علی مهرها علی
بی خطرہ مقصود حاصل ہوتا ہی اور تیسری یہہ کہ طلاق دینی میں لطف برتی زشتی اور تحقیر سی پیش نہ آوی اور اوسکا دل خوش کردی اسطرح کہ مہر کی سوا کچہہ اور بہی
طریقة المتعة وهی درع وخمار وملحفة عوضا عن ایحاشها والرابع لا یفشی سرها ثم ان کان طلقها علی مال وهو الخلع یکره له
بطور امداد فائدہ کی او نکو دیگا یعنی کرتا اور اوڑہنا اور لحاف یہہ وحشت دینی کا عوض ہی اور چوتہی اوسکا بہید نہ ظاہر کری پہر اگر اوسکو مال پر طلاق دی جو خلع
ان یاخذ ذلک المال ان کان النشوز من جانبه لانه اوحشها بالارسال فلا تزید فی ایحاشها باخذ المال وقد قال الله
کہلاتا ہی تو مرد کو وہ مال لینا مکروہ ہی اگر خاوند کی طرف سی بدمزاجی ہوئی ہی اسلئی کہ ایک تو طلاق دیکر ستایا پہر مال لیکر زیادہ نہ ستاوی اور بیشک اللہ تعالی فرماتا
وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احدیهن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئا فانه تعالی نهی عن اخذ شیء
ہی اور اگر بدلا چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری عورت اور دی چکی ہو ایک کو ڈہیر مال تو پہیر نہ لو اوسمیں سی کچہہ کیونکہ اللہ تعالی تہوڑا لینی سی بہی منع کرتا ہی
یسیر من القنطار الذی هو المال الکثیر فضلا عن الکثیر وان کان النشوز من جانبها یکره ان یاخذ الزاید علی ما دفع
قنطار میں سی جو بہت مال ہوتا ہی بہت لینی کا تو کیا ذکر ہی اور اگر عورت کی طرف سی بدمزاجی ہو تو جتنا مہر دیا ہی اوس سی زیادہ لینا مکروہ ہی
الیها من المهر ثم ان اکرهها علی الخلع والتزمت ان تطیه مالا للخلاص منه او اسقطت ما علیه من المهر ونحوه لاکراه
پہر اگر خاوند نی اوسپر خلع کی لئی زور کیا اور عورت نی ادا کرنا تسلیم کیا تاکہ اوسکی پنجہ سی بچی یا مہر وغیرہ اوسکی ذمہ سی ساقط کردیا تو اسلئی
شرط فی لزوم المال وسقوطه والاکراه عدم الرضاء علی ما بین فی موضعه وان مات زوجها وارادت ان تکون فی
کہ مال لازم ہوجانی اور ساقط ہونی میں رضامندی کی شرط ہی اور اکراہ میں رضامندی نہیں ہوتی چنانچہ اپنی جگہہ میں بیان ہوچکا ہی اور اگر اوسکا خاوند مرجاوی اور
الاخرة زوجته ینبغی لها ان لا تتزوج زوجا اخر لان المرأة تکون فی الاخرة لاخر ازواجها علی ما روی ان ابا سفیان خطب
یہہ آرزو کری کہ آخرت میں بہی اوسی خاوند کی بی بی ہوں تو اب دوسرا نکاح نہ کری کیونکہ عورت آخرت میں پچہلی خاوند کی جورو ہوگی سنا ہی ابوسفیان
ام الدرداء بعد وفاة ابی الدرداء فابت وقالت سمعت ابا الدرداء یحدث عن النبی علیه السلام ان المرأة لاخر
ام درداء سی بعد وفات ابو درداء کی نکاح کا پیغام بہیجا سو اوسنی نہ مانا اور جواب دیا کہ میں نی ابو درداء سی سنا ہی کہ نبی علیہ السلام سی روایت کرتا تہا کہ عورت آخرت
ازواجها فی الاخرة وقال لی ان اردت ان تکونی زوجتی فی الاخرة فلا تتزوجی بعدی وقیل هی فی الاخرة لاحسن ازواجها
میں پچہلی خاوند کی بی بی ہوگی اور مجہکو وصیت کی ہی اگر تو چاہی کہ آخرت میں میری بی بی ہو تو میری بعد اور خاوند نہ کرنا اور کوئی کہتا ہی کہ عورت آخرت میں نیک خاوند
خلقا لما روی ان ام حبیبة زوجة النبی صلی الله علیه وسلم سالت النبی علیه السلام
خاوند کو ملی گی اسلئی کہ روایت ہی کہ ام حبیبہ نبی علیہ السلام کی زوجہ نی انبی علیہ السلام سی پوچہا
ان المرأة تکون لها زوجان فلایهما تکون فی الاخرة فقال علیه السلام تخیر فتختار احسنهما خلقا منهما تمت
جس عورت کی دو خاوند ہوں تو آخرت میں کسکو ملی گی سو نبی علیہ السلام نی فرمایا عورت کو اختیار ملیگا پس وہ اچہی کو پسند کریگی

خاتمة الطبع

الحمد لله الذی هدینا لهذا وما کنا لنهتدی لولا ان هدینا الله والصلوة علی نبیه اشرف الکائنات
واکمل الموجودات محمد صلی الله علیه وسلم وعلی اله واصحابه اما بعد احقر العباد سبحان بخش عفی الله عنه ساکن قصبہ شکارپور ضلع مظفرنگر عرض کرتا ہی
کہ کتاب مجالس الابرار جسکی مؤلف ہیں مولوی شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ اپنی دست مبارک سی یہہ لکہتی ہیں کتاب مجالس الابرار ومسالک الاخیار
فی علم الوعظ والنصیحة یتضمن فوائد کثیرة من باب اسرار الشرایع ومن باب الفقه ومن ابواب السلوک ومن ابواب رد البدع

والعادات الشنيعة لا علم لنا بحال مصنفه الا ما يكشف عنه هذا التصنيف ومن تدينه وتورعه وتفننه
في العلوم الشرعية ولنعم ما قيل لا تنظر الى من قال واسمع الى ما قال فانما يعرف الرجال بالحق لا الحق بالرجال والله اعلم
بالصواب واليه حسن العاقبة والمآل ۔ تمت ردبدعت مین یا شل اوس قصایح اور مواعظ مین بی نظیر اور تحقیق حقایق دینی مین بی مستند اور متبرع
مسائل علی مین لاثانی و بی مشبیه سبحان الله جو بات مصنف کی قلم سی نکلتی ہی سو دلائل آیات صحیح اور جو مضمون اوسکی زبان پر آتا ہی سو مبرہن باحادیث و روایات صحیح
کوئی مطلب ایسا نہین جسکی سند آیت یا حدیث نہو کوئی ذکر ایسا نہین کہ اوسکا حامی کسی بزرگ کا قول قدیم یا حدیث نہو نواب صاحب مستغنی عن الاوصاف جناب مولانا والمنا
مولوی حاجی محمد قطب الدین خان صاحب کو بسبب افاضہ عام اور فیض تام کی اسکی ترجمہ کا خیال آیا کہ اس کتاب کی مضامین عام فہم ہو جاوین اور تمام صغیر و کبیر جو اردو
پڑھ سکتا ہو سب فیض اوٹھاوین اور اپنی تئین کم فرصت دیکھکر کسی ناکارہ حقیر کو ارشاد فرمایا مین نی باوجود بی سامانی کی بغرض امتثال امر مصنف ترجمہ لکھنا شروع کیا اخیر مہینہ
ربیع الثانی ۱۲ سنہ ... مین لکھکر تمام کیا اور بحمد الله کا ... تمام کیا اسکا نام خزینۃ الاسرار
فی ترجمۃ مجالس الابرار تجویز کرکر جناب ممدوح کی خدمت مین پیش کیا مولانا صاحب نی ساری ترجمہ کو باستیعاب ملاحظہ فرمایا اور پسند کرکر اجازت طبع کی دی
اب ناظرین باصفا منصفین سی التماس ہی کہ بلحاظ اصلاح غور فرما کر دیکھین اور دقت نظر مطالعہ کرین اور جہان سقم پاوین اصلاح دیکر درست کردین وما توفیقی
الا بالله علیه توکلت والیه انیب ۔ اشتہار احقر العباد سبحان بخش مترجم مجالس الابرار کا صاحبان مطابع کی خدمت مین عرض کرتا ہی
کہ مین نی حق ترجمہ کتاب ہذا کا شیخ محمد حسین ولد حاجی غلام حسین عطار دہلوی کو بیکر اسکی طبع کا ہمیشہ کو مالک کر دیا آیندہ کو کوئی صاحب بدون شیخ محمد حسین موصوف کی اجازت
اور رضامندی کی اسکی چھاپنی کا ارادہ نکرین میری اجازت اور رضامندی اصلا معتبر نہین کیونکہ مین محمد حسین جو کہ حق مترجم کا دی چکا اور یہ ترجمہ مصدقہ رجسٹری ہو چکا
کتاب ہذا کو حسب منشاء قانون یازدہم سنہ ۱۸۳۵ء کی بغیر اجازت میری کوئی نہ چھاپی نہین تو بموجب قانون کی سزا پاویگا ۔ مقصورۃ ما قرظه الفقیر محمد حسین
صانه الله عن سوء وشین سجود الاقدام بارض حرم موجبة لعز الجباه وصفاء القلوب بتور ثنائه مقتبسة لباطن العز والجاه
صنيعته البديعة تقلب الليل والنهار ورحمته العميمة تنزل على مجالس الابرار وتهدى الفجار الى التوبة والندامة والاستغفار والصلوة والسلام
الاتمان من الله العزيز الرحمن على من عرج منتهى القصر العلى فاستوى ثم دنى فتدلى خاتم الانبياء والمرسلين شفيع العصاة رحمة للعلمين
منشور افضاله المنشرح الصدر مهبط انوار الفضائل ذكره وعلى آله وصحبه المقاتلين في سبيل الله واعلاء كلمة الله انفسهم
واموالهم وعلى الذين اتبعوهم باحسان واحسنوا اعمالهم وبعد فيقول العبد الحقير محمد حسين الفقير الراجي رحمة الغفار عفا الله عما هو مستخف
بالليل وسارب بالنهار يوم تكون سرابيل المجرمين من قطران وتغشى وجوههم النار هذا در منثور يليق ان يدخر في حق الصدور وسراج لمجالس
المسلمين الاخيار مصباح لمجالس المتقين الابرار نذير عريان للغافلين منكر مبين الناس كلهم اجمعين انيس نفيس للواعظين رياض
ذات افنان وانهار للناصحين جواهر سنية تصلح لاعناق عروس حفظ العلماء ويواقيت ثمينة تستاهل لترصيع تاج الوعاظ الاذكياء اعني
تحفة الاخيار الكتاب المستطاب المسمى بمجالس الابرار رحم الله من صنفه وجمعه والفه وجعل جنة الفردوس مأواه واوصله الى ما كان يتمناه
رضي الله عنه وارضاه هو الذي في هداية الانام والتذكير مغني الواعظين وفي آداب الارشاد والترغيب والترهيب كاف للناصحين يا عجبا كتابه هذا
وما احسن ما شاء الله اودع فيه نادرات الزمن بحر لا يدرك من الآفاق ويثبت المسنة السنية النبوية ويتمم حسن الاخلاق حوى من فوائد
لطيفة خلت عنه الاذهان ولحوز نكات رشيقة لم تنظر الاعيان لا يصنف مثله بمرور الدهور والزمن اذ فيه ما تشتهيه الانفس وتلذ
الاعين اكب عليه العلماء الفحول وكابر بعد كابر تلقاه بالقبول لا مرية في كونه كافيا للواعظ ولا ريب في ان استحضاره مغني الحافظ لعمري انه
لحري ان يرسم باقلام غصون الطوبى وجدير بالكتابة على ورق شمس الضحى لا بل على خدود الحور باقلام النور ينبغي ان تكون خطوطه كالشعاع
خيوط المسطر ويصرف في مداده ماء السلسبيل والكوثر لكن لم يكن تيسير للمشتاقين لقلة النسخ في ديارنا الآن لا نه ما كان عند احد الا ندرة
يشار اليه بالبنان فتوجه عنان العناية الحبر الاديب والفاضل الكامل الاديب العالم البارع ذو الباع الوسيع ومقتدر اسرار المصنف كاشف اللثام عن وجوه
المشكلات مزين عرائس العربية بالترجمة الهندية المولوى المعنوى مولانا سبحان بخش الشكاپوری عظمه الرحمن وادامه
بالفيضان ففتح مغلقاته بالترجمة الهندية باحسن ما يكون وسهل مقاماته بحيث يغبطه الناظرون اجاد غاية الاجادة في بسطها

وضبطہا علی حسب محاورات اہل اللسان ونزہتہا البراعۃ فی حل لغاتہ مع اختصارہا کالترجمۃ القلمیۃ للقرآن ثم عہد الیہ عند
کتابتہ للطبع بالنظر المکرر لان کل تکریر تقرا فجاء بحمد اللہ المستعان کما تہوی الانفس وتلذ بہ نوع الانسان بسط اللہ نور فیض
علی المقتبسین ما دام بقاء السموات والارضین فحقق المشتاقین بغیتہم وتیسر للطالبین منیتہم فبادروا الیہا ایہا المشتاقون لعلکم بعد
ایام لا تجدون وقد زین عند طبعہ بکتابۃ کاتبہ **محمد منصور علی** الیوسفی البشیری البرکزوی الحنفی عفی اللہ عنہ الولی
جعل اللہ الخالق منتفعا بہ انہ قریب مجیب دعا وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب قطعہ تاریخ طبعہ جاء بنا النور من مجار الطبع
اعنی ہذا الکتاب بالاسرار ینبغی ان یکون فی الآفاق کالسراج لمنزل الاخیار عام خرج یلیقہ من آتٰہ اقرءوہ فہم مجالس الابرار

مزیل الاغلاط کتاب مجالس الابرار

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	ص	س	غ	ص	ص	س	غ	صحیح	صفحہ	س	غ	صحیح
۴	۴	سعادتمند	سعادتمندی	۴۳	۲۱	جمیع	بجمیع	۹۹	۲۰	باتی	باتین	۱۴۰	۲۳	مستیقضا	مستفیضا
۷	۱۳	احمق	احمق کا	۴۴	۱۷	لم یحجز	لم یحجر	۱۰۱	۳۰	کی	کی ہی	۱۴۱	۲۵	تذکر	نذکر
۱۰	۱۷	الظلمت	الظلمات	۴۹	۲۳	نورہم	نورہ	۱۰۲	۲۰	سنی کی	دینی کی	//	۲۹	سولہتہ	لو البتہ
//	۲۰	وصولہا	اصولہا	۵۶	۳۲	نہوگا	نہوگا	۱۰۵	۹	دریافت کیا	دریافت کرلیا	۱۳۶	۱۷	اصحابہا	اصحابہ
۱۱	۴	کی	سی	۵۹	۱۹	پہلی ہین	پہلی ہی	۱۰۹	۲۸	علم	الم	۱۴۹	۱۲	پیدا ہو	پیدا ہوا
//	۲۹	الاحکام	الاحکم	//	//	ہوگی	ہوگا	۱۱۴	۲۷	وجود	وجہ	۱۵۰	۲۱	الوقعۃ	الواقعہ
۱۳	۲۸	سزا	سزا کی	//	۱۸	مین ہو	مین ہوتی	۱۱۵	۱	وما بالنفر	والما بالنفر	//	۲۹	مستقرۃ	مستقلہ
//	۳۲	توجہ	توجہ	۶۰	۹	پہلی ہوگی	پہلی ہو	//	۹	بکہ ولنسی	بکرانکی	۱۵۱	۱۱	الذین	الذی
۱۴	۲	چاہئی	ہو	۹۳	۱۵	اللہ	اللہ	//	۱۹	فقہا کی	فقہا	۱۵۳	۲۸	مصیبت	مصیبت
//	۱۵	الہام	الالہام	۹۷	۸	مسرار	اصرار	//	۳۱	تنظیم	بتعظیم	۱۵۴	۲۶	دنیا مین کی	دنیا کی
۱۵	۲۴	[illegible]	[illegible]	//	۱۸	لاالہ الا اللہ	لا الہ الا اللہ	۱۱۶	۴	معجزہ	معجزی	۱۵۵	۱۰	وہی	وہی
//	۳۲	تعلیف	تکلف	۹۹	۹	علیہ نی	علیہ السلام	//	۱۵	والسفی	والشقی	//	۳۰	اور جاہی	[illegible]
۱۶	۱۱	زلا	اولا	//	۱۷	اماکا	وماکا	//	۳۱	فیتجیل	فیتحول	//	۳۲	[illegible]	[illegible]
۱۷	۲۰	ذکردل	ذکر کا دل	۵	۳۴	اسنا ہی	[illegible]	۹۸	۱۲	اوکنا ہو	یاکنا ہو	۱۵۸	۸	حسین	اور حسین
۱۹	۱	ممن ادخل	ممن ادخل	۷۲	۵	[illegible]	[illegible]	۱۱۹	۳	یقربوا	تقربوا	//	۱۴	[illegible]	[illegible]
۲۰	۲۲	ہوتی	ہین	۷۰	۶	دشوار	ضروری	//	۱۹	حتہ	[illegible]	//	۳۲	کہرا ہو	کہرا ہو
۲۳	۳۰	شخص	شخص رج	۷۰	۲۴	[illegible]	[illegible]	//	۲۰	اسلفکم	جاہل	۱۶۰	۵	فصل	فصل
۲۴	۳۱	لمرلفہ	لمزلفۃ	۷۹	۳۴	ثواب	ثواب	۱۲۱	۳	الموقف	الموافق	۱۶۲	۱۴	دوپہر کرنگی	دوپہر
//	//	حکم	حکم ہی	۹۰	۱۸	کتبنولہم	کتقوبہ	۱۲۶	۹	زیادہتا	زیادہتا	//	۱۷	سبیل	سبیلہ
۲۶	۴	طرف ہی	طرف سی ہی	۸۴	۳۰	دو محال	دو محال	۳۰	۲۰	لوگ کم	لوگ کم سکا	۱۶۴	۲۸	کم بخل	کم بخیل
۳۳	۹	یقضی	یقتضی	۹۲	۱۸	کمایہ ہی	کی ہی	۱۳۱	۱۰	لگسا کی	[illegible]	۱۶۷	۸	چہپی	چہپی ہی
۳۶	۱۶	عقل	عقلی	//	۲۰	ماضی ہی	ماضی ہی	۱۳۲	۲۶	ہیکب	ہر یک کی	۱۶۸	۲۳	باجد	باخذ
۴۰	۱۷	بیم	بہ	//	۳۲	کریکا	کرنگی	//	۳۱	[illegible]	[illegible]	۱۶۹	۲۷	ییشفس	ینفس
//	۲۹	فنا	فیہا	۹۴	۲۲	آئیتی	آئی	۱۳۴	۱۱	قطر	قول	۱۷۱	۱۸	محرم	مرام

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	ص	س	غ	ص	صفحہ	س	غ	ص	صفحہ	س	غلط	ص	ص	س	غ	ص	ص	س	غ	ص
١٦٢	١	کے دو ہوتی	[illegible]	٢٣٣	١٤	قابا	قابلیا	١٩٤	١٣	کیاں	کیکن	٣٤٩	٩	کہ دو تر	[illegible]	٤١١	١٤	اپنی	آپکی	٥٢٧	٢١	جرجو	جو
١٦٣	١٩	[illegible]	[illegible]	″	٣١	حب	حل	٢٥	[illegible]	[illegible]	[illegible]	٣٥٠	٣	بچو سرکی	[illegible]	٤١٣	٢	لیا	لیا	٥٣٣	٩	فقالوا	فقالوا
″	٢٤	بیں رمضان	بیں رمضان	٢٣٣	١٩	کیتی	[illegible]	٢٩٩	٢٢	[illegible]	[illegible]	٣٥٣	٨	کیا کرتا	کرتا کرتا	٤١٧	١٣	آنا ہی	آنا	٥٣٥	٧	ہاتھ	[illegible]
١٨٢	٨	بچہ سن کا	[illegible]	″	١٤	بانقیع	بالتقیع	٣٠٣	١٤	[illegible]	[illegible]	٣٥٥	٣١	صدرا	صدرا	٤١٩	٨	کہلی	کہلی	٥٣٦	٥	پشر	[illegible]
١٨٣	١٩	اور دلیل	اور دلیل	٢٣٤	٣٣	رہو	رہو	″	٣١	الاقلب	الاذان	٣٥٨	٢٩	بریہ	بریہ	٤٣٠	١٢	[illegible]	[illegible]	٥٤٣	٢	جوانکو	[illegible]
″	٣٢	پیہکم	پیہاکم	٢٣٨	٢٩	الفطرا	الفطرہ	٢٤٥	١٠	امیراکی	اسراک	٣٥٧	١٤	ہرگی	ہرگی	″	٢٧	البلاد	البلاد	٥٤٩	٣	[illegible]	[illegible]
١٨٩	٣٢	عباد	عبادہ	٢٣٩	٣	روزہ	روزہ	″	٢٩	الافصل	الاول	٢٥٩	٣	غربہ	غربہ	٣٣٢	١١	قبلها	قبلها	٥٥٣	١٩	[illegible]	[illegible]
١٩٣	١٩	دلیل	دلیلی	٢٥٠	١٨	[illegible]	[illegible]	٢٦١	١	الفاتحة	الفاتحة	″	٣٢	رضا	رضا	٣٤٢	٢٦	[illegible]	[illegible]	″	٢٠	انجام	الام
″	١٨	تمام کرنی	[illegible]	٢٥٥	١٥	القم	القم	″	٥	مستند	مستند	٣٦٢	١٠	آکہیگی	آکہیگی	٣٣٣	٢	[illegible]	[illegible]	٥٥٩	٨	بجوٹ	بجوٹ
١٩٨	٣٤	فرمایا	فرمایاہی	٢٥١	٣٢	پلنٹ	[illegible]	٣٠٧	٣٢	حدہ	حدہ	٣٩٣	٨	اوس ہی	[illegible]	٣٣٣	٣٠	القلر	[illegible]	٥٥٨	٨	[illegible]	[illegible]
٢٠٠	١١	یقتصر	یقتصر	٢٥٨	١٣	لیتتیہ	لیتتیہ	٣٠٨	٧	[illegible]	[illegible]	٣٤٩	٢٢	فاحشری	ناحی	٣٤٧	٣٠	ایرا	اوکر	٥٤١	١٧	کوں	کوئی
″	٣٠	میں ہی	میں سی	٢٤٥	٢٠	مسیر	میسر	٣١	٢٨	[illegible]	[illegible]	٣٤٠	٢	[illegible]	[illegible]	٣٣٨	٢٩	کاکر	کاکر	٥٦٣	١	تکبس	تلبیس
″	٢٨	کی مستعجب	کی تعجب	″	٢٦	[illegible]	[illegible]	٣٣	١	تجاج	الحاج	٣٤١	٩	[illegible]	[illegible]	٢٥٢	١	آپی	آپ	٥٦٧	١٩	[illegible]	[illegible]
٢٠٦	٢	یہ	[illegible]	٢٦٨	١	نحوا	نحوا	٣١٣	١٩	فلسی	[illegible]	٣٤٣	١٨	[illegible]	[illegible]	٣٣٤	٩	[illegible]	[illegible]	٥٦٨	١٩	[illegible]	[illegible]
٢٠٧	٣	تا کرامل	تا کرام	٢٦٩	٢	ایندکوئی	[illegible]	″	٢٩	کرتا	کرتا	٣٤٥	٢٢	سبب	سبب	٣٣٣	٧	البیع	للبیع	٥٧٩	٢٨	کدر	گدرکا
٢٠٨	١٠	حاصل ہوگی	حاصل	٢٧٣	٦	التیع	انجمی	٣١٩	١١	مانم	[illegible]	٣٧٧	٣	حرک	[illegible]	″	١٧	العدد	العدد	٥٨٠	٢	سبب	سبب
″	″	پہاڑ کا	اور اسکا	″	١٣	التوسطی	التوسطی	″	١٩	الرجا	الرجا	″	[illegible]	[illegible]	[illegible]	٣٣٥	١٣	[illegible]	[illegible]	٥٨٥	١١	بالفرقہ	بالفرقہ
″	٢٦	تمام قسم	[illegible]	٢٧٣	١-٨	[illegible]	[illegible]	٣٣٢	٢٢	[illegible]	[illegible]	″	٢٢	[illegible]	[illegible]	٣٦١	٢	[illegible]	[illegible]	٥٨٨	٢٢	[illegible]	بجاتا
٢١٣	١٣	[illegible]	[illegible]	″	[illegible]	[illegible]	[illegible]	٣٢٢	٢٠	جلست	جلسے	٣٣٠	٣١	نرح	نرح	٣٤٣	٢	[illegible]	[illegible]	٥٨٢	٢٢	[illegible]	[illegible]
٢١٤	٢٣	[illegible]	[illegible]	″	٣٢	جوالس	جوالسی	٣٢٥	٣٢	[illegible]	[illegible]	٣٤٩	١	پستر	پہ	٣٤٩	٢١	[illegible]	[illegible]	٥٨٣	١٩	لیکن	[illegible]
″	٢٣	[illegible]	[illegible]	٢٧٧	١٥	جمع	جمع	٣٢٧	٣	[illegible]	[illegible]	٣٤٩	٢٧	بعد	سعید	٣٩٣	٢١	[illegible]	[illegible]	٥٩٧	٢	مستلہ	مسئلہ
٢١٦	١٨	لیکن جو	اور جو	″	٢٩	صلی اللہ	[illegible]	٣٣٢	٩	ایکا	ایکا	٣٤١	١	[illegible]	[illegible]	″	٢٣	غلام	غلام	٦٠	١٩	[illegible]	[illegible]
٢١٧	٢٧	لیستوی	لیستوی	٢٨٣	٥	بالفقہ	بالفقہ	″	١٣	والفتاد	والفتاد	٣٩١	٣	ابن	ابن	٣٩٩	٢	تجور	تجویز	″	٢١	یری	یدی
٢٢٩	١٣	بشاد	[illegible]	″	١١	یراعی	یراعی	٣٣٣	٢٢	[illegible]	[illegible]	٣٩٣	٩	کیا	ماکا	٥٠٣	١	برایہ	[illegible]	″	٢٢	[illegible]	[illegible]
٢٣١	٢٩	العاصی	العاصی	″	٣١	فمن	من	٣٣٧	٢١	الحسنا	الحسنات	٣٩٥	١٠	[illegible]	[illegible]	٥٠٢	٣	علامۃ	علتہ	٣٢	٣	جاؤ	[illegible]
٢٢٥	٣٠	لازم	لازم	٢٨٧	٣	لیسی	[illegible]	″	٢٣	عند	عند	٣٩١	٩	کہنا	[illegible]	″	١١	ب	[illegible]	٢٥	٨	سر	[illegible]
٢٣٦	٢٩	تفریح	تفریح	″	١١	یحیلہ	بجبلہ	″	٢٦	بقیلہ	بلوہ	″	٢١	نجت	نجیہ	٥٠٥	٢٠	قسوخ	فسوخ	″	٢٩	شیخا	شیخ
٢٤٢	٣١	دہم	[illegible]	٢٨٩	٣٢	مشکوک	مشکوک	″	٢٨	باتو	بانو	٣٩٧	١٢	تا لیں	[illegible]	٥١١	٣	صوت	[illegible]	٤٦	٣	مردم	[illegible]
٢٤٢	١٩	[illegible]	[illegible]	٢٩٥	١٨	افزیو	افزیو	٣٣٠	٣	سبب	سبب	٣٩٨	٧	تجوا	تجو	٥٢١	٢٢	حسن	حبس	″	٦	لیتی	اسی
٢٤٣	١٠	[illegible]	[illegible]	٢٩٧	١٣	بحبسا	[illegible]	″	٣٢	[illegible]	[illegible]	٤٠٣	٨	[illegible]	[illegible]	٥١٢	٩	سلام	سلام	″	″	ہی	ہوئی
″	٣١	[illegible]	[illegible]	″	″	[illegible]	[illegible]	″	″	الاولی	[illegible]	٣٣٣	١٣	[illegible]	[illegible]	٥١٣	١	[illegible]	[illegible]	″	١٦	کردہ	کہ

4683/S1A